

مکمل فائل کی جدید عکسی اشاعت

الغزل

ہفتہ وار
مُصَوَّر
ہفت روزہ

مولانا ابوالکلام آزاد

جلد اول

جولائی تا دسمبر ۱۹۱۲ء

دارالکتاب

۳۲- اے، شاہ عالم مارکیٹ لاہور



مکمل قائل کی جدید عکسی اشاعت

الہامی

ہفتہ وار
مُصَوِّر
ہا

مولانا ابوالکلام آزاد

جلد اول
۱۹۱۲ء

دارالکتاب
۳۲-اے، شاہ عالم مارکیٹ لاہور



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تحذیرِ نعمت

یکم ستمبر ۱۹۳۲ء کو جالندھر تحصیل نمکودر کے ایک غیر معروف گاؤں ہری پور میں ایک سیدھے سادے مسلمان گھرانے میں میری پیدائش ہوئی، میرے والد ماجد حاجی تاج محمد صاحب (اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر سلامت باکرامت رکھے) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا حافظ محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ و آلہ و سلم کے پور گوجران ضلع جالندھر سے تعلق معینیت و ارادت رکھتے ہیں میرے سکول اہل حق سے قبل والد صاحب بسلسلہ معاش دوسرے اولاد قائدان کی طرح برطانیہ چلے گئے، مجھے ان کی تربیت غیب نہ ہوئی۔ چھٹی جماعت نمکودر ڈی، بی ہائی سکول میں پڑھا تھا کہ والد صاحب کا حکم آیا کہ یہ تعلیم چھوڑ کر قرآن مجید حفظ کرو، چنانچہ تحصیل ارشاد نمکودر ہی میں مدرسہ خلیلیہ میں حضرت مولانا قاری تاج محمد صاحب مدظلہ (عالیٰ عبدالحکیم ضلع قنات) سے سوا پارہ حفظ کر کے پنجاب کے معروف دینی مدرسہ رشیدیہ رائے پور گوجران میں جانے لگا۔ حفظ قرآن پاک کے بعد ابتدائی فارسی تعلیم شروع کی۔ ارادہ جامعہ علیہ دہلی جانے کا تھا لیکن پڑا آشوب سیاسی حالات نے وہاں جانے نہ دیا، ۱۹۴۰ء میں قیام پاکستان عمل میں آیا۔ میں تین سال رائے پور میں پڑھا رہا اور بڑی گہری نگاہوں سے وہاں کے اساتذہ حضرت مولانا فضل احمد صاحب بانی و مہتمم، حضرت مولانا حافظ مفتی قیصر اور حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مدظلہ (حالیٰ تقیم چک نمبر ۱۱ ایل جی پو وٹنی) ماجراہ حضرت مولانا حافظ محمد صالح کو دیکھتا رہا اور ان کو اتنا قریب سے دیکھا جتنا کہ ممکن تھا۔ آخری بزرگ اب بھی زندہ ہیں، پچھلے دنوں پاکستان میں اگر ملی الترتیب چک نمبر ۱۱ ایل اور جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں انتقال فرما گئے۔ میں نے ان حضرات کو تاحیات ایسا دیکھا کہ ان کے بعد پھر کوئی نظروں میں نہیں چھا، انتہائی سادگی، مبروشکر اور قناعت کی زندگی کہ مثال نہیں، ان کا مبروشکر ضرب المثل تھا، کئی ماہ تنخواہ نہیں ملی اور جب مدرسہ میں رقم آتی تو لی نہیں کہ وقت جیسے گزر گیا گزر گیا کوئی قرض ذمہ نہیں کہ بقایا تنخواہ لیں، عمل و اخلاص کی جیتی جاگتی تصویر، کیا مجال ہے کہ کوئی فعل خلاف سنت ہو، میں فکری طور پر اس رنگ میں رنگ گیا حالانکہ ہمارے گاؤں یا قانداہ میں سوائے والد صاحب کے کوئی اس سنگ کا نہ تھا۔ سب لوگ رسم و رواج کے پابند تھے، بچپن ہی سے مطالعہ کا اور تقریریں سننے کا انتہائی شوقین تھا گھر میں والد صاحب کی کچھ کتب تھیں وہ پڑھیں اور اس کے علاوہ سگھڑا کر اور مدرسہ سے لے کر پڑھا رہا اور ساتھ ساتھ تعلیمی مطالعہ بھی کرتا تھا لیکن اکابر دیوبند کا سنگ صبح ترین نظر آیا۔ اسی دوران میں اکابر دیوبند کی تقریریں سنیں، یہ کوئی بڑائی کی بات نہیں انسان اگر آنکھیں کھلی رکھے اور سوچ کے دست پکے بند نہ کرے تو لوگوں کو چلتا پھرتا دیکھ کر سمجھ لے کہ یہ کچھ میں آجاتا ہے کہ کون اپنی تقریر و تحریر اور قول و فعل میں غلط ہے، اور بیان جن کو دیکھا اعتماد و معینیت میں اضافہ ہی ہوا کی نہیں ہوئی۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ برصغیر کی دو شخصیتیں نظروں میں ایسی سامیں جو عرفا اس قبیلہ عشاق سے باضابطہ متعلق نہ تھیں کہ دماغ ان کے آگے جھک جھک گیا اور اکثر دل بھی۔ یہ دو شخصیتیں مولانا ابوالکلام آزاد اور علامہ محمد اقبال مرحوم ہیں، کئی جگہ ان کی فکر و نظر بلکہ عمل سے اختلاف کے باوجود کچھ سحر ہی کیسے اثر کیے رہا، مجھے شاید ہی کسی شاعر کے بچپن میں اتنے شعرا یاد ہوں جتنے علامہ اقبال کے، اس کے علاوہ کچھ اشعار مولانا طغر علی خاں اور مولانا حالی کے یاد تھے۔ ایک نظم شعرا کا ایک عقد بچپن سے لب لباب میں کو میں باہر کہیتوں میں جا کر تنہا اونچی آواز سے پڑھا کرتا، اسی طرح مولانا ابوالکلام آزاد کہ ان کی کئی ایک جملات بچپن ہی سے زبانی ہوں، کئی دفعہ ان دنوں یہ خیال آتا کہ کاش یہ دعوت سنوں میں دیوبندی ہوتے کہ اپنے خیال میں اس وقت دیوبند ہی اسلام کی صحیح تعبیر ہے (عرب اس سنگ کو اقرب الی الصواب سمجھتا ہوں) لیکن بڑے ہو کر جب مطالعہ وسیع ہوا تو یہ خیال کہ یہ دونوں حضرات اکابر دیوبند کی دینی، علمی و ملی خدمات و معینیت کے درمیان صحیح نہیں بلکہ فرقہ وارانہ اور محض ہیں۔

نام کتاب : الهلال ہفت روزہ جلد نمبر ۱ ۱۹۱۲ء
 مرتب : مولانا ابوالکلام آزاد
 ناشر : عبدالرشید آرشد میر ماہنامہ الرشید لاہور
 مولانا ابوالکلام آزاد اسحاق علی مدنی خاں منسل
 مدینہ یونیورسٹی، رکن اسلامکشن برائے متحدہ عرب امارات
 طبع : منہاج الدین اصلاحی
 مطبع : شرکت پرنٹنگ پریسی لاہور
 تعداد : ایک ہزار
 صفحات : ۳۸۰
 خطاطی و ترقی : حضرت سید نصیر احمد صاحب
 تزئین : رانا حفیظ الرحمن

"الهلال" دور اول ۱۹۱۲ء تا ۱۹۱۳ء قیمت ہر جلد -/۵۰ روپے

الهلال کی کمی
 ۳۲ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

A24
 OSO
 ALH

نوٹ

"الهلال" کا پہلا شمارہ ۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء کو نکلا تھا اور آخری شمارہ ۱۸ نومبر ۱۹۱۳ء کو اس سے قبل حکومت نے دس ہزار کی ضمانت طلب کی جو داخل نہ کی جاسکی اور یوں "الهلال" کی اشاعت بند ہو گئی، آخری پرچہ میں اس ضمانت طلبی کا ذکر ہے اور اس میں مولانا شبلی نعمانی کی وفات کا ذکر ہے۔ اگر پرچہ بند نہ ہوتا تو مولانا آزاد، شبلی مرحوم کا ایسا نثری مرثیہ لکھتے جسکی مثال نہ ملتی، ابتداء میں پرچہ دو ہزار شائع ہوتا تھا بعد میں اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہوا کہ آخری دنوں میں ۲۶ ہزار شائع ہوتا تھا، جب کہ ان دنوں شاید کوئی مؤرخہ بھی اتنی تعداد میں شائع نہ ہوتا ہو۔

ہم نے "الهلال" سے اشتہارات نکالنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا حتیٰ کہ بعض جگہ صفحات اگر غلط ہیں، تو ان کو بھی اسی طرح رہنے دیا کہ شاید کسی جگہ کسی کتاب میں انہی صفحات سے حوالہ ہوا ہو خود ہم نے اپنے صفحات نمبر دے دیے ہیں۔ اگرچہ بعض جگہ ہم سے بھی غلطیاں ہوئی ہیں جیسا کہ اس جلد میں ۱۴ صفحوں کے بعد چار صفحے نہیں لگ سکے بہر حال جو کچھ ہو سکا پیش خدمت ہے۔ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے۔

عبدالرشید آرشد



مفتی محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی

مفتی محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی نے اپنی کتاب "الاملا" میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اس کے قریب ایک سو بیس صفحات ہیں۔ یہ کتاب بہت ہی عمدہ ہے۔ اس میں بہت سی باتیں لکھی ہیں جو کہ بہت ہی نئی ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں بہت سی باتیں لکھی ہیں جو کہ بہت ہی نئی ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں بہت سی باتیں لکھی ہیں جو کہ بہت ہی نئی ہیں۔

۱۹۷۹ء کی بات ہے جب اہل تشیع کے فقیہوں نے ایک مجلس میں جمع ہو کر اس کتاب کا مطالعہ کیا تو اس میں بہت سی باتیں لکھی ہیں جو کہ بہت ہی نئی ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں بہت سی باتیں لکھی ہیں جو کہ بہت ہی نئی ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں بہت سی باتیں لکھی ہیں جو کہ بہت ہی نئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اس کو ملے کہ اگر کوئی خواہش شدید ہو تو اس نے اپنے کرم سے اس کو پیدا کر دیا۔ یہ علم وہ بات ہے کہ اپنی کوتاہی اور کم ہمتی یا بے عملی کی وجہ سے کئی مراحل بھی سنبھالنے آئے، دوسرے افسانوں میں جو تحریک بھی پیدا ہوئی وہ اپنے وسائل و اسباب اور جہت بٹھ کر ہوئی اور اس کی تکمیل میں اعصاب جواب دے دے گئے یہ اس کی تفصیل کا موقع نہیں ہے۔

ایک دن دو بچی سے ایک خط آیا کہ ہم کچھ سرے سکتے ہیں لگانا چاہتے ہیں، کیا سمجھتے ہیں؟ خط کے سرنامہ اور مندرجات سے معلوم ہوتا تھا کہ صاحب مکتوب اہل علم و دانش ہیں۔ میں نے "الاملا" کی بات پھر دی، وہ شاید مجھ سے بھی زیادہ اس طرح کی علمی کاوشوں کے شہساز ہیں۔ وہ نہ صرف تیار ہو گئے بلکہ انھوں نے میرے شوق کو دوچند کر دیا۔ اب "الاملا" کی فائل کی تلاش شروع ہوئی اور "نوائے وقت" میں ایک مختصر اشتہار "الاملا کی فائل" کی فرماری کے متعلق دیا لیکن کہیں سے کوئی جواب نہ آیا۔ اسی وقفہ میں پتہ چلا کہ لاہور میں ایک صاحب کے پاس فائل ہے وہاں جا کر دیکھا تو "الاملا" و "ابلاغ" کے تقریباً ساٹھ متفرق پرچے تھے جن میں سے میں طلبہ تھے قیمت پر بھی تو پتہ لگا کہ آٹھ ہزار روپیہ لگ چکا ہے۔

بزرگ ساتھی نے کہا کہ لے لو مگر میں نے کہا کہ بتایا سو پرچوں کے لیے ہزار روپوں کی ضرورت ہوگی اور پھر کیا ضروری ہے کہ مل بھی جائیں۔ اسی طرح جناب م۔ ش سے رابطہ پیدا کرنے پر ایک جگہ جانا ہوا، پندرہ سو لخت حالت میں شمار سے تھے اور قیمت چھ ہزار۔ ایک صاحب نے فرمایا کہ میں نے کسی ادارے کو فائل بھیجی ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ کیا قیمت لگائی ہے تو جواب ملا کہ ایک ہزار فی شاہ، میرے پاؤں تلے سے زمین نکلی گئی اور اس پر یہ راجہ اور شہید ہو گیا کہ قرآن و سنت اور علم و ادب کے اس ذخیرہ کو ضرور عام کرنا چاہیے یہ کبریت احرار کی ہے۔

مکتبہ رشیدیہ پرائیڈ کی جانب سے تفسیر شاہ رحمہ اللہ کی شائع ہونا شروع ہوئی تو مولانا قاری فیوض الرحمن صاحب (اب سید فیوض الرحمن صاحب) ایٹ آباد کے واسطے سے جناب خواص خاں صاحب ساکن ٹیراں ضلع مانسہرہ سے تعارف ہوا جنھوں نے پوری تفسیر (آٹھ ہزار صفحات) کو تین دفعہ پھر پڑھ کر اس کے مضامین کی فہرست آٹھ نوہ صفحات پر ترتیب دی تھی، ان کی ہر سال خصوصاً موسم گرام میں خواہش ہوتی کہ میں حاضری دوں، کچھ دن ان کے پاس گزریں اور وہ شہساز بالاکوٹ کے متعلق مختلف مقامات و مکاتبات اور سمجھائیں کہ وسطی ہند کے سیدانوں کے رہنے والے یہ "نیک نفس ماہرین" دین کی خاطر کن و شواہد گزار راستوں سے گزرتے ہوئے اپنی جان سے گزر گئے۔

گزشتہ سال کراچی سے عزیز سید خالد باہمی لاہور آئے ان سے ذکر تھا تو سطر پلا کہ "کوہ طود" کی سیر کرائیں۔ خاں صاحب کے پاس چند روز قیام بنا، بالاکوٹ جانا ہوا وہاں کی بندہ یوں کہہ کر اپنی بستی اور دین بستی کا شدید احساس تھا۔ خاں صاحب نے مقامات کی نشاندہی کی اگرچہ ایک دفعہ چلے بھی ماضی تھی لیکن غرض ماضی نہیں تھا۔

والہی پرائیڈ آباد آئے تو مولانا ڈاکٹر شیر بادری نے مقامات کی جان سے "الاملا" کا ذکر کیا تو انھوں نے فرماتے گئے کہ تم دیکھو میں اپنی تمام کتب مع "الاملا" ڈاکٹر امرا احمد صاحب کو دے چکا ہوں۔ انھوں نے عرض کیا کہ ان کو فائل آپ نے دی ہے، ہستعار لے بھی سکتے ہیں، کہنے لگے کہ ہاں، ان دنوں ڈاکٹر امرا احمد صاحب امریکہ کے لئے تھے۔ میرے قریبان پر مایوسی ہوئی تو میں نے ڈاکٹر شیر بادری صاحب کو خط لکھا کہ

علامہ اقبال کی تقریباً سبھی کتب اور مولانا آزاد کے بعض مضامین و خطبات کے مجموعے اسی زمانہ میں دیکھے اور پڑھے لیکن یہ دیکھ کر افسوس کرتا تھا کہ فتنے بازوں کا ایک گروہ عالمی و شہابی سے لے کر ان کو کافر قرار دیتا ہے اور علامہ اقبال کے متعلق تو اتنے کفر کے فتوے دیے گئے کہ ان کی ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے اور آج انہی تکفیر سازوں کے پروکار علامہ اقبال کے نہ صرف اشعار شیعوں اور محراب و منبر پر لگا کر اور لہرا کر پڑھتے ہیں بلکہ ناشدنی قسم کی فرقہ عادات کرامات بیان کرتے نہیں سکتے۔

قیام پاکستان کے بعد ہمارا خاندان میاں چٹوں آباد ہوا تو وہاں دوسرے ہی سال مولانا آزاد کا شہرہ آفاق ہفت روزہ "الہلال" ایک صاحب مولوی رحیم بخش جشتی کے پاس دیکھا اور مطالعہ کیا۔ یہ صاحب صبح کو حجر کی نماز کے بعد مولانا آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن سنانے رکھ کر قرآن پاک کا درس دیتے لیکن اپنے بڑوں کی تعلیم میں ان کے خلاف ہی نہیں دیوبندیوں اور اہل حدیث حضرات کے خلاف بھی زور بیان صرف کرتے۔ یہ ان کا روز کا معمول تھا۔ اس کے کئی سال بعد میاں چٹوں مارکیٹ کمیٹی کے سیکرٹری چودھری محمد صدیق صاحب کے شسر قریشی صاحب کے پاس "الہلال" کی ادھوری فائل کا دوبارہ مطالعہ کیا۔

ابتدائی عربی تعلیم میاں چٹوں ہی میں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب اور حضرت مولانا محمد عبداللہ دھرمکٹی سے حاصل کی۔ ۱۹۵۱ء میں جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں شکوۃ جلالین پڑھی۔ ۱۹۵۲ء میں مدرسہ عربیہ خیر المدارس سے دس نظامی کی سند لینے کے بعد خیال ہوا کہ جس مرکز سے دینی شعور حاصل کیا اس کی خدمت کرنا چاہیے۔ چنانچہ ایک پارٹ "شجرہ رومانی علمائے ربانی" ترتیب دیا جس میں اکابر دیوبند کے سلسلہ بیعت و ارشاد کا اتصال رسول عظیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک دکھایا۔ تمام اکابر نے خصوصاً حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، حضرت مولانا شمس الحق افغانی، حضرت مولانا غلام حوث ہزاروی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نے بہت تعریف کی۔ اس کے بعد خیال ہوا کہ جن بزرگوں نے برصغیر میں دین کی خدمت کی اور لوگوں میں حریت ملیں کا شعور پیدا کیا ان کے متعلق ایک کتاب ترتیب دینا چاہیے۔ چنانچہ بیس بڑے مسلمان کے نام سے ایک ضخیم کتاب ترتیب دی جس میں حضرت حاجی امجد اللہ شاہ جگر کی سے لے کر حضرت مولانا احمد علی لاہوری اور بانی تنظیم اہل سنت سرور احمد خاں پٹانی تک بیس اکابر کی سوانح و خدمات کا مفصل تذکرہ ہے۔ اس کتاب کے بڑے سائز پر ۱۰۲۲ صفحات ہیں اور تین ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ یہ لاہور اکبر شائع کی اور اس سے پہلے مکتبہ رشیدیہ کا آغاز بانی تبلیغی جماعت کے فرزند ارجمند حضرت مولانا محمد یوسف دہلوی کے حالات "تذکرہ مولانا محمد یوسف دہلوی" کی طباعت سے کیا۔

بوں تو ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک کے متعلق مولانا غلام رسول تہر، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے سیرت سید احمد شہید پر ضخیم کتابیں لکھیں لیکن اس عاجز کے اہتمام سے حضرت سید احمد شہید کے مکاتیب کا مجموعہ "مکاتیب سید احمد شہید" حضرت سید نفیس الحسینی صاحب کی سرپرستی میں شائع ہوا جو اب تک شائع ہونے والے مجموعوں سے ضخیم ہے۔

ہندوستان میں سب سے بڑی تحریک، تحریک خلافت یا تحریک ترک موالات تھی جس میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا سید حسین احمد مدنی اور دیگر حضرات پر بغاوت کا مقدمہ چلا۔ مولانا آزاد پر کلکتہ میں اور دوسرے حضرات پر کراچی میں۔ دونوں مقدمے انتہائی تاریخی تھے۔ اس میں ہر سرے حضرات کے بیانات اور عدالت کا فیصلہ انتہائی تاریخی تھا اور تحریک ترک موالات کے فتویٰ پر ہندوستان کے سینکڑوں علماء کے دستخط تھے۔ اس کو محفوظ کرنا تاریخ کی اہم خدمت تھی چنانچہ یہ سعادت بھی راقم کو حاصل ہوئی اور یہ تاریخی امانت از سر نو یکجا "مقدمات و بیانات اکابر کے نام سے شائع کی گئی۔ تحریک ریشمی رومال یا تحریک شیخ الہند سے کون واقف نہیں۔ اس کے متعلق سی آئی ڈی کی رپورٹیں انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ ہیں۔ مولانا اسد مدنی اسے وہاں سے لائے اور ترجمہ انڈیا میں شائع ہوا۔ اس کے بعد پاکستان میں پہلی مرتبہ راقم کے اہتمام اور مولانا سید علیہ میاں کی نگرانی میں تحریک شیخ الہند کے نام سے شائع ہوا۔ اس کے شروع میں مولانا سید محمد میاں کا تفصیلی مقدمہ ہے جس میں "ایشیا اور یورپ کے دو دور کے عقائد سے عیسائیت اور اسلام کی مختصر اور جامع تاریخ ہے۔

اب باری تھی کہ "دارالعلوم دیوبند" کا مفصل تذکرہ ہو کہ جو پرائیویٹ سیکٹر میں پوری دنیا میں اسلام کا سب سے بڑا دینی ادارہ ہے چنانچہ مولانا حبیب اللہ ناظم جامعہ رشیدیہ ساہیوال کی تحریک پر یہ قرعہ فال بھی اس دیوانے پر پڑا اور آخر صد صفحات پر "ہفت روزہ رشیدیہ" کا ایک ضخیم دارالعلوم دیوبند نمبر اپریل ۱۹۷۶ء میں شائع کیا جس کی تقریب رومانی میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، دارالعلوم دیوبند صدر اور حضرت مولانا مفتی محمد مہمان خصوصی تھے، نوابزادہ نصر اللہ علیہ لوگ سامعین میں تھے۔ یہ کل پاکستان کے دیوبندی علماء کا نمائندہ اجتماع تھا جو جامعہ اشرفیہ فیروز پور سے منعقد ہوا۔

اب دل کی توانائی واپس آگئی اور آپ کے خط کا جواب بواپسی دے رہا ہوں، حالانکہ نوشت و خواند کا سلسلہ گزشتہ اکتوبر سے تقریباً بند ہے، جزاک اللہ۔ آپ کی دعوت، حاضری بر موقعہ "نونائی" کا تیرہ دل سے شکر گزار ہوں۔ اگر تاب و توان ہوتی تو ایسے موقع پر سر کے بل بھی چل کر حاضر ہوتا، کہ معشوقِ دلِ ربا کی "نونائی" کا موقع اور عاشقِ صادق کی طلب مگر طرِ دل داری دے طاقت نداری والا معاملہ ہے، گو میرا جسم وہاں حاضر نہ ہوگا لیکن یقیناً جانیں میری روح وہاں موجود ہوگی۔ میرے معشوقِ دلِ ربا کی "نونائی" اور میں غیر حاضر، ناقابلِ یقین معاملہ ہے۔ شکریہ۔ والسلام
شیر بہادر پنی

حضرت سید انور حسین نفیس رقم صاحب کا یہ احسان ہمیشہ یاد رہے گا کہ انھوں نے راقم الحروف کے غریب خانہ پر حضرت مولانا سید عطاء الرحمن ابو ذر بخاری مظاہ کی موجودگی میں یہ مشورہ دیا کہ فائل کے پارٹیٹو بنانے کے بجائے فوٹو سیٹ مشین پر بڑی پیپر پر فوٹو سیٹ کروالیے جائیں، اس سے تصاویر تو عمدہ نہیں آئیں گی اور وہ ہمارا مقصود بھی نہیں، ہمارا مقصود صرف "الہلال" کے مضامین ہیں، اور پھر خود ساتھ چل پھر کر مختلف مشینوں سے کاغذ نکلا کر دیکھتے رہے بالآخر السید فوٹو سیٹ سروس کے ہاں کام کروایا۔ اس طرح مہینوں کا کام ہفتوں میں بکھایت ہو گیا۔ انھوں نے بڑی محنت اور شوق سے ساری ساری رات کام کیا۔ برادرِ محترم مولانا حافظ شاہ محمد مظاہری صاحب اور برادرِ عزیز محمد سعید احمد شیخ پوری نے فوٹو سیٹ کروانے میں بڑا تعاون کیا، اوراق کی صفائی کرنے، انھیں ترتیب وار لگانے اور فائل کے مطابق روز روز چیک کرنے میں میرے بچوں عزیزہ بشری رشید، حماد ارشد، سجاد ارشد تینوں نے مسلسل کام کیا۔ عزیزہ بشری نے پانچویں جلد کی فرست تیار کی۔

اس سارے کام میں اہم کام کاپی جڑائی اور ٹچنگ وغیرہ کا تھا جو عزیزم رانا حفیظ الرحمن نے کیا جو چار ماہ مسلسل شب و روز فوٹو سیٹ کی ری ٹچنگ اور کاپی جڑائی میں مصروف رہے اور ہر آن میرا ساتھ دیا۔ آخری دنوں میں مصروف بیمار ہو گئے اور بقیہ کام برادرِ عبد اللطیف تبسم نے انجام دیا۔ برادرِ عبد الستار نے بھی ہاتھ بٹایا۔

"الہلال" کی جلدوں پر باطنی حسن کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن پر بھی حتی المقدور توجہ دی گئی۔ اس کے لیے بھی اپنے مشفق بزرگ اور ملک کے مایہ ناز خطاط جناب سید انور حسین نفیس رقم صاحب کے بچہ ممنون ہیں جنھوں نے اپنے قلم نفیس سے سرورق کو بے مثال زینت بخش کر مولانا آزاد سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار فرمایا۔ لفظ "الہلال" کو خط نستعلیق میں جس پُر شکوہ اور دلکش انداز میں رقم فرمایا، اس پر اہل نظر اور خطاطی کے شائقین داد دیے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ زیرِ نظر سطور کی کتابت حضرت سید صاحب کے ایک شاگرد محمد جمیل حسن کے حتمے میں آئی اور یوں "الہلال" کی اشاعت کے سلسلہ میں ان کی خدمت کا بھی ہمیں اعتراف ہے۔

اب آخری کام طباعت اور جلد بندی کا تھا۔ میں ایک دن اپنے دیرینہ مہربان محترم مولانا منہاج الدین اصلاحی کے پاس حاضر ہوا اور گزارش کی کہ آپ اپنے پریس کا شیڈول بتائیں کہ میں تقریباً ساڑھے چھ صد پلٹیں "الہلال" کی شائع کرنا چاہتا ہوں، آپ سے شائع کرانا ہے تو فوراً کہا، ارے یہ کیا یہ منصوبہ تو میں نے بنایا تھا، یہ کہہ کر فائل سے ایک کاغذ نکالا جو اسی کی پلٹیں کے لیے انھوں نے ترتیب دے رکھا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ فائل کی تلاش کے سلسلے میں آپ کے پاس آیا تھا تو آپ نے خود ہی کہا تھا کہ اگر کوئی شائع کرے تو پانچ ہزار نسخے فی الفور نکل جائیں گے۔ آپ کو اس وقت گمان نہ گزرا کہ میں کیوں ڈھونڈ رہا ہوں، فرمانے لگے کہ اس قصے کو اب چھوڑیے، آپ ہی شائع کریں گے ہمارا پریس شرکت کرے گا اصلاحی صاحب کی نگرانی میں عزیز محترم محمد زبیر صاحب نے جس تندہی اور ذوق و شوق سے کام کیا اس کی داد نہیں دی جاسکتی۔ اکثر اوقات جُری ہوئی کاپیوں کو خود دوبارہ جڑتے، مسخ شدہ الفاظ کی نشاندہی کر کے انھیں دوبارہ نکلوانے کی فہمائش کرتے غرضیکہ اشاعتی مرحلے میں انھوں نے پوری ذمہ داری کا ثبوت دیا اور شرکت پریس نے کام کو بحسن و خوبی سرانجام دیا اور صحیح معنوں میں شرکت کا حق ادا کیا۔

جلد بندی کے لیے دو تین معروف جلد سازوں کے پاس گیا اور آخر میں ابنا لک بک بائینڈنگ شاپ کے مالک حاجی محمد بشیر صاحب سے ملا تو انھوں نے حتمی اور قطعی انداز میں فرمایا کہ اس کی جلد ہم ہی بنائیں گے، میں نے کہا کیسے اور کیوں، کہنے لگے کہ میں کام کے لیے کبھی کسی کے پاس نہیں جاتا اور تم پندرہ سولہ برس میں پہلی دفعہ میرے پاس آئے ہو اور کام "الہلال" کا ہے، مولانا آزاد کا ہے، اب یہ پوچھنے کی بات نہیں ہے

ڈاکٹر صاحب کے لیے مجھے ایک سفارشی خط لکھ دیں، چند دن بعد خط آگیا۔ میں برادر محترم مولانا سعید الرحمن علوی صاحب کو لے کر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے پاس گیا، انھوں نے مہمان نوازی کے بعد آمد کا مقصد پوچھا، میں نے وہ خط پیش کر دیا ڈاکٹر صاحب خط پڑھ کر ایک لمحہ خلائم گھورنے کے بعد فرمانے لگے کہ سانپ بن کر بیٹھنے سے کیا فائدہ، آپ لے جائیں اور کام کریں اور فرمایا کہ کل کو آکر لے جانا، میں اگلے دن اپنے ایک عزیز شکیل احمد کے ہمراہ پہنچا تو مکمل فائل میرے حوالے کر دی۔ میں خوشی کے عالم میں صرف باہر کی چٹ دیکھ کر جولائی ۱۹۱۲ء سے لے کر نومبر ۱۹۱۴ء تک کی جلدیں لے آیا جن میں ایک مکھڑ تھی۔ گھر آکر چھان بین کی تو معلوم ہوا کہ پہلی جلد میں بارہ تیرہ شمارے نہیں ہیں، اس کے لیے بھاگ دوڑ شروع کی تو ایک جگہ سے پہلی جلد مل گئی لیکن اس میں بھی تین شمارے ۱۲، ۱۳، ۱۴ نہیں تھے۔ اس کے بعد پورا ملک چھان مارا، کسی جگہ مکمل فائل نہ ملی، پنجاب یونیورسٹی میں تھی لیکن وہ اتنی خستہ کہ اسے کھولتے ڈر لگتا تھا، اسے بار بار دیکھا لیکن حوصلہ نہ پڑا کہ فوٹو لینے کے لیے درخواست گزاری جائے۔ حضرو میں پتہ چلا وہاں گیا، کیمبلپور پتہ چلا تو وہاں گیا، غرضیکہ اپنے طور پر کوئی جگہ نہ چھوڑی کہ جہاں پتہ لگا ہو اور تفتیش نہ کی ہو، پبلک لائبریری میں مکمل فائل موجود لیکن پہلی غائب کیمبلپور والی فائل حضرت احسان دانش کے پاس موجود لیکن پہلی غائب۔ ایک دن مولانا ظفر اقبال صاحب کے صاحبزادہ پروفیسر سعید اقبال صاحب سے اسلا کیلج میں ملاقات ہوئی، شام کو گھر گیا تو ساری فائل موجود اور نہایت عمدہ حالت میں لیکن مدعا عنقا کہ پہلی جلد میں چند شمارے بشمول ۱۲، ۱۳، ۱۴ غائب۔ لاہور میں ہی ایک علم دوست جناب محمد عالم مختار الحق رہتے ہیں، شروع سے ہی معلوم تھا کہ ان کے پاس مکمل فائل ہے لیکن ایک واسطہ کو انھوں نے انکار کر دیا تھا پھر دوسرے واسطہ کو بھی انکار کر دیا۔ حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف مدظلہ سے ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ ہم چلیں گے اور انشاء اللہ مقصود حاصل ہوگا چنانچہ ایک جمعہ ساڑھے سات بجے انھیں ساتھ لے کر موصوف کے ہاں جانا ہوا، بڑے تپاک سے ملے اور گرمجوشی سے اپنا کتب خانہ دکھانے لگے۔ بہر حال گوہر مقصود وہاں سے حاصل ہوا اور یوں فائل مکمل ہوئی اور یہی وجہ تاخیر کی ہوئی ورنہ منی میں شائع ہو جاتی، اس سلسلہ میں محب محترم جناب ظفر نقوی انچارج سنٹرل لائبریری قائد اعظم یونیورسٹی کی اعانت کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے ہر مرحلہ پر گہری دیکھی لی۔

یہاں میں اپنے ان تاثرات و جذبات کا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ سارا فیض اُس سفرِ کلہے جس کا مذکور ہوا۔ مولانا آزاد کی دعوت سراسر عزیمت کی دعوت تھی اور برصغیر میں حضرت سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید اور ان کے رفقاء کا شہداء کی ہمت و عزیمت کی گرد کو بھی کوئی نہیں پاسکتا۔ اسی سفر میں مولانا آزاد کے صحیح معنوں میں عاشق ڈاکٹر شیر بہادر سنی کی ملاقات مقدر تھی کہ جو مولانا آزاد کے آٹو گراف ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے ہیں اور میرے ساتھی کے اس سوال پر کہ آیا آپ کو مولانا میں کوئی عیب بھی نظر آیا تو آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ مولانا معصوم نہیں تھے، غلطیاں ہوں گی، کی ہوں گی لیکن میں ہمیشہ انھیں اس نظر سے دیکھا جس نظر سے مجھوں لیلیٰ کو دیکھتا تھا۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو خط لکھا کہ "الہلال" شائع ہوا چاہتا ہے، آپ کو زحمت تو ہوگی لیکن دل چاہتا ہے کہ آپ مہمان خصوصی ہوں، انھوں نے اس کے جواب میں جو کچھ رقم فرمایا، دل چاہتا ہے کہ "الہلال" کے ساتھ وہ بھی شائع ہو جائے، تحریر فرماتے ہیں،

گرامی نامہ کل ہی ملا جس سے نوید جانفزا یعنی طباعت و اشاعت "الہلال" ملی اور اس کے عاشق نیم جاں کو حیاتِ تازہ ملی رُوح کو تازگی ایسے وقت میں ملی جب مضجِع ہو رہی تھی، اس کی وجہ آپ پر تو واضح ہے۔ حضرت مولانا جنتِ آیشانی کی زندگی میں اُن کے دیدار و گفتار سے مجھے زندگی (رُوح) کو تازگی ملتی رہی، اُن کی وفات کے بعد اُن کی تحریرات سے میں زندگی کے ملخا بہ کو انگلیں بناتا رہا، اُن کی یاد سے دل کبھی غافل نہ رہا، بلکہ معمور رہا۔ اب اس وقت جب کہ میری عمر کا کارواں ۸۳ کی منزل سے گزر رہا ہے اور طرے بے سختی کہ درگیتی کشیدی کا مصداق ہو رہا ہے تو اس طویل تھکان سفر اور پھر دل کا حملہ (اکتوبر ۱۹۸۰ء) سے صاحبِ فراش ہوا اور اس سے سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ ۵۰ سالہ مدتِ رفیقِ زندگی نے ۹۱ بروز جمعرات بوقت ۱۱ بجے رات دل کے حملہ سے ہی وفات پائی۔ اس صدمہ نے تو رہی سہی طاقت بھی ختم کر ڈالی۔ اس نیم جانی کی حالت میں آپ نے ایسا مژدہ سنایا کہ بریں مژدہ مگر جاں فشانم روا است اور میں اٹھ بیٹھا، بمصداق

غزل اُس نے چھڑی، مجھے ساز دینا
ذرا! عمرِ رفتہ کو آواز دینا

حیات ابوالکلام

ماہ و سال کے آئینہ میں

ترتیب : قاضی فضل حق قرشی

دسمبر ۱۹۰۶ء مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ڈھاکہ کے اجلاس میں شرکت،
یہی اجلاس مسلم لیگ کا اجلاس سمجھا جاتا ہے۔
جنوری ۱۹۰۷ء ہفتہ وار "دارالطنت" کلکتہ کی ادارت۔
اگست، ستمبر ۱۹۰۷ء دوبارہ "وکیل" امرتسر کی ادارت۔
اگست ۱۹۰۸ء والد کی شدید علالت کی بنا پر "وکیل" سے مستعفی۔
۱۵ اگست ۱۹۰۸ء والد انتقال کر گئے۔
۱۹۰۸ء ۱۹۰۹ء مغربی ایشیا اور فرانس کا سفر۔
۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء ہفتہ وار "الہلال" جاری کیا۔
۱۸ ستمبر ۱۹۱۳ء "الہلال" پریس سے دو ہزار روپیہ کی ضمانت طلب کی
گئی جو ۲۳ ستمبر کو جمع کرا دی گئی۔
اکتوبر ۱۹۱۴ء ۱۲، ۲۱، اکتوبر کا مشترکہ شمارہ حکومت بنگال نے
ضبط کر لیا۔
۱۶ نومبر ۱۹۱۴ء ضمانت ضبط، دس ہزار کی نئی ضمانت کا مطالبہ،
مطالبہ پورا نہ کرنے کی وجہ سے ۱۸ نومبر کی اشاعت کے
بعد خود ہی "الہلال" بند کر دیا۔
۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء ہفتہ وار "البلاغ" جاری کیا۔
۲۸ مارچ ۱۹۱۶ء حکومت بنگال نے ڈیفنس ایکٹ کی دفعہ ۳ کے
تحت حکم دیا کہ چار دن کے اندر کلکتہ کا قیام ترک کر دیں
اور حدود بنگال سے نکل جائیں، بعد میں یہ مدت ایک تہفتہ
تک بڑھا دی گئی۔ اس سے پہلے حکومت دہلی، پنجاب اور
متحدہ اپنے اپنے صوبوں میں آنے سے روک چکی تھیں۔
اپریل ۱۹۱۶ء صوبہ بدر ہونے کی وجہ سے ۱۴، ۲۲ اور ۳۱ مارچ کی
اشاعت کے بعد "البلاغ" بند ہو گیا۔
۷ اپریل ۱۹۱۶ء رانچی (بہار) چلے گئے اور شہر سے باہر مور آبادی میں
مقیم ہو گئے، کچھ دنوں کے بعد مرکزی حکومت نے

۱۷ اگست ۱۸۸۸ء پیدائش مکہ معظمہ
۱۸۹۲ء رسم بسم اللہ
۱۸۹۸ء آمد ہندوستان
آغاز شاعری
۱۸۹۹ء والدہ وفات پا گئیں۔
ماہنامہ نیرنگ عالم کلکتہ سے جاری کیا۔
۱۹۰۰-۱۹۰۱ء شادی
۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء ہفتہ وار "المصباح" جاری کیا۔
۵ جنوری ۱۹۰۲ء قدیم ترین دستیاب مطبوعہ تصنیف "اعلان الحق"
ہفتہ وار احسن الاخبار کلکتہ کی ادارت۔
۱۹۰۳ء فراغت درس نظامی۔
مارچ ۱۹۰۳ء ماہنامہ خدنگ نظر لکھنؤ کے معاون مدیر۔
۱۹۰۳ء ایڈورڈ گزٹ شاہجہانپور کی ادارت۔
۲۰ نومبر ۱۹۰۳ء ماہنامہ "لسان الصدق" جاری کیا۔
۳۱ اپریل ۱۹۰۴ء انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں شرکت۔
۲۳، ۲۲ اپریل ۱۹۰۵ء انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں شرکت
اور "اسلام آئندہ زمانہ میں" کے عنوان پر تقریر۔
اپریل، مئی ۱۹۰۵ء "لسان الصدق" کا آخری شمارہ اگرہ کے مشہور مفیہام
پریس سے شائع ہوا۔
۱۹۰۵ء سفر عراق۔
اکتوبر ۱۹۰۵ء ماہنامہ "الندوة" لکھنؤ کے معاون مدیر۔
مارچ ۱۹۰۶ء "الندوة" سے علیحدگی۔
اپریل ۱۹۰۶ء سہ روزہ "وکیل" امرتسر کی ادارت۔
۱۹۰۶ء بڑے بھائی ابونصر حسین آہ کی وفات۔
نومبر ۱۹۰۶ء وکیل سے علیحدگی اور کلکتہ واپسی۔

کہ میں ہی کیوں کروں گا اور زرخ بھی بہت مناسب بتایا اور بہت خوبصورت جلد بنائی، آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔
 آخر میں اپنے اس خصوصی محسن کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جس نے اپنے رفقا، سمیت مالی پہلو سنبھالا، آپ میں جناب مولانا
 ابوظہر محمد اسحاق خاں صاحب دہلوی متحدہ عرب امارات۔
 آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں، حضرت مولانا محمد یوسف مہتمم دارالعلوم پٹنہ سے اسباق شروع کرتے ہوئے خیر المدارس سے ہوتے
 ہوئے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری سے خصوصی استفادہ کیا۔ اس کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی میں داخل ہوئے وہاں سے فراغت
 کے بعد سعودی حکومت کی جانب سے رکن اسلامک مشن برائے متحدہ عرب امارات مقرر ہوئے ہیں۔ آپ کی کتب کا مفصل اشتہار
 اس جلد میں ملے گا، نوجوان ہیں، ذکی ہیں، ذہین ہیں، فطین ہیں، خدا انھیں زندہ و سلامت رکھے بہت خوبیوں کے مالک ہیں اور مستقبل میں
 بہت کام کریں گے۔
 جو کام لوگوں کے نفع کا ہوتا ہے وہ زندہ رہتا ہے :

وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَكُتُبُ فِي الْأَرْضِ (الزمر) اور جس چیز میں انسان کے لیے نفع تھا وہ زمین میں رہ گئی۔
 اس کی زندہ مثال مولانا آزاد اور ان کا "الملال" ہے، اس "پارس" سے جس کا بھی مس ہوا، دیکھیے کس انداز سے ان کا نام ستر سال بعد
 بھی زندہ ہے اور اب جن حضرات نے "الملال" کے طلوع میں حصہ لیا وہ سب حصہ لینے کی وجہ سے زندہ جاوید ہو گئے۔ ان سب حضرات کے
 شکریے کے ساتھ میں اجازت چاہتا ہوں تاکہ آپ "الملال" کا مطالعہ فرمائیں، مستفید ہوں۔ قارئین سے حُسنِ خاتمہ اور حُسنِ آخرت کی دعا کی
 درخواست ہے۔

عبدالرشید ارشد

۱۳ ستمبر ۱۹۸۱ء

تذکرہ

مولانا آزاد، اپنی نظر میں

مولانا آزاد نے اپنے ایک عزیز کے اصرار پر اپنی جلیل و جمیل حیات کے نقوش قرطاس پر بکھیرنے شروع کیے، تحریر کا آغاز ہوا تو آبا و اجداد کی تاریخ کا دبستان کھل گیا اور اسلاف کی یادیں لوران کی دعوت و عزیمت کی تصویریں غفلوں کے سانچے میں ڈھلتی چلی گئیں اور تذکرہ کے کئی صفحات بزرگوں کی یادوں سے مصور ہو گئے، صرف آخری صفحات ان کے حالات پر مشتمل ہیں لیکن حالات میں تشبیہ و استعارے کی چلن سے جھانکتے نظر آتے ہیں بعد ادب اس شاہکار پر جس قدر ناز کرے کم ہے، تذکرے کے آخری صفحات یہاں نقل کیے جا رہے ہیں تاکہ ابوالکلام کی تصویر، ابوالکلام کی تحریر سے کچھ اور نکھر جائے۔

گفتی کہ چرا حال دل زار نہ گونی؟
من خود کنم آغبار، بر پایاں کہ رسد؟

ان ادب پریشان کنی الیت کا باعث ایک دوست عزیز کا اصرار تھا۔ اب وہ مصرعیں کہ خود اپنے حالات بھی قلم بند کروں۔ اس تمام داستان سرائی کے اہتمام سے ان کا اصلی مقصد ہی تھا۔ ہر چند محدث کی جگر مسوم نہ ہوئی۔ ناچار تعمیل فراموشی کے لیے متعدد ہونا پڑا کئی سو فیصد روشن دلائل سلف کے تذکرہ آثار و مناقب سے نوراتی ہو چکے ہیں۔ اب دو چار صفحہ اپنی یادیں اور یہ بختیوں کے سوا کچھ رہے کسی سیاہ کرتا ہوں کہ تعریف الاشیاء با ضدادھا!

در مجلس وصالش شہا کشیدہ مرواں

چوں دور خسرو آمد، نئے در سہو سماند

یہ غریب الیاء عہد و نا آشنائے عمر و سلگنا نہ خویش و تنگ پر مدد ریش، معصومہ تننا و خوار بہ حسرت کہ موسوم بہ احمد و مولانا ابوالکلام ہے ۱۸۸۸ء مطابق ذوالحجہ ۱۳۰۷ھ میں ہجری ۱۳۰۷ء سے اس عہد ہستی نامیں وارد ہوا، اور تہمت حیات سے تہم۔ الامس نیام، اقامتا فافانجہا۔ شوئے شد و از خواب عدم چشم کشودیم دیدیم کہ باقی است شب فتنہ، خنودیم والہم رحم نے تاریخی نام فیروز تخت، نکاحا، اور معروف ذیل سے ہجری سال کا استخراج کیا تھا:

جواں بخت و جواں طالع، جواں باد!

سبحان اللہ، بخت کی فیروزی اور طالع کی اربندی! نیر عمر لغزشوں اور شوکروں کی پامالی و دمانگی میں بسر ہو چکی۔ نیر عمر جو شاید باقی ہے، دم لینے اور ستلے میں غم ہو رہی ہے۔ منزل مقصود کا پتہ ہے، نہ شاہ راہ منزل پر قدم۔ جب پاؤں میں تیزی اور ہمت میں جوانی تھی، تو رہ نوردی و منزل طلبی کا دوا نہ دکھلا۔ اب پامالیوں اور افتادگیوں سے نہ قدم میں پامردی کی ہمت میں کارفرائی، تو طلب نے آنکھیں کھولیں اور غفلت نے کمر وٹ لی۔ راہ دور اور نشان منزل گم، کیسے زاد خالی اور سر و سالی کار ناپید۔ وقت جا چکا، اور ہر گز و ہر گز کا دل مقصود سے دوری اور منزل مراد سے جبری بڑھتی گئی۔ اب قدم کی تیزی اور ہمت کی جہتی و پس بھی مل جلتے، پھر بھی وہ دولت و وقت کٹا نہیں لے سکتی، جرات بھی مالد و قافلہ امید کب پس مانگنا بخت کی خاطر لوٹ سکتا ہے جو جا چکا!

رخم کہ غار از پاکشتم، محل خزاں خدا نظر

یک لمحہ غافل بودم و صد سال را ہم بدینا

ساری فیروز بختی و جواں طالعی کا سالہا کی نہیں کل فیصل ہونے والا ہے تو تم بیست و چھ و تسبیح و جمیع اہلی فیروز مندی وہاں کی فیروز مندی ہے، اور جواں بخت وہی ہے جو حسن

آنے والے دن کی آریس میں پورا اتہے۔ لکن اشرفی و شہم یومین شاف یغنیہ! اگر وہاں دوزخ و دہقان و جنت نعیم اور فوز عظیم کی فیروزی و کامرانی استہائی، تو پھر بخت بخت ارجند ہے اور طالع طالع بلند۔ لیکن اگر و جنت یومین علیہا غبر و شہم قاتلہ اولاد بشری یومین و شہم کی رسوائی و ایوسی لی، تو پھر نہ اس حرمان نصیبی کے لیے کبھی امید ہے، نہ اس ماتم حسرت کے لیے کبھی غامت، بخت اسکندری و تخت جمشیدی بھی ہاتھ آئے، تو لے کر کیا کیجیے!

مگر بدنام کہ وصال تو بدیں دست و بد

دل و دیں را ہمہ در بازم و توفیر نیم!

آبائی وطن دہلی مرحوم ہے:

سلام علی مجدد، ومن حل بالجد!

معروضی اور دی سرزمین مطہر طیب، و دار البرج سید اللہین و شہستان نبوت و دی ہے، قبلہ عبارت گزاراں عشق، و کعبہ نیاز زندان شوق۔ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ، دارم دلے گرواں، کہ من قبلہ نسائی خواہش زوشوئے ابرویش کشت، ہر چند می گویا بخش

اور وطن حقیقی کی نسبت کیا کہیے کہ بحکم کئی فی الدنیا کانت غریب ہم سب غربت سرا ارضی کے کاوارہ و مسافر۔ تمام مسافران ہستی ایک ہی قافلہ غربت کے رہ پار۔ سب کو ایک ہی سفر و موطن و پیش۔ البتہ کسی کے لیے مسافت مستقر و مقاما میں داخل، اور کسی خوش نصیب کے لیے حسنات مستقر و مقاما۔

ابرح ما یكون الشوق یوما

اذا دنت الخیام من الخیام

مولد و فشار طفولیت وادی غیر ذی ذرع عند بیت اللہ المحرم ہے۔ یعنی مکہ معظمہ زاد اللہ شرفا و کرامت۔ مگر قہر و متصل باب السلام،

بلاد بھا قمت علی تمامی

و اول ارض مس جلدی ترا بھا!

اس وقت کہ ۱۳۳۵ھ قریب الاقترام ہے، قافلہ برق رفتار عمر منزل ثلاثین بکت پہنچ چکا،

بقولون حل بعد الثلاثین ملعباً

فقلت: و حل قبل الثلاثین ملعباً

قریب ہے کہ چشم زدن میں یہ منزل بھی پیچھے رہ جائے، اور آگے کا حال کچھ معلوم نہیں:

کس نمی گویم از منزل آخر خبرے

صدیایان بگزشت و درگاہ در پیش است!

جتنی زندگی گزرتی ہے، گوہن موہر و بختا ہوں تو ایک نمود غبار سے زیادہ نہیں، اور جو کچھ

وہیں قید کر دیا۔

۱۹۱۹ء تذکرہ

جامع الشواہد فی دخول غیر المسلم فی المساجد۔

یکم جنوری ۱۹۲۰ء ربانی

۲۹، ۲۸ فروری ۱۹۲۰ء بنگال پراونشل خلافت کانفرنس کے صدر کی حیثیت

میں حکومت سے ترک موالات کی دعوت دی۔

۱۹۲۰ء مسئلہ خلافت اور جزیرۃ العرب

اس کے انگریزی اور پشتو تراجم بالترتیب بمبئی اور پشاور سے شائع ہوئے۔ انگریزی ترجمہ مرزا عبدالقادر بیگ اور پشتو ترجمہ ملک سید خاں شنواری نے کیا تھا۔

صدارت اجلاس آل انڈیا خلافت کانفرنس ناگپور۔

۲۳ ستمبر ۱۹۲۱ء تحریک ترک موالات کی دعوت کے لیے اپنی نگرانی میں

ہفت روزہ "پیغام" جاری کیا۔

۲۵ اکتوبر ۱۹۲۱ء صدارت اجلاس پراونشل خلافت کانفرنس آگرہ۔

۲۰، ۱۸ نومبر ۱۹۲۱ء صدارت اجلاس جمعیتہ العلماء ہند لاہور۔

۱۰ دسمبر ۱۹۲۱ء گرفتاری، مقدمہ، ایک سال قید کی سزا، پریسڈنسی جیل

علی پور میں قید، اسی مقدمے میں وہ بیان دیا جو قول فیصل

کے نام سے مشہور ہوا، اس کا عربی ترجمہ ثورة الهند الیاسیہ

کے نام سے قاہرہ سے اور ترکی ترجمہ قسطنطنیہ سے چھپا، عربی

ترجمہ مولانا عبدالرزاق طبع آبادی نے اور ترکی ترجمہ عمر رضا، مدیر

تہان اسلام قسطنطنیہ نے کیا تھا۔

۶ جنوری ۱۹۲۳ء ربانی

یکم اپریل ۱۹۲۳ء عرب دنیا کو تحریک آزادی سے روشناس کرنے کیلئے

اپنی نگرانی میں پندرہ روزہ "الجامعۃ" عربی میں جاری کیا۔

۱۵ ستمبر ۱۹۲۳ء صدارت اجلاس خاص آل انڈیا نیشنل کانگریس، دہلی۔

۲۹ دسمبر ۱۹۲۵ء صدارت اجلاس آل انڈیا خلافت کانفرنس کانپور۔

۱۰ جون ۱۹۲۶ء "الہلال" دوبارہ جاری کیا۔

دسمبر ۱۹۲۶ء ۹ دسمبر ۱۹۲۶ء کی اشاعت کے بعد الہلال بند ہو گیا۔

۲۶ جولائی ۱۹۲۹ء صدر مسلم نیشنلسٹ پارٹی۔

۱۹۳۰ء قائم مقام صدر آل انڈیا نیشنل کانگریس۔

۱۹۳۱ء گرفتاری۔

ستمبر ۱۹۳۱ء ترجمان القرآن جلد اول

۱۹۳۲ء گرفتاری

اپریل ۱۹۳۶ء ترجمان القرآن جلد دوم۔

ترجمان القرآن جلد اول اور دوم کا انگریزی ترجمہ تین جلدوں

میں ڈاکٹر سید عبداللطیف مرحوم نے کیا جو ہندوستان اور

پاکستان سے چھپ چکا ہے۔

۱۹۳۹ء قائم مقام صدر آل انڈیا نیشنل کانگریس۔

۱۹۴۰ء انڈین نیشنل کانگریس کے صدر منتخب ہوئے اور مسلسل

۱۹۴۶ء تک رہے۔

۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء صدارت اجلاس انڈین نیشنل کانگریس رام گڑھ۔

۱۹۴۰ء گرفتاری، دو برس کی سزا، مینی جیل میں قید۔

۴ دسمبر ۱۹۴۱ء ربانی

مارچ، اپریل ۱۹۴۲ء کرپشن مشن سے گفتگو۔

۹ اگست ۱۹۴۲ء گرفتاری، قلعہ احمد نگر میں نظر بند۔

۹ اپریل ۱۹۴۳ء بیوی کلکتہ میں انتقال کر گئیں۔

جون ۱۹۴۳ء چھوٹی بہن حنیفہ آبرو بیگم بھوپال میں انتقال کر گئیں۔

اپریل ۱۹۴۵ء احمد نگر سے بانکھڑا منتقلی۔

۱۵ جون ۱۹۴۵ء ربانی

۲۶ جون ۱۹۴۵ء شملہ کانفرنس میں شرکت۔

۱۹۴۶ء غبارِ خاطر

کاروان خیال

اپریل، جون ۱۹۴۶ء وزارتِ مشن سے گفتگو۔

۱۵ جنوری ۱۹۴۷ء رکنیت عبوری حکومت، وزارتِ تعلیم۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء آزاد ہندوستان کی پہلی حکومت میں وزیرِ تعلیم۔

۱۹۵۱ء کانگریس پارلیمانی پارٹی کے ڈپٹی لیڈر۔

۱۹۵۲ء پہلے عام انتخابات میں پارلیمنٹ کے رکن منتخب ہوئے،

تعلیم، قدرتی ذرائع اور سائنسی تحقیقات کی وزارت۔

۱۹۵۵ء دوبارہ کانگریس پارلیمانی پارٹی کے ڈپٹی لیڈر۔

مئی تا جولائی ۱۹۵۶ء یورپ اور مغربی ایشیا کا خیر سگالی دورہ،

یونیسکو کی نویں جنرل کانفرنس منعقدہ دہلی کے صدر۔

۱۹۵۷ء دوسرے عام انتخابات میں پارلیمنٹ کے رکن منتخب ہوئے

دوبارہ تعلیم اور سائنسی تحقیقات کی وزارت۔

۱۵ فروری ۱۹۵۸ء انجمن ترقی اردو ہند کے اجلاس دہلی میں آخری تقریر

۲۲ فروری ۱۹۵۸ء وفات اور جامع مسجد دہلی کے سامنے اردو پارک

میں دفن کیے گئے۔

گوشت از بار در مگراں شدہ است
نشوی نالہ و قنایہ مرا !
لیکن دنیا کی ساری سچائیوں اور یقینوں سے بڑھ کر یہ حقیقت ہے کہ:
کار ساز را بقدر کار !
فکر را در کار ! آثار !

اور اس راہ کی نیرنگیوں کا کچھ عجب حال ہے:

کہ علم بے خرافت اور عقل بے حس شدہ
ہر چند راہ ایک ہی ہے، لیکن کرشمے بے شمار ہیں۔ اور گو ہوش سب کو تے ہیں مگر ایک ہی
بلوے سے نہیں:

اے ترا با ہر دے بازے دگر!

ہر گدا را بردت بازے دگر!

کوئی پکا دتا ہے اور درودادہ نہیں کہتا۔ کوئی سب گناہوں پر گندھ پیچکے جاتے ہیں۔
قانون طلب دسی سے انکار نہیں لیکن اگر وہ بے طلب دنیا چاہے، تو اس کا ہاتھ پکڑنے
والا کون ہے؟ (۱) لوبکہ فی ایام دھر کہ نہضات۔ (۲) لا فتنہ من اللہ!

کار زلف تست مشک افشانی نانا طاشقان

مصلحت را چہتے بر آہوے چہیں بستہ اندام

غرض کہ اپنی غفلت پرستیوں کا تو یہ حال تھا۔ لیکن اگر کار فرما غیب کا فیصلہ کچھ دوسرا ہی ہوگا
تھا۔

بہ دود گردی من از غرور می خندد

سریعت سخت کمانے کہ در کمین دام

ناگہاں جاذبہ توفیق الہی پرودہ عشق مجاز میں نمودار ہوا، اور جوس پرستی کی آوارگیوں نے خود
نمود شاہد عشق و محبت تک پہنچا دیا۔ آگ لگتی ہے تو دفتر رفتہ شعلے بھڑکتے ہیں۔ سیلاب آتا
ہے، تو بندر تک پہنچتا ہے۔ یہ تو ایک بجلی تھی جو آنا نانا نمودار ہوئی تھی، مگر وہ دیکھا تو خاک کا
ڈھیر تھا۔

می گزشتم ز غم آسودہ کہ ناگہ ز کمین

عالم آشوب نگاہے سر را ہم بگرفت

اصل میں منزلیں تھیں ہی ہیں۔ ہوس، عشق، حقیقت،

ماصل عمر ہمہ سخن چشمتہ نیست

خام بدم، پختہ شدم، سوختم

اور یہاں عشق سے عواد عشق متعدد واقعات یعنی چلتے ہیں، مگر ملاطقت کہیں تک اس اعتبار سے
تو اول و آخر جو کچھ ہے عشق ہی ہے تمام کا منہ ہے، جی میں پھر اس کے پتہ نہ لگتا، آسمانوں کا
ستون ہے، لہجہ ہے، زمین کا مادہ جو قائم ہے، لہجہ اس کے دم سے دیتا ہے جس قدر نظر پڑتا
ہی ہے، جی میں قضا میں ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ چنانچہ نگاہ و دست
نا آشنا سے ایک ہی حقیقت کو طرز طرح کے ناموں سے دیکھا گیا ہے کہ جس پر وہ سب
اسی کی نظریں پکڑ کر تھیں نے بھائی جیسے ہی لگا دیکھ دیکھ پر ڈالیں کہیں نہ نہ۔

یک چرخ تست ہدی خلد کا از پر قبان

ہر کجا می نگرے، انکھنے ساتھ اند

بلاشبہ یہ بھی اعتراض تھی لیکن اس اعتراض کو کیا کہو گے جو محبوب کے قدموں پر گر جائے؟
مقصود تو ساری باتوں سے اس تک پہنچنا ہے مگر غرض دوستی ہی نہ نابن جائے، تو پھر کہیں
نہ پہنچا سکتا میں اس پر قربان ہوں لاکھوں ہشیاریاں اس پر پہنچا دے:

مگر طبع خواہد ز من سلطان دین

خاک بر فرق قناعت بعد ازین!

اصل یہ ہے کہ اس راہ کی کامیابی کا سلا دار و مدار قلب و دمل اور فکستگی و پیوستگی پر ہے،
اور قرب ایک منزل ہے جس تک پہنچنے کی راہ قند ہی میں سے ہو کر نکلے ہے۔ یعنی ایک سے
لے کے لیے سب کو چھوڑنا اور ایک سے بڑھنے کے لیے سب سے کٹنا۔ اس سلاطین کا کہنا
اس پر موقوف ہے کہ وہ تمام دوانے بند کر دیے جائیں جو پہلے کھول لیے گئے تھے:

در قبول نظر عشق ہزاراں مشروط است

اول از قایم رفته خلاصت باحد

انسان کی محبوبہ بعد اوقات کے الگاؤ ایک نہیں بٹھا رہیں۔ اس کی گردن (پیشانی) الفتوں
کی طوق کا بوجھ ہے اس کے پاؤں علانی کی زنجیروں سے مگراں بار، اس کا دل چاندوں کی
سے صدیاں قسم کی کششوں کا نشانہ، ہر زنجیر کے بندھن پر مڑتا اور ہر علاقہ کی الفت میں اسیر
رہنا چاہتا ہے: زینتہ لبتا میں حب الشہوات من النساء والبنین والفتن والفتن والفتن والفتن
من اللہ صبر فالفتنہ والفتن المسومتہ والافتام والفتن والفتن والفتن والفتن والفتن والفتن
تو اب اصلی کام یہ ہوا کہ ساری بندشیں کشیں اور پرستش ماسوی اللہ کی ساری زنجیریں ٹوٹیں۔
اس کے لیے صرف دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو ایسا کوئی طاقتور ہاتھ آدہ عقود کشائی ہو کہ گن
دکرا ایک ایک گرہ کھول دے۔ ایک کے بعد ایک، ساری زنجیریں کھلتی جائیں۔ یا پھر ایک تلوار
پیکے، جس کا ایک ہی بھر پور ہاتھ چشم زدن میں ساری بندشیں اور زنجیروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے
نکال دے۔ نہ ناخپ کرہ کشائی منت پذیر، نہ زنجیروں کی حلقہ شکاری کی استطاری۔ ایک سوکھی
کڑی کے جلانے کے لیے ہزاروں تدبیریں کیجیے جب کہیں آگ سے دھواں اٹھے۔ لیکن معلوم ہے
کہ ہزاروں آتشیاؤں اور غرمنوں کے لیے بجلی کی ایک ہی نظر شعلہ بان کا کافی ہوتی ہے:

مغنم جگودی کشمی و زندہ می کشی

از یک نگاہ کشت، جوابے دگر ز دا

قطع علانی اور دفع موانع کی جتنی راہیں سہمی و ہمت اور طلب و جستجو سے پیدا کی جاتی ہیں
سب پہلی صورت میں داخل ہیں۔ اور دوسری صورت جذب و عشق کی ہے۔ یہ قوت فرشتہ عشق
کے سوا کسی کے ہاتھ میں نہیں کہ ہزاروں نشتروں کا کام ایک ہی داریں پورا کر دے:

دم شمشیر بود رگزر عشق، دے

ہر کہ ایمہ نہ رود، پے بر دہر دل نہ بود

اسی لیے عرفا نے طریق نے کہا: عشق کی بری سے بری گرفتاری بھی بیداری دے سوزی کی
آٹا دی سے ہزار درجہ بہتر ہے، اور اس راہ کی نامی بھی کم از کم فیروز مندی نہیں:

نہ رواں را خستگی راہ نیست

عشق ہم راہ است و ہم خود منزل است

گو اس کی گرفتاری بھی گرفتاری اور اٹھاؤ بھی اٹھاؤ ہے، لیکن یہ حال ہی ہے کہ کتنا بڑا نفع ہے، کہ
اس کی بدولت کام بہت آسان و مختصر ہو جاتا ہے اور آنے والی منزل کے سارے کاموں کی شق
پہلے ہی سے سمجھ جاتی ہے۔ پہلے سوز زنجیروں کو توڑنا تھا، تو اس کی بدولت اب صرف ایک ہی
زنجیر سے چھوٹنا سہل باقی رہ گیا۔ پہلے ہزاروں چوکشیوں کی جبریمانیوں سے پیشانی داغدار تھی۔
کس کس داغ کو شاتے آگ کی کڑی سے کھلا ہوا کوڑا تھا اب خود بخود سب صاف گئے صرف
ایک ہی چوکش کا نشانہ بچ گیا۔ اٹھاؤ اصلی کام بھی یہی تھا کہ پیشانی ایک سے تو سیدھا لگے
ایک ہی پور جب یہاں تک سلاطین گیا اٹھاؤ کے لیے سب کو چھوڑنے کا سبق مل گیا تو اس
ایک کو کچھ سمجھ جاتی تھی کہ غلط چھوڑا گیا شکل ہے! مگر یہ سب ایک جگہ میں یہ رشتہ آخری بھی
ٹوٹ جاتا ہے اور اس آٹا کو ہزار پرستش سے طبلن دار صلاے: (۱) دجنت و جہنم و جہنم
فکر استقامت و الا و من خیریت و ما آتاکم اللہ من فضلہ بلند ہو:

بیفتن زلف و صوفی را پیازی در برص آباد

کواز پر رفته و قش پر دامن بت بیفتانی

یہی وجہ ہے کہ اس سفر کی سب سے قرب راہ منزل مجاہزی سے ہو کر نکلے ہے:

بارہ مگر خام بود، پختہ کند شیشہ ما!

اور بعض صورتوں میں تو بغیر اس کے چاہ ہی نہیں گودہ خود ہی مرض ہے، لیکن ہزاروں بیماریوں کا
علاج بھی اس کے سوا کوئی نہیں:

گرچہ آشفگی کار من از زلف تو بود

حل این عقدہ ہم از دوسے نگار آخر شد

انا کہ گرفتاری عشق کی یہ ایک زنجیر بھی پابندیوں کی ہزاروں زنجیروں سے بوجھل ہوتی ہے اور
اس کی حرکت کا پہلا تیر پاؤں ہی پر لگتا ہے۔ وحشی کرائی نے خوب کہا ہے،

عشق ہوں بر سر کس حملہ بیداؤ آرد

ادش قوسہ بجز بختن از پا بود

لیکن عجب نہیں کہ کسی کے باہم بلند تک پہنچنے کے لیے ہی زنجیر گند کا کام دے جائے کتنے
ہی راہ کئے خوش قسمت ہیں جن سے سیر صیول کا ایک ایک زمین نہیں گنایا گیا، مگر عشق نے
ایک ہی جست میں قمر مطلوب تک پہنچا دیا:

سے تو یہی راہ ہے اور وقت ہے تو اسی کا:

ساقیا! مرغِ ازمن، عالمِ جوانی ہاست!

جس طرف نظر اٹھائی، ایک صمغ آباد الفت و پرستش نظر آیا، جس میں مندوں اور موتیوں کے سوا کچھ نہ تھا ہر مند و صمغین نیاز کا طالب۔ ہر موتی دل فروری و جاں سپاری کے لیے دبا ہوا ہوش۔ ہر جلوہ برق نگین و اختیار۔ ہر نگاہ بلاے صبر و قرار:

الفراق اسے صبر نکلیں! الوداع اسے عقل دوں!

جس راہ میں قدم اٹھایا، زنجیروں اور کندوں نے استقبال کیا۔ جس گوشے میں پناہ لی، وہی زمان ہوش و آگہی نکالا ایک قید ہو تو ذکر کیجیے۔ ایک زنجیر ہو، تو اس کی کڑیاں گنیے۔ دل ایک تھا مگر تیر ہزاروں ہاتھوں میں تھے۔ نظر ایک تھی، مگر جلووں سے تمام عالم معور تھا۔ ہر کشش نے اپنا تیر چلایا۔ ہر وزن نے اپنی کھنڈ بھینکی۔ ہر فسون سامنے اپنا افسوں محبت بھونکا۔ ہر جلوہ ہوش رہا نے صرف اپنے ہی صمغ الفت میں اسیر اور اپنی ہی فراک اسیری کا زنجیر رکھنا چاہا:

ولے بر صید یک با شمع و سیارے چند!

یہ بات نہ تھی کہ امتیاز نے بالکل ساتھ چھوڑ دیا ہوا وہ دیدہ اعتبار ایک لخت کو رہو۔ برق نے بار بار چشمک کی ستاروں نے کبھی کبھی کسی پردہ شب کی اوٹ سے جھانکا، لیکن رات کی تاریکی اور طوفان کی تیرگی ایسی نہ تھی جو ان چنگاریوں سے روشن ہو جاتی۔ وہ برابر برصتی ہی گئی:

فرصت زد دست رفتہ و حسرت فشرده پائے

کار از دوا گزشتہ و افسوں نہ کردہ کس!

کبھی سرو کی بلند قامتی پر رشک آیا، تو سر بلندی و سر فرازی کے لیے دل خون ہوا کبھی سبزہ پامال کی خاکساری و افتادگی پر نظر پڑ گئی، تو اپنے پندار و خود پرستی پر خرم آئی کبھی با صبا کی دوش پسند آئی، تو اقامت گزینی سے وحشت ہوئی! آوارگی و رہ نوردی کی دل میں ہوا سمانی۔ کبھی آب رواں کی بے قیدی و بے تعینی اس طرح جی کو بھائی کہ پابندیوں اور گرفتاریوں پر آنکھوں نے آنسوؤں اور دل نے زخموں کے ساتھ ماتم کیا۔ پھولوں کو جب بھی مسکراتے دیکھا، تو اپنی آنکھوں نے بھی رونے میں کمی نہ کی: اور درختوں کو جب بھی جنبش ہوئی، شاخوں نے جھوم جھوم کر وجہ کیا، تو اپنی سنگینی و بے بسی بھی ضرور یاد آ گئی۔ غرض کہ نہ تو اسباب میں کمی تھی اور نہ استعمال بالکل مفقود تھی۔ بجلیاں کوندی رہیں۔ بادل گرجتے رہے۔ لیکن افسوں کی نیند بھی بڑی ہی سخت تھی اور پشتِ غفلت کسی بڑے ہی سخت تازیانے کا انتظار کر رہی تھی:

نہ پہنچی منعف سے لب تک دعا ہی، ورنہ سدا

در قبول تو اس آرزو میں باز رہا!

بہتر ہے کہ صاف صاف ہی کہہ دیا جائے:

ہاں! با تک بلند ست ایں، پوشیدہ نمی گویم!

گمراہی عمل کی آخری مدد فسق ہے اور گمراہی اعتقاد کی الحاد۔ سونفسق و الحاد کی کوئی قسم ایسی نہ تھی جس سے اپنا نامہ اعمال خالی رہا ہوا و فسق خود بھی ایک کامل قسم کا عملی الحاد ہے:

چو پریش گھنم روز حشر خوابد شد

تمسکات گناہان خلق پاہ کنند!

قبل اس کے کہ ہم پر شہادت دی جائے، بہتر ہے کہ خود آپ ہی اپنے لیے شاہد بن جائیں:

اَشْرَأُ كِتَابَكَ كَتَبْتَ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيَّ حَسْبُنَا. اور ہم شہادت دیں یا نہ دیں، خود ہمارا وجود ہی سزا پا شہادت ہے۔ بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَى نَفْسِهِ كَصِدْقٍ وَ لَوِ اتَّقَىٰ مَعَادُ يُوقَىٰ

ہاتھ پاؤں کی شہادت پر تو بے کیوں ہو! جیس دنیا ہی میں دیکھ رہے ہیں کہ اس کا ہر لمحہ یوم الا شہاد کا حکم رکھتا ہے، اور خود ہمارا قرین بغل ہی دم ہم شہادت دے رہا ہے۔ لَا

أَقْسَمُ بِنَفْسِي الْيَوْمَ وَلَا أَقْسَمُ بِالنَّفْسِ الْوَأَمَّةِ. البتہ ساری ہلاکت اس میں ہے کہ ہنگامہ غفلت و خود فراموشی میں نفس کو امر کی مدد سے شہادت بہت کم کالوں تک پہنچتی ہے۔ اور پہنچتی ہے، تو خود اسے ہی ہاتھ سرشاری و مددستی کے نقاروں پر اس زور سے

پڑ رہے ہیں کہ ان کے شو و غل میں یہ سرگوشی ملامت کب کام دے سکتی ہے! الا یہ کہ صَبَحْتَ وَاجِدْتَ فَإِذَا هُنَّ حَامِلٌ وَفِي! کی گھڑی سر پر آ جائے:

سامنے ہے وہ بھی جلوہ سراب سے زیادہ نظر نہیں آتا۔ ظلم درانہ تذکرہ و نگارش سے عاجز، اور ظلم گم گشتہ حیران اظہار و تعبیر اپنی سرگزشت و تودید و عمر لکھوں تو کیا لکھوں! ایک نمود خبار و جلوہ سراب کی تاریخ حیات قلم بند ہو تو کیوں کر ہو؟ دنیا میں جاب تیر کے ہیں۔ ہوا میں خبار اڑتا ہے۔ طوفان نے دخت گرا دیے۔ سیلاب نے عمارتیں بہا دیں و تنکبوت نے اپنی پوری زندگی تعمیر میں لے کر دی۔ مرغ آتیاں پرست نے کونے کونے میں چن کر تنکے جمع کیے۔ غرض و برق کا معاملہ باتش دُش کا افسانہ، ان سب کی سرگزشتیں لکھی جاسکتی ہیں، تو لکھ لیجیے میری پوری سوانح عمری بھی اچھی میں مل جائے گی۔ نصف افسانہ امید اور نصف ماتم ہاس!

عاشق نہ شدی، محنت الفت نہ کشیدی

کس پیش تو غم نامہ سہجراں پر کشاید؟

پہلے مجسم امید تھا: اب سراسر حسرت ہوں:

مختصر حال چشم دول یہ ہے اس کو آرام ہاس کو خواب نہیں!

اس پر بھی اگر داستان سرائی کا شوق ہو، تو ان پورے تیس برسوں کی سرگزشت سن لیجیے۔ حکایت برق و غرض کوئی اضافہ دراز نہیں جس کے لیے پوری رات آنکھوں میں کاشنی پڑے۔ صرف ایک نالہ گرم اور آہ سرد میں پوری حکایت ختم ہے:

ہمسایہ شنید نالہ ام، گفت:

"خاتانی را دگر شب آمد!"

ایک صبح امید تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے گزر گئی:

ہم چو عیدے کہ در ایام بہار آمد و رفت!

ایک شام بالو سی تھی جس کی تاریکی کو امید کا کوئی چراغ روشن نہ کر سکا:

بجھا ہے دل جب سے مجھ میں کا، چراغ ملتا نہیں! کیا!

یا امید و حسرت کے دو دن، ایک ہوس تعمیر میں بسر ہوا، ایک ماتم تخریب میں۔ ایک دن تنکے چیتے رہے، دوسرے دن دیکھا، تو راکہ کا ڈھیر تھا جس پر خوب جی بھر کے آنسو بہائے:

دریں چمن کہ بہار و خزاں ہم آغوش است

زمانہ جام بدست و جنازہ بردوش است!

الہو طالب کلیم نے چار مصرعوں میں پوری سوانح عمری لکھ دی:

بدنامی حیات دو روزے نہ بود بیش آہم کلیم! یا تو چہ گویم چہاں گزشت؟

یک روز صرف بستی دل شد با بن فانی روز دگر بکند دل زین و آن گزشت؟

اور دراصل اس شبیدہ صاف ہستی کی بڑی سے بڑی مہلتوں کا بھی یہی حال ہے۔ لَعَلَّ يَلْبِثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضَعُفًا اور قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ اکلیم کو معلوم نہ تھا کہ اس سے پہلے ہی مضمون زیادہ ایمان دار و بلاغت کے ساتھ کہا جا چکا ہے:

ومتى يساعدا الوصال، ودمرنا

یومان، یوم نوی و یوم صد ود!

عبدالغنی ایک خواب عیش تھا:

حیف صد حیف کہ ازود خبر دار شدیم!

آنکھیں کھلیں تو عہد شباب کی صبح ہو چکی تھی، اور خواہشوں اور دلولوں کی شبنم سے غارتاب ہستی کا ایک ایک کاٹا پھولوں کی طرح شاداب تھا اپنی طرف دیکھا، تو پہلو میں دل کی جگہ سیلاب کو پایا۔ دنیا پر نظر ڈالی، تو معلوم ہوا کہ اس صبح فریب کے لیے نہ تو سوز و دیش کی دوپہر ہے، نہ نامیدی و نا کامی کی شام۔ یہ سارا شہرستان امید اور نگار غافل نظر فریب صرف ایک

ہمارے ہی دیہ و دل کی کام جوئیوں کے لیے بنا ہے، اور گویا گوشہ گوشہ اور ذہنہ ہمارے ہوسنا کیوں کے لیے چشم براہ ہے جس طرف کان لگایا، یہی صدا سنا دی معلوم نہیں اپنی ہی گنبد غفلت اور ہنگامہ ہوس کی گونج تھی، یا تو گرفتار ان طلسم شباب کی ہوش دباؤیوں

کے لیے خود ساز ہستی کا نالہ سہریب ہی رہی ہے:

شہر بست پر ز خواباں، و ز ہر طرف نگاہے

یاراں حلائے عام ست گری کنید کارے!

غفلت و مدہوشی نے افسوں پھونکا، سرستی و سرگرائی نے جام بھرے، جنون شباب نے ہاتھ پکڑا، اور دلولوں اور ہوسوں نے جوارہ دکھلائی، دل کی خود فروشیوں نے اسی کو منزل مقصود سمجھا ہوش و غرور کو پہلے حیرانی ہوئی، لیکن پھر اس نے بھی آگے بڑھ کر اٹھا دیا: راہ

لیس الغواد محل شوقك وحدہ

كل الجوارح فی حوالہ فواد

پھر اس کے بعد جو آخری منزل پیش آئی، وہاں تو بجز متاع درد و دل بازی اور جنس جاں سپاری و جاں فروشی کے اور کوئی شے مقبول ہی نہ تھی، چنگنا بیضاۃ شجباۃ فاقہ لنا الکیل!

جو محبت ہرچہ بزدل، سود در محشر نداشت!

دین و دانش عرض کردم کس بچہ بزدل نداشت!

اس منزل سے پہلے جو کچھ ہو چکا تھا، اس کا ایک ایک معاملہ یہاں کام آیا۔ جیب و دامن کے ہر پردہ نے اس طرح کام دیا، گویا خاص لباس کی درنگی کے لیے قطع ہوا تھا۔ ہر عیب نے ہنر کی خوب روٹی پائی۔ ہر نقص نے کمال سے بڑھ کر ہر چیز کی ہرچہ کا جو نشتر ہوس لے لگا یا تھا ہر زخم جو کمان و ارغش کے تیروں کا لیے عطا نشان تھا، اور جب کو کسی کیسے تمناؤں اور چاہتوں سے ہمیشہ جینے میں بجائے رکھا تھا کہ ہمیں ناسور بننے کی جگہ مندمل نہ ہو جائے:

ہر شکم دل نے لے لی ہے قیمت جان کر

وہ جو وقت ناز کچھ جنبش قری ابرو میں ہے

اس راہ میں اس طرح کام آیا کہ خدا نکرہ اگر اس متاع زیاں سے اپنا کیسے سود خالی ہوتا تو نہیں معلوم، بازار قبولیت میں کیسی محرومی و شرمندگی اٹھانی پڑتی! مریم گھٹ جاتا تو ہزار جگہ سے مل جاتا، زخم کہاں سے لائے؟ خون چکانی کس سے مانگتے؟ اور دل بھی جاتی تو وہ گھبرا ناسور چند گھڑیوں میں کیسے بن جاتا جو مدتوں کی زخم پر درویشوں کے بعد کہیں نصیب ہوتا ہے۔ اور وہ بھی ہر زخم اور ہر زخمی کو کہاں؟

اک عمر چاہیے کہ گوارا ہو نیش عشق

رکھی ہے آج لذت زخم جگر کہاں؟

پس الحمد للہ کہ آخر میں جو کچھ پایا، اس کے لیے ابتدا کا ہر کھونا کام آیا۔ کوئی ہیشاری البیہ دلی جس کے لیے اپنی کوئی نہ کوئی غفلت کام نہ آگئی ہو۔ چاک جب تک گریبان تک ہے، ناقص ہے۔ لیکن اگر وہی دامن تک پہنچ جائے، تو اس کے کمال میں کیا شبہ ہو سکتا ہے!

تا دامن آکے چاک گریبان نے دم لیا

ہے دامن اور جیب میں رشتہ قریب کا!

جس حال میں رہے، نقص و ناتمامی سے دل کو ہمیشہ گریز رہا اور شیوہ تقلید و روش عام سے بدیز۔ جہاں کہیں رہے اور جس رنگ میں رہے، کبھی کسی دوسرے کے نقش قدم کی تلاش نہ ہوتی، اپنی راہ خود ہی نکالی اور دوسروں کے لیے اپنا نقش قدم رہنا چھوڑا۔ زندگی دہوشاکی کا عالم رہا، تو اس کو بھی ناتمام و چھوڑا عشق کی خود فراموشیاں رہیں، تو وہاں بھی کسی وادی اور کسی گوشے سے اپنے قدم نا آشنا رہے۔ لمحوں کے اندر برسوں کے کام انجام پائے:

کام تھے عشق میں بہت، پر تیر

ہم تو فارغ ہوئے شتابی سے

اب جس حال و رنگ میں ہیں، تو یہاں بھی کمال ہی کی آرزو ہے، اور اتمام کا کہے لیے بقراری، اور سارا معاملہ اسی کارساز جیب کے ہاتھ ہے جس نے گو ہر راہ میں ڈالا، لیکن انکا یا کہیں نہیں اور گو ہر وادی میں تھوڑے تھوڑے عرصہ کے لیے سرگردانی ضرور ہوتی، یہ سرگردانی بھی ہڈا یا پانی سے خالی نہ تھی:

تا دست رسم بود، ز دم چاک مگر بیاں

شیر مندی از خرقہ و پشیمنہ نہ دارم!

الغرض توفیق الہی کی سینکڑوں راہیں ہیں۔ ہدایت و تربیت غیبی کے ہزاروں بھیس ہیں۔ سب سے زیادہ آسان و پر امن راہ یہ ہے کہ رہنما یاں طریقہ میں سے کسی صاحب ارشاد کی ہمت صحبت حاصل ہو جائے۔ لیکن میں صاف کہتا ہوں کہ اس بارے میں میری درماندگی و بیکسی کسی متعارف وسیلہ ہدایت و ارشاد کی رہیں منت نہیں ہے۔ حالات اجتلا سے جیسے اور جتنے نہج سب کے سب اس حالت سے یکسر متفاو تھے جن تک بتدریج رسائی میرائی قطع نظر

اس معاملہ خاص کے، عقائد، اعمال، عادات، خصائل، فکر و نظر، طرز و روش، کوئی بات بھی تو ایسی نہیں ہے جس کو اپنے قدتی حالات کے مطابق پانا ہوں پس اپنی شکستگی و شکلی نہ کسی پاتھ کی نمونہ ہے، نہ کسی زبان کی۔ نہ خاندان کی، نہ تسلیم و تربیت ظاہری کی۔ جو کچھ پایا ہے صرف بانگ عشق سے پایا ہے جتنی رہنمایاں ملیں، صرف اسی مرشد فیض و ہادی طریق سے

ان میں سے کوئی بھی نہ تھا جس کی ابرو پر گرہ یا آنکھوں میں غمرہ ہو۔ سب کی زبانیں گویا سب کے اشارے آشکارا، سب کی سطرین ابھری ہوئی تھیں۔ نہ کوئی لب بند رہا، نہ کوئی جلوہ مقننہ آنکھوں نے دیکھنے میں کمی کی، نہ کانوں نے سننے میں چشم و گوش نے جو کچھ ہم پہنچایا، دل کی وسعت نے سب کو سمیٹ لیا۔ اس سے زیادہ اور کیا کہا جائے:

سجن عشق بدل دزدن و لب را کشا

سر اس شیش فرو بند کہ بادے نہ خورد

اللہ اللہ! دولت سعادت و قبولیت کی فراوانی، اور سبحان اللہ! بخشش و لطف غیبی کی بے پایانی! سمندر اس کی وسعت فیض کا ایک قطرہ، مگر یہ بھی گستاخی ہے۔ سورج اس کے انوار کرم کی ایک شعاع، مگر یہ بھی نادانی ہے!

روش وقت سحر از غصہ شب اتم دادند و انداز ظلمت شب آب حیاتم دادند
بے خود از شعله پر تو ذاتم کردند بارہ از جام تجلی بصف اتم دادند
چہ مبارک صحرے بود و چہ فرخندہ شبے آن شب قدر کہ اس تازہ بر اتم دادند
کیما نیست عجب بندگی پر مغال خاک او گشتم و چندیں در جام اتم دادند
ہاتف آن روز بمن خبر دہ این دولت دار کہ بہ بازار غمت صبر و شب اتم دادند

دنیا کسی کے لیے کبھی نہیں بدل سکتی، لیکن اگر تم خود بدل جاؤ، تو اس کو بھی یک قلم بدل دیا جائے۔ تمہاری دنیا تمہارے لیے کدہ شباب میں ایسی توڑ سکتی جیسی اب بڑھاپے کی پالیوں میں نظر آ رہی ہے۔ شام وصال میں تمہاری ہی ہر روز دلی دنیا جو عنایاں رکھتی تھی، مسیح و داع کی اداسیوں میں کب باقی رہیں؟

گروانہ وہ زمیں ہے، نہ وہ آسمان ہے انبیا

جو اخراجات کیے گئے، اگر تمہارے مذاق سخن سخی پر گراں گزرے ہوں، تو بہ نسبت انکار کے بہتر ہوگا کہ ان کو اسی حالت پر قیاس کر لو۔ ورنہ جو کچھ آنکھوں پر گزری اور جو کچھ دل کو پیش آیا، خود اپنی ہی زبان و دماغ اس سے محرم نہیں، دوسروں کو کسا سنائیے! اگر کوا کی جگہ تبسم اور تامل کی بجائے افشاں کہر عہدہ برآ ہونا بھی چاہیں، جب بھی سننے والے کس آسمان و زمین سے آئیں گے؟

یارب، کجاست محرم رازے کہ یک زباں

دل شرح آں دہد کہ چہ دید و چہ شنید!

غفلت ہر حال میں غفلت ہے۔ ایک لمحہ غفلت کے معاوضے میں ہر محرم کا نام بھی کافی نہیں۔ تاہم جو کچھ ہو چکا ہے، اب دیکھتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کارخانہ کی ہر چیز کی طرح وہ سب کچھ بھی ضروری تھا، اور شاید ان میں سے ہر بات اس سفر کی ایک ناگزیر منزل تھی۔ اگر ہوس پرستی و دنیا کی منزل پیش نہ آتی، تو نہیں معلوم، حقیقت پرستی کے کتنے ہی گوشے ہیں جس سے ہمیشہ بے خبر رہتے! نتیجہ یہ نکلا کہ اس عالم کی کسی بات کو بھی برا نہ کہو۔ برائی محض ایک انسانی شے ہے، اصل بجز خوبی اور اچھائی کے کچھ نہیں۔ اعتبار ہر حال میں خیرات و نتائج کا ہے، نہ ظواہر و اداس کا۔ کتنے ہی راہ میں ٹھوکر کھا کر گر پڑتے ہیں، اور کتنے ہی قدم ہیں کہ ٹھوکر لگے، تو ان میں تیزی و چالاک بھی نہ آئے، اور راہ کے نشیب و فراز سے ہمیشہ غافل رہیں، کتنے ہی کفر ہیں، جو دیار ایساں ہوئے، اکتے ہی ایمان ہیں، جن کا خاتمہ کفر ہوا! لولہ تن نبوا الذہب اللہ بیکم دعاء اللہ بقوم آخر ینبوت ویستغفرون! (امکا قال دروہ مسلم) مولانا دم نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے:

او ز قہر بحر گور آورد از زیا نہا سود بر سر آورد

چوں قبول حق بود آن مرد راست دست او در کارم دست غلاست

ہرچہ گرد غلے، علت شود کفر گیزر کا ملے، ملت شود

عیب شد نسبت بہ مخلوق قبول نے بہ نسبت با خداوند قبول

کفر ہم نسبت بہ خالق حکمت است جو بہ نسبت کئی کفر اذت است

یہی قائمہ کتنا بڑا فائدہ ہے کہ دماغ کی شکلی اور دل کی بے صدی کا پہلے ہی دن علاج ہو گیا، اور شیوہ درد مندی و دلفکاری کی تعلیم ابتلا ہی میں مل گئی۔ جب ہوس پرستی کی منزل میں تھے، تو وہاں بھی ہمیشہ دل کو پہلو کی جگہ ہتیلی ہی پر رکھنا پڑا:

لختے برد از دل، گھنڈ ہر کہ نہ پیشم

من قاض فروش دل و صد پارہ خویشم

منزل عشق نمودار ہوئی، تو اس کا کیا پوچھنا! البتہ فرق اتنا تھا کہ پہلے ایک دل کے بہت سے ٹکڑے ٹکڑے تھے، اب دل ایک تھا، تو گا کہ بھی ایک ہی، بلکہ:

اندھ کی ہیں آنسوؤں کو آنکھوں کی وسعت نہ ملی، تو دل کے گوشے ہی میں طوفان اٹھاتے رہے:

انداز جنوں کوں سا ہم میں نہیں، مجنوں
پر تیری طسرح عشق کو رسوا نہیں کرتے

اگر یہ اس معاملہ کا غائبانہ نظارہ دکھائی دے، تو ایسی ہی ہو، لیکن فی الحقیقت فتح و مراد کی ساری شاد آتی
اسی ناکامی میں پوشیدہ تھی، اسی ناکامی نے بالآخر کامیابی کی راہ کھولی، اسی ناکامی سے امید کا
دروازہ کھلا۔ جو تاریکی کا اپنی سیاہی خیموں کی رات نظر آتی تھی، وہی صبح مقصود کے طلوع
جہاں تاب انقباض ثابت ہوئی۔ گو قدم ثبت کدہ کی راہ پر تھے، مگر غبارِ مجاز دور ہوا، تو کعبہ حقیقت
سامنے تھا: **يُخْرِجُ النُّجْمَ مِنَ الْمَيْمَنِ وَيُخَوِّجُ الْمَيْمَنَ مِنَ النُّجْمِ لَا تَقْصِرُ بَصَرُكَ عَنْ مَوْجِدِهَا وَ**
لَكَ الْبَصَرُ خَوْفٌ

کفر آدم و دد عشق تو ایساں بزم

سارا کام پہلے سے ہو چکا تھا۔ چو لہا توں سے گرم تھا۔ ہوس بازی نے جگہ گریوں کا کام دیا تھا،
عشق نے شعلے بجھائے تھے۔ صرف اتنی بات باقی رہ گئی تھی کہ ایک دیگ آنا کر دوسری پر دھا
دی جائے۔ یہ کام عشق کی امیدوں سے نہ ہو سکا، تو کیا مضائقہ! عشق کی ایو سیوں نے تو پورا کر دیا:

آں نافہ مراد کہ می خواستم ز غیب

در چہین زلف آں بیت مشکیں کلالہ بود

سبحان اللہ چارہ فرماے غیبی کی کار سازیاں، اور رہ نہائے آوارگان غفلت کی دست گیریاں! با
باز تو فین کب سے اپنی طرف کھینچ رہا تھا، مگر غفلت کی دراندازی دامن گیر تھی۔ جمال حقیقت
کب سے بے نقاب تھا، مگر پردہ کج نظری مائل تھا۔ کرشمہ عنایت کب سے پکار رہا تھا، لیکن نفس
کے ہنگاموں میں دل غافل تھا۔ ناکامی عشق نے آخری ضرب لگائی، تو کیا ایک آنکھیں کھل گئیں۔
دیکھا تو ایک دوسرے ہی عالم کی جوش رہائیاں سامنے تھیں۔ دوہ آسمان تھا، زمین تھی۔ نہ وہ
آفاق، نہ وہ انفس۔ جس بات کی رہ نمائی نے یہاں تک پہنچا یا تھا، خود اس کو بھی ڈھونڈنا تو پتا
نہ تھا۔ گویا وہ اک چراغ تھا کہ جب تک رات کی تاریکی میں چلتے رہے، دلیل راہ رہا جب صبح
ہو گئی تو ضرورت نہ تھی، بجھا دیا گیا:

نعرہ زد عشق، دیبا بگریخت کفر نیز از کمین ما بگریخت

آنکھوں کا تو یہ حال تھا۔ کان لگائے تو اندر اندر باہر، ہر طرف سے صرف ایک صدا اٹھ رہی تھی:

ترا دکنگرہ عرش می دہند صغیر

ندامت کہ دما می دام کہ چہ افتاد دست!

وہی دنیا جس کے مے کدہ خود فراموشی نے غفلت کے جام لٹھکائے تھے، اپنے ہر جلوہ سے
آنکھوں کو اپنے ہر نغمہ سے کانوں کو ترستی و سرشاری کی پیہم دعوتیں دی تھیں، اب
اس کا کون کون، چپے چپے ہیشاری و سنش کا مرقع تھا۔ بصیرت و معرفت کا درس تھا۔ ذقے
ذقے کو گرم گفتار پیا۔ چپے چپے کو مکتوب و سطور دکھا۔ پھولوں نے زبان کھولی۔ پتھروں نے
اُٹھ اٹھ کر اشارے کیے۔ خاک پاواں نے آواز کر گہرا نشانیاں کیں۔ آسمانوں کو بار بار اترنا
پڑا، تاکہ سوالوں کا جواب دیں۔ زمین کو کتنی ہی مرتبہ اچھانا پڑا، تاکہ فتنے آسمانی کے
تارے توڑ لائیں۔ فرشتوں نے بازو تھامے کہ کہیں لغزش نہ ہو جائے، سورج چسراغ
لے کر آیا کہ کہیں شکر دگ جائے۔ سب نے نقاب اتار دیے۔ سارے پردے چلنی ہو گئے۔
سب کی ابروؤں میں اشارے تھے۔ سب کی آنکھوں میں حکایتیں بھری تھیں۔ سب کے
ہاتھ بخشش و قبولیت کے لیے دلاڑھے۔ بادل کو کچلا، تو سارے ہی کا طنبوہ نکلا۔ بجلی کو
پاس بلایا، تو لب باسے راز کا ایک تبسم آشکارا نکلی۔ ہوا کے جھونکے ٹھنڈیوں میں آگے، مگر پھر

بھی غالی رہی۔ سمندر نے اپنی ساری موجیں خریج کر دیں، مگر پھر بھی ہمارے ہاتھ کا پیالہ نہ بھرا۔
رات معدوم تھی۔ ظلمت کی بڑی ڈھونڈ بھونٹی، مگر نہ ملی خواب و غفلت کا لالکھ پتا پوچھا، مگر کسی
نے نہ بتلایا۔ جب کبھی آنکھیں بند کیں، تماشے دیکھے، جب کبھی کان بند ہوئے، صداؤں اور
نواؤں سے بھر گئے۔ سورج نے کہا دو لاکھ میل دور ہوں۔ قطب شمالی سے روشنی اتری اور بولی

ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ نوے ہزار میل طے کرتی ہوں۔ مگر آنکھوں نے کہا: یہ تو تارنگاہ کی پہلی
منزل ہے اور دل ہنسا کہ اپنا پیامِ محبت جب شوق کے پروں پر اڑتا ہے، تو بھلا روشنی کی
لنگ پائی کب اس کا ساتھ دے سکتی ہے؟ عرض کہ ہمتِ خوابیدہ جاگ اٹھی۔ اور دل رفتہ
بھرنی نئی طاقتوں اور نئے نئے سامانوں کے ساتھ واپس آگیا۔ عالم آفاق و انفس میں جو کچھ ہے

تو و قطع منازلہا، من و یک لغزش پائے!

اور یہ تو منزل عشق کے معاملات ہیں۔ تجربہ کاران راہ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ اگر زندگی و ہوس پرتی
کی منزل میں کبھی کبھی دیر کے لیے دم لے لیا جائے، تو فائدہ سے غالی نہیں کتنی ہی مشاہیر ہیں
جو اسی غارِ زار سے نکلی ہیں،

کعبہ را ویراں کن اے عشق! کا بجائے نفس

گہ مجھے پس ماندگان راہ منزل می کنند

البتہ یاد رہے کہ سفر کی کامیابی نہ تو منزلوں پر موقوف ہے، نہ محنتِ راہوں پر۔ راہ کوئی ہو، قہر
میں حرکت اور محنت میں اقدام ہے، تو کبھی نہ کبھی منزل مقصود تک پہنچنے ہی جاؤ گے۔ خواہ راہ
میں ہر درخت کے سایے تلے دم لو، خواہ ہر سڑے میں گھر کھولو۔ لیکن ساری نامرادی و بے حالی
اس کے لیے ہے جس کے لیے راہ و منازل کے تماشے اس طرح دامن گیر ہو گئے کہ وہیں ہمیشہ کے
لیے بستر جارا،

ہو گا کسی دیوار کے سایے کے تلے تیر

کیا کام محبت سے اس آرام طلب کو

ہوس و عشق پر کیا موقوف ہے! کوئی دریا کی منزل ہو! اگر قدم آگے بڑھنے سے رک گئے تو
پھر وہی منزل ثبت ہے اور ہرگز اس کا پرستار تسبیح آرائی و دلق پوشی ہی کی منزل کیوں نہ
ہو۔ من شغلک عن اللہ نہو صلیہ، کامیابی چلتے رہنے اور بڑھتے جانے کا نام ہے کہ:

تک دیکھ لیا، دل شاد کیا خوش کام ہوئے اور چل نکلتے

اور نامرادی نہیں ہے، مگر اٹھنے اور نہ جانے میں:

یک لمحہ غافل بودم و صد سال راہم دور شد

مطلوب اس راہ میں منازل و مراحل میں ذکر موانع و مہالک۔ اگر جاذبہ توفیق الہی دست گیر
ہے، تو موانع، وسائل بن جاسکتے ہیں اور قریب ہے کہ بہتر سے بہتر وسائل و محرومان راہ کے لیے
موانع و مہالک کے حکم میں داخل ہو جائیں:

من لم یکن للوصل احلا

فکل طاعاته ذنوب!

چنانچہ الحمد للہ کہ اس منزل کے وقفے میں زیادہ طول نہ کھینچا۔ ایک سال پانچ ماہ کے اندر
اس کو چپے کے بھی تمام رسم و راہ ایک ایک کر کے دیکھ ڈالے، کوئی گوشہ، کوئی مقام باقی نہ
چھوڑا۔ نہ مجنوں سے ہم عنائی کا سوا رہا ہے، نہ فرار سے مقابلے کا دعویٰ۔ نہ یہ کہ:

شیراز داستان عشق شہد انگیز است

ایں حکایتہا کہ از قرا و و شیریں کدہ اند

البتہ یہ ضرور ہے کہ شیوہ عشق و عاشقی و طریق اشتغلی و جان سپاری کی جتنی باتیں سننے میں
آئیں، وہ سب محو کر کے دیکھ لیں، اور اس راہ کا کوئی حال و معاملہ ایسا نہیں رہا جو کسی کی زبان پر
ہو اور اپنے اوپر نہ گزر چکا ہو:

کچھ قسروں کو یاد ہیں، کچھ بسلسل کو حفظ

عالم میں بکھرے بکھرے مری داستان کے ہیں

اس راہ کے رسم و آئین اگرچہ بے شمار ہیں، لیکن ہر رد و کو دو مسلکوں میں سے ایک مسلک
ضرور اختیار کرنا پڑتا ہے یا قمری و لیل کی آوارگی و شورش، یا شمع کی خاموشی و سوزش:

واللنا فی ما یعشقون مذاہب

اور تجربہ کاران طریق جانتے ہیں کہ دوسری راہ پہلے سے کہیں زیادہ نازک اور کٹھن ہے۔ اس میں
بے قیدی و بے وضعی کی آزادی ہے، اس میں ضبط و احتیاط کی پابندی،

اے وضع احتیاط! یہ فصل بہار ہے

گلابا نگ شوق زم زم سے سچ فضاں نہ ہو

اور معلوم ہے کہ شعلوں کی طرح بھونکا آسان ہے مگر تھوڑی طرح اندھی اندر سلگتا اور حفظ و
ضبط کے سارے آداب و شرائط سے ہمہ برا ہونا مشکل ہے:

عسریاں جتنی خوش سمت، دے زین پیرست

دامان چاک چاک و گریباں دریدہ را

اگر یہ سچ ہے، تو پھر نہ مجنوں کی دشت پیمائیوں پر رشک آتا ہے، نہ فراد کی شورش و کوکھنی پرا
اگر کسی نے عمر بھر دشت و صحرا میں نالہ و زاری کی ہو، تو کی ہو۔ یہاں ایک ایک گھڑی ایک ایک
لمحہ اگر گزر چکا ہے کہ سینکڑوں آہیں اندھی اندھ چلی ہیں۔ ہزاروں شورشیں سینہ کے اندر ہی

تا بغایت ماہر پنداشتیم

عاشقی ہم تنگ و مارے بود عاست

زمانے کو تک جہاں پہنچانا چاہتا تھا، الحمد للہ اب خود اس سے بھی منزلوں کے بھر چکے ہیں۔ اور گوہر ان لہاب تک اسی منزل میں کمریں کھولے بے فکر پڑے ہیں مگر اپنا کاروبار طلب اب کسی دوسری ہی منزل کے آثار سامنے دیکھ رہا ہے۔

مئے کہ می رود امروز در گلوے دو کون

کینہہ جرم نہ شیشہ ہائے دوش من است

اس اشار میں حکم جلا وطنی کی منسوخی کے لیے احباب و مخلصین نے کوئی دقیقہ سعی و تہیر کا اظہار نہ کیا۔ شاید اس قسم کی کوششوں کی پہلی مثال ہے کہ ساڑھے ہزار سے زیادہ دستخطوں کے ساتھ پتہ بھیجا گیا۔ بعض انکاران حکومت، بنگال کے خطوط پچھلے مہینے آئے۔ سچا اور معلوم ہوا کہ غلط فہمیوں کا اعتراف ہے۔ حال ہی میں ایک شخص سے ملاقات کرتے ہوئے خود لاڈ لارہ نکیل نے بھی ایسا ہی خیال ظاہر کیا تھا۔ حتیٰ کہ شام تک منسوخی حکم کے اجرا کی امید دلائی تھی۔ ابتداء میں ان واقعات کا دل پر کچھ نہ کچھ اثر تو ضرور پڑا، لیکن پھر دیکھا تو دلی کی آسودگی اور طبیعت کی واہنگی بہتے تاثر بھی سخت شاق تھا۔

وانم کہ شفیع اند طیبان ہنگی، لیک

مزم کہ نہ محبوب نہ بد، دشمن ریش است

نظارہ حالات مثبت الہی کچھ اور بھی نظر آتی ہے، اور شاید تکمیل کار کی ایک منزل بھی باقی ہے۔ اب کے جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے۔ دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں جس مقام پر مقیم ہوں، شہر یہاں سے کچھ فاصلہ پر ہے۔ رمضان المبارک میں مجھے کے دن جامع مسجد گیا۔ چند صفوں سے زیادہ مجمع نہ تھا۔ لوگوں نے خطبہ دامت کے لیے سخت اصرار کیا۔ مجبوراً خطبہ دینا پڑا۔ ان بیچاروں نے اب تک خطبے کے ہی معنی سمجھے تھے کہ مرنے کی کوئی چھٹی ہوئی کتاب پڑھ دی جائے۔ یہاں مسلمانوں کی تعداد اگرچہ اچھی خاصی ہے، مگر ایک گن گن گشتے میں پڑ جانے کی وجہ سے حد درجہ تباہی و بد حالی میں مبتلا ہیں۔ نماز جمعہ کے بعد سے ایک قوی و احمیہ قلب میں محسوس ہو رہا ہے، کہ اگر حالات طول قیام کا باعث ہوئے، تو یہاں بھی اپنا کام شروع کر دینا چاہیے۔ دنیا نے فراغ و آذادی کے زمانے کے کاموں کا کچھ نہ کچھ غور نہ کیا ہے۔ بہتر ہے کہ جلا وطنی و نظربندی کے بند و قید میں کام کرنے کا بھی ایک نمونہ دکھلایا جاتا، کہ اصلی آزمائش گاہ عمل یہی ہے۔

کچھ ہو رہے گا عشق و محبت میں بھی امتیاز

آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر

یہاں تک لکھ چکا تھا کہ ڈاک لی، اور اخبارات سے معلوم ہوا کہ عزیز مولوی محمد الدین احمد بی۔ اے کو قصور میں تلاشی کے بعد گرفتار کیا گیا ہے۔ شاید نظربندی کا معاملہ پیش آئے۔ ان تمام ایام جلا وطنی میں یہ پہلا دن ہے کہ اس واقعہ کے سننے سے دل کو مضطرب اور مارا کو پرگندہ پاتا ہوں۔

دے دے کہیں نامہ می کردم رقم

کان۔ بجز الدامع معز وجہا مبدم

عزیز موصوف بلکہ ان کا پورا خاندان اپنے خالص ایمانی و جوش اسلامی و ایشارہ و فی اللہ کے اعتبار سے عہد مصلحت کے واقعات زندہ کرنے والا ہے۔ اور علی الخصوص اُس عزیز کے طلب صادق اور استعداد کامل سے تو اپنی چند دیندار امیدیں وابستہ تھیں۔ افسوس، فتنہ حوادث نے اس کو بھی نہ چھوڑا! مجھ اس سے کب انکار تھا کہ میرے پاؤں میں ایک کے بدلے دس زنجیریں ڈال دی جائیں، لیکن دوسروں کو اس میں کیوں شریک کیا جاتا ہے؟ بظاہر عزیز موصوف کا اس کے سوا کوئی جرم نہیں کہ مجھ خاناں خراب سے دم و لہہ رکھتے ہیں۔ سبحان اللہ! اپنی آشتی پروردی اور دوست، نوازی بھی قابلِ تماشہ ہے!

جب تک کوئی اپنا دشمن نہ بن جائے، ہمارا دوست ہی نہیں ہو سکتا!

اے ہم نفساں! آنکھیں، اذمن بگریزید

ہر کس کہ شود ہم بوما دشمن خویش است!

پرسوں ایک عزیز کو خط لکھتے ہوئے یہ باغی ذہن میں آئی تھی:

تھا جوش و خروش اتفاقی ساقی! اب زندہ دلی کہاں ہے باقی ساقی!

مے خانہ نے رنگ روپ بلا ایسا مے کش نکشے رہا، نہ ساقی ساقی!

فَصَبِّرْ حَبِيبُ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاقِيَنِيْ بِهَمِّ حَبِيْبٍ عَاثِلَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

یہ ادراک پریشان کہ دوست عزیز مسطر فہل الدین احمد کے بے حد اصرار سے قلم بند ہوئے! پریشانی طبع و برہمی خاطر کی یاد گاریں۔ اگرچہ کئی بار قصد کیا مگر جمعیت خاطر کا وقت ان کے لیے ہم نہ ہو سکا۔ ابتدا سے اب تک یہ حالت رہی ہے کہ جب کبھی اپنے ضروری اشغال سے کچھ وقت بچا، چند اجزاء لکھ ڈالے اور عزیز موصوف کو بھیج دیتے۔ یہ پورا سلسلہ سامنے رہا، نہ ربط و ترتیب اور تقسیم و تہویب کی مہلت ملی کہ شبیہ انصاف تصنیف و تدوین ہے۔ تمام کتب میں لکھنے میں پڑی ہیں۔ بجز اپنے قلمی مسودات اور ایک نسخہ معصوف کے اور کوئی کتاب ہمراہ نہیں۔ جب یہ تذکرہ لکھنا شروع کیا، تو بعض حالات کے لیے صریح تذکرہ الواسطین، اخبار الاخیار اور طبقات اکبری منگوائی، اور بعد کو منتخب التواریخ بھی لگئی۔ ان کے سوا کوئی کتاب پیش نظر نہیں رہی ہے۔ جو کچھ لکھا ہے، صرف اپنے حافظے کے اعتماد پر لکھا ہے۔ حالانکہ سچ یہ ہے کہ شاید اعتماد زیادہ تھا۔ جا بجا ضمنی مباحث فقہ و حدیث اور تاریخ و سنن کے آگئے ہیں، جن کی تصحیح بغیر رجوع کتب مشکل تھی۔ علی الخصوص امارت کی تحریجات و اسناد کا اس میں سب سے زیادہ احتیاط مطلوب و لازم ہے۔ لیکن افسوس کہ کتاب میں موجود نہیں بلکہ نہ اس کی مہلت کہ اب ایک ایک حوالے کی تصحیح اور ایک ایک حدیث کی تخریج کے لیے کتابوں کے منگوانے کا سرو سامان کر دل۔ پس جو کچھ حافظے میں محفوظ تھا، حوالہ قلم کر دیا۔ بعض امارت کے الفاظ کی نسبت حافظے نے گمراہی دکھلائی، تو وہاں اس کا اشارہ کر دیا گیا ہے۔ اور شاید ایک دو جگہ تخریج کی جگہ غلطی بھی چھوڑ دی ہوگی۔ بایں ہمہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے اس قدر توقع ضرور ہے کہ جہاں جہاں سند و تخریج درج کر دی ہے، شاید تحقیق سے غلط نہ نکلے گی۔ آیات قرآنیہ کے اندراج میں اب تک یہ عادت رہی ہے کہ ہنگام تحریر جو آیات یاد آجاتی ہیں، درج کر دیتا ہوں، اور پھر پروف کی تصحیح میں مراجعت کے بعد سورت و آیات کے نمبر بھی درج کر دیے جاتے ہیں۔ لیکن غلو گل و الافسوس جس میں نمبر ہیں، ساتھ نہیں، اور نہ طبیعت مزید صرف وقت پر مائل اس لیے محض حافظے کی بنا پر سورتوں کا حوالہ دے دیا ہے امید ہے کہ اکثر حالتوں میں صحیح ہوگا۔ سر دست محض ایک عزیز کی خواہش کی تعمیل پیش نظر ہے انطباع و اشاعت مقصود نہیں۔ زمانے نے اگر مہلت دی تو نظر ثانی کے وقت مزید تصحیح و تہذیب ہو جائے گی۔ معذرتاً:

اذا احسست فی لفظی قصوراً یحفظی والبراعة والبیان

فلا تعجل الی لومی، فرقی علی مقدار ایقاع الزمان

دست از ہر کار شست ام، و شیم و گوش از عالم و عالیان بستہ، و بر در دل نشستہ، تا چہ پیش آید و کارم در بکشانید۔ عجب نیست کہ محکم ماخاب من اناب آن چہ ارہ گر بے چارگان و راہ گسے دارگان بجانب خود طلب، و من دیوانہ را سلسلہ شوق در گردن افکندہ شوے خود کشد کہ دست امید بلند است بپائے یقین ارجندا

کانت لفسفی احوام مفرقة فاستجمت، اذ لا تلتک العین احوالی

فصار یحسدنی من کنت احسدت وصرت مولیٰ لمولیٰ اذ صرت مولیٰ

توکت للناس و دنیا هم و دینهم شغلا بمحک یاد دینی و دنیا بی

وَلَا تُخَرِّجُوا آتِیَ الْحَمْدِ یَا رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

سہ ایک برمن اورینٹلسٹ (ORIENTALIST) کا نام۔

لیں۔ درد بن کر آیا تھا، گردن بن کر گیا۔ مرض بھی وہی تھا، شفا بھی اُسی سے ملی۔

تداویٰ من لیلیٰ بلیلی عی الہوی
کما یتداوی مشارب الخمر بالخمیر

علم کا درد اُنہی نے کھولا۔ عمل کی حقیقت اُسی نے بتلائی۔ معرفت کے صحیفے اُس کی زبان پر تھے۔ حقیقت کے خزانے اُس کے دستِ کرم میں تھے۔ شریعت کے حقائق کا وہی معلم تھا۔ طریقت کے نشیب و فراز میں وہی سربراہ تھا۔ قرآن کے سمیڑ اُسی نے بتلائے۔ سنت کے اسرار اُسی نے کھولے۔ نظر اُس نے دی، دل اُس نے بخشا، کون سی شکل تھی جو اُس سے حل نہ ہوئی؟ کون سا الجھاؤ تھا، جاس کی ایک سلجھی ہوئی نظر سے سلجھ نہ گیا؟ کون سی بیماری تھی جس کی دوا اُس کے دارالشفائے نہ مل سکی؟

• شاد باش اے عشق خوش سوداے! اے طیبِ جملہ ملت ہاے!

اے دولے غوث و ناموس! اے تو غلاطون و جالینوس!

اور یہ جو کچھ کہنا، تو یہ نہ سمجھا جائے کہ اپنے مہیوں کو بھی ہر بنا کر دکھانا مقصود ہے جس عالم میں ہر کو بھی ہر سمجھنا معصیت ہو، وہاں عیب کو حسن بنانے کا دم بھی گزرے، تو کفر سمجھا جائے۔ مقصود صرف یہ تھا کہ:

و کم للہ من لطف خفی یدق خفاء عن فہم الذی!

ہاں، یہ ضرور ہے کہ اگر کسی کو اول درجہ کا اپنے ذہن و پاکی کی خشک دامن پر ناز ہو، تو ہم کو بھی اپنی اُس زندگی و ہوسٹائی کی تردید کا کوئی شکوہ نہیں، جس کو عینِ اکیس بائیس کی عمر میں رکھ کر جنونِ شباب کی سرشتوں کا اصلی موسم ہوتا ہے، دونوں ہاتھوں اس طرح چوڑا کر ایک قطرہ بھی باقی نہ چھوڑا۔ کوئی صاف راہ پر دوڑا گیا ہے، تو یا اس کی خوش نصیبی ہی، لیکن ہم بھی اس کو نصیب نہیں سمجھ سکتے کہ کتنی ہی دلدلوں سے پاؤں نکالے، کتنی ہی جھاڑیوں سے دامن سنبھالا، کتنی ہی پتھریں توڑی پڑیں۔ دلوں، امنگوں، امیدوں، ہمتاؤں کے کتنے ہی دفتر خود اپنے ہاتھوں جلانے پڑے، جب کہیں جا کر اس کو چہرے دم لے سکے، جہاں آج اپنے کو پار ہے،

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں

بے فرد ہو، آئے! کرے شکار مجھے

اور پچ پوچھیے، تو فیصلہ وہی ہے جو لسانِ القیام نے کر دیا:

بیا کہ رونقِ اس کا رخ از کم نشور

ز زہرِ ہجو توئی، یا بغسقِ ہجو منی!

باوجودیکہ اس معاملہ پر کال نو برس گزر چکے ہیں، اور رفتہ رفتہ وہ حالت پیش آئی کہ:

فلم یبق منی الشوق، غیر تفسیری فلو شئت ان ابکی، مہکت تفسیرا
لیکن الحمد للہ کہ جو درد پہلے داغ اور پھر زخم بن کر رہا تھا، اب ناشور بن کر جہاں غاؤں دل میں محفوظ ہے، اور امید ہے کہ جیسے محفوظ رہے گا:

الیس وعدت ی قلب الی اذا ما تبیت من لیلیٰ نتوب

نہا انا تائب من حب لیلیٰ فمالک کلاما ذکرت قد قتب؟

۲۳۔ مارچ ۱۹۱۶ء کو گورنمنٹ بنگال نے ڈیفنس ایکٹ کی دفعہ ۳ کی بنا پر حکم دیا کہ ایک ہفتے کے اندر حدود بنگال سے باہر چلا جاؤں۔ اب الحمد للہ اللہ!

رونا کہاں ہوا مجھے دل کھول کر نصیب

دو آنسوؤں میں نوح کا طوفان آگیا

۳۰۔ مارچ کو کلکتے سے کہ سالہا سال کے متصل قیام کی بنا پر بے جا نہیں، اگر وطن کھوں، نکلا اور راجی پہنچا،

نگہم نقب ہی زد بہ نہاں خدادل

حزو باد ابل ریا را کہ زمیں داں رفتم!

اگرچہ اکثر احباب و اقلب آمادہ ہجرتی تھے، لیکن دلِ حمتِ غولہ نے گوارہ دیا کہ اس منزلِ انقطاع کی عزت کو شریکِ رفقا کے داغِ ہستامی سے بڑھانوں، معلوم نہیں دنیا کو چھوڑنا مشکل ہے یا آسان، لیکن الحمد للہ کہ ہم کو دامنِ جہاد کو اٹھ کھڑے ہونے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ ہر چند دل کو ٹھوٹا مگر کوئی علاقہ بھی دامن گیر نہ تھا۔ اور نہ جمیعتِ خاطر و فراخ قلب نے ایک لمحے کے لیے ساتھ چھوڑا۔ کم سے کم انقطاع و جدو کی ایک چھوٹی سی مشق

مہکتی۔ شاید آگے چل کر کچھ کام دے جائے:

بچہ گیرند عیارِ پوس و عشقِ دگر

اس وقت کہ یہ غم نامہ حسرت کھل رہا ہوں، راجی میں شہر سے باہر موبادری نامی ایک گائوں کے قریب تنہا مقیم ہوں:

وبلدۃ، لیس بہا انیس الا یعاقبہ والا العیس

یہ تمام علاقہ ہندوستان کی دشمنی اقوام کا مسکن ہے جو کول، اڈاؤں، منڈا وغیرہ انہوں سے شہرہ ہیں۔ شاید اسی مناسبت سے اپنی وحشت نے بھی یہی مسکن منتخب کیا،

اس خانماں خراب نے ڈھونڈنا ہے کھر کہاں؟

اس گائوں میں بھی تمام تر وہی لوگ آباد ہیں۔ صرت چار پانچ بنگلے چند عمارتوں نے بنالئے ہیں۔ کبھی کبھی گرمیوں میں اگر رہتے ہیں۔ انہی میں سررہندہ نامہ ٹیگور شہور بنگالی شاعر کا خاندان بھی ہے اور ایک چھوٹی سی پہاڑی پر آباد ہے۔ کارساز قدرت کی کبھی کبھی کچھ عرب کرشمہ سازیاں ہیں، ایک مدت سے جس فرارغ خاطر اندازِ ادبی فکر و عمل کو طبیعت ڈھونڈتی تھی مگر اشغال و علائق کی کثرت سے نہیں ملتی تھی، جتنی کہ اس کی وجہ سے صحبتِ جسمانی نے بھی جواب دے دیا تھا، اب ملی بھی تو کس جیس میں! دنیا نے جلا وطنی اور نظربندی کی خبر سنی اور دل نے غلوت گزشتہ دو گزشتہ گری کی دولت و سعادت پائی! بابلنہم لانیو! الرخنة، فکلاہر صرت قبیلہ القباہ!

بیگانہ جہاں ہمیں عزالت نے کر دیا

کچھ کچھ کسی کسی سے ملاقات رہ گئی

اسی اشار میں رمضان المبارک کی برکات و نعمت کا درد و ہوا، اگرچہ نمازِ جماعت کی کیفیت، انجن طراز اور جامعہ تراویح و سراج تلاوت کی لذت، دل نواز سے پہنچے عمریں پہلی مرتبہ محرومی رہی، اور اس لیے ابتدا کے دو چار دن ایک گونہ انتہائی و دل گرفتگی میں بسر ہوئے، لیکن اس کے بعد ہی تمام غلوت و انزوا کی کیفیتوں اور انجن و غلوت کی خود رقصیوں کا عالم کچھ اس طرح طاری ہوا کہ دنیا جہاں کی ساری صحبتوں اور انجنوں سے دل بے پردا ہو گیا۔

علی الخصوص عشرۃ اخیر کی شب ہائے تنہا اور بعد ازلے انتظار کی بخششوں اور کامرانیوں سے دل نے جو جو سلوس پائیں، اور چشم و گوش نے لطف دید و ندقِ سماع کی جو جو تہیں ٹوٹیں، دنیا کی کوئی زبان ان کی ترجمانی کر سکتی ہے، نہ سماعِ استعدادِ سماع نکلتا ہے، البتہ حسرت رہی تو یہ کہ کاش پوری زندگی کی مسرت کسی طرح ان دس راتوں میں آجاتی، اور ساری عمر اسی عالم میں بسر کر جاتے:

شب وصال بہت کم ہے ماساں سے کچھ

کہ جوڑ دے کوئی کھوکھلا شبِ جدائی کا!

اس علاقہ کا ہر گوشہ ایک جہاں کی کیفیت نکلتا ہے۔ بزم و صحبت کی ادب آمیزیوں کا تقاضا ہوتا ہے کہ ایک ایک گھونٹ کی لذت کے گرام خالی کیجیے، تو بے رستوں کی جیسے تیاں چااتی ہیں کہ کسی گوشے میں چپ کر پڑی مری منہ سے لگا لیجیے۔ بزمِ داغ میں کی پرستش نہایت و ذریعہ نگاہی کا کچھ ایک لطف ہے، اور غلوت و تنہائی کے راز و نیاز کا کچھ ایک عالم ہے اگرچہ اس دورِ مری حالت سے بھی طبیعت کو بیگانگی و نا آشنائی نہ تھی تاہم مسلم ہوتا ہے کہ ابھی یہ مسئلہ سمیت کچھ محتاجِ تکمیل تھا، اور توفیقِ الہی نے لبِ جلاوطنی کی حوائج کا کس کا قریہ بنادیا۔ الحمد للہ کہ صبح سے شام تک اس شہم سے کسی کچھ کوئی مسافرت نہ ہو سکتی تھی۔ سچا درد کوئی منظرِ شغریہ نہیں ملتا تھا۔ غالب و قسرتِ قنایتِ حرمِ صرت ہوتا ہے کہ ہم ترکِ کتاب عزیز و شہبِ مطہر کی طرح و تفسیرِ ششک میں اس سے جس قدر ہلتا سکتے ہیں وہ بھی نہایت نہیں جاتی۔ میدانِ دور دور تک میں اور ہزار چاندوں طرف:

و اخر جرحہ بین البیوت، لعلی

احد شعث النفس فی السرخالی!

عجب کھار بار ہے کہ سعی و طلب کام نہیں دیتی اور لطف و بخشش ہی کی ہر طرف مکرانی نظر آتی ہے! ان چند مہینوں کے اندر خود بخود کتنے چھٹے دروازے کھلے، اور اکثر ایسا ہوا کہ احکام بدلنے پڑے اور کتنے ہی پچھلے فیصلے معطل ہو گئے۔ جن کاموں کو آج تک فدا پرستی سمجھا کرتی تھی، کامیاب ہو کر تاناں تھے، اب دیکھا تو وہ بھی بہت پرستی سے خالی نہ تھے۔ طاق و دیوارِ اسنام پرستش سے خالی ہو گئے، مگر حیب و استین کی کبھی خبر نہ لی!

لَا تُقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَن يَمُوتْ يَدِينُوا بِاللَّهِ الْعَلِيمِ

جلد اول

اِسْتِثْنَاءُ

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میر رسول غرضوی
اساتذہ کرام اسلام آباد

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جو حق جہاد کرنے کا ہے۔ اس نے تم کو تمام دنیا کی قوموں میں سے برگزیدگی اور امتیاز کیلئے چن لیا۔ پھر جو دین تم کو دیا گیا ہے، وہ ایک ایسی شریعت فطری ہے جس میں تمہارے لیے کڑی رکاوٹ نہیں۔ یہی ملت تمہارے مورث اعلیٰ اور اعلیٰ خلیل کی ہے، اور اس نے تمہارا نام "مسلمان" رکھا ہے، گزشتہ زمانوں میں بھی اور اب بھی۔ تاکہ رسول تمہارے لیے، اور تم تمام عالم کی ہدایت اور نجات کے لیے شاعد ہو۔ پس اللہ کی رشتے کو مضبوط پکڑو، جان اور مال دونوں کو اس کی عبادت میں لٹاؤ، وہی تمہارا ایک آقا اور مالک ہے اور پھر جسکا خدا مالک و حاکم ہو، اسکا کیا اچھا مالک ہے اور کیسا قوی مددگار!

و جاهدوا فی اللہ حق جہادہ، و ما جعل علیکم فی الدین من حرج، ملۃ ابراہیم، ہو سماکم المسلمین من قبل و فی ہذا، لیکن الرسول شہیدا علیکم، و تكونوا شہداء علی الناس، فاقیموا الصلوۃ و اتوا الزکوۃ، و اعتصموا باللہ، ہو مولاکم، نفعم المولین و نعم النصیر! (۷۸: ۲۲)

ابوالکلام آزاد

۱۰ مارچ ۱۹۵۸ء

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک میں آستیں نہیں ہے
زمین کی رونق چلی گئی ہے، اُفتی پہ مہر نہیں ہے
تری جدائی میں مرنے والے وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تری مرگ ناگہان کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

اگرچہ حالات کا سینہ، اسیر گرداب ہو چکا ہے
اگرچہ منجھار کے تھپیڑوں سے قافلہ ہوش کھو چکا ہے
اگرچہ قدرت کا ایک شہکار آخری نیند سو چکا ہے
مگر تری مرگ ناگہان کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

کئی دماغوں کا ایک انسان، میں سوچتا ہوں، کہاں گیا ہے
قلم کی عظمت اُجڑ گئی ہے زباں سے دور بیاں گیا ہے
اُتر گئے منزلوں کے چہرے امید کیا؟ کارواں گیا ہے
مگر تری مرگ ناگہان کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

مجھے یقین ہے، کنارِ جہنم سے پھر کوئی سلسلہ اُٹھے گا
گئے زمانے کی یادگاروں سے اک نیا ولولہ اُٹھے گا
جہاں جہاں ہم فنا ہوئے ہیں وہاں وہاں قافلہ اُٹھے گا
مگر تری مرگ ناگہان کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

ہماری مٹی، نئے زمانہ کے معبدوں میں اذان دے گی
ہمارے پرچم کی سر بلندی کو یہ زمیں آسمان دے گی
ہمارے اجسام پر جو مٹی ہے خاکِ دہلی نشان دے گی
مگر تری مرگ ناگہان کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

یہ کون اٹھا کہ دیر و کعبہ شکستہ دل، خستہ گام پہنچے
جھکا کے اپنے دلوں کے پرچم، خواص پہنچے، عوام پہنچے
تری لمحہ پر خدا کی رحمت، تری لمحہ کو سلام پہنچے
مگر تری مرگ ناگہان کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

(موتاً محض ملاپ لکھے تھے)

شوہر کا شہر

قیمت ۲۰

لنڈن شورش کا شہر

جلد ۱۱ شماره ۱۰

طہار

صفحہ نمبر		صفحہ نمبر	
	(ع)		الجهاد
۱۵ ۳	شیخ عبد العزیز شاربش	۱۸ ۵	جنگ یورپ و ترکی
۱۱ ۱۱	عثمانی طلبہ اور حوش ملت پرستی	۲۰ ۱۳	جنرل ابلیس اجماع
۹ ۵	عید الفطر	۲۰ ۱۵	الجهاد الجهاد
۱۹ ۵	عید اضحیٰ (۲)	۲۱ ۳	(یزیداشی) جارید بک
۲۰ ۵	(۳)	۲۳ ۵	
۲۱ ۵	(۴)	۱ ۱۱	
۲۲ ۶	(۵)		(چ)
۲۳ ۴	عقل سلیم سے التجا (۱)		چٹلجا میں ایک شب (۱)
۲۴ ۱۱	(۲)		(۲)
۸ ۱۰	(جناب مولوی) عبد الحق صاحب حقی کی مراسلت		(ح)
	(ف)		العرب فی الاسلام
۲ ۸	فرہاد بک	۲ ۵	حب الدینا راس کل خطیئة
۱۴ ۱۴	فرانس میں ایک اٹالین ہوائی جہاز	۱۲ ۴	حکم تعظیم و تکریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
۱۸ ۱۳	(السیدۃ) فاطمہ بنت عبد اللہ	۱۴ ۱۱	حق اخوت یا جہاد
۱۸ ۱۵	فرمان سلطانی	۲۲ ۳	خمس میں ایک فتم عظیم
	(ق)	۲ ۱۰	خلیل بک کمانڈر خمس کے خیمے کا پاسبان
۲ ۳	قسطنطنیہ میں ہجوم مشکلات (۱)	۸ ۱۳	
۲ ۱۵	(۲)		(د)
۳ ۴	(۳)	۲ ۱	دشوارہ سفر
۴ ۷	(۴)	۴ ۱۴	دس عربوں نے ایک اٹالین مورچے کو درہم پرہم کر دیا
	قوم کے ایک مشہور صاحب ریاست کی مراسلت کے	۱۲ ۱۳	درا گست کا معرکہ زوارہ
۳ ۱۳	متعلق چند ملاحظات	۱۷ ۱۴	دعوت اصلاح مسلمین و اتحاد اسلامی
۱۳ ۳	قند مکرر	۲۰ ۹	(بقیہ نمبر ۱۷)
۱۳ ۵	القسطاس المستقیم (۱)	۲۲ ۱۳	دنیا کی ایک بہترین مگر مظلوم قوم
۱۴ ۵	(۲)	۱۷ ۱۲	قیچہ کی تباہی
۱۵ ۵	(۳)		(ر)
۱۶ ۵	(۴)		رجال الغیب
۱۶ ۱۰	القتال اور الشرف و الاستقلال		(ز)
۲۴ ۶	قسطنطنیہ کی حالت	۴ ۱۲	زوارہ کے عثمانی کیمپ کے افسر
	(ک)	۷ ۲	زندہ دلوں کا وطن
۳ ۱۳	(مرسیر) کرلیورا مالک انیل کی واپسی		(س)
۴ ۱۰	کامریڈ کی ممالک اسلامیہ میں مقبولیت	۲ ۱۵	سردار پھر چونک پڑا
۲۰ ۱	کفر از کعبہ	۶ ۱۱	سول سرورس کمیشن
۲۰ ۲	کلکتہ میں عید اضحیٰ	۸ ۱۴	سرزمین طرابلس کے معجزات
۲۲ ۱۵	کامل پاشا کا اپنے دوستوں سے شہ	۱۸ ۱۲	سکرپٹری مسلم لیگ کمیٹی کی خدمت میں کھلی چٹھی
۲۴ ۲	کانپور کی چٹھی پر چند ملاحظات		(ش)
۲۴ ۱۴	کانپور سے ایک چٹھی اڈیٹر کے نام	۱ ۲۰	شرکت پاشا کا استعفاء
	(گ)		(ص)
۱۴ ۱۲	گذشتہ اسلامی دارالعلوم و مسئلہ الحاق	۱۱ ۵	صبح امید (۱)
۱۱ ۱۱	لکھنؤ سے ایک گمنام چٹھی	۱۲ ۵	(۲)
۱۳ ۱۴	لکھنؤ سے ایک دوسری گمنام چٹھی	۱۵ ۱۰	صفحہ من صفحات التاريخ
۱۶ ۱	لڑائی کی اغلب در	۱۸ ۱۵	ملحنامہ اٹلی و ترکی
	(م)		(ط)
۱ ۴	المدائح العظیم محمد رشید رضا الحسینی (۱)	۱ ۱۳	طرابلس کا پیغام
۲ ۶	(۲)	۳ ۱۵	طرابلس میں افغانی و کردی و التئیر
۳ ۷	(۳)	۲ ۱۵	طرابلس میں کارٹوس اور بارود کا کارخانہ
		۲۴	طلبائے یونیورسٹی کے پانچ خاص لیکچر

جلد اول

لال

—(*)—

فہرست مضامین نشر

بترتیب حروف تہجی

صفحہ نمبر

۲۲ ۸
۲۲ ۱۱
۲۰ ۱۹
۲۲ ۱۲
۹ ۱۳
۱۲ ۱۲
۱۳ ۱۵
۹ ۱۵

انگلستان و اسلام (۱)

(۲) "

احیاء دعوت قرآنی و مقتضیات حالہ

انکشاف حقیقت

(حضرت شیخ) احمد السنوسی کا مشہور جہاد

(حضرت شیخ) احمد السنوسی کا روزِ جہاد میں

(حضرت شیخ) احمد السنوسی کا درود

ادھم پاشا کمانڈر طبرق

(ب)

(جنرل) بوتہ

بیسویں صدی کی مسیحی تہذیب کا ایک صفحہ

بلغاری فترحات کی تکذیب

بلغاریا کے مظالم

بلغاریا کی جنگی تیاریاں

بانی فساد کون ہے؟

(پ)

پونا کی اردو کانفرنس

پنجاب کے اسماعیلی ہندو

پنجاب کے نو مسلم جو لوکیوں کو ترکہ نہیں دیتے

(ت)

تمہید افتتاحی

تعمیر بصرہ

تار عنکبوت

تمدن خطرہ میں (۱)

(۲) "

تزالحم احزاب و تصادم اغراض

تقریر مسئلہ اسلامی پر (۱)

(۲) "

تقریر العرب

ترکوں کو ایک شیطانی دھوکا

ترکی افسروں کی جانبازی

ترکی کے موجودہ کوائف

ترکی اور بلغاریا کی فرجی طاقت کا مقابلہ

(ج)

جزائر ایجیئن

جہل و العند

۱۰ ۱۵

۱۵ ۲

صفحہ نمبر

۱ ۳

۱ ۱۶

۱ ۹

۲ ۱۱

۲ ۱۶

۳ ۱۴

۳ ۱۵

۵ ۴

۶ ۴

۷ ۸

۳ ۹

۴ ۱۳

۵ ۹

۵ ۱۰

۷ ۱۳

۹ ۹

۱۰ ۱۳

۹ ۱۲

۱۰ ۲

۱۰ ۱۴

۱۲ ۲

۱۲ ۳

۱۲ ۱۱

۱۳ ۲

۱۳ ۲

۱۴ ۸

۱۵ ۸

۱۵ ۴

۱۸ ۸

۱۹ ۸

۲۰ ۳

۲۳ ۱۶

۲۴ ۱۰

صفحہ خاص ۲

۲۱ ۱۱

۲۰ ۱۱

(الف)

اعتذار

الشیخ الشریف احمد السنوسی

ایک عربی قیدی کی سرگذشت

الذیل قاہرہ کا تار بنغازی کے معرکہ کی نسبت

الہلال کی قیمت

ایک کردی والنٹیر کی میدان جہاد سے واپسی

آلات جنگ

الامر بالمعروف والنہی عن المنکر (۱)

(۲) "

(۳) "

البطل العظیم الغازی انور بک (۱)

(۲) "

(۳) "

(۴) "

(۵) "

ایڈیٹر کامریڈ کی پہلی چٹھی

ایڈیٹر کامریڈ کی دوسری چٹھی

ایڈیٹر کامریڈ کی پہلی چٹھی کا جواب بہ عذران عرض حال

ایڈیٹر کامریڈ کی دوسری چٹھی کا جواب

ابراہیم ثریا بک

امبروار و رابطہ

اسلام کی روح حریت

آیۃ من آیات الملیہ

ایک اور خیال

ابتلاء مرضات اللہ

آزادی رائے (۱)

(۲) "

ایک ضروری نکتہ

الاسلام و الإصلاح (۱)

(۲) "

(۳) "

ایک چرکسی والنٹیر کی معیر العقول شجاعت

اگر جنگ عالمگیر ہو تو کیا ہوگا

لہذا حقیقت (۱)

(۲) "

ایک ہراسرار طلسم

فہرست تصاویر

—○(۰)○—

صفحہ نمبر

صفحہ خاص ۱۳	شہداء عجم
۴۳ ۴	شٹلجا میں ایک عثمانی مشین گن
۵ ۱۵	طرابلس میں اٹالین گھڑبک کا ایک خونی منظر
۵ ۱۳	طبرق کا حملہ
۵ ۱۲	طرابلس کے جلا وطن اٹالین جہاز میں
۷ ۱۴	طرابلس میں اٹالین مشین گن
۸ ۱۴	طرابلس کے اٹالین کیمپ کی فوجی حالت
۱۴ ۱۶	طرابلس میں نا کم اٹالین ریلوے لائن
۱۴ ۱۵	طرابلس میں اٹالین ہوائی جہاز
۱ ۱۳	عزیزہ میں عثمانی کیمپ
۳ ۹	عزیزہ کے عثمانی کیمپ میں شفاخانہ
۴ ۴	عثمانی ہوائی جہاز کی رسم افتتاح
۱۳ ۱۴	عزیزہ میں مجلس یوم الذہب
صفحہ خاص ۱۸	الشہید فی سبیل اللہ : علی نظمی بے
۱۶ ۱۰	عبد الرحمن بک موجودہ وزیر مالیہ
صفحہ خاص ۲۰	کمانڈر عبد اللہ پاشا
۲ ۸	فرہاد بک اور شیخ القبائل
۳ ۸	فتحی بک سابق قنصل تیونس
۱۵ ۱۴	فاق بک
صفحہ خاص ۱۸	السیدۃ فاطمہ بنت عبد اللہ
۲ ۸	ڈاکٹر کریم ثباتی بک
۱۳ ۵	کامل پاشا رئیس مجلس شورا عثمانی
۱ ۵	المصلح العظیم السید محمد رشید رضا الحسینی
۱ ۴	حکیم الامہ شیخ محمد عبدہ
۱۴ ۴	مراکش کا بے تاج و تخت حکمران
۴ ۳	محمود شرکت پاشا اسپیکر دے رہے ہیں
۱۳ ۱۴	منصور پاشا مبعوث بنغازی
صفحہ خاص ۱۴	مقدونیہ کے فوجی افسر
۱۵ ۱	سلطان محمد فاتح کا قسطنطنیہ میں داخلہ
۱۶ ۹	مرقع حیات
صفحہ خاص ۱۹	مرقع اضحیۃ عید
۲۰ "	غازی محمود مختار پاشا
۱۶ ۴	ہز ایکسیلنسی ناظم پاشا
۲۱ ۱۶	نقشہ دولت عثمانیہ ریاستہائے بلقان
۲۳ ۴	نویں صلیبی جنگ
۹ ۷	راہی غیر فی زرع ایلم حج میں
صفحہ خاص ۲۰	یونانی جہاز ترکی افسروں کے قبضہ میں

صفحہ نمبر

۳ ۹	ایک عثمانی پیا مبر اٹالین کیمپ میں
۴ ۹	ملازم احمد خیری بک
صفحہ خاص ۷	غازی انور بے
صفحہ خاص ۱۲	غازی انور بے مع حملہ درنہ
صفحہ خاص ۲۲	غازی انور پاشا عربی لباس میں
۹ ۱۶	اٹالین ہرنسوں کا غول
۹ ۱۵	ادھم پاشا کمانڈر طبرق
۱۰ ۱۵	اٹالین ہوائی جہاز بنغازی میں
۱۰ ۱۴	ابراہیم گریا بک
۱۱ ۱۱	احمد حلمی بک
۱۲ ۱۲	اٹالی کی بیرت پر گولہ باری
۱۴ ۱۳	ایک پانزدہ سالہ عثمانی مجاہد شہید
۲۳ ۳	ڈاکٹر انصاری کا طبی وفد
۲۴ ۴	ایک شیر، جسکو دھو کے سے زخمی کیا گیا
۲ ۱۲	بیرت پر گولہ باری
۲ ۱۱	برقہ کے عثمانی کیمپ کا شفاخانہ
۷ ۱۳	برقہ کے معرکے کا ایک منظر
۱۵ ۱۶	بنغازی کے جدید مورچے
۲۴ ۴	بلغاریا کی پانچ عورتیں
۳ ۴	توفیق پاشا سابق سفیر لندن
۵ ۸	ترکستان کا امیر المحسنین
۲۴ ۳	ترکی بحری فوج کے چٹلجا میں جنگی کار نامے
۱ ۱۰	یوزباشی جبار بک
۳ ۳	السید جمال الدین الافغانی
۵ ۳	جہاز مدینہ میں شہنشاہ انگلستان اور ترکی وفد
۲۲ ۵	جامع فیلی پولی کے دیوان معزاب و منبر
۲۲ ۵	جامع طرابلس پر علم صلیب
صفحہ خاص ۲۰	چند ترک لڑکوں کا کھیل اور بدحواس یونانی
۸ ۱۳	خلیل بک کمانڈر خمس
۱۳ ۱۴	خلیل بک سابق صدر مجلس مبعوثین
۵ ۸	وزارہ کا کمانڈر مرسی بک
۴ ۶	وزارہ کا عثمانی کیمپ
۱ ۱۴	شیخ سلمان بارونی مع جماعت مجاہدین
۲ ۱۲	شیخ سلمان بارونی بنغازی کے معرکہ میں
۲ ۹	شیخ سنوسی کا مقدس علم جہاد
۴ ۱۰	ساحل بیرت پر گولہ باری
۱۹ ۱۰	سرریا کے فوجی دھمے اور مورچے



صفحہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۴	۱
۲	۲
۶	۳
۱۵	۳
۱۴	۴
۱۵	۴
۱۳	۵
۱۲	۵
۱۵	۵
۱۲	۶
۳	۴
۱۱	۶
۶	۷
۳	۸
۱۲	۱۳
۱۳	۱۶
۱۱	۴
۲	۹
۱۱	۷
۴	۱۲
۱۴	۱۳
۳	۱۴
۴	۱۴
۲	۱۵
۶	۲۴
۱۵	۱۴
۶	۱۶
۱۱	۱۹
۱۳	۲۱
۱۴	۲۱
۱۵	۲۱
۱۳	۲۴
۱۱	۲
۷	۴
۶	۵
۳	۷
۶	۸
۱۶	۱۵
۲	۱۸
۶	۱۹

(د)

واقعہ خمس کی سرکاری تفصیل
وزارت کا اظہار اعتماد
وزارت کا استعفاء
وفاداری کا وعظ
رتہ امامت کی جدید تقسیم
عالی جناب نواب وقار الملک قبلہ

(ه)

ہلال احمد کی راپسی
ہندوستان کے مجاہدین طرابلس میں
ہندوستان میں یون (اسلام)
الہلال کی قیمت
الہلال کی پولیٹیکل تعلیم
الہلال کے مقاصد : پولیٹیکل تعلیم کی نسبت ایک خط
اور اس کا جواب
الہلال کی توسیع اشاعت کے متعلق ایک لطف مرما
کی مراسلت
الہلال کے اصلی مخاطب
الہلال کی پہلی ششماہی جلد کا اختتام
ہلال و صلیب
ہمارے قومی صلاحکار

(ی)

یا قومنا اجیبوا داعی اللہ !!
یا لاسف و یا للعار !!
یونانیوں کی سرفرشی

حصہ نظم

— * —

ترکیب بند

جزر مد

خطاب بہ رائے انریبل مسٹر امیر علی صاحب

شہر آشوب اسلام

فغان مسلم

مسلم لیگ

مسئلہ الحاق

یونیورسٹی

یونیورسٹی و الحاق

(ن)

النیل قاہرہ کے نام تار اور بنغازی میں معرکہ
مولانا نذیر احمد صاحب مرحوم و قریبائے علیحدہ عالم
نظرے خوش گذرے
نشہ شام کی نصف شب (۱)
(۲)
نئی جنگ کی پہلی منزل
الذباء العظیم (۱)
(۲)



لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا إِنَّا نَكْتُبُ لَكُمُ الْآخِرَاتِ الْأُولَىٰ

احسان لال

ششماي - ۱۷ آه

ايت تهته وار مصور ساله

قيمت سالانه - ۸ روپه

نمبر ۱

کالکته : ۱۳ جولائی ۱۹۱۲

جلد ۱



(مضامين)	(فهرس)	(تقاوير)
تمهيد اقتصادي	۱	السيد جمال الدين الافغانى
مقالات	۲	شيخ محمد عبده المصرى
ناموران خنزوة طرابلس	۶	سيد محمد رشيد رضا الحسينى
كارزار طرابلس	۱۳	يوز باشى جاويد بك
افسانه عجم	۱۹	شيخ سليمان بارونى مع جاعت مجاهدين
اقصاء مغرب	۲۰	(عزيزيه) مين عثمان كيمپ

تفسیر احمد القرآن (اردو)

جلد ۱۰ میں

تالیف: بحر علوم القرآن حضرت علامہ سید میر علی رحمۃ اللہ علیہ مترجم فتاویٰ عالمگیری و ہدایہ
مکمل تفسیر دستیاب ہے

اس تفسیر کی خصوصیات اور محاسن و کمالات بیان کرنے کیلئے بیسیوں صفحات بھی کافی ہیں المختصر یہ کہ تفسیر ایک ایسا گلدستہ ہے کہ جو کہنے کو تو تفسیر ہے لیکن درحقیقت بیک وقت جامع تفسیر ہزار ہا احادیث و آثار کا ترجمہ اور بہترین شرح حدیث ائمہ اربعہ کے فقہی مسائل کے تنباط و استخراج اور ان کے طرق استدلال کا انمول خزانہ گنجینہ علم کلام معدن سلوک و معرفت ہزاروں ہزار مواعظ کا مجموعہ نیچریت رضی عنہما اور خارجیت کا مکمل مدلل اور حسن و عقائد و اعمال طحیحہ کا پیمانہ صحابہ کرامؓ تابعینؓ ائمہ محدثینؓ و مجتہدینؓ کے مسلک و مشرب کا بطریق ترمذی شریف آئینہ اور شنگان علم معرفت و متلاشیانِ اہ حق کے لیے فیض کا ایسا سرچشمہ ہے جس سے ہر کوئی اپنے اپنے ذوق و نظر اور ظرف کے مطابق سیراب ہو سکتا ہے۔

عبد الماجد دریابادی مفسر قرآن (اردو و انگریزی) کی رائے: ”عربی کی مشہور و متداول تفسیروں کا بحر اس میں آگیا ہے۔“
ناشر اول نے نصف صدی قبل بجا لکھا تھا: ”تفسیر مویہب جس کا مثل و نظیر نہ اب تک ہوا ہے اور نہ غالباً آئندہ ہوگا۔“
کوئی صاحب یا انجمن خرید کر اپنے خطیب صاحب کو ہدیہ دیں رعایتی قیمت مع محصول ڈاک و پیسٹی ۵۰ روپے رقم بذریعہ ڈرافٹ بہترین جلد، آفسٹ پیپر
مدارس سے خصوصی رعایت مع محصول ڈاک وغیرہ ۵۶۰ روپے

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ ۳۲ شاہ عالم مارکیٹ لاہور

ومن اياته يريكم البرق خوفاً وطمعاً . وينزل من السماء ماءً
فيحيى به الارض بعد موتها . ان في ذلك لآيات لقوم يعقلون
(۲۴ : ۳۰)

اگرچہ وہ تمام موانع جنکا تعلق خود میری زندگی
سے تھا . اب بھی بدستور قائم ہیں . اور شاید مشیت الہی
یہی ہو کہ آخر تک قائم رہیں . لیکن الحمد للہ کہ کام کی
مشکلات ایک حد تک ختم ہو چکی ہیں . اور اگر راہ کاٹوں سے
خالی نہیں ، تو پائوٹ بھی اب زخون اور آبلوں کو عادی
ہو گئے ہیں . فرصت و جہیت کا انتظار کب تک . اور عقا
کی جستجو میں صحرا نوردی تا بکی : برسوں اس تلاش محال
میں صرف کر دیو . اور ہمیشہ ناکامی کو ہاتھ کامیابی
کو پیغام بھیجا .

این رسم وراہ تازہ ز حرمان عہد ماست
عقا بروزگار کسی نامہ بر نبود

ہمارے وہ احباب . جنکو اس ارادے کا علم تھا مگر
ہمارے حالات کا علم نہ تھا . ان گذشتہ سالوں کو اندر طرح
طرح کو خیالات و ظنوں سے ذعنہ زن رہو . بعضوں نے
اس متصل تا خیر کو طبیعت کی بے استقلالی و نلون مزاجی
کا نتیجہ سمجھا . پھوٹ نے قوت ارادی کو ضعف سے اسی
منسوب کیا . اور بعض نے تو فیصلہ ہی کر دیا کہ فکر و
تصور سے زیادہ اس ارادے کی قسمت میں اور کچھ نہیں ہے
لیکن : وما لهم به من علم ، ان يتبعون الا الظن . و ان
الظن لا يغني عن الحق شيئاً ۳ : ۳ ولوا أنهم صبروا حتى تخرج
اليهم لكان خيرا لهم ۴۹ : ۶ و لكن اكثر الناس لا يعلمون
(۴۸ : ۵۸)

گردیدو برائیم ز گرداب . میزدیش
کاندر طلب گوهر نایاب نشستم

« الملال » کی اشاعت ہمارے قدیمی ارادوں کو سن کر
آغاز ہو ، اور فضل الہی سے امید ہو کہ اب بہت جلد اپنے
ارادے کو اعمالِ مہمہ میں مصروف ہو سکیں گے ، ایک
اردو ہفتہ وار رسالہ کی اشاعت کیلئے برقی طاقت سے چلنے
والی مشینوں کی ضرورت نہ تھی ، اور نہ کسی وسیع پیرس
کو متعلقات و آلات کی ، اور نہ ایک اردو کا ہفتہ وار اخبار
ملك کی موجودہ حالت کو لحاظ سے اتنی حیثیت پیدا کر سکتا
ہو کہ کسی بڑے پیرس کو اپنے اعتماد پر قائم رکھ سکے .

فیصلہ کرتی ہو . اور معرفت الہی کا ایک بڑا سبق انسان
عزائم کی شکست ہو . عرفت ربی بفسیح العزائم یہ
پورے چہ سال کا زمانہ جن واقعات و حوادث کو ساتھ
گذرا اسکی تحصیل ایک داستانِ ذویل ہو . جسکا دھرانا
ساید بے نتیجہ نہ ہو لیکن بے لطف تو ضرور ہو . اس الم کدہ
حیات میں مرحلہ جو گذرتا ہو . نہیں معلوم کتنی زندگیوں
کو الام و مصائب کی داستانیں اس میں ختم ہوتی ہیں . اور
کتنی شروع ہوتی ہیں ، کارخانہ عالم کی محنت پسندی کا یہی
قانون ہو . اور انسان شکایتوں کی آسو پروا نہیں . پھر ان
لا تعدو لافحصی زندگیوں میں سے سرف ایک بے اثر زندگی کی
نا کامیوں کی کہان سنو و انون کیلئے کیا دلچسپ ہو سکتی ہو :

زندگی کی مشکلات اور مصائب کا سلسلہ ہمیشہ غیر
منقطع رہا ، ناگہانی حوادث کو پیہم حملوں نے کبھی دم لہنو کی
مہلت نہ دی . علائق کی زنجیریں . جو پیشتر بھی کچھ کم
وزن نہ تھیں . شاید دل کی وارستگی کو جڑھٹا دیکھ کر اور
زیادہ بھاری کردی گئیں . جن افکار و ترددات کا تصور
بھی طبیعت پر شاق تھا . زمانہ کو حکم سے برسوں اس میں
کاٹو بڑے . صحت و تندرستی . جسکو بغیر حیات جاوید کو بھی
کوئی قبول نہ کرے . وہ روز اول ہی سے ایک لب مرگ اور
سریع النہا زندگی کو ساتھ دی گئی تھی اور جتنی کچھ
بھی تھی . اس نے بھی دائم المرضی سے غالباً ہمیشہ کیلئے جگہ
بدل لی . پھر ان سب سے زیادہ اُمید و انتظار کو دو متضاد
عنصروں کی آمیزش تھی . جن میں سے ہم ایک کا تقاضا
دوسرے کا مخالف تھا . انسان کی ساری مصیبتیں اُسکی اُمید
پرستی کا نتیجہ ہیں . اور فی الحقیقت یاس میں کامیابی سے بھی
بڑھ کر سکون ہو . مشکل یہ تھی کہ اُمید کی روشنی بجھنے کی
جگہ دھیمی کردی جاتی تھی ، اور یاس و یم کو دامن کو
ہوادینو کی اجازت نہ تھی ، منزل مقصود گو ہمیشہ دور رہا .
مگر نظروں سے کبھی غائب نہ ہوا . اور قافلہ گو نظر نہیں آیا ،
مگر صدائے جرس نے ہمیشہ اسکو وجود پر شہادت دی . میں
اگر قافلہ و منزل کا ذکر کرتا تھا ، تو غلط نہ تھا . لیکن
رفیقان بے خبر ہنستے تھے کہ منزل کا نشاٹ اور قافلہ کا پیش
خیمہ کہاں ہو ؟

من گنگ خواب دیدہ و عالم تمام کر
من عاجزم ز گفتن و خلق از شنیدنش

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا إِنَّمَا الْأَعْدَاءُ أَلْفٌ وَفِيكُمْ أَكْثَرُ الْمُؤْمِنِينَ
وَالْقَلِيلُ مَعَ الْكَثَرِ

اِسْتِغَاثَةُ

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کراچی

قیمت سالانہ
۸ - روپیہ - ششماہی
۴ - روپیہ ۱۲ آنہ

ایک ہفتہ وار مصور سالہ

جلد ۱

۱۳ جولائی ۱۹۱۲ ع

نمبر ۱

میں ہیں۔ عالم بیداری کا ایک خواب ہی سمجھنا چاہئے، کامل
چہرہ برس اسکی تصویر کی عشق آمیز جستجو میں صرف
ہو گئے، امیدوں کی خلیں۔ اور ولولوں کی شورش تو ہمیشہ
مضطرب رکھا اور یاس و قنوط کا عہوم بارہا حوصلہ و
عزم پر غالب آ گیا لیکن الحمد للہ کہ ارادے کا استحکام
اور توفیق الہی کا اعتماد ہر حال میں ہائیہ بخش تھا۔
یہاں تک کہ آج اس خواب عزیز کی تصویر عالم وجود میں
پیش نظر ہو: هذا تاویل رؤیای من قبل۔ قد جملہا وب
حقا (۱۲: ۱۰۲)۔

اگرچہ ایک ہفتہ وار اخبار کی اشاعت اردو برس کی
موجودہ حالت کو لحاظ سے اسقدر ارزان اور سہل کام ہو، جسکو
تو چہ ہفتہ کا انتظار بھی شاید ضرورت سے زائد فرصت
ہو، ایک زود نویس کاتب کا اوزان وقت جار پتھر اور
ایک کاتب کا دست برس یہ ہیں ضروری اجزا ہیں۔ جسکو
جمع کر لینے کو بند اردو اخبار کا دفتر بالکل مکمل ہو جاتا
ہو لیکن ابتدائی خیال سے جو اعلیٰ پیمانہ پیش نظر تھا، ذہنیت
تو گوارا نہیں کیا کہ مشکلات سے شکست کھا کر آسو
بھلادیا جائے۔ اگر برس کی مشکلات کو علاوہ دیگر موانع
پیش نہ آتے۔ تو غالباً پچھلے سال سے اخبار جاری ہو جاتا،
اور اس وقت اپنی موجودہ جگہ سے بارہ سینو کی راہ
آگے ہوتا، لیکن مشیت الہی ہرے مصالح کا ہم سے بہر

دل

الہ

۱۳ جولائی ۱۹۱۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نعمتک اللہم، و نستغفرک و نستعین بک و
نستہدیک، و نتوکل علیک، و نسألك العفو والعافیة
والتوفیق للعامل بما یرضیک، و نصالی و سلم علی فیک
المصطفی، و حبیبک المجتبی، الذی ارسلته (کافة للناس بشیرا
و نذیرا ۳۴: ۲۸) (و داعیا الی اللہ باذنه و سراجا
منیرا ۳۳: ۴۹)، و آیتہ کتابا (ہدی للذین ہی اقوم،
و یشیر المؤمنین الذین یملئون الصالحات، ان لہم اجرأ
کبیرا ۱۷: ۸) فیا (رب ادخلنی مدخل صدقا، و اخرجنی
مخرج صدقا، و اجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا ۱۷: ۸)

جگہوں سے عیسائے آرم درین مجلس

کہ بادہ حوصلہ سوزست و جہلہ بدستند

سنہ ۱۹۰۶ کو موسم سرما کی آخری راتیں تھیں جب
امریسر میں میری چشم بیداری تو ایک خراب دیکھا
انسان کو ارادوں اور منصوبوں کو جب تک ذہن و تخیل

المصلح العظیم، والمرشد الحکیم

- * -

السید محمد رشید رضا الحسینی الطرابلسی

۱

(ندوة العلماء) کی صحبت اور چہ انکے ہامل نین برس ے بعد جمع ہوئی، مگر جس اثر اور دیفیت ے ساتھ اسکا آغاز و انجام ہوا، وہ اتنے عرصے کی خاموشی ای ہامل نلافی تھی * لیکن سچ یہ ہے کہ دربارے (ٹومٹی) ے کنارے جو کچھ ہوا، وہ دراصل (وادے نیل) ے آئی ہوئی حوس و سرگرمی کی ایک لہر تھی۔

سرزمین ہندوستان سے نورادوں اور اجنبیوں کی سیاحت

کی جولنگا رہی ہے۔ اس کے زرخیز مرسوں اور طلائی مندروں ے

بڑے بڑے کشورستانوں کو اپنی

طرف کھینچا ہے اور ہمیشہ اسے

بحری و بری دروازوں پر ملک بند

سیاحوں کی تلواروں چمکتی رہی

ہیں: تاریخ میں ہم ے مقدونہ

ے سکندر، اور چین ے سیاحوں

کو یہاں دیکھا اور پھر اسے شمالی

دروازے ے فتحیاب علموں اور نیزوں

کی قطاریں صدیوں تک نہیں ٹوٹیں *

اسی پر کشش، عرس انگیز اور

اپنے سیاحوں کیلئے تاج بخش سر

زمین ہند میں پچھلے دنوں

(مصر) ے ایک سیاح آیا۔

اور چلا گیا: لیکن تاریخ ہند اپنے

سینکڑوں تاجداروں اور کشورستان

سیاحوں ے ہجوم میں ایک

دوریشانہ سیاحت کو کیا امتیاز دیکھتی ہے؟

ہاں۔ سچ ہے کہ (محمد رشید رضا) ے کاندھ پر ملک گیری کا علم۔ اور ہاتھ میں فتحیابی کی تلوار نہ تھی۔ لیکن اسکی آنکھوں میں آنسو۔ اور دل میں درد ضرور تھا۔ اس کے پاس تیز کیے ہوئے لڑے آلات نہ تھے۔ جس سے انسان کی لاشیں تپائی جاسکتی ہیں۔ لیکن نور صداقت کا ایک حربہ ضرور تھا۔ جس سے انسانی قلوب کی صفیں ازلت سے جاسکتی ہیں، اور اقلیم دل کی فقرات اجسام و زمین کی فقرات سے زیادہ شکل ہیں! *

معمورہ دلی اگرت هست باز گوت

نیں جا سخن بہ ملک فریدون نمی رود

بیشک ہندوستان اپنے دروازے پر بڑے بڑے تاجداروں کو

دیکھ چکا ہے، جو اس کے عروج و اقبال کی بہار دیکھنے آئے تھے،

لیکن شاید (سید محمد رشید رضا) پہلا سیاح تھا، جو عروج

و اقبال کی بہار لوٹنے کیلئے نہیں، بلکہ ادبار و تنزل کی خزاں پر

ماتم کرنے کیلئے آیا تھا، جس سرزمین پر سکندر اور تیمور قدم رنہ

چکے ہوں، وہاں اس فقیر بے نوا کا کیا ذکر؟ لیکن انکے ہاتھوں

میں تلواریں تھیں، اور اس کے پہلو میں دل تھا: وہ انسانوں کو

زخمی کرتے تھے، مگر اسکا دل خود درد ملت سے زخمی تھا: آتھ

سورس ہو، کہ اسلامی شوکت و عظمت کا قافلہ سجدہ

وفرات ے کنارے ے چلا، مگر سرزمین ہند کی رشک عالم ہوا

اے راس نہ آئی اور گنگا اور جمنا

ے کنارے لوٹا گیا، وادی نیل کا

یہ سیاح آیا تھا، کہ اس برباد شدہ

قافلے کی مٹی ہوئی نشانیدوں پر در

چار آنسو بہائے اور اسے پوچھے کہ

تو نے وہ گنج ہائے درانیہ لیا کیسے؟

تاریخی واقعات کا نشابہ اکثر

اوقات عہد ماضی یاد دلاتا ہے

ایک زمانہ تھا جب چوتھی صدی

هجری کا سیاح (ابو ریحان

بیرونی) اسی سرزمین ہند میں

فلسفہ و ہیئت کا درس لیتا تھا،

مگر جب سبق لیکر اٹھتا تھا،

تو زمین باز بار دہوی جاتی

تھی، کہ اجنبی ے بیٹھنے سے

ناپاک ہوگئی، ہے: پھر آتھوں

صدی کی تاریخ ہند کا ایک صفحہ

ہے جسمیں مغرب اقصیٰ

کا جہانگیر سیاح (ابن بطوطہ) تغلق آباد کی دیواروں ے

نچے سے گذرا اور یہ وہ زمانہ تھا، کہ اسلامی تہذیب و تمدن

اس سرزمین ے چپے چپے پر قبضہ کرچکا تھا۔ یا آج ایک

تیسرا زمانہ ہے کہ (سید رشید رضا) ے ہندوستان کی

سیاحت کی مگر بیرونی کی طرح علم و فتنوں کی تلاش میں

نہیں، کیونکہ مسلمانوں کا علمی دور اب تاریخ کی خاک میں

مدفن ہوچکا ہے، اور ابن بطوطہ کی طرح اسلامی جاہ و جلال ے

نہ دخل خوش ثمرے نیستی، نہ باغ و چمن
نہ ز خویش بردند و نہ تو پریدوستند



اولین مؤسس اساس حریت و آزادی، شہید راہ اصلاح
و ملت پرستی، شیخ الحرار، آیتہ من آیات اللہ
السید جمال الدین الافغانی اعلیٰ اللہ مقامہ

با خاتمہ کردتے - اور میرے تمام کاموں کو ایک دن بلکہ ایک لمحہ کیلئے بھی ہامیابی کی لذت چکھنے نہ دے - باتوں کے سبب و نمودار درختوں کی حفاظت کی جاتی ہے مگر جنگل کے خشک درختوں کو جانا ہی چاہیے - جس دل میں خلوص اور صداقت ہو جگہ نہیں ملی اسکو ہامیابی کیلئے نہیں باقی رہا جاتے ؟

ام حسب الذین اجتر حوا السیئات ان نجعلهم بالذین آمنوا عملوا الصالحات سواء بحیثہم و مماثلہم ساءما یحکمون ۴۵۰ : ۲۶

اعتذار

اس ہفتے پریس کے ابتدائی انتظامات کی مشکلات کے بعد دیگرے پیش آئی ہیں ہماری تمام مشکلات ہمارے پیش نظر پیمانے کے پیدا کردی ہیں - نہ اسکو چھوڑ سکتے ہیں اور نہ مشکلات کا اُنکے معمولی وقت سے پہلے خاتمہ کرسکتے ہیں - بہتر ہوتا اگر ہم تفصیل کے ساتھ انکو بیان کرتے مگر مشکل یہ ہے کہ اردو پریس کی موجودہ سہولتوں کے خوگر ناظرین سے امید نہیں کہ انکا اندازہ کرسکیں سب سے بڑی مشکل [ترکی ٹائپ] کی وجہ سے پیش آئی ، اردو کے عام رائج الوقت ٹائپ سے یہ اپنے خانوں کی ترتیب اور تعداد میں بالکل مختلف ہے ، [اردو ٹائپ] کے اوپر نیچے دو نیس ہوتے ہیں مگر اس کے مرکبات کی نثر کی وجہ سے چار ہیں ، پھر خانوں کی ترتیب بھی بالکل مختلف ہے اور جب تک دچھہ عرصے اسپر مشق نہ کرلیں یہاں کے عام کمپوزیٹر کام نہ نہیں سکتے پریس کے متعلقات کو ہم پہنچا کر ہم نے الہلال کا اعلان کردیا لیکن عین وقت پر کمپوزیٹر کام کرنے سے عاجز ثابت ہوئے اور جسقدر کمپوزیٹر وہ بالکل غلط اور بے قاعدہ تھا ، مجبوراً دوسرے ٹائپ میں اس سرے نو کمپوز کرایا گیا جسمیں تقریباً پورا پرچہ اپنے سامنے ہے البتہ چونکہ ترکی ٹائپ کا اعلان ہوگیا تھا اسلئے ابتدا میں دو صفحے بمشکل نمرے کے خیال سے کمپوز ڈرائے گئے ہیں * ترکی روش کے ٹائپ میں ایک اور وقت یہ پیش آئی کہ چونکہ برقی طاقت سے چلنے والی مشین کا ایمپریشن [دباؤ] بہت ہلکا ہوتا ہے اسلئے بالکل نیا ٹائپ جب تک چند ہزار کا بیان اسپر سے چھپ نہ جائیں ، ٹھیک ٹھیک اپنے سواد کو کاغذ پر نہیں لاتا یہی وجہ ہے کہ اس نمبر میں ترکی ٹائپ اپنی خوشنمائی کو پوری طرح ظاہر نہ کرسکا *

ان پریشانیوں کی وجہ سے نہ تر اس نمبر کو اچھی طرح ترتیب دیا جاسکا ، اور نہ مضامین تقسیم و لازمی اختصار کے ساتھ آسکے ، البتہ ایک سرسری اندازہ ائندہ کی نسبت کیا جاسکتا ہے - ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس کے لئے نہ تو قدردانی کے معترقع ہیں اور نہ خریداروں کے ہجوم کے ، لوگ اثر خریدیں اور پڑھیں تو شکریہ نہیں تو شکایت بھی نہیں *

گل فشانند بد بستر ہمہ چوں عرفی و من
مشت خس چینم و درخانہ خواب اندازیم

پھر وہ خواہ اللہ ہی وسیع پیمانے پر جاری کیا جائے ، لیکن دینی اسکا مقصد زندگی نہیں ہوسکتا جسکا انتظار شب و روز اعیانہ کی بے چینیاں ، اور روز و شب تلاش کے اضطراب کا حقدار ہو ، خدا نے بخشے ہوئے دل و دماغ کی یہ ناقدری و تحقیر ہے ، اگر اس کے مقاصد کا سدرة المنتہ اس سے زیادہ بلند نہوسکے - پس یہ جو کچھ کیا جا رہا ہے ، در حقیقت چند عزائم عظیمہ ہیں ، جنکی طرف بتدریج متوجہ ہونا ہے ، اور میں نہیں جانتا کہ کل کا کیا ہو : رما تشاؤن الا ان یشاء اللہ ، ان اللہ مان علیما حکیمان اس وقت بھی ، جبکہ یہ سطور لکھ رہا ہوں ، وہ عالم السرائر اور دائندہ خفایاے قلوب دیکھ رہا ہے کہ طرح طرح کی جان فرسا پریشانیوں کا معاصرہ میرے کرد و پیش ہے - اور آلام و مصائب کے ہجوم سے ہر وہاں حواس بالکل درہم و برہم ، اور ایک لمحہ کیلئے بھی جمعیت خاطر میسر نہیں ، لیکن جوشے شاید ملنے والی نہیں ، اس کے انتظار میں کب تک زندگی کو معطل رکھا جائے ؟ انسان کی سب سے بڑی کمزوری یہی ہے کہ وہ خود بخود ایک بے وجہ توقع قائم کرے ، پھر ناکامی کی شکایت میں عمر بسر کر دیتا ہے ، حالانکہ یہ کیوں ضروری سمجھ لیا گیا ہے کہ زندگی کو سکون و طمانینہ کے ساتھ گتھا چاہیے ، اور اس کے لئے کیا امر مانع ہے کہ آلام و مصائب ہی ہمیشہ پیش نہ آئیں ؟ تیرے والے دریا میں رہکر دریا کے پار چلے جاتے ہیں - مگر دریا سے ڈرے والوں کو کشتی کے اندر بھی چین نصیب نہیں ہوتا - مصائب حیات زندگی کے ساتھ ہیں ، اور ساتھ ہی ختم بھی ہونگے ، پس ہم کرنے والوں کو ان پر ماتم کرنے کی جگہ ، کوشش کرنی چاہئے کہ انکی دائمی رفاقت کو گوارا بنا لیں - اور دریا سے نکلنے کی سعی بے سود نہ کی جگہ ، تیرے کی کوشش کریں ، ورنہ ساری عمر ہاتھ پاؤں مارنے میں محتم ہو جائے گی ، اور کفارے ترک رسائی نصیب نہوگی :

ہزار رخنہ بدام و مرا رسادہ دلی

تمام عمر در اندیشہ رہائی رفت

L 11530

البتہ اُس خدا کے حی و قیوم کے جس کے کان فریادوں کے سننے کیلئے ہر وقت طیار اور نعمت ، امن عجیب المضطراذاد عام سے عشق نواز ہر قلب مشتاق ہیں ، اور جسکی آنکھیں کسی حال میں بے خبر نہیں اور ہر آن ، ان ریک لب المرصاد ، کی ٹٹکی لگے ہوئے ہیں : یہ آخری اللہ ہے ، نہ اگر وہ مجھ میں سچائی اور خلوص کی کوئی سرگرمی دیکھتا ہے ، اگر اسکی ملت مرحومہ (روم) کے کلمہ حق کی خدمت کی کوئی سچی تہش میرے دل میں موجود ہے ، اور اگر واقعی اسکی راہ میں فدویت اور خود فروشی کی ایک آگ ہے ، جسمیں برسرِ تہ بے بغیر دھوئیں کے جل رہا ہوں ، تو اپنے فضل و لطف سے مجھے اتنی مہلت عطا فرماتے کہ اپنے بعض مقاصد کے نتائج اپنے سامنے دیکھ سکوں - لیکن اگر یہ میرے تمام کام محض ایک تجارتی کاروبار ، اور ایک داندارانہ شغل ہیں جسمیں قومی خدمت اور ملت پرستی کے نام سے گرم بازاری پیدا کرنا چاہتا ہوں ، تو قبل اس کے کہ میں اپنی جگہ پر سنبھل سکوں ، وہ میری

(توفیق پاشا) خدیوئے مصر کے استبداد و مظالم سے تمام ملک برباد و ہلاک ہو رہا تھا؛ وہ تمام اصلاح و تغیر کے وعدے جو اس نے اپنی ولی عہدی کے زمانے میں (سید جمال الدین) سے کیے تھے، تخت حکومت پر قدم رکھتے ہی فراموش کر دیے تھے؛ اور ملک ایک سخت سیاسی بحران کیلئے پوزی طرح طیار تھا؛ تھوڑے ہی عرصے کے بعد (عربی پاشا) کی فوجی تحریک نے ظہور کیا؛ اور جمال الدین ابھی (کلکتہ) میں مقیم تھا کہ (تل الکبیر) کے معرکے میں مصر کی قسمت کا فیصلہ جو کچھ ہونا تھا ہو گیا * (عربی پاشا) کے ساتھ جو لوگ باسم بغارت قید کیے گئے ان میں ایک شیخ (محمد عبده) بھی تھے، بالآخر جلاوطنی کی

سزا تجویز کی گئی، اور یہ مصر سے پہلے بیروت، اور وہاں سے (سید جمال الدین) کی طلبی پر (فرانس) چلے گئے * (پیرس) پہنچ کر انہوں

نے بمعیت سید جمال الدین مشہور عربی اخبار (العروة الوثقی) نکالا جس کے ابھی صرف چودہ ہی پچے نکلے تھے وہ تمام یورپ کے سیاسی حلقوں میں کلبلی مچ گئی، انگلستان کے ہندوستان و مصر میں اس کی اشاعت روک دی، فرانس نے جوائنر و ٹیونس میں قلعن لی، اور (قصر یلدز) کو ابتدا میں خرس ہوا لیکن پھر اس کی صدا، اصلاح و حریت سے قزقرص ممدوح الاشاعہ قرار دیدیا، پانچ سال کے بعد (محمد عبده) مصر واپس آئے اور اپنی مذہبی اور تعلیمی اصلاح



محمد عبده، امیر المصلح السید محمد رشید رضا

کا سلسلہ شروع کر دیا، انہوں نے دنیا و ماسما ان عالم پر آج بلا استثنا جو ادب و تنزل چھایا ہوا ہے وہ گو قریبی زندگی کی ہر شاخ میں نمایاں ہو، مگر اس کا سبب وحید مذہبی جہل کے سوا اور کچھ نہیں ہے، تعلیم قرآنی کی جس روح القدس نے تیرہ سو برس ہوئے مردہ لاشوں کو زندہ کر دیا تھا، وہ آج بھی نیم جانوں کو طاقت و توانائی بخش سکتی ہے: یا ایہا الذلّس قد جاءکم موعظۃ من ربکم وشفاء لمرضائکم ورحمة للعلمین [۱۰ : ۵۹]

اسلئے انہوں نے اپنی اصلاحی تحریک کی بنیاد دعوت قرآنی قرار دی؛ اور قرآن مجید کے حقائق و معارف پر مقتضیاتِ حالیہ کے مطابق درس دنیا شروع کر دیا دس بارہ سال کے اندر ہی انکی تحریک کا اثر تمام مصر و شام اور جزیرہ مصر کو تک پھیل گیا۔

درس قرآن کا حلقہ روز بروز وسیع ہونے لگا۔ اکاذف عالم سے ارادت و عقیدت کی صدائیں آنے لگیں سلسلۃ تعلیم کی اصلاح اور تباہ و برباد کی مخالفت کی وجہ سے گو علمائے مخالفت کی تعداد لیست اول قارورۃ کسرت فی الاسلام (لیکن ممالک اسلامیہ کا تمام روشن خیال طبقہ انکے ہمراہ ہو گیا، علم و فضل کے ساتھ انکا ایک بہت بڑا رصف) جو انہیں ہندوستان و ترکی کے نئے رفائیسروں سے ممتاز کرتا ہے (مذہبی تقدس اور کمال درجہ رزق و اتقا تھا: ان اکریم عند اللہ اتقاکم؛ قدیم علمائے اصلاح کرنا چاہتے تھے، لیکن نئے گروہ کے اتحاد اور فرنگی مآبی سے بھی سخت بیزار تھے

علم و فضل، خلوص و صداقت، صبر و استقلال، اور ان

تمام اوصاف ملکوتیہ کے لحاظ سے، جسے ایک کامل انسان کے فضائل ترکیب پاسکتے ہیں، انکا وجود ایک آیت الہی تھا، بڑے بڑے امراء مصر اور ارکان حکومت انکے پیرو اور انکی (حزب اصلاح) میں داخل تھے، سالہا فرانس میں رہے، اور پھر مکرر یورپ کا سفر دیا، خود بھی حکومت مصر کے اعلیٰ درجے کے عہدوں پر ممتاز رہے، لیکن باوجود اسکے تمام عمر درویشانہ اور زاہدانہ زندگی بسر کی، (ذیوت اف کذات) نے جب دریائے نیل کے بند کا افتتاح کیا، تو شیخ محمد عبده کے ذمے ایک اہم اقداس کا پیش کرنا تھا، لیکن جب دروازے پر پہنچے تو

یورپین سواجروں نے انہیں کوئی (ازھر) ملا سمجھ کر سختی سے جھڑپا، اور جانے کی اجازت نہیں دی، جب ذیوک اف کذات کو معلوم ہوا تو انہوں نے معذرت کی اور اس سواجروں کو برطرف کر دیا، حالانکہ اس غریب کا کوئی قصور نہ تھا، خدیو مصر اور شہنشاہ انگلستان کے بھائی کی صحبت میں وہ ایک ایسے شخص کو کیڑا کر جانے دیتا جس کے پانچوں میں انگریزی جوتا تک نہ تھا؟

آخری مرتبہ جب وہ (خدیو حال) کے ہمراہ انگلستان گئے، تو (ہریٹ اسپنسر) زندہ تھا، یہ ملاقات کیلئے گئے، تو ایک گھنٹہ تک گفتگو کرتا رہا، حالانکہ وقت کے بارے میں اسکا اقتصاد بغل کی حد تک پہنچ گیا تھا، اور (مسٹر بالفور) کو بھی باوجود سخت کوشش کے دس منٹ سے زیادہ وقت میسر نہ آسکا *

ہندوستان کے مسلمانوں میں نہ صرف عوام اور انگریزی تعلیم یافتہ بلکہ علماء و فضلاء تک بے خبر ہیں !

یہ عجیب بات ہے کہ پچھلی صدی کے آخری نصف حصے میں تقریباً تمام ممالک اسلامیہ میں اصلاح و تغیر ایلنے پھیلنے پیدا ہوئیں۔ مگر اس سے بھی عجیب تر واقعہ یہ ہے کہ مختلف اسلامی ملکوں کی اصلاح و تجدید کی تاریخیں ایک ہی شخص (سید جمال الدین افغانی) کے ظہور سے شروع ہوتی ہیں۔ جو فی الحقیقت تاریخ اسلام کے سنین اخیرہ کا سب سے بڑا شخص تھا۔ خیالات و افکار کا پیدا کرنا آسان ہے، مگر

خیالات و افکار کے بقا و
قیام کیلئے اشخاص کا پیدا
دنا مشکل ہے۔ اور مصلح
کیلئے جن پیغمبرانہ
وصف کی ضرورت ہے
ان میں اولین وصف یہی
ہے: (سید جمال الدین)
کا اصلی فرمانہ تیر فانی
یہ تھا کہ زمانے کے خود
آسمان ہام کرے لی مہلت
ات نام دی لیکن وہ اپنے
انداز ایک ایسی قوت
تخلیق رکھتا تھا کہ جہاں
جاتا تھا ایسی تحریک
اور زندہ رہنے کیلئے نئے
(جمال الدین) پیدا کر
لیتا تھا: ایران میں وہ
چند مہینوں سے زیادہ نہ
ٹھہر سکا لیکن جو آگ
سلطانی تھی اسکو پندرہ
ہوس تک برابر ہوا ملتی
رہی اور بالآخر بھڑک کر



الاستاذ الامام ' حجة الاسلام ' رئيس المصلعين حضرة الشيخ محمد
عبدہ ' رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شعلہ زن ہوئی : مصر میں اُسکا قیام سال دو سال سے زیادہ نہ رہا مگر اتنے عرصے ے اندر ہی (شیخ محمد عبدہ) کو طیار کر دیا ۔ یہ اُس وقت (جامع ازھر) کا ایک ذہین طالب العلم تھا ۔ لیکن اُنے چلکر تمام عربی بولنے اور سمجھنے والی دنیا کا مصلح عظیم ثابت ہوا *

(شیخ محمد عہدہ) جب سید جمال الدین نے حلقہ درس میں شامل ہوئے، تو یہ مہر کا ایک نہایت نازک وقت تھا ۔

دیکھنے کیلئے بھی نہیں، کیونکہ جہان (تعلق آباد) کے ایوانہاے
عظمت و سوات سے، وہاں اب زنج و زنج کا اٹھانہ ہے۔
و اقل الایام وداولہا بن النور - اب ہندوستان نے عہد
اسلامی کے عطا شدہ ہیں نہ (دہلی مرحوم) میں ہماری توشنہ
زندگی کے قبرستان کا ایک شہر آباد ہے، سیاحان عالم اس میں
چل پھول رہے، ڈھیر دیکھ رہے ہیں، اور اگر چستہ عورت اور دل درد
آشنا رہتے ہوں تو انقلاب عالم کا ایک سبق لیں، ایسا موثر
سبق، جو شاید دنیا ہی دینی اور قوم نہیں دیکھتی *
تَلْکَ اَنْارُ نَارِ الدِّیْنِ عَلَیْہَا فَاَسْئَلُوْا اِحْصَاہَا عَنْ الْاَنْارِ

• • •

| سیدر تنید رضا |
 بھی " اور چلے بھی گئے "۔
 مگر شاید ہندوستان میں
 بہت کم لوگ ہوئے جو
 انڈی اصلی حیثیت اور
 حالت سے واقف ہوئے۔
 لیکن اگر ہمارے آفتاب نے
 روشنی کی خبر نہ تو یہ
 ہماری آنکھوں کی
 ضرورت نہ ہوتی تھی
 مسلمانان ہند نے پاس
 کوئی ایسا دریعد نہیں
 جو انکو دنیا کے دوسرے
 حصوں کے مسلمانوں سے
 باخبر رہے۔ عربی زبان
 کی مسلمانوں کی ایک
 ایسی بین الملی زبان
 نہیں جو عذہبی ضروریات
 کے اشتراک کی وجہ سے
 تمام دنیا کے مسلمانوں
 کے (اسپیکر) ہوں گے۔
 دینی تھی، مگر عربی زبان
 اب ہندوستان کے مسلمانوں

میں گجرات کے پارسیوں کی فارسی سے زیادہ زندہ نہیں ہے ۔
 شاید بہت جلد وہ زمانے آئے والے ہوں جب (اللہ) اور (قرآن) کا
 تلفظ انگریزی معارج کے آہنگ و صورت میں کیا جائے گا *
 * * *

(سید رشید رضا) کو آج تمام اسلامی دنیا جانتی ہے ، انگلستان و فرانس نے وہ تمام علمی اور سبیلہی حلقے جنکو مشرقی معاملات سے دلچسپی ہے ، اس سے بے خبر نہیں ہیں ، (جارا) اور (سینکا پور) سے انکے پاس فقوے اور سوالات آتے ہیں ، مگر

براشفٹہ رکھا۔ بالآخر دمشق میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ اور سنہ ۱۸۸۳ء میں الجزائر کی ہزار سالہ عظمت اور اسلامی جبروت کی طرح اپنے وجود کو سپرد خاک کر دیا *

اسلامی عروج و زوال کے ہزاروں افسانہ ہائے حسرت میں سے یہ ایک چھوٹی سی کہانی تھی جو اس طرح ختم ہو گئی کہ اپنی سرگذشت ادباً کی اسکو گویا ایک سطر سے چھوٹے ہم کے کتنے سکندر اور نپولین پیدا کئے جنکے ایجوبہزا کارناموں کے نشان دنیا کے چبے چبے پر نمایاں ہیں ہماری سرزمین و اقبال پر حب شجاعت و اعمال کا ابرو گر جاتا تھا تو اس کے ہر قطرے سے سیکڑوں امیر عبد القادر پیدا ہوتے تھے لیکن سچ یہ ہے کہ ادباً و فلاکت کے چہرے پر ذکر اقبال کا غارہ زیب نہیں دیتا و بلونہم بالحسنات و السیات لعلہم يرجعون ۷:۸۶۱ و ان فی ذلک لآیات و ما کان اثرہم مومنین ۲۶:۶۸ *

حیات بعد المات

امیر عبد القادر کے ان کارناموں کو ستر سال نذر گئے اور الجزائر کی جدوجہد کی سرگذشت افسانہ بن ہو گئی لیکن تاریخ ہمیشہ اپنے صفحات دھراتی ہے اور بہت سی زندگیاں ہیں جو ایک بار مرکز پھر بار بار جی اٹھتی ہیں تقریباً ایک صدی کے بعد اسی شمالی افریقہ کے دوسرے حصے میں اٹلی فرانس کی جانشینی دینے بدحواس ہوئی تو الجزائر کی وطنی جدوجہد کی ابتدائی تاریخ جلد جلد اپنے صفحے دھرا لے گئی *

امیر علی پاشا الجزائری

امیر عبد القادر آج طرابلس کے عثمانی ایمپ میں رہتے ہوئے رہا ہے وہ اپنے تمام محیر العقول اوصاف عجیبہ کے ساتھ اپنے خلف الصدق امیر علی پاشا الجزائری کی صورت میں موجود ہے جنکی جانفروشیوں اور شجاعانہ حملوں سے الجزائر کی تاریخ گویا پھر عود کر آئی ہے *

جنگ طرابلس کا حب اعلان ہوا تو امیر مصروف شام میں مقیم تھے انہوں نے اسی وقت ایک عرضداشت سلطان المعظم کی خدمت میں بھیجی اور طرابلس جانے کی اجازت طلب کی عرضداشت کے آخری الفاظ یہ تھے کہ *

”میرے والد مرحوم امیر عبد القادر نے فرانس کا تیس سال تک مقابلہ کیا تھا یقین فرمائیے کہ کم از کم پندرہ سال تک تو میں بھی طرابلس کی خاک کو ہاتھ سے نہیں دیں گے“ *

انکے پہنچتے ہی مجاہدین میں ہمت و شجاعت کی حیات تازہ پیدا ہو گئی اور تمام قبائل طرابلس کے جوش و خروش کے ساتھ خیر مقدم کیا انکے جوش جہاد اور حب ملت و وطن کا یہ حال ہے کہ جس دن اپنے قافلے کو لیکر پہنچے بغیر کسی آرام و توقف کے مصروف کارزار ہو گئے صبح کاذب کی تاریکی میں نعرہ ہائے اللہ اکبر کی ایک نئی کرج نخلستان بنگازی سے بھم اٹھی اور طونان ہلاکت بنکر آتالین کیمپ کے اوپر نمودار ہوئی یہ گویا

طاقت ہے ان تمام چھوٹی بڑی حکومتوں کا قلب باب عالی تھا لیکن خود اسکی دیواریں کو گری نہیں تھیں لیکن پلاستر الگ ہو ہو کر رہا تھا اسے اپنی گرفتاریوں سے دب مہلت تھی کہ الجزائر کی طرف گردن پھیرتا ہے پس ضرور تھا کہ قانون الہی صدیوں کی بد اعمالیوں اور غفلت کی آخری سزا کے لئے اس وقت کو مقرر کر دے و اذا اردنا ان نهلك قرية امرنا متر فیہا ففسقوا فیہا فحق علیہا القول و فدمناھا ودمیرا ۱۷:۱۲ *

سنہ ۱۸۴۰ء میں مارشل بویڈا ۸۰ ہزار یورپ کے انسان صورت دونوں کا غول لیٹر روانہ ہوا اور ساحل پر قدم رکھتے ہی خونخوار بھیڑیوں کی طرح ظلم و سفاکی شروع کر دی۔ قتل و غارت کے سوا اور کوئی لفظ اسکی زبان پر نہیں چڑھتا تھا ایک دو ماہ کے اندر اس نے خیز مملکت کا یہ حال ہوا کہ تمام شہر جل کے خاستر و ڈھیر تھے ایک آبادی کو غارت کر چکا تھا تو ناتوان عورتوں اور معصوم بچوں کی خوں چکان لاشوں کو روندتا ہوا دوسری ہی طرف رخ کرتا تھا فاذا جاء وعد اولہما بعثنا علیکم عبادا لنا اولی باس شدید فجاؤا خلال الدیار و کان وعدا مفعولا ۱۷:۶۰

اطاعت و انقیاد کے سوا اب چارہ کار کیا تھا تمام قبائل و شیوخ کو اپنی بد بختی کے آگے سر جھکا نا پڑا لیکن جو تلوار اعدائے ملت کے دلوں میں اترنے کے لئے بلند ہوئی تھی مشکل تھا کہ ازادی وطن کی امیدوں کو قتل کر کے آسانی سے جھکا دی جاتی امیر عبد القادر کے اطاعت سے انکار کر دیا اور مراکو چلا گیا وہاں کچھ دنوں تک اپنی جمیعت بھم پہنچاتا رہا پھر سنہ ۱۸۴۳ء اور سنہ ۱۸۴۴ء میں متواتر فرانسیسی فوج پر دو حملے کئے مگر اب قدرت کا فتوا اس کے خلاف صادر ہو چکا تھا دونوں مرتبہ حریف کو شدید نقصان پہنچانے کے بعد شکست ہی ہوئی بالآخر جب ہر طرف سے مجبور ہو گیا تو دیوک آمل سے صلح کر کے سوا اور نوئی راہ نظر نہیں آئی صلح کی پہلی شرط تھی کہ امیر سے بالکل تعرض نہیں کیا جائیگا اور اسکندریہ یا نپلس جانے کی اجازت دی جائیگی لیکن مسیحی تہذیب میں عہد کی پابندی کوئی چیز نہیں انگلستان نے نپولین کے ساتھ رائٹلو میں جو معاہدہ کیا تھا ریساہی معاہدہ تقیدہ کے میدان میں الجزائری سے بھی کیا گیا جون ہی امیر عبد القادر کے تلوار نیام میں رہی معاً قید کر کے فرانس بھیج دیا گیا اور اس کے خاندان اور حرم کے عورتوں کی بے حرمتی کر کے آتش انتقام بجھائی گئی اس منظر کی تصویریں اب تک پیرس کے ایوانوں کی آرایش ہیں پانچ سال تک سخت سے سخت اذیتیں جو کسی قیدی کو یورپ کے قید خانوں میں دی جاسکتی ہیں وہ سب اس وطن پرست کو نصیب ہوئیں جب الجزائری تمام ملکی طاقت فنا کر دی گئی از خوف و ہراس کا کاٹا دل سے نکل گیا تو لوئیس نپولین کی رحم دلی نے اسے آزاد کر دیا پے برسہ گیا پھر کچھ دنوں اور ملکوں کی خاک چھائی دل کی سراسیمگی اور وارستگی نے ہر جگہ

ناموران نہ وہ طرابلس

امیر علی پاشا بن عبد القادر الجزائری



امیر عبد القادر الجزائری

مراکش میں عربی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور طرابلس معرض خطر میں ہے، ایسی حالت میں قدرتی طور پر افریقہ کے عہد اسلامی کا ماضی قریب یاد آ جاتا ہے *

طرابلس میں آج جو ہزار قتال گرم ہے الجزائر پر ہی ایک صدی تک اسمیں مبتلا رہا جو شمالی افریقہ میں سب سے بڑی اسلامی مملکت تھی اور جس کے لئے پہلی صدی ہجری میں عہد نبوت کا صحبت یافتہ خون بہایا گیا تھا۔ مسلسل خونریزیوں کا یہ عہد شکنانہ سفاکیاں، قتل عورت و اطفال، احراق منازل و بلدان، ہنک مساجد و اشرف، اور تمام وحشدانہ اور بدی مظالم جو مسیحی غلبہ و غصب کے لازمی اجزا ہیں، فرانس کے ہاتھوں ایک ایک کر کے الجزائر کی نصف کرور آبادی پر گزرے اور بالآخر جانبر نہوسنا، لیکن سنہ ۱۸۳۰ میں جب فلپ لوئس نے تخت نشین ہوتے ہی الحاق الجزائر کا اعلان کیا تو بچنے والے چراغ نے ایک آخری سنبھالا لیا یہ امیر عبد القادر الجزائری نامی ایک جانفشور وطن پرست کا ظہور تھا جسکی تہر و شجاعت، عزم و استقلال، اور فوجی و دینی زندگی کے یکساں اعلیٰ اوصاف نے ایک سال کے اندر تمام یورپ اور ایشیا کو متوجہ کر لیا *

الجزائر نے بدی قبائل میں اسکا خاندان دینی ریاست کے لحاظ سے ممتاز تھا، اور تمام قبائل پر اثر رکھتا تھا، گو الجزائر اسکی طرف رجوع خلائق دیکھ کر مخالف ہو گیا اور جلاوطن کر دیا گیا اس وقت اسکی عمر بہت چھوٹی تھی۔ چوبیس برس کی عمر میں جب وطن راہیں آیا، تو ملک کی حالت بدل چکی تھی، ہر طرف خونریزی اور سفاکی کا ہزار گرم تھا، اور فرانسیسی دہندے تمام الجزائر میں پھیل گئے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر اسکا جی بھر آیا۔ آزادی اور خود مختاری کی گرمی اب تک الجزائری خون میں باقی تھی۔ تمام قبائل کو جمع کر کے غیرت دلائی، اور حفظ وطن کیلئے جہاد دفاع پر بیعت لی، اس وقت الجزائر میں فرانس کے ہاتھ پائوں نہایت توانا تھے، چالیس ہزار سے زیادہ، تو صرف پندرہ فوج تمام ملک میں پھیلی ہوئی تھی اور چار ہزار سواروں کی تلواریں انکے علاوہ بے فواید تھیں، ساحل پر جنگی جہازوں کا ایک مہیب بیڑہ لنگر انداز تھا جس میں ۵۵

جنگی کشتیاں اور ۳۴۰ جہاز تھے اور یہ سب کئی سو قلعہ شکن توپوں اور بے شمار سامان جنگ سے لدے ہوئے تھے *

اسکے مقابلے میں امیر عبد القادر گویا بالکل نہتا تھا، بدی قبائل کی ایک بے قاعدہ بھیڑ اس کے ارد گرد تھی، آلات جنگ کا کوئی ذخیرہ نہ تھا، اور جو تھے، وہ جدید آلات کے مقابلے میں بیکار تھے، سب سے زیادہ یہ کہ کوئی عمدہ اور محفوظ مقام بھی قبضے میں نہ تھا، اور دشمن تقریباً تمام اطراف ملک میں پھیلا ہوا تھا، لیکن کوئی قوم خواہ کیسی ہی گہری نیند سو رہی ہو، اگر آزادی اور حکومت کے خواب کو بھلا نہیں چکی ہے، تو ایک ضعیف سی آواز بھی اس کے جگانے کے لئے کافی ہے، اسلام نے حفظ وطن کی روح جہاد دناعی کے نام سے اپنے پیروں میں ودیعت کی ہے اور اگر زمین شور نہ ہو تو اسکا بیج بیکار نہیں جاسکتا، امیر عبد القادر کی صدائے رعد آسمان حریت نے تمام الجزائر میں یکایک آگ لگادی سرداران قبائل چاروں طرف سے آ کر جمع ہوتے تھے اور شوق شہادت و فدویت کی معنوت میں آتشیں گولوں سے کھیلنے لگے، خود امیر عبد القادر شجاعت و بسالت کی ایک آئینہ دیوار تھا جس سے فرانس کی خوفناک طاقت سر ٹکراتی تھی، اور فنا ہوتی تھی، تھوڑے ہی عرصے کے اندر حملہ آور اپنی تمام قیمتی اور مہیب فوج، جہاد کی خون آشام تلواروں کی نذر کر کے مہبوت و سراپیمہ رہ گئے *

یورپ میں جب فرانس کی ہزیمتوں کی خبریں شائع ہوئیں، تو ڈیوک اف ولینگٹن تک کو الجزائری کی عظمت کا اقرار کرنا پڑا۔ آٹھ نو سال کے اندر اس نے تقریباً کل الجزائر پر قبضہ کر لیا تھا۔ تمام ساحلی اور اندرونی قلعے فرانسیسی فوج کی لعنت سے پاک ہو گئے تھے۔ سنہ ۱۸۳۵ سے سنہ ۱۸۳۸ تک فرانس نے ہزیمت و شکست، ذلت و رسوائی، اور ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ سنہ ۱۸۳۷ کے حملے میں تیس ہزار کی جہازیں صغیر میطیجہ کے میدان میں اس طرح فنا ہو گئیں، گویا امیر عبد القادر کے طلسم نے انکے دست رپا کر دیے تھے۔

یہ سب کچھ ہوا، لیکن چراغ میں جب تیل نہ رہا، تو فقیلے کی تنہا فنا پذیر ہستی، اب تک قائم رہ سکتی ہے؟ فی الحقیقت الجزائر کا ہزار سالہ ایوان عظمت کچکا تھا، باہمی نااتفاقیوں، اور ظلم اور بد اعمالیوں نے جراثیم کے لئے، وہی ستونوں کو کھوکھلا کر دیا تھا۔ یہ جو کچھ ہوا، گویا سہارا دے دے کر یہ ہوئی دیواروں کو سنبھالنا تھا۔ سب سے بڑی چیز مرکز کی

فصائل و جذبات نے جن کارناموں کے احترام میں اپنے قیمتی سے قیمتی صفحے دیدیتی تھے اور پھر ابھی ابھی اندری ہری دنیا کے جن معائن و کمال کی یاد میں حسرت نے آنسو بہائی تھے آج طرابلس کی زندگی کے ہر ساعت بلکہ ہر لمحہ میں ہم اپنی انکھوں سے اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں امیر علی جزائری نے پہلے معرکے میں دو سو انسان ان دو ہزار تربیت یافتہ سواروں سے (جنکی طاقت کے مقابلے میں بزدلی - اور ضعف و بے بسی کے مقابلے میں درندگی - فطرۃ اصلی ہے) بے خوف و ہراس لڑ رہے تھے یہ کیا شیشے کا پہاڑ کی چٹان سے سر ٹکرانا نہ تھا؟ لیکن حیران ہوں کہ جو کچھ میں دیکھتا ہوں بیسویں صدی کی مادی فضا میں پرورش پانے والی دنیا کو کیونکر اسکا یقین دلاؤں؟ اگر میں بہرہ نہ شیشہ و سنگ کے تصادم میں آخر الذکر کے ٹکرے ٹکرے ہو گئے تو یقیناً میں پاگل ہوں مگر میں کہتا ہوں کہ دو سو صحرا نشین بدویوں نے یورپ کے دو ہزار تربیت یافتہ سپاہیوں سے کاملاً چار گھنٹے تک آگے بڑھنے کی طاقت سلب کر دی اور بالآخر شکست دی ایسی ذلت بخش اور رسوا ان شکستہ سیکڑوں سپاہی سراسیمگی کے فرار میں ایک دوسرے پر گرے اپنے ہی سواروں سے روندے گئے اور جس قہر الہی سے بچکر بھاگنا چاہتے تھے وہ بالآخر صورت بدلکر دامنگیر ہو گئے *

دنیا ان واقعات پر شک نہ کرے یا تعجب لیکن ہمارے لئے یہ سرگذشتیں کچھ بھی مستبعد نہیں *

اگر وہ خدا زندہ ہے جس نے یوم بدر و حنین میں اپنی نصرت کی نیرنگیاں دکھلائیں تھیں لیزدادوا ایماناً مع ایمانہم واللہ جنود السموات والارض اور اس ناصری خدا کی طرح فنا پذیر نہیں جسکو پلاطوس کی رومی عدالت کے فتوے نے مصلوب کر دیا تھا واللہ لا الہ الا هو الحي القيوم تو وہ آج بھی طرابلس کے میدانوں میں اپنی جنود نصرت کے ارسال سے عاجز نہیں ہے بلی: ان تصبروا و تقنقروا و یاتوکم من فورہم هذا یمددکم ربکم بخمسۃ الاف من الملائکۃ مسرمین ۳: ۱۲۲ *

علی بک اسکے بعد لکھتے ہیں:

جس گروہ میں ابتداء جنگ سے ہر فرد کی شجاعت و بے جگری یکساں وغیرہ میزور اسکی سرگذشت میں بالخصوص کیا لکھا جاسکتا ہے؟ لیکن اس معرکے میں امیر عبد القادر کا خلف الرشید اول سے آخر تک ایک رجود طلسم تھا انسان خواہ کچھ ہو لیکن فولاد یا پتھر کی چٹان نہیں اور اگر پتھر کے دوسرے ستون بھی ہوں تو بھی دو ہزار گولیاں کی مسلسل بارش انکو تھوڑے دیر میں جالی کی چادر بنادے لیکن یہ صرف امیر جزائری کی بے جگری اور کاروانی تھی جس نے دو سو دلوں کو اپنی مٹی میں لیکر اس طرح داد شجاعت دی کہ ان میں کا ہر متنفس - اسکی طرف سے ہر دم پہنچنے والی روح شجاعت کی ایک مسلم صف اپنے یمن و شمال دیکھتا تھا اور دشمنوں کے سمندر میں مچھلی کے طرح بے خوف تیرتا تھا - خود امیر علی کا یہ حال تھا کہ میدان جنگ میں چند لمحوں کیلئے

امیر علی مع اپنے ساتھیوں نے نماز میں مصروف تھے اور پچاس مجاہد نگرانی و حفاظت میں و اذا انت فیہم فاقم لہم الصلوۃ فلنقم طائفۃ عنہم معک و لیاخذوا اسلحتہم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ۱-۴: ۴ - صفیں دونوں کی تھیں لیکن ایک خدا کی بندگی میں مصروف تھی اور دوسری خدا کیلئے اسکے دشمنوں کی نگرانی میں یکایک دشمنوں کا گروہ عظیم نہایت قریب سے نمودار ہوا اسکی کثرت تعداد و سروریات جنگ سے تکمیل طرح کی آمادگی و مستعدی سے معلوم ہوتا تھا کہ محض فوجی نقل و حرکت نہیں ہے بلکہ ایک سخت حملے کا ارادہ کیا گیا ہے جو عثمانی کیمپ کے قرب و جوار میں دن صرف کر کے رات کی تاریکی میں کیا جاتا نماز ابھی ختم نہیں ہوئی تھی اور صرف پچاس آدمی حملے کا جواب دے سکتے تھے دشمن نے اتنی قلیل جماعت کو سامنے دیکھکر اور ان میں سے بھی نصف کو بیکار پاکر اس زور سے غلغلہ شادمانی بلند کیا گویا روما کا خزانہ مع اس کے لئے قرضوں کے جو فرضی الحاق طرابلس کی قیمت میں دیا گیا ہے چند لمحوں میں واپس ملنے والا ہے !

لیکن مجاہدین نے بیباکانہ نعرہ اللہ ابتر کی گونج کے انکو خوش ہو لینے کی زیادہ مہلت نہ دی وہ ابھی کسی قدر فاصلے پر رک کر کھڑے تھے کہ محافظ پچاس آدمیوں نے برق کی سرعت سے اوڑھ کر حملہ کر دیا اور گویا چھوٹی چھوٹی پچاس کشتیاں دو ہزار سپاہیوں کے سیلاب میں تیرنے لگیں انکی اس جسارت اور تیزی نے تھوڑی دیر کیلئے تمام لشکر کو مبہوت کر دیا اور حیرت و تعجب نے سب کے ہاتھ پاؤں بشل کر دے لیکن اس عرصے میں پچاس ضربوں نے اپنے سے دگنی تعداد کا خاتمہ کر دیا تھا *

ہنگامہ رستخیز بلند اور شور دار و گیر سے صحرا گونج رہا تھا مگر نماز پڑھنے والوں نے بڑی جمعیت خاطر سے نماز ختم کی اور امیر علی مع اپنے پچاس ساتھیوں کے اس ولولہ شہادت اور جوش جہاد کے ساتھ جسکے اضطراب نے انہیں رات بھر انتظار کرنے کی بجائے مہلت نہ دی تھی دوسری مرتبہ تکبیر جہاد بلند کرتے ہوئے صاعقہ ہلاکت بکر صف اعدا پر قوت پڑے *

دشمن کے محسوس ہوتے ہی سو سو مجاہدین کی دو جماعتیں جو مختلف جہات میں بصورت طاقت محفوظ بیجعدی گئی تھیں تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے پہلا گروہ بھی نعرہ تکبیر سے دلوں کو لرزاتا ہوا آموجود ہوا اور اب دو سو مجاہدین مصروف بیکار ہو گئے علی نظمی بک جو قسطنطنیہ سے مرزنی ہلال احمر کے پہلے وفد میں روانہ ہوئے تھے اپنی چٹھی میں لکھتے ہیں ”اگر شجاعت و جان فروشی عزم و استقلال وطن پرستی اور حفظ ناموس ملے کا خون قیمتی ہے تو دنیا میں ہر حساب کرسکتا ہے کہ طرابلس کی خاک کے زروں کی کیا قیمت ہوگی؟ تاریخ دنیا کے قدیم کے جن تعجب انگیز واقعات کی تقدیس کرتی ہے انسانی

الہی کا انتظار کرنے لگے؛ و کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله، و الله مع الصابرين ۳ : ۹۶ *

دشمن کے انتظار کی گزریوں کا ثبات و استقلال بجاے خود انسانی جذبات کے ظہور کی انتہائی نمایش ہے، جسکی نظیر قوموں کے دفاعی جدوجہد میں ہمیشہ نہیں مل سکتی، لیکن اس سے بھی بڑھکر ایک پر اثر واقعہ اس موقع پر ظاہر ہوا، جسے شاید صرف اسلام ہی کی تاریخ پیش کر سکتی ہے؛ اگر طرابلس سے اسکی تمام عظیم الشان فتح یابیاں چھین دی لی جائیں جب بھی یہ واقعہ اسکی لازوال اور مقدس عظمت کی شہادت کے لئے کافی ہے *

قوموں اور ملکوں کی عزت اگر زیادہ خون بہانے اور انسانی گلوں کے ہاتھ پائوں باندھنے میں ہوتی، تو دردوں کے بہت انسان کی عبادت گاہوں سے زیادہ مقدس ہوتے، مگر اسکے شرف و تقدیس کا معیار، الہی ارحام و ملکوتی اخلاق ہیں، اگرچہ لمحے بھی اسکے سیر آجائیں، تو وہ خواہوارانہ فتوحاتیوں کے ہزار سالوں سے زیادہ افضل ہیں، لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم، ثم رددناه اسفل سافلين ۳۰ : ۹۶ *

دو ہزار مسلم دشمنوں کا گروہ چند لحموں کے اندر نمودار ہونے والا تھا، گھوڑوں کی قاپوں کی اواز، اور ہتھیاروں کی جھنکار اب صاف صاف سنائی دینے لگی تھی، مجاہدین کی تعداد سو سے زیادہ نہ تھی، کسی طرح کی حفاظت اور پوشیدگی کا موقع نہ تھا، بے نیام تلواریں سروں پر چمکنے کیلئے آڑھی تھیں، در ہزار گولیوں کی جگر شکاف بارش ایک لمحہ کے اندر سو لاشیں تڑپا دیں، گویا حیات و ممات کی تمام باہمی مسافت لپٹ کر، ایک لمحہ کے نقطے میں سمٹ گئی تھی، لیکن یہ سخت و نازک وقت، یہ یکسر خوب و ہراس، یہ مناظر وحشت و اضطراب، یہ معائنہ مرت و ہلاکت، کوئی بھی چیز اس مومن مخلص کو فاطر السموات والارض کی عبادت سے باز نہ رکھ سکی، اور اپنے قافلے کی تمام جماعت کے ساتھ نماز میں مصروف ہو گیا! خدا نے ان بندوں کی تعریف کی تھی، جنکو تجارت و کاروبار دنیوی کا انہماک ذکر الہی سے مانع نہیں، رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله، مگر یہ وہ بندے ہیں جو دشمن کی تلواروں کے سایے میں بھی اسکی بندگی سے غافل نہیں ہو سکتے! یہ اسلام کے دور اول کی خصوصیات تھیں، جنکو خاک طرابلس نے آج پھر زندہ کر دیا ہے

اللہ اکبر! یہ بھی کیا منظر تھا، کہ ایک طرف تو بے نیام تلواریں اور بندوقوں کی کرچیں فضا میں چمک چمک کر ظلم و یزداں فراموشی کا اعلان کر رہی تھیں، دوسری طرف وہ گردنیں، جو اعلاے کلمۃ الحق، اور حفظ ناموس الہی کی راہ میں کتنے کیلئے بلند کی گئیں تھیں، ماسوی اللہ سے بے خبر و غافل ہو کر، بیخودانہ درگاہ الہی میں جھکا دی گئی تھیں!

ایک جلیل القدر مجاہد نے پہنچنے کی سلامی بھی، جس نے حریف کی چہانویں میں اسکا اعلان کر دیا۔ هو الذی انزل السینة فی قلوب المومنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانہم، و اللہ حادود السموات و الارض، و کان اللہ علیما حکیما ۴۸ : ۲۶ *

۲۰ مئی سے ۱۰ جون تک قسطنطنیہ میں جو خبریں پہنچی ہیں، ان میں خاص طور پر امیر موعوت کی فتوحاتیوں کا ذکر ہے، قیونس کے فرنچ، ارز ترکی و مصر کے عربی و ترکی اخبارات میں خود انکے بھیجے ہوئے مراسلات بھی چھپ رہے ہیں، اخبار اقدام کی چٹھی میں اپنی تمام معرکہ آرائیوں کا نہایت دلچسپ حال لکھا ہے، ہم انکے مراسلات کا اقتباس ہمیشہ دیا کریں گے *

پہلی مئی تک وہ علاوہ چھوٹی چھوٹی لڑائیں اور مقابلے کے آتھ عظیم الشان معرکوں میں شریک، اور ان میں سے اکثر کے افسر اعلیٰ رہ چکے تھے۔ یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ روما کا خبر تقسیم کرنے والا دفتر اپنے شریفانہ روایات میں بظاہر اسے بالکل بے خبر ہے! ”بنغازی“ میں انکا اولین معرکہ نہایت حیرت انگیز، اور اس نصرة الہی کی ایک پر عظمت مثال ہے، جسکی نظیر کی کو طرابلس کے میدان میں کمی نہ ہو، مگر دنیا کی تاریخ میں ناپید ہیں، وہ صبح کی مقدس تاریکی میں اپنے ساتھیوں اور مجاہدین طرابلس کی تکتی لیکر چل کھڑے ہوئے، مجموعی تعداد تین سو سے زیادہ نہ تھی، اور منزل مقصود غیر متعین، دیونکہ اسی شب کو یہ قافلہ طرابلس پہنچا تھا، اور دشمن کی نقل و حرکت کے متعلق کوئی عمدہ خبر عثمانی کیمپ میں موجود نہ تھی، شوق شہادت و ولولہ شجاعت نے اتنی مہلت نہ دی، کہ کسی مناسب حملے یا اتفاقی مقابلے کا انتظار کیا جائے بغیر کسی علم و انتظام کے دشمن کی تلاش میں روانہ ہو گئے *

طلوع افتاب کے ساتھ ہی دشمن کی موجودگی کے نشانات رہنمائی کرنے لگے، معاً پوزی جماعت تین تکرر میں منقسم ہو گئی، اور سر مجاہدین کا صرف ایک گدرا متجسس و متلاشی ائے بڑھا، تھوڑی؟ مسافت؟ ابھی طے نہ کی تھی، کہ گھوڑوں کی قاپوں اور ہتھیاروں کی جھنکار نے بتلادیا کہ انہیں اب کیا کرنا ہوگا، قرائن سے معلوم ہوا کہ نمودار ہونے والا گروہ در تین ہزار سے کسی طرح کم نہیں، اتنے بڑے مقابلے کی یہاں کسی کو امید نہ تھی، ایسی حالت میں محفوظ طریقہ تریہ تھا، نہ کہ میں گاہ میں چھپ کر بیٹھ جائے، اور جب دشمن بے خبر ائے بڑھجانا، تو عقب سے حملہ آور ہو کر ایک مقابلے کے بعد نکل جائے، لیکن ”امیر عبد القادر“ کے جانشین نے سر زمین جہاد کے مقدس میدان میں اپنی اولین ضرب شمشیر کو بزدلانہ کام میں لانا پسند نہیں کیا، پوزی جماعت راستہ روک کر وہیں کھڑی ہو گئی، اور صبح کی خوشنما فضائے روشن میں جاندا گل راہ شہادت، نصرة

عثمانی دفتر جنگ کی میز کو عرضداشتوں سے بہر دیا؛ (مصر) سے
والفیدیونکی جو جماعتیں ٹئیں ہیں، ان میں ایک بڑی جماعت
مدرسوں کے طلباء اور ارباب قلم کی بھی ہے جو آج (درنہ) اور
(عزیز) کے میدان میں تربیت یافتہ سپاہیوں کی طرح لڑ رہی ہے
العلم قاہرہ کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ ” ان مصری والفیدیون کے
اپنی شجاعت و کاردانی سے تمام عثمانی سپاہ کو متحیر کر دیا ہے “
ایسے ہی وطن پرست اور جان نثار اسلام نوجوانوں میں
(بنغازی) اور (درنہ) کا مشہور مغرکہ آرا جاوید بک ہے،
جسکی (نصیر) آج اس کالم میں درج کی جاتی ہے، جب اٹلی
کے حملے کی خبر مشہور ہوئی، تو یہ فرانس میں مختلف علوم
دہنوں کی تکمیل میں مصروف تھا، لیکن جنگ کے اعلان کی

خبر سنتے ہی اضطراب دہی سے بیقرار ہو گیا؛
تمام اشغال یکسر ترک کر کے فرانس سے
ٹیونس آیا، اور وہاں سے سینکڑوں ترک و
عرب افسروں کی طرح بھیس بدل کر
حدود (طرابلس) میں صحیح و سالم
داخل ہو گیا *

اجل کے ترک اہل قلم میں اُسکی
جگہ ممتاز ہے اکثر بلند پایہ رسائل میں
اسکے علمی مضامین شائع ہوئے اور تمام
علمی حلقوں میں وقعت کی نظر سے
دیکھے گئے، (انقلاب عثمانی) کے بعد



جب اس نے اپنی مشہور تصنیف ” تاریخ انقلاب سیاسی یورپ “
خصوصاً فرانس، در ضخیم جلدوں
میں شائع کی تو اسقدر مقبول ہوئی، کہ تین سال کے اندر دو
مرتبہ ہزاروں کی تعداد میں چھپ کر فروخت ہو گئی؛ لیکن
آج اسکی تصویر دیکھئے، تو فرانس کے کسی دارالعلوم کی جگہ
مدرسہ عربیہ کا تربیت یافتہ جنرل معلوم ہوتا ہے *

(طرابلس) کے مختلف حصص کے اکثر معرکوں میں یہ ابتدا سے
شریک کارزار رہا اور ہر میدان سے نامورانہ و سر بلندانہ پلٹا، اکثر
موقعوں میں جب نہایت پر خطر اور مخدوش جنگی خدمات کی
ضرورت ہوئی تو سب سے پہلے اسی نے اپنی جگہ سے حرکت کی،
بارہا ایسا ہوا کہ بھیس بدل کر تنہا نکل گیا ہے، اور گھنٹوں
اتالین کیمپ کی سیر کر رہا ہے، ایک مرتبہ کسی ایسے ہی
مخدوش موقع میں دشمنوں کے سخت محاصرہ میں آ گیا تھا،
لیکن اپنی بے جگری اور بے باکانہ شجاعت کی وجہ سے صاف
بچ کر نکل گیا *

درنہ کے دستخط معرکے تو اسی کی شہامت و دلیری سے سر ہوئے
(انور بک) نے اپنی مراسلات میں چند بہادریوں کے کارناموں کی
خصوصیت کے ساتھ داد دی ہے، ان میں دوسرا نام اسی صاحب
تصویر کا ہے متع اللہ الاسلام و المسلمین بحفظ وجہ و طول حیاتیہ

دلیری، اور زہد و عبادت، ترقیات مادی، اور تصفیہ روحانی؛ اعتماد
نفس و تدبیر، اور تقویٰ و اعتقاد، تقدیر؛ غرضکہ سینکڑوں جذبات
و اعمال ہمیشہ باہم مخالف چلے آئے تھے، جنہوں نے سب سے اول
اسکے جامع اغداد، دور خصوصیت میں ایک دوسرے سے معاند کیا
منجملہ انکے ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ تیغ و قلم کی
تدیمی مخالفت متاثر دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا؛ ممکن ہے
کہ دیگر اقوام میں اسکی خال خال مثال ملے؛ لیکن اسلام کی تاریخ
اسکی سینکڑوں مثالوں سے لبریز ہے۔ اسکے دور عروج میں ہزاروں
تصنیفات جہاں مدرسوں کے سنگی حجرروں اور مسجدوں کے گرد
آورد صحنوں میں ترتیب دی گئی ہیں، وہاں شاہی تخت
و ایوان کے طلائی فرش، اور سپہ سالار کے دفتر جنگ میس بھی
نیام کے ساتھ قلمدان نے جگہ پائی ہے *

اسلام کی تاریخ میں فتنہ قاتار سے بڑھ کر
اور کوئی آنت نہیں آئی، سنہ ۷۰۲ ہجری
میں جب (قتار خان) نوے ہزار فوج کے
ساتھ شام پر حملہ آور ہوا، تو علامہ ابن
(تیمیہ) اپنے درس و تدریس کے حجرے
میں مصروف تصنیف و تالیف تھے؛ لیکن
حملے کی خبر جوں ہی شائع ہوئی قلم کی
نوک توڑ کر آٹھ کھڑے ہوئے، اسکو
شمشیر جہاد کے قبضے سے بدل لیا، سلطان
ناصر سے ملکر تمام ملک میں حفظ
وطن و دفاع کی تحریک پھیلائی، اور

ایک تجربہ کار افسر فوج کی طرح درج الصفر کے میدان میں داد
شجاعت دیکر دشمنوں کو شکست دی *

(صقلیہ) میں قاضی (سد) کے جنگی کارنامے اس خصوصیت

کی ایک مشہور مثال ہیں *

یہ سچ ہے کہ اب صدیوں سے ان اسلامی خصوصیات کی
مثالیں ناپید ہیں، مگر اسکا سبب زمین کا نقص نہیں، بلکہ
نشو و پذیر تخم کی نایابی ہے؛ انسان اپنے تمام جذبات و قویوں کے
ظہور کیلئے خارجی معرکات و موثرات کا محتاج ہے، اور یہی طبیعی
احتیاج اسلام کی اصطلاح میں تقدیر از اذن الہی ہے، جسکے بغیر
دنیا کا ایک ذرہ بھی هل نہیں سکتا؛ اسلام پر آٹھ سو صدیوں سے
جو عالمگیر قنزل چھایا ہوا ہے، اسکا اصلی سبب یہ ہے کہ قوتوں
کے ظہور و تحریک کیلئے سنیں اڑی، کے سے حالات و اسباب میسر
نہیں، ورنہ آج بھی اسلام کی خاک و لعل و جواہر اکمل سکتی
ہے، جنگی درخشندگی نے چشم عالم کو خیرہ کر دیا تھا *

ہجوم خیالات سلسلہ سخن قائم رکھنے نہیں دیتا، جنگ
طرابلس نے گذری ہوئی باتوں کو پھر زندہ کر دیا ہے، یہ اسی کا
نتیجہ ہے کہ اعلان جنگ کے ساتھ ہی سینکڑوں اہل علم اور
صاحبان درس و تدریس ترکوں نے قلم کی جگہ شمشیر کا رقت دیکھتے

و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل - افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم ؟ و من يتقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا و سيجزي الله الشاكرين ۹۲ : ۱۳ *

یہ عظیم النظیر فتح یابی فی الحقیقت حق اور صداقت ای بخشی ہوئی ما فوق الفطرۃ طاقتوں کا نتیجہ تھی جو اصطلاح قرآنی میں نصرۃ الہی کی جنود مخفی ہے : رانزل جنودا لم ترہا و عذب الذین کفرا ۹ - ۲۷ لیکن بظاہر امیر موصوف کی کردانی اور دشمنوں کی اُس بزدلی نے جو ہمیشہ ہزیمت اٹھانے کیلئے مستعد رہتی ہے اسکی تکمیل کردی - سب سے پہلے پچاس آدمیوں کا نظر آنا پھر نماز سے فارغ ہوکر امیر علی کا مع پچاس ساتھیوں نے حملہ آور ہونا ابھی سو تلواریں چمک ہی رہی تھیں کہ تازہ دم سواروں کی تیسری جماعت کا ناگہانی آپڑنا اور ایک لمحہ کیلئے فرصت نہ دینا : یکے بعد دیگرے یہ واقعات اس طرح پیش آئے کہ حیرت و تعجب نے رعب و ہیبت سے ملکر دشمنوں کے حواس گم کر دیے - دو سو آدمیوں کو اس بے پروائی سے لڑتے اور بتدریج ظاہر ہوتے دیکھ کر انہیں یقین ہو گیا کہ کوئی بہت بڑی کمک انکے پیچھے مخفی موجود ہے جو اسی طرح یکے بعد دیگرے ظاہر ہوکر قیامت برپا کر دے گی - وہ اسی خوف و ہراس کے تذبذب میں تھے کہ شمالی جانب کی تیسری سو آدمیوں کی جماعت کا نعرۂ تکبیر دور سے سنائی دیا : فزلزلوا زلزالاً شدیداً رعب و اضطراب نے انکو یقین دلایا کہ وہ غیر معلوم مخفی کمک سر پر آگئی ہے : فزاعجت الابصار وبلغت القلوب الحناجر - معاً تمام فوج میں گہراہت پھیل گئی اور سب نے قدم اس طرح اُکھڑے کہ پانچ پانچ میل تک اپنے متعاقبین کی ضربوں سے ٹوٹے چلے جاتے تھے مگر دم لیکر مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی : فالله یوید بنصرہ من یشاء و ان فی ذلک لعبرة لاولی الابصار ۳ : ۱۲ آئندہ نمبر میں امیر علی پاشا جزائری کی تصویر مع انکے بعض مشہور معرکوں کی تصویروں کے درج کی جائیگی اور پھر کبھی " احرار اسلام " کے کالم میں (امیر عبد القادر) مرحوم کے حالات مع تصویر شائع کر دے جائیگے *

عثمانی مجاہد طرابلس

یوز باشی جاوید، تک

۔ ۔ ۔

دنیا میں تلوار اور قلم ایک عاتقہ میں دم جمع ہوئے ہیں۔ تلوار کا آہنی قبضہ شاید اسقدر سخت ہے کہ اسکی ٹروٹ کے بعد انگلیوں میں قلم کی ٹروٹ ای صلاحیت باقی نہیں رہتی : لیکن سر زمین اسلام کے اعزہ زار میں کونسی شے تعجب انگیز نہیں ؟ تخت حکومت اور دریاؤں درویشی کا علم فقر اور خلعت شاہنشاہی : صحراؤں عداوت اور ایوان سلطانی : دلدبہ بسطورت اور عدل و مساوات : دولت و نفارت اور دل و فدایت : اشتغال

بھی اسکی جگہ کی طرف کوئی اشارہ نہیں دیا جاسکتا تھا - رعد کی گرج کی طرح پیہم نعرہ عامے تکبیر بلند کرتا اور پھر برق کی سرعت سے چمک کر دوسری جگہ نمودار ہو جاتا - گویا ہمت و شجاعت نے اسکے دونوں طرف پر لگا دے تھے - جسکی مدد سے اس فضائے خونیں میں ہر طرف بے خوف و ہراس اڑتا تھا اور بندوقوں اور رائفلوں کے نشانے اسکی سرعت پر راز کا ساتھ دینے سے عاجز تھے : ایک مرتبہ پندرہ بیس مینٹ گذر گئے - اور وہ اسی طرف نظر نہیں آیا : ساتھیوں کو یقین ہو گیا کہ اب کبھی واپس نہ آئیگا - افسر کی موت کا یقین ہمیشہ سیاہیوں کی ہمت پست کر دیتا ہے - اور اکثر موقعوں میں تو بڑی بڑی فوجوں کو صرف ایسے ہی اتفاقات سے ہزیمت ہوئی - تاریخ کی قدیمی روایات میں افسر اعلیٰ کے کام اچانے پر اسکے بڑے لکڑی کے ڈھانچوں کو پہنا دے گئے ہیں - مگر مسلمان مجاہد کا حاسہ اسکی اور خصوصیات کی طرح اس بارے میں بالکل برعکس ہے - شیر کی شکست اسکی فتوحاتی سے زیادہ خوفناک ہوتی ہے : اسی طرح مسلمان مجاہد کو شکست کا یقین اور زیادہ باہمت اور بے پروا کر دیتا ہے - جون ہی مجاہدین کو اپنے امیر جماعت کی شہادت کا یقین ہوا وہ نعرۂ جنگ جسکی ہر تکرار اپنے اندر شجاعت و دلیری کی ایک حیات تازہ رکھتی ہے - بلند کر کے : ایک آخری جان کسل حملہ کر دیا کہ امیر لشکر کے بعد تراب زندگی اور کم ضروری ہو گئی ہے - یہ گویا بحر شجاعت کی دو سو موجوں کا طوفانی ہیجان تھا جس نے دو ہزار تین کے اس اطالی جہاز کو غرق کر دینے کے لئے تہہ بالا کر دیا - لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک جماعت صفین درہم و برہم کرتی ہوئی دور تک نکل گئی تو دیکھا کہ امیر زندہ و سلامت ایک تودہ ریگ کی آرمیں موجود ہیں - البتہ در گولیاں دولت شہادت کی سیلے میں امانت ہیں اور کو زخمی ہو چکے ہیں - مگر قبضۂ شمشیر کے دولاہ کی برفی سرعت کسی انسانی ہستی کو قریب سے گذرنے نہیں دیتی -

جو لڑائی کسی انسانی زندگی کے ماتحت ہے اسکی فتح و شکست کو بھی اُس زندگی کے بقا و فنا پر موقوف ہونا چاہئے لیکن مسلمان مجاہدین کا دفاعی قتال کسی انسانی ارادے کے ماتحت نہیں ہوتا - بلکہ اس نصرت فرما حی و قیوم کی راہ میں ہے جسکے لئے کبھی زوال و فنا نہیں : اونکا دل دست الہی میں ایک آلف معطل ہے : یقلبہا لیف یشاء - وہ کسی انسانی افسردگی نہیں - بلکہ خدا کی فوج ہیں جسکو دشمن کا کوئی حربہ اور حربہ کا کوئی نشانہ زخمی نہیں کرسکتا : و ان جندنا لهم الغالبون ۳۷ : ۱۷۳ - یہ وہ حزب الہی ہے کہ انسانوں کی تعداد قلیل پر حکم چلائے والے افسر بجائے خود رہے (جبل احد) کے دامن میں انہیں خود خدا نے بھیجے ہوئے سپہ سالار اسلام (صلعم) کی خبر وفات - آزماکر کہا گیا تھا :

صحت پر مہر ہے اور اس میدان قتال کے تمام احداثِ اموات اس دورِ اذیت و ناکید میں متفق ہیں *

اطالی اس ہوش میں تھی کہ طمع و فریب نے اس کے بدویوں کی ایک جماعت کو زام کریں اور اسے ایک عالمی رسالہ ترتیب دینے کی طرح عربوں کے حملوں سے بچ سکیں: اب ایک جماعت اس طرح کی طیار ہو گئی ہے ان میں سے ہر شخص کو بیچہ ملی مہوار نقدخواہ دی جاتی ہے *

دل پہلی عزت یہ رسالہ نکلا - دو پیادہ اطالی رجمنٹیں بھی اسے ساتھ لیں - اطالیوں نے بدعت حملہ نکلنے کی خبر سننے ہی عثمانی چھاؤنی میں ہر طرف خوشی پھیل گئی - عربوں نے بعد شکار کے ہاتھ آئے تے دن شکاری ہے - جو خوش نہوگا؟ لیکن افسوس کہ یہ خوشی زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہی *

اطالی لشکرِ عرب رسالے اور پیادہ اطالی رجمنٹ سے جواب ہوا: نکلا! لیکن ابھی راہ ہی میں تھا کہ مجاہدین کی ایک دورہ آئے والی ٹکری سے مدد پر ہو گئی یہ کشتِ لہائے والی جماعتیں عموماً چھوٹے چھوٹے دورہ ہوتے ہیں - اور جب موقع ملتا ہے دشمن کی تلاش میں نکل جاتے ہیں - یہ لوگ بھی بڑی بڑی اعداد میں نہ تو بلند انعام فرد سٹیں بازار اور نامدن بخیر



(عزیزہ) میں عثمانی کیمپ

تھا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ دشمن اپنی پوزی قوت اور سامان کے ساتھ آ رہا ہے - تو فوراً زمین کے نشیب و فراز اور ریگستانی ٹیلوں میں گوشہ کھدوا گئے - اور ایک ساتھ بندوقوں سے آگ برسانی شروع کر دی - چند لمحے ابھی پورے نہیں گزرے تھے کہ اطالیوں کے ہوش پرانندہ ہو گئے اور تمام فرج نصف دائرے کی صورت میں ہو کر اُس تیزی کے ساتھ جو انسانی طاقت میں ہے اپنے ٹیمپ کے طرف روانہ ہو گئی *

یہ گویا ایک محض تماشا تھا - مگر اس نمائش میں بھی ۷ اطالی - اور ۷۰ وطن فروش عرب - جو آٹکے ہمراہ تھے مقتول ہوئے *

طرابلس الغرب میں مہینوں سے جنگ و قتال کی جو چلی چل رہی ہے اسے ایک دور جزئی کا یہ نمونہ تھا جس سے اٹلی کے قبضہ طرابلس کی امیدوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے - یہ اُن متمکن حلقوں کی سیر دہلنے ایک نہایت دلچسپ تماشاگاہ ہے جو طرابلس میں اٹلی کو محض تہذیب و تمدن کی تعلیم کیلئے حملہ آور دیکھ رہے ہیں: حالانکہ وہ آج صحرا نشین بدو اور درس شجاعت دینے سے بھی عاجز ہے!

کو دبا جواب دو گے جو تم سے تمہاری حکومت اور پارلیمنٹ نہیں بلند اسلام کے شرف و عظمت کا مطالبہ کرینگے؟

ہم عثمانی پارلیمنٹ کی موجودہ نشست سے بچہ نہیں مانگتے - مگر یہ کہ وہ (طرابلس العرب) کو ہاتھ سے نڈت اور اگر تم نے ہمدردی چھوڑ دیا تو اس آواز کو مددات نقدیہ کی طرح یاد رہو کہ ہم مع اپنے تمام سرکردہ جاندادان شہادت کے اس لوگوں مسجد و شرف کے نیچے ثابت قدم رہیں گے جسکو (عندان اول) نے اپنے ہاتھ پر رکھا تھا - اور یہ (محمد) فاتح کے فصاحت عالم میں بلند دیا تھا *

تلوار اب ہمارے ہاتھ ہے اس وقت تک جدا نہیں ہو سکتی جب تک ان دو چیزوں میں سے ایک ہمارے ہاتھ میں نہ ہو - یا دائمی شرف یا دائم شہادت - تلوار ہم پر اٹھائی گئی ہے تو اب تلوار ہی آخری فیصلہ بھی کرے گی - ہم یہ سب اچھے اس خدات الیزال کے اعتماد پر کرتے کا دعوا کرتے ہیں جو اپنے بندوں کی طرح مظلوموں کو نہیں چھوڑتا *

طرابلس باوجود مورلینڈ سے مجلس نوبل ولایت عثمانی ہونے کے آئندہ پہلے تک مردانِ عداقت میں مستقل اور ثابت قدم رہا اور اسی طرح اللہ اکریم رکھے گا دشمنوں کو

اُس نے ہر میدان میں شکست دی اور اتنے دورخی آلات ناریہ کی شب و روز مسلسل بارش پر بھیانک ہونے معرکے سر آئے - وہ باوجود اپنے اس جہمی سامان کے ساحل چھوڑ کر ایک قدم آگے بڑھنے کی ہمت نہیں کرسکتے اور اپنے مظلوم حریف کے رعب و داب سے اپنے قلعہ نما خیموں کے اندر اتر جاتے رہتے ہیں یہ (طرابلس) کا پیغام ہے جو میں حکومت پارلیمنٹ اور تمام ملت عثمانی کے نام روانہ کرتا ہوں (سلیمان الدارونی) *

میدان جنگ سے موسیو کولیرا کی چٹھی

قاہرہ کے فرانسیسی اخبار (الہیل) کا پیر پرائٹر موسیو (کولیرا)

میدان جنگ سے لکھتا ہے :-

”جنگ کے میدانوں میں حوادث و واقعات کب اور کس دن نہیں ہوتے؟ لیکن دل (بنغازی) میں ایک ایسا واقعہ گذرا ہے جس نے طرابلس میں لڑنے والے اطالیوں کے خصال و عادات اور حقیقت واقعہ کو بالکل بے نقاب کر دیا - یہ ایک ایسی پہلی حقیقت ہے جسکی کسی طرح تردید نہیں ہو سکتی: کیونکہ اپنے بات کی صحت و صداقت کو اپنی ضمانت پر پیش کرتا ہے: موجودہ حالات و حوادث کی صاف زبان بچائے خود انکی

کارسناراسرطرابا



شیخ سلیمان البارونی [ضلبلہ] کے عرب مجاہدین کے ساتھ دشمن کا انتظار کر رہے ہیں *

مصر کی ڈاک

طرابلس کا پیغام

شیخ (سلیمان البارونی) عثمانی پارلیمنٹ میں جبل غریبی کی طرف سے ممبر ہیں۔ اور منجملہ ان ملت پرستان غیور کے ہیں۔ جنہوں نے آغاز جنگ سے اپنی زندگی غزوہ طرابلس کے نذر کر دی۔ گذشتہ دسمبر میں جب یہ طرابلس پہنچے، تو قبائل عرب میں جہاد کی تحریک ابھی نئی نئی شروع ہوئی تھی۔ اور (انور بک) سی رفیق و معین کے لئے نہایت مضطر تھے۔ انہوں نے پہنچتے ہی ابتدائی ایک ماہ دورے میں صرف کیا، اور جب واپس آنے تو مجاہدین عرب کے گروہ گروہ آئے یمن و شمال تھے۔ آئندہ نمبر میں آئے متعدد معرکوں کی تصاویر (الہلال) میں درج کی جائیں گی۔ جو انہوں نے مقام دھبیات سے مندرجہ ذیل تاریخی کے تمام اخبارات کے نام روانہ کیا ہے جو دراصل طرابلس کا تمام عالم اسلامی کے نام پیغام ہے :-

”میں کامل وثوق اور یورے یمن کے ساتھ ہوتا ہوں۔ کہ ہمارے دشمنوں نے ناامی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا۔ انکو ایک دن کیلئے بھی فتح و نصرت نصیب نہیں ہوئی، اور نہ کبھی آئندہ ہو سکتی ہے، وہ خدا کے بزرگ و توانا کی مدد سے ہمیشہ مقہور و مغدول رہیں گے۔“

دشمن چھ مرتبہ اپنے نہایت مہلک و مہیب قوائے جنگ کے ساتھ نکلا۔ اور خشکی و نری۔ دونوں جانبوں سے ہم پر مسلسل آگ بوسائی گئی۔ لیکن الحمد للہ کہ ہر مرتبہ ناام و خجل ہو کر واپس گیا۔ *

۲۔ منی کے معرکے میں۔ میں خود شریک تھا۔ میری آنکھوں نے مجاہدین کے عزم و ثبات کا جو مرقع دیکھا۔ اسکو مدد العمر فراموش نہ کر سکتا۔ وہ عقلموں کو متحیر کرتے والا۔ اور عثمانی مفاخر کیلئے ایک بقا بخش منظر تھا۔ *

جب میں (فررا) اور (جنزرا) کی خدمتوں کو دیکھنے دینے نکلا تو

گویا انسانی فضائل کے مجسمے میرے سامنے کھڑے تھے۔ جب لوگ تو مجاہدین کی حمیت و حماسہ۔ اور وطن پرستی و جان نثاری کے مناظر نے میری آنکھوں میں فخر و مباہات کی تہذیب پیدا کر دی تھی۔ اور دل معویت و بیخودی سے قابو میں نہ تھا۔ عثمانی شان کی عظمت۔ اور خلافت عظمیٰ کے شرف کے تحفظ کیلئے۔ مجاہدین کے خود فروشانہ اعمال تاریخ عالم میں ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ *

اے میرے محترم بھائیو! تم آج ایک ایسے فیصلہ کن دن کی صبح میں ہو۔ جسکی شام کے بعد پھر کچھ نہیں ہے۔ انسانی قلب کی قسمت آج تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ تم چاہو۔ تو انہیں مسرت و انبساط کے بہشت میں پہنچادو۔ اور چاہو تو ہمیشہ کیلئے حسرت و الم کا ماتم کدہ بنادو۔ یہی دن ہے۔ یا تو ملت اسلامیہ ارج عظمت و علا پرچمک سکتی ہے۔ یا حضیض مروت فنا میں قیامت تک کیلئے گمنام ہو جاسکتی ہے۔ ہاں۔ یہی آخری یوم الفصل ہے۔ جسکو دونوں حالتوں کیلئے حد فاصل یقین کر۔ یا جنگ طرابلس کا خاتمہ یا خلافت عثمانیہ کے تقسیم کا فاتحہ۔ *

میرے عزیز بھائیو۔ ہم کرمات چھوڑو۔ اور یہ نہ بھولو کہ ملت کی سلامتی کے لئے اپنی زندگی کو فدا کرنا حکم الہی ہے۔ اور اسے اپنے ثابت قدم بقدرت کی نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اگر اطالی اپنے ظلم و اعتداء سے باز نہیں آئے تو ساحل کی پاسبانی کب تک کریں گے؟ یہ ناگزیر ہے کہ انہیں اپنے فخر رسد اور سامان جنگ کو داخلی حصے میں منتقل کرنا پڑے گا۔ اور پھر اس کے بعد ہماری ایک ہی فیصلہ کن اور محکم غرب ان کے لئے فیصلہ قضا کا دم دیگی لیکن اگر خدا نخواستہ تم صلح پر راضی ہو گئے، تو ہمارا وثوق و اعتماد تم پر ہے جاتا رہیگا اور اپنے شرف و وقار کے ساتھ ہمارے دلوں کو بھی زخمی کر دے فرض کر دو کہ تمہاری غدوت کے لئے گوارا بھی کر لیا۔ لیکن بتلاؤ کہ اسکے بعد دنیا کی آزاد قوموں اور تمام مشرقی ممالک کے آگے ٹیونکر اپنے چہرے کو بے نقاب کر سکو گے؟ علی الغصص تمام عالم اسلامی کی اُن ٹکران آنکھوں کو

فرماتے آئیں *

ہمیشہ اس کے ظل عاطفت میں رعایا امن اور راحت حاصل کرتے اور اس کے فضل و احسان سے ہمیشہ ممتنع ہوتی رہے شریعت محمدیہ اس کی حمایت سے ایک ایسا تختہ گلستان رہے جس کی بہار کو خزاں کے حملے سے خوف نہ ہو۔ اور ملکہ بیضاء اس کی جلال و رقت سے اس طرح محفوظ رہے کہ اعداؤ اجانب کے طمع و استیلا سے ہراس نہ ہو گمراہی و فساد اور فتنہ و نفاق اس کی سر زمین اقبال سے ہمیشہ دور رہیں بقولہ تعالیٰ : یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون واعتصموا بعجل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا - خدا تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اتباع کتاب و سنت کی توفیق دے اور اپنی نصرۃ موعودہ کا امیدوار رکھے - بقولہ تعالیٰ - ان اللہ مع الصابین -

ہم کو سید المرسلین (صلعم) کے اس فرمان پر یقین کامل ہے کہ ”میری امت میں سے ہمیشہ ایک گروہ حق پر قائم و ظاہر رہے گا مخالفین اس کو کوئی مضرت نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ امر الہی کا وقت ظاہر ہو“ خدا تعالیٰ نے ہم کو ہمیشہ اعلان کلمۃ اللہ کیلئے مستعد رہنے کا حکم دیا ہے ”جیسا کہ فرمایا : ظلم کرنے والے کفار کو قتل کرو“ خدا تمہارے ہاتھوں سے انکو عذاب دلائے گا اور رسوا کرے گا، تم کو انپر فتح و نصرت دیگا، اور مومنوں کے قلوب کو خوف و ترزل کے عوارض سے شفا بخشنے کا وہ خدا ہے بھی دشمن ہیں، اور تمہارے بھی دشمن ہیں“ اور مع ذلک اعتماد جو کچھ ہے وہ محض اللہ ہی کی نصرت بخشی پر ہے، بقولہ تعالیٰ : ”تم کفار پر تیر نہیں چلائے تیر“ بلکہ خود خدا چلا رہا تھا، اور تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے انہیں قتل کیا“ ان گذشتہ مسلمانوں کی حالت پر نظر رکھنی چاہئے جنہوں نے اعدائے اسلام کے مقابلے میں مدتہائے مدید اور سالہائے دراز ایک ایک مقام برسر کردے اور ان کے صبر و ثبات میں فرق نہیں آیا : مقابل خوار کتنی ہی طاقت رکھتا ہو لیکن جنگ کی صبر و استقلال سے طوالت، اس کو اپنی جگہ پر قائم نہیں رہنے دے سکتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نہج قریم اور صراط مستقیم پر استقامت بخشنے، ہمیشہ اسلام کیلئے مساعیرو معارن، ملت کیلئے دست قوی، وطن کیلئے قوت و جان نثار اور اغیار کیلئے شمشیر برہنہ ثابت ہوں *

میری جانب سے اعلیٰ حضرت کی جناب میں تحیۃ و سلام پہنچا دیجئے اور یقین کیجئے کہ میں خلوت و جلوت اور اوقات اجابت میں ہمیشہ آپ کے لئے دست بدعا ہوں *

(تحریر شب جمعہ ۸ - جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۳۰ - المقتبس النور القدسی احمد بن السید الشریف السنوسی) *

علی
میری سادہ فانی
محکم ترین چپان کیلئے
مستحکم
ہے!

طرف ایک نظر ڈال لی ہے اور نبی نبی ایک در سپاہی خیمہ سے باہر بھی آکر کھڑے ہو گئے ہیں *

(انور بک) بدستور جنگ کی فرصتوں کا پورا وقت سپاہیوں کی تعلیم اور شہر بی فوجی اور ملکی حالت کی اصلاح حال میں صرف کرتے رہتے ہیں۔ بکباشی مصطفیٰ بک بھی ان کے ہمراہ ہمیشہ غیر معلوم اشغال و اعمال میں شب و روز مصروف رہتے ہیں۔ تمام کاموں میں رازداری انتہا درجہ کی ہے۔ سوا ان کے اور ان کے خاص رفیقوں کے ممکن نہیں کہ عثمانی کیمپ کے عام لوگ بھی واقف ہو سکیں اپنے پر مشقت کاموں سے فارغ ہو کر عثمانی کیمپ کے تمام لوگ آلات موسیقی کے گرد جمع ہو جایا کرتے ہیں۔ ناکہ نغمات جذبات انگیز و کلفت ربا سے ایک ہی وقت میں جوش اور سکون دونوں حاصل کریں۔ انکا فوجی ترانہ بھی نہایت موثر، اور دل و دماغ کو بے قابو کر دینے والا ہے، وہ ہمارے وطنی گیتوں کی طرح محض قومی و ملکی مفاد کی موسیقی ہی نہیں ہے، بلکہ حریت و وطن پرستی کی ایک دل میں اتر جانے والی صدا ہے، جس کی تاثیر میں قوم و ملک کی تفریق خارج نہیں ہو سکتی۔ عثمانی کیمپ میں کوئی متنفس ایسا نہیں ہے جس سے یہ نغمہ نہ سیکھ لے ہوں حتیٰ کہ جرمن افسر بھی تعلیم پا کر اس سے ہمیشہ ذوق و کیفیت حاصل کرتے رہتے ہیں *

الشیخ الشریف احمد السنوسی

ہدیۃ سلطانی کے جواب میں خط انور بک کے نام

پچھلے دنوں اعلیٰ حضرت (سلطان المعظم) نے شیخ احمد السنوسی کیلئے ایک مرمع شمشیر بطور ہدیۃ سلطانی کے بھیجی تھی۔ یہ شمشیر خاندان آل عثمان میں اعلیٰ سے اعلیٰ جلالت و منزلت کا نشان سمجھی جاتی ہے اور (سیف شرف) کے لقب سے موسوم ہے، اس کے عطیہ سے بڑھ کر اور کوئی عزت نہیں جو تخت خلافت عثمانی کی جانب سے کسی کو مل سکتی ہے

اس ہفتے کی مصری ڈاک میں شیخ مرموع کے اس خط کی نقل آگئی ہے جو انہوں نے اس ہدیۃ سلطانی کے جواب میں (انور بک) کے نام بھیجا ہے اور شیخ کی غیرت اسلامی اور حمیت دینی کو اپنے ہر لفظ سے ظاہر کرتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں : ”من کا تبہ عبد ربہ و غلام استاذہ السید المہدی احمد الشریف السنوسی الخطابی الحسینی - الی حضرت شمس المفاخر الذی اضاءت بہ نواحیہا - و المنار الذی تہتدی بہ ساریہا - القومندان العام انور بک نورہ اللہ و نور بہ الاسلام *

بعد حمد و صلوة - اپکا مکتوب گرامی پہنچا جو محبت و داد کے برا ہیں قاطعہ، اور حضرت ذات شاہانہ کے اس التفات و احسان کے دلائل واضعہ پر مشتمل تھا جو میرے حال پر مبذول ہے خدا تعالیٰ اپنی نصرۃ سے ہمیشہ خلیفۃ اعظم کی تائید

خوف سے پا بہ زنجیر قیدی کی طرح ہر حال میں گوشہ دہر اور محصور رہتے ہیں : لیکن یہاں تک بھی مضائقہ نہ تھا کہ وہ حریف کو محصور کرنے کی جگہ خود محصور ہوئے : سب سے بڑا مہلک نتیجہ اس سے یہ نکلا کہ پوری فوج کی اخلاقی طاقت یکسر اس سے سلب ہو گئی : ایک سپاہی دیوتہ سپاہی رہ سکتا ہے جبکہ اسکے افسر ہر وقت اسکو پوشیدہ اور خائف رہنے کی تلقین کرتے ہیں ؟ قدر اور بے باک ہونا سپاہیانہ زندگی کی اولین شرط ہے * لیکن جبکہ کسی فوجی نرہ میں کمانڈر کا یہ حکم ہو کہ اپنے طلسمی اور غیر عرئی دشمن کے خوف کے بہوت سے ہر وقت لرزے رہو * اور ایسا یقین کرو کہ گویا وہ تمہارے سامنے موجود ہے * یہاں تک کہ اگر کسی رات کو آنے والے صحرائی پرند کی وجہ سے پتوں کی ہلچل بڑھتی ہوئی محسوس ہو * تو یہی بلا تامل توہوں کو خالی کرنا شروع کردو * تو ظاہر ہے کہ سپاہیوں کو اپنے ان شجاعانہ احکام دینے والے افسروں پر کس درجہ اعتماد اور بہروسد ہوگا ؟ انٹر ایسا ہوتا ہے کہ بمجرد کسی وہمی ہمت کے جو خود انکے متخیلہ کا مخلوق ہوتا ہے * تمام اطالی ایمپ میں کامل سررمی کے ساتھ نقل و حرکت شروع ہو جاتی ہے * اور ہر اطالی فرد اس اضطراب اور بے چینی سے درزے لگتا ہے گویا چند لمحوں کے اندر اسی عظیم الشان جنگی نرہ سے مقابلہ درپیش ہے : وہ قیمتی دولتیں ہتھیاروں اور مہینوں تک زندہ رہ سکتی ہیں * اور ہتھیاروں کے اس بے دردی کے ساتھ فضا میں اتر آتے ہیں گویا یہ یورپ کا یہ نو زاد نرہ محض قیمتی دولتوں کو ہتھیاروں سے دولت و ثروت کی نمائش سے لے کر یہاں آتا ہے اور اسے توڑ ڈالتی ہے * مگر انکے شکار نڈلے میلوں تک کوئی انسانی وجود موجود نہیں ہوتا - آغاز جنگ سے اب تک ہزاروں گواہے اسی طرح صرف لے گئے بغیر اسکے کہ ایک متنفس کو بھی نقصان پہنچا ہو *

اطالیوں کی یہ حالت تھک آن چڑھاؤں کے نرون کے مشابہ ہے جو جنگ کی تڑپ میں ایسی ایسی زور زور سے چیخنے لگتے ہیں - لیکن اس سے مقصود خارج میں کسی سے مخاطب نہیں ہوتا - بلکہ وادی کے نیچے سے جو دراوڑی آوازیں سنائی دیتی ہیں - انکے خوف و رعب کو شور و غل دے اپنے دل سے دور دھکیلتے ہیں اسے مقابلے میں عثمانی ایمپ کی حالت کا بیان کرنا بہت دایچسپ ہوگا - جبکہ اطالی ایمپ میں اتنی خیالی اور وہمی صورتیں فوجی طیارے شروع کر دیتی ہیں - یہ خود اطمینان اور سکون کی نیند میں سوئے سوئے مسکرائے لگتے ہیں - سوگلوں تک تو یہاں اسی کو خیال بھی نہیں ہوتا : وہاں جب کبھی پانچ سوگلوں کی آوازوں تک نوبت پہنچی ہے - تو ایسا ہے کہ بعض سپاہیوں نے تیسے سے ستر اٹھائے چاروں

بالاسف - مجھکو عثمانیوں کی محبت و طرفداری - اور حقیقت چھپانے کے الزام سے متهم کیا جاتا ہے - لیکن سچ یہ ہے کہ اپنی جگہ الزام دینے والے بھی مجبور ہیں - میں خود بھی ایسا اعتقاد رکھنے کی ہرگز خواہش نہیں رکھتا تھا کہ بزدلی اور نامردی اس شرمناک درجہ تک پہنچ جائے گی - لیکن اب اپنی آنکھوں کو کیونکر جھٹلاؤں ؟ دیکھتا ہوں - اور باوجود تعجب کے یقین کرتے ہیں مجبور ہوں *

فی الحقیقت ایک جرار اور خوفناک مغربی فوج کو ایک پرانندہ اور صحرائی بھیڑ کے مقابلہ میں عاجز و خائف سنکر کون یقین کر سکتا ہے ؟ وہ ہر طرح سے مکمل فوج - جس میں دیرہ لایہ سپاہیوں کا سمندر لہرا رہا ہے - جسکے ۵۲ تجربہ کار اور تربیت یافتہ کمانڈر اپنے سینوں کو طلائی تمغوں سے چھپائے ہوئے ہیں - جسکے پاس بیسویں صدی کے قیمتی آلات جنگ کا ایک جنگل ہے - اور جسکے ایمپ میں توپ کے گولوں اور بندقوں کی گولیوں کے پہاڑ تھرتے ہیں - اپنے اس حقیر و ضعیف حریف پر ایک مرتبہ بھی جزئی سے جزئی فتح نہیں پائی * جو اس نے جنگی سمندر کے مقابل میں چند قطرہوں سے زیادہ نہیں - ایک بادیدہ نشیں وحشی نرہ ! جو چالیس برس سے بھی کم عمر والے چند ترک لڑوں کے ماتحت ہے - جسکے پاس تقسیم کرے کیلئے ایک قسم کے پوائے اور ام قیمت اسلحہ بھی نہیں * جو اسلحہ جس کو ہتھیار دیا وہی اسکی متوالیوں اور وہی اسکے لئے توپ ہے - یہ موجودہ جنگی دور کی اصلی چیز یعنی برقی مشینیں سے گولے برسائے والی اور قلمہ شکن توپوں کی تو انہوں نے صورت تک نہیں دیکھی !

اور پھر دیوتہ اس بات کا تسلیم کر لینا مہم ہے کہ صحرائے طرابلس کے دس وحشی بدو * اٹلی کی جرار پلٹوں کو ایک لمحہ کے اندر پتھیر دھلا کر فرار کرے پر مجبور ہو دیکھتے ہیں ؟ جبکہ وہ مدتوں کی زبوشی کے بعد ملکی رسالوں کے آڑ میں بڑے ساز و سامان کے ساتھ نکلے ہوں ؟ یقیناً ان عجائب کو بغیر شک و شبہ کے کوئی سامعہ قبول نہیں کر سکتا - یہ خوارق و معجزات ہیں * جنکو باوجود اپنے سامنے دیکھنے کے انٹر ایسا ہوتا ہے کہ مجھے خود خواب و خیال معلوم ہوئے لگتے ہیں *

اصل بات یہ ہے کہ اتنی نامہمی کا اصلی باعث خود انکی بزدلی و نامردی ہے اور بس - انہوں نے ابتدا سے ایک دو مقابلوں کے بعد ہی اپنا گویا دائمی جنگی پروگرام یہ بنا لیا ہے کہ ساحلی بیڑے کے گولوں کی حد پرواز سے ایک بالشت بھر بھی انکے قدم نہ رہیں - اب انکا یہ پروگرام کوئی راز نہیں رہا اور نہ کسی تفصیل کا محتاج ہے - اسکا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ پوری اطالی چھاونی اپنے گھر کے اندر ہی ایک دائمی مصیبت و محنت میں مبتلا ہو گئی : راحت اور امن و سہولت ان میں سے ایک فرد کو بھی تعجب نہیں * ہر وقت گویا ایک نامعلوم الحال دشمن کا حصار انکی چاروں جانبوں کو کھیرتے رہتا ہے * جسکے

اور کسی چیز سے تفریح نہیں ہوتی - وہ جب دیکھ لیتا ہے کہ گولہ باری اسکو نقصان نہیں پہنچا سکتی تو اسکی آواز کا شوق و کیفیت کے ساتھ عادی ہو جاتا ہے ، یہاں تک کہ اگر کوئی دن اسکی صداؤں کے نغمات سے خالی جاتا ہے تو افسردہ خاطر ہو جاتا ہے * اسکی جنگی خصائل میں یہ داخل ہے کہ اگر وہ زخمی ہوتا ہے تو زخمی مزمہ پٹی کر کے معاً پھر میدان جنگ میں آکر مصروف کارزار ہو جاتا ہے ؛ اور اگر زخم شدید ہوتے ہیں ، تو بھی صرف اتنی دیر کیلئے میدان جنگ سے غیر حاضر رہتا ہے جو معالجہ کا کم سے کم وقت ہو سکتا ہے اور پھر ہر حال میں جان بازی کا رولہ اسکی پیشانی پر چمکتا رہتا ہے -

خلاصہ احوال یہ ہے کہ عرب اور عثمانی ہمیشہ دشمن پر حملہ و هجوم اور آتالین ہر حال میں قلعوں کے اندر سے اپنا ذخائر جنگ خالی کرتے رہتے ہیں *

آتالین خبر رسائی کی کمپنی کی بے تکان کذب بیانیوں پر حیران ہوں ، معلوم ہوتا ہے کہ عثمانی مقتدرین و مجرور حین کی تعداد لکھتے ہوئے ہمیشہ اعداد کی دھنی جانب کو نقطوں کے خط سے خوشنما بناتی رہتی ہے - میرے لئے اس امر کا ثبوت و اعلان بالکل آسان ہے کہ وہ ہمیشہ دنیا کو دھوکا دیتی ہے اور اسکا کوئی میزان کذب و فریب سے خالی نہیں - میں جب سے پہنچے ہوں ، عثمانی شفا خانوں میں شب و روز وقت بسر کرتے ہوں ہر لڑائی کے بعد جسقدر زخمی سپاہ واپس آتی ہے ، وہ مجھے پرشیدہ نہیں رہ سکتی ، میں عنقریب تفصیلی اعداد و شمار سے اپکو اطلاع دوں گی اس وقت اپ آتالین ایجنسی کی کذب بیانیوں کا اندزہ کر سکیں گے *

قسطنطینہ کی ڈاک

صبح کے تار

نصرۃ الہی کا ایک معجزہ ، اطالین کی بے شمار ہلاکت

۳۱ - مئی کے معرکے کی تفصیل

از سیدی سعید ۰۱ - جون

۳۱ مئی کو (برکماش) اور (فرزہ) کے قریب سخت لڑائی ہوئی اطالین فوج کے تین حصے تین مختلف سمتوں پر نکلے تھے - ایک گروہ (سیدی سعید) کی طرف جا رہا تھا جسپر وہاں کے عربی کمپ کے مجاہدین ٹوٹ پڑے ، دوسرا گروہ (برکماش) کی جانب نکلا ہی تھا کہ (ضلیلہ) کے عربوں سے مدبہیز ہو گئی ، تیسرا گروہ مغربی حصے کی طرف جو (ٹیرنس) کی سرحد کی جانب واقع ہے جا رہا تھا مگر (طویلہ غزالہ) کے مجاہدین نے حملہ کر دیا *

دشمن کی ان افواج کے ساتھ پانچ مؤثر ترین تھیں اور پندرہ گاڑیاں ، تینوں جانب سخت و شدید معرکہ ہوا وہ اپنی طبیعت ثانیہ کے مطابق تین گھنٹے سے زیادہ فہ تھرسکے اور ایک یادگار و ذلیل کن شکست کے ساتھ بھاگ گئے ؛ لیکن مجاہدین کا ہیجان و غضب اب اس حد تک پہنچ گیا تھا جسکو روکنا انسانی طاقت سے

طلائی بخششیں بھی بیکار ثابت ہوئیں ؛ وہ جسقدر سازشی اور پر فریب کوششیں انکے ملانے کی کرتی ہے ، اتنا ہی انکی استقامت بڑھتی جاتی ہے ؛ جسقدر اطالین جاسوس غداری کے پیغامات لیکر گئے انکو عربوں نے پکڑ کر (انور بک) کے پاس (برقہ) میں بھیج دیا اور جو کچھ رشوت اپنے ساتھ لائے تھے وہ بھی عثمانی کیمپ کے سپرد کر دی - اس طرح کے واقعات سے ابتر کوئی دن خالی نہیں جاتا ؛ یہ عثمانی کیمپ کی فتوحات بالائی کا ایک نہایت مفید ذریعہ ہو گیا ہے ، اگر کسی دن نقد روپیہ ہاتھ نہیں آتا ، تو مضائقہ نہیں ؛ کیونکہ اسکی جگہ بکثرت ذخیرہ رسد اور طرح طرح کی کھانے پینے کی قیمتی اشیاء انکے پاس پہنچ جاتی ہیں اور عثمانی رسد خانے میں داخل ہو جاتی ہیں - تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ خود ہمنے اطالین کیمپ سے بھیجی ہوئی ، یہ اشیاء پر تکلف کھائی ہیں جو ایک دن بیشتر وہاں پہنچی تھیں - میں نے جنرل کمانڈر سے جب کہا کہ اطالین کیمپ کے ذرائع رسد کو کسی طرح مسدود کرنا چاہئے کیونکہ اتلی سے انہیں بغیر کسی روک کے بکثرت ذخائر پہنچتے رہتے ہیں ؛ تو اس نے کہا : ہرگز نہیں ، یہ تو خود اپنے ہاتھوں اپنا دستر خوان اولت دینا ہوگا *

ہر روز ہمارے لشکر میں اطالین چھاؤنی سے چھینی اور اورائی ہوئی طرح طرح کی قیمتی چیزیں اور جدید آلات و ادوات لاکر ڈھیز کی جاتی ہیں - پچھلے آخری دنوں میں عثمانی کیمپ نے (طبرق) سے (درنہ) تک ٹیلیفون لگا کر دو بڑے فوجی کمپنوں کو باہم متصل کر دیا ہے ، آپ تعجب کریں گے کہ اسکے لئے جسقدر کھمبے گاڑے گئے ، وہ سب کے سب اطالین کیمپ کی فتوحات سے ہیں !

عثمانی اپنی ایک گولی بھی بیکار ضائع کرنا نہیں چاہتے ، اور دشمن کی بزدلی سے انکو ضرورت بھی پیش نہیں آتی ؛ کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے قلعوں میں متحصن رہتے ہیں اور خواہ عرب کتنا ہی چھڑ چھیز کر نکالنا چاہیں مگر قدم باہر نہیں نکالتے * عرب مجاہدین کی آجکل اسکی سزا اور کوئی آرزو نہیں کہ کسی طرح اطالین قلعوں سے نکلیں اور تھوڑی دیر کیلئے بھی جم کر مقابلہ کریں ؛ وہ امیدیں اور کوششیں کرتے کرتے تھک گئے ہیں رز کوئی نہ کوئی چھوٹی سی جماعت نکل کر اطالین کیمپ کی طرف چلی جاتی ہے اور انکے قلعوں سے چند گز کے فاصلے پر پہنچ کر اپنی تمام طاقت صرف کر دیتی ہے کہ کسی طرح دشمن امداد مقابلہ ہو کر باہر نکلے ، لیکن انہیں اسکی سوا اور بچہ نہیں آتا کہ عربوں کو دیکھتے ہی توپوں کو فٹیلہ لگادیں ، اور یہی ایک کام رہ گیا ہے جس میں اب دیر لاکھ آتالین فوج مصروف رہ کر ، اپنے زرد طرابلس کی قیمت وصول کر رہی ہے *

لیکن اگر انکا خیال ہے کہ توپوں کی گھوڑا زہت سے اتکا دشمن بھاگ جائے گا ، تو وہ سخت غلطی میں ہیں ؛ کیونکہ عرب مجاہد ایک شدید جنگی طبیعت ہے جسکو بارود کی بو سے بڑھ کر

میدان جنگ سے تار

الموید قاہرہ کے نام

(بنغازی - ۱۸ جون بقیق سے ۲۵ کروانہ کیا گیا) - آجکل اٹلی کے ہوائی جہاز میدان قتال میں کثرت سے اڑ رہے ہیں ، لیکن خوف و ہراس کی شدت جوارڑائے والوں اور اطالی فوج کی علامت ممتاز ہے حملہ کی جرأت نہیں دلاتی - یہی وجہ ہے کہ اس وقت تک اس سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا *
تھوڑی دیر کا واقعہ ہے کہ ایک مسلح جنگی جہاز ہمارے کیمپ کی وسیع فضا میں نمودار ہوا اور نوبم کے گولے پھینکے لیکن ایک فرد واحد کو بھی نقصان نہ پہنچا سکا *

اہل عرب کی شجاعت بدستور تاریخ کے خوارق و معجزات کا حکم رکھتی ہے - ایک عرب تیسوں رات کو دشمن کی جانب گیا اور تنہا انکی قلعہ نما گڑھی میں داخل ہو کر بے دھڑک حملہ کر دیا ، بہت سے اطالی سپاہی جو اپنی اپنی دیوڑی پر کام کر رہے تھے - اس ناگہانی حملے کی نذر ہوئے - پھر صحیح رسالہ اپنی بندوبست کا اندھے پر رکتے ہوئے اپنے لشکر میں آموجود ہوا - میں نے خود اس عجیب بندوبست کی زیارت کی ہے *

کل ہماری ایک گشت لگانیوالی جماعت دیکھ بھال کیلئے نکلی تھی کہ یکا یک (بنغازی) کے باغوں میں ایک اطالی جماعت سے مقابلہ ہو گیا - (بنغازی) کے ان باغوں تک گشت لگاتے چلے جانا فی الحقیقت عرب و عثمانی فوج کے سوا اور کسی انسان کی طاقت میں نہیں ہے - ہمارے کیمپ سے تین ہزار کی ایک قوت فوراً سرورانہ ہو گئی ، اس امید سے کہ دشمن اپنی جماعت کو مقابلے میں دیکھ کر نکلے گا اور عثمانی فوج کو اس بہانے ایک قابل ذکر معرکہ ہاتھ آجائے گا *

لیکن جب عثمانی فوج مرقعہ پر پہنچی تو معلوم ہوا کہ دشمن کی فوج تو چند گولیاں کھا کر پیشتر ہی بھاگ چکی تھی ، اور اطالی اپنے استحكامات کے اندر سے عثمانی فوج کی موجودگی کو دیکھ رہے ہیں مگر نکلنے کی جرأت نہیں *
عثمانی فوج ہراول کے اس اتفاقی مقابلے میں بھی چند اطالی شکار ہو گئے - ازان جملہ ایک افسر ، جسکے ماتحت و جماعت نکلی تھی *

۲

تین ہزار سپاہیوں کی سرکشی
بنغازی میں اطالیوں نے تلوار رکھ دی

بقیق — ۱۹ جون درنہ سے روانہ ہوا ۲۰

دشمن کی جس جماعت نے (بنغازی) میں اپنے تئیں عثمانی فوج کے سپرد کر دیا ہے ، انہوں نے ظاہر کیا کہ وہ سوشلیست عقیدے کے ہیں ؛ اور چونکہ جنگ میں کوئی فائدہ

نہیں دیکھتے اسلیئے کفارہ کش ہو کر ہمارے قبضے میں آئے ہیں *
انہوں نے عثمانی جنرل کمانڈر کے آئے نہایت اصرار و رنوق سے کہا کہ (بنغازی) میں اس وقت تک انکا نقصان ۲۲ - ہزار تک پہنچ چکا ہے - جنہیں سے تین ہزار سپاہیوں نے تو افسرانہ احکام جنگ کی تعمیل سے انکار کر دیا اور (اٹلی) واپس آئے - باقی کچھ تو مقتول و مجروح ہوئے ، اور بہت سے پاگل ہوئے کثرت تر حش و اضطراب ، اور دائمی مصائب اور شب بیداری و غیرہ کی وجہ سے - جنرل کمانڈر (عزیز بک) مصری نے اتنے ساہمہ نہایت رعایت و مہربانی کا سلوک کیا اور اس امر کیلئے وسائل احتیاط اختیار کیے کہ باقی سپاہیوں کو جو انکی طرح کفارہ کش ہو کر چلے آئے پر مستعد ہیں ، کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے - طرح کے لوگوں نے گشت لگائے والی عثمانی فوج کی اپنی صداقت کے ثبوت سے تائید بھی کی *

(قبیلہ عواقیر) کے مجاہدین کی جانفروشانہ شجاعت کی داد نہیں دی جاسکتی - علی الخصوص مصر کے (ملوم بک) سعدی کا خاندان - جس نے پچھلے معرکوں میں دلیری و خود فرشی کے معجزات دکھائے - ان میں سے نامور (عبد السلام) اور اسکے بھائیوں کے سنگین حملے اور بے باکانہ دشمن پر ہجوم ، ہمیشہ یادگار رہیں گے - آخری معرکے (میں عبد ربہ) تو اس بے پروائی سے لڑے کہ اپنے تئیں زخمی کر دیا - الحمد للہ کہ زخم شدید نہیں - ان کی والدہ (ام شناق) تمام عربوں میں مشہور ہے اور اپنے موثر لہجے میں ہمیشہ مجاہدین کو جوش و غیرت دلا دلا کر میدان قتال میں بھیجتی رہتی ہے (اپکا نامہ نگار احمد عبد الرحمن) *

النیل قاہرہ کے نام

(موسیو کولیرا) مالک اخبار (النیل) فرانسیسی کی فیاض و رحم دل بیوی ، (مسز کولیرا) جو مصری (انجمن ہلال احمر) کے طبی وفد کے ساتھ طرابلس گئی ہیں - میدان جنگ سے اپنے اخبار کے نام ٹیلیگرام بھیجتی ہیں :-

” افتاب کی شدید حرارت کے نیچے پُراز عذاب الیم سفر کرنے کے بعد ، اب ہم (درنہ) پہنچ گئے *

(النیل) کے ناظرین (موسیو کولیرا) کے مسلسل مراسلات میں عثمانی کیمپ واقع (سلوم) و (دغنه) و (طبرق) کے حالات پڑھنے کے ہیں مگر اٹالین کیمپ کے حالات - تو وہ اس سے زیادہ نہیں کہ کبھی کبھی مسافت بعیدہ سے گولوں نے چھوٹنے کی آواز سن آجاتی ہیں جو کسی جنگی مقابلے کی نو خبر نہیں دیتیں البتہ اس طرح کے احتمالات پیدا کر دیتی ہیں کہ شاید اٹالین کیمپ سے قریب ہو کر کوی اوتھہ گذرا ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو کسی پرند نے توڑ سے اپنے پروں کی گرد ضرور جھاری ہے *
اٹلی نے طرابلس میں صرف خرچ کرنے ہی کی طاقت دکھلائی ہے ؛ لیکن اہل عرب پر ایسی بارش اور گولوں کی طرح

پھر بھی انکو جفیش نہ ہوئی، اور زور کے ساتھ اپنی جگہ پر قائم رہے، اب ایک ایسے نازک وقت میں کہ عثمانی شرف و عزت کا فیصلہ کرنے والا ہے، انکا علاحدہ ہوجانا بغیر کسی شدید تغیر کے ممکن نہیں ہے۔

فوجی بغاوت کی جو خبریں گذشتہ ہفتے شائع ہوئی تھیں، ۵ جولائی کا تار اس کے متعلق اطمینان انگیز لفظوں میں خبر دیتا ہے کہ "امید افزا جذبات رونما ہونے لگے ہیں اور یقین کیا جاتا ہے کہ فوجی بے وفائی کی شہرت یافتہ خبروں کا غالب حصہ مبالغہ آمیز ہے۔"

(البانیا) کے فساد کی خبریں بھی یقیناً مبالغہ سے خالی نہیں، اور جس قدر بھی ہے، اسکو طرابلس کے حالات جنگ کے ساتھ رکھ کر دیکھنا چاہئے، عثمانی گورنمنٹ پورے استعظم سرگرم انتظام ہے، کئی طاقتور فوجی گروہ مقدونیہ اور سارونیکا روانہ کئے جا چکے ہیں، ہم آئندہ نمبر میں ان حالات کے متعلق کافی تفصیل سے بحث کریں گے۔

ترکی اور اٹلی کی صلح

دول یورپ اپنی سعی صلح کو بظاہر ابتدائی حالت میں چھوڑ چکے تھے، مگر ۱۱ جولائی کو (ریوٹر) قسطنطنیہ سے خبر دیتا ہے کہ:

"قابل اعتماد ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب جنگ کا خاتمہ ہو جائے گا، آثار و علائم نمودار ہو چکے ہیں؛ (سعید پاشا) ۳ جولائی کو (رائٹا) روانہ ہو گئے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فریقین میں بلا واسطہ باہم قرار داد ممکن الوقوع ہے۔"

یہ یقینی ہے کہ (اٹلی) کیلئے اب صلح کے سوا اور کوئی راہ نجات نہیں، مگر (ترکی) کے سامنے بھی صرف ایک ہی راستہ کشادہ ہے، گو اٹلی نے ترکی کے ایک افریقی علاقے پر داکہ مارنا چاہا ہو لیکن اب وہ ایک عربی قبائل کی جنگ، اور اسلامی شرف و بقا کے مسئلہ کے سامنے آکر پھنس گئی ہے، اور اگر ترکی اپنی عزت کی پورا بھی نہ کرے تو بھی طرابلس اسلامی و عربی شرف کو ہاتھ سے نہیں دے سکتا۔ اسی نمبر میں نظریوں شیخ (سایمان باروٹی) کی ریڈیو طرابلس کے عربی کیمپ کا پیغام پھیلے ہوئے ہے، اور (انریک) اس سے پہلے بعینہ یہی پیغام پہنچا چکے ہیں، پس اگر [صلح] کے آثار مضیق اور قابل اعتماد ہیں، تو اسے یہ معنے ہونے چاہئیں کہ اٹلی ترک طرابلس پر راضی ہوجانے کا اقرار کر لینے تک آگئی ہے، ورنہ بظاہر حال کوئی دوسری صورت ممکن الوقوع نہیں، [صلح] کے امکان و عدم امکان کے گرد ویدش متعدد اہم مسائل ہیں، اس بارے میں ہم آئندہ نمبر میں [طینین] اور [اقدام] اور [معمود شرکت پاشا] کے آخری اظہارات کا ترجمہ کریں گے۔

یوشیدہ قسطنطنیہ نکل گئے، رہاں سے (الہلال عثمانی) نیا روانہ اخبار انہیں دو شخصوں نے جاری کیا ہے۔

۳- اور ۴- کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اور لوگ بھی گرفتار ہوئے ہیں، جنہوں نے (لڑ کچنر) [خدیو] اور [وزیر اعظم] مصر کے خلاف کوئی "سخت اندیشہ ناک" سازش کی تھی، اور ان میں دو مشہور وطنی ہیں۔ غالباً انہیں سے ایک تر (اسماعیل رضا) ہوا، جس نے حال میں (سعد پاشا زعلول) کے مستعفی ہوجانے پر مسلسل مضامین شائع کیے تھے اور پھر جب (شبین الکوم) کے جلسے میں عربی قصاب (لڑ کچنر) کی مدح میں پڑھے گئے، تو ان کے جواب میں نظمیں لکھیں تھیں۔ لڑ کچنر کے تقریر کے وقت ہارس اف کا منظر کے نکتہ چین منبر متعجب تھے کہ ایک ملکی عہدے سے ایک از سر تاپا فوجی طبیعت کو کیا تعلق؟ مگر بقول مسٹر [بلنٹ] کے: انکو اسکی علت دریافت کرنے کیلئے زیادہ دیر تک انتظار کرنا نہیں پڑا اور جنگ طرابلس سے معاً خفیہ منصوبے اور قرار دار بے نقاب ہو گئے۔ بعض مرقعوں میں ملکی عہدوں کیلئے بھی فوجی طبیعت کی خشونت اور سختی مطلوب ہوتی ہے اور شاید برطانیہ کو مصر میں اپنی جدید پالیسی کیلئے اسی کی ضرورت تھی؛ لیکن تاہم پولیٹکل امیدوں کی حرجب کسی زمین میں اپنی جگہ پیدا کر لے تو پھر اس کے زیر زمین ریشوں کا شملہ آگلی نہیں، مصر کی وطنی امیدوں کی خواہ کننی ہی تعمیر کی جتے، لیکن وہ اپنی ابتدائی منزل سے گزر چکی ہے۔

اب قسطنطنیہ جولائی سنہ ۱۸۹۸ سے پہلے کا قسطنطنیہ نہیں رہا، جب مصر کے پولیٹکل مغروروں کو حوت خرا ہوئے قدیمی ملجا [جنیرا] میں رہنا دھرتدھنی پڑتی تھی، اب مصری وطن پرستوں کی جمیعت وہاں روز بروز بڑھتی جاتی ہے، [الہلال عثمانی] کی تازہ ذک سے معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب بقاعدہ طور پر [حزب الوطن] کا مرکز قہرہ سے قسطنطنیہ میں منتقل کر دیا جائے گا۔

شورکت پاشا کا استعفا

یعنی اس ہفتے کی تاریخوں میں سب سے زیادہ اہم خبر، ترکی کے نئے عربی عہد کے پہلے [معمود شرکت پاشا] کے رزوت جنگ سے استعفا ہے، اور اسکی وجہ جو بتائی گئی ہے وہ بالکل غیر تشفی بخش ہے۔ یعنی [البانیا] میں ظہور فساد سے آنکی علل میں فوق آگیا تھا، اسلیے مستعفی ہو گئے۔

معمود شرکت پاشا کا استعفا کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے، تعجب یہ ہے کہ گذشتہ چار سال کے اندر سخت سے سخت نازک مرقع پیش آئے اور [کرنیل صلیح] کے واقعہ میں تو یارقیوں کے نزاعات اور فوجی جماعتوں کے سیاسی اشتغال کے مسئلہ کی پیچیدگی نے ان کے عہدہ و زراعت کو ایک زلزلہ عظیم میں ڈال دیا۔ لیکن

معتدل ترک جنگی ۶ ہزار کی جمعیت کل چند گھنٹوں کے اندر اٹالین سنگینوں کی نوکوں سے زخمی ہوتے ہوئے بھاگ گئے تھے، آج یکایک زندگی کی ایک کرپٹ لیتے ہیں، اور ایک خندق کی پناہ کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، اور گرتی جنگی جہاز مسلسل آگ برساتے رہے، اور اٹلی کی رری توڑن مقابل ہری لیکن پھر بھی ۱۰۵ اٹالین کو مقتول اور ۶۸ کو زخمی کر کے میدان جنگ سے منہ موڑتے ہیں۔ لیکن اسکا سبب یہ تھا کہ انہیں رات بھر میں مزید کمک پہنچ گئی تھی، اور خواہ کچھ ہو، پھر بھی انکے مقتول اٹلی کے مقتولین سے ۹۵ زیادہ ہوئے، کو زخمی ۶۸ کے مقابلے میں صرف ۲۶ - (۲۰ جرن)۔

اسکے بعد ایک ہفتہ تک بالکل خاموشی رہتی ہے، لیکن ۹ - جولائی کو روما کی خبر رسائی کے صادق البیان دفتر کی لبیں ہلتی ہیں اور اپنی عظیم الشان نصرت کا ایک بے پروا اور عادی فتح یاب کی طرح، نہایت مختصر، مگر جامع لفظوں میں اعلان کرتا ہے: ایک شدید معرکے کے بعد اٹالین فرج نے (مضر تہ) پر قبضہ کر لیا، ترکوں اور عربوں کی طرف سے گوسخت مدافعت ہری مگر حملہ آوروں کی سنگینوں کے آگے کچھ نہ چل سکی، انکے صرف ۹ آدمی مقتول مگر ۱۲۱ زخمی ہوئے۔

یہ (روما) کی روایات ہیں جو اس ہفتے دنیا کو سنائی گئیں (ابو کماش) کی قلع پر اٹلی کی پارلیمنٹ میں قومی مسرت و شادمانی کا طوفان اٹھا ہوا تو کوئی تعجب کی بات نہیں، کیونکہ طرابلس کے اٹالین کیمپ میں نصرت و کامیابی کی جو دائمی خشک سالی ہے اسکی کچھ نہ کچھ تلافی ہونی ہی چاہئے بہر حال اب یہ کہنا ضروری نہیں رہا کہ یہ خبریں کہاں تک ہمکو صحیح تازہ حالات کی خبر دے سکتی ہیں؟ (مضر تہ) اسمیں شک نہیں کہ طرابلس کا ایک قیمتی جنگی مقام تھا، مگر صحیح حالات کیلئے مصر اور ترکی کی ڈاک کا انتظار کرنا چاہئے۔

عالم اسلام

اسلامی ممالک کی عام خبروں میں (مصر) کی (حزب الوطنی) کے تازہ مصائب قابل ذکر ہیں، (لارڈ کچنر) ان انتظامات سے فارغ ہو گئے، جنکی مصر میں جنگ طرابلس کے لحاظ سے ضرورت تھی، اب انکی دلچسپی اور اثبات وجود کیلئے آواز کوئی نہ کوئی مشغلہ ہونا چاہئے۔

سب سے پہلے یہ نیا سلسلہ (فرید بک) سے شروع ہوا جو (مصطفیٰ کامل) کا جانشین، اور (حزب الوطنی) کا پرسیدنت ہے، اور اسکے بعد (عبد العزیز چاروش) پر نظر انتخاب پڑی، جو اسکفورڈ یونیورسٹی کا سابق عربی پروفیسر اور (العلم) کا ایڈیٹر تھا، ان دونوں پر مقدمات قائم کئے گئے لیکن فیصلے سے پہلے ہی

باہر تھا۔ وہ جاں باز، جو اپنی موت کو اپنے دشمنوں کے وجود سے کم حقیر نہیں سمجھتے، معال تھا کہ مدت کے بعد ایک موقعہ پاکر دشمن کو میدان قتال میں سے چھوڑ دیتے۔ بھوئے شیر کی طرح مجاہدین کے گروہ بلا تعاشہ ایک ایک اٹالی کے تعاقب میں دوڑتے چلے گئے اور خون کے فواروں اور لاشوں سے تمام راہ پت گئی یہاں تک کہ اٹالین کو اپنے استحکامات میں پہنچکر بھی امن نہیں ملا، متعاقبین انکے حدود کو طے کر کے ساحل تک بچھتے چلے گئے، بقیۃ السیف جب اپنے جہازوں اور (بوکماش) کے برج میں جا کر چھپ گئے، تو فتح یاب لشکر اسلام واپس آیا۔

قیمتی اسلحہ، ذخائر جنگ، سامان رسد اور سینکڑوں اشیا مال غنیمت میں اسقدر کثرت سے ہاتھ آئے کہ پہلے کبھی نہیں آئے تھے یہ شکست بھی یادگار اور منجملہ طرابلس کے مخصوص واقعات کے ہے۔ انکا نقصان بے شمار ہوا۔ صحیح تعداد کا اندازہ معال ہے: کیونکہ میدان جنگ سے زیادہ مقتول و مجروح، بھاگتے ہوئے متعاقبین کے ہاتھ سے ہوئے اور وہ شمار میں نہیں آسکتے میدان میں سینکڑوں لاشیں تو اسی رقت انہوں نے گاڑیں میں لاد لی تھیں۔ ہمارا نقصان اتنا ہوا: ۳ مجاہد شہید اور ۶ - مجروح ہوئے۔

یہ فی الحقیقت ایک الہی معجزہ اور محض نصرۃ الہی تھی۔ جن آنکھوں نے میری طرح اس خارق عادت واقعہ کو نہیں دیکھا، مشکل ہے کہ میں انکو اپنی صداقت کا یقین دلا سکوں لیکن خدائے عظیم و برتر کی قسم کھا کر اپنے ایک ایک لفظ کا یقین دلاتا ہوں، میں عین میدان قتال میں موجود تھا، اور جو کچھ لکھ رہا ہوں اسپر وہ علیم و رقیب شاہد ہے۔

۲

شیخ سنوسی کا استقبال

(شیخ سنوسی) کی تشریف آوری کی خبر سنکر (انور بک) نے جو جماعت استقبال (جعوب) وانہ کی تھی۔ اسمیں علاوہ عام افسروں اور سپاہیوں کے مندرجہ ذیل اشخاص تھے۔ نوری بک ڈاکٹر عبد الغنی بک زاہد ڈاکٹر عبد الکریم بک۔ حسین جاہد بک۔ شیخ کے کمال احترام اور عزت سے اس جماعت کی پذیرائی کی اور عنقریب (جعوب) سے روانہ ہونے والے ہیں۔

انگلش میل

اگر اس ہفتے کی خبروں کو پہلی جوں سے شروع کیا جائے تو ۲۸ جوں کو (ابو کماش) میں ایک سخت لڑائی ہوئی، چھ ہزار ترکوں پر اٹالین فرج نے حملہ کیا، ترکوں کا کیمپ بالکل تباہ ہو گیا اور ۵ سر شہید و مجروح ہوئے (روما ۲۹) اس عظیم النظیر فتح یابی سے اٹلی کے قومی مفاخر اور ملی عزت و شرف کے جذبات متحرک ہو گئے پارلیمنٹ میں قومی گرمجوشی کا طوفان بپا رہا۔ (۲۹ جوں) لیکن پھر وہی ضعیف و

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ الْكَافِرَاتُ الْكَافِرَاتُ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

مقام اشاعت
۱-۲ مگلاوڈ اسٹریٹ
کلاکتہ

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

جلد ۱

کلاکتہ : شنبہ ۲۰ جولائی ۱۹۱۲ ع

نمبر ۲



فہرست

نصاب	مضامین
۸ فرہاد بک اور شیخ القبائل	۱ شذرات
۸ ڈاکٹر کریم تپائی بک	۲ ایڈیٹوریل نوٹس
۹ شیخ سنوسی کا مقدس علم جہاد	۶ مقالات
۱۱ برقہ کو عثمانی کیمپ کا شناختی	۷ احرار اسلام
شیخ سلیمان بارونی بتازی	۸ ناموران قزوۃ دارابلس
۱۲ کو معرکہ مین	۹ کارازار دارابلس
۱۲ بیرون پر گولہ باری	۱۰ اقصائے مغرب
۱۰ مراکش کا یو تاج و تخت حکمران	۱۱ افسانہ عجم وعالم اسلامی

عاشقان ختم نبوت کیلئے سنہری موقع

(افریقہ طلباء کی کفالت)

ربوہ میں ایک عرصہ سے بیرونی ممالک کے طلباء کو تعلیم و تربیت دے کر ان ممالک میں کفر و ارتداد کا کام لیا جا رہا ہے۔ اس کے موثر دفاع کے لئے ادارہ دعوت و ارشاد نے ان ممالک سے ایسے نوجوان طلباء کو لئے وقف کر سکیں۔ ان کو اس طرح دینی و دنیوی تعلیم و تربیت دیکر واپس بھیجا جائے کہ وہ اسلام اور ختم نبوت کی خدمت کریں۔ اور قادیانی نبوت باطلہ کا پردہ چاک کر کے مسلمانوں کو ان کے دامن ترویج سے بچائیں۔

الحمد للہ اس مبارک کام کی ابتدا ہو چکی ہے۔ اٹھ طلباء کی پہلی جماعت مغربی افریقہ کے ملک گھانا سے پہنچ چکی ہے۔ نائبیر یا اوسیرالیون سے مزید پچیس طلباء آنے والے ہیں۔ ملک گھانا کے لئے بے پناہ سرمایہ دہا سہ ہے۔ کیونکہ فی طالب علم پانچ سو روپیہ مالانہ خرچ آئیگا۔ اس مالی بوجھ کے سلسلے میں برعاشق رسول کا فرض ہے کہ وہ ادارے کا ہاتھ بٹکر شریک عمل ہو۔ جس کی ایک صورت یہ ہے کہ ایک صاحب خیر ایک طالب علم کا خرچ اپنے ذمے لے۔ اس کا رخیر کی ابتدا بعض عاشقان رسول کر چکے ہیں۔ فجزاہم اللہ خیراً

قادیانیوں کی بیرون ملک سرگرمیوں پر سیفر ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی کی جوابی کارروائی

قادیانیوں نے پاکستان اور عرب دنیا میں غیر مسلم اقلیت پھیلانے کے بعد بیرون ملک اپنی سرگرمیاں تیز کر دی ہیں۔ مغربی افریقہ کے ممالک خاص طور پر ان کی اماجگاہ ہیں۔ چنانچہ ادارہ دعوت و ارشاد کے ناظم اعلیٰ اور ان کے رفقاء ۱۹۷۷ء سے اب تک دو مرتبہ برطانیہ اور مغربی افریقہ کا دورہ کر چکے ہیں۔ اور قادیانی مذہب کو عوام کے سامنے بے نقاب کر چکے ہیں۔

ایک اور سادش کا سدا باب

قادیانیوں نے ایسے تراجم لاکھوں کی تعداد میں مفت تقسیم کر کے لوگوں کو گمراہ کیا۔ مولانا موصوف نے اپنے دورے کے دوران اس سادش سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ بلکہ ۲۱-۲۲ اگست ۱۹۸۰ء کو علماء کنونشن منعقدہ اسلام آباد میں صدر مملکت کے روبرو یہ تلخ حقائق پیش کر کے انضامی جہاد کا فریضہ انجام دیا۔ چنانچہ صدر مملکت جناب جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنی جوابی تقریر میں تعین دہانا کرائی۔ کہ آئندہ جماعت احمدیہ کے طریقہ پر کڑی نگاہ رکھی جائے گی۔ اور خلاف اسلام مواد چھاپنے کی پرگز اجانت نہ دی جائے گی۔

چنانچہ ۱۷ اپریل ۱۹۸۱ء کو صدر پاکستان سے براہ راست ملاقات کے دوران تحریف شدہ مواد پیش کیا گیا۔ الحمد للہ حکومت نے یکم جون ۱۹۸۱ء کو مرزا بشیر الدین محمود کے مترجم قرآن پاک کی باقاعدہ ضبطی کا اعلان کر کے ایک مستحسن قدم اٹھایا ہے۔ - ہم اس اقدام پر حکومت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مطالبہ کرتے ہیں کہ ظفر اللہ خاں مولوی شیر علی، ملک غلام فرید اور مولوی محمد علی کے تراجم و تفاسیر بھی فی الفور ضبط کیا جائے۔ تاکہ اس کا مکمل سدا باب ہو سکے۔

ربوہ کا نام تبدیل کیا جائے ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ گمراہی کے مرکز ربوہ کا نام تبدیل کر کے مسلمانان پاکستان کے جذبات کا احترام کیا جائے

منہج

شعبہ نشر و اشاعت ادارہ دعوت و ارشاد چنیوٹ
- پاکستان -

(۲) ٹائپ

ایک بہت بڑا مسئلہ (ٹائپ کا ہے)

عجب بات ہے کہ مشرقی ممالک میں جہاں جہاں مغربی ہدیہ کے ساتھ پریس گیا، وہاں عموماً (ٹائپ) کی چھپائی رائج ہوگئی، ترکی میں اول اول جب سلطان (محمود مصطفیٰ) نے پریس قائم کیا، تو فرانس سے عربی خط کا ٹائپ منگوا دیا اور اسی میں ترکی زبان کا اخبار جاری کیا، اسی طرح مصر میں (محمد علی پاشا) نے اپنے فرانسیسی مشیروں کی صلاح سے ایک عظیم الشان دارالطبائع قائم کرنا چاہا تو فرانس سے ٹائپ کی مشینیں منگوا کر عربی ٹائپ کے ڈھانچے کا انتظام کیا، جو آج تک (بلاق) کے میدی پریس کا ٹائپ مشہور ہے۔

مگر (البادی اظلم) نہیں معلوم کس ظالم نے اول اول پتھر کی چھپائی کی اردو میں بنیاد ڈالی کہ

ہر کہ آمد بران مزیدے کرد

لیکن خواہ کوئی ہو، اسمیں شک نہیں کہ اُس نے ہر ایک طرح سے قابل نشو و ترقی پریس کو ایک صدی پیچھے ڈال دیا، اور کم از کم اچھے اخبارات کے نکلنے کا قطعی سد باب ہو گیا۔

یورپ میں اول اول پریس کی ایجاد ٹائپ ہیج کی صورت میں ہوئی، اور پھر ایک عرصے کے بعد پتھر کی چھپائی کا ظہور ہوا، شاید پادریوں نے مشرقی زبانوں میں بائبل چھاپنے کیلئے اس کو ترقی دی تھی، کیونکہ ٹائپ کیلئے ہر زبان کے حروف کا ڈھانچا صرف کثیر کا محتاج تھا، لیکن ہندوستان میں اٹھارویں صدی کے اوائل میں یہ شائع ہوا، اور نستعلیق سواد خط کے بجز نہ منقش ہو جانے کے سبب سے عام طور پر مقبولیت حاصل کر لی، تاہم اُس زمانے میں اسلامی زبانوں کے پریس کا سب سے بڑا مرکز ایست انڈین کمپنی کی وجہ سے کلکتہ تھا اور یہاں بلا استثنا گورنمنٹ نے عربی، فارسی، اردو کے جسقدر پریس قائم کر رکھے تھے، وہ سب کے سب ٹائپ ہی کے تھے، اور منجملہ ان گر انقدر احسانات کے جو اردو زبان پر انگریزوں کے ہیں، اسمیں شک ایک بہت بڑا احسان اردو ٹائپ کی ایجاد اور اسکو بقدر طاقت ترقی دینا ہے۔

شمالی ہند میں اگرچہ سترھویں صدی کے اخیر اور اٹھارویں صدی کا ابتدائی زمانہ ایک ایسا پر آشوب عہد تھا کہ پریس جیسی کسی خالص علمی ایجاد کی اشاعت دشوار تھی، لیکن پھر بھی بعض عارضی امن سے متمتع مقامات میں جو کچھ ہوا وہ بھی ٹائپ ہی میں تھا، لکھنؤ میں (نصیر الدین حیدر) نے ایک مطبع سلطانی قائم کیا تھا، جسکا تمام سامان (فورٹ ولیم کالج) کلکتہ سے (جان گلگرسٹ) نے مرتب کر کے بھیجا تھا، اسمیں (قاضی محمد صادق اختر) کی بعض کتابیں، اور لغت کی مشہور کتاب (ہفت قلزم) چھپی تھی جو ہمارے کتب خانے میں موجود ہیں، یہ مطبع بھی ڈنلیپ ہی میں تھا۔

شاہ عبدالعزیز کی (تحفۃ اثنا عشری) ڈنلیپ میں چھپی ہوئی

اور (امیر) اور (سودا) کے چند قصائد اور غزلیات جو انگریزوں نے کورس میں داخل کی گئی تھیں، ہمارے پاس اُس زمانے کی چھپی ہوئی موجود ہیں اور گو انپر سنہ نہیں ہے مگر لوح پر مصنفوں کا نام الفاظ دعائیہ کے ساتھ مرقوم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ (شاہ صاحب) اور (میر) کی زندگی میں طبع ہوئی تھیں۔

لیکن اسکے بعد (دہلی) میں (حاجی قطب الدین) اور (حکیم احسن اللہ) اور (لکھنؤ) میں (مولوی مسیح الزمان) نے لیتھو پریس قائم کئے، اور پھر پھر پھر ہی عرصے میں تمام شمالی ہند اور پنجاب میں یہ طریق انتظام مقبول ہو گیا، اور ڈنلیپ کا پریس صرف (مرزا پور) اور (الہ آباد) کے (مشن) پریسوں میں باقی رہ گیا۔ لیتھو کی سب سے قدیم چھپی ہوئی کتاب ہمارے پاس (رتن سنگھ زخمی) کی (حدائق النجوم) ہے، جو نصیر الدین حیدر کے آخری عہد میں طبع ہوئی تھی۔

بظاہر (لیتھو پریس) کی مقبولیت کا اصلی راز یہ ہے کہ نستعلیق خط کا ڈنلیپ درست نہ ہو سکا، اور کلکتہ کے سرکاری اور مشن پریسوں نے جو طیار کیا وہ اول تو خوبصورت اور مکمل نہ تھا اور پھر جو کچھ بھی تھا، اپنے کیس کے خانوں کی کثرت کے سبب سے عام طور پر کم میں لایا بھی نہیں جاسکتا تھا، اسکے علاوہ لیتھو کی ارزانی بھی اسکی ترجیح کا ایک سبب قری تھی کہ اسکے قیام و تکمیل کیلئے صرف چند سادہ اور بسیط آلات مطلوب تھے۔

لیکن در حقیقت (نستعلیق) ٹائپ کا تیار کرنا کچھ مشکل نہ تھا اگر کلکتہ اور انگلستان کے کارخانوں کو کوئی ہندوستانی ماہر فن ملجاتا اور وہ ایک مرتبہ انکو صحیح راستے پر ڈال دیتا، دقت یہ پڑتی کہ ابتدا میں (سرامپور) کے مشن کے چند اردو دان انگریز پادریوں نے بطور خود ایک نقشہ مرتب کیا، اور حروف کے سواد کیلئے نہ تو خط نسخ کو پیش نظر رکھا، اور نہ نستعلیق کو، جو حرف جس صورت میں خط و نشست تراکیب میں ٹھیک بیٹھا، اُسی طرح اسکو رکھ دیا، تشکیل حروف میں وہ (ابن مقلہ) یا (عماد) کے پیرو نہ تھے، بلکہ صرف ضرورت کے ضرورت نے جس حرف کو جو صورت چاہی دیدی، اگرچہ اسکے سر و پا کو مجروح و مضروب بھی ہونا پڑا، لیکن پھر اُسکے مرافعے کیلئے اور کوئی دروازہ نہ تھا، اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ جو ٹائپ طیار ہوا وہ موجودہ (سمیاطیقی) رسم حروف میں سے کسی سے مشابہ نہ تھا، بلکہ بجای خود ایک نئی شکل کا سواد خط بن گیا۔

جن حالات میں سرکاری پریسوں اور مشن پریسوں نے ایسا کیا، اسکا یہ نتیجہ قدرتی تھا، لیکن غلطی سے (نستعلیق) ٹائپ کی طرف سے مایوسی پیدا کر لی گئی، اور سعی و تدبیر کو جو یقیناً منزل مقصود تک پہنچاتی، ترک کر دیا گیا، آج بھی یہ نہایت آسانی سے ممکن ہے، اور اسکو ہم عنقریب ایک مستقل تحریر میں دکھلائینگے۔

لیکن دوسری غلطی یہ ہوئی کہ (نستعلیق) خط کے ضروری حروف پر کچھ زحی و اہم کے مہر نہیں لگائی تھی، مصر اور ترکی میں نہایت خوبصورت (نسخ) کا ٹائپ طیار ہو گیا تھا، اور جس طرح

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا إِنَّا لَكُم مِّنَ الْعَالَمِينَ

الْأَمَلُ

مقام اشاعت
۱-۷ مکلود اشرف
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپہ
ششماہی ۴ روپہ ۱۲ آنہ

ایک ہفتہ وار مہوار سالہ

جلد ۱

کلیکتہ : شنبہ ۲۰ جولائی ۱۹۱۲ ع

نمبر ۲

لال

الہ

۲۰ جولائی ۱۹۱۲

دشواہی سفر

ہمارے اکثر احباب منتظر ہیں کہ اپنے مقاصد کی دستاویز شروع
اردیں، مگر ہم سمجھتے ہیں کہ وہ بہتر کے لئے تلخ اور بھتوں کے
لئے بے مروت ہوگی۔ برسوں سے جو آگ اندر ہی اندر سلگ رہی
ہے، عجب نہیں کہ اب عرصہ پا کر بڑک آئے اور شاید بہت سے
قیمتی کوٹیں کے ذائقوں اور متعش دستاروں کے شعلوں کو لکھی
چنگاریوں سے خطرہ ہو پس بہتر ہے کہ آج اظہار مقاصد سے بچے (الہال)
کی نوعیت اور اسکی تشریح طالب خصوصیات کے متعلق چند کلمے
عرض کر دیں کیونکہ بغیر اسکی فطرت کی حیثیت کا اندازہ نہیں
دے سکتے۔

(۱) جنرل

یورپ میں اخبارات و رسائل اپنی نوعیت اور مقاصد کے لحاظ
سے ایک عام تقسیم کے ماتحت ہیں اور ہر نوعیت کا رسالہ اپنے
دائرے میں محدود دھکر تقسیم عمل کے اصول پر کاربند رہتا ہے۔
پہلی قسم عام روزانہ اخبارات ہی ہے، یہ روزانہ خبروں اور سیاسی
مباحث و افکار کا مجموعہ ہوتے ہیں اور تمام دنیا کی خبریں
باردقوں کے ذریعہ جمع کر کے شائع کرتے ہیں۔ بعض اوقات اسطرح
کے اخبارات ہفتہ وار یا ہفتے میں دو بار بھی نکالتے ہیں لیکن
در اصل وہ بھی اسی قسم کے ذیل میں داخل ہیں۔ دوسری قسم
ہفتہ وار رسائل ہی ہے جنکو (جنرل) کہتے ہیں اور تیسری
قسم سد ماہہ، مہوار یا مہینے میں دو بار نکالنے والی شکل کذاب
رسائل کی۔ (جنرل) کوہا روزانہ اخبارات اور ماہوار رسائل میں ایک

بین بین بڑھی قسم ہے جو اخبارات کے سیاسی مباحث
اور ماہوار رسائل کے علمی مقالات کا مجموعہ ہوتا ہے لیکن روزانہ
اخبارات کی طرح بار بار خبریں کی مسلسل خبریں اور نامہ نگاروں کے
بہیچے ہوتے اخباری حالات کی اشاعت اسکا فرض نہیں ہوتا بلکہ
یہ فرض کر کے دے اسے ناظرین روزانہ اخبارات کی خبروں اور سیاسی
افکار سے واقف ہیں۔ صرف اپنے مقاصد کے لحاظ سے انکا اہم حصہ
کسی مرتبہ شکل و بحث میں پیش کر دیتا ہے۔

(قرنی) اور (عصر) کے پریس کا بھی بلحاظ تقسیم تقریباً یہی
حال ہے۔

مگر (ایڈیٹر پریس) میں یقیناً سے عجیب طرح کی طوائف
الطوائف رہی۔ پریس کی مشکلات کے سبب سے (جسکی علت
حقیقی انقلاب کا رائج نہیں تھا) روزانہ اخبارات یکل نہیں نکلے صرف
ہفتہ وار رسائل نکلتے رہے لیکن انکے مضامین کی ترتیب یقیناً سے
روزانہ اخبارات کی سی رہی اور سات سات ہی کی ہوائی خبریں سے
کالم کے کا لہجہ ہوتے رہے۔ یہاں بھی قلت قیمت کے سبب سے
اسکی علمی ہوتی اور اخبارات سے دو دو سطروں کی خبریں ایڈیٹر
صفحات کا مطالبہ کرتی رہی۔ بہت سے اخبارات نے ماہوار رسائل
کی طرح علمی مضامین بھی شائع کرنا شروع کر دیے اور اس میدان
مسابقت کا گولے فخر اسے ہاتھ رہا جسے کسی ناول یا ضخیم کتاب
کا ترجمہ بھی شائع کرنا شروع کر دیا۔ جن لوگوں سے ہفتہ وار اخبار کی
دقتیں برداشت نہ سکیں انہوں نے ماہوار رسائل نکالے لیکن (جنرل)
کا مہر پیدش نظر رکھو ایک ہفتہ وار رسالہ بھی آجنگ شائع نہوا۔

سب سے پہلی بات جو ہمیں اپنے احباب سے عرض کرنی ہے
وہ یہ ہے کہ وہ (الہال) سے اس کے فرائض کا مطالبہ کرتے ہوئے یہ پیش
نظر رکھیں کہ وہ اخبار نہیں بلکہ ایک ہفتہ وار رسالہ ہے۔

تھا، تاہم جس خالص عربی شجاعت کے مقدس خون نے دستوری گورنمنٹ کی آزادی ملک کو دلائی تھی وہی اس عرصہ پر بھی حرارت میں آیا اور (محمود شوکت) پاشا (میر آڈی صادق بے) کے ساتھ ملکر اس سخت خطرے کے اندھاں پر آمادہ ہوئے، (میر آڈی صادق بے) کے منجملہ اُن ملت پرستان بے غرض کے ایک خود فروش فوجی افسر تھے جنکو انقلاب عثمانی کا حقیقی بانی سمجھنا چاہئے، وہ سالونیکا کی عجیب و غریب طلسمی سرسائی کے انقلاب عثمانی کے بعد بھی انظار عالم سے اسی طرح مخفی رہی، جیسے وہ پیشتر تھی، اور جس سے باوجود سخت بددعاؤں تلاش و جستجو کے بھی (نیازی بے) راقف نہ ہو سکا تھا، اور جو انقلابی شورش کے پورے ایام میں ایک تہ خانے کے اندر بیٹھی ہوئی احکام جاری کرتی تھی، مگر اس کے احکام اور امر پر چلنے والے تک نہیں جانتے تھے کہ ہمارے حکم کون لوگ ہیں، درحقیقت (صادق بے) اور اس کے چند ساتھیوں کی ایک مختصر جماعت تھی، اور چونکہ ان کے غرض خدام ملک کو خدمات ملت کے سوا اور کوئی شے مطلوب نہ تھی اسلئے گورنمنٹ وجود میں آئی اور (اتحاد و ترقی) کی حکومت بھی قائم ہو گئی مگر انہیں سے کسی فرد نے اپنے تئیں دنیا پر ظاہر نہیں، (غزنی انور بک) اور (نیازی) جنکی شہرت اس انقلاب کے ساتھ ہی تمام عالم میں غلغلہ انداز ہوئی، دراصل اس سرسائی کے احکام پر باز بند ہونے والے فوجی افسر تھے، ورنہ اصل تا سیدس انقلاب سے اتنے بھی کوئی تعلق نہ تھا، (میر آڈی صادق بے) نے عرصے تک اپنے تئیں گمنامی میں رکھا، لیکن جب دیکھا کہ (اتحاد و ترقی) کی خدمات نے ملک کو غلامی کے طرق سے نجات دلائی تھی مگر اب وہ خود اپنی غلامی کی بیڑیاں حکومت کے پائوں میں ڈال رہی ہے، اور فوجی تسلط نے دستوری حکومت کی تمام برکات سے ملک کو محروم کر رکھا ہے، تو مجبوراً گوشہ گمنامی سے نکلنا پڑا، قسطنطنیہ آمد (محمود شوکت) پاشا سے اس فتنہ کے انسداد کی تدابیر پر گفتگو کی اور پھر (محمود شوکت) کا مشہور (فوجی منشور) مع ایک نئی اصلاحی پارٹی نے اعلان کے شائع ہوا، جسکا منشا یہ تھا کہ آج کی تاریخ سے جو سپاہی کسی سیاسی بحث میں دخل دیگا یا سیاسی مباحث کے اخبار و رسائل کو اپنے ہاں رکھے گا اس پر فوجی عدالت میں مقدمہ قائم کیا جائیگا۔

نئی پارٹی جو قائم ہوئی اس کے مقاصد کی اہم دفعات یہ تھیں (۱) انجمن اتحاد و ترقی کے کسی ممبر کو کوئی عہدہ قبول نہیں کرنا چاہئے، اور اگر ایسا ہو، تو پھر انجمن ہی ممبری سے مستعفی ہو جانا چاہئے۔

(۲) کوئی سپاہی یا فوجی افسر انجمن کا ممبر نہیں ہو سکتا۔

(۳) انجمن کے اخبار و رسائل ہی فوجی حلقوں اور بارگاہ میں اشاعت جرم قرار دی جائے۔

(۴) اگر کوئی فوجی شخص کسی دوسری سیاسی انجمن میں شریک ثبت ہو تو اس حالت میں بھی مستوجب سزا و عقوبت ہے (باقی آئندہ)

تو قدرتی طور پر فوجی عنصر کا احاطہ بڑھتا رہا، انگلستان میں کہا گیا تھا کہ "کرامول ہی نے پارلیمنٹ قائم کی ہے اور کرامول ہی پارلیمنٹ ہے" ترکی میں پچھلے دنوں جو سیاسی انقلاب ہوا وہ ایک خالص فوجی کار زمانہ تھا جو ان ترک جب ہر طرف سے مایوس ہوئے تو مقدونیہ کے جدید تربیت یافتہ ترکی (جندرمہ) پر پوشیدہ اثر ڈالنا شروع کیا، یہ لوگ دول یورپ کے ہائی کمشنروں کے ماتحت ہونے کی وجہ سے نسبتاً تعلیم یافتہ اور ملکی قوانین جبر و استبداد سے آزاد تھے، ایک دوسال کے اندھ ہی یہ تمام فوج (سالونیکا) کی مرکزی (اتحاد و ترقی) کے ہاتھ آ گئی اور پھر آہستہ آہستہ تمام یورپین ترکی کے اضلاع کی فوج انکا ساتھ دینے لگی، یہاں تک کہ سنہ ۱۹۰۶ء میں تیس ہزار ترکی کی بہترین فوج نے اتحاد و ترقی کی پیروی کی قسم کھائی اور (قصریلدز) کو تیس سال کی عطا العثمانی کے بعد نئی خواہشوں نے آگے سرچکا دینا پڑا۔

اس کامیابی نے ایک طرف تو فوج کو اپنی طاقت کا تجربہ دیا، دوسری طرف (اتحاد و ترقی) پر ثابت ہو گیا کہ جو کچھ دیا جا سکتا ہے، وہ صرف فوج ہی نے اعتماد پر ممکن ہے۔ ممکن ہے کہ (اتحاد و ترقی) اب چنداں ضرورت فوج کو ہاتھ میں رکھنے کی نہ سمجھتی مگر مشکل یہ تھی کہ گورنمنٹ کو کیا تھا، لیکن وہ محض ایک زبان و قلم کا انقلاب اور شاہی وعدہ و وعاید سے زیادہ نہ تھا، اور اُن میں سے ہر چیز کو عمل میں لانے کیلئے اور ہر کاغذ پر دستخط سلطان کے ثبت ہونے کیلئے فوجی قوت کی نمایش مطلوب ہوتی تھی، پھر اس سے بھی بڑھ کر ۱۴ اپریل کا حادثہ تھا، اور اتحاد و ترقی کا سخت سے سخت مخالف بھی اسکو تسلیم کرے گا کہ اگر (محمود شوکت پاشا) اپنی تیس ہزار فوج لیکر (سین اسٹی فائر) میں نمودار نہ ہوتا، تو نہیں معلوم کب تک کیلئے دستوری گورنمنٹ خاک (بلدیز) میں مدفون ہو جاتی!

ادھر فوج کے ہر سپاہی نے سمجھا کہ یہ عجیب کامیابی محض عمری ضرب شمشیر کا نتیجہ ہے دوسری طرف (اتحاد و ترقی) کو بھی بہانہ مل گیا کہ اگر فوج ہمارے ہاتھ میں نہ ہو، تو باوجود انقلاب کے بھی ہماری جانیں اور تحریکیں معرض خطر میں ہیں، نتیجہ یہ نکلا کہ ترکی میں ایک خالص فوجی گورنمنٹ قائم ہو گئی، اور جس طرح ترکی کی قدیمی اور فنا شدہ فوج (ینگچری) قصر سلطانی کو اپنے قبضے میں رکھتی تھی اسی طرح موجودہ عثمانی فوج، ایوان وزارت اور پارلیمنٹ ہال پر اپنی حکومت قائم کرنے لگی۔

جون ۱۹۱۲ء میں نئی دستوری گورنمنٹ کے جوش و خروش کا نشہ انرا اور ملک کی حالت اپنی اعلیٰ صورت میں نظر آئی، ملک کے سچے اور بے طرف خیر خواہوں نے دیکھا کہ پہلی مصیبت سے بھی زیادہ سخت مصیبت چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے، اور عجب نہیں کہ ملک مذہب ایک سخت خطرے میں مبتلا ہو جائے، لیکن اب انجمن اتحاد و ترقی کی شخصیت (عبد الحمید) کی شخصیت سے بھی بڑھ کر قومی بدعت تھی، اور اسکو شکست دینا کوئی آسان کام نہ

نقشبوں میں دیکھا ہوگا اور مقابلے کے بعد اندازہ کر سکیں۔
الہلال کا قائل سواد خط کے لحاظ سے گرو چنداں مختلف نہوں
اپنی ترکیب اور جوڑوں کے اتصال اور مجموعی زیبائی میں نسبتاً
اس سے بدرجہا بہتر ہے۔

(الہلال) کے چنے ہی نمبر میں ارادہ تھا کہ (ناموران غزوہ طرابلس)
کے باب کو شیخ المجاہدین (غازی انور بک) کی تصویر و حالات سے
شروع کریں گے، لیکن ایک مانع سخت پیش آگیا، اور مجبوراً دوسری
تصویر دیدینی پڑی، اس نمبر کیلئے تو قطعی ارادہ تھا مگر افسوس
کہ باوجود گذشتہ پرچے میں اعلان کردینے کے اس ہفتے بھی درج
نہ ہو سکی۔

بات یہ ہے کہ عمدہ (ہاف ٹرن) تصاویر کیلئے نہایت ضروری
ہے کہ نقل اصلی فوٹو سے لی جائے نہ کہ کسی چھپے ہوئے
ہاف ٹرن سے، ورنہ نقل در نقل ہو جائے گی وجہ سے عمدہ تصویر
خاموش آئے گی۔ ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ حتی الامکان اصلی
فوٹو حاصل کر کے انکے بلاک طیار کرائیں۔ لیکن ہر موقع پر اسکا
کامیاب ہونا دشوار ہے۔ (غازی انور بک) کی بہتر سے بہتر اور مختلف
اوقات و لباس کی چھپی ہوئی تصویریں کم از کم ۱۵-۲۰
موجود ہیں، (نیازی بک) نے اپنے روزنامہ چچے میں نہایت عمدہ
تصویر دی ہے جو ہمارے پاس موجود ہے، مگر ہم اصلی فوٹو کی
نقل چھاپنا چاہتے ہیں، اسکی ایک نہایت عمدہ کاپی کیپیٹنٹ سائز
کی (جسپر غازی موصوف کا دستخط بھی تھا) ہمارے پاس موجود
تھی اور وہ بلاک بنائے کیلئے دیدی گئی۔ لیکن جس کا رخنے
کو دی گئی اس سے غالباً ضائع ہو گئی، گورہ خود اسکا اقرار نہیں
کرتا۔ مجبوراً ایک دوسری کاپی حاصل کی گئی ہے، مگر اچھا
نمبر تک ناظرین انتظار کریں۔

* قسطنطنیہ میں ہجوم عسکرات *

اور تصادم احزاب

بالآخر انی وزارت قائم ہو گئی

(ریوٹر) نے اس ہفتے جو تازہ برقیات بھیجی ہیں، ان سے معلوم
ہوتا ہے کہ ترکی کی اندرونی سیاست کا مطلع پھر غبار آلود ہے۔
اور بظاہر وہ خطرناک پارٹی فیلنگ، جسکو جنگ طرابلس کی توجہ
نے بھلادیا تھا، اب پرانے مسئلوں کی تجدید کے ساتھ پھر از سر نو
زندہ ہو گیا ہے۔

لیکن ترکی کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے اس پر نظر ڈالتے ہوئے
اُس سے باہر کے حالات کو بھی سامنے رکھنا چاہئے۔

یہ انقلاب در حقیقت اندرونی و بیرونی دونوں طرح ہی
پیدا کیوں پر مشتمل ہے، فوجی حلقوں کے سیاسی و انتظامی
امور میں دخل دینے کا مسئلہ خالص اندرونی تنازعہ ہے، لیکن
جنگ طرابلس اور مسئلہ صلیح، نیز جرمن اور برطانیہ کی قدیمی
رقابت بھی اس کے اندر پوشیدہ ہے۔

جب کہی ملک میں فوجی قوت سے کوئی سیاسی انقلاب

آسمین ترکی اور فارسی کتابیں اور اخبار چھپتے تھے، کوئی وجہ نہ تھی
کہ اردو نہ چھپ سکتا۔ سواد خط کا جو اختلاف نسخ اور نستعلیق
میں ہے وہ محض جزئی اور بے اثر ہے، اور نظروں کی تلاش بھی
محض عادت کی تابع ہے، یہ بے معنی عذرات ہرگز اس درجہ اہم
نہ تھے کہ محض انکی وجہ سے ایک زبان کے پریس پر (کہ آغاز
عہد ہی سے درچار مشکلات تھیں) ترقی کی راہیں مسدود کر دی
جائیں، علی الخصوص ایسی حالت میں کہ اسکی تمام ہمسایہ اور
متقابل زبانیں (قائل) کا سہارا بنائے ہوئے کی راہ آگے بڑھ جائے
اپنے پر ہلا رہی ہیں۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ بہ تفصیل وہ خصوصیات بتلا دی جائیں۔
جسکی وجہ سے قائل کو (لینڈر کے پریس) پر ترجیح حاصل ہے۔
اور جسکی بغیر کسی زبان کا پریس اپنے ابتدائی عہد طفولیت سے آگے
نشر نہ کر سکتا۔

اکثر احباب کی رائے ہے کہ جب تک ترکی قائل کے اصول
ترتیب سے کمپوزیٹر واقف نہ رہ جائیں، اُس وقت تک پورا پرچہ اردو
قائل ہی میں نکالا جائے، کیونکہ پرچے کے اشکال صفحات کا باہم
مختلف ہونا کسی طرح پسندیدہ نہیں۔ ہمارا ارادہ تھا کہ جسقدر
کمپوزیٹر سیکھتے جائیں گے، اُسی کے مطابق رفتہ رفتہ ہر نمبر میں ترکی
قائل کے صفحات بڑھائے جائیں گے، اور اس طرح چند نمبروں کے بعد
پورا رسالہ اُسی میں چھپنے لگے گا، لیکن اکثر ناظرین کا رجحان اسکی
مخالف پاکر سردست پورا رسالہ اردو قائل ہی میں کمپوز کرائے
ہیں، کم از کم اتنا فائدہ تو ضرور ہوگا کہ ایک دو ہفتے کی مہلت پاکر
کمپوزیٹر باسانی اپنا وقت صرف کر سکیں گے، نیز ایک کتاب بھی
اُس قائل میں شروع کرادی ہے اسکی چھپنے کے بعد قائل کسی
قدر مستعمل ہو جائے گا اور اُسکی پوری خوشنمائی ظاہر ہو سکے گی۔

ہم نے ترکی کے (کارخانہ احمد احسان) کو بھی تین مختلف
نمبروں کے قائل کا آرڈر دیدیا ہے، جسکا قائل اس قائل سے بدرجہا
زیادہ خوشنما اور دھانی فونڈری میں ڈھلنے کی وجہ سے چھپنے میں
بالکل بے جوڑ اور خوشخط لکے ہوئے حروف سے مشابہ ہے۔

غالباً چند دنوں کے اندر بیروت کے کارخانہ (خلیل سرکیس) کے
حروف کے لئے بھی آرڈر دیدیا جائے گا، جو ایک مشہور شامی ادیب اور
ماہر فن (خلیل یازجی) کا اصلاح کردہ قائل اور ایک دوسرا سواد
رکھتا ہے۔
لیکن اس موقع پر یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں
کہ جس اردو قائل میں (الہلال) چھپ رہا ہے، اگر غور اور مقابلے
کے ساتھ دیکھا جائے گا تو معلوم ہو جائے گا کہ (کلکتہ) اور (الہ آباد)
کے تمام اردو قائلوں سے مجموعی طور پر بدرجہا زیادہ خوشنما اور بہتر
ہے، تمام ہندوستان میں عربی، فارسی اور اردو قائل کی سب سے
بڑی فونڈری (پیٹنٹ مشن پریس) کلکتہ کی ہے، جو قریب قریب
ایک صدی سے اس کام کو کر رہی ہے، لیکن ہمارے اکثر ناظرین نے
اسکے یہاں کے قائل کا نمونہ (ایشیائیک سوسائٹی) کی چھاپی ہوئی

مقالہ

السید محمد رشید رضا الحسینی

(۴)

سند ۱۹۰۴ء میں [شیخ محمد عبدہ] نے ایک وسیع سفر کا ارادہ کیا تاکہ تمام عالم اسلامی کا یہ نیت اصلاح و ارشاد دورہ کریں، پہلے مراکو پھر تیونس گئے، اور وہاں سے واپس آکر بارادہ سفر ہند اسکریدہ میں مقیم تھے کہ امر الہی نے اس نفس مطمئنہ کو: ارجعی الی ربک راضیہ مرضیہ (۲۹: ۸۹) کا پیغام پہنچایا، اور یہ دوشعر پڑھتے ہوئے: جو انکی زندگی اور امید و آرزو کا خلاصہ تھے، رہ کر اے عالم جاودانی ہوئے:

ولست ابالی ان یقال محمد ابل او اکتظت الیہ العا تم
ولکن دیناً قد ادرت صلاحہ احاذران تنفی علیہ العائم

اس مصلح عظیم کو اپنے آخری وقت میں بھی سب سے زیادہ خوف اسی مصیبت کا تھا جو طربش اور ہمت کے طرف سے نہیں، بلکہ عمامہ و دستار کے بیچوں سے نکل کر تمام عالم اسلامی پر چھائی ہوئی تھی!

شیخ کا انتقال تمام اسلامی دنیا کیلئے ایک مصیبت عظمیٰ تھا، چین کے مسلمانوں نے اپنی مسجدوں میں نماز غائب پڑھی، اور مالابار اور سماترا سے تعزیت کے خطوط پہنچے، یورپ کے تمام نامور اخبارات نے جس قدر مقامین لکھے اور مصر و شرم میں جس قدر ماتم کیا گیا وہ انکی تاریخ کا پورا ایک حصہ ہے، لیکن مشہور شامی شاعر [حافظ آفندی ابراہیم] نے اپنے مرثیے کے دو شعروں میں اس حیات مقدس کی پوری سرگذشت لکھ دی:—
سلم علی السلام بعد محمد سلم علی ایامہ النصرات
علی الدین والدینا علی العلم العجی علی غیر التروی علی العسکرات

سید رشید رضا

یہ تمہید طویل اسلئے تھی کہ (سید رشید رضا) اسی مصلح عظیم کے جانشین، اور اُس مہوار رسالے کے ایڈیٹر اور مالک ہیں، جو انکی اصلاحی تحریک، اور انکی پارٹی (حزب اصلاح) کا آرگن ہے۔

Syria

سید موصوف کا اصلی وطن طرابلس الشام ہے، انکے والد (سید علی رضا) ایک مقدس اور صاحب طریقت بزرگ تھے، جنکے مریدوں کی بہت بڑی جماعت شام کے اطراف میں موجود ہے، خود (سید رشید رضا) نے بھی اوائل عمر میں نقشبندی طریقہ میں بیعت کی اور زمانہ طالب علمی اسکے اذکار و اشغال میں بسر کیا، طرابلس میں کچھ دنوں ابتدائی کتب درسیہ کی تحصیل کے بعد (شیخ حسین الجسر) مصنف (رسالة الحمیدیہ)

لیکن اگر تم دیکھو کہ میں بال برابر بھی راہ شریعت سے ہٹ گیا ہوں تو میرا کھنا ہرگز نہ مانو (خلیفہ دوم) کی نسبت بھی ایسا ہی کہا جاتا ہے * * * جو مسلمان آجکل کی آزادانہ طرز حکومت پر شیفتہ ہیں وہ اس طرح کی بہت سی نظریوں پیدا کرنے مسلمان پادشاہوں کے عدل و انصاف کو ثابت کرنا چاہتے ہیں، اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اسلام کے دور اول میں فرمانرواؤں کا یہی حال تھا، تو یہی یہ حالت دیر تک قائم نہیں رہی (ریسٹرن لائٹ ان ایسٹرن لینڈس جلد ۳ - صفحہ ۳۲)۔

اسکے بعد تاریخ اسلام کی اس عام شخصیت اور استبداد پسندی میں بعض فرمانرواؤں کا عدل و لیاقت سے انصاف تسلیم کرنا ہے، لیکن مثال میں بابر، حسین مرزا، اور ہمایوں و اکبر کے سوا تاریخ اسلام کے اس ماحر کو آرزو کوئی نام نہیں ملتا!

یہ یورپ کے سب سے بڑے مستشرق ۸ خیال ہے، اور گو "رشارم فی الامر" ہم کو پیغمبر اسلام کے اقوال میں نہ ملے، مگر قرآن سے ڈھونڈ کر نکال سکتے ہیں، اور اسکی اتنی واقفیت کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں۔

اسلام کے ماضی و حال کا جب مقابلہ کیا جائے گا تو اس طرح کے خیالات کا پیدا ہونا قدرتی ہے، ایک ضعیف و لیسگر بیمار، اگر ابھی صحت و توانائی کے عہد کی طاقت آزمائیں کو بیان کرے، اور عجب نہیں کہ سننے والے اسکے نحیف و زار چہرے کو دیکھ کر تسلیم کرنے میں متامل ہوں، مسلمان آج قومی بڑھاپے کے انصطاط و اضمحلال میں مبتلا ہیں، انکے "ذکر جوانی در عہد پیری" کو اب من بغیر شک و شبہ کے تسلیم کر سکتا ہے؟

فقدام دام بر کنجشک رشام، یاد ان ہمت
کہ در سیمہ رخ می آمد بدام آزاد می کریم

* * *

تا ہم جستجو کرنی چاہیئے کہ اسلام کی جمہوریت اور آزادانہ روح کی نسبت آج جو چہہ کھل جاتا ہے، وہ یورپ کے اثر سے پیدا کی ہوئی نا ویدین، اور انقلاب فرانس کی بخشی ہوئی حریت کا عکس مستعار ہیں، یا خود (اسلام) اپنی روز پیدائش ہی سے اس روح کو اپنے اندر رکھتا تھا؟

حدود مصر میں اٹالین فوج کا ورود

بنام المود مصر

(ایق ۲۶ جون) اٹالین فوج (شامس) میں پانی لینے کیلئے، آزادی گئی ہے، باشندے سخت اضطراب و پریشانی میں مبتلا، اور مقابلہ کیلئے قوت مطلوب، نتیجہ سے اطلاع درنگا - [شامس (مرسی مطروح) اور (سیدی برانی) کے درمیان ایک ساحلی آبادی ہے از حدود مصر میں داخل ہے]۔

اسلام

الحزب فی الاسلام

(۱۱)

۱۔ متعدد مقامات میں رہ چکا ہے اور بقول خود سینکڑوں مسلمانوں کا دوست اور اسلامی معلومات کو ایک مسلمان سے بہتر جاننے والا ہے، (سلطان عبدالعزیز) نے واقعہ عزل کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

” — یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ گو بعض لوگوں کا ایسا خیال ہے کہ سلطان عبدالعزیز کو اسکی نا اہلی اور ناقابل حکمرانی ہونے کی وجہ سے معزول کرنا قرآن کی تعلیم کے عین مطابق تھا، مگر فی الحقیقت ایسا نہیں ہے اور پتے مسلمانوں کے عقیدے میں دستوری گورنمنٹ مذہباً قبول نہیں کی جاسکتی؛ البتہ نرجوان ترکوں کا یہ بیان ہے کہ اسلام ظلم و تعدی کو پسند نہیں کرتا اور اُس نے قوموں اور ملکوں کو اپنے اوپر آپ حکومت کرنے کا حوصلہ دلایا ہے؛ چنانچہ اب کچھ مدت سے قرآن کی چند آیتیں بتلائی جاتی ہیں جنکا خلاصہ یہ ہے کہ خدا ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا اور جب لوگ اپنے کاموں کا باہمی مشورے سے انتظام کرتے ہیں تو خدا انکو اجر دیتا ہے، (اریکڈنگ اف ترکی صفحہ ۱۸) —

مسٹر (ناٹ) اسلامی معلومات کی واقفیت پر نازاں ہیں مگر ہم کو معلوم ہے کہ مشرقی علوم کے تبحر کا یورپ کی اصطلاح میں کتنا ظرف ہے، اسلئے انکا بیان چنداں قابل اعتنا نہیں، لیکن پروفیسر (ریمرے) جس نے ترکی کے قلب میں رہ کر نشر و نما پائی ہے، جو برسوں مسلمانوں کے قافلوں میں ایک مسلمان سیاح یقیں کیا گیا ہے، جو قرآن کی سورتوں کی عربی لب و لہجے میں تلاوت کرتا ہے، اُس فتوے کا ذکر کرتے ہوئے جو شیخ الاسلام نے سلطان عبدالعزیز کے عزل پر لکھا تھا، رقم طراز ہے :-

” چونکہ تمام مذہبی کتابوں میں کہیں نہ تائید کی جاسکتی ہیں، قرآن کی آیتیں کانسٹی ٹیو شنل گورنمنٹ اور حریت و مساوات کی تائید میں بآسانی ملگئیں، لیکن یہ تمام بدعتیں در اصل یورپ سے حاصل کی گئیں تھیں گو انکا منبع اسلام قرار دیا گیا اور پیغمبر اسلام کے اس قول سے کہ شاوروا فی الامر (اپنے معاملات کیلئے باہم مشورہ کر لیا کرو) پارلیمنٹ قائم کرنے کی تاکید ثابت کی گئی، پھر ایک دوسرے موقع پر اسلام کو عام ایشیائی مطلق العذائی سے ناقابل استثناء قرار دیتے ہوئے لکھا ہے :-

” کہا جاتا ہے کہ خلافت راشدہ کے دور کے حکمران، عدل و انصاف سے متصف تھے، (خلیفہ اول) نے منصب خلافت قبول کرتے ہوئے مسلمانوں سے کہا کہ ”جب تک انصاف پر چلوں میرا ساتھ دو“ اور اگر اس کے خلاف کروں تو ملامت کرو، * * * جب تک ہم احکام شریعت کی تعمیل کروں، تم کو میری اطاعت کرنی چاہئے

یا صاحبی السجن! ار باب متفقہ قرآن خیرام الله الواحد القہار؟ متعبدون من دینہ الاسماء، سمیتورها انتم و ابائکم ما انزل الله بها من سلطان، ان الحكم الا لله، امر لا تعبدوا الا اياه، ذالک الدین القيم، ولكن اکثر الناس لا یعلمون (۴۱: ۱۲)

انسان کے تمام نوعی فضائل و معاسن اور علو و شرف کا اصلی منبع (توحید) ہے، اس کا اعتقاد انسان کو خدا کے آگے جس قدر تذل و تعبد کے ساتھ جھکا تا ہے، اتنا ہی خدا کی پیدا کی ہوئی تمام کائنات کے آگے سر بلند و مغرور کردیتا ہے؛ دنیا کی کوئی طاقت اور خدا کے سوا کوئی ہستی، اس کے دل کو مرعوب و معکوم نہیں کرسکتی، وہ ایک چوکھٹ پر سر جھکا کر، اور تمام بندگیوں اور فرمان برداریوں سے آزاد ہو جاتا ہے؛ (اسلام) اسی اعتقاد کی دعوت لیکر آیا، اور (ان الحكم الا لله) کی صدا کے ساتھ حکومت خاندان، نسب، رسم و رواج، اور تمیز قوم و مرزوم کی وہ تمام بیڑیاں، جنکے بوجھ سے نوع انسانی کے پاؤں شل ہو گئے تھے، کٹ کر گر گئیں؛ لیکن یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ آج صدیوں سے اُسے پیرر اپنے اندر اس حریت بخش تعلیم کا کوئی ثبوت نہیں رکھتے، اور جن بیڑیوں کو کاٹنے آئے تھے، اُسے زیادہ بوجھل بیڑیاں آج خود اُنکے پاؤں کا زبر ہیں؟

پھر کیا ایک ہی علت دو متضاد نتائج پیدا کرسکتی ہے؟ کیا تاریخ اسلام کے آغاز کے صفحے اُس کے وسط و آخر کے مقابل میں غلط اور پر فریب تو نہیں ہیں؟ اور اگر سچ ہیں تو کیا اسلام کے مشن کی گہری، چند ابتدائی سالوں ہی تک کیلئے کوئی گئی تھی؟

یہ سوالات ہیں، جو قدرتی طور پر اس موقع میں پیدا ہوتے ہیں۔

پچھلے پانچ سالوں کے اندر تمام اسلامی ممالک میں، جمہوریت اور آزادی کی تحریکیں سرسبز ہوئیں، ایران اور ترکی میں پارلیمنٹیں قائم ہو گئیں، اور بار بار یہ ظاہر کیا گیا کہ اسلام خود اپنے اندر جمہوریت اور مساوات کے اصول رکھتا ہے اور یہ جو کچھ ہوا، اسکی تعلیم کا اصلی منشاء اور اقتضا تھا، مگر (انقلاب عثمانی) پر یورپ کے اخباروں، نامہ نگاروں، اور عام اہل قلم نے جس قدر تحریروں لکھیں، ہم کو یاد ہے کہ اُن میں کوئی قلم ایسا نہ تھا، جس نے شک و شبہ کے ساتھ بھی اسے قبول کرنے میں تامل نہ کیا ہو، مسٹر (ای ایف ناٹ) جو عرصے تک یورپین ترکی

ناموران - فسطاط

اُس کا دھنا ہاتھ گولی کی ضرب سے زخمی ہو گیا ہے، پٹی باندھنی گئی ہے، اور خود اپنے ہاتھ سے اس پر گولی عرق تپکا رہا ہے فرہاد بک شاید اس کے مقدار ضروری کا اندازہ کر رہے ہیں وہ سادہ مزاج عرب کہیں پوزی بوتل ہی خالی نہ کر دے۔

سرگروہ فدا ئیدان جہاد

ڈاکٹر کریم ثباتی بک

(فسطاطیہ) کی عزیزی (ہلال احمر) سے جو پہلا طبی وفد طرابلس گیا تھا، یہ اس کے رئیس تھے: لیکن میدان قتال میں جاکر جب حفظ وطن و جہاد دینی کی تلواریں چمکتی نظر آئیں، تو اپنے جوش فداکاری سے مجبور ہو گئے اور ایک ہاتھ زخموں کی مرہم پٹی کیلئے تو دوسرا تیغ جہاد کے قبضے کیلئے وقف کر دیا۔ ان کے کارنامے ابتدا سے نہایت حیرت انگیز اور تاریخ جنگ طرابلس کے صفحات زریں ہیں جو ہمیشہ یادگار اور زندہ جاری رہیں گے: ان کے اخلاق نے اہل عرب کو اس قدر گروہ کر لیا ہے کہ ہمیشہ ایک جماعت ان کے ہمراہ رہتی ہے اور جب راولہ جہاد بے چین کرتا ہے اس کو اپنے ساندھ لیکر روانہ ہو جاتے ہیں۔ اس وقت بھی (درنہ) کے کیمپ سے چند میلوں کے فاصلے پر دشمن کی موجودگی کی خبر سن کر نکلے ہیں، ساتھی پیچھے رہ گئے ہیں، اسلئے ہورے کی باگ ڈھیلی کر دی ہے، اور جو دندوق کاندھے سے تیکہ لگاے کھڑی ہے، وہ عنقریب اپنے بزدل دشمنوں کا خون پینے کیلئے جھکنے والی ہے۔



عثمانی مجاہد طرابلس

فرہاد بک

[فرہاد بک] جذبی تصویر آج شائع کی جاتی ہے عثمانی پارلیمنٹ میں [طرابلس الغرب] کے طرف سے ممبر ہیں، گذشتہ اکتوبر کے اواخر میں جب جنگ طرابلس کا آغاز ہوا تو یہ فسطاطیہ سے فوراً طرابلس آئے اور اٹلی نے ابتدا میں اہل عرب کی اطاعت کی جو خبریں شائع کی تھیں ان کی کافی تحقیق کر کے واپس گئے فسطاطیہ پہنچ کر انہوں نے پارلیمنٹ کے آگے تمام حالات پیش کئے اور باسندگان طرابلس اور قبائل صحرا کی طرف سے اطمینان دلا دیا کہ وہ کسی حالت میں کفار و عبدة الصلیب حکام کے آگے سر نہیں جھکا سکتے، پارلیمنٹ میں ان کی تقریروں نے ہمیشہ نہایت جوش و سرگرمی پیدا کی اور تمام کینیڈت کو اجراء جنگ پر آمادہ کر لیا۔

آغاز جنگ کا وقت بہت نازک تھا، چوبیس گھنٹے کے اندر اٹالین فتوحات کی خبریں دنیا میں پھیل گئیں، اور تمام ترکی میں ایک سناتا چھا گیا ساحل کا راستہ مسدود، مصر کا ذریعہ زیر بحث، اور قوائے بحری ناقابل مقابلہ، ان حالات کے ساتھ مایوسی کا پیدا ہونا قدرتی تھا اور اگر ملت کی طرف سے خوف نہ ہوتا تو عجب نہیں کہ عثمانی وزارت، اٹلی کے مطالبات کو مجبوراً منظور کر لیتی، لیکن فرہاد بک (منجملہ ان چند عثمانی اسلام پرستوں کے ہیں جنہوں نے پوزی قوت کے ساتھ اس ابتدائی عالم یاس میں بھی جنگ کے ہماری رکھنے پر زور دیا اور اپنی موثر اور جگر دوز تقریروں سے تمام پارلیمنٹ کی راہوں پر حکومت قائم کر لی۔

[حقی پاشا] کے خیانت کا رانہ تسامع اور غفلت پر بھی سب سے پہلے انہوں ہی نے لب کشائی کی تھی۔

اس کے بعد پھر طرابلس چلے گئے اور اپنی مجاہدانہ خدمات سے مختلف عربی کیمپوں کو مدد پہنچاتے رہے۔ اس تصور میں کہ عثمانی کیمپ کے شفاخانے کے سامنے کھڑے ہیں، بائیں جانب شیخ عمران بن احمد (برسی) قبیلہ (البراعصہ) کا شیخ کھڑا ہے



ڈاکٹر کریم ثباتی بک

توک جلد و ترک مال و ترک سر در طریق عشق اول منزلت

یا اے اللہ! ان زعمتم انکم اولیاء اللہ من درون الناس ، فتمدوا الموت
ان کفتم صادقین (۷ : ۹۱)

(المنار) کی اشاعت کے ساتھ ہی (یلدرز) کے جاسوسوں
نے اپنی فہرست میں ایک نئے سیاسی مجرم کا نام ' بڑھا دیا ' اور
اسکی اشاعت ممالک عثمانیہ میں رک دی گئی ' اُسکے بعد
[قاہرہ] کے سلطانی کارندوں نے اپنی ریشہ دوانیاں شروع کیں '
ابتدا میں (یلدرز) نے محبت آمیز پیغامات پہنچائے تھے اور طرح
طرح کے فوائد و انعامات دی رشوت پیش ہی گئی ' جب یہ
جادو کارگر نہ ہوا ' تو پھر قہر سلطانی کا خوف دلایا گیا ' لیکن (سید
رسید رضا) کیلئے دواؤں چیزوں بے اثر نہیں ' ظلم و استبداد اور
جابر و شخصیت کے خلاف انکا قلمی جہاد اور زیادہ مستحکم ہوتا گیا '
انہوں نے ہر عرصہ پر سلطانی حکام کی رسرت ستانیوں اور ظلم و ستم
نے پردے چاک کئے اور ہمیشہ زور کے ساتھ شخصی حکومت اور فرائض
و اسلام کے عقیدے میں سب سے بڑا انسانی کٹھن اور سختی
سخت فسق و معصیت ثابت کیا ' جسقدر سلطان کے طرف سے
تخویف و ترہیب بڑھتی جاتی تھی اتنی ہی انکا جوش اصلاح
اور اعلان حق کا جہاد بھی بڑھتا جاتا تھا -

تعلو در عشق ہے بے صرفہ محاسب
بڑھتا ہے آرزو ذوق گھنیاں سزا کے بعد

موسیو نولیرا کی مفقود الخبری

قاہرہ کے فرانسیسی اخبار (النیل) کے مالک (موسیو نولیرا)
حالات جنگ کے مشاہدے کیلئے طرابلس گئے ہوئے ہیں - انکی
مذاہر اور رحم دل بیوی بھی انکے بعد (ہلال احمر مصر) کے دوسرے
رند کے ساتھ (درنہ) چلی گئی تھیں ' وہاں پہنچکر یہ برابر عثمانی
کیمپ کے ساتھ رہے اور اپنے اخبار کے نام تار برقیوں بھیجتے رہے '
چنانچہ گذشتہ نمبر میں انکی دو چٹھیاں ہم درج کرچکے ہیں اور
ایک تار برقی اس نمبر میں بھی کسی دوسری جگہ درج کی گئی ہے -
لیکن ۲۹ جون کو اخبار (النیل) کے نام جو تار برقی (درنہ) سے
آئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۵ جون سے وہ بالکل مفقود الخبر
ہیں ' تاریخ مذکور کی شام کو ایک دورہ کرنے والی جماعت کے ساتھ
(درنہ) کے عثمانی کیمپ سے نکلے تھے مگر پھر ۲۷ کی شام تک واپس
نہیں ہوئے ' عثمانی کیمپ میں نہایت نشوونما پھیلی ہوئی ہے اور
خیال کیا جاتا ہے کہ شاید قید ہوئے تعذیب و تحسین دلیلیے رسائل

مروری عمل میں لے جا رہے ہیں -
مصری ہلال احمر کی واپسی

(ہلال احمر مصر) نے جو پہلا طبی وفد طرابلس روانہ کیا تھا

۲۷ جون کو اپنی یادگار خدمات انجام دیکر واپس آگیا - ۲۹
کو انجمن نے ایک عام جلسہ کر کے رئیس راضیہ و فداؤ انکی
ان مقدس خدمات پر مبارکبادی -

کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے ' اور غالباً سب سے اول نئے مذاق
سے رہیں آشنا ہوئے -

سنہ - ۱۸۹۰ - یا اس سے کچھ پیشتر تکدیل علوم کے
شوق نے انہیں جب (قاہرہ) پہنچایا ' تو شیخ محمد عبدہ
نئے نئے اپنے اصلاحی کاموں میں آئے تھے ' اور مستعد اور صاحب
صلاحیت نوجوانوں کے تلاش سے انکی ہی ملاقات میں
برسوں کا مستحکم رشتہ و داد قائم ہو گیا ' اور اُس وقت سے یہ
برابر انکے تمام کاموں میں شریک ' اور انکے لئے ایک
قوت مساعد رہے -

سنہ ۱۸۹۷ میں انہوں نے اپنا مشہور رسالہ (المنار) جاری
کیا تاکہ اصلاح و دعوت کا کام ایک باقاعدہ مشن کی صورت میں
انجام پاسکے ' اسی زمانے سے انکی مصلحانہ زندگی کا اصلی دوز
شروع ہوتا ہے -

(المنار)

المنار کی اشاعت کو کامل پندرہ برس گذر گئے ' اس تمام عرصے
میں جس عزم راسخ ' قوت غیر متغیر ' اور ارادہ حاکمانہ کے ساتھ
اپنی خدمت اصلاح میں مصروف رہا وہ انکو یقیناً ایک مسلم
کی شان میں روز نما کرتا ہے ' مذہبی اصلاح کی دعوت کا پہلا نتیجہ
استبداد و شخصیت کی مخالفت تھی ' لیکن (عہد حمیدی) میں
(مصر) میں بھی رہکر ایسا کرنا طرح طرح کے آفات و آلم سے خالی نہ
تھا ' بلکہ سرے سے اصلاح و تغیر کی دعوت ہی جرم نا قابل معافی
تھی - جو نوجوان ترک یورپ یا مصر میں علانیہ سلطان کی
مخالفت میں قلم کو استعمال کرتے تھے ' وہ سب کے سب تقریباً
قریبی گورنمنٹ سے بالکل بے تعلق اور آزاد ہو گئے تھے ' انکا کوی عزیز
و قریب رہا نہ تھا جس سے اپنے جرائم کے انتقام لینے کا خوف ہو '
اور جنکے ایسے تعلقات تھے ' وہ ہمیشہ اپنے عزیزوں کی مفقود الخبری
یا قید و ہلاکت کی خبروں پر ماتم کرنے کیلئے طیارہ رہتے تھے ' اور
سمجھتے تھے کہ ازادی و ظلم کی اس جنگ میں ہمارا مال و متاع
اور عزیز و قریب دشمن کے ہنس پر غماں میں قید ہیں (نریا بک
منستری) نے اسکندریہ سے اخبار نکالا ' لیکن ابھی در نمبر ہی
نکلے تھے ' کہ اُس کا خالہ زاد بھائی اور باپ قید کر لئے گئے اور اُس وقت
تک (یلدرز) کے پر اسرار مظالم میں گرفتار رہے جب تک اخبار بند
نہیں ہوا (سید رشید رضا) کی حالت اس لحاظ سے نہایت نازک
تھی ' انکا وطن عثمانی حکومت میں داخل تھا ' تمام اعزا و اقارب
اور خاندانی جائداد وہاں موجود تھی ' اور وہ کو خرد مصر میں تھے
لیکن انکی روح کے بہت سے اجزا (سلطان عبدالحمید) کے قدموں سے
نیچے دبے ہوئے تھے - وہ جب چاہتا انکو کچل سکتا تھا -

لیکن قوم و ملت کی خدمت کی راہ بھولنے کی سیج نہیں ہے
جہاں آرام و راحت کی کوٹھن نصیب ہوں ' اس راہ کی پہلی شرط
قتل نفس اور جسمانی خواہشوں اور امیدوں کی قربانی ہے ' یہاں عیش
و لذت کا سہرا باندھکر نہیں بلکہ کفن کی چادر لپیٹ کر جانا چاہئے -



برقہ کا عثمانی شفاخانہ

میدان جہاد سے نار

الموید کے نام

(خمس صیدن ایک فتح عظیم)

۲۲۵۰ اطالی مقتول اور ۳۰۰۰ مجروح

(دنہ ۲۵ جون - بقبق ۲۲) رات کی تاریکی اور سکوت میں عثمانی کیمپ سے ایک جماعت نکل کر دشمن پر ٹوٹ پڑی دشمن کی تعداد بے شمار اور گویا ایک فوجی شہر آباد تھا۔ مگر عثمانی مجاہدین کے ناگہانی حملے اور دلوں پر بیٹھے ہوئے رعب نے ساری فوج کے ہاتھ پائوں شل کر دیے ، ۲۲۵۰ مقتول اور ۳۰ ہزار زخمی ہوئے اور گو عثمانی فوج واپس آگئی مگر خوف و ہراس نے بہتوں کو پاگل کر دیا اور دریا کے طرف بھاگ گئے - مقتولین میں ۹ بڑے بڑے افسر ہیں اور ۱۹ چھوٹے - آلات جنگ ، ذخائر رسد اور طرح طرح کی اشیا بے شمار ہاتھ آئیں - نامور کمانڈر (خلیل بک) نے اس حملے میں معجزانہ شجاعت دکھائی - اسلامی کیمپوں میں جوش مسرت عام ہے - اس واقعہ سے فتح و نصرت کا ایک نیا دور شروع ہو گیا ہے اور آخری سدھوق جو دشمنوں کی زانگہی میں باقی رہ گیا تھا ، یقین کیجئے کہ اب اسکا بھی خاتمہ ہو گیا۔

(اطالی عثمانی کیمپ میں آکر اطاعت کر رہے ہیں)

(دنہ ۲۹ جون - بقبق ۳۰) ہمارے کیمپ میں اطالیوں کی ایک اور جماعت نے آکر اطاعت کر لی ہے ، جنکا لیڈر (دو مہینکو ورجینا) نامی ایک افسر ہے ، یہ آتالین فوج کی دوسری پلٹن اور ۸ ویں رجمنٹ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مثل اپنے سابقین کے یہہ جماعت بھی (سوشلسٹ) ہے اور انکی طرح تمہ

ہوں ، اسیر اطالی کمانڈر بہت خوش ہوا اور سمجھا کہ ایک پورا قبیلہ ترکوں کے ہاتھ سے نکل گیا ، اسی طرح رفتہ رفتہ اور بھی ہاتھ آجائیں گے ، خوشی کے جوش میں فوراً ۲۵ گنی مع ایک آتالین وردی کے منگوانر انعام میں دلائی اور ایک تحریر تمام قبائل عرب میں تقسیم کرنے کیلئے دی جو نہایت خوشخط لکھی ہوئی تھی اور اسمیں اطالیوں کے عدل و انصاف اور رحم و ہمدردی کی تعریف و تمجید کی تھی ، اسکا ایک نسخہ [ابو جبریل] سے میں نے بھی لے لیا ہے تمہید کے بعد اسمیں لکھا تھا :

” اے برادران دینی ، عاقل وہ ہے جو درسروں سے عبرت پکڑے اور مسلمان وہ ہے

جو ہر حال میں قرآن مجید پر عمل کرے جو بھتا ہے کہ ” اپنے ہاتھوں اپنے تئیں ہلاکت میں مت ڈالو “ نیز فرمان رسول ہے کہ ” تم میں اچھا شخص وہ ہے کہ جب وہ اپنی خطا کو معلوم کر لے تو اُدھے راستے سے لوٹ جائے “

تم نے ہمارے اطالی بھائیوں سے مقابلہ کیا حالانکہ وہ ہمارے لئے ظالم اور جابر ترکوں سے ہزار درجہ زیادہ بہتر ہیں ، تم نے ترکوں کے بھگائے سے اپنے تئیں مفت میں مبتلائے ہلاکت کیا اور دوستوں کو دشمن سمجھا - کیا تم نہیں جانتے کہ کل کو جب لڑائی ختم ہو جائے گی تو وہ تمہیں چھوڑ کر چل دیں گے ، اور تم کو بھی اسی طرح بیچ ڈالیں گے جس طرح [الجزائر] اور [تیونس] کو بیچ چکے ہیں - پس اب بھی سنبھل جاؤ ، اور رسول اللہ صلعم کے اس قول کے مصداق بدرکہ ” اُدھے راستے سے لوٹ جانا بھی دلیل نیکی و عقلمندی ہے “ اس کے آخر میں ان پانچ شخصوں کے دستخط ہیں - اسماعیل جبریل - سلیمان - محمد دلال - فرحت دربی - رمضان تراخ - احمد البنانی - سالم التلتی - خلیل قاطش قاضی دنہ -

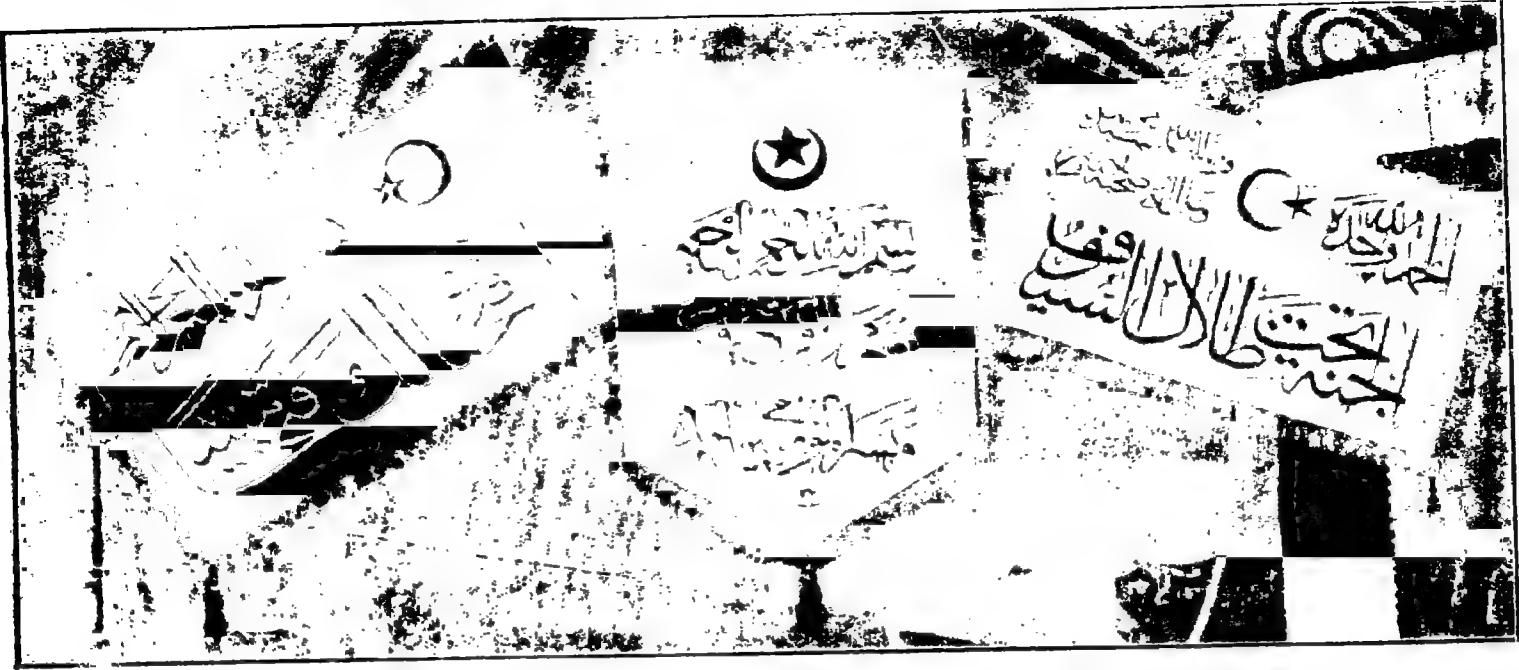
سورنے اور چاندی کی اس طاقت کو دیکھو ! وہ قرآن و حدیث کو اس مقصد ملعون کیلئے استعمال کرتے ہوئے ان بے آرم وطن فرزوں کو کچھ شرم نہ آئی !

[ابو جبریل] جب مع اپنی اطالی فوجات کے [غازی انور بک] سے ملا تو وہ بہت خوش ہوئے اور ۲۰ عثمانی کڈی دیکر اُس سے وہ آتالین کپڑے خرید لیے کہ اس جنگ کے آثار عجیبہ میں یادگار رہیں گے -

✓ اس سرزندشت سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اب طرابلس میں اطالی کن وسائل پر امیدیں لگائے بیٹھے ہیں -

(نامد نگار العلم قلمبرہ)

سارنہاں طراپا



شیخ احمد السنوسی کا علم جہاد جو انہوں نے سلطان المعظم کی خدمت میں روانہ دیا

مصر کی ڈاک

میدان جہاد سے

ایک عرب قیدی کی سرگذشت

۲۶ ویں صفر کی رات کے معرکے سے جب ہم لوٹے ' تو [قبیلہ الحاسہ] کے جان باز مجاہد [عیسیٰ ابو جبریل] کا پتہ نہ تھا۔ ہم نے اپنے زخمیوں اور شہیدوں میں اُسے ڈھونڈا ' مگر اُن میں بھی وہ نظر نہ آیا۔ بالا خر یہ خیال کر لیا کہ شاید دشمن کے مورچوں میں پھنس کر کہیں شہید ہو گیا ہے۔

لیکن ۱۷ ربیع الثانی کو کیا دیکھتے ہیں کہ غازی [انور بک] کا ایک پیغام لیٹے ہوئے ہمارے سامنے کھڑا ہے ! اسکی سرگذشت نہایت دلچسپ ہے۔

معرکے کی رات یہ حملہ کرتے ہوئے دشمنوں کے مورچوں میں گھس گیا تھا، وہاں عرصے تک تن قنہا لڑتا رہا، لیکن ایک تنہا شخص کب تک خونی آلات کے سمندر میں تیر سکتا ہے؟ جب کئی گولیاں سینے اور پہلوؤں سے پار ہو گئیں تو بے دم ہو کر گر گیا، اور دشمن قید کر کے لے گئے، وہ کہتا ہے کہ میں "سخت متعجب ہوا جب اٹالین جنگی خصال کے خلاف میرے علاج میں غیر معمولی ترجہ دکھلائی گئی"۔

لیکن یہ ترجہ بے معنی نہ تھی، ہوش و حواس درست ہوتے ہی (اطالی کمانڈر) اُسکے پلس آیا اور عثمانی و عربی کیمپ کی قوت، تعداد فرج، اسلحہ خانہ، رسد خانہ، اور اُنکے تمام مرکزوں کی حالت کے متعلق مسلسل سرالآت شروع کر دیے، اسکے تمام سرالآت میں خوف و ہراس، اور تعجب و حیرت درنوں ملے ہوئے تھے، لیکن عرب مجاہد جو ایک تیز و چرب زباں شخص تھا، اُسکی

حالت کو تاز کر ایسے جوابات دینے لگا جس سے اُسکے ہوش و حواس اور زیادہ مختل ہو جائیں۔ پھر کمانڈر نے جیب سے بہت سی سی تصویریں نکالیں جنہیں (غازی انور بک) کی بھی تصویر ملی ہوئی تھی، اور (ابو جبریل) کو دکھلا کر کہا کہ اسمیں سے غازی موصوف کی تصویر نکال دے، اس نے نکال دی، لیکن پھر اُس نے تصویریں ملا دیں اور مندر کہا کہ ڈھونڈ کر نکال دو، کڑوا اسکو انور بک کی صورت کا چھپ کر پھر نمودار ہونا نہایت دلکش معلوم ہوتا تھا اسلئے بار بار اس منظر کو دیکھنا چاہتا تھا !

پھر کہا کہ تم ہماری طاقت سے بے خبر ہو، اس سے ہماری قوت عاجز نہیں ہے کہ بہت جلد تمام عربوں کو بیس ڈالیں مگر ہماری انسانی ہمدردی پر ایسا کرنا نہایت شاق ہے کیونکہ اُنکو بھی ہم ایذا پہانے سمجھتے ہیں اور (شاہ اٹلی) کی نظر میں اطالی اور عرب دونوں ایک ہیں !

پھر کہا "تو عربوں میں اور اُنکے عزیز بھائی اطالین میں بغض و عداوت ڈالنا چاہتے ہیں، وہ اپنا کام نکال کر اُنکو چھوڑ دیں گے، آج تک عربوں کے ساتھ انکا کیا سلوک رہا؟ ظلم و استبداد کے سوا اور عثمانی گورنمنٹ کیا دیکھتی ہے؟ اُنکو چاہئے کہ اپنے اطالی بھائیوں کا ساتھ دیکر ہمیشہ کدلتے خود مختاری حاصل کر لیں"

پھر (ابو جبریل) سے کہا کہ تم چھوڑ دے جاؤ گے، مگر اس شرط سے کہ اہل عرب کو جاکر سمجھاؤ، اس نے کہا کہ یہ میری طاقت سے باہر ہے، قبائل طرابلس سوا اپنے شیخ (سیدی احمد السنوسی) کے آؤ کسی کے حکم کی تعمیل نہیں کر سکتے، البتہ میرا قبیلہ غیر طرفدار رہے گا، اور آخر میں غالب و فتح یاب کا ساتھ دیگا۔

اطالی کمانڈر نے اسی کو غنیمت سمجھا، اور چھوڑنے پر راضی ہو گیا پھر ابو جبریل نے یہ کپ ہانک دی کہ میں اپنے قبیلہ کا سردار

الاعرام کے تار

[درنہ ۲۶ جون - بقیہ ۲۷] عثمانی کیمپ یہاں رسد اور ضروریات و متعلقات جنگ کے رکھنے کیلئے جو عمارت تعمیر کر رہا تھا - وہ ختم ہو گئی -

داب کا انتظام بھی نہایت مکمل اور باقاعدہ ہو گیا [طرابلس] اور (برقہ) کی تمام چھاؤنیاں باہم ایک دوسرے سے بالکل متصل ہو گئی ہیں (قبلی فرن) کے علاوہ (ہیلو گراف) (خبر سانی بذریعہ انعکاس آئینہ) کا انتظام بھی ہر طرح کامل ہے -

طرابلس اور (خمس) کی اسلامی فوجمندیوں کی خبروں نے یہاں بڑی گرمجوشی پیدا کر دی ہے، تمام عرب اور ترک جذبات جہاد سے مضطرب ہو رہے ہیں اور بے چین کے ساتھ کسی نئے معرکے کے منتظر ہیں -

جن عرب مجاہدین کو جدید قواعد جنگ کی تعلیم دی جا رہی تھی - انہوں نے تھوڑے عرصے میں حیرت انگیز ترقی کی ہے - جن لوگوں کو صحرائی اور وحشی سمجھا جاتا تھا آج انکو کڑی (درنہ) میں آکر دیکھ کر یورپین قواعد جنگ کی تحصیل میں کیسی عجیب استعداد اور صلاحیت ظاہر کر رہے ہیں، جو یورپین ہمارے کیمپ میں موجود ہیں، اہل عرب کی اس قابلیت کو دیکھ کر دیکھ کر دنگ ہو رہے ہیں۔ خود قبائل عرب بھی اس جنگ کے نہایت ممنون ہیں جسکی بدولت انکو ایسے مفید فتنوں جدیدہ حریہ کے حاصل کرنے کا موقع ملا -

قسطنطنیہ کی داک

(واقعہ خمس کی سرکاری تفصیل)

(خمس) کے جس واقعہ کا ذکر تار برقیوں میں گذر چکا ہے، اسکی تفصیل وزارت جنگ کے دفتر نے حسب ذیل شائع کی ہے :-

۱۳ جون کی صبح سے جنگ شروع ہوئی، عثمانی فوج دو عمودی شکلوں میں (لبدہ) کے ٹیلوں سے بڑھی اور دشمن کی گولہ بازی کی پورا نکر کے حملہ شروع کر دیا ۷ گھنٹے تک جنگ جاری رہی، مگر بالآخر فتح و نصرت ہمارے فوج ہی کو نصیب ہوئی - (لبدہ) کے قریب دو مستحکم قلعے ہیں جنکو لوہے کی تاروں سے دشمن نے گھیر دیا تھا اور اسکے گرد چند میدانی تریوں نصب کر دی تھیں ہماری فوج کی پہلی عمودی جمعیت نے حملہ کر کے تلوار سے تمام تاروں کاٹ ڈالیں، اور تھوڑے ہی عرصے کے اندر قلعہ پر قبضہ کر لیا اور جس کسی نے مقابلہ کیا، وہ تیغ ہوا اٹالیر نے بھاگتے ہوئے دیکھا کہ تریوں ساتھ نہیں لیجا سکتے تو میخیں تھونک کر بیکار کر دیں، البتہ ذخائر رسد وغیرہ کثیر مقدار میں ہاتھ آئے -

ہماری دوسری جمعیت بھی اس عرصے میں بیکار نہیں رہی اس نے دشمن کے افسر کے خیموں پر حملہ کر دیا، اور جتنی فوج ان میں موجود تھی، اسکو نکال بھاگ دیا، قلعہ اور خیموں کے بھاگے

ہوئے دوسرے قلعہ میں پناہ گیر ہوئے، اور کمک کیلئے ہر طرف آدمی دوڑائے، انکی ایک کٹھی جماعت قریب ہی (قل مراقب) میں موجود تھی، وہ فوراً روانہ ہو گئی، لیکن حمزی فوج اور حیدر مدیچی تھی، انہوں نے اسی قلعہ سے حملہ کے جواب دینے کا نام لیا اور سات مرتبہ حملہ آوروں کو پسپا کر دیا، بالآخر جب عثمانیوں کو اپنے مرکز کی طرف جانے کی ضرورت پیش آئی تو قلعہ کے تمام رسد خانوں میں آگ لگا کر روانہ ہو گئی - دشمن کے ۱۰۰۰ مقتول ہوئے جن میں ۱۷ - افسر تھے اور ۱۰۰ شہید اور اتنے ہی زخمی *

معرکہ خمس کی مزید تفصیل

صبح کے تار

(المود) کی تار برقیوں کے قریب قریب العلم، اعوام، البجریہ وغیرہ اخبارات مصر، اور اقدام، طنین، صباح، الهلال العثماني، وغیرہ آستائے اخبارات کے نامدنگاروں کی بھی اطلاعات ہیں، البتہ (صباح) کی خبروں میں ایک دو تار برقیوں قابل اقتباس تفصیل رکھتی ہیں، ۱۲ جون کے (معرکہ خمس) کی نسبت لکھتا ہے :

دو گھنٹے سے زیادہ دشمن جم نہ سکا، باوجودیکہ جمعیت وافر توپخانہ گولہ باز، قلعہ مستحکم، آہنی سلاخوں کا سخت حصار، اور بلندی سے جواب دینے کا عمدہ موقع حاصل تھا، لیکن مجاہدین کے قدم ایک لمحے کیلئے بھی نہیں رکے، تلواریں مارتے ہوئے اس طرح بڑھتے گئے، گویا سامنے کوئی رکاوٹ ہی نہیں ہے اور قلعہ انکی آمد کا منتظر ہے، قلعہ میں ذخائر رسد کا اسقدر انبار تھا کہ اسکو ہم کسی طرح نہیں لیجا سکتے تھے، میگزین کے گودام بھی بالکل لبریز تھے، اور بلندی پر دو تریوں چل رہی تھیں، یہ حالت ایک چھوٹے سے قلعہ کی تھی، جو آنا کوئی مرکزی کیمپ نہ تھا، اس سے اندازہ کر لینا چاہئے کہ آٹکے بڑے بڑے کیمپوں میں کسقدر سامان ہوگا؟ کیسے تعجب کی بات ہے کہ زندگی اور جنگ کے اسباب کا اسقدر وافر ذخیرہ رکھ کر، جسکا عشر عشیر بھی بے سروسامان مجاہدین کو میسر نہیں، وہ ہر جگہ شکست خوردہ، ذلیل و متغزل، اور مبتلائے مصائب و آلام ہیں !

قلعہ میں جب ہم داخل ہوئے تو ابتدا میں ہر جگہ دشمنوں کے انبوه مستعد و مسلح نظر آئے، لیکن جون ہی ہماری آمد کا غل مچا، اس طرح بھاگنے لگے، گویا وہ اسکے لئے ہماری آمد کا انتظار کر رہے تھے، سچ یہ ہے کہ اٹالین فوج کی بے بسی کی اب حد ہو گئی، جرات و عزم آخری جواب دینے کے ہیں، طبیعت افسردہ اور قلوب سہمے ہوئے اور مرعوب ہیں، مجاہدین کا مقابلہ بجائے خود رہا، انکی آواز سے انکا جسم لرز جاتا ہے، لیکن ظالم اور بے حیا اٹلی انکو اپنی نحوست کی لعنت میں پھنسا رہے ہے، اور جبراً میدان جنگ میں ذبح کراتی ہے۔

اسکے بعد بھی حالات بتلائے ہیں، جو نامہ نگار (المود) سن چکا ہے، البتہ (صباح) کے بیان میں تریوں کو اٹالین نے بھائی ہوئے معطل نہیں کیا، بلکہ خود مجاہدین نے بیکار کر دیا تھا -

غاری انور بک

حال میں ایک خاص فرمان سلطانی کے ذریعہ اعلان کیا گیا ہے (غازی انور بک) سپہ سالار طرابلس کو انکی اصلے فوجی عہدے (لغتنت کرنیل) سے ترقی دیکر (کرنیل) کے عہدے پر ممتاز کیا گیا ہے -

بنغازی کے (یہودیوں) نے اب پھر طربوش اڑھنا شروع کر دیا ہے
(پچھلے دنوں اٹالین قتل و غارت کے خوف سے تمام یہودیوں نے
دبیت کا استعمال شروع کر دیا تھا)

الذیل قاہرہ کے تار

بنغازی میں معرکہ

(درنہ ۲۴ جون بتقیق ۲۵) ۱۹ - جون کی شب کو (بنغازی)
میں سر مجاہدوں کا ایک گروہ عثمانی کیمپ سے شہر کے مغربی حصے
کی طرف نکلا، صبح جب نمودار ہوئی تو اٹالین ہوائی جہاز سامنے
نظر آئے جنہوں نے دشمن کو دیکھتے ہی پانچ گولے چھوڑ دیے تاکہ
اٹالین کیمپ ہشیار ہو جائے، چنانچہ معاً دو اٹالین کمپنیاں مکمل
استعداد کے ساتھ نکلنے پر مجبور ہوئیں اور ایک شدید معرکہ شروع
ہو گیا۔ مجاہدین نے کمک کیلئے اطلاع دیدی تھی، لیکن قبل اسکے
کہ عثمانی کیمپ سے امدادی فرج پہنچے، تمام اٹالین فرج اپنے
۱۰۰ مقتولوں کی لاشیں اور بمقدار کثیر اسلحہ جنگ، چھوڑ کر بغیر
کسی ترتیب و انتظام کے بدحواس بھاگ گئے۔ مجاہدین کو

اطالی سپاہی عام طور پر اس بد بخت جنگ کے مخالف ہو گئے ہیں
جس نے ابتدا سے آج تک انکوسوات دلت و خوازی اور ہلاکت
و بربادی کے آرزو کچھ نہ دکھایا۔ وہ کہتے ہیں کہ آجکل تمام اطالی
کیمپ میں مصیبت و شقاوت کے سوا کچھ نہیں ہے تمام لوگ
شب و روز پتھر دھونے اور حصار چننے میں جبراً لگائے جاتے ہیں
اور عاجز آکر بغارت اور سرکشی پر مستعد ہو گئے ہیں۔

(دو مہینہ کنو ررجینا) قسم کھا کر کہتا ہے کہ برقہ اور طرابلس کے
سوا حل کے نو مہینے کے قیام میں انہوں نے سوائے متواتر نقصانات
کے ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا، تمام کیمپ
ہر روز صلح کی امید لیکر اٹھتا ہے، اور جانتا ہے کہ اب اسکے سوا
اور کوئی راہ نجات نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ صرف درنہ میں ایک
ہزار سے زائد اپنے آدمی ہم کٹوا چکے ہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ”فوجی افسروں نے جنگ کے
حالات و نتائج پر گفتگو کرنا جرم قرار دیدیا ہے اور بہتر کو سزائیں
ملچکی ہیں، جو سلوک دشمنوں کے ساتھ یہاں کیا جاتا ہے اگر



شیخ سلیمان بارونی بنغازی کے معرکے میں مع مجاہدین عرب

ایک اٹالین افسر کا نہایت قیمتی گھوڑا اور ایک مقیاس "سیرت بھی
ہاتھ آیا۔ ادھر کا نقصان تین زخمیوں سے زیادہ نہیں (تہلیرا)

(طرابلس کے عثمانی بیسیوں کا اتصال)

(ایضاً) بنغازی، درنہ، طبروق اور سلوم کے عثمانی بیسیوں کے
اتصال کے لئے جو (ٹیلی فون) اور (مارکونی ٹیلی گرافک) تار لگاتے
جارہ تھے، انکا کام ختم ہو گیا، علاوہ ان مقامات کے اور بھی تمام چھوٹی
چھوٹی چوٹیوں اور ان مقامات میں انکا سلسلہ مکمل ہو گیا ہے
جو اٹالین کیمپ سے قریب، اور اسلیے ضروری خبروں کا ذریعہ ہیں
کوشش کی جا رہی ہے کہ (جبل اخضر) اور (صعرا) کے اہم
مقامات کو بھی اسی طرح متصل کر دیا جائے

تمام اطالیوں کو معلوم ہو جائے تو ایک فرد بھی ایسا نہ ہو جو
سے اغیار اپنے جہلم ادا سے نئے عثمانی کیمپ کے اس دارالامن کی
خلاف نہ دے۔

[اٹالین فوج کی موجودہ حالت]

(ایضاً) ہمارے چھارنی میں بنغازی سے کچھ اور لوگ آکر شامل
ہو گئے ہیں، اسے معلوم ہوا کہ ۲۰۰۰ اٹالین سپاہیوں نے اپنے
افسروں کے احکام ماننے سے انکار کر دیا ہے اور علانیہ باغی ہو گئے ہیں، یہ ان
پلٹنوں کے علاوہ ہیں، جنکے تہذیب کی خبر پیلے دیچکا ہوں، افسروں نے
جب انہیں احکام جاری کرنے چاہے تو گرجے میں چلے گئے، اور تلواریں
نہول کر زہدیں، جنرل کمانڈر بدحواس ہو رہا ہے اور اس فکر
میں ہے کہ بہت جلد انہیں اٹلی واپس کر دے۔

[اٹالین کیمپ میں آثار جذون اور خود کشی]

(ایضاً) بنغازی میں اٹالین کیمپ عربوں کی تلواروں سے بچکر بھی
قتل ہو رہا ہے، نئی خبر ہے کہ تین افسر یکایک پگول ہو گئے اور
۹ افسروں نے خود کشی کر لی، افسر طرح طرح کی چھوٹی خبریں
شائع کر کے فوج کو تسلی دے رہے ہیں مگر کارگر نہیں ہوتیں۔

علی
فارسی اور دواپ کی
اعلیٰ ترین چپان کیلئے
محمد علی شاہ شاہد
مستہ
سب

لندن قائم

(سیوس ۲۱ جون) سیوس کے سرحل میں اٹالین بیڑہ اب تک موجود ہے، لیکن دن بھر دوبارہ اسکی صورت نظر نہ آئی، مارشل کے اعلان کے بعد شہر اور اطراف میں پوشیدہ اسلحوں کی جاسوسی کی گئی۔ ترکی فوج داخلی حصے میں پڑی ہے، اور حد درجے کے ضبط سے کام لے رہی ہے۔

(کالم نس) اور دیگر جنوبی (جزائر ایجین) کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اٹلی نے قبضہ کے بعد اپنی تمام فوج اٹھا لی، تھوڑی سی پولیس کے انتظام کے لئے رکھ چھوڑی ہے۔ اٹالین جہنڈا نہیں آرتا ہے۔ یہاں کے باشندے ایسے نادان ہیں کہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ ہم کسکے اطاعت گزار رہیں۔

(ایٹینس جون ۲۲) (انجمن اہالیان جزائر ایجین) نے (اٹالین سفارت خانے) کو کل ایک یادداشت بھیجی ہے۔ یادداشت میں اہالیان جزائر کی اس آرزو کا اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر یونان کے ساتھ جزائر کا الحاق محال متصور ہو تو اتنا تو ضرور چاہئے کہ انکو کامل خود مختاری عطا کر دی جائے۔ جہاں تک معلوم ہوتا ہے یہ یادداشت اور دیگر سفارت خانوں کو پیش نہیں کی گئی۔ اس مسئلے کو سیاسی حلقے خواہ کسی نظر سے دیکھیں، لیکن اسقدر تو ضرور درست ہے کہ باشندگان جزائر اپنے حقوق کی طلب میں بالکل حق بجانب تھے جو انکو ہمیشہ ترکی کے سلطانوں سے حاصل تھے مگر صرف پچھلے سالوں سے تلف ہو گئے۔

منچسٹر گارجین

(ایٹینس جولائی ۲۳) (نائین باشندگان جزائر کی کانگریس) جزائر ایجین سے آکر (پائمس) میں مجتمع ہوئی، اور ایک کمیٹی منتخب کی، یہ روما پہنچ کر اٹلی کا دلی شکریہ ادا کرکے کہ اہل جزائر کو اپنے آزادی عطائی لیکن ہمارے سیاسی مستقبل کے مسئلے پر بھی عنایت کی نظر ڈالی جائے۔ اس قسم کے روزلیوشن پاس ہو کر یہاں چھپ چکے ہیں۔ ان منصوبوں میں بازار بلند کیا گیا ہے کہ اب ترکوں کی اطاعت قبول نہ کریں اور یونان سے اتحاد کی پاک و مقدس آرزو کرتے ہوئے، (جنرل آمیکلاو) اور دیگر اٹالین افسروں کی زبانی اور تحریری اعلانات کی بنیاد پر آزادی طلب کی ہے۔ ساتھ ہی اسسٹنٹ بھی بڑھایا ہے کہ اس راسخ و مستحکم اصول کی ہنک نہو کہ جو زمین ترکوں سے چھن جائے ملت مسیحی کے قبضہ اقتدار سے نکل کر مرکز ترکی حکومت میں دوبارہ داخل نہو۔ قانونی مجلس کی ساخت و پرداخت کا فیصلہ ملٹری رکھا گیا ہے۔ جہنڈے کے متعلق فیصلہ ہوچکا ہے کہ نیلگروں اور اسمیر سفید صلیبی نشان اور سورج دیوتا اہالو کی شبیہ ہو۔

تاریخ اعلان چہارم جون، اور اس پر بارہ جزیروں کے نائبروں کے دستخط ہیں۔

ایم ویلی سابق وزیر اعظم، یونانی چیمر میں (ارکاڈیا) کا نائب منتخب ہوا ہے۔ اسکی جماعت کے ایک ممبر نے بعض دہا محبت اس کے لئے جگہ خالی کر دی تھی۔

”حامل رقعہ ہمارے وہ برادران محبوب ہیں، جو میدان قتال میں ہماری اعانت کیلئے سب سے پہلے پہنچے، اور اس وقت ہماری مدد کی، جب کہ ہمارے زخموں پر مرہم لگانے والا کڑی نہ تھا، زہم اسقدر مفلس اور کنگال تھے کہ زخموں کی علاج پر ایک کڑی بھی خرچ نہیں کر سکتے تھے * * * سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مصر اپنے آپکو پورے معنوں میں عثمانی یقین کرتا ہے، اور جو نشتر خلافت اسلامی کے سر پر لگتا ہے، اس کے درد کو ایک عضو ملحق کی طرح محسوس کرتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ ان لوگوں کے سب سے پہلے ہماری مدد کی اور طرابلس کے نقصان اپنا نقصان سمجھا۔“

اسی طرح (مصطفیٰ کمال بک) کمانڈر درنہ (احمد فواد) کمانڈر (شرقی درنہ) اور عثمانی کیمپ (بنغازی) کے ڈاکٹر (ابراہیم طلیح کی) تحریرات ہیں جنمیں ہر طرح انکی خدمات کا اعتراف کیا گیا ہے۔

ولایت کی ڈاک

ریوٹر کی نار ہرقیاں

(سیدی علی پر قبضہ)

(لندن ۱۶ - جولائی) اٹلی نے سیدی علی پر قبضہ کر لیا۔ یہ مقام طرابلس اور ٹیونس کے درمیان واقع ہے۔ کمک آئے ہی دشمنوں نے شدید حملہ کیا لیکن آخر کثیر نقصان اٹھا کر پسپا ہوجانا پڑا۔ لڑائی کہیں ۶ گھنٹے میں موقوف ہوئی تھی۔

(روما ۱۶ - جولائی) سرکاری طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ معرکہ سیدی علی میں ۱۶ - اٹالین مارے گئے اور ۷۳ زخمی ہوئے یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ معرکے کے بعد ترک ایک کنب قتیلاں چھوڑ گئے۔

جزائر بحر ایجین

ڈیلی ٹیلیگراف کے تار

(پیرس ۲۸ جون) (ایکوڈے پیرس) میں ایک تار روما سے آیا ہے، جسمیں ذکر کیا ہے کہ جزائر ایجین کے متعلق (جن پر اٹالین قابض ہیں) انگلستان کی جانب سے دول یورپ کے ساتھ گفت و شنود معاملات کا افتتاح ہوچکا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ (یونانی وزیر اعظم ایم - وینزیلس) کی استدعا سے (ڈاؤنگ اسٹریٹ) نے ان کارروائیوں کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔

اس خبر سے یہ بہ تحقیق معلوم ہوتا ہے کہ بارہ جزیروں جو اٹلی کے قبضے میں آچکے ہیں اب ترکوں کو نہیں ملنے کے، اگرچہ ان پر سلطان کا براے نام ہی اثر کیوں نہ تسلیم کر لیا جائے۔ دوسری طرف یہ تجویز پیش کی جاتی ہے کہ ان جزائر کے ساتھ (کریٹ) اور (ساموس) بھی خود مختار ریاستوں کی فہرست میں داخل ہونے۔ جب تک دول اعظم ستھ مصروف بحث و گفتگو رہیں گے، بعیرہ ایجین میں اٹلی کوئی مزید کارروائی نہیں کرے گی۔ اور یقین کیا جاتا ہے کہ یہ معاملہ بندیاں جو دول مصروف کی جانب سے جاری ہیں، ممکن ہے کہ ایک کانفرنس کے انعقاد کی تمہید ہوں، جہاں خاتمہ جنگ کی بحث کی جائیگی۔

مسئلہ صلح

(جن ترک) کا لندن نامہ نگار تار دیتا ہے :- دپلومٹک ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ دولت برطانیہ جنگ روم و اٹلی کے عقدے کے حل کی تیاری میں مصروف ہے اور کچھ تجویزیں مرتب کر کے دیگر دول کے سامنے پیش کی ہیں ۔ ان تجویز کا غالب عنصر حسب ذیل ہے ۔

(۱) طرابلس اٹلی سے ملحق تر ہوجائگا لیکن اسپر عثمانی خلافت و مذہبی اثر مسلم رہنا چاہئے ۔

(۲) سیرینیا عثمانی صوبوں میں رہیگا اور اٹلی ان بندر گاہوں سے اپنا تسلط آٹھالے ۔

(۳) اٹلی نے جن جزائر پر قبضہ کیا ہے خالی کر دے ۔ اور اس تخلیہ کے معارفے میں ترکی تاوان ادا کرے ۔ اور یہ رقم اسقدر ہو جسقدر کہ اٹلی کو جزائر ایجیئن میں صرف کرنی پڑی ہے ۔

(۴) طرابلس کے اوقاف اور خاص سلطانی علاقہ جات کا اٹلی بھی تاوان ادا کرے ۔

ہلال احمر مصر

کے پہلے طبیبی وفد کی میدان جہاد سے واپسی مصر کی (انجمن ہلال احمر) نے جو پہلا وفد طرابلس روانہ کیا تھا ، وہ ۲۷ جون کو اپنی خدمات انجام دیکر واپس آگیا ، اسٹیشن پر استقبال نہایت شاندار تھا ، اور ہر طبقے اور گروہ کے بے شمار لوگ موجود تھے ۲۸ کو انجمن کے ادارے میں ایک عظیم الشان مجلس منعقد ہوئی ، تاکہ ڈاکٹر عزت بک ، احمد بک حلیمی ، منیر بک ، جودت آفندی وغیرہ رئیس و اعضاء وفد کی خدمات کا ملت کی طرف سے شکریہ ادا کیا جائے ۔

طرابلس کے مختلف کیمپوں اور مقامات میں انکا قیام رہا ، اور ہر جگہ انکی خدمات زریں اور ناقابل فراموش رہیں ، علی الخصوص (ڈاکٹر عزت بک) جنہوں نے اپنی خدمات کو طبی امداد ہی تک محدود نہ رکھا بلکہ کئی معرکوں میں شریک قتال ہوکر جہاد مقدس کا فرض بھی ادا کیا ، انکے پاس تمام عثمانی کیمپوں کے افسروں کی جو تحریریں بطرز سند و اعتراف ، ہمدست موجود ہیں ، انکا فوٹر لیکر انجمن نے شائع کر دیا ہے ۔

۱۹ - مارچ کو (غازی انور بک : جیکو ر عین المنصورہ) کی کی چھاؤنی میں مقیم تھے ، وفد کے رئیس کو لکھتے ہیں :

” آپکی جماعت نے (طبرق) اور (درنہ) کے کیمپوں میں آغاز جنگ سے جو خدمات انجام دی ہیں ، انکا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا ، آپ لوگ اس ابتدائی زمانے میں آئے جب موجودہ حالت سے بھی زیادہ ہم محتاج تھے ، اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیلئے کوئی ہاتھ نہ تھا ، لیکن آپ لوگوں نے آئے ہی اپنی جان نرور اور لیل و نہار کی خدمات سے فوجی شفاخانوں میں زندگی پیدا کر دی “

پھر ایک موقع پر جب (طبرق) سے (درنہ) روانہ ہوئے ہیں تو (غازی انور بک) نے وہاں کے مامور کے نام خط لکھتے ہوئے لکھا :

(مشائخ سنوسی طرابلس میں)

(بقبق ۲۵ جون) سید شریف ابن میلرد اور سیدی عمران جو طریقہ سنوسیہ کے مشاہیر مشائخ میں سے ہیں مع صحرا کے بعض شیوخ قبائل کے (بقبق) کی مرکزی قیامگاہ (ہلال احمر) میں تشریف لائے اور انجمن کے رئیس اور ممبروں کی اسلامی خدمات کی نہایت تعریف و ثنا کی

(مصر اطہ میں عربی فتح)

(بنغازی ۲۴ جون - بقبق سے روانہ ہوا ۲۵) اطالیوں کی ۹ رجیمینٹیں ضلع (مصر اطہ) کے ساحل پر آئیں اور (قصر احمد) پر شدید حملہ کرنا چاہا ، لیکن عرب باشندوں نے مقابل ہوکر پسپا کر دیا ، اور سخت و شدید نقصان پہنچانے کے بعد بھاگتے ہوئے ساحل تک لے گئے *

(ساحل سوسہ پر گولہ باری)

(ایضاً) اطالیوں نے دریا سے (سوسہ) پر گولے پھینکے (یہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جسمیں زیادہ تر کثرت کے مہاجرین آباد ہیں لیکن ایک شخص کو بھی نقصان نہ پہنچ سکا ، صرف ایک پن چکی کو خراب کر کے ناکام واپس گئے - (درنہ) کے کمانڈر مصطفیٰ (کمال بک (سوسہ) گئے ہیں تاکہ وہاں کے باشندوں کو ساحل سے کسی قدر فاصلے پر ہٹادیں *

جزائر بحر ایجیئن

کے متعلق صباح کا بیان

صباح کا بیان ہے کہ مصر کی یونانی نو آبادیوں اور دیگر ممالک نے جزائر ایجیئن کی آزاد و خود مختار حکومت کے لئے جو آرزو مندانه یاد داشتیں دول عظام کو بھیجی تھیں ان پر مطلق توجہ نہیں ہوئی ۔ ہمارا ہمعصر اور اضافہ کرتا ہے کہ عثمانی سفرا کو اس باب میں پیام جا چکا ہے ۔

اخبار مذکور دوائٹھس (دارالخلافہ یونان) سے خبر ملی ہے کہ سیاسی جماعتوں نے یونانی گورنمنٹ کو تحریک دی ہے کہ دول یورپ کو راضی کر کے جزائر کا الحاق یونان سے کر دیا جائے ، لیکن گورنمنٹ یونانی نے صاف جواب دیدیا کہ جب کثرت میں بیشمار جانیں تلف ہوکر بھی الحاق کی صورت ممکن نہ ہونی تو ان جزائر کا ملحق ہونا معلوم ۔

اطلاع ضروری

جن حضرات نے خاص (ایڈیٹر) کے نام خطوط روانہ کیے ہیں ، وہ جواب نہ ملنے کی وجہ سے شاکہ ہونگے ، مگر انہیں معلوم نہیں کہ (ایڈیٹر) کئی دن سے ایک سخت اور شدید بخار (ڈیگرفیور) میں مبتلا ہے ، جسمیں کئی بار ہزلان ٹک نوبت پہنچ چکی ہے ، اور چند لمحے جو کبھی کبھی ہرش و حواس کے میسر آگئے ہیں انہی میں یہ رسالہ مرتب ہوا ہے ، پس امید ہے کہ وہ ان معجزوں پر نظر رکھکے چند دنوں اور جواب کی تاخیر کو گوارا فرما لیں گے ۔ (منیجر)

درہ دانیال پر مکرر گولہ باری

ترکی کی بحری فوج

اٹلی کی دو تارپیڈو کشتیاں غرق اور چھ

شکستہ ہو گئیں

(لندن ۱۹ - جولائی) درہ دانیال سے (ریپورٹر) کو صبح چار بجے خبر ملی ہے کہ مقام (کم قلعہ) میں سخت گولہ باری ہو رہی ہے - (قسطنطنیہ ۱۹) ایک بجے صبح ۸ اٹالین تارپیڈو کشتیوں نے (کم قلعہ) پر یکایک حملہ کر دیا - قلعہ نے جواب دینا شروع کیا تو دو کشتیاں غرق اور ۶ مجروح ہوئیں -

(درہ دانیال کی بندش)

باب عالی نے درہ دانیال بند کر دینے کا حکم دیدیا

(جدید وزارت)

توفیق پاشا نے وزارت منظور کر لی -

الہلال کی قیمت

رلوکنت لاتدری فنلک مصیبت

ران کنت تدری، فال مصیبت اعظم

ہمارے لئے ایک نہایت دشوار اور لا ینصل عقدہ (الہلال) کی

قیمت کا مسئلہ ہے -

اگر (الہلال) انگریزی کا کوئی رسالہ ہوتا اور اس میں صرف کثیر کے ساتھ شائع کیا جاتا، تو یہ نہایت آسان تھا کہ اس کی قیمت کم از کم ایک گینی سالانہ رکھ دی جاتی، اور پھر تمام اخبارات میں پورے پرائیڈر کی فیاضی کی تعریف کی جاتی کہ کس قدر ارزاں قیمت میں کس درجہ کثیر المصارف (جزل) شائع کیا گیا ہے، مگر مشکل یہ ہے کہ انگریزی پریس کا نمونہ پیش نظر رکھ کر ہم نے اردو زبان میں رسالہ جاری کیا ہے، اور تمام پبلک آن اخبارات و رسائل کی خریداری کی عادی ہو رہی ہے، جن میں سے اکثر کی قیمت تین چار روپیہ سے زیادہ نہیں ہے، اگر ہمارے مصارف کا صحیح اندازہ ہوتا تو یہی ممکن تھا کہ بلوچ اس عادت کے (الہلال) کیلئے ایک در روپیہ کا صرف زائد جائز سمجھ لیا جاتا، لیکن پہلی مشکل سے بھی زیادہ مشکل یہ ہے کہ (لیتھو پریس) کی ارزاں چھپائی اور عام اردو اخبارات کے سستے کاغذ اور سستے اسٹاک نے اس اندازے کی راہیں بھی مسدود کر دی ہیں -

الحمد للہ کہ ہم نے یہ کم کسی تجارتی منفعت کی غرض سے نہیں کیا ہے، اور نہ سرمایہ ایسی بے سرو سامانی کی حالت میں ہے، جس کی وجہ سے ابتدا ہی میں خریداروں کی کثرت کیلئے مضطرب ہوں، پس اسے بالکل ناپسند کرتے ہیں کہ قیمت کے مسئلہ پر بار بار کچھ لکھیں، چونکہ چند غلط فہمیاں بھی پیدا ہو گئی ہیں اسلئے اول مرتبہ یہ چند سطور شائع کی جاتی ہیں اور انہیں کو آخری بھی سمجھنا چاہئے، قیمت رسالے کے لوح پر ہمیشہ درج کر دی جاتی ہے، اور وہی ایک دائمی اور مستقل

قیمت ہے، جسمیں کسی طرح کمی و زیادتی نہیں ہو سکتی، جن صاحبوں کو مطلوب ہو، وہ انہیں سطور کے مطالعہ پر قناعت فرمائیں، آئندہ سے قیمت کے متعلق جو خطوط آئیں گے ان کے جوابات بھی نہیں دئے جائیں گے، کیونکہ دفتر نہایت مصروف ہے -

(۱) جس قدر صرف (الہلال) کے ایک نمبر کی صرف تصویروں پر آتا ہے، اس سے کم میں اردو کے بہتر سے بہتر ہفتہ وار اخبار پورے ایک ماہ تک اپنے دفتر کو چلا سکتے ہیں، کاغذ اور ٹائپ کی چھپائی کے چوگنے صرف کو اس کے علاوہ سمجھئے -

(۲) کم سے کم پندرہ روپیہ اس کی قیمت رکھی جاتی تو ایک عرصے کے بعد کہیں دفتر کا خرچ نکلنے کی امید کی جاسکتی، مگر چونکہ اس کی اشاعت سے اصل مقصود چند مقاصد کی تحریک ملک میں پیدا کرنی ہے اور وہ بغیر کثرت اشاعت کے ممکن نہیں اسلئے نصف قیمت رکھی گئی جسمیں سے ۱۲ آنہ تو معصوم کے نکلنے صرف ۷ روپیہ ۴ آنے اصلی قیمت باقی رہتی ہے -

(۳) اس وقت جو اردو اخبارات نکل رہے ہیں ان میں سے ایک مشہور اخبار کی قیمت ۸ روپیہ اور ایک کی ۱۲ روپیہ ہے، پس ہم نے پھر بھی اردو اخبارات کی قیمت کے حدود سے باہر قدم نہیں رکھا، اور دونوں کی حالت میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے -

(۴) ہمارے ناظرین کو معلوم نہیں کہ با تصویر رسالہ نکالنے کی وجہ سے ہم کو اول تو اعلیٰ درجہ کی پیشین رکھنی پڑی، اور پھر ہافٹن کی مخصوص (ٹریڈل مشین) بھی لینے پڑی، کیونکہ تصاویر کا نازک کام بسا اوقات عام چھپائی کی مشین پر ٹھیک نہیں ہو سکتا، لیکن کیا ان مشینوں کے مصارف سے ناظرین واقف ہیں؟

(۵) پھر طلبا کیلئے اس نصف قیمت سے بھی نصف قیمت کر دی گئی یعنی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ اب ہم نہیں جانتے کہ آؤر ہمیں کیا کرنا چاہئے اور کس درجہ ایثار مطلوب ہے، خدا تعالیٰ ہماری نیت سے باخبر ہے، ہمارا بس چلتا تو ہم تو بالکل مفت پرچہ تقسیم کرتے -

(۶) بعض طلبا ششماہی قیمت پر اخبار مانگتے ہیں ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ اتنی تخفیف کر دینے کے بعد اب اور رعایت ممکن نہیں، رعایتی قیمت پر ششماہی سے کم زمانے کیلئے رسالہ جاری نہیں کیا جاسکتا، اور نہ کسی حالت میں یہ ماہی جاری ہو سکتا ہے -

(۷) ہاں پوری قیمت پر جو صاحب سے ماہی قیمت ادائیگی کرنی چاہیں انہیں ہر ماہی کے اختتام پر ۴ روپیہ ۸ آنے کا روپیہ - یہی روانہ کیا جائیگا اور اس طرح انہیں سالانہ قیمت پورے کی اگر یہ منظور ہو تو وہ ماہی قیمت بھی وصول کی جاسکتی ہے -

(۸) نمونے کے کیلئے سارے تین آنے کے ٹکٹ یا ری - یہی کی اجازت ملنی چاہئے *

ناظم پاشا کا وزارت جنگ سے انکار

(قسطنطنیہ ۱۵ - جولائی) ناظم پاشا سابق گورنر بغداد منصب وزارت جنگ قبول کرنے سے معذرت ہیں۔ اگر قبول کریں تو چند سخت و شدید شرائط پر جنہیں مارشل لا کی تسخیر اور موجودہ ایوان وزرا کی برہمی بھی ہے۔ گورنمنٹ نے ان شرائط کو نا منظور کر دیا۔

سودان بھر چونک اٹھا

انگلز مصری افواج سرگرم عمل

۱۰ لاکھ جدید ریفلین قوم امراک کے قبضے میں

(لندن ۱۹ جولائی) ریوٹر کر خبریں موصول ہوئی ہیں: جنوبی سودان واقع دامن حبشہ کے قبائل میں دس لاکھ فرانسیسی ساخت کی جدید ریفلین خواہ کسی ذریعہ سے ہوں مگر پہنچ چکی ہیں جس سے سخت اندیشہ ناک کوائف پیدا ہو گئے ہیں۔

انگلز مصری فوج اور قبائل امراک کے جدید معرکے میں یہ بات الم نشرح ہو چکی ہے کہ برہنہ تن وحشی (بندولیر) کی پوشش سے آراستہ ہیں اور اس طرح گولیاں برسائے ہیں گویا قواعد یافتہ اور قواعد دانی کی داد دیتے ہیں۔

وزارت پر اظہار اعتماد

(محمود مختار پاشا کی وزارت جنگ کی افواہ)

(قسطنطنیہ ۱۶ - جولائی) پارلیمنٹ نے گورنمنٹ پر اعتماد کے ووٹ پاس کئے ہیں جنہیں تائیدی ۹۴ اور مخالف ۴ تھے۔

وزیر اعظم اور وزیر خارجہ نے عثمانی تعلقات مابین دول عظماء پر تقریریں کیں۔ اور زور کے ساتھ بیان کیا کہ ہمارا تعلق جملہ دول کے ساتھ عمدہ ہے۔

تقریروں میں اس بات پر بالتخصیص مسرت ظاہر کی گئی کہ برطانیہ اعظم سے پر جوش دوستی و مودت کی تجدید ہمارے مستقبل کی ضامن ہوگی۔ سنا جاتا ہے کہ محمود مختار نے وزارت جنگ کا جایزہ قبول کیا ہے۔

وزارت کا استعفا

(قسطنطنیہ ۱۷ - جولائی) ایوان وزرا مستعفی ہو گیا۔

(قسطنطنیہ ۱۸ - جولائی) وزارت کے مستعفی ہونے کا بڑا سبب یہ ہے کہ محمود مختار بے طرح دباؤ ڈالنے لگے۔ محمود مختار بھی شخص ہیں جنکی نسبت خبر تھی کہ البانیا سے واپسی فوج اور البانیوں کے ساتھ اعتماد کی پالیسی کی شرط پر وزارت جنگ قبول کریں گے۔

جدید وزارت

توفیق پاشا عثمانی سفیر متعینہ لندن وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ امید کی جاتی ہے کہ ناظم پاشا وزیر جنگ ہونگے۔

وزارت نے طے کر لیا ہے کہ البانیا میں ایک آشتی کا مشن روانہ کیا جائے گا جو تین معروف البانی ممبران پارلیمنٹ سے مرکب ہوگا۔

قسطنطنیہ میں ہجوم مشکلات

اور تصادم احزاب

(قسطنطنیہ ۱۴ جولائی) یہاں انجمن اتحاد و ترقی پر مخالفوں کے حملوں نے نہایت سنگین و شدید حالات پیدا کر دیے ہیں۔ انجمن کو سخت جدوجہد و ابتلا درپیش ہے۔ مخالفت کا عنصر اعظم ایک قسم کا فوجی اتحاد ہے جو بہ سرعت نشو و ترقی پا رہا ہے اور اس بل کا حیثیت آئینی میں شکل پذیر ہونا بالکل نا ممکن سا ہو گیا ہے جس میں امور سیاسیہ میں دخل دینا افسروں کے لئے جرم قرار پایا تھا۔ عثمانی مشکلات کا روشن ثبوت اس سے پایا جاتا ہے کہ ترکی فوج البانیوں سے لڑتے وقت بے وفا نکلی۔ بارہ ہتالین کی نسبت مشہور ہے کہ مناسٹر میں غدر کر دیا ہے۔ یہ آفت مقامی و محدود ہی نہیں ہے۔ سالونکا میں انجمن اور گورنمنٹ کے خلاف سخت بے اطمینانی پھیل رہی ہے۔ سنا جاتا ہے کہ عثمانی دستور کی سالگرہ کے دن ایک نمائش بیزاری ہونیوالی تھی۔ بہر کیف یہ مسلم ہے کہ دونوں ہمسایہ فوجیں اس شعلہ بغاوت سے دلی ہمدردی رکھتی ہیں۔

(ٹائمز) کا ایک نامہ نگار کہتا ہے کہ (حسین کاظم) والی سالونکا اس تحریک کا روح و رواں ہے۔ اگر واقعہ یوں ہی ہے تو اس تحریک کو ایک خدا ساز اور عازم لیدر مل گیا۔ ایسا لیدر جو حال ہی میں انجمن اور اس کے افعال پر بے تکان علانیہ لعنت و ملامت کر چکا ہے۔ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ ایک ترکی افسر جو پیلے (سعید پاشا) اور (محمود شوکت) وزیر جنگ کا دوست تھا۔ کسی اٹالین اخبار میں ترکی گورنمنٹ اور انجمن کے خلاف ایک کھلی چٹھی چھاپتا ہے جس میں عثمانیوں کی بیداری کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اب انتقام کا وقت آپہنچا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ غداروں کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں آئی ہے اور نہ آسکتی ہے انسپکٹر افواج (ذکی پاشا) یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اگر پاداش و سزا کا قصد کیا گیا تو وہ ابتلا انگیز پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی جن کا پھر فرور ہونا محال ہوگا۔ سیاسی مباحث کے انسداد کے متعلق قانون سازی کا جو تار آج بھیدجا گیا اس سے بیزاریوں کا استقبال مقصود تھا، لیکن یہ بھی زانگاں ثابت ہوا۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کئی دن گذرے وزیر جنگ اپنی وزارت سے مستعفی ہو گیا اور اٹلی سے معاملہ صلح کی افواہوں کا شان نزول بھی یہی انتشار غدر و سرکشی ہے۔

ذی اطلاع حلقوں میں رٹوق کے ساتھ یقین کیا جاتا ہے کہ سرکشیوں کے مطالبات حسب ذیل ہیں:—

(۱) حقی پاشا اور انکی وزارت کے ممبروں کی پرسش۔

(۲) سعید پاشا اور انکے رفقا کا استعفا۔

(۳) وزرا کی شخصی ذمہ داریاں۔

(۴) انجمن کی در اندازیاں انتظامی کونسل کے سپرد

کر دی جائیں۔

(۵) تجدید انتخاب۔

(۶) عام عافی۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ الْإِسْلَامُ الْكَلِمَاتُ الْكُبْرَى مِنْ مَنِيْنِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

ایک ہفتہ وار مصور سالہ

مقام اشاعت
۱-۷ مگلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپہ
شہائی ۴ روپہ ۱۲ آنہ

نمبر ۳

کلکتہ: شنبہ ۲۷ جولائی ۱۹۱۲ ع

جلد ۱



فہرست

تصاویر	مضامین
توفیق پاشا (سابق سنیئر لندن)	۲ شہزاد
کامل پاشا رئیس شوری عثمانی	۳ ایڈیٹوریل نوٹس
قہر بک (سابق قنصل ٹیونس)	۶ مقالات
ایک عثمانی پیامبر اٹالین کیمپ میں	۸ ناموران غزوہ طرابلس
غزوہ کم عثمانی کیمپ میں شناخت	۹ کارزار طرابلس
	۱۰ اقصاء مذہب

الحلال کو مضامین کو ابواب

مذہب سے علم کی

اس عنوان کے تحت میں ہمیشہ علمی مضامین ، علمی خبریں ، جدید اکتشافات ، مشرقی بحاث و افکار علمیہ اور علمی استشارات کو جواب درج ہوا کرتا ہوں ۔

اسلام

اس میں بالانضمام تاریخ اسلام کو اُن مشہور ناموروں ، کو حالات درج کئے جاتے ہیں جو جنہوں نے مذہبی ، علمی اور سیاسی آزادی کو کئی کئی جانفروشی اور قربانی کی ہو ، نیز زمانہ حال کو نامور احرار کو حالات بھی مع مضامین شایع کئے جاتے ہیں ۔

انتخاب

ایران کو متعلق تمام مضامین اور خبریں

تفصیل

مراکتیں سو یہ باب مخصوص رہیگا اسکو علاوہ مندرجہ ذیل چھوٹے کالون کو عنوانات ہیں ۔

مدارس اسلامیہ عالم اسلامی انتقادات

مراشید

ضخامت کی افزائش کے ساتھ اور تو ابواب بھی بڑھتے جاتے ہیں ہمیشہ ایڈیٹوریل کالم انکو علاوہ رہیگا اور ابتدا میں برف نوٹس :

شذرات

کو عنوان سو درج کئے جاتے ہیں

لَا تَهْتَبُوا وَلَا تُنْهَوُوا مِنَ الْإِيمَانِ أَنْ يُمْرَرَكُمْ مِرَاجُ الْمَوْتِ

اِسْتِثْنَاءُ

ایک ہفتہ وار مصور سالہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

میر سرتول محمد خوسرو
اساتذہ کرام کلام الدہلوی

مقام اشاعت
۱۰ مکلود اسٹریٹ
کلاکتہ

جلد ۱

کلاکتہ : شنبہ ۲۷ جولائی ۱۹۱۲ ع

۳

شذرات

فقیر کی علالت کی خبر پڑھ کر اکثر احباب تفصیلی حالت دریافت فرماتے ہیں ' اس لطف و نوازش کیلئے شکر گزار ہوں ' لیکن اپنی حالت کیا عرض کروں ؟ رہی پُرانا خازنار حسرت ہے ' رہی پُرانی بھولوں کی تلاش -

مثال مالب دریا و حال مستسقی ست

دھند شوق ' ولے رخصت نظر نہ دھند

یہ دہائے المرہی نہیں ہے بلکہ قدرت کی طرف سے تازیانہ تذبذب عبرت ہے ' مگر انیسویں صدی کی غفلت شکنی اس سے بھی زیادہ سخت ہے ' اور لاہور میں انہی یفتنوں فی کل عام مرے او مرتین ' تم لاہور میں لاہم یذکرون (۱۲۸ : ۹)

خدا کا آفتاب آسکی رحمت کی طرح ' روز میرے سرور پر چمکتا ہے ' اور اس کے دلفریب چاند کی ٹھنڈی روشنی کبھی مجھے بخل نہیں کرتی ' اسکا ابر رحمت جب کبھی برسائے ' تو شاہی محل و ایوان کی طرح میرے صحن خانہ کے پرنالے بھی بہے ہیں ' ہر آنے سے سزا جو کچھ ہے ' آئے خود اپنی معرومی اور بے عملی کیوں سمجھیں ؟ ما اصحابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصحابک من شقیۃ فمن نفسک - (۸۲ : ۳) و لا ظلمہم اللہ ' ولکن کانوا انفسہم ظلمون (۱۱۴ : ۳)

تاہم احباب مطمئن رہیں کہ علالت کامیابی میں خارج نہیں ہو سکتی بشرطیکہ ہوش و حواس پر بھی اسکا حملہ نہ ہو ' اول تو (سلطان فرض) کی حکومت سب سے بالا تر ہے ' پھر رات دن کے اٹھنے بیٹھنے والے رفیق کی آمد میں نئی بات ہی کونسی ہے کہ اسکا کوئی خاص اثر ہو ؟ البتہ پچھلے دنوں (ڈیکورفیر) کی شدت سے ہزیان تک نوبت پہنچ گئی اور دماغ قابو میں نہ رہا ' اس حالت میں اپنی بے بسی اور معجزی واضح ہے ' لیکن شاید صحت دماغ کی حالت میں بھی قلم و زبان پر جو کچھ گذرتا ہے ایک طرح کا ہزیان ہی ہے -

کس زبان مرا نمی فہمد

بعز زبان چہ التماس کنم

ایک گھر کے مشہور صاحب ریاست ' اور اچکل کی قومی خدمات میں سربراہ بزرگ (الہلال) کا پہلا نمبر دیکھ کر ارقام فرماتے ہیں : " سچ یہ ہے کہ آپ نے کلم کیا ' جو شاید اردو پریس کی کربی کمپنی انجام دے سکتی ' اور ابھی تو آپ کے اصلی ارادے پردہ خفا میں مستور ہیں * * * * * لیکن ظاہر ہے کہ اتنے اہم اور محتاج مصارف کثیرہ کاموں کو تنہا انجام دینا بہت مشکل ہے - آپ نے اپنی ہمت خدا داد کی وجہ سے اپنے ذمے لے لیا ہے ' مگر ہمارا فرض ہونا چاہئے کہ آپ کو تھوڑا بہت سبکدوش کر دیں - آپ کو معلوم ہوگا کہ میں بھی دو سال سے اس خیال میں ہوں کہ ایک عمدہ اردو اخبار جاری کیا جائے جو خالص قومی اغراض و مقاصد کو پیش نظر رکھے اور قابل و اہل علم

ہماری اہم مطبوعات

۱۲۰/ ..	قیمت	مشکوٰۃ شریف کامل (تین جلد ڈائی دار)
۴۲/ ..	"	غنیۃ الطالبین (مجلد پلاسٹک کور)
۱۳۵/ ..	"	سوانح فتاحی (دو جلد ڈائی دار)
۳۶/ ..	"	حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی (پلاسٹک کور)
۴۶/ ..	"	مقبول بہشتی زیور (مجلد پلاسٹک کور)
۲۷/ ..	"	اسلامی دستور کے بنیادی اور رہنما اصول
۳۳/ ..	"	اخلاق اور فلسفہ اخلاق (مجلد ڈائی دار)
۳۳/ ..	"	اہم اعظم ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی
۲۷/ ..	"	شامل ترمذی (مجلد ڈائی دار)
۲۴/ ..	"	الفاروق (مجلد ڈائی دار)
۵۰/ ..	"	ریاض الصالحین (عربی) جلد ڈائی دار
۲۷/ ..	"	تذکرہ مبین درس نظامی
۶۶/ ..	"	علمائے پنجاب (دو جلدیں)
۳۰/ ..	"	تاریخ عربین شریفین
۵۴/ ..	"	کیمیائے سعادت
۸/ ۲۵	"	تعلیم الاسلام
۹/ ..	"	جنت کی کنجی
۹/ ..	"	مسلمان خاوند، مسلمان بیوی
۱۴۴/ ..	"	ہدایہ شریف (عربی دو جلدیں)
۲۴/ ..	"	قصص انبیاء علیہم السلام

اس کے علاوہ ہر قسم کی دینی، علمی، احادیث، تفسیر، فقہ، اور تصوف کے کتب، قرآن مجید مترجم، معرکی متحرک پرچون ہم سے طلب فرمادیں۔

کتب رحمانیہ ۱۸ اردو بازار لاہور



توفیق پاشا سفیر لندن جنہوں نے وزارت کی منظوری سے انکار کر دیا

اکثر احباب پوچھتے ہیں کہ ہم ہندوستان کے اہم معاملات پر کب لکھنا شروع کریں گے؟ گزارش ہے کہ وہ مضطرب نہیں۔ اس وقت تک جو کچھ (الہلال) میں دیکھ رہے ہیں یہ تو محض کاموں کو جوں توں شروع کر دینا اور اسکا ایک نمونہ دکھلا دینا تھا۔ ورنہ ہم نے اپنے اصلی مقاصد اشاعت کے لحاظ سے تو اب تک ایک حرف بھی نہیں لکھا اور اصل یہ ہے کہ لکھنے کی مہلت ہی نہیں ملی *

رامپور سے ہمارے ایک عنایت فرما لکھتے ہیں کہ مسام لیگ کے موجودہ کانسٹیبل کی حمایت میں مسٹر محمد یوسف جو مضامین لکھ رہے ہیں اور اس سے پہلے جو مضامین اخباروں میں شائع ہوئے ہیں ان پر آپ کیوں نہیں لکھتے اور کیوں خاموش ہیں؟

شاید ہم نے (محمد یوسف) نامی کسی شخص کا مضمون کسی اردو اخبار میں دیکھا ہے۔ (محمد یوسف) غالباً وہی شخص ہے جو (لیگ) کے دفتر میں چند روزوں پر نوکر ہے۔ اس کو تو لائق خطاب نہیں سمجھتے۔ وہ غراب جو کچھ لکھ رہا ہے۔ لیگ کا نمک ہے جس نے سفید برادے کی جگہ سیال روشنائی کی صورت اختیار کر لی ہے۔ البتہ ہمیں خود ایک مبسوط و مسلسل سلسلہ مضامین لکھنا ہے اور اسکی اشاعت تو منجملہ ہمارے مقاصد مہمہ کے ہوگی۔ الحمد للہ کہ ہم منجملہ ان ایک در مختصر اشخاص کے ہیں کہ جس وقت لیگ عین اپنے دور عروج میں کوس امن الماک الیم بجا رہی تھی اُس وقت بمبئی میں دم اور (مولانا شبلی) اسکی طفلانہ کاروائیوں پر ہنسی اڑاتے تھے اور لیگ کے موجود سکریٹری کو ابھی وہ گفتگو تو بھولی نہ ہوگی جو کئی سال ہوئے آباد میں مولوی (محمد اسحاق) صاحب کی کوٹھی میں ہم میں اور ان میں ہوئی تھی *

اس سے مقصود یہ ہے کہ (تقسیم بنگال) کی تنسیخ کے تازیانے کو ہماری راے پر کوئی اثر نہیں۔ بلکہ یہ راے بڑا دل ہی سے تھی اور یہ اللہ کا ایک خاص فضل و کرم ہے کہ وہ اپنے جن بندوں کو چاہتا ہے با رجوع عام گمراہی اور ضلالت کے اُس سے بچالیتا ہے واللہ یعدی من یشاء الی صراط المستقیم *

۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

(باب عالی) نے مجبوراً (درہ دانیال) کو بند کرنا چاہا لیکن دول یورپ شرم و حیا کے گرد و غبار کو دامن سے جھٹک کر سامنے آئے اب کل کی بات ہے کہ (اٹلی) لوہے کی دیواروں سے سرنگرانے کی ایک اور آزمائش پر مائل ہوئی اور رات کے دو بجے آٹھ تار پیدر کشتیاں لیکر گس پڑی۔ لیکن پھر جو کچھ ہوا اسکو امید ہے کہ بہت جلد نہیں بھلا سکے گی *

ابتداء میں تو اس شکست صدمہ کی تغلیط کی گئی اور کہا گیا کہ جب ترکوں نے اُن کی آمد معلوم کر کے توپوں کے دھانے کو روکنے سے معذرت اپنی کشتیاں واپس لے آئے (۲۰ جولائی) اٹالین اخبارات نے اس واقعہ کو اٹلی کی بحری طاقت کی ایک بے نظیر نمایش بتلایا کہ بائیس میل تک ہماری کشتیاں چلی گئیں اور پھر انپر ذرا بھی آنچ نہ آئی (۲۱ جولائی) لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ (روما) کے دفتر جنگ نے اپنی کذیب بیانی کی دگرپی پیشتر کی (روما) کے دفتر جنگ نے اپنی کذب بیانی کی دگرپی پیشتر کی نسبت کچھ گھٹادی ہے کیونکہ پھر ۲۲ کی تاریخیں میں اس حد تک تسلیم کیا جاتا ہے کہ کشتیوں کو نقصان ضرور پہنچا۔ اور نیز یہ کہ مقصود ترکی بیڑے پر حملہ ہی تھا *

اس ہفتے ایک (تصویر) کسی جگہ بہمنان (عثمانی بیغام پر اٹالین کیمپ میں) دی گئی ہے جو ایک قصہ طلب واقعہ سے تعلق رکھتی ہے۔ قلت گنجائش سے وہ مضمون درج نہیں کیا گیا۔ ایندہ نمبر میں شائع ہوا *



عثمانی بیغام پر اٹالین کیمپ میں

ہیں دنیا کے زور و سیم کو قربان کرنے کے لئے نہیں، بلکہ خود اپنے تئیں قربان کرنے آئے ہیں۔ ایسوں کی اعانت کر کے آپکا جی کیا خوش ہوگا؟ اور پھر ایسے عقل فروشوں کو اپنی اعانت فرمائیاں کیا نفع پہنچا سکیں گی؟

بدہ بشارت طربی کہ مرغ ہمت ما

دہان درخت نشیند کہ بے ثمر باشد

پھر یہ بھی نہیں معلوم کہ آپکا یہ عطیہ کس مقصد سے ہے؟ اگر آپ مجھ کو خریدنا چاہتے ہیں تو یہ رقم تو ایک گرانقدر قیمت ہے، میں تو اپنی قیمت میں گھانٹس کی ایک ٹوکری کو بھی گراں سمجھتا ہوں، شاید چاندنی اور سونے میں پلے ہوئے رُوسا کو خریدنے کے کیلئے اتنا روپیہ مطلوب ہووے نہ ہم ایسے خاک نشین درویشوں کی تو ایک بڑی جماعت اتنے میں ملجائے، لیکن ہاں اگر اس سے میری (راے) اور اور میرا (ضمیر) خریدنا مقصود ہو تو بادب واجب عرض ہے کہ ان خنز و بڑھائے طلائی کی تو کیا حقیقت ہے، (کوہ نور) اور (تخت طاؤس) کی دولت بھی جمع کر لیجئے جب بھی وہ مع آہنی پوری ریاست کے آسکی قیمت کے آگے ہیچ ہیں، یقین کیجئے کہ اسکو تو سوائے شہنشاہ حقیقی کے اور کوئی نہیں خرید سکتا اور وہ ایک بار خرید چکا۔

دنوں جہاں دیکھ رہے سمجھ رہے خوش رہا

یاں آپری یہ شرم کہ تکرار کیا کریں

ہمارے عقیدے میں تو جو اخبار اپنی قیمت کے سوا کسی انسان یا جماعت سے کوئی اور رقم لینا جائز رکھتا ہے، وہ اخبار نہیں بلکہ اس فن کیلئے ایک دھبہ اور سرتاسر عار ہے، ہم اخبار نویسی کی سطح کو بہت بلندی پر دیکھتے ہیں اور (امر بالمعروف و نہی عن المنکر) کا فرض الہی ادا کرنے والی جماعت سمجھتے ہیں: ولکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف و ینہون عن المنکر اولئک ہم المفلحون (۱۰۱: ۳) پس اخبار نویس کے قلم کو ہر طرح کے دباؤ سے آزاد ہونا چاہئے، اور چاندنی اور سونے کا تو سایہ بھی آسکے لئے سم قاتل ہے، جو اخبار نویس رئیسوں کی فیاضوں اور امپڈن کے عطیوں کو قومی اعانت قومی عطیہ اور اسی طرح کی دوسری ذرا سے قبول کر لیتے ہیں وہ بہ نسبت اس کے کہ اپنے ضمیر اور نور ایمان سے پیچھے رہتے ہیں کہ درپوزہ گری کی جھولی گلے میں ڈالکر اور قلندر بنی کشتی کی جگہ قلمدان لیکر رئیسوں کی تیڑھیوں پر گشت لگائیں اور ہر گلی کوچہ ”کام ایڈیٹر کا“

کی صدا لگا کر خود اپنے تئیں فروخت کرتے رہیں۔

مسیحی تہذیب اور عہد قرار کو ہم گذشتہ دو ہزار سالہ تاریخ عالم کے ہر صفحہ میں دیکھ سکتے ہیں مگر (جنگ طرابلس) سے یورپ کے یہ حضائل جسقدر برہنہ ہو گئے اسکی نظیر نہیں ملے گی * ابتدا میں تمام دول یورپ کی شہادت کے ساتھ (اٹلی) نے اعلان کیا کہ جنگ کے حدود طرابلس سے آگے وسیع نہ کیے جائیں

اسکے استناف میں جمع کیے جائیں، سب سے پہلے انگریزی اخبار کا خیال پیدا ہوا تھا مگر وہ *** سے اور پھر ایک حد تک اسکے لوکل ہم عصر (کامزڈ) سے پورا ہو گیا، اب اردو اخبار کے خیال میں تھا، مولانا سے *** بھی اسکا کئی بار ذکر آیا، لیکن الحمد للہ کہ آپکی ہمت نے میرے خیالات سے بڑھکر اس کام کو اپنے ذمے لے لیا اور نہایت کامل صورت میں پورا کر دیا، پس اب میری طبیعت بے اختیار چاہتی ہے کہ (الہلال) کی کچھ خدمت انجام دیں نیز اور جو وسیع کام آئے اپنے پریس کے سر لے لئے ہیں وہ بھی بغیر کافی مالی سرمایہ کے پورا نہیں ہو سکتے، تنہا آپ کہاں تک روپیہ لٹائیں گے؟ اسلئے بالفعل *** کا چک روانہ خدمت ہے اور ایذہ بھی اتنی ہی رقم بطور ماموار اعانت کے ہمیشہ پہنچتی رہے گی۔ سال بھر کیلئے تو وعدہ سمجھئے اور اگر اسکے بعد بھی ضرورت باقی رہی اور اخبار اپنے پاتوں پر کھڑا نہ ہو سکا تو انشا اللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا ***

ہم بزرگ موصوف کی اس رؤسانہ فیاضی کے نہایت شکر گزار ہیں، مگر افسوس کہ اپنے اصول طبیعت سے مجبور ہونے کی وجہ سے متمتع نہیں ہو سکتے، اور ان کے عطیے کو پوری قدر شناسی کے بعد واپس کرتے ہیں۔

ہم نے جسقدر کام اپنے ذمے لے لئے ہیں، وہ روپیے کے بل، پبلک کی قدردانی، اور رؤسائے قوم کے جود و سخا کے بہرے پر نہیں، بلکہ صرف اس کے فضل اور توفیق کے اعتماد پر، جو اپنے دروازے کے سائلوں کی فریادوں کو جب ایک مرتبہ سن لیتا ہے تو پھر درمروں کی چوکھٹوں پر کبھی نہیں بھیدتا: الذی خلفنی فہو یدین، والذی ہو یطعمنی و یسقین، واذا مرضت فہو یشفی، والذی یمیتنی ثم یبعین، والذی اطعم ان یغفر لی خطیبتی یوم الدین (۲۲: ۸۳) پس ہمارے لطف فرما ہمارے کاموں کیلئے سرمایہ کی ضرورت اور اسکے انصرام کی فکر سے پریشان نہیں اور ہم فقیروں کو ہماری حالت پر چہرزدیں، انکی فیاضی کے (الہلال) سے بہتر اور مصارف موجود ہیں، بہتر ہے کہ اپنے جود و سخا کے سرچشمہ کا رخ دوسری جانب پھیر دیں۔

ہم خاک نشینانِ بربائے مذلت، مسند نشینانِ عز و جاہ کے بذل و عطا کے مستحق نہیں، خاک کے ڈھیر پر سے گذرئیے گا تو دامن و استین ضرور غبار الود ہونگے، ہم سے ملکر اپنے قیمتی اور سفید کپڑوں کو کپڑوں خاک آلودہ کرتے ہیں، کسی عطر فروش کو دھونڈھئے کہ ایک شرف و مخاطب سے ممتاز ہوگا، تو اپنے نسیم عطریں سے اپنے مشام جان کو مسرور بھی کریگا۔

ہنیا لار باب النعیم نعیم

و للعاشق المسکین ما یتجرع

ہم اس بازار میں سوداے نفع کیلئے نہیں، بلکہ تلاشِ زبان و نقصان میں آئے ہیں، صلۃ و تحسین کے نہیں، بلکہ نفرت و دشنام کے طلبکار ہیں۔ عیش کے پہرل نہیں، بلکہ خلش و اضطراب کے کائے دھونڈھئے

مسلم یونیورسٹی

بالآخر گورنمنٹ کے اعلان نے فیصلہ کر دیا کہ قومی یونیورسٹیوں کو اپنا دائرہ وسیع کرنے کی اجازت نہرگی اور کوئی کالج اُن سے مباحق نہر سکے گا انا للہ وانا الیہ راجعون - ہونے (مسلم یونیورسٹی) کے ہنگامے کو دیکھ کر پہلے ہی دن کہہ دیا تھا کہ اس مرغی کے پر ضرور سفہری ہیں لیکن شاید انڈا سونے کا نہ ہوگا - مگر اُس وقت (آغا خان) کی موثر کی گھڑ گزشت اس قدر سخت تھی کہ اس نخل میں ہماری آواز کا سنائی دینا محال تھا - تاہم ملک کو صدمہ ہو تو ہو لیکن (علی گڑھ کالج) کے ارباب کار کو غمگین ہونے کی کوئی وجہ نہیں - انکی منطقی مین چونکہ ہوشے رویہ سے بنتی ہے لہذا ہر شے رویہ ہے (مسلم یونیورسٹی) رویہ کی ایک خاص مقدار کا نام تھا - اور وہ کبھی ذرا کر کبھی دھمکا کر اور کبھی چمکا کر وصول کر ہی لیا گیا (وامالایمان بین الخوف والرجا) اب (یونیورسٹی) کی تکمیل مین اور کونسا مرحلہ باقی رہ گیا ہے ؟ رہا کالجوں کا اُس سے مباحق نہرنا - گورنمنٹ کے آہنی پنجے کا سخت ہونا - پروفیسروں کے رد و قبول کا چینسلر کے اختیار مین ہونا - دینیات کی فیکلٹی کا فیصلہ نہ کرنا اور اسی طرح کی کچھ اور باتیں - تو یہ ایسی معمولی جزئیات ہیں جنکا خیال رویہ دینے والوں کو نہیں کرنا چاہئے - (نواب وقار الملک) اصل حقیقت کا افسانہ سنا کر پھر رویہ دینے والوں کو ایک آخری چابک لگائی چکے ہیں - دنیا میں تقسیم عمل کے زروں اصول پر کام چل رہا ہے - رویہ دینے والے رویہ دین - (شملہ) مین جاکر انریبل (ممبر تعلیم) کی ہاں میں ہاں ملانے والے اپنا کام کریں - اور ارباب کار کی خدمات جلیلہ کے شکریہ کا روت پیش کرنے والے خوشنما الفاظ دھونڈتے رہیں - پھر نہرے سے کسی کام کا ہونا بھر حال بہتر - اور (آغا خان) کی نصیحت زرد زباں کہ ”گورنمنٹ پر اعتماد کرنا سیکھ“

قل هل ننبئکم بالآخرین اعمال الذین ضل سعیم فی الحیوة الدنیا
وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا اولیک الذین کفروا بایات ربہم ولقد اذ
نہبطت اعمالہم فلانقیم لہم یوم القیامۃ وزنا (۵۱۰ : ۸۱) یہ (قرطہ)
اور (غرناطہ) کے خواباے پریشان اور (اضغات احلام) کی تعبیر ہے !

وفاداری کا وعظ

ہمارے دوست مسٹر حامد علی خاں صاحب نے (پایونیر) میں ایک چٹھی شائع کی ہے اور انگریزی حکومت کے برکات کے افسانہ کہن کو از سر نو دہرایا ہے، یہاں تک مضائقہ نہیں ہو المسک ماکرتہ یتضرع

لیکن آگے چل کر وہ لکھتے ہیں کہ : ”جو شخص کچھ بھی عقل رکھتا ہے وہ ہرگز ایسا یقین نہ کرے گا کہ ہم اپنے ملک پر حکومت کرنے کے لائق ہو گئے ہیں“ پھر وہ ملک کو نصیحت کرتے ہیں کہ اور سب کچھ چھوڑ کر صرف ”گورنمنٹ کے وفادار رہیں اور آدمی پیدا کرنے اور برٹش حکومت کو ہر دلعزیز بنانے کی کوشش کرتے رہیں“ پھر اس نصیحت کے دوسرے ٹکرے پر سب سے پہلے اپنا عمل پیش کرتے ہیں کہ دربار

نہایت دوست اور حامی ہے اور ہمیشہ اُس کے رقیبوں کے مقابلے میں اسکو فتح دلانے کا باعث رہا ہے - انقلاب عثمانی سے کچھ پہلے یہ صوبہ (آلڈیں) کا گورنر تھا جسکا دارالاحکامت (سمونا) ہے - چونکہ یہ (دور حمیدی) میں کبھی بھی (بلدبز) کے ملت فرشتوں کا ساتھی نہ بنا اسلئے تقریباً (سلطان عبدالحمید) کے تمام مشیر اسے سخت مخالف تھے - بالآخر اسپریشیائے کوچک کے قزاقوں کی اعانت کا الزام لگایا گیا اور گرفتاری کیلئے ایک جہاز پوشیدہ روانہ کیا گیا - (کپتان ہربرٹ) نامی ایک شخص نے (فورٹ نائٹلی رابو) میں لکھا تھا کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے وہ ٹاٹ کا خالی تھیلا دیکھا ہے جو اُس جہاز پر بیجا گیا تھا تاہم (کامل پاشا) اُسہیں بند کرے دریا میں پھینک دیا جائے - لیکن خوش قسمتی سے (کامل پاشا) کو عین وقت پر خبر لگ گئی اور وہ اپنے دوستوں یعنی برٹش سفارت خانے میں پناہ گیر ہو گیا - قسطنطنیہ سے جو لوگ گئے تھے انہوں نے جب پنجبرے کو شکار سے خالی پایا تو سخت متاسف ہوئے اور برٹش سفارت خانے کی نگرانی شروع کر دی کہ یہاں سے نکل نہ سکے - مگر یہ نگانی بے نتیجہ اور بعد از وقت تھی کیونکہ رات کی تاریکی میں (سمونا) کے ساحل سے ایک جرمن تجارتی جہاز روانہ ہو چکا تھا اور اسمیں (کامل پاشا) بحفاظت تمام پہنچا گئے تھے - قسطنطنیہ پہنچ کر انہوں نے پھر برٹش سفارت خانے کا راستہ لیا اور انگریزی سفیر نے وعدہ کیا کہ وہ کسی نہ کسی طرح ایسے وقت (سلطان عبد المجید) تک پہنچا دے گا جبکہ اُنکے مشیروں میں سے کوئی نہرگا - ایک ایسے ہی موقعہ پر یہ بارباب ہوا اور اُس وقت ترکی میں موت کے منہ میں جانے سے بھی بڑھ کر خطرناک کام کوئی انسان کرسکتا تھا اسلئے طیار ہو گیا یعنی سلطان کے آگے اُنکے مشیروں کا تمام کچا چٹھا جی کھول کر سنا دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے ملک کی بالکل تباہی و بربادی اور ہلاکت ہے *

(کامل پاشا) اپنی جرأت و دلیری یا پھر خوبی وقت و قسمت سے بچ کر تر ضرور نکل آیا مگر پھر کسی عہدے پر جانے کی آہ جرأت نہیں ہوئی - باقی دن محض خانہ نشینی میں کات رہا تھا کہ یکایک انقلاب نے ظہور کیا اور تمام حالات متغیر ہو گئے *

انقلاب کی ابتدائی ششماہی ہی میں (سعید پاشا) کے بعد (اتحاد ترقی) نے وزرات اعظم پر اسے مامور کیا تھا اور انگلستان اس انتخاب سے اسقدر خوش ہوا تھا کہ خود (شہنشاہ آذربائیجان) نے مبارکبادی کا تار بیجا تھا مگر چند مہینوں کے بعد (اتحاد ترقی) کی مداخلت سے اکتا گیا اور خود اُس نے بھی اسکی طرف سے گردن مڑ لی - بالآخر مستعفی ہونا پڑا *

اسکے بعد بالکل خانہ نشین تھا اور ظاہر ہے کہ ۹۱ برس کی عمر میں خانہ نشینی کے سرا آرز کیا کرسکتا تھا - مگر (اتحاد ترقی) کے مخالفین اور ترکی کے برٹش سفارت نے اپنے اعمال کی تکمیل کیلئے اسکو سامنے کرنے ہی میں مصاحبت دیکھی اور (کامل پاشا) کے نام سے ایک پارٹی قائم ہو گئی *

الاملا

۲۷ جولائی ۱۹۱۲

قسطنطنیہ میں

ہجوم مشکلات و تصادم احزاب

(۲)

(صادق بک) کی پارٹی نے اپنے پروگرام میں حسب ذیل

مواد بھی داخل کئے :-

(۱) پارلیمنٹ کا کوئی ممبر گورنمنٹ سے کسی کام کا ٹھیکہ

نہیں لے سکتا -

(۲) کوئی ممبر سرکاری عہدہ قبول نہیں کر سکتا -

(۳) اتحاد عناصر مختلفہ کی ابتدائی پالیسی کو قائم رکھا

جائے اور آئندہ زیادہ کوشش کی جائے -

(۴) یورپ کے تمدن کے ادب و اخلاق کو شریعت اسلامیہ کے

شعائر و تہذیب کے تحفظ کے ساتھ رائج کرنا چاہئے

اور افراط و تفریط کو روکنا چاہئے -

(۵) خفیہ انجمنوں کو بالکل توڑ دیا جائے -

ملک کی حالت جو ہو رہی تھی اس کے لحاظ سے یہ تمام دفعات

ہایت اہم تھے، سب سے زیادہ نقصان ابتدائی پارلیمنٹ کے زمانے

میں جو حکومت کو پہنچا، وہ ممبران پارلیمنٹ کا سرکاری کاموں کا

ٹھیکہ لینا، عہدوں کو قبول کرنا، اور تمام ابتدائی قول و قرار بھولکر

عربی و ترکی و عثمانی کے سوال کو چھیڑنا اور اسی طرح کے

معاملات تھے، پس (صادق بے) نے (شوکت پاشا) کی اعانت سے

اپنی پارٹی کے مقاصد انہی امور کو قرار دیا، اور فوج کے سیاسی امور

سے بے تعلق ہونے کے ساتھ ان امور پر زور دینے کا بھی اعلان کر دیا -

اُس وقت (صادق بے) (اتحاد و ترقی) کا ذمہ دار ممبر تھا

(یعنی پریسیدنٹ تھا کیونکہ اتحاد و ترقی مسارات حال کی وجہ سے

کسی کو صدر نہیں بناتی، اور معناً جو صدر ہوتا ہے اسکو ایک

مرخص و مسئول عضو یعنی ذمہ دار ممبر کہہ کر پکارتی ہے) لیکن

جوں ہی ان خیالات کی اشاعت کی معاً اتحاد و ترقی اسکی

متخالف ہو گئی اور قسطنطنیہ میں رہنا دشوار ہو گیا، (جامد بک)

ایڈیٹر (طنین) کے قلم مسموم نے ایسا سخت ایچی ٹیشن

پھیلادیا کہ خود (شوکت پاشا) حالت کو مغدوش دیکھنے لگے اور

بالآخر (صادق بے) قسطنطنیہ سے چلے گئے -

لیکن انکی پارٹی (حزب الاصلاح) کے نام سے قائم ہو گئی تھی

ملک کے معتدل مزاج اور سنجیدہ اشخاص ان کے ساتھ ہوتے گئے یہاں تک کہ خود اتحاد و ترقی کی ایک بڑی جماعت کٹ کر ساتھ ہو گئی - لیکن جو مقصد اصلی تھا، یعنی فوجی تسلط اور بعض اتحاد مزاج نوجوانوں کے اثر کا انسداد، اسمیں کچھ کامیابی نہیں ہوئی (شوکت پاشا) نے متواتر فوجی اعلانات شائع کئے، متعدد افسروں کو سزائیں بھی دیں، لیکن مشکل یہ تھی کہ اتحاد و ترقی کا پنبہ اتنا قوی ہو گیا تھا کہ اب اس سے حکومت کا نکلنا بہت مشکل تھا، اور پھر اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اصلی عاملانہ قوت بھی انجمن تھی -

اس اثنا میں معاملات نے پلٹے کھائے، وزارتیں بدلی گئیں، اور ملک کی سیاسی حالت کا افق بھی متغیر ہو گیا، اب وہ وقت آیا جب انگلستان نے (جرمنی) کو قسطنطنیہ کے حلقوں میں پیش قدمی کرتے ہوئے دیکھا اور انگلستان کے سیاسی حلقوں کے بے صبرانہ اعتراضات، اور نوجوان ترکوں کی شکایات نے ترکوں کے دلوں کو بھی انگریزوں کی طرف سے بالکل مایوس اور سرد کر دیا، انگلستان دیکھ رہا تھا کہ اس کے لئے سب سے زیادہ نافع اور مفید اغراض وجود جو ترکی میں ہے وہ نودسالہ بوڑھا وزیر (کامل پاشا) ہے اور اس کے خانہ نشین ہوجانے سے (جرمنی) کے ہاتھ پیر پیر قری ہو گئے ہیں - (محمود شوکت پاشا) نے جرمنی میں رہکر تعلیم پائی تھی اور اُنکا اُسکی طرف میلان بھی ابتدا سے ظاہر تھا، پس اس مشکل کا یہ علاج تعویذ کیا گیا کہ پھر دوبارہ (کامل پاشا) کو بستر سے اُٹھایا جائے اور میدان سیاست میں انگریزی حمایت کی لٹھی کے سہارے کھڑا لیا جائے - قسطنطنیہ کے برٹش سفارت خانے میں ایک نئی پارٹی قائم کرنے کے تمام ابتدائی مرحلے طے کیئے گئے اور تہوڑے ہی دنوں کے بعد (حزب الاصلاح) کے قائم ہونے کی خبریں تمام عالم میں منتشر ہو گئیں *



کامل پاشا جنکے وزیر اعظم ہونے کی امید کی جاتی ہے

(کامل پاشا) کی نسبت باخبر ناظرین کو یہ یاد دلانا شاید ضروری نہوگا کہ یہ قدیم شخص سلطنت کے اُن وزرا میں سے ہے جو بارہا وزارت کے عہدے پر مامور ہوا اور پھر کسی خاص معاملے پر (یلنر) کو خوش نہ کرسکنے کی وجہ سے معزول کر دیا گیا - اسکا سب سے بڑا شخصی وصف ممتاز یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انگلستان کا

مقالہ

السید محمد رشید رضا (الحمدین)

اسلام کی موجودہ اصلاح و دعوت کی تاریخ کا ایک صفحہ

(۳)

یہاں تک کہ سنہ ۱۹۰۶ء کے اوائل میں انکی خاص و صداقت اور قوت اصلاح کی آزمائش کا اصلی زمانہ آگیا: و لہذا ہم حتیٰ نعالم المجاہدین منکم والصابرین۔ اب حکام سلطانی کے غیظ و غضب کی کڑی انتہا نہ تھی (المنار) میں (مسئلہ من) اور (حجاز) پر انکے قلم نے نہیں معلوم (طلسم سراے یلدرز) کے کتنے اسرار و خفایا فاش کر دیئے تھے اور حکام سلطانی کی رشوت ستانیوں کے ناقابل تاویل ثبوت پیش کئے تھے۔ سلطانی جاسوسوں کے شیاطین نے جب دیکھا کہ مصر میں مقیم ہونے کی وجہ سے (سید رشید) دسترس سے باہر ہے، تو طرابلس میں انکے اعز و اقارب کو ستانا شروع کر دیا، جابرانہ حکومتوں میں الزام دہی کا سب سے زیادہ آسان آلہ (پولیٹیکل سارٹس) کا اتہام ہے جس کے لئے صرف کسی فرضی شبہ یا جاسوسی کا حوالہ دیدینا کافی ہوتا ہے۔ (سید رشید رضا) کے مصائب بھی اسی الزام سے شروع ہوئے، سب سے پہلے انکے بوزے اور بیمار باپ اور بھائیوں پر (سید رشید) کے ساتھ کسی نامعلوم پولیٹیکل سوسائٹی میں شرکت کا الزام لگایا گیا اور جبراً پوایس کی مدد سے تمام مکان کی تلاشی لی گئی، جب اس طرح کڑی مغید مطلب بہانہ ہاتھ نہ آیا، تو دوسرا الزام لگایا گیا کہ (عربی خلافت) قائم کرنے والی مشہور مگر مجہول الحال جماعت میں انکے باب بھی شریک ہے اور بوجہ مذہبی مقتدا ہونے کے عوام کو اس خیال کی دعوت دیتا ہے۔

(عہد عبدالحمید) میں (عربی خلافت) کا مسئلہ بھی منجملہ ان فرضی الزامات کے تھا جسے (یلدرز) کے جاسوسوں نے اپنے ابلیمانہ اعمال کی تکمیل کیلئے تصنیف کر لیا تھا اور جس سے مقصد یہ تھا کہ شام و عرب کے آزاد خیال لوگوں کو پکڑنے اور سلطان پر اپنی حسن خدمت ظاہر کرنے کیلئے ہمیشہ ایک ذریعہ جاری قائم رہے، یلدرز کا شیخ الشیاطین (شیخ ابوالہدی) اور مشہور خائن و قاتل ملت (عزت پاشا) ان دونوں نے اس فرضی فتنے کے نام سے ہزاروں اہل علم و قلم کو طرح طرح کے شیطانی عذابوں میں گرفتار کیا اور کھڑوں روپیہ سلطان سے وصول کئے، یہ لوگ ہمیشہ اس طرح کی خبروں کا ایک مرتب دفتر بنا کر پیش کیا کرتے تھے کہ "شام کے قتل حصے میں ایک نہایت خطرناک اور فتنہ انگیز خفیہ انجمن قائم ہوئی ہے، جبل (لبنان) کی غاروں میں آگے جلیے ہوتے ہیں، فرانس یا انگلینڈ کا ہاتھ بھی انکی پیٹھ پر ہے، انکا مقصد یہ ہے کہ ایک عربی خلافت قائم کی جائے

اور عثمانی خلافت کا تخت اولت دیاجائے وغیرہ وغیرہ" سلطان اس وحشت انگیز خبر کو سکر کانپ اڑاتا مگر پھر خبر دینے والے کچھ دنوں کے بعد ظاہر کرتے کہ "الحمد للہ اقبال سلطانی سے ہم اس انجمن کے تمام ممبروں کے پکڑنے میں کامیاب ہوئے، فلاں شخص اسکا رئیس تھا اور فلاں سکرٹری" اور فلاں کو ہسپورس میں غرق کر دیا گیا اور اتنیوں کو جزیئر میں جلا وطن

یہی الزام آخر میں (سید رشید) اور انکے باپ پر بھی لگایا گیا اور جب اس سے بھی تسلی نہ ہوئی تو حکم دیا گیا کہ (سید رشید) کو مقاعد سلطانی کے خلاف مضامین لکھنے سے روکا جائے وہ جب تک احکام شاہانہ کی تعمیل نہ کرے گا تم لوگ بطور ضمانت کے قیدی رہو گے۔ لیکن اس حکم کی تعمیل کیونکر ممکن تھی؟ بالآخر انکا باپ جو عین مرض الموت میں مبتلا اور نہایت ضعیف و زار تھا اور دونوں بھائی قید کر لیے گئے اور تمام مکان و جائداد سرکاری قبضے میں آگئی:

عشق ازین بسیار کردست و کند

(سید رشید) کے والد اپنی زندگی کی آخری گھڑیاں شمار کر رہے تھے اور اپنی اولاد کو آخری وقت ایک نظر دیکھ لینے کیلئے سخت بیقرار تھے، مگر طرابلس الشام کے شقی اور شیطان قلب حکم نے اتنا رحم بھی جائز نہ رکھا کہ انہیں انکے لوگوں کے ساتھ ایک کوٹھری میں قید کیاجائے اور کم از کم مرتے وقت چہرہ دیاجائے کہ اپنی اولاد کے ہاتھوں پانی کے چند قطرے سے معرور نہ رہیں، حالانکہ اب عنقریب وہ اس دنیا میں جلنے والے تھے، جہاں اس دنیا کے ظلم و ستم کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا اور جہاں چند دنوں کے بعد ان ظالموں کو بھی جاکر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے، آج وہ ایک قیدی اور معکوم کی حالت میں گودم توڑ رہے ہیں، مگر کل ایک تخت عدالت بچھنے والا ہے جہاں حاکم و معکوم، ظالم و مظلوم، قیدی و حارس، سب ایک ہی صف، اور ایک ہی مقام پر کھڑے ہونگے، فسیعلمون الذین ظلموا ای منقلب یقلبون۔

(سید رشید رضا) قاہرہ میں بیٹھے یہ تمام جگر شکاف خبریں سنتے تھے، مگر اب تک نہیں کرتے تھے، انکے مبر و سکوت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ گویا پیشتر ہی سے ان آئے والے حوادث کے منتظر تھے اور جو کچھ ہو رہا ہے اس سے زائد انکو معلوم تھا، بوزہا باپ قید خانے میں انکے لئے تڑپ رہا تھا، مگر یہ جان نہیں سکتے تھے، کیونکہ اگر جاتے تو فوراً گرفتار کر لیے جاتے، اور جس خدمت ملت کیلئے یہ سب کچھ جہیل رہے تھے، اس کا سلسلہ مسدود ہو جاتا، انکی بھائی اور نجات کیلئے سعی و کوشش بھی بے سود تھی، کیونکہ اگر جرم ہو تو اسکی ممانعت کی جائے، بے جرمی کے جرم کا کیا علاج؟

(خون عثمان) کا دعویٰ لیکر آٹھ کھڑی ہوئی اور (جنگ جمل) کے مشہور معرکے میں ایک فوجی کمانڈر اور پولیٹیکل مدعی کی طرح اپنے (ہرج) کو لا کھڑا کیا *

یہاں اس امر سے بالکل بحث نہیں ہے کہ حضرت (عائشہ) کا دعویٰ کہاں تک صحیح تھا؟ یہ ظاہر ہے کہ انکو دھوکا دیا گیا اور حضرت (امیر) کا برسرِ حق ہونا آئندہ کے واقعات سے خود ثابت ہو گیا۔ مگر ہمیں دکھانا یہ ہے کہ ایک بہت بڑی جماعت صحابہ انکے ساتھ تھی، اور جو نہ تھی وہ انکو برسرِ غلط سمجھتی ہو۔ مگر یہ کسی نے نہیں کہا کہ عزتوں کو ان پولیٹیکل مسائل سے کیا کام؟ اور تو خود حضرت (امیر) نے بھی انہیں یہ الزام نہیں دیا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آج یورپ جن حقوق کے دینے میں متامل ہے۔ اسلام تیسرے سو برس پہلے انکا فیصلہ کر گیا *

اور عزتوں کا پولیٹیکل امرز میں حصہ لینا تو ایک ایسی بات ہے جسکی ہزاروں شہادتیں تاریخ اسلام میں ملیں گی۔ البتہ یہ واقعہ صراحت کا ہے۔ صحابہ کرام کی اسیر تصدیق ہے۔ اور میدان جنگ تک نوبت پہنچی ہے اسلئے اسکا خاص طور پر ذکر کیا گیا *

مگر (سفرِ بیت) عزتوں کی خبریں پڑھ کر ہمیشہ ہمارے دل پر ایک آزر اثر بھی ہوا کرتا ہے۔ ایک ملک تو وہ ہے جہاں عزتیں پولیٹیکل حقوق کیلئے جان و مال فدا کر رہی ہیں، اور ایک بدبخت (ہندوستان) ہے۔ جہاں کے مسلمان مردوں کو بھی ابھی اس قابل نہیں سمجھتے کہ کم از کم انگلستان کی عزتوں ہی کی ہماری کرسیوں اور اب تک کیے جاتے ہیں کہ رقت نہیں آیا۔ رقت نہیں آیا۔ اس طرح تو رقت کبھی بھی نہیں آئے گا۔ اور اگر آئے گا بھی تو اس حال میں۔ کہ ان کانت الا صیحة واحدة فاذا ہم خامدین (۲۹: ۳۶) فما لہؤلاء القوم لا یکادون تفتھون حدیثا!

میدانِ جنگ میں ایک عشقِ بازِ قوم

(از طنین)

اٹلی، جو ہاتھ میں شمشیر، اور نازدہ پر بندوق رکھ کر افریقہ کے ایک دوز دراز صوبے کو فتح کرنے کیلئے گئی ہے، اُسکی نسبت مندرجہ ذیل واقعہ نہایت دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔

(بنغازی) سے حال میں جو لوگ واپس آئے، یہ کہتے ہیں کہ مختلف معرکوں میں جب اطالوی سفینوں کی لاش کو دیکھا گیا ہے تو ان میں سے اکثر ٹنکی جیب سے خوبصورت لڑکیوں کی تصویریں نکلی ہیں، اور بعض کی جیبیں میں فحش تصویریں اور مرقعے بھی پائے گئے ہیں، ایک اٹالین افسر نے تو اس حالت میں جان دی ہے کہ اپنی محبوبہ کی تصویر کو ہونٹوں سے لگائے بوسہ دے رہا تھا! میدانِ قتال صرف ان جان بازوں کی جگہ ہے، جنہوں نے وطن اور ملت کے عشق میں اور تمام حیوانی عشق بھلا دیے ہیں، جو لوگ اپنی معشوقہ کی بڑھنے تصویریں کو جیب میں لیکر حملہ کرتے ہیں، انکی نسبت زیادہ سونچنے کی ضرورت نہیں کہ کب تک میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہیں گے؟

دہلی کے مرقعہ پر انہوں نے شعراء لکھنؤ کی مبارکبادوں کا ایک مجموعہ شایع کیا *

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ہمیشہ غنہ و غداری سے بچنا چاہئے، گورنمنٹ کو خوش رکھنے کیلئے نہیں، بلکہ اسلئے کہ انکے خدا کا یہی حکم ہے (لا تفسد رافی الارض بعد اصلاحها) لیکن ساتھ ہی ہمارے عقیدے میں (اسلام) دنیا کی ہر اس حکومت کو جو دستوری اور پارلیمنٹری نہ ہو، سب سے بڑا انسانی گناہ اور سخت سے سخت معصیت قرار دیتا ہے۔ پس ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ حیثیت پیرور قرار ہونے کے فرض مذہبی سمجھتے ہیں کہ وہ برٹش گورنمنٹ سے پارلیمنٹ کا مطالبہ کریں اور جب تک مل نہ جائے اپنے مذہب کی خاطر دم نہ لیں، رہا ملک کا طیار نہ ہونا تو اسے چالیس برس پیشتر ہم نے (تیسرے باغ) کی بارہ دہری میں جو کچھ سننا تھا سن لیا، اور چالیس برس تک کو لہو کے پیل کی طرح آنکھوں پر پٹی باندھ کر گردش کرنی تھی سرکری، اب تو (مسٹر حامد علی خاں) اور انکے ہم مشرب اس وعظ سے ہمیں معاف رکھیں، مسلمانوں کا فلسفہ سیاست یہی ہے تو اسکے لحاظ سے توانشاء اللہ قیامت تک کبھی طیار نہ ہو گئے اور ہمیشہ حاکم غلامی و کارن کی جگہ، تمغہ افتخار سمجھ کر اپنے سینوں پر لگاتے رہیں گے *

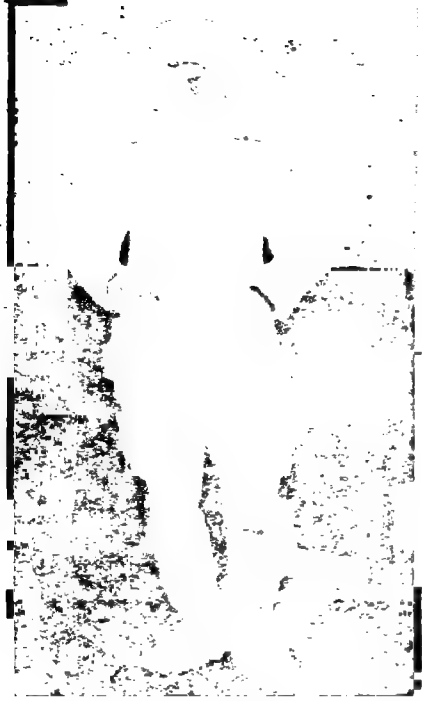
تعجب ہے کہ ۱۲ دسمبر کے آخری تازیانے نے بھی ان غلامی پرستوں کی آنکھیں نہیں کھولیں! ختم اللہ علی قار بہم و علی سہم و علی ابصارہم غشاوہ (۷: ۲) اولئک الذین اشتروا الضلالة بالہدی فما ربحت تجارتہم وما کانوا مہتدین (۱۶: ۲)

انگلستان میں (سفرِ بیت) عزتوں کا ایچی ٹیشن بدستور جاری ہے۔ ۲۰ جولائی کو (مسٹر ایسکوئٹھ) نے (دبلن) میں جب (ہوم رول) پر تقریر کی تو کسٹم ہاؤس میں سفرِ بیت عزتوں کو منتشر کرنے کیلئے پولیس کو سختی سے کام لینا پڑا، یورپ میں عزتوں کو جو آزادی دی گئی ہے اسکا لازمی نتیجہ یہی تھا، کرنسی وجہ نفاذی جاسکتی ہے کہ وہ سب کچھ کریں مگر پولیٹیکل امور میں رائے دینے کا حق نہ رہیں؟ مگر ہم کو اس رقت (اسلام) کے عہدِ اولیٰ کا ایک واقعہ یاد آ گیا ہے *

اسلام ہی وہ تنہا مذہبی دعوت ہے جس نے عزت کو اسکا اصل درجہ ہزاروں برس کی غلامی کے بعد دلایا ہے، اور یہ بارہا کہا گیا ہے؛ مگر اس طرف شاید کسی کو توجہ نہیں ہوئی کہ صدر اول ہی میں عزتوں نے پولیٹیکل میدانوں میں مردوں کی درش بدش کا انجام دئے ہیں۔ آج انگلستان با ایں عہدہ دعوا ہے مسارات بین الفرقین عزتوں کو صرف رت دینے کا حق دینے پر بھی راضی نہیں اور اسکے لئے ان بیچاروں کو کبھی کھڑکیوں کے شیشے توڑنے پڑتے ہیں اور کبھی اپنے ٹگس کھدوں سے باندھنا پڑتا ہے، لیکن (اسلام) نے عزت کو ابتدا ہی میں جو درجہ دیا تھا اُس نے یہاں تک انکی جراثیم بوجہادی تھیں کہ (خلیفہ سوم) کی شہادت کے بعد جب اہل مدینہ نے (حضرت امیر) علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی ہے، تو ایک عزت

ناموران - نہ ہٹا طربا

نامور مجاہد عثمانی فتویٰ بک



بک موصوف اعلان حرب کے وقت تیرنس کے عثمانی
قنصل میں نواب قنصل تھے۔ فوراً بھیس بدل کر
طرابلس چلے گئے اور آجکل طبرق میں مقیم ہیں *

شیخ المجاہدین، محبوب السلام والمسلمین

البطل العظیم غازی انور بک

متع اللہ السلام والمسلمین بحفظ وجودہ و طول حیاتہ

(۱)

طرابلس کے مختلف حصوں میں آج افواج مجاہدین کے
عجیب الہیۃ خیموں کی ایک بستی آباد ہے.....

یہ رہی فرج ہے جو افریقہ کے روگستان رحشت سے نمودار ہوئی
اور بیسویں صدی کی ایک متمدن فوجی چھاؤنی کے سامنے
کھڑی ہو گئی، وہ راہ کو خوف و خطر سے محفوظ سمجھ کر دروازہ
رہی تھی، لیکن اسنے اپنے نیزوں کو کھڑا کر کے روک دیا کہ اپنی جگہ پر
تھیر جاؤ اور ایک قدم بھی آگے نہ بڑھاؤ!

لیکن اس اعجزہ زا افواج کا سراغ کس نے لگایا؟

نہیں معلوم ایک عظیم الشان اسلامی فاسر نے کس قدر گرم
تیسرے (معدائے لیبیا) کی تھپی ہوئی زمین پر گرائے ہیں، اور اپنے
مقدس پانوں کو کتنے عرصے تک لٹے دشت نورمیں کے مصائب
و آلام کیلئے وقف کر دیا ہے، جب کہیں جا کر یہ جنود الہی یہ
جیش صداقت، یہ فوج ملائک ارحاف جمع ہوئی!

باہر کے غریب الحال طالب العلم تھے، اور علما کے جہل و جمود پر
انکے حیلے بھی (المنار) کی وجہ سے جلد جلد ظہور میں آئے
اور عام اشتعال کا باعث ہوئے تھے، نتیجہ یہ نکلا کہ تمام ازہر کا
جتنا انکی مخالفت پر متفق ہو گیا، اور روز طرح طرح کی نئی
تدبیریں عمل میں آنے لگیں، میرے ایک دوست جو (ازہر) کے
تعلیم یافتہ ہیں اور اس زمانے میں طالب علمانہ ازہر میں مقیم تھے،
کہتے ہیں: کہ اس زمانے میں نہ صرف علمائے ازہر، بلکہ تمام
زادوں کے طلباء بھی (سید رشید) کے خون کے پیالے تھے، ایک دن
تمام ازہریں نے خفیہ کمیٹی کی، اور یہ طے کر لیا کہ (سید رشید)
کو کسی نہ کسی طرح قتل کر دیا جائے، میں بھی اس مجمع
میں شریک تھا، اور گو (شیخ) کی شاگردی کی وجہ سے
(سید رشید) سے محبت و ارادت رہی، مگر سواد اعظم کی
مخالفت کی قدرت نہ دیکھ کر خاموش رہا کرتا تھا، میں اسے بہت
دیر ہوا (سید) کے پاس آیا اور اس خونی مشورے سے مطلع
کر کے سمجھایا کہ آئندہ سے تنہا (ازہر) میں جانا اور تنگ و تاریک
گلیوں سے گذرنا ترک کر دیں اور مناسب سمجھیں تو (شیخ) کے
ذریعہ حکومت کو اطلاع دیں، لیکن (سید رشید) کے اس
بے پرواہی سے یہ تمام باتیں سنیں اور اس طرح قالدیا، گویا انکو
اپنی موت و حیات کے مسئلہ پر سرے سے کوئی توجہ ہی
نہیں ہے!

بلکہ یہ ہے کہ جن نفوس قدسیہ نے اپنی زندگی راہ الہی
میں قربان کر دی ہے، وہ کو چاہے پھرے نظر آئیں، لیکن
خی الحقیقت (موت و قتل ان تفرقا) کی دائمی موت انکو طاری
ہے، اس زندگی کی فانی زندگی کو وہ بچے ہی ختم کر چکے ہیں،
دشمن کے حیرت اور خون بہانے والے اوزاروں سے انہیں کیا ڈر ہو؟
و انعلم ما قیل -

منہی دعینی فی الہوی متعلقا
قدمت، الا انی لم یزر قبری
من شاہ ان ینظر میقتہ، یمشی علی العشق -
زندہ کش جاں نباشد دیدہ؟
گر ندیدستی بیا، مارا بہ بین

انکی زندگی موت ہے، اور مرنا حیات جاردانی: ولا تقولوا
لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات، بل احياء، ولکن لا تشعرون
(۲: ۱۹۰) -

مسیحی مذہب کو سب سے زیادہ اسکے علما اور روحانی
 پیشواؤں نے غارت کیا اور پھر اسکی باگ اپنے ہاتھوں میں
 لیکر اسطرح حکمرانی کی کہ دنیا کے عہد مظالم (مڈل ایجز)
 کی تاریخ مسیحی علما کے مظالم پر اُنک خوں کے آنسو روتی ہے
 اسی لئے (قرآن مجید) نے اس آیت "نیز اسکے ہم معنی آیات
 میں زیادہ تر اہل کتاب کے علما کو الزام دیا اور کہا کہ انہیں نے
 اپنے روحانی تسلط کو یہاں تک بڑھا دیا ہے کہ گویا ملت سے
 خدا کی پرستش چھوڑ کر اپنی بددگی کرتے ہیں۔ انھوں نے
 احبارہم و رهبانہم اور انبیا من دین اللہ اور (عدی بن حاتم) کا مشہور
 سوال و جواب اسکا شاهد ہے "ایک یہ کہتے تعجب کی بات ہے
 کہ تمہارے ہی دین کے بعد اسلام کی قسمت ایسے ہی علما کے
 ہاتھوں میں آئی اور آجنگ بظاہر اسکے سیاہ و سفید کے ملک
 یہی آئندہ اور سیاہ ہونے لگی ہے۔ مصر میں (جامع الزہر) ایک
 بہت بڑا علماء قدیم کا مرکز ہے، اسکے ائندہ اور مدرسوں کی
 حالت کچھ ہندوستان کے مدارس سے اچھی نہیں ہے، بلکہ اس
 لحاظ سے زیادہ افسوس ناک ہے کہ یہاں مدارس مغرب کے اور
 وہاں بقیہ اسلامی حکومت کے اثر اور کثرت اثرات و اجراء احکام
 شریعہ کے سب سے دولت مند اور فانی ہیں۔ (سید جمال الدین)
 کو (جامع الزہر) کے (شیخ) کے مظالم پہنچے، انکے بعد (شیخ
 محمد عبدہ) نے ساری زندگی ان کے "عکس" مگر انکے جوڑ و جفا
 سہرہ بسر کی، (خدو) اور (آزاد کریم) انکی پیادہ پر تھا، خود
 ایک اعلیٰ درجے کے عہدہ دار تھے اور تقریباً تمام امور و حکم زیر اثر
 اسلئے کسی کی مخالفت چل نہیں سکتی تھی، ہم ان کے یہی
 (ازہر) کی اصلاح سے عاجز اگر ایک دوسرا مدرسہ (دارالعلوم)
 قائم کرنا پڑا، انکے بعد (سید رشید رضا) کی جاری آئی یہ ایک

گریزند از صف ما هر که مرد غوغا نیست
کسیکه کشته نه نشد از قبيله ما نیست

یہ مصائب تر حکومت کے جبر و تعسفی کا نتیجہ تھے، مگر انہی کے قریب قریب خود مصر کے علمائے قدیم اور علی الغصصر (جامع ازہر) کے قدامت پرست اساتذہ کی مخالفت اور شورش تھی، یہ عجیب بات ہے کہ مذہب کے آغاز عہد میں مذہبی گروہ جس درجہ اصلاح و ارشاد کا ذریعہ ہوتا ہے، دور نازل میں اُس سے کہیں زیادہ ضلالت و حق کشی کا سرچشمہ بن جاتا

کیونکہ عمدہ اسلحہ کی کیمپ میں بہت کمی تھی، اور جس قدر بندوقیں تھیں وہ زیادہ تر ماروٹیں قسم کی تھیں جنکے چھوڑنے سے بکثرت دھواں نکل کر پھیل جاتا ہے۔ (انور بک) نے حکومت کے نام سے فوراً اتنا نیلیم کر دیا اور در در عثمانی گینی پر فروخت کر دی گئیں۔

اس خدمت کے صلے میں انکی آرزوے دلی کے مطابق (طلا کار اطلسی علم) انکو عطا کیا گیا۔

اسکے بعد تو ہر قبیلہ اس (علم) کیلئے اٹھنے لگا اور دشمنوں پر برق ہلاکت پھڑک گئے لگا، روز کوئی نہ کوئی قبیلہ دشمن کی طرف نکل جاتا، اور بکثرت مال غنیمت اپنے خون آلود نیزوں اور خون تپکتی ہری سنگینوں کے ساتھ لاکر انبار لگا دیتا، ہر قبیلے کی کوشش ہوتی کہ دوسروں سے زیادہ تعداد میں دشمنوں کو قتل کریں اور سب سے زیادہ مال غنیمت (انور بک) کے سامنے انبار کر سکیں تاکہ شجاعت و وطن پرستی کا اعلیٰ سے اعلیٰ نشان اور تحفہ صرف ہمیں کو حاصل ہو، یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصے کے اندر عثمانی کیمپ میں ۱۵-۲۰ ہزار سے زیادہ قیمتی اور جدید اسلحہ کی بندوقیں جمع ہو گئیں، یہ رہی کیمپ ہے جسکے پٹس چند دنوں پہلے ٹھک ٹوٹا ہوا بچھا بی بی نہ تھا! (راؤکرا از انتم قليل مستضعفون في الارض تخافون ان يتغطفكم الناس فاراهم وانكم بقصره ورزقم من الطيبات لعلمكم تشكرون ۲۷:۸) جنگ کیلئے پہلی ضرورت فوج کی تھی، پھر اسکی تعلیم کی، اور پھر اسلحہ جنگ کی، تو ابتدائی در ضرورتوں کے پورا ہونے کے بعد رحمت الہی نے اسلحہ جنگ میں سے بندوقوں کا یوں انتظام کر دیا!

توپیں کیونکر مہیا کی گئیں؟

لیکن اسلحہ جنگ میں سب سے زیادہ قیمتی، عسیر الحصول اور ضروری شے (توپیں) کی فراہمی تھی۔ (غازی انور بک) نے ایک نیا اعلان تمام قبائل میں شائع کر دیا کہ ”جو قبیلہ آئندہ سے ہم پر انک توپ بھی دشمن سے چھین کر لایگا اسے (ہیر) کا لقب دیا جائیگا“ لیکن یہ کام آسان نہیں تھا۔

مشکل یہ تھی کہ اطالیہ دن کے وقت تو توپیں اپنے مورچوں میں لگا دیتے تھے، لیکن جہاں رات آئی، نہیں معلوم پیشترو ہی سے کیوں اس قدر خائف ہو گئے تھے کہ فوراً تمام توپیں ساحل کے کیمپ میں لیجا کر پہنچا دیتے تھے، تاہم اہل عرب کے جوش اور شوق حصول خطاب کے آگے اب کوئی مشکل مشکل نہ تھی، اس اثنا میں شہر کے باشندوں کے باہر کات کر دینے اور پانی کی قلت کی وجہ سے اطالیہ مجبور ہوئے کہ اپنی جگہ سے حرکت کریں اور عثمانی قیام گاہ کی جانب کچھ بڑھ کر پڑاؤ ڈالیں (انور بک) نے جب یہ خبر سنی تو حکم دیا کہ عربی فوج آہستہ آہستہ اپنی جگہ چھوڑ کر پیچھے ہٹنا شروع کر دے مگر اس طرح کہ دشمن محسوس نہ کرے۔

اس ہجیم کر کے حالہ کر دیا، اور سینکڑوں اطالیکوں کو تلواریں گھاٹ اتار کے بقیۃ السیف کو کوسوں دور پھینکا، (انور بک) نے اس کارنامے کی جیسی قدر کی اور اس قبیلے کو اپنا رخص کردہ نشان عزت (اطلسی علم) عطا فرمایا۔

دوسرے قبائل نے جب (قبیلۃ الصفا) کے حیموں پر اس طلا کار اور اختصار بخش علم کو لہراتے دیکھا تو (انور بک) کے پاس دوڑے ہوئے آئے اور کہا کہ ہمارے مرقعہ عطا جائے کہ اس (علم) کے لینے کا استحقاق ثابت کریں اور ایک آزمائشی کام سپرد کیلجائے، یہاں تو اسی بات کا انتظار تھا، کمانڈر نے کہا کہ تمہارے آگے تمام راستے کشادہ ہیں اور تلواریں اگر پیناسی ہو تو ظالم دشمنوں کے خون کی کمی نہیں۔

اسلحہ جنگ کا انتظام

رات کے وقت جبکہ اٹالین کیمپ طرابلس پر قابض ہونے کی خوشی میں بکثرت (میلانو) کی شراب پی کر بدمست پڑا تھا، اور افسر (روٹا) کی نظارت جنگ کے پھٹے ہوئے انتظامات اور تحریکوں کے خراب دیکھ کر مسکرا رہے تھے، ایک ایک عرب قبائل کے محارمی فوجوں کی گونج سے ایک زلزلہ عظیم محسوس ہوا (ان کا نام الا صیحة والحمة فاذا هم خاضعون ۳۶: ۱۸) نہیں محسوس خوف و رعب نے ان میں سے ہر فرد کے دل میں ایک ہی صدا کیا، پہنچ چکی تھی کہ وہ تو کسی نے ایک قدم آگے بڑھ کر تحقیق کیا، اور نہ حملہ آوروں کے پیچوں میں جوڑو گئے تھے، انہوں نے گولی گولی خالی کی، بلکہ جس طرف جس گوراہ ملی، چند لمحوں کے اندر بے تحاشا ہلاک کئے، اور پورا اٹالین کیمپ خالی ہو گیا!

(اذ یومی رط الى الحلاکة انی معکم فقتلوا الذین آمنوا سائقی فی قلوب الذین کفروا العرب فاضربوا فرق الاعناق واضربوا منہم کل بنان ۸: ۱۳)

اطالیکوں کے جبین و فامردی نے اہل عرب کو انکے اولین حملے ہی میں فتح و نصرت کی ایسی چاٹ لگائی کہ اب میدان قتال انکے آگے پاؤں کا کھیل بن کر رہ گیا، قاعدہ ہے کہ پہلے مقابلے کا اثر آخر تک میدان جنگ میں کام دیتا ہے، لیکن خوش قسمتی سے اہل عرب کا ابتدائی حملہ اس قدر بے خطر اور آسان ثابت ہوا کہ دشمنوں کے طرف سے انکے دلوں میں اگر کچھ رعب و ہراس تھا بھی تو وہ ہمیشہ کیلئے نکل گیا، بغیر کسی نقصان کے انہوں نے کھیلنے کودنے ایک پوری اٹالین پلٹن برباد کر دی اور بکثرت مال غنیمت ساتھ لائے ہوئے (جسکے ملنے کے بعد محال قطعی ہے کہ عرب کا بچہ پھر جنگ سے باز رکھا جائے) اور وطنی گیت گاتے ہوئے عثمانی کیمپ میں واپس آکر (کمانڈر) کے سامنے اپنی فتوحات ڈھیر کر دیں۔

اس مال غنیمت میں ۸۰۰ سے زیادہ تو بندوقیں تھیں، اور آؤر قسم کی اشیا اسکے علاوہ۔

ان بندوقوں کی لوت سے (انور بک) بہت خوش ہوئے،

مابوسی بخش تھا، مگر اسنے مشکل کے ظہور کے ساتھ ہی اسکا علاج بھی تصور کر لیا۔ یہ علاج بھی علاج قدیم تھا جس کے ذریعہ کبھی حجاز کے قوتے ہوئے قبیلے باہم جڑے گئے تھے، یعنی تمام قبیلوں کو مختلف موثر اور دل میں آدرجائے والے طریقہ سے سمجھا کر (جو اس امجداز آفریں سحریدان کا رصف مخصوص ہے) ان میں باہم رشتہ داراں قائم کرادیں، اور ایک قبیلے نے دوسرے قبیلے کو اپنی لڑکیاں دیدیں اور دوسرے کی لڑکیوں سے اپنے لوگوں کا عقد کر دیا، اور اس طرح اس دعوۃ جہاد کی بدولت صدیوں کی عداوتیں اور دشمنیاں عہد اخوت و مودت سے بدل گئیں۔ فی الحقیقت یہ ایک بہت بڑا احسان الہی تھا، جسکو خدا نے اپنے ایک محبوب بندے (انور بک) کے ہاتھوں پر ظاہر کیا۔ جس دین الہی کی حفاظت کیلئے اس نے اپنی حیات عزیز وقف کر دی ہے، ضرور تھا کہ اس دین کے (داعی اول معلم) کے فضائل و خصائص کے انوار کا پرتو اس کے قلب پر بھی عکس ڈالتا، (انور بک) کا وجود نور محمدی کے انوار ربانی کی ایک تجلی ہے، و انکروا نعمۃ اللہ علیکم، اذ کنتم اعداء، فالف بین قلوبکم، فاصبحتم بنعمتہ اخوانا (۳: ۹۹)۔

صحراے لیبیا میں فنون جنگ کی درسگاہ

دوسری مشکل قبائل کی بے نظمی اور اصول جنگ سے نواقضیت تھی کہ رقت نازک، فرصت مفقود، دشمن کے گولوں کی بارش سر پر، اور ایک صحرائی بھیڑ اپنے صحرائی خنجروں کو لئے ہوئے جمع تھی لیکن ترفیق الہی اپنے جن برگزیدہ بندوں کو کاروائی عظیمہ کیلئے بن لیتی ہے، انکو مشکلوں پر حکومت و طاقت بھی بخشدیتی ہے، (غازی انور بک) نے بغیر اس کے کہ ایک لمحہ بھی فکر و تردد میں ضائع کرتے، بڑا تمام قبائل کو چند پلٹنوں میں تقسیم کر دیا، اور ہر پلٹن کی تعلیم دینا، ایک افسر مقرر کر کے شب و روز قواعد کرانی شروع کرادی، خود نے جب معلوم کر لیا کہ بغیر ان قواعد کے سیکھے ہم دشمنوں کا جواب نہ دے سکیں گے اور انکی ابتدائی دست برد کا انتقام نہیں لیا جاسکے گا، تو خود اُنکے اندر جوش و غیرت نے ایک ایسی خارق عادت ذہانت اور قوت اخذ و تحصیل پیدا کر دی، کہ میدان کی مشق ایک چوبیس گھنٹے کے اندر حاصل کرنے کے، قبائل کی باہمی رقابت سے بھی اس موقع پر جیسی مدد ملی، (انور بک) نے اعلان کر دیا کہ جو قبیلہ پہلے فرار جنگ کے امتحان میں کامیاب ثابت ہوگا اسکو عزت و ناموری کے نشان کے طور پر ایک طلا کار اطلس کا علم دیا جائیگا، یہ سنتے ہی ہر قبیلہ مسابقت کی کوشش کرنے لگا، اور شب و روز پورا رقت فرجی نقل و حرکت اور قواعد کے سیکھنے اور مشق میں صرف ہونے لگے، معلم تھک جاتے تھے، لیکن سیکھنے والوں کی ہمت ہر آن بڑھتی جاتی تھی، اسی اثنا میں جب (اطالیوں) کی جراتوں نے ایک دو قدم آگے بڑھے اور ہم کے گولے بکثرت آنے لگے، تو قبیلہ (حسا) نے ایک

(غازی انور بک) نے جب طرابلس میں قدم رکھا ہے تو کیا حال تھا؟ ایک لقی رفق صحراے ہولناک! ایک وحشت انگیز ریگستان افریقہ! جسمیں انسانی وجود کا کہیں نام و نشان نہ تھا، اسکی نظریں جہاں تک کام کرتی تھیں تو دھماکے رنگ اور بگولہ ہائے صحرائی کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا، یہ جہاد و دفاع کے تصور میں ہفتوں یہاں کی ریگ زار پر روتا رہا۔

لیکن اسکا شجیع اور عظیم دل نا امیدی کے لئے نہیں، بلکہ کامرانی کیلئے پیدا ہوا ہے، وہ مابوس نہیں ہوا، اسکی راہ میں جس قدر موانع اور رکاوٹیں پیش آئیں، انکی آسنے تعقیر کی، اور مشکلوں کے ہجوم کو ہنس کر ٹال دیا، اور پھر کمر ہمت باندھ کر طراف و جوانب کے قبائل میں دعوت جہاد شروع کر دی کہ (یا قومنا! اجیبوا داعی اللہ!) دنیا کی کونسی سخت سے سخت مصیبت ہے جو اس (داعی حق) کو اس کام میں پیش نہیں آئی، مگر ہر مابوسی جو سنے آتی تھی، وہ اسکی سمند ہمت پر ایک نئے تازیانے کا کام دیتی تھی، یہاں تک کہ چند دنوں کے بعد وہ تن تنہا فرد مقدس۔ جو بلائیہ نشیں قبائل کے خیموں اور گشتی بازاروں میں روتا ہوا پھر رہا تھا۔ جب واپس ہوا تو جنود الہی کی عظیم الشان صفیں اس کے یمنیں و شمال نیزے بلند کئے ہوئے چلی آ رہی تھیں [اذا جاء نصر اللہ والفتح، ورايت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا (۱۱۲: ۳)]

وہی تن تنہا فرد مقدس، دشمن کے بے شمار لشکر کے سامنے حربہ فغانہ و مساریانہ آکر کھڑا ہو گیا، اور پھر پورے قومہ یعنی کے اندر ایک دن بھی شکست و ہزیمت اس کے دامن عزت پر دھبہ نہ لگا سکی۔

تمام اہل عرب۔ جنکو عثمانی خلافت کا قدیمی مخالف سمجھا جاتا تھا۔ اراکرم سلطانی کے آگے پوری اطاعت و فرماں برداری کے ساتھ جھک گئے، اور آج عثمانی فرج کے مفہوم میں بلا کسی اختلاف و شبہ کے عربی افواج داخل ہے۔

اجتماع قبائل عرب اور انور بک کی مشکلات

عربی فوج کے مرتب کرنے میں جو مشکلیں اجتماع کے بعد پیش آئیں، وہ ابتدائی مشکلات سے کم نہ تھیں، سب سے پہلی مشکل مختلف قبائل کی عربی عصیت، اور انکی باہمی بغض و مخالفت تھی جو نسل بعد نسل قدیم سے چلی آتی ہے، قبائل کی جنگ سر زمین عرب کی ایک ملکی خصوصیت ہے، اور آج بھی ویسی ہی موجود ہے، جیسی تیرہ سو برس پہلے (بکر وائل) کی معرکہ اراکین میں موجود تھی، انہیں لڑائیوں سے (عرب بادیہ) کے خون کی بے میلی اور اصلیت کا آج مورخ پتہ لگا سکتا ہے، ورنہ شہری زندگی کی (عربی پراسن و صلح زندگی) میں عربیت کے جوہر دبے ہوئے اور آمیزش سے پاک نہیں ہیں۔

غازی (انور بک) کے مقاصد کیلئے یہ باہمی تباہی سخت

اعلام سلطانی کی مشایخ سترسیہ صبیہ تقسیم

صحرا میں ایک مقصد اور موثر رسم کی تقریب (۱۷- ربیع الثانی) کے تاریخ ہمارے کیمپ میں ہمیشہ یادگار رہے گی! (غازی انور بک) کے معجزانہ اعمال میں سے ایک عجیب و غریب کام صحرائے لیبیا کی لقا و رنق ریگستان میں ایک شاندار (مسجد جامع) کی تعمیر ہے، ابھی ہم لوگ اس مسجد میں نماز عصر سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ فوجی ترائے کی آواز کانوں میں آنے لگی، اور بگل کی آواز نے تمام کیمپ کو مسجد میں جمع ہوجانے کا حکم دیدیا، تھوڑی دیر کے بعد (قرلغاسی احمد افندی شاہین) مصری کے ماتحت مجاہدین کی پلٹنیں نمودار ہوئیں، انکی فوجی حرکت، سپاہیانہ قدم رانی، اور افسر کے احکام کی صحیح تعمیل، ایسی بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ حالت میں تھی جسکو دیکھکر شبہ ہوتا تھا کہ شاید یہ گروہ ابھی ابھی کسی سب سے بڑے جنگی کالج سے سند لیکر نکلا ہے، حالانکہ جو جماعت عربی ذہانت و قابلیت سے متصف ہو، اور پھر

(بنغازی) میں معتبر ذرائع سے مشہور ہو رہا ہے کہ جنرل (بریکولا) اٹالین کمانڈر فوج شدت افلاس سے سخت گھبرا گیا ہے اور مجبور ہوا ہے کہ (خواجہ ہارون مرقی) مشہور یہودی مہاجن سے ایک رقم کثیر قرض لے۔

مرسیو کولیرا مالک (الذیل) کی واپسی

عثمانی کیمپ میں

گذشتہ نمبر میں ہم نے مصری معاصر (الذیل) کے حوالے سے لکھا تھا کہ موسیو (کولیرا) ایک دورہ کرنے والی جماعت کے ساتھ نکل کر مفقود الخبر ہو گئے ہیں، لیکن ۳ جولائی کے (الذیل) میں خود (موسیو کولیرا) کی بھیجی ہوئی تاری برقی چوپی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مع ایک عثمانی فتح کی بشارت اور چند اٹالین قیدیوں کے عثمانی کیمپ میں مع الخیر واپس آگئے ہیں۔



ایرانی مجاہدین

(انور بک) جیسے دنیا کو مقصد بنادینے والے انسانی کے ساتھ آئندہ مہینے و چکی ہو اسکی کوئی جلت تعجب انگیز نہیں ہو سکتی۔

فوج کے بعد اس رسم کے اصلی اشخاص مسجد کی صحن میں نمودار ہوئے، یہ طریقہ (سترسیہ) کی مشہور خانقاہوں کے مشایخ تھے جنہیں سے ہر ایک کی انگلیوں میں نہیں معلوم افریقہ کے کتنے انسانوں کے دلوں کی باکیں اٹکی ہوئی ہیں، انکی لنبی لنبی اور تھیلی عباقیں، خشک اور زاہدانہ چہرے، آئندہ کے بالوں سے بنے ہوئے سروں پر سادے، اور سکون و وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ قدم رانی، ایک ایسا موثر اور رعب انگیز مظہر تھا، جو تاریخ عرب کے پرانے صفحوں کو نظروں کے سامنے مشکل کر دیتا تھا۔

جب تمام لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے، تو سب سے پہلے قرآن مجید کی بعض سورتوں کی تلاوت کی گئی پھر بعض ادعیہ مانترہ کے بعد ان کو کیا گیا کہ ”آجکی صحت اسلئے منعقد ہو رہی ہے

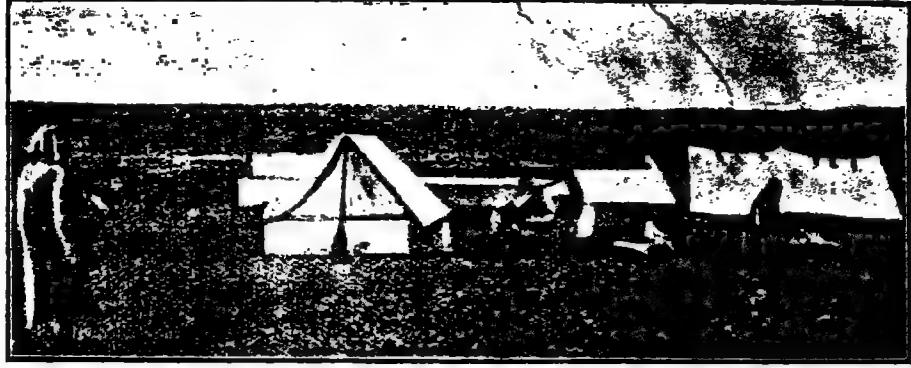
انکے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۶ جون کو انکے ساتھیوں کا ایک اٹالین رجمنٹ سے مقابلہ ہو گیا جو بیکتر کسی دوسری طرف نکل جانا چاہتی تھی، کچھ دیر تک تو دشمنوں نے بہت قہمتی دھملائی لیکن پھر اپنی عادت کے مطابق تیسویں لاشیں میدان میں چھوڑ کر جاگ گئے۔

عثمانی جماعت کا نقصان اس مقابلہ میں ۱۲ - سے زیادہ نہیں ہوا اسمیں سے بھی صرف ۸ شہید ہوئے اور ۴ زخمی ہیں جو عنقریب اچھے ہو جاتیں گے۔

جو اطالوی اس مقابلے میں قید کر لئے گئے ان میں ایک شخص ۸ دن پلٹن کے ۶۰ دن رجمنٹ کا مترجم ہے۔

عثمانی کمانڈر نے اپنے عام اصول کے لحاظ سے ان قیدیوں کے ساتھ بھی نہایت نرمی اور شفقت کا سلوک کیا۔

اسرار طرابلس



عزیزہ کے عثمانی کیمپ میں شفا خانہ

مصر کی داک

العلم (قاہرہ) کے تار

اہل عرب کی طرابلس میں کانفرنس

اور اسپر حلف، کہ صلح کبھی قبول نہ کریں گے

(اٹلی کا افلاس)

(بقبق ۲۳ جون) اطالیوں نے (قربضہ) (طلسمہ) اور (طونہ) تینوں مقاموں پر ساحلی بیڑہ سے ۳۲۰ گولے پھینکے، مگر صرف اول الذکور مقام میں ایک عرب شہید ہوا، اور آرز تمام گولے بیکار ضائع گئے۔

(بنغازی) میں اطالیوں نے جب مشہور دیا کہ عنقریب اٹلی اور ترکی میں صلح ہونے والی ہے تو تمام اہل عرب میں تشویش و بے چینی پھیل گئی، آج تمام سنوسی زادیوں (خانقاہوں) کے مشائخ اور اہل عرب کے سرداران قبائل عثمانی کیمپ میں جمع ہوئے اور سب نے بالاتفاق مندرجہ ذیل مواد پر ”ہم قسم کھائی اور سخت سے سخت حلف سے اسے مستحکم کیا۔ ہم خدا کو حاضر و ناظر یقین کرے“ اسکو اور اس کے تمام ملائکہ کو اپنا شاہد قرار دیتے ہیں کہ ہم ہرگز اٹلی سے ایسی صلح منظور نہیں کریں گے، جس سے اس ملک میں کسی طرح کی مداخلت بھی آئے حاصل ہو سکے، خواہ وہ مداخلت کسی شکل اور بنیاد پر ہو۔ اور ہم سوائے اس صورت کے اور کسی صورت پر راضی نہ ہینگے کہ طرابلس ہمیشہ ایک خالص اسلامی اور عثمانی ولایت باقی رہے، اگر ایسا نہ ہو تو آخر تک تلوار ہمارے ہاتھ میں رہیگی، اور جب تک ایک فرد واحد بھی صحرا میں باقی رہیگا ہمارا مقابلہ ختم نہوگا۔“

تمام ترک اصر اور سیٹھی بھی اس عہدہ میں ان کے ساتھ ہیں، اٹلی باب عالی سے اگر کوئی معاہدہ صلح کر بھی لے تو اس سے کیا فائدہ آتا سکتی ہے جب کہ خود اہل ملک اور انکی ساتھی عثمانی فوج ماننے کیلئے بالکل طیار نہیں، اور طیار بھی کیونکر ہو، جب کہ وہ اچھی طرح اپنی قوت اور عظمت کا مستقل تجربہ کر چکی ہے اور دشمن کا خوف و ہراس اور تشویش و اضطراب اس پر ہر لمحہ ظاہر ہوتا رہتا ہے۔

اٹالین بے خوف و خطر آگے بڑھتے آئے کیونکہ اپنے حریف کا انہوں نے کہیں نشان نہ پایا، یہاں تک کہ جب ایک میل کا فاصلہ درمیان میں رہ گیا، تو (ہیرر) کے نئے لقب کے مشتاق اہل عرب، زیادہ صبر و انتظار نہ کر سکے۔

توپوں کی فتوحات

فوراً (قبیلۃ الحسا) نے سامنے سے اور قبیلۃ (درسہ) نے پہلو سے ایک ساتھ حملہ کر دیا، اور خاندان (مہوز) کے جان بازوں نے عقب میں پہنچ کر بھاگنے کی راہ بند کر دی۔ اب موت سے کانپنے والے اطالیوں کو موت ہی کی صورت ہر طرف نظر آتی تھی۔ بندوقوں کی بارش، سنگینوں کی ٹوک، تلواروں کی دھار، اور سب سے زیادہ مہیب اسلحہ، مجاہدین کا مردافکن نعرہ تکبیر، یہی شکلیں تو ہیں جن کے ہمیں موت چمک چمک کر نمودار ہوتی تھی، اور نظروں کو خیرہ کرتے ہوئے اپنا کام کر جاتی تھی، (قل إن الموت الذی تفرعون منه فانه ملائیکم) تم تیروں الی عالم الغیب والشہادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون (۹۳: ۹)۔

اسی دار و گیر میں قبیلہ (فراعمر) کی بن آئی، وہ صفیں درہم و برہم کرتا ہوا دشمنوں کے قلب میں اتر گیا، اور جس جگہ انکا توپخانہ نصب تھا وہ صرف دو تین گز کے فاصلے پر رہ گیا، شیخ قبیلہ نے پکارا کہ خلعت ناموری حاصل کرنے کا اصلی وقت یہی ہے، جس طرح بنے توپوں پر قبضہ کر لو، سنگینوں کی فکروں سے دشمنوں کو ہٹاتے ہوئے قبیلہ کے جانباز بڑھتے گئے، توپچیوں نے جب دیکھا کہ پہلو کی فوج تڑپ رہی ہے، اور ملک الموت صحرائی صورتوں میں ان کے قریب بھی آگیا، تو انکی عقلیں خبط ہو گئیں، سب کے سب توپوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے!

قبیلہ (نواعر) نے باٹری پر قبضہ کر لیا اور دیکھا تو ان کے خچر بھی قریب ہی موجود تھے، فوراً تمام توپیں لیکر مع دیگر بے شمار مال غنیمت کے اپنے کیمپ کی طرف روانہ ہوئے اور ہوسرے ہی دن صحرا میں ایک سادہ اور سنجیدہ رسم کے ادا کرنے کے بعد انکو (ہیرر) کا لقب دیا گیا۔

اُس نے جواب میں کہا : اگر مقصود تو یہ ہے کہ تو اٹالینوں سے لڑتے ہوئے ہمیں انکی بہت کم ضرورت ہوتی ہے۔ تاہم ہمارے پاس کافی سے زیادہ موجود ہیں اور جن قیمتی اور جدید ترین اقسام کی ضرورت ہوتی ہے فوراً ایک درحملے کر کے ضرورت کے مطابق دشمنوں سے لے لیتے ہیں۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ ہمارے فیاض دشمنوں نے تو بکثرت توپیں ہمارے لئے میدان جنگ میں چھوڑ دیں۔ مگر ہم نے اپنی ضرورت سے زائد دیکھ کر انہیں لانا پسند نہیں کیا اور میخیں ٹھونک کر رہیں چھوڑ دیا۔

رہیں (مرزور) بندوقین۔ کہ وہ آجکل کی لڑائیوں کا سب سے زیادہ مستعمل اوزار ہے۔ تو انکی طرف سے تو ہمیں ذرا بھی بے اطمینانی نہیں، عربوں کے پاس نہایت وافر اور کثیر ذخیرہ انکا موجود ہے اور اب انہیں اس کے استعمال کی ایسی اچھی مشق ہوگئی ہے کہ اس بارے میں کسی طرح فوج نظام سے کم نمبر نہیں پاسکتے *

میدان جنگ میں سفوسی عربوں کا لباس

میں نے اہل عرب کے (حرام) اور (شملہ) کی نسبت پوچھا جو طرابلس و صحرا کے عربوں کا قومی لباس ہے اور وہ اسقدر ڈھیلا اور بے قرینہ ہوتا ہے کہ اُسے پہن کر کوئی چستی و چالاکی کا کم انجام نہیں دیا جاسکتا۔ (برہان الدین) نے جواب میں کہا :

ہاں وہ لڑائی کیلئے کسی طرح مرزور نہیں لیکن اہل عرب اتنے وحشی نہیں ہیں جسقدر باہر کی دینا غلطی سے انہیں سمجھتی ہے۔ میدان جنگ میں جانے سے پہلے وہ تمام اسطرح کے کپڑے اتار دیتے ہیں اور خواہ جوان ہوں خواہ بوڑھے ہلکے اور چست کپڑے پہن لیتے ہیں۔ اور اکثر تو صرف ایک پانچامے ہی پر قناعت کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ جنگ سے واپسی پر انہیں بکثرت بندوقین اور مال غنیمت اٹھا کر لانا پڑے گا اسلئے خود نہیں چاہتے کہ کپڑے کا بھی کوئی بوجھ انکے جسم پر ہو۔

طرابلس میں کارتوس اور بارود کا کارخانہ

آپ کو آرزو زیادہ عجیب خبر سناؤں۔ مجاہدین نے یہاں کارتوس اور بارود کے (کیبسیول) بنانے کا ایک کارخانہ کھول دیا ہے وہ بندوق چلاتے رقت گولیوں کے ظروف کو ضائع نہیں کرتے۔ آٹھ جمع کرتے رہتے ہیں اور پھر انہیں سے دوبارہ (کیبسیول) ر کر کے بارود اور گولیوں سے بھر لیتے ہیں۔ اس طرح انہیں خرچ کی بہت بڑی بچت ہوجاتی ہے۔ ایک خاص جماعت نے اپنے لئے یہ شغل مخصوص کر لیا ہے اور تمام ضروری سامان جو بارود کے عمل اور گولیوں کے ڈھالنے کے لئے مطلوب ہے مہیا کر کے ایک یورپین کارخانے کی طرح کام کر رہی ہے۔ (کیبسیول) کے مہیا کرنے میں بھی کوئی نقص پیش نہیں آئی اسکا ایک صندوق سینکڑوں کارتوسوں کے لئے بنی ہوتا ہے اور ہمارے پاس اسکے صندوقوں کے ڈھیر موجود ہیں۔

عربوں کو واپس چلا آنا پڑتا ہے۔ ایسے ہی موقعوں پر (روما) سے اٹالین فوج و نصرت کی تار برقیات شائع کی جاتی ہیں کہ ”ساحلی بیڑے کی مدد سے اٹالینوں نے دشمن کو بھاگ دیا!“

میں (دفعہ) میں کئی ماہ مقیم رہا۔ اس تمام عرصے میں صرف دو بار اٹالی نمودار ہوئے تھے۔ دونوں مرتبہ نہایت تباہ کن شکستیں کھا کر اور تمام سامان چھوڑ کر بھاگ گئے *

طرابلس میں افغانی اور کردی والنٹیر

اہل طرابلس صلح پر کیونکر راضی ہوں جبکہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ تمام عالم اسلامی اس فدا فیانہ جہاد کی وجہ سے انکو بیمار کر رہا ہے اور اپنے مال و جان کو انپر نثار کرنے کیلئے بھیج رہا ہے۔

کیا وہ چالیس کروڑ مسلمانان عالم کے آگے اپنے تئیں شرمندہ و ذلیل کریں؟

میں نے خود اپنی آنکھوں سے (درون) میں ۴۹ (افغانی) اور ۱۹ (کردی) دیکھے۔ اور یہ صرف وہ لوگ تھے جو مختلف جہات جنگ سے الگ ہو کر آئے تھے تاکہ مرکزی کیمپ کے ماتحت زہر جانیں فدا کریں ورنہ انکے علاوہ اور بیسیوں (افغانی) والنٹیر طرابلس کے مختلف اسلامی کیمپوں میں خدمات جہاد ادا کر رہے ہیں۔ اور میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ان حالات کو بیان کرتے ہوئے خاص طور پر (افغانیوں) کی غیرت اسلامی۔ اور حمیت ملی۔ اور مجاہدانہ فداکاری کا ذکر کروں جنکا طرابلس میں ہر متنفس میری طرح معترف ہے۔ جوش جہاد اور شجاعت و بے جگری کے جو تعجب انگیز ثبوت انہوں نے ابتدا سے دئے ہیں انکے ذکر کیلئے پوری ایک صحبت چاہئے۔ انکی انہیں صفات عظیمہ نے (افغانی) کا لفظ طرابلس میں ہر دل عزیز کر دیا ہے۔ اور ہر شخص اس نام کی عزت کرتا ہے۔

ہندوستان کے مجاہدین طرابلس میں

افغانیوں ہی پر موقوف نہیں۔ طرابلس کے مختلف کیمپوں میں آج (ہندوستان) تک کے مسلمان والنٹیر موجود ہیں جو گذشتہ آخری دنوں میں وہاں پہنچے اور پھر جہاد کے متعدد معرکوں کے موقعوں پر (درون) اور (بنغازی) چلے گئے۔ یہ (ہندوستانی والنٹیر) بھی اپنے افغانی بھائیوں کی طرح عجیب و غریب شجاعت سے متصف۔ اور راہ الہی میں جوش فدویت و جان نثاری سے مملو ہیں۔ بعض سخت موقعوں میں انہوں نے کارہائے نمایاں انجام دیے اور ہر طرف سے تحسین و آفرین کا صلہ پایا۔

آلات جنگ

میں نے پوچھا : آلات جنگ کی طرف سے تو اب آپ لوگ مطمئن ہیں؟

میں طرابلس سے بغرض طلحہ واپس آیا ہے اور اسکندریہ میں قسطنطنیہ جانے کے خیال سے مقیم ہے (العلم) کے قاعدہ تیار کرنے اس موقعہ پر غنیمت سمجھ کر اس سے نہایت دلچسپ حالات دریافت کیے۔

(برہان الدین) نسلا (کردی) ہے، مگر عربی نہایت روانی سے بولتا ہے، عمر چالیس کے قریب ہے، اور ترکی اور فرنچ سے بھی اچھی طرح واقف ہے، کرسٹال کے ایک مشہور معزز خاندان کا ممبر ہے، تحصیل علم کی غرض سے قسطنطنیہ میں مقیم تھا کہ اعلان حرب کی خبر نے مضطر کر دیا اور وزارت جنگ سے اجازت لیکر طرابلس چلا گیا۔ اس کے بیانات حسب ذیل ہیں:۔

(علم) کی نسبت اس نے کہا کہ یہ سراسر خطہ اور جنرل ہے، طرابلس کے تمام عرب اور ترک بلا استثنا متفق ہیں کہ جب تک ایک انچ زمین بھی خاک وطن کی اگلی کے قبضے میں باقی رہے گی۔ تلوار ہاتھ سے نہ رکھیں گے۔ اب تو طرابلس کے بچے بچے کی زبان پر یہی ہے کہ جنگ جاری رکھو۔ اور پھر دنیا کیا ہم کو اس قدر احمق سمجھتی ہے کہ باوجود نرہینہ کے اندر ایک مرتبہ بھی شکست نہ کھانے کے صلح کے خواہشمند تصور کیے جائیں؟ ہمیں صلح کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اگلی جیسی نامزد قوم اگر عقیل ہو تو آئندہ برس کے لئے بھی بے خطر لوگتے ہیں۔ عسکری بادیہ نشین سترسی قبائل۔ جنکو خشک کھجوروں کے سوا اور کچھ میسر نہیں آتا تھا۔ آج (پیرس) اور (القنن) کے مجلس اڑن کا سامنے اپنے خیموں میں دیکھتے ہیں، اگر آٹا بس چلے تو ایسی دولت بخش جنگ کو تو کبھی بھی ختم نہ ہونے دیں *

پھر کہا: آجکل سب سے جیڑی خواہش جو عربوں کے دل میں ہے۔ وہ یہ ہے کہ کسی طرح اگلی جم کر مقابلہ کریں۔ انکے ہاتھ بندوقیں اور تلواروں کے ایسے عالمی ہو گئے ہیں کہ ہر روز بلا ناغہ تقویتی سی جنگی ورزش طلب کرتے ہیں، لیکن عربی سے اطلاعیں نے اپنی گزشتہ اور مورچوں کو شب و روز کا دشمن بنالیا ہے، اور سوائے نادر صورتوں کے کبھی وہاں سے نہیں نکلتے۔ جب عرب مجاہدین سخت گھبراہٹتے ہیں تو پھر تمام جنگی مصلحت اندیشیں کو بالائے طاق رکھ کر انکے مورچوں اور قلعوں میں گیس جاتے ہیں۔ وہ خود موت کے منہ میں نہیں جاتے تو موت خود آکر انکو اپنے منہ میں لے لیتی ہے۔

سب سے بڑی پناہ۔ جس کے اعتماد پر اب تک اطلاعی طرابلس میں مقیم ہیں اور عربوں کے خوف سے خودکشی نہیں کرتے ساحل کا جنگی بیڑا ہے لیکن تجربے سے ثابت ہو چکا ہے کہ عربوں کے ہجوم کے روکنے سے وہ بھی عاجز ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ جب تمام جہازوں کی باٹریاں ایک ہی وقت میں گولہ باری شروع کر دیتی ہیں تو بعض اوقات مجبوراً

کہ (اعلیٰ حضرت سلطان المعظم) نے حضرات (مشائخ سترسیہ) کیلئے بطور نشان اعزاز و افتخار رسد خدمت اسلامی و وطنی جو (علم) روانہ فرمائے ہیں وہ فوجی اعزاز کے ساتھ تقسیم کیے جائیں۔ اس کے بعد سولہ افسران (علمی) کو آٹھ گھوڑے (غازی) اور یک (بک) کے پس لیکر آئے، وہ چلے ہو ایک علم کو اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے اور اس کے بعد ان جملوں کے ساتھ مشائخ کے گاندھوں پر رکھتے تھے کہ: ہدیۃ من لدن مولانا امیر المومنین و خلیفۃ رسولنا الامین، تمام مشائخ تعظیم سے جھک جاتے تھے اور اسلمندسی و شکر گذاری کے الفاظ کہتے ہوئے قبول کرتے تھے۔

جب یہ کارروائی ختم ہو گئی، تو پھر فوجی ترانہ سامعہ نواز ہوا، اور تمام حاضرین کی نہایت خوش ذوقانہ حلوے کی طشتریوں سے تواضع کی گئی اور مغرب سے پیشتر تمام مشائخ و مجاہدین تعویضا تکبیر و تہلیل اور دعائے فتح و نصرت کی صدائیں بلند کرتے ہوئے واپس گئے۔

جن مشائخ میں یہ (علم) تقسیم کے لئے اگلی فہرست حسب ذیل ہے اگرچہ انکے علاوہ اور بھی بیسوں مشائخ میدان جہاد میں شریک ہیں لیکن ان حضرات سے غیر مصرولی شجاعت اور خدمت ظاہر ہوئی اسلئے خاص طور پر مستحق اعزاز قرار پائے:

السید السنوسی الجبالی شیخ زاوۃ درنہ	
السید محمد الطلیبی	البیضہ
السید حمید بنی عمود	قنطہ
السید محمد الدوبقی	شحات
السید محمد التزالی	قوت
السید عبد القادر بھر	بشارہ
السید محمد العجیب	المرانیف
السید عبد اللہ ابر سیف	مارہ
السید عبد اللہ الغریش	مرتوبہ
السید زید الغریش	لم لزوم
السید ادیس بن فانیس	ام حنین
السید عبد اللہ ابر حسین	المضایی
السید السنوسی الجبالی	العزبات
السید محمد الصغیر	ثم بركة
السید ہدیہ الغماری	العمامہ
السید عبد الرحمن العجالی	العجالی

ایک کردی رائنڈر کی عیدان جہاد

سے واپسی

طرابلس کے تازہ ترین حالات

ترکی سے جو (رائنڈر) طرابلس گئے تھے، ان میں ایک جوان غیر د اسلام پرست (برہان الدین) آئندہ تھا جو حال

جامعہ عربیہ حنفیہ سراج العلوم

جامع مسجد مدنی • جبوڑی • ضلع منسہرو

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مملکت پاکستان میں مسلک اہل سنت والجماعت کے دینی مدارس میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ ہمارے اکابر اگرچہ ایک ایک کر کے داعی اہل کونیک کہتے چلے جا رہے ہیں۔ مگر اہمیت اور غیرت افزا غرض سے ہم کر رکھا ہے کہ نہ ملنے کے نامساعد حالات کے آگے گروں نہیں جھکائینگے۔ اور علم صداقت بلند کھینکے۔

سُرخین ہزارہ گوناگوں اوصاف کی حامل ہے۔ گھنے جنگلات، مشابہ میدانوں، شفاف چشموں اور ندیوں کی سُرخیں، جو نیلوں، مشکلوں، مفکروں اور سیاست دانوں کی سُرخیں، کشمیر و چین اور روس کی سرحدوں کو چھو خوالی ہوئے استبداد کے ہر چیلنج کو قبول کرنے والی زمین، جسے امیر المؤمنین حضرت امام سید احمد شہید بریلوی، امام المجاہدین حضرت امام اسماعیل شہید دہلوی اور دیگر مجاہدین کے قدم چومنے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ سُرخیں جسے حضرت مولانا غلام رسول صاحب بخاری مدرس دارالعلوم دیوبند اور تانا علی شاہ الحدیث حضرت مولانا رسول خاں صاحب دینی نابھہ روزگار ہستیاں پیدا کیں۔ جو علم و عمل کا سیکر تھے۔ بقول کے مع مبارکباد ہر ملک ہزارہ۔۔۔ ہزارہ نیت بلکہ چوں بھنارا

یہ سُرخیں دینی و دنیوی طور پر بالابل برسنے کے باوجود دنیوی معاشی اور اقتصادی طور پر بد حالی کا شکار رہی ہے۔ تاہم دینی جذبے سے سرشاری کا ثبوت ہے کہ جہاں تثار ختم نبوت پاسدار ناموس صحابہ حضرت مولانا غلام فرحت ہزاروی دو مرتبہ تو کی کبھی کے ہر منتخب ہوئے۔ اگرچہ یہاں دولت کی ریل پیل نہیں۔ لیکن آفریں ہر ملکہ کی ہمت کو کہ ان بوریا نشینوں نے کبھی ہمت نہیں اڑی۔ اور پوری شانِ استغفار سے دین حق کی آواز کو بلند کرتے رہے۔ یہ آواز ہمیشہ دیوبندی مکتب فکر کی مساجد اور مدارس سے بلند ہوتی رہی۔ عجمیہ مرتبہ بلند لا جھکول گیا۔

بسم اللہ جامعہ عربیہ حنفیہ سراج العلوم جبوڑی (ضلع منسہرو) کا شمار بھی ان عظیم مدارس میں ہوتا ہے۔ جو اکابرین دیوبند کے

مشن کے وارث ہیں۔ جامعہ نیا اگرچہ اپنے عظیم مقاصد کے حصول میں کامیاب نہیں۔ (ابھی دارالتعمیر اور دارالحدیث کی تعمیر نہیں ہو سکی) تاہم اپنی سطح پر باہم ملی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس کی بنیاد آٹھ سے سترہ سال پہلے (۱۹۶۳ء) میں جامعہ بنڈا کے بہتم اور صدر مدرس حضرت مولانا سید غلام نبی شاہ صاحب مدظلہ نے رکھی۔ آپ عزم و عمل میں نقشِ اسلاف (علمائے دیوبند کے کچے شیدائی ہیں۔

جامعہ بنڈا میں دس نکاح کے جلد فون مع کتب موقوف علیہ بڑی محنت اور کاوش سے پڑھائے جاتے ہیں۔ دیگر شعبہ جات میں (۱) درجہ حفظ قرآن (۲) شعبہ ناظرہ

(۳) شعبہ تجرید (۴) شعبہ افتاد اور شعبہ خوشنویسی شامل ہیں۔ اور تجربہ کار خیر علماء ابن شبیب کی نگرانی کرتے ہیں۔

اس وقت جامعہ بنڈا میں دو سو ساٹھ مقامی اور آٹھ سو مقامی طلباء زیر تعلیم ہیں جن کے جلد اخراجات کی کفالت مدرسہ کے ذمہ ہے۔ اور جو اصحاب ثروت کے

صدقات، زکوٰۃ اور عطیت سے پورے کئے جاتے ہیں۔ لہذا اخیر اصحاب سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اپنا اور اپنے احباب کا ہر جہتی تعاون پیش فرما کر دینی اور اخروی کامیابیوں

اور کامرائیوں سے سرفروہوں۔ جامعہ بنڈا کو دی جانے والی جلد رقم بہتم جامعہ حضرت مولانا سید غلام نبی شاہ کے نام ارسال کی جائیں۔ شکریہ! والسلام و نیاز

خادم العلماء { اقرء عبدالحق قریشی ناظم اعلیٰ مدرسہ جامعہ عربیہ حنفیہ سراج العلوم جبوڑی
جامع مسجد مدنی جبوڑی، ضلع منسہرو، ہزارہ ڈویژن، پاکستان

ولایت کی ڈاک

ریوٹر کی تار برقیہ

جنگ طرابلس

(لندن ۲۰) باب عالی نے فیصلہ کیا ہے کہ درہ دانیال بند نہیں کیا جائے بلکہ دونوں طرف سرنگیں لگا کر ابدائے کی چوڑائی کم کر دی جائے۔

(روما ۲۲ جولائی) مصر کے مغربی جانب کے کسی حصے پر اٹالین فوج نے یورش کی۔ تعاقب کرتے ہوئے عثمانی فوج کے دس عشرے سے ایک عشرہ کو تہ تیغ کیا گیا جس کا تعداد ۱۵۰۰ سے کم نہیں۔ اٹالین صرف ۱۹ مقتول اور مجروح۔

مسئلہ وزارت

(قسطنطنیہ ۲۲ جولائی) سلطان المعظم پارلیمنٹ کے برہم کردینے پر راضی نہیں ہوئے اس لئے توفیق پاشا نے قبولیت وزارت سے انکار کر دیا۔ (ایضاً) غازی مختار پاشا وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ (ایضاً) کامل پاشا ارکان سلطنت کے صدر اور نور الدین (؟) پاشا وزیر خارجہ۔ امید کی جا رہی ہے کہ غالباً کامل پاشا صدر اعظم ہوں۔

(ایضاً) جدید ایران وزارت نے طے کر لیا ہے کہ معاصرو اور دار الحکومت کی فوجی عدالت میں مقدمات کی کارروائی بند کر دی جائے (لندن ۳) گورنمنٹ نے حکم کے نام جاری کیے ہیں کہ البانیا میں مخالفانہ کارروائیاں موقوف اور حتی الوسع تالیف قلوب کی کوشش عمل میں لائی جائے۔

(قسطنطنیہ ۲۵) البانیوں نے (پرشتیا) پر قبضہ کر لیا اور عثمانی فوج مجبور ہو کر اپنے تئیں حوالے کر دیا (موجودہ عام حالت) اندیشہ ناک کوائف قریب ظہور ہیں۔ اتحاد و ترقی فوجی سائے کے اٹھ جانے اور اپنے اثر کے رخصت ہونے کی وجہ سے سرگرم کہ آخری درجے تک قوت آزمای کرے۔ فوج سلطان سے کامل پاشا کی وزارت اور موجودہ پارلیمنٹ کے ترقی دالنے کا مطالبہ کر رہی ہے۔

مسئلہ صلح

(لندن ۲۰) درہ دانیال کے حملے کی خبر پر وائنا اور برلن پر غصہ کیا جا رہا ہے۔ وہاں خیال کیا جاتا ہے کہ اٹلی اور جرمنی کے ماہرین مالیات کے درمیان راز دارانہ معاملہ گرم اور مسئلہ صلح امید افزا حالت میں ہے۔

عشق افلاطونی

(طنین) کے مشہور و معروف ادیب 'حسین جاہد بک' [ناروے] جاتے ہوئے [برلن] سے گذرے۔ ابدائے ملاقات میں جو دلچسپ گفتگوئیں ہوئیں انکو [برلن کی گلیاں] کے ادیب نے اپنے اخبار میں شائع کیا ہے۔

آئیے دریافت کیونکہ یہ صحیح ہے کہ نوجوان ترکوں کی

یالیسی اب انگریزوں کی محبت پر متوجہ ہونے لگی ہے؟

جاہد بک نے جواب دیا۔ "انگریزوں کی محبت کا فقرہ معتدل

کوئی نے حدود سے باہر لیجاتا ہے۔ اسیں تو ہم کو اب تک پس ریش

ہے کہ جنگ نے بلا اشتباہ ترکی جرمن تعلقات کو تاراج کر دیا ہے۔

نوجوان ترک جرمنی کو اپنا بہترین مشفق تصور کرتے تھے۔ لیکن تجربہ

شاہد ہے کہ تمام حقیقی اور اہم مسائل میں اُسکی الفت محض

افلاطونی عشق ثابت ہوئی۔ ہمارا اگر ایسا خیال ہے تو ہم مجبور

بھی ہیں۔ اگر آپ پرچہ ہیں کہ انگلستان سے ہم کو کس شے کی توقع ہے

تو اسکا جواب ٹھیک ٹھیک دینے سے ہم قاصر پائے جائیں گے۔ لیکن

بہر کیف، ہم انسان ہیں، جبکہ جرمنی لطف و عنایات سے ہم نے

یاس و قنوط کا ایک ذخیرہ جمع کر لیا تو بشریت مقتضی ہوئی کہ کہیں

نئی دوستی دہرندھے۔ البتہ ہم کو اعتراف ہے کہ جرمنی بھی اپنے

کو ایک مخاطبے میں پاتی ہے۔ اٹلی اگر اپنا دست تطاول طرابلس

پر دراز کرے تو وہ اُسپر حملہ نہیں کر سکتی۔ لیکن یہ بھی تو یاد ہوگا

کہ چند سال ہوئے جرمنی کے ایک دوسرے دوست نے ہم سے (بوسینا

ہرزگوینا) لے لیا۔ ایسی دوستی ہمارے کس کام کی؟ ہم تو اپنے طالع

کے شکر گزار ہیں کہ جرمنی کے اور دس دوست نہیں ہوئے۔

[بیرن وان مارشل] کے متعلق بھی (جاہد بک) اُسی تلخی

کے ساتھ لب کشا ہوئے۔ "قسطنطنیہ میں اُنکی سکونت مشکل سی

ہو گئی تھی۔ جنگ کے شعلے بھڑکنے سے پہلے [بیرن وان مارشل] نے

ہم کو یقین دلا کر مشورہ دیا کہ ابراہیم پاشا کی موجودگی اٹالینوں کو

برہم دینی بہتر ہے کہ آنکرواپس بلاو۔ ہم نے ابراہیم پاشا کو

بالایا۔ جب جنگ چھڑ گئی تو اُسوقت طرابلس پر کوئی گورنر حکمران

تھا نہ کوئی فوج۔"

تورکی کی تجدید

[البانیا] کی موجودہ تحریک پر جرمن اخبار [فرنکفرٹر زیٹنگ]

ایک نہایت دلچسپ لیڈنگ مضمون شائع کرتا ہے۔ اُسکا بیان ہے

کہ پستی سے اُٹھ کر تمدن جدید کے فراز کا رخ کرنا ہمیشہ ایک

پر صعوبت عمل ثابت ہوا ہے۔ جسکے بغلوں میں ضدھا افتادوں کے

ذخیرے اور جسکی دوش پر ہزارہا خطروں کے پشمارے ہوتے ہیں۔ اس

ارتقاء کے لئے کامیابی کے لئے ایک ہی شرط ضروری بلکہ لازمی ہے۔

اور وہ آتشے سوا اور فحشہ نہیں ہے کہ خارجی فتنہ و فساد سے ہلکی آزادی

و عدم اختلال ہے۔ یہ اقبال (جاپان) کا تھا۔ (ترکی) اس سے معزز

رہی، جاپان کے مقابلے میں ترکی کے ساتھ اور بھی نامساعد امور

ہیں، اسکو تاریخی تہذیب اور قومی اتحاد بکھنی نصیب نہوا۔

لیکن وہ چند عظیم الشان فوائد کی بھی مالک ہے یعنی اُسکی

اندرونی طاقت عظیم، زور اخلاق اور سر جوش شباب کی حالتیں،

اسمیں مطلقاً اشتباہ کو دخل نہیں کہ اگر اسکے ہمسائے اُسکو نہ سقائے

رہتے تو وہ بھی اپنے ارتقاء کے حوالے کامیابی کے ساتھ طے کر کے ایک

متمدن سلطنت کی حیثیت سے سام کر لیتی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

المکتبۃ دار مصور سالہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

میر سرتون عمر چوہدری
احمد علی خان کلاں دہلوی

مقام اشاعت
۱-۷ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلاکتہ

جلد ۱

کلاکتہ : یکشنبہ ۴ اگست ۱۹۱۲ ع

نمبر ۱



فہرست

تصاویر

مضامین

۱	شذرات	۱	معمود شوکت پاشا اسپچ دے دھو ہین
۲	ایڈیٹوریل نوٹس	۲	غنائی ہوائی جہاز کی رسم افتتاح
۳	مقالات	۳	زوارہ کا غنائی کیمپ
۴	ناموران خروہ ذرا بلس	۴	ملازم احمد خیری بک
۵	کارزار ذرا بلس	۵	ساحلہ بیروت پر گولہ باری
۶	منظر اقصی	۶	مراکو کا یو تاج بادشاہ
۷	عالم اسلامی	۷	

قیمت فی پرچہ ساڑھو تین آنہ

یہ کتاب کے تاریخ اور عظیم دینے در سگاہ

دارالعلوم ربانیہ

بستی ریاض المسین | پھلور | ضلع فیصل آباد

قیام

عرصہ چالیس سال سے علاقہ میں مسلک اہل سنت والجماعت کے مطابق اشاعت اسلام تبلیغی، تدریسی، تعلیمی، اصلاحی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مدرسہ میں حفظ و ناظرہ، علم تفسیر، علم کلام، فلسفہ، منطق، فقہ، اصول فقہ، صرف و نحو، اصول حدیث اور دورہ حدیث تک کے تمام شعبہ جات قائم ہیں۔

مدرسہ میں ملک کے تمام حصوں کے طلباء اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔

اس وقت تقریباً ۱۵۰ مسافر طلباء مقیم ہیں۔ جن کی رہائش و غذا کا مدرسہ کفیل ہے۔ گیارہ محنتی، قابل اور مستند اساتذہ کرام شب و روز طلباء کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دیتے ہیں۔ دورہ حدیث کے طلباء کو خوراک و پوشاک کے علاوہ ۵۰ روپے ماہوار وظیفہ دیا جاتا ہے۔ سالانہ امتحان میں اول آئیوائے کو غیر درسی کتب بطور انعام دی جاتی ہیں۔

دورہ حدیث شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ندیم احمد صاحب فاضل دیوبند، صدر مدرس اپنے مخصوص انداز میں پڑھاتے ہیں۔ اور مولانا عبد الرحمن صاحب مولانا سراج احمد صاحب شعبہ حدیث کے اساتذہ ہیں۔

مدرسہ کا اہتمام جناب حاجی عبد الواحد صاحب، حضرت مولانا عبد الغنی صاحب اور مولانا عبد الرشید صاحب کے پرہیزگاروں نے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ دیانت اور خلوص اور کام ان کا طرہ امتیاز ہے۔

مدرسہ میں داخلہ جدید ۱۰۰ سوال سے آخر سوال تک جاری رہتا ہے۔ آپ بھی اپنے بچوں کو داخل کروا کر ثواب داریں حاصل کریں۔

مخیر حضرات مالی تعاون فرما کر عند اللہ ماجم رہوں۔

شعبہ نشر و اشاعت - دارالعلوم ربانیہ - بستی ریاض المسین

چک ۲۵۶ پھلور * تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ * ضلع فیصل آباد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

ایک ہفتہ وار موصوٰر سالہ

مقام اشاعت

۷-۱۰ مگلاوڈ اسٹریٹ

کلاکتہ

میر رسول بخش خصوصی

احمد علی خان لکلام الدہلوی

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

شماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۱

تکاکتہ : یکشنبہ ۴ اگست ۱۹۱۲ ع

تجدد

شذرات

بعض حضرات شاید (الہلال) کی تصویروں کو مختلف حالت میں پا کر اسے پریس کی بدنظمی کا نتیجہ سمجھتے ہوں۔ ابتدائی کام ہونے کی وجہ سے بہت سی باتوں میں بدنظمیوں کا ہمیں خود اعتراف ہے جو رفتہ رفتہ دور ہوتی رہیں گی، لیکن تصویروں کے بارے میں تو یقین دلاتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے، ہم نے اول تو تصویروں کے بلاک بنانے کا انتظام جس کارخانے کے سپرد کیا ہے وہ تمام ہندوستان میں اول درجے کا کارخانہ ہے اور یہ کہنا ضروری نہیں کہ کلکتہ سے بہتر ان چیزوں کا انتظام آؤز کہیں نہیں ہو سکتا۔ پھر اخبار کیلئے (پین) کی قبل کراؤن مشین الگ اور مخصوص زامی ہے اور اس فن کے جاننے والے جانتے ہیں کہ چھاپائی کے نازک کاموں کیلئے اس کارخانے اور اس سائز کی مشین مشہور ہے، ہم نے اس پر بھی اکتفا نہیں کیا اور خاص ہفت ٹون کی چھاپائی کی تبدل مشین بھی خرید لی اور بعض تصویروں کو اخبار سے الگ چھاپنے کا انتظام کیا، انشاء اللہ تعالیٰ رنگین اور مختلف رنگوں کی چھاپی ہوئی تصویریں عنقریب ہم اسی مشین پر چھاپ کر شائع کر سکیں گے پھر روشنائی بھی جو ہم استعمال کرتے ہیں نہایت اعلیٰ قسم کی ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ آؤز کیا انتظام کر سکتے ہیں؟

میں کسی قدر مدہم اور صاف و نمایاں نہیں ہوتیں لیکن اسکا سبب یہ ہے کہ جن تصویروں سے نقل کی گئی ہیں خود وہ عمدہ اور نمایاں نہ تھیں، پہلے نمبر میں شیخ محمد عبدہ، سید رضا وغیرہ کی اصل تصویریں نہایت عمدہ تھیں اسلئے انکا عاف ثوں بھی نہایت عمدہ طیار ہوا، لیکن (جنگ طرابلس) کی تصویروں کے لئے تو اسی کو غنیمت سمجھنا چاہئے کہ میسر آجاتی ہیں، اچھے اور برے کے سوال کی یہاں گنجائش نہیں، پھر بھی ناظرین کو معلوم نہیں کہ ان تصویروں کو قابل اشاعت بنانے کیلئے کس قدر وقت صرف کرنا پڑتا ہے اور کس درجہ دیدہ ریزی سے انپر ایک نیا رنگ چڑھا کر نقل لی جاتی ہے، انشاء اللہ ہم نے تصاویر کا جو نیا بندوبست کیا ہے اسکی تکمیل میں اب زیادہ دیر نہیں ہے، اُس وقت ہم جنگ طرابلس اور دیگر مختلف مضامین کے متعلق تصویریں نہایت عمدہ شائع کر سکیں گے اور رسالے کی دلچسپی بہت بڑھ جائے گی۔

اور سچ پوچھئے تو تصویروں کی اشاعت تو ہمارا ایک ضمنی کام اور زیادہ تر اسلئے ہے کہ :

بزم میں اہل نظر بھی ہیں تماشائی بھی

ورنہ فی الحقیقت ہماری اصلی دلچسپی اور شغف کیلئے تو صفات الہیہ کا وہ مرقع کافی ہے، جسکی نسبت وہ اس کے بنانے والے نے کہا ہے کہ : (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ) قرآن بھی اسی تصویر الہی کا عکس ہے (خلقہ القرآن) اور ان تصویروں سے جنکو معبودیت ہو گئی ہے وہ انسانوں کی کاغذ پر بنائی ہوئی تصویروں کو لیکر کیا کہیں گے؟

لیکن اسمیں شک نہیں کہ باوجود اس کے بعض تصویریں دیکھنے

لال

الہ

—*—

(الملال) کی بالاعمال دواہزار کا بیان شائع کی جاتی ہیں
 ہر ہفتہ تعداد بڑھتی چلتی ہے ۔
 اسکی اشاعت زیادہ تر تعلیم یافتہ اور اعلیٰ طبقہ میں
 ہو جو عام اخبارات کو بہت کم دیکھتے ہیں ۔
 (اشتہارات) کیلئے ٹائٹل پیج کو دو صفحوں مخصوص
 کر دے گئے ہیں

یورپ میں اشتہار کی ترتیب اور اشاعت ایک مستقل
 فن ہو ، اشتہار کیلئے پہلی چیز یہ ہو کہ وہ باوجود
 اشتہار ہونے کو اپنے اندر کوئی ایسی کشش رکھو کہ اخبار
 کو مضامین سے ہٹ کر نظریں اسکی گرویدہ ہو جائیں ، انگریزی
 اخبارات و رسائل میں اسکو لیٹو طرح طرح کی تدبیریں
 کی جاتی ہیں ، لیکن آئینہ سے اکثر ایسی ہیں جو پھر کی
 چھپائی میں ممکن نہیں ۔

مثلاً اشتہار میں خوشنما حاف ثون یا انگریو ٹیک
 تصویر دیدی ، یا خوشخط اور خوبصورت لکھواکر اسکو
 فوٹو کا بلاک بنوالیا ، یا کوئی ایسا طعرا اور نقشہ درج کر دیا
 جسکی وجہ سے اشتہار تمام اخبار میں ممتاز رہو ، اور
 نظریں مجبور ہو ہو کر اسپر پڑیں ، لیکن یہ تمام باتیں
 بنیر (ٹائپ) کی چھپائی کو محال ہیں

(الملال) پہلا اردو رسالہ ہو جو ان چیزوں کا
 انتظام کر سکتا ہو

البتہ ہر قسم کو اشتہار کی شرح اجرت علیحدہ ہوگی
 خط و کتابت سے دریافت کیا جاسکتا ہو

الہلال

۴ اگست ۱۹۱۲ء

مسلم یونیورسٹی

— * —

اولایرون انہم بفتنوں فسی کل عام مرۃ او مرتین

ثم لا یتوبون ولا ہم یدکرون (۱۲۸: ۹)

(میرزا غالب) پر غدر کے بعد کے چند سال نہایت عسرت اور

تنگی کے گذرے تھے اس زمانے کے ایک خط میں مرزا قربان علی

بیگ سالک کو لکھتے ہیں:—

”آپ اپنا تماشا بن گیا ہوں، رنج و ذات سے خوش

ہوتا ہوں، یعنی میں نے اپنے کو اپنا غیر تصور کر لیا ہے

جو دکھ مجھے پہنچتا ہے، کہتا ہوں کہ غالب کے ایک آرزو

جوتی لگی

ہم نے بھی عرصے سے مسلمانوں کو اپنے سے غیر سمجھ لیا ہے، اور

جب کبھی گورنمنٹ کی طرف سے کوئی نئی مشکل پیش آتی ہے

تو خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ”ایک آرزو جوتی لگی“

جو قوم چالیس برس تک محض حکومت کی بھیک اور دروازہ

گرمی پر زندگی بسر کرتی رہی، جس نے ہمیشہ اپنے پاؤں پر کھڑے

ہونے سے انکار کر دیا، جس نے ہر مرقعہ پر پریٹکل جدوجہد کو ایک

جرم اور بغاوت سمجھا، اور جس نے خود کبھی بھی کچھ نہیں کیا

مگر ہمیشہ کام کرنے والوں کی تضحیک و تحقیر کی اور طرح طرح کے

باغیانہ خطابات سے انہیں یاد کیا، آج آئے کیا حق ہے کہ گورنمنٹ

اسکی پروا کرے، کیوں نہ اسکو ذلیل و خوار بنایا جائے، اور کیوں نہ

اسکی امیدوں کو ذلت کے ساتھ ٹھکرا دیا جائے؟

جرم منست، پیش تو گر قدر من کم ست

خود کردہام پسند خریدار خویش را

ہندوستان کے مسلمانوں کو اس ملک میں عبرت و تنبیہ کے جو

وسائل حاصل ہیں، وہ آرزو ملکوں کے مسلمانوں کو حاصل نہیں

یہاں کی در دیوار انکے لئے ایک صدائے سرزنش ہے جسکو اگر سنیں تو

کسی وقت بھی وہ چپ نہیں، انکے ساتھ کی رہنے والی قومیں اپنے

جد و جہد اور اعمال میں ہر وقت انکے لئے ذخیرہ عبرت و موعظہ ہیں

اور اپنی ہر حرکت میں انکے جمود دیکھنے ایک تازیانہ رکھتی ہیں۔

لیکن قدرت نے جب دیکھا کہ غفلت شکنی کیلئے یہ چیزیں بھی

کافی نہیں تو بالآخر (تقسیم بنگال) کی تفسیح کے کڑے کی ایک

ایسی ضرب معکم لگائی، جسکی چوٹ زخم بنکر برسوں تک مندمل

طول الذیل جتوں کے ساتھ (جو اسی مرقعہ کیلئے نہیں معلوم

کن کن دقتوں سے طیار کراے گئے تھے) حضرات علمائے عظام

وارثین انبیاء کرام، جانشین منبر رسول اللہ، مصداق علماء امتی

کانبیاء بنی اسرائیل، ہاتھیوں پر آچک آچک کر چڑھتے تھے، اور

شوق و جوش کی خود رفتگی میں عاشقانہ و معجونانہ اپنے شہیں

گراتے تھے؛ اُس وقت اس منظر درد انگیز کو دیکھ کر داد دینے والا

کوئی نہ تھا۔ انکی حسرت گویا زبان حال سے کہہ رہی تھی

تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشا نیست

شوق و معویت کا یہ عالم تھا کہ ہاتھیوں کے مہلک قدموں میں لڑتے

تھے مگر پھر اس تیزی اور بے پروائی سے اٹھ کر اپنی پگوں کو تلاش

کرتے تھے گویا میدان طرابلس کے خود فروش مجاہدین ہیں جو

زخموں پر زخم کہا کر گر رہے ہیں مگر پھر اٹھ کر اُسی جوش جہاد کے

ساتھ تلوار کے قبضے کو دھونڈھتے ہیں:

جسکا تو قاتل ہو، اُسکے واسطے

گرنسی لذت ہے خنجر سے لذت

مگر تاہم علمائے کرام کو اس سے بے دل نہیں ہونا چاہئے، گو وہ نہ

دیکھتے ہوں لیکن (ان رنک لبالمصداق) اُنکا رب انسے بے خبر نہ ہوگا۔

(مقام احسان) کیلئے (حدیث جبریل) میں دونوں صورتیں بتلائی

گئی ہیں: فاعبد الله کانک تراہ و ان لم تکن تراہ، فانه یراک [خدا

کی اس طرح بندگی کر، گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو، اور اگر تم نہ دیکھ

سکو تو پھر یہ حالت تو ہو کہ اسکے دیکھنے کا یقین حاصل ہو جائے]

کم از کم دوسرا درجہ تو حاصل کریں اگر پہلے سے محروم ہیں، اور پھر یہ

بھی ہے کہ کوہ طور پر تو (ن ترانی) کی جگہ (ولقد راہ من

ایات ربہ الکبریٰ) کا مقام حاصل ہو ہی گیا۔ ہم نے یہ تحقیق یہ

بھی سنا ہے کہ اس معراج جسمانی کے تمام فائزوں کو (ما ذاع البصر

و ما طغی) کا مقام استغراق بھی حاصل تھا!

واتخذوا من دون الله لیکونوا لهم عزا، کلا سیکفرون بعبادتهم

و یکنون علیہم ضدا (۸۵: ۱۹)

مگر ہم کو سخت تعجب ہے کہ اس زنجیر وفاداری کی پہلی کڑی

خطاب کے طلائی ملمع سے محروم رہ گئی، یہ کیا بے دردانہ ناانصافی

ہے، مانا کہ ہم خود اس میدان عشق کے زخمیوں میں نہیں ہیں

لیکن سپاہیوں کی جان بازیوں کی داد سب سے پہلے افسر ہی کو

ملنی چاہئے، اور ویسے اس معرکے میں زخموں کی کیا کمی تھی

اس میدان میں نسبی، آرزو کسی حملے میں سہی۔ ہم نے خود

اپنے کانوں سے سنا تھا کہ اسی یوم الفیل کے ایک دوسرے مرقعہ

پر ہاتھیوں کی جگہ انسانوں کے ریلے میں اُس سے بھی بڑھکر مخدوش

حالت پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن شاید اس سے بعد حاذقانہ کا اثر

کسی دوسرے وقت ظاہر ہو، بہت سی دوائیں تیر بہدف ہوتی ہیں

مگر ساتھ ہی بطی الاثر بھی ہوتی ہیں۔ افسوس!

درمیان کافران ہم بودہ ام

یک کمر شائستہ ز ناز نیست

پاتے ہیں لوگوں کو انکی خبر نہیں الم خبر ہو تو کیونکر؟ نہ تو انہوں نے مذہب کو اپنی اہمیت دی ہے کہ اسکی اشاعت اور کوئی مفید کام سمجھیں اور نہ کبھی ان لوگوں کی حالت سے واقف ہوئے ہیں، جنکو نوکر رکھ کر ساری دنیا کو اپنے میں شامل کرنا چاہا ہے۔ اس دور العاد و تفرج میں تو ہم اسی کو غنیمت سمجھتے ہیں کہ کسی پولیٹکل یا شہور اعداد کے رقیبانہ تناسب کے خیال ہی سے سہی، مگر کم از کم نئے لوگوں کو اشاعت اسلام سے اب اتنی نفرت نہیں ہے کہ انکے ذکر پر ناگ بہوں چڑھائیں۔

شیخ عبد اللہ صاحب تو معذور ہیں، اس عالم کے وہ انہی نہیں، پر بھی وہ جو کچھ کرچکے یا کرنا چاہتے ہیں اسکو غنیمت سمجھا چاہئے مگر ملک کا تو یہ حال ہے کہ جہاں قومی اشغال کی مختلف تجارتیں پیشتر سے موجود تھیں وہاں بعض لوگوں کیلئے (اشاعت اسلام) بھی ایک نیا پیشہ پیدا ہو گیا اور ان لوگوں کی دلچسپی کے لحاظ سے بہ نسبت اور پیشوں کے بہت زیادہ سع بخش اور نقصان سے محفوظ (دہلی) میں ایک مولوی صاحب نے عین موقع پر بازار کی حالت کو ٹھٹھا اور جہت پت ایک انجمن (ہدایت الاسلام) قائم کر کے بیس پچیس مولود خوں اور حال بازرں کو سبز دھچیاں تقسیم کر دیں۔ اب ایک اچھی خاصی دکان انکے ہانہ میں ہے، جہاں کہیں اس جنس کی مانگ سننے میں آتی ہے فوراً ایجنٹس کا طائفہ (گرہ) بھیج دیا جاتا ہے اور پھر رعظ، مولود، نعت خوانی، حال و قال، جس بازار میں جس متاع کی گرم بازاری ہوتی ہے وہی پیش کر دی جاتی ہے۔ (تجارت) تو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے تعبیر کیا ہے (وابتغوا من فضل اللہ) مگر قوم کی قوم اس سے نا آشنا تھی، الحمد للہ کہ علمائے کرام اسکی جانب متوجہ تو ہوئے، قوم کیلئے یہ ایک فال نیک اور مثال زریں ہے! (طالب آملی) کو آجکل کی حالت کیونکر معلوم ہوئی تھی:

خانہ شرع خرابست، نہ از باب صلاح

در عمارت گوی گنبد دستار خودند

(انجمن ہدایت الاسلام) اور (دہلی) کے ذکر پر ایک اور واقعہ ہمیں یاد آگیا (الشی بالشی یدکر) اور گویہ (الہلال) کی اشاعت سے پیشتر کا واقعہ ہے مگر یہ کیا ضرور ہے کہ ہم ماضی کی دلچسپیوں سے مزہ نہ لیں؟

پچھلی سرکاری فہرست خطابات میں (مولوی عبدالحق) صاحب حفائی نو بھی (شمس العلماء) کا خطاب مل گیا:

بارے ہوئی قبول بزی التجا کے بعد

ہم نے تو (دربار دہلی) کے موقع پر جس وقت مولویوں کے (اصحاب الفیل) کا سوانگ دیکھا تھا (الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل) اسی وقت سمجھ گئے تھے کہ جو چوتیس بے نکان ہاتھیں پورے گھر کرکھائی جارہی ہیں، انکے لئے ضرور کوئی مہم بھی ملنے والا ہے، البتہ علمائے کرام کے ساتھ ہم کو بھی اسکا انفرس رکھنا ہے جب شوق نظارہ جمال میں اپنے قیمتی اور

مسلمانوں کو تو چاہئے کہ اس موقع پر ڈھونڈیں، اور اسکی الہی صفات کے خطر خال کے دیکھنے میں ایسے معجزہ جانیں کہ دوسری جانب پھر نظر اٹھانے کی مہلت ہی نہ ملے: فلا ریلک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حجاباً مما قضیت ویسلموا تسلیماً (۶۱:۲) لا یومن احدکم حتی احب الی من والدہ و والدہ والناس اجمعین (الحديث)

خوش دلکش ست قصہ خودن روزگار

تو یوسفی و قصہ تو احسن القصص

تصویروں کی اشاعت کا وعدہ کر لینے کی وجہ سے علاوہ ان کثیر اخراجات کے (جنکا ناظرین کسی طرح اندازہ نہیں کر سکتے جب تک اس کام کا تجربہ نہ کرچکے ہوں) اور جو طرح طرح کی دقتیں (الہلال) سے ہر ہفتے دست و گریباں ہوتی رہتی ہیں، انکو ہم کہاں تک بیان کریں، پیچھا نمبر جبکہ نہایت تیزی سے چھپ رہا تھا، یکایک (ایمپوز) کرتے ہوئے معلوم ہوا کہ (ساحل بیروت پر ٹولے بازی) کی تصویر جسکا نام ٹائٹل پیج پر چھپ چکا ہے، ٹائپ کی سطح سے بلند ہو جانے کی وجہ سے کسی طرح نہیں آسکتی، اور اسکو تھوڑے وقت کے اندر درست بھی نہیں کیا جاسکتا، بالآخر محبور ہو کر نکال دینی پڑی اور فہرست تصاویر کے خلاف (ایرانی مجاہدین) کی تصویر اسکی جگہ رکھ دی گئی، پھر بھی کام اسلئے جاری رہا کہ ہر وقت کافی ذخیرہ طیار تصاویر کا موجود رہتا ہے ورنہ اس دقت کا تو کوئی علاج ہی نہ تھا۔

شیخ عبد اللہ صاحب ایڈیٹر خاتون نے ایک چھپا ہوا مضمون بغرض اشاعت بھیجا ہے، جسمیں (انجمن تبلیغ الاسلام) کی طرف سے اشاعت اسلام کیلئے رقم سے اپیل کی گئی ہے۔ ہم آئے درج کر دیتے، لیکن مضمون اتنا بڑا ہے کہ کم از کم (الہلال) کے چار کالم اس سے رُک جائیں گے، اور پھر ہمارے خیال میں اسکی اشاعت سے کوئی مفید نتیجہ حاصل بھی نہیں۔

اشاعت اسلام ہمارے عقیدے میں ایک ایسی تحریک ہے جسکا اگر کوئی صحیح اور مرمول الی المقصود انتظام ہو سکے تو آجکل کی تمام تحریکیں اور بڑے سے بڑے کام اسکے آگے ہیچ ہیں اور مسلمانوں کو تمام کام چھوڑ کر صرف اسی کے پیچھے اپنا وقت اور روپیہ لگا دینا چاہئے مگر مشکل یہ ہے کہ یہ مسئلہ جن سخت مشکلات اور پیچ در پیچ دقتوں میں ملفوف ہے اسکی لوگوں کو خبر نہیں، اور وہ سمجھتے ہیں کہ دس پندرہ روپیہ کی قیمت کے چند مولوی اور مولود خوں نوکر رکھ کر ہم ہندوستان اور جاپان کو فتح کر لینگے، لیکن:

ابن خیال ست و محالست و جنون

ہماری معلومات میں اب تک اگر کسی شخص نے اس کام کو اسکی اصلی صورت میں دیکھا ہے تو وہ صرف (مولانا شبای) ہیں۔ ہم میں اور ان میں برسوں سے اس موضوع پر گفتگو ہو رہی ہے اور آجکل بھی جب کبھی انکی صحبت میسر آجاتی ہے تو کہنتوں اسی مسئلہ کی مشکلات موضوع سخن رہتی ہیں، جن مشکلات کو اپنے سامنے

سچ یہ ہے کہ (مسلم یونیورسٹی) کا معاملہ دراصل ایک ناگہانی ہنگامہ تھا جسکو بہتر بنانے تو سمجھا ہی نہیں اور اگر سمجھا بھی تو صرف اتنا کہ کوئی بہت بڑی نعمت ملنے والی ہے اور جس طرح بنے اسکو ریبہ دیکر ضرور خرید ہی لینا چاہئے۔ راعظان یونیورسٹی نے بھی (جہاں تک ہمکو واقعات یاد ہیں) کبھی اس ناواقفیت کو صاف کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ جس کسی کو جس امید اور توقع سے خوش ہوتا دیکھا، وہی منقبت و فضیلت یونیورسٹی کے دفتر منقبت میں بڑھادی، ہم ان لوگوں سے واقف ہیں جنکو یہ سفاک ریبہ لیا گیا ہے کہ یونیورسٹی کے بنجانے کے بعد (بخاری و مسلم) پڑھا کر دینی کلاٹر بنادیا جائے گا، بہتر بنے تو یہ سمجھ کر اپنی غریب و قلاش جیب خالی کر دی کہ اب ہمارے شہر کا فلاں اسکول یا مکتب بھی کالج بنا دیا جائے گا! نئے راعظان نے غلط فہمیوں کے اس مرکب کو چابکیں مار مار کر آر تیز کیا، اور جس کو پایا غلط امیدوں اور آرزؤں کے سمندر میں ایک غوطہ دیدیا۔ یونیورسٹی کیا تھی، ہمارے بادہ پرست شعرا کا (میخانہ) تھا کہ :

زہر مرض کہ بنالد کسے شراب دھند !

یہ مانا کہ (مسلم یونیورسٹی) فی نفسہ ایک عمدہ شے ہے، لیکن کسی چیز کا عمدہ ہونا اس کے لئے کافی نہیں کہ دنیا بھر کی خرابیاں اس کے سر منڈھنی جائیں۔ اب جبکہ نشہ شام کی گرو صبح خمار نہیں، مگر نصف شب ضرور شروع ہو گئی ہے، ہم بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے ہیں کہ اس صحبت کے اکثر بادہ آشام انگرا لیاں لے رہے ہیں۔ اب بہتر بن کر یاد آیا ہے کہ یونیورسٹی کو آزاد ہونا چاہئے، بعض کہتے ہیں کہ تعلیم کی مختلف شاخوں اور صیغوں کا کوئی تشفی بخش انتظام نہیں، اور یہ تو (باستثناء حاجی اسماعیل خان سلمہ اللہ تعالیٰ) سب کہتے ہیں کہ کالجوں کو اس سے ضرور ملحق ہونا چاہئے، لیکن ہمارے نزدیک تو اب یہ تمام باتیں لا حاصل ہیں، اصلی شے تو ریبہ ہے اور وہ تو دینے والوں نے دیدیا، اور لینے والے بھی لیتے، اب قافلہ کی سراف و جستجو لا حاصل ہے۔

نکل گیا ہے وہ کوسوں دیار حرماں سے

”بزرگان قوم“ ہم پر ریت بھر کر دھم ہولیں، مگر ہمارا تو بے اختیار جی چاہتا ہے کہ یہ شعر پڑھ ہی دیں :

مرا جاشد، خرم را نیز جاشد

زن دھقان بزاید یا نزاید

خیر، ان باتوں میں تو کچھ ظرافت، کچھ طیش، اور زیادہ تو طبیعت کا بے اختیارانہ غصہ ملا ہوا تھا، اب ذرا غور کرنا چاہئے کہ صورت حال کیا ہے ؟

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اگر واقعی مسلمان ایک آزاد اور صحیح معنوں میں اسلامی یونیورسٹی بناسکیں تو یہ ان کے تمام امراض کا نسخہ وحید ہے، لیکن بحالت موجودہ ہو نہیں سکتا، اور جن لوگوں نے ریبہ لینے وقت قوم کو اسکی آمیدیوں دلائیں، انہوں نے بظاہر دلائل دانستہ

پر نہیں، بلکہ حق اور زور پر زندگی بسر کر رہے ہیں، جنہوں نے ہمیشہ سخت سی سخت آزمائشوں میں بھی مبتلا ہو کر بتلا دیا ہے کہ ہم سائل اور درپوزوگر نہیں، بلکہ ایک حریف مقابل ہیں، جو مانگتے ضرور ہیں، مگر گزاکر اور عاجزی سے نہیں، بلکہ زور اور طاقت دکھلا کر۔ دنیا میں صرف (طاقت) ہی زندہ رہ سکتی ہے اور قوموں کی پولیٹکل جد و جہد اور حقوق طلبی کی زندگی میں تو طاقت کے سوا اور کوئی سوال ہے ہی نہیں، اعتماد اپنے اور چاہئے نہ کہ دوسروں پر، ایک کھل اور ست آدمی جو باوجود طاقت کے کھڑا ہونا نہیں چاہتا، کیوں نہ وہ راہگیروں کی ٹھہر کر رہے پامال ہو؟ ہم نے درختوں کو چرچے میں جلتے، اور سرسبز شاخوں سے سایہ کرتے، دونوں حالتوں میں دیکھا ہے، جو درخت خود اپنی جگہ پر کھڑا نہ ہو سکا، آڑے کے نیچے رکھ کر پھر چرچے ہی میں ڈالا گیا، مگر جو اپنی جڑوں کی مضبوطی کے بل پر اکڑا رہا، اسکو سرسبز و شادابی کی زندگی نصیب ہوئی، یہ سنت الہی ہے اور دنیا کی ہر شے میں جاری و ساری، رن تجد لسنة اللہ تبدیلا، لیکن یہ کیا بدبختی ہے کہ اپنے چند اغراض شخصہ پر قوم کی قوم قربان کی گئی اور کی جارہی ہے، حوادث و واقعات کی خیر منقطع سرزنش، ہمسایوں کی اولی العزمیوں کے تازیانہ ہائے عدوت، فاکامی و نامرادی کے پیہم صدمات و لطعات، اور غلامی و استعباد کا سخت سے سخت فشار بھی ان غلام طینت، سگ دنیا، اور خود پرستوں کو ہوش میں نہیں لاتا: لہم قلوب، لا یفقہون بہا، و لہم اعدین، لا یبصرون بہا، و لہم اذان، لا یسمعون بہا، اولئک کالانعام، بل ہم اضل، اولئک ہم الغافلون (۷: ۱۷۸) و تلک الدار الاخرة نجعلها للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا، والعاقبة للمتقین (۲۸: ۸۴)

اب شاید لکھنؤ میں کوئی جلسہ کیا جائے گا، ہمارے ایک دوست (جو یونیورسٹی کمیٹی کے ممبر بھی ہیں) کہنے لگے کہ گورنمنٹ کے اس حکم پر اب عام ایجنی ٹیشن کرنا چاہئے، اللہ! اللہ! اب مسلمانوں کے دشمنوں کو بھی ایجنی ٹیشن کی تعلیم دی جاتی ہے! این کہ می بینم بہ بیدار دست یارب یا بخواب؟

اور ہاں، اب شاید (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم) کی آیت قرآن کریم سے نکال دی گئی، اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ چالیس برس کی مسلمانوں کی ”مسلمہ قومی پالیسی“ ”بزرگ سر سید کی پولیٹکل شاہراہ“ ”قومی جد و جہد کی بے خطر راہ“ اور ”فرض لائٹنی“ وغیرہ وغیرہ من الخرافات کے پُر از حکمت گونا گوں و مصالح بر قللموں اسباق کیوں بھلا دیے گئے؟ یہ کیا بدعت ستیہ بل کفر و ضلالت صریح ہے جسکی ملت بیضائے مصلحین مرتکب ہو رہی ہے؟ یہ تو ہمسایہ اقوام کے باغیانہ اعمال تھے جن سے ”مسلمانوں کی قوم من حیث القوم - الحمد للہ - ہمیشہ مجتنب رہی اور اگر کبھی کسی شرمندہ قلیل کو ہندوؤں کی چالاکیوں نے گمراہ کیا بھی تو مسلمان لیڈروں نے انکی اصلاح کر دی اور اگر فتنے کا پھوڑا سخت نظر آیا تو گورنمنٹ کے نیز نشتر کے سپرد کر دیا“ (یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید)

وہ رسول علیکم شہیدا (۲ : ۱۳۷) لیکن : فخلف من بعدہم خلفاً اضاعوا الصلوۃ والتبعوا الشهوات (۱۹ : ۶۰) ابتورہنمائی کی باگ چاندی اور سونے کے ہاتھ میں ہے، دولت اور ادعا، یہی دو چیزیں ہیں جنکے جمع ہوجانے کے بعد ہر شخص قوم کا لیڈر ہے خواہ جہل مرکب سے اسکے تمام اجزاء جسم بنے ہوں اور خواہ جس مذہب کے پیروں کی رہنمائی کا مدعی ہو، خود اُس مذہب سے اُسے کوئی واسطہ نہو۔ قوم اور بدبخت و زبوں طالع قوم بھی شخصی حکومت کی عادی ہوکر اسقدر دولت پرست ہوگئی ہے کہ سورج سے آنکھیں لڑائے گی، مگر سونے کی چمک کے آگے اُسکی آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں، یہ ایک گہرا اور ہڈی کے اندر کا مرض ہے اور آج مسلمانوں کے تمام امراض کیلئے بے انکے لیڈروں کی نبض دیکھنی چاہئے۔ ہمکو تو بسا اوقات یہ درد انگیز منظر مجھوں بنا دیتا ہے کہ آج مسلمانوں میں دو ہی طرح کے راہنما اور مرشدین ہیں، قدیم گروہ کیلئے پرانے علما، اور نئے گروہ کیلئے نئے لیڈر، دونوں مذہب سے بے خبر اور ملت کیلئے عضو مسموم، پہلا قریب رہکر پیداسا ہے اور دوسرا پانی تک پہنچا ہی نہیں :

اے کشتی نہیں ملتی اے ساحل نہیں ملتا

پہلا مذہبی توہمات و تعصب و جمود میں مبتلا، دوسرا الحاد، فرنگی مآبی اور جاہ پرستی میں گرفتار، دونوں کا یہ حال ہے کہ : وجعلنا ہم ائمة يدعون الى النار (۲۸ : ۴۱) واولئك يدعون الى النار واللہ يدعوا الى الجنة (۲ : ۲۱۵)۔

خیر، یہ تو ایک داستان مستقل ہے جسکو کسی دوسرے وقت کیلئے آٹھا رکھنا چاہئے، لیکن (مسلم یونیورسٹی) کی شورا شوری کی بے نمکی ہمارے لئے ایک موثر سبق عبرت ہے۔

ہمکو معلوم ہے کہ گورنمنٹ کے جدید فیصلہ کن اعلان سے بہت پہلے کام کرنے والوں کو اسکا علم تھا اور سر اطاعت خم کرنے والوں کی گردنیں (جو نصف صدی سے صرف جھکنا ہی جانتی ہیں) جھک بھی گئی تھیں، مگر اب گورنمنٹ کی شکایت کی جاتی ہے کہ یہ بے انصافی ہے، تو ضرور بے انصافی، لیکن شاید ہندوؤں کے ساتھ ہو جنکی یونیورسٹی کو بھی مسلمانوں نے اپنی یونیورسٹی کے قواعد و شرائط کی اولین نظیر قائم کرکے خراب کر دیا ہے، مگر مسلمانوں کیلئے تو عین انصاف ہے اور ہم تو (عالب) کی زبان میں بہت خوش ہیں اور کہتے ہیں کہ الحمد للہ ایک آور تازیانہ لگا۔

ہم بھر بوجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے لیڈروں کو اب گورنمنٹ کی شکایت کرنے کا کیا حق حاصل ہے؟ کیوں وہ مسلمانوں کی امیدوں کا لحاظ کرے؟ کیوں اپنے دروازے کے ایک درپوزہ گر کو جس نے ہمیشہ چند چھہری ہوئی ہڈیوں اور رزٹی کے باسی تکرروں کو آنکھوں سے لٹاکر کچھل میں ڈال لیا اور اتنی ہی فیاضی پر خوش ہو کر اپنے معطی کو (حائم وقت) اور (معین زمان) بتلایا ہو، آج اتنی فیاضی کو بھی مصلحت کے خلاف دیکھکر جھڑک نہ دے؟ شکایت کا تو انہیں حق ہے، جو ابتدا سے لطف و رعایت

نہوتی، اور اسکی ٹپک سے ہر وقت عبرت کا سبق یاد آتا رہتا۔ ہمارے عقیدے میں (برٹش گورنمنٹ) کے آغاز حکومت سے لیکر آج تک اگر فی الحقیقت مسلمانوں کو کوئی عظیم الشان احسان دیا ہے، تو وہ یہی ہے کہ (تقسیم بنگال) کو منسوخ کر دیا اور اسطرح خود بنلادیا کہ ہم تک پہنچنے کیلئے صراط المستقیم کیا ہے؟ مگر مسلمانوں کو اپنی بدبختی پر رونا چاہئے کہ یہ ضرب آخری بھی بالکل بے نتیجہ رہی، انکا نشہ ضلالت اس ترش گھونٹ کو بھی بالآخر ہضم کر گیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ یہ چوٹ ایک ایسا گہرا زخم بنکر رہجاتی جو کبھی مندمل نہوتا اور ہمیشہ اسکی تیس سے بیکراری برہتی رہتی، لیکن ہم کو اب تک اس سے زیادہ کچھ نظر نہیں آیا کہ مکتب کے شریر اور سخت جان لوگوں کی طرح بید کی ضرب کھا کر ایک دو مرتبہ پیٹھ کھچلا تو ضرور لی ہے، لیکن زخم ایک طرف، نیل کا کڑی نشان بھی نہیں جسکے لئے کم از کم ہلدی اور چونے کے لپ کی تو ضرورت ہوتی۔ اور لایرون انہم یفتنون فی کل عام مرة او مرتین، ثم لا یفتنون ولا ہم یدکرون (۹ : ۱۲۸)

لیکن مسلمانوں سے ہمارا کیا مقصود ہے؟ مسلمان، مسلمان اور علی الخصوص ہندوستان کے مسلمان، تو ایک ایسی قوم ہے کہ شاید ہی دنیا میں انسانوں کا کوئی گلہ اتنا خوش عقیدہ، سریع الانقیاد، تقلید دوست اور آمادہ ہرگونہ اصلاح و ارشاد ہو، لیکن بدبختی یہ ہے کہ ہم میں جو گروہ آج رہنمائی کی موثر پر سوار ہے اور جس نے لیڈری کا تخت خود ہی بچھایا ہے اور خود ہی اپنے ہاتھوں سے اپنی رسم تاجپوشی ادا کی ہے، اُسے اپنی دینی عزت و شوکت اور جاہ و نمائش کا جوا کھیلنے کیلئے اپنی ملت مظلوم کو ایک بازیچہ بنا لیا ہے اور انہیں سے جو آٹھتا ہے اسی گیند کو ایک تھوکر لگا کر اپنی طاقت کی نمائش کرنا چاہتا ہے۔ مسلمان بیچارے تو ہر وقت پرستش کرنے کیلئے موجود ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ انکو کوئی رحم دل اور غمگسار معبود ہی نہیں ملتا۔ مسلمانوں نے اپنے لیڈروں کی گالیاں کھینچی ہیں، انکی جیب پکار پر ہزاروں اور لاکھوں روپے نکالکر رکھ دیے ہیں، انکے ہر حکم کو فرمان الہی سمجھکر اپنا نصب العین بنایا ہے اور یہ سب کچھ اُن جاہ پرست، جاہل مطلق، اور عبدة الحکم لیڈروں کے ساتھ کیا ہے جنہوں نے ایک لمحہ کیلئے بھی انکو فائدہ پہنچانے کا خیال نہیں کیا، اور ہمیشہ انکی حماقت اور بے وقوفی سے متمتع ہوتے رہے۔

برہمن می شدم کر این قدر زناز می بستم

قوموں اور جماعتوں کی رہنمائی فی الحقیقت ایک پیغمبرانہ عمل ہے، اور (علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل) کو لفظاً حدیث مروضہ ہو مگر معنأ بالکل صحیح ہے۔ وہ نفوس قدسیہ اسکے اہل ہیں جنکو خواص نبوت میں سے حصہ ملا ہو، اور توفیق الہی کی روح القدس کا ہاتھ جنکے دلوں کو ہر وقت مس کرتا رہتا ہو، یہ منجملہ اُن مخلص نعائم الہیہ کے تھا جس سے خدا تعالیٰ نے امت مرحومہ کو برگزیدگی عطا فرمائی تھی اور اسے ہر فرد کو اسکی صلاحیت بخشی تھی : وکذلک جعلناکم امة وسطاً، لعلوہا شہداء علی الناس

قسطنطنیہ میں ہجوم مشکلات

اور تصادم احزاب

(۳)

اسکے بعد ہی دربار دہلی کے موقع پر (شہنشاہ انگلستان) پورٹ سعید سے گذرے اور یہ قرار پایا کہ تبریک و تہنیت کیلئے ایک ترکی وفد بھیجا جائے چونکہ (کامل پاشا) کی انگریزی محبوب القلوبی مسلم تھی اسلئے ولی عہد عثمانی کے ساتھ اسی کو بھیجنا طے پایا اور خریطہ سلطانی لیکر مصر روانہ ہو گیا ، پورٹ سعید میں لڑتے کچنر اور خدیو کے ساتھ ترکی وفد جہاز (مدینہ) میں پیش ہوا تو گرامل پاشا رئیس وفد کی حیثیت سے نہیں گیا تھا مگر ہر موقع پر مخصوص طور پر اسکی پذیرائی کی ، گئی یہاں تک کہ خود پادشاہ کھڑے رہے اور (بادشاہ بیگم) کے ساتھ کامل پاشا کو کرسی دیگئی اسکی تصویر اخباروں میں شائع ہوئی ۔

اسی سفر میں کامل پاشا نے اتحاد و ترقی کے خلاف اپنی مشہور چٹھی (المرد) میں شائع کی جو انگلستان میں اتنی مقبول ہوئی تھی کہ تمام سربراہان اخبارات نے اس کے ترجمے تعریفی حواشی کے ساتھ شائع کئے ۔

بہر حال کم از کم یہ نئی پارٹی پارلیمنٹ کو برہم کر دینے پر کامیاب ہو گئی اور مختلف کارروائیوں کے ذریعہ یورپ پر ظاہر کیا گیا کہ اتحاد و ترقی سے اب تمام ملک اکٹا گیا ہے ۔

لیکن اتحاد و ترقی کی جڑیں اتنی کھوکھلی نہ تھیں جو اس تیشے سے گرجائیں ، جس ہی دوسرا انتخاب شروع ہوا تمام عالم نے دیکھ لیا کہ پھر اتحاد و ترقی سے عثمانی پارلیمنٹ کی اکثریت رکھی ہوئی ہے ۔

یہ اتحاد و ترقی کی سب سے بڑی فتح تھی ، اگرچہ اسی زمانے میں عربی اور ترکی زبان کا سوال نہایت اشتعال انگیز صورت میں اٹھایا گیا تھا اور تقریباً تمام اتحاد و ترقی کے ترک ممبروں کی طرف سے اہل عرب افسردہ خاطر تھے ، مگر انتخاب کے موقع پر تمام شام و دمشق میں بھی بغیر کسی کوشش کے اتحاد و ترقی کے ممبر ہی منتخب کیے گئے اور دمشق میں تو (حزب الائتلاف) کا ایک کاغذی جنازہ بھی نکالا گیا اور اس سوانگ میں وہاں کے تمام بڑے بڑے اشخاص شریک ہوئے ۔

اس شکست کے بعد انگلستان پھر کچھ دنوں کیلئے قسطنطنیہ میں خانہ نشین ہو گیا ۔

اتحاد و ترقی کی دوسری فتح

جبکہ قسطنطنیہ کے اندر یہ نزاع احزاب جاری تھا ، عین اسی وقت اٹلی کے جنگی جہازوں نے ساحل طرابلس پر گولہ باری شروع کر دی اور تمام ساحل پر اپنی ناقابل مقابلہ بحری قوت کا پہرہ بٹھا کر عثمانی فرج کا راستہ بند کر دیا ۔

زمانہ (خیر القرون) تین قرون تک بھی نہیں پہنچا اور (خیر القرون) قریب ، تم یلونہم) ہی پر ختم ہو گیا ، اب تو خود (علی گڈہ) کا یہ حال ہے کہ :

جو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی ؟

سب سے پہلی بدعت اسلام کے (جیش ابو اسامہ) کے اولین اختلاف کی طرح تو (شملہ دیپوٹیشن) تھا ، جبکہ تمام نصوص قطعہ کو پس پشت ڈال کر مسلمانوں کو پولیٹکل اعمال میں شرکت کی اجازت دیدی (گورسما و اسما) اور

آن ہم بسعی نمزہ مردم شکر دوست)

اور اسکے بعد (فتنہ شہادت عثمان) کے مقابلے میں (مسلم لیگ) کا قیام قرار دے لیجئے کہ (تعلیم) کے مقدم مسئلے کو چھوڑ کر ایک نئی (کانگریس) کے شجر ممنوعہ کی طرف ہاتھ بڑھایا ، پھر تو فتنہ و فساد کا ایسا سلسلہ شروع ہوا گویا بنی امیہ کے دور کی بدعات شروع ہو گئیں ، سب سے بڑا کفر تو یہ ہوا کہ (طرابلس) کے متعلق (لیگ) کی طرف سے بھی ایک تاریخی بیجدی گئی ، اور اسکے بعد اٹالین اشیا کے بائی کات کا فتوا بھی دیدیا گیا ، حالانکہ سنہ ۱۸۹۷ میں (فتح یونان) کے موقع پر بمبئی کے مسلمانوں کی تبریک پر (سر سید مرحوم) اس قدر برہم ہوئے تھے کہ صدر اول میں (مسئلہ تقدیر) کی کد و کاوش پر بھی اتنی برہمی ظاہر نہیں ہوئی ہوگی ، بالآخر انکو سمجھانا پڑا تھا کہ ” اس طرح جی باتیں خفیف الحركتي میں داخل ہیں اور بغیر گورنمنٹ کی مرضی لئے ہو ۔ ایسا کرنا فرض اطاعت شعاری کے خلاف “

ایسے سخت دور فساد میں ہم کو تو مسلمانوں کے تہیت پولیٹکل مذہب کے سچے اور محض کتاب و سنت پر چلنے والے عامل ، یہی دو بزرگ نظر آتے ہیں اور اپنے اخوان مذہب کی گمراہی پر متعجب ہیں کہ کل کہاں تھے اور آج کہاں گر گئے ؟ لطف کی بات یہ ہے کہ اب خود انکے ہم مشرب انکا تمسخر اڑاتے ہیں اور وہ خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو رہتے ہیں ۔

انقلابات ہیں زمانے کے

مولانا نذیر احمد مرحوم اور ترستیاں علی گڈہ کالج

مولوی بشیر الدین صاحب نے سرزمین کالج کے تمام طبائع و خصائل کو بھول کر اسکی کوشش کی کہ انکے والد (مولانا نذیر احمد) کی یادگار کالج میں قائم کی جائے ، یہ مانا کہ مرحوم ان لوگوں میں تھے جنکا علم و فضل اب پھر ہندوستان میں اپنی صورت نہیں دکھلائے گا ، اور یہ بھی سچ سہی کہ انکا احسان کالج کی سرودہار ہی پر نہیں ، بلکہ اسکی بنیاد تک میں موجود ہے ، مگر ان باتوں سے کیا ہوتا ہے ، کالج کے ہاتھ میں تو ہر شے کے تولنے کیلئے روپے کا ترازو ہے ، انکی یادگار قائم کرنے کا مسئلہ اگر جلب زرکا ذریعہ ہوتا تو مولوی بشیر الدین ابھی تجہیز و تکفین سے فارغ بھی نہ ہوئے ہوتے کہ اخباروں میں ایک نئے یادگاری پروردنگ ہاؤس کا اعلان ہو جاتا ۔ اس دروازے کو ہاتھ سے نہیں ، بلکہ کسی بوجھل جیب سے کھٹکائیے تو جواب ملے گا ۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جو مخصوص ممبران کمیٹی رویہ دینے والوں کی نیابت کا دعوا کرے (شملہ) جائے رہے، انہوں نے اپنا فرض ادا بھی کیا یا نہیں؟

واقعات کو اب تک (سرکوانی ڈائل) کے سراغرساں (شراک ہون) کے ابتدائی اسرار و خفایا کی طرح بالکل پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ لیکن جہاں تک ہم نے حالات سنے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ (نواب وقار الملک) اور ایک اور ممبر کے سوا تقریباً تمام ممبروں نے ہمیشہ گورنمنٹ کی ہر آواز پر سمعنا و اطعنا کہہ کر سر جھکا دیا ہے اور کبھی عام مسلمانوں کی راہوں کی بنا پر کسی طرح کی مخالفت ثبات و عزت کے ساتھ نہیں کی ہے (لایسبقونہ بالقول وہم باسره یعملون ۲۱: ۲۷) خدا نے فرشتوں کی اطاعت و انقیاد کی تعریف میں کہا تھا "مگر دنیا میں ایسے انسان بھی ہیں جو اپنے ممبران دنیوی کی اطاعت و فرمان برداری میں ملائکہ کے اوصاف و حواصل اپنے اندر رکھتے ہیں۔"

جن ممبروں کی نسبت ہم نے خاص طور پر سنا ہے، ان میں اول درجے پر تو لاہور کے (میاں محمد شفیع) خان بہادر ہیں، لیکن اب انہیں ان معاملات میں شکوہ و شکایت کے حد سے گذرا ہوا اور گویا مرفوع القلم سمجھتے ہیں؛ اس لئے ان کے ذکر کی تو ضرورت نہیں، البتہ (راجہ صاحب محمد آباد) کی نسبت بھی ہم نے نہایت معتبر ذرائع سے سنا ہے کہ آج جن معاملات پر شکوہ و شکایت کرنے کیلئے طیار ہیں، ان پر کبھی بھی انہوں نے (شملہ) میں زور نہیں دیا، اور بالعموم بالسمع والطاعہ میں رہ (میاں صاحب) کے ہم زبان رہے ہیں، (راجہ صاحب) کا پوزیشن یونیورسٹی کے معاملے میں (آغا خان) کے بعد سب سے اونچا ہے، اور کمیٹی کی کرسی صدارت کو بھی انہوں نے عزت بخشی ہے، پس سب سے پہلے تو قوم کو (راجہ صاحب) سے پوچھنا چاہئے کہ شکوہ و شکایت کا ہنگامہ تو ہوتا رہے گا، خود اپنی نسبت تو اطمینان دلا دیں کہ تمس لاکھ رویہ دینے والوں کی نیابت کو اب تک انہوں نے دیانت اور صداقت کے ساتھ انجام دی ہے؟

(حاجی اسماعیل خان صاحب) بالقابہ جدیدہ اب پہلی کی نسبت زیادہ قومی خدمات کیلئے مستعد رہتے ہیں، حال میں انہوں نے یونیورسٹی کی نسبت گورنمنٹ کے اعلان پر ایک چٹھی شائع کرائی ہے اور لکھتے ہیں کہ میں سب سے پہلے (اور شاید آخر بھی) گورنمنٹ کے اس پر حکمت و مصالح فرمان کا خیر مقدم بجالاتا ہوں۔

ہمارے خیال میں تو اس وقت مسلمانوں کی چہل سالہ "مسلمہ قومی پالیسی" کے مذہب پر اب تک جو چند نفوس عالیہ بالکل ثابت قدم اور غیر متزلزل ہیں وہ صرف (حاجی صاحب) اور راولپنڈی کے (سراج الدین) ہیں، اور تو یورپی ملت کی ملت طرح طرح کے بدعات اور اختراعات میں مبتلا ہو کر اہل ہوا و بدعت میں شامل ہو گئی ہے۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ اس مذہب

پرچا نا چاہا، اور بصورت حسن ظن بے اختیارانہ جوش کی غلطی کی (علی گڑھ کالج) یا این ہمہ حالات معلومہ، پھر بھی جیسا کچھ تھا امید نہیں کہ یونیورسٹی اتنی بھی آزاد ہوئے، گورنمنٹ کیلئے علاقہ اس کے مصالح معلومہ کے ایک بڑی مشکل ہندو یونیورسٹی کو بھی جواب دینا ہے، آپ تو یوں بھی بال و پر بندہ ہیں، قفس میں دالنے کی چنداں ضرورت نہیں، لیکن جو عقاب بیشتر ہی سے اپنے پرروں کو تول رہا ہے اس کے لئے قفس کی نیلیاں کیں نہ آہنی بنائی جائیں؟

لکھنؤ میں اب جلسہ کرنا بھی۔ ہمیں صاف گڑھی کیلئے معاف رکھا جائے۔ قوم کو محض یہ دکھانا ہے کہ ہماری طرف سے سعی و کوشش میں کبھی کوتاہی نہیں ہوئی، رزہ سوائے (نواب وقار الملک) اور ایک دو نوجوان لیڈروں کے دراصل اس بارے میں سب کے سب "یقولون بانواہم ما نیس فی قلوبہم" میں داخل ہیں اور اس سے بھی زیادہ تباہ کن شرائط پر منظور کر لینے کیلئے طیار ہیں، پس مسلمانوں کو صرف اس جنگ زرگری ہی میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اگر اپنے روئے کا کچھ بھی درد اپنے اندر رکھتے ہیں اور آئندہ کے لئے اپنی قسمت کو چند سفید پوش لیڈروں کے سپرد کر کے پھر سر پیٹنا نہیں چاہتے، تو انکو چاہئے کہ اپنے حق اسلامی کو کام میں لائیں اور سب سے پہلے کام کرنے والے لیڈروں سے ان کے موااعد اور دعوت کا مطالبہ کریں۔

مسلمانوں کی ساری مصیبت ان کی غفلت اور غلط اعتماد کی لائی ہوئی ہے، وہ رویہ دینے کے لئے، گڑیاں کھینچنے کے لئے، پھولنا ہار پہنانے کے لئے تو طیار رہتے ہیں، لیکن پھر کبھی متوکل دیکھتے تک نہیں کہ آئے جو جونا گوارا لیا گیا ہے، وہ مسجد کی تعمیر میں لگایا جا رہا ہے یا میخانے کی دیواروں میں، یہی وجہ ہے کہ تمام لیڈر شتر بے بہار ہو گئے ہیں اور یورپی طرح مطمئن ہیں کہ ہم جس طرح چاہیں گے قوم کو کھلونا بنائیں گے۔ کوئی پرسش اور مطالبہ ہمارے کاموں میں خارج نہیں۔ مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ خود اب خواہ کچھ ہی ہوں، لیکن ان اسلاف کی یادگار ہیں جنہیں سے ایک راہ چلتی ہوئی عزت نے (فاروق اعظم) کو دھمکادیا تھا، اور اس پر کیا موقوف ہے، اسلام کی حریت و بے باکی کا تو یہ حال تھا کہ صحابہ کرام خود مہبط وحی و مرورد ماینطق عن الہدی کے آگے بھی اپنے مطالبات بغیر کسی جھجک کے پیش کر دیتے تھے، اسلام نے ہر مسلمان کو لیڈر بننے کی آزادی دیدی ہے، اور امر بالمعروف ہر شخص کا فرض قرار دیا ہے۔ مسلمانوں میں اگر ان کے قومی خصال کا اثر کچھ بھی باقی ہے تو انکو سب سے پہلے رویہ لینے والوں سے پوچھنا چاہئے کہ انہوں نے کیں غلط امیدیں اور توقعات پیدا کئے اور پھر اگر انکو ایک آزاد اور کامل یونیورسٹی نہ ملے تو اپنے مطالبات سے لیڈرز کو تھکا دینا چاہئے اور جیسی یونیورسٹی رہ لینا چاہتے ہیں اسکو بقول (نواب وقار الملک) کے سر ہی سے سلام کرنا چاہئے۔ یہاں یہ سوال نہیں ہے کہ نہروں سے کسی کام کا ہونا بہر حال بہتر ہے، بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ ایک کروڑ رویہ میں جو مقام خریدی جا رہی ہے وہ اس قیمت کی ہے بھی یا نہیں؟

مبعوثان اور مجلس اعدان کے سامنے بحث و مذاکرہ کیلئے آتے پیش کر دیا جائے اور جہاں تک جلد ممکن ہو اسکی منظوری کا فیصلہ کرنے سلطان المعظم کی خدمت میں آخری تصدیق کیلئے بھی بھیج دیا جائے تاکہ بغیر رقت ضائع کئے اس اہم مسئلہ کی طرف متوجہ ہو سکیں۔

وہ در دفعات یہ تھیں :

(۱) عثمانی فوج کا جو افسر یا سپاہی سیاسی اجتماعات یا کسی سیاسی مظاہرے میں شریک ہوگا اسکو دو ماہ سے چار ماہ تک کے قید کی سزا دی جائے گی اور اسکو اس کی پلٹن سے کسی دوسری پلٹن میں بھیج دیا جائے گا۔ نیز اس تبدیلی کیلئے خرچ سفر بھی نہیں ملے گا۔

اگر یہ جرم پھر دوبارہ سرزد ہوا تو اسکا نام فوراً فوجی ملازمت سے کٹ دیا جائے گا اور در سے چھ ماہ تک کے قید کی سزا دی جائیگی۔ اور اگر کوئی چھوٹے درجے کا افسر یا عام سپاہی ہوا تو اسکو پورے چھ ماہ کے قید کی مع تجدید قید کے سزا دی جائے گی۔

(۲) اگر کوئی فوجی افسر کسی پولیٹیکل جماعت میں شریک ثابت ہوا تو اسکو فوجی ملازمت سے خارج کرنے نیز در سے چھ ماہ تک کے قید کی سزا دی جائے گی۔

نہ تھی جسکی بنا پر سیاسی اشتغال کو قانونی جرم قرار دیا جاسکتا اور فوج پر اسکی وجہ سے کوئی قانونی دباؤ قائم نہ تھا۔ (محمود شوکت) نے بیسیوں طریقے سے بار بار سمجھایا، متعدد اعلانات شائع کئے، چند لوگوں کو سزائیں بھی دیں، لیکن ہر سپاہی جانتا تھا کہ یہ وزیر جنگ کی ایک ذاتی سیاست ہے ورنہ قانوناً کوئی سختی اور تشدد ہمارے ساتھ نہیں کیا جاسکتا۔ بالآخر مجبور ہو کر گذشتہ جون میں (محمود شوکت پاشا) نے ایک نئے قانون کو پارلیمنٹ سے منظور کرانا چاہا اور قدیم قانون عسکری کی ترمیم کو مندرجہ ذیل خط کے ساتھ سعید پاشا وزیر اعظم کے پاس بھیجا تاکہ پارلیمنٹ میں پیش کر دیا جائے۔

”فوجی افسروں کا سیاسی مسائل میں اشتغال“ انکے اصلی فرائض کی ادالگی کیلئے مانع قوی ہے اور انکے اندر ایک ایسی سرکشی پیدا کر دیتا ہے جسکے بعد فوجی نظام و اطاعت شعاری باقی نہیں بھتی اور یہی در چیزیں سپاہیانہ فرائض کی اساس ہیں۔ اگر یہی حالت رہی تو یقیناً نتائج و خیمہ سے عثمانی فوج کا مستقبل دو چار ہوگا، مناسبت کی نسبت میں نے نہایت تاسف کے ساتھ تحقیق کیا ہے کہ ہمارے فوجی افسر بعض سیاسی پارٹیوں



محمود شوکت پاشا میدان قواعد میں فوج کے (سیاسی اشتغال) کے مسئلے پر اہم بیچ دے رہیں۔

پارلیمنٹ میں جب سعید پاشا نے اس خط کو پیش کیا تو پورے دردن تک مناقشہ جاری رہا، لیکن بالآخر اکثریت کے غلبے سے ترمیم پاس ہو گئی اور مطابق قانون اساسی کے سلطان المعظم کے پاس آخری دستخط کیلئے بھیج دی گئی۔

اسی اثنا میں (محمود شوکت پاشا) نے ایک بہت بڑی فوجی قواعد کا حکم دیکر اس مسئلہ پر ایک آخری ناصحانہ لیکچر دیا اور تمام فوجی افسروں کو سمجھایا کہ ملک کی حالت نازک ہو رہی ہے، معض تائید الہی ہے جس نے طرابلس کی کشتی کو ڈوبنے سے بچالیا، ایسی حالت میں قبل اسکے کہ فوجی سزا کی ترمیم کا عمل درآمد شروع ہو، خود فوجی افسروں کو سیاسی اشتغال سے دست بردار ہو جانا چاہئے۔

اس اہم بیچ کا عام طور پر بہت اچھا اثر پڑا، اتحاد و ترقی کے حلقوں میں تعریف کی گئی مگر (طنین) نے لکھا کہ کوئی فوجی افسر اسکے برخلاف نہیں ہے بشرطیکہ حزب الائتلاف اپنی خفیہ تدابیر اور اجانب کے ہاتھوں میں کھلونا بننے سے باز آجائے۔

میں شریک اور سیاسی معاملات و افکار سے داغ پی لیتے ہیں۔ میں عرصے سے اس بارے میں فوج کو متواتر نصیحت کر رہا ہوں، میں نے بار بار اسکے متعلق اعلانات شائع کئے اور عدوت و تنبیہ کیلئے سزائیں بھی دیں، لیکن چونکہ فوجی تعزیرات کے قانون میں اسکے لئے کوئی دفعہ نہیں ہے، اسلئے میرے تمام احکام ضعیف الاثر اور بے نتیجہ ثابت ہوئے اور سپاہیوں کی جسارت بڑھتی گئی، ایسا ہونا ضروری تھا کیونکہ کوئی قانونی تائید میرے ساتھ نہ تھی۔

بیشک، جدید (قانون تعزیرات عسکری) کی ترتیب میں پارلیمنٹ مشغول ہے مگر دیکھتا ہوں تو اسکی باقاعدہ بحث و تدقیق اور تدریجی خواندگی، اور پھر پاس ہونے کیلئے بحالت موجودہ کئی سال درکار ہیں، لیکن حالت کی نزاکت اتنے عرصے کے انتظار کی متحمل نہیں ہو سکتی، پس میں مجبور ہوا ہوں کہ قدیم قانون تعزیرات عسکری پر در ثنی دفعات کی ترمیم کا مسودہ پیش کروں، ان دفعات کو اس خط کے ساتھ آپکی خدمت میں بھیجنا ہوں تاکہ مجلس

کیونکہ جنگ طرابلس سے (مسئلہ مصر) کو جو تعلق ہے وہ اٹلی کی مشکلات کی صورت میں انگلستان کیلئے بہت زیادہ نقصان رساں اور پیچیدگیوں پیدا کرنے والا ہے - یہ ظاہر ہے کہ (محمود شوکت پاشا) کا دفتر جنگ کسی حالت میں بھی صلح کیلئے راضی ہو کر تمام ملت بلکہ تمام عالم اسلامی کا غیظ و غضب خرید نہیں سکتا تھا ، انگلستان نے جو شرائط صلح کیلئے پیش کی تھیں اور جنکو (الہلال) نے دوسرے نمبر میں (جون ترک) کی زبان ہی ہم سن چکے ہیں اسکے تو یہ معنی تھے کہ مصر اور مراکش کی طرح طرابلس بھی عثمانی حکومت کا برائے نام زیر اثر قرار دیکر اٹلی کو دیدیا جائے ، برسر حکومت وزارت اور پارلیمنٹ نے اس ذلیل کن صلح کی منظوری سے صاف انکار کر دیا تھا اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا جب ترکی شکست کی حالت میں جان بچانے کیلئے مجبور ہوتی حالانکہ حالت بالکل برعکس ہے ، پس انگلستان نے پیچھلی (حزب الائتلاف) کی طرح اب ایک مرتبہ آور (کامل پاشا) کے بستر پیری سے فائدہ اٹھانا چاہا اور نئی وزارت قائم کر کے اٹلی کو اسکی خود لائی ہوئی ہلاکت و بربادی سے بچانے کی سعی کی (استکباراً فی الارض و مکر السئی) لیکن (ولایحیق مکر السئی الا باہلہ) گو نئی وزارت قائم ہوگئی مگر ناممکن کو ممکن دکھانا آسان نہیں ہے ، کل خود ریوٹر نے یہ خبر شائع کی ہے کہ ” نئی وزارت نے بھی جنگ کو بدستور جاری رکھنے کا فیصلہ کر دیا “

نہ صرف ہمارا بلکہ مصر کے اخبارات کا بھی یہی خیال ہے کہ (محمود شوکت پاشا) کے مستعفی ہونے کی اصلی علت (مسئلہ صلح) کی ریشہ دوانیاں ہیں گو مصالح ملکی کی وجہ سے خود انکو دوسری تاویل کرنی پڑی -

قانون عسکری کی ترمیم اور محمود شوکت پاشا

(حزب الائتلاف و الحدیث) نے اپنے اس دوسرے ظہور میں جس طرح (کامل پاشا) کو وزارت تک پہنچایا ہے ، اور جن اعمال مخفی میں وہ پچھلے دنوں مشغول رہی ہے ، اسکو ہم آگے چلکر یہ تفصیل بیان کریں گے ، اُس وقت ناظرین کو معلوم ہوگا کہ نہ صرف مسئلہ صلح اور انقلاب وزارت ، بلکہ البانیا کی شورش ، مالیسوریوں کے مطالبات اور مناسٹر کی فوجی بغاوت بھی اسی پارٹی کے اسرار و خفایا ہیں اور اجانب کا قریبی ہاتھ انکو آگے رکھ کر اپنا کلمہ کر رہا ہے ، لیکن یہاں ترتیب بیان کو قائم رکھنے کیلئے (محمود شوکت پاشا) کی علیحدگی کے گرد و پیش کے حالات پر ایک نظر ڈال لینا چاہئے - (صادق بے) کی پارٹی کے بعد سے (محمود شوکت) برابر اس سعی میں رہے کہ فوجی عنصر کو سیاسی اشتغال سے باز رکھا جائے اور اس طرح جو ایک فوجی حکومت کا رعب چھایا ہوا ہے اور جسکی وجہ سے ہر وقت نظام حکومت درہم و برہم ہو سکتا ہے اسکا استیصال کلی ہو -

لیکن اس راہ میں سخت مشکلات اور دقتیں یکے بعد دیگرے پیش آتی رہیں ، سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ قانون اساسی میں فوجی عقوبات کی جو دفعات تھیں ان میں کوئی دفعہ ایسی

یہ کہنا ضرور نہیں کہ اُس وقت ترکی کے خیر خواہ کس مایوسی کے ساتھ افریقہ کے عہد اسلامی کے اس آخری نقش قدم کو دیکھ رہے تھے کہ اسی اثنا میں (انور بک) اور چند دیگر نوجوان ترکوں نے طرابلس جانے کی خبریں مشتہر ہوئیں دشمنوں اور دوستوں دونوں نے ہنس کر حقارت کی کہ چند نوجوان ترک جو عربی زبان میں چار لفظ بول بھی نہیں سکتے طرابلس جا کر کیا کریں گے ، مگر چند ہفتوں کے اندر ہی قدرت الہی کی نیرنگیوں نے دینا کو متعیر کر دیا اور تمام حالات جنگ یکایک متغیر ہو گئے -

یہ جو کچھ ہوا فی الحقیقت اتحاد و ترقی کے نوجوان ممبروں ہی کی سعی سے ہوا ، جسقدر عثمانی مجاہد اس وقت طرابلس اور برقہ کے مختلف حصوں میں چالیس کھنڈر مسلمانوں کی عزت سنبھالے ہوئے ہیں ، وہ سب کے سب تقریباً اتحادی ہیں -

ملک کیلئے یہ عظیم النظیر جان فروشی بے اثر نہ تھی - یہ واقعہ بھی حزب الائتلاف کی ناکامی کی ایک بہت بڑی علت ثابت ہوا اور انجمن کی تمام شکایتوں کو لوگ بھول گئے - عارضی سکون اور خاموشی

اسکے بعد سیاسی جماعتوں کے جنگ و جدال میں ایک عارضی

سکون و سکوت پیدا ہو گیا ، گویا یہ ایک مہلت جنگ تھی :

یعنی آگے بڑھیں گے دم لیکر -

جنگ طرابلس نے سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا ، اور یہ قاعدہ ہے کہ دروازے پر ڈاکو کا گروہ پہنچ جائے تو گھر کے اندر کی سخت سے سخت لڑائیاں بھی موقوف ہو جاتی ہیں - فی الحقیقت جنگ طرابلس کے صدھا نتائج مفیدہ میں سے یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے کہ عین پارٹیوں کے نزاع و مخدش ترین موقع پر جبکہ نہیں معلوم حالات کس درجہ ملک کی سلامتی کو خطرے میں ڈال دیتے ، اس جنگ نے ظاہر ہو کر ایک عام اندرونی صلح قائم کر دی اور ملک ایک سب سے بڑے مہلک خطرے سے محفوظ ہو گیا -

جنگ بعد از صلح

لیکن گذشتہ ہر ہفتوں کے اندر یکایک انقلابی خبروں سے دنیا دو چار ہوئی ، پہلے (محمود شوکت پاشا) مستعفی ہوئے ، اور پھر وزارت کی تبدیلی سے اتحاد و ترقی اپنے تئیں ایک سخت شکست کی حالت میں پانے لگی ، شاید اسکے اصلی اسباب کے متعلق عرصہ تک انتظار کرنا پڑتا لیکن (کامل پاشا) کا بستر پیری سے اٹھ کر پھر باب عالی میں آنا ، اسکے وزیر اعظم ہونے کی افواہ ، اور پھر فوجی مجلس کا سلطان سے اسکی وزارت کا مطالبہ ، ان حالات نے خود بخود اندرونی اسباب و علل کو بے نقاب کر دیا اور اب اس انقلاب پر بحث کرنے والا مشکلات سے آزاد ہے -

در حقیقت اب اس انقلاب کے جغرافیہ میں قسطنطنیہ کے ساتھ افریقہ کو بھی ملا دینا چاہئے اور جنگ طرابلس کے آخری میں الدول حالات کو سامنے رکھ کر اسکا مطالعہ کرنا چاہئے -

اٹلی نے مسئلہ صلح کے متعلق جو ریشہ دوانیاں مضطربانہ شروع کر دی ہیں ان میں یقیناً سب سے زیادہ انگلستان کا ہاتھ ہے

جند سے اربن لکھنا چاہتے تھے مگر بات کہانے کہاں پہنچ گئی :
رات اور زلف کا یہ افسانہ قصہ کوئی بڑی کہانی ہے

مصر کی حزب الوطنی کے مصائب

ریورٹر نے جس مصری سازش کی خبریں شائع کی تھیں
پچھلے درہقے کی مصری ڈاک میں اس کے تفصیلی حالات آگئے ہیں
مگر افسوس کہ قلعہ گنجائش سے مجبور ہیں -
یورپ نے اپنی حکومت 'غلامی' اور تہذیب و تمدن کے
ساتھ اور جو نئی تعلیمات دی ہیں 'ان میں ایک اصل اصول'
آزادی کیلئے خونریزانہ جدوجہد ہے' ہم کو یہ معلوم نہ تھا اور نہ ہم
اس پر عمل کرنا انسانیت کا مقتضی سمجھتے ہیں' مگر اس نے اپنی
تاریخ اور اپنے خونیں انقلاب کی داسنانیں پڑھا کر مشرق کو یہ راستہ
بھی دکھلادیا (مرحوم مصطفیٰ کامل پاشا) تک مصر میں وطنی
جدوجہد قلم تک محدود تھی' لیکن (حادثہ دانشواے) کے بعد
سے ایک نیا دور اسپر طاری ہوا اور ہندوستان کے پچھلے واقعات اور
علی الغصص انگلستان میں (دھینگرا) کے مشہور خونریزانہ اقدام نے
وہاں کے نوجوانوں کو نیا راستہ دکھلادیا' اس سلسلے کا پہلا واقعہ
(غالی پاشا) کا قتل تھا -

لیکن اب مصری گورنمنٹ مدعی ہے کہ خدیو اور لارڈ کچنر کے
برخلاف ایک تازہ سازش کی گئی تھی' اس جہم میں بیٹے (شبرا)
کے قہر خانے سے تین نوجوان پکڑے گئے' امام واکد 'محمود طاہر عربی'
اور محمد عبدالسلام' آخر الذکر شخص (الوا) میں مضامین لکھتا
تھا اور ریورٹر کی پہلی تاریخ پر پتھر پھینک کر ہٹلر کا خیال ہوا تھا'
لیکن بعد میں پولیس نے مصطفیٰ پاشا کے مدرسہ کی تلاشی لی'
انکے چھوٹے بھائی حسن حسنی افندی کو بھی گرفتار کر لیا' اور بڑے
بھائی علی فہمی کامل مالک اللوا کے یہاں تلاشی لیکر ایک
آہنی صندوق سے کاغذات بھی لیگئی' مجرموں کے پاس سے (بندے
ماترم) کے پرچے بھی نکلے ہیں' جو (جنیوا) سے اب شائع ہوتا ہے'
انکی تصویریں بھی پولیس نے اپنی منزل کے ساتھ شامل کر دی ہیں
جسکے نیچے فخر و ادعا' اور خفیہ منصوبوں کی طرف اشارہ کرنے والے
اشعار درج ہیں -

پولیس نے نہایت چالاکي اور ہشیاری سے ان لوگوں کا سراغ
لگایا' یہ لوگ کبھی اسکندریہ میں در فرانسیسی شعصوں سے
ملنے جاتے تھے' کبھی مصطفیٰ کامل کی قبر پر جمع ہوتے تھے و
اور کبھی شہر سے باہر دیوانوں میں پائے جاتے تھے - (شبرا) کے
قہر خانے میں پولیس کے افسر عرب دھقانیوں کا بیس بدلتا چلے
گئے اور دوسرے کمرے میں بیٹھ کر تمام باتیں سنیں اور پھر جب یہ
لوگ وہاں سے نکل کر قریب میں بیٹھ گئے تو چند کانستبلوں کو اشارہ
کر کے گرفتار کرادیا' انکے پاس سے (رائفل) بھی برآمد ہوئی ہے' اہم
رکن اور عبدالسلام کو مشتبہ حالت میں اس وقت دیکھا گیا تھا'
جب لارڈ کچنر قاہرہ کے اسٹیشن پر سفر یورپ کیلئے جا رہے تھے - اللوا
اور العالم کے مضامین سے معام ہوتا ہے کہ اس موقع پر پورے ثبات
و عزت سے قلم ہیں -

آج بیس سوالات ہیں جو مسلمانوں کی نسبت بمقابلہ اقوام
معاصر خود ارکان کالج پبلک میں لائے ہیں اور ہمارا پانچ چھ سال سے
یہ عقیدہ ہے کہ سب کا جواب ایک ہی ہے - کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں
میں انگریزی تعلیم ہندوؤں کے مقابلے میں کیوں بے اثر ہے؟ ہندوؤں
جیسے قابل اشخاص کیوں نہیں پیدا ہوتے؟ سحریدان اسپیکر اور
جادو نگار اہل قلم کیوں ہم میں عنقا ہیں؟ ایثار نفس اور فدویت
کی جو مثالیں بکثرت ان میں ملتی ہیں' کیوں ہم میں مفقود ہیں؟
ان تمام سوالات کا جواب صرف یہ ہے کہ ہمارے اندر وہ (روح القدس)
نہیں ہے جسکی طاقت بخشیدہ ہے -

دیگران ہم بکند انچہ مسیحا می کرد

دنیا میں دوسری چیزیں ہیں جو انسان کی قوتوں اور امیال
و جذبات پر حکومت کرتی ہیں' مذہب اور پالیٹکس - انہیں
دوسری چیزیں پیدا کی ہوئی روح القدس ہے جو مس کو طلاء خاص
بنادیتی ہے اور ناقابلوں کو جوہر گرانمایہ' لیکن مسلمانوں نے مذہب
کے ساتھ جو کچھ کیا وہ ظاہر ہے اور پالیٹکس کو تو آسم کے باغ عدن
کا شجر منورہ قرار دیدیا کہ (ولا تقربرا هذه الشجرة فتكرونا من الظالمین -)
صرف ایک تعلیم کے سرد اور پامال مسئلہ کو لیکر پیتنا شروع کر دیا اور
اب تک یہ داستان ختم ہوتی نظر نہیں آتی' پھر ظاہر ہے کہ اگر قوت
بیانیہ جوش میں آئے تو کس موضع پر؟ قابلیتیں چمکیں تو کس
اسٹیج پر؟ قلم زور دکھائے تو کس سبکت پر؟ ایثار خود فرشی کا
زورلہ پیدا ہو تو کس کے لئے؟ اخوان وطن میں سرزمین ہند کا سب
سے بڑا فرزند (گوکمل) ابتدا سے ساتھ ستر روئے پر اپنی زندگی وقف
کئے ہوئے ہے اور ایسے بیسیوں ہیں' آجکے (قرطبہ) اور (غرناطہ) کو
آج تک ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جو کم از کم دوسری جگہ کے
اضافہ تنخواہ پر للچائے کی جگہ کالج ہی کی گرانقدر تنخواہوں پر
قناعت کر لے - اسمیں ان لوگوں کا قصور نہیں' سوال یہ ہے کہ کالج
میں کونسی شے ہے جو دلوں کو اپنی طرف کھینچے اور طبیعتوں میں
جوش اور خود رفتگی پیدا کرے؟ آجکے پاس دینے کیلئے کیا ہے جو
دوسرے انکی بہترین مقام مانگتے ہیں؟ خدا بخیل نہیں' اور
ہماری رگوں میں بھی خون ہے جو آؤرنکے اندر دہڑ رہا ہے' لیکن
ساری محرومی اسلئے ہے کہ کوئی فساد نہیں جو نشتر لگے -

اے خواجه درد نیست گرفتہ طیب هست

تاہم ہم نے جب کثرت نہ لی' تو خود زمانے نے چابک کا ہاتھ
سنبھالنا شروع کر دیا' اب حالات خود بخود پلت گئے ہیں' کل تک
جنگ و گالیل دی جا رہی تھیں انہیں کے پس خوردے سے آج اچے
دسترخوان کو رونق دی جا رہی ہے' پھر اصرار اسپر ہے کہ کہانیں کے
توکڑ' مگر گلگلوں کا نام زبان پر نہ آئے - ادھی بات ہے - یہی سہی -
مقصود کلم سے ہے' اگر آپ بغیر منہ بنائے درا پی لیں اور کہیں کہ
درا نہیں' شربت ہے' تو ہمیں اس سے کیا فائدہ کہ خواہ مخواہ دوا
کا نام لیکر آنکھ جھانڈیں -

زاهد امید رحمت حق اور ہجرے سے!

پیلے شراب پیکے گنہگار بھی تو ہو

جنگ باقاعدہ طور پر ان کے حلقے میں شریک، یعنی کامریڈ کا خریدار ہے۔ ہم ان بانوں کو فی نفسہ چنداں اہمیت نہیں دیتے، اگر ایسا ہوا ہے تو ایک اچھے اخبار کیلئے اس سے زیادہ ہونا چاہئے، الموبد وغیرہ نے اگر ترجمے شائع کر دیے تو یہ کونسی عزت بخشی ہے، کامریڈ کو تو انسی ترقی کرنی چاہئے کہ ٹائمس اور پالمال گزٹ اسکے اقتباسات چھاپیں۔

لیکن ہم ان حالات کو دوسری نظر سے دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، مسلمانوں کی دنیا میں بین الملی زبان عربی تھی اور مختلف اطراف عالم کے مسلمانوں میں باہم ذریعہ اتحاد ہونے کے لحاظ سے ایک قدرتی اسپرنگ کا کام دیتی تھی۔ مگر ہندوستان کے مسلمان اب عربی میں چار لفظ بول تو سکتے نہیں، عربی میں اخبار و رسالہ کیا نکالیں گے، ایسی حالت میں غنیمت ہے کہ انگریزی زبان کی عالمگیری کے سبب سے کم از کم اتنا تو ہوا کہ اہل مصر و قسطنطنیہ ہندوستان کے مسلمانوں کے خیالات سے کامریڈ کی بدولت براہ راست واقف ہو سکے اور ایک ذریعہ اتحاد و مباداء خیالات پیدا ہو گیا۔

البتہ مسلمانوں کو اپنی بدبختی پر رونا چاہئے کہ آج اپنے اخوان مصر و عثمانی سے ملنے کیلئے انہیں اپنی تمام زبانیں چھوڑ کر انگریزی زبان کا سہارا ڈھونڈنا پڑا ہے اور حالت اسدرجہ گئی گذری ہے کہ انیسویں کی جگہ اسی کو غنیمت سمجھ کر ہم اسپر خوش ہو رہے ہیں۔

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر ست

رفتن بہ پای مردی همسایہ در بہشت

باز از نجد و از یاران نجد

ابنویہ حال ہو گیا ہے کہ خواہ کوئی بحث ہو، مسلمانوں کی یونٹیکل خودکشی کا مسئلہ ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ (کامریڈ) کو دیکھ کر ان لوگوں کو شرمانا چاہئے جو برسوں سے یہ کہہ کہہ کر قوم کے تمام اعضاء عاملہ کو شل کر رہے ہیں کہ ”مسلمانوں کے لئے ابھی پریلیٹل کاموں کا وقت نہیں آیا“ اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ ”ہندوں کے مقابلے میں ہم میں تعلیم اور قابلیت کا معدوم ہے“ لیکن اگر اپنے تئیں ہمیشہ ایسا ہی ابھارے اور معطل سمجھا جائے گا جیسا کہ برسوں سے یقین کرایا

جارہا ہے، تو وقت تو قیامت تک نہیں آئیگا۔ قابلیت اور صلاحیت بھی عقل عام قرائے انسانی کے ایک قوت ہے اور خارجی محرکات کی محتاج، جب مسلمانوں کے سامنے ابتدا سے کوئی بلند نقطہ نظر اور جوش انگیز مقصد نہیں ہے تو قابلیتیں کیونکر ظہور کریں اور آدمی کیونکر پیدا ہو۔ یہی مسٹر محمد علی ہیں جو ان تمام تعلیمات و ہدایات عالیہ کے مرکز جمود (علی گڑھ کالج) کے تعلیم یافتہ، اور ایک دیسی ریاست کے عہددار تھے۔ چند مضامین اور ایک رسالہ لکھ کر انہوں نے اپنی قابلیت ضرور مغربی تھی، لیکن کوئی بھی انکی موجودہ حیثیت علمی سے واقف نہ تھا، لیکن جب زمانے کے مہلت دی اور قوتوں کو چمکنے کے اسباب میسر آئے، تو آج کوئی نہیں جو انکی انگریزی انشاپردازی اور قوت تحریر و بحث کا معترف نہ ہو۔

لیکن حزب الاتحاد قسطنطنیہ کے برٹش سفارتخانے میں ایذا کم وری ہوشیاری اور مستعدی سے انجام دے رہی تھی، ابھی (محمود شوکت) کی ترمیم پر سلطان المعظم کے دستخط بھی نہیں ہوئے تھے کہ در واقعات ایک ساتھ ظاہر ہوئے، اول تو مسئلہ صلح کی اندرونی ریشہ درانیاں، دوسرا مناسٹر میں بارہ رجمنٹوں کی بغاوت کی خبر کا اعلان، یہ حالت دیکھ کر (محمود شوکت) کو کنارہ کشی کے سوا اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آیا اور انہوں نے معاً اپنا استعفا وزیر اعظم کے پاس پیش کیا، اس کے ساتھ جو چٹھی انہوں نے لکھی تھی اسکا ترجمہ (العلم) میں چھپ گیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

”پچھلے آخری دنوں میں جب اسکی ضرورت محسوس ہوئی کہ فوجی انسرز کو اشتغال سیاسی سے باز رکھنے کیلئے ایک قانون وضع کیا جائے تو اس عاجز نے دو دعوے پیش کیں تاکہ بصورت ضمیمہ قانون تعزیرات عسکری کے قرار دیا جائے، مجلس مبعوثان نے اسے منظور کیا اور مجلس اعیان نے بھی آج اسکو پاس کر دیا، پس اب وہ ایک باقاعدہ قانون ہو گیا ہے، اسکا حکم اب قطعی ہوگا اور عنقریب تمام فوج پر نافذ ہو جائے گا۔“

تین سال ہو گئے کہ میں منصب وزارت پر مامور ہوں، اور اتنے ہی عرصے سے یہ مسئلہ بھی پیش نظر ہے، پس میں مصلحت اب اس میں دیکھتا ہوں کہ اس نئے قانون کے احکام کا نفاذ میری جگہ کسی نئے وزیر جنگ کے ہاتھوں عمل میں آئے۔

نیز گذشتہ ایام میں کثرت اشغال کے سبب سے مجھے بہت محنت کرنی پڑی ہے اور اسکا اثر بھی محسوس کر رہا ہوں پس عہدہ وزارت جنگ سے اب میرا استعفا منظور کیا جائے۔

میں آپ کی خدمت سامی میں اپنا دلی شکریہ اس توجہ و لطف کیلئے بھی پیش کرتا ہوں جو گذشتہ نو ماہ کی معیت میں آپکی جانب سے مجھے پر مبذول رہی ہے، اور آپ سے ہمیشہ ان وسائل کو فراہم کرنے پر ترجیح فرمائی ہے جس سے مجھ کو اپنی ماموریت میں سہولت اور آسانیاں ملتی رہیں۔“

(محمود شوکت - ۹ جولائی)

کامریڈ کی ممالک اسلامیہ میں مقبولیت

ہمارے محب عزیز و جلیل مسٹر محمد علی کا (کامریڈ) روز بروز ممالک اسلامیہ میں جسقدر مقبول ہو رہا ہے، ایک خاص مصلحت سے ہم چاہتے ہیں کہ اسکا ذکر کریں۔

(کامریڈ) ابتدا سے بہت کم عربی اخبارات کو مبالغے کے لئے بھیجا گیا، لیکن تاہم اسکے دلچسپ اور پر زور مضامین نے اپنی جگہ وہاں بھی ڈھونڈھ کر بہت جلد پیدا کر لی، ہم کئی مہینوں سے برابر دیکھ رہے ہیں کہ الموبد، العلم، اور اللوا میں اسکے مضامین کا ترجمہ کیا جاتا ہے اور ابکی ڈاک میں بھی انکے در لیدر (مسلمانان چین و روس) بتغیر زبان موجود ہیں، قسطنطنیہ کے مشہور با وقعت جرنل (ثروت فنون) نے انکے کارٹون نقل کئے اور اب انکا فوٹر بھی چھاپا ہے، اور یہ تو شاید کامریڈ کے نظارین کو معلوم ہے کہ ترکی کا دفتر

شب و روز (انور بک) انہیں اعمالِ مہمہ میں مصروف رہتے ہیں، ایک بہت بڑا زریں اصول انکا یہ ہے کہ ایک لمحہ بھی کسی غیر ضروری یا کم ضروری کام میں صرف کرنا پسند نہیں کرتے، صرف اہم اور مقدم کاموں کا پروگرام ہر وقت انکے سامنے رہتا ہے، اور اپنی زندگی کے بہترین ایام راحت و شباب کو انکی انجام دہی پر قربانی کرتے رہتے ہیں۔

میدانِ جنگ کی طرف سے وہ بالکل مطمئن ہیں، انہیں جسقدر انتظام کرنا تھا کرچکے، جو فوج انکی اشاروں پر اپنی جانبیں قربان کر رہی ہے، اُسکی قوت اور شجاعت پر انکو پورا بھروسہ ہے اور کسی نئی آزمائش کی ضرورت نہیں۔

(انور بک) نے در حقیقت دنیا کو بتلادیا کہ جنگ کے معنی کسی ملک کی تخریب و تہذیب ہی نہیں ہے، اور نہ فوجی شرف کا صرف یہی اقتضا ہے کہ زندگی کو دشمنوں کے دفاع پر قربان کر دے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ ملک کی سعادت و ترقی کے پیچھے اپنی زندگی اور زندگی کی قوتوں کو صرف کر دے۔

(انور بک) نے زریں کی ضرورت کے مسئلہ کو بھی حل کر دیا ہے اور ایک قرش سے لیکر ایک گینڈی تک کے (کرنسی نوٹ) جاری کر دیے ہیں، ابتدا میں بعض لوگ دترے تھے کہ شاید بادیدہ نشیں عرب ان کا خدی سکوں کو دیکھ کر دہم نہو جائیں لیکن تقریباً تمام اہل عرب نے انہیں قبول کر لیا، بلکہ بعض دور دراز مقامات کے قبائل بھی انکے ساتھ شامل ہو گئے۔

یہ انجمن (اتحاد و ترقی) کے کارنامے ہیں، جسے وہ میدانِ جنگ میں بھی نافل نہیں۔



مراکش کا ملت فروش فرمانروا (مولائی حفیظ)

شیخ المجاہدین، محبوب الاسلام والمسلمین

البطل العظیم غازی انور بک

متع اللہ الاسلام والمسلمین یحفظ وجودہ و طول حیاتہ

(۲)

آثار تہذیب و تمدن میدانِ قتال میں

(از الحق)

آجکل طرابلس کیسے متضاد حالات و مناظر کا مجموعہ ہے ! ایک طرف تو تلواروں کی جھنکار اور توپوں کی گھڑ گڑاہٹ سے ہنگامہ دار و گیر ہوا ہے، دوسری طرف اشاعتِ تعلیم و تہذیب، اور نشرِ حضارۃ و مدنیت کے وہ آثار نظر آ رہے ہیں جنکو دیکھ کر یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اس سرزمین میں خونی آلات کو کبھی بھی قدم رکھنے کا موقعہ ملا ہے۔

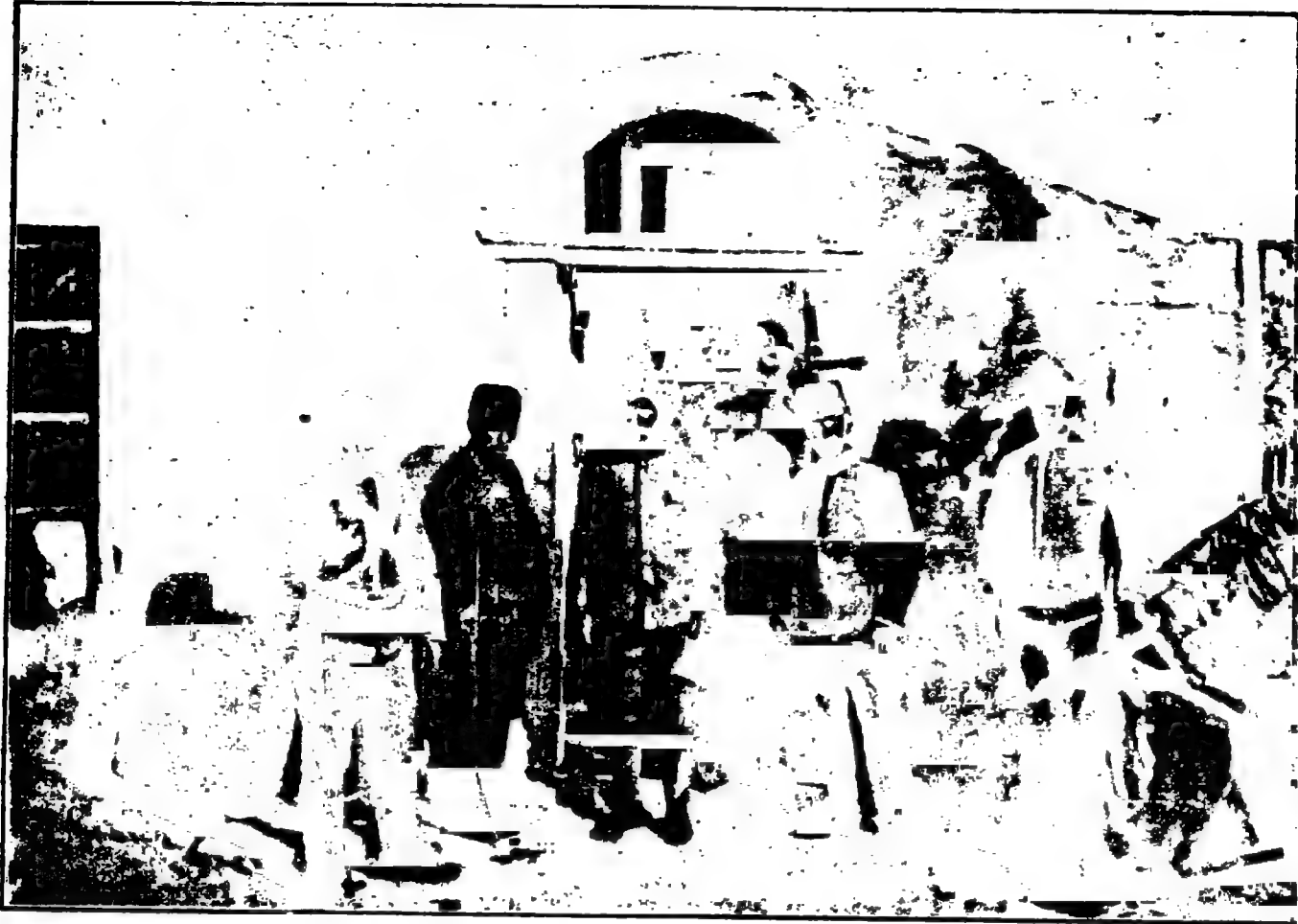
اطالیوں نے ابتدا میں متعدد انجینیر مع تمام اسباب و سامان کے بھیجے تھے تاکہ ساحل سے داخلی مقامات تک ریلوے لائن کے خطوط بچھا دے جائیں اور بڑی بڑی امیدوں کو لیدر تھوڑا سا دم بھی شروع کیا تھا، لیکن وہ سب اُس (عثمانی علم) کے سائے میں مدغم ہو گیا جو اٹالین مورچوں سے چند میلوں کے فاصلے پر نہایت اطمینان اور سکون سے لیٹا رہا ہے !

البتہ (غازی انور بک) ابتدا سے یہاں امن اور قتال، دونوں کے انتظام میں مصروف ہیں، اور جس طرح باوجود کمال بے سرو سامانی اور افلاس کے انکا قتال و جہاد تعجب انگیز تھا، اُس سے ہمیں زیادہ تلواروں کے سایے، گولیوں کی بارش، اور خون کے فواروں کے نیچے آنا امن و سکون کے تعلیمی و تمدنی انتظامات کا جاری رکھنا ایک خارق عادت اور انسانی معجزہ معلوم ہوتا ہے !

لیکن (انور بک) کا وجود ہی معجزہ ہے ! (انور بک) دفاعی انتظامات سے فارغ ہوتے ہی ملک کی تعلیمی حالت کی اصلاح پر متوجہ ہو گئے تھے، انہوں نے اپنے خاص معتمد فوجی افسروں میں سے ایک منتخب جماعت چن لی ہے، اُن میں سے ایک قابل اور یورپ کے سند یافتہ افسر کو (ڈائریکٹر) تعلیم مقرر کیا ہے، ایک خاص صیغہ تعلیم (زراعت) کیلئے قائم کیا ہے، اور ایک (صنعت و حرفت) کی تعلیم کیلئے، ان صیغوں کے مدرے قائم ہو چکے ہیں اور اس نظم و باقاعدگی سے سلسلہ تعلیم و تعلم جاری ہے کہ اگر اس کے تمام حالات دنیا کو سنائیے جائیں تو شاید بہت کم لوگ اعتبار کریں۔

ان مدرسوں کو دائمی طور پر مستحکم کرنے کیلئے ضرور تھا کہ اسانڈہ اور معلموں کا بھی انتظام کیا جاتا، چنانچہ اسی خیال سے حال میں (مدرستہ الصنایع) کے قریب ایک مدرستہ المعلمین (ٹریننگ کالج) بھی قائم کیا گیا ہے اور عنقریب اسکا افتتاح ہوگا۔

ناموران - فہرست



ایک مراسمی مجاہد ایک ہاشمی نشات ہے کمانڈر موسیٰ ہے

اتالین فتوحات ہی خبریں شائع ہوئیں تو یہ بھی وطن سے نکلا اور براہ
ٹیونس عرب بدوئنا بیدس بدلو طرابلس پہنچ گیا، اب وہاں توپ خانے
کا افسر ہے - پلے بنغازی میں تھا، پھر طبرق میں (ادھم پاشا) نے
بلالیا اب زوارہ کے اسلامی کیمپ میں مصروف دفاع و خدمتِ وطن ہے۔



ملازم احمد خیری بک

معزز معاصر (ردیل) نے اس ہفتے (یونیورسٹی) پر جو لیدر
لکھا ہے ہم اُسے برا نہیں پڑھ سکے مگر سرسری نظر سے معلوم ہوا کہ
حق گوئی اور آزادانہ لکھا گیا ہے - جزاء اللہ عنی وعن سائر المسلمین
خیر الجزاء خدا تعالیٰ ہمارے تمام معاصرین کو ایسی ہی حق
گوئی اور آزادی کی توفیق عطا فرمائے کہ وقتِ نازک اور اسلام اپنے
پیروں سے اپنی حق خدمت کا مطالبہ کر رہا ہے -

زوارہ کے عثمانی کیمپ کے افسر

اس گروپ میں (نشات ہے) کیلئے کسی تقرب کی ضرورت
نہیں، ناظرین ابتداءے جنگ سے انکا نام سن رہے ہیں اور جانتے ہیں
کہ اس نامور افسر نے ابتدا کی نازک گھڑیوں میں کس طرح دشمنوں کو
پے درپے شکستیں دیں

انکے ساتھ ہی مشہور مجاہد غزوہ طرابلس، کمانڈر (موسیٰ بک)
کھڑے ہیں، انہی ناظرین بھی بے خبر نہیں، مسٹر (بنیت) اور مسٹر
(میکالا) نے اپنی کتابوں میں انکے کارناموں کا خاص طور پر ذکر کیا
ہے اور یہ اس میدانِ جہاد کے ”سابقین الاولین“ میں سے ہیں
انکی مستقل تصویر جو مسٹر میکالا نے پمسل سے بنائی تھی ہم کسی
آئندہ نمبر میں مع بعض خاص معرکوں کی تفصیل کے درج کریں گے -
تیسرا قابل ذکر شخص ایک مراسمی مجاہد ہے، اسکا نام معلوم
نہیں، مگر اصل گروپ کی کاپی کے نیچے ظاہر کیا گیا ہے، کہ حضرت
غازی (انور بک) کے ساتھیوں میں سے ہے، اور (خمس) نے معرکے
میں یادگار خدمات انجام دیچکا ہے - متع اللہ الاسلام والمسلمین بطول
حیاتہم و حفظ وجودہم من شر اعداء الاسلام والمملہ -

ملازم احمد خیری بک

یہ قسطنطنیہ کے انجینیئرنگ اسکول کا معلم تھا، غازی (انور بک)
کے جانے کے بعد جب طرابلس میں ترکی فوج کی قلت اور ابتدائی

ولایت کی داک

— * —

محمود شوکت پاشا

— * —

محمود شوکت پاشا نے چونکہ وزارت جنگ سے استعفا دے دیا ہے لہذا ڈاکٹر ای - جے ڈیلن نے - جس وقت وہ قسطنطنیہ میں مقیم تھے - خاص طور پر اُسے ملاقات کی اور (ڈیلی ٹیلی گراف) کیلئے یہ مضمون لکھا :-

ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خواہ ترکی کا وزیر جنگ ہو خواہ اٹلی کا، اس جنگ کے متعلق کس قسم کے خیالات ظاہر کریگا، کسی محارب طاقت کا وزیر جنگ آشتی پرست جماعت کے جذبات کا، گو وہ تحسین و آفریں کے لائق ہوں، کہی ہم آہنگ نہیں ہو سکتا - اُسکے لئے ضرور ہے کہ اپنا چہرہ شاد و مسرور بنائے رہے اور اپنے غیر ممکن الحصول توقعات کو بھی اس طرح رونق دیکر دکھالے کہ یقینیات کے درجے تک پہنچ جائیں - جب یہ معلوم ہے تو پھر سوال

اینا میں میں اُسکے کام کے طریقے کو بغور دیکھتا رہا - فی الواقع نہایت دلچسپ طریقہ نظر آیا - میں نے آرورزراے جنگ کو بھی دیکھا ہے کہ وہ لڑائی کے دنوں میں بے انتہا مصروف رہتے ہیں - پس یہ قدرتی امر تھا کہ میں اُنکے ساتھ اسکا مقابلہ کرتا - (محمود شوکت پاشا) کے دفتر میں ایک ہی ملکی افسر حاضر تھا جو چھوٹے چھوٹے مربع شکل کے کاغذات پیش کئے جاتا اور ایک لکڑی کے چمچے سے بالو اٹھا اٹھا کر دستخطوں کی روشنائی پر چھڑکتا جاتا - اکثر مشرقی لوگوں کی طرح وزیر جنگ بھی لکھنے کے وقت میز کو یکپلم آزاد کر دیتا ہے اور اپنی بائیں ہتھیلی پر کاغذات رکھ کر بے تحاشا قلم گھسیٹے جاتا ہے - اُسکی دائیں جانب میز پر (ٹیلیفون) کا ایک (ٹریمپٹ) لٹکتا تھا -

[دولت عثمانیہ کے منجملہ گنتی کے چند ٹیلیفونوں کے یہ بھی ایک ہے - تا حال قسطنطنیہ میں سرکاری ٹیلیفونوں کے سلسلے کا کام کالعدم ہے، لیکن استنبول میں بعض سرکاری دفاتر نے بطور خود اس ایجاد کا استعمال شروع کر دیا ہے امید ہے کہ در تین سال کے اندر



ساحل بیروت پر گولا باری

ساری آبادی اس جدید آلے کو اپنے کاروبار کے لئے مہیا کر لیگی [- دلچسپیوں کا مرکز

جب آخری کاغذ پر محمود شوکت پاشا کا سرطان شکل دستخط ہو چکا تو میں نے سلسلہ سخن یوں شروع کیا :

”آپ اس وقت تمام دلچسپیوں کے مرکز ہیں جنکی طرف تمام عالم کی نظریں لگی ہوئی ہیں“ - اُسنے متبسم ہو کر پوچھا ”یہ کیوں ؟“

میں — ”اسلئے کہ ترکی کے دفاع نے انظار عالم کو اپنی طرف کھینچ رکھا ہے اور اس وقت آپ ہی اس دفاع کے روح رواں ہیں - پہلے انور بک کا وجود جالب انظار تھا، لیکن چونکہ اب تمام جد و جہد جزائر کی سمت منتقل ہو گئی ہے اور عذربیہ اسکا قدم (ازمیر) کا رخ کیا چاہتا ہے، اسلئے وطنی دفاع کا زندہ خلاصہ آپ ہی کا وجود ہے - دنیا اس امر کے جاننے کے لئے مشتاق ہے کہ جب (روتس) اور دیگر جزائر آپ کے قبضے سے نکل چکے تو اب فریقین جنگ کی نسبتی کیفیت کیا ہے ؟“

پیدا ہوتا ہے کہ اُسکو پھر اظہار خیال کی زحمت ہی نہیں دی جائے ؟ لیکن اسکے جواب میں بہت سی معقول وجوہ ہیں -

سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے کہ لوگ اس امر کے جاننے کے لئے بے چین ہوئے ہیں کہ ایسے وقتوں میں اُسکے چہرے کا رنگ، اسکی رفتار کا ڈھنگ اور اُسکی وضع رقعہ ایسی نظر آتی ہے، جب غیر متوقع سوالات پرچے جاتے ہیں اُسوقت انداز جواب کیا ہوتا ہے، آیا اپنے طرز پر بولتا ہے، یا آرا و امیال کی تبدیلیوں کو دھراتا ہے اور یا پھر اپنے رفقاء کے کلمات و جذبات کی ترجمانی کرتا ہے - یہی وجوہ تھیں جو مجھے (محمود شوکت پاشا) تک لے گئیں اور جب میں واپس آیا تو مجھکو یقین کامل ہو گیا کہ میرا ملنا رائگان نہ کیا -

حسب معمول یہ (جنرل) اپنے کشادہ سرخ و سفید وزیبن رنگ کمرے میں بیٹھا بڑی تیزی سے اپنے کاغذات پر دستخط کر رہا تھا - میرے سلام کا جواب دیکر اُسنے کہا ”قدرے توقف“ میں ابھی اپنی خدمت گزاری کے لئے تیار ہو جاتا ہوں - کئی لمحے گذر گئے، اس

اسرائیل طرابلس



عثمانی ہوائی جہاز کی رسم افتتاح قسطنطنیہ میں

(اٹلی) زور شمشیر سے تمام طرابلس و برقه کو فتح کرے ' یا ہمیشہ کیلئے شکست قبول کرے اپنی تمام فوج مع اپنے مطالبات کے یہاں سے بلائے -

ہم تمام اہل عرب چاہتے ہیں کہ عالم اسلامی کے اخبارات ہمارے اس پیغام کو تمام عالم میں مشتہر کر دیں ' اور علی الخصوص قسطنطنیہ اور بڑے بڑے ملکوں کے دار الحکومتوں کو اسکا علم ہو جائے تاکہ وہ مسئلہ صلح کی نسبت بیکار اپنا وقت ضائع نہ کریں -

دس عربوں نے ایک اٹالین مورچے کو درہم و برہم کر دیا

(بنی غازی ۹ جولائی - ۱۰ بقیق) چند راتوں سے اہل عرب نے ایک تکریمی دشمنوں کی تاک میں لگی ہوئی تھی ' بالآخر وہ زیادہ عرصے تک کسی مناسب موقعہ کا انتظار نہ کر سکی ' اور کل دس عرب مجاہد یکایک اٹالین مورچوں میں گھس گئے ' جن دشمنوں سے وہیں مقابلہ ہوا وہ سب کے سب سوار رسالے کے سپاہی تھے اور مجاہدین پیادے ' لیکن تاہم عربی فتح و نصرت کا کلیہ یہاں بھی قائم رہا اور سات دشمنوں کو وہ تیغ کر کے آلات جنگ کی لوت کے ساتھ کامیاب واپس آئے -

ابتداءً ہر موقعہ پر عربوں کا رعب اور دشمنوں کی ہزدائی کام دیکھاتی ہے ' اٹالینوں نے اپنی سوار فوج کے وسط میں جب صرف دس پیادہ عربوں کو دلیری سے لڑتے دیکھا تو انکو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی بہت بڑا عربی لشکر ہے اور اصلی جماعت کمک پر آرہی ہے ' اس تصور کے ساتھ ہی تمام اٹالین مورچوں میں بدحواسی پھیل گئی اور بال امتیاز ہر طرف سے گولے برسائے شروع کر دیے ' نتیجہ یہ نکلا کہ خود اٹالین اپنے ہی گولوں سے ہلاک ہوئے اور عرب تو آؤر کوئی تھا ہی نہیں جو گولوں کی زد میں آتا -

عجیب بات ہے کہ یہ دس مجاہد اتنے بڑے مورچے سے صحیح و سلامت واپس آئے اور انہیں سے کوئی بھی زخمی نہیں ہوا -

مصر کی ڈاک

میدان جنگ سے تار

الموید کے نام

(درنہ ۱ - جولائی ۲ کو بقیق سے روانہ ہوا) دو نئے نامہ نگار یہاں پہنچے ہیں ' موسیو (جوہر) اسٹریا کے ایک مشہور اخبار (نی فری پریس) کا نامہ نگار ' اور موسیو (مولر) (ہرلڈنگ بیلیٹ) کا نامہ نگار جو جرمنی سے نکلتا ہے -

(مسئلہ صلح پر اہل عرب کا اعلان عام)

(بنی غازی ۲ جولائی - بقیق ۳) دول یورپ مسئلہ صلح کی نسبت ریشہ درانیاں کر رہے ہیں ' شاید یہ سمجھ کر کہ بعض شرائط کے ساتھ ایسا ہو جانا ممکن ہے ' مگر انکو یہاں کی حالت معلوم نہیں - اس سے پہلے آپ سن چکے ہیں کہ تمام اہل عرب نے جمع ہو کر عثمانی کیمپ میں کیا معاہدہ کیا ہے ؟ لیکن آج مجھ کو (الموید) کے نام ایک پیغام دیا گیا ہے ' تاکہ آپ اسے اخبار میں شائع کر دیں :-

" عثمانی کیمپ میں تمام عربوں نے بالاتفاق جمع ہو کر اور (قرآن مجید) پر ہاتھ رکھ کر ان لفظوں میں قسم کھائی ہے کہ گو ہزار برس تک بھی جنگ قائم رہے تو بھی ہم ہرگز تلوار نہ رکھیں گے جب تک ہماری سرزمین اٹلی کے کفار و ملاحہ کے قدموں سے بالکل پاک نہ ہو جائے -

دول یورپ باب عالی سے صلح کی نسبت خواہ کچھ ہی گفتگو کرے ' اور خواہ دولت عثمانی کاغذات صلح پر دستخط بھی کر دے لیکن وہ ہمارے لئے بالکل بے اثر ہوگا ' اور ہم اسکو اس طرح سنیں گے گویا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں -

وہ تمام سفیر خانقاہوں کے مشائخ ' اور تمام قبائل عرب کے شیوخ ' جنہیں سے قبیلہ عراقیر ' بخارہ ' درسہ ' عرقہ ' اور عبید کے ساتھ ہزار مسلح مجاہد صرف (بنغازی) میں موجود ہیں ' اور جبل اخضر ' درنہ ' اور طبرق وغیرہ مقامات کے قبائل انکے علاوہ ہیں ' (الموید) کے ذریعہ اعلان کرتے ہیں کہ اب (طرابلس) کے مسئلہ کا حل صرف درہی صورتوں میں ممکن ہے اور کوئی تیسری صورت ممکن نہیں یا تو

علی
عزیز اسرار و قادیان
محکم ترین چپان کیلئے
مستند
ہے

لَا تُقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا لَكُمْ عِلْمٌ إِنَّكُمْ مَعَهُ

لَا تُقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

میر سرتوں عروجی
اصلاحی کتب خانہ لاہور

تمام اشاعت
۷-۱۰ کلاوڈ اسٹریٹ
کلاکتہ

جلد ۱

کلاکتہ : یکشنبہ ۱۱ اگست ۱۹۱۲ ع

نمبر ۵



فہرست

تصاویر

مضامین

۳	جہاز مدینہ میں شہنشاہ انگلستان اور ترکی وفد	۱	شدرات
۸	ترکستان کا امیر المصنن	۳	ایڈیٹوریل نوٹس
۸	زہارہ کا کانڈر موسیٰ بک	۹	ناموران غزوہ طرابلس
۱۲	طرابلس کو جلا وطن اٹالین جہاز میں	۱۲	کارزار طرابلس
۱۳	طبروق کا حملہ	۱۵	عالم اسلامی
۱۵	طرابلس میں اٹالین تہذیب کا ایک خونین منظر	۱۴	شوون عثمانیہ

چھپنے والی جگہ: لاہور

وزیر جنگ — ”اب سے کیوں؟“

میں — ”کیونکہ عام طور پر یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ بحری کارروائی کا خاتمہ جزائر کے قبضے پر ہوا تو جنگ کی بھی نئی صورت قائم ہو جائے گی“

وزیر جنگ — ”آپ لوگوں نے بھی کیا ایسا ہی فرض کر لیا ہے؟ قوم میں جو نئی علامتیں پیدا ہو گئی ہیں وہ آپ کو نظر آتی ہیں؟ میں — ”گزشتہ دسمبر میں جیسی جنگ جو یا نہ ہو رہی تھی اب تک ذرا بھی آسمیں تبدیلی پیدا نہیں ہوئی ہے، بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ جوش اور ہوا نظر آتا ہے۔ یہ ضرور ایک کھلی ہوئی بات ہے، لیکن کھلی ہوئی باتیں بھی ہمیشہ انقطاعی نہیں ہوتیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ قومیں اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر صرف اپنے لیدروں کے بتائے ہوئے مقامات پر ہی نگاہ رکھتی ہیں اسلئے میں فقط اس بات کے جاننے کا آرزو مند ہوں کہ تازہ حالات پر نظر کر کے آپ نے اپنی رائے میں ترمیم تو نہیں کر لی؟“

وزیر جنگ — ”مطابق نہیں۔ ترمیم کا تو نام بھی نہ لیجئے جب ہم پر حملہ ہوا تھا اسوقت بھی ہم صلح و آسٹی پر مائل تھے اور جب اس ظالمانہ حملے کی کہانی ختم ہو جاوے گی اس وقت بھی ہم صلح ہی چاہیں گے۔ آخر تک دفاع ہی ہمارا شعار رہے گا۔ قدرتی امور (دفاع) ترمیم طلب نہیں ہوتے۔ ہاں سلسلہ عمل میں ترمیم ہوئی تو معلومات میں بھی التزاماً ترمیم ہوگی۔ ہم کو تلوار اپنی نیام میں ڈالنے پر اسوقت مجبور کیا جائے گا جب خود دشمن کی تلوار بھی نیام میں واپس ہو جائے گی“

ہوائی جہاز اور سب مہیروں (تحت البحر کشتیاں)

میں نے کہا ”حملہ عموماً موثر قسم کا دفاع تصور کیا جاتا ہے۔ میں نے آپ کے دشمنوں کو آپ کے طریق جنگ پر اس بنا پر نگاہ چینی کرتے دیکھا ہے کہ آپ لوگوں نے جدید آلات حرب مثلاً ہوائی جہاز (ڈری جیل) اور (تحت البحر) سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ میرے خیال میں آنا ہے کہ کوئی وجہ ضرور ہوگی کہ آپ نے ان ایجادات پر توجہ نہیں کی“

وزیر جنگ — ”جو نکتہ چین اشخاص کہ ہمیں ہوائی جہازوں کے اوپر سے بمب کے گراے پھینک کر بحر ایجین میں غنیم کے جہازوں کو تباہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں، وہ واقف کار اور ماہر فن نہیں ہیں۔ میں ان چیزوں کو جانتا ہوں اور انہیں بالتخصیص غور کر چکا ہوں، میرے غور و فکر کا یہ نتیجہ نکلا کہ آزمودہ اور مقبول عام طریق جنگ پر ثابت قدم رہوں۔ ہوائی جہاز فی گھنٹہ ۱۰۰ کیلومیٹر کی رفتار سے اڑتا ہے۔ اور جب پرواز بہت بلند ہو جاتی ہے تو نشانے پر نسبت ایک چھوٹی سی شے پھینکتا ہے مگر بہت ہی بلندی سے اب بتلائیے کہ مصارف تو بہت اٹھائے جاتے ہیں لیکن ان باتوں سے کچھ سا قیمتی نتیجہ مرتب ہو سکتا ہے؟ ہوائی جہاز پر سے نشانہ لگانا قطعی ناممکن اور یہ لفظ نشانہ اپنے مفہوم رائج کے اعتبار سے شرمندہ معنی نہیں۔ یقین کیجئے اس اتفاقی نشانے کی قیدت گنا دینے کیلئے یہ صرف قیاس ہی نہیں ہے، اسکی صداقت ہم نے

حرفاً حرفاً مشاہدہ بھی کر لی۔ افریقہ کے دامن صحرا میں ہمارے نہایت باقاعدہ اور ہر طرح سے مرتب خیمے ہوائی جہازوں کا نشانہ تھے۔ ہمارے دشمنوں کے لئے حالات گرد و پیش ہماری نسبت زیادہ مساعد اور ہمارے خیمے غیر متحرک اور غیر ساکن ہونے کی وجہ سے عمدہ نشانہ بن سکتے تھے لیکن با این ہمہ حالات اوپر سے بے شمار ہم کے گولے پھینکے گئے مگر ہمیشہ نشانے سے بہت دور جا کر گرے، اور کبھی اس تجربے میں دشمنوں کو کامیابی نہیں ہوئی، پس جو کچھ نتائج آنکھوں نے دیکھے ہیں اس سے ہمیں اپنے دشمنوں کی تقلید کی حرص نہیں ہوتی۔

جرمنی روس اور ترکی

ڈیلی کرائنل کا نامہ نگار [برلن] سے لکھتا ہے: کل افواہ اُڑی تھی کہ اٹلی اور ترکی کی جانب سے کچھ دنوں کے لئے التواے جنگ کا اعلان ہونیوالا ہے۔ لیکن اس افواہ کی تو ثیق نہ تو رہی تھی اور نہ قسطنطنیہ سے اور ترکی سفیر متعینہ برلن بھی اس امر سے اپنی قطعی لاعلمی ظاہر کرتا ہے، تاہم قابل اعتماد حقائق سے معلوم ہوا ہے کہ یہ خبر بے بنیاد بھی نہیں ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ قیصر جرمنی و زار روس کی ملاقات میں ایک مسئلہ ترکی و اٹلی کی جنگ کا بھی تھا۔ لیکن برلن میں ایک اسکے تفصیلی حالت نہیں پہنچے۔ تا حال یقینی طور پر جہاں تک معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ دونوں گورنمنٹیں واپسی امن ہی پالیسی پر کوشاں رہیں گی۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ دونوں شہنشاہوں اور ان کے وزراء نے ایک ایسی اساس ڈھونڈ نکالی ہے جس پر سعی امن کی تعمیر امکان سے باہر نہیں ہے۔ میں نے وہاں افسروں سے سنا ہے کہ دونوں شہنشاہوں نے تخلیے میں غیر معمولی طور پر رازدارانہ صفت عرصے تک جاری رکھی۔

ریوٹر کی تار بوقیاہ

(قسطنطنیہ ۲۹ جولائی) ایوان وزارت نے فیصلہ کر لیا کہ پارلیمنٹ کی برہمی کا انتظام آئینی طریقے سے کیا جائیگا۔ عہد حمیدی کے امریکی معافی

(قسطنطنیہ ۱ اگست) ایک اعلان جاری ہوا ہے جس میں ۱۳۰ جلاوطنوں کو معافی عطا کی گئی ہے۔ انہیں تمام عہد حمیدی کے اُمرا اور افسر بھی ہیں۔ گورنمنٹ نے پارلیمنٹ میں اس مضمون کی ایک تجویز پیش کی ہے کہ سلطان جب چاہیں پارلیمنٹ کو توڑ دے سکتے ہیں۔

ریاستہائے بلقان میں اتحاد

(لندن ۱ اگست) تائیدس کہتا ہے: یہ یقین مضبوط ہوتا جاتا ہے کہ کسی قسم کا قرارداد مابین بلغاریا و سربیا اور بلغاریہ و یونان ہو چکا ہے۔

جزائر البچین

(لندن اگست) ہاؤس آف کامنس میں سراقوردہ گروے نے مسٹر نرول بکسٹن کے سوال کے جواب میں کہا کہ لڑائی بے بعد جزائر البچین پر اٹالین قبضہ ضرور بہت سی بحثیں پیدا کرے گا

[الہلال ایڈیٹر ریکل برٹنگ ورکس نمبر ۷-۱ مکلارڈ اسٹریٹ۔ کلمکتہ سو [ابوالکلام آزاد] نو جواہر شائع کیا]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ

الانوار

میر رسول غر محموی
محلہ کتب خانہ کلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلاکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

ایک ہفتہ وار مضمون سالہ

جلد ۱

کلاکتہ : یکشنبہ ۱۱ اگست ۱۹۱۲ ع

نمبر ۵

شذات

اطلاع

اعلیٰ درجے کی تصویروں کی چھپائی کا انتظام اب قریب تکمیل
ہے، انشاء اللہ آئندہ نمبر سے رنگین تصویروں کا سلسلہ شروع ہوگا اور پھر
عنقریب ایک صفحہ خاص تصاویر کے صناعتی نمونوں کیلئے مخصوص
کردیا جائے گا۔ والامر بیدہ سبحانہ و تعالیٰ -

ہمارے لئے ایک سب سے بڑی مشکل رسالے کی موجودہ ضخامت
ہے، ہم چاہتے ہیں کہ ہر نمبر مختلف قسم کے مضامین اور مباحث
کا مجموعہ ہو، اور اسی لئے ہم نے ابتدا سے مضامین کے مختلف
ابواب معین کر دیے، ایڈیٹوریل نوٹس کے علاوہ ایک باب (مذاکرہ علمیہ)
ہے، اس کے نیچے علمی اور مذہبی تحقیقات کے مضامین ایک خاص
اصول و رنگ کے درج کرنا چاہتے ہیں، علی الخصوص ان غلط فہمیوں
کی نسبت، جنہوں نے برسوں سے قرآن و حدیث کے اصحابی حقائق
و معارف پر پردے ڈال دیے ہیں، پھر (احرار اسلام) کا عنوان ہے اور
اس کے سلسلے میں پہلے قرآن کی حریت عمومی کو دکھلا کر اسلام کے
نامور احرار کے حالات و حدیث، بخش کارنامے شائع کرنا چاہتے ہیں،
انتقاد، مدارس اسلامیہ، اور عام شرع اسلامیہ بھی ضروری عنوان
ہیں جنہیں سے کچھ نہ کچھ ہر نمبر میں ہونا چاہئے (مقالات) ایک
مستقل باب ہے اور تمام عنوانوں میں سب سے زیادہ اہم، لیکن
موجودہ ضخامت کے اندر چند عام پسند ابواب بھی کافی طرز پر نہیں
آسکتے، ان سب کی کہاں گنجائش؟

ہر ہفتے قلت گنجائش کی سخت روحی تکلیف ہم سے دوچار
ہوتی ہے، خیالات کے طوفان دل و دماغ سے آہٹے ہیں لیکن ساحل
لب سے ٹکرا کر واپس چلے جاتے ہیں، جس طرح کا جنرل ہمارے پیش
نظر ہے، اس کے لئے کم از کم موجودہ ضخامت سے دوگنی ضخامت ہونی
چاہئے، لیکن افسوس ہے کہ موجودہ ضخامت کے مصارف ہی کی
طرف سے اطمینان نہیں، اس کی افزائش کا خیال کیونکر کریں؟ اپنے اوپر
ایک قربانی فرض کر لی ہے اور اس کو کئے جارہے ہیں، اس کا علاج تو یہ تھا
کہ پبلک کو اپنے گرام مصارف دکھلا کر قیمت سے مقابلہ کرتے اور پھر
اور نہیں تو کم از کم توسیع اشاعت کی فغان سنجیاں ہی شروع کر دیتے،
لیکن الحمد للہ کہ جیب کو مفلس ہے مگر دل مفلس نہیں ہے،
ہمارا اعتماد صرف اس کی ذات پر ہے، جس نے اپنے در کے سائلوں
کو پہلے ہی دن یہ کہہ کر مطمئن کر دیا تھا کہ: ومن یتوکل علی اللہ
فہو حسبه۔ پس ہم کسی انسان کے آگے اپنی ضروریات کیلئے ہاتھ
پھیلانا نہیں چاہتے گروہ حق اور معارضے کے ساتھ ہی کیوں نہں، ہمارے
وہ احباب جو موجودہ ضخامت پر قانع نہیں، چند دنوں اور انتظار
فرمائیں انشاء اللہ عنقریب ہم خود کسی نہ کسی طرح آٹھ صفحے
آور بڑھادیں گے، اگر لوگ ہماری تلخ اور کڑوی باتیں سننا پسند کریں،
تو ہمارے پاس کہنے کیلئے کوئی کمی نہیں، بلکہ سچ پوچھئے تو انہیں
سننے کا اتنا شوق نہوگا جتنا کہنے کیلئے ہم بیقرار ہیں۔ واللہ المستعان
وعلیہ التکلان۔

مولوی عبدالکریم صاحب (نشرت) بھیرا مارا (اے - بی - ایس
ریلوے) سے لکھتے ہیں:

میر (کامریڈ) کا بھی خریدار ہوں۔ اس کی ابتدا سے بارہ زریوہ قیمت
رکھی گئی لیکن باوجود اس کے پچھلے سال انہیں ایک معتدبہ رقم کا

اردی کہ آتشبازی تو ایک بہترین اسلامی شغل اور مفید ترین وطنی صنعت ہے۔ مخالفین اور اس پر شرعی دلائل کی تلاش ہوئی اور اب روایات فقہیہ اور علما کے فتوؤں کی جستجو ہو رہی ہے، دنیا جانتی ہے کہ ہم اپنے پرائیوٹ خیالات میں ایک لمحہ کیلئے بھی شیخ صاحب یا میان صاحب سے متفق نہیں ہو سکتے، لیکن یہ کس مذہب اور کس اخلاق کی تلقین ہے کہ جس شخص سے ایک معاملے میں اختلاف ہو جائے تو پھر اس کی ہر بات کی مخالفت کی جائے؟ اسلام اس سے بہت بلند ہے کہ وہ اپنے پیروں کے انار اور پہلچھڑی چھوڑنے سے خرس ہو اور یہ کوئی ایسی پیچیدہ اور مختلف فیہ بات نہیں ہے جس کے لئے قرآن و حدیث کی روق گردانی کی ضرورت ہو، اسلام ہر اس شے کا جو دین و دنیا میں کار آمد نہر یا اسراف و لہو و لعب کا آلہ ہو سخت سے سخت دشمن ہے رہ اپنے پیروں کو صرف اعمال صالحہ میں منہمک دیکھنا چاہتا ہے، ومن الناس من یشترون لہر الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم (۵: ۳۱) میں ہم تو ان تمام باتوں کو داخل سمجھتے ہیں۔

اگر فی الحقیقت میاں محمد شفیع اور شیخ محبوب عالم صاحب اس سال اس مہلک اور مضر رسم کو کم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں تو ہم انکے ممنون ہیں اور مسلمانوں کو بھی ہونا چاہئے۔

تعمیر بصرہ کا ارادہ

گو ”خرابی بصرہ“ کے بعد اسکی تعمیر مکمل ہو، لیکن تاہم خوش ہیں کہ اب بعض لوگوں کو اسکا خیال ہو چلا ہے، ایک دو صاحب ایفٹ کی تلاش میں نکلے ہیں اور کئی ایک گارا چرنا بنانے میں مصروف ہیں۔ علی گڑھ کا نیم سرکاری اخبار (البشیر) ایک تازہ اشاعت میں لکھتا ہے:

”پچھلے سال ہماری رائے تھی کہ مسلم یونیورسٹی کے لئے جس قسم کی شرائط گورنمنٹ تجویز کرتے اس کو منظور کرنا اور گورنمنٹ کی مہربانی پر بھروسہ کرنا لازم ہے۔ مگر تقسیم بنگال کی منسوخی کے بعد سے ہماری یہ رائے ہوئی ہے کہ جب تک اظہار رائے کی قانونی آزادی ہم کو حاصل ہے بلا اس خیال کے کہ گورنمنٹ ہم سے خوش ہوگی یا نا خوش اپنی قومی ضروریات کو ظاہر کرتے رہیں۔ * * * علیگڑھ کالج کی موجودہ آزادی کو ہم اس لیے قربان کر رہے ہیں نہ ہماری تعلیمی رکارتیں دوز ہوں۔ مگر جبکہ چارٹر لینڈ سے زیادہ رکارت پیدا ہوگی تو ہم کو ایسی یونیورسٹی کو دور سے سلام کرنا چاہئے۔“

مولوی بشیر الدین صاحب یقین فرمائیں کہ ہم اس حدتہ جانکاہ میں آنے دلی ہمدردی رکھتے ہیں، موت سب کو پیش آنے والی ہے، لیکن

حسرت ان خنجروں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

افسوس کہ انکی وفادارانہ اور عقیدت مندانہ پالیسی پر یوزی طرح ایک گرمی بھی نہیں گذری اور یونیورسٹی کی قریبہ دستگاہوں کی طرح اپنے پلے موسم بہار ہی میں دنیا سے چل بسی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون لیکن کیوں جذبات! سعدی کے اس مشہور شعر کا پہلا مصرع یاد ہے؟

لیک بعد از خرابی بسیدار

لیکن معزز معاصر (پیسڈ اخبار) کے انداق کے موت کچھہ اور تذکرے بھی چھیڑ دیے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ یہ سب سچ ہے اور اخبار نویسی کا فرض یقیناً امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے لیکن ”جو اخبارات ہر روز ان لوگوں کو گالیاں دیتے ہیں جو انکے ہم خیال نہیں یا انکی غلطیوں پر انہیں تڑتے رہتے ہیں وہ کہاں تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حق ادا کرتے ہیں“

لیکن ہم اس عبارت کا مطلب بالکل نہ سمجھ سکے، عربی زبان میں تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مطلب یہی ہے کہ ”بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا“ پس ”غلطیوں پر تڑکنا“ تو ایک ایسا عمل ہے جو ٹھیک ٹھیک ”نہی عن المنکر“ کا فرض ادا کرنا ہے، پھر نہیں معلوم ہمارے دوست نے اسکا مطالب کیا قرار دیا ہے کیا انکے عقیدے میں غلطیوں کی ہمت افزائی کرنی چاہئے اور ”تڑکے رہنے“ کی جگہ صلہ و تحسین کا مستحق سمجھنا چاہئے؟

”لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ عجب نہیں یہ کاتب کی غلطی ہو“ اصل میں عبارت یوں ہوگی:

لیکن جو اخبارات ہر روز ان لوگوں کی مدح و ثنا کرتے ہیں جنکے آٹکے بعض اغراض شخصہ وابستہ ہیں، اور کبھی انکی غلطیوں پر انہیں تڑکتے نہیں، وہ کہاں تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حق ادا کرتے ہیں؟

کاتب صاحب درمیانی عبارت چھوڑ گئے اور پھر مصحف صاحب وقت کی قلت کی وجہ سے تصحیح نہ کر سکے اسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ پتھر کی چھیلائی کو اب خیر باد کہنا چاہئے، ناسمجھہ کاتبوں کی وجہ سے ہمیشہ اس طرح کی غلطیوں اور عبارت کے معارف ہوجانے کا خوف لگا رہتا ہے اور پھر کاپیوں کے خراب ہوجانے کے قدرے روزانہ اخبارات تصحیح بھی نہیں کر سکتے اگر پیسہ اخبار ٹائپ میں چھپنا تو فوراً یہ سطور بدلدی جاتیں اور غلطی کی اصلاح ہوجانی۔

آگے چلکر انہوں نے بعض امداد لینے والے اخبارات کو تصریح کے ساتھ گنایا ہے اور اسمیں ہمارے مقامی معاصر (کامریڈ) کو بھی الزام دیا ہے کہ ”وہ بعض ہمدردان قوم سے سب سڈی لینے میں کوی ہرج نہیں دیکھتا“ ہم کو جہاں تک معلوم ہے غالباً کامریڈ نے کوئی رقم بطور مالی امداد اور رئیسانہ عطیات کے تو نہیں لی ہے البتہ ہڑھائیفس سر آغا خاں اور راجہ صاحب محمود آباد کے کچھ روپیہ اسلیے دیا ہے کہ اُسکے ذریعے سے کم استطاعت طلبا کو کامز کم قیمت پر دیا جاسکے اور وہ اصلی قیمت میں سے جتنے روپیوں کی طلبا کے ساتھ تحقیق کریں اُسقدر روپیہ ان صاحبوں کی طرف سے وصول سمجھ لیا جائے تاکہ دفتر کو نقصان نہ ہو، عام عطیات اور اس طریق میں ضرور فرق ہے۔

کچھہ دنوں سے پنجاب کے اخبارات میں شب بدات کی آتشبازی کا مسئلہ چھڑ گیا ہے۔ شیخ محبوب عالم صاحب اور میاں محمد شفیع وغیرہ نے کہشور صاحب سے ملکر بند کرانے کی کوشش کی، پارٹی فیلنگ تو بیشتر سے موجود تھا، انکے مخالفوں نے اسکی بھی مخالفت

فرض کر لے گئے تھے لیکن پھر بھی کسی طرح کم نے زندہ رہنے دی
اس قیمت میں آمید نہ بندھ سکی۔

جو حساب ہمارے سامنے تھا اس کے لحاظ سے ہم از کم بارہ روپیہ
قیمت ہوتی تو دو ہزار خریداروں کی صورت میں دفتر قائم رہنے کی
امید رکھتا لیکن ہم نے آٹھ روپیے کو بھی بمشکل قبول کیا اور اس کا
اعلان کر دیا۔ خدا تعالیٰ شاہد ہے (پھر معلوم ہوئی رعلا نیتی) کہ اگر
ہمارا بس چلتا تو ہم تو مفت تقسیم کرتے، ان خرید و فروخت کی
باتوں سے ہم فقرا کو کیا تعلق؟ لیکن کیا کیا جائے کہ آجکل اشاعت
مقاصد و خیالات کا آواز کوئی ذریعہ نہیں، مجبوراً رسالہ نکالنا پڑتا ہے اور
جب تک کہ ہم تو اس کو قائم رکھنے کیلئے قیمت کا لینا ناگزیر، ہمارا اعتماد
صرف خدا ہی پر ہے۔ ہم (نشر) صاحب سے بہتر جانتے ہیں کہ
اس طرح اپنے تئیں متانے سے کوئی کم چل نہیں سکتا۔ جب تک روپیہ
باقی ہے لٹاتے رہنے کا، اس کے بعد کام کا کیا حشر ہوگا؟

لیکن میں انہیں اطمینان دلاتا ہوں کہ گرو میں مٹنا چاہوں
لیکن جس نے لے لے مٹنا چاہتا ہوں وہ معامہ کا ایسا کھوتا نہیں ہے کہ
مجھے مٹنے دینا، یاد رکھئے کہ دنیا میں صرف سچائی اور خلوص ہی
میں زندگی ہے، خلوص کبھی ضائع نہیں جاتا، اور سچائی کبھی
نہیں مرتی، اگر میرے دل میں سچائی کا ایک ذرہ بھی موجود ہے
تو میں ایک ایسی طاقت، ایک ایسی زندگی، ایک ایسی غیر فدا
ہستی ہوں جو کبھی مت نہیں سکتی، دنیا کی کوئی طاقت اس کو
متانے پر قادر نہیں، آپ لوگ روز دیکھتے ہیں کہ آگ جلاتی ہے اور
پانی دہراتا ہے اور اس کو نیچر کا ایک ناممکن التبدیل قانون سمجھتے
ہیں، یقین فرمائیے کہ میں بھی اُسکی قدرت اور نصرت کے ایسے ہی
قانون روز دیکھتا ہوں، شاید کبھی آگ نہ جلا سکے اور پانی نہ دہلا سکے
اور یہ ممکن ہے، مگر میرے عقیدے میں یہ تو قطعاً ناممکن ہے کہ
ایک ہستی خدا سے صلح کر لے اور پھر زندگی کے کارزار میں اُسے شکست
ہر: فیالیت قومی معلمون بما غفر لی ربی وجعلنی من الذالین۔
ہمارے دوستوں کو یہ آیت یاد رکھنی چاہئے جس سے بہتر ہمیں کوئی
ماثور رسالہ نے لے نہیں مل سکا: لا تهنوا، ولا تعزوا، وانتم الاعلون ان
کذتم مؤمنین۔

✓ اگر ہم اپنے اندر (ان کذتم مؤمنین) کی شرط پیدا نہ کر سکیں
تو وعدہ الہی کا کیا قصور؟

ہم نے اپنے ایک فیاض لطف فرما رئیس کے عطیے کو شکرے
کے ساتھ واپس کر دیا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ بعض سخت سے
سخت آزاد خیال دوست بھی ہمیں لکھ رہے ہیں کہ جن لفظوں
کے ساتھ واپس کیا گیا ان میں ضرورت سے زیادہ سختی تھی، ممکن
ہے کہ ایسا ہو، لیکن ہم نہایت خوش ہیں کہ ہمارے معاصرین
میں سے تو اکثر نے اس سے اتفاق کیا ہے اور اصل مقصود یہی تھا کہ
ہمارے معاصرین سمجھیں کہ انسان بک سکتے ہیں، مگر انسان
کی رائے اور ضمیر کا شرف نہیں بیچا جا سکتا۔

نقصان رہا، ایسی حالت میں میں نہیں سمجھتا کہ الہال آٹھ روپیہ
میں کیونکر زندہ رہ سکے گا حالانکہ یقیناً اسکی طیاری میں کمربند سے
زیادہ لاگت آئی ہوگی * * * * * پس آپ اس درجہ ایثار تو نہ کریں
کہ کم چل ہی نہ سکے، میرے خیال میں کم از کم بارہ روپیہ تو
ضرور ہی قیمت ہونی چاہئے، اب بھی یہ ممکن ہے، آپ قیمت اگر
بڑھادینگے تو آمید ہے کہ کوئی منصف مزاج آدمی معترض نہ ہوگا،
میں سب سے پہلے اس اضافے کو منظور کرتا ہوں۔ آپ تمام پرچے
میرے نام بارہ روپیہ پر دیے۔ پی پی پی پی پی

اسطرح کے بعض خط چند اور احباب کے بھی آئے اور زبانی تو
بہتوں نے نصیحت کی مگر ہم اپنے دل کا زخم کیونکر دکھلائیں؟ (نشر)
صاحب کے اس لطیف و نوازش کے مضمون میں۔ قیمت تو اب
جو مقرر کر دی ہے وہی رہے گی، اور آپ کو بھی آٹھ روپیہ ہی کا رہی
پی جائیگا، البتہ اردو پریس کے قہر دانوں کی علم بد مذاقی میں اپنے
جو شناسانہ تحسین کی ہے اس کو ہم بہت قیمتی سمجھتے ہیں۔

ہم نے جب الہال کی اشاعت کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے یہ سوال
سامنے آیا کہ مقاصد و خیالات کی جو متاع لیکر بازار میں نکلتے
ہیں، اس کے خریدار ہی کتنے ہونگے؟ نفرت و استکراہ کے سوا ان
خیالات کی قسمت میں اور کیا ہے؟ اسلئے ضرور ہے کہ رسالے میں
کچھ باتیں ایسی بھی ہوں جو (کوئین) کی تلخی پر شکر کی
ایک تہ جمادیں اور اس طرح کم از کم ضمناً ہی ہماری صدائیں
کانوں تک پہنچ جائیں۔

ٹائپ کا تو ہمیں برسوں سے خیال تھا، البتہ تصاویر کا خیال
اُسی وقت ہوا کہ جلب انظار و طبائع عامہ کا ذریعہ ہوگا، لیکن پہلی
مشکل سے مشکل تر سوال یہ سامنے آیا کہ اس انتظام و اہتمام کے
بعد رسالے کی قیمت کیا ہوگی؟

یہ غلط ہے کہ قوم کی قوم مفلس ہو رہی ہے، اسلئے کوئی
قیمتی شے اس کو دینا ہی نہیں چاہئے اور اس کے افلاس اور اپنے زندہ رہنے کی
ضرورت کو پیش رکھ کر ہمیشہ سستا مال ہی بازار میں رکھنا چاہئے،
جو قوم اپنے لڑکوں کی بسم اللہ میں سیکڑوں روپے خرچ کر سکتی ہے
اور ہر چوتھے دن اپنے شرت کی دھلائی ایک روپیہ اور کالر کی چار آنہ
دے سکتی ہے، وہ شاید اچھی اور قیمتی مطبوعات کے خریدنے سے
کچھ زیادہ عاجز نہیں، لیکن مشکل یہ تھی کہ ہم بد قسمتی سے
رسالہ اردو زبان میں نکالنا چاہتے تھے اور ہم سے پیشتر آنے والوں نے
اردو پبلک کو جس ارزانی کا عادی کر دیا تھا، وہ طبیعت ثانیہ کا
حکم رکھتی تھی، لوگ اس امر کے سمجھنے سے بالکل قاصر تھے کہ
ایک وہ ایک سستی چیز کی موجودگی میں کسی گراں شے کی
خریداری جائز نہیں؟

بالآخر ہم نے ہر چند بڑھنے کی کوشش کی مگر پانچ روپیہ بارہ آنے
تے آگے نہ بڑھ سکے، کیا اچھا ہوتا اگر یہی قیمت رکھ سکتی، لیکن جب
مشینیں آکر لگ گئیں، باقاعدہ طرز پر کم شروع ہونے لگا اور ایک صحیح
میزان مضارب سامنے آئی تو بارجودیکہ آمدنی میں دو ہزار خریدار

رہا اخلاقی تلقینات اور اعمال کا اختلاف، تو یہ تو اخلاق کے ہر مسئلے میں درپیش ہے مگر درحقیقت دونوں صورتوں میں کوئی تضاد نہیں۔ اخلاق دنیا میں کسی شے کو فی نفسہ اچھا یا برا بننے کا فیصلہ نہیں کر سکا، اسکی ہر تعلیم نسبت و اضافت سے وابستہ ہے اور اسکی تبدیلی کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ کوئی شے اسکے آئے نہ تو اچھی ہے اور نہ بری، ایک ہی چیز کا بعض حالات میں نام نیکی ہوتا ہے اور بعض حالات میں بدی، یہی حال اس مسئلہ کا بھی ہے، عفو و درگزر، آشتی و محبت، نرمی و عاجزی انسان کیلئے سب سے بڑی نیکی ہیں لیکن کن کے سامنے؟ عاجزوں، درماندوں کے سامنے، نہ کہ ظالموں اور مجرموں کے آگے، ایک مسکین و فلاکت زدہ پر رحم کیجئے تو سب سے بڑی نیکی، اور ایک ظالم پر کیجئے تو سب سے بڑی بدی ہے۔ گرے ہون کر آٹھالیے تاکہ وہ چل سکیں، لیکن اگر سرکشوں کو ٹھوکر نہ لگائیے گا تو وہ گرے ہوؤں کو آڑ گرا دیں گے، قانون کو دیکھئے تو وہ جرم کو روکنے کیلئے خود جرم کرتا ہے، خوں ریزی اسکے سامنے سب سے بڑی معصیت ہے، لیکن خوں ریزی کو روکنے کیلئے وہ قاتلوں کے خوں بہانے ہی میں امن دیکھتا ہے، قاتل کا قتل بدی تھا لیکن عدالت کا فتوئے قتل نیکی ہو گیا۔

ہم نے بغیر کسی ترتیب کے چند جملے پیلا دے کیونکہ یہ اخلاق کے ایسے عام اعمال ہیں جنکو یاد دلادینا ہی کافی ہے، پس جو لوگ کہتے ہیں کہ ہر انسان اخلاقاً نرمی و آشتی اور محبت و عفو کا مستحق ہے اور کسی کا برائی کے ساتھ ذکر کرنا اخلاق کے اصول کے خلاف ہے، وہ اخلاق کے نام سے ایسی سخت بد اخلاقی کی تعلیم دینا چاہتے ہیں جس پر اگر ایک لمحے کیلئے عمل کیا جائے تو دنیا شیطان کا تخت گاہ بن جائے، نیکی و اعمال صالحہ کا نظام برہم برہم ہو جائے، قانون، اخلاق، مذہب، حسن و قبح کی تمیز اور نور و ظلمت کی تفریق، کوی بھی خدا کو خوش کرنے والی چیز دنیا میں باقی نہ رہے۔

یاد رکھو کہ ہر محبت کیلئے ایک بغض لازمی ہے، اور کوئی عاجزی نہیں کر سکتا جب تک کہ متکبر و مغرور بھی نہ ہو، نیکی کو اثر پسند کرے تو اسکی خاطر بدی کو برا کہنا بھی بڑا اور خدا کو خوش رکھنا چاہتے ہو تو شیطان کی دشمنی کی پروا مت کرو۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ اسکے لئے فیصلہ کن حدود معین ہونے چاہئیں، نرمی و آشتی اور عفو و درگزر کے مقامات کیا کیا ہیں، اور سخت گیری و پاداش و انتقام کا حق کس موقع پر حاصل ہوتا ہے؟

عام اخلاق کے اصول بھی ان سوالوں کا جواب شاید دے سکتے ہیں، مگر ہم تو دنیا کی ہر شے کو مذہب ہی میں دھونڈھتے ہیں اور پھر اسکے بعد نہیں جانتے کہ دنیا میں آؤ کیا کیا جاتا ہے؟ ہمارے ہاتھ میں قرآن کریم ایک اہم میسر، تبییناً لکل شیء، بیان للناس، نور و کتاب مبین، اور انسان کے ہر اختلاف و نزاع کیلئے ایک حاکم ناطق ہے، اور پھر اسکا عملی نمونہ اور وجود ظاہری اسکے حامل

ہاتھ کبھی نہ تیکے، شرف و بے پرستی کے اس عام سکون میں اگر کوئی صدائے توحید خلل انداز ہوئی ہے تو ہر طرف سے اپنے ایک قدیمی پیشرو کی طرح: لئن اتخذت اله غیري لاجعلنک من المسجورین [اگر میرے سوا کسی دوسری ذات کو تو نے اپنا معبود بنایا تو میں تجکو قید کر دوں گا ۲۱: ۲۱] کا غل مچ جاتا ہے، اور صرف یہ معبودان باطل ہی نہیں بلکہ انکے پرستار بھی چاروں طرف سے توت پڑتے ہیں، یہ ایک قدیمی سنت ہے اور دنیا میں جب کبھی سچائی آئی ہے، تو اسکو ہمیشہ ایسے ہی لوگوں سے مقابل ہونا پڑا ہے: فما کان جواب قرمہ، الا ان قالوا حرقوه وانصروا الہکم ان کنتم فاعلین (۲۱: ۲۸) ایسے موقوفوں پر عموماً اخلاقی مواعظ سے کلم لیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ بڑے آدمیوں پر حملہ کرنا انسانیت اور تہذیب کے خلاف ہے، گالیوں دینا کوئی اچھی عادت نہیں، اختلاف رائے ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے، یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ مخالف آرا رکھنے والوں کی تذلیل و تحقیر کی جائے، پھر اگر ایسا کرنے کیلئے آپ مجبور ہیں تو ذرا لہجہ نرم کیجئے اور شکایت بھی کیجئے تو شکر کے لہجہ میں کیجئے، نرمی اور محبت سے کلم نکلے تو سختی دکھانا شان شرافت نہیں۔

آجکل بھی نہ ہشیاری و بیداری کی نہیں تو خمار و سرشاری کی ایک کڑت تو مسلمانوں کے ضرور بدای ہے: نکتہ جیلوں کی زبانوں کو ایسے ہی ظاہر فریب اور اخلاق نما جملوں سے بند کیا جا رہا ہے، پس ہم چاہتے ہیں کہ سب سے پہلے اصول اس مسئلے پر غور کریں کہ فی الحقیقت اس بارے میں کوئی فیصلہ ہمارے پاس ہے یا نہیں؟ کسی کو برا کہنا یقیناً اچھی بات نہیں، دل محبت کیلئے ہے نہ نہ عداوت کیلئے، لیکن کیا ایسی صورتیں بھی ہیں جنمیں یہ برائی ہی سب سے بڑی نیکی اور بھلائی ہو جا سکتی ہے؟

سب سے پہلے اسے اخلاق کے عام اصول کے لحاظ سے دیکھئے جب بھی فیصلہ صاف ہے، دنیا میں جس دن اخلاق نے کہا کہ نیکی کو نیک اور نیک عمل کو اچھا کہو کیونکہ بغیر اسکے دنیا میں نیکی زندہ نہیں رہ سکتی، اسی وقت اس نے ضمناً یہ بھی کہہ دیا کہ نیکی کی خاطر بدی کو برا اور بد عمل کو قابل نفرت سمجھو کیونکہ نیکی کو اسکا حق تحسین مل نہیں سکتا جب تک بدی کو اسکی سرزنش اور نفرت نہ مل جائے۔

زیادہ غور کیجئے تو یہ ایک قدرتی اور عام معمول بہ بات ہے تو اسکا اپکر حس نہر، دنیا میں اخلاقی محاسن فی الحقیقت ایسے اعراض ہیں، جو بغیر کسی اضافی تعلق کے کوئی وجود مستقل نہیں رکھ سکتے۔ یہی سبب ہے کہ انکا فیصلہ قطعی ہمیشہ سے مشکل رہا ہے اور اب بھی مشکل ہے۔ پس ان محاسن و فضائل کا اگر کوئی وجود ہے تو صرف انکے اعداد کے تقابل ہی کا نتیجہ ہے، جب تک فضائل انسانی کو نمایاں نہ کیجئے گا، فضائل انسانی جزو پذیر نہ ہونگے، اسکے لئے روشنی اور تاریکی کی مثال شاید فہم مقصد میں معین ہو کہ روشنی کا وجود صرف تاریکی کے وجود ہی کا نتیجہ ہے۔

المتلا

۱۱ اگست ۱۹۱۲

نیکو کا علم
الامر بالمعروف والنہی عن المنکر

الحب فی اللہ و البغض فی اللہ - السانت عن الحق شیطان اخرس

کذمت خیر امة اخرجت للناس ، تاملون بالمرء و تاملون
عن المنکر و تاملون بالہ - (۱۰۶ : ۳)

(۱)

ایک اصولی بحث

سچ یہ ہے کہ پل صراط کی راہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور اس کے نیچے آتش جہنم کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ لیکن اس کا سامنا صرف قیامت ہی کے دن پر کیوں اٹھا رکھا جائے؟ (الدنیا مزرعة الآخرة) آج دنیا کے سفر میں بھی پل صراط ہر شخص کے سامنے ہے۔

یہ پل صراط در حقیقت (اخلاق) کی دشوار گزار راہ ہے، جذبات و امیال انسانی کے اعتدال کا لایمکن مسئلہ ہی اصلی پل صراط ہے، بال سے زیادہ باریک، تلوار کی دھار سے زیادہ تیز اور اس کے نیچے ہلاکت و برداسی کا قعر، آدم کی اولاد میں سے کوئی نہیں جس کو اس پر ایک بار نہ گذرنا ہو: و ان مذمم الا وادھا، کان علی ربک حتماً مقضیاً [تم میں سے کوئی نہیں جو اُس پر تہ نہ گذرے، یہ ایک وعدہ اور فیصلہ ہے جس کو خدا نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ ۱۶ : ۷۲]

اخلاق کے سنیکڑوں مشکل مسائل میں سے ایک مشکل تر مگر اصولی مسئلہ حب و بغض، تولا و تدرا، تحسین و تذلیل اور عفو و انتقام کا بھی ہے، ایک طرف اخلاق حکم تلقین کرتا ہے کہ دل کو محبت کیلئے مخصوص کر دو کہ اس گھر کیلئے یہی قانون موزوں ہے، انیس سو برس پیشتر کا ایک اسرائیلی واعظ کہتا ہے کہ: دشمنوں کو بھی پیار کرو، کیونکہ اگر صرف چاہنے والوں کو چاہا تو تمہارے لئے کیا اجر؟ اخلاق کے اولین اور سامنے کے سبق یہی ہیں کہ پیار کرو، خائنوں بنو، کسی سے بغض نہ رکھو، سب کی عزت کرو، انسان کی انسانیت کا بغیر تفریق ادب کر، اور جس کو سامنے دیکھو سر جھکا دو، سوسائٹی کے بھی صدیوں سے ان تعلیموں کو اعتقاداً قبول کر لیا ہے اور اصطلاحی اخلاق، مروت، پاس و لحاظ، شرم و حیا، شرافت و انسانیت، تمام الفاظ انہیں معنوں میں بولے جاتے ہیں۔

لیکن اس کے مقابلے میں اسی اخلاق کا ایک دوسرا پارٹ ہے، جہاں اگر اس کی یہ غریب و مسکین صرورت ایک سخت اور جابرانہ

خشونت سے تبدیل ہو جاتی ہے اور دنیا میں اگر اس کی صدا پہلی تعلیم دیتی ہے، تو خود اس کا عمل دوسری شکل میں سامنے آتا ہے، وہ جوڑ کو قید کرتا ہے، قاتل کو پھانسی پر چڑھاتا ہے، نیکی کی جتنی تعریف کرتا ہے، اتنی ہی بدی کو برا بھی کہتا ہے، زہد کو کہتا ہے کہ وہ نیک ہے، اسلئے اچھا ہے، عمر کو کہتا ہے کہ تم بد اعمال ہو اسلئے برے ہو، ظالم سے اس کے ظلم کا اور مجرم سے اس کے جرم کا مطالبہ کرتا ہے، پہلی حالت میں جس قدر عاجز تھا، اتنا ہی اس حالت میں مغرور و متکبر ہو جاتا ہے، پلے اگر عاذروں کے جھکے ہوئے سرور کو اٹھا کر اپنے سینے پر جگہ دیتا تھا، تو اب سرکشوں کے سرور کو اپنی ٹھوکروں سے پامال کرتا ہے اور پھر ساتھ ہی حالت یہ ہے کہ اس کی پہلی تعلیم سے اگر صرف معبود اور خانقاہوں میں رونق پیدا ہوتی تھی، تو اس عمل سے یورپی دنیا میں انتظام اور قانون قائم ہوتا ہے۔

ایسی حالت میں اصول کیلئے ایک سخت تصادم اور کشمکش پیدا ہو جاتی ہے اور فیصلہ ہکا بکا رہ جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ ان متضاد حالات میں راہ تطبیق کیا ہے؟ عفو و در گذر کے اصول سے کام لیجئے تو دنیا میں نیکی و بدی کی تمیز آتھ جاتی ہے، انتقام و پاداش کی راہ اختیار کیجئے تو دنیا سے رحم و محبت نابود ہو جاتی ہے، سب کو اچھا کہئے، تو صرف اچوں کیلئے پھر آپسے پاس کیا ہے، برائی کیجئے تو اس کے حدود اور فیصلہ کن اصول کیا ہیں؟

آج ملک میں جو طبقہ شخصی حکومت کے جراثیم سے مریض ہو رہا ہے، وہ گو خود جان بلب ہے، مگر اس کی نظر اپنے مرض پر نہیں بلکہ دوسروں کی شکایتوں پر ہے، غلامی کے حلقوں کیلئے سب کے کان چھیدے ہوئے ہیں، بانوں برسوں سے بوجھل بیڑوں کے عادی ہو گئے ہیں، ان حلقوں اور بیڑوں کیلئے ضرور نہیں کہ وہ تخت و تاج ہی کے طرف سے بخشے گئے ہوں بلکہ ہر چاندی کا قہیر، ہر قیمتی کپڑا، ہر قیمتی موٹر، ہر ہوٹل کی اعلیٰ ترین منزل کا مقیم، اور ہر وہ مدعی جس کے گلے میں طاقت اور جیب میں سکہ ہوں، ایک قانونی اور موروثی حق رکھتا ہے کہ جس کو چاہے اپنے حلقہ غلامی کے انتساب کا فخر دیدے، رسول عربی کے وقت تین سو ساٹھ بت تے جسے بیت خلیل کی دیواریں چھپ گئی تھیں، لیکن آج اس کی امت میں ہر چمکیلی ہستی لات و منات کی قائم مقام ہے اور ہر حاکم، ہر رئیس، ہر حکام رس اور سب سے آخر، مگر سب سے پہلے، ہر خوش لباس لیڈر ایک بت کا حکم رکھتا ہے، پوری ملت متحد آنکی پوجا اور پرستش میں مشغول ہے اور بعینہ اس پرستش کا وہی جواب رکھتا ہے جو قریش مکہ کے پاس تھا کہ: ما نعبدہم الا لیقربونا الا اللہ زلفی (۲ : ۲۸) و بعدوں من دون اللہ ما لا ینفعہم و یضرہم و یقولون ہا اولاء شفعاونا

اس انسان پرستی ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ بالعموم طبیعتیں مدح و تحسین کی عادی ہو گئی ہیں، نکتہ چینی اور نقد و اعتراض کی متحمل نہیں ہو سکتیں، ہر شخص مخاطب سے اگر کوئی قدرتی امید رکھتا ہے تو وہ یہی ہوتی ہے کہ مدح و منقبت کا ترانہ سنائے، اور داد و تحسین و انویس کی پے در پے بخشش سے ساقی کا

کے دن ہوا تھا، اور جسکو خود حضرت (عمر) نے (کان فلتة) سے تعبیر کیا ہے۔

”یہ تو آپ نے شیعوں کی سی بدت کہہ دی، خیر اگر آپ اسکو (بیعت سقیفہ) سے تشبیہ دیتے ہیں تو یہی سہی، مگر وہاں تو اس وقت صرف مدینہ ہی کے مہاجرین و انصار نے بیعت کی تھی“
”درست ہے، یہاں بھی سب سے پہلے (علی گدہ) کے مہاجرین ہی نے ہاتھ بڑھایا، اور اس کے بعد تو وہی (کان فلتة)“

”اُدکی باتیں بھی عجیب ہیں، مگر پھر بھی تشبیہ ناقص ہی رہی، وہاں تو ایک روایت سے تین اور روایت دیگر چہ آدمیوں نے (باعتثنا حضرت امیر) آخر تک بیعت نہیں کی“
”مگر اس پہلو پر آپ نہ آئیں، ورنہ میری فہرست بھی طول طویل ہوگی“

”اچھا خیر، اسے جانے دیجئے، مگر (بیعت سقیفہ) میں خواہ کچھ ہی ہوا ہو، ہم نے اُسے (اجماع) تو تسلیم کر ہی لیا ہے، پھر ایسا ہی اجماع آغا خاں کی بیعت پر بھی سمجھ لیجئے ہمارا اسمیں ہرج ہی کیا ہوا“
”جی ہرج کو تو نہ کہئے، پہلے اجماع کی تعریف بتلائے، پھر سب لیجئے گا“

”واہ یہ کونسی مشکل بات ہے (نور الانوار) اور اُسکے حواشی ہی کو منگوائیے: الاجماع هو فی اللغة الاتفاق، و فی الشریعة اتفاق مجتہدین الصالحین من امة محمد (صلعم) فی عصر واحد علی امر قوایی او فعلی - یعنی اجماع لغت میں تو اتفاق کو کہتے ہیں، اور اصطلاح شریعت میں اس سے مراد امت محمدیہ کے مجتہدین صالحین کا ایک زمانے میں کسی امر قوایی یا فعلی پر اتفاق کرنا ہے۔“
”لیکن آپ مجتہدین کی نید کی ضرورت نہ بتلائی (تلمیح) میں بتلا دیا گیا ہے کہ: و قید بالمجتہدین، اذ لا عبرة باتفاق العوام - یعنی مجتہدین کی اسلیے قید لگا دی کہ عوام کے اتفاق کا اعتبار نہیں۔“
”پھر اس سے کیا ہوتا ہے، ہمارے (آغا خاں) کے واقعہ میں دار العلم و العمل (فرنگی محل) کے علمائے کرام پنجاب کے صوفیائے عظام اور لاہور کے مجتہد العصر بھی تو شریک تھے۔“

”لیکن کیوں جناب (امیر معاریف) نے جب اپنے ولی عہد سلطنت کے لئے بیعت لی ہے تو سنا ہے کہ بڑے بڑے صحابہ بھی اسیں شریک ہوئے تھے، اور آپکا اصول ہے کہ (الصحابۃ کلہم عدول) انکے مجتہد صالح ہوئے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے؟ اور پھر بقول (نور الانوار) صحابہ کا اجماع تو آرر محکم اور (اجماع مرکب) سے موسوم ہے، ایسی حالت میں کوئی مخالف کہہ دے گا کہ یہ بھی ویسا ہی اجماع تھا اور (فرنگی محل) وغیرہ کا معاملہ بھی اسی قبیل سے ہے۔“

”مگر (فرنگی محل) کو (سید رشید رضا) کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر جانے سے تو انکار ہے۔“

”آخر اسکی کوئی وجہ تو ہوگی؟“

”جی ہاں! انہوں نے بالکل منطقی استدلال سے کلم لیا ہے۔“

ہاتھ تریں مثال مجھے ہے پوچھئے، ابن تیمیہ کے تنگ و تاریک حجرے میں کیا دھرا ہے، میں آپکو بیسویں صدی کی پرفضا اور پرشکوہ عمارتوں میں لے چلتا ہوں، دور جانے کی ضرورت نہیں، اچکل آپکو (علی گدہ) سے بہت دلچسپی ہے اور خدا ہر مسلمان کو اسکی توفیق عطا فرمائے (حب الکالم من الایمان، کسی اپنے قومی کالم، نیمہ ریم اور اکسفرز کے رجورڈ ظلی، قرطبہ اور نظامیہ کے تمثال تناسخی نو دیکھئے کہ ابتدائے خلقت عالم سے جو چیزیں باہم متضاد و مخالف چلی آتی تھیں، اسلام کے جامع اضداد کارنامہ خصوصیت نے کس طرح اپنے اس فرزند رشید میں جمع کر دیں، مام دنیا جانتی ہے کہ الحاد اور غلامی دو باہم ضد یک دگر ہیں، الحاد کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی طرح کی پابندی اور تقید کو منظور نہیں کرتا، یہاں تک کہ خدا کی بندگی کا ہار بھی پہنایا جائے تو اسکو بھی گلے سے آنا کر دینکدے، غلامی اور استبداد بالکل اسکے مقابل، او اسکا ضد حقیقی ہے، اسکے معنے ہیں زعبد، بندگی، پابندی، آج تک کہی یہ دو چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہوئیں، مگر خدا کیلئے انصاف کو ہاتھ سے نہ دیجئے، یہ دوسری بات ہے کہ آپ کو (علی گدہ کالج) سے بعض امور میں اختلاف ہو، لیکن پھر بھی اعلان حق کا مقتضی یہ ہے کہ مخالف کی بھی قابل تحسین باتوں کی جی کہولکر داد دی جائے، فرمائیے کہ مادر کالج نے ابتدا سے ان دونوں باہم دشمن بچوں کو ایک ہی وقت میں زانو پر بیٹھا کر دودہ پلایا یا نہیں؟ ”دھنہ ہاتھ میں الحاد کا لیمپ، بالیں ہاتھ میں غلامی کا چراغ، اور سر پر کلمہ (لا معبود سواہ و لا موجوداً سواہ) کا تاج“ رکھا یا نہیں؟

آپے گذشتہ نمبر میں (مسلم یونیورسٹی) تو پر برا لہا چڑھا وعظ کرنا:

خطبہ، چون سخن قامت محبوب دراز

لیکن آپکی بے راہہ روی کا بھی عجب حال ہے، کہیں تو آپکو سامنے کی مثالیں نظر نہیں آئیں، اور کہیں تاریخ اسلام کے مشہور اور پیش پا افتادہ واقعات بھی بھول جاتے ہیں۔

(مسلم یونیورسٹی) پر بحث کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

”سچ یہ ہے کہ یونیورسٹی کا معاملہ دراصل ایک ناگہانی ہنگامہ تھا جسکو بہتوں نے تو سمجھا ہی نہیں، اور اگر سمجھا بھی تو صرف اتنا کہ کوئی بہت بڑی نعمت ملنے والی ہے اور جس طرح بنے آتے رہیہ دیکر خرید لینا چاہئے۔“

اس موقع پر آپ تاریخ اسلام کے مشہور واقعات کو بالکل بھول ہی گئے، آپسے تو ہمارے کور وہ قصے کے حرف شناس اچھے ہیں جو پوسوں شام کو ایک صحبت میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے:

”کیوں حضت! خواہ کچھ ہی ہو، لیکن مسلم یونیورسٹی نے

سب سے پہلے تمام ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک متفقہ اور متحدہ جوش تو ضرور ہی پیدا کر دیا، اور ہمارے نئے قومی لیڈر ہز ہائلس سر (آغا خان) کی لیڈری تو سب نے مان لی، ”جی ہاں مگر یہ ایسا ہی اتفاق تھا، جیسا (بیعت سقیفہ)

مسائل

نظرے خوش گذرے

اثر خامہ حضرت (کشاف)

حضرت (کشاف) سے ہمارے پُراے وعدے تھے رسالے کی اشاعت کے ساتھ ہی ہم نے یاد دہانیاں شروع کر دیں۔ لیکن بجائے اپنے مخصوص طرز علمی کے آج پہلی مرتبہ اس بزم میں آئے ہیں، تو قلم و کاغذ لیکر نہیں بلکہ ظرافت کے چند کھلے اچھالتے ہوئے، خیر اسکو بھی غنیمت سمجھتے ہیں، مگر آئندہ ہمیں عاف رکھیں اگر اس طرح کے لطائف و فکھات کی اشاعت سے معذوری ظاہر کریں، انکو اپنے اصلی پایۂ علمی کو ملحوظ رکھ کر سلسلہ سخن شروع کرنا چاہئے۔

یہ ماننا کہ آپسے قلمی امداد کے وعدہ کر لینے کا جرم غلطی سے کرچکا ہوں، مگر اس کے لئے یہ تو ضرور نہیں کہ آپ (طرابلس) کو چھوڑ کر مجھے پر اپنے جہادی وار شروع کر دیں، اور ہاں آپ تو ابھی شمالی افریقہ میں عرب بدوئے خیموں کی جوبیں گن رہے تھے، کبھی (خمس) کے معرکے میں نظر آتے تھے اور کبھی (سنوسی) کے علم جہاد پر لکھنی ہوئی آیتوں کو نوٹ کرنے میں دنیا و مافیہا سے غافل تھے، معرکہ جہاد و دفاع کی مشغولیتوں سے آپکو فرصت ہی نہیں ملتی تھی، یہ یکایک آپ کنرستان ہند میں کھائے آگئے؟ اور پھر کراچی یا بمبئی کے بندر پر بھی نہیں، عین وسط ہند یعنی (علی گڑھ) میں، اور وہاں بھی (اسٹریچی ہال) کی سیڑھیوں کے سامنے! خیر، اب نزول اجلال فرمایا ہے تو کبھی کبھی مجھے بھی اپنے ساتھ لے لیا کیجئے، اور نہیں تو جب کبھی آپ قلم کان میں رکھ کر آستین چڑھائیگا تو میں بھی اپنے لطائف و ظرائف کے کچا پل سے ترکش اور فیلم کا کلم لینے کیلئے مستعد ہر جاؤں گا۔

آپنے پہلے نمبر میں (یوزباشی جاوید بک) پر مضمون لکھتے ہوئے اسلام کی اس خصوصیت پر زور دیا ہے کہ ”اس نے اپنے جامع اعداد دور میں متضاد چیزوں کو جمع کر دیا“ اور پھر مثال میں تیغ و قلم کی یک جائی دکھلائی ہے کہ علما نے قلم کو تلوار سے اور ارباب سیف نے تلوار کو قلم سے بدل لیا، لیکن معاف فرمائیے گا، آپ لوگ تاریخ اسلام کے گذشتہ خوابوں میں اسے محو ہیں کہ حال کی طرف نظر ہی نہیں، آپکو واقعات ملتے ہیں، تو رومی عہد مامونی و ہارونی کے، فخر کیجئے گا تو وہی رنگستان حجاز کی رحشت اور بدویت پر، مثالیں بیان کرتے پر آئیے گا تو خزانہ اور ابن تیمیہ کے سرا گویا دنیا میں اور کوئی دوسرا انسان پیدا ہوا ہی نہیں۔

آپ نے اسلام کی اس خصوصیت کو تو خوب نکالا، لیکن اسکی

و مبین کی زندگی کے اعمال میں کہ (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنہ) پس ان سوالوں کا جواب بھی نہیں دھونڈھنا چاہئے۔

(اسلام) نے اپنی تعلیم و دعوت اور اپنی امت کے قیام و بقا کیلئے اساس اولین اور نظام بنیادی ایک اصول کو قرار دیا ہے اور اسکو ”امر بالمعروف و نہی عن المنکر“ سے تعبیر کرتا ہے:

ولتکن منکم امة یدعون تم میں ایک جماعت ہونی چاہئے الی الخیر، ویامرون بالمعروف، جر دنیا کو نیکی کی دینے اور عن المنکر اولئک دعوت دے، بھلائی کا حکم کرے ہم المغفلون (۲۰۱: ۳) اور برائی سے روکے وہی فلاح یافتہ ہیں اس آیت میں خدا تعالیٰ نے دعوت الی الخیر، امر بالمعروف، اور نہی عن المنکر کو بطور ایک اصول کے پیش کیا ہے اور مسلمانوں میں سے ایک گروہ کا اسکو فرض قرار دیا ہے لیکن اسی رکوع میں آگے چلکر دوسری آیت ہے:

کذمت خیر امة اخرجت للناس، تمام امتوں میں تم سب سے بہتر قوم مرزوں بالمعروف، و تنہون امت ہو کہ اچھے کاموں کا حکم دینے عن المنکر و تومنون باللہ ہو اور برائی سے روکتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو (۱۹۱: ۳)

ایک تیسری آیت میں مسلمانوں کا یہ مالی امتیاز اور قومی فرض زیادہ نمایاں طور پر بتلایا ہے:

کذا لک جعلنا کم امة وسطا اور اسی طرح ہم نے تمکو درمیانی لکھنوا شہداء علی الناس ویکون اور وسط کی امت بنایا تاکہ آرزو الرسول علیکم شہیدا تمہارے مقابلے میں تمہارا رسول گواہ ہو (۱۲۷: ۲)

[قلت گنجائش کے سبب سے بے مرقعہ طور پر اس مضمون کو یہاں ختم کر دینا پڑا حالانکہ اصلی مبحث اب اس کے بعد تھا، آئندہ نمبر میں بقیہ مضمون شائع کیا جائے گا] -



ترکی وفد جہاز (مدینہ) میں (نومبر ۱۹۱۱) متعلق قسطنطنیہ میں ہجوم مشکلات کامل پاشا اور شہنشاہ بیگم انگلستان بیٹھے ہیں انکے پیچھے شہنشاہ، دھنی جانب خدیو، مصر اور لادن کچنر اور بائیں جانب وای عہد دولت عثمانی کھڑے ہیں

ناموران نہ وہ طراب

پیغمبر ثانی

اور ہاں (انزبک) 'نوابک اس انسان عجیب' اس جرہر متعیر العقول 'اس وجود طلسم' اس یکسر حیرت و استعجاب کی نسبت جو کچھ کہا گیا ہے 'اسکریڈش نظر رکھ لینے کے بعد بھی میں طیار ہوں کہ برسر اسکی مدح و ثنا کئے جاؤں اور پھر بھی متاسف ہوں کہ حق تعالٰی ادا نہر سکا - اسکی قوت نظم و نسق و مقابلہ مشکلات کی تہا درینات کرنا محال ہے - آج تک جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے 'وہ تنہا' بلا شرکت غیرے 'محض اس بطل عظیم کے دماغ کی کوسازی ہے - اس کا اصلی کارنامہ یہ ہے کہ اہل عرب کے دلوں کو اس طرح اپنی مٹھی میں لے لیا کہ آج تمام قبائل اسکی پرستش کرتا ہے -

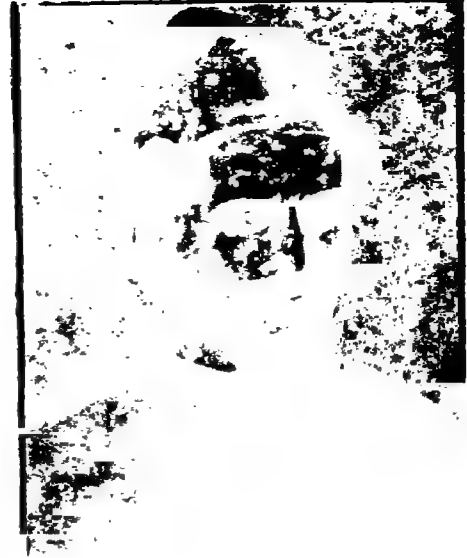
عربوں نے تو اسکا نام (پیغمبر ثانی) رکھ دیا ہے ' [یہ محال ہے کہ کوئی مسلمان حقیقی معنوں میں کسی شخص کو پیغمبر قرار دے ' ممکن ہے کہ انزبک کے عجیب و غریب کاموں کی وجہ سے عربوں نے مجازاً کہی یہ لفظ کہ دیا ہوگا اور نامہ نگار نے سمجھ لیا کہ اسی نام سے ہمیشہ پکارتے ہیں (السلام)] کوئی عرب نبی (انزبک) نہیں کہتا بلکہ ہمیشہ (انزبک) پکارتے گا ' اور نام لینے کے ساتھ ہی اپنا سر اظہار تعظیم میں جھکا دیگا - کوئی عرب ایسا نہیں ملیگا جسے دل کے اندر (انزبک) کی حسین تصویر موجود نہر ' سچ یہ ہے کہ آج صحرا اور اندرون طرابلس و برقہ میں اس خوبصورت پیغمبر کی پرستش کی جا رہی ہے -

ایک نئی مہم

آجکل یہاں یہ افواہ سب کی زبان پر ہے کہ عقرب (انزبک) درنہ پر ایک سخت فیصلہ کن حملہ کرے والے ہیں ' اور اس کے انتظام میں معروف ہیں ' لیکن اگر یہ سچ ہے تو ایک سخت مہلک جانبازی کا موقع ہوگا ' کیونکہ درنہ میں اٹالین بحری قوا ساحل پر ہر جگہ سے زیادہ اور گولابری میں خوفناک ہیں اور ساحل پر قدم رکھ بغیر وہ جہازوں کے توپوں ہی سے سخت خوں ریزی کر سکتے ہیں - [لیکن بقول میڈم کولیرا کے "اہل عرب اب اٹالین گولوں کو کھیلنے کے گیند سے زیادہ نہیں سمجھتے" اور گزشتہ تجربے اس پر شاهد ہیں] -

اٹلی کیلئے "نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن"

حقیقت یہ ہے کہ اٹلی اب دلدل میں پھنس گئی ' اس کے لئے یہ تو ممکن ہے بلا سر نہیں کہ توپوں اور ساحلی بیڑے کی مدد سے (مگر خزانہ خالی کرے) طرابلس کو فتح کر لے ' اور اسی بھرت پر اس نے ابتدا میں ایک قدر شجاع کی آن بان دکھائی تھی - لیکن اصلی مسئلہ اندرون طرابلس کا ہے ' وہ ملک کی طبیعی حالت ' راستوں کی مشکلات ' صحرا کی مہلک قلت آب ' بار برداری کیلئے



زارہ کا نامور کمانڈر موسیٰ بک

شیخ المجاہدین ' محبوب السلام والمسلمین

البطل العظیم غازی انزبک

متع الله السلام والمسلمین بعظ وجودہ طول حیاتہ

(۳)

قاہرہ کے انگریزی اخبار (ایجیشن گزٹ) نے ۱۸ - جولائی کے پرچے میں اپنے نامہ نگار متعینہ (سلم) کی یہ چٹھی شائع کی ہے : "طرابلس اور برقہ میں آج عرب قبائل جو عظیم الفطیر شجاعت اور ثبات و عزم دکھا رہے ہیں ' فی الحقیقت یہ انکی دینی عصبیت اور جنگ وجدال کے طبعی مذاق و میلان کا کرشمہ ہے ' لیکن ساتھ ہی دشمنوں کے مال غنیمت کی کثرت ' اور ہر طرح کی قیمتی چیزوں کی لوت نے ان کے اس قدرتی میلان کو اور قوی کر دیا ہے -

ان کے لئے ایک قیمتی شے اٹالین مقننوں کا لباس بھی ہے اگرچہ اسکی جیب خالی ہو - (انزبک) نے انکی ضروریات کے لحاظ سے اب تھوڑی بہت نقد اعانت کا بھی انتظام کر دیا ہے اور اس کے پاس بلا کسی دقت کے زریعہ برابر پہنچ رہا ہے ' مصر کے بعض تاجروں سے حسب ضرورت زریعہ منگوا لیتا ہے اور وہ اسی رسید دکھا کر مصر کے عثمانی قنصل سے اپنی رقم حاصل کر لیتے ہیں -

رسد کا انتظام منجملہ سخت ترین اور لایفعل مسائل جنگ کے تھا ' لیکن اب (انزبک) نے اسکا حل بھی ڈھونڈھ نکالا ہے ' (سیرہ) سے ہزاروں بوزیاں کھجور کی نہایت ارزاں قیمت پر رول پہنچ جاتی ہیں اور یہ بتلانا ضروری نہیں کہ عرب سیاحی کیلئے پانی کا ایک گھونٹ اور چند کھجوریں کمسریٹ کا بہترین انتظام ہے -

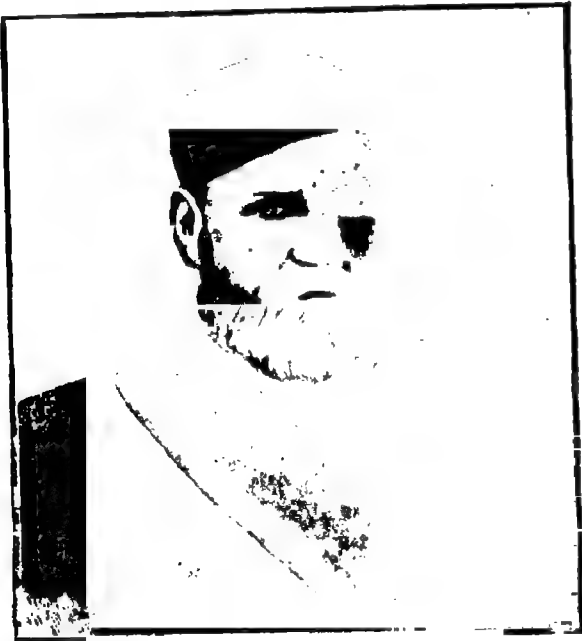
پانی کی قلت کا بھی (انزبک) علاج کر رہے ہیں ' چند ترک انجینروں کے زمین کی حالت دیکھ کر پانی نکالنے اور مختلف مقامات پہنچانے کا کم شروع کر دیا ہے -

۱۱ اگست ۱۹۱۲ء

(سید رشید رضا) نے گفتگو بھی کرتے اور وہ حیرت سے منہ دکھاتا کہ یہ کہاں کی بولی ہے؟ اچھا ہوا کہ عقلمندی سے صاف نکل رہے ہیں۔

لیکن.....
بس پھر تو میں بھی اس دوسرے موضوع سے گھبرا گیا۔ جب تک (بیعت سقیفہ) تک رہی تو سننے میں لطف بھی آتا رہا، لیکن اب یہ دارالعلم والعمل میں کہاں گھوک رہی ہے۔

خیر، تو مقصد یہ ہے کہ آپ ایسی صاف تاریخی مثال کو بھی بولائے، میں نے یہ کمالہ اساتذہ محفوظ رکھا کہ ہماری صورت کے مشہور قومی لیڈر جناب (راجہ صاحب محمود آباد) یونیورسٹی کمیٹی کے صدر ہیں اور سنا ہے کہ ان کا تاریخ اسلام علی الخصوص قرون اولی کے واقعات سے بڑی دلچسپی ہے، یہیں چھپ جاتے گا تو ان کی دلچسپی اور تفریح خاطر کا ذریعہ ہوگا اور زیادہ تر اس لئے بھی کہ..... لیکن اب توجہ حضرت اُس مکان کی سماعت سے کیا، بلکہ لکھنے سے بھی طبیعت گہرائی ہے، معذرت فرمائیے، پھر کبھی حاضر ہوں گا، یار زندہ صحبت باقی - (کشاف)۔



امیر المحسنین صاحب المجد الخالد

محمد حسین بک ترکستانی

جس نے حال میں مجاہدین طرابلس کی اعانت دی

نو لاکھ روپیہ

بھیجا ہے

ایندہ نمبر میں ان کے حالات شائع کیے جائیں گے

ملی
قاری اوراد و فائز
اسکالرین و پان کیلے
بے

”تو (فرنگی محل) سے خدا نخواستہ کیا آپ قرآن و حدیث کے استدلال کا سو ظن رکھتے ہیں؟ جس نصاب نظامیہ کی تدوین وہاں کے علم و عمل کا ثبوت ہے، وہ بھی تو اسلام کی جگہ حضرت (ارسطو) کے دین مبین کے متون و شرح و حواشی و فرهنگ و تعلیقات وغیرہ وغیرہ پر مبنی ہے“

”آپ کو تو ہر بات میں مذاق سمجھتا ہے، پلے آنکا صغرا کبریٰ تو سن لیجئے:

ایڈیٹر عالم نہیں

اور جو عالم نہیں وہ جاہل ہے

پس ایڈیٹر جاہل ہے

چونکہ سید موصوف (المنار) کے ایڈیٹر ہیں لہذا وہ عالم نہیں جب عالم نہیں تو دارالعلم والعمل کے علما کیونکر ایک جاہل کے استقبال کے لئے جا سکتے ہیں؟

”مگر میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ اس خوف سے نہیں گئے ہونگے کہ سید موصوف اردو نہیں جانتے، اور عربی میں گفتگو کرنی پڑیگی“
”کیا خوب، تو گویا آپ کے خیال میں آج جو علما حضرت (امام نظام الدین) کی مسند سنبھالے ہوئے ہیں، وہ عربی میں چار لفظ بول بھی نہیں سکتے؟ مولانا (عبد الباقی صاحب) جب عندہ آئے تھے تو عربی میں وعظ کرتے تھے“

”شاید، مگر ہم تو تحریر و تقریر کو یکساں سمجھتے ہیں، جو شخص صحیح عربی لکھ نہیں سکتا وہ بدرجہ اولیٰ بول بھی نہیں سکتا“

”یہ تو آپ نے پہلی بات سے بھی عجیب تر سنائی، آپ نے آنکا وہ عربی رسالہ نہیں دیکھا جو انہوں نے اپنے والد مرحوم کے حالات میں لکھا ہے؟“

”دیکھا تو ہے“

”پھر وہ تو عربی میں ہے“

”جی ہاں، مگر فرنگی محل کی فرنگی عربی میں“

”یہ کیونکر؟“

”زیادہ تو نہیں، مگر ایک دو مقام مجھے اس وقت بھی یاد ہیں۔“

اپنے والد کے مرض الموت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (فجاء الحکیم، زوی نبضہ) نہیں معلوم یہ کہاں کی بولی ہے اور مطالب کیا ہے، کوئی عرب تو اسے سمجھ سکتا نہیں، بظاہر مرض کی مناسبت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حکیم سے مراد طبیب، اور (زوی نبضہ) سے مراد نبض دیکھنا ہے۔ چونکہ اردو میں طبیب کو حکیم کہتے ہیں، نیز یہ بھی محاورہ ہے کہ ”حکیم نے نبض دیکھی“

اس لئے حضرت نے اسی کا عربی ترجمہ بھی کر دیا! یہ نہ سمجھے کہ عربی میں حکیم تو فلاسفر اور حکمت دان کو کہتے ہیں اور نبض دیکھنے کو (جس نبضہ) کہیں گے، یا کچھ اور، مگر دیکھنا نہیں کہیں گے، یہ تو میرزا غالب کے ایرانی دوست کا فارسی ترجمہ ہوتا، جس نے لفظ پر آنکے محلے (بایران) کو (محلہ گردہ کشان) لکھ دیا، پھر جناب وہ اگر اسٹیشن جاتے بھی تو ایسی ہی عربی میں

اسرائیل طرابلس



مسیحی تہذیب کا ایک خونین منظر - طرابلس میں قتل عام

عصر کی ڈاک

مصراطہ

(مصراطہ) کی نسبت اٹلی نے اعلان کر دیا ہے کہ ہم نے قبضہ کر لیا حضرت محمد المہدوی الطرابلسی لہجے میں کہ یہ خبر قابل تسلیم نہیں، مصراطہ ایک سختی و گستاخی مقام ساحل سے دو گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے، وہاں کے تمام باشندے نہایت قوی و طاقتور آلات جنگ سے مسلح، صاحب ہمت و غیرت اور ہر طرح کے سامان کا وافر ذخیرہ رکھتے ہیں اور ہمیشہ سے جنگ پیشہ اور سخت و ناقابل تسخیر ہیں، تمام طرابلس اُنسے قرتا رکھتا ہے اور کبھی نہیں چھوڑتا، میں حیران ہوں کہ کیونکر اٹالین انڈر اس آسانی سے غالب آئے ہیں جبکہ وہ طرابلس کے معمولی اور آسان ترین حصص پر بھی قبضہ نہ کر سکے، یا تو خبر محض غلط ہے اور یا مصراطہ کے قرب و جوار میں کوئی واقعہ گذرا ہے، بہر حال اس پر اپنی اعتبار نہ کیجئے (العلم ۲ جولائی)

عیدان جنگ سے ناز

النیل قاہرہ

(طریق ۱۷ - جولائی - بقبقق سے روانہ ہوا ۱۹) آج صبح پہلی بار اٹالین مورچوں نے پچاس بم کے گولے عثمانی پھلانی سے دو گھنٹے، ہر گولے کا قطر ۱۵ - سنٹیمیٹر کا تھا، عثمانیوں نے بھی اس کا جواب دینا شروع کر دیا، اور سامنے ٹکڑے دیکھا تو معلوم ہوا کہ دشمن اپنی عادت کے مطابق مورچوں کے خطوط میں محصور ہے اور توڑ پھوس سے حملہ کر رہا ہے لیکن یہ پورے پچاس گولے بیکار گئے، اور ایک ہی ہتھیار سے کر بھی نقصان نہ پہنچا سکے۔

(ایضاً ۱۸ : ۲۰) بم کے گولوں کا سلسلہ برابر جاری رہا، لیکن ان کی طرح آج بھی کوئی نقصان نہیں رہا، اور اس کے علاوہ کوئی اور فرائض (فرانکوز) کا ایک نیا نامہ نگار آج یہاں آیا ہے، یہاں پہلے پہل لکھنا : ریڈا ہلہ میسہ - لاجا لوج

”آجکل جو کچھ ہو رہا ہے اُس میں میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں، میں تو آئندہ حالت کو دیکھتا ہوں اور طرابلس ہا سٹنڈل فی الحقیقت یہ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جن کو آپ دیکھ چکے ہیں کہ ہمارے مدرسوں میں کیسی پر شوق جد و جہد کے ساتھ مشغول ہیں، آج کے یہ درے کل اصلاح و انقلاب کے آفتاب ہو گئے۔ ملک کی سب سے بڑی مصیبت جہل ہے، جہل تمدن قبل نہیں کر سکتا، میں باہر کے دشمن سے زیادہ اس اندرونی دشمن سے مقابلے میں سرگرم جہاد ہوں، عام تعلیم کے علاوہ یہاں زیادہ نو عملی زرعی تعلیم کی ضرورت ہے اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اس کے لئے خاص طور پر انتظام کر رہا ہوں۔

یہاں بھی تمام ملک کی طرح غفلت اور قذاعت کی نیند میں ہر شے مبتلا تھی، حتیٰ کہ نباتات و اشجار بھی، لیکن وقت کے بہت جلد جگادیا ہے، تہذیبی سی قوت ارادی و عملی کی صورت ہے اور انشاء اللہ بہت جلد اس سرزمین کے تمام اموات زندہ ہو جائیں گے۔ ناظرین یہ تصور نہ کریں کہ (غازی انوریک) نے یہ صرف ارادے اور منصوبے ہی ہیں، گویہ عظیم الظہیر انسان فوت فکر و عمل، دنوں کا مجمر ہے، مگر عمل اس کے تخیل پر غالب ہے، اسکا ارادہ اور عمل، دنوں ایک ساتھ ظہور میں آئے ہیں، اُس کے اب تک کسی ایسی چیز کا خیال نہیں کیا جسکو جلد سے جلد وہ عمل میں نہ لاسکا ہو، اس گفتگو میں چندی بانیں اُسکی زبان سے نکلیں سب کے عملی مظاہر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں - مدرسے جاری ہو چکے ہیں، سفاحا کے اپنی خدمات میں سرگرم ہیں، صنعت و حرکت کی تعلیم کا اچھا انتظام ہے، زرعی تعلیم جسکی طرف غازی موصوف نے اشارہ کیا تھا، اس کے بھی تمام لوازم و رسائل مہیا کئے جا چکے ہیں اور بعض ضروری آلات و مویشی آ رہے ہیں، [کیونکہ عملی و صنعت کی تعلیم کا قلم ہو گیا] اور عنقریب بچے زرعی مدرسے کی رسم افتتاح کا جلسہ منعقد ہونے والا ہے۔

(۴)

غازی انور بک کا تازہ ترین بیان

(جنگ میں انتظام افسر، خونریزی سے جلب حیات)

موسیر (کولیرا) مالک النیل نے طرابلس چھوڑنے سے پہلے غازی انور بک سے آخری ملاقات کی اور انکے خیالات میدان جہاد کی موجودہ حالت کی نسبت دریافت کئے، اس صحبت کا خلاصہ (النیل) نے ۲۴ جولائی کی اشاعت میں شائع کیا ہے، غازی موسیر نے فرمایا: ” جنگ و قتال، قتل و خور و زنی، کوئی ایسی عمدہ چیز نہیں ہے جس میں ہم زیادہ مشغول رہنا چاہیں، البتہ اس جنگ کو نسبتاً بہتر سمجھنا چاہئے جس کا زمانہ حال گر خونریزی ہو مگر مستقبل میں امن و زندگی کی کوئی اصلاح اور بہتری اپنے اندر رکھتی ہو۔“

یقین کیجئے کہ اٹلی کے جو جنگی جہاز آپ ساحل پر دیکھ رہے ہیں وہ کو اپنی توپوں کے گولوں کا غریب عربوں کے کملوں اور دھسوں سے بنے ہوئے عارضی خیموں کو نشانہ بنانے کیلئے آئے ہیں، مگر فی الحقیقت انکے خون ریز اور مہلک منصوبوں سے ہم کو تر زندگی اور امن کے وسائل حاصل ہو گئے، انکے گولے ہماری فوج کو زخمی نہ کر سکے، مگر ہمارے غافل دلوں کو انہوں نے ضرور چابکیں مار کر ہشیار کر دیا [ان اللہ لیوید ہذا الدین برجل فاسق - الہلال] قدیم عثمانی حکومت نے اس افروختی علاقے سے بالکل آنکھیں بند کر لی تھیں، ضروری اصلاحات و انتظامات کا کبھی بھی اس اقلیم نے منہ نہ دیکھا، لیکن اٹلی نے ہم کو مجبور کر کے زبردستی کام پر لگا دیا ہے، مبرا زیادہ ترقی آجکل صرف ملکی و تمدنی اصلاحات اور تدابیر کے انتظام پر صرف ہو رہا ہے تاکہ جنگ کے جو فرصت دیدی ہو اسمیں اس تعلم افروختی علاقے کی دائمی اور مستحکم اصلاحات انجام پانجائیں، اس کام کیلئے بہت سے قیمتی اتفاقات ایسے ہمیں حاصل ہو گئے ہیں جو بصورت عدم جنگ کبھی ہاتھ نہ آتے اور تمام کام اللہ کے فضل پر موقوف ہیں۔“

میں نے [یعنی موسیر کولیرا نے] صلح کی افواہوں کی نسبت پوچھا تو معاً قطع کلام کر کے ایک پر جوش اور انقطاعی لہجے میں کہا کہ: ” تعجب ہے کہ آپ یہاں (صلح) کا لفظ زبان پر لاتے ہیں، اسکا تو نام بھی نہ لیجئے، طرابلس کو اس کی قدیمی حالت پر بحسنہ چھوڑ کر چل دینا ہی صلح ہے ورنہ اس لفظ کے یہاں کوئی معنی نہیں۔ اگر دولت عثمانیہ طرابلس چھوڑ دینے پر راضی بھی ہو جائے تو ہمیں کیا؟ آپ ہماری ترکی اور عربی فوج میں پھر کو ایک ایک آدمی سے پوچھ دیکھئے، کیا کہتے ہیں، اگر وہ سر زمین طرابلس کی ایک بالشت بھر جگہ بھی چھوڑ دینے پر راضی ہو جائیں تو میں ایک میل کیلئے تو ضرور بیعنامہ لکھ دوں۔“

اصلاح تعلیم و تاسیس مدارس

پھر میں نے انکے جدید تعلیمی انتظامات کا ذکر چھیڑا، انہوں نے یہاں عرب قبائل کی تعلیم کیلئے مختلف فنون اور مختلف درجوں کے مکتب اور نیز مدارس جاری کر دیے ہیں، انکی طرف اشارہ کرتے کہتے تھے:

جانوروں کی نامناسبیت، اور موسم کی ناقابل برداشت ادب رسانی سے بالکل ناواقف تھی، اور اب بھی ناواقف ہے۔ یہی سبب ہے کہ باوجود عظیم الشان سامان جنگ کے مٹی بھر عربوں کے آگے اسکی کچھ نہیں چلتی آجنگ اطالیہ کوشش کر رہے ہیں کہ اس مشکل کو حل کریں، کئی رجمنٹیں یکے بعد دیگرے صحرا میں بھیجی گئیں، لیکن سب کی سب نا کام اور اکثر حالتوں میں ضائع ہو گئیں، انکو معلوم نہ تھا کہ صحرا میں کہاں کہاں قدرتی موقعتے جنگ کے لئے مفید موجود ہیں، کہیں بڑے بڑے خندقیں ہیں، کہیں اتنے بڑے گڑھے ہیں، جنمیں یکایک ایک بڑی جماعت کود کر غائب ہو جا سکتی ہے اور دشمن اسکا پتہ نہیں لگا سکتا، رنگ کے تودے اور ٹیلے ہیں جو کبھی حملہ آور کو دیوار کی آڑ کا کام دیتے ہیں اور کبھی اوپر سے نشانہ لگانے کیلئے ایک عمدہ موزے کا۔ اہل عرب وہاں کے چپے چپے سے واقف ہیں اسلئے ان تمام قدرتی مواقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں، لیکن اٹالین بیخبری کی وجہ سے جب کبھی قدم بڑھاتے ہیں، اپنے ٹلیں کٹوائے ضائع کر دیتے ہیں۔

فرض کیجئے کہ لٹو رنق صحرا میں ایک رجمنٹ بے خوف و خطر قدم اٹھائے چلی جا رہی ہے، جہاں تک چاروں طرف اسکی نظر جاتی ہے، سناٹا اور سکون، نظر آنا ہے، نیک ایک ایک طرف سے گولیوں کی بوجھاؤ شروع ہوتی ہے اور پھر عربوں کا ایک ہجوم سامنے نظر آتا ہے لیکن جب تک یہ سنبھل کر جواب دیں، نیک ایک جانوروں کی مخفی طاقتوں کے عجائب کی طرح عرب بغیر ہوائے یا لوتے کے غائب ہو جاتے ہیں اور معلوم نہیں ہوتا کہ زمین یا آسمان؟

مجاہدین کے اسلحہ جنگ

اہل عرب بالعموم پُرانی قسم کی بندوقیں استعمال کرتے ہیں، ایک بڑی جماعت تو اپنے صحرائی آلات ہی پر قانع ہے اور اسمیں شک نہیں کہ انکا استعمال ایسی اچھی مشق اور کامل ہشیاری سے کرتے ہیں کہ قہمتی اسلحوں کا کام دیتے ہیں، (انور بک) نے جدید قسم کی بندوقیں انکے لئے مہیا کر کے پیش کی تھیں، مگر انہوں نے انکار کر دیا اور اپنی پُرانی بندوقوں اور صحرائی آلات کو چھوڑنے پر راضی نہیں ہوئے۔ رہی توپیں، تو مجبور یقین ہے کہ ترک افیسروں کے پاس وہ کافی تعداد میں موجود ہیں، خصوصاً (عزربک) کمانڈر بنغازی کے پاس۔ ابتدا میں (انور بک) کے پاس صرف دو توپیں تھیں، مگر اسکے بعد بعض عمدہ قسم کی (مترالیز) توپیں اطالین سے چھین لیں اور انکا سامان بھی بکثرت غنیمت میں ہاتھ آ گیا۔

لاخرف علیہم ولا ہم یعززون

اہل عرب کی سب سے بڑی عجیب بات یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر حال میں ایسے نذر، بے باک، بے خوف اور ہشاش بشاش رہتے ہیں گویا غنیم کی دیو لاکھ فوج وجود ہی نہیں رکھتی، میں بہت سے عربوں سے ملچکا ہوں اور ہر طرح سے انکو تفرق چکا ہوں مجبور ایک عرب بھی ایسا نہیں ملا جسکے دل میں رائی برابر بھی اطالین کا رعب اور خوف ہو، وہ ہمیشہ اٹالین فوج کی نامردی کی ہنسی اڑتے ہیں، اور اٹلی نے جنگ کے جو خیالی خاکے طیار کیئے یہ انپر بے تکان فہمہ لگاتے ہیں۔

ولایت کی داک محمود شوکت پاشا

دائراً اے دہلی کی ملاقات کا بقیہ

ہوای جہاز اور سب میریں

محمود شوکت نے سلسلہ سخن جاری رکھ کر کہا ”زمانہ آئندہ میں ہوای جہاز رانی کا کوئی ترانہ نہیں سنائی دینے کا جب تک کہ لائق تحصیل نتائج روشن نہولینگے ہمارا انتظار ہی کرنا چاہئے۔ اس جنگ کے زمانے تک یہ ایک بے قدر اور ناچیز شے ہے جو ایک غلط انداز نظر کے بھی قابل نہیں۔ یہی سبب تھا کہ ہم نے ان جدید تر آلات جنگ پر ایک کڑی بھی صرف نہ کی“

میں نے جواب دیا۔ ”آپ نے جو کچھ کہا نہایت دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔ اب فقرہ فرشوں کو قائل کرنے کا موقع ہاتھ آئیگا جو بے لگام کہہ بیٹھتے ہیں کہ ہوای جہاز قومی تحفظ کے لئے گویا ختم الایجادات ہے کیونکہ وہ بلندی سے بے خطا ایک پانچ من کا بم آہن پوش جہاز پر پھینک دے سکتا ہے۔ فی الحقیقت یہ دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ [اسٹیبلائزر] بھی جو ہوای جہازوں کو قائم و ساکن رکھتا ہے (جب فوجی لوگ بم وغیرہ پھینکتے رہتے ہیں) جنگ کی بدعات جدیدہ میں سے ایک دوسرا آلہ ہے جسکی تعریف میں ایک خلقت رطب اللسان نظر آتی ہے۔ میں چونکہ اسپر رے زنی کا اہل نہیں لہذا آپ کے خیالات سننے کا آرزو مند ہوں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ آزمائشوں کا کریی عمدہ نتیجہ نہیں کیا آپ کا بہی یہی فیصلہ ہے؟“

محمود شوکت پاشا۔ ”ہاں یہی فیصلہ“

میں۔ ”دوسری حسرت کی باتیں جو میں نے ترکی میں سنیں“ یہ ہیں کہ ترکی بیزا بالکل کاہل پڑا ہے۔ خود آپ ہی کے لوگ اسپر آہ و بکا کرتے ہیں کہ ادنک تحت البعر جہازات کھول کر غنیم کے جنگی جہازوں کے پیچھے نہیں درڑاے گئے۔ وہ اسپر مصر ہیں کہ تار پیدر کشتیاں یا تحت البعر کو آہن پوشوں کے مقابلے میں قائم بہت چھوٹے ہیں، لیکن جب انکی دیو پیکر جہازوں کو تباہ کر دیں۔ والی قوت پرکھی جائے گی، اسوقت انکی قیمت کا اندازہ ہوسکیگا۔ دشمن کے سب سے بڑے جنگی جہاز کی تباہی کی قیمت میں آپ ۲۵ تحت البعر مول لے سکتے ہیں۔“

محمود شوکت پاشا۔ (جواب دیتے وقت پاشا کی آنکھیں چمک اٹھیں) گفتگوں اور مطبوعات کے ذریعے سے آپ نے اپنی بحث کے جو مقدمات قائم کئے ہیں وہ دلچسپ معلوم ہوتے ہیں۔ تخیل مشتعل ہوتا ہے۔ لیکن ابھی وہ کچھ زیادہ مفاد نہیں دکھائیگے تحت البعر (سب مرین) دعوے میں تو صحرا دستگاہی دکھاتے ہیں لیکن کامیابی میں قطرہ آشنا بھی نہیں نظر آتے۔ انکی کارگزاریوں کی تاریخ پر ایک نظر ڈالئے تو کھوٹا کھرا صاف کھل جائیگا۔ دنیا کو دعویٰ ہے کہ وہ جہاں چاہیں بجلی کی طرح آہیں، اسپر طرہ یہ کہ انسان کے حواس خمسہ میں سے کسی حسن کو احساس بھی نہر۔ اسپر مستزاد یہ کہ جقنی درر تک چاہیں، چلے آئیں۔

چھوٹے شہروں میں بھی وہاں کے مسلمانوں نے باہم ملکر تعلیمی انجمنیں قائم کر رکھی ہیں، حکومت انکو ابتدائی تعلیم دینے کی دہشت دیتی ہے اور باقی کا وہ خود انتظام کر لیتے ہیں۔ بعض قریوں میں ایسے اسلامی مدرسے بھی دیکھے جنکا کل انتظام بعض مسلمان عورتوں کے ہاتھ میں ہے اور وہ لڑکیوں کو تعلیم بھی دیتی ہیں۔

مسلمانان چین عام علوم و فنون سے بھی غافل نہیں، صنعت و حرفت پر بھی انہوں نے پوری توجہ کی ہے، علی الخصوص زراعت اور تربیت حیوانات مفیدہ کی درسگاہیں بھی قائم و جاری ہیں، روٹی کی کاشت اور صنعت کی عملی تعلیم گاہیں بھی میں نے بکثرت دیکھیں۔

کوئی قوم بغیر ایثار و تقانی کے نئی زندگی حاصل نہیں کرسکتی سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ ہر جگہ مجکو بکثرت ایسے لوگ نظر آئے جنہوں نے اپنی زندگیوں اصلاح قوم کیلئے وقف کر دی ہیں، جسقدر انجمنیں اور درسگاہیں ہیں، ان میں کام کرنے والے اکثر ایسے ہی لوگ ہیں۔

عنقریب ایک بہت بڑی تعلیمی کانفرنس منعقد ہونے والی ہے جس میں جاوا وغیرہ سے بھی لوگ آکر شریک ہونگے اور چینی مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات پر بحث کریں گے، اگر مجکو اس کانفرنس میں شرکت کا موقع ملا تو میں اس کے نتائج سے آپکو اطلاع دینگا اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ آپ عثمانیوں کو بھی اپنے ان دور راز ملک میں رہنے والے بھائیوں کی حالت پر توجہ کرنی چاہئے، بنک وہ جو کچھ کر چکے ہیں، عظیم الشان اور حیرت انگیز ہے، لیکن کام روز بروز پھیلتا جاتا ہے، اور آئندہ کیلئے ناگزیر ہے کہ اور سلامی ملکوں سے بھی چینی مسلمانوں کو مالی مدد دی جائے۔



ترک و عرب قیدی اٹالین جہاز میں
ترک عورتوں کو بے نقاب کر کے اٹالین افسر جبراً
مجبور کر رہے ہیں کہ کپڑے اتار دیں اور انکی جگہ
قیدیوں کے کپڑے پہن لیں۔ ایک لڑکی رو رہی ہے
اور ایک ترک لیدی جوش عفت پرستی سے
غضبناک ہے۔

عالم اسلامی

مسلمانان چین

مقتبس از جرن ترک قسطنطنیہ

بقلم ڈاکٹر گیرز المی

میں اپنی سیاحت چین کو ختم کرچکا، لیکن چین کے ذکر میں سب سے زیادہ اہم چیز (مسلمانان چین) ہیں۔
میں جب کسی مسجد یا اسلامی مدرسہ کے پاس سے گذرتا، جو وہاں کے نوآباد مسلمانوں نے قائم کر رکھے ہیں، تو ایسے موثر اور مدہش مناظر نظر آتے جیسے میرے اعماق قلب تک میں جنبش پیدا ہوجاتی، میں چاہتا ہوں کہ اس طرف ایک مختصر سا اشارہ چند سطور میں کردوں۔

چین میں۔ سب جانتے ہیں کہ — صدیوں سے تعلیم اسلامی اپنا کام کر رہی ہے لیکن ادھر بیس سال سے جو انقلابی دور تعلیم اسلامی پر طاری ہوا ہے وہ فی الحقیقت ترقی و عروج کی ایک حقیقی تحریک ہے اور وہاں کے مسلمانوں کی عظیم الشان اسلامی فیاضیوں نے اسکی بنیاد کو سر بفلک عمارت تک پہنچانا چاہا ہے۔
بڑی بڑی تعلیمی انجمنیں قائم ہوچکی ہیں، وسیع و عظیم کالجوں کا افتتاح ہوچکا ہے، ترقی کی لہر ہر طرف طوفان انگیز ہے، صرف مردوں کی تعلیم ہی پر نہیں، بلکہ لڑکیوں کی تعلیم پر بھی اپنی بہترین فرصت صرف کی جا رہی ہے؛ میں نے کوئی چین کا بڑا شہر نہیں دیکھا، جہاں کوئی بہت بڑی اسلامی انجمن قائم نہ ہو، اور وہ بڑے بڑے مدرسوں کے قیام و انتظام میں مصروف نہ ہو۔

بالفعل چین کے دینی مدارس میں تین جماعتوں کو تین سال میں تعلیم دی جاتی ہے، پانچ سال صرف و نحو وغیرہ، سال دوم ادب عربی، سال سوم تفسیر قرآن۔ ہر مدرسہ کے پاس ایک چھوٹی سی مسجد بھی اُسکا ضروری جز ہے جہاں پانچ وقت طلبا جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ مسجد کے ساتھ ہی بزرگ ہاؤس ہیں، وہیں طلبا آرام و راحت سے رہتے ہیں اور دن میں چار مرتبہ کھانا تقسیم ہوتا ہے۔



طبرق میں مجاہدین عرب و ترک کا حملہ

الموبد قاہرہ

طرابلس میں دو نئے مدرسوں کا افتتاح، عثمانی کیمپ میں سکون و طمانینہ

(بنغازی ۱۵ - جولائی - بقیہ ۱۷) کل یہاں دو نئے مدرسوں کی رسم افتتاح نہایت شاندار طریقہ سے ادا کی گئی، ہمارے کیمپ میں یہ نئے مدرسے ملاکر اب چار مدرسے ہوئے جنہیں بالفعل چھ سو طالب علم تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

ہماری فوج کے سپاہی کمال راحت و آرام میں ہیں، بازار کی حالت بہت اچھی اور خرید و فروخت جاری۔ ٹوٹی دن ایسا نہیں جاتا کہ نئے قافلے یہاں نہ پہنچتے ہوں، پانی کافی اور ذخیرہ وافر ہے، اطالیوں کی حالت بدستور، موجوں اور گڑھوں میں پناہگزیں، اور عربوں کے رات کے حملوں کے خوف سے باہر نکلنے کی جرأت نہیں، عرب کے شیوخ کو خبر ملی تھی کہ وزیر اعظم اٹلی نے باب عالی کو دھمکی دی ہے کہ عنقریب ایک سخت ضرب لگائی جائے گی، وہ خوش ہیں کہ شاید اس دھمکی میں بنغازی، درنہ، طبرق، خمس، اور طرابلس کو بھی کچھ کچھ حصہ ملے گا اور اپنے اُن موجوں سے باہر نکلکر سامنے آئیں گے، جو بلا شائبہ مبالغہ انکے لئے قید خانے کا کام دے رہے ہیں ورنہ اٹالیوں کا موجودہ حالت میں یہاں پڑے رہنا تو سخت شرمناک ہے، بشرطیکہ شرم باقی رہی ہو۔

جنگ کے نازہ ترین کوائف

(ایضاً ۱۹ : ۱۸) موت کے سایے میں قطع مسافت کر کے بعض اہالی شہر ہم سے آدھے میلے، اُنسے معلوم ہوا کہ اٹالین چھاونی شدت بغار متعدی سے ہلاک ہو رہی ہے، شہر والوں کو اب تک کوئی نقصان نہیں پہنچا، البتہ فقر و فاقے سے تباہ حال ہیں، اطالی نہ تو انکو زندہ رہنے کا سامان حاصل کرنے دیتے ہیں اور نہ شہر سے نکلنے دیتے ہیں۔

انسے یہ بھی معلوم ہوا کہ آخری مقابلہ جو (شوالیک) کے مورچے کے قریب ہوا تھا، اسمیں کئی اطالی افسر بھی مقتول ہوئے تھے، اسی جنگ میں اٹالین کمانڈر نے دیسی فوج (ذریابہ) پر [جو بعض وطن فروش شہریوں سے مرتب کی گئی ہے] الزام لگایا کہ انکو آگے رہنے کا حکم دیا گیا تھا مگر تعمیل نہ کی، بالآخر انکے افسر اعلیٰ (فرج ابشون) نامی کو قتل کی سزا دی گئی، [اولئک الذین اشتروا الضلالتہ بالهدی فما رجعت تجارتهم وما كانوا مهتدین] اس واقعہ سے تمام دیسی سپاہیوں کے دل تڑپ اُٹے اور سب چہرے چہرے کر بھاگ رہے ہیں۔

اس ملت فروش دیسی فوج کے جو آدمی جنگ میں مقتول ہوئے تھے انکے لئے اطالیوں نے (شیخ احمد العزبانی) امام مسجد بنغازی کو بلاکر کہا کہ انکی تجویز و تدفین کا بندوبست کر، لیکن شیخ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ”ان پر نماز پڑھنا کسی طرح جائز نہیں، کیونکہ یہ تمہارے ساتھ شریک ہوکر اسلام سے مرتد ہو گئے تھے“ [جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزا] اسپر اٹالین کمانڈر نے سخت غضبناک ہوکر انہیں قید کر دیا ہے، مشہور ہے کہ تین سال تک قید رکھا جائے گا۔ [فسید علم الذین ظلموا ای مذقلب یقلبون]

ہم اس موقع پر اس سے بھی بے خبر نہیں ہیں کہ وہاں ایک فوجی طاقت ہے جسکی تعداد ۶۰۰،۰۰۰ سپاہیوں تک پہنچ کر ختم ہوتی ہے اور تمام اساعہ و ذخائر ضروری اپنے ساتھ رکھتی ہے اور وہ یورپ کی سب سے بڑی فوج ہے جسکے بعد کوئی فوجی طاقت کا درجہ نہیں۔ البتہ اٹلی کے پاس ترکی کو مجبور کرنے کا ایک ذریعہ ہے، یعنی درہ دانیال اور قسطنطنیہ پر فوجی قوت کی نمایش، اگر ہم فرض کر لیں کہ دول اسمیں خارج بھی نہیں کے اور اٹلی بڑھتی ہوئی ہر فورس تک پہنچ بھی جائے گی جب بھی اسکے لئے ایک بڑی جنگ کا مرحلہ باقی رہیجائے گا اور یہ جنگ عثمانی فوج یعنی دنیا کی آخری درجہ کے بڑی طاقت سے پیش آئے گی اور جہاں آئے گی وہ ایک وسطی نقطہ ہے جس سے ریل کے خطوط تمام عثمانی چاروںوں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ایسی حالت میں اسکا فیصلہ آسان نہیں کہ اٹلی کی فوج کو سمندر کی مچھلیوں کی غذا بننے کے سوا اور بھی کچھ ہاتھ آئے گا یا نہیں؟

یہ بھی خیال خام ہے کہ اٹلی طرابلس کا انتقام دائرہ جنگ کو وسیع کر کے لے گی۔ اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ اٹالین فوج طرابلس میں طعمہ ہلاکت ہو رہی ہے، نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہاں سے فوج ہٹا کر نئے مقامات اور جزائر میں تقسیم کر دینی پڑے گی ایسی حالت میں طرابلس کی حالت اٹلی کیلئے بد سے بدتر ہو جائے گی۔ آج طرابلس میں صرف ترکی ہی دشمن سے برسر پیکار نہیں ہے بلکہ وہ تمام عالم اسلامی کو اپنے ساتھ رکھتی ہے جسکی نظریں اسکی ہر حرکت کے ساتھ حرکت کر رہی ہیں، ضرور ہے کہ وہ دول یورپ جنکے لئے قطعاً اٹلی کا قبضہ طرابلس مضر ہے اب ترکی کی اعانت کریں اور خواہ کچھ ہی ہو اٹلی کیلئے کوئی صورت فلاح نہیں۔ آجکی حالت سنہ ۱۸۷۸ء سے بالکل مختلف ہے جب کہ (گریڈ نیکولا) نے (سین اسٹی فانر) پر قبضہ کر لیا تھا اور توپوں کے گولے داخل (بوغاز) اور (بک ارغلی) پر جا کر پھٹتے تھے، اس وقت فی الحقیقت قسطنطنیہ میں نہ تو حکومت تھی اور نہ فوج، تاہم اس وقت بھی اس کو کچھ حاصل نہیں ہوا اور اب تو ایسا ہونا محال قطعی ہے۔

شورن عثمانیہ

ترکی اور مانٹی نگر میں جنگ

(ستیم ۴ - اگست) کل صبح مانٹی نگر کے سرحدی گارڈ اور ترکوں میں لڑائی ہو گئی اور شام تک جاری رہی۔ اہل مانٹی نگر کہتے ہیں کہ ترکوں کی طرف سے پیش قدمی ہوئی تھی اسلئے ہم نے حملہ آوروں کی مورچہ بند خندق کو توپوں سے آڑا دیا۔ اتنا یہ بھی دعوا ہے کہ ترکوں کے ۵۰ آدمی ہلاک اور ہمارے صرف ۱۲ - لیکن ۱۵ - زخمی ہوئے۔

(سارنیکا ۴ - اگست) دوسری اگست کو (کوچہ) کے بازار میں دو بم کے گولوں کے پھٹنے سے دو یورپی، چار ترک اور ۲۲ بلغاری ہلاک ہو گئے نیز ۳ ترک ۱۱ بلغاری زخمی۔

(ستیم ۳ - اگست) کل ترک اور البانیوں میں تمام رات لڑائی

نے کہا - ممالک غیر میں یہ خیال بار بار دہرایا جاچکا ہے کہ ترکی کے پاس بحری سامان موجود نہیں، پس جنگ کا نتیجہ ظاہر ہے۔

محمود شوکت پاشا - ”ہاں مجھ کو معلوم ہے - اس قسم کے متعدد فیصلے خود ساز ناقدوں اور غیب دانوں کے زبان و قلم سے ہو چکے ہیں - میں کوئی مدبر نہیں، سپاہی ہوں - میرا وظیفہ ہے کہ اپنے ملک کی حفاظت کئے جاؤں - میں نے ایسا کیا، اور کئے جارہا ہوں اور کرتا رہوں گا - ہماری فوجوں کا فرض ہے کہ دشمنوں کے سیلاب کو روکیں، اپنے حقوق تلف نہ ہونے دیں اور یہ فرض رہ ادا لئے جائینگے۔“

میں - ”کیا آپ کا خیال ہے کہ کامیابی کے ساتھ دفاع کرسکیں گے؟“

محمود شوکت - یقیناً، حتماً، کامیابی کے ساتھ۔“

مسئلہ طرابلس پر

فرانس کے سابق وزیر جنگ کے خیالات

موسیر (ہانٹو) سابق وزیر جنگ فرانس ایک مشہور سیاسی اہل قلم اور اسلامی مسائل کا واقف کار ہے، حال میں فرنچ اخبارات نے جنگ طرابلس کی نسبت اسکے خیالات شائع کئے ہیں، وہ لکھتا ہے: ”یورپ کی حالت آجکل سخت درجہ دبی ہو رہی ہے، اٹلی اور ترکی کی جنگ ایک مرض متعدی کی صورت اختیار کر رہی ہے، اٹلی نے خود اپنے ہاتھوں اپنے تئیں برباد کیا، ترکی کی داخلی مقاومت نے اسے ساحل پر کھڑا کر دیا ہے اور ایک قدم آگے بڑھنے نہیں دیتی۔“

تمام عالم اسلامی اس جنگ کے نتائج کا انتظار کر رہا ہے کیونکہ اب یہ کوئی استعماری (نرادی) یا بحری توازن کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ ایک محض دینی اختلاف کا سوال ہو گیا ہے، اور اسمیں شک نہیں کہ اٹلی - جس نے الحاق طرابلس کا گولہ خود اپنے پانوں پر پینک مارا ہے - اب اس سوال کی قیمت کا اچھی طرح اندازہ کرسکتی ہے۔

ترکی کے حرکات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پورے سکون سے اس وقت کا انتظار کر رہی ہے جب دشمن اپنی تمام قوت خرچ کر کے بالکل مفلس ہو جائے گا، اس وقت وہ ایک آخری ضرب لگانے کی اور اسکا بڑا ثبوت عثمانی ولایات کی فوجی نقل و حرکت ہے۔

ممکن ہے کہ تم ترکی کو الزام دو کہ اس نے طرابلس کی مدد کی کوشش نہیں کی، لیکن میں جواب میں کہوں گا کہ جو حالات ہیں، انکے لحاظ سے یہ اعلیٰ درجہ کی دانشمندی تھی کہ ترکی اپنی تمام فوجی قوت کو قلب حکومت میں جمع کرتی اور طرابلس کی عکس چھوڑ دیتی، کیونکہ وہاں عرب باشندے تمام افریقی ولایات کو دشمن سے بچالینے کیلئے پوری طرح کافی ہیں اور اٹلی کی بدبختانہ غلطی یہی ہے کہ حملے سے پہلے عربوں کی عسکری قیمت کا اندازہ نہ کرسکی۔

ترکی نے جو کچھ کیا یہ اسکی فوجی تقسیم کی اعلیٰ سے اعلیٰ قابلیت و مہارت کا ثبوت ہے۔

ہوں کہ ایک قوم کے بعض محبت سرشت افسر بطور خود خدمات قبول کرنے کو باکل مستعد تھے۔ اس قوم کا نام بنانے میں قاصر ہوں۔ وہ شریف طبائع جان جوہوں کا سودا ہمارے ہی لئے مولنا چاہتے تھے لیکن ہماری گورنمنٹ نے انکی ہمدردانہ تجاویز کو شکریہ کے ساتھ قائل دیا۔ مگر کہیں؟ یہ میں کہہ نہیں سکتا۔“

طفلانہ گولہ بازی

یہاں میں یہ اصل مضمون سے ہٹ جاتا ہوں۔ دولت عثمانیہ کے ایک مشہور اور نامور فوجی ماہر نے آج ہی مجھے کہا ”اب اٹلی (ازمیر) میں ہمکوبے خبری میں نہیں لے سکتی اور اب بے خبری میں نہ لیا تو وہ کچھ کربھی نہیں سکتی۔ اگر اس نے حملہ کر کوئی خاکہ تیار دیا ہے تو اسکو لازم تھا کہ حملہ اسی وقت کر چکتی جب اس کے جہازات (زرقس) اور (اسٹامپولیا) میں داخل ہوئے تھے۔ عمل و کارروائی کے لئے وہی وقت نہایت مبارک تھا۔ وہ سالمیت گزر چکی“ (ازمیر) کا تحفظ اسوقت اعلیٰ ترین حالت میں ہے۔ آدمی، سامان حرب، سرمایہ، رسد، مخابرات کے تین تین الٹن۔ المختصر کمانڈر کی خواہش کی تمام چیزیں مہیا ہیں۔ اور امانتداری بھی اچھا ہے۔ اٹلی نے زمین اور دریا میں اپنی جنگی سیرت کا کوئی نقش ہمارے دل پر نہیں چھوڑا اس کے خلاف تعصب کا ہمارے دلوں میں پیدا ہونا ممکن ہے لیکن واقعات تو بھاگ نہیں گئے۔ آپ خود دیکھیں۔ ایک واقعہ لیجئے: درہ دانیال کی گولہ بازی۔ اسمیں کونسا عملی فائدہ تھا؟ اگر آپ ان توپ زدہ مقامات کو دیکھیں تو انکو بحالت قدیم پائینگے۔ اُسکی گولہ بازی بدسود ہی اسنے ۳۰۰ بمب پھینکے۔ لیکن پانچ پاؤنڈ تک کا بھی نقصان نہ ہوا۔ خیر کچھ ہوا اسمیں تو اشتباہ کورہ نہیں کہ اسکو ہر گولے کی قیمت تقریباً ۱۲۰ پاؤنڈ پڑی ہوگی اسپر طرہ یہ کہ اُسکی توپیں بھی خراب ہوئیں۔ ہمارے گولہ اندازوں کے آہستہ آہستہ جواب دے اور تاک کر دو جہازوں کو پیٹ دیا مگر ہم کو بحری قوم ہونے کا دعویٰ نہیں۔

آپ یہ پوچھتے ہیں کہ ہم نے جزائر میں موزے چھوڑ دینے کی غلطی کیوں کی اور اپنے کو قیدی کیوں بنادیا؟ مگر درحقیقت ہم نے کوئی غلطی نہیں کی۔ ہتھیار اور سپاہ کے چھوڑ دینے سے فائدہ یہ تھا کہ جزیرے میں امن قائم رہے، اگر دشمن کی مزاحمت کی جاتی تو فوجی و بحری کمک آئے ہی اٹلی قتل عام کا بازار گرم کر دیتی یہ سچ ہے کہ (زرقس) کے موزے دشمنوں کے مقابلے میں ایک شجاعانہ دفاع کے لئے مستعد تھے۔ لیکن غیر مسلم عنصر کی بیوقوفیوں نے ہماری تمام آرزوؤں کو خاک میں ملا دیا تاہم حفاظت کی جاسکتی ہے اور کی جانیگی۔ منجملہ ان چند جزائر کے ایک (میٹلن) ہے۔ اگر اسپر حملہ کیا گیا تو دشمن کو ہم از دم آئندہ دس دن تک سرگرم عمل رہنا پڑے گا۔ اور چند جزائر کا بھی یہی حال ہوگا۔ لیکن بہتر ہے کہ تہوڑا کہا جائے اور زیادہ کر کے دیا جائے۔“

قزاقی کا غیورانہ عزم

اب پھر محمود شہت پاشا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ میں

اگر یہی بات تھی تو ہمارے دشمنوں کو کس نے رک رکھا تھا؟ آپ نے دیکھا ہے کہ ہمارے جہاز باہر ہیں۔ اگر بات کی طرح کام بھی آسان ہے تو انکو تباہ کیوں نہیں کردالتے؟ ہمارے دشمنوں کے اس ضبط و خودداری کے لئے کوئی معقول وجہ تو ہوگی کہ وہ کچھ نہ کر نہیں گزرتے۔ اب مجھے کہنے کی اجازت دیجئے اسکا اصلی سبب خود تاریک کشتیوں اور تحت البحر کی موجودہ شکلوں کے اندر ہی مستور ہے۔ پانی کے نیچے انکی کیا رفتار ہوتی ہے؟ یہ تنہا کسقدر مسافت طے کر سکتی استعداد رکھتی ہیں؟ ان پر ہمارے کتنا اعتماد رکھنا پڑتا ہے؟ سطح آب پر ہونے کی نسبت زبر آب کن مشکلات کا سامنا ہوتا ہے؟ اور دیگر شرطیں جن پر انکی ساری سودمندی منحصر ہے؟ اگر آپ ان امور کا مطالعہ کر دئے تو آپ کو اپنے پیش کردہ نکتہ جہنوں کی آرا پر قائل کرنے کے لئے معقول وجہ ملجائیگی اور بالاخر ہمارے ہم آہنگ ہو کر یہ کہینگے کہ موجودہ جد جہد اور موجودہ جنگ و بیکار کے لئے یہ کافی آلات نہیں ہیں۔“

سرنکیں اور جنگی جہازات

اس مقالے کو یہاں چھوڑ کر میں یہ گزارش دونا چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کی تحقیق کے لئے آج ہی شام کو میں نے مشاہیر سلطنت میں سے ایک شخص سے ملکر اسی بحث پر گفتگو کی۔ انہوں نے جو کچھ کہا وہ حسب ذیل ہے:۔

”اس وقت تک آپ ایک لمحے کے لئے بھی تحت البحر پر اعتماد نہ رکھنے کے مستحق نہیں۔ گرد و پیش کے حالات ہزار مساعد ہوں۔ اسپر بھی بمشکل فیصدی ۵ حصے سے زیادہ سرنکیں دشمن کے جہاز کو صدمہ رسائی میں کامیاب ہو سکتی ہیں، مجرد ایک ٹکرا کسی طرح اسکی تباہ ساری کیلئے کافی نہیں۔ اکثر اشخاص کے خیال میں یہ رائے انقطاعی ہے کہ ایک ٹکرا ایک تباہی کی قیمت اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ غلط ہے۔ ایک آہن پوش کی تباہی کے لئے ہم از کم تین چار سرنکیں درکار ہونگی۔ جنگ روس و جاپان کے زمانے میں ایک روسی جہاز (زر زورج) سرنک سے ٹکرا کر مہجور ہو گیا تھا لیکن از کار رفتہ نہوا تھا برابر جاپانی جہازوں کا مقابلہ کرتا رہا اور انہوں کو صدمہ پہنچا کر بالاخر بلا کسی رھائی بغش تائید کے صاف نکل کر ایک چینی بندرگاہ میں واپس چلا آیا۔ ایک سے لیکر تین صدمات پہنچانے کے لئے کم سے کم تیس تحت البحر کی ضرورت! انکی قیمت تیس لاکھ اسٹرلنگ پونڈ اور یہ قیمت ہے ایک (دربدنات) یعنی آہن پوش جہاز کی! ایک آخری وجہ آرز سن لیجئے کہ یہ آزمائش ایوں ممکن العمل نہیں؟ اگر ہمارے پاس تحت البحر موجود بھی ہوں جب بھی ہم انکا استعمال نہیں کر سکتے۔ ہمارے آدمی کارداں نہیں۔ یہ آپ جانتے ہیں کہ ہم شجاعت جیسی چالے موجود ہے۔ لیکن جہازوں کے استعمال میں جس اصطلاحی فراست اور ہمدردانہ ذہانت کی ضرورت ہے وہ مفقود ہے۔ رہے باہر کے آدمی ہاں وہ مل تو سکتے ہیں، علاوہ قابل ہونے کے بہ رضا و رغبت آنے کے لئے تیار بھی ہیں۔ لیکن فی الواقع میں یقیناً کہتا

(آئینہ نمبرون کیلئے جو تصویریں طیارہیں)

(اُن میں سے بعض کی فہرست)

(مشاہیر)

- ۲۴ طبرق کے عثمانی کیمپ کے افسر
۲۵ مجاہدین کی عورتیں اور بچے میدان جنگ میں

(ایران)

- ۲۲ تبریز میں روسی لشکر کی لعنت
۲۷ اذر بائجان میں روسی داخلہ
۲۸ ایران کے سردار قبائل

(مراکش)

- ۲۹ قبائل مراکش کا قتل عام
۳۰ طنجه میں قبائل کا حملہ
۳۱ فاس کا قصر حکومت

(عام مناظر و تصاویر)

- ۳۲ عثمانی پارلیمنٹ کا افتتاح
۳۳ سلطان المعظم پارلیمنٹ میں
۳۴ عید دستور
۳۵ روتس کے بعض مناظر
۳۶ دارڈینلز کا ایک منظر
۳۷ ہلال احمر مصر کا گروپ
۳۸ فرانس کی ہلال احمر کا طبی وفد

* * *

- ۳۹ قونیہ میں ایک اسلامی اثر قدیم کا انکشاف
۴۰ سنہ ۷۰ ہجری کی ایک تحریر کا عکس
۴۱ حکیم مومن خاں "مومن"
۴۲ نواب ضیاء الدین خاں "نیر"
۴۳ مرزا صائب کے دستخطی دیوان کا ایک صفحہ
۴۴ مرزا غالب کا ایک دستخطی خط
۴۵ بہادر شاہ کا بستر مرگ

- ۱ امیر عبدالقادر الجزائری
۲ ابو الحارر مدحت پاشا
۳ شیخ احمد السنوسی
۴ سید ادیسی امام یمن
۵ امیر علی پاشا بن عبد القادر الجزائری
۶ امیر عبدالقادر ثانی بن امیر علی پاشا
۷ ہز ایکسلنسی محمود شوکت پاشا
۸ مجاہد دستور و حریت نیازی بک
۹ ابراہیم ثریا بک کماندر شرقی طرابلس
۱۰ ڈاندر نہاد سزای بک رئیس ہلال احمر قسطنطنیہ
۱۱ سولہ برس کی عمر کا ایک عثمانی مجاہد
۱۲ سلطانہ کی موجودہ وزارت
۱۳ ایوانی مجاہدین کا ماتم سرا
۱۴ ایوانی مجاہدین کا حملہ
۱۵ بیڈ باسی نشات ہے
۱۶ منصر پاشا مبعوث بنغازی

(مناظر جنگ)

- ۷۱ طرابلس میں مسیحی تہذیب کے چار خونیں مناظر
۱۸ اٹالین ہوائی جہاز سے مجاہدین کے کیمپ پر کاغذات
پھینک رہے ہیں
۹ طبرق کا معرکہ
۲۰ منصر پاشا مجاہدین طرابلس کے سامنے تقریر کر رہے ہیں
۲۱ بیرت بینک کی شکستہ دیواریں
۲۲ روتس میں اٹلی کا داخلہ
طرابلس میں اٹالین کیمپ

کمیشن بیٹھکر اس سرحدی جنگ کا فیصلہ کرے۔ روس نے ماتئی نگر کو اشارہ کیا ہے کہ اس جھگڑے سے اپنے کو بچاؤ۔

ہجوم مشکلات و تصادم احزاب

(قسطنطنیہ ۴ - اگست) یہاں سخت بد امنیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ انجمن اتحاد و ترقی پارلیمنٹ کو ترغیب دے رہی ہے کہ وزیر جنگ سے مواخذہ کیا جائے جسپر انجمن کا یہ الزم ہے کہ فوجی مجلس سے اسکی سازش ہے۔

ایران حربہ (لبرٹی ہال) میں ۸۰ - افسروں اور شرکاء انجمن اتحاد نے جمع ہوکر یہ رزلوشن پاس کیا کہ پارلیمنٹ غیر آئینی طریقے سے مرکز برہم نہ کی جائے۔

ایران وزارت کی نشستیں دیر دیر تک ہو رہی ہیں جس سے یقین کیا جاتا ہے کہ یہ طے پا چکا ہے کہ شدت عمل سے کام لیکر اکثر افسر گرفتار کر لئے جائیں۔

(قسطنطنیہ ۵ - اگست) مجلس اعیان نے گورنمنٹ کی اس تحریک کو منظور کیا ہے جس میں (کانسٹیٹیوشن) کی یہ تائید کی گئی تھی کہ موجودہ پارلیمنٹ پچھلی پارلیمنٹ کا محض ایک سلسلہ ہے لہذا ایراد کا وقت پورا ہو گیا۔ پارلیمنٹ ہی برہمی کے لئے ایک ایراد آج گشت کر ڈیوالا ہے۔

(قسطنطنیہ ۵ - اگست) پارلیمنٹ نے گورنمنٹ اور مجلس اعیان کی اپیل پر بے اعتمادی کا ووٹ پاس کیا۔ اس طرح پر گورنمنٹ اور انجمن اتحاد کے مابین ایک بلا واسطہ تنازعہ پیدا ہو جاتا ہے۔ انجمن کے غالب عنصر سے پارلیمنٹ مرکب ہے اور اسکی بیٹھ پر اکثر طاقتور فوجی اور سیاسی گروہوں کا ہاتھ ہے لیکن ان سب کے مقابل البانی باغیوں کو سمجھنا چاہئے جنکے لیڈر مصر ہیں کہ پارلیمنٹ کی برہمی میں دیر نہ کی جائے۔

(ایضاً) باوجود اعتماد شکن روئوں کے وزیر اعظم نے مجلس اعیان اور مجلس مبعوثان میں جابر فرمان سلطانی پڑھ سنایا جس نے پارلیمنٹ کو ٹوڑ دیا اور نئے انتخاب کا حکم صادر کر دیا گیا۔

(ایضاً) پارلیمنٹ کا صدر اعلیٰ کل محل میں حاضر ہوا کہ سلطان کو گورنمنٹ کے خلاف بے اعتمادی کے ووٹ کے متعلق اطلاع دے لیکن جلالت مآب نے ملنے سے انکار کر دیا۔

(ایضاً) پارلیمنٹ میں سلطانی جواب پڑھکر سنایا گیا کہ ایران وزارت کو سلطان کی کامل خوشنوی و اعتماد حاصل ہے۔

(ایضاً) سنا جاتا ہے کہ وزارت نے یہ طے کر لیا ہے کہ انجمن اتحاد و ترقی کے بعض معروف ارکان گرفتار کر لئے جائیں۔ طلعت بے اور جازید بک کا بھی نام آتا ہے۔

(ایضاً) ایران وزرا اس امر کے اعلان پر متذق الا راہیں کہ قسطنطنیہ میں ۴۰ دن تک محاصرے کی حالت رہیگی۔

(قسطنطنیہ ۷ - اگست) جازید بک اور طلعت بک جنکی گرفتاری کی نسبت ایران وزارت کا فیصلہ مشہور ہو چکا ہے سالزینا چل دیے ہیں جہاں انجمن اتحاد و ترقی کے ساتھ گفت و شنود کریں گے۔

ہوا کی لیکن کڑی انقطاعی نتیجہ نہیں نکلا انقلاب اطراف و جواب میں پھیلتا جاتا ہے۔

(استنب ۵ - اگست) عثمانی وزیر نے سرحد کی لڑائی کے متعلق ۲۴ گھنٹے کے اندر تشفی بخش جواب طلب کیا ہے ورنہ سیلسی تعلقات باہمی بالکل ٹوٹ جائیں گے۔

(سالزینکا ۵ - اگست) کوچنہ سے آنیوالے مسافروں کا بیان ہے کہ بمب کے پھٹنے سے قریب سو سے زیادہ آدمی ہلاک ہوئے تھے۔

(ایضاً) بلغاری قافلے جوق جوق ممالک عثمانی میں داخل ہوکر ضلع (اشتپ) کے دھقانوں میں اسلحہ تقسیم کر رہے ہیں۔ (پیرسیرند) اور (میتروٹسا) کی فوجیں باغیوں کی شریک ہو گئی ہیں اور (پریسننا) کی البانی کانفرنس میں اپنے قبیلگیٹ بھیجئے ہیں۔

(ایضاً ۶ - اگست) کل تمام دن سرحد میں لڑائی جاری رہی۔ ماتئی نگر میں کو حکم دیا گیا کہ وہ دامن سرحد سے بھاگ کر دفاعی پہلو اختیار کریں۔ ترکوں نے سرحد سے پار ہوکر حملہ کیا لیکن ماتئی نگر کے پیادہ سپاہیوں اور تربخشانیوں نے پسپا کر دیا (جنرل و کسٹج) کے نام اس مضمون کے احکام جاری کئے گئے ہیں کہ ترکوں کو قیام امن پر مائل کرے۔ ترکوں کو پسپا کر دینے کے بعد ماتئی نگر میں نے سرحد تک انکا تعاقب کرتے ہوئے تین قلعہ بند مقاموں پر قبضہ کر لیا۔

(ایضاً سالزینکا ۶ - اگست) ماتئی نگر نے ترکی شکایات کا جواب قلغی کے ساتھ دیا ہے کہ ہمارا کوئی سپاہی عثمانی سرحد پر نہ تھا۔ ترک ہم کو برا فرختہ کرتے چلے آتے ہیں اسی سبب سے لڑائی ہوئی۔ (صوفیا ۶ - اگست) اس رپورٹ کی بنیاد پر کہ چہارم و پنجم ماہ رواں کے حادثے کے بعد عثمانی فوج نے (کوچنہ) کے بلغاریوں کا قتل عام کر دیا: وزیر اعظم نے اپنے رکیل متعینہ قسطنطنیہ کو ہدایت کی ہے کہ شدت کے ساتھ تدارک واقعہ اور مجرموں کی پلداش کا مطالبہ کیا جائے۔

اتھینس میں مشہور کیا جاتا ہے کہ یہ بالکل سچ ہے کہ (کوچنہ) کے بمب کے حادثے کے بعد ہی سات گھنٹے تک قتل عام رہا جس میں ۵۰۰ عیسائی ہلاک کئے گئے اور ۲۰۰ سے زیادہ مجروح ہوئے۔

(لندن ۸ - اگست) ترکی مجلس مبعوثان کی برہمی سے البانیوں میں سکون و قرار پایا جاتا ہے اور اب انہوں نے مسکوب پر دھار کرنے کا ارادہ فسخ کر دیا۔

(لندن ۸ - اگست) کوچنہ کے قتل عام کا واقعہ بلغاریا میں ایک عام جوش پیدا کر رہا ہے۔ صوفیا کے اراکے کہتے ہیں کہ اگر دول عظام نے بلقان میں قیام امن کی سعی نہ کی تو پھر ہمیں جو کرنا ہے کر لینے۔

(ایضاً) ٹائمس کے دفتر سیفٹ پیٹرسبرگ سے خبر آئی ہے کہ سربیا اور بلغاریا کے مابین اتحاد کی کارروائی ہو چکی۔

(ایضاً) ترکوں نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ ایک مشترک

لَا تُهِنُوا وَلَا تَخْشَوْا وَلَا تَحْزَنُوا وَلَا تَكْذِبُوا وَلَا تَكْفُرُوا وَلَا تَكُونُوا مِمَّنْ يَنْتَحُونَ بِأَعْيُنِنَا

لَا تُهِنُوا وَلَا تَخْشَوْا وَلَا تَحْزَنُوا وَلَا تَكْذِبُوا وَلَا تَكْفُرُوا وَلَا تَكُونُوا مِمَّنْ يَنْتَحُونَ بِأَعْيُنِنَا

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

مقام اشاعت
۷ - ۱ مگلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میر رسول محمد خصوصی

اساتذہ کرام کلام الدہلوی

جلد ۱

کامکتہ : یکشنبہ ۱۸ اگست ۱۹۱۲ ع

نمبر ۶



فہرست

صفحہ	مضامین
۱۶	شذرات
۱۷	ایڈیٹوریل نوٹس
۱۸	ناموران غزوہ طرابلس
۱۹	کارزار طرابلس
۲۰	عالم اسلامی
۲۱	شوون عثمانیہ
۲۲	تصاویر
۲۳	کانڈر دہلوی ادب پاشا
۲۴	برقہ کے معرے کا ایک منظر
۲۵	طرابلس میں اٹالین مشکلات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad,

7-1, MacLeod Street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

الْهَيْلَالُ

ایک ہفتہ وار مہوار سالہ

میر سہول غرضوی
اسکاٹلنڈ کلام الدہلی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپے
ششماہی ۴ روپے ۶

جلد ۱

کاغذ : یکشنبہ ۱۸ اگست ۱۹۱۲ ع

نمبر ۶

مگر شاید آنریبل ممبر تعلیم کی چٹھی کے شائع ہو جانے کے بعد پبلک اب کچھ زیادہ اس لطف و نوازش کی آرزو مند بھی نہ تھی۔ پبلک کو اب حالات سنائے جائیں یا پوشیدہ رکھا جائے۔ مولوی ضیاء الدین صاحب اجلاس کے دوسرے ہی دن کاغذات پریس میں بھیج دیں یا نہ بھیجیں۔ اب ان باتوں سے کیا ہوتا ہے، جو وقت قوم کو اظہار رائے کا موقعہ دینے کا تھا، اس وقت تک تو یونیورسٹی کے سرائے و خفایا ایک وجود طلسم رہے، اب اگر یونیورسٹی کا دفتر اپنی پوزیٹو کاری برسرِ راہ اولت بھی دے تو حالات معلوم کر کے ہم کیا کریں۔ تاہم قوم کو پھر بھی اس ”زرد پوشیدہانی“ کیلئے مہزون ہونا چاہئے کہ بعد از قتل۔

اخبارات میں شائع کیا گیا ہے کہ ”کونسل آل انڈیا مسلم لیگ نے بالاتفاق رائٹ انریبل مسٹر امیر علی کو لیگ کے آئندہ اجلاس لکھنؤ کا پریسڈنٹ منتخب کیا ہے“ لیکن معلوم نہیں کونسل نے انکے مصارف سفر کا بھی کوئی ایسا انتظام کر لیا یا نہیں جو سفر سے پہلے ہی انکی خدمت میں پہنچ جائے، اگر نہیں کیا ہے تو دہلی کے اجلاس لیگ کی طرح اب بھی ہم عجب نہیں کہ انکی زیارت سے محروم رہیں۔ مسلمانوں کی عقیدت و ارادت اور اظہارِ خشوع و خضوع مانا کہ ایک قیمتی شے ہے، لیکن کیا کیا جائے کہ (پی۔ ایف۔ او) تو اپنے جہاز پر روپیہ لیکر ہی سوار ہونے دیتی ہے۔

زر می طلبد، سخن درین ست

(پونا) کی ازدر کانفرنس میں (ہزاریکسانسی گورنر بمبئی) نے مسلمانانِ ہند کے موجودہ مسائل پر جو تقریر کی، ہم نے گذشتہ ہفتے پڑھی تھی اور قلتِ گنجائش کی وجہ سے اسکا تذکرہ اس ہفتے کیلئے آٹھا رکھا تھا، لیکن دیکھتے ہیں تو آج بھی اسکا موقعہ نہیں۔

شذرات

اطلاع ضروری

خاص حالتوں میں طلباء کے ساتھ نصف قیمت کی رعایت کی گئی تھی، چنانچہ اب تک سیکڑوں درخواستیں اسی بنا پر منظور کر لی گئیں، مگر اب ہم دیکھتے ہیں تو اس طرح کی رعایت چند در چند مشکلات سے خالی نہیں۔ پس آئندہ سے نصف قیمت کی رعایت دیا جائے، بغیر کردی گئی ہے، کوئی صاحب درخواست بھیجنے کی تکلیف نہ لگائے، البتہ طلباء کو ۸ - روپیہ کی جگہ ۶ - روپیہ میں اخبار دیا جائے گا اور انشاء اللہ خواہ دفتر کو کتنا ہی نقصان ہو مگر اس رعایت کو ہمیشہ قلم رکھنے کی کوشش کی جائے گی۔

مسلم یونیورسٹی (اور مسئلہ الحاق کی نسبت جو مجلس انو میں ہونے والی تھی) پچھلے اتوار کو منعقد ہوئی۔ تین گھنٹے کے بحث و مباحثہ کے بعد با اتفاق قرار پایا کہ گورنمنٹ سے نظر ثانی کی درخواست کی جائے اور بحالت موجودہ چارٹر لیا منظور نہ کیا جائے، ۱۴ - کو دہلی سے جو تار آیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ای۔ ڈی۔ کانستبلوشن کمیٹی نے اس مضمون کی چٹھی بھی آنریبل ممبر تعلیم کے نام بھیج دی ہے۔

اس جلسے میں ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ تمام کارروائی علاوہ روز روشن میں انجام دی گئی۔ روز روشن میں تو پہلے بھی ہوتی تھی مگر رازداری کی ظلمت اسقدر شدید تھی کہ دیکھنے والوں کو تاریکی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔

لال

الہ

— * —

(الملال) کی بالاعل دوہزار کا بیان شائع کی جاتے ہیں
 ہر ہفتہ تعداد بڑھتی جائے گی ۔
 اسکی اشاعت زیادہ تر تعلیم یافتہ اور اعلیٰ طبقہ میں
 ہو جو عام اخبارات کو بہت کم دیکھتے ہیں ۔
 (اشتہارات) کیلئے ٹائٹل پیج کو دو صفحہ مخصوص
 کر دے گاؤں ہیں

یورپ میں اشتہار کی ترتیب اور اشاعت ایک مستقل
 فن ہو ، اشتہار کیلئے پہلی چیز یہ ہو کہ وہ باوجود
 اشتہار ہونے کو اپنے اندر کوئی ایسی کشش رکھو کہ اخبار
 کو مضامین سے ہٹ کر نظریں اسکی گرویدہ ہو جائیں ، انگریزی
 اخبارات و رسائل میں اسکو لیٹو طرح طرح کی تدبیریں
 کی جاتی ہیں ، لیکن آئین سے اکثر ایسی ہیں جو پھر کی
 چھپائی میں ممکن نہیں ۔

مثلاً اشتہار میں خوشنما حاف ثون یا انگریو نیک
 تصویر دیدی ، یا خوشخط اور خوبصورت لکھواکر اسکو
 فوٹو کا بلاک بنوالیا ، یا کوئی ایسا طعنا اور نقشہ درج کر دیا
 جسکی وجہ سے اشتہار تمام اخبار میں ممتاز رہو ، اور
 نظریں مجبور ہو ہو کر آسیر پڑیں ، لیکن یہ تمام باتیں
 بتیر (ٹائپ) کی چھپائی کو محال ہیں

(اغلال) پہلا اردو رسالہ ہو جو ان چیزوں کا
 انتظام کر سکتا ہو

البتہ ہر قسم کو اشتہار کی شرح اجرت علیحدہ ہوگی
 خط و کتابت سے دریافت کیا جاسکتا ہو ۔

خدا شری بر انگیزد نہ خیری ما دران باشد

و عسی ان تکرهوا شیئا * و هو خیر لکم -

سب سے زیادہ دلچسپ آجکل (مروئی بشیر الدین) صاحب کے رشحات قلم ہوتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ پچھلے سال تک تو ہم اپنی پرانی پراگندہ پالیسی ہی پر قائم تھے مگر اب گورنمنٹ پر اعتماد کرنے کے مخالف ہیں۔ لیکن کدیں جناب * حق لوگوں کی پچھلے سال سے پہلے بھی وہی رائے تھی جسکو رک رک کر آج آپ دہرا رہے ہیں، انکی نسبت آپکا کیا خیال ہے؟ نعوذ باللہ من شوز انفسنا * و من سیئات اعمالنا؛ ”من یضل اللہ فما لہ من ہدایہ“ و من یدہی اللہ فما لہ من مضل“ (۳۹ : ۳۹)

ہم پر گذشتہ چھ سال کا زمانہ عجیب طرح کا گزرا ہے * خاوشی تھی مگر تیش اور سوزش سے بھری ہوئی۔ اس زمانے میں صرف چند اصحاب ہی ایسے تھے جنکی صحبت میسر آجاتی تھی تو ہم مشربی اور ہم خیالی کی لذت دنیا کی وسیع مگر مندر صحبتوں سے مستغنی کر دیتی تھی۔ منجملہ ان چند بزرگوں کے ایک ہمارے صدیق جلیل جناب (سید اکبر حسین) صاحب ابر الہ ادبی بھی ہیں۔ زمانہ انکے عظیم النظیر شاعری کی جسقدر داد دے رہا ہے وہ انکے کمال فطری کا قدرتی خراج ہے اور کوئی کافی صلہ نہیں۔ لیکن ہم تو انکے صاف و بے آمیز خیالات کو آنکی شاعری کی سطح سے بھی بدرجہا بلند پا کر خود انکے ایک خاص خصوصیت رکھتے ہیں اور جب کبھی انکی صحبت میسر آگئی ہے تو اسکو بسا غنیمت سمجھتے رہے ہیں * اس دور نفاق و فساد میں اتحاد خیال و مشرب اگر ہاتھ آجائے تو نعمت غیر مترقبہ ہے۔

(الہلال) کا پہلا نمبر دیکھ کر انہوں نے جو عنایت نامہ لکھا ہے اسے ہم جواب طلب خطوں میں رکھ کر بھول گئے تھے * مگر صحبت کی صدائیں بھوانے کیلئے نہیں ہوتیں * اس وقت خود بخود سامنے آگیا۔ لکھتے ہیں :

”مکرمی و حبیبی * علیل ونا توان ہوگیا ہوں * اب زبردستی کا جینا ہے * دل کو دنیا سے بے انتہا کم تعلق رکھ گیا ہے * کچھ تو میرے حالات خاص * اور کچھ میرے عام خیالات جہاں فانی کی نسبت - ایکو مبارک ہو کہ ایسا دلی ارادہ اب قریب تکمیل ہے * * * * * بہ سبب ناتوانی کے ان روزوں مضمون وضمون کچھ نہیں ہے * لیکن آپے یاد اوری سے عزت بخشی * دل میں ایک حیات تازہ پیدا ہوئی اور آپکے پرچے کی نسبت یہ شعر ذہن میں آیا :

فرغ حق کو نہ ہوگا زوال دنیا میں

ہمیشہ بدریغ کا (ہلال) دنیا میں۔“

(الہلال) کی نسبت آغاز اشاعت سے احباب کے جو عنایت نامے اظہار حسن ظن و التفات محبتانہ کے پہنچے * ان میں اکثر اپنے مطالب کے لحاظ سے اہمیت رکھتے تھے اور قابل اشاعت بھی تھے * مگر ہم نے ان کو شائع کرنا ضروری نہ سمجھا * کچھ تو اس سبب سے کہ

مصلحت * پیرایہ بیان * طرز ادا * الفاظ شہد نما و معانی زہر آلود * اور اسی قبیل کی تمام باتوں کیلئے (نفاق) کے سوا اور کوئی لقب نہیں۔ سچ کہئے گا تو جھوٹ اور جھوٹ لگے ہی گئی * اسکو بچانے کی کوشش نہ کیجئے * ورنہ آپ کفر سے زیادہ دنیا کیلئے مہلک ہیں۔ نرمی و آسٹی * حسن ادا * پیرایہ بیان * مصلحت بینی * اور مقتضیات زمانہ کے اگر یہی معانی ہیں جو بتلائے جاتے ہیں * تو خدا کیلئے ہمیں سمجھانیے کہ پھر نفاق و منافقی کی خصوصیات اور کیا ہیں ؟ اگر ایک بات سچ ہے تو اسکو صاف صاف کہہ دیجئے * اگر کچھ لوگ برے ہیں * تو بھول بھول کر انکی برائی بیان کر دیجئے۔ بری باتوں کے اظہار کیلئے اچھے لفظ کیوں اختیار کیے جائیں ؟ بد اعمالوں کو کیا حق حاصل ہے کہ ایک درباروں کے حقوق کا مطالبہ کریں ؟ اگر یہ طریقہ پسند نہیں تو پھر بتوں اور آستین میں چھپائے کی جگہ * بہتر ہے کہ سر پر جگہ دیجئے۔ ظاہر و باطن میں مطابقت * جھوٹ میں بھی ہو تو سچائی سے خالی نہیں :

بس کافر ست زاهد از برہمن * لیکن

اورا بت ست در سر در آستین ندارد

یا ایہا الذین امنوا لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا امانتکم وانتم تعلمون

ہم سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کڑبی سے کڑبی دوا پی لین گئے مگر شرط یہ ہے کہ شربت کھکر پکار اے * دوا کا نام زبان پر نہ آئے کہ اس سے ہمیں سخت چڑھے۔ خیر * اگر آپ * * * * * بظانا چھوڑ دیں تو ایسا کر کے بھی دیکھ لیں گے * مقصود دوا پینے سے ہے نہ کہ چڑانے سے * مگر براہ کرم چند دنوں تو توقف ہی فرمائیے * کچھ عرصے تک تو دوا کا نام سفنا ہی پڑے گا۔ آپ نے چالیس برس تک شہد و شکر سے نام و زبان کو لذت بخشی * دو چار دن کڑبی کیلئے دواؤنا تذکرہ سن لیجئے گا تو کیا ہرج ہوگا ؟ عجب نہیں کہ چند دنوں میں سوتے سوتے آپکی وحشت بھی کم ہو جائے * اور پھر ایسے عادی ہو جائیں کہ شربت بھی ملے تو دوا کھکر منہ سے لگائیں۔

مشکل یہ ہے کہ لوگ تیشے کی ضرب کی سختی کو دیکھتے ہیں مگر اسے نہیں دیکھتے کہ عمارت کی بنیاد بھی تو برسوں کی پرانی ہے * اگر کسی پرانی بنیاد کو آکھاننا مقصود ہو تو اسپر ابتدا کی ضربیں سخت سے سخت لگائیے * جب جوہل جانگی تو پھر آپکو اختیار ہے * انگلیوں سے مٹی ہٹا کر اینٹوں کو ایک ایک کر کے اٹھا لیجئے گا۔ لیکن اگر پہلی ضرب ہی سست پڑی تو پھر برسوں میں بھی نئی عمارت کیلئے جگہ صاف نہر سکے گی۔ یہی سبب ہے کہ ہم اس وقت اپنے کاموں کیلئے سخت سے سخت سختی کو بھی نرمی سمجھتے ہیں * جہاں تک کاندھوں میں زور ہو * جلد جلد ضربیں لگاتے جائے۔ زمانے کا سیلاب بھی آپکی مدد کیلئے تیزی سے امدا آ رہا ہے * اگر آپے اپنا کام پورا کر دیا تو پھر آپکو ہمیشہ کیلئے فرصت ہے * یہ سیلاب خود بنیاد کی مٹی تک بہا لیجائے گا۔ و ما ذلک علی اللہ بہولز۔

الحمد للہ کہ یزیدورستی کے عدم الحاق کی تمہچی نے تفسیح و تقسیم کے زخموں کو پھر ہرا کر دیا ہے :

ہمارے سامنے تو صرف دو ہی راہیں ہیں (من شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر) کفر و اسلام، شرک و توحید، نور و حکمت، صداقت و کذب، حق و باطل؛ ہر شخص مختار ہے کہ دونوں میں سے ایک اختیار کرے (لا اکراه في الدين قد تبين الرشد من الغي) لیکن جدید فن اخلاق کے ماہرین کہتے ہیں کہ گویہ سچ ہو مگر ان دونوں کے درمیان ایک برزخی اور بین بین راہ بھی ہے اور وہی ہم کو بھی اختیار کرنی چاہئے، اسی میں فلاح اور اسی میں ہر دلعززی ہے۔ کفر و اسلام، دونوں کو ساتھ ایجنے، بت پرستی و توحید، دونوں کو دل میں رکھنے، اہرمین اور یزدان، دونوں کو رام کیجئے، ایک ہی طرف کیوں جھکے جب دونوں دروازے کشادہ ہوسکیں؟ صرف کعبے ہی کے کیوں ہو رہیے، جب بتکدے سے بھی رسم و راہ قائم رہ سکے؟ نو من ببعض وتکفر ببعض، وبریدون ان يتخذوا بين ذلك سبيلا - (۱۵: ۴) معشوق ما بشیرہ ہر کس موافق ست
با ما شراب خورد و بزاهد نمـ از کرد

ہم اپنے بعض پاک باطن مگر ظاہر آلود دوستوں کو دیکھ رہے ہیں کہ دبی زبان سے ہمیں اسی تعلیم کی دعوت دنیا چاہتے ہیں؛ اخلاق کے بعض دلچسپ پیرائے نوک زبان ہیں اور کہتے ہیں کہ حق گوئی سے مانع نہیں، لیکن اگر حق گوئی کا حق اس طرح ادا ہوسکے کہ باطل کا دل بھی ہاتھ میں رہے تو اسمیں کیا مضائقہ؟ ایک زمانے کو خواہ مخواہ دشمن بنالینا کونسی عقل مندی کی بات ہے؟

اسمیں شک نہیں کہ ان تعلیمات میں نفس انسانی کیلئے بڑی سخت کشش ہے۔ ہر دلعززی اور ممدوح خلائق ہونا کسے پسند نہیں؟ ہم ضرور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے مگر افسوس ہے کہ ہمیں تو کوئی تیسری راہ سامنے نظر نہیں آتی۔ جس راہ پر چلکر زمانہ سمجھ رہا ہے کہ دونوں راہوں کا برزخ اس کے قدموں کے نیچے ہے، وہ فی الحقیقت نفس شریک خدع و فریب کا ایک سیمینائی کرشمہ ہے ورنہ یہ کلیاں بھی بالآخر اسی شاہراہ میں جا کر مڑی ہیں۔ اسلام اور حق و صدق مرادف الفاظ ہیں، اسکی راہ تو ایک ہی ہے اور ایک ایسا باریک خط، جسکے اندر اور دھڑلے سے نہ کوئی سہارا نہیں، اگر قدم کو ذرا بھی لغزش ہوئی تو پھر یقین کیجئے کہ آپکے لئے کفر و باطل کے سرا آرز کوئی شاہراہ نہیں ہے، (نفاق) کی مقبول عام گلی بھی اسی شاہراہ کی ایک شاخ ہے، یا پھر نہ بدل گئے ہیں اور راستہ ایک ہی ہے، کفر سے تعبیر کیجئے یا نفاق سے۔ سچ ہمیشہ سے ایک ہی جگہ اور ایک ہی شکل میں رہا ہے، جب ملے گا تو وہیں ملے گا، آرزو راہوں اور شیلوں میں دھونڈھنا لا حاصل ہے۔ اُپتے پلے - تیرہ سو برس ہوئے ایک بڑی جماعت تھی، جس نے اسی گوشے میں پناہ لینے چاہی تھی، مگر خدا نے فرمایا: ان المنافقين يخادعون الله، وهو خادعهم * * * مذہبذین بین ذلک، لالی ہالاء ولاالی ہالاء، (۴: ۱۴۲)

(حق) اور (باطل) دونوں آپکے سامنے ہیں، انہی میں سے کسی ایک کو پسند کر لیجئے، اگر حق کی راہ اختیار کی ہے تو پھر

یہ ایک نہایت دلچسپ تقریر تھی۔ ہر ایک فلسفی گورنر بہائی کو مسلمانوں اور مسلمانوں کے ملکوں سے بہت پرانی دلچسپی ہے اور وہ جب کبھی انکی نسبت کچھ کہنا چاہتے ہیں تو عموماً گہری دلچسپی کے لب و لہجہ کو اختیار کر لیتے ہیں۔

انہوں نے اپنی تقریر کے اکثر حصوں میں مسلمانوں کی موجودہ حالت کو امید افزا بنالیا ہے۔ ترقی تعلیم و تربیت کی جو حرکت ہر طرف پیدا ہو گئی ہے، وہ کہتے ہیں کہ نظر انداز کرنے کے قابل نہیں۔ مسلم یونیورسٹی کا خیال انکی رائے میں اسکا ثبوت روشن ہے، اور اب مسلمانوں کو جلدی کی گہراہٹ کی جگہ، صبر کا انتظار کرنا چاہئے۔ آخر میں انہوں نے نصیحت کی ہے کہ ”ہمیشہ گورنمنٹ اور ہمسایہ اقوام کے ساتھ ملکر کام کیجئے، آپ ہم پر ہر اس کلم کے لئے بدروسد کر سکتے ہیں جو دنیا کی قوموں کے مقابلے کے لحاظ سے ہم انجام دے سکتے ہیں“

اس مشفقانہ نصیحت کیلئے ہم ہر ایک فلسفی کے ممنون ہیں، لیکن افسوس کہ نصیحت گر فی نفسہ قیمتی ہے، مگر آسکو کیا کیجئے کہ بازار میں اب پیشتر کا سا تیز نرخ باقی نہ رہا۔

ہر ایک فلسفی کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم اس نصیحت پر برابر نصف صدی سے عمل کر رہے ہیں۔ ہم نے ہمیشہ گورنمنٹ پر اعتماد کیا، اور اس اعتماد کیلئے جس جس قربانی کی ضرورت ہوئی، اپنی دریغ نہیں کیا۔ اسی اعتماد کی خاطر ہم نہ صرف اپنے بانیس کوزر ہمسایوں کے، بلکہ خود اپنے بھی دشمن رہے، اور ایک نئی خاطر سارے جہاں کی دشمنیاں مول لے لیں۔ کونسی قیمتی سے قیمتی شے ہمارے لئے ہو سکتی تھی جو ہم نے اس نصیحت پر نثار نہ کر ڈالی؟ ہم نے گورنمنٹ کی چوکھٹ پر سجدے کئے ہیں اور اس کے ابروے بے مہر تو ہمیشہ عکراب عبادت یقین کیا ہے۔ لیکن:

نمر در خدمتت عمر بست در بستم چہ شد قدوم
برہمن می شدم گر این قدر زنا می بستم

ہماری عاشقانہ نیاز مندوں کا ہمیں جو جواب ملا، وہ ابھی اتنا پرانا نہیں ہوا ہے کہ دھرائے کی ضرورت ہے۔

ہر ایک فلسفی گورنر یقیناً محبت اور ہمدردی سے خالی نہ ہوگی مگر انکو ہم بدبختوں کی دال کی تیش کدنا، علم و حکومت کے بستر پر لیٹ کر مشکل نہ محکوم کی خاب پر لوٹنے والوں کا دین سمجھا جا سکے۔ انکی معذرتی واضح ہے۔

زدمانے کہ کشادیم ما نہ ہی دستان
تو میوہ سر شاخ بلند را نہ خار؟

لذہ سبا (کسی زبان کی کیسا اقل لذہ سبا)۔ زبان کریم نے سدا دیا ہے:

ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها، وجعلوا اعزة أهلها اذا
رکذ لث یفعلون - (۲۷: ۳۴)

سے پیدا آئندہیتی ہے اور وہی خود الکی ذاتی رہے ہوتی ہے۔ اس آیت کے متعلق بھی انہوں نے دوسرے قول کو بیان کرتے ہوئے جو کچھ لکھ دیا ہے وہ بالکل صاف اور غیر پیچیدہ ہے (ج-۱: ۵۲۴)

امتہ وسطا

اصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو مسلمانوں کا مرض منصبی قرار دیا اور نہی عن المنکر کو ایسا کرنا دنیا میں عدل حقیقی کو قائم کرنا تھا، برائی اگر روک دینی جائے اور نیکی کو رائج کیا جائے تو دنیا کے نظم کے قیام کا اس کے علاوہ اور کیا اعتدال ہو سکتا ہے؟ عدل کے معنی ہیں عدم افراط و تفریط، یعنی کسی شے کا نہ زیادہ ہونا اور نہ کم ہونا، اور یہ درجہ مقیم (وسط) اور درمیانی ہے۔

گناہ کی حقیقت اور اصطلاح قرآنی میں "اسراف"

دنیا میں جس قدر برائیاں ہیں، غور کیجئے تو وہ افراط و تفریط کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ انسان کے تحفظ خود اختیاری اور حفظ حقوق کیلئے غیرت، غضب، اور ہیجان کا ہونا ضروری تھا، لیکن جب یہ جذبات اپنی حد سے آگے قدم بڑھاتے ہیں تو فطرت کی بغشی ہوئی ایک شے - جو یقیناً نیکی تھی - یکایک بھٹی بن جاتی ہے اور اس کا نام جرم اور گناہ ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اپنی اصطلاح میں ہر جگہ معصیت اور گناہ کیلئے (اسراف) کا لفظ اختیار کیا: (قل یا عبدی الذین اسرفوا علی انفسکم لا تقنطروا من رحمۃ اللہ) "اے میرے بندو! کہ تم نے اپنے نفسوں پر اسراف کیا ہے رحمت الہی سے مایوس نہو" یہاں مسرفین سے مراد سخت درجے کے گناہگار اور معصیت شعار انسان ہیں کیونکہ آیت کا شان نزول، نیز آگے چل کر (ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً) کہنا اس کی پوری طرح تشریح کر دیتا ہے۔ اسراف کی تعریف (صرف الشئ فیما ینبغی، زائداً علی ما ینبغی) اور (تجاوز الحد فی کل شیء - "راغب") ہے، یعنی "کسی چیز کو اُسکی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اور ہر شے کا اپنے حد سے تجاوز کر جانا" اس سے بڑھ کر گناہ کی کیا تعریف ہو سکتی تھی کہ وہ قوتوں اور خواہشوں کے بے اعتدالانہ خرچ کا نام ہے۔ (اسراف) کے علاوہ اصطلاح قرآنی میں ایک لفظ (تبذیر) بھی ہے، جیسا کہ فرمایا: ان المبدون کانوا لخرن الشیاطین [بے موقع اور بے ضرورت مال و دولت کو ضائع کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں] لیکن تبذیر اور اسراف میں ایک باریک فرق یہ ہے کہ کسی شے کے خرچ کرنے کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں، بعض چیزیں خرچ تو کی جاتی ہیں اُنکے ٹھیک ٹھیک مصرف میں، لیکن تعداد صرف ضرورت اور حد معینہ سے زائد ہوتی ہے اور طریق صرف معیج نہیں ہوتا مثلاً ایک مجرم پر اُسکے قصور سے زیادہ غضبناک ہونا اور مفلسب سزا دینے کی جگہ ماریت سے کم لینا۔ بیشک ایک مجرم کو اُسکے جرم کی پاداش مننی چاہئے اور اس لحاظ سے آئینے غصے اور غضب کا خرچ اپنے معیج مصرف میں ہوا، لیکن جس مقدور جس صورت میں غصے کو آپ خرچ کر رہے ہیں یہ اس کے حرر سے زیادہ ہے، اور اسی کا نام (اسراف) ہے۔

ہوتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں، اور برائی کو جہاں کہیں دیکھتے ہیں اپنے تئیں اس کا دھندلار سمجھ کر روکتے ہیں۔ آخری آیت میں کہا کہ تم کو ایک وسطی ملت بنایا گیا تاکہ تم اولین و آخرین کیلئے گواہ بن سکو، اور اس امر کی: کہ تم نے اپنا یہ فرض ادا کیا یا نہیں تمہارا رسول امین اللہ کے آگے گواہ ہو۔ لہذا خلق کے تمام دستوں کا متن قرآن کا یہی اصول ہے۔ دنیا میں سوسائٹی کے آداب اور قانون کا احتساب بھی اسی اصل اصول پر قائم ہے۔

گو تفصیل کا مرقعہ نہیں مگر ان آیات کے متعلق چند تفسیری اشارات کر دینا فہم مقصد میں معین ہوگا۔

امر بالمعروف حکم عام ہے

دوسری آیت میں اسی لئے (المعروف) اور (المنکر) پر الف لام استعراق کیلئے آیا تاکہ (بقول اہل رازی) معروف اور منکر میں کوئی تخصیص و تعدید باقی نہ رہے، اور ظاہر ہو جائے کہ وہ ہر نیکی کیلئے امر اور ہر بدی کیلئے نہی ہیں، عام اس سے کہ وہ کہیں ہو اور کسی صورت میں ہو [وہذا یقتضیٰ کوہم امرین لکل معروف وناہین عن کل منکر - تفسیر کبیر - ج-۲ - صفحہ ۲۲۵]

مسلمانوں کے ملی شرف و فضیلت کی علت

(خیر امتہ اخرجت للناس) کے بعد امر بالمعروف کا ذکر کیا، اور یہ اسلئے کہ پہلے وصف بیان کر کے پھر اُسکی علت بیان کی جائے، یعنی مسلمانوں کا بہترین امت ہونا صرف انکے اس وصف پر منحصر ہے کہ وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہیں، خیر کی دعوت دیتے ہیں اور شر سے روکتے ہیں (کما تقول زید کریم، یطعم الناس و یکسومہم -) اور یہیں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر یہ وصف امتیازی اُنسے جاتا رہے، تو پھر وہ بہترین امت ہونے کے شرف سے بھی محروم ہو جائیں، اور انکا اصلی قومی امتیاز اُنمیں باقی نہ رہے۔

تیسری آیت کی تفسیر

تیسری آیت میں افکار وسط کی امت قرار دیا اور پھر اسکا سبب یہ بیان کیا گیا کہ "تاکہ تم لوگوں کیلئے گواہ ہو" افسوس ہے کہ اسی صاف اور سلجھی ہوئی بات میں بھی ہمارے بعض مفسرین نے لاحاصل بحثیں پیدا کر دیں اور اس بحث میں پڑ گئے کہ یہ شہادت دنیا میں ہوگی یا آخرت میں؟ اسلام کا اصلی کارنامہ غیر فانی دنیا ہی کی اصلاح تھا، مگر مفسرین اسکی طرف سے اسدرجہ غافل ہیں کہ ہر شے کو آخرت ہی پر اٹھا رکھنا چاہتے ہیں۔ ایک دوسرے مرقعہ پر اسی شہادت کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ذکر کیا گیا ہے کہ: کنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم - [میں اپنی امت پر شاہد تھا، جب تک کہ میں اُن میں موجود تھا] اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنی امت میں دنیا کے اندر ہی موجود تھے نہ کہ آخرت میں۔ پس یہاں بھی شہادت سے وہی شہادت مراد ہے جو دنیا کی زندگی میں انجام دی جاسکتی ہے۔

تاہم (علامہ رازی) کا ہمیشہ ممتحن ہونا پڑتا ہے کہ وہ گوہر آیت کے متعلق طرح طرح کی توجیہات جمع کر دیتے ہیں مگر پھر بھی ایک نہ ایک ایسی توجیہ ضرور اُن میں موجود ہوتی ہے، جو اصل حقیقت

الملاح

۱۸ : اگست ۱۹۱۲

— * —

الامر بالمعروف والنهي عن المنكر

العن في الله، والبغض في الله - الساكت عن الحق شيطان اخرس

كنتم خير امة اخرجت للناس، تامرون بالمعروف وتنهون

عن المنكر وتؤمنون بالله - (۲: ۱۷۶)

(۲)

(اسلام) نے اپنی تعلیم و دعوت اور اپنی امت کے فہم و بقا کیلئے اس اسس اڑلین اور نظام بنیادی ایک اصول قرار دیا ہے اور اسکو ”امر بالمعروف والنهي عن المنكر“ سے تعبیر کرتا ہے :

ولكن منكم امة يدعونكم الي الخير، ويامرون بالمعروف، ويمنهون عن المنكر اولئك هم المفلحون (۲: ۱۷۶) - دے، دلائی کا حامی اور برائی سے روکنے والے ہیں۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے دعوت الی الخیر، امر بالمعروف، اور نہی عن المنکر کو بطور ایک اصول کے پیش کیا ہے اور بظاہر مسلمانوں میں سے ایک گروہ خاص کا اسکو فرض قرار دیا ہے لیکن اسی رکوع میں آگے چلکر دوسری آیت ہے :

كنتم خير امة اخرجت امام امتوں میں تم سب سے للناس، تامرون بالمعروف، بہتر امت ہو کہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ (۲: ۱۷۶)

ایک تیسری آیت میں مسلمانوں کا یہ مٹی امتیاز اور قومی فرض زیادہ نمایاں طور پر بتلایا ہے :

ولذلك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا (۲: ۱۴۳) - تم کو وسطیٰ قوم بنایا تاکہ لوگوں کی شہادت ہو اور تمہارا رسول تمہاری شہادت ہو۔

تفسیر آیات

ان تین آیتوں میں خدا تعالیٰ نے خاص طور پر مسلمانوں کا اصلی مشن، مقصد تخلیق، قومی امتیاز، اور شرف خصرمی اسی چیز کو قرار دیا ہے کہ گو دنیا میں اعلان حق ہر برگزیدہ ہستی اور جماعت کا فرض رہا ہو مگر مسلمانوں کا تو سرمایہ زندگی یہی فرض ہے، وہ دنیا میں اس لئے کہوئے گئے ہیں کہ خیر کی طرف داعی

اپنی تعریف کو ان کالوں میں شائع کرنا، جو شاید اپنی مذمت کیلئے زیادہ موزوں ہیں: کوئی اچھا طریقہ نہیں، دوسرے یہ بھی خوف تھا کہ ان میں بعض خطوط خانقاہ نشین مگر زندہ مزاج ہم مشربوں کے تھے، انکو شائع کرتے ہوئے ہم دے کہ کہیں انکی برادری میں (پُرانی سوسائٹی کے حقہ پانی کی جگہ) انکا سگرت چائے بند نہ ہو جائے۔

مگر جناب (سید اکبر حسین) صاحب کی تحریر کے لوگ مشتاق رہتے ہیں اور خود ہم کو بھی عزیز ہے اسلئے عادت کے خلاف شائع کر دی۔

البتہ ان خطوں میں بعض خط ایسے بھی ہیں جنسے موجودہ دور کے انقلاب خیالات اور ایک روح جدید کی توالید کا پتہ چلتا ہے اور شمار و اعداد سے کام لیجئے، تو ایک امید افزا مستقبل کا نقشہ مرتب کیا جاسکتا ہے۔ ہم نے اسے خطوط اپنے پاس رکھ لیے تھے کہ فرصت کے وقت دیکھ کر کچھ لکھیں گے، مگر رفتہ رفتہ انکی تعداد بڑھتی گئی اور ایک مربع مدار قلمدان میں اور ہم میں حائل ہو گیا، مجبوراً آج انکو دفتر میں بھیج دیتے ہیں، اگر مہلت ملی تو موجودہ تغیرات خیالات کے متعلق اسے نہایت مفید اور دلچسپ اوائف منتخب کرینگے، اور شاید آجکل کے برے برے حاربی حلقوں کو تعجب کرنا پڑے گا کہ جنکو ہمیشہ اپنے میں سمجھتے رہے، وہ تو نکتہ درغیروں میں شامل ہو گئے ہیں۔

خون ناحق

جنگ طرابلس کے متعلق مختلف قسم کے مضامین کا یہ ایک مجموعہ ہے جسے جناب شیخ احسان الحق صاحب رئیس میرٹھہ نے مرتب کیا ہے اور ہلالی پریس دہلی سے شائع ہوا ہے قیمت ایک روپیہ ہے اور محمد انوار صاحب سے ”لال کوڑی: کیپ میرٹھہ“ کے پتے سے مل سکتا ہے۔

سب سے پہلی بات جو اس کے متعلق لکھنی چاہئے وہ اسکی دلکش چھپائی اور کتابت کا حسن ہے، ہم حیران ہیں کہ دہلی کا ایک نیا پریس کیونکر لینتھ پریس کا ایسا بہترین نمونہ باسانی پیش کر سکا؟ آجکل کی بہتر سے بہتر مطبوعات بھی اسکی یکساں کتابت اور درخشندہ چھپائی کے مقابلے میں نہیں آسکتی۔

رہے مضامین، تو وہ تمام تر اوردہ کے مشہور مضمون نگاروں کے قلم سے نکلے ہوئے ہیں، مشہور اخباروں میں جو مضامین نظم و نثر جنگ کے متعلق نکلتے رہے ہیں، شیخ صاحب نے انہیں ایک اچھی ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا ہے اور یہ کسی موضوع پر اہل قلم کی محنتوں کے نتائج محفوظ کر دینے کا اچھا ذریعہ ہے، تاہم اسکی ظاہری رعنائی اس سے بھی بڑھ کر کسی تصویر معنی کا نقاب بن سکتی تو بہتر تھا۔

ناظرین اس مجموعے کو ضرور ملاحظہ فرمائیں

ایک عدل قائم کرنے والی امت بنایا تاکہ دنیا کیلئے تم ایک راہ عادل کی حیثیت سے شہادت دیسکر۔
خود قرآن مجید بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے۔ ایک مرقعہ فرمایا کہ (قال اوسطہم) اور وہاں بڑا اختلاف (اوسطہم) سے مراد (اعدالہم) ہی ہے، امام رازب نے بروایت قتال ایک حدیث بھی درج کی ہے کہ آنحضرت نے خود اس آیت کی یوں تفسیر فرمائی: امة یطاعی عدلا۔ اس کے علاوہ مشہور حدیث: خیر الامور اوسطہا میں بھی اوسط بمعنی عدل استعمال کیا گیا ہے، یعنی بہتر کام وہ ہیں جو ان میں مطابق عدل ہوں۔ آنحضرت کی نسبت کہا جاتا تھا کہ اوسط قریش سباً۔ اور یہاں بھی ظاہر ہے کہ اوسط، عدل ہی کے معنی میں بولا گیا ہے اور اسی بنا پر اس آیت سے (اجماع) کے حجتہ ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے کہ بامامت کی عدالت نص سے ثابت ہوگئی، تو اسکا اجماع یقیناً گمراہی و فساد سے محفوظ ہوگا۔

پہلی اور دوسری آیت میں تطبیق

پہلی اور دوسری آیتوں میں خدا تعالیٰ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فرض کا ذکر کیا ہے، لیکن پہلی آیت میں بظاہر الفاظ تمام امت کیلئے نہیں، بلکہ امت میں سے ایک جماعت خاص کیلئے اسکا فرض ہونا معلوم ہوتا ہے:
ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف چاہئے جو خیر کی طرف بلائے اور نیکی کا حکم دے۔ (الخ)

لیکن دوسری آیت میں کسی ایک جماعت کی تخصیص نہیں ہے، تمام امت کا امتیاز ملتی اسی فرض کو قرار دیا ہے:
کذم خیر امة اخرجت للناس تم سب میں بہتر امت ہو، اسلئے تاملوں بالمعروف (الخ) کہ نیکی کا حکم دیتے ہو (الخ) دونوں آیتیں ایک ہی سورت اور ایک ہی رکوع میں ہیں، پھر دونوں میں اختلاف کیوں ہے؟ پہلی میں یہ فرض محدود و مخصوص اور دوسری میں عام ہے۔

عام خیال یہ ہے کہ پہلی آیت میں خدا تعالیٰ نے جن فرائض کا ذکر کیا ہے، ان میں سے ہر فرض اپنی تکمیل کیلئے علم کا محتاج ہے۔ دعوت الی الخیر کیلئے ضرور ہے کہ اعمال خیر کا علم ہو، امر بالمعروف کیونکر انجام پاسکے گا جبکہ وہ کام معلوم نہ ہونگے، نہی عن المنکر ہو سکتا ہے؟ نہی عن المنکر تو اور زیادہ علم و فضل اور درس و تدریس کا محتاج ہے، کیونکہ منکرات میں تمام معصیات و مکروہات فقہیہ داخل ہیں اور جب تک انکا علم نہ ہو کیونکر ان سے روکا جا سکتا ہے؟

اس تفسیر کی بنا پر فیصلہ کر لیا گیا ہے کہ اس آیت (ولتکن منکم) میں (من) تبعیض کیلئے آیا ہے، اس سے صرف ایک گروہ محدود (علما) مراد ہے، اور یہ تینوں باتیں صرف انہی کے فرائض میں داخل ہیں۔

علمائے اس فرض عام کو اپنے لئے مخصوص کر لیا۔

لیکن درحقیقت یہ خیال عملاً اور اعتقاداً ایک ایسی خطرناک

غلطی تھی جسکو نہیں سمجھتا کہ کئی لفظوں سے تعبیر کریں؟ اس تیرہ سو برس میں اسلام کو ان تمام غلط فہمیوں سے سابقہ پڑا جو اس سے پہلے اُمم سابقہ کو پیش آچکی ہیں، لیکن کسی سخت سے سخت تعریف نے بھی مسلمانوں کو ایسا لاعلاج نقصان نہیں پہنچایا، جیسا اس غلطی سے پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔ اسلام کی وہ دعوت الہی جو ایک عالمگیر اصلاح اور بین المللی جامعہ کے قیام کیلئے آئی تھی، اسی غلط فہمی سے زیادہ عرصے تک قائم نہ رہ سکی۔ خلافت و نیابت الہی کا وہ شرف، جو مسلمانوں کو عطا کیا گیا تھا اور جسکی وجہ سے یہ حیثیت ملی وہ تمام عالم میں خدا کا مقدس دست عمل تھے، بدبختانہ اسی غلط فہمی سے خاک میں ملا۔ رؤسائے روحانی اور پیشوایان مذہب نے جو مشرانہ اختیارات اپنے لئے مخصوص کر لئے تھے اور جنکی غلامی سے دنیا کو نجات دلانا اس دین الہی کا اصلی مشن تھا، اسکی بیڑیاں پھر اسی غلط فہمی کی لعنت سے مسلمانوں کے پاؤں میں پڑیں اور ایسی پڑیں کہ اب تک نہ نکل سکیں۔ چالیس کروڑ فرزندان الہی، جنکو اعلیٰ اعمال حسنہ سے دنیا میں خدا کی تقدیس کا تخت جلال بننا تھا، آج اپنی بد اعمالیوں سے تمام قومی جرائم اور ملکی معاصی میں گرفتار ہیں، اور پھر الہی کو مدتوں سے دعوت دے رہے ہیں۔ یہ وہی معاصی ہیں، جنکی پاداش میں اقوام گذشتہ سے خدا نے اپنا رشتہ توڑا تھا، جنکی وجہ سے (داؤد) کے بنائے ہوئے ہیکل سے روئے کر رحمت الہی نے (اسماعیل) کی چنی ہوئی دیواروں کو اپنا گھر بنایا تھا، اور پھر جنکی وجہ سے بنی اسرائیل کو اپنی نیابت سے معزول کر کے مسلمانوں کو اسپر سرفراز کیا تھا:

و لقد اهلکنا القرون من اور تم سے پہلے کتنی قومیں گذر چکی ہیں قبلکم لما ظلموا رجاء تم کہ جب انہوں نے ظلم و معاصی پر کمر رسالہم بالبیانات وما باندهی تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔ اور انکے کانوا لیومنوا، کذلک رسول کھلی کھلی نشانیاں لیکر آئے تھے مگر نجزی اللہ القوم انہیں ایمان نصیب نہیں ہوا، مجرموں المجرمین۔ ثم جعلناکم کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ خلأف فی الارض پھر انکو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے تم کو من بعدہم لننظر دنیا کی پادشاہت دیکر انکا جانشین کیف تعملون؟ (۱۵: ۳۵) بنایا تاکہ دیکھیں کہ کیسے عمل کرتے ہو؟ مگر یہ بد بختی بھی صرف اسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔

لیکن یہ سب کچھ کیونکر ہوا؟ اسطرۃ کہ اعتقاد ہی سے عمل و جود پذیر ہوتا ہے، اس غلط فہمی کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ (امر بالمعروف) جو دراصل ہر فرد اسلامی کا فرض تھا، اور صحابہ کرام ہی زندگی اسکی عملی شہادت ہمارے سامنے ہے: وہ روز بروز ایک محدود دائرے میں سمٹتا گیا، اور سمٹتے سمٹتے ایک غیر محسوس نقطہ بنکر رہ گیا، اب اسے وجود میں بھی شک ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب کے انحطاط و ہلاکت کی ایک بڑی علت رؤساء مذہبی کا معبودانہ اقتدار ہے، اسلام نے اس زہر کا تریاق اسی اصل اصول کو تجویز کیا تھا کہ امر بالمعروف کی خدمت کو اسطرح عام، اور ہر فرد ملت پر پھیلا دیا جائے، کہ پھر کسی خاص گروہ کو

اور خواہ اسکی راہ میں خیرات و بخشش ہی کیوں نہر - یہ ہے
ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك ولا
بتسطها كل البسط فقطعد بالکل پھیلا ہی دوڑنے تم خالی
ملوماً معسوراً (۱۷ : ۲۷) ہاتھ بیٹھے رہ جاو گے اور لوگ تم کو
ملاست کریں گے -

ہر کلم کیلئے اس آیت میں تبدال کی ایک جامع مثال بیان
کردی گئی ہے -

امر بالمعروف و نہی عن المنکر - مقصود قیام عدل ہے

پس جیسا کہ ہم نے ابتدا میں اس طرف اشارہ کیا تھا جس
جماعت کا فرض دعوت الی الخیر ' امر بالمعروف ' اور نہی عن المنکر
ہوگا وہ دنیا میں ایک ایسی طاقت ہوگی جو صرف نیکی ہی کی
خاطر دنیا میں بھیجی گئی ہے ' اور چونکہ نیکی عبارت ہے عدل سے
اور بدی اس کے عدم سے ' اسلئے فی الحقیقت وہ عدل کو قائم رکھنے والی
اور ہر افراط و تفریط کو - کہ بدی اور گناہ ہے - رکھنے والی جماعت ہوگی -
اب عدل کی حقیقت پر غور کیجئے تو وہ فی الحقیقت ہر
شے کی وسطی اور درمیانی حالت کا نام ہے - کسی ایک طرف جھک
پڑے تو یہ افراط و تفریط ہے ' لیکن ٹھیک ٹھیک درمیان میں اس طرح
کھڑے رہے کہ بال برابر جگہ بھی کسی طرف زیادہ نہ بچی ہو تو
اس کا نام اعتدال اور عدل ہوگا - قرآن کریم نے اسکی نہایت عمدہ مثال
دی ہے ' ایک جگہ فرمایا :

وزنوا بالقسطاس المستقیم جب کسی چیز کو تولو ' تو ترازو کی ذلالت
ذلت خیر و احسن سیدھی رکھو (تاکہ وزن میں دھوکا نہ ہو)
تاریلا (۱۷ : ۳۷) یہی طریق خیر ' اور نیک انجام ہے -

دوسری جگہ ایک سورت اس جملے سے شروع کی ہے :
ویل للمطففین (۸۳ : ۱) ماپ تول میں کم دینے والوں کیلئے
بڑی تباہی ہے -

عدل کیلئے سب سے زیادہ مشاہدے میں آنے والی اور عام
فہم مثال ترازو کی تھی ' کہ اس کے تمام اعمال کی صحت کا
دار و مدار محض اس کے اوپر کی سوئی پر ہے ' جب تک وہ ٹھیک
ٹھیک اپنے وسط میں قائم نہو جائے وزن کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا
جوں ہی دونوں پلروں کا وزن مسابری ہوگا ' معاً سوئی بھی وسط میں
آکر ٹھہر جائے گی -

اسی لئے قرآن نے اکثر مقامات میں ترازو کی مثال سے کلم لیا ہے
اور قیامت کے دن بھی انسانی اعمال کا فیصلہ اسی کے ہاتھ ہوگا :
فاما من ثقلت موازينه فهو فی عيشة راضیه ' و اما من خفت موازينه
فمنه هازیه - یہی سبب ہے کہ وسط کو عدل کے معنوں میں
بول جاتا ہے اور فی الحقیقت (واذلک جعلناکم امة وسطاً) میں
بھی وسط سے مراد عدل ہی ہے -

جس جماعت کا فرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو
اُس سے بڑھ کر اور کونسی جماعت عند اللہ اور عند الناس عادل
ہو سکتی ہے ؟ پس خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ " ہم نے تم کو تمام دنیا کے

برخلاف (تبذیر) کے کہ اسکی تعریف (صرف الشی فیما لا ینبغي)
بیان کی گئی ہے ' یعنی " کسی چیز کو اس کے مصرف کے علاوہ دوسری
جگہ خرچ کرنا " مثلاً دولت نفس کے ضروری آرام و آسائش
اعزاء و اقارب کی اعانت ' اور اعمال حسنہ میں خرچ کرنے کیلئے ہے ' مگر
آپ آے محض اپنی جاہ و نمائش ' دنیوی عزت ' اور حکم کی نظروں
میں رسوخ حاصل کرنے کیلئے بلسامے مختلفہ لٹانا شروع کر دیں
تو : این کریم اسکو (تبذیر) سے تعبیر کریگا اور چونکہ اسکا نقصان اسراف
سے شدید تر ہے ' اسلئے وعید بھی سخت وارد ہوئی کہ مصرف
کیلئے تو مصرف (ان الله لا یحب المرفین) " خدا اسراف کرنے والوں
کو دوست نہیں رکھتا " فرما یا اور (تبذیر) کے مرتکبین کو اکلوا اذن
الشیاطین) کہہ کر " شیطان کے اخوان و اقارب " میں شمار کیا گیا -
اسراف اور تبذیر کا یہ فرق خود قرآن کریم سے ماخوذ ہے ' تفسیر بالرائے
نہیں ہے - یہ دونوں لفظ جہاں جہاں بولے گئے ہیں اگر انکا استقصا کیا
جائے تو خود بخود یہ فرق ظاہر ہو جائے گا مثلاً :

کلوا واشربوا ولا تسرفوا ' کھاؤ اور پیو لیکن اسراف نہ کرو اللہ اسراف
ان الله لا یحب المرفین کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا -

بھوک اور پیاس میں غذا اور پانی کا مصرف ایک بالکل صحیح مصرف
کا خرچ ہے اور اشیا کا بے موقع خرچ کرنا نہیں ہے ' غذا کھانے ہی
کیلئے ہے اور پانی پینے ہی کیلئے ' لیکن اگر حد خواہش اور ضرورت
سے زیادہ کھایا جائے ' یا انکی طیاری اور طریق اکل و شرب میں بیجا
زیادہ خرچ کیا جائے تو یہ اسراف ہو جائے گا - اسی لئے فرمایا کہ اسراف
مت کرو - لیکن ایک دوسرے موقعہ میں صورتِ خرچ اشیا اس سے
مختلف تھی :

وات ذالک - ربی حقہ اور اقارب کا حق انکو در ' نیز مسکین
والمساکین و ابن السبیل ' اور مسافر کے حقوق ادا کرو ' اور دولت
ولا تبذر تبذیراً - کو بے جا ضائع مت کرو -

یہاں چونکہ مقصود یہ تھا کہ دولت کا مصرف صحیح ' اعزاء و اقارب
وغیرہ کے حقوق ادا کرنا ہے ' پس دوسرے کاموں میں اسکو بے موقع
خرچ نکر : اسلئے اسراف نہیں کہا بلکہ تبذیر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا -

رجوع الی المقصود

حاصل سخن یہ ہے کہ گناہ ' معصیت ' فسق ' جرم ' اور ہر وہ شے
جسکا شمار برائیوں اور بدیوں میں ہے ' فی الحقیقت بے اعتدالی
اور افراط و تفریط ہی کا نام ہے - اس کے مقابلہ میں نیکی اور خیر کو
صرف ایک ہی لفظ (عدل) سے تعبیر کیجئے کہ ہر وہ شے جس میں
عدل پایا جائے ' یقیناً نیکی اور عمل خیر ہے - قرآن ہر جگہ ہر طرح
کے معائن و فضائل کو اسی جامع و مانع لفظ سے تعبیر کرتا ہے -
ایہی اصطلاح میں صراط المستقیم ' توازن قسط ' میزان المیزان ' و
قسطاس المستقیم ' اور عدم تطفّف ' اور اسی طرح کے بیسیوں الفاظ
اسی ایک مقام عدل سے عبارت ہیں - وہ ہر جگہ اور ہر تعلیم میں
لا تعذبوا (زیادتی مت کرو) اور اعدلوا (عدل کرو) کے اصول کی
دعوت دیتا ہے ' اور اسی راہ عدل کو اقرب الی التقویٰ بتلاتا ہے -
اسکی تعلیم کا خلاصہ ہر شے میں - خواہ وہ کسی عبادت اور بندگی

تعبیر کے لئے سرگزانی تھی، لیکن بالآخر جب تجربہ حد تکمیل اور پہنچ گیا تو اب انریبل ممبر تعلیم (سراہارٹ بٹلر) ایک ماهر فن معبر کی حیثیت سے اسکی تعبیر کو کم گشتگان خواب حیرانی کی ہدایت کے لئے شائع فرماتے ہیں۔

ہم صرف خواب ہی دیکھتے رہے ہیں، تعبیر ہمیشہ گورنمنٹ کے معبرین ہی کے ہاتھ رہی ہے، اسلئے ہمارے لئے یہ کوئی نیا واقعہ نہیں، البتہ اب اس تجربے میں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نقص رکھتا کیونکہ خواب دیکھنے والوں کی بیان ہے کہ خواب پر تعبیر ٹھیک ٹھیک منطبق نہیں ہوتی۔ یہ کہنا تو بالکل خلاف قیاس ہے کہ معمول کی طرف سے اس تجربے کو نقصان پہنچا ہو، نیند پختہ، غفلت شدید، اور اعضا بدستور بے حس و حرکت تھے، البتہ شاید عامل ہی کے طرف سے کوئی کوتاہی ہوئی ہو، یا پھر خواب تو بدستور سابق اور تعبیر حسب عادت اسکی تمام جزئیات پر منطبق؛ لیکن زمانے کی بے عقیدتی اور سو، ظنی بڑھکتی ہے کہ ارباب علم و فن کی تلقینات پر اعتماد نہیں رہا اور یہ آخری ترجیحہ ہی عقل و درایت کے مطابق معلوم ہوتی ہے۔

۱۲۔ اگست کو شملہ سے انریبل مسٹر بٹلر کی مراسلات مسلم اور ہندو ریویزیونسٹس کے نام شائع ہوئی ہیں، جنمیں متعدد دلائل پیش کر کے ثابت کرنا چاہا ہے کہ عدم الحاق کی نسبت جو کچھ وزیر ہند نے فیصلہ کیا وہ گذشتہ وعدوں کے بالکل مطابق ہے، نیز متعدد مصالح و فوائد کے لحاظ سے مسلمانوں کیلئے بہتری بھی اسی میں ہے کہ اسکو منظور کر لیں۔

ہمکو معلوم نہیں کہ ان دلائل کا کمیٹی نے کیا جواب دیا، مقامی معاصر (قبلی فیروز) لکھتا ہے کہ اس چٹھی کے دلائل اٹل اور نہایت مضبوط ہیں اسلئے کہ اب تک کوئی جواب اسکا شائع نہیں کیا گیا۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو، لیکن ہم دیکھتے ہیں تو اس تمام مراسلے میں ایک چیز بھی ایسی نہیں پاتے جسکو مجازاً بھی دلیل کہا جاسکے۔ اور اگر دلائل ہیں تو سخت تعجب ہے کہ صیغہ تعلیم کا ایک افسر اعلیٰ کیونکر دلائل و براہین کی منطقی اصطلاحات کا جو دنیا میں ارسطو کے زمانے سے مسائل و مباحث کے سلجھانے کا قیمتی وسیلہ رہے ہیں۔ علانیہ اسطرح توہین کرسکا؟ پورے مراسلے میں کاش ایک سطر بھی ایسی ہوتی جو گورنمنٹ کے اس عجیب الغواص صیغہ تعلیم کی رسمی اور سرکاری عزت کے درجے کو اپنی جگہ سے گرنے نہ دیتی۔ اگر اتنا بھی ہوتا تو ہم چپ ہو رہتے، کیونکہ جو صیغہ آج تک برٹش انڈیا میں ہمیشہ ناکم ترین سرکاری دفتر رہا ہے، اس کے طرف سے اونچی توقعات رکھنی دانشمندی کے خلاف ہے۔

ایک بحث طلب تمہید کے بعد (جسکو ہم دوسرے آرٹیکل کیلئے اٹھا رکھتے ہیں) انریبل مسٹر بٹلر نے اپنا مراسلہ حجت الزامی کے طریق استدلال سے شروع کرنا چاہا ہے جبکہ وہ لکھتے ہیں کہ:

مسلم یونیورسٹی

کے خواب کی تعبیر

گورنمنٹ کے صیغہ تعلیم کے معبر کی زبانی

(۱)

ماہرین علم النفس نے دماغ کے اعمال و قوی کی تفتیش میں عجیب عجیب تجربے کئے ہیں۔ جب خواب کی حقیقت کی تحقیق منظور ہوئی تو کہتے ہیں کہ متعدد علما عرصے تک صرف یہ تجربہ کرتے رہے کہ سوتے ہوئے آدمی کے قریب بیٹھ کر طرح طرح کی حرکتیں کرتے تھے تاکہ اسکا خفیف احساس بغیر نیند میں خلل ڈالے معمول کو بھی ہوتا رہے۔ نیند سے ہوشیار ہونے کے بعد جب معمول سے دریافت کیا جاتا تو ان تمام حرکات کے اثرات کو کسی مرتب خواب کی صورت میں بیان کرتا اور اسطرح یہ تجربہ اس تحقیق تک پہنچاتا کہ خواب میں دماغ کے اندرونی حاسوں کے سوا خارجی اثرات کو بھی دخل ہے۔ مثلاً جب کبھی معمول کے سرہانے بیٹھ کر کوئی ہلکی سی آواز مسلسل پیدا کی جاتی اور ساتھ ہی خفیف سا شور و زل بھی بڑھا کیا جاتا۔ تو معمول خواب میں دیکھتا کہ معرکہ جنگ گرم ہے اور آپ کے گولے بکثرت چھوٹ رہے ہیں۔ اسکو بالکل اسکا یقین ہوتا، مگر عامل سمجھتا کہ یہ تو صرف لکڑی کی چوٹ سے کسی شے پر ٹک ٹک کرنے کی آواز تھی۔

(اسپریچولیزم) کے جو لوگ مدعی ہیں، وہ خواب مقناطیسی

کے تجارب میں بھی ایسے ہی واقعات بتلاتے ہیں۔

یہی حال ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کی موجودہ استبدادی پالیسی کا ہے، اور علی الغرض اپنے ان اعمال میں جو مسلمانوں کے متعلق ہیں وہ بالکل کسی علم دماغ کے تجربہ کرنے والے ڈاکٹر یا کسی ماهر فن مسمرانز کی طرح چہہ کزور مسلمانوں کو سلا کر خواب کی قوتوں کا تجربہ کر رہی ہے۔ بچے خود ہی آہستہ آہستہ آنکے بستر کے پاس آتی ہے اور اپنی طلسمی چھتری سے فرش کو کھٹکھٹانا شروع کر دیتی ہے، آہستہ آہستہ زبان سے بھی کچھ الفاظ نکالتی ہے جو گو سننے والے کیلئے کوئی معنی نہ رکھتے ہوں مگر اس عمل کیلئے الف لیلہ کے عجیب الغواص منتر ہوتے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد جب معمول اٹھتا ہے تو اسکو یقین ہوتا ہے کہ میں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا، معرکہ کارزار گرم تھا، توپوں کے دھانے گولہ باری کر رہے تھے، ہر طرف ہنگامہ دار و گیر سے میدان رستخیر کا دھوکا ہوتا تھا، مدتوں اس خواب کے پیچھے سرگزانی رہتی ہے، بالآخر پھر گورنمنٹ ہی اپنے (عامل) کے بیس کو بدکر ایک مشاق (معبر) کے لباس میں سامنے آتی ہے اور عرصے تک سر بڑاٹوئے تفکر رکھ کر اسکی تعبیر بیان کرتی ہے۔

ازان بدرد دگر ہر زمان گرفتارم

کہ شیوہائے تراہم آشنائی نیست

(مسلم یونیورسٹی) بھی اس سلسلہ تجارب کا ایک عمل تھا،

یہ خواب کچھ دنوں بالکل سر بستہ رہا، بہت سے دماغوں کو اسکی

نفس کیلئے قتال کی اجازت دی ہے اور اس کے بعد کہا ہے :
الذین ان مکنہم فی الارض اگرہم (ان مظلوم مسلمانوں) کو (حکومت
اقامہ الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ اور خلافت) دیکر زمین میں قائم کردیں
وامروا بالمعروف ونہوا۔ تو وہ نہایت اچھے کلم انجام دینے کے یعنی
عن المنکر۔ واللہ نماز پڑھنے کے زکوٰۃ دینے کے لوگوں کو اچھے
عاقبتہ الامور۔ کاموں کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے
اور سب کا انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ (۲۲ : ۴۳)

یہ آیت اس بارے میں بالکل صاف اور فیصلہ کن ہے۔ خدا تعالیٰ
نے مسلمانوں کو کامیاب کرنے کی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ زمین
پر حکموں ہونے کے بعد اچھے اور نیک کاموں کو انجام دینگے۔ پھر
ان کاموں کی بالترتیب تشریح کی ہے اور سب کو مسلسل عطف کے
ساتھ بیان کیا ہے جو معطوف و معطوف علیہ میں تسوۃ ثابت
کرتا ہے۔ پہلے نماز کا ذکر کیا، پھر زکوٰۃ کا، اور یہ دونوں عمل ہر جگہ
قرآن میں ایک ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد امر بالمعروف اور
نہی عن المنکر کا نام آیا ہے اور اسی سلسلہ اعمال میں جسمیں نماز
اور زکوٰۃ بلجہ وجوب و فرض بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سے ثابت
ہو گیا : کہ

(۱) مسلمانوں کو خدا نے جو نصرت و فتح اور دنیا میں کامیابی
عطا فرمائی، اس کی علت یہ تھی کہ تاکہ وہ اعمال حسنہ
انجام دیں۔

(۲) وہ اعمال حسنہ (علی الخصوص) قیام نماز، ادا زکوٰۃ،
پارز امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہیں۔

(۳) نماز اور زکوٰۃ ہر مسلمان پر فرض ہے پس امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر بھی ہر مسلمان کے فرائض میں داخل ہے۔
[کئی کالم ہوجکے مگر ابھی ان آیات کے اشارات باقی ہیں۔
مجبوراً اس نمبر کو اس اجمالی تذکرے ہی پر ختم کردیتے ہیں، آئندہ
نمبر میں موضوع بحث یہ ہوگا کہ امر بالمعروف کے حدود کیا ہیں
ہیں ؟ اور نہی عن المنکر کیلئے قرآن و حدیث اور عمل سلف صالح
سے ہمارے لئے فیصلہ کن اصول کونسا ہے ؟]

اس نمبر کی تصاویر

آجکے نمبر میں ایک بڑی تصویر عین میدان جنگ کی
دی جاتی ہے۔ ۲۴ فروری کو برقعہ میں ایک سخت و شدید
معرکہ ہوا تھا، اسی معرکے کا یہ ایک منظر ہے۔
دوسری تصویر کو غور سے دیکھئے تو نہایت دلچسپ نتائج
اپنے اندر رکھتی ہے۔ اندرون طرابلس میں باربرداری کی جو مشکلات
اٹلی کو پیش آئیں، جو جنگی وجہ سے وہ اب تک ایک قدم بھی آگے
نہ بڑھاسکی، اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے۔ خچر نے جب
چلنے سے جواب دیدیا تو تمام اٹالین جو گاڑی میں سوار تھے نیچے
اتر آئے اور سب ملکر زور لگا رہے ہیں کہ کسی طرح ایک قدم آگے
بڑھے، مگر گاڑی کے پیچے اور خچر کے پائوں دونوں نے چلنے کی
قسم کھالی ہے۔

ذریعہ سے اقتدار حاصل کرنے کا موقع نہ ملے اور ہندوؤں کے برہمنوں
اور عیسائیوں کے رومن کیتھولک فادروں کی طرح، مذہبی دعوت
و اصلاح کو کوئی جماعت اپنی اقلیم حکمرانی نہ بنالے کہ بفعل ما یشاء
و یحکم ما یرید۔ لیکن اب صدیوں سے دیکھئے تو مسلمان جن بیڑوں
کو کھٹے آگے تھے اُسے خود انکے پائوں بوجھل ہو رہے ہیں۔ اس فرض
الہی کو (علما) نے اپنا موروثی حق بنا لیا ہے جسمیں اور کسی
فرد کو دخل دینے کی اجازت نہیں۔ شیطان (اپنی قدیمی عادت
کی طرح) جب ضرورت دیکھتا ہے انکو اچھے اعمال ابلیسانہ کیلئے آلہ
کار بنا لیتا ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی جگہ (امر بالمعکر
و نہی عن المعروف) کے فرائض انکے ہاتھوں انجام پاتے ہیں۔ باقی
تمام قوم اپنے اس فرض کی طرف سے غافل و بے خبر ہے اور جہل
مذہبی کے سبب سے (علما) کے اس غصب حقوق عامہ پر قانع ہوگئی
ہے۔ خدا کی حکومت کوئی بھی اپنے اوپر محسوس نہیں کرتا، نیکوں
کی طرف سے سب کی آنکھیں بند ہیں، اور برائیوں پر سے ہر شخص
اس طرح گذر جاتا ہے گویا اسکو کان سننے کیلئے اور آنکھیں دیکھنے کیلئے
ملی ہی نہیں : فانہا لا تعمی الابصار، ولكن تعمی القلوب التي
فی الصدور (۲۲ : ۶۴)

دونوں آیتوں کا منشا ایک ہے

حقیقت یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں کوئی اختلاف نہیں، دونوں
کا منشا ایک ہے اور دونوں اس فرض کو بغیر کسی تخصیص و تعدید
کے ہر قائل کلمۃ توحید کا فرض قرار دیتی ہیں، البتہ پہلی آیت میں
(ولکن منکم) کا لفظ اشتباہ پیدا کرتا ہے کہ (منکم) بیان تبعیض کیلئے ہے،
یعنی تم میں سے بعض لوگوں کی ایک جماعت اس فرض کو اپنے ذمے
لیے، لیکن چونکہ آگے چلکر دوسری آیت نے اس فرض میں تمام امت
کو شامل کر لیا ہے اسلئے یہاں (منکم) کو تبعیض کیلئے قرار دینا ہی غلط
ہے، بلکہ وہ یقیناً توفیم و تبیین کیلئے آیا ہے جیسا ہر زبان کے معارف
میں عموماً بولا کرتے ہیں، مثلاً عربی میں کہیں گے : لایمیر، من
غلمانہ عسکر۔ و افغان، من اولادہ جند۔ یعنی امیر کے لڑکوں سے فوج
کے سپاہی ہیں اور فلاں شخص کی اولاد سے لشکر مرتب ہو رہا ہے،
قرآن میں اس سے امیر کے تمام لڑکے مراد ہونگے نہ کہ بعض۔ خود
قرآن میں ایک موقع پر فرمایا ہے کہ فاجتنبوا الرجس من الاوثان
(۲۲ : ۳۱) مگر اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ بتوں کے علاوہ اور کسی
شے کی ناپاکی سے پرہیز نہ کیا جائے۔ غرضکہ یہاں (من) افادہ معنی
تبیین کرتا ہے نہ کہ تبعیض۔ (امام رازی) نے دوسرے قول کو بیان
کرتے ہوئے اس پر کافی بحث کی ہے۔ فمن شاء التفصیل فلیرجع الیہ
(جلد ۲ : ۲۲۸)۔

لیکن اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے ہم قرآن مجید کی ایک
اور آیت اس مضمون کے متعلق پیش کرتے ہیں، اگر (امام رازی)
نے اس آیت کو بھی پیش نظر رکھا ہوتا تو انکو متعدد آراء و توجیہات
کے لا حاصل نقل کرنے کی ضرورت نہوتی۔ سورہ (حج) کے پانچویں
رکوع میں خدا تعالیٰ نے کافروں کے ان مظالم کی طرف اشارہ کیا
ہے، جسے آغاز اسلام کے مسلمانوں کو سامنا ہوا تھا۔ پھر دفاع و حفظ

مسائل

سامنے ہے - نہ وہ کسی اعتراف کی محتاج ہے اور نہ بیجا نکتہ چینی سے اسکو کسی قسم کا اندیشہ ہے - البتہ جو اخبار نویس قومی خدمت کے داعی ہیں ان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ بغیر کافی تحقیق اور علم کے کسی شخص کی نیت پر پیدلک میں حملہ کرنا حق العباد کا خون کرنا ہے - نہایت ممنون ہونگا اگر آپ اس عریضہ کو اپنے اخبار میں شائع فرمادینگے فقط *

دستخط

(آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب)

سول سروس کمیشن

— * —

جناب ایڈیٹر صاحب

غالباً جناب کی ترجمہ اس کمیشن کی طرف جسکو ہم گورنمنٹ نے ہندوستان کے صیغہ ملازمت سرکاری پر از سر نو غور کرنے کے واسطے مقرر کیا ہے اور جو عنقریب ہندوستان میں آکر اہل ملک کی منشا کو دریافت کرنے والا ہے - اول سے رجوع ہوئی ہوگی - علاوہ اس کے کہ اس کمیشن کو ملکی خواہشوں پر متوجہ کیا جائے - اس کی بھی اشد ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے قومی حقوق متعلق سرکاری نوکری پر بھی معزز اہل کمیشن کی ترجمہ مائل کرائی جائے - پس جناب کو خود اور اپنے مضمون نگاروں سے اس کا بندوبست کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ اور وہ اپنے اہل ملک اور ناظرین کو مشورہ دیں کہ ان سے جو اپنا بیان بحضور کمیشن لکھانا چاہیں - ان کو ایسا بیان کرنا چاہئے - جس سے مسلمانوں کے قومی حقوق نسبت ملازموں کے محفوظ ہو جائیں - یہ مسئلہ نہایت متانت - راقفیت اور سنجیدگی سے غور اور بحث کرنے کا ہے اور اخبارات بہترین مشیر ان کے واسطے ہو سکتے ہیں جو کمیشن موجودہ کے حضور میں شہادت دیں گے -

یہ ضرور ہے کہ مالکان اخبارات ان پرچوں کو جن میں اس کے متعلق اظہار خیال کیا ہو - وقتاً فوقتاً ان صاحبوں کے پاس بھیج دیا کریں جن کو وہ اپنے نزدیک اس لائق جانتے ہوں اور کمترین راقم عریضہ ہذا نہایت شکر گزار ہوگا اگر آپ اس قسم کا ہر ایک پرچہ اس نیازمند کے پاس بھیج دیں گے -

اس بات پر بہت زور دینے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ کلمہ کیسا اہم ہے - کیونکہ اس کی سنجیدگی پورے طور پر ظاہر ہے - پس امید ہے کہ جناب اور جناب کے اخبار کے معزز ناظرین خاص ترجمہ اس بارہ میں فرماتے رہیں گے امید ہے کہ جناب اور جناب کے کاروبار عمدہ حالت میں ہونگے

مکرر عرض یہ ہے کہ آپ کے معزز اخبار کے ناظرین میں سے کوئی صاحب ایسے ہوں کہ وہ بذریعہ اخبارات اپنے خیالات کا شائع کرنا پسند فرمائیں اور سے چلھا جانا چاہئے کہ وہ پراپوت خطوط سے راقم اہم کو یا اور کسی کو ضرور اپنی صلاح سے مدد دیں - فقط -

(نواب حاجی اسماعیل خاں)

گونا ایک طرح کے ہائی اسکول ہیں جو مرکزی کالج کیلئے طلباء طیار کرینگے لیکن مسٹر محمود کی اسکیم کے دیکھنے سے صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ مقصود کالج نہیں بلکہ یونیورسٹی تھا اور گواسکا نام مدرسہ رکھا گیا ہو [اسلئے کہ عریضہ میں یونیورسٹی کا کوئی ترجمہ اچکل کے لفظ (جامعہ) کی طرح اس وقت رائج نہ تھا] لیکن اسکے انتظام کی ہر شاخ میں یورپ کی یونیورسٹیوں کی مثالیں ہی پیش نظر تھیں - پس سرسید جو کچھ قائم کرنا چاہتے تھے اسکے یونیورسٹی ہونے سے جب انکار نہیں کیا جاسکتا تو گذشتہ اقتباسات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسکریدیڈنشل بنانے کے ساتھ غیر مقامی بھی رکھنا چاہتے تھے - [باقی ایلندہ]

مسلم یونیورسٹی اور راجہ صاحب محمود آباد

میں نے اس وقت آپکے اخبار مورخہ ۷ - اگست ۱۹۱۲ میں وہ مضمون پڑھا جو جناب نے مسلم یونیورسٹی پر تحریر فرمایا ہے - جسقدر آپ کے اپنے بیش بہا خیالات کا اظہار فرمایا ہے اسکی نسبت عرض کرنے کی مجکو ضرورت نہیں - ہر ایک مسلمان کو قومی مسائل پر رائے زنی کا پورا حق حاصل ہے - البتہ آپ نے اپنے مضمون کے آخری حصہ میں جناب والا آنریبل راجہ علی محمد خاں صاحب پریسیڈنٹ کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کی نسبت خاص طور پر جو کچھ لکھا ہے چونکہ اسکا تعلق واقعات سے ہے اسلئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ جو صحیح حالات ہیں وہ پبلک کو معلوم ہوں اور ایک ایسا شخص جو ہر طرح پر قوم کے شکر کا مستحق ہے اس کے متعلق قوم کو غلط فہمی نہ ہو -

مجزوہ مسلم یونیورسٹی کے متعلق ابتدا سے اس وقت تک گورنمنٹ کے ساتھ جو کچھ کارروائی ہوئی ہے اسکی نسبت مجکو ذاتی علم حاصل ہے اور اس کے لحاظ سے میں دعوے سے اس بات کو کہتا ہوں کہ راجہ صاحب مدرج نے کبھی کسی معاملہ میں اس خیال سے کہ گورنمنٹ یا گورنمنٹ کا کوئی عہدہ دار اسے خوش ہو قومی مقاصد کو کبھی فراموش نہیں کیا بلکہ جس جرات اور بے باکی سے انہوں نے ہر ایک معاملہ میں قومی مقاصد کی حفاظت کی ہے اس سے ہم سب کو ایک گونہ حیرت ہے کہ باوجود مسلمان تعلقدار ہونیکے انہوں نے ذاتی نفع و نقصان کا کچھ خیال نہیں کیا - سب کو معلوم ہے کہ ہمارے صوبہ کے لفٹننٹ گورنر مجزوہ مسلم یونیورسٹی کی تحریک کو پسند نہیں کرتے ہیں اور ہمارے صوبہ کے انگریز عام طور پر اسکے مرافق نہ تھے لیکن راجہ صاحب موصوف نے ان حالات کی کبھی پروا نہیں کی - اور اس صوبہ میں اس تحریک کو کامیاب کرنے میں سب سے زیادہ حصہ لیا -

میں نہیں سمجھتا کہ آپکا وہ معتبر ذریعہ کونسا ہے جسکی بنا پر آپ نے راجہ صاحب موصوف پر ایسا بے بنیاد الزام لگایا - راجہ صاحب مدرج نے جو قومی خدمت کی ہے وہ قوم ریپبلک کے

ان قواعد کے مطابق ہوگی جو اردو مدرسہ کے لئے ہیں اور اسی طرح اس مدرسہ کے طالب علموں کو ایک سکند لینکرج مقرر انگریزی یا فارسی یا عربی اختیار کرنی ہوگی۔

اس مدرسہ میں اور بچے مدرسہ اردو میں صرف اتنا فرق ہوگا کہ اس مدرسہ میں ایک حد معین تک علوم پڑھائے جارہے اور جب اس حد تک طالب علم پہنچ جائیگا تو اس مدرسہ سے خارج ہو جائیگا اور ان کو اختیار ہوگا کہ اس سے اعلیٰ درجے کی تعلیم اگر چاہیں تو مدرسۃ العلوم میں داخل ہوں۔ یہ مدرسے اس مراد سے ہونگے کہ مدرسۃ العلوم کے لئے لوگ تیار کریں۔ ان کی مثال بعینہ ایسی ہوگی جیسے گورنمنٹ ضلع اسکول کالجوں کی بھرتی کے لئے طالب علم طیار کرتے ہیں۔

اسکے بعد انہوں نے مکتبوں اور اسکولوں کے متعلق بحث شروع کی ہے اور لکھتے ہیں:

”ہر گاؤں اور قصبہ میں جہاں جہاں ہو سکے مکتب قائم ہونے چاہئیں۔ ان میں قرآن شریف بھی پڑھایا جائے اور اردو زبان میں کچھ کتابیں اور حساب وغیرہ سکھایا جائے اور اردو میں لکھنا پڑھنا بھی سکھایا جائے اور اس مکتب میں بھی کسی قدر فارسی اور کسی قدر انگریزی سکند لینکرج ہو۔“

اسکے بعد انہوں نے بتلایا ہے کہ تعلیم کے مختلف درجوں میں کس کس عمر کے لئے لے جائیں گے، پھر بلحاظ عمر تعلیم کے پانچ درجے قائم کیے ہیں، ان میں ابتدائی دو درجوں کو لکھکر لکھتے ہیں:

”یہ رہ تعلیم ہے جو مدارس مجوزہ (یعنی ماتحت مدارس) میں تجویز کی گئی ہے۔“

لیکن تیسرے درجے سے لیکر پانچویں درجے کی تعلیم بیان کر کے جو اعلیٰ کالجی تعلیم ہے: لکھتے ہیں:

”یہ پچھلی تینوں قسم کی تعلیمیں رہ ہیں جو مدرسہ العلوم سے علاقہ رکھتی ہیں۔“

ان اقتباسات سے صاف طور پر بغیر کسی تاویل کے ثابت ہوتا ہے کہ

(۱) سرسید ایک ریذیڈنشل تعلیم گاہ قائم کرنا چاہتے تھے۔

(۲) مگر محض مقامی نہیں، بلکہ وسیع حلقہ رکھنے والی۔ جسکے ماتحت ہر شہر میں مدرسے قائم کیے جائیں اور وہ تمام مدرسۃ العلوم کے ماتحت ہوں۔

اسکولوں اور مکتبوں کو بھی اسکے ماتحت جاری کرنا مقصود تھا جو اسکے لئے اور اسکے ماتحت مدرسوں کیلئے لڑکے طیار کرکے بھیجیں اور نیز اسکی نگرانی میں ابتدائی تعلیم کا عمدہ انتظام کرسکیں۔

افسوس ہے کہ اس وقت ہم کو کتابوں میں تہذیب الاخلاق کی وہ جلد نہیں ملی جس میں مسٹر محمود نی اسکیم شایع ہوئی تھی لیکن ہمیں ایسا یاد پڑتا ہے کہ خود اسمیں بھی مذہب ظاہر دینا

گیا ہے کہ علی گڑھ میں مدرسہ نہیں، بلکہ ایک یونیورسٹی قائم ہو اور وہ غیر مقامی اور اپنے ماتحت کالجوں اور اسکولوں کی ایک بڑی تعداد رکھتی ہو۔ گو یہاں سرسید نے جا بجا مدرسۃ العلوم کا لفظ استعمال کیا ہے اور باہر کے جن مدرسوں کو ماتحت بتلاتے ہیں وہ

”سرسید کی تمنا تھی کہ علیگڑھ کو ایک قیامی (ریذیڈنشل) یونیورسٹی بنا دیں اور اسکا اعادہ اس وقت سے برابر سر برآوردہ مسلمانوں اور ارکان کالج کی جانب سے ہوتا رہا ہے، مسودہ قانون اسلیمی کی تمہید میں بھی ایسا ہی بیان کیا گیا ہے۔“

اور پھر اس سے استدلال کرتے ہیں کہ چونکہ ان کے نزدیک ریذیڈنشل یونیورسٹی کیلئے ضرور ہے کہ مقامی ہو، اسلئے خود سرسید بھی چاہتے تھے جو آج انکا مرکل (دفتر ہند) چاہتا ہے اور جسکی رکالت انجام دینے کیلئے انریبل ممبر تعلیم کو سرسید کے خیالات سے استدلال کرنے کی زحمت گوارا کرنی پڑی ہے۔

ہم مضمون ہیں کہ ایک ذمہ دار افسر اعلیٰ ہماری امیدوں اور ارادوں کا اتنا اچھا مطالعہ کرتا رہا ہے کہ ٹھیک ٹھیک ہماری طرح اسکو تعبیر کرنے کی استعداد اپنے اندر رکھتا ہے۔ بیشک سرسید مرحوم کا یہی مقصد تھا کہ اپنی قوم کو گورنمنٹ کی بے معنی اور انسانی تربیت سے معرا تعلیم کی غلامی سے نجات دلائیں اور محض امتحان لینے والی یونیورسٹیاں قائم کر کے گورنمنٹ جس طرح تیس کروڑ انسانوں کو تربیت و تعلیم کے اصلی معائن سے محروم رکھنا چاہتی ہے، اس سے اپنی قوم کو محفوظ کر دیں؛ لیکن اگر اس سے مسٹر بٹلر کا یہ ارادہ ہے کہ خود سرسید نے عدم الحاق کی زنجیر، کالج قائم کرتے ہوئے انکے لئے رکھے چھوڑی تھی تا کہ آج (لارڈ کرپو) مسلمانوں کی تعلیم کے ہاتھ پائوں جکڑ دیں، تو انہیں چاہئے کہ ابکا موسم گرما شملہ پر بعافیت بسر کر کے جب آئیں تو علی گڑھ جاکر لٹن لائبریری سے (تہذیب الاخلاق) کی جلدیں اور کمیٹی (خواستگار تعلیم مسلمانان) کی رپورٹیں نکلوا کر سمجھنے کے لئے اپنے دماغ پر ذرا بوجھ ڈالیں اور اسکے بعد کمیٹی کو الزام دینے کا ارادہ کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک تفصیلی مضمون علی گڑھ کالج کی ابتدائی تاریخ، کمیٹی خواستگار تعلیم کی رپورٹ، اور مسٹر محمود کی اسکیم پر لکھنا چاہئے تا کہ یہ روشنی میں آئے کہ علی گڑھ کالج بننا کیا چاہتا تھا اور کیا ہے کیا بن گیا؟ سنہ ۱۸۷۲ میں انجمن خواستگار تعلیم مسلمانان نے جب اشتہار دیکر ۳۲ رسالے لکھوائے تو انپر غور و فکر کرنے کے بعد سرسید نے اپنے ارادوں کو ایک مبسوط اسکیم کی صورت میں پیش کیا تھا۔ انجمن کی رپورٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۷۲ اس وقت ہمارے سامنے ہے، اسمیں وہ اسکیم صفحہ ۴۲ سے ۵۸ تک موجود ہے، اور کسی کو رپورٹ نہ ملے تو تہذیب الاخلاق اول کی جلدیں منگوا کر آئے دیکھ سکتا ہے۔ اس اسکیم کے پڑھنے سے بادل نظریہ معلوم ہو جاتا ہے کہ سرسید کا ارادہ یقیناً ایک قیامی یونیورسٹی کے بنانے کا تھا، مگر وہ ہمارے سرکاری منظر (مسٹر بٹلر) کی عجیب الخلقہ منطق کی طرح قیامی یونیورسٹی کو وسیع الحلقہ یونیورسٹی کا ضد و مخالف نہیں سمجھتے تھے۔ تعلیم اور مضامین تعلیم کا ذکر کر کے سرسید نے ایک خاص عنوان ”مدارس“ کا قائم کیا ہے اور اسکے نیچے لکھتے ہیں:

”یہ مدرسے ہونگے اور ہر شہر و قصبہ و ضلع میں جہاں ان کا قائم ہونا ممکن و مناسب ہو قائم ہونے چاہئیں گے۔ ان میں تعلیم صرف

اسرائیل طرابلس



برقہ کے معرکے کا ایک منظر

حضرت شیخ سنوسی

کا منشور جہاد

(العلم کا نامہ نگار طرابلس سے لکھتا ہے :)

آغاز جنگ سے حضرت شیخ سنوسی اپنی تمام طاقت مجاہدین طرابلس کی حمایت کیلئے وقف کرچکے ہیں، انہوں نے جنگ کی خبر سننے ہی اپنے طریقے کے تمام خانقاہوں اور زاویوں کے نام احکام جاری کیے، تمام مشایخ، کو جمع کیا، اور انکو فوری احکام دئے کہ اپنی جماعتوں کو لیکر میدان قتال میں پہنچ جائیں، الحمد للہ کہ اس اعانت کے نقایم معاً ظاہر ہوئے، آج تک جو فتح و نصرت اسلامی علم کو یہاں نصیب ہوئی ہے وہ عثمانی مجاہدین اور مشایخ سنوسیہ کی مشترک طاقت ہی کا نتیجہ ہے۔

انکی دلی شرکت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اپنی عادت اور اصول کے خلاف انہوں نے اعلان کر دیا کہ بہت جلد بہ نفس نفیس میدان قتال میں تشریف لائیں گے اور اسمیں شک نہیں کہ وہ تاریخ جنگ طرابلس کا ایک زلزلہ انگیز وقت ہوگا۔

چنانچہ وہ اپنی موجودہ قیام گاہ (کفرہ) سے چل چکے ہیں انکے استقبال کیلئے جہوپ اور وادی قطمیر یہاں سے ایک وفد بھی روانہ ہوچکا ہے، وہ اب تک پہنچ چکے ہوتے، لیکن چونکہ انکو درمیان کے تمام مقامات میں مجاہدین کو جمع کرنے اور اطراف جوانب کے قبائل کو بلانے کیلئے مجبوراً قیام کرنا پڑتا ہے، پھر راہ کی دقیقین، گرمی کی شدت، اور پانی کی قلت بھی، اعلانہ سفر سے مانع ہے

اسلئے اب تک ہم انکی زیارت سے محروم رہ لیکن انشاء اللہ عذریب میں انکے وصول طرابلس کی خبر آپکو درنگا۔

انکے گزشتہ اعلانات تو آپ پر چکے ہیں لیکن آج انکا وہ آخری منشور جہاد آپکی خدمت میں بھیجتا ہوں جسکی نقلین گذشتہ درماہ کے اندر تمام عرب قبائل میں شائع کی گئی ہیں اور جس سے انکے جوش دینی اور غیرت میلی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے [اسکے بعد شیخ موصوف کی مبسوط تحریر ہے جس میں حمد و نعت کے بعد قرآن کریم کی آیات جہاد اور احادیث سے استدلال کرتے تمام مسلمانوں کو دعوت جہاد دی ہے اور اس موقعہ کو اسلامی شرف و بقا کیلئے نہایت نازک قرار دیکر التجا کی ہے کہ اپنے فرض کو محسوس کریں اور ہر طرف سے مجتمع ہوکر میدان قتال کے طرف روانہ ہوجائیں پھر مجاہدین کو مخاطب کرکے کہا ہے کہ تم لوگ رحمت الہی کے مستحق اور اسکی محبت کے مورد ہو، خدا نے تمہاری مدد کو اپنے کلام میں جگہ دی اور تمہاری تمام خطاؤں کو معاف کیا، اپنے عزم کو اور محکم کرو، اپنے جوش کو بچھنے نہ دو، دشمنان جذاؤ ملائکہ کے قریب میں نہ آؤ اور یاد رکھو کہ خدا نے تمہاری نصرت و کامیابی کا وعدہ کیا ہے اور انکا وعدہ غلط نہیں

آخر میں اپنے طریقے کے مشائخ و اصحاب طریقت کو مترجمہ کیا ہے اور یہ کبکرمیت بڑھائی ہے کہ تم اس سرزمین عرب کے فرزند ہو جس سے رسول عربی کا ظہور ہوا، تم دین الہی کے سرچشمہ ہو، تم کو خدا نے اپنی نیابت اور خلافت بخشی اور دنیا کی کنجیاں

ناموران - غزوہ طرابلس



پیک باشی (میجر) محمد نوری بک کانتر (خمس)

میجر محمد نوری بک

—*—

صوت کا حربہ اسی وقت تک کارگر ہے جب تک اسکی ضرب انسانی گوشت اور ہڈیوں پر ہے ، لیکن اگر خدا کی قہال آپکے ہاتھ میں ہے تو آپکو کون مار سکتا ہے ؟ (ابو جہل) اور (مسیلہ) اگر ہمیشہ زندہ بھی رہتے جب بھی بے روح لاشیں تھیں - لیکن محمد ابن عبداللہ (صلعم) اپنی عمر کے ۶۳ برس چار مہینے کے بعد بھی آغوش الہی میں زندہ رہا اور اب تک زندہ ہے -

ہرگز نمیزد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت ست بر جریدہ عالم دوام ما

یہ مقامات تو ارفع و اعلیٰ ہیں ، عام جان بازار ملک و ملت کو دیکھئے - (جوزف میزینی) مرگیا لیکن کیا اٹلی کہہ سکتی ہے کہ وہ زندہ نہیں ؟ (احمد مدحت) کی ہڈیوں کو کہتے ہیں کہ بوسفورس میں پھینک دیا تھا ، لیکن کیا اسکے کارناموں کو بھی (عبد الحمید) بھا سکتا تھا ؟ یہی حال آج ان تمام جانفروشان ملت کا یقین کیجئے جو خاک طرابلس کو اپنے خون سے رنگین کر رہے ہیں - صدیوں پر صدیاں گذر جائیں گی ، تاریخ کئی جلدیں آگے بڑھ جائے گی ، دنیا سینکڑوں انقلابات و تغیرات سے اپنی صورت بدل ڈالے گی ، مجاہدین طرابلس کی ہڈیاں زیر خاک ستر گل کر خاک میں مل جائیں گی : مگر انکے کارنامے ہمیشہ زندہ رہیں گے ، کبھی فنا نہ ہونے والی روح اندو زندہ رکھے گی ، وہ خدا - جو آج جہور کے میں بیٹھا ہوا انکے خون کے فرازوں ، انکی لاشوں کی پامالیوں ، انکی بیوہ عورتوں کی فریادوں ، اور انکے یقیم بچوں کے آہ و فغاں کو دیکھ رہا ہے - دنیا کی ہر ہستی کو ہلاک کر دیگا مگر اپنے ابن عاشق قان - اندر کو مرنے نہ دیگا : ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ، بل احياء ، ولكن لا یشرعون -

ناموران غزوہ طرابلس میں میجر موصوف کا نام بھی ہمیشہ یادگار رہے گا - یہ بھی ان عثمانی مجاہدین غیور میں سے ہیں جنہوں نے دین و ملت کی کشتی کو جب امواج ہلاکت کے حلقے میں دیکھا تو بغیر کسی تامل و جھجک کے بے اختیارانہ سمندر میں کود پڑے اور پھر دنیا کی کوئی سخت سے سخت طاقت بھی ایسی نہ تھی ، جو ان فدائیان راہ الہی کو منزل مقصود تک پہنچنے سے روکتی - آج ترکی کے جتنے افسر میدان جہاد میں چالیس کڑور سے زیادہ مسلمانوں کی عزت سنبھالے ہوئے ہیں ، وہ سب کے سب تقریباً وہی لوگ ہیں جو یا تو پیشتر سے وہاں موجود تھے اور یا بغیر حکومت کے بھیجے یا اشارہ کیے سپاہیانہ انداز سے نہیں ، بلکہ مجاہدانہ عزم - ساتھ خود بخود روانہ ہو گئے اور جاتے ہی حالات کو یکایک پلٹا دیا - میجر موصوف بھی ایسے ہی جان بازوں میں سے ہیں اور آجکل (خمس) کے عثمانی کیمپ کے افسر اعلیٰ کی خدمات انجام دے رہے ہیں -

میجر موصوف کی خدمات انکے یوم ورود سے لیکر آج تک نہایت نامورانہ رہی ہیں - مگر جس جماعت کے بیچے اور عورتیں تک جوش و شجاعت کے غیر فانی مجسمے ہوں ، ان میں سے کسی ایک فرد واحد کی خصوصیت کے ساتھ کیا تعریف کی جائے ؟ رحمت الہی کا آفتاب جب کسی سرزمین پر چمکتا ہے تو اونچے اونچے منار ہی نہیں ، بلکہ خاک کے ذرے بھی چمک اٹھتے ہیں : وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ، واللہ ذو الفضل العظیم (۶۱ : ۴)

جسم انسانی فانی ہے ، مگر انسانی فضائل کیلئے فنا نہیں -

نے اطالین پر غیر کی جس سے در ہلاک ہو گئے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اطالی جنگی جہاز نے (رسل مغلط) پر گولا باری کر دی لیکن کسی شدید نقصان کی خبر نہیں آئی ایک پرابوٹ تار سے معلوم ہوا ہے کہ اٹالین ترکی بندرگاہوں اور حدیدہ کی فوجی مقامات پر گولا باری کر رہے ہیں۔

(رما - ۱۶ - اگست) :- (زارہ) سے اطالین نے پیش قدمی کی جس سے غرض یہ تھی کہ پہاڑی مقامات پر قبضہ کرے (تیونس) کی سرحد سے رسد وغیرہ کی آمد و رفت بند کر دیں سخت لڑائی کے بعد آخر انہوں نے میدان مار لیا جسیں ۶ اطالوی ہلاک اور ۹۸ مجروح ہوئے علاوہ ۵ افسر بھی مارے گئے۔ لیکن ترکوں کا نقصان نہایت سنگین تھا۔

ترکی اور مانٹنی نگر

(ستنج ۱۲) سرحد میں ترکی اور (مانٹنی نگر) کے مابین بھر جنگ کا آغاز ہو گیا۔

ترکی فوجوں کی مدد کو کمک پہنچ گئی ہے۔ (صوفیا ۱۳) کل کوچنہ کے قتل عام پر برافرنگی کی نمائش کی گئی نمائش کنندگان کی جماعت نے سیاہ علم لیکر جلوسی شان سے دھاراکیا - گرجوں کی گھنٹیاں بجتی تھیں اور تمام دکانیں بند کر دی گئی تھیں۔ ساتھ ہی یہ ریلیوشن بھی پاس کیا گیا کہ ہماری گورنمنٹ مقدونیا کے بلغاریوں کو عثمانی اطاعت و انقیاد سے نجات دلانے کی کوشش کرے۔

(لندن ۱۴) ستنج میں فخر الدین بک ترکی رکیل کی حیثیت سے مامور ہوا ہے۔

(لندن ۱۶) تمام بلغاریا میں شاہ فردینند کی جوبیلی کی خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ ہزمجستی نے قدیم دارالسلطنت میں فرج کا معائنہ کیا اور اپنی تقریر میں اس بات پر زور دیا کہ صلح کا پالیسی کی سخت ضرورت ہے تمام آبادی میں اس تقریر سے سکون بخش اثر پیدا ہوا ہے۔

(لندن ۱۶) :- رپورٹر کو معلوم ہوا ہے کہ (آسٹریا ہنگری) نے دول عظام کو مدعو کیا ہے کہ عثمانی صوبہاے بلقان کے کوائف کے متعلق مبادلہ آرا کریں۔

(لندن ۱۷) صوبہاے بلقان کے بارے میں تبادلہ خیالات کے کاؤنٹ ران برچٹرلڈ نے دول یورپ کو جو دعوت دی ہے اس پر بہت نکتہ چینیاں ہو رہی ہیں۔ آسٹریا نے ذی فہم اخبارات بڑی احتیاط سے اسکی توضیح کرتے ہیں کہ ترکوں کے معاملات میں مداخلت کر کے مقصد نہیں ہے آسٹریا صرف یہ چاہتی ہے کہ اقوام کے راضی رکھنے کے آزادی میں ترکوں کا ہر جتنے اور اس فرض کے ادالگی میں آسانی پیدا کر دینی ضرورت کا موثر یقین دلائے۔ یورپین کانفرنس منعقد کرنے کا ارادہ نہیں ہے اور اسکا مباحثہ سفراء کی ذات سے سرفہام پائے گا۔ (یورپی اخبارات کی رائیں) یورپ کے اخبارات عموماً اس تجویز سے محتاط پسندیدگی ظاہر کرتے ہیں بعض اس خواہش کو روسی

(مقدونہ) اور ولایت (آذربائیجان) پر بلغاریہ کی حوصلہ مندانہ آرزوں کا احترام کیا جائے اور اس قرار داد کے معارضے میں بلغاریہ بھی (نوری بازار) ولایات (عسکوب) (البانیہ) (مغربی مقدونہ) (سارونیکا) اور (چلسیدس) پر آسٹریا کے جائز حقوق کو تسلیم کرے۔ دفعہ ۵ - اگر (آسٹریا) الحاق بوسنیا ہرزی گونیا پر فیصلہ کر لے تو بلغاریہ کو واجب ہوگا کہ ترکی کے خلاف آسٹریا کی تائید کرے اور ضرورت ہو تو مانٹنی نگر اور سربیا کے خلاف بھی کھڑی ہو جائے اسکا معارضہ آسٹریا کی جانب سے بلغاریہ کے اعلان آزادی اور مشرقی رومیلیا کی حریت کی حمایت کی شکل میں ہوگا۔

دفعہ ۶ - بلغاریہ کسی ایسی طاقت کے ساتھ سیاسی یا فوجی اتحاد کرنے کے مجاز نہیں ہو سکیگی جو آسٹریا کے اتحادی حلقے میں نہر اسکی قیمت میں (آسٹریا) بلغاریہ کو زار کا خطاب اختیار کرنے میں مدد دیگی۔

دفعہ ۷ - اگر (آسٹریا) اور (روس) کے مابین لڑائی چھڑ جائے تو اس حالت میں بلغاریہ کا یہ فرض ہوگا کہ وہ بے طرفی کا اعلان کرے روس کو اپنی زمین اور بندرگاہوں سے نہ گذرنے دے۔ آخری تین دفعات کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ نہایت اہم عین ایک شرط کا مفہوم تو یہ ہے کہ اگر ترکی بلغاریہ پر حملہ آور ہوئی تو (آسٹریا) قدیم سربیا، البانیا اور مقدونہ پر قابض ہو جائیگی اور جب ترکی نے آسٹریا پر حملہ کر دیا تو بلغاریہ ولایت آذربائیجان پر قبضہ کرے قسطنطنیہ کی طرف دھارا کریگی۔

۹ - اگر سلطنت عثمانیہ کو زوال آ گیا تو آسٹریا اپنے حقوق کے اعتبار سے نوری بازار، قدیم سربیا، البانیہ، مشرقی مقدونہ، سارونیکا اور تمام چلسیدس پر قبضہ کرے گی۔

۱۰ - میں سربیا سے امکان جنگ پر بحث کی گئی ہے اور لکھا ہے اگر (آسٹریا) اور سربیا میں جنگ ہو جائے اسوقت بلغاریا کا فرض ہوگا کہ (پرچی) اور (نش) پر قبضہ کر لے؛ اگر (بلغاریا) کے ساتھ ہو تو آسٹریا فوج (بلغار) اور (قارہ کیوز) کی طرف دھارا کر دیگی۔ بعد جنگ کے (سربیا) کی تقسیم ہو جائیگی اور تمام مغربی حصہ (دیرنا) اور (مورزا) سے لیکر (نش) اور (پسرورج) (آسٹریا) کے قبضے میں آئیگا اور مشرقی حصہ بلغاریا کا حصہ ہے۔

جنگ اٹلی و ترکی

(حدیدہ ۱۵ اگست) :- اٹالین جنگی جہازات پائی مونت از ارے ٹیوسا ۲۶ جولائی کو قلم دن ترکوں کی فوجی عمارت از شہر سے باہر کیمپ پر گولے پھینکا کیئے۔

میگزینوں میں آگ لگ کر دھماکا ہوا اور برابر دن تک آگ برستی رہی نقصان تخمیناً ایک لاکھ پونڈ کا ہوا۔

اموات کی تعداد ۳ اور مجروح کی تعداد ۵ تھی۔

(بمبئی ۱۷ اگست) :- (ٹائمس آف انڈیا) کا نامہ نگار عدن سے لکھتا ہے: یہاں اس افواہ پر سب متفق الاکان ہیں کہ اطالوی ملاحوں کی ایک جماعت ایک جنگی جہاز سے قریب ساحل (زرنیک) قریب ہے۔ یہ مقام (حدیدہ) سے چند ساعات کے فاصلے پر واقع ہے۔ عربوں

مقدونیہ کے مہاجرین جنہوں نے (بلغاریہ) میں توطن اختیار کیا ہے اس تحریک کی تائید کے لئے اخلاقی اور مادی سہارا دینے کو مستعد ہو جائینگے اور پھر صرف اتنے ہی پر قانع نہ ہونگے بلکہ حکام پر اثر ڈال کر تروٹسکس خلاف پالیسی پیدا کرنے پر معبور ہونگے۔

(فرنگ فرٹر زینگ) کا استمبولی نامہ نگار کوائف مذکورہ پر یہ روشنی ڈالتا ہے —

”دہلزمٹک حلقوں میں البانی مسئلے کی نشو و ترقی سخت اندیشہ ناک نظروں سے دیکھی جانی ہے۔ اندیشہ اسی بات سے پیدا ہوا ہے کہ اگر وزارت کے مشکلات کا سلسلہ یوں ہی جاری رہا تو باب عالی کو ایک عجب مصیبت پیش آئے گی جس سے صاف اور جانبر نکالنا اس کے لئے محال ہو جائگا۔ ایک البانیا کا مسئلہ ایسا آپڑا ہے جس سے ترکی بدحواس ہو رہی ہے اور ہر روز البانی جدید مطالبات اختراع کر کرے ترکی کو کانٹوں پر کھیستتے ہیں۔ یہ اندیشہ تو نہایت اہم صورت اختیار کر رہا ہے کہ اگر (البانیہ) میں ترکی کے بلا رضا یا برضا آزاد حکومت قائم ہوگئی تو ولایات (جنینا)“

تمہارے آگے ڈال دیں، آج بھی اگر اس پر اعتماد کرتے آتھے کھڑے ہو تو اسکا ہاتھ تمہارے پیٹھ پر ہے اور اسکی جنود مخفی ہر حال میں آمادہ اعانت۔

[اس منشر کے نیچے انکا خاص دستخط ہے اور ۱۸ جمادی الثانیہ تاریخ تحریر ہے خوف طوالت سے ہم پورا ترجمہ نہ کر سکے]

شور عثمانیہ

ولایت کی ڈاک

(از منچسٹر گارجین)

ترکی کی مشکلات اور موجودہ مسائل

یہ تو مسلمات سے ہے کہ ترکی کو مشکلات میں مبتلا دیکھ کر اس کے شمشیر کے شرار آرزو چمک اٹھینگے۔ (نوروزیہ) میں اس کے (صوفیا) کے نامہ نگار کا تار شائع ہوا ہے جسکا مضمون حسب ذیل ہے: —

”ترکی ایوان وزارت کے مستعفی ہوجانے کے باعث گورنمنٹ اور قیادو میٹک حلقوں میں بحث و مباحثہ کا بازار نہایت گرم



طرابلس میں اٹلی کی مشکلات

(اسکوئٹر) (مناسٹر) اور (کاسرا) بھی ترکوں کے دست اقتدار سے نکل کر آزاد البانیہ سے ضم ہو جائیں گے۔ اس وقت ریاست ہائے بلقان کے لئے مسئلہ مقدونہ کا پیمانہ عمر لبریز ہو جائگا اور اسکی جگہ البانی عقدہ لے لے گا۔ ریاستہائے بلقان ہرگز اس بات کو گوارا نہ کریں گی کہ ہمارے تاریخی حقوق غیر محفوظ چھوڑ دیے جائیں۔ بلغاریہ، مانتھی نگر، سربیا اور یونان کی فوجی سرگرم تیارباں نظر غائر کی محتاج ہیں۔“

نرجوان ترکوں کا ارگن (ریمیلہ) جو سالویکا سے شائع ہوتا ہے اس میں ایک نہایت اہم اور توجہ طلب مضمون چھپا ہے، اسکا موضوع آسٹریا و بلغاریہ کا پانزدہ سالہ معاہدہ ہے جو سنہ ۱۸۹۸ ع میں قرار پایا تھا۔ اس معاہدے کے شرائط اولیٰ حسب ذیل بتائے جاتے ہیں: —

دفعہ ۳۔ شاہ بلغاریہ (روس) کی غاصبانہ حرکت کی مزاحمت کرے، اور (پراے سربیا) کی آزادی و نجات کے حامیوں کی کوششوں کو پامال کر دے۔

دفعہ ۴۔ (آسٹریا) پر یہ فرض رکھنا کہ مشرقی

ہو رہا ہے اور یہ یقین عالمگیر ہو رہا ہے کہ آئندہ وزارت بھی ایٹک موج رہاں کی طرح اٹھ کر ناپید ہو جائیگی اور قتل و خون کو یوں نشو و ترقی ہوگی کہ یورپیوں کانفرس منعقد ہونے کی ضرورت ناگزیر ہو جائیگی۔ عام رائے تو یہ ہے کہ اگر ترکی کی پیچیدگیوں کا مسئلہ حل کرنے کی کوئی معقول صورت نظر آئی ہے تو صرف اسی میں کہ یورپیوں کانفرس منعقد ہو ورنہ بلقانی ریاستیں مسلم ہو کر بیچ میں کود پڑیں گی۔“

اخبار (ٹیمپس) کے ایک نوٹ میں اوپر کے مضمون کی یوں تشریح کی گئی ہے

”قافلوں کے سابق سرداروں اور عساکر بلغاریہ کے افسروں نے (جوپے مقدونیا کی کمیٹی میں رہ چکے ہیں) پیہم جلسے منعقد کر کے (مقدونہ) میں بغاوت و غداري کا راستہ صاف کر دیا ہے اور اس سے مقصد یہ ہے کہ درل یورپ خواہی فخریہ بیچ میں چوڑائیگے۔ خود (مقدونہ) کی خفیہ انجمن اسی تاک میں بیٹھی رہی ہے کہ رعیت قریب آجائے اور ہم آہنگ انقلاب بلند کر دیں۔“

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
إِن كُنْتُمْ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

ایک ہفتہ وار مصور سالہ

میر رسول محمد خصوصی

احمد علی خان لکھنؤ لکھنؤ

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلاوڈ اشترین

کلکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۱

کامکتہ : یکشنبہ ۲۰ اگست ۱۹۱۲ ع

نمبر ۷

لیس لاہ بستانکر ان یجمع العالم فی واحد



نبت ست برجہ عالم دوام ما

الطارق) آیا اور اس کے جہاز مقدونیہ پر سوار ہو کر مارسیلس روانہ ہوا
اس نے برطانیہ کے جہاز پر اس لئے تبدیلی کی تاکہ فرانسیسی قیدی
کہلائے جانے کی صورت قائم نہ رہے۔

اس کی حرم طنجہ میں پہنچ گئی۔

مولائی حفیظ کو ۱۵۰۰۰ پونڈ سالانہ وظیفہ ملا کر گا۔

(لندن ۱۵) آج مولائی حفیظ (مارسیلس) پہنچے۔ وہاں فوجی
شان سے ان کا استقبال کیا گیا۔

(پیرس ۱۷) جنوبی مراکو کے موجودہ کوائف پر فرانس
عین سخت اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ دعویدار
سلطنت (البھا) نے اپنی لازمی شروع کر دی ہے۔ سوائے
فرانسیسی قونصل اور رائیس قونصل کے تمام یورپین مراکش چھوڑ کر
چل دئے ہیں۔ (ریڈنٹ جنرل) کو سخت مشکل درپیش ہے۔
ایسی مصیبت کے وقت نئی بغارت کا کھڑا ہوجانا اور (البھا) کی
سرکوبی کے لئے روانگی فوج کا امکان ہے۔ باہر ہونا، یہ ساری باتیں
نیام امن میں تاخیر پیدا کر دینگی۔

اعلان

نظام الملک طوسی

سلسلہ وزرائے اسلام کی پہلی جلد ”البرا مکہ“ دو مرتبہ چھپ کر
شائع ہو چکی ہے۔ چنانچہ سلسلہ مذکورہ کی یہ دوسری جلد ہے۔
جس میں پانچویں صدی ہجری کے نامور وزیر خواجہ، اعلیٰ حسن
بن علی طوسی، المخاطب بہ ”نظام الملک“ کی مفصل
سوانح عمری لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب نفیس سفید کاغذ اور ۲۰ × ۲۶
کے پیمانہ پر ۷۳۹ صفحات میں ختم ہوئی ہے۔ مضامین کی
فہرست ۱۷ صفحات میں ہے۔ پچھلے حصہ میں دیباچہ طوسی کی
تاریخ، خواجہ کی ولادت، تعلیم و تربیت، فضل و کمال، اخلاق
و عادات، اور اسباب قتل کا تذکرہ ہے۔ دوسرے حصہ میں خواجہ
کے قانون سلطنت اور وزارت کی تفصیل، دربار کے اہل کمال کا
تذکرہ، دولت سلجوقیہ کی ابتدائی تاریخ، خواجہ کی مستقل وزارت
اور مہتم بالشان کا ناموں کی صراحت، اور بیت العلم (یونیورسٹی)
نظامیہ بغداد اور اس کے ماتحت مدارس کی جامع تاریخ ہے۔
اور نیز حکیم عمر خیام نیشاپوری اور حسن بن صباح امام فرقہ
باطنیہ کے بھی تفصیلی حالات ہیں۔ خاتمہ کتاب پر جلال الدولہ
سلطان ملک شاہ سلجوقی کا تذکرہ ہے۔ کتاب کی رنگین لوح
ملکشاہ نظام الملک، عمر خیام، حسن بن صباح کی تصویریں اور
نقشجات نامی پریس کانپوز کی مرصع کاری کا نادر نمونہ ہیں۔
پشتہ پر طلائی حروف میں کتاب کا نام، قیمت (درجہ اول دس روپیہ،
کاغذ ایوری فنش مجلد پانچ روپیہ قسم دوم) معصودات دہد
خریدار *

محمد عبدالرزاق - مولف البرامکہ و نظام الملک

طوسی - محلہ پیچ باغ - کانپور

ترتب پر معمول کرتے ہیں جو نتیجہ ہے سینٹ پیٹر برگ کی
ملاوٹائی تقریر کا۔

اخبار ”آسٹریا ہنگری“ اس پر زور دے رہا ہے کہ ترکی معاملات
میں دخل دینے کی کوئی تجویز پیش نہیں ہے صرف منشا یہ ہے کہ
تاریکیہ مختلف قوموں کی ضروریات کو پورا کرے مرقعہ نئی ترکی
سلطنت کو نہ ملے تب تک بلقان میں امن قائم رکھنے کی صورت کو
مضبوط کرنا چاہئے۔ ساتھ ہی وابستہ بلقان کو دول یورپ کی طرف
سے یہ مشورہ دیا جائے گا کہ آسٹریا ہنگری والی روش اختیار کرے۔

قسطنطنیہ میں زلزلہ

(قسطنطنیہ ۱۲) قسطنطنیہ میں سخت زلزلہ آیا ولانت
(آدربا نوبل) کے جنوبی مغربی حصے میں ۱۵۰۰۰ ہزار آدمی بے
خان و مان ہو گئے ہیں ایک ہزار آدمی قسطنطنیہ کے ہسپتال میں
پناہ گیر ہیں۔ شہر (آدربا نوبل) میں ۲۰ مساجد اور دیگر سرکاری
عمارات برباد ہو گئی ہیں۔ آخری تخمینہ ہلاک شدہ اور معرورین
کا ۱۲۰۰ بتایا جاتا ہے۔

(ایضاً) - آج گیلی پولی میں پھر تین بار زلزلہ محسوس ہوا
(قسطنطنیہ ۱۳) - جیسا پہلے تصور کیا گیا اس سے کہیں بڑھ کر
جان اور مال کا نقصان ہوا۔ لوگوں کی مصیبت و تباہی ناگفتہ
بہ ہے۔ زلزلے اور آتش زدگی سے تمام خاندان بے نشان ہو گئے۔

(قسطنطنیہ ۱۷) : امریکن حفاظتی جہاز اسکار پیون زلزلے کا منظر
دیکھ کر واپس آیا ہے اور بیان کرتا ہے کہ زلزلے کے حوادث کے متعلق
جتنی خبریں معلوم ہوئی تھیں اصل حالت اسی سے کہیں ابتر ہے۔
امریکن تخمینے کے مطابق تین ہزار سے زیادہ ہلاک اور کم از کم چھ
ہزار زخمی پڑے ہیں۔ بعض قصبات میں لاشوں کے تعفن سے
آدمی ایک لقمے کے لئے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ بعض تو جل کر
خاک کا ڈھیر بن گئے ہیں۔

خوف و ہراس کا وہی عالم ہے۔ زلزلہ زدہ مکانات یکے بعد
دیگرے گرتے جاتے ہیں۔ ایک گاؤں کا تریہ حال ہے کہ وہاں کے
لوگ عاتقہ پر ہاتھ رکھ کر بیٹے اپنی مصائب پر آنسو بہا رہے ہیں۔

مصر کے پولیڈکل مہمین کو سزا

(قاہرہ ۱۳) : - خدیو معظم، لارڈ کچنر اور مصر کے وزیر اعظم
کے خلاف سازش کرنیوالوں کا فیصلہ ہو گیا۔ ایک کو پندرہ برس کی
سخت با مشقت اور دو کو ۱۵ برس کی قید کی سزا دی گئی۔

مراکش

(لندن ۱۲ اگست) - مولائی حفیظ نے تاج و تخت اپنے بھائی
مولائی یوسف کے حوالہ کر دیا وہ ترقی صحت کے لئے (رشی)
جائے اور ممکن ہے کہ طنجہ میں سکونت اختیار کرنے سے پہلے مکہ
معظمہ سے حج کر آئیں۔

(لندن ۱۳) - مولائی حفیظ ترجیلاً جہاز پر سوار ہو کر (جبل

لَا تَنْتَوِيكُمُ الْمُؤْمِنِينَ الْأَمْثَلُ إِلَّا نَجْتَلِيكُمْ بِهِمْ فِي أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْكُمْ أَمْثَلُكُمْ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad,

71, NUCLEOD STREET,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " " 4-12.

میر سول محمد خوسرو
مکتبہ انوار کلام الدہلوی

مقام اشاعت
۱-۲ مکلود اسٹریٹ
کولکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور سالہ

جلد ۱

کا مکتبہ : یکشنبہ ۲۰ اگست ۱۹۱۲ ع

نمبر ۷

انٹر احباب (الہلال) کی شائع شدہ تصویریں عاحدہ طالب درتے
ہیں - خاص ضرورت ہو تو طیار کر کے بیچدی جاسکتی ہیں، لیکن انٹر
شوقیہ عاحدہ رکھنا مقصود ہو تو کسی قدر انتظار کریں - جاگ طرابلس
نامروزان غزوہ طرابلس اور مشاہیر ماضی و حال کے رنگین البوم طیار
کر رہے ہیں - انکا کاغذ نہایت قیمتی اور بوجہ ہاف ٹون مشین میں
چھپنے کے مطبوعات کی صنعت کا قابل دید نمونہ ہوگا - امید ہے
کہ قیمت بھی ارزاں ہو -

پلے شکایت کی جاتی تھی کہ آپ طرابلس سے نکلکر اپنی
سرزمین میں آئے ہی نہیں، اب آئے ہیں تو شکایت کی جاتی ہے
کہ اس طرح دوڑتے ہوئے تو نہ آئیے !

غرض دو گونہ عذابست جان و مجنون را
عرض یہ ہے کہ برسوں تک بیٹھے بیٹھے پاؤں شل ہوئے ہیں، عرصے سے
بعد قدم آتے ہیں تو ذرا دوڑنے دیجئے کہ خون میں حرارت تو پیدا ہو -
اب آہستہ خرامی کا وقت نہیں ہے - ساتھ کے چانے والوں کی گرد پا
کا بھی سراغ نہیں ملتا، اور آپ کی نصیحت ہے کہ آہستہ آہستہ
قدم اٹھا کر چلیے !

تیز گام نے محمل کو جالیا

ہم محو ذلہ جرس کارواں رہے

بعض ناصح ہمدردانہ کہتے ہیں کہ راہ باریک از ہر طرف تاریکی ہے،
خوف ہے کہ کہیں تھوڑا نہ لگے، لیکن ہماری تیزی بھی اسی لئے ہے
کہ تاریکی نے راہ کو خطروں سے بھر دیا ہے اسلئے دوڑنا چاہئے ہیں کہ
جن پڑے تو آگے نکلکر چراغ دکھلائیں - رہا تھوڑا کھانے کا خوف، تو
اسکی پررا نہ کیجئے، اپنا عقیدہ تو یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں توڑکر بیٹھ

فہرست

۱	شذرات
۳	ایڈیٹوریل
۸	مقالات (الامر بالمعروف نمبر ۳)
۱۳	نامروزان غزوہ طرابلس (غازی انور بک) نمبر ۵
۱۵	کارزار طرابلس
۱۶	عالم اسلامی (شوون عثمانیہ - مغرب اقصی)

تصاویر

۱۵	غازی انور بک (رسالے سے الگ)
	فرانسیسی درندوں کا کشت و خون
	اور مسیحی لعنت کا نزول، فاس
	(مراکش) کے دروازے پر

شذرات

اطلاع ضروری

براہ عنایت خط و کتابت میں وہ نمبر اپنے نام کے ساتھ ضرور
لکھ دیا کیجئے جو ہر پرچے کی چٹ پر آپکے نام اور پتے کے اوپر درج
کرنیہ جاتا ہے، وہ خریداری کا نمبر ہے اور بغیر اس کے رجسٹر میں صرف
نام کو تلاش کرنا سخت دقتوں کا موجب ہوتا ہے - (منیجر)

الح دال

— * —

شرح اجرت اشتہارات

— * —

ایک مرتبہ کیلئے بعد حساب	فی صفحہ ۲۶ روپیہ	فی کالم ۱۴ روپیہ	نصف کالم ۸ روپیہ
ایک ماہ ”	” ۲۲ ”	” ۱۲ ”	” ۷ ”
تین ماہ ”	” ۱۸ ”	” ۱۰ ”	” ۶ ”
چھ ماہ ”	” ۱۵ ”	” ۸ ”	” ۵ ”
ایک سال ”	” ۱۲ ”	” ۶ ”	” ۴ ”

متفرق اشتہارات جو نصف کالم سے بھی کم ہوں، انچ کے حساب سے لئے جائیں گے، بعد حساب فی مربع انچ دس آنہ۔

ٹائٹل پیج کے پہلے صفحہ پر بارہ انچ تک کا اشتہار لینا جاسکتا ہے لیکن اسکی اجرت ہر مرتبہ دہائیے پرے صفحہ کی، یعنی ۲۶ روپیہ لی جائے گی۔

مختصر اشتہارات اگر رسالے کے اندر جگہ نکال کر دیے جائیں تو خاص طور پر نمایاں رہیں گے لیکن انکی اجرت عام اجرت سے پچاس فیصدی زیادہ ہوگی۔ اگر اشتہار کا بلاک بنوا کر، یا کسی تصویر کے بلاک کے ساتھ درج کرانا مقصود ہو تو بلاک کی اجرت اسکے علاوہ ہوگی، اور اسکی بنوائی دس آنے مربع انچ کے حساب سے لی جائے گی۔ چھاپنے کے بعد وہ بلاک پھر صاحب اشتہار کو دیدیا جائیگا اور ہمیشہ اسکے لئے کارآمد رہیگا۔

شرائط

- (۱) اسکے لئے ہم مجبور نہیں ہیں کہ آپکی فرمائش کے مطابق آپکو جگہ دیسکیں، البتہ حتی الامکان کوشش کی جائے گی۔
- (۲) اشتہار کی اجرت ہمیشہ پیشگی لی جائے گی اور کسی حالت میں پھر واپس نہوگی۔
- (۳) منیجر کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت روک دے، اس صورت میں بقیہ اجرت کا روپیہ واپس کر دیا جائے گا۔
- (۴) ہر اس چیز کا جو جوئے کے اقسام میں داخل ہو، تمام منشی مشروبات کا، فحش امراض کی دواؤں کا، اور ہر وہ اشتہار جسکی اشاعت سے پبلک کے اخلاقی و مالی نقصان کا اندیہ شبہ بھی دمنتر نہ پیدا ہو، کسی حالت میں شائع نہیں کیا جائے گا۔

۱۲ دسمبر

ہمارے اخوان وطن جب (۱۲ دسمبر) کی یادگار کاجشن منائیں گے کہ اسی دن انکی سی سالہ جد و جہد نے حکومت کو شکست دی اور نسیم بنگل کا نوشتہ تقدیر (جسکی تفسیح کو لارڈ مارلے چاند کیلئے بچوں کا مولا کہتے تھے) بالآخر مٹا کر چھوڑا، تو ہم بھی بیکار نہیں رہیں گے۔ وہ اگر اپنی کامرانی کو یاد رکھیں گے، تو ہم اپنی نامرادی کا مرثیہ پڑھیں گے۔ وہ اگر اسپر خوش ہوئے کہ تیس برس تک شاہراہ مقصود پر چلتے رہے اور بالآخر منزل کو سامنے دیکھا تو ہم اپنی گمراہی و ضلالت پر سر بیٹیں گے کہ تیس برس تک غلط راہ چلکر ٹھوکریں کھاتے رہے اور بالآخر منہ کے بل گرے۔ وہ اگر اپنے راہنماؤں کو یاد رکھیں گے جنہوں نے اپنے تئیں کھو کر آج انہیں پیدا کیا، تو ہم بھی اپنے لیدروں کو بھول نہ سکیں گے کہ اپنے اغراض و منافع کی تلاش میں پوری ملت کی مانت کو کھودیا۔ اور سب سے آخر یہ کہ اگر انکو خوشی ہوگی کہ جو کچھ ملا وہ اس سے زیادہ کے اہل تھے، تو ہمکو بھی شکایت نہوگی کہ جس ٹھوکر سے ٹھکراے گئے اس سے بھی زیادہ کے مستحق تھے۔ اسمیں شک نہیں کہ انکے لئے خوشی کی یاد ہے اور ہمارے لیے غم کی، لیکن اگر چشم بینا اور دل عبرت پذیر ہو تو نتیجہ دونوں کا یکساں ہے۔ انکو کامیابی ہمت دلاتی ہے تو ہمکو نا کامی غفلت سے بیدار کرتی ہے۔ انپر حکومت کا یہ احسان ہے کہ مایوس ہونے سے بچالیا تو ہم پر اسے بڑھکر احسان یہ ہے کہ سوتے میں ہشیار کر دیا: لقد کان ایقہ فی النین [بیشک خدا کی نشانی ہے دونوں جماعتوں میں ۳: ۱۱]

۱۳ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

عبرت کے مواقع جلد جلد میسر نہیں آتے اور غفلت کو ہمیشہ بیداری کی کڑوائیں نصیب نہیں ہوتیں، اگر ایسا ہو تو دنیا کم سوتے اور زیادہ جاگے، حالانکہ وہ ہمیشہ سوتی ہی رہتی ہے۔ لیکن شاید اب ہمارے دن جلد پھرنے والے ہیں کہ قدرت کا تازیانہ تنبیہ جلد جلد آٹھنے لگا ہے۔ (۱۲ - دسمبر) کو ابھی زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ ۳۱ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء کی تاریخ نمودار ہوئی (آنریبل سر - ایس - ایچ - بٹلر) اپنے مراسلے کی تمہید میں لکھتے ہیں:

”۳۱ جولائی کو میں نے آپکو اطلاع دی تھی کہ صاحب وزیر ہند یونیورسٹی کا قیام منظور فرمانے کیلئے طیارہیں بشرطیکہ

(۱) آپکی کمیٹی کافی سرمایہ دکھلا سکے اور

(۲) یونیورسٹی کا کانسٹی ٹیوشن جو آپ پیش کریں وہ تمام و کامل گورنمنٹ ہند اور صاحب وزیر ہند کو منظور ہو۔ نیز میں نے اس مراسلے میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ آپکی جو اسکیم صاحب وزیر ہند کے سامنے پیش ہوگی اسکی تمام تفصیلات کے متعلق وہ اپنے اختیارات کامل کو محفوظ رکھتے ہیں۔“

ہمکو یہ تاریخ بھی ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے۔ یہی وہ یادگار تاریخ ہے جس نے گویا ہمارے موجودہ دور زندگی کی سب سے بڑی جد و جہد اور ہمارے وقت اور مال کی سب سے زیادہ قیمتی چیز کا

الہلال

۲۰ : اگست ۱۹۱۲ء

— * —

نشہ شام کی نصف شب

یا

مسلم یونیورسٹی

اور اس ضمن میں چند متفرق خیالات

(۱)

بہت سی تاریخیں یاد رکھنے کے قابل ہوتی ہیں۔ فرانس ۱۸ - جولائی سنہ ۱۷۸۹ء - کو نہیں بھولنا کہ آزادی کی رحمت کا اسی دن نزل ہوا۔ انگلستان ۲ جون سنہ ۱۶۴۹ء کو ہمیشہ یاد رکھنا ہے کہ شاہی اقتدار پر آخری ضرب اسی دن لگی۔ لیکن یہ یادگار دن دنیا کی زندہ قوموں کا حصہ ہے۔ ہم بدبختوں اور زبوں طالعوں کے پاس بھی بہت سی تاریخیں ایسی تھیں جنکی عظمت کے آگے صرف ہم ہی نہیں، بلکہ تمام عالم سر جھکاتا تھا، لیکن یہ زندگی کے کاروبار تھے، اب کہ موت کی مردنی سے جسم ملت کا ہر عضو افسردہ ہو رہا ہے، ایسے نصیب کہاں کہ کامرانی و فتحیابی کی تاریخیں یاد رکھنے کیلئے میسر آسکیں؟ قومی اقبال کا آفتاب جب چمکتا ہے تو شاید ایک ہی مرتبہ چمکتا ہے۔

لیکن:

توفیق باتداز ہمت ہے ازل سے

قسام ازل نے ہر شخص کو اسکی ہمت اور صلاحیت کے مطابق اسکا حصہ دیدیا ہے۔ کوئی سایہ طربی میں بیٹھکر خوش ہوتا ہے اور کوئی قامت یار کی جستجو میں:

تو وطنی، و ما و قامت یار

خوشی کے دن ہمیں نصیب نہیں کہ یاد رکھیں تو اپنے ایام غم کو تو بھول نہیں سکتے؟ اور رنکر اگر فصل بہار کی یاد ملی ہے تو مبارک ہو، ہم خزاں کی یادگار منایا کریں گے:

نوحہ غم ہی سہی، نغمہ شادی نسبی

اگر من پھرنے والے ہیں تو عجب نہیں کہ نوحہ غم سے نغمہ طرب کی لے پیدا ہو جائے۔ بہار خزاں کے بعد ہی آتی ہے، از خشک درختوں کو ہم نے سرسبز ہوتے دیکھا ہے: یخرج الحي من الميت

و یخرج الميت من الحي، و یحي الارض بعد موتها، و ذلک تغرجون [خدا زندگی سے موت کو اور موت سے زندگی کو پیدا کرتا ہے، اور زمین پر جب موت چھا جاتی ہے تو اسکی رحمت پھر اُسے زندہ کر دیتی ہے ۳۰: ۱۹]

اس سے حکومت چھین کر غیروں کو اس پر مسلط کر دیتا ہے۔ بنی اسرائیل نے جب خدا سے منہ موڑا تو ان پر ایک باہر کی قوم بھیج دی گئی :
بعثنا علیکم عبداً لنا اولی باس شدید [پھر ہم نے تم پر ایک سخت
و شدید قوم کو مسلط کر دیا ۲:۱۷]

جب اس پر بھی باز نہیں آئے تو پھر فسق و فجور، حسد
و حقد، ہوا پرستی و نفسانیت، نا اتفاقی و بیگانگی میں انکو مبتلا
کر دیتا ہے۔ خود ہی کتے ہیں اور خود ہی مرتے ہیں۔ وما اهلکنا قرۃ
الا راعلہا ظالمون [اور ہم کسی آبائی کو تباہ نہیں کرتے مگر اس
وقت جبکہ وہ ظالم و معاصی میں مبتلا ہو جاتی ہے]

ہم اپنے معاصرین سے بہ منت التجا کرتے ہیں کہ خدا کیلئے اپنی
ملت پر نہیں، تو خود اپنے اوپر رحم کریں، اور مسلمانوں کی موجودہ
ذلت و رسوائی پر قذاعت کر لیں۔ نفسانیت و خود پرستی کی حد
ہو گئی ہے اور خدا کی طرف سے سب نے منہ موڑ لیا ہے۔ تعجب ہے
کہ ساری دنیا آپ پر ہنس رہی ہے اور آپ کو ایک لمحہ کیلئے بھی اپنے
اوپر رونا نہیں آتا؟ ملک و ملت کی خدمت شاید اس طریقے سے
الگ ہو کر بھی کی جا سکتی ہے، یہ تو کچھ ضرور نہیں کہ جب تک
آپ ایک دوسرے کو چور ثابت نہ کر لینگے اس وقت تک آپ کی زور
اصلاح قوم آپ کو اپنا امین نہ سمجھے گی۔

تو بخوبی متنبہ رہیں کہ ہمارے کئی نظیری
بغدا کہ راجب آمد ز تو احتراز کردن

اس ہفتہ (مسلم یونیورسٹی) کے متعلق قلم اس قدر بے اختیار رہا
کہ بعض معاصرین کی اصطلاح میں پورا نمبر گویا (یونیورسٹی نمبر)
ہو گیا۔ ہم ہرگز اسے پسند نہیں کرتے کہ ایک ہی طرح کے بڑے
بڑے آرٹیکلوں سے پورا رسالہ بھر دیا جائے مگر ایک طرف وقت کا اقتضا
اور ضرورت، دوسری طرف صفحات کی قلت، اور سب پر طرہ یہ کہ
دماغ قابو میں نہیں۔ مجبوراً یہ طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ (البانیا)
کے مسئلے پر دو ہفتہ سے لکھا چاہتے ہیں، ترکی کی موجودہ حالات
کے متعلق کئی ہفتے، بالکل نہیں لکھا، انگلستان کے موجودہ احزاب
مناقشات پر تو گویا ہم بالکل بھولے ہوئے ہیں، عام مسائل اور مذاکرہ
علمیہ و انتقاد تو اب تک شروع ہی نہیں ہوئے، معلوم ہوتا ہے کہ خواہ
کچھ ہو مگر ضخامت بڑھانی ہی پڑیگی۔ والا مریب اللہ سبحانہ۔

رفیق دہلی

یہ ایک روزانہ اخبار ہے جو دہلی سے نکلتا شروع ہوا ہے، دیمانی
سائز کے چار صفحوں پر چھپتا ہے، کاغذ اور چھپائی اچھی ہے، قیمت
سالانہ ۱۲ روپیہ اور ششماہی ۶ - ۸ روپیہ۔

اس وقت تک ہم نے دو چار نمبر سرسری طور پر دیکھے، روزانہ تاز
برقروں اور عام واقعات و اخبار کو اچھی طرح جمع کیا جاتا ہے اور بہ
حیثیت مجموعی اوزار اور دلچسپ ہے۔ فرصت نصیب ہو تو
اخبارات کو پڑھنے کا وقت نکالیں اور پھر رائے دیں۔

رہنے کی جگہ دوڑ کر ٹھکانا بہتر ہے، آپ گریں گے تو کم از کم کچھ
شور و غل تو ہو رہے گا، عجب نہیں کہ بعض خفتگان غفلت چونک
پڑیں۔ لیکن پتے رہنے سے تو آپ کی بے ہوشی بھی بڑھتی جائے گی
اور سونے والوں کو بھی بیداری کی کڑوت فصیب نہو گی۔

زندہ دلوں کا وطن

یہ مانا کہ کسی ملک کی آب و ہوا جسم انسانی کیلئے کوئی
خاص اثر رکھتی ہو، مگر یہ تو کچھ ضرور نہیں کہ ایک سرزمین کا
اخلاق بگڑنے پر آئے تو پورے خطے کی حالت یکساں طور پر بگڑ جائے
ہم عرصے سے دیکھ رہے ہیں کہ پنجاب کے اخبارات کو خریداروں کے
پیدا کر لینے اور نئے نئے کارخانوں کے چلا لینے کی ترکیبوں میں ترقی کر رہے
ہیں مگر انکا اخلاقی تنزل نہایت درد انگیز ہے۔ کل کی بات ہے کہ
(زمیندار) اور (وطن) میں باہم جوٹی پھیل رہی تھی، اور جس طرح
پنجاب میں پہلوانوں کے دنگل ہوا کرتے ہیں، اسی طرح دوسروں
پہلوان ایک دوسرے سے گتے ہوئے تھے۔ (زمیندار) کا صرف یہ قصور تھا
کہ تھوڑے دنوں کے اندر ہی اس کی اشاعت پرانے اخباروں سے کیوں
بڑھ گئی اور کیوں وہ لاہور کے چند ذلت مندوں کی پرستش سے انکار
کرتا ہے؟ انسان کے تمام قصور معاف ہو سکتے ہیں مگر ایک دکاندار اس
شخص کو تو کبھی معاف نہیں کر سکتا جس نے اس کے سامنے کی خالی
دکان پر قبضہ کر کے راہ کے خریداروں کو اپنی طرف کھینچ لیا ہو۔

ہمارے عقیدے میں یہ نذائج صرف اس بات کے ہیں کہ پنجاب
میں تجارت کی ترقی نے بالعموم دکاندارانہ اخلاق پیدا کر دیا ہے،
اغراض پرستی کی ہوا میں سب پل رہے ہیں۔ تجارتی زندگی کا قدرتی
نتیجہ یہ ہے کہ شب و روز باہم تصادم و تصابق ہو، آؤ ملکوں میں ایسے
مروجہ پر تجارت ہی کے میدان میں پیچ لڑائے جاتے ہیں، مگر یہاں
یہ تدبیر اختیار کی گئی ہے کہ نلوار کی جگہ قلم کا وار کر کے پھر باطمینان
حریف کی دکان لوٹ لی جائے۔

یہ قصہ کئی ماہ تک جاری رہا اور اب تک جاری ہے، کیمر سنگھ
نے غلام پہلوان سے عاجز آکر اس کی گھنٹی پر منہ کی ایک سخت
ضرب لگادی تھی، اسی طرح یہ قلم و کاغذ کے پہلوان جب عاجز
آجائے ہیں تو پھر ایک دوسرے کو گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں،
فحش و مغالطات سے بھی انہیں دریغ نہیں۔ ایک اپنے حریف سے
پوچھتا ہے کہ وہ زمانہ بھی یاد ہے جب کالج میں پڑھتے تھے؟ دوسرا
کہتا ہے کہ زیادہ باتیں نہ بناؤ ورنہ میں تمہارا فلان راز فاش کر دوں گا۔
اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ ایک دوسرے کو چور اور ڈاکو
بتلاتے ہیں، ایک کہتا ہے کہ تم نے طرابلس کے نام سے روپیہ کھالیا،
دوسرا کہتا ہے کہ فرضی کمپنیاں بنا کر قوم کو لوٹ لیا۔ یہ حالت
صرف مسلمانوں ہی کی نہیں ہے بلکہ اس حمام میں سب ہی
ننگے ہیں۔ ہندو اور آریا اخبارات کو کہولنے تو وہ بھی ایک دوسرے
کو ذلیل کرنے کے شریفانہ شغل ہی میں خوش ہیں۔ بدبختوں! صرف
تم ہی ذلیل نہیں ہو بلکہ تمہاری تمام قوم اور پورا ملک ذلیل ہے۔
جس قوم پر خدا کا قہر نازل ہوتا ہے اس کا بھی حال ہوتا ہے، پلے

غنیمت ہی سمجھنا چاہئے - واقعات نے اس ابتدائی منزل تک
تو پہنچا دیا - عجب نہیں کہ کہتے کہتے ایسے ہی الفاظ زبان پر
چڑھائیں :

حرور جنت جلوہ بر زاهد دھند در راہ دوست
اندک اندک عشق در کار آورد بیگانه را

بارجود ایس ہمہ جوش و خروش ' پھر بھی اس جلسے کو دیکھتے تو
تو یہ کچھ ہو چکنے کے بعد بھی ارباب طریقت اسی فکر میں تھے کہ
کعبے کی طرف رخ کرنا پڑا ہے تو کم از کم بتکدے کی طرف پیٹھ
تو نہر - پہلے بحث ہوئی کہ اس مجلس کی کارروائی بھی بصیغہ
راز رکھی جائے یا نہیں؟ گوراجہ صاحب گورنمنٹ کی اتباع سنت
کے خیال سے پبلک جلسے کا اعلان کر چکے تھے اور اب طبیعتیں بھی
ایک حد تک جوش و خروش کی نمائش کرنا چاہتی تھیں ' لیکن
مدتوں تک جو پاؤں کیچڑ میں پھنسے رہے ہوں ' وہ یکایک صاف
قالین پر چلیں گے تو دھبے پڑے ہی ہیں گے - بعض صاحبوں نے کہا
کہ گورنمنٹ نے سر حقیقت سے پردہ اٹھا دیا ہو مگر ہم سالکین راہ
رقاداری کو - کہ پیمانہ محبت باندھ چکے ہیں - اب بھی مرغِ سحر
کی جگہ پروانے کے مشربِ عشق پر کار بند رہنا چاہئے :

کان سوختہ را جان شد و آواز نیامد

ہم نے سنا ہے کہ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب کی بھی
یہی رائے تھی -

ہم اس موقع پر آنریبل مسٹر (مظہر الحق) کی تعریف کرے
کیلئے اپنے اندر بے اختیارانہ جوش پاتے ہیں کہ انہوں نے فی الحقیقت
اس جلسے کی شرم رکھ لی ' اور یومی آزادی اور دلیری کے ساتھ
اصول رازداری کی مخالفت کی - جزاء اللہ عنی وعن سائر
المسلمین خیر الجزا -

دوسرے دن کے اجلاس میں بھی انکی تقریر پر فکر ہم کو نہایت
خوشی ہوئی - انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے
مسلمانوں کی غلامانہ پالیسی کا نتیجہ ہے - لیکن ناظرین اس سے
یہ رائے قائم نہ کر لیں کہ اب انکی پہلوت! جماعتوں میں بھی ایسی
آزادانہ رائے رکھنے والے لوگ ہیں - عریضے ہیں - ممکن ہے کہ اب پیدا
ہوں ' لیکن (مسٹر مظہر الحق) کی آزادی تو صرف اسکا
نتیجہ ہے کہ وہ عمر بھر ملک کی اصلی کارکن جماعت بعد
(کانگریس) کے ساتھ رہے ' اور کبھی مسلمانوں کے پولیٹیکل مذہم
کی تلقینات قبول نہیں کریں - اگر علی گڑھ کی دلدل میں وہ بس
پھنس گئے ہوتے تو آج انکی زبان اسطرح نہ چلتی - انسوس :

کامل اس فرقہ زہاد سے اٹھانہ کوئی

کچھ ہوے تو یہی زندان قلع خوار ہوے

عقیدت اور مہلک حسن ظن سے کام نہ لیں کہ لیڈر پرستی کی
حد ہوگئی - ہم انکو اپنا دل نہیں دکھاسکتے مگر اپنی سچائی کا
شاید یقین دلا سکتے ہیں (واللہ یعلم سربوعلائقی) ہم کو کسی سے
بغض نہیں ' مگر خدا کی درستی کو چھوڑ نہیں سکتے - وہ یقین کریں
کہ اگر (نواب وقار الملک) نے عین موقع پر بھانڈا نہ پھوڑ دیا ہوتا اور
قوم میں تغیراتِ حالت نے حقوقِ طلبی کی جنبش پیدا نہ کردی ہوتی
تو آج ان لیڈروں میں سے ایک بھی اس موقع پر سامنے نہ آتا اور جو
کچھ ۱۱ - اگست کو ہوا اسکے ذکر سے ہماری تاریخ ہمیشہ خالی رہتی آج
تو (آغا خان) بھی عدم الحاق کی مخالفت میں تار بھیجتے ہیں اور
پھر اس پر اصرار ہے کہ اسکا اعلان کر دو ' لیکن سوال یہ ہے کہ کل تک
حضرت کہاں تھے؟ اس مسئلہ پر تو انکی رائے پہلے ہی ظاہر
ہو چکی ہے اور وہ جو کچھ تھی کمیٹی کے صیغہ رازداری کی الماری
میں موجود ہے - اب انکے تار کے اعلان کی ضرورت نہ رہی - فضل
الہی سے خود انکی خدمات کی تشہیر ہو رہی ہے - کل کی بات ہے
کہ ہم نے انکی گازی کھینچ لی تھی ' ولکن شتان مابین الیوم
والامس - جن عزتوں پر خدا کا ہاتھ نہیں ہوتا وہ کو کتنی ہی نظر
آریب ہوں مگر پائندار اور مستحکم نہیں ہوتیں : واللہ العزۃ والرسولہ
واللمومنین - [عزت خدا کیلئے ہے اور اس کے رسول کیلئے اور سچے
مومنوں کیلئے]

۱۱ - اگست کو لکھنؤ میں جو جلسہ ہوا تھا پہلے دن اسکے دروازے
بند نہیں کیے گئے ' مگر جو آنکھیں تاریکی میں کلم کرنے کی عادی
ہوں انکو باہر کی روشنی کب راس آسکتی ہے؟ بالآخر دوسرے دن
ریت بڑا نہیں گئے مگر ہلکے پردے چھوڑ دیے گئے تا کہ کچھ تو
تاریکی پیدا ہو جائے :

دیدار می نمائی و پرہیز می کنی

سب سے پہلے (راجہ صاحب محمود آباد) نے افتتاحی تقریر میں
سپر بے انتہا افسوس ظاہر کیا کہ "ہم نے آج تک اپنی کارروائی کو
صیغہ راز رکھا تھا مگر اب گورنمنٹ خود اسے ظاہر کرتی ہے ' جب
گورنمنٹ چھپانا نہیں چاہتی تو ہمکو بھی چاہئے کہ آئندہ سے اپنے
جلس پبلک طور پر کریں "

یہ تو (راجہ صاحب) نے گورنمنٹ سے خوب انتقام لیا (جزاء
میلۃ ' سیئۃ مثلاً - بدی کا بدلہ بدی ہی بدی سے -)
محسب خم شکست و من سرا
سن بالسن والجورح قصاص

ہم کو افسوس ہے کہ گورنمنٹ نے کدیٹی کی رازداری کی قدر
نہ کی - وہ گورنمنٹ ' جسکی خاطر کمیٹی نے اپنی قوم تک کو چھوڑ دیا '
وہ اس روئے کے مصرف سے ہمیشہ بے خبر رہا جس میں معصوم لوگوں
کے قانون کی بالیاں اور بچوں کی مٹھائی کے پیسے تک شامل تھے
اسکے بعد راجہ صاحب کو بہت سی باتیں ایسی یاد آئیں جو
اگر چند ماہ پہلے یاد آگئی ہوتیں تو قوم کا تیس لاکھ روپیہ اور ایک ہی
رتبہ پیدا ہونے والا جوش اسطرح ضائع نہ جاتا ' تاہم اب بھی

یقین نہیں آتا - ایسے لوگ چاہیں تو ہم انہیں خود ہندوستان ہی میں ایک چھوٹا سا (یلڈیز) بتلا سکتے ہیں - خود مختار بادشاہوں نے اپنا لقب ” مالک رقبہ الاسلام “ رکھا تھا ، یعنی قوموں کی گردنوں کے مالک ، کہ وہ جب چاہیں گردنوں کو جسموں سے الگ کر سکتے ہیں - یہ اختیار تو اب ہم نے برطانیہ کی گورنمنٹ اب انڈیا کر دیدیا ہے ، البتہ ہمارے سرور کی مالک ایک جماعت موجود ہے جو جب چاہے تامل انہیں ٹھکرا سکتی ہے - یہ ہمارے خود ساختہ لیڈرس کا گروہ ہے ، جنہوں نے اپنے ایوان مشورہ کو قصر یلڈیز کا نمونہ بنا لیا ہے - اس کے دروازے بند ، اور در و دیوار خاموش ہیں - انکی رعایا کا صرف یہ فرض ہے کہ چند دن کی مالگداری اور خراج بے چون و چرا پیشکش کرتی رہے اور کبھی دم نہ مارے ، اگر کوئی انقلابی خیالات کا باغی ملک میں بے چینی پیدا کرے تو فوراً (مابین ہمایونی) سے ایک فرمان شائع کر دیا جائے کہ ابھی رقت نہیں آیا ، یا یہ رموز مملکت اور رازدارانہ اعمال ہیں جو اپنے رقت پر خود منکشف ہو جائیں گے : یفعل ما یشاء ویختار [خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ مختار ہے] -

یونیورسٹی کے معاملے میں بھی اپنی عادت مستمرہ کے مطابق ان لیڈرز نے یہی سمجھا تھا کہ قوم نے نہ کبھی پوچھا ہے اور نہ پوچھے گی - روپیہ لیتے جائیں اور رقت قائلے جائیں ، بند کمروں میں بیٹھ کر جو کچھ کرنا ہے کر دیں گے ، پھر جب رقت آئے گا تو سمجھادیں گے کہ فرض اطاعت اولی الامر اور شان رفاذاری کا یہی اقتضا ہے کہ جو کچھ ملے آکر اس سے لگا کر قبول کرلو - یہی سبب ہے کہ جب کسی بندہ خدا سے رہا نہ گیا اور اُس نے چار لفظ مذہ سے نکال کر مراد اسکی زبان بند کر دی گئی - بارہا پوچھا گیا کہ آخر یونیورسٹی ہے کیا ہے ؟ گورنمنٹ کیونکر ایک آزاد یونیورسٹی کو چارٹر دیسکتی ہے ؟ حق رہنمائی کیا دیتے ہیں ؟ مگر یونیورسٹی بھی (استواء علی العرش) کا مسئلہ تھی کہ ہمیشہ یہی جواب ملا : کیفتہ مجہول ، والاعتقاد راجب ، والسوال عنہ بدعة [اسکی حقیقت مجہول ہے مگر اس پر اعتقاد راجب ہے اور اسکی نسبت سوال بدعت]

لیکن سب کچھ کہہ کر آخر یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ سب قوم کا قصور ہے ، اور اسکی علت بھی مسلمانوں کی تمام امراض کی طرح مذہب سے زرگردانی ہے - اسلام نے اپنے ہر پیرو کو لیڈر بنا دیا ہے اور کوئی نہیں جسکو خدا و رسول کے سوا مسلمانوں کے کاموں پر خود مختارانہ اقتدار حاصل ہو - احتساب ہر مسلمان کا مذہبی فرض ہے ، جب خود ہم نے اپنے تئیں غافل رکھا تو صیاد کا دیا قصور ؟

نہ لپٹیں نہ ہو قتل ، انصاف یہ ہے

کہ ہم خود بد آمرز قاتل ہوئے ہیں

کیا کمیٹی کو آج ہی یہ معلوم ہوا ہے کہ یونیورسٹی آزاد اور مسند یونیورسٹی نہوگی کہ اب آگ لگائے والے آگ بجھا نے والوں نے ساتھ شریک ہو گئے ہیں ؟ تعجب ہے اگر شملہ درز درز کر جائے والوں کو اسکی خبر نہو جب کہ خود ہم کو گھر بیٹھے اسکی خبر تھی - ہم مسلمانوں سے بمنہ التجا کرتے ہیں کہ خدا کیلئے اب وہ بیچنا

فیصلہ کر دیا تھا ، مگر حکمران کمیٹی نے تمام قوم کو اس سے بے خبر رکھا ، اور برابر یہی چیدختے رہے کہ روپیہ لاؤ روپیہ لاؤ کیونکہ اس کے سوا اور کوئی رکارڈ درپیش نہیں : واللہ یعلم انہم لکاذبون -

ان میں کا ہر فرد ہر واقفکار شخص کی طرح خوب جانتا تھا کہ ایسی یونیورسٹی جو گورنمنٹ کے آغوش میں دبے ہوئی نہو نہ ملی ہے اور نہ مل سکے گی ، اور پھر قرائن اور حالات سے بڑھ کر خود صاف صاف لفظوں میں مسٹر بٹلر نے کہ دیا تھا کہ شرط آخری یہ ہے کہ جزو کل ہمارے ہاتھ میں محفوظ رہے گا - لیکن باوجود اس کے پریس کمیونٹک کی اشاعت تک ان میں کا ہر شخص دانستہ دس آزر مسلمانوں کو دھوکا دینا رہا اور صرف اسلئے کہ افشائے راز کے بعد چاندی اور سونے کی لگاتار بازش جو ہو رہی ہے بند ہو جائے گی ؛ کسی کا لب نہیں کھلا کہ (سوائے شملہ) کا (شدید القوی) جو وحی اسپر نازل کر رہا ہے اسکو اپنی مظلوم امت تک بھی پہنچادے - صرف ایک (نواب وقار الملک) کا سچا اور مومن قلب تھا جو ان فربہ کاریوں کا متحمل نہ ہو سکا اور علی گڑھ کے علائق کی ظلمت اُس کے نور ایمان پر غالب نہ آسکی - انہوں نے اصلیت سے جب پردہ اٹھایا تو روپیہ دینے والوں کے ہوش و حواس ذرا ٹھکانے ہوئے اور پیشانیوں کو دیکھا تو پسینے سے تر تھیں - لیکن اب شکوہ و شکایت کا مرقعہ نہ تھا - وہ اجتماعی جوش اور قومی جذبات جو دوسری قومیں آزادی اور وطن پرستی جیسے مقاصد عالیہ ڈیلئے صرف کرتی ہیں ، ہم ایک لفظ بے معنی اور ایک سفر بے مقصد یعنی مسلم یونیورسٹی کے پیچھے ضائع کر چکے تھے ، اور رہزروں سے پہلے خود رہبروں نے دل اور جیب ، درنوں کو لوٹ لیا تھا :

ہمچہ و خراجے کہ بر خراب نویسنده

لیکن سخت اضطراب دہی کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ یاران شاطر نے بالآخر نواب صاحب قبلہ کو بھی چین سے بیٹھائے نہ دیا کہ اس حق گوئی کو اسکی اصلی شان میں رہنے دیتے - نواب صاحب کی چٹھی کے شائع ہوتے ہی (راجہ صاحب محمود آباد) ” اس سخت اور تکلیف دہ موسم گرما کی دقتیں برداشت کر کے اور : عشق ازلن بسیار کردست و کند “ علی گڑھ پہنچے ، اور پھر چند دنوں کے بعد ہی نواب صاحب قبلہ کی دوسری مراسلت اخبارات میں شائع ہو گئی ! تاہم نواب صاحب کی عظمت ہمارے داروں میں ہے اور رہے گی - ہم انکی مجبوریوں سے بے خبر نہیں ہیں - جس سرزمین اور جن لیڈروں میں رہکر انکو نام کرنا پڑا ، اسکو دیدیتے ہوئے تقسیم بنگال کی تفسیح ، مسئلہ طرابلس ، اٹلی کی جدے پروگولا بازی ، اور نیز مسلم یونیورسٹی پر انہوں نے جو اچھے لکھ دیا ، ہم سمجھتے ہیں کہ وہ انکی قوت ایمانی کا ایک اعجاز ہے - روزہ بندگدے سے اذان کی آواز - بغیر اسکے ڈھلے ہوئے - آج تک اس نے سنی ہے ؟

قصر یلڈیز

گو تمام دنیا اب (سلطان عبد الحمید) کے مظالم کو تسلیم کرتی ہو لیکن ہندوستان کی عتی عقیدت اور پوستش کے خمیر سے بٹی ہے ، دہت سے لوگ ہیں جنکو (قصر یلڈیز) کے جبر و شخصیت پر اب تک

اللہ صیغہ - ہم انسانی جماعتوں کی روایات اور اخلاقی رنگ کے طلبگار نہیں ہیں، ہم خدا کا رنگ اور اس کے بنائے ہوئے (اسرہ حسیہ) کی روایات ملی نہیں اور اس کو پھر حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

انریبل سرینگر تو ہندوستان کے چند بڑے بڑے شہروں تک دائرہ اثر کی وسعت سے گھبرا گئے، لیکن انہیں یہ نہیں معلوم کہ ہندوستان تو دنیا کے جغرافیہ کا ایک گوشہ ہے، اسکا ذکر ہی کیا، ہمارا بس چلے تو ہم تو ایک ایسی یونیورسٹی قائم کریں جو نہ صرف کسی خاص ملک، بلکہ تمام دنیا کیلئے غیر مقامی ہو۔ تمام عالم کے کالج اس کے ماتحت ہوں اور مغرب و مشرق اس کی تعلیمی حکمرانی کے زیر اثر ہو۔ گو آج ہم اس درجہ ذلیل و خوار ہیں کہ گورنمنٹ جب چاہتی ہے ایک ٹھوکر لگا کر ہم گرے ہوں کو اور گرد دیتی ہے، مگر ابھی ہم میں اس قدر جان ضرور باقی ہے کہ اپنے ماضی کو بھول نہیں۔ دنیا ہم پر تنگ ہو گئی ہے لیکن ابھی ہمارا دل تنگ نہیں ہوا ہے۔ اب بھی ہم ساری دنیا کو اپنے اندر لے سکتے ہیں۔ آج تیس لاکھ روپیہ کی قیمت کی ایک متاع لینے کے بھی قابل نہیں اور اچھی بڑی اگر ملجائے تو اسپر دینے والوں کے آگے سجدہ کرنے کیلئے مستعد ہیں۔ لیکن کل کی بات ہے کہ ساری دنیا ایک گوشہ نظر کی قیمت دیکر خرید لیتے تھے اور پھر تمام عالم ہمارے آگے سر بسجود تھا:

فتادم دام بر کنج شک و شام، یاد آن سمت

کہ گر سیمرخ می آمد بدام، آزاد می کردم

لیکن نہ ہم اپنے حاکموں کے شاکہ ہیں، نہ تخت خسروی کے بعد خاک مذلت پر دیکھنے والے زمانے کے۔ شکوہ اگر کرنا ہے تو اسی بے نیاز سے، جس نے ہم کو تمام عالم کا امین و حاکم بنایا، اور ذات و کمنامی سے اٹھا کر عظمت و شہرت پر پہنچایا، مگر ہم نے اسی قدر نہ کی، اور پھر جو کچھ ہوا ایسا ہونا قدرتی تھا:

و بلونا ہم بالحسنات والسنیات لعلم یرجعون (۷: ۶۱) دان می

ذلک کلدنوں، لمن کان له قلب، و اوالقی السمع، و هو شهید (۳۷: ۵۰) [اور ہم اچھی حالت اور بری حالت، دونوں میں مبتلا کر کے از مانتے ہیں کہ شاید اپنی بد اعمالیوں سے باز آجائیں۔ بیشک اسمیں بڑی نصیحت ہے انکے لئے، جو اپنے پہلوؤں میں غرر کرنے والا دل اور سرور میں سننے والا کان رکھتے ہیں]

مسلمانوں کے دل اگر مرنے لگے ہیں تو اب تو ہوش میں آجائیں، لارڈ کریو، سرینگر، اور اپنے لیڈروں پر بہت بھروسہ کر کے، اب کچھ دنوں اپنے خدا پر بھی اعتماد کر کے آئے آزمائیں:

ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبه - [جس نے خدا پر بھروسہ کیا، اس کو خدا کا اعتماد پس کرنا ہے] [باقی اٹھ]

علت مذہب ہی نظر آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ”اصلی شے خاص طرح کی تعلیم و تربیت اور نشو و نما سے نکلی ہوئی روح ہے جو محدود درسگاہ کی روایات و اثرات کے ساتھ ملے کلم کرتی ہے اور اگر یونیورسٹی غیر مقامی ہوئی تو علی گڑھ کی روایات کا اثر مفقود ہو جائے گا“

لیکن اگر یہ دفعہ ہمارے نام کے طولانی خط کی جگہ مہاراجہ درہنگہ کے مختصر خط کی زینت ہوتی تو آتے شاید اُسکی اصلی جگہ ملتی۔ انریبل سرینگر یہ دفعہ لکھتے ہوئے شاید بھول گئے کہ ہم آؤ کوئی نہیں، بلکہ مسلمان ہیں۔ ہمارا کوئی وطن، کوئی مقام، کوئی محدود چار دیواری کی روایات، اور کوئی مخصوص حلقہ تربیت نہیں ہے۔ ساری دنیا ہمارا گھر ہے، اور خدا کے تمام بندے ہمارا کنبہ ہیں۔ ہم دنیا میں (مسیح) کی طرح صرف ”اسرائیل“ کے گھرانے کی گم شدہ بہیڑوں کو ڈھونڈنے کے نہیں آئے، بلکہ تمام عالم کی گم شدہ برادری کا کھوج لگانے آئے ہیں۔ یہ بالکل سچ ہے کہ کیمبرج اور اکسفورڈ کے باہر اسکی روایات کا اثر نہیں مل سکتا مگر ہماری روایات کا اصلی گھر تو (ابراہیم) کی بنائی ہوئی قربانگاہ کی چار دیواری ہے اور اس کے باہر ہم جہاں کہیں رہیں ہماری روایات ہمارے دل کے اندر موجود ہے۔ ہم علی گڑھ میں یونیورسٹی اسلئے نہیں بنائے کہ علی گڑھ کی روایات کی روح نسل بعد نسل ہم میں منتقل ہو۔ اثر ایسا خیال ہمارے دل میں پیدا ہو تو ہم مومن کہیں بلکہ پائے مشرک ہیں۔ ہم تو ایک ایسی درسگاہ چاہتے ہیں جس کے اندر (یثرب و بطحا) کی سیزدہ صد سالہ روایات کی روح ہو متنفس میں حائل کر جائے، اور علی گڑھ کی تربیت نہیں بلکہ وطن و مقام کی تمیز سے منزاً، عالمگیر اسلام کی تربیت پیدا ہو۔ اسلام دنیا میں کسی وطن و مقام اور قوم و مرزوم کی تفریق کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس کے خدا بین نہیں دیں بلکہ ایک ہے، پس وہ تمام دنیا کو بھی ایک ہی بنانا چاہتا ہے: ان ہدہ امکم امة واحدة، و انا ربکم فاعبدون۔

پس اگر ہم مسلمان ہیں، تو کسی مقامی اور خاص زمین کے قید سے تک محدود یونیورسٹی کو لینا مذہباً و دیناً ناجائز سمجھتے ہیں اور ایسا کرنا گویا اسلام کی اندرونی وحدت و اخوت کو متاثر مسلمانوں میں تعلیم کے ذریعے مختلف اثرات کی جماعتیں پیدا کرنا ہوگا۔ رہا کالج کی اندرونی روایات کا اثر، تو اس کے لئے (وزیر ہند) کو متفکر ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر غیر مقامی ہونے سے یہ شے ہمیں نہ ملے گی تو ہم بھی کب چاہتے ہیں؟ ہم تو کالج کی روایات نہیں، بلکہ اسلام کی روایات کے طالب ہیں۔ اگر ہم کو آزادی کے ساتھ چھوڑ دیا جائے کہ اپنا کورس خود بنائیں اور خود ہی اسکو پڑھا لیں تو ہم یورپ کو تعلیمی درسگاہوں کے سسٹم کا ایک نیا تجربہ کرا دینے کیلئے مستعد ہیں۔ ہم بتلا دے سکتے ہیں کہ کیونکر مختلف صوبوں کے کالجوں کو اپنے ساتھ رکھ کر پھر ایک ہی طرح کی روایات اور اخلاقی تربیت کی روح سب میں پیدا ہو جا سکتی ہے؟ اور اسپر متعجب نہ ہو کہ یہ اسلام کا معجزہ ہے۔ جسکو تم روایات کہتے ہو، ہمارے قرآن نے اسنو (صیغہ اللہ) سے تعبیر کیا ہے: صیغہ اللہ، ومن احسن می

عربی
قاری اور وائپ کی
اعلیٰ ترین چپان کیلئے
محمد امجد علی شاہ صاحب
مدظلہ العالی

مسلم یونیورسٹی

کے خواب کی تعبیر

گورنمنٹ کے صیغہ تعلیم کے معبر کی زبانی

(۲)

گذشتہ تحریر میں ہم نے سید صاحب کی اسکیم کا جو اقتباس دیا ہے، اس سے مقصد یہ تھا کہ اصولی طور پر سرسید ایک ایسی درسگاہ قائم کرنا چاہتے تھے جس کا تعلیمی اثر اور نگرانی عام ہو، نہ کہ محدود؛ اور یہی مقصد مجوزہ یونیورسٹی کے غیر مقامی ہونے سے ہے۔

اپنی پیش کردہ اس الزامی حجت کو کامیاب فرض کر کے (مسٹر بٹلر) زیادہ قیام کی یہاں ضرورت نہیں دیکھتے اور پھر فوراً غیر مقامی یونیورسٹی کے مضرات بیان کرنے پر جلد جلد پانچ دفعیں پیش کر دیتے ہیں:

” (۱) غیر مقامی ہونے کی صورت میں یونیورسٹی کا قدیم سرکاری یونیورسٹیوں سے مقابلہ اور اغلب ہے کہ مناقشہ پیدا ہو جائے گا (۲) ضرور ہے کہ ایسی یونیورسٹی علی گڑھ کی ڈگریوں کے معیار کو پست کر دے گی اور یہ آرزو غارت ہو جائے گی کہ وہ ایک تعلیمی درسگاہ اور ایک ایسا مرکز علم ہو جہاں امتحانات تعلیم سے موخر ہوں اور اساتذہ صرف طلباء کے محافظ ہی نہیں بلکہ ان کے ذہن کو ترقی دینے والے ہوں۔

(۳) رزیدنشیل طریقہ کی قدر و قیمت اس روح سے عبارت ہے جو کالج کے اندر جاری و ساری ہو، جس کا اثر نسلاً بعد نسل طلباء میں منتقل ہو، اور جو تمام تر اس کی روایات پر مبنی ہو؛ لیکن علی گڑھ کی روایات بالکل مقامی ہیں اور ان کا انحصار زیادہ تر ذاتی تعلقات پر ہے۔

(۴) اس صورت میں مجوزہ یونیورسٹی مختلف حصص ہند کی نگرانی نہ کرسکے گی۔

(۵) علاوہ ان عملی اعتراضات کے مناسب ہے کہ یونیورسٹی زمانہ حال کی بہترین رائے کے مطابق قائم ہو۔“

ان پانچ دلیلوں کو انریبل سر بٹلر نے اس درجہ کافی سمجھ لیا ہے کہ اس کے بعد وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ ہم ضرور ان کے تلاش استدلال اور جدید تعلیمی عہدے کے تجارب کی داد دیتے مگر افسوس ہے کہ اس کے لئے کوئی راہ سامنے نہیں پاتے۔ بیشک مسٹر بٹلر لکھنؤ میں (امین آباد) کو وسعت دیکر شہر کی خوبصورتی کو پراسکتے ہیں؛ لیکن شاید ہماری خواہشوں اور ارادوں کی خوبصورتی کو متاثر بدھیئت بنانے پر قادر نہیں۔

ہم بہت اختصار کے ساتھ بحث کرینگے۔ پہلی وجہ کی نسبت ہم سمجھتے ہیں کہ کم از کم سر بٹلر کو کسی سرکاری کاغذ کے ذریعہ تر نہیں بتلانی تھی۔ گورنمنٹ اگر صرف اپنی ڈگریوں کے پتلے بنانے والے کارخانوں کی عزت بچانے کیلئے ہمیں آدمی پیدا کرنے سے روکنا

چاہتی ہے تو اس کو اپنے (کالونیل آفس) کے تمام فیاضانہ اور سیر چشمانہ دعوؤں کو واپس لے لینا چاہئے اور کم از کم آئندہ کیلئے تو انسانی ہمدردی اور رعایا پرستی کے الفاظ اپنی تاریخ تغائب و فتوحات سے نکال دینے چاہئیں۔ پھر اگر اصولاً دیکھا جائے تو یہ کہنا بھی محض ایک ادعا ہی ہے۔ اگر خود گورنمنٹ کی پانچ یونیورسٹیاں ہندوستان میں بغیر باہمی تصادم اور تناقض کے زندہ رہ سکتی ہیں تو مجوزہ یونیورسٹی ہر صوبے میں ایک محدود اثر کے کالج کو شامل نہ کر کے گورنمنٹ کے نظام تعلیمی کو درہم برہم کر دے گی؟ الہ آباد یونیورسٹی کے حلقہ اثر کے اندر آج بھی پنجاب یونیورسٹی کی مشرقی عوام کی ڈگریوں کا دخل ہے مگر کبھی کوئی مناقشہ ہمیں نہیں سنایا گیا۔ بہتر ہوتا کہ اس دفعہ کی کسی قدر تشریح کر دی جاتی۔ مناقشہ کا احتمال اس طرح ظاہر کر دیا گیا ہے کہ اس اصول متعارفہ کی طرح ایک مسلم بات ہے اور اس لئے تفصیل کا محتاج نہیں۔ ہم کو بتگانا چاہئے کہ مناقشے کی صورتیں کیا کیا ہیں جن سے (لارڈ کرپو) گھبرا رہے ہیں؟

دوسری وجہ کو پھر نہیں سمجھ سکتے کہ وہ ہم کو ہنسانا چاہتی ہے یا اس کی آرزو مند ہے کہ گورنمنٹ کے صیغہ تعلیم کی علمی بے بسی پر روئیں؟ اگر صیغہ تعلیم کا اعلیٰ عہدہ دار اپنی کورسز رعایا کی متفقہ خواہش کی پامالی کے لئے اپنے تئیں فضل و کمال کی اتنی ہی جولانی کو کافی سمجھتا ہے تو ہم کو روٹنا چاہئے کہ ہماری تعلیم کا تاج و تخت کیسے لوگوں کے قبضے میں ہے۔ اس ادعاے محض کو ہم کیا سمجھیں؟ کیوں ضروری قرار دے لیا گیا ہے کہ اس صورت میں یونیورسٹی کی ڈگریوں کا معیار پست ہی ہو جائے گا؟ پچاس برس تک گورنمنٹ کا صیغہ تعلیم اپنی یونیورسٹیوں کا معیار تعلیم پست رکھ کر اب ہر تعلیمی سے کو پستی ہی میں دیکھتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ کچھ ضروری نہیں۔ یہ ہماری کب آرزو ہے کہ غیر مقامی ہونے کی صورت میں ہم اسے محض امتحان لینے والی جماعت بنادیں گے۔ ہم تو وہ ہیں کہ برسوں سے گورنمنٹ کی امتحان لینے والی یونیورسٹیوں کی تحقیر و تذلیل کرتے کرتے تھک گئے مگر گورنمنٹ اب تک اس میں کوئی عملی تبدیلی کرنے کے لئے آمادہ نہیں۔ ہمارا تو مقصد اصلی یہی ہے کہ جس چیز کے کرنے سے گورنمنٹ آج تک عاجز رہی ہے اب خود اپنی ہمت سے اسے انجام دیں اور تعلیمی کھلونے بنانے کے کارخانے کی جگہ واقعی تعلیم و تربیت دینے والی ایک عمارت طیار کریں۔ البتہ ساتھ ہی خود گورنمنٹ ہند کی قائم کردہ نظیر کی تقلید کر کے اس کا حلقہ اثر محدود رکھنا نہیں چاہئے۔ وہ ایک پورے معنوں میں رزیدنشیل یونیورسٹی ہوگی اور قیامی تعلیم کو ہمیشہ مقدم رکھے گی۔ لیکن اپنا نصاب تعلیم قومی کالجوں میں رائج کرے گی اور اس کی تعلیمی کونسل ان کی تعلیم و تربیت کو اپنی نگرانی میں رکھے گی تیسری دفعہ میں جو کچھ کہا گیا ہے البتہ ہم اس کے لئے نہ صرف آنریبل سر بٹلر بلکہ ہر (مسیحی دماغ) کو معذور زمانے کے لئے بخوشی طیار ہیں۔ گورو بھٹیٹ ایک تعلیمی افسر ہونے کے ہم سے گفتگو کر رہے ہیں، مگر ہم کو تو اس دور مذہبیت میں بھی ہر شے کی

دینے والی زمین پر کسی حق کے زیادتی کے ساتھ
الحق (۴۲ : ۳۹) پیش آتے ہیں۔
دوسری مثال اس سے زیادہ واضح ہے۔

عام حکم کفار و مخالفین کے ساتھ نرمی و رافت، عفو و درگزر
اور بطریق احسن نصیحت و موعظت کا ہے :
ادع الی سبیل ربک بالحکمة خدا کی راہ کی طرف حکمت و وعظ
والموعظة الحسنہ و جادلوہم کے ساتھ بلاؤ اور لگ کر بحث بھی کرو
بالتی ہی احسن (۱۲۷ : ۱۶) تو اس طرح کہ وہ پسندیدہ طریقہ ہو۔
دوسری جگہ مغموص طور پر یہود و نصاریٰ کی نسبت کہا :
ولا تعادلوہم الا بالتی اہل کتاب کے ساتھ بحث نہ کرو
ہی احسن (۲۹ : ۴۵) مگر بطریق پسندیدہ۔

لیکن پھر دوسرے موقعوں پر (جہاد فی سبیل اللہ) کو ایک فرض
دین قرار دیا اور سورتوں کی سورتیں اس کے احکام کی نسبت نازل
فرمائیں :

وقاتلوہ فی سبیل اللہ جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ
الذین یقاتلونہم (۲ : ۱۸۷) کی راہ میں ان سے قتال کرو۔
اسی آیت کے بعد فرمایا :

فاقتلوہم حیث تقفتموہم انکو جہاں پاؤ قتل کرو اور جہاں سے
و اخرجوہم من حیث انہوں نے تمہیں نکالا ہے، تم بھی
خرجتموہم (۲ : ۱۸۸) انہیں نکال باہر کرو۔

پہلے عام طور پر نرمی اور آشتی کا حکم دیا تھا، لیکن قتل پر بھی پس
نہ کرے اب شدید سے شدید سختی پر زور دیا حیث قال :

قاتلو الذین یلوکم من الکفار اپنے آس پاس کے کافروں سے لڑو اور چاہئے
ولیجدوا فیکم غلظة کہ وہ تم میں سختی پائیں۔

دوسری تعلیموں میں اس درجہ تباین و تباہد ہے ؟ مگر دراصل
دوسروں کا منشا ایک ہی ہے۔ پہلا حکم احسان عام، محبت عمومی
اور اصل اخلاقی پر مبنی تھا، لیکن جب عوارض و احوال سے حالات
بدل گئے تو جس طرح پہلے انسانوں کی راحت اور جلب نفع کیلئے نرمی
کا حکم دیا تھا، اسی طرح اور اسی مقصد سے یہاں سختی و قتل
کا حکم دیا اور اس کی علت کو کھول کر بیان کر دیا کہ :

الفتنة اشد من فساد خون ریزی سے بڑھ کر
القتل (۲ : ۱۸۷) برائی ہے۔

(۲)

وقاتلوہم حتی لا ترون فتنة انکو قتل کرو یہاں تک کہ ملک میں
فساد باقی نہ رہے۔

جس طرح قانون قتل کی برائی کو روکنے کیلئے خرد قتل کی برائی کو
مجبوراً اختیار کرنا ہے اسی طرح قرآن نے فتنہ و فساد سے ارض الہی
کو پاک کرنے کیلئے قتلوار سے مدد لینے تک کی اجازت دیدی ہے۔
بدشک نرمی اور نرم رفتاری کو خدا دوست رکھتا ہے، لیکن سخت
گدروں اور ظالموں کو سختی سے باز رکھنے کیلئے جب تک سختی نہ کی
جائے نرمی قائم نہیں ہو سکتی۔ فتنہ و فساد اسے پسند نہیں، مگر
فتنہ و فساد کو روکنے ہی کیلئے اسے فتنہ سے علاج بالذکر کرنا پڑتا ہے۔

واما ینزغٹک (اے پیغمبر) تیرے دل میں اگر انتقام
من الشیطان نذغ اور بدلہ لینے کا رولہ پیدا ہو تو خدا
فاستعذ باللہ انہ سمیع سے پناہ مانگ۔ وہ سب سے والا اور جاننے
علیم (۱۹۸ : ۷) والا ہے۔

ایک دوسرے موقع پر احسان عام اور عاجزی و فروتنی کو اس
پیرایہ میں فرمایا :

ولا تمش فی الارض مرحا زمین پر اتر کے نہ چلا کرو اس طرح
انک لن تخرق الارض وان چلکر زمین کو پہاڑ تو سکتے نہیں اور
تبلغ الجبال طولا کل ذلک نہ تنکر چلنے سے پہاڑوں کی لمبائی
کان سیئة عند ربک مکرھا کو پہنچ سکتے ہو، یہ تمام باتیں خدا
کو ناپسند ہیں۔ (۱۷ : ۴۰)

سورہ فرقان میں اپنے نیک بندوں اور سچے مومنوں کی جہاں
خصلتیں گنائی ہیں وہاں پہلا وصف یہ کہا :

وعباد الرحمن الذین اور رحم کرنے والے خدا کے رحم طینت بندے
یمشون علی الارض وہ ہیں جو زمین پر نہایت فروتنی کے
ہونا اذا خاطبہم ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے
الجاہلون قالوا سلاما جہالت کی باتیں کرتے ہیں تو سلام کرے
الک ہر جائے ہیں۔ (۲۵ : ۶۵)

سورہ شوریٰ میں ایک ایسے ہی موقع پر مومن کا سب سے بڑا
وصف یہ قرار دیا ہے کہ :

اذا ما غضبواہم اور جب انکو غصہ آجاتا ہے تو خطاؤں
یغفرون (۴۱ : ۳) سے درگزر کرتے ہیں۔

اصطلاح قرآن میں (عزم امور) ایک انتہائی وصف ہے جو انبیاء
جلیل القدر کی مدح میں آیا ہے لیکن عفو و صبر کرنے والے کیلئے بھی
اسی کو استعمال کیا۔

ولمن صبر وغفر ان اور جو صبر کرے اور خطاؤں کو
ذلک لمن عزم الامر بخشدے تو بے شک یہ بڑے
ہمت کے کام ہیں۔ (۴۲ : ۴۲)

احسان عام کی ان تعلیمات کا استقصا کیا جائے تو اس طرح کی
بیسوں آیتیں آؤں ملیں گی۔

یہ تعلیم تو عام، اور گویا اصل اخلاقی کا حکم رکھتی ہے، لیکن
جب عوارض سے حالات متغیر ہو جائیں، اور عفو و درگزر کی جو علت
تھی (یعنی نفع خلافتی اور عدم ضرر و سائن) عفو و درگزر سے خود
وہ مفقود ہونے لگے تو اس حالت میں یہ رہبرہ شرائط عدل و وسطیت
انتقام اور بدلے کی سختی کو جائز کر دیا۔

جزاء سئیتہ سئیتہ برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی
مثلاً (۴۲ : ۳۸) سے کرو۔

آگے چلکر اسکو صاف کر دیا :

وامن انتصر بعد ظلمہ اور اگر کسی پر ظلم ہوا ہو اور وہ اسے
فوالانک ما علیہم من بعد بدلہ لے تو ایسے لوگ معذور ہیں
سبیل۔ انما السبیل علی انہر کوئی الزام نہیں الزام انہیں
الذین یظلمون الناس پر ہے، جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور

مقالہ

الامر بالمعروف والنہی عن المنکر

احب في الله، والبغض في الله - الساكت عن الحق شيطان اخرس

كنتم خير امة اخرجت للناس، تأمرون بالمعروف وتنهون

عن المنكر وتؤمنون بالله - (۳: ۱۰۶)

(۳)

عمل و اعتقاد

گذشتہ نمبر سے گویہ متحقق ہو گیا کہ اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنے ہر پیرو پر فرض کر دیا ہے، لیکن اصل بحث ابھی باقی ہے۔ اس تعلیم کو اصولاً و اعتقاداً کون نہیں مانتا؟ لیکن اخلاق اور مذہب کی ہر تعلیم میں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اعتقاد اور عمل دو مختلف چیزیں ہیں، جو اصول قابل عمل نہ ہو، وہ کاغذ کے صفحوں پر کتنا ہی دلغریب ہو مگر انسانی مصائب کیلئے نیا مفید ہو سکتا ہے؟ دیکھنا یہ ہے کہ دنیا اس اصول پر عمل بھی کر سکتی ہے یا نہیں؟

”اسلام“ یکسر عمل ہے، مذہبی تاریخ میں جو انقلابات دھن و اصول سے عمل کی جانب ہوئے ہیں اور جنکی ابتدائی حالت کا مکمل نمونہ (گوتہ بدہ) اور آخری صورت (مسیحی تحریک) تھی، اسلام اس کے انقلاب آخری کا نام ہے، جسے بعد مذہب ایک خالص عملی قانون کی شکل میں تبدیل ہو گیا اور وہ تمام چیزیں نکل گئیں، جو اسکی عملی طاقت کو مضرت پہنچاتی تھیں۔ پس اگر یہ سچ ہے کہ امر بالمعروف ایک اسلامی اصول ہے تو یہ بھی سچ ہے کہ وہ محض ایک ذہنی زندگی رہنے والا اصول ہی نہیں بلکہ انسان کی عملی زندگی میں تبدیلی پیدا کرنے والا قانون ہے۔

حب و بغض اور عفو و انتقام

سب سے بڑی مشکل جو اس اصول کی عملی راہ میں پیش آتی ہے وہ اخلاقی تعلیمات کی درنگی ہے، ایک طرف عفو و درگزر اور محبت و عاجزی کی تعلیم ہے، دوسری طرف نیکی و بدی کے احتساب کی سختی اور انتقام و عقوبت ہے۔ خود قرآن کریم کی تعلیمات میں بھی یہی مشکل پیش آتی ہے۔ ایک طرف عفو و نرمی اور حکمت و موعظہ کا حکم ہے، دوسری طرف سختی و انتقام اور تشدد و جبر کے احکام پر زور دیا گیا ہے۔ یورپ کے مورخین جو تعصب و جہل کی تاریکی میں اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس اختلاف تعلیم کی تہ میں انہیں کچھ نظر نہیں آتا، پھر پریشان ہو کر اس اختلاف کو (مکی) اور (مدنی) زندگی کے اختلاف حالت کا نتیجہ بتلاتے ہیں کہ جب تک اسلام بے بسی اور محتاجی کی

حالت میں تھا، نرمی اور عفو و درگزر کی تعلیم سے زندگی با - - - - -
دورنڈھتا تھا۔ لیکن مدینہ میں آکر جب تلوار ہاتھ آئی تو بد -
حکومت اور طاقت کی حالت میں عاجزی و مسکنت کی ضرورت
نہ تھی۔ لیکن: واللہ يعلم انہم لکاذبون۔

عفو و انتقام کا اصل اصول

اس بحث کا یہ مرقعہ نہیں، لیکن اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو جس اصول پر قائم کیا ہے، وہ حسب ذیل ہے۔۔۔۔۔
فقہاء کا ایک عمدہ اصول ہے کہ ”اصل ہر شے کی اباحت ہے تا آنکہ کوئی سبب حرمت پیدا نہ ہو“ انگوڑ کا عرق فی نفسہ ایک مفید اور عمدہ شے ہے، لیکن جب اس میں نشہ پیدا کر دیا جائے اور نشہ کی وجہ سے انسان کے دماغ اور اخلاق کو نقصان اور اس نقصان کی وجہ سے امن عامہ میں خلل اور سوسائٹی کا ہرج ہو تو وہ پھر حرام قطعی ہے۔

بالکل اسی طرح اخلاق میں بھی اصل عمل (محبت) ہے تا آنکہ کوئی سبب لاحق ہو کر (بغض) سے تبدیل نہ کر دے، یعنی دنیا میں ہر شے محبت کے زیر قانون ہے اور کوئی نہیں جو محبت و پیار کا مستحق نہ ہو، لیکن اس محبت کے اوپر بھی ایک قانون عام کی حکومت ہے یعنی ”نفع رسانی اور حقوق العباد کی نگہداشت“ پس اگر کوئی علت ایسی پیدا ہو جائے جسکے سبب سے محبت کی صورت اپنی محبوسیت کو مسخ کر دے، تو پھر ہر محبوب شے کو اپنی نظروں میں مبغوض بنالو، اور جس قدر محبت کی راہ میں محبت کا جوش رہتا ہے، محبت ہی کے خاطر بغض ہی راہ میں بغض کا جوش ظاہر کرے۔

غور کرو، قانون دنیا میں کیا چاہتا ہے؟ محبت یعنی امن اور قائم کرنا، لیکن محبت کی خاطر عداوت، اور امن کی خاطر بد امنی اسکو بھی کرنی ہی پڑتی ہے۔ اسکی انتہائی آرزو یہ ہے کہ انسان کی زندگی کو مہلکات سے نجات دے، لیکن زندگی بخشنے کیلئے ات موت ہی کے حربے سے کام لینا پڑتا ہے۔ انسانوں کو پھانسی پر چڑھا کر مارتا ہے اور کہتا کہ یہ اسلئے ہے تا کہ انسان گلا گھونٹ کر نہ مارے جائیں۔

پارلیمنٹ اور جمہوریت، امن اور آزادی مانگتی ہے، مگر امن کی خاطر اُسے شخصی حکومت میں بد امنی پیدا کرنی پڑتی ہے اور آئندہ قتل و زانیے کیلئے بہتوں کو قتل کرنا پڑتا ہے۔

قرآن نے حب و بغض اور نرمی و سختی کے اصول کو اسی بنیاد پر قائم کیا ہے، اسکی عام تعلیم یہ ہے:

خذ العفو و امر بالعرف و نہی عن الجور
خطاروں سے درگزر کر اچھی باتوں کا حکم دے
و اعرض عن الجالین اور جالوں سے کنارہ کش ہو جا اور

مقام محبت الہی اور ”یحبہم ویحبونہ“

یہی راز ہے کہ خدا نے تمام قوموں کو اپنے دور میں اپنی خلافت بخشی اور ہر صالح جماعت کو اس ورثہ الہی کا حقدار بدایا (ان الارض یراثا عبادی الصالحین) مگر کسی کو اپنی محبتیت اور معشوقیت کا درجہ عطا نہیں فرمایا۔ حضرت (داؤد) علی نبینا وعلیہ السلام کی نسبت ضرور کہا کہ :

یا داؤد ! انا جعلناک خلیفۃ اے داؤد ! ہم نے تم کو زمین فی الارض (۳ : ۸۷) پر اپنی خلافت بخشی ۔

بنی اسرائیل بھی مدتوں اس پر سرفراز رہے، لیکن انکی نسبت یہ کہیں نہیں کہا کہ وہ خدا کے دوست اور محبوب بنائے گئے تھے۔ یہ اس امت مرحومہ کی مزین خصوصیت تھی کہ :

نصف یتا بنی اللہ بقوم عنقریب اللہ ایک ایسا گروہ پیدا کریگا یحبہم ویحبونہ (۵ : ۵۹) جن کو وہ اپنا محبوب بنائے گا اور وہ خدا کو محبوب رکھیں گے ۔

لیکن اس جماعت کی علامت یہ بتلائی کہ :

اذلۃ علی المومنین، اعزۃ مومنوں کے ساتھ نرم، مگر کافروں کے علی الکافرین یجاہدون ساتھ سخت، اللہ کی راہ میں اپنی فی سبیل اللہ ولا یخافون جانیں لڑا دیں گے اور کسی ملامت کرنے لومۃ لائم (۵ : ۶) والے کی ملامت سے خوف نہ کھائیں گے ۔

یہ مختصر آیت اس مشکل کا پورا حل ہے ۔ مومن محبوب الہی ہے ۔ کیونکہ ایمان باللہ سے بڑھ کر محبت الہی کیلئے اور کونسی شے جالب ہو سکتی ہے ؟ لیکن خدا نے اپنی محبت کے ساتھ طرف مقابل کی محبت کا بھی ذکر کیا کہ ”میں انہیں چاہتا ہوں اور وہ مجھے چاہتے ہیں“ (یحبہم ویحبونہ) اور یہاں ارباب ذوق کیلئے ایک نکتہ عجیب ہے ۔ حضرت (یوسف) کے حالات میں یکسر عشق و محبت ہی کا افسانہ ہے، مگر وہ محبت محض یک طرفہ تھی ”یحبہم ویحبونہم“ کی طرح دونوں طرف سے نہ تھی ۔ صرف زلیخا ہی کی نسبت فرمایا کہ :

قد شغفہا حبہ (۱۲ : ۱۳) یوسف کا عشق اُس کے دل میں جگہ پکڑ گیا ہے اسی کا نتیجہ تھا کہ زلیخا جو کچھ کرتی تھی، اپنے نفس کی خاطر کرتی تھی، یوسف کی رضا جوئی مطلوب نہ تھی ۔ جب عزیز مصر پر اصلیت منکشف ہو گئی تو ذات و رسوائی سے بچنے کیلئے باوجود کمال استیلائے محبت و شغف خود ہی یہ صلاح دی کہ :

ما جزاء من اراد بالملک جو شخص تیری پیروی کے ساتھ بدکاری کا سر نہ لے ؟ الا ان یسجن ۔ ارادہ کرے اسکی بھی سزا ہے کہ قید کیا جائے اور عذاب الیم (۱۲ : ۲) یا سخت عذاب میں گرفتار ہو ۔

لیکن عشق و خود پرستی دونوں ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے عشق کی تعریف یہ ہے کہ ”ارہا قتل و آخرھا حرق“ [اسکی ابتداء قتل نفس ہے اور انتہا تمام خواہشوں اور ہوا و ہوس کا فنا] یہاں سب سے بڑی معصیت اپنے وجود کا حس اور اثبات ہے :

وجودک ذنب لا یقاس بہ ذنب ۔

محبت کا اصلی مقام وہ ہے جہاں پہنچ کر نفس اپنے کو فنا کر دیتا ہے

اور پھر دست محبوب میں محض ایک آلہ بے روح بن کر رہ جاتا ہے ۔ اسکا دل اُسکے پہلو میں نہیں ہوتا، بلکہ محبوب کی انگلیوں میں ”یقلبھا کیف یشاء“ (جس طرف چاہتا ہے پھرا دیتا ہے) محبت کا استغراق خود اسکو محبوب کے صفات و خصائل کا ایک دوسرا پیکر بنا دیتا ہے ۔ وہ دیکھتا ہے تو اُسی کی نظر سے، اور سنتا ہے تو اُسی کے کانوں سے ۔ خود اسکی کوئی خواہش اور کوئی مرضی باقی نہیں رہتی ۔ محبوب کی خواہش اسکی خواہش، اور محبوب کی مرضی اُسکی مرضی بن جاتی ہے ۔ (زلیخا) کو ابھی یہ درجہ حاصل نہیں ہوا تھا ورنہ اپنی ذلت و رسوائی کے خوف سے (یوسف) کو بارہ برس تک قید خانے میں نہ دیکھتی، البتہ جب اس راہ میں ترقی کر گئی تو پھر ننگ و ناموس نفس کی زنجیروں خود بخود ٹوٹ گئیں اور پکار پکار کر کہنے لگی ۔

ما ابرئ نفسی ان النفس اپنے نفس کو الزام سے نہیں بچاتی بیشک الامارۃ بالسوء (۵۳ : ۱۲) میرا نفس برا ٹی پر آمادہ کرنے والا ہے

خدا نے اپنے مومن بندوں کو صرف اپنا ہی محبوب نہ کہا کہ یہ تو صرف زلیخائی ہوتی، بلکہ یحبہم ویحبونہم فرمایا کہ میں اگر انکو دوست رکھتا ہوں تو وہ بھی مجھ کو محبوب رکھتے ہیں ۔ اس تعلق محبت کو محب و محبوبی اور عشق و معشوقی، دونوں سے مرکب بنایا، تاکہ مقام ایمان کی اصلی علامت اور خصوصیت ظاہر ہو جائے اور ایمان باللہ فی الحقیقت اللہ کی محبت ہی کا نام ہے :

والذین آمنوا، اشد از جو لوگ ایمان لائے ہیں انکی خدا سے حباً للہ (۲ : ۸۸) نہایت درجہ محبت ہے ۔

محبت کی شرط اولین فنا فی المحبوب ہے، اسلئے مومن مخلص بھی وہی ہے جو اپنی تمام خواہشوں اور قوتوں کو بھول کر صرف خدا کی مرضی اور ارادے پر اپنے تئیں چھوڑ دے ۔ خدا کی مرضی اُسکی مرضی، اور خدا کی خوشی اُسکی خوشی ہو ۔ یہی معنی خلافت الہی کے ہیں کہ وہ دنیا میں اللہ کی صفات کاملہ کا مظہر، اور اسلئے اسکا جانشین ہے ۔

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ

پس جب مقام ایمان محبت الہی، اور محبت بغیر حصول فنا فی المحبوب محال، تو یہیں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض بے نقاب ہو جاتا ہے ۔ (مومن) کی تعریف یہ ہے کہ خود اسکی نہ کسی کے ساتھ دوستی ہو اور نہ دشمنی، نہ کسی کی مدح کرے، اور نہ مذمت، بلکہ وہ دست الہی میں ایک بیجان آلہ بن کر اپنی محبت اور دشمنی کو راہ محبوب کیلئے وقف کر دے ۔ جو خدا کے دوست ہیں، وہ اس کے دوست ہوں، اور جو اُس کے دشمن ہیں، وہ اُس کے دشمن ہوں، اُسی کی راہ میں دوستی، اور اُسی کی راہ میں دشمنی، الحب فی اللہ والبغض فی اللہ ۔ خدا نیکی اور اعمال حسد سے خوش ہوتا ہے، پس یہ بھی جہاں کہیں نیکی کو دیکھے، اپنا سر جھکا دے ۔ وہ بدی اور بد اعمالی پر تضییع ہوتا ہے (لا یرضی بعبادہ الکفر) پس اسکو بھی جہاں کہیں بدی نظر آئے، صفات الہی کی چند آرزو کرے ۔ جسم بن جائے ۔

اس آیت میں قرآن نے پوری تشبیہ کے ساتھ نظام عالم کے قوانین اساسی کو بیان کر دیا ہے۔ خدا ہدایت و اصلاح کیلئے انبیاء کو بھیجتا ہے اور انکو میزان (قیام عدل کی نافذانہ قوت) دیتا ہے، تاکہ دنیا میں اللہ کے عدل کو قائم کر دیں، لیکن چونکہ اس کے لئے اندر اوقات قہر و عقوبت کی ضرورت تھی، اسلئے انکو عدل قائم کرنے کیلئے جنگ و قتال کی بھی اجازت دی، اور لوہا پیدا کیا جو طرح طرح ہتیاروں کی اشکال اختیار کرتا ہے پس وہ مضر بھی ہے اور مفید بھی۔

تشبہ بالالہ و تخلیق باخلاق اللہ

پس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی صفات الہیہ میں سے ایک صفت ہے۔ اسلام انسان کے آگے ایک ارتقاء روحانی کی راہ کھولتا ہے جو گو عبدیت کے مقام تذلل و تکسر سے شروع ہوتی ہے مگر اسکا انتہائی نقطہ تشبہ بالالہ (یعنی خدا کی صفات سے مشابہت پیدا کرنے کا مقام) ہے۔ اور اسی طرف اس مشہور حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ: تخلقوا باخلاق اللہ (خدا کا اخلاق اپنے اندر پیدا کر) پس ضرور تھا کہ جس ملت کو خدا نے دنیا میں اپنی نیابت اور خلافت بخشی تھی وہ بھی اس صفت الہی سے متصف ہوتی۔ خدا طاعت و عبادت سے (یعنی ہر ایسے کام سے جو قوائے فطریہ کا صحیح استعمال ہو) خوش ہوتا ہے، پس ایک انسان مومن کو بھی خوش ہونا چاہئے۔ خدا کفر و ضلالت اور بد اعمالی سے (یعنی ان تمام کاموں سے جو قوائے فطریہ کا اسراف و تبذیر ہو) ناخوش ہوتا ہے اور اپنی ناراضماندی کا اظہار کرتا ہے، پس مومن و مسلم کو بھی ناخوش ہونا چاہئے اور اپنی ناراضماندی کا اعلان کرنا چاہئے۔ ہم نے پچھلے نمبر میں (اسراف) اور (تبذیر) کی حقیقت سے بحث کی تھی۔ خدا عادل ہے، اور رحم و محبت، نرمی و آشتی میں بھی اسراف و تبذیر پسند نہیں کرتا۔ اگر (بائبل) کا (ابن اللہ) رحم محض کا مجسمہ ہے اور عدل کے ترازو کو ہاتھ میں لیذا نہیں چاہتا تو نہ لے، مگر چہوے بغیر تو اسے بھی چارہ نہیں۔ اسنے تمام انسانی جرائم و معاصی کو شان محبت کے جوش میں معاف کر دینا چاہا لیکن پھر بھی بدی کو قابل عقوبت ثابت کرنے کیلئے تمام ابن آدم کو نسیہ، مگر اپنے عزیز بیٹے کو تو تین دن تک لعنت میں گرفتار رکھ کر خونی مجرموں کی طرح سولی پر چڑھانا ہی پڑا۔

یہ ناگزیر ہے، دنیا کیلئے محبت کی صورت موعظی ہو مگر انسوس کہ سودمند نہیں۔ عدل کی پیشانی پر اگر چہ خوشنمائی کی بلندی کی جگہ سختی و خشونت کی لکیریں ہیں، لیکن دنیا کا تمام نظام صرف اسی کے دم سے ہے۔ پس خدا نے اپنی ملت کو بھی اپنے صفات کی دعوت دی اور اپنی شان عدل کی طرح اسکو بھی (امت وسطاً) قرار دیا تاکہ وہ اُسکی زمین پر ایک عادلانہ خلافت ہو اور اسکی طرح کسی جذبے میں نہ تو اسراف کرے (یعنی رحم سے موعظہ پر رحم کو، اور سختی کے موعظہ پر سختی کو اسکی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا) اور نہ تبذیر کا طریقہ اختیار کرے (یعنی رحم کی جگہ قہر۔ اور رکی جگہ رحم)۔

ولو لا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض لفسدت صوامع وبيع وصالات و مساجد يذكر فيها اسم الله كثيرا (۴۲: ۲۲) کبھی کے منہدم ہو گئی ہوتیں۔

یعنی مقصد الہی شفقت و رحمت و احسان عالم ہے لیکن جب ایک گروہ اسکی زمین کو فتنہ و فساد سے آلودہ کرتا ہے، بغیر کسی جرم و قصور کے محض عبادت الہی کی وجہ سے اس کے نیک بندوں پر ظلم و سختی کرتا ہے، انکو گھروں سے نکالتا ہے، اللہ کی عبادت گاہ میں جانے سے روکتا ہے، پھر وہ جب اپنا گھر بار چھوڑ کر وطن سے بے وطن ہو کر، ایک دوسرے شہر میں پناہ لیتے ہیں تو وہاں بھی انکو چین سے بیٹھنے نہیں دیتا، تو ان حالتوں میں مجبور ہو کر پیغمبر کو فتنہ رکھنے، مظلوموں کو بچانے، شعائر الہی کی حفاظت اور حرمت کو قائم رکھنے، اور رافت و رحمت سے دنیا کی مجرموں کو مٹانے کیلئے سختی سے کام لیتا پڑتا ہے اور تلوار کو کاٹنے کیلئے تلوار بلند کی جاتی ہے۔

وذلك جعلناكم امة وسطا

اس موقع پر پچھلے نمبر کے اُس ٹکڑے پر ایک نظر ڈال لینی چاہئے، جس میں ”امت وسطا“ پر بحث کی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنی خلافت اور نیابت بخشی تھی پس ضرور تھا کہ وہ بھی صفات الہی سے متصف، اور متخلق باخلاق الہی ہوں۔ خدا رحیم اور محبت کرنے والا ہے، پس حکم دیا گیا کہ ”ارحموا علی الارض یرحمکم من فی السماء“۔ زمین پر رحم کرو تاکہ وہ جو آسمان پر ہے تم پر رحم کرے۔ لیکن رحیم ہونے کے ساتھ وہ عادل بھی ہے، پس رحم و محبت میں بھی عدل اور وسط کا ہونا ناگزیر تھا۔ اس بنا پر تعلیم دی گئی کہ جب افراط و تفریط حد سے بڑھ جائے تو افراط کو روکنے کے لئے تم بھی افراط کرو۔ سفرا بڑھایا ہے تو تم بھی بہت زیادہ قرشی کھلاؤ۔ تم پر تلوار اٹھائی گئی ہے تو اسے تلوار ہی سے کاٹو۔ تم ذلیل کئے گئے ہو تو تم بھی ذلیل ہی کرو تاکہ تسویہ و اعتدال پیدا ہو۔ یہ سب کچھ عین رحم و محبت ہے۔ نہ کہ سختی و جبر۔ ڈاکٹر مریض کے عزیز سے کم مریض پر مہربان نہیں، اچکے تلورے میں کاتنا چبھ کر چبھن پیدا کر رہا ہے، لیکن اس جہن کے دور کرنے کیلئے نشتر کے نوک کی چبھن ہی سے اُسے کام لینا پڑگا۔

اتخذوا منہم ائمانا بالبینات وانزلنا معہم الکتاب والہدیان لیسلموا الناس بالقسط وانزلنا الحديد فیہ باس شدید و منافع للناس کیلئے اپنے اندر رکھتا ہے۔

ناموران - فہرطاب

شیخ المجاہدین، محبوب الاسلام والمسلمین

البطل العظیم غازی انور بک

متع اللہ الاسلام والمسلمین بحفظ وجودہ و طول حیاتہ

(۵)

طرابلس کی ایک لیلۃ الشہداء

— * —

اس ایک ہی آسمان کے نیچے ایک ہی وقت میں کسے کسے مختلف اور متضاد تماشے ہوتے ہیں! اگر ہماری طرح آسمان بھی دیکھتا ہوگا تو اس کے سامنے کسے عجیب اور مدہش منظر ہونگے! ایک گوشے میں نشاط و شادمانی کا ہنگامہ بپا ہے، دوسری طرف حسرت و نامرادی کے ماتم سے دنیا کو فرصت نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ جس وقت دنیا کے ایک حصے میں یہاں کی سیج پر خراب نوشیں کے لذت یاب کروٹیں بدل رہے ہوں، عین اسی وقت کسی دوسرے حصے میں گرم بالوں اور تیز کانٹوں پر خون چکان لاشیں تپ تپ کر تھنڈی ہو رہی ہوں!

لیکن لذت و عیش کے پرستاروں کو قتیلان حسرت و یاس کا افسانہ سننے کی مہلت کہاں؟ اگر غم کے ماتم کدوں میں آگ لگ گئی ہے تو عیش کے عشق کدوں میں گلاب کا چہرہ کاؤ کیوں روک دیا جائے؟ دنیا کے کارخانے ہمیشہ غفلت کی کل سے چلے ہیں اور چلتے رہیں گے۔

زخار خار محبت دل ترا چہ خبر؟

کہ گل بعیب نہ گنجد قبائے تنگ ترا

لیکن اگر حفظ وطن، جہاد فی سبیل اللہ، جوش ملی، اور وطن پرستی کا خون کچھ بھی قیمت رکھتا ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ (سرزمین طرابلس) کی قیمت کیا ہوگی؟

۲۶ - اکتوبر کا آفتاب جبکہ مسیحی وحشت و درندگی کی خوں ریزوں کو دن بھر دیکھ کر، ساحل طرابلس پر کانپتا ہوا پہنچا، تو اس کے سامنے اب ظلم و مظلومی، قتل و مقتولی، قہقہہ وحشت اور آہ مایوسی کی جگہ، صرف ایک ہی قسم کا منظر باقی رہ گیا تھا۔ موت و حیات کی بقیہ کشمکش، روح و جسم کی مفارقت کا آخری اضطراب، انسانی احتضار کی تپ اور بیقراری، گرم گرم خون کے فواروں کا جوش و خروش، زخموں کی کنکریوں اور کانٹوں پر تلہ لاهت، ایڑوں کی جانکبی کی بے چینی میں پیہم پتک، زندگی کی دنیا پر الوداعی نظر اور موت کی اس چھائی ہوئی خاموشی

میں گاہ گاہ آٹھنے والی درد کی چیخیں، اور بند آنکھوں سے بہنے والے چند قطرہ ہائے اشک؛ بس یہی منظر تھا جو اس سرزمین کے تماشائی کیلئے باقی رہ گیا تھا۔

کشتگان ظلم و ستم کی بڑھنے لاشوں کی تجہیز و تکفین کیلئے جب کوئی ہاتھ نہ بڑھا تو رات کی تاریکی نے چادر ظلمت ڈال دی۔ جبکہ دنیا کی کبھی بند نہونے والی حرکت کی نبض، طرابلس کی لاشوں کی طرح بالکل خاموش تھی، اور اسکا سرد دل ریت پر جمے ہوئے خون کے لہڑوں کی طرح منجمد ہو گیا تھا؛ کھجور کے درختوں کے جھنڈ اور منہدم مکانوں کے ٹیلوں پر سے چاند کی مدہم روشنی نے سر نکالا۔ آہ! یہی چاند اس وقت کسی نشاط سرائے عیش و عشرت کے صحن میں اپنی دھیمی دھیمی کرنوں کے اندر کیسا شگفتہ اور راحت بخش ہوگا؟ مگر یہاں اس صحرائے وحشت، اس ماتمکدہ انسانیت، اس شہادت زار خون بار، اور اس خوابگاہ اجساد اموات میں اسکی خاموش روشنی کیسی غمگین اور الم ناک ہے!

یکایک اندرون صحرا کی طرف سے چاند کی بھیانک روشنی میں ایک سیاہ قد نمودار ہوا۔ اس مدینۃ اموات میں یہ ایک تنہا متحرک جسم تھا۔ وہ ایک اونٹنہ پر سوار تھا جو اسکی طرح بالکل چپ تھی۔ اس نے آگے بڑھنا چاہا مگر لاشوں کے ڈھیر کو رحم دل اونٹنہ اپنے گھٹنوں سے ٹھکرا دینے پر راضی نہ ہوئی۔ وہ نہایت آہستگی سے آتر کر خون انسانی کے اس سمندر کے کنارے کھڑا ہو گیا۔ یہ آسے لبوں کے ہلنے کی آواز ہے یا دل کے دھڑکن کی؟ مگر جس عالم میں وہ کھڑا ہے، یہاں لبوں کی حرکت اور دل کی دھڑکن، گویائی میں دونوں برابر ہیں، بلکہ عجب نہیں کہ انہوں سے نکلی ہوئی آواز کو سننے والا اب یہاں کوئی نہ ہو، مگر دل کی صدا کو ہر اب زخم سکے خون کے آنسوؤں سے جواب دیدے:-

وہ کچھ عرصے تک ایک غیر متحرک سنگین بت کی طرح خاموش کھڑا رہا، پھر اُس نے گردن اٹھائی، پلے اپنے سامنے کے منظر خونی پر نظر ڈالی اور چاند کو دیکھ کر بولا۔

”آہ! زندہ گی کے عیش و نشاط پر چمکتے والے چاند! تجھ کو آج بھی اس فضائے خونین پر آنکھنے کی مہلت ملگئی۔ انسانی غفلت کے لعنت کدوں کو روشن کرنے کے بعد تجھ کو فرصت ملگئی کہ یہاں کی متبرک وحشت کو بھی جھانک کر دیکھ لیں! لیکن تو جو ظالموں کے سروں پر بھی چمکتا ہے، اور انسانی سبقت و درندگی کے چہروں کو بھی اپنی کرتوں سے نمایاں کر دیتا ہے، کیا حق رکھتا ہے کہ ان مقدس لاشوں پر اپنی ملوث روشنی ڈالیں؟ تیرے لئے انسانی فسق و معصیت کے پوشیدہ دریچے کافی نہیں ہیں کہ انسانی شرف

اذلّة علی المؤمنین، اعزة علی الکافرين - نیکي کے سامنے جس قدر عاجز ہو، اتنا ہی بدی کے آگے مغرور و سفت ہو۔

کیا نہیں دیکھتے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں امر بالمعروف کا ذکر کیا ہے وہاں ساتھ ہی ایمان باللہ کا بھی نام لیا ہے :

کنتم خیرامة اخرجت للناس، تم تمام امتوں میں بہتر امت ہو کہ تاملوں بالمعروف و تنہوں نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور برائی عن المنکر و تؤمنون باللہ سے رکھتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ اس لئے کہا کہ امر بالمعروف کا فرض بغیر کامل ایمان باللہ کے ادا نہیں ہو سکتا۔ ایک انسان جو ہوائے نفس میں گرفتار ہے، دھرم و دناویہ کو پوجتا ہے، لذت نفس اور عیش دنیوی کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے، اور دنیوی رسوخ و عزت کو اپنا معبود سمجھتا ہے، ممکن نہیں کہ اپنے اندر نیکی کے حکم، اور بدی کی روک کی طاقت پاسکے۔ وہ مشرک ہے۔ گویاں سے دعویٰ ایمان کرتا ہو مگر ایمان کی حلاوت اسکو کبھی چکھنا بھی نصیب نہیں ہوئی :

وما یومن انشرھم باللہ اور ان میں سے اکثر اسے ہیں کہ گو ایمان الا وہم مشرکون کا دعوا کرتے ہیں مگر فی الحقیقت (۱۹: ۲۵) مبتلائے شرک ہیں۔

عبادت اور بندگی کے معنی کسی مجسم بت کو پوجنا ہی نہیں ہے بلکہ ہر وہ شے جسکے لینے کا حق صرف خدا ہی کو تھا، اگر اسکے سوا کسی دوسری ہستی کو دیدی جائے، تو یہ بھی شرک ہے (مگر اسکی تشریح کا یہ موقعہ نہیں)۔

خدا نے سب کچھ انسان کیلئے، مگر انسان کو اپنے لئے بنایا۔ پس ایمان باللہ کے یہ معنی ہیں کہ انسان سب کچھ آرزو کر دے مگر خود اپنے تئیں خدا کے سوا آرزو کسی کو نہ دے۔ اگر وہ اپنی خواہش اور مرضی کو اسکی خواہش اور مرضی پر مقدم رکھتا ہے تو وہ دعویٰ ایمان میں سچا نہیں۔

ہجوم خیالات سے سلسلہ سخن بار بار ٹوٹتا ہے اور پھر چند قدم چلکر واپس ہونا پڑتا ہے۔ حاصل سخن یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وہی کر سکتا ہے جو ایمان باللہ میں راسخ و مستقیم ہو اور یہ جب ہو سکتا ہے کہ محبت الہی کی راہ میں مستقیم ہو کر سب کو خدا کیلئے اختیار کرے اور سب کو خدا کیلئے چھوڑ دے۔ خود اسکی کوئی ذاتی محبت اور ذاتی عداوت نہ ہو۔ نہ اپنی غرض کیلئے دوست بنے اور نہ اپنی غرض کیلئے دشمن۔ وہ ہر شے کو خدا کی آنکھ سے پیار کرے اور اسی کی آنکھ سے دشمن دیکھے۔ اسکا کوئی وجود، اسکی کوئی زندگی، اسکی کوئی صدا نہ ہو جب چلے تو خدا کے پاؤں سے چلے اور جب سنے تو خدا کے کان سے سنے، اور جب بولے تو خدا کی آواز اسکے گلے سے نکلے۔ ولنعم ما قیل فی ہذا المقام :

من بجانان زندہ ام وز جان نیم
من ز جان بگذشتہ و جانان نیم
چشم و گوش و دست و پایم او گرفت
من بدر رفتہم، سرایم او گرفت

این بصر دین سمع، چون آلات اوست
بلک ذرات تنم مرات اوست
نغمہ از نالیست، نے از نے، بدان
مستی از ساقیست، نے از می، بدان
چون مرا دیدی، خدا را دیدہ
گرد کعبہ صدق بر گردیدہ
گفتن من گفتن اللہ بود
گرچہ از حلقم عبد اللہ بود
ما چو مست از دین ساقی شدیم
مست گشتیم، از فنا باقی شدیم

یہ (عارف رومی) کی مستانہ نغمہ پردازیاں ہی نہیں ہیں، بلکہ عین ترجمہ ہے اُس مشہور حدیث قدسی کا، جسکے (امام بخاری) کتاب التواضع میں لائے ہیں کہ :

لا یزال عبدی یتقرب جب میرا کوئی بندہ بذریعہ نوافل کے الی بالنوافل، حتی احببتہ مجھے قریب ہوتا ہے تو اسکو اپنا محبوب فاذا احببتہ، کنت سمعہ بذالیتا ہوں، پس جب وہ محبوب بن گیا، تو الذی یسمع بہ، و بصرہ میں اسکا کان ہوجاتا ہوں، میرے کان الذی ببصرہ، و یدہ سے سنتا ہے، اور اسکی آنکھ ہوجاتا ہوں التي یبطش بہا، و رجلا میری آنکھ سے دیکھتا ہے، اور اسکا التي یمشی بہا، پاؤں ہوجاتا ہوں، میرے پاؤں سے چلتا ولسانہ الذی یتکلم ہے، اور اسکی زبان ہوجاتا ہوں، میری بہ، و لئن سألنی زبان سے بولتا ہے۔ وہ جو مانگتا ہے، لاعطینہ، و لئن عطا کرتا ہوں، اور جب پناہ مانگتا ہے استفاذنی، لاعینہ پناہ دیتا ہوں۔

”یحبہم و یحبونہم“ کا یہی مقام ہے اور یہیں پہنچ کر (پدھرہرات) اپنی فریاد ضبط نہ کر سکا اور مضطربانہ چیخ اُٹھا کہ ”خدایا این چہ بوالعجبی ست کہ با درستان خود میکنی؟ تاوقتیکہ ترا می جستیم، خود را یافتیم، اکنوں خود را می جوئیم، ترا می یابیم“

صحابہ کی جماعت نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر محمد ابن عبد اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی مگر ارشاد الہی ہوا کہ وہ ہاتھ عبد اللہ کا نہ تھا بلکہ خود اللہ کا تھا : ان الذین یشاہدون انما یدعایعون اللہ، ید اللہ فوق یدہم - (۱۱: ۴۸) و ما رمیت لذل رمیت، ولکن اللہ رمی (۱۸: ۸)

و راء ذاک، فلا اقول، لانہی
سر، لسان النطق عنہ اخرس

فاظروا اگر طول سخن سے گہرا نہ جائیں تو ابھی ایک نمبر اس موضوع پر اور باقی ہے۔

لذین بود حکایت دراز تر گفتم
چنانکہ حرف عصا گفت، و می اندر طور

اُس نے فرانسیسی سفارت خانے اور فرانسیسی معلم افسروں کا محاصرہ کر لیا ہے نیز مراکش میں عام طور پر اسکے سلطان ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ جو یورپین باشندے شورش سے خائف ہو کر بھاگے تھے مقام صفی پر روئے گئے اور فدیہ دینے پر مجبور کئے گئے، لندن ٹائمز کے ایک تار کے بموجب اس وقت فاس سے ۷۵ میل کے فاصلے پر کرنل مینگن چار ہزار آدمیوں کے ساتھ شہر میں ہنگامہ مچا دینے کی تیاری کر رہا ہے۔



فرانسیسی درندہ کشت و خون اور مسیحی لعنت کا نزل، فاس (مراکش) کے دروازے پر

شوون عثمانیہ

گورنٹر ترکی کی موجودہ مشکلات کو جس لہجے میں بیان کرتا ہے وہ اس کی خبر رسانی کے ضروری اجزا، کذب و مبالغہ سے خالی نہیں، مگر اسمیں شک نہیں کہ نئی ترکی اپنی زندگی کے ایک نئے بحران میں پھر مبتلا ہو گئی ہے۔

اٹلی طرابلس کے ساحل پر ناکام رہی ہو مگر اسمیں شک نہیں کہ (مانٹی نگر) سے کچھ دیر کیلئے کام نکال لینے میں تو ضرور کامیاب ہو گئی، یہ تمام تدبیریں صرف اسلئے ہیں کہ کسی طرح ترکی کو صلح کر لینے پر مجبور کیا جائے۔ اس وقت تک جو حالات روشنی میں آئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی ماہ سے برابر مانٹی نگر اپنے کاموں میں سرگرم تھی، اب ترکی علاقے میں علانیہ اُس نے اسلحہ تقسیم کئے مگر اس سے چلے پوشیدہ کر رہی تھی۔

ترکی علاقہ بریانی میں عیسائیوں کی بغارت کی خبر حالات تو زیادہ مخدوش ثابت ہوتی ہے۔ (کوچہ) کا حادثہ۔

نمبر میں درج ہو چکی ہے بلغاریا اور اسٹریا کیلئے ایک اچھا، ہے، اسٹریا کے کاونٹ برچولڈ نے ایک کانفرنس کی تجویز پیش کر دی ہے، اور ۱۹ - کی خبر ہے کہ انگلستان نے اسے منظور کر لیا ہے، اور ایسا ہے تو صورت معاملہ خطرے سے خالی نہیں مگر ترک اس وقت تک اس تجویز کی برابر تعقیر کر رہے ہیں۔

۲۱ - کی تاریخی ترکی کی استقامت اور مستعدی کی خبر دیتی ہے کہ ایک گشتی چٹھی باب عالی نے دل یورپ کو بریانی

ارے آواز آگے بڑھ آیا ہے اور منظر زیادہ صاف ہے سامنے خون و میت کا ایک سمندر سکون و سکوت میں تھا۔ اس نے پھر ایک مرتبہ جھک کر سامنے کی لاش پر بوسہ دیا اور کہا:

”اے کبریائے مذتقم و قہار کی نگراں آنکھیں! اے ملائکہ سموات کی بے شمار جماعتو! اور پھر اے خون کے سمندر، اور لاشوں کے صحرا! تم گواہ رہنا کہ میں اپنے تئیں خدا کے ہاتھ سپرد کر دیتا ہوں۔ ایک لمحے، ایک دقیقے، ایک چشم زدن کیلئے بھی الگ نہیں۔ وہ منجھو اپنی غیبی تلوار بڈٹے، اور پھر بیکار نہ رہے۔ یہ خون کب تک بے آواز بہتا رہے گا؟ کب تک خدا کے دشمنوں کی لعنت سے وطن مقدس کی سر زمین ناپاک رہے گی؟ میں ایک بے سروسامان مسافر ہوں، اور دشمن کی فوجوں کے غول بھڑوڑ پر قابض، مگر اے خدا! تیری جود مخفی کہاں ہے؟“

یہ کہہ کر اس نے اپنے گرم آنسوؤں کے چند قطرے اُس سرد لاش پر ڈالے اور پھر یکایک پیچھے ہٹ کر اپنی خاموش اور تنہا پر سوار ہوا اور صحرا میں غائب ہو گیا۔

یہ صحرا لے لیبیا کے امن و قتال کا تاجدار، (انزبک) تھا

عالم اسلامی

مصر کے

— * —

”صراٹکلسٹان کیلئے، مراکش فرانس کیلئے، طرابلس اٹلی کیلئے، برٹ یونان کیلئے، مقدونیا ریاست ہائے بلقان کیلئے، اور باقی جو کچھ رہ جائے وہ آہستہ آہستہ تحلیل و تفرید کے بعد آسرو غلامی اور استعباد و محکوم کیلئے۔ یہ اسلام کی قسمت کا فیصلہ ہے جو یورپ کے دارالعدل کے صادر کر دیا ہے، اور اسکے مرافعے کیلئے کوئی دروازہ نہیں: و لعل اللہ يحدث بعد ذلک امرا۔“

مراکش عربی حکومت کا افریقہ میں ایک آخری نقش قدم تھا جو مت گیا۔ شاید کچھ دنوں تک مصر کی سی حالت باقی رہتی مگر (مولائی حفیظ) ملک کا آخری سودا کرے اب مکہ جاتا ہے کہ خدا کے گھر سے اسکا صلہ حاصل کرے، البتہ ملک میں ایک تازہ شورش پیدا ہو گئی ہے، (الہبا) کے گرد قبائل کا اجتماع روز بروز بڑھتا جاتا ہے، (مولائی یوسف) کو فرانس نے تخت مراکش کی درازی کیلئے نوکر رکھا تھا مگر نکال بھڑ کر دیا گیا، اس سے امید بندھتی ہے کہ شاید فرانس کو اب مراکش کیلئے کوئی نیا بیعنامہ لکھوانا پڑے۔ اس ہفتے جس قدر خبریں آئی ہیں سب کی سب اس امید کو قوی کرتی ہیں۔ جنوبی مراکو پر (الہبا) کے تسلط سے پیرس میں آداسی چھا گئی تھی مگر اب ۲۲ کی تاریخی سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸ - کو فتھیابی کے ساتھ فاس میں داخل ہو کر

لیکن اے زمین! اے قاتلوں اور خون ریزوں سے بھری ہوئی ناپاک زمین! اس جسم مقدس کے آخری بوجہ کی عزت کر کہ یہ خدا کی امانت پہر تجھے نہیں ملے گی۔ تجھے ہزاروں فداکاریاں ملت اور عشاق وطن اپنی لاشوں کو ترپالیں گے مگر یہ مقتولان محبت الہی پہر تجکو میسر نہ آئیں گے۔ جس قدر عزت کرسکتی ہے کرلے کیونکہ یہ خدا کی گود میں کھیلنے کیلئے بہت جلد تجکو چھوڑنے والے ہیں۔“

اب پھر اُسکی آواز اُسکے قابو میں نہ تھی۔ کچھ دیر کے بعد اُس نے کہا:-

”دنیا مرگئی، زندگی کہیں بھی نہیں، مگر اے شہر خاموشی! اے صحرائے سکوت! تیرے ہر خون سے رنگین ذرہ خاک میں ایک حیات پوشیدہ ہے۔ اے مرنے والو! کیا تم ہم کو زندگی نہ دو گے؟ ہم بدبخت ہیں کہ تم زندہ ہو گئے، مگر ہم تمہارے پیچھے موت کی ایڑیاں رگڑیں گے۔ تم نے اپنے مقدس خون کی چھینٹوں کو اپنے قاتلوں سے دریغ نہیں کیا مگر ہم کو محروم رکھتے ہو؟ کاش تمہارے اُس خون کا جو راہ ملت پرستی میں بہا ہے ایک قطرہ بھی میسر آجانا تاکہ اس سرخ رنگ سے اپنے آستین و دامن پر گل بوڑے بناتے اور قیامت کے دن (مقام محمود) میں جب (رحمة اللعالمین) لوائے رحمت کے نیچے کھڑا ہوتا تو اس قبائے لاکھوں کو پہنکر اسکے تخت رحمت کو بوسہ دیتے اور کہتے کہ یہ تیری اُس اُمت کے سرور سینے سے نکلے ہوئے خون کا دھبہ ہے، جس کی یاد سے تو اپنے خدا کی بندگی میں بھی غافل نہیں ہوتا تھا۔ اے وہ، کہ جب تک تیرا وجود رحمت حجاز کے کفرستان میں رہا خدا کا قہر اس پر نازل نہ ہو سکا:

وَاذْ قَالُوا اَلِهَمْ اَنْتَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عَذَابِ فَاطِرِ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ اَوَلَا نَعْلَمُ بِعَذَابِ الْيَمِّ - وَمَا كَانَ لِلّٰهِ لِيُعَذِّبَهُمْ - وَاَنْتَ فَيَهُمْ - [اور مشرکان مکہ سرکشی کے نشے میں کہتے تھے کہ خدایا اگر محمد (صلعم) واقعی حق پر ہے، اور ہم ناحق پر تو کیوں نہیں ہم پر آسمان سے پتھر برساتا یا کیوں نہیں کسی عذاب دردناک میں گرفتار کرتا؟ مگر اے محمد! خدا کیونکر ان پر عذاب نازل کرتا، جبکہ تو بھی ان کے اندر موجود ہیں ۸: ۳۵]

تیرا وجود آب و گل میں تھا تو مصیبت نازل نہ ہوئی، مگر یہاں تو تیری محبت روح و دل میں موجود تھی، کیونکر دشمنوں کی تلواریں ان پر چل سکیں؟

لیکن نہیں، وہ عذاب الہی کے پتھروں کی بارش تھی، رک گئی۔ یہ محبت الہی کے پھولوں کی بارش ہے، اس کو آوازِ زادہ ہونا چاہیئے طاق محبت کی ساری آرایشِ خون کے چھاپوں اور گل برزوں ہی سے ہے۔

حشش دمہ قتل سنت، تقابش دمہ خروست

وہ یکایک چوٹک پڑا، دیکھا تو چاند اُسکی ملامت کی پروانہ

و تقدیس کے اس صحرائے مقدس کی پاک تاریکی میں خلل ڈالنے کیلئے آمجود ہوا؟ تو سمجھتا ہیں کہ تیرا آشیانہ ہم سے بلند ہے اور اسلئے تو خدا کے عرش کبریا ئی سے زیادہ قریب ہیں۔ شاید تو قریب ہوں، مگر اُسکے پاس تو نہیں، حالانکہ تجھ سے لاکھوں میل نیچے قعر ارضی کی سطح پر جو خاموش اجسم اس وقت پڑے ہیں، انکا دل خدا سے قریب ہے نہیں، بلکہ اس وقت اس کی گود میں ہے۔ اُس خدا نے نیرنگ ساز کی گود میں جو ظلم و عدوان سے گو خوش نہیں، مگر شاید اپنے دوستوں کیلئے یہی پسند کرتا ہے کہ انکے گلے کٹے ہوئے اور جسم زخموں سے سرخ ہوں، لیکن اسکا ضبط اب قابو سے باہر تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کسی قدر آگے بڑھا، سامنے ایک ٹھنڈی لاشِ خون کے لتھڑوں کی تہ سے منہ دھانکے ہوئے پڑی تھی۔ اُسکی ایک ٹانگ گولی کے ضرب سے لٹک کر الگ ہو گئی تھی اور ناف سے لپکر چہرے تک سنگینوں اور تلواروں کی نوکوں سے کٹ کٹ کر گوشت کا ایک مسطح ٹکڑا ہو گیا تھا۔ اُس نے جھک کر اسکے کٹے ہوئے اور جسم سے انگ پانوں کو بوسہ دیا اور اُس آواز سے جو دل اور حلق دونوں جگہ اٹکی ہوئی تھی، چلایا:-

”اے گوشت و خون کے مقدس ڈھیر! اے محبوبیت الہی کی جبروت و عظمت! اے دائمی شرف و تقدیس کی تمثال! اے ظلم انسانی اور محبت الہی کے قتیل! اے حیات ارضی سے روٹنے والے اور ملائے اعلیٰ کے ساکن! اے ملائکہ مقربین کے ہم نشین اور اعلیٰ علیئین کے مکین! اے وہ، کہ تیرے خدا کی طرح اب تیرے لئے بھی کبھی فنا و زوال نہیں! اے وہ، کہ ایک مرتبہ کٹ کر ہمیشہ کیلئے راصل، اور ایک مرتبہ مرے ہمیشہ کیلئے زندہ ہے! خدا کے دشمنوں نے تیرے جسم کو بھیانک بنادیا ہے مگر وہ تیری روح کے حسن کو تو بگاڑ نہیں سکتے تھے۔ جس طرح دشمنوں کی گولی سے تیرا پانوں تیرے جسم سے الگ ہو چکا ہے مگر چند باریک اور ضعیف رگوں سے اب تک جوڑا ہوا ہے۔ اُسی طرح تیری روح بھی اب اُس دنیا کے قفس سے آزاد ہو گئی ہے، جہاں نیکی ہمیشہ بے مظلوم ہے، اور حق کا گذارہ نہیں، لیکن اس خاکدان ارضی پر تیرے جسم کا آخری بوجہ تیرے پانوں کی رگوں کی طرح روح کو جوڑے ہوئے ہے اور یہ تعلق بھی عنقریب ختم ہونے والا ہے۔ جبکہ تیرے جسم سے یہ زمین خالی ہو جائے گی اور انقلابات عالم کا طوفان تیرے خون کے دھبوں کو دھو دینگا، اُس وقت انسان کی نظریں تیرے نشانوں کو نہیں پاسکیں گی مگر فرشتے ہمیشہ آسمان سے آتربں گے تاکہ اس سرزمین کو بوسہ دیتے رہیں، اور تیرا آسمانی درست ہمیشہ پیار کی نظروں سے یہاں کی مٹی کو دیکھے گا، تاکہ ساکنانِ جنت کی نظروں میں اسکا شرف ہمیشہ قائم رہے، یہاں تک کہ اسکا تخت عدالت آخری فیصلے کیلئے بچھایا جائے گا، اور پھر تو اپنے قاتل کے ساتھ کھڑا ہو کر اُسکا دامن پکڑیں گا، اور ”بايِ ذنب قتلت؟“

کے فعل سے ہشتر ستل قیامت کو ماتم کدہ بنادیں گا۔

چوں بگذرد نظیدی خونین کفن بعشر

خلقے فعل کنند کہ این داد واء کیست

لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ رَبِّكُمْ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ

لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ رَبِّكُمْ

ایک ہفتہ وار بصور سالہ

میر رسول محمد خصوصی

احمد علی خان علامہ دہلوی

نظام اشاعت
۷ - ۱ مکتوبہ اشرف
کلیکتہ

قیمت
مالاتہ ۸ روپیہ
شہابی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۱

کلیکتہ : یکشنبہ ۱ ستمبر ۱۹۱۲ ع

نمبر ۸



تصریح بھی کر دی تھی لیکن مسٹر چرچل نے بیان کے بعد اس ایک عام بے چینی پیدا کر دی ہے، ہر طرف یہی مسئلہ موضوع سخن ہے اور وطنی جماعتیں کہتی ہیں کہ وادی نیل کی غلامی کیلئے انگلستان کے کارخانہ میں یہ دوسرا طوق طیار کیا جا رہا ہے۔ تقریباً مصر کے ہر حصے بلکہ قصابات و اطراف تک میں لوگ اظہار جوش و نراضگی کے جلسے کر رہے ہیں اور تار پر تار انگلستان بھیجے جا رہے ہیں، چنانچہ اسکندریہ کے عام جلسے نے متفق ہو کر اس مضمون کا تار بھیجا :

”بنام وزیر خارجہ انگلستان

مسٹر چرچل نے ۲۳ جولائی کو اسکندریہ میں ایک جدید بحری اسٹیشن کے موضوع پر جو ارادہ ظاہر کیا ہے، اسے ہم نے نہایت رنج اور نفرت کے ساتھ سنا۔ اسکندریہ مصر کا ایک شہر ہے اور مصر ایک عثمانی ولایت ہے۔ اسپر انگریزی قبضہ بالکل خلاف قانون اور طاقت و فرصت کا غصب و جبر ہے۔ پس کسی طرح برطانیہ کو اس کا حق حاصل نہیں کہ اس ارادے کو قانوناً عمل میں لاسکے۔ ہماری اس فریاد سے کان بند نہ کیجئے کہ حق اور ظالمی کو ظاہر میں ضعیف مگر اپنے اندر ایک مخفی طاقت رکھتی ہے۔ ہم اب تک آپ سے بالکل ناامید نہیں ہوئے۔ برطانی شرف و عزت اب بھی امید دلاتا ہے کہ آپ طمع سے سچائی کو اس درجہ مغلوب ہونے نہ دینگے“

سمن بنابر انفصال مقدمہ

(آدرہ قاعدہ ۱۵۱)

نمبر مقدمہ ۱۰۲۱ سنہ ۱۹۱۲ء

بعدالت منصفی دیوریا ضلع گورکھ پور اجلاس جناب محمد شمس الحسن صاحب

مدعی نرائن داس وغیرہ

مدعا علیہ مکہ رام زلد رام چندر متوفی ساکن حال شہر

کلکتہ محلہ کالی گھاٹ ملک بنگال

ہرگاہ کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالاش بابت ۲۰۰ - ۹ روپیہ کے دائرگی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۷ ستمبر ماہ ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء رقت دس بیچے دن کے اصالاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے۔ حاضر ہو اور جواب دہی دعویٰ کی کر۔ اور ہر گاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات جن پر تم اپنی جواب دہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز پیش کر۔ تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ وہ غیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۶ ماہ اگست

سنہ ۱۲ ۱۹۱۲ء جاری کیا گیا * دستخط منصرم

حادثے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خبر دیدی ہے کہ ماتنی نگر کے حملہ کے نتائج کی وہ ذمہ دار نہیں، ایک بہت ہی قوی فوجی جمیعت برینی میں جمع ہو رہی ہے اور یقیناً جنگی کوائف اب تک پیدا ہو گئے ہونگے۔

برینی ترکی کا ایک مختلف سرحدوں سے متصل مقام ہے، ایک طرف سریا اور ماتنی نگر میں سرحدی برزخ کا کلم دیتا ہے۔ دوسری طرف استریا کی سرحد سے بالکل قریب ہے۔ آخری خبر یہ ہے کہ ماتنی نگر کی وزارت مستعفی ہو گئی اور وزیر خارجہ کو امید ہے کہ اس سے حالات پر بہت اچھا اثر پڑے گا۔

(البانیا) کی شورش کا بظاہر خاتمہ ہو گیا، البانیوں کی آخری دست برد اسکوپ پر قبضہ کر لینا تھا، جو سالونیکا سے ۱۶۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں سے انکا ارادہ سالونیکا جانے کا تھا اور ۲۷ میل پتھر کو پیرلی میں مقیم تھے۔ مگر ترکی قریبوں نے کیو پیرلی کے پاس جمع ہو کر آخری پیغام ”اطاعت یا جنگ“ کا دیدیا۔ بالآخر ۲۱ - کیو تار برقی ہے کہ گورنمنٹ کے رکلا اور البانی سرغنوں کے درمیان سمجھوتا ہو گیا ہے اور تمام البانی اپنے اپنے گھروں کو واپس جا رہے ہیں۔

در اصل البانیوں کی شورش محض بیان کردہ حقوق کیلئے ہی نہ تھی بلکہ پیچ در پیچ خفیہ معاملات اور ریشہ دوانیوں نے اپنے قریب میں لے لیا تھا۔ ہم ائیندہ اسکو تفصیل سے لکھیں گے

اٹلی اور ترکی کی صلح کی خبریں بار بار مشہور کی جاتی ہیں، اور پھر خاموشی چھا جاتی ہے۔ ۲۱ - کو رپورٹر لندن سے تار دیتا ہے کہ پیرس، سوفیا، اور سقنچ کے عثمانی سفرا صلح کی ابتدائی بحثوں پر مزید کارروائی کر رہے ہیں۔ پھر ۲۲ کو قسطنطنیہ سے خبر دیتا ہے کہ عثمانی وزیر خارجہ سے بھی اسکی تصدیق ہو گئی ہے کہ اٹلی سے نیم سرکاری طور پر نامہ و پیام جاری ہے۔

وزارت کا بحران فی الحقیقت مسئلہ صلح کی ریشہ دوانیوں ہی کی ایک کورت نہی۔ لیکن اگر وہ ایسا کر دگی تو صلح کا نفاذ طرابلس میں تو غیر ممکن ہے، البتہ ترکی کیلئے تمام موجودہ مصائب سے بڑھ کر ایک آخری برباد کن مصیبت پیدا ہو جائے گی۔ خدا نہ کرے کہ اس کے بعد کوی زیادہ اعتبار پیدا کرانے والی خبر سننے میں آئے۔

وزارت کے بحران نے پھر کورت لی اور ایسا ہونا ضروری تھا۔ پہلے خبر آئی کہ فرید پاشا وزیر داخلی اور حلیم پاشا وزیر عدل مقرر ہوئے مگر بعد کی خبر ہے کہ فرید پاشا نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

مصر میں وطنی ہیجان

انگلستان کا نظارت خارجہ مدت سے اس فکر میں ہے کہ اسکندریہ میں برطانیہ کیلئے ایک نیا بحری اسٹیشن بنایا جائے، ۲۳ جولائی کو پارلیمنٹ میں (مسٹر چرچل) نے اسکی نسبت صاف صاف

پنجاب کے اسماعیلی ہندو

اور مسلمانوں کی قلت و کثرت

ہزٹائینس سر (آغا خاں) کے باطنی طریقے کے ہندو مرید پنجاب میں بہت ہیں اور یہ سلسلہ مشہور باطنی داعی شمس الدین ملتانی کے زمانے سے برابر چلا آتا ہے۔ اب کچھ عرصے سے آریا سماج کے اخبارات اس فکر میں ہیں کہ انہیں پھر ہندو بنالیں ادھر سر (آغا خاں) نے شاید حکم دیدیا ہے کہ اپنے اسماعیلی ہونے کا اعلان کر دو۔ مسلمان اخبارات ان کے خطوط چھاپتے ہیں کہ اسماعیلی ہیں۔ آریا اخبارات ظاہر کرتے ہیں کہ ہندو ہو گئے اور پھر اسکے لئے بڑی کوششیں کی جارہی ہیں۔ حال میں پنڈت بیلے رام پریسدانت آریا سماج سیالکوٹ نے اعلان کیا ہے کہ وہاں اب تک ۷۴ ہندو باطنی پھر ہندو مذہب اختیار کرچکے ہیں۔ امرتسر وغیرہ میں اس تحریک نے کئی مقدمات عدالت میں بھی پہنچائے ہیں۔

لیکن ہم اپنے ہندو اور آریا معاصرین کو یقین دلاتے ہیں کہ اگر وہ اس تحریک کو مفید سمجھتے ہوں تو شوق سے جاری رکھیں۔ اگر تمام اسماعیلی ہندو ہندو مذہب اختیار کر لیں، جب بھی ہمارا کوئی نقصان نہیں۔ اب تک وہ ایک انسان بن چکا ہے۔ اب ہندوؤں کے کڑوروں بھروسے پر چلیں گے۔ اسلام کی جیب میں انکی وجہ سے پہلے ہی کونسا بوجھ تھا کہ اب خالی ہو جانے کا افسوس ہو۔

✓ مسلمانوں کی بڑی غلطی یہی ہے کہ وہ تعداد کی قلت و کثرت کے چکر میں پڑ گئے ہیں۔ تعداد کو قوی کرنا چاہتے ہیں، مگر دلوں کو قوی نہیں کرتے۔ حالانکہ اسلام کی نظر میں تعداد کوئی چیز نہیں۔ ایک مخلص مومن دنیا کے ہزار انسانوں پر غالب تھا اور کوئی وجہ نہیں کہ مخلص ہو کر اب بھی نہو۔ اس سے کیا حاصل کہ دنیا بھر کا کوڑا کرکٹ اپنے اندر جمع کر کے آپ کثیر التعداد ہو گئے، جبکہ خود آپکا دل اندر سے خالی ہے؟ جو جاتے ہیں انکو جانے دو، وہ پہلے ہی کوفے مسلمان تھے کہ اب انکے ہندو ہو جانے کا ماتم ہو؟ دنیا میں جب تم آئے ہو تو تمہاری تعداد کتنی تھی؟ لیکن جب خدا سے تم نے صلح کر لی تو ساری دنیا کو تم سے شکست کھانی پڑی۔ تعداد بڑھانے کے جنوں میں کیوں پڑ گئے ہو پہلے خدا سے رسم و راہ بڑھا لو:

وَاذْكُرُوا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَظْعِفُونَ فِي الْاَرْضِ، تَخَافُونَ اَنْ يَتَخَفَكُمُ النَّاسُ فَاَرْكَمُوا وَاَيْدِيكُمْ بِنَصْرِهِ رَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ [وہ وقت یاد کرو، جب تم زمین مکہ میں کم تعداد اور کمزور تھے، اور ڈرتے تھے کہ لوگ زبردستی پکڑ کے تمہیں کہیں کو آڑا نہ لیجائیں، لیکن خدا نے تم کو جگہ بخشی، اپنی نصرت سے مدد کی، عمدہ رزق تمہارے لئے مہیا کر دیا، اور یہ سب اس لئے تھا کہ تم شکر کرو۔ ۸ : ۲۷]

البتہ اگر تم ہندو اسماعیلیوں کو انسانی پرستش سے چھڑا کر خدا پرستار بناسکتے ہو تو بیشک اپنا فرض ہدایت ادا کرو۔ صرف انہیں پر موقوف نہیں، تمام دنیا تثلیث و بت پرستی میں مبتلا ہے اور اعلان حق کیلئے میدانوں کی کمی نہیں۔ باقی اگر چند انفار نے کسی موجودہ

(غازی انور بک) کی شبیہ اسلئے رسالے سے الگ شائع کی گئی کہ لوگ اسے علحدہ طور پر بھی استعمال کر سکیں۔ بہت سے لوگ اپنے گھروں میں لگانے کیلئے متلاشی تھے۔ آپکو بھی پسند آئے تو آئینہ لگا کر کسی دیوار پر تانگ دیجئے۔ لیکن ہمارا مشورہ پوچھئے تو اگر رسالے ہی میں رہنے دیں تو بہتر ہے۔ (انور بک) کی شبیہ کو ایضاً اور چونے کی بنی ہوئی دیواروں پر کیا لگائیے گا؟ ہوسکے تو اپنے دل کے اندر جگہ دیجئے۔ رنگ سرخ اسلئے دیا گیا کہ خدا کو اسکی راہ میں نکلے ہوئے خوں کے رنگ سے بڑھکر اور کوئی رنگ پسند نہیں۔ اسکی راہ پر محبت کا جو آ۔۔۔ مان چہ دیا ہوا ہے، وہ نیلگوں نہیں، بلکہ ہمیشہ خوں کی شفق سے لالہ گوں رہتا ہے۔

اس تصویر کی وجہ سے پچھلے نمبر کی قیمت ۸ آنہ رکھنی پڑی اور جن نمبروں میں ایسی تصویریں نکلیں گی انکی قیمت ممکن ہے کہ ایک روپیہ تک رکھنی پڑے، مگر خریداران الہلال تین آنے سے بھی کم میں ہمیشہ حاصل کرینگے۔

آج ہمیں ان اخبارات کے دیکھنے کا موقع ملا، جنہوں نے الہلال کی اشاعت پر اپنی لطف آمیز رایوں کا اظہار فرمایا ہے۔ اپنے معاصرین کے اس عام اظہار حسن ظن کے نہایت شکر گزار ہیں۔ نیز ملتجی ہیں کہ وہ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ہمیں انکے حسن ظن کے مطابق خدمت ملت کی توفیق عطا فرمائے۔ دوستوں کی دعاؤں سے بڑھکر انسان کیلئے کوئی شے قیمتی نہیں۔

کونسلوں کے لئے انتخاب کا موسم بہار قریب ہے۔ امیدواروں کے دلوں میں پھر شورش پیدا ہو گئی ہے، اور چمڑستان ممبری کے عذاب و پھر مندرم و نغمہ سرا ہیں کہ:

باز ہواے چمن آرزوست!

امیدواروں کے خود نوشتہ دفاتر مناقب کچھ تو پریس چاچے ہیں اور کچھ بگنا بھی شروع ہو گئے۔ اسمیں ہر طرح کے وہ تمام فضائل و کمالات دفعہ وار درج کئے جاتے ہیں جنکی آجکل کسی نائب قوم کیلئے ضرورت ہو سکتی ہے۔ قومی مجالس کی صدارت اور نظامت، کانفرنسوں کی اسپیچوں کی طیاری، میونسپل کمپٹریں اور قومی انجمنوں کی ممبری، اور اپنے گذشتہ کونسل کی ممبری کے بار نامے۔ لیکن کاش ان تمام دفعات کی جگہ صرف ایک دفعہ مسلمان ہونے کی بھی ہوتی تو ہمارے تمام مصلحت کا خاتمہ تھا۔ جن سرور کو خدا نے آگے پانچ مرتبہ جھکنے سے عار ہے وہ کیا چاہتے ہیں کہ اسکے بندوں کے سرانگے آگے جھکیں؟ ”ساء ما یحکمون“۔

غازی انور پاشا کی رنگین تصویر رسالے سے اگر علحدہ طلب کی جائے تو سارے ۴ آنہ قیمت ہے اور رسالے کے ساتھ ۸ آنہ

الْهَيْفَةُ وَالْأَمْرُ وَالْإِعْلَافُ الْكَبِيرُ مِنْ مَوْصُورِ السَّالِمِ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad,

71, MacLeod Street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " " 4-12.

الْهَيْفَةُ

ایک ہفتہ وار موصو رسالہ

میر سٹول نور محمدی
اساتذہ کرام علامہ مولوی

مقام اشاعت
۱-۲ مکلاود اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپہ
شہائی ۴ روپہ ۱۲ آنہ

جلد ۱

کاغذ : بکٹبہ ۱ ستمبر ۱۹۱۲ ع

نمبر ۸

ہیں۔ اپنے دل کو تھولتا ہوں تو گورہ خود معاصی و ذنوب سے بدستور
تاریک ہے مگر نیتوں اور ارادوں میں کوئی خلل نہیں پاتا۔ پھر یہ
حالات کیوں ہیں؟ شاید اس لیے کہ خدائے برتر اور اس کے کلمہ مقدس
کی خدمت اس سے بہت اونچی ہے کہ میرے ناپاک زبان و قلم
سے ملوث ہو، اسی لئے فرصت و مہلت سے محروم کیا جا رہا ہوں :
من لم یکن للوصال اھلا
فکل طاعاۃ ذنوب

احباب سے کسی چیز کا طالب نہیں، صرف یہ التجا ہے کہ اپنی
دعاؤں میں مجھے رسیاہ کو نہ بھولیں۔ برسوں ہوا پرستی اور خدا
فراموشی میں کلکرتیں سال ہوئے کہ آخری مرتبہ اس کے دروازے پر
آکر گرا، اور سمجھا کہ اب روٹھنے والے کو منا لیا۔ دیکھتا ہوں تو اب
یہی دروازہ بند ہے، ممکن ہے کہ دوستوں کی دعائیں کچھ اثر دکھلائیں

پچھلے نمبر کے ساتھ الہلال کے جدید سلسلہ تصاویر کی پہلی
تصویر امید ہے کہ ناظرین کے پسند خاطر ہوئی ہو۔ تاہم ہمارے
پیش نظر جو نمونے ہیں اس کے اعتبار سے خود ہم تو اسے شائع کر کے
زیادہ خوش نہیں۔ اگر اخبار کی اشاعت کی طرف سے تھوڑا سا بھی
اطمینان میسر آجائے۔ تو پھر التیہ ہر نمبر کے در صفحے پریس کے
صفائی نمونہ کیلئے مخصوص کردیں اور وہ یورپ کے با تصویر رسالوں سے
کسی بات میں کم نہیں۔ لیکن ناظرین کو کیا معلوم کہ اس طرح کی
ایک تصویر کے چھاپے کیلئے کس قدر وقت، کس قدر درد سہی،
اور پھر کس قدر زہد کی ضرورت ہوتی ہے؟ تاہم ایک مرتبہ اپنے
پیش نظر رسالے کا کامل نمونہ دکھلا دینا چاہتے ہیں اور اسلئے اپنے
کلم میں مصروف ہیں۔ رہا پبلک کا فرض، تو فرض کو خود محسوس
ہونا چاہئے، نہ کہ دوسروں کے شر و روباہلہ مچانے سے۔

فہرست

- ۱ شذرات
- ۳ مسلم یونیورسٹی کمیٹی
- ۶ لاشہ شلم کی نصف شب (۲)
- ۱۰ مراسلات
- ۱۳ ناموزان غزوة طرابلس (کمانڈر خلیل بک)
- ۱۴ کلرز طرابلس (ایک یورپی نامہ نگار کی چٹھی)
- ۱۵ عالم اسلامی (شؤون عثمانیہ، اقصاء مغرب)
- تصاویر
- ۱۳ خلیل بک کمانڈر خمس
- طرابلس کے اٹالین کیمپ کی فوجی عدالت اور ایک
- ۱۴ طرابلسی مجرم کا معاکمہ

شذرات

اطلاع ضروری

جواب طالب خطوں کی کثرت روز بڑھتی جاتی ہے۔ احباب
شاکی ہیں کہ کئی کئی خط لکھنے کے بعد بھی جواب نہیں ملتا،
مجبوراً چند الفاظ آپ اپنی نسبت لکھتا ہوں۔
خود بیمار ہیں، گھر میں تین سال کا بستر علات موت و حیات
کی کشمکش میں مبتلا ہے، انسانی کمزوری پیمانہ صبر پر غالب
آ رہی ہے، اور دماغ قابو میں ہے مگر دل اختیار میں نہیں۔ یہ حالت
چلے بھی تھے مگر جب سے (الہلال) شائع ہوا ہے روز بروز بڑھتے جاتے

انفرادی حیثیت میں خلط مبعث نہ کیجئے۔ کمیٹی کے سرکاری کے کمیٹی کی طرف سے جو کچھ شائع کیا ہو وہی کمیٹی کی آواز ہے۔ کمیٹی کا ممبر ایک ایڈیٹر کی حیثیت سے اپنے اخبار میں جو کچھ لکھے گا اسکا فائدہ کمیٹی کو نہیں ملے گا۔ گویہ مرقع اس کے اظہار کیلئے موزوں نہیں مگر کہنا پڑتا ہے کہ ہم تو کمیٹی کے ممبروں میں مسٹر محمد علی کے رویہ کو ابتدا سے بہت صاف یقین کرتے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ کمیٹی کے اندر بھی اور (کامریڈ) کے صفحات پر بھی حتی الامکان آزادانہ اور حق گوینہ روش سے کام لیا ہے۔ البتہ وہ کمیٹی کی علانیہ مخالفت نہیں کرتے تھے اور ایسا کیوں کرتے؟ تاہم مسٹر محمد علی اور کمیٹی ایک چیز نہیں ہے۔ وہ جو کچھ لکھتے رہے اسکو (کامریڈ) کی حیثیت سے ہمنے دیکھا ہے اور یقیناً تمام دنیا دیکھ چکی۔ اگر انکا خیال ہو کہ جب ہم کمیٹی کا لفظ لکھتے ہیں تو ہمارے سامنے وہ بھی ہوتے ہیں تو ہم یقین دلاتے ہیں کہ یہ ہماری نیت کے خلاف ہے اور تعجب ہے کہ انہیں ایسا خیال کیوں ہوا؟ ہم تو انکو آجکل کے حکمران طبقہ میں رکھتے ہی نہیں بلکہ ان لوگوں میں سمجھتے ہیں جو کام کرنے والوں کے اندر رہکر انکی اصلاح کی کوشش کرنا چاہتے ہیں اور انکی مضرت رساں غلطیوں سے قوم کو بچانے کے آرزومند ہیں۔ ہم نے ۴ - اگست کے پرچے صفحہ ۶ میں مسلم یونیورسٹی پر بحث کرتے ہوئے صاف لکھ دیا تھا کہ :

”لکھنؤ میں اب جلسہ کرنا بھی۔ ہمیں صاف گڑھی کیلئے معاف رہا جائے۔ قوم کو محض یہ دیکھانا ہے کہ ہماری طرف سے سعی و کوشش میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی۔ ررنہ سوائے (نواب رقاالملک) اور ایک دو نوجوان لیڈروں کے دراصل اس بارے میں سب نے سب ”یقولون بافواہم مالیس فی قلوبہم“ میں داخل ہیں۔ اور اس سے بھی زیادہ تباہ کن شرائط پر منظور کر لینے کے لئے طیار ہیں“

”جہاننگ ہم نے حالات سنے ہیں۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ (نواب رقاالملک) اور ایک دو اور ممبروں کے سوا تقریباً تمام ممبروں نے ہمیشہ گورنمنٹ کی ہر آواز پر سمعنا و اطاعت کھر سر چھکایا ہے“

ہم یقین دلاتے ہیں کہ اس سے مقصود ہمارے دوست ہی تھے اور گو ہمارے موجودہ لیڈروں میں نوجوان اور جوان آر بھی ہیں مگر ینگ علی گڑھ پارٹی سے تو انکے سوا آر کوئی مقصود نہیں ہو سکتا۔ ہم کو معلوم ہے کہ ہمارے دوست وہی (محمد علی) ہیں جنہوں نے نواب محسن الملک مرحوم کے زمانے میں اپنے کالج سے نئے نئے خطابات حاصل کئے تھے اور پھر یہ وہی محمد علی ہیں جنہوں نے ہمیشہ کالج کی زر پرستی کی مخالفت کی اور ٹرسٹیوں کی دائمی حکمرانی کے مسئلے کو بار بار چھیڑا۔ وہ گو ہمیشہ علی گڑھ میں رہے مگر ہم نے تو ہمیشہ انکو اس سے باہر ہی دیکھا ہے اور اب تو دور دیکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے جب چاہا تھا کہ آذر کے بندکے کو توڑے تو خود اسی کے گھر میں خلیل بت شکن کو پیدا کر دیا تھا۔ ہم کو یقین ہے کہ مسٹر محمد علی بھی علی گڑھ سے اسلئے اُٹھائے گئے ہیں تاکہ اپنے گھر کی دیواروں سے بت پرستی کے نقوش مٹا دیں

کیا ہے اس کے ملنے میں صرف تمہارے ہی طرف سے رویہ کی فراہمی کی رکارت ہے ررنہ گورنمنٹ کی طرف سے ہم بالکل مطمئن ہیں۔ کبھی اگر کسی شخص نے زیادہ تفصیل چاہی تو کہدیا کہ رویہ جمع کر لینے کے بعد ان امور پر بحث کی جائے گی۔

بیشک ۱۳ - جولائی پر زور دینا، سلسلہ سخن میں زور دینے کیلئے ایک سہارا ضرور تھا، مگر ایسا سہارا نہیں جسکو نکال لیجئے گا تو ہم بالکل گرجا لینگے۔ یہ اگر صحیح نہیں تو اسے جانے دیجئے۔ ہمارے مضمون کی جتنی سطروں میں خصوصیت کے ساتھ اس تاریخ پر زور دیا گیا ہے اُسے بخوشی واپس لے لیتے ہیں اور مان لیتے ہیں کہ غلط تھا لیکن ہمیں یاد رکھنے کیلئے کوئی چیز تو دینی ہی پڑے گی۔ اب ۱۳ - جولائی کی جگہ ۲۷ دسمبر کو یاد رکھیں گے کہ اسی دن ناگیور کانفرنس میں از سر نو یہ تحریک شروع کی گئی، ہم کو اگر کوئی صاحب اس سے پیشتر کی بھی وہ تاریخ بتلا دیں جس دن اسکا محرک اول کے قلب میں القا ہوا تھا تو ہم اسی کو یاد رکھیں گے۔ اس سے کیا ہوتا ہے؟ یہ تو ایک لفظی مذاقہ ہے۔ اگر ہمارے دوست ہماری تشفی چاہتے ہیں تو مندرجہ ذیل دفعات کی نسبت ہمیں اطمینان دلائیں :-

(۱) جس وقت کمیٹی قوم سے رویہ اسے رہی تھی اُس وقت خود وہ گورنمنٹ کی طرف سے مطمئن تھی یا نہیں؟ کیا اسکو یقین تھا کہ قوم جن توقعات سے خوش ہوکر رویہ دے رہی ہے وہ گورنمنٹ کو منظور ہیں؟ اگر نہ تھا تو اس نے قوم پر ظاہر کیا یا نہیں؟

(۲) ہم پھر اپنے پیچھے لے لفظوں کو دہرا کر کہتے ہیں کہ ابتداء سے کار سے پریس کمیونک کی اشاعت تک، سماء شملہ سے جو وحی نازل ہو رہی تھی وہ کمیٹی کی جانب سے قوم کے استصواب کیلئے شائع کی گئی یا نہیں؟ قوم سے یہاں مقصود ۱۱ - دسمبر کی وہی قوم ہے جسکی راے لئے بغیر اب کمیٹی (بصورت عدم الحاق) یونیورسٹی لینے سے انکار کرتی ہے۔

(۳) کہا جاتا ہے کہ عدم الحاق کا مسئلہ ستمبر تک کمیٹی کے روبرو نہیں آیا، بصورت صحت بیان - کیا شمار کرنے کی زحمت گوارا کی جاسکتی ہے کہ ستمبر سے دوسرے سال کے اگست تک کتنے مہینے گزرنے میں آتے ہیں؟ پھر کیا اتنے عرصے تک کمیٹی نے قوم کو بے خبر نہ رکھا؟

(۴) یہ کیا بات ہے کہ جب تک چندے کی وصولی جاری رہی یونیورسٹی کے نظام اور پیدش ہونے والے ایکٹ کو باوجود بار بار وعدوں کے شائع نہیں کیا گیا؟

(۵) کمیٹی نے پہلے پہل مجوزہ یونیورسٹی کیلئے گورنمنٹ سے جرح خط و کتابت کی، اسمیں ایک غیر مقامی یونیورسٹی کی حیثیت سے اسکا ذکر تھا یا علی گڑھ یونیورسٹی کی حیثیت سے؟

ہم بار بار کمیٹی کا لفظ لکھتے ہیں، کمیٹی اور ممبروں کی

مسلم یونیورسٹی کمیٹی

— * —

ایک ضروری تشریح و تصحیح

اس ہفتے کا لیڈر کمپوز ہو چکا تھا، اور جگہ بالکل رک چکی تھی، کہ محب عزیز جلیل (مسٹر محمد علی) سے ملاقات ہوئی۔ وہ غالباً کل یا پرسوں ایک تحریر بھیجیں گے جو کسی دوسری جگہ درج کر دی جائے گی۔ لیکن زبانی گفتگو کی بنا پر چند امور کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں

۱۳ - جولائی

ہمارے دل میں جو کچھ ہوتا ہے، بے تامل حوالہ قلم کر دیتے ہیں آجکل کی مصطلحہ مصلحت بینی اور اعتدال روشی کے عادی نہیں، کیونکہ اپنے عقیدے میں اسے نفاق سمجھتے ہیں جو ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ اسی ایک چیز کو ہم نے الہلال کی مخصوص پالیسی قرار دیا ہے۔ لیکن اگر ہم سے غلطی ہو تو بالکل اسی شدت کے ساتھ ہمیں ٹوکنے جس شدت کے ساتھ ہم اپنے عقیدے کے مطابق آرزو کر توکتے رہتے ہیں، بلکہ ہو سکے تو اس سے بھی زیادہ سختی اختیار کیجئے۔ دوسروں کو غلطی پر ٹوک کر ہمیں جس قدر خوشی ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ خوشی اپنی غلطی محسوس کر کے ہوتی ہے اگر راستبازی اور حق گوئی کے ساتھ لوگ ہماری غلطیوں پر ہمیں متنبہ کریں۔ شاید آپ کہیں کہ ایسا کہنا بھی خاکساری کا غرور ہے، آپ ضرور کہہ سکتے ہیں مگر خدا کی نظروں سے تو دلونکے چور چھپے ہوئے نہیں؟ قل ان تخفوا ما فی صدورکم او تبدروہ یعلمہ اللہ۔ اور ہمارے لئے یہ بس کرتا ہے۔

ہم نے گزشتہ نمبر میں آنریبل سربراہ کی چٹھی کا اقتباس دیکر لکھا تھا کہ انہوں نے جو کچھ لکھا کمیٹی نے اپنے عام اصول راز داری کے مطابق قوم کو اس سے بے خبر رکھا، لیکن ہمارے درست مسٹر محمد علی فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں۔ درمہدی کے بعد تو سربراہ کی چٹھی تمام اخباروں میں چھاپی گئی تھی۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ایسا ضرور ہوا تھا، لیکن ہمارے مقصد بحث پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بیشک کمیٹی نے اس چٹھی کو دو ماہ کے بعد اسلئے چھاپ دیا تھا کہ اس سے یونیورسٹی کی منظوری کی بشارت سنائے کا کام لے۔ لیکن بحث صرف اسمیں ہے کہ قوم کو جس قسم کی یونیورسٹی کا منوعہ بنا کر روپیہ لیا جا رہا تھا ابھی اسکی کوئی منظوری نہیں ملی تھی اور نہ ان پہلوؤں کو بظاہر چھیڑا گیا تھا۔ یہ وہی امور تھے جنکی نسبت وزیر ہند کے حق زات دہی کے کامل اختیارات آخر تک محفوظ تھے جو بالآخر عدم الحاق اور رابسرائے کے اختیارات چینسار کی صورت میں استعمال کے لئے اور ابھی داستان کے آواز ابواب باقی ہیں۔ پس فی الحقیقت معجزہ یونیورسٹی کی توقعات کا تو اسی وقت فیصلہ ہو گیا تھا کہ روپیہ کی فراہمی کے بعد انکی نسبت فقروں دیا جائے گا۔ لیکن کمیٹی نے پریس کمیونک کی اشاعت تک قوم کے سامنے سے پردا نہیں ہٹایا اور برابر یقین دلاتی رہی کہ جس طرح کی یونیورسٹی کا تم کو متوقع بنایا

انسان کی پرستش کا اقرار نامہ کسی اخبار میں چھپوایا تو کیا اور (رشنر) کی پوجا کا اعلان کر دیا تو کیا؟ اسلام کیلئے دونوں برابر ہیں۔

یہ تعداد کی قلت و کثرت کا سوسہ بھی ہمارے دلوں میں اندر کے نفس کا نہیں بلکہ باہر کے سوسہ انداز کا ڈالا ہوا ہے اور اب تو ہمارے تمام دائرے بدبختی کا محور بن گیا ہے۔ کانگریس میں اسلئے جا نہیں سکتے کہ تعداد کم ہے، ہندو مارتالیں گے۔ ساف گورنمنٹ کی خواہش میں اسلئے شریک نہیں ہو سکتے کہ تعداد کم ہے، ہندو گورنمنٹ ہرجائے گی۔ تعلیم کی خوبی سے انکار نہیں مگر ہمیں معاف رکھئے اسلئے کہ ہندو زیادہ ہیں، وہ لکھ پڑھکر ہمیں ہندوستان سے نکال دینگے۔

اب اس سوسے کا استیلا یہاں تک ہو گیا ہے کہ یونیورسٹی کے عدم الحاق کے مسئلہ میں بھی ہندو مسلمانوں کا متفق ہو کر چیخنا جائز نہیں۔ گواراض مشترک اور دائرۃ اتحاد محدود ہو، لیکن یہ بھی ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں کثرت تعداد کا دیو چیر پہاڑ نہ ڈالے! اللہ اللہ! کیا انقلاب کے تغیرات ہیں، خدا کی فوج کا ایک سپاہی بکروبر کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا تھا، آج اس کے آرزو آدھی ہر وقت اپنی موت کو سامنے دیکھتے ہیں! مٹھی بھر مسلمانوں نے کرۂ ارض کو پکڑ کے اچھا لیا تھا، آج چالیس کروڑ کی برادری رکھنے والے متحد، بائیس کروڑ ہندوستان کے بت پرستوں سے ڈر رہے ہیں! (جنگ بدر) کے وقت تو خدا نے ایک مومن کو دس کافروں پر بھاری کہا تھا، یہ کیا ہو گیا ہے کہ آج تم اپنے سے سہ گنی تعداد سے ہراساں ہو؟ اسمیں شک نہیں کہ جو حالت تم نے اپنی بنا رکھی ہے، اسمیں ہندوئی مجاریتی کی ضرورت نہیں، خود تم ہی اپنے تئیں دریاد کر دینے کیلئے کافی ہو۔

ہندوؤں سے تو ڈرنے کی ضرورت نہیں، البتہ خدا سے ڈرنا چاہئے۔ تم خدا کی فوج ہو، لیکن تم نے اسکی بخشی ہوئی وردی آنا کر پھینک دی ہے۔ اسکو پہن لو، پھر ساری دنیا تم سے ڈرے گی۔ تم کو ہندوستان میں رہنا ہے تو اپنے ہمسایوں سے معاف کرلو، اور زندہ رہنا ہے تو اُسے الگ رہنے کا نتیجہ دیکھ چکے، اب اسے مل جاؤ۔ اگر انکی طرف سے رکاوٹ ہے تو اسکی پروا مت کرو۔ تم کو دیکھنا چاہئے کہ دنیا کی قوموں میں تمہارا پوزیشن کیا ہے؟ تم دنیا میں خدا کے جانشین ہو، پس خدا کی طرح سب سے اوپر رہکر سب کو دیکھو! قومیں اگر تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتیں تو تم انکے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ بڑے چھوٹوں کی خطاؤں کو معاف دیتے ہیں، انکے چھوٹنے پر منہ بسور نہ روتے نہیں۔



مجبوراً ایک مرتبہ گذشتہ حالات پر نظر ڈالنی پڑے گی۔ ناظرین طول بیان سے نہ گہرائیں کہ ایک مرتبہ تفصیل کے ساتھ اپنے خیالات کو ان کے سامنے کر دینا چاہتے ہیں۔

الہلال

۱ ستمبر ۱۹۱۲ء

— * —

نشہ شام کی نصف شب

یا

مسلم یونیورسٹی

(۲)

ومن الناس من يشترى لهُو الحديث ليضل

عن سبيل الله بغير علم (۵: ۳۱)

— * —

جلسہ پر ایک اجمالی نظر

لیکن بہر حال ۱۱ - اگست کا جلسہ وہ حیثیت مجموعی ہماری انقلاب حالت کیلئے ضرور ایک پیغام امید تھا۔ یہ پہلا موقعہ ہے کہ مسلمانوں نے ایک پبلک مجلس میں آزادی کے ساتھ اپنی خواہشوں پر استقامت ظاہر کی، اور جوش بزدلی پر غالب رہا۔ (راجہ صاحب محمود آباد) کی تقریر اس امر کا ثبوت دینے لگی تھی کہ اگر قوم کے علم اپنے اندر حرکت پیدا کر لیں تو بڑے آدمیوں کو بھی اپنی جگہ ملنا ہی پڑے گا۔ انہوں نے جس صفائی اور غیر مشتبہ لہجے میں، موجدانہ حالت کی تصویر کھینچی اور ان خیالات کو ظاہر کرتے ہوئے، گزشتہ کے تعلقات کو جیسی بے پرواہی کی نظر سے دیکھا، اس پر قدر تعریف کی جائے کہ اس نے اور وہ افسندہ کیلئے ایک فال نیک ہے۔ ہم کو یہ یاد ہے کہ علاوہ ارب باتوں کے ذاتی طور پر بھی خود ان کے اندر، سرائیس - ایچ بٹلر) سے بہت گہرے ہیں اور اس طرح کے کاموں کے لیے اسی حالت میں احماس نہیں کیا جاسکتا۔ اسی حالت میں، گورنمنٹ، اور قوم کی صدائیں، یہ دو حریف مقابل ہیں۔ انہوں نے قوم کا ساتھ دیا اور اسی مخدوش معیت اب ان کے سامنے کار فرماؤں کی سطح ہمت سے بہت بلند ہے۔

انہوں نے مسٹر مظہر الحق اور مسٹر محمد علی کی تقریریں کو اس کی اصل کارروائی یقین کرتے ہیں۔ میاں محمد شفیع خان بہاؤ نے جو کچھ کہا توقع کے خلاف، مگر جوئیور کے نواب عبد المجید نے اس سے کم کہا۔ صاحبزادہ افتاب احمد خان صاحب کی رائے کہ جلسہ کی تمام تقریریں اب بھی راز داری میں رکھی جائیں نیز وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتے تھے۔ کاش وہ بتلائیں کہ اسمیں کیا مصلحت تھی؟

اصل مباحث

اب ہم چاہتے ہیں کہ اصل مباحث یعنی مجوزہ یونیورسٹی کی نسبت بھی کچھ اپنے دیرینہ خیالات ظاہر کر دیں۔ لیکن اس سے پہلے

قوم میں حرکت ہمیشہ پیدا نہیں ہوتی، اور دنیا میں ہر روز طوفان نہیں آتے۔ یونیورسٹی کیلئے تمام ہندوستان میں جو علم صحیح جوش پیدا ہو گیا تھا وہ ایک غیر معمولی، اور ہماری روزمرہ کی افسردہ زندگی کا ایک مستثنیٰ واقعہ تھا۔ یہ کس کس امید تھی کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں کسی دن ایسی جنبش بھی پیدا ہوگی؟ لیکن یہ خیال اس درجہ درد انگیز ہے کہ اتنا قیمتی جوش محض ایک وجود بے روح اور لفظ بے معنی کے پیچھے غارت کر دیا گیا اور قومی حرکت کی بہترین فرصت — جو نہیں معلوم پھر کتنے دنوں کے بعد ہاتھ آئے بھی یا نہیں — بیکار ضائع گئی۔

آر قومیں جس جوش سے ملکی آزادی و حریت جیسے عظیم الشان مقاصد کا کام لیتی ہیں، اپنے اس سے آرزو زیادہ اسر و غلامی کی زنجیروں بھاری کر دینے کا کام لینا چاہا۔ اور قوموں کے رہنما جماعتوں کو بیدار کرتے ہیں تاکہ اٹھ کر چلیں، اپنے ہمیں بیٹھے سے اٹھایا تاکہ اور سلا دیں۔

آجنگ مسلمانوں میں کوئی بھی تحریک ایسی پیدا ہوئی ہے۔ جو شہروں سے لیکر قصبوں اور دیہاتوں تک پھیل جائے؟ جس کا ولولہ ان پڑھے دھقانوں اور جاہل دیہاتیوں تک کے دلوں میں پیدا ہو جائے، ہر گھر میں اس کا چرچا ہو اور ہر جگہ اس کا جوش و خروش، کوئی طبقہ اور کوئی فرقہ اس سے خالی نہ ہو، ممبروں پر اس کے لئے وعظ کیا جائے اور خانقاہوں میں اس کے ذکر پر حال و قال ہو۔ پرانے خیال کے دنیا سے بے خبر حلقے جو یونیورسٹی کے لفظ کا صحیح تلفظ تک نہیں کر سکتے دیہاتوں اور قصبوں میں مولود اور وعظ کیلئے چندا کرے روپیہ جمع کریں اور پھر اسی روپیہ کو مولود کی جگہ یونیورسٹی فنڈ میں بھیج دیں۔ یونیورسٹی کا قافلہ جہاں جہاں سے گذرے لوگ جوش و نشاط سے بیکار ہو کر اس طرح قدم لینے کو دوزیں، گویا ملائے اعلیٰ اور قدسیان عالم بالا عرش الہی کو چھوڑ کر دنیا میں اتر آئے ہیں تاکہ اپنے پیروں کے سایہ نورانی میں لیکر مسلمانوں کو پھر دونوں جہان کی پادشاہت بخش دیں۔ ابھی نہ ملنے والی یونیورسٹی ملی بھی نہ تھی، لیکن کروڑوں انسان اس طرح خوش ہو کر لوٹتے تھے گویا ہندوستان کی سلف گورنمنٹ کے (میگنا چارٹ) پر شہنشاہ انگلستان کے دستخط ہوئے ہیں، یا ترکی میں پارلیمنٹ کے قائم ہونے کا پہلا روز مسرت طلوع ہوا ہے!

ہم رو سکتے ہیں، مگر اپنے آنسو ہر شخص کو دکھا نہیں سکتے۔ جب سوچتے ہیں کہ بدبخت ملت کا اس درجہ قیمتی جوش کس بے دردی سے ضائع کر دیا گیا تو ”والذی نفسی بیدہ“ (وہ نفسہ لو تعلمون عظیم) کہ ہمارے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور حیران رہ جاتے ہیں کہ رہنمایان ملت کی اس غلط زری کی نسبت کیا کریں؟ ہمارے ہمدرد فاضل نصیحت کرتے ہیں کہ قومی اختیار کو لیکن انہیں ہمارے دل کی سوزش کیا معلوم؟ یا تو ہماری

نہیں؟ اس واقعہ کی پوری تفصیل کیا ہے؟
(۳) پروفیسر کے تقرر اور یورپین عنصر کی تعداد کے متعلق بعض ممبروں نے موافقت اور بعض نے مخالفت کی تھی یا نہیں؟ اور وہ کون کون ہیں؟

(۴) جب کبھی کوئی ایسا موقع آگیا ہے کہ گورنمنٹ کے ارادوں سے مخالفت کرنی پڑی ہے تو کثرت رائے کس طرف رہی ہے؟ خود انہوں نے بھی متعدد مرتبہ اختلاف کیا ہوگا لیکن ایسے موقعوں پر کنڈنوں نے انکا ساتھ دیا؟ اور پھر ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی نے ساتھ نہ دیا ہو؟

ہم کو امید ہے کہ ہمارے دوست ان سوالوں کا پوری آزادی کے ساتھ جواب دینگے اور لرمہ لائم کی بالکل پروا نہ کریں گے۔ ہمارے طرف سے مطمئن رہیں کہ ہم تو صرف گمراہی سے بچنا چاہتے ہیں، خواہ وہ ہم میں ہو یا آوروں میں۔ ونسال اللہ تعالیٰ ان یهدینا الی سواء السبیل۔

(کامزید) کے گذشتہ صفحات میں بھی کہیں کہیں ان سوالات کے جوابات کے اشارے مل سکتے ہیں مگر اب ضرورت ہے کہ قوم کے آئے اسکا ہر خادم اپنی اصلی صورت میں آجائے اسلئے پوری تفصیل کے ساتھ ان سوالوں کے جواب کی ضرورت ہے۔ انکی بدولت بہت سے حالات روشنی میں آگئے ہیں جو شاید پریس کمیونٹ کی عدم اشاعت کی ضرورت میں نہیں معلوم کب تک تاریکی میں رہتے رہیں گے۔ انہیں کی زبانی ہم کو معلوم ہوا کہ جب دربار دہلی کے موقع پر سر بنڈلر نے کانفرنس میں کہا تھا کہ رویہ لاؤ اور یونیورسٹی اور اس وقت کمیٹی کے جو ممبر اسٹیج پر موجود تھے اس سے بے خبر نہ تھے کہ رویہ کے سوا اور بھی کسی شے کے لانے کی ضرورت ہے۔ یہ بھی کامزید ہی نے ہم کو بتلایا ہے کہ سر بنڈلر نے کمیٹی کے لہجے میں یہ کہہ دیا تھا "مگر جب انکی تقریر پریس میں جانے لگی تو انکو محسوس ہوا کہ میں یونیورسٹی کا چندہ جمع کرنے والا نہیں بلکہ میعاد تعلیم کا ذمہ دار سرکاری ممبر ہوں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو افشائے راز کے بعد بھی ہم سے کوئی نہیں کہتا مگر (کامزید) کی حق گوئی اظہار واقعات میں بالکل بے پروا ہے اور بعض نہایت قیمتی اسرار کو بے نقاب کر رہی ہے۔ پس بہتر ہوگا کہ یہ سوالات بھی اس سلسلے میں صاف ہو جائیں: یا ایہا الذین آمنوا لا تلبسوا الحق بالباطل ولا تکتُموا الحق وانتم تعلمون۔

اور ابتداء اللہ خود کالج کے احاطے کے اندر جو نسل طیار ہو رہی ہے، وہ رقت دور نہیں جب اسمیں کا ہر فرد علی گڑھ کی تعالیٰ ہوئی غلامی کی زنجیروں کو علی گڑھ ہی کی پٹی میں ڈال کر گلے کا اور اسی سے وہ آلات طیار ہوئے جنکی ضربوں سے استبداد و اغلال کے بت ترزے جالیں گے۔

ہمارے دوست بھی ہم سے الگ نہیں، وہ لکھنؤ میں قوم سے کہہ آئے ہیں کہ "اپنے لیڈروں سے مستغنی ہو جاؤ" وہ مانتے ہیں کہ اب تک ہماری پولیٹکا زندگی جو کچھ تھی وہ کڑی زندگی نہ تھی، مسلم لیگ کو بالکل ہماری طرح ایک بیکار شے تسلیم کرتے ہیں، اس سے بھی انکار نہیں کرتے کہ اگر عدم الحاق کے مسئلے پر قوم میں جنبش پیدا نہ ہوتی تو اونچے درجے کے لیڈر تو قطعاً یونیورسٹی کو منظور کر لیتے۔ پس سفر کے راستے تو دونوں ایک ہیں، البتہ جس راہ کو پیچھے چھوڑ آئے ہیں اسکی نسبت کسی قدر اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ شاہراہ تک پہنچنے کیلئے اس دلدل میں پھنسنا بھی ضروری تھا، مگر ہم دیکھتے ہیں تو بہت سے قافلے پانوں کو کیچڑ میں ملوث کئے بغیر سامنے سے گذر رہے ہیں۔ خیر گذشتہ کے ذکر پر برہمی ہے تو جانے دیجئے، آئندہ ہم سب اگر راہ پر لگ جائیں تو یہ بھی غنیمت ہے۔ گر منزل کی دوری اور ساتھیوں کی مسابقت سے دل تڑھے گا، مگر کبھی نہ کبھی تو منزل کا سراغ لگا ہی لیں گے۔

مسٹر محمد علی سے ہمارے تعلقات اب صرف دوستانہ ہی نہیں بلکہ ایسے قریب کے عزیزانہ ہیں کہ انکی نسبت رائے قائم کرنے کا پروا موقع رکھتے ہیں۔ ہم نے اچھی طرح اندازہ کر لیا ہے کہ انکے دل میں آزادی اور جوش، دونوں چیزیں ہیں۔ یونیورسٹی کمیٹی کے متعلق علم طور پر موجودہ حالات نے بے اعتمادی اور شکوک پیدا کر دیے ہیں، کیا اچھا ہو اگر وہ حق گوئی اور بے لاف سچائی کی قدر و قیمت کو پیش نظر رکھ کے مندرجہ ذیل امور پر اپنی معلومات ظاہر کر دیں۔ وہ ابتداء سے شریک کار رہے ہیں اور ہم کو شکوک اور سوءظن سے نجات دے سکتے ہیں۔ شخصی بحث ذاتی معاملات میں جس درجہ سنگین جرم ہے، اتنا ہی قومی معاملات میں ضروری بلکہ مذہباً داخل عبادت ہے۔ ممکن ہے کہ انکا حق گوئیانہ جواب بعض لوگوں کیلئے دل آزار ہو مگر ہمیں کبھی کبھی تو ایسا کرنا چاہئے کہ خدا کی خاطر اسکے بندوں کو چھوڑ دیں۔

(۱) ابتداءے کار سے لیکر اس وقت تک جو ممبر یونیورسٹی کے معاملے پر گورنمنٹ سے گفتگو کرتے رہے انمیں کن کن صاحبوں نے قوم کی خواہشوں کے مقابلے میں گورنمنٹ کے ارادوں کی ثبات و عزم کے ساتھ مخالفت کی؟ اور کن کن حضرات نے سر تسلیم خم کیا؟ تاکہ قوم کو آئندہ کیلئے رائے قائم کرنے کا موقع ملے۔

(۲) ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب جنکے ذمے یونیورسٹی کا سب سے زیادہ اہم کام تھا، کیا انہوں نے بغیر سب کمیٹی کی منظوری کے گورنمنٹ میں کوئی چیز بھیج دی تھی یا



نصیب نہ ہوئی۔ پالیٹکس میں آنے کے بعد اولین شے ملکی حقوق کا مطالبہ اور حکومت میں اپنا حصہ لینے کا سوال تھا۔ ہم اس راہ کے کنارے ضرور آگئے تھے، لیکن کارفرماؤں کی یہ عیاری عقلوں کو حیرت میں ڈالنے والی ہے کہ معاً اس خوبی کے ساتھ وہان سے ہٹا دیے گئے کہ خود ہم کو تو ہٹنے کا حس تک نہوا، مگر شاہراہ مقصود اور ہم میں ایک ناپیدا کنارہ آبیانوس حائل ہو گیا۔ ہم کو سمجھایا گیا کہ آجسے تیس برس پہلے جو اسباب پالیٹکس سے الگ رہنے کے تھے، آج پالیٹکس میں در آنے کے بعد بھی بدستور قائم ہیں۔ اس سبق کہنہ کو پھر دہرا لرا! تعلیم کی کمی، تعداد کی قلت، مجارگی کا فشار، عناصر کی مسابقت۔ ان تمام دائمی اور ابد مدت موانع میں سے کونسی چیز دور ہو گئی ہے؟ اس لئے اگر ملکی حقوق کے میدان میں آؤ گے تو ہمسایہ قومیں تم سے بازی لے جائیں گی، پس تمہارا پالیٹکس یہی ہے کہ پہلے اپنے حقوق ہندوؤں کے مقابلے میں تو حاصل کرلو۔ انہوں نے اپنے غلبہ تعداد و تعلیم سے تمہاری ترقی کی راہیں تم پر بند کر دی ہیں۔ اور تمہارے قومی حقوق چھین کر غصب کر لیے ہیں۔ اصلی پالیٹکس یہی ہے کہ ان راہوں کو ہمسایوں کے حنلوں سے محفوظ کرلو، جو حقوق حکومت سے مل چکے ہیں ابھی وہی تم کو نصیب نہیں ہوئے، انہی حقوق کے مطالبات کا کیا موقعہ ہے؟ یہ داروے بے دوشی کا ایک نیا چمچہ تھا، نتیجہ یہ نکلا کہ حقوق طلبی کی جس طاقت کا نشانہ گورنمنٹ ہوتی، نہایت آسانی کے ساتھ اسکا رخ ہمسایوں کی طرف پھیر دیا گیا، اور اس طرح ایک پوزی قوم کے پالیٹکس میں آجائے کے بعد بھی اُسکی پولیٹکل بیداری سے گورنمنٹ کیلئے کوئی خدشہ باقی نہ رہا۔

ہمارا مخاطب صرف ان عام تعلیم یافتہ مسلمانوں سے ہے جو الحمد للہ اب اپنی حالت معوس کرنے لگے ہیں، وہ خدا کے کیلئے انصاف کریں کہ یہ کیسی شدید غلطی اور کیسی درد انگیز حالت تھی؟ جبکہ ہمارے ہمسایے ملکی فلاح و بہبود کی تدبیروں میں مصروف تھے، ہماری آنکھیں تمام ملک کی طرف سے بند تھیں۔ ہمارے ایک کڑور بھائیوں کو اگر صرف ایک ہی وقت کا کھانا میسر آتا تھا، اگر تمام ملک افلاس کے زر بفرقی مرض سے زار و نزار ہو رہا تھا، اگر ٹیکس کا بوجھ اسکی قوت برداشت سے بڑھا ہوا، اور آواز زیادہ بڑھ رہا تھا، اگر زمینداروں کے مہ۔ ائب سے مالک کا قاب ضعیف ہو گیا تھا، اگر مظلوم کاشتکار موت و ہلاکت کا شکار ہو رہے تھے، اگر فرجی مصارف کے بوجھ سے ملکی خزانے کی کمر توت گئی تھی، اگر ہمارے سالانہ بجٹ میں ہماری تعلیم کیلئے کوئی امید افزا جواب نہ تھا، اگر ملکی انتظام کے تمام برے دروازے ہمارے لئے بند تھے، اگر ریلوے توسیع کے ٹھیکے انگلستان کو مل رہے تھے، اور ملک آبپاشی کے بغیر جان باب تھا، اور اگر قانون ناقص اور انتظام راحت بخش نہ تھا، تو ان تمام چیزوں کیلئے ہمیں باوجود ہندوستان میں رہنے کے درد سر اٹھانے کی ضرورت نہ تھی۔ یہ جھگڑے صرف ہندوؤں کیلئے تھے، اور ان میں پڑنا خدا کا جرم و عصیان اور حکومت سے بغاوت تھا، صرف تعلیم اور اعلیٰ تعلیم کی تلاش کی مصرت ہمارے زندگی کا اصلی کام تھی!

طبیعتیں کورتیں لینے آگئیں، سامنے کے رات دن کے منظر سے ہمارے آنکھیں بند رہیں۔ بالآخر تعلیم کے افسانے کی خراب آرزو قوت کہنے لگی، اور مسلمان بھی اب اس مشغلے سے اکتا گئے۔ یہ وہ وقت تھا کہ گورنمنٹ ہندوستان کے آنسو پونچھنے کیلئے رفارم اسکیم کا رومال جیب سے نکال رہی تھی اور ملک میں ایک نیا انقلاب ہونے والا تھا۔ اس وقت ممکن تھا کہ مسلمان چالیس برس سونے کے بعد ہشیاری کی آنکھیں کھول دیتے اور ہندوستان کی متصل جاگنے والی قوم ہندوؤں کے ساتھ شامل ہو جائے، کیونکہ پرانے مشغلہ تعلیم میں اب زیادہ دلچسپی باقی نہیں رہی تھی، اور پولیٹکل کاموں کا اسٹیج ملک بھر میں صرف ایک کانگریس ہی تھا۔ پس ضرور ہوا کہ اب تبدیل ذائقہ کیلئے کوئی نیا کھلونا ہماری گرد میں ڈال دیا جائے اور کچھ دنوں اس کے ساتھ کھیلنے میں کات دیں۔ یہ کھلونا ہماری نئی ضلالت یا غفلت بیداری نما (مسلم لیگ) تھا، جو زمانے کے نئے تغیرات کا لحاظ کر کے پالیٹکس کے نام سے شکل پذیر ہوا اور اسکی ابتدا یوں کرائی گئی کہ ہم ایک نئے لیڈر کی راہنمائی میں ڈیپوٹیشن لیکر شملہ کی طرف روانہ ہوئے:

مومن چلا ہے کعبے کو ایک پارے کے ساتھ!

مسلم لیگ

اگر اب زمانے نے پلٹا کھا یا ہے اور تم پالیٹکس میں آنا ہی چاہتے ہو تو یہ کیا ضرور ہے کہ تم کو سونے کی شرفی ہی دی جائے؟ تمہارے پہلے کیلئے پینل کا ایک گترا بھی بہت ہے۔ تم ہر چکیلی چیز کو سونا سمجھ لینے کیلئے طیار ہو، تو تم کو سونا کیوں دیا جائے؟ اب مسلمانوں کو کھیلنے کیلئے ایک دوسرا کھلونا مل گیا اور زمانے کے تغیرات، قدیمی افسانے کی بے مرگی، اور تعلیم کے نتائج نے طبیعتوں میں جو حرکت پیدا کی تھی اسکو گردش کیلئے باہر جانا نہ بڑا، خود اپنے گھر کے اندر اُسی نام کا ایک دائرہ مل گیا۔

افسوس کہ ہم مدتوں کی غفلت کے بعد پالیٹکس میں آئے بھی تو اُنہی قوت اور دل کی امنگ سے نہیں، بلکہ:

ان ہم بسعی غمزہ مردم شکار دوست

لیڈر کی تعلیم

را (مسلم لیگ) کا قیام کسی پولیٹکل بیداری و تلاش کا نتیجہ نہیں، اور کوئی ملکی یا ملی قوت اس کے اندر نہ تھی، لیکن تاہم اسکی حرمت کا فتوا منسوخ ہو چکا تھا، اور کم از کم جمود میں حرکت ضرور پیدا ہو گئی تھی۔ آپ کو اگر کوئی ہاتھ پکڑ کر باغ پہنچادے تب بھی آپ اُسی طرح پھولوں کی بو باس لے سکتے، پھولوں کو توڑ سکتے ہیں، جیسے وہ شخص جو خود اپنی خواہش سے پھر پھولوں کے عشق میں آیا ہو۔ اصل شے باغ میں پہنچنا ہے۔ اگر ان لیڈر قوم کو چھوڑ دیتے، تو عجب نہیں کہ جی پی کھیلنے کا پتلہ کی طرح حرکت کرنے لگتا۔ مگر جس مرکب کی لگام خود اپنے ہر میں نہر اسکی نسبت یہ سونچنا لا حاصل ہے کہ کس نے؟ یہ کیسی بدبختی کی بات ہے کہ پالیٹکس میں آئے بھی ہم کو پالیٹکس کی لذت چکھنی ایک دن کیلئے

آنکھ ہنکر دھوکا دیتی ہے اور یا پھر صاحبان بصیرت دنیا میں ناپید ہونے -

بنیادی گمراہی

لیکن مسجد کی محراب کا منار اگر سیدھا نہیں تو چلے اسکی بنیاد کو دیکھنا چاہئے۔ افسوس کہ ہمیں یونیورسٹی کا معاملہ پیش آجانے کی وجہ سے مہلت نہ ملی اور مسلمانوں کی پولیٹکل پالیسی پر ابتدا سے سلسلہ وار بحث کرنے کی جگہ ایک درمیانی باب شروع کر دینا پڑا۔ یہاں مختصر اشاروں سے کم لیں گے۔

در حقیقت مسلمانوں کی موجودہ گمراہیوں کی ابتدا اسی وقت سے ہے جب انہیں نے چلنے کیلئے پہلا قدم اٹھایا تھا۔ بنیادی غلطی یہ تھی کہ اپنے تمام کاموں کیلئے گورنمنٹ پر اعتماد رکھنے کا راستہ اختیار کیا اور بغیر اس ٹیکے کے بیٹھنے کی عادت ہی نہیں ڈالی۔ جب مرغ دام میں آنے کیلئے مضطرب ہو تو صیاد کیوں غفلت کرے؟ اس روش کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ابتدا سے لیکر آخر تک محض ایک کٹھ پتلی بنکر رہ گئے جسکی ڈوریوں پردے کے اندر تھیں اور نچالے والا اپنی بازی گری کے مصالح کے مطابق جس طرح چاہتا تھا انکو نچاتا تھا۔

ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ بالکل ایک نئے قسم کی دقتوں کو اپنے سامنے پاتی تھی۔ ایک طرف وہ (لڑمکالے) کی تعلیم دینے سے انکار نہیں کر سکتی تھی دوسری طرف تعلیم کے قدرتی نتائج اسے سامنے تھے۔ ملک ابھی حکومت کے خواب کو بھولا نہ تھا اور آگ بجھہ چکی تھی، مگر چنگاریوں کے بھڑکنے کا ہر وقت خوف تھا۔ ایسی حالت میں وہ یہاں کے باشندوں میں سے کسی ایک عنصر کی اعانت کی ضرورت محسوس نہ تھی جو اپنے ملکی فوائد کو اسکی حکومت کے فوائد پر قربان کر دے۔ مسلمانوں نے اس مقصد کیلئے اپنے تئیں پیش کیا اور نہایت اصرار کے ساتھ اڑ گئے کہ ہم کو اس قربانی سے محروم نہ رکھا جائے۔ یہ مسلمانوں کے (ذبیح اللہ) کی قربانی تو تھی نہیں کہ :

آمد بزر تیغ و شہیدش نمی کنند

نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان ہندوستان میں تمام حقیقی ترقیات کیلئے ایک سخت رک، اور درمیان راہ کا پتھر بن کر رہ گئے، اور از سرتا پا انکا وجود ملک کیلئے ایک بد نصیبی ہو گیا۔ گورنمنٹ کو اپنے ملکی مصالح کیلئے جب کسی آلہ عمل کی ضرورت ہوتی رہ انکے وجود کو ایک پتھر کی چٹان کی طرح ہاتھوں میں اٹھا لیتی اور ملکی خواہشوں کے شیشے پر پتک مارتی۔

سب سے پہلے یہ ہوا کہ ملک میں ظلم کرنے والی اصلی جماعت، یعنی ہندوؤں سے مسلمان الگ ہو گئے اور اس طرح عرصے تک کیلئے ملکی مطالبات کی فتح یابی سے گورنمنٹ مطمئن ہو گئی۔ ساتھ ہی اسکی بھی ضرورت تھی کہ انکو بیکار نہیں رہنا چاہئے، ورنہ بیکاری سے آکٹا کر راستے کی تلاش میں ضرور نکلیں گے۔ کوئی مشغلہ ایسا ہونا چاہئے جو عرصے تک انکو اپنے میں اوجھلے رکھے اور اصلی کاموں

کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت نہ دے۔ تعلیم کو مسلمان چلے لے بیٹھے تھے (اور یہ خیال ہی نفسہ غلط نہ تھا) اسلئے اسی اعلیٰ تعلیم کے بال پر کو پھینکا کر ایک ایسا الف ایلہ کا عجیب الخلق پرنڈ بنادیا جو اپنے پیروں کو کھولے، تو سورج کو زمین کی طرف جھانکنے کیلئے کوئی سوراخ نہ ملے۔ مسلمانوں نے اس عجیب و غریب مرکب کو براق سمجھا اور یقین کر لیا کہ ہمارے سفر معراج کیلئے اسمانی ساری آ رہی ہے۔ چالیس برس گذر گئے مگر اب تک اس مرکب کی لگام دہیسی ہی تھیلی ہے، جیسی پہلے دن تھی۔ اور منزل لا مکانی کا پتہ نہیں۔ قوم کی رہ قوتیں جو یقیناً زمانے کے قدرتی اثرات سے متاثر ہو کر ملکی تحریکوں میں صرف ہوتیں، تمام تر صرف ایک اعلیٰ تعلیم کے شور و راز کے پیچھے مٹا دی گئیں اور جبکہ ہم سے ایک دیوار کے فاصلے پر ملک کی جائز آزادی، ملکی حقوق کے مطالبات، اعلیٰ قوانین کی تفسیر و ترمیم، ملکی نظم و نسق کے مباحث و افکار کی سرگرمیوں میں ہمسایوں کے جذبات و امیال صرف ہورہے تھے، ہم اپنی کانفرنسوں، اپنی بڑے بڑے مجمعوں، اپنی شاندار تقریروں، اپنے قومی اخباروں کے صفحوں کے اندر صرف ایک انسانہ تعلیم کی سداش آواز ہرے پھرے تھے۔

ہمارے جذبات کے اشتعال کیلئے اگر کوئی تحریک تھی، تو یہی تھی۔ انٹار ملت پرستی کی دعوت کا پیل تھا، تو اسی دسترخواں پر۔ جوش و ہنگامے کا ظہور تھا، تو صرف اسی کیلئے۔ قوت تقویٰ کی دود و نموتھی، تو اسی افسانے کے دھرانے کیلئے۔ قومیں اگر وطن پرستی کے نشے میں چور تھیں، تو ہم تعلیم کے خمار میں انگڑائیاں لیتے تھے۔ ہمسائے اگر ملکی آزادی کے آفتاب کے نیچے کھڑے تھے، تو ہم سر اور چہرے تعلیم کی شبنم سے بھیگ رہے تھے۔ انکے ہاتھوں میں اگر خود فروشی و قربانی کے انگڑے تھے، تو ہم تعلیم کی سرخ گولیاں سے کھیل رہے تھے۔ ساری دنیا اسی تعلیم کے اندر تھی، یہی اعلیٰ پالیٹکس تھا، اسی سے قومیں بنتی اور بگڑتی ہیں، انگلستان نے اسی کے برے پر پارلیمنٹ لی، فرانس میں جو لوگ راستوں میں آزادی کا گیت گاتے ہوئے پھرتے تھے، وہ اعلیٰ تعلیم کی سفید اپنے سینوں پر لگائے ہوئے تھے، ایران میں بھی تعلیم ہی نے انقلاب کرایا، ترکی کو جب یورپ کے قلم مدارج تعلیم طے کر چکی، اس وقت عبد الحمید نے یلدیز میں بلا کر خود پیار و محبت سے کھدیا وہ اب پارلیمنٹ لے لو، پس ہندوستان میں بھی ہم کو یہی کرنا چاہئے !

گمراہی کا دوسرا مشغلہ

اعلیٰ تعلیم کی گرو سلجھانے میں ہم نے چالیس برس سے زیادہ صرف کردیے، اور یہ ایک ایسا مشغلہ ہمارے لئے رہا جس کے کسی دوسری طرف نظر اٹھانے کی مہلت نہ دی۔ لیکن انسان حیرت سے اڑ جائے، دنوں کے لئے بنایا گیا ہے، ممکن نہیں کہ صرف سونا ہی رہے۔ چالیس برس کے مرض الفح کے بعد اب خود بخود

مأساة

المصلح العظيم و المجدد الحكيم

السيد محمد رشيد رضا صاحب المنار

وطعن الاوغاد فيه ، و تالول السهام عليه بالسب والشتم
في مصر و الاستانة العلية

حضرة الناضل العالم صاحب المضاء

ننشر مع تامل الانشراح مقالة صديقنا الفاضل
المعظم (صاحب الاعضا) - وكذا نقول قبل ذلك - اننا
لما قرانا مقالة الشيخ (عبد العزيز جويش) في الهلال
العثماني و رسالة ذلك الكاتب الذي تبرقع بعجاب
صحافي مصري قديم في الاستانة [وانا لنعرف من هذا
ذلك المتبرقع] تعجبنا اشد التعجب من المجاهرة بهذا الكذب
الصريح ، ليكن اخواننا في مصر الاستانة على يقين من ان
مسلمي الهند - و ان كانوا يعيدون عنهم بالاشباح
والديار - لكنهم لا يجهلون المنازعات والمنا فسات التي
بين احزابهم -

لما شرف حضرة المصلح الحكيم مولانا (السيد رشيد
رضا) رأينا فيه اكبر مصلح اسلامي في احوالنا
لما كنا نعلم عنه ذلك من قبل - نحن لا نجهل ما اجراه
حضرتة و حضرة شيخه الاستاذ الامام رضي الله عنه من
الخدم الجليلة والاصلاحات الجمدة التي ظهرت في احياء
الاسلام واستيصال البدع والخرافات وتجديد روح الحيات
في الامم و بناء على ذلك وعلى عتبات الصبيحة
الثابتة نقول ان اكبر الاصلاحات و اوصالها الى المقصود
الذي نشاهد في الهند و مصر والا ستانة بل في جميع
العالم الاسلامي تلك الاصلاحات المطابقة لمقتضى الحال
والزمان : انه هي دعوة (المنار) فقط -

الا اننا لانوافق صديقنا الفاضل المعظم علي ذلك
المهجة الشديدة في هاتيك الالفاظ التي عمم بها الاشارة
الى (الحزب الوطني) المصري ، ونحن نرى ايضا ضرورة
وجود هذه الجماعة في مصر ونعزم بان فيديا بعض
المخلصين الخادمين للوطن ، ونحن في غاية التعجب
من رصيفنا المعظم (الشيخ جويش) على استباحته
مثل هذه الاقوال الكاذبة ، واخذ يدره هذه الطريقة
المفعمة بالهسد ، لان المنازعة بين الاحزاب لا تحتاج الى
مثل هذا الكذب والخداع ، نحن ايضا من مدة نخالف
بأرائنا اراء حزب حضرة (صاحب المنار) في المسائل
السياسية المتعلقة بمصر ، وقد جربنا نحن مسلموا الهند

حظتهم في الهند اكثر منهم ، ومع ذلك
التعليمي والديني غير طريق السياسة وكل حزب بمالديهم
فرحون - [الهلال]

حضرة الناضل المحترم محرر جريدة (الهلال) الفراء
في كتابته .

ارجوكم نشر مايتي احقا للحق ، و اذهاقا للباطل ،
و بياناً للواقع ، ولكم جزيل الشكر .

لقد استنسر البغاث ، و استنحل امره و عاث ، و تجاوز
الرعاع حدود الوقاحة ، و ندى السهام مناطق اللثوم ، و تناجى
الاوغاد بالاثم و العدواث و مصيدة الله و رسوله ، و محاربة
اوليائه و الصالحين من عباده . فطاولوا على اشراف البلاد . و
مصلحت الابداد . و سلبوا هم بالسنة حداد ، ظلموا و عدوانا ، و
كذبا و بهتاناً . بعد ان اتخذوا من قلة الحياء ثيابا ، و من صلابة
اوجه تقايا ، و من بذانة اللسان رائدا ، و من خبث الجناث
مرشدا ، و من خسة النورس حاديا و ساقا ، و من شراب المين
و البهتان شراباً رائقا ، و من التناق اعلا ما ، و من الاختلاف
معاناً . و من الشياطين اماما يدمهم و يمينهم ، وما يدمهم الشيطان
الا غرورا ،

غرهؤ لاء الا زادل الاشرار . حلم اولئك الاخيار ، و
سكونهم عن مقالاتهم الحق ، و اعراضهم عن كتاباتهم الشاذة ،
وا طمع هؤلاء الاوغاد السلة ، في اولئك الاسباد الكملة ، لين
جانبهم و مكارم اخلاقهم ، و شرف نفوسهم ، و ترفهم عن
الدنيا . و اشتغالهم بالخدمة العامة عن الشخصيات ، و عملهم
للمصلحة الملية بلا التناز الى الذاتيات .

ان كبار النورس اصحاب الحمم العالية و العتول السامية و المقاصد
الشريرة و الاغراض الصجيحة الذين لاهم لهم في حياتهم الا اصلاح
الامة . والاخذ بيدها الى طرق السعادة و مناهج الحياة النلية . لو انبوا
الى سباب السابين و شتم الشائمين و حجة الجاهلين . و استنزلوا برد
اباطيل المسدين و منريات المزورين و بهتان الكاذبين . لصاعت اعمارهم
سدى . ولما وجدوا وقتا يخدمون به امهم و دينهم ابدا . و الامة و
والدين في اشد الحاجة اليهم اليوم لو نصدى اولئك المصلحون
الكبار لرجم شياطين الانس التجار بشب الاقلام . و احراقهم و
منرياتهم بصواعق الكلام ، ولو توجهوا لاهانة الاشرار و عصب
صلمتهم ، و وضع القطار لترشيف كلمتهم ، لحرم العالم الاسلامي
من ثمرات علو مه و معارفهم . و خيرات عقولهم و مداركهم .
ولو ارادوا ان يقوموا كل كلب عوى حجرا . او يصوبوا نحو كل

خاموشی ما گشت بد آموز بٹان را

انصافاً کہنا پڑتا ہے کہ اسمیں گورنمنٹ کا قصور نہ تھا بلکہ خود ہمارا تھا۔ گورنمنٹ نے کبھی حقوق طلبی سے باز نہیں رہا، کبھی فریاد کرنے والوں پر اپنا دروازہ بند نہیں کیا، کبھی تعزیرات ہند میں یہ دفعہ نہیں بڑھائی کہ پوجھنا اور مانگنا جرم ہے۔ اسنے معقولیت سے مانگنے والوں کی بسا اوقات عزت افزائی کی، اور اکثر انکی جراتوں کو آڑ تیز کیا۔ البتہ یہ ضرور تھا کہ اسکی پہلی نظر اپنے مصالح پر تھی، اور اگر ایک قوم خود ہی اپنے تئیں اسکے فوائد شخصی پر قربان کر دینے کیلئے تیار کردے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ قبولیت سے انکار کرتی، علی الخصوص ایسی حالت میں کہ اسکی ضروریات کسی نہ کسی ایک جماعت کو اپنے فوائد کیلئے قدرتی طور پر دھونڈ رہی تھی۔ مسلمان راہ میں اڑ کر کھڑے ہو گئے کہ اس خدمت کیلئے ہمیں کو منتخب کیا جائے۔ وہ کیوں اس سے روکتی اور کیوں فائدہ نہ اٹھاتی؟

عود الی المقصود

گذشتہ تمہید سے یہ دکھانا مقصود تھا کہ ہمارا قدم جب کبھی اٹھا، غلط راہ پر اٹھا۔ جس زمانے نے ہندوؤں کا ہاتھ پکڑا تھا، اسکو ہماری رہنمائی سے انکار نہ تھا۔ کسی نہ کسی طرح ضرور ہم صحیح راستے پر چل نکلے۔ مگر ہمارے لیڈروں نے ہمیشہ ہمارے سامنے کوئی نہ کوئی کہلونا ایسا ڈال دیا جسکے مشغلے میں اولچہکر ہمارے اصلی کاموں کے اختیار کرنے کی مہلت ہی نہیں ملی۔ پہلے اعلیٰ تعلیم میں چالیس سال بسر کرادیے، پھر جب اس سے اکتا گئے اور دیکھا کہ قابو سے نکل رہے ہیں تو (مسلم لیگ) کا طلسم کھڑا کر دیا۔

مسلم یونیورسٹی

اسی زنجیر کی آخری کڑی (مسلم یونیورسٹی) کی تحریک تھی جو عین ایسے موقع پر شروع کی گئی جبکہ ملک کے در و دیوار سے تغیر و تبدل کی صدائیں اٹھنے لگی تھیں اور ہندوستان خود گورنمنٹ ہی کی جرات افزائی سے ایک نئے دور میں اپنے تئیں دیکھنے والا تھا۔ اتنے طویل عرصے کی غلط روی کے بعد اب شاید صحیح راستے کی تلاش شروع ہو جاتی، لیکن (مسلم یونیورسٹی) کی ایک ایسی طویل طویل داستان شروع ہو گئی جسکے پیچ در پیچ قصوں کو سنا کر آدھر طرف سے کان بند کردیے گئے۔

الہلال کی پولیڈکل تعلیم

ایک بزرگ قوم لکھتے ہیں کہ ”مجھ کو اپنا مخالف نہیں بلکہ اصولاً بالکل متفق تصور فرمائیے، لیکن ضرورت اسکی ہے کہ آپ بتلا دیں کہ قوم کو کس قسم کی پولیڈکل تعلیم دینا چاہتے ہیں کیا آپ کا یہ مقصد تو نہیں کہ ہندو اکثریتوں کے ساتھ ملجائیں؟“

افسوس ہے کہ ہم کو اب تک اپنے مقاصد پر لکھنے کا وقت نہیں ملا۔ گزارش ہے کہ ہم اسلام کو اس سے بہت بلند سمجھتے ہیں کہ اسکے پیروں اپنی زندگی کے کسی شعبے میں بھی کسی دوسری قوم کی تقلید پر مجبور ہوں۔ وہ دنیا کو اپنے پیچھے چلانے والے ہیں،

نہ کہ خود دوسروں کے مقتدی بننے والے۔ پس ہماری تعلیم دہی ہے جو اسلام کی ہے۔ اسلام سے بڑھ کر دنیا میں کوئی تعلیم بغاوت و فساد کی دشمن نہیں، ایک شخص اگر مسلمان ہے تو وہ کبھی فتنہ و فساد اور بغاوت کا مجرم نہیں ہو سکتا۔ اگر ہندو اکثریت اسے کرتے ہوں تو مسلمانوں کا فرض ہونا چاہیے کہ گورنمنٹ کیلئے نہیں بلکہ خدا کی زمین پر امن قائم کرنے کیلئے اسکو دور کرنے کی سعی کریں البتہ اسلام خدا کی بخشی ہوئی انسانی آزادی کو قائم کرنے والا، اور ہر شخصی استیلا و جبر کا مخالف ہے۔ وہ اپنے پیروں کو جائز آزادی حاصل کرنے کیلئے ہر وقت حرکت میں دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ ایک جمہوریت اور مساوات کی روح ہے، اور اس حکومت کو خدا کی مرضی کے مطابق نہیں سمجھتا، جو پارلیمنٹری اور دستوری نہ ہو۔ یہ مقصد مسلمانان ہند کو ہندوؤں سے نہیں بلکہ قرآن سے دیکھ کر اپنا نصب العین بنانا چاہئے، اور جمود کی جگہ حرکت، اہستگی کی جگہ تیزی، بزدلی کی جگہ ہمت، اور گورنمنٹ پر اعتماد کی جگہ خدا اور اسکے بخشے ہوئے دل پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔

ہم اگندہ نمبر میں اسکو بہ تفصیل لکھیں گے

مترقے

جدید دعویدار سلطنت (الہبا) کا اقتدار بڑھتا جاتا ہے۔ فوج فصل اور اس کے ساتھی (جائے مکان پر الہبا نے حملہ کر دیا تھا) بھاگنے کے قصد سے نکل گئے تھے، مگر شہر سے چند میلوں کے فاصلے پر روک لیے گئے۔ خاندان (الغاری) جسکی درستی پر فرانسیسیوں کو ناز تھا اب تک الہبا کی فوج سے محصور ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ۲۵ - اگست کو کرنیل مدین نے بڑھکر الہبا کی فوجی جویوں پر حملہ کر دیا، لیکن حملہ کا نتیجہ صرف یہ بتلایا گیا ہے کہ سامان اور جھنڈیاں کثرت کے ساتھ ہاتھ آئیں۔ سب سے اہم خبر یہ ہے کہ (الغاری) نے ۹ فرانسیسیوں کو (الہبا) کے حوالے کر دیا۔ الہبا نے وعدہ کیا ہے کہ ہم انکی حفاظت کریں گے۔ اس خبر نے پیرس کے تمام سرکاری حلقوں میں سخت تشویش پھیلادی ہے۔ اخبارات زور دے رہے کہ ان قیدیوں کی رہائی کیلئے سخت تدابیر عمل میں آئی چاہئیں۔

(الہبا) اپنی جنگی کارروائیوں سے بھی غافل نہیں ہے ۲۸ کی تاریکی سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام (سوق العربہ) کی فرانسیسی چھائی پر پے در پے حملے کئے گئے اور چند فرانسیسیوں کے ہلاک ہونے کا اقرار بھی کیا جاتا ہے۔

فرانس کیلئے سب سے بڑی مشکل ہے کہ مزید دمک نہیں بیچ سکتا۔ پیرس میں تو اسکا سبب یہ بتلایا جاتا ہے کہ فوج کی کمی ہی نہیں بلکہ موسم کی حرارت پیش قدمی سے مانع ہے، مگر اصل (الہبا) کی عام مراکشی تحریک کی اہمیت سے فرانس اچھی طرح واقف ہے۔ اور جانتا ہے کہ اس وقت کی معمولی فوجی نقل و حرکت لچہ مفید نہ رہی۔

و مبلغ اعتبار الناس لهم . و عسى ان يثوب الى هؤلاء الاشرار
شيء من الرشاد . فارجعوا عن ابداء العباد . والافساد في البلاد .
والله لا يضيع اجر المحسنين . و لا يصلح عمل المفسدين . و ان
امهلهم الى حين .

عبد الحق حقى الاعظمى البغدادى

(نائب استاذ العربيه فى كلية على كره)

الہلال کی توسیع اشاعت کی نسبت ایک لطف فرما کی مراسلات

..... میرے پاس جو نمبر اس وقت تک پہنچے ہیں انکو پڑھنے
سے یہ معلوم ہوا کہ رسالہ کے نکلنے میں آپ کو بڑی بڑی دقتیں پیش
آئیں - کیوں نہ آئیں جب کہ چھوٹے چھوٹے کام شروع کئے جاتے ہیں
تو انکے ترتیب و انتظام میں پہلے پہل محنت اور زور دینا صرف کرنا
پڑتا ہے اور بڑی بڑی دقتوں کا سامنا ہوتا ہے چہ جائیکہ آپ نے ایک
پریس جاری کرنے کا انتظام کیا اور وہ بھی معمولی نہیں بلکہ مادر
سٹائل کا اس پر تصویروں کا الحاق تو اور بھی غضب ہو گیا - یہ
آپ ہی کا دل کردہ تھا جو آپ نے اس کام کو کھڑا کر دیا اور وہ بھی اپنے
ہی طاقت پر آپ نے جن لوگوں کی امداد اور اعانت کو شکریہ کے
ساتھ واپس کر دیا ہے اس سے آپ کی آزادی کا پتہ لگتا ہے - اور یقیناً
آپ کا یہ خیال ہے کہ اس طریقے سے سلف ہلپ کی ایک زندہ مثال
قائم کر دیجائے مجمع آپکے خیال کے ساتھ اتفاق ہے اور یہی اصل
مذہب اسلام نے ہم کو سکھایا ہے اور اسکا نتیجہ تھا کہ قرون اولیٰ کے
مسلمانوں نے تمام دنیا میں اپنے نام کا سکھ بٹھا دیا - آج بہت کم
مسلمان ہیں جو اپنے طاقت اور مدد پر تم دیتے ہیں اور جو دیتے
ہیں وہ ضرور کامیاب ہوتے ہیں -

آپ کے کارخانہ کو مدد دینے کی نسبت مختلف خیالات ظاہر آئے
گئے ہیں - کسی نے اعانتی رقم بھیجی جو واپس ہوئی - کسی نے
یہ کہا کہ قیمت ۱۲ - روپیہ اردیجائے تو کارخانہ نقصان سے بچے گا -
یہ سب صحیح ہے مگر میرے خیال میں یہ بات آئی ہے کہ جو لوگ
الہلال کو مخلصانہ مدد دینا چاہتے ہیں وہ اس بات کو اپنا فرض
سمجھیں کہ اخبار کی اشاعت بڑھائی جائے - اسکی کامیابی سب
یہی ہے کہ ہر بھی خواہ الہلال اپنی کوشش سے کم از کم پانچ یا دس
خریدار پیدا کر دے - اور ہر اپنے درست کو اس بات پر آمادہ کرے
کہ وہ بھی اپنے دوستوں کو ابھار کر خریدار بنائیں - جب خریداروں کی
کثرت ہو جائیگی تو خود بخود الہلال اپنے آسمانی معارف ارتقاء طے کرے گا
..... مجمع امید ہے کہ میرے اور بھائی اس ناقص رائے کے ساتھ
اتفاق کریں گے -

میرے اکثر دوست اضلاع میں بھی ہیں اور مدراس میں بھی -
میں مدراس کے دوستوں کو میرے پاس جو الہلال آ رہا ہے اسکا نمونہ
بتلا کر خریدار بناسکتا ہوں - مگر بیرونیجات کے کیلئے ایک ایک نمونہ کا

رسالہ بھیجنا چاہئے - اسلئے مہربانی فرمائیں آپ کا نیا نمبر جو نمبر ۶
ہوگا اسکی دس کاپیاں بہ سبیل ویلر اس فدوی کے نام روانہ فرمائیے
انشاء اللہ اس بات کی ضرورت کوشش کیجائیگی کہ خریداروں کی تعداد
بڑھے - آپکے کل مضامین میں مسلم یونیورسٹی کا مضمون ایسا
برجستہ اور آزادانہ ہے کہ جسکو پڑھ کر دل سے احسنت کی صدا
نکلے گی اسکا نام آزادی ہے اور جب تک اس قسم کی آزادی
نہ ہوگی قومی ترقی نہیں ہو سکتی
(مرانا) عبد السبحان تاجر مدراس

ایک خط

(از جناب مولوی نواب علی - ایم - اے - پروفیسر برودہ کالج)

۱۸ - ماہ حال کے الہلال میں ” الامر بالمعروف والنہی عن
المعکر “ پر جو قابلانہ مضمون آپ نے لکھا ہے اُسے پڑھ کر مجھ نہایت
مسرت ہوئی - جزاک اللہ شاید یہ اسکا اثر ہے کہ اس پرچہ کے
صفحہ ۱۲ - میں میجر محمد نوری بک کے حالات میں جو جملہ
آپ نے حضرت خاتم الانبیا کے شان میں تحریر فرمایا ہے اسکے متعلق
مجمع کچھ کہنے کی جرات ہوئی -

” محمد ابن عبد اللہ (صلم) اپنے عمر کے ۶۳ برس چار
مہینے کے بعد بھی آغوش الہی میں زندہ رہا اور اب تک زندہ ہے “
بیشک یہ ایک جوشیلا طرز بیان ہے اور اس موقع پر جائز بھی ہے
لیکن زبان اردو کے قادر الکلام کے قلم سے ہم ” جام و سندان باختن “
کا کرشمہ دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ سرور انبیا کا نام بھی تعظیم کے ساتھ
آئے اور جوشیلا طرز بیان بھی قائم رہے - بریکیت میں صرف ” صلم “
لکھ دینا کافی نہیں ہے -

آپ کہیں گے کہ یہ شخص بھی عجب کٹھ ملا ہے جو طرز ادا
کو سمجھتا ہی نہیں خیر آپ جو کچھ سمجھیں لیکن :
میں کہ گفت پسندیدہ گفت گو بشنر
کہ گفت سرور ما ” انظر الى ما قال “

اس جملہ کو اگر آپ اسطور سے ادا کریں کہ :

” ... ۶۳ برس چار مہینے کے بعد بھی ” حی لایموت “
کے آغوش میں زندہ رہے اور رہینگے “
تو شاید ناموزوں نہو - بہر حال آپ زیادہ بہتر سمجھتے ہیں
فقط والسلام

[الہلال] آپکی رائے بالکل درست ہے اپنی غلطی کو
تسلیم کرتا ہوں - کم از کم اگر بعضی جمع ہی لکھ دیا جاتا تو امتیاز
تعظیم کی شان پیدا ہو جاتی - انشاء اللہ آئندہ اس سے اجتناب
کرونگا - آجکل ان باتوں کی زیادہ پروا نہیں کی جاتی مگر میں تو
اس جناب میں زبان و قلم کے ایک شائبہ گستاخی تو بھی دھو
سمجھتا ہوں گو بے ارادہ ہو : الذبی اولی بالمومنین انفسهم و موالہم -
اگر آپ آئندہ بھی مجھ کو قلمی لغزشوں سے مطلع فرماتے رہیں گے تو
یہ سب سے بڑا احسان ہوگا جو الہلال پر آپ کر سکتے ہیں -

خب غوى نظرا . لاصبح الصخر مقالا بديار . ولم نبالوا شيئا من
امالهم الكبار .

دعت « ندوة العلماء » حضرت السيد الكريم . والامام العظيم .
المصلح العظيم . والمجدد الحكيم . طراز الحباة العثمانية . و غفر الامة
العربية . و قررة اعين الشعوب الالامية . العلامة الاكبر . الاسناد
السيد (محمد رشيد رضا) منشى المنار الاعز . وناظر مدونة (الدعوة
والارشاد) بمصر . الى تشريف مؤتمرها السنوى بالتصدر فى جلساته
و تحقيقا لرغبة اخوانه العلماء . و اداء لحقوق مسلى المند . و انما
بشئونهم . و رغبة فى الوقوف على احوالهم اجاب الدعوة وحضر
مؤتمرا الندوة . وزار قبل انعقاد المؤتمر بعه بعض البلاد الشهيرة
والماهد العلمية الجليلة . وقد احتل به المسلمون فى كل زارها .
و محتل حل فيه احتالا فوق العادة . وكان الريح بمحضته اينما
سار علما شاملا سائر الطبقات الاسلامية . ولا ابعد عن الصواب اذا قالت
ان شائرا الحب والاخلاص . و ضروب التبجيل والاحترام . التى
تظايرها مسلموا الهند لماذا الزائر العظيم . لم ينلها كثير من حكام
البلاد وامراؤها . واولى الامر فيها . وقد خلب فضيلته فى الندوة
وفى غيرها خطبا انشت القلوب والارواح . واطربت السامع والعقول
واوضت الله ورسوله والملائكة وعقلاء المؤمنين وجميع عباده الصالحين .
وتساقطت الصحف الهندية خطبه النافعة المديدة . واثرت عليه الكتاب
فى سائر بلاد الهند . ثم غادر البلاد الهندية شاكرآ مقابا . واضيا
مرخيا . وقد فصلنا ذلك فى رسالتنا « الكهف والرقيم » فى ملخص
وحلة المصلح العظيم والمجدد الحكيم « التى نشرناها تذكارا لقدوم
حضرتة الى هذه الديار . فكبر ذلك على دعاة الضلالة وعصبة الساد .
بيد الشبهوات المنونين . وعباد الاهوا . الخائنين . وكان تلك
الاحتمالات النخيمه التى اقيمت للمصلح العظيم فى اطراف الهند
و اكنافها . وتلك المظاهرات العظيمة التى تظاهرها لذلك المجدد
الحكيم اعيان البلاد وامراؤها . ووجوهها وعلماؤها . وامتلاء
المكرونها فيها صارت منصبا فى بطون افراد تلك الامة المسد .
تقطع امائها . وخرابة فى صدورهم . تضيقها ونخرجها . و شجى
فى حلقهم لينفض عشيقتهم . وقذى فى عيونهم يعميها . و صاعقة
انقضت على مساهمهم فكنتها . وقادحة نزلت بساحهم . وكارثة
الت بهم و مصيبة آلتهم . فتأحججه بتران غيضم . وجاشت مراحل
حسد هم وحقد هم . تملى فى بطونهم غلى الحميم . وتذيقهم الوان
الذباب الاليم . فاخملت حواسهم . واصيبوا بقولهم . ونصاعدت
زفراتهم . وطمطت انفسهم . وطاشت احلامهم و انلامهم .
وشدت مداركهم و افهامهم . و باتوا على ا و حال واقاق بال .
يريدون ليطنوا نور الله بافواههم . والله متم نوره . بتأييد انصاره
ولوكره الضالون . وغضب الجرمون . وتذمر المبطلون .

ولما نشر المؤيد الاغر خطبة المصلح العظيم التى افتتح بها
مؤتمرا الندوة . عكست عليها تلك الامة الضالة . فتلوها حرفا حرفا .

وتعيد تلاوتها مرارا . وتحمل جملها تحميلا . وتنخل الاناظرها نخلا .
و تقاب مبانيتها . وتبداحت فى معانيها . وتناقش فى مراميها .
تكر فى ذلك وتقدر . ونصد انظارها فيها وتحذر . لتلمس منها
مطنا نطس به على حضرة المصلح العظيم . ومفهرا تغمر به حضرة
المجدد الحكيم وزلة تزلزل بها عقيدة الناس فى سيادة الامام العظيم .
و كلمة تأخذها وسيدة لتشير به . والحط من قدره
فلما خاب الفاسون . وخسرنا لك المبطلون . وقعد على الاعجاز
المسدون . وعجز الضالون المضلون . ركنوا الى التزوير والاختلاق
وتحالفوا على الكذب والبهتان . وتواصوا بالاثم والبدوان . واداعة
الهوى ولشيطان . ومخالفة الحق والرحمن . وصمموا على اجزاع
السيات . وارتكبوا المكرات . بقاب الحقائق وتزويها . وتحريف
الكلم عن مواضعها ومراميها . و تسير الجمل بغير ما تؤيده . و بيان
معانى الاناظر بغير ما تطبه . فتجركت السننم النامية . تلواء الاناظر
الواقحة والساعة التى تعودوا عليها . وخذلت ايديهم الاثيمه . مقالات
كتبوها بناء عدم الحيا الذى يقار من جيلهم م . وعرق
عدم النيرة الذى يترآ فى نواصيهم . واودع عوها من ضروب
الافك والمين . والتزوير والبهتان . على حضرة المصلح العظيم .
والمجدد الحكيم . ماشاء و اوشاء لهم سوء النية . وخبث الطوية .
و دلتهم عليه الاهواء الشيطانية . والطباع الردية . واثمت عليهم
ضبايرهم التى وان عليها الحرض . وهداركم المصيبة بضروب المرض .
ثم استنبطوا من هذه الاكاذيب التى اخترعوها والابايل التى
روها ان مسامى الهند (حاشاهم) « امعاروا عليده حجارا من
سجيل التحقير والازدراء ونيدو نيدو التواء » (كبرت كلمة تخرج
من افواههم ان يقولون الاكاذيب)

فلما وصلت مقالاتهم الحقى الى الهند . و ادلع على ابائهم و
اضايلهم ارباب الافكار والاقلام . و العارفون بمرامى الكلام
و المطلعون على ما وقع و صار من العلماء الاعلام والادباء
الكرام . و اصحاب الراى و اهل الشاف . اخذهم الحجب من كل
مكان . و احاطت بهم الدهشة من سائر الجهات . من هذه
الواقحة المتفامية و الساعة التى ما بعدها ساعه . و انكشف لهم
ما كان مستورا تحت عمامهم و طرايش تلك الامة الضالة .
بهذا الكذب الصراخ . والاختلاق البين . و البهتان الواضح . و
التزوير الناصح . فسقطوا من ايمانهم . و ازدروهم و جرائدهم .
وامعاروا عليهم حجارا من سجيل التحقير والازدراء . (فى
الواقع و نفس الامر) و نيدوهم نيدو التواء (فى الحقيقة
التي لا تنكر)

وقد ترجنا الى الرية جل ما كبته الجرائد الهندية فى
رد قوال تلك الامة الافسادية . و تزيف مقالاتهم المحتاقة .
و داعواهم الباطلة . و التى على اخلاقهم السافلة . و افهامهم
الاطلة . و ارسلناه الى مصر لينشر بينهم . فيعرفهم بحقيقتهم .

اسرائیل طرابلس



طرابلس کے اٹالین کیمپ کی فوجی عدالت اور ایک طرابلسی مجرم کا محاکمہ

سرزمین طرابلس کے معجزات

— * —

ایک یورپین شاعر کی زبانی

فرانسیسی رسالہ (الستراسیوں) کا نامہ نگار میدان قتال سے

لکھتا ہے :

”بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ میرا یہاں تک پہنچنا محال ہے اور کہتے تھے کہ افریقی عربوں میں سے گزرنا خطروں سے خالی نہیں مگر اب - جبکہ (بنغازی) میں بیٹھا ہوا یہ چھٹی لکھ رہا ہوں — کہتا ہوں کہ شاید جنگ طرابلس سے پہلے یہ خیال صحیح ہو مگر اب تو یہاں تک عرب قبائل انسانی الفت اور ہمدردی سے لبریز ہیں - پہنچنے کے چند دنوں کے بعد میں عثمانی کیمپ کے کمانڈر سے ملا، اس نے جو کچھ مجھے بیان کیا وہ ایک نہایت دلچسپ تقریر تھی - اس نے اسے کہا کہ :

”یورپ میں اور خود ترکی میں بھی بہت سے لوگ ہیں جو تسلیم نہیں کرتے کہ اٹالین فوج کا ایک جنگل موجودہ صدی کے بہترین سامان جنگ کے ساتھ یہاں موجود ہو، اور ہمارے سامنے سے شکست کھا کر بھاگ جائے، بارہویکہ بحری طاقت بھی اس کے ساتھ ہو اور ہمارے پاس چند قبائل کی ایک بھڑکے سوا اور کچھ نہ ہو۔ لیکن اب تو تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو کہ یہاں کی اصلی حالت کیا ہے؟ کس طرح ہر روز اطالیہ اپنی یورپی قوت کے ساتھ ہمارے

ہاتھوں شکست کھاتے ہیں اور کس طرح ہمارے نام سے انکی فوجی قوت کے عبور پر میں زلزلہ پڑ جاتا ہے؟ پس حق اور صداقت کا تم سے مصافحہ ہے کہ اپنی آواز بلند کرنا اور یورپ کو بدنام نہ کیے اٹلی ہم پر ظلم کرے اب خود کس درجہ مظلوم رہے بس ہو رہی ہے؟ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو کہ ہر روز عرب بے باکانہ ان کے مورچوں میں گھس کر نامرد دشمنوں کو ذبح کرتے ہیں، ان کے تارے سلسلوں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں، تمام رسد اور ذخائر کو لوٹ لیتے ہیں، یہاں تک کہ انہوں نے حال میں ایک مالٹی شخص کو گرفتار کر لیا جو اٹالین مورچوں کے پاس ان کے لئے کہیت ہو رہا تھا - وہ سامنے کھڑے دیکھ رہے تھے، ان کے پاس توپیں تھیں اور ہاتھوں میں بندر قیں، مگر کسی عرصہ ہمت نہیں پڑی کہ بڑھکر مٹھی بھر عربوں کو روک سکتا -

اور ہم ان اٹالین افسروں کی شجاعت کی کیونکر داد دیں؟ جن کے ہاتھ میں فوج کی کمان ہے اور جو خود تو پیچھے رہتے ہیں مگر غریب سپاہیوں کو آگے بڑھاتے ہیں، پھر بندرتوں اور توپوں کا منہ نہ کھول دیتے ہیں تاکہ سپاہیوں کے اندر اسکی آواز سے شجاعت پیدا ہو، لیکن جرنی ہمارے وحشی اور صحرائی عرب اندر دار ہوتے ہیں، معاً سپاہیوں کا رخ خود بخود پھر جاتا ہے اور منہ توڑ، اولتے طرف بھاگنا شروع کر دیتے ہیں - نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پیچھے رہنے والے افسروں کے تمام آلات جنگ کی بارش ہماری جگہ انہیں کے سپاہیوں

ناموران نے وہ طرب



بیٹھاؤں تیرے لئے کونسی عزت ہے؟ کیا ظالم انسان بھی خود غرضی کے پیار میں آکر تجھ کو اڑتا نہیں دیتا؟ لیکن اگر گود میں نہ بیٹھاؤں تو اے خاموش جانور، مگر انسانی درندگی کیلئے صدا طعن! توہی بنلا کہ پھر کیا کروں؟ کیا تو میرے دل میں بیٹھنا پسند کرے گا؟ آہ! میرا دل تیری تصویرِ عظمت سے کب خالی ہے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ تیرے شرف و تقدیس کے لئے تو اس انسان کا ناپاک دل بھی اب لائق نہیں رہا، جو ظلم و سفاکی اور قتل و خونریزی سے خدا کی پاک زمین کو نجس کر رہا ہے۔

اے شرف مجسم اور یکسر امن و وفا! تو اس جانفروش ماں کی گود میں پاؤں رکھنے کے منہ کو کیوں تنگ رہا ہے؟ کیا حیران ہو کر اس سے پوچھتا ہے کہ ایک جانور تیری زندگی کی حفاظت نہ کرے رات بھر جاگتا ہے مگر اے انسان! تیرے بھائی کیوں دن بھر تجھ پر توینیں چلائے ہیں؟ تو حیران ہے کہ جبکہ میں اپنا پیمانہ وفا انسانوں سے کبھی نہیں توڑتا، تو یہ کیا ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان سے عہد امن باندھتا ہے اور پھر توڑتا ہے؟

تو کتنا تھا، مگر اب تو اس گود میں پہنچ گیا، جو خدا کی گود میں بیٹھنے والا وجود ہے۔ آ، کہ تیری عظمت و تقدیس سے کبھی نائل نہیں، کاش میں اس ارض مقدس میں پہنچ سکتا، جہاں راتوں کی تاریکی، اور دن کے شور و قتل میں تو مظلوموں کا شہر اور ظالموں کیلئے خونخوار ہے۔ اگر ایسا ہوتا، تو اور تو کچھ مدد دے میں نہ تھا۔ البتہ اپنی لاش کو تیرے آئے توڑنا کہ تو اس ایک بار گذر جائیں۔ اپنے جسم کی ہڈیوں کو تیرے لیے چھوڑ دے تاکہ تیری غذا بنے کا شرف حاصل کریں۔ اگر ایسا ہونے کا سبب یقین ہوتا، تو اے میری سرزمین محبوب کے محبوب جانور! میں عذابِ آخری کے خوف سے آزاد ہو جاتا

خلیک بک کماندر خمس کے خیمے کا پاسیدار

ایک مسکین کتا، جس کے پاؤں اپنی گود میں ہیں

تیرے پاؤں، اے مسکین کتے! اے انسان کے پیچھے دوڑنے والے! تیرے پاؤں، اے انسانی عظمت کے آگے مرعوب! اے انسانی شور و ہنگامے کے آگے خاموش! اے انسانی فخر و غرور کے آگے حقیر! مگر اے وہ، کہ فضاے طرابلس میں پلٹا، اور سرزمینِ وطن پرستی میں چلتا ہے! تیرے مقدس پاؤں کہاں ہیں کہ مجھ بدبخت کی مہجور آنکھوں کو اس سے لگ کر گری ہوئی خاک نہیں ملتی! آہ! اے نجد زارِ طرابلس کے پھرے والے! اے لیلائے شہادت کے دیکھنے والے! تو کہاں ہے کہ میرا سر تیرے بارِ عظمت کیلئے بیدار رہے اور آنکھیں تیرے گرد یا کیلئے خونبار ہیں! کش میں تجھ کو پانا! تجھ کو، اے انسانی ظلم و غداري کے مقابلے میں پیکرِ وفا! تجھ کو اپنی گود میں بیٹھانا! تیرے پاؤں کو۔ جس کے ناخن تجھ کو حقیر و ذلیل سمجھنے والے اشرف المخلوقات کی تلوار سے زیادہ خونخوار نہیں۔ اپنے سروں پر جگہ دیتا! تیرے پاؤں کی گرد جہاز کر۔ جو حملہ آور انسانوں کی اڑائی ہوئی گردِ ظلم و لعنت سے ہزار درجہ زیادہ اشرف و اقدس ہے۔ اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانا! اور پھر یہی بیدار رہنا کہ تیرا حقِ عظمت ادا نہ ہو سکا!

تیرا حقِ عظمت، اے خدا کے درستوں کے پاسبان! اے شہدائے راہِ الہی کے رفیق! اے جان فرشتہ ملت کی گود میں بیٹھنے والے! تیرے وجود و شرف کا حقِ عظمت، کون انسان ہے جو ادا کر سکتا ہے؟

تجھ کو، اے شرمندہ کنِ انسانیت! تجھ کو۔ کہ ایک مجاہد فی سبیل اللہ کی گود میں تیرے پاؤں ہیں۔ اگر میں اپنی گود میں

قدمی کا ہم ارادہ نہیں رکھتے لیکن یہ بھی ممکن نہیں کہ ترکوں کے سرحدی گزیروں کو اپنے حدود کے اندر دیکھیں۔ آخر میں ملتجی ہے کہ دول یورپ اس جھگڑے کو منسلک نہیں۔

مگر معلوم نہیں یہ آخری التجا ان دول یورپ سے کی جاتی ہے جو ریوٹر کی تاریخوں میں صلح و امن کیلئے خط و کتابت کر رہی ہیں یا کونٹ برچیلڈ کی امن پرست دول یورپ سے؟

ترکی کے سرکاری حلقوں میں (بقول ریوٹر کے) کے بیان کیا جاتا ہے کہ یورپین ترکی میں اس وقت ۳۰۰،۰۰۰ فوج موجود ہے۔ اور تین مہینے کے اندر دو چاند ہو جاسکتی ہے ایسی حالت میں امن کو کوئی اندیشہ نہیں۔ بلغاری ایجنسی ٹیشن کی اہمیت بھی یہاں مفقود ہے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ (کوچنہ) کا معاملہ جب ختم ہو جائے گا تو خرد بخرد یہ آگ خاموش ہو جائے گی۔

۳۰ اگست کو ریوٹر نے قسطنطنیہ سے ایک سخت فوجی ناراضگی کی نمائش کی اپنے معمولی اب و لہجے میں خبر دی تھی۔ اور اسکا یہ لہجہ مشرق کے ہر ادے سے ادے معاملے میں بھی برابر قائم رہتا ہے۔ خبر کا خلاصہ یہ تھا کہ قسطنطنیہ کے محلہ (غلطہ) میں دو افسر اور ۶۰ پولیس کے سپاہی ناراضگی کی ایک نمائش کرنے کیلئے نکلے مگر فوج نے انہیں گھیر کر گرفتار کر لیا۔ لیکن پھر خود ہی دوسرے دن اسکی تغلیط بھی کر دی۔ اب معلوم ہوا کہ اسمیں مبالغہ سے کام لیا گیا تھا۔ دراصل چند سپاہی اپنے اپنے مقاموں کی طرف آہستہ آہستہ جا رہے تھے ان پر فوجی پولیس کو کچھ شبہ ہوا اور پھر والوں کو پکارا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ شبہ کی کوئی بات نہیں ہے۔

کارزار طرابلس کے متعلق تاریخوں میں صرف یہی ایک خبر ہے کہ یافا (بندر قدس) میں چھ اٹالین جنگی جہاز نمودار ہوئے جنہیں سے تین تو مشرق کی جانب چلے گئے اور تین لنگر انداز ہیں۔ ایک مال کی کشتی کی تلاشی بھی لی گئی۔ صلح کی خبروں کی کوئی مزید تصدیق نہیں ہوئی اور انشا اللہ نہرگی۔

اعلان

مرکزی کمیٹی آل انڈیا شیعہ کانفرنس نے فیصلہ کیا ہے کہ علامہ طلبائے اسکول کے جنکو وہ سال گذشتہ سے وظائف دے رہی ہے اس سال ہندوستان کے کالج کلاسوں کے غریب شیعہ طلباء کے لئے بھی وظائف جاری کرے لہذا جیسا کہ قبل اس کے اعلان کیا گیا ہے دوبارہ اطلاع دیجاتی ہے کہ جو غریب شیعہ طلباء وظیفہ لینا چاہتے ہوں وہ آخر ستمبر سنہ ۱۳۸۱ء تک پرنسپل کی تصدیق کے ساتھ اپنی درخواستیں دفتر شیعہ کانفرنس واقع لکھنؤ میں بھیج دیں بعد تحقیقات بشرط استحقاق ان شرائط کے ساتھ جنکی اطلاع طالب العلم کو بعد میں دیاجائے گی وظیفہ دیا جاسکتا ہے۔

آذربائی سکریٹری
شیعہ کانفرنس

کونٹ برچیلڈ کی تجویز کسی حالت میں موثر نہیں ہو سکتی اور باب عالی اسے تسلیم کرنے کیلئے طیار نہیں۔ کونٹ مذکور آجکل (نجارست) میں مقیم ہے۔

خبروں اور روایتوں کو بشرطیکہ واقعات کی ہوں۔ واقعات کے ظہور کے بعد ہونا چاہئے لیکن یورپ کی مشرقی سیاست کا یہ بھی ایک پہل ہے کہ بہت سی خبریں واقعات سے پہلے شائع کر دی جاتی ہیں اور واقعات سے خبریں نہیں بلکہ خبروں سے پھر واقعات بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کے خوارق موجودہ زمانے کا سب سے بڑا کامن (ریوٹر) ہیکوروز دہلاتا ہے۔ ۲۵ کی خبر ہے کہ ترکوں نے (سجینیر) واقع ولایت کاسوا میں (سرویا) کے حدود پر حملہ کر دیا اور بہت سے آدمی اس قتل عام میں مارے گئے۔ سرویا کی وزارت اس نئی حالت پر غور کرنے کیلئے جمع ہوئی ہے۔ جو نیا جال ترکی کیلئے بچھایا گیا ہے یہ خبر اسکا ایک دوسرا گوشہ ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلغاری ریاستوں کی ایک متحدہ سازش پوری چالاکی کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ بعد کی خبریں ہیں کہ پانچ ہزار آدمی جنگ کیلئے سڑکوں پر گشت لگا رہے ہیں۔ ۲۴ کو تمام بلغاریا سے لوگ آکر صوفیا میں جمع ہوئے اور یہ رزلوشن پاس کیا کہ گورنمنٹ کو جنگ کا تہیہ کر لینا چاہئے اول تو دول سے مقدونیا کی خرد مختاری کا مطالبہ کیا جائے لیکن اگر سودمند نہر تو بلا توقف اعلان جنگ کر دے۔

اسکے مقابلے میں قسطنطنیہ کے اندر عزم اور اطمینان کے استقامت میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ عثمانی افسروں کے قطعی ارادہ کر لیا ہے کہ اگر کونٹ برچیلڈ کی تجویز کے مطابق کسی قسم کے تقسیم و تجزیے کا ارادہ کیا گیا تو پوری طاقت مدافعت میں خرچ کر دیں گے۔

(کوچنہ) کے حادثے کی تحقیق کیلئے جو ترکی کمیشن گیا تھا اسکی فوری رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملکی اور فوجی افسروں نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں ضرور کوتاہی کی تھی اور خود فوج بھی قتل میں شریک تھی۔ باب عالی نے اس پر یہ حکم صادر کیا ہے کہ مجرموں سے فوجی عدالت میں مواخذہ کیا جائے اور جن لوگوں کو نقصانات پہنچے ہیں انکی اعانت کیلئے ایک ہزار پاونڈ تقسیم کیا جائے۔ اس فوری تحقیق و تلافی سے ترکی نے ثابت کر دیا ہے کہ دنیا کی کوئی بھی سے بڑی قوی حکومت بھی ایسے موقعہ پر جو کر سکتی تھی وہ اس نے کر دیا۔ اب تک اسکی نسبت کوئی خبر نہیں آئی ہے کہ دول یورپ نے کمیشن کے اس نتیجے کو کس نظر سے دیکھا؟

(نکولس) شاہ مانٹی نگر نے دول عظام کو یقین دلایا ہے کہ آئندہ ہمارے آدمی سرحد سے باہر قدم نہ رکھیں گے۔ دول کے حکایت ناموں کے جواب میں مانٹی نگر نے جواب دیا ہے کہ کوئی کارروائی انکی خواہش کی خلاف نہ کی جائے گی۔ وہ شاکھی ہے کہ پیش

عثمانی چہارنی کی بھی میں نے اچھی طرح سیر کی ۔ وہ بلا مبالغہ خیموں کا ایک وسیع شہر ہے جو بنگازی سے ۱۲ - کیلو میٹر کے فاصلے پر بسا ہوا ہے۔ اس آبادی میں سبھی طرح کی مخلوق ہے، انسانوں میں سے مرد، عورت، بچے، جوان اور بوڑھے، کوئی قسم نہیں، جو یہاں نہ ہو۔ عورتوں کے فرائض اس آبادی میں جس درجہ مقدس اور اہم ہیں اس سے ہمارا تمدن سبق لے سکتا ہے۔ وہ مردوں کو لڑائی پر ابھارتی ہیں، لاشوں کے اٹھانے میں مدد دیتی ہیں، زخمیوں کو پانی پلاتی ہیں، شفا خانے میں انکی مرہم پٹی کرتی ہیں اور رات بھر نگرانی میں جاگتی ہیں۔ عرب قبائل پر عورت کا اثر میں نے عجیب و غریب دیکھا۔ اگر ایک لڑکی چاہے تو اپنی ایک آواز سے قبیلوں کو لڑا سکتی ہے اور لڑتے ہوئے قبائل میں صلح کرا دی سکتی ہے۔

سب سے بڑا قیمتی قبیلہ یہاں (عواجیر) نامی ہے، جس کے سب سے زیادہ اطالیوں کو ذلیل و خوار کیا۔ اسکی شجاعت بے جگری کے آگے انکا تمام ساز و سامان بیکار ثابت ہوا اور ہو رہا ہے۔ جنگ (زوزرہ) میں بھی قبیلہ اطالیوں پر قیامت بند کر نمودار ہوا تھا۔ اٹالین افسر اور روما بنک نے بڑی بڑی رقمیں دیکر عربوں کو ملانا چاہا، لیکن وہ ہمیشہ انکے ساتھ داگی کرتے رہے۔ جسقدر روپیہ اور ذخیرہ یہاں سے جاتا ہے وہ مال غنیمت میں شمار کیا جاتا ہے اور پھر انکی تلواریں پیشتر سے زیادہ سخت پڑتی ہیں۔

روما بنک نے عرصہ ہوا عربوں کو روپیہ دیا تھا کہ اس سے بکریوں کو خرید کر پرورش کریں، پھر جب بنک نے اپنا روپیہ میعاد کے بعد واپس مانگا تو انہوں نے چند بکریوں کے کتے ہوئے کان بھجادیے کہ بکریاں تو طاعون سے ہلاک ہو گئیں، روپیہ بھی انہیں کی شکل میں آگیا تھا وہ بھی طاعون سے ہلاک ہو گیا۔ ان بکریوں کے گلوں کو میں نے خود دیکھا ہے !!

عالم اسلامی

شورن عثمانیہ

(بلقان) کی بدچیدگیاں بدستور بڑھتی گئیں، یورپ نے جن جنگ کی جگہ اشاعت مذہب، ہمدردی انسانی، اور تعزیری آزادی سے توب و تفنگ کا کام لینا شروع کیا ہے، وہاں امن و صلح کی فائز نسیمیں بھی مشرق کے نصب و تغلب کا ایک لا علاج وسیلہ ہیں۔ مانٹینی، گرو اور ترکی کے قضیے کے پیدا ہوتے ہی (کونٹ برجیوڈ) نے ایک کانفرنس کی تجویز پیش کر دی۔ یورپین ترکی میں اب ایک البانیا اور مقدونیا ہی باقی رہ گیا تھا۔ دستوری حکومت نے عین مرقعہ پر قائم ہو کے انکو بچا لیا۔ مگر موجودہ شورش سے ایک طرف اٹلی کو صلح کا فائدہ اور دوسری طرف مقدونیا کو آزاد کرات کا کام لیا جا رہا ہے۔ مگر ۲۹ - اگست کی تاریکی ہے کہ ترکی کے تمام رل یورپ کو اطلاع دیدی کہ ہماری اندرونی پالیسی پر

پر پڑتی ہے، اور سامنے سے بھاگتے ہوئے آنے والوں کو ایک جنگی گروہ جسقدر ہلاک کر سکتا ہے، ہلاک کئے جاتے ہیں۔

ہم اٹلی کے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر اڑنے والے افسروں کی بھی اس رحیمانہ شجاعت و دلیری کی داد نہیں دی سکتے جو اسلئے بلند ہوتے ہیں تاکہ ہم پر بم کے گولے پھینکیں، لیکن انسانی ہمدردی کا ہاتھ عین وقت پر انکے ہاتھوں کو لرزادیتا ہے اور ایک نشانہ بھی ٹھیک نہیں لگتا، اتنی مدت گذر گئی مگر آپ جانتے ہیں کہ کسی ہوائی جہاز نے اب تک ایک خون بھی نہیں کیا، اٹلی کو اس دور امن و تہذیب میں فخر کرنا چاہئے کہ اسکا دامن تہذیب میدان جنگ میں بھی اب انسانی خون کے دھبوں سے پاک و صاف ہے

کل آپ خود سن رہے تھے کہ ہمارے کیمپ کے عرب ہوائی جہازوں پر کیا ریمارک کر رہے تھے؟ وہ کہتے تھے کہ ہم اپنے دشمنوں کے کمالات سے انکار نہیں کرتے، مگر اٹالین فوج کے کمالات کو کسی جنگی مرد کے بھیس میں ڈھونڈنا لا حاصل ہے، وہ یورپ کی متمدن اور تعلیم یافتہ عورتیں ہیں، جنہوں نے فنون جمیلہ کی تحصیل میں حیرت انگیز کمالات ظاہر کیے ہیں، علم کی طاقت سے وہ آسمان پر اڑنے لگے ہیں اور عالم بالا کو تسخیر کر لیا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ سخت و پرالم زمین پر انہیں چلتا نہیں آتا، اور ایک حسین و نازک عورت کیلئے یہ کوئی عیب بھی نہیں۔

آپکو یاد تر ہوگا کہ یہ کہہ کر تمام عرب کس زور سے قہقہے لگاتے تھے؟ تہوڑے دنوں کی بات ہے کہ اٹالین کیمپ سے (موسیو زیڈور دی ناسٹیل) اپنے ہوائی جہاز میں نکلا اور ہمارے سامنے آکر چند وزینگ ہارڈ پیسٹکے، جنہیں لکھا تھا کہ ”تو دیکھانے کے کمانڈر کو مبارکباد دبتا ہوں جو نشانہ نہ لگا سکا اور مجھکو نقصان نہ پہنچا سکا“ لیکن یہ ایک عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس وقت وہ کارڈ پھینک رہا تھا عین اسی وقت عثمانی توپچی نے توپ کا منہ اسکی طرف کر دیا تھا اور ابھی کارڈ راہ ہی میں تھے کہ ہوائی جہاز زخمی ہو کر اٹالین سرزچوں کے قریب عبد الغنی کے باغ میں گر چکا تھا، اور اپنی سلامتی پر نازاں (کاسٹیل) کے علاوہ ایک اور اٹالین افسر بھی زخمی پڑا تھا!

آپکے آنے کی خبر جب یہاں مشہور ہوئی تو قبیلہ (مدرسہ) کے مشائخ میرے پاس آئے، اور انکے آگے انکا رئیس (عمر ابو رجعد) لیا، جسکا ایک ہی فرزند تھوڑا عرصہ ہوا واقعہ (فوبہات) میں شہید ہو چکا ہے۔ اس نے سب کی طرف سے یہ کہا کہ ہم نے ایک نئے نامہ نگار کے آنے کی خبر سنی ہے، وہ یورپین ہے اور اسکی دیانت و فرض ہے کہ دنیا کے آگے سچائی کی گواہی دے، ہم جنرل (بریکولا) سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر وہ ہم سے لڑنے آیا ہے تو کیرن باہر نہیں نکلتا؟ اور کیوں اپنی قوت سے ہمیں پامال نہیں کر دیتا؟ نامہ نگار کو چاہئے کہ اطالیوں کے جبن و نامردی کا دنیا میں اعلان کرے کہ وہ انسانی شرف و شجاعت کو بٹہ لگانے والے ہیں اور اب انکا کوئی فرد عزت و اکرام کا مستحق نہیں۔

یہ عدائی کمانڈر کا یورپ کے نام پیغام ہے، جسکے ہر لفظ کی مدد صدیق کرتا ہوں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ الْكَافِرَاتُ الْكَافِرَاتُ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

ایک ہفتہ وار مصور سالہ

میر رسول غور خصوصی

اسلام آباد اسلام آباد

مقام اشاعت

۷ سید مکلاد اسٹریٹ

کلاکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپہ

ششماہی ۴ روپہ ۱۲ آنہ

نمبر ۹

کلاکتہ : یکشنبہ ۸ ستمبر ۱۹۱۲ ع

۱۰



لَا تُهْبِكُوا وَلَا تَحْزِنُوا وَلَا تَمُوتُوا إِلَّا عِلْفًا إِنَّكُمْ مَرْمُوقُونَ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad,

71, MacLeod Street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور سالہ

میر سہول خاں خصوصی
اسکاٹلینڈ لکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۱

کلکتہ : یکشنبہ ۸ ستمبر ۱۹۱۲ ع

نمبر ۹

ہم تو اسے کامزد کا احسان سمجھتے ہیں کہ نہیں معلوم اتنے اصرار و مراعات کے بعد اس نے خود چھاپ کر اور تمام زحمت اپنے سر لیکر شائع کر دیا ہے، پیسہ اخبار کو شکایت کیوں ہے؟

اوقاتی شکایتیں ہوں گی، احسان تو گیا رہی اردو ترجمہ کے ساتھ نہونے کی شکایت، تو کامزد کے فرائض میں تو یہ داخل نہ تھا، علی گڑھ گزرت میں اسکا اردو ترجمہ مسلسل چھپ رہا ہے۔ بہتر ہوگا کہ پیسہ اخبار، زمیندار اور وکیل وغیرہ فقیر اشاعت معاصرین بھی اسکو مسلسل اپنے اپنے اخباروں میں چھاپیں، داتا تدام قوم کو اسپر غور کرنے اور اپنی رائے دینے کا موقع ملے۔

علی گڑھ گزرت اپنے ترجمے کو بشکل رسالہ چھاپکر مشقہ کر دے تو یہ بھی مفید ہوگا۔

فہرس

- ۱ شذرات
- ۲ الہلال کی پراپتکل تعلیم کی نسبت ایک خط
- ۹ مسلم یونیورسٹی کمیٹی
- ۱۵ فامروزان غزوہ طرابلس (ادھم پاشا)
- ۱۶ کارزار طرابلس

تصاویر

- ۱۵ ادھم پاشا (کمانڈر طبرق)
- ۱۶ اٹالین درندوں کا غول جو شہر کے عربوں کو اپنے اندر لیے ہوئے جاردا ہے تاکہ ساحلی میدانوں میں جمع کر کے گواہوں سے ہلاک کر دے

دہلی سے ہمارے ایک دوست لکھتے ہیں :

”آپ دو کچھ لکھ رہے ہیں میں اس سے بالکل متفق ہوں مگر یہ تو ڈیک نہیں کہ اب آپ نے سید امیر علی صاحب پر بھی اعتراضات شروع کر دیے“

ایہں ہم کو داتا برہنہ رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب کی نسبت ہم نے کوئی اعتراض دیا ہے، البتہ کسی پچھلی اشاعت میں ہم نے ایک آرت لکھا تھا، لیکن اسکا مطلب شاید ہمارے احباب سمجھ نہیں سکتے، یہ تصور یہ تھا کہ لیگ نے دہلی کے اجلاس ایلئے اکثر بلانا تھا اور بعد اس کے کہ پرائیویٹ طور پر جزئیات سفر کا انتظام کر دیتی، انکے معارف سفر کیلئے ایک بینک چننے کی فہرست کھول دی۔ یہ کسی معیوب اور بڑے آدمیوں کے درجے سے گری ہوئی بات تھی، کانگریس بھی اپنے وکیلونکو رزیدہ دیکر انگلستان بھیجتی

شذرات

معزز معاصر (پیسہ اخبار) شاکہ ہے کہ مجوزہ یونیورسٹی کے ایکٹ کا مسودہ (کامزد) کے ساتھ کیوں شائع ہوا، اور اگر یہ بحیثیت ایک اخبار کے اسکو بیجا کیا تھا، تو کیوں نہیں آواز اخباروں کو بھی بیجا کیا؟

ہمارے معاصر کو معلوم نہیں کہ اگر کامزد اسے شائع نہ کرتا تو انہیں معلوم اب بھی کب تک بینک کو اس کی زیارت نصیب نہ ہوتی۔ یونیورسٹی کی تحریک پر دو عیدین گذر گئیں تاہم تیسری عید الفطر کے چاند سے پہلے اس عید کا چاند نظر آگیا۔

منبرِ قصہ

یکم ستمبر کو طنبحہ کی ایک خبر سے ظاہر ہوا تھا کہ (العبا) نے فرانسیسی قیدیوں کو رہا کر دیا اور وہ پھر (الغلسی) کے پاس آگئے ہیں لیکن اسکے بعد اس خبر کی کوئی تصدیق نہیں ہوئی اسی تاریخ کی تاریخ برقی ہے کہ کرنیل منکن نے جنوب کی طرف بڑھتے ہوئے (العبا) کی فوج سے مقابلہ کیا اور انہیں سخت نقصان آٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔

مرا کو میں اس وقت کو ۵۸ ہزار فرانسیسی فوج موجود ہے جسمیں ۴۶ ہزار نصف مغربی حصے میں ہے، لیکن یہ پوری فوجی قوت نئی دفاعی تحریک کے آگے بالکل بے دست و پا ثابت ہو رہی ہے۔

فرانس کے موجودہ اضطراب میں اسکے توقعات کی ناگہانی ناکامی بھی پرشیدہ ہے، پچھلے فرجی غلبے کے بعد پورے وثوق کے ساتھ یقین کر لیا گیا تھا کہ اب مرا کو کا مسئلہ ہمیشہ کیلئے صاف ہو گیا ہے۔ جو جنوب کی طرف قبائل کا اجتماع اور نئے مدعی تخت کے نقل و حرکت کی خبریں برابر آرہی تھیں، اور گورنمنٹ ٹائمس کے نامہ نگار نے انکو اہمیت دی ہو، لیکن فرانس کے اندر تو کبھی بھی اہمیت نہیں دی گئی۔

۵ اگست کو طنبحہ سے جو خبریں آئی ہیں، انہیں فرانسیسی قیدیوں کی طرف سے ایک گروہ بے پروای ظاہر کی گئی ہے کہ خواہ ان کے ساتھ کیسا بھی سلوک کیا جائے، مگر اب مرا کو پر حملہ کر دینا چاہئے مگر آج ۶۔ کی تاریخ قیدیوں میں پھر قیدیوں کے لئے ہر فرانسیسی قلب میں محبت جوش زن نظر آتی ہے۔ ریورکھتا ہے کہ قیدیوں کی فکر نے یہاں علم اضطراب پیدا کر دیا ہے، اور سخت قلق و اندوہ میں گرفتار ہیں کہ قیدیوں کی طرف سے کوئی خبر نہیں ملتی۔ صرف ایک قیدی کی چٹھی ملی ہے کہ جلد ہمارے مدد کے لئے فوج بھیجور۔

اشاعت اسلام کے ہنگاموں میں جو عرصے سے قومی تحریکوں کا ایک رسمی جزو بن گئے ہیں، اگر اس طرف کوئی واقعی مفید اور نتیجہ خیز واقعہ ہوا ہے تو وہ جناب (خواجہ کمال الدین صاحب) بی اے وکیل لاہور کا سفر انگلستان ہے جسکی خبر الہلال کی اشاعت سے پہلے ناظرین تک پہنچ چکی ہوگی۔ خواجہ صاحب سے اس بارے میں ہمیں بڑے بڑے توقعات ہیں، خدا تعالیٰ انکی اس سعی عظیم کو مشکور فرمائے۔ اس راہ میں علم و فضل سے بھی بڑھ کر جس سے کی ضرورت ہے۔ وہ سچی دینی روح، اور مذہبی استغراق ہے۔ اور یہ ایسی جنس کمیا ہے جو صرف نئے طبقے ہی میں نہیں، بلکہ ان علما میں بھی۔ جو آج مذہب کے نام سے اپنی گئی گذری عزت سنبھالے ہوئے ہیں۔ کالمعصوم ہے۔ خواجہ صاحب کی نسبت جو توقعات ہمارے دل میں ہیں، وہ صرف اس لئے ہیں کہ ہمارے عقیدے میں انکا وجود مذہبی زندگی اور دینی استغراق کا ایک سچا نمونہ ہے۔

کاغذات حاصل کر کے (شیخ عبد العزیز) کو گرفتار کر لیا۔ تعجب ہے کہ عثمانی گورنمنٹ نے کیونکر اسکو جائز رکھا کہ اسکے سامنے میں ایک پناہگیر وطن پرست بلا رد و رکد کے قید کر لیا جائے۔ جنیوا میں جو درسوں سے وطن پرستوں کا مارا و ملجا ہے۔ ہر ملک کے ازادی خواہ جمع ہوتے رہے لیکن کبھی اس نے گوارا نہیں کیا کہ انکی حکومتوں کو انپر قبضہ حاصل کرنے کا موقع دیا جائے۔

اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز خبر کا یہ حصہ ہے کہ (طنین) نے اس تساہل کی مخالفت کی تھی، اس جرم میں اسکی اشاعت روک دی گئی۔ قاہرے میں بھی داررگیر کا سلسلہ قائم ہے۔ پچھلے واقعہ میں (علی فہمی کامل) بچکر نکل گئے تھے۔ لیکن اب (اللو) کی اشاعت بند کر دی گئی۔ چار نئے شخصوں کو بچرم سازش گرفتار بھی کیا گیا ہے۔

لارڈ کچنر کے تقریر پر جن لوگوں نے ہارس اف کامنس میں اعتراض کیا تھا۔ غالباً اب انکی تشفی ہو گئی ہوگی کہ ایک فوجی افسر کو ملکی عہدے پر بھیجئے کی کس درجہ ضرورت تھی؟

مسٹر چرچل نے (نیول روت) کی بحث میں بیان کیا تھا کہ اسکندریہ میں تاریختو کشتیوں کی ایک نئی ایستگا بنائی جاچکی اسپر مصر کی وطنی جماعتوں میں سخت ہیجان پیدا ہو گیا ہم نے الہلال کی پچھلی اشاعت کے آخری کالموں میں لکھا تھا کہ جلسے منعقد کر کے اعتراضی رزلوشن پاس کیے جا رہے ہیں (اللہ) نے ایک سلسلہ ان تاریخ کا شروع کر دیا تھا جنہیں اس تجویز پر ناراضگی ظاہر کی جاتی تھی۔ اب بیان کیا گیا ہے کہ (اللو) کے بند کر دینے کیلئے ایک بڑا الزام ان تاریخ کی اشاعت کو قرار دیا ہے کہ یہ محض (ابراہیم) ازور (محمد) کے فرضی ناموں سے شائع کیے گئے اور بالکل اختراعی تھے، ورنہ ملک میں کسی اصلی ناراضگی اور جوش کا وجود نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ”ذی اثر لول شامی پریس“ بھی مخالفت کرتا ”ذی اثر شامی پریس“ سے غالباً (المقطم) مراد ہے جو قاہرے سے شائع ہوتا ہے۔ ہم اس شہادت کو ضرور اسکا درجہ دیدیتے، لیکن جب دیکھتے ہیں کہ (المقطم) شام کے عیسائی اجانب پرستوں کا ارگن، اور انگریزی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے تو اس شہادت کی قیمت ظاہر ہو جاتی ہے۔

بہر حال ان حالات کے متعلق مصری ذاک کا انتظار کرنا چاہئے۔

غازی (انور بے) کی رنگین تصویر جن حضرات کو مطلوب ہو وہ طلب فرمائیں، صرف چند کاپیاں باقی رہ گئی ہیں قیمت فی تصویر ۴۔ آنہ۔ الہلال کے گذشتہ ۸ نمبروں کا مجموعہ مع تصویر (انور بے) جسکی اصلی قیمت ۲ روپیہ ہوتی ہے۔ صرف ۱۔ روپیہ ۴ آنے میں بطور نمونہ کے بھیجا جاسکتا ہے۔

یونان اور ترکی

ترکی دیکھ کر یونان کا حال دیکھ کر حیران رہا۔ اس نے اپنے دوستوں کو اب یونان میں ہر روز ہیں - ۷ ستمبر کو ریوٹر خبر دی کہ وہ ترکی اور یونان کی سرحدی جنگ کا بھی آغاز ہو گیا۔ جس میں ہزاروں سات آدمی شہید اور ۱۳ - زخمی ہوئے -

تار عنکبوت

حکیم (سران) نے حکومتوں اور قزاقوں کے باہم قول و قرار اور معاہدہ کی کتنی اچھی مثال دی ہے - جبکہ وہ کہتا ہے کہ یہ مکتبی کا جالا ہیں جو اپنے اپنے قریبی کی ضرب سے ٹوٹ جاتا ہے لیکن ضعیف ملے تو اولیٰ بھی لیتا ہے -

یورپ کے معاہدوں کا یہی حال ہے - حال میں جس وقت فرانس اور روس میں بحری معاہدہ ہو رہا تھا تو (ایکویٹی پیرس) کے نائب نے (پیرس لائی رن) روسی عملہ بحری کے افسر سے ملکر پوچھا :

”یہاں روسی حکمت عملی اس میں کامیاب ہو سکے گی نہ (درہ دانیال) سے بلا تعرض اپنے خانگی بیڑے کی آمد و رفت جاری رہے؟“

(پیرس) نے جواب میں میں کہا :

”تم بھی عجیب آدمی ہو“ اس کا مذہبی عہد و پیمان سے ہوتا کیا ہے؟ جس کا اپنا پیر قبضہ ہوگا وہ ضرور اپنے اغراض کے مطابق کار بند ہوگا - قوت ہی سب سے بڑا حامی ہے - وہی وقت پر بتلا دے گا کہ یوں کرو اور یوں نہ کرو -“

مصر کی حزب الوطنی کے مصائب

(لارڈ کچنر) کے تقرر کے مصر کے باہر طرابلس میں بھی اپنی ضرورت ثابت کر دی اور مصر کے اندر بھی -

خدیدو مصر اور لارڈ کچنر کے قتل کی بیان کردہ سازش میں ۱۸ برس کے لڑکوں پندرہ پندرہ برس کی بڑا مشقت قید کی سزائیں مل چکیں - لیکن اسکے بعد پھر گمنام اشتہارات مصر کی سڑکوں پر چسپاں دے گئے اور انکی جستجو میں پولیس مصر صرف ہو گئی - معلوم ہوا کہ حزب الوطنی کے نئے مرکز (قسنطنیہ) سے چھاپے ہوئے گئے ہیں -

پچھلے دنوں جب (فرید بک) پر حکومت حزب الوطنی اور (شیخ عبد العزیز چاروش) ایڈیٹر (العلم) پر گورنمنٹ مصر نے مقدمات قائم کئے تو دونوں پوشیدہ یکے بعد دیگرے ترکی چلے گئے اور وہاں (الہلال العثماني) روزانہ اخبار ترکی اور عربی میں جاری ہوا فرید بک کو یورپ چلے گئے مگر انہوں نے بھی ایک مستند و وقیع اخبار (سائیکل) کی حمایت حاصل کر کے انگلستان کی مصری پالیسی پر نہایت ہنگامہ خیز مضامین لکھنا شروع کر دیے -

اس ہفتے کی نہایت تعجب انگیز خبر ہے کہ مصری گورنمنٹ نے قسنطنیہ میں دفتر الہلال کی تلاشی لی اور مفید مطلب

ہے - اسی دو بلائی ہے تو اس کے مصارف سفر کا بھی انتظام کرتی ہے - یمن اس طرح دو دو پانچ کے چندے تو اخذ کر میں نہیں چھوڑے - پھر اطفائی بات یہ ہے کہ عام چندے کی ضرورتی کرنے کے بعد بھی مقصد حاصل نہیں ہوا اور جو کچھ ہوا وہ واقف کاروں کو معلوم ہے - ہم کو خوف ہوا کہ خدا انخواستہ احوال بھی ایسا نہ ہو - باقی رہی سید صاحب مدرج کی اسلامی خدمات تو تمام مسلمانوں کی طرح ہم کو بھی مرسوم ہیں اور ان کے دھرانے کی ضرورت نہیں - آپ لوگ تو اس پر خوش ہوئے کہ وہ لائن مارنے کے سامنے ایک ڈیپوٹیشن لیکر گئے اور مسلم لیگ کے قیام میں شریک بنائے رہے - لیکن ہماری نظر میں تو انکی وقعت کی تصویر اس سے بلند تر جگہ پر آویزاں ہے - ہم تو انکی بڑی تعریف اسمیں سمجھتے ہیں کہ مدۃ العمر علی گزشتہ کی تحریک سے الگ رہنے اپنے علمی اشغال میں مصروف رہے اور (سید صاحب) کا عہد ادا بھی انکو مرعوب نہ کر سکا - اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ برخلاف مسلمان لیڈروں کی ”مسلمہ پالیسی“ کے جنگ طرابلس کے موقعہ وہ جب نہ رہ سکے اس لیے ہرستانہ غیرت کے ساتھ اپنی صدا بلند کی -

شئون عثمانیہ

— * —

بلغاریا

بلغاریا بدستور لڑائی کیلئے مضطرب ہے - ۴ ستمبر کو ریوٹر خبر دیتا ہے کہ رعایا نے جنگ کیلئے شورش برپا کر رکھی ہے اور عجب نہیں کہ وزارت کو مجبوراً انکی خواہشوں کے مطابق کام کرنا پڑے - اگر بلغاریا جنگ کیلئے بے چین ہے تو آل عثمان کی تلوار بھی نیام میں پڑی رہنے کی زیادہ خواہشمند نہیں - مگر مشکل یہ ہے کہ یورپ اسکو نہ باہر نکلنے اور نہ اندر رہنے دیتا ہے -

موجودہ پیچیدگیاں فی الحقیقت تمام بلغاریائی ریاستوں کی ایک متحدہ سازش ہیں - ۷ ستمبر کو سینٹ پیٹرزبرگ سے جو خبریں آئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سربیا اور یونان بھی بلغاریا کا ساتھ دینے کیلئے تیار ہیں -

لیکن اسی تاریخ کو سوڈیا سے جو تار آیا ہے اس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ شاہ بلغاریا صلح و آشتی کی پالیسی کا اعلان کرتا ہے - اس نے جنگ کے حامیوں کو سمجھایا ہے کہ گورنمنٹ کی مالی حالت اچھی ہو مگر اسکا ارادہ جنگ میں پڑنے کا نہیں -

یمن

پچھلے ہفتے یمن کی جس تازہ بغاوت کی خبریں آئی تھیں انکی اب مزید تفصیل یہ آئی ہے کہ ۲۲ - اگست کی لڑائی میں عہدی اسپرانی طرف سے ۸۰۰۰ باغی جنگ میں شریک تھے لیکن شکست کھا کر چادے - ۱۰۰ سے زیادہ باغی ہلاک اور زخمی ہوئے اور ترکوں کے ۴۷ - اور ۸۹ -

باغیوں کے طریق جنگ سے صاف معلوم ہو گیا کہ یہ سب (اٹلی) کی تعلیم کا نتیجہ تھا -

بے دردی اور اسی طرح کے نامی سے یاد کیا ہے - اکثر موقعوں پر کہا کہ وہ ایک روشنی ہے اور روشنی جب نکلتی ہے تو ہر طرح کی تاریکی دور ہوجاتی ہے خواہ مذہبی گمراہیوں کی ہو خواہ سیاسی :

قدس اکم من اللہ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور کتاب مبین روشنی اور ہر بات کو بیان کرنے والی کتاب یحییٰ بہ اللہ من آئی ہے - اللہ اسکے ذریعے سلامتی کے راستوں اتباع رضوانہ سبیل پر ہدایت کرتا ہے اسکی جو اسکی رضا السلام و یخرجہم من چاہتا ہے اور اسکو ہر طرح کی گمراہی الظلمات الی النور کی تاریکی سے نکالکر ہدایت کی روشنی و یهدیہم الی صراط میں لاتا اور صراط المستقیم پر المستقیم (۱۸: ۵) چلاتا ہے -

دنیا میں کونسی کتاب ہے جس نے خود اپنی زبان سے اپنی نسبت ایسے عظیم الشان دعوے کیے ہوں ؟ اس آیت میں صاف صاف بتلادیا ہے کہ قرآن مجید روشنی ہے اور روشنی ہے تو تمام انسانی اعمال کی تاریکیاں صرف اسی سے دور ہو سکتی ہیں - پھر کہا کہ وہ ہر بات کو کھلے کھلے طور پر بیان کردینے والی ہے اور انسانی اعمال کی کوئی شاخ ایسی نہیں جسکے لئے اسکے اندر کوئی فیصلہ نہ ہو - اس فقرے کی تقلید دوسری جگہ کر دی کہ :

ولقد جئناہم بكتاب بیشک ہم نے انکو کتاب دی جسکو فصلانہ علی علم ہدی ہم نے علم کے ساتھ مفصل کر دیا ہے ورحمة لقوم یؤمنون وہ ہدایت بخش اور رحمت ہے ارباب ایمان کیلئے (۵: ۷)

اسکے بعد پہلی آیت میں قرآن کو ”سبیل السلام“ کیلئے ہادی بتلایا کہ وہ تمام سلامتی کی راہوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور اگر آپ اسے سامنے پولیٹیکل امدل کی بھی کوئی راہ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اسکی سلامتی آپکو قرآن سے نہ ملے - پھر کہا کہ وہ انسان کو تمام گمراہیوں کی تاریکی سے نکالکر ہدایت کی روشنی میں لاتی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری پولیٹیکل گمراہیاں صرف اسلئے ہیں کہ ہم نے قرآن کے دستِ رہنما کو اب تک اپنا ہاتھ سپرد نہیں کیا ”وہ تاریکی کی جگہ آج ہمارے چاروں طرف روشنی ہوتی - آخر میں کہہ دیا کہ وہ ”صراط المستقیم“ پر لیجانے والی ہے اور ”صراط المستقیم“ کی اصطلاح قرآن کی زبان میں ایسی جامع و مانع ہے کہ ساری دنیا اسی کے اندر سمجھئے -

افسوس ہے کہ یہ طول بیانی کا مرقعہ نہیں ورنہ اس بحث نے سینکڑوں آیتیں دماغ کے سامنے کر دی ہیں ایک جگہ فرمایا :

انزلنا علیک الکتاب (۱۷ پیغمبر) ہم نے تجھے کتاب قیثاً لکل شی رھدی اتاری جو ہر چیز کو کھول کھول کر بیان ورحمة لقوم یؤمنون کردینے والی ہے اور نیز ہدایت بخش اور رحمت ہے صاحبان ایمان کیلئے (۱۶: ۱۶)

(سورہ یوسف) کے آخری رکوع میں فرمایا :

وما کان حنیئاً یفترای بہ قرآن کوئی بنائی ہوئی بات نہیں ہے

(۱)

اسر اول کی نسبت گذارش ہے کہ یہ تو جناب نے اس بنیادی اصول کو چھیڑ دیا جس پر ہم (الہلال) کی پوری عمارت کھڑی کرنی چاہتے ہیں - آپ کہیں کہ معراب خوشنما نہیں تو ممکن ہے کہ ہم بدلدیں لیکن اگر آپکی خواہش ہو کہ بنیاد کا پتھر بدل دیا جائے تو معاف فرمائیے اسکی تعمیل سے مجبور ہیں - انسانی اعمال کی خواہ کوئی شاخ ہو ہم تو اسے مذہب ہی کی نظر سے دیکھتے ہیں - ہمارے پاس اگر کچھ ہے تو صرف قرآن ہی ہے - اسے سوا ہم اور کچھ نہیں جانتے - ساری دنیا کی طرف سے ہماری آنکھیں بند ہیں اور تمام آوازوں سے کان بھرے ہیں - اگر دیکھنے کیلئے روشنی کی ضرورت ہے تو یقیناً کیجئے کہ ہمارے پاس تو (سراج منیر) کی بخشی ہوئی ایک ہی (روشنی) ہے اس سے مٹا دیجئے گا تو بالکل اند ہے ہرجائیں گے :

کتاب انزلنا الیک لتضرہ قرآن ایک کتاب ہے جو تم پر نازل الناس من الظلمات کی گئی اسلئے کہ انسان کو تاریکی الی النور (۱: ۱۴) سے نکلے اور روشنی میں لے -

آپ فرماتے ہیں کہ پولیٹیکل مباحث کو مذہبی رنگ سے الگ کر دیجئے لیکن اگر الگ کر دیں تو ہمارے پاس باقی کیا رہ جاتا ہے ؟ ہم نے تو اپنے پولیٹیکل خیالات بھی مذہب ہی سے سینکے ہیں - وہ مذہبی رنگ ہی میں نہیں بلکہ مذہب کے پیدا کیے ہوئے ہیں ہم انہیں مذہب سے کیونکر الگ کر دیں ؟ ہمارے عقیدے میں ترہرہ خیال جو (قرآن) کے سوا اور کسی تعلیم گاہ سے حاصل کیا گیا ہو ایک کفر صریح ہے اور پالیٹکس بھی اسی میں داخل ہے - افسوس ہے کہ آپ حضرات کے (اسلام) کو کبھی بھی اسکی اصلی عظمت میں نہیں دیکھا : ما قدروا اللہ حق قدرہ - ورنہ اپنی پولیٹیکل پالیسی کیلئے نہ تو گورنمنٹ کے دروازے پر جھکنا پڑتا اور نہ ہندوؤں کے اقتدار کرنے کی ضرورت پیش آتی - اسی سے سب کچھ سیکھتے جسکی بدولت تمام دنیا کو اپنے سب کچھ سکھایا تھا - (اسلام) انسان کیلئے ایک جامع اور اکمل قانون لیکر آیا اور انسانی اعمال کا کوئی منقشہ ایسا نہیں جسکے لئے وہ حکم نہ ہو - وہ اپنی توحیدِ تعلیم میں نہایت غیور ہے اور کبھی پسند نہیں کرتا کہ اسکی چوکھٹ پر جھکنے والے کسی دوسرے دروازے کے ساقل بنیں - مسلمانوں کی اخلاقی زندگی ہو یا علمی سیاسی ہو یا معاشرتی دینی ہو یا دنیاری حاکمانہ ہو یا محکوماتہ : وہ ہر زندگی کے لئے ایک اکمل ترین قانون اپنے اندر رکھتا ہے - اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ دنیا کا آخری اور عالمگیر مذہب نہ ہو سکتا - وہ خدا کی آواز اور اسکی تعالیم گاہ خدا کا حلقہ درس ہے - جس نے خدا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا وہ پھر کسی انسانی دستگیری کا محتاج نہیں - یہی وجہ ہے کہ (قرآن) نے ہر جگہ اپنے تئیں اسلام مبین حق الیقین نور کتاب مبین تبیاناً لکل شی بشارت للذین ہادی وھدی الی السبیل جامع اضراب و امثال بلغ للناس حارہ

آپکی صداقت اور خلوص نیت میں بھی شک نہیں اور علم و فضل، علی الخصوص مذہبی معلومات کا درجہ تو میری تعریف سے بھی بلند ہے۔ یہ چیزیں ہمیشہ ہماری بد قسمت قوم کو میسر نہیں آئیں، ایسا نہ کہ خدا نخواستہ یہ تمام قوتیں ضائع جائیں اور قوم آپکی قابلیتوں سے محروم ہو جائے۔

ہمارا ارادہ تھا کہ سب سے پہلے الہلال کے مقاصد پر ایک جامع سلسلہ مضمون شروع کریں گے، اور ایک مرتب صورت میں بتلا دیں گے کہ ہمارے سفر کے حوالہ سے مقاصد کیا کیا ہیں؟ لیکن بعض مسائل درمیان میں اسے آگئے جن پر بے اختیار قلم کو حرکت ہوئی اور تمہید سے پہلے اصل کتاب شروع کر دینی پڑی۔ لیکن ہم اپنے مکرر دوست کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس ضروری سوال کو چھیڑ دیا۔

انہوں نے جن الفاظ میں میرے مذہبی افکار و تحریرات کی تعریف کی ہے، یہ انکا بزرگانہ حسن ظن ہے، لیکن بلا شائبہ انکسار عرض کر رہا ہوں کہ اسکی اہلیت کسی طرح اپنے اندر نہیں پاتا۔ ممکن ہے کہ مذہبی باتیں تھوڑی بہت مجھے معلوم ہوں، لیکن قرآن کریم کے معارف تو اتنے ارزاں نہیں، جسکو میں اپنی حرف شناسی دیکر خرید سکوں۔ میں تو انکے خط میں اپنی نسبت اسے الفاظ دیکھ کر بے اختیار کانپ اٹھا۔ اگر اسکے حقائق و اسرار کے فہم کیلئے عربی دانی کی ضرورت ہوتی، تو میں عربی کچھ نہ کچھ سمجھ لیتا ہوں۔ اگر مذہبی معلومات کی ضرورت ہوتی، تو انکے حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ اگر کتب تفسیر کے مطالعے کی ضرورت ہوتی تو کتابوں کی میرے پاس کمی نہ تھی۔ لیکن اسکے لئے یہ تمام باتیں بیکار ہیں یہاں پہلی شرط (انقا) اور (تزکیہ قلب) ہے، اور ساری محرومی اس میں ہے کہ اسی سے محروم ہوں۔ جو دل زاد تقویٰ سے محروم، اور ہوائے نفسانی و آلائش دنیا پرستی میں گرفتار ہے، وہ ایک لمحہ کیلئے بھی قرآن کے حقائق و معارف کا تجلی گاہ نہیں بن سکتا۔ علم و فضل اسکے لئے بالکل بیکار ہے، اور ذہن و دماغ کو یہاں کوئی نہیں پرچھتا: ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

از منطق و حکمت نکشاید در محبوب

اینہا ہمہ ارایش افسانۂ عشق است

یقین فرمائیے کہ جو کچھ عرض کر رہا ہوں بالکل سچ ہے۔ قرآن کے اسرار و معارف میں ایک غیر متقی انسان کیلئے کوئی حصہ نہیں، گو وہ علم و فضل کے تمام مدارج طے کرے۔ انصاف فرمائیے کہ جب حالت یہ ہو، تو پھر میری اس مقام میں کیا ہستی ہے؟

انکے خط میں کئی باتیں قابل غور ہیں:—

(۱) پولیٹیکل مباحث مذہبی تعلیم سے الگ ہونے چاہئیں۔

(۲) ہندوستان میں اس وقت جو پولیٹیکل گروہ موجود ہیں

انہیں سے الہلال کس کا ساتھ دیتا ہے؟

الہلال

۸ ستمبر ۱۹۱۲ء

— * —

الہلال کے مقاصد اور

پولیٹیکل تعلیم

کی نسبت ایک خط، اور اسکا جواب

— * —

اس ہفتے ہمارا ارادہ تھا کہ اس موضوع پر کچھ لکھیں گے، لیکن ایک بزرگ دوست کی تحریر نے اور زیادہ ضرورت پیدا کر دی۔ وہ لکھتے ہیں:

”..... ان سات نمبروں کو بغیر ایک حرف چھوڑے ہوئے پڑھ لینے کے بعد بھی صاف صاف معلوم نہیں ہوتا کہ آپ قوم کو کس قسم کی پولیٹیکل تعلیم دینا چاہتے ہیں؟ ایک بہت بڑا بنیادی اصول جو آپکا معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی نے آپکی بے انتہا عزت میرے دل میں پیدا کر دی ہے۔ یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کے تمام امراض کا علاج مذہب اور قرآن کو سمجھتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ان میں اسلام کی اصلی نہ کہ رسمی روح پیدا کی جائے۔ اس اصول کو اور بھی بہت سے لوگ جانتے اور کہتے ہیں مگر سچ یہ ہے کہ آپسے بڑھکر اسکو کوئی عمل میں نہیں لا سکتا۔ ابھی صرف چند تحریریں ہی آپکی نکلی ہیں لیکن انہیں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپکی نظر قرآن مجید اور اسکے حقائق و معارف پر کیسی وسیع اور گہری ہے؟ لیکن معاف کیجئے گا، آپ اپنے مذہبی رنگ میں پالیٹکس کو بھی خلط ملط کر دیتے ہیں اور اس طرح ملالیتے ہیں کہ پہچان مشکل ہو جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری طرح الہلال کے صدفا ناظرین کو بھی یہ خلجان پریشان کرتا ہوگا۔ پس آپکو چاہئے کہ سب سے پہلے آپ اپنی پالیسی کی تشریح کر دیں اور کم از کم پولیٹیکل تعلیم کو مذہبی تعلیم سے الگ کر کے صاف صاف بتلا دیں کہ آپ قوم کو کس راہ لیجانا چاہتے ہیں؟ ایک راستہ تو وہ ہے جسیر آج تک چلتے رہے۔ دوسرا راستہ اعتدال پسند ہندوؤں کا ہے جو دیش شہنشاہی کو قائم رکھنے کے اپنے حقوق طلب کرتے ہیں۔ تیسری جماعت آن ہندی انارکسٹھی کی ہے جو ہم کے گولے اور دیوا اور چلا کر بھارت ماتا کو اجنبیوں سے خالی کرنا چاہتے ہیں۔ براہ کرم آپ بتلا دیں کہ آپ کس جماعت میں ہیں اور کس کے ساتھ ہم کرکھڑا کرنا چاہتے ہیں؟ اس وقت ہم یا تو آپ کا ساتھ دینگے اور یا مذہبی تعلیم میں تو شریک نہیں گے اور اور میمن سے الگ ہو جائیں گے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ بچے نہیں معلوم کس قدر دقتیں آئے، کراہے ایسا بڑا کام شروع کیا ہے

نہیں، وہ خود دنیا کو اپنی جماعت میں شامل کرنے والے اور اپنی راہ پر چلانے والے ہیں، اور صدیوں تک چلا چکے ہیں۔ وہ خدا کے سامنے کھڑے ہو جائیں تو ساری دنیا انکے آگے کھڑی ہو جائیگی۔ انکا خرد اپنا راستہ موجود ہے۔ راہ کی تلاش میں کیوں آؤرنگے دروازوں پر بھٹکتے پھریں؟ خدا انکوسر بلند کرتا ہے تو وہ کیوں اپنے سرورنکو جھکاتے ہیں؟ وہ خدا کی جماعت ہیں اور خدا کی غیرت (والغیرۃ من شان حضرة الربوبیۃ) اسکو کبھی گوارا نہیں کر سکتی کہ اسکی چوکھٹ پر جھکنے والوں کے سر غیروں کے آگے بھی جھکیں: ان اللہ لا یغفرلی یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء (۲۱۷: ۴)

مگر وہ راہ کس طرف لیجانا چاہتی ہے؟

یس (الہلال) کی اور تمام چیزوں کی طرح پالیٹکس میں بھی یہی دعوت ہے کہ نہ تو گورنمنٹ پر بیجا اعتماد کیجئے اور نہ ہندوؤں کے حلقہ درس میں شریک ہوئے، صرف اس راہ پر چلئے جو اسلام کی بتلائی ہوئی صراط المستقیم ہے۔

(۱) اسلام کا اساس اولین اصول توحید ہے۔ وہ سکھاتا ہے کہ صرف خدا کو مانو! اور صرف خدا کے آگے جھکو! اسی سے مدد مانگنی چاہئے اور اسی کی اعانت پر اعتماد کرنا چاہئے (ایک نعبد و ایک نستعین) جس طرح خدا نے ذات کو ایک ماننا توحید میں داخل ہے، اسی طرح اسکی صفات میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرنا جزو توحید ہے۔ پس خدا کے سوا کوئی نہیں جسکا حکم انتہائی حکم ہو، کوئی نہیں جو عاجزی و تذلل کا مستحق ہو، کوئی نہیں جسکی جبروت و عظمت کے آگے چوں و چڑھ گنجائش نہ ہو، اور کوئی نہیں جو قوت اور خوف کرنے کے لائق ہستی ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خیر الامم بنایا اور دنیا میں اپنی نیابت اور خلافت بخشی، پس اپنے درجے کو ہر مسلمان محسوس کرے اور افسردگی، بے ہمتی، خوف و مرعوبیت کی جگہ اپنے اندر بلندی، خرد داری، طاقت و استعکام پیدا کرے۔

(۳) خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک عادلانہ قوت قرار دیا اور فرمایا کہ (جعلناکم امة وسطا) کہ انکا ہر کم عدل و اعتدال پر مبنی ہوگا، پس مسلمانوں کو ہر موقع پر میانہ روی اور اعتدال کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔

(۴) مسلمان دنیا میں صلح و امن کا پیام ہیں، انہوں نے تلوار بھی اٹھائی ہے تو صلح کی حمایت میں۔ پس فتنہ و فساد اگر آؤں کیلئے معیوب و جرم ہے، تو انکے لئے تو معصیت اور فسق ہے۔ دنیا میں جن قوموں نے فتنہ و فساد کو اختیار کیا وہ قہر الہی سے مقتضوب و مردود ہو گئے۔

اور (نوح) نے پتھروں کی بارش میں اسکا وعظ کیا۔ ابراہیم نے اسی کی نشانی کیلئے قربانگاہ بنائی، اور (اسماعیل) نے اسکے لئے اینٹیں چنیں۔ (یوسف) سے مصر کے قید خانے میں جب ایک ساتھی نے پوچھا تو اسی راہ کی اُس نے رہنمائی کی، اور (موسیٰ) جب راہی ایمن میں روشنی کیلئے بیقرار ہوا تو اسی راہ کی تجلی ایک سبز درخت کے اندر نظر آئی۔ (کلیل) کا اسرائیلی وعظ جب یروشلم کے قریب ایک پہاڑ پر چڑھا تو اسکی نظر اسی راہ پر تھی۔ اور پھر جب خداوند (سعید) سے چمکا اور (فاران) کی چوڑیوں پر نمودار ہوا تو وہی راہ تھی جسکی طرف اُس نے دنیا کو دعوت دی:

شرع لکم من الدین اللہ نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ ٹھہرایا موصیٰ بہ نوحاً والذی ہے جسپر چلنے کا اُس نے نوح کو حکم دیا اور اوحینا الیک و موصینا بہ اے پیغمبر وہی تمہاری طرف اتارا گیا اور ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ: اسی کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ان اقیما الدین ولا تتفرقوا کو حکم دیا کہ اس دین کے راستے کو قائم رکھنا خیدہ (۲۴: ۱۱) اور اسمیں تفرقہ نہ ڈالنا۔

یہی وہ راہ ہے، جسکی نسبت (یوسف صدیق) نے قید خانہ مصر میں یہ کہہ کر اپنا وعظ ختم کیا تھا کہ: ذالک الدین القیم، یہی سیدھا راستہ ہے، مگر بہت ولکن اکثر الناس ہیں جو نہیں جانتے۔

اور جسکی نسبت (داعی اسلام) کو حکم ہوا تھا کہ کہہ دے: هذه سبيلي، ادعوا میرا راستہ یہ ہے۔ تم سب کو اللہ کی طرف الی اللہ، علی بلاتا ہوں۔ میں، اور جو لوگ میرے پیرو ہیں بصیرۃ انا ومن سب عقل و بصیرت کے ساتھ اسی دین اتبعنی (۱۲: ۱۰۸) کے راستے پر ہیں۔

الحمد للہ کہ ہم ”ومن اتبعنی“ کے زمرے میں داخل ہیں اور اسی لئے جناب کی قرار دی ہوئی ان تینوں انسانی راہوں سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے، بلکہ اسی چوتھی راہ الہی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ یہ (قرآن) کی بتلائی ہوئی راہ صراط المستقیم ہے، اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان اپنے کسی عمل و اعتقاد کیلئے بھی اس کتاب کے سوا کسی دوسری جماعت یا تعالیم کو اپنا رہنما بنائے، وہ مسلم نہیں، بلکہ (شُرک فی صفات اللہ) کی طرح (شُرک فی صفات القرآن) کا مجرم، اور (مشرک) ہے: والحمد للہ الذی ہدانا لهذا، وما كنا لنهتدی لولا ان هدانا اللہ (۷: ۴۲)

مسلمانوں کے سامنے خود انکی پولیٹکل راہ موجود ہے

اب پوچھتے ہیں کہ ”آجکل ہندوؤں کے دو پولیٹکل گروہ موجود ہیں، ان میں سے آپ کن کے ساتھ ہیں؟“ گزارش ہے کہ ہم کسی کے ساتھ نہیں بلکہ صرف خدا کے ساتھ ہیں۔ اسلام اس سے بہت ارفع راعی ہے کہ اسکے پیروں کو اپنی پولیٹکل پالیسی قائم کرنے کیلئے ہندوؤں کی پیروی کرنی پڑے۔ مسلمانوں کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی شرم انگیز سوال نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسروں کی پولیٹکل تعلیموں کے آگے جھک کر اپنا راستہ پیدا کریں۔ انکو کسی جماعت میں شامل ہونے کی ضرورت

ہم نے انسان کے سمجھانے کیلئے اس قرآن میں سب طرح کی مثالیں بیان کر دیں تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں -

والقد ضربنا للناس في هذا القرآن من كل مثل لعلمهم يتذكرون (۲۹: ۳۹)

ان آیات میں قرآن کا دعوا بالکل صاف ہے - وہ ہر طرح کی تعلیمات کیلئے اپنے تئیں ایک کامل معلم ظاہر کرتا ہے - یہ اس کی تعلیم صاف اور غیر پیچیدہ ہے، بشرطیکہ اس پر تدبیر اور تفکر کیا جائے :

الحمد لله الذي انزل
 على عبده الكتاب ولم
 يجعل له عوجاً (۱۸: ۱)

تمام تعریفیں اُس خدا کے لئے ہیں جس نے
 اپنے بندے پر قرآن اتارا اور اس میں کسی
 طرح کی پیچیدگی نہ رکھی -

بس یہ کیونکر ممکن ہے کہ اس کے پیرو اپنی زندگی کے ایک ضروری شعبے یعنی سیاسی اعمال کیلئے دوسروں کے دروازوں کے سائل بنیں ؟ حالانکہ خود قرآن ان کے پاس ایک حکم اور ایک امام مبین ہے -

وکل شی احصیاء اور ہر شے کو ہم نے اس کتاب واضح (قرآن) فی امام مبین میں جمع کر دیا ہے

(۱۱ : ۳۶)

بیشک یہ قرآن ایک قول فیصل ہے تمام اختلافات و اعمال کے لئے - وہ کوئی بے معنی اور فضول بات نہیں۔

مسلمانوں کی ساری مصیبتیں صرف اس غفلت کا نتیجہ ہیں کہ انہوں نے اس الہی تعلیم کو چھوڑ دیا، اور سمجھنے لگے کہ صرف روزہ و نماز کے مسائل کیلئے اسکی طرف نظر اٹھائے ہی ضرورت ہے ورنہ اپنے تعلیمی، تمدنی اور سیاسی اعمال سے آگے کیا سرگراں؟ لیکن وہ جسقدر قرآن سے دور ہوئے کئے اتنا ہی تمام دنیا ان سے دور ہوئی گئی اور جس راہ میں قدم اٹھایا نہراہی گئی، نشت سے دو چار ہوئے۔ اس وقت ہی پیشین گوئی بے ہی قرآن نے کر دی تھی :

وقال رسول يارب ان
 قومي اتعدوا هـ
 القرآن مہجورا (۲۵ : ۴۳)
 قیامت کے دن، رسول اللہ عرض کریں گے
 وہ خدا یا میری امت نے اس قرآن کو
 ہڈیاں سمجھا (اور اس پر عمل نہیں کیا)

ہم نہیں سمجھتے تھے، نازل قرآن کے وقت مشرکین مکہ اس سے اعراض و اعصاب کرے یہ سوانحیں اس سے زیادہ بیا ثمود اور سرکشی تھی، جتنی آج صدیوں سے تمام مسلمانان عالم اور انکا ہر طبقہ، خواہ وہ مدعیان ریاست دینی کا ہو، یا مسند نشینان تخت دیوی کا، یہ استدعا کر رہا ہے ؟ وہ اگر قرآن کی تلاوت کے وقت کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے تھے یا کعبے کے اندر سرور مچاتے اور تالیاں پیٹتے تھے کہ اسکی آواز کسی کے سننے میں نہ آئے تو آج خود مسلمان کانوں کی جگہ دلوں کو بند کئے ہوئے ہیں، اور سرور مچانے کی جگہ کو خاموش ہیں

اے پیغمبر! جس وقت تم
 قرآن پڑھتے ہو، ہم تم میں اُزاں
 لوگوں میں جنہیں آخرت کا یقین
 نہیں ایک چھپا دینے والا پیدا
 دال دیتے ہیں۔ نیز انکے دلی پر
 غلاف ڈال دیتے ہیں تاکہ قرآن
 سمجھ نہ سکیں، اور انکے کانوں
 میں گرائی پیدا کر دیتے ہیں
 تاکہ سن نہ سکیں۔

پس اگر آپ کو یہ خلیجان پریشان کئے ہوئے ہوں تو افسوس ہے کہ ہم اسے دور نہیں کر سکتے۔ اگر ہم کو اپنے مقاصد کے بالتفصیل بیان کرنے کی مہلت نہیں ملی تو مضائقہ نہیں، وہ نہایت مختصر لفظوں میں بھی آج سناؤ جاسکتے ہیں۔ ہم بالاختصار عرض کر دیتے ہیں کہ الہلال کا مقصد اصلی اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کو ان کے تمام اعمال و معتقدات میں صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے اور خواہ تعلیمی مسائل ہوں، خواہ تمدنی، سیاسی ہوں، خواہ اور کچھ۔ وہ ہر جگہ مسلمانوں کو صرف مسلمان دیکھنا چاہتا ہے۔ اسکی صدا صرف یہی ہے کہ تعالٰی! الیٰ کلمۃ سہاء یٰہنا ربینکم (۵۷: ۳) اُس کتاب اللہ کی طرف آؤ، جو ہم اور تم دونوں میں مشترک ہے، اور جس سے کسی کو اعتقاداً انکار نہیں، مگر عملاً یہ حل ہے کہ :

الذین قالوا امض
بأمرهم ولم یؤمن
قلوبهم (۴۵ : ۵)

انہوں نے زبان سے تو کہہ دیا کہ ہم
ایمان لائے ہیں، لیکن انکے
دلوں میں ایمان نہیں۔

خدا تم کو اپنے کلام کے آگے سر بلند فرما دے + تم کیوں اس سے گردن
مڑ کر انسانوں کے آگے نہایت سر جھکاتے ہو؟ اس کے سوا (پہلا مال)
کئی کوئی تعلیم اور زرعی مقصد نہیں : ومن احسن قولا ممن دعا الى
الله وعمل صالحا ، وقال انني من المسلمين (۳۴ : ۴۱) [اور اس
سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف دعوت دے اور
عمل اچھ کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں]

(۶)

آپکا دوسرا سوال یہ ہے کہ ہندوستان میں پولیٹیکل خیالات کے تین راستے موجود ہیں، (الہال) کس راہ پر قوم کو چلانا چاہتا ہے؟ پھر آپ نے انکو گنوا بھی دیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آپ ایک چوتھی راہ کو بالکل بھول گئے۔ یہ تین راستے تو آج آپ کے سامنے نمودار ہوئے ہیں، مگر وہ چوتھی راہ تو وہ قدیمی راہ ہے، جسپر چلتے ہوئے ہزاروں ہستیاں منزل مقصد تک پہنچ چکی ہیں۔ آسمان و زمین محلِ خاطر نے جس وقت انسانوں کو آنکھیں دیکھنے کیلئے عطا فرمائیں اسی وقت اس کے سامنے یہ راہ بھی کھول دینی تھی۔ (آسم) نے اس پر قدم رکھا

تاریخ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے جتنی فرانس کے لئے ۱۸ جولائی سنہ ۱۷۸۹ء اور انگلستان کے لئے ۲ جون سنہ ۱۷۴۹ء قابل یادگار تاریخیں تھیں۔ افسوس ہے کہ مجھے یاد نہیں کہ ۱۳ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ء کو کیا اہم واقعہ مسلمانان ہند کو پیش آیا کہ اس تاریخ کو ”نغمہ شادی“ نہیں تو ”نوحہ غم“ ہی سے تعبیر دیکر ہمیں یاد رکھنا چاہئے۔ پھر آنجناب فرماتے ہیں کہ ”۱۲ دسمبر کو ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ۳۱ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ء کی نمودار ہوئی“ چونکہ ۱۲ - دسمبر کی خصوصیت اوپر کے فقرے میں یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ تقسیم بنگال کی تہذیب کا اسی دن حکم سنایا گیا اسلئے ضرور ہے کہ مراد ۱۲ - دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء سے ہو۔ اگر ۱۳ - جولائی اس فقرے کے عنوان میں سہو کاتب یا اس ’دور آہنی‘ میں سہو کمپوزٹری سے ۳۱ جولائی کی جگہ چھپ گیا ہے تب بھی سمجھہ میں نہیں آتا کہ سنہ ۱۹۱۱ء میں ۳۱ جولائی کی تاریخ ۱۲ دسمبر کے کچھ دن بعد کیونکر نمودار ہوئی واللہ اعلم بالصواب۔

بہر حال تاریخ ۱۳ ہو یا ۳۱ - جولائی کسی سال میں دسمبر کے پیشتر آئے یا بعد جس تاریخ کو آنجناب انقلاب فرانس و انگلستان کی تاریخوں کی طرح قابل یادگار تصور فرماتے ہیں اس کے متعلق آنجناب نے جو کچھ تشریح کی ہے وہ اسقدر ہے کہ آسٹن مسٹر (اب سر ہار کورٹ) بٹلر نے ایک تحریر مسلم یونیورسٹی کاسٹی ٹیوشن کمیٹی کے صدر کے نام ارسال فرمائی تھی۔ چونکہ اس تحریر کے متعلق آنجناب کو پے درپے غلط فہمیاں واقع ہوئی ہیں اور انہیں پر جناب کی روانی عبارت کا دنا و دنا ہر اسلئے مناسب ہے کہ اس تحریر کے بارے میں آنجناب نے جو کچھ از قلم فرمایا ہے وہ ناظرین کے پیش نظر ہے۔ آن جناب تحریر فرماتے ہیں کہ:

”یہی وہ یلغار تاریخ ہے جس نے گہنا ہمارے موجودہ سرزندگی کی سبب سے جو جدوجہد اور ہمارے وقت اور مل کی سب سے زیادہ قیمتی چیز کا فیصلہ کر دیا تھا۔ مگر حکمران کمیٹی نے تمام قوم کو اس سے بے خبر رکھا اور وہاں یہی جیغی رہی کہ ریپبلک ریپبلک کیونکہ اس کے سوا اور کوئی رکوت سرپیش نہیں واللہ يعلم انہم الکاذبون۔ انہیں کا ہر فرد ہر وقت ہر شخص کی طرح خوب جانتا تھا کہ ایسی یونیورسٹی جو گورنمنٹ کے آہنی پنڈے میں دبی ہوئی نہ ہو نہ ملی ہے نہ مل سکیگی۔ اور پھر قرائن اور حالات سے بڑھ کر خود صاف صاف لفظوں میں مسٹر بٹلر نے کہ دیا تھا کہ شرط آخری یہ ہے کہ جز وکل ہمارے ہاتھ میں محفوظ رہیگا“ لیکن باوجود اس کے پرنس کمپونک (کمپونکے) کی اشاعت تک انہیں کا ہر شخص دانستہ دس کروڑ مسلمان کو دھوکا دیتا رہا اور صرف اسلئے کہ افشائے راز کے بعد چاندنی سونے کی لگاتار بارش جو ہو رہی ہے بند ہو جائیگی۔ کسی کا لب نہ کھلا کہ سماء شملہ کا شدید القوی جو رچی اسپر نازل کر رہا ہے اسکو اپنی مظاہرہ امت تک بھی پہنچا دے۔ صرف ایک نواب وقار الملک کا سچا اور مومن قالب تھا جو ان فریب کاریوں کا متحمل نہ ہو سکا اور عای گدہ کے علاقہ کی ظلمت اس کے نور ایمان پر غالب نہ آسکی۔“

اور نہ کسی انسانی گروہ کا اتباع و تقلید ہے بلکہ اس رب العالمین نے جس نے کتاب رحمت اور عدل و میزان کے ساتھ اپنے رساں کو دنیا میں بھیجا۔ یہ راہ ہمارے سامنے کھولنی ہے۔ وہ اگر نوبت بخشے تو اسکی دی ہوئی زندگی کو اسی دعوت حق میں ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ نہ کسی سے جنگ ہے نہ کسی سے مناقشہ۔ نہ صلہ کی توقع ہے اور نہ دلد کی امید۔ اس راہ کے (دعویٰ کوہ) کو جو حکم دیا گیا تھا وہ ہمارے سامنے موجود ہے:

فادع ’ راستم کما امرت (۱- دسمبر) تو انکو دعوت دے اور ولاتبع اہل اہم ’ جو حکم دیا گیا ہے اسپر قائم ہو جا ’ قل امنت بما انزلہ انکی خواہشوں پر نہ چلے اور انکو کھدے من کتاب ’ و امرت کہ تمام اتنی ہوئی کتابوں پر میرا ایمان لا عدل بینکم ’ اللہ ربنا ہے اور معکو حکم ملا ہے کہ عدل کروں ’ و ربکم ’ لنا اعمالنا وکم وہی اللہ ہمارا اور تمہارا ’ دونوں کا پروردگار اعمالکم ’ لا حجة بیننا ہے ہمارا عمل ہمارے لئے اور تمہارا عمل و بینکم ’ اللہ یجمع تمہارے لئے جھگڑنے کی کرلی بات بیننا والیہ المصیر نہیں ’ اللہ ہم سب کو ایک جا جمع کر دینا اور سب کو اسی کے طرف جانا ہے۔ (۱۴:۴۲)

اگر (مسلم لیگ) مسلمانوں کی پولیٹیکل راہنمائی کرنا چاہتی ہے تو اسکو یہی راہ اختیار کرنی چاہئے: واللہ یعسی من یشاء الی صراط المستقیم۔

مسلم یونیورسٹی کمیٹی

—*—

ایڈیٹر کامرید کی چٹھی

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب الہلال۔

جناب من — جناب والا معززہ مسلم یونیورسٹی کے متعلق پیشتر ہی بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور گذشتہ نمبر یعنی ۲۵ - اگست کے پرچے میں بھی اس اہم مضمون پر آنجناب نے خاص فرسٹ فرمائی ہے۔ نہ صرف یہ حیثیت ایک ایڈیٹر کے بلکہ یہ حیثیت ایک قوم کو فروغ دینے کے بھی جناب والا کو پورا حق حاصل ہے کہ اپنے خیالات کا آزادانہ اظہار فرماتے رہیں اور یہ حق آپ جیسے اہل الرائے کیلئے فرض کے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کے تسلیم کرنے کے بعد اتفاقاً عرض کرنیکی جرات کرتا ہوں کہ اس مسئلہ کے متعلق مجھے آنجناب کی بعض رائے سے اختلاف ہے اور گولس موقع پر اس اختلاف کی تشریح کو میں چھٹل ضروری نہیں سمجھتا البتہ آنجناب کے ایک خاص اظہار رائے کے متعلق جسکا اثر منجملہ چند دیگر افراد قوم کے مجھے بھی پوتا ہے مجھے یہ چند مطرز لکھنا پڑیں۔ اور امید ہے کہ الہلال کے ایک گوشے میں ان کو بھی فخر طبع نصیب ہوگا۔

۲۵ - اگست کے پرچے میں ”نشہ شام کی نصف شب“ کے عنوان سے ایک لیڈنگ آرٹیکل شایع ہوا ہے جس میں جناب نے ۱۳ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ء کو مسلمانان ہند کے لئے آنٹی ہی قابل یادگار

(۵) قرآن انکو سکھاتا ہے کہ

تعارفوا علی البسر ایک دوسرے کی مدد کر نیکی
والتقوی ولا تعاونوا اور پرہیزگاری کے کاموں کیلئے گناہ
علی الاثم والعدوان و فساد کیلئے نہیں۔

وہ دنیا میں خدا کے پاس اس امر کے ذمہ دار
ہیں کہ نیکی کی حفاظت کریں اور فساد کو روکیں
پس ہر اچھی بات کرنے والوں کے وہ مددگار ہوں خواہ
وہ گورنمنٹ ہو یا کوئی اور قوم۔

(۶) قرآن انتظام عالم کیلئے ضروری سمجھتا ہے کہ شخصی

استیلاء و اقتدار کی مخالفت کرے، اسکی تعلیم یہ ہے کہ
خدا کے سوا کوئی نہیں جو انسانوں کو محض اپنی رائے
اور خواہش کے بناء پر احکام کی تعمیل پر مجبور
کرنے کا حق رکھتا ہو:

ما کان لبشر ان یوتیه یہ حق کسی بشر کو نہیں پہنچتا
اللہ الکتاب والحکم کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب اور عقل
والنبوة ثم یقرل اور حکم اور نبوت عطا کرے اور وہ
للناس کونوا عباداً لی لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر
من دون اللہ (۷۳:۳) میری بندگی کر

جس چیز کا اختیار انبیاء کرام کو نہیں اسکا حق
کسی دنیوی طاقت و حکومت کو بھی نہیں ملسکتا۔ البتہ
وہ ملت اور جماعت کے اندر اپنی عقل کو مضغی بنلاتا
ہے اور کہتا ہے کہ (ید اللہ علی الجماعہ) اللہ کا ہاتھ
جماعت پر ہے، پس اس کے نزدیک وہی حکومت جائز
ہوسکتی ہے جو شخصی نہو بلکہ کسی مات اور قوم کے
ہاتھ میں ہو۔ اسی بنا پر اسنے مشورے کا حکم دیا:

وامرہم شوریٰ بینہم اور انکو حکم دیا کہ آپس میں
(۳۶:۲۲) مشورہ کر کے تمام کم انجام دیں
وشارہم فی الامر اے پیغمبر تمام امور و معاملات کو
(۲۹:۳۳) مشورے کے ساتھ انجام دیا کر۔

پس مسلمانوں کا فرض ہونا چاہئے کہ وہ جائز آزادی
کے حصول کیلئے کوشش کریں اور پارلیمنٹری حکومت انہیں
جب تک نہ مہجائے اپنے اصول مذہبی کی خاطر چین
نہ لیں۔

یہ اصول ہیں جنہے ہم اپنی پارلیمنٹل پالیسی طیار کرسکتے ہیں
اور جسے لئے ہمیں نہ تو مادریت ہندوؤں کی کاسہ لیس کی ضرورت
ہے نہ اکثریت کی۔ اگر ہم ایسا کریں تو ایک اعتدال پسند
مگر بے خوف جماعت ہونگے، اور ہم سے کسی فریق کو ضرر اور نقصان
خوف نہوگا۔ ہم بالکل اپنے مذہبی اصول کے مطابق ملک کی ملکی
ترقی اور آزادی کے لئے سعی کریں گے لیکن ہماری سعی فتنہ و فساد
اور شورش و بغاوت سے بالکل پاک ہوگی۔ قرآن نے ہمکو سکھایا ہے
کہ: لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها [امن کے بعد زمین پر فساد نہ
پھیلاؤ] برآش گورنمنٹ نے یقیناً ہمکو امن دیا ہے اور اس امن میں

ہم آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی فرائض انجام دیتے ہیں، پس اب
باغیانہ شرفساد اور مغویانہ قانون شکنی اصلاح کے بعد زمین پر آلودہ
فساد کرنا ہوگا، اور یہ یقیناً خدا کا جرم اور عصیان ہے۔ قرآن کی یہ
تعلیم ہے کہ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان پس جو
لوگ ملک میں فساد پھیلاتے ہوں، خواہ وہ ہندو اناکست ہوں یا
جرائم پیشہ جماعتیں، ہمارا فرض ہونا چاہئے کہ انہیں درستی دھونڈیں
اور بن پڑے تو انکے دفعیے کیلئے کوشش کریں۔

گورنمنٹ کو ہم سے مطمئن رہنا چاہئے

گورنمنٹ کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اگر ہم مسلمان سچے مسلمان
ہوجائیں تو جسقدر اپنے نفس کیلئے مفید ہوں، اتنا ہی گورنمنٹ کیلئے
نیز اسی قدر اپنے ہمسایوں کیلئے۔ اسکو بھولنا نہیں چاہئے کہ اگر ہم
سچے مسلمان ہوں تو ہمارے ہاتھ میں قرآن ہوگا، اور جو ہاتھ قرآن
سے رکا ہوا ہو وہ ہم کا گولا یا دیوار نہیں پکڑ سکتا۔ البتہ یہ بھی
لینا چاہئے کہ اسلام نے ہم کو آزادی بخشنے اور آزادی کے حاصل کرنے
دروں کی تعلیم دی ہے۔ ہم جب حاکم تھے تو ہم نے آزادی دی
تھی، از اب ہم حکم ہیں تو وہی چیز طلب کرتے ہیں۔ ہم خدا
کی مرضی اسی میں یقین کرتے ہیں کہ قوموں اور ملکوں کو اپنے
اور آپ حکومت کرنے کیلئے آزاد چھوڑ دیا جائے، اور یورپ خود اسی
اصول پر کار بند ہوکر آزاد ہوچکا ہے۔ ہم انگلستان سے آج اسی شے
کے طالب ہیں، جس شے کیلئے وہ خود کل تک بیقرار تھا۔

بیشک اگر اسلام کی بتلائی ہوئی پالیٹکس کی راہ ہمارے
سامنے ہوگی تو ہم ایک طاقتور گروہ ہونگے، بیخوف ہونگے، اظہار
حق میں بے باک ہونگے، کیونکہ ہم خدا کے سوا کسی سے نہیں
درتے، لیکن اسلام ہی کے بقلاے ہوئے اصولوں کی وجہ سے قانون
اور حکومت بھی ہماری طرف سے بے خطر ہوگی۔ چونکہ ہماری راہ
صاف اور غیر مشتبہ ہوگی اسلئے ہماری نیت اور ہماری زبان بھی
ایک ہوگی۔ ہم جوش میں بھی آئیں گے، لیکن ہمارا جوش اور
ایچی ٹیشن قانون اور امن کے حذر کے اندر ہوگا، کیونکہ خدا نے
کہا ہے کہ فساد مت کرو۔ اب تک مسلمانوں کے جو پیشوا قوم کو چپ
اور غافل رکھنے کی سعی کرتے رہے، وہ اندر ہی اندر پھوڑے کو پکاتا
اور راکھ کے اندر چنگاریوں کو دبانا چاہتے تھے، لیکن اگر ہم اس راہ پر
آئیں تو ہمارے زخم دل پر نہیں، بلکہ کھلے ہوئے چہرے پر ہونگے
ہماری خواہشوں اور شکایتوں کے پھوڑے اندر پک کر امن کے جسم کو
نقصان نہیں پہنچائیں گے، بلکہ ثبوت کر بہ جائیں گے۔ ہم شور ضرور
مچائیں گے، مگر پھر دل میں کچھ باقی نہ رہے گا۔ فریاد ضرور کریں گے
مگر اندر شکایتوں کی آگ کو نہیں پالیں گے۔ پس گورنمنٹ ہی
بھی مصحت یہی ہے کہ ہم دو مسلمان بننے کیلئے چھوڑ دے، کیونکہ
مسلمان ہونے کے بعد ہم اپنے نفس کیلئے اور نیز تمام عالم کیلئے
یکساں طور پر مفید ہستی ہوسکتے ہیں۔

* * *

یہ الہال کی پالیسی ہے، اور یہی دعوت ہے جسکی طرف ہم
مسلمانوں کو بلانا چاہتے ہیں۔ یہ کسی انسانی دماغ کی اختراع نہیں،

سنہ ۱۹۱۲ کو سزا دلوانا چاہتے ہیں کہ ہم سال بھر تک دھوکا دیتے رہے
ازر لطف یہ ہے کہ چونکہ آپ با خدا ہیں اسلئے خدا سے بھی کراہی
دلواتے ہیں کہ ہم لوگ دروغ گو ہیں -

امر آخر کے متعلق عرض ہے کہ جو کچھ آنجناب نے نواب رقار الملک بہادر کی ستائش فرمائی ہے نواب موصوف اس کے اور اُس سے زائد کے مستحق ہیں لیکن علی گڑھ کے ”علاق“ انکا دامن اسطرح پکڑے ہوئے ہیں کہ ان جیسے ”سچے اور مومن قلب والے“ کا ”نور ایمان“ بھی ”علی گڑھ کے علاق کی ظلمت“ پر غالب نہ آسکا“ اور کمیٹی کے ہر کاذب اور دھوکے باز ممبر کی طرح نواب صاحب قبلہ بھی ان فریب کاریوں کے نہ صرف متحمل ہی ہو سکے بلکہ بقول آپ کے سب سے زیادہ دھی ”چیختے رہے کہ رپیہ لار رپیہ لار کیونکہ اس کے سوا اور کوئی رگارت درپیش نہیں“ -

جب مسٹر بٹلر کی یہ تحریر انسٹی قیوت گزٹ میں شائع ہوئی تو اسی کی پیشانی پر نواب صاحب قبلہ کی بھی ایک تحریر شائع ہوئی جس میں درج تھا کہ - ” نہایت خوشی اور شکر ہے اور مبارک بادی کے ساتھ ذیل میں آنریبل مسٹر بٹلر بالقابہ کا تذکرہ نامہ (جو جناب مدرج کے آنریبل سر راجہ محمد علی محمد خان صاحب بہادر کے - سی - آئی - اے - اوف محمود آباد پریسیدنٹ مسلم یونیورسٹی کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کے نام ۳۱ جولائی سنہ ۱۹۱۱ ع کو شملے سے تحریر فرمایا ہے) درج کیا جاتا ہے اس کو پڑھ کر یقین ہے کہ مسلمانوں کا ہر فرد قوم گورنمنٹ کا بدلہ شکر گزار ہوگا اور جن صاحبوں کو اس بات کا انتظار تھا کہ گورنمنٹ اوف انڈیا ایک جداگانہ قومی یونیورسٹی کے قائم کرنے پر رضامند ہوگی یا نہیں ، وہ اب پورے اطمینان کے ساتھ ہمہ تن اس بات کے لئے کوشاں ہونگے کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس کام کے لئے روپیہ فراہم کریں باقی تفصیلات ہیں جو بعد کر ملے ہوتی رہیں گی معاملے کا تما م تر نچوڑ اور دار و مدار (جیسا کہ آنریبل مسٹر بٹلر کے مراسلے میں صاف طور پر تحریر ہے اور جیسا کہ اس سے پیشتر بار بار ظاہر کیا جا چکا ہے) محض کافی روپے کے وصول ہونے پر ہے “

آنجناب نے صرف سر ہار کورٹ بٹلر کی ۹ - اگست سنہ ۱۹۱۲ کی تحریر کا ترجمہ علی گڑھ انسٹی قیوت گزٹ میں پڑھا اور اسمیں جو فقرہ ۳۱ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ کے مراسلے سے ملخوڑا تھا اسکی غلط تاویل فرما کر بلا غور و فکر اور بے قائل پچاس ساٹھ مسلمانوں کو لاذب اور فریبی ٹھہرا دیا اور (آگے آیت) کلام الہی سے اپنے فتنے کی تصدیق بھی حسب معمول فرمادی شاید ظن مومن کی یہی تعریف ہو ! مگر یہ مسائل مذہبی ہیں اور میں محض سگ دنیا - البتہ اتنا ضرور عرض کرونگا کہ یہ طریقہ اخبار نویسی خواہ لکھنے والے کے لئے کتنا ہی دل خوش کن اور عوام کے لئے کیسا ہی دلچسپ کیوں نہ ہو جنہر سب رشتہ کی بوجھار پڑتی ہے اُن کے لئے ضرور بہت کچھ دل شکن ہے - چونکہ اس بار کی بوجھار میں میں بھی خشک دامن نہ رہ سکا اسلئے محض اپنی ذاتی بچاؤ کی غرض سے نہ کہ قومی مفاد کے خیال سے ان سطور کے لکھنے کی ضرورت پیش آئی -

یہاں تک تو صرف اُن واقعات سے استدلال کیا گیا ہے جنکا علم ہریزہ لکھ مسلمان کے لئے ممکن الحصول تھا اور جسے بہت سے پڑھ لکھ مسلمان واقف تھے اب اتنا اور عرض کرنا ہے کہ کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کے صدر کے پاس انہیں مسٹر بٹلر کی ایک اور تحریر بھی اُسی ۳۱ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء کی لکھی ہوئی بصیغہ راز آئی تھی اور اسی وجہ سے وہ آج تک عام طور پر شایع نہیں ہوئی اور اسکا علم عام طور پر مسلمانوں کو نہیں۔ کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کے ممبر ہندیہ حیثیت سے اس تحریر اور ملفوفہ نوٹ کی نقل میرے پاس بھی آئی تھی اور وہ دونوں اسوقت میرے پیش نظر ہیں۔ نوٹ میں اس کانفرنس کی مختصر روئیداد درج تھی جو مئی سنہ ۱۹۱۱ء میں گورنمنٹ ہند کے ممبروں اور کمیٹی کے ایک ڈیپوٹیشن کے درمیان ہوئی تھی۔ اور اصل مراسلے میں ان دو امور کا ذکر تھا جنہیں گورنمنٹ ہند نے کانفرنس کے بعد تغیر و تبدل کرنا چاہا تھا۔ الحاق کا مسئلہ ان دو امور میں شامل نہ تھا اور کانفرنس کی روئیداد کے نوٹ میں اس کے متعلق صاف درج تھا کہ بیرونی درسگاہوں کا الحاق ہوا مگر الحاق کے وقت چانسلر کی منظوری لینا لازمی ہوگی۔

اب اس کے بعد بھی آنجناب کے نزدیک ہم ہی گالیں کے مستحق ہیں تو شرق سے گالیاں دیجئے :

بسم گفتی و خرسندم عفاک الله نک و گفتی

جواب تلخ می زید لب لعل شکر خارا

لیجئے میں تو ”سمائے شملہ“ کے ”شدید القوی“ کی
 ”رحی“ کو اپنی ”مظلوم امت“ تک پہنچا چکا - اب آپکی باری
 ہے کہ اپنی مجہول امت کے لئے اُسکی تفسیر فرمائیں تاکہ اس کے
 بغور ہی ذہن نشیں ہو جائے کہ اگر گورنمنٹ نے ۳۱ جولائی سنہ ۱۹۱۱
 کو یونینرسٹی کے قائم ہونے کو اصولاً علانیہ منظور فرمایا اور بصیغۂ راز
 الحاق کو قائم رکھنے کی بھی اطلاع دے دی تو دراصل یہی مطلب
 تھا کہ اُس نے ”ہمارے موجودہ نور زنگی کی سب سے بڑی
 جد و جہد اور ہمارے رقت و مال کی سب سے زیادہ قیمتی چیز کا
 فیصلہ کر دیا“ - اور ہمارے لئے ۳۱ جولائی سنہ ۱۹۱۱ کی تاریخ کو
 (یا ۱۳ جولائی کو) جو ۱۲ دسمبر سنہ ۱۹۲۱ کے کچھ ہی دنوں
 بعد نمودار ہوئی تھی ایسا ہی قابل یادگار بنادیا جیسا کہ فرانس کے
 انقلاب یا انگلستان کی بغاوت عظیم کی تاریخیں ہیں -

کچھ ہی سہی مگر آنجناب نے مضمون کا عنوان اچھا سوجھا تھا۔
 ”نشہ شام کی نصف شب“ کی سرخی شان نزل کے لئے نہایت
 مؤثر ہوئی مگر ذرا قبل از وقت ثابت ہوئی معلوم ہوتا ہے کہ
 رضائی نے اصل وقت سے کچھ گھنٹے قبل ہی یہ کہہ چرٹکا دیا کہ :
 زلفش بہ کمر رسیدہ باشد

نیاز مند محمد علی

(ایڈیٹر کامریڈ)



رہیگا - سوائے خدا کے علم غیب کسی کو نہیں اور ممبران کمیٹی کے پاس سوائے مسٹر بٹلر کی تحریر کے ”صاف صاف لفظوں کے“ دوسرا ذریعہ اسرار نہانی کے دریافت کرینکا نہ تھا - جیسا اس آرل کے متعلق عرض کیا جاچکا ہے آنجناب کو اس فقرے کے سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی جسمیں وزیر ہند کے ”اختیارات کامل کو محفوظ رکھنے“ کی نسبت تحریر ہے - اسکو آنجناب غالباً مسلم یونیورسٹی میں گورنمنٹ کے ”اختیارات کامل کی حفاظت“ سمجھے - دراصل مسٹر بٹلر نے اسوقت صرف اتنا ہی لکھا تھا کہ یونیورسٹی کے دستور العمل کی تفصیلات کے متعلق وزیر ہند نے ابھی کوئی رائے نہیں دی ہے کیونکہ فی الحقیقت اسوقت تک مسودہ دستور العمل انکی خدمت میں ارسال بھی نہیں ہوا تھا - اور اسی لئے وزیر ہند اسکیم کے ہر اک جزو کے متعلق رائے دہی کے کامل حق کو محفوظ رکھتے ہیں -

امر سوم کے متعلق گزارش ہے کہ کانسٹی ٹیوشن کمیٹی نے اس تحریر کے مقابلے میں اس بخل سے ہرگز کلم نہیں لیا جسکا تذکرہ آنجناب نے نہایت شد و مد سے اپنے خاص اور اچھوتے پیدایے میں فرمایا ہے بلکہ اُس ”وحی“ کو جو نعرہ باللہ من ذلک (سمائے شملہ) کے (شدید القوی) نے انپر نازل کیا تھی ہر فرد قوم تک اسی وقت پہنچادیا - ظاہر ہے کہ جو تحریر نہ صرف کامریڈ اور تمام دیگر انگریزی اخبارات میں شائع ہوچکی ہے بلکہ جسکا ترجمہ متعدد اردو اخبارات میں چھپ چکا ہے ، ادیٹر الہلال کی نظر دراز اس کے دائرے میں یا تو اب تک داخل نہیں ہوئی یا وہاں سے جلد نکل کر وقف طاق نسیاں ہوگئی - مگر واقعہ یہ ہے کہ منجملہ دیگر اخبارات کے ۹ - اگست سنہ ۱۹۱۱ کے علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں یہ تحریر مع ترجمے کے چھپ چکی ہے اور ”امت مظلوم“ اور اسکے علمائے مغار و دیار (کاتبیائے بنی اسرائیل) کو شملہ کی ”وحی“ کے متعلق شکایت کی مطلق گنجائش نہیں -

بر رسولان بلاغ باشد و بس

امر چہارم کی نسبت عرض ہے کہ اگر ہم سب لوگ جو کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کے ممبر ہیں بقول آپ کے کاذب ہیں اور سب (ایکے مردم شماری میں دس کروڑ) مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں تو تعجب ہے کہ آنجناب جیسے باخبر اور واقف کار مسلمان - جس طرح انہیں دھوکا کھانے دیا - گو مسلمان مٹے عرفان سے تائب ہوچکے ہوں مگر یہ کیونکر ممکن تھا کہ ساتی کی ترغیب کا اثر کچھ نہ ہو -

میں اور بزم می سے یوں تشنہ کلم آؤں

گر میں نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

- مانا کہ الہلال افق عالم پر اسوقت تک نمودار نہ ہوا تھا مگر آزادی کے بدر کامل کو یہہ کیسا گہن لگا تھا کہ آج کامل ایک سال بعد ظلمت علی گڑھ پر نور ایمان غالب آیا ہے - ۳۱ جولائی کی تحریر ۹ - اگست سنہ ۱۹۱۱ تک شائع ہوچکی تھی مگر آنجناب اسپر بھی قوم کی پنچائیت میں ہم بیچاروں کو ۲۵ - اگست

آنجناب کی تحریر میں مفصلہ ذیل امور فیصلہ طلب ہیں :-

(۱) کیا مسٹر بٹلر کی تحریر مورخہ ۳۱ - جولائی سنہ ۱۹۱۱

نے کسی طور پر مسلم یونیورسٹی کا فیصلہ کر دیا تھا ؟

(۲) کیا مسٹر بٹلر نے ”صاف صاف لفظوں میں“ کہ دیا تھا

کہ ”شرط آخری یہ ہے کہ جزو کل ہمارے ہاتھ میں

محفوظ رہیگا ؟“

(۳) کیا ”حکمران کمیٹی نے“ (جس سے مراد غالباً

کانسٹی ٹیوشن کمیٹی ہے) ”تمام قوم کو اس سے

بے خبر رکھا“ ؟

(۴) کیا یہ سچ ہے کہ اس کمیٹی کا ”ہر شخص دانستہ

دس کروڑ مسلمانوں کو دھوکا دیتا رہا اسلئے کہ انشاء راز

کے بعد چاندی سونے کی لکاتار بارش جو ہو رہی ہے

بند ہو جاوے گی ؟

(۵) کیا یہ سچ ہے کہ اس تحریر کے متعلق نواب وقار الملک

نے کمیٹی کے اور ممبروں سے مختلف کوئی راستہ

اختیار کیا اور اُن کا ”سچا اور مومن قلب ان فریب

کاروں کا متحمل نہ ہو سکا“ ؟

پیشتر اس کے کہ ان امور سے بحث کیجائے اتنا عرض کر دنیا

ضروری ہے کہ مجھے آنجناب کی تحریر کے کسی دوسرے حصے سے

اسوقت بحث نہیں جو کچھ جناب والا نے ۳۱ جولائی کی تحریر کے

متعلق ارشاد فرمایا ہے اور جو کچھ نتائج اخذ کئے ہیں اسوقت وہی

معروض بحث میں ہیں اور اگر آنجناب میری ناچیز تحریر کے

متعلق کچھ ارقام فرمائیں تو امید ہے کہ اپنے آرٹیکل کے اسی حصے

اور متذکرہ بالا یا چوں امور کے متعلق بحث فرمائینگے -

امر اول کی نسبت گزارش ہے کہ مسٹر بٹلر کی ۳۱ - جولائی

سنہ ۱۹۱۱ کی چٹھی میں صرف اسی امر کے فیصلے کا اعلان تھا کہ

”گورنمنٹ ہند اور حضور ملک معظم کے وزیر ہند یونیورسٹی کا قائم

ہونا منظور فرمائینگے“ یونیورسٹی کے دستور العمل کی تفصیلات (جیسا

کہ سر ہار کورٹ بٹلر اپنی تحریر مورخہ ۹ - اگست سنہ ۱۹۱۲ - میں

خود فرماتے ہیں) وزیر ہند کی خدمت میں اسوقت پیش بھی نہیں

ہوئی تھیں - نہ معلوم آنجناب نے اس فیصلے سے کیونکر نتیجہ نکال

لیا کہ اسکے اعلان کی تاریخ نے ”ہمارے موجودہ دور زندگی کی سب

سے بڑی جد و جہد اور ہمارے وقت و مال کی سب سے زیادہ قیمتی

جز کا فیصلہ کر دیا تھا -“ ظاہر ہے کہ یہ تحریر یا تو آنجناب کی نظر

سے نہیں گذری یا سہو ہوگئی - اسلئے یہ امر بدیہی ہے کہ آنجناب نے

جو نتائج آج اس سے اخذ کئے ہیں وہ محض اُس ایک فقرے کی غلط

فہمی پر مبنی ہیں جو سر ہار کورٹ بٹلر کی حال کی تحریر میں

دھرایا گیا - اور جسے آنجناب نے اپنے آرٹیکل میں درج فرماکر ۳۱

جولائی سنہ ۱۹۱۱ کی اہمیت کے متعلق یہ کچھ لکھا ہے -

امر دوم کے متعلق عرض ہے کہ مسٹر بٹلر کی ۳۱ جولائی

سنہ ۱۹۱۱ کی تمام تحریر میں ایک جملہ بھی ایسا نہیں جس سے

(شارتاً بھی پایا جاتا ہو کہ ”جزو کل ہمارے ہاتھ میں محفوظ

فہم کہ ہمارے مقصد سے اتنا تبادلہ تو نہ کیجئے - جن تفصیلات کی نسبت حق رائے دہی کے اختیارات کو زیر ہند نے محفوظ رکھا تھا یہ وہی تو ہیں جنکا استعمال آج آپ کو ایسی جنس محبوب و مطارب کی خریداری سے باز رکھتا ہے اور اس ”کالے بد“ کو لوٹا دینے ہی کا فیصلہ کر لیا گیا ہے - ایسی حالت میں آپکا نہیں بلکہ آپکی اس قابلانہ وکالت کے موکلین کا تو یہ فرض ضرور تھا کہ قوم کو صرف روپیہ دینے ہی کی دعوت نہ دیتے -

رہا (نواب وقار الملک) کا بھی روپیہ کے جمع کرنے پر روز دینا - تو انصاف کیجئے کہ زیر بحث مضمون میں انکو کس احتیاط سے مستثنیٰ کیا گیا ہے اور جناب کس موقعہ پر کمیٹی کی عام صف میں انہیں کھینچتے ہیں؟ نواب صاحب قبلہ کی نسبت ہم نے جو کچھ لکھا تھا اسمیں انکی اُس تحریر کی صداقت کا اعتراف کیا تھا جو کمیٹی کے انعقاد سے پہلے انہوں نے شائع کی تھی اور جسکی اشاعت کے ساتھ ہی غل مچ گیا تھا کہ اب لوگ اپنی تہلیلوں کی بندش سخت کر دیئے - ہمارا مقصود یہ تھا کہ وہ بالآخر متحمل نہوسکے اور اصل حقیقت سے پردہ اٹھا دیا - انسوس ہے کہ جناب نے اسکی نسبت ایک حرف بھی نہیں کہا -

* * *

یہاں تک تو ہمارے دوست کی سنجیدہ بحث تھی، لیکن اسکے علاوہ انکی دلچسپ تحریر میں بہت سے لطائف و ظرائف بھی ہیں اور اب سنجیدہ بحث سے انکار ہمارا بھی جی چاہتا ہے کہ کچھ دیر کیلئے مزاح و ظرائف سے ذائقہ سخن کا مزہ بدلیں -

۳۱ جولائی کی چٹھی شائع کرنے کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں کہ - ”امت مظلوم اور اسکے علمائے صغار و کبار (کاتبیہ بنی اسرائیل) کوزحیٰ شملہ کے متعلق شکایت کی مطلق گنجائش نہیں“ ہمارے دوست نے ”کاتبیہ بنی اسرائیل“ کی تشبیہ خوب دی بیشک یہ زحیٰ ترپیغام بران شملہ نے ضرور اپنی زر بکف امت تک پہنچادی تھی، مگر فرض ابلاغ سے سبکدوش ہونے میں اتنی جلدی نہ کیجئے کہ اصلی مطالبہ تو شملہ کے (کوہ طور) کے اُس راز و نیاز کا ہے جو بالآخر ”لن ترانی“ کی صدائے دوش افکن پر ختم ہوئی - امت کی ساری حیرانی اسمیں ہے کہ (کوہ سینا) کی چالیس راتوں کی جگہ (کوہ شملہ) کی عبادت گزاری اور اطاعت شعاری میں اپنے چالیس سال بسر کر دیے - پھر بھی ”رب اڑی انظر الیک“ کے جواب میں ”ولکن انظر الی العجل“ ہی کا جواب ملا! ابتو یہ حیرانی یہاں تک بڑھائی ہے کہ خود آبی شریعت کے ”علمائے صغار و کبار“ بھی اس ترانے پر رجد کر رہے ہیں -

عشق اگر مردست مردے تاب دیدار آورد

روزہ چوں موسیٰ سے آورد و بس - از آورد

”س کزور“ کی مردم شماری بھی آپ ہی لوگوں کے محکمہ رقابت و مسابقت کی بقائی ہوئی ہے - میری جانب تو اسے منسوب نہ کیجئے - آپ لوگ جب ہندوؤں کے مقابلے میں اپنی تعداد کو بڑھانے والا ملازمین یا کونسل میں نشستیں حاصل کرنا چاہتے ہیں تو

ہمارے دوست کی نظر ابوں ہے؟ کہوں اسکی تخصیص و تحدید کا اس درجہ شدید اہتمام ہے کہ تمہید کی تصریح پر بھی قناعت نہ کر کے پھر اصل مضمون میں دوبارہ پیمائش کا فیصلہ آپکے ہاتھ میں نظر آتا ہے اور آپ دائرہ بحث کیلئے ایک چھوٹا سا ٹکرا ناپ کر بٹلا دیتے ہیں کہ :

”پیشتر اس کے کہ ان امور سے بحث کیجائے اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ مجھے آنجناب کی تحریر کے کسی دوسرے حصے سے اسوقت بحث نہیں - جو کچھ جذب والا نے ۳۱ جولائی کی تحریر کے متعلق ارشاد فرمایا ہے اور جو کچھ نتائج اخذ کئے ہیں اسوقت وہی معرض بحث میں ہیں اور اگر آنجناب میری ناچیز تحریر کے متعلق کچھ ارقام فرمائیں تو امید ہے کہ آپ آرٹیکل کے اسی حصے اور متذکرہ بالا پانچوں امور کے متعلق بحث فرمائیں“

تمام بحث کمیٹی کے اُس طرز عمل پر ہے جس نے (یونیورسٹی) کے مسئلے کو خود مختارانہ طریقے سے انجام دینا چاہا، وہ ایک سلسلہ مضمون ہے جسکے پیشتر بھی ”بہت کچھ“ لکھا جا چکا ہے، اور اُس سے ہمارے دوست کو ”اختلاف“ بھی ہے؛ لیکن باوجود اسکے وہ اپنا پورا زور قلم و دماغ صرف اسی پر صرف کرتے ہیں کہ ۳۱ جولائی کو کمیٹی نے چٹھی شائع کر دی تھی - کیا اسکا یہ مطالب تو نہیں، کہ یونیورسٹی کی تمام بحث میں چونکہ صرف یہی پہلو خامہ فرسائی کیلئے ایک سہارا رکھتا تھا اسلئے اور پوری بحث کو تر غلط انداز نظر بھی نصیب نہ ہوئی مگر تمام غضب نگاہیں کیلئے اسی کو چن لیا گیا؟

اگر قوی اعتراض میں سے صرف ایک ضعیف اعتراض ہی کو لیکر جواب دیجئے گا، تو ضرور ہے کہ جواب کی تقویت کیلئے اعتراض کو بھی قوی دکھانے کی کوشش کی جائے - ہمارے دوست نے بھی اپنے تئیں ایسی حالت میں چھوڑ دیا ہے کہ انکی نسبت اس کوشش کا گمان کیا جاسکتا ہے - وہ تمام بحث میں سے صرف ۳۱ جولائی کے الزام ہی پر خامہ فرسائی کی گنجائش دیکھتے تھے، اس لئے پوری بحث کی قوت کو اسی نقطے میں سمیٹنے کی کوشش فرمانے لگے، مگر ہم تو اس کوشش کو زیادہ سودمند نہیں پاتے - اصل بحث صرف روپیہ کی طلب اور قوم کے سامنے رازداری کا حجب مستور ڈالنا ہے - یہ کیسی مفید بات ہوتی اگر ہمارے دوست چند سطروں میں ہمیں اس غلطی پر متنبہ کر دیتے اور علی گڑھ کا حوالہ دیکر باقی تمام وقت اصل مبحث پر صرف کرتے - اگر ایسا ہوتا تو شاید ہماری اصلی غلطی بھی ہم پر منکشف ہو جاتی اور بحث کا خاتمہ بھی ہو جاتا - جنگ و مناقشہ اور معض الزام و ادعا نہیں، بلکہ پچھلے سفر کا ماتم اور آئندہ راہ کا تعین درپیش ہے - ہم بالکل سچ سچ عرض کرتے ہیں کہ اپنی اس غلطی کے علم کیلئے بھی آپکے شکر گزار ہیں، مگر ساتھ ہی متکلف ہیں کہ یہ تعبیہ اصل بحث کیلئے بے اثر ہے، اور جو گروہ بڑی تھی وہ اب تک نہیں ٹھہری -

آپ کہتے ہیں کہ آنریبل سر برٹلر کی چٹھی کوئی فیصلہ کن تحریر نہ تھی - اسکی نسبت مذکورہ اشاعت میں ہم عرض کر چکے ہیں، مگر ملتقمس

عرف حال

— * —

بیخود اس دور میں ہیں سب حاتم

اندنوں کیا شراب سستی ہے

انسوس ہے کہ پچھلے نمبر میں ہم اپنے معجب عزیز رجلیل مسٹر محمد علی کی دلچسپ مراسلت درج نہ کر سکے۔ بدھ کے دن انہوں نے مراسلت لکھائی تھی لیکن علالت کی وجہ سے صاف نہوسکی اور جمعہ کی رات کو ملی، اس وقت تک تمام اخبار کمپوز ہو چکا تھا اور صرف آخر کے دو تین صفحے باقی رہ گئے تھے۔ مجبوراً اشاعت ملتوی کر دینی پڑی۔ اس تحریر کے اصل موضوع کی نسبت جو کچھ عرض کرنا تھا ہم پچھلی اشاعت میں عرض کر چکے ہیں لیکن ضمناً بہت سی باتیں ایسی آگئی ہیں جن کی نسبت مکرر کچھ نہ کچھ عرض کرنا ضروری ہے۔ ان کی تحریر کا خلاصہ غالباً یہی امور ہیں

(۱) تمہید میں بعض حقائق و معارف (علم الاعداد) اور (علم تقویم) کا انکشاف، کہ (۳۱) اور (۱۳) باوجود اپنے اجزائے ترکیبی کے اتحاد کے مختلف عدد ہیں اور جب سن شمسی کے مہینے جنوری سے گننا شروع کیے جائیں تو جولائی ساتویں انگلی پر، مگر دسمبر ضرور ہے کہ تعداد میں بارہویں پر آئے، پس جولائی مقدم ہے نہ کہ دسمبر۔

(۲) انریبل سر بٹلر کی ۱۳ جولائی چٹھی میں صرف یونیورسٹی کی منظوری کی اطلاع تھی، یونیورسٹی کی تفصیلات سے آئے کوئی تعلق نہ تھا پس وہ کوئی فیصلہ کن تحریر نہ تھی۔

(۳) یہ تحریر پوشیدہ نہیں رکھی گئی بلکہ فوراً شائع ہو گئی۔

(۴) جن لوگوں کو الزام دیا جاتا ہے کہ انہوں نے اصلیت سے قوم کو بے خبر رکھ کر صرف رویہ کے جمع کرنے پر زور دیا (نواب وقار الملک) بھی انہیں شامل ہیں۔

امر اول کی نسبت تو کچھ عرض کرنے کی گنجائش ہی نہیں، سو اس کے کہ ان حقائق کے انکشاف کیلئے اپنے دوست کے شکر گزار ہوں اور اپنی غلطی کا اعتراف کر کے ایندھ ان سے فائدہ اٹھانے کی سعی کریں۔

البتہ امر دوم رسم اصل موضوع بحث ہیں۔ ہمارے دوست لکھتے ہیں کہ: ”انسوس ہے کہ مجھے یاد نہیں کہ ۳۱ جولائی کو کونسا اہم واقعہ پیش آیا کہ اس تاریخ کو نغمہ شایبی نہیں تو نوحہ غم ہی سے تعبیر کر کے ہمیں یاد رکھنا چاہیئے؟“

ہمارے دوست کی سی حیرانی تو نہیں، مگر تعویذی سے حیرانی ہمیں بھی ہے کہ جس لیڈنگ اریٹیکل کا حوالہ دیکر وہ ۳۱ جولائی کی اس خصوصیت کو بیان کر رہے ہیں وہ الہال کی کس اشاعت میں شائع ہوا ہے؟ ۲۵ - اگست کے لیڈنگ اریٹیکل میں ہم نے بیشک ۱۳ - یا ۳۱ - جولائی کا تذکرہ کیا ہے لیکن نہ تو اسے انقلاب

فرانس کی طرح یادگار، اور نہ نغمہ شایبی کی جگہ نوحہ غم کا یاد آور بنایا ہے۔ اس مضمون کا عنوان یہ تھا ”مسلم یونیورسٹی اور اس ضمن میں چند متفرق خیالات“ یہی وجہ ہے کہ درمیان میں رول دینر چھوٹے چھوٹے نوٹ لکھے گئے تھے اور انہیں کے مجموعے کو ایڈر کے صفحے میں درج کر دیا تھا۔ ابتداء کے دنوں جن کے اقتباسات ہمارے دوست نے دیے ہیں اگر متعلق ہو سکتے ہیں تو صرف تیسرے نوٹ کے جسمیں نسخہ تقسیم بنگال کا تذکرہ ہے۔ بیشک ۱۲ - دسمبر کی تاریخ کو مسلمانان ہند کیلئے اور قوموں کی یادگاری تاریخوں سے کم اہم نہیں سمجھتے جو مسلمانوں کی پولیٹیکل خود کشی کو ہمیشہ یاد دلاتی رہے گی۔

اس کے بعد ہم نے ۳۱ - جولائی کا ضرور ذکر کیا ہے اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں سلسلہ سخن کو قائم رکھنے کیلئے یہ ایک سہارا ضرورتاً لیکن کوئی ایسا سہارا نہیں جسکو نکال لیجئے گا تو ہم اپنی جگہ پر قائم نہ رہ سکیں گے۔ آپ صرف اس تاریخ کے پیچھے دیں پڑئے ہیں۔ یہ تو ایک جزئی بحث ہے۔ اصل بحث تو وہ طرز عمل ہے جو کمیٹی نے ابتداء کے کارے اختیار کیا اور رویہ دیہی والی قوم کو راز داری کی ظلمت میں رکھ کر صرف گورنمنٹ سے اپنی پر اسرار صحبتوں میں مصروف رہی۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ چٹھی فوراً شائع کر دی گئی تھی۔ ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ خاص اس چٹھی کے اخفا کی نسبت ہم نے جو جملے لکھے تھے وہ صحیح نہ تھے، لیکن اس سے کیا ہوتا ہے؟ اصل بحث تو یہ ہے کہ کمیٹی نے ہمیشہ صرف رویہ مانگا، حالانکہ وہ جانتی تھی کہ جس یونیورسٹی کا قلم کو متوقع بنا رہی ہے اس کے لئے صرف رویہ کا جمع کر لینا ہی کافی نہیں ہے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ کانستیشن کی ترتیب میں برابر گورنمنٹ سے مشورہ کیا جاتا رہا؟ مسودات اس کے پاس بھیجے جاتے رہے، ایک ایک دفعہ کی نسبت گفت و شنید کے موقع پیش آئے، لیکن قوم سے صرف رویہ ہی تھا، تعاق رکھا؟ پھر کیا اسکا سبب یہی نہیں تھا کہ افشاء حال کے بعد چاندی سونے کی بارش رک جائے گی؟ آپ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے ستمبر میں عدم الحاق کا سوال اٹھایا گیا تھا، لیکن جس وقت دہلی کانفرنس میں انریبل سر بٹلر کہہ رہے تھے کہ ”رویہ راجہ صاحب کے پاس جمع کرو اور یونیورسٹی لو!“ اس وقت تو کمیٹی کو معلوم ہو چکا تھا کہ صرف رویہ ہی کافی نہیں ہے، یہو کیا قوم پر یہ ظاہر کیا گیا؟ مالک کیف تحکمون؟ ستمبر کے بعد کئی بار لوگوں کے کانوں میں عدم الحاق کے مسئلہ کی پھمک پڑی، اور بعض اخبارات نے اس تذکرے کو چھیڑا بھی، لیکن صداى زر طلبی نے ہنگامے نے کبھی اس کو آگے بڑھنے نہیں دیا اور ہمیشہ کوشش کی گئی کہ اس کے متعلق کوئی صاف بات قوم کے سامنے نہ آجائے۔ تمام مسلمانوں کو گورنمنٹ کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اپنا فیصلہ سنا کر اکثر ہشیار کر دیا اور کمیٹی کو اور لیٹ و لعل کا موقع نہیں دیا، ورنہ (بقول آپ کے) یونیورسٹی تو موجودہ صورت سے بھی بدتر حالت میں کب کی لی جا چکی ہوتی۔

لیکن یونیورسٹی کی تمام بحث میں صرف ۳۱ جولائی ہی پر

ناموران - نہ پہاڑی

نامور قہرمان مدافعہ ملی

ادھم پاشا کمانڈر طبروق

— * —

”اٹلی نے اسلام کا ایک چھوٹا سا افریقی علاقہ لینا چاہا تھا، مگر فی الحقیقت اس نے اسلام کو سب کچھ دیدیا“ یہ پُر واقعات جملہ دہا، جو (ادھم پاشا) نے (الحق) ازمیر کے نامہ نگار سے کہا۔

انہوں نے کہا کہ ”آپ غور کیجئے کہ پچھلی صدی ہم پر کیسی افسردہ گزری؟ ہم جو دنیا سے ایذا بھی جانتے تھے، اس تمام مدت میں صرف دیتے ہی رہے۔ جن سر زمینوں کو جانداران اسلام نے اپنی خون کی قیمت دیکر خریدا تھا،

وہ ہم نے غیروں کو ایک نگاہ قہر پر دیدی۔ ہمارے سادھیانہ جذبات افسردہ ہوئے تھے۔ ہمارا عالمگیر رشتہ اتحاد ٹوٹ گیا تھا۔ وطنی جانفروشی اور ملی شرف و رفا کے تحفظ کا جوش جسمیں ہم ایک ہزار برس تک پائے تھے، اب رز بروز ہم میں مفقود ہو رہا تھا، طبیعتیں بچھ گئی تھیں، اور دہائیں پست ہو گئی تھیں۔ کریمیا، یلیونا، اور یونان کے میدانوں میں ضرور ہم کو جانا پڑا، لیکن وہ محض حکومت کے تحفظ کا سوال اور سپاہیوں کا افسروں کے حکم کی تعمیل کرنا تھا، کوی ملی جذبہ اور وطنی جوش نہ تھا، لیکن (جنگ طرابلس) نے ظاہر ہو کر یکایک ہم کو بیدار کر دیا، یہ ایک خدا کا پیام تھا جسکی آواز سے کوئی کان غافل نہیں رہا۔ یہ ملی زندگی کی ایک آگ تھی، جس نے بھڑک کر ہمارے ہر سرد جذبے میں حرارت پیدا کر دی۔ آغاقل قوموں کو ہشیار کرنے کیلئے جنگ و قتل ایسی ہی مفید شے ہے، جیسی یہ جنگ طرابلس، تو یقین کیجئے کہ میں امن پر جنگ کو ترجیح دینے سے نہیں شرماتا۔ خونریزی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی زندگی بخش شے نہیں۔ (اٹلی) کا حملہ دہائے ایک پیغام زندگی تھا، اور اب۔ جبکہ دنیا میں زندہ رہنے کی امید ہم کو ہر پر پاچکے ہیں۔ آرزو کرتے ہیں کہ یہ جنگ ابھی بھی ختم نہ ہو۔“

پھر انہوں نے اپنی حالت کی طرف توجہ دلائی، اور کہا: ”آپ دیکھتے ہیں کہ میری عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہے، میرا وطن اصلی (حلب) ہے، اور خالص عربی النسل ہوں، ابتدا سے فوجی زندگی اختیار کی اور ساری جوانی اسمیں بسر کر کے اب پنشن لی تھی اور آخری ایام حیات وطن میں بسر کر رہا تھا، لیکن جرنی اٹلی کے حملے کی خبر سنی، بدترار مضطر ہو گیا۔



حکومت کو خبر بھی نہ دی۔ ایک عام رائیڈ کی حیثیت سے چل نکلا۔ الحمد للہ کہ خدا نے میری سعی مشکور فرمائی، اور سات ماہ تک خدمت وطن و ملت میں مصروف رہا۔ اب بھی اس سر زمین معذبہ کو نہ چھوڑتا، لیکن افسوس ہے کہ میرے پانچوں میں ایک سخت مرض پیدا ہو گیا، میں نے دیکھا کہ اب میرا قیام وہاں پوری طرح مفید نہ ہوگا، علاج کیلئے مصر آیا تھا، اور اب (حلب) جا رہا ہوں۔ لیکن جب ضرورت ہوگی انشاء اللہ پھر میدان جہاد میں اپنے تکلیف حاضر کر دوں گا۔

انصاف کیجئے کہ ایک پشدر اور ساٹھ سال کے بڑے سپاہی کیلئے، جو اب اپنے اہل و عیال میں رہ کر آخری ایام حیات بسر کرنا چاہتا ہو، کونسی چیز تھی، جس نے سب کچھ چھوڑ کر اسکو میدان جہاد میں پہنچا دیا؟ کیا ایسے جذبات اشرف و اقدس ہو سکتے تھے؟ مجھے پوچھا کہ اس وقت طرابلس میں جسقدر عثمانی مجاہد موجود ہیں، ان میں ایک بھی ایسا نہیں جسکو حکومت نے بھیجا ہو یا محض ملازمت اور فوجی فرض کے خیال نے پہنچایا ہو۔ سب کے سب رائیڈ ہیں جنہوں نے خود ہی اپنے تئیں اس خدمت کیلئے منتخب کیا، اور خود ہی تمام مصائب راہ گوارا کر کے وہاں تک پہنچ گئے۔ صرف فوجی زندگی کے عادی اشخاص ہی نہیں ہیں، بلکہ تحقیق کیجئے گا تو انہیں بہت سے ارباب قلم نکلیں گے، بہت سے مدرسوں کے حجروں میں بیٹھنے والے طالب علم ملیکے۔ پچاسوں ملکی عہدیدار ہونگے جو جنگ کی خبر سننے ہی اپنی اپنی جگہ سے چل کھڑے ہوں اور آج ایک معجزہ نما فوجی گروہ کی صورت میں دنیا کو اپنے معجز العقول کارناموں سے مبہوت کر رہے ہیں۔

ایسے موقع قدرت ہمیشہ نہیں دیتی۔ یاد رہے کہ اگر اسلام کو ابھی دنیا میں زندہ رہتا، تو جنگ طرابلس اس کے لئے دور حیات کا یوں پیدائش ہے۔“



آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ اب اس طرف اشارہ نہ کریں۔ حیران ہوں کہ آپ کو کسی خیال میں اپنے سے مختلف نہیں پاتا لیکن پھر دیکھتا ہوں تو بہت درز ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ جام تو آپ کے ہاتھ میں بھی ہے مگر ”فسق“ کے الزام کیلئے میرا ہی وجود موزوں ہے :

اللہ ساغر گیر و نرگس مست و بر ما نام فسق !

آپ ارگ عقلمند ہیں۔ سب کچھ جانتے ہیں، مگر بولتے ہیں تو مصلحت وقت، اقتضائے زمانہ، مصالح قومی، اور معافی زہر آلود مگر الفاظ شہد نما کے ساتھ۔ لیکن ہم بد تمیز ہیں۔ بات کرنے کا سلیقہ نہیں۔ بد زباں اور بے لگام۔ جو دل میں آتا ہے بے سونچے سمجھے منہ سے نکال بیٹھتے ہیں۔ تمیز ہو تو زہر کھلا کر شہد کی داد لے لیں، سب کچھ کہہ جائیں، مگر ہر دل عزیزی کو نہیں نہ لگے۔

آگے چل کر ارشاد ہوا ہے کہ ”سب و شتم کا طریقہ اخبار نویسی کو دل خوش کن ہو مگر جنہر بوجہ ہوتی ہے انکے لئے دل شکن ہے“ لیکن یہ تو مجھے بھی معلوم ہے کہ یہ طریقہ انکے لئے دلخوش کن نہیں بلکہ دل شکن ہے، مگر تمام قوم کے دل ٹوٹے ہوئے ہیں، اب ذرا چھوڑ دیجئے کہ چند انسانوں کے دلوں کو بھی چوٹ لگے۔ اسکی زیادہ فکر نہ کیجئے۔ رہی آپ کی شمولیت تو آپ کو اس گروہ میں ہم شامل ہی کب کرتے ہیں۔

آپ نے ”امت مظلوم“ کے مقابلہ میں ”امت مجہول“ کا مرکب توصیفی خوب دھونڈ نکالا، لیکن میں تو جس امت میں ہوں، الحمد للہ وہ مجہول نہیں بلکہ تیرہ سو برس سے مشہور و معروف ہے۔

آخر میں جناب نے عنوان مضمون ”نشہ شام کی نصف شب“ کی داد دی ہے، لیکن اب میں خود تو اس عنوان کو قابل داد نہیں سمجھتا، کیونکہ ”نصف شب“ کی جگہ ”صبح خمار“ نظر آنے سامنے دیکھ رہا ہوں۔ البتہ ”زلفش بہ کمر رسیدہ“ کا مصرعہ جناب نے اچھا یاد دلا دیا، اگرچہ یونیورسٹی کمیٹی کی رازداری کی زلف نیم شبی کمر تک نہیں، بلکہ اب تو صبح تک کی جمع شدہ شبیم میں بھیگ رہی ہے۔

جناب مدد رح نے الہلال کی پچھلی اشاعت کے مضمون کا جواب بھی بھیج دیا ہے، مگر افسوس ہے کہ اس نمبر کے تمام صفحے اسی بحث میں ضائع ہو چکے ہیں۔ اب آؤ گنجائش نہیں، انشاء اللہ آئندہ نمبر میں درج کر دی جائے گی۔

نیچ قوموں کی تعداد کا بھی ایک اوسط لگا کر بے دریغ دس کروڑ تک اپنا وزن بڑھا ایتے ہیں۔

اسکے بعد آپ پوچھتے ہیں کہ اگر یونیورسٹی قوم کو دھوکا دے رہی تھی تو اس وقت تم کہاں تھے؟ بھائی! کسی اعتراض کے جواب کیلئے یہ کوئی دلیل تو نہیں ہو سکتی، تعجب ہے کہ آپ کے قلم سے یہ سطور نکلے۔ آپ نے اس موقع پر (ہلال) کے ضلع کو تو خوب نبھایا، لیکن چند چیزیں شاید میرے لئے چھوڑ دیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یونیورسٹی کے ہنگامے کا ابر غلیظ ایسا چھا گیا تھا کہ اگر آفتاب بھی نکلتا، جب بھی تاریکی سے شکست ہی کھانی پڑتی۔ آپ کو خود معلوم ہے کہ عین اس وقت جبکہ یونیورسٹی کے نقارے پر جلد جلد چوبیس پرز رہی تھیں، آپ میں اور مجھ میں بارہا اسکا تذکرہ آیا اور کبھی میں نے اسے کوئی وقعت نہیں دی۔ رہا پبلک میں آواز بلند کرنا، تو یہ اس وقت بالکل لا حاصل تھا۔ لوگوں کو اس درجہ متوالا اور سرشار کر دیا گیا تھا کہ اس طرح کی صداؤں سے کوئی ہشیاری پیدا نہیں ہو سکتی تھی، بیچارے (شیخ غلام محمد) مرحوم نے چند اعتراضات کیے تھے تو علی گڑھ گزٹ نے گالپاں دیں اور اپنے چہل سالہ زر طلبانہ لہجے میں کہا کہ بے چند لاؤ، پھر اعتراض کرنا۔ (میر ممتاز علی) بار بار پوچھتے رہے کہ یونیورسٹی ہے کیا شے؟ مگر کسی نے جواب نہیں دیا، اور جواب دینے کیونکر، جبکہ اصل مقصد کو ان صداؤں سے کوئی خلل نہیں پہنچتا تھا۔ (شیخ غلام محمد) مرحوم نے اسی زمانے میں ہمیں لکھا تھا کہ یونیورسٹی کی نسبت کچھ لکھو، مگر ہم نے لکھ دیا وہ اس وقت لکھنے سے کوئی فائدہ نہیں، عجب نہیں کہ بہت جلد حالات خود متغیر ہو جائیں۔ ہمارا یہ خط دفتر رکیل میں اگر دھونڈھا جائے تو شاید اب بھی موجود ہو۔

آپ نے ”آزادی کا بدر کامل“ اگر محض (ہلال) کا ضلع نبھانے کیلئے لکھا ہے تو اس زور عبارت سے خود بھی مزہ لیتا ہوں، لیکن اگر طعناً ہے تو مزاح سے الگ ہو کر مجھے کہنے دیجئے کہ آزادی اور آزاد بیانی کے درجے کو تو اپنی بساط سے بہت بلند سمجھتا ہوں۔ اس منزل تک پہنچنے کیلئے جن قربانیوں اور خود فروشیوں کی ضرورت ہے وہ ہر کس و ناکس کو نصیب نہیں ہو سکتیں۔ میرے دل میں تو ایک لمحہ کیلئے بھی اس دعوے کا خطرہ نہیں گذرا، لیکن میری معرومی سے آزادی کی آواز دنیا سے معدوم نہیں ہو سکتی۔ اسکو مجھ میں نہ دھونڈھیے، البتہ اسکی آواز آئے تو کانوں کو بند بھی نہ کیجئے !

منکر نتوان گشت اگر دم زخم از عشق

این نشہ بمن گر نبود با دگرے هست

آپ متعجب ہیں کہ ”ظن المومنین خیر“ کی کیا یہی تعریف ہے کہ کمیٹی کو اسے سخت الزام دیے جائیں؟ لیکن آپ اس پر غور نہیں کیا کہ آخر حسن ظن کی کوئی حد بھی تو ہونی چاہئے۔ برسوں مسلمانوں نے اپنے لیڈروں کے ساتھ حسن ظن سے کام لیا لیکن اس حسن ظن کا جرنیجہ نکلا، وہ آپ کے دل میں اور میری زباں پر ہے۔ اب تو کچھ دنوں سے ظن ہی سے کام لینے دیجئے۔ آپ نے ”گ دنیا“ کے لقب کی ترویج خود ہی اپنے سر اڑھائی، حالانکہ جن سروں کیلئے قطع کی گئی تھی انکو

علی
قاری اوراد و ناسک
محکم ترین بیان کیلئے
بسم اللہ الرحمن الرحیم
سب



لَا تُهِنُوا كَلِمَةَ اللَّهِ وَتَكْفِرُوا بِالْإِيمَانِ أَتُنَبِّئُونَ بِكَلِمَاتٍ لَّا تَعْلَمُونَ أَنَّهَا تُنَزَّلُ فِي سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقَلِيمِ

لَا تُهِنُوا كَلِمَةَ اللَّهِ

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میر رسول محمد خصوصی

احمد علی خان دہلوی

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلود اسٹریٹ

کلکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپہ

ششماہی ۴ روپہ ۱۲ آنہ

جلد ۱

کلکتہ : یکشنبہ ۱۵ ستمبر ۱۹۱۲ ع

نمبر ۱۰



سازش اسرارِ طرابلس

باقاعدہ طور پر تمام معاملات پر غور و بحث کرتی ہیں۔ اور پھر یورپی جمعیتہ خاطر کے ساتھ انکو انجام دیتی ہیں۔

صلح نہی افواہیں گزشتہ ہفتوں میں اڑتی رہی ہیں۔ اب ریوٹری قز برقی ہے کہ عارضی طور پر یہ تحریک ملتوی ہو گئی۔ اسلئے کہ اقلی کے بعض ایسی بحثیں چھیڑ دی ہیں جن پر باب عالی کو غور کرنا پڑے گا۔ تاہم سرکاری حلقوں میں رونق کے ساتھ یقین کیا جاتا ہے کہ فرار داد امید افزا ہے۔

ایکس قزائی کا سرکاری حلقہ نہ اس سے بالکل منکر ہے۔



اٹالین درندہ نگاروں جو شہر کے عربوں کو اپنے اندر لے رہے جارہا ہے، تاکہ ساحلی میدانوں میں جمع کر کے گولیموں سے ہلاک کر دے

روما کی خبریں اب تک بد، اور ظاہر کر رہی ہیں کہ دباؤ کے تحت کی ہمیں خبر نہیں!

۵۔ کی تاریخی میں بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے طرابلس اور طبرق کے ساحلی خط تک قبضہ کر کے لڑائی کا پہلا مرحلہ طے کر لیا ہے۔ اب حکومت کا ارادہ ہے کہ اندرون ملک کی جانب متوجہ ہو۔ اسلئے فوج کا ایک حصہ خاص طرابلس اور ایک حصہ سارائیکا میں خود مختارانہ طور پر متعین کیا جائے گا۔

اندرون ملک میں بڑھنے کا ارادہ آج ہی نہیں بلکہ رزائل سے ہے، لیکن جو نتائج اس ارادے کو اب تک نصیب ہوئے ہیں، وہی آئندہ بھی نصیب ہونگے۔

جنرل (کنیوا) کو اب بلا لیا جائے گا اور اسکی جگہ لفٹننٹ جنرل (ریگنی) متعین کئے جائیں گے۔ اندرون ملک میں بڑھنے کی یہ شاید اب انکے ہاتھوں انجام نہ پھنچے، مگر یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ جو جنگی جہاز ساحل طرابلس پر کھڑے ہیں، اندرون کسی طرح ریگستان میں تیرا کر لیجائے کی ترتیب پیدا کی جائے۔

براہ کرم خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف صاف لکھا کیجئے بہت سے خطوط بغیر تعمیل کے پڑے ہیں کیونکہ انکا پتہ تھیک پڑھا نہیں جاتا۔

مصر اور قسطنطنیہ کی ڈاک کا خلاصہ

— * —

حالات جنگ بدستور ہیں، مگر خاموشی بڑھتی جاتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے بے اثر واقعات کے سوا کوئی اہم واقعہ سننے میں نہیں آتا۔ بلغاری میں اٹالین کیمپ کا بڑا حصہ متعدی امراض کی شدت سے ہلاک ہو چکا ہے۔ فوجی قہر اور سرکشی کے واقعات سے کوئی دن خالی نہیں جاتا۔ (مصرطہ) کے قبضے کی خبر جو پچھلے دنوں روما سے شائع کی گئی تھی، رسی ہی غلط تھی، جیسی روما کی خبروں کو ہونا چاہئے۔ اس ہفتے کی عربی ڈاک سے معلوم ہوتا ہے کہ (مصرطہ) کے متصل مجاہدین کی ایک طاقتور جماعت مقیم ہو گئی ہے۔

اٹالین کیمپ سے کبھی کبھی ہوائی جہاز اڑ کر تھوڑی دیر کھلے فضا میں نمودار ہوجاتے ہیں، مگر عثمانی کیمپ میں جرہمی انگلیاں اڑھتی ہیں، معاً پرواز کا رخ عقب کی طرف ہوجاتا ہے۔ ۱۵۔ اگست کو ایک ہوائی جہاز نے چند گولونکے پھینکنے کی کوشش کی مگر عثمانی کیمپ کی توپوں نے مہلت نہ دی۔

(الحق) کا نامہ نگار درنہ سے لکھتا ہے: ”عثمانی کیمپ بدستور نہایت امن و سکون کی حالت میں ہے، دشمنوں کی بزدلی اور فامردی کا افسانہ کہتے کہتے ہم تھک گئے، اور اب آکر کہاں تک بیان کریں، حالت روز بروز بدتر ہوتی جاتی ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک قوم کیوں اپنے تئیں ہتار ہلاک کرانے کیلئے اڑ گئی ہے؟ غازی (انور پاشا) آجکل کی فرصت کو بالکل تعلیمی اور انتظامی تدبیرات میں صرف کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ صحرائے افریقہ میں بیسویں صدی کی ایک باقاعدہ جمہوری حکومت قائم ہو گئی ہے، جسکا کوئی صبغہ بھی معطل نہیں، اور (انور پاشا) اس جمہوریت کا پرسیڈنٹ ہے۔ انتظامی امور کی ہر شاخ کیلئے عرب قبائل اور افسران عثمانی کی مشترک مجلسوں قائم ہیں جو بالکل

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ الْإِسْلَامُ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor.

Abul Kalam Azad,

7-1, MacLeod Street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4.12.

الهلال

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میرسنول نورجھومی
احمد علی خان کلامی

مقام اشاعت
۷-۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپے
شعبی ۴ روپے ۱۲ آنے

جلد ۱

کلکتہ : بکتبہ ۱۵ ستمبر ۱۹۱۲ء

نمبر ۱۰

(۲) گورنمنٹ ہسپتال میں 'مگر اب زیادہ عرصے تک اس کوشت کو برداشت نہیں کر سکتا کہ پرچہ نکالوں اور اپنے پیش نظر نمونے سے اسے ناقص پاؤں'

(۳) پس میرے بس کی جرباتی ہیں 'انکے لئے اب مستعد ہو گیا ہوں - ایک بڑا نقص رسالے کے مضامین کی بے ترتیبی اور بے قاعدگی تھی - ضخامت کی قلت کی وجہ سے ضروری تھا کہ مضامین پورے اختصار اور انتخاب کے ساتھ لکھے جائے ' ضروری اور مقدم باتوں کو چن لیا جاتا ' اور اتنی ہی ضخامت کے اندر تمام اہر اب و عنبروں اپنی اپنی جگہ پر قائم رکھے جاتے ' لیکن اب تک ایسا نہیں ہو سکا ' پہلی بات جو انشاء اللہ ۳۰ ستمبر کی اشاعت سے آپ دیکھیں گے ' وہ اس نقص کا انسداد ہوگا -

(۴) اب تک جس قدر تصویریں نکلیں ' ایک ہی موضوع یعنی طرابلس کے متعلق تھیں ' لہذا اس دائرے کو وسعت دی جائے گی -

(۵) یورپ کی دفتروں کی وجہ سے پرچے کی اشاعت میں بھی تاخیر ہو جاتی ہے - اب انشاء اللہ یہ شکایت بھی دور ہو جائے گی -

(۶) ان تقایص کا علاج میں کر سکتا ہوں ' اور کر رہا ' لیکن انہیں کہ نقص اصلی یعنی قلت ضخامت و تصاویر کا علاج میرے بس کا نہیں ہے - اگر ناظرین چاہیں تو ایک ماہ کے اندر دفتر کو طیار کر دیکھتے ہیں کہ کم از کم دیور ہی ضخامت کے ساتھ الہلال شائع ہوا کرے ورنہ سب سے بڑا نقص ہے - [ایڈیٹر]

فہرس

- | | |
|----|---------------------------------------|
| ۲ | مسلم یونیورسٹی کمیٹی |
| ۵ | عید الفطر |
| ۹ | مقالات (تمدن خطرے میں) |
| ۱۳ | مراسلات (مسلم یونیورسٹی کمیٹی) |
| ۱۴ | ناموران عزرا طرابلس (ابراہیم ثریا بک) |
| ۱۵ | کرزار طرابلس |

تصاویر

- | | |
|----|--------------------------------|
| ۱۴ | (۱) ابراہیم ثریا بک |
| ۱۵ | (۲) اٹلیس ہوائی جہاز ہنگری میں |

استاذ

ارر

طرابلس

— * —

(۱) الہلال کی یہ لحاظ مضامین اس وقت تک جو کچھ حالت رہی ' اسے گراپے نظر لطف و کرم سے دیکھا ہو ' مگر حقیقت یہ ہے کہ خود اس عاجز نے تو اب تک ایک نمبر کو بھی لائق اطمینان حالت میں نہ پایا ' لیکن عرض نہیں کر سکتا کہ آج تک جتنے پرچے نکلے ' وہ کس عالم میں نکلے ' اور کیسی حالت میں لکھے گئے ؟



ہے، مگر دوسرے لوگوں کی نسبت اُسکی زبان نہیں کھل سکتی - اور پھر یہ بھی ضرور نہیں کہ اگر ایک شخص عقل و ہوش کھو کر مفت میں سارے جہاں کو اپنا دشمن بنالے، تو اور صاحبان دانش و ہرشمند بھی اپنی ہر دل عزیز کو تاراج نادانی کریں - تاہم جی میں آیا کہ:

غلط سہی اثر راہِ رنالہ، پر ناظم
رہ نہ دل میں ہوس، آؤ یہ بھی کر دیکھو

میرے دوست نے جن لفظوں میں میرے سوالوں کا جواب دیا ہے، اسے معلوم ہوتا ہے کہ ارزور مفد ان سوال کیلئے شاید معرر می نہ ہوتی، مگر کیا کیجیے کہ ”طعن اقربا“ اور ”شکوہ رقیب“ کا خیال اجازت نہیں دیتا - خیر! میرے چپ کرانے کیلئے تو شاید یہ جواب سر دست کام دیجائے، مگر حکیم (مومن خان) تو تسلیم نہیں کرتے:

کیسے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا
تیرا ہی جی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

آپ میرے سوالات کو ”اھالیوں کمیٹی کی ذاتیات کے متعلق اخبارات میں مضمون نویسی“ سے تعبیر کرتے ہیں اور پھر اسکو سب سے زیادہ ”بے ہودہ مشغلہ“ قرار دیتے ہیں، مگر یقین کیجیے کہ یہ ایک نہایت خطرناک اخلاقی غلطی ہے، جس نے اسلم کے احتساب عمومی کی روح اور اعلان حق و صداقت کی قوت کو غارت کر دیا ہے - نہیں معلوم کیسا منحوس رقت تھا جب (بنی امیہ) نے (خدا انہی انصاف کرے) اسلم میں اس غلطی کی بنیاد ڈالی اور پھر یہ اسطرح جسٹہ امت میں سرایت کر گئی کہ آج تک ہمارے جسم میں ”مجرای دم“ کے ساتھ موجود ہے - یہ کس اخلاق کا فتوا ہے کہ تعین و تشخص یا اچکل کی اصطلاح میں ”ذاتی بحث“ ہر حال میں جایز نہیں؟ بیشک ذاتی اغراض کیلئے ایک دوسرے کی برائی کرنا منسوع ہے، اور عام برائیوں کے انسداد کی اولین تدبیر یہ ہے کہ بغیر تعین عام طور پر برائیوں کو برا کہا جائے - لیکن جب کسی معاملے میں جماعت اور افراد کا مقابلہ ہو جائے، تو اس وقت جماعت کے فوائد کیلئے چند افراد کے اعمال پر بحث کرنا ذاتی بحث نہیں، بلکہ صحیح طور پر جماعتی فوائد کی بحث ہے، اور بعض حالتوں میں اخلاقاً و دنیا فرائض انسانی میں داخل - پھر اسپر بھی غور کیجیے کہ آپ پبلک زندگی کی نکتہ چینی کو ”ذاتیات کی بحث“ سے تعبیر کرتے کی کیسی تعجب انگیز غلطی کر رہے ہیں - جو لوگ اپنی پرائیویٹ زندگی سے نلکر خود ہی پبلک زندگی میں آگئے ہیں - انہوں نے ایسا کر کے خود ہمیں دعوت دی ہے کہ انکے ہر عمل اور ہر فعل کا تجسس کریں، انکی زندگی اب ”ذاتی“ کہ رہی - وہ تو اب قوم کیلئے، اور اسلئے قوم کی ہو گئی - آپ جب تک اپنے گھر میں ہیں، کسی کو آپسے بحث نہیں، لیکن جب آپ بازار میں آکر کھڑے ہو گئے تو ہر شخص اپکو گھورے گا - آپے خود اپنے تئیں نمائش کاہ میں رکھ دیا ہے، اب تو ہم آپکو کسی طرح نہیں چھوڑ سکتے، اپنی ایک ایک حرکت کی نگرانی کریں گے، آئیے ہر حسن و قبح پر

(۶) ایک چوتھائی صدی سے زیادہ عرصے تک مسلمانوں نے اپنے رہنماؤں پر تمام کلم چھوڑ دیے، اپنا فرض صرف یہ سمجھا کہ جسقدر زریہ کی ضرورت ہو مہیا کر دیں، قری سے قری اعتقاد اور معکم سے معکم اعتماد جو قری جماعت اپنے پیشواؤں پر کر سکتی ہے، اس سے قری انکار نہیں کر سکتا - کہ مسلمانوں نے اپنے پیشواؤں پر کیا - مسلمانوں کو صدیوں کی تقلید اور استبداد نے پیشتر ہی سے اسکا عادی بنا دیا تھا، فرق صرف اتنا ہوا کہ پہلے ہر قری پگڑی اور ہر طویل الذیل جتے کی پرستش کرتے تھے، اب فراک کت اور ترکش کیپ کی بھی پوجا شروع کر دی - لیکن الحمد للہ کہ اب لوگوں کی آنکھیں کھلی ہیں، اور سمجھنے لگے ہیں کہ قوم کو لیڈروں ہی پر سب کچھ چھوڑ دینا نہیں چاہیے - جو لوگ اب تک قوم کے تمام کاروبار کو اپنی آبائی وراثت سمجھتے تھے اور اسلئے چند شریک جائداد وارثوں کے سوا اور کسی شخص کیلئے حق مداخلت تسلیم نہیں کرتے تھے، اب وہ دیکھتے ہیں، تو مطالبات کا ہجوم ہر طرف سے بڑھ رہا ہے، اور پہلی مرتبہ مسلمانوں میں طبقہ خواص کے مقابلہ میں عام پبلک نے اپنے تئیں نمایاں کیا ہے جس بہتر ہے کہ یہ وقت فیصلہ کن ہو، اور اگر فیصلہ کن نہیں ہے، تو فیصلہ کن بنایا جائے - اب اپنے تئیں زمانے کی مرضی پر نہیں چھوڑ دینا چاہئے - تغیرات کی حرکت کسی منزلت قوم کو ہمیشہ نصیب نہیں ہوتی - جو حرکت اس وقت پیدا ہو گئی ہے، اگر وہ ضائع کر دی گئی، تو پھر ایک بہترین فرصت کے کھودینے کا ہمارے لئے ماتم ہوا - مقدم امر یہ ہے کہ پچھلے حساب کی غلطیاں صاف کر دی جائیں - جب تک یہ نہ ہوگا، آئندہ کیلئے آپ کوئی صحیح میزان نہیں لگا سکتے - آج جسقدر صاحبان امر و اقتدار قوم میں موجود ہیں، ان میں سے ہر شخص کی اصلی صورت قوم کے سامنے آجانی چاہئے - تاکہ ماضی کے تجارب سے مستقبل کی درستگی میں مدد لی جاسکے اور قوم فیصلہ کر سکے کہ آئندہ کسی پر اعتماد کرنا چاہئے، اور کون واقعی اصلی عزت کا مستحق ہے؟

اسی بنا پر میں نے ۲۵ اگست کی اشاعت میں اپنے دوست سے چند سوالات کیے تھے - ناظرین براہ عنایت ان سوالات کو اس موقع پر پیش نظر رکھ لیں -

ان سوالوں سے مقصد یہ تھا کہ یونیورسیتی کا مسئلہ قومی خدمات کیلئے ایک اچھی آزمائش تھی، قوم کو اب معلوم ہو جانا چاہئے کہ کون کون لوگ اس آزمائش میں ٹھیک اترے؟ اور کن کن لوگوں نے گورنمنٹ کے مطالبات کو قوم کی مطالبات پر ترجیح دی؟ اور یہ جیہی ممکن ہے کہ ایک واقف حال مگر بے لاگ قلم کورروں نفوس ملت کی خاطر چند مخصوص افراد خواص کی پررانی کرے اور اصلیت سے پردا اٹھادے:

یہ کہے رخنے ڈالے انکی نقاب میں
اچھے برے کا حال کہلے کیا حجاب میں

میں جانتا تھا کہ عجائب کار و بار انسانی میں ایک مقام وہ بھی ہے جہاں مدح پسند انسان اپنی برای سن لینا تو گوارا کر لے سکتا

مسلم یونیورسٹی کمیٹی

— * —

میری رفا کی داد، نہ جرم عذر سے بحث

کیا خربیاں ہیں میرے تغافل شعار میں !

جذاب مسٹر محمد علی نے پہلی ستمبر کا الہلال دیکھنے کے بعد جو دوسری مراسلہ بھیجی تھی، وہ آج کسی دوسری جگہ درج کی جاتی ہے۔

(۱) میں نے پہلی ستمبر کی اشاعت میں آپ کی نسبت جو الفاظ لکھے تھے، تعجب ہے کہ آپ انکو ”شاعرانہ مدح و ستا“ سے تعبیر کرتے ہیں، اور پھر لطف یہ ہے کہ اسکو سنجیدہ لہجے میں فرماتے ہیں اور ایک ایسے سم الود قلم کی طرف ”شاعرانہ مداحی“ منسوب کرتے ہوئے آپکو ہنسی نہیں آتی، جسکے ”سب رشتہ“ سے ایک زمانہ نالاں ہے !

لیکن معاف کیجئے گا۔ جن اوصاف سے یہاں آپکو بطور ”امر واقعہ“ کے انکار ہے، یہ تو وہی اوصاف ہیں، جنکا چند سطر کے بعد خرد آپکو بھی بجا طور پر ادعا ہے۔ میں نے آپ کی نسبت لکھا تھا کہ ”ان میں جوش اور آزادی، دونوں ہیں“ یا کتبوں کے سربر آوردہ ممبروں کی نسبت ”کا مؤید اظہار حق میں بے پروا ہے“۔ آپ اپنی تحریر کی تمہید میں تو اسے ”شاعرانہ مدح و ستا“ سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن دوسرے پیرے میں خود ہی لکھتے ہیں کہ ”الحمد للہ“ اس وقت تک میں اصول صداقت کے خلاف عمل کرنے کا مجرم نہیں ہوا ”ذرا مجھے سمجھا دیجئے کہ دونوں بیانون میں کیا فرق ہے؟ آپ خرد اپنی نسبت جو کچھ فرمائیں، وہ تو مورخانہ اظہار واقعہ ہو، اور میں وہی وصف آپ کی طرف منسوب کروں تو شاعرانہ مداحی ہو جائے ! ان ہذا لشی عجاب !

مجھے آپ سے شکایت ہے کہ آپ نے ”شاعرانہ مداحی“ کو میری طرف منسوب کیا، جسکو اپنے عقیدے میں ایک مسلمان کیلئے سب سے بڑی معصیت سمجھتا ہوں، حالانکہ آپ کے پاس الفاظ کی کمی نہ تھی۔

(۲) ۳۱ - اور ۱۳ - جولائی کی بحث چلی ہی جاتی ہے۔ مجھکو تو اسکا خیال بھی نہیں ہوا، اور آپ اسے کہاں لیجا کر دیکھتے ہیں؟ آپ کی پچھلی مراسلت میں اسکا ذکر تھا، لیکن یہ سمجھ کر کہ اصل بحث پر کوئی اثر نہیں پڑتا، میں نے اس سے بالکل قعرض نہیں کیا۔ اب ۲۵ - اگست کے الہلال کو اٹھا کر دیکھتا ہوں تو اصل نوٹ میں تو ۳۱ - جولائی کی تاریخ درج ہے [نمبر ۷ صفحہ ۳ - کالم ۲ -] لیکن اس کی سرخی میں ۳۱ - کی جگہ ۱۳ - ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کمپوزیٹر نے ۳۱ - کی جگہ سرخی میں ۱۳ - کمپوز کر دینے کی غلطی کی، جو انکی عادت مستمرہ بل طبیعت ثانیہ ہے۔ عبارت کی غلطی فوراً محسوس ہو جاتی ہے، مگر اسطرح کی غلطیوں کا بغیر مقابلہ اصل و تحقیق پتہ لگ نہیں سکتا، مصحف صاحب کی نظر بھی نہیں پڑی، اور جب چھپ گئی، تو خود میں بھی اسی کو صحیح سمجھتا رہا۔ تاہم اب

اس بارے میں زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں، آپ دہلی جارہے ہیں، اور پریس کی مشکلات سے سابقہ پڑنے والا ہے، خوش ہوں کہ انشاء اللہ بہت جلد ۳۱ - اور ۱۳ - کے اختلاف کی علت آپ پر منکشف ہو جائے گی۔

(۳) آپ نے میری طرف ”غلط بیانی“ کو بھی منسوب کیا ہے۔ اگر غلط بیانی کے مفہوم میں عمد اور نیت بھی داخل ہے تو اپنی نسبت ایسا کہہ سکتا ہوں کہ میں جھوٹ نہیں بولتا۔ شاید اس لفظ کے لکھنے میں بھی اپنے جلدی کی۔ واللہ يعلم خائفة الاعین وما تعفی الصدور، و اللہ علی ما اقول شہید۔ جو شخص اپنے خدا سے اسدرجہ بے پروا ہو، کہ مصالح ملی اور خدمت قومی کے مباحث میں ”غلط بیانی“ کرنے سے نہ شرمائے، میں اسکی شقاوت کو (ابو جہل) اور (مسلمہ) کی شقاوت سے کم نہیں سمجھتا۔ جس دن میرے دل میں اسکا خطرہ بھی گذرے والا ہو (تمام انسانوں سے خواستگار امین ہوں) کہ اس دن سے پہلے خدا سے منتقم و قہار مجھکو دنیا سے اٹھالے :

ویرحم اللہ عبداً، قال امینا

(۴) ”آپے بغیر میری تحریر چھاپے اسپر جرح و تعدیل کیوں شروع کر دی؟“

یہ بھی صحیح نہیں۔ آپسے غالباً بدھہ کی شام کو گفتگو ہوئی تھی، اس وقت تک اخبار کا پہلا چور صفحہ مکمل ہو چکا تھا اور صرف (شذرات) کے صفحے اور آخر کے چار صفحے باقی تھے۔ آپے مراسلت کا مسودہ دکھا کر کہا تھا کہ کل تک بیچید ونگ میں نے خیال کیا کہ اسکے لیے آخری صفحات میں دو کالم نکال آئیں گے، ابتدائی صفحات میں جواب درج کر دیا جائے۔ مراسلت کا مقصود معلوم تھا، یہ فرض کر کے نہ آپ کی مراسلت کل آئے گی اور درج ہو جائے گی، اخبار کے کام کو جاری رکھنے کیلئے اسی دن شام کو مضمون لکھ کر پریس میں دیدیا، لیکن آپ کی مراسلت جمعہ کی رات کو ملی اور پھر اسقدر مبسوط، کہ اسکے لئے کئی صفحے مطلوب تھے۔ مجبوراً درج ہونے سے روکٹی۔

(۵) پھر میں نے جو کچھ لکھا، صرف اسی امر کی نسبت لکھا، جسکو آپ مراسلت میں لکھنے والے تھے، اور یہ کری پراپریٹ گفتگو نہ تھی اور نہ اسکا حوالہ دینا فرض اخبار نویسی کے خلاف ہو سکتا ہے اگر میں نے کسی ایسی بات کا تذکرہ کیا ہوتا جسکو آپ مراسلت میں درج نہ کر چکے ہوتے تو آپ کی شکایت درست ہو سکتی۔ ۳۱ جولائی کی چٹھی کی اشاعت و عدم اشاعت کی نسبت اپنے جو کچھ کہا، یہ بھی تھا جو مراسلت میں علانیہ آپ لکھ چکے ہیں۔ اگر مجھکو پراپریٹ صحبتوں کی باتوں کو لکھنا ہوتا، تو آپ کی اور میری اس دو سال کی ہر دوسرے اور تیسرے دن کی صحبتوں میں سیکڑوں باتیں ہر طرح کے معاملات پر ہو چکی ہیں اور ہر شخص سے ہوتی ہیں۔ لیکن پبلک میں لکھنے اور بولنے کیلئے تو صرف پبلک تحریرات ہی کارآمد ہیں، اور مطمئن رہیں کہ اس اصول سے بے خبر نہیں۔

ماہنامہ

جسمیں سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے اپنے کلام
شہر رمضان الذی انزل فیہا رمضان کا
القرآن (۲ : ۸۱) اول اول نا

اسی مہینے کے آخری عشرے میں سب سے پہلے انہیں وہ نور
مداقت اور کذاب مبیں دی گئی جس نے انسانی معتقدات
و اعمال کی تمام ظلمتوں کو دور کیا اور ایک روشن اور سیدھی راہ
دنیا کے آگے کھول دی :

لقد جاءکم من اللہ بیشک ! خدا کے طرف سے تمہارے پاس
نور و کتاب مبیں (قرآن) ایک روشنی اور کھلی کھلی
ہدایت بہ اللہ من اتبع ہدایت بخشنے والی کذاب بھیدجی گئی -
رضوانہ سبل السلام اللہ اسکے ذریعے اپنی رضا چاہنے والوں کو
سلامتی کی راہنیر ہدایت کرتا ہے - (۵ : ۸۱)

انسانی ضمیر کی روشنی جبکہ ظلمت ضلالت سے چھپ گئی
تھی فطرت کے حسن اصلی پر جب انسان نے بد اعمالیوں کے پردے
دال دیے تھے قوانین الہی کا احترام دنیا سے اٹھ گیا تھا اور طغیان
و سرکشی کے سیلاب میں خدا کے رسولوں کی بنائی ہوئی عمارتیں
بہرہ رہی تھیں :-

ظہر الفساد فی البر والبحر خشکی اور تری دونوں میں
بما کسبت ایدي الناس انسانوں کے اعمال بد کی وجہ سے
فساد پھیل گیا - (۳۰ : ۴۰)

اُس وقت یہ پیغام صداقت دنیا کیلئے نجات اور ہدایت کی
ایک بشارت بن کر آیا اس نے جہل و باطل پرستی کی غلامی سے دنیا
کو دائمی نجات دلائی افضل و نعمائم الہیہ کے فتح باب کا مزہ سنایا
نئی عمارت گو خرد نہیں بنائی مگر پرانی عمارتوں کو ہمیشہ
کیلئے مضبوط کر دیا - نئی تعلیم کو نہیں لایا لیکن پرانی تعلیموں
میں بقائے دوام کی روح پھونک دی - مختصر یہ ہے کہ فطرۃ اور
نوامیس فطرۃ کی گم شدہ حکومت پھر قائم ہو گئی :

فطرۃ اللہ الہی یہ خدا کی بنائی ہوئی سرشت ہے
فطر الناس علیہا جسپر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے -
لا تبدل الخلق اللہ خدا کی بنائی ہوئی بذات میں رد و بدل
ذالک الدین القیم نہیں ہو سکتا یہی (راہ فطرت) دین
ولکن اکثر الناس کا سیدھا راستہ ہے مگر اکثر آدمی ہیں
لا یعلمون (۳۰ : ۲۹) جو نہیں سمجھتے -

یہی مہینہ تھا جسمیں دنیا کے روحانی نظام پر ایک
عظیم الشان انقلاب طاری ہوا اسی مہینے میں وہ عجیب و غریب
رات آئی تھی جس نے اس انقلاب عظیم کا ہمیشہ کیلئے ایک
اندازہ صحیح کر کے فیصلہ کر دیا تھا اور اسی لئے وہ (لیلۃ القدر) تھی
اسکی نسبت فرمایا کہ وہ گذشتہ رسولوں کی ہدایتوں کے ہزار مہینوں سے
افضل ہے کیونکہ ان مہینوں کے اندر دنیا کو جو کچھ دیا گیا تھا
وہ سب کچھ مع خدا کی نئی نعمتوں اور عطا کردہ فضیلتوں کے
اس رات کے اندر بخش دیا گیا :

انا انزلناه فی لیلۃ القدر قرآن کریم نازل کیا گیا ایلة القدر میں

الہلال

۱۰ ستمبر ۱۹۱۲ء

— * —

عید الفطر

— * —

عید آمد و افروز غم را غم دیگر
ماتم زندہ را عید بود ماتم دیگر

— : —

دنیا کی ہر قوم کیلئے سال بھر میں دو چار دن ایسے ضرور آتے
ہیں جنکو وہ اپنے کسی قومی جشن کی یادگار سمجھ کر عزیز رکھتی
ہے اور قوم کے ہر فرد کیلئے انکا ورود عیش و نشاط کا دروازہ کھول دیتا ہے -
مسلمانوں کا جشن اور ماتم خوشی اور غم مرنا اور جینا جو
کچھ تھا خدا کیلئے تھا :

قل ان صلاتی و مناسکي کہدے کہ میری نماز میری تمام عبادت
و مناسک و مناسک اللہ میرا مرنا میرا جینا جو کچھ ہے اللہ
رب العالمین لا کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے
شریک لہ و بذالک اور جسکا کوئی شریک نہیں - معجز
امرت وانا اول المسلمین ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں
(۹ : ۱۹۲) مسلمانوں میں پہلا مسلمان ہوں -

آوردنکا جشن و نشاط لذاذ دنیوی کے حصول اور انسانی خواہشوں کی
کامیابیوں میں تھا مگر انکے ارادے مشیت الہی کے ماتحت اور
خواہشیں رضائے الہی کی محکم تھیں - انکے لئے سب سے بڑا ماتم یہ
تھا کہ دل آسکی یاد سے غافل اور زبان اسکے ذکر سے محروم ہو جائے
اور سب سے بڑا جشن یہ تھا کہ سر اسکی طاعت میں جھکے ہوئے اور
زبان اسکی حمد و تقدیس سے لذت یاب ہو :

انما یومن باياتنا ہماری آیتوں پر توروہ لوگ ایمان لائے ہیں
الذین اذا ذکرنا بہا کہ جب انکو وہ یاد دلائی جاتی ہیں تو
خررا سجداً و سبحوا سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے
بعمد رہم رہم پروردگار کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح
لا یتکبرون تنجانی و تقدیس کرتے ہیں اور وہ کسی طرح کا تکبر
جنوبہم عن اور بڑائی نہیں کرتے - رات کو جب سوتے
المضاجع یدعون ہیں تو انکے پہلو بستروں سے آشنا نہیں
رہم خروفاً و طمعا ہوتے اور امید و بیم کے عالم میں کڑھیں لیکر
اپنے پروردگار سے دعائیں مانگتے رہتے ہیں - (۳۲ : ۱۶)

انکو پیشگاہ الہی سے طاعت و شکر گزاری کے جشن کیلئے دو دن
ملے تھے - پہلا دن (عید الفطر) کا تھا - یہ اُس ماہ مقدس
کے اختتام اور افضال الہی کے دور جدید کے اوّلین یوم کا جشن تھا

ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو گرو آپ بظاہر جواب دینے سے انعام کیا ہے، مگر اچھی طرح کان لگا کر سنتے ہیں تو اس انعام کی زبان پنہان بھی کچھ کہنا چاہتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ”جو صداقت بے محل اور دل شکن ہو، راستی فتنہ انگیز کے ذیل میں شمار کی جاتی ہے“ دراصل آپ یہ جملہ کہہ رہے ہیں سبھی کچھ بتلا دیا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ :

(الف) ”راستی فتنہ انگیز“ کے قانون کے راضع کا بنایا ہوا ایک اور اصول بھی ہے کہ ”انرا کہ حساب پاکستان از معاصرت چہ باک“ اس اصول کی بنا پر معلوم ہو گیا کہ یہ سوالات جن حضرات کے حساب و کتاب کو جانچنا چاہتے ہیں، انکو اپنا حساب دکھانے میں ضرور ”باک“ ہے اور اسی لئے میرے دوست نہیں چاہتے کہ ان حضرات کا بھی کہا تا دکان کے مقفل صندوق سے باہر نکالا جائے۔

(ب) ان سوالات کے جواب میں ہمارے دوست کو بعض ایسی باتیں کہنی پڑیں گی، جو ہیں تو ”صداقت“ میں داخل، لیکن ساتھ ہی جن حضرات کی نسبت کہی جائیں گی، انکے لئے دلشکس بھی ہونگی۔ اور یہ بالکل قدرتی ہے۔ ایک شخص کے معاصرین بیان کیے جائیں گے تو خوش ہوگا اور عیوب کھولیں گے تو چین بجیں ہوگا۔

(ج) نیز جو کچھ جواب دیا جائے گا، اسمیں ایسی ”راستی“ ہوگی جس سے ہمارے دوست کو کسی فتنے کے پیدا ہوجانے کا خوف ہے، اور فی الحقیقت ایک برسوں کی قابض اور خود مختار جماعت کے طرف سے قوم کا بدظن اور مایوس ہوجانا ایک بڑا فتنہ ہے۔

(د) اور سب سے آخریہ کہ ممبران کمیٹی میں کچھ لوگ ایسے ہیں، جنکے کلم علانیہ پبلک میں لانے کے قابل نہیں، اور ان میں فتنہ انگیزی اور ناراضگی کے پیدا ہوجانے کی گنجائش ہے، مگر دنیا کا ایسا خیال ہے کہ سچے کام کرنے والوں کی زندگی میں کوئی راز نہیں ہونا چاہئے۔

میرے تمام مضمون کا ماحصل یہ سوالات ہی تھے، مگر میرے دوست ”بے ہودہ مشغلہ“ کہہ اس تیزی سے آگے نکل گئے ہیں، گویا یہ بھی ”جولائی کے دسمبر سے پہلے آنے کا“ مسئلہ ہے، جسکے لئے کسی بحث و نظر کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر وہ تیزی سے راہ کتراسکتے ہیں، تو میرا ہاتھ بھی کوتاہ نہیں :

گرتو دامن بخشی دست کسے کوتاہ نیست

چاہوں تو دامن کو چھو سکتا ہوں، لیکن مجھ سے بچکر جاں جانا چاہتے ہیں، وہ راہ بھی شاید پیچ و خم بھارے بھی تے ملجانے والی ہے، اسلئے انکے سفر میں خلل ڈالنا نہیں چاہتا۔ اور خوش ہوں کہ ایک ”غلط بیان“ اور ”ناقابل بحث دماغ“ سے الگ رہکر بھی الحمد للہ کہ وہ اسکے ساتھ ہی ہیں۔ یہ اپنی اپنی بصیرت اور سمجھ ہے، عجب نہیں کے انہوں نے مقصود تک پہنچنے کیلئے جو راہ اختیار کی ہے، وہی زیادہ پر امن اور کامیاب ہو۔ باہر بیٹھکر نکتہ چینی کردینا آسان ہے، مگر کلم میں شریک ہوکر درسنگی کی سعی کرنا مشکل ہے۔

بے قلم رائے دیں گے، آپ کی خریدوں اور برائیوں کو جانچیں گے۔ اور آپکا نام رائے زنی کرنے کیلئے ہماری زبانوں پر چڑھائے گا۔ یہ عجیب بات ہے کہ کچھ لوگ گھروں کے دروازے بند کرکے بازار کے لین دین کا فیصلہ کریں، اور اگر بازار والے تجسس کریں تو کہا جائے کہ یہ گھر کے اندر کے معاملات یعنی ”ذاتیات“ ہیں۔ آپسے کوئی نہیں پوچھتا کہ آپ آج اپنے نوکر کو کیوں جھڑکی دی، اور فلاں قصور پر اپنے کسی عزیز کے کیوں طمانچہ مارا؟ لیکن ہماری قسموں کا فیصلہ کرنے بیٹھیں گے تو ہم ضرور تجسس کریں گے کہ اندر بیٹھے ہوئے کیا کر رہے ہیں۔

جو شخص پیشوائی اور رہنمائی کی زندگی اختیار کرتا ہے اسکی زندگی کا کوئی حصہ پرائیوت نہیں ہو سکتا، اور اگر اسکی زندگی میں کوئی راز ہو تو وہ پیشوائی کا اہل نہیں۔ وہ جو کچھ گھر کے اندر کرتا ہے اس سے بھی بحث کرنے کا پبلک کو حق حاصل ہے۔

خیر یہ تو پھر اصولی بحث چھڑ گئی۔ موجودہ حالت میں تو میں نے اپنے دوست سے جو سوالات کیے تھے، وہ اتنے دور کے نہ تھے۔ ان میں کسی شخص کے ذاتی کاروبار کی نسبت سوال نہ تھا، بلکہ اس نے جو کچھ قوم کیلئے کیا ہے، اسکی نسبت پوچھا گیا تھا۔ یہ نہیں پوچھا تھا کہ ممبران کمیٹی اپنے گھروں میں کیا کرتے ہیں؟ بلکہ پوچھا تھا کہ شملہ میں بیٹھکر کیا کیا کرتے تھے؟ لیکن میرے دوست کی رائے میں یہ بھی ذاتیات کی بحث ہے، نیز سب سے زیادہ بے ہودہ مشغلہ! خیر! یہاں تک مضائقہ نہیں، مگر آگے چلکر فرماتے ہیں کہ اس سے ”نہ خدا خوش اور نہ قوم کا کوئی مفاد“ آپے در فرقوں کا تو ذکر کیا، مگر ایک تیسرے فریق یعنی لیڈروں کو چھوڑ دیا، حالانکہ :

ہمیں ورق کہ سیہ گشتہ، مدعا اینچاست

خدا کی خوشنودی و عدم خوشنودی کا ذکر تو جانے ہی دیجئے، ہماری روزمرہ کی بول چال میں یہ ایک ایسا عام جملہ ہو گیا ہے جو زبان و قلم سے نکل جاتا ہے، مگر دل کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ کیسی عظیم الشان بات منہ سے نکل رہی ہے؟ اسکی رضا کی نو ہمیں اتنی فکر بھی نہیں، جتنی اپنے کسی خوش پوشاک دوست کے چوبدار کی ہوتی ہے۔ اگر کہیں کہ اسکی رضا جوڑی کی تو پہلی شرط الحب فی اللہ والبغض فی اللہ [خدا کی راہ میں دوستی اور خدا کی راہ میں دشمنی] کی قربانی ہے، تو مجھے یقین کرنا چاہئے کہ میں اس دور عقل و دانش میں پاگل ہو گیا ہوں، یا کم از کم دماغ اتنا تر ضرور بیمار ہے کہ ”اس سے کسی بحث کا صاف ہونا محال ہے“

بہر حال خدا کی رضامندی کی زیادہ فکر نہ کیجئے، رہا قوم کا مفاد، تو آپ اور ہم، دونوں الگ ہو جاتے ہیں، قوم ہی کو فیصلہ کرنے دیجئے کہ ان سوالوں کے صاف ہوجانے میں اسکا مفاد تھا، یا انکے قالدینے میں؟ اسکا تاریکی میں رہنا اُسکے لیے بہتر ہے، یا روشنی میں آجانا؟ رُہل یستری الظلمات و النور؟ رُہل یستری الامی و البصیر؟

و حسرت سنجی کیلئے - پہلے اس کامرانی کی قبولیت سے سرفراز ہوئے، مگر اب اس نا مراد کرتا ہے کہ ہم نے اس کی قدر نہ کی اور ذات و پہلے اس وقت سعادت کی یاد تازہ کرتا تھا جو

آغاز تھا، اور اب اس دور مسکنیت و ذلت کا زخم تازہ کرتا ہے، جو ہماری عزت و کامرانی کا انجام ہے - پہلے یکسر جشن و نشاط تھا، مگر اب یکسر ماتم و حسرت ہے - جشن تھا، تو (قرآن کریم) کے نزول کی یادگار کا، جس نے پہلے ہی دن اعلان کر دیا تھا کہ:

یا ایہا الذین آمنوا! اگر تم خدا سے ڈرتے
امنوا! ان تقوا (اور اس کے احکام سے سرتابی نہ کی) تو وہ
اللہ يجعل لكم تمام عالم میں تمہارے لئے ایک امتیاز
فرقانا (۸: ۳۰) پیدا کر دے گا -

اور اب ماتم ہے تو اسی قرآن کی اس پیشین گوئی کے ظہور کا کہ:
ومن اعرض عن ذکرہ اور جس نے ہمارے ذکر سے روزگردانی
فان له معیشة ضنکا کی، اس کی زندگی دنیا میں تنگ
ہو جائے گی - (۲۰: ۱۲۳)

پہلے اس کی (بشارت) کو یاد کر کے جشن مناتے تھے، اور اب وہ وقت
ہے کہ اس کی (وعید) کے نتائج کو گرد و پیش دیکھ کر عبرت پکڑیں -
اب عید کا دن ہمارے لیے عیش و نشاط کا دن نہیں رہا، البتہ
عبرت اور موعظہ کی ایک یادگار ضرور ہے:

و کذا لک انزلنا قراناً ایسا ہی ہم نے قرآن کو عربی زبان
عربیا و صرفنا فیہ من میں نازل کیا اور اسمیں طرح طرح
الوعید، لعلکم ینتقون کی وعیدیں درج کیں، تاکہ لوگ
ار یعدت لہم ذکرہ پر ہدایت اختیار کریں یا اس کے ذریعے سے
انکے دلوں میں عبرت اور فکر پیدا ہو - (۲۰: ۱۱۳)

• • •

دنیا میں عیش کی گھڑیاں کم میسر آتی ہیں، پھر سال بھر کے
اس تنہا جشن کو کیوں نہ عزیز رکھا جائے؟ میں بھی نہیں چاہتا
کہ آپ عید کی خوشیوں میں سر مست عیش و نشاط ہوں، اور میں
افسانہ غم چھیڑ کر آپ سے لذت عیش کو منگھن کر دوں - مگر یقیناً
کیجیے کہ اپنے دل اندر پرست کی بیقرار آواز سے • • • • •
ہے کہ ایک غمگین دل کیلئے عیش کی گھڑیوں سے بڑھ کر اور کبھی وقت
غم کے حوادث کا یاد آور نہیں ہوتا - ایک غمزدہ ماں، جو سال بھر
کے اندر اپنے نئی فرزندوں کو کہہ رہی ہو، اگر عید کے دن اس کو
اپنی یقیہ اولاد کے چہرے دیکھ کر خوشی ہوگی تو ایک ایک نرے
اسے گم گشتہ لغت جگر بھی سامنے آجائیں گے - ایک بد بخت
جو اپنا تمام مال و متاع غفلت و بے ہوشی میں ضائع کر چکا ہو، عید
کے دن جب لوگوں کی زبانیں قباؤں اور پر جواہر کلاہوں کو دیکھے گا، تو
ممکن نہیں کہ اس کو اپنی کھوپڑی پر دولت کے ساز و سامان یاد نہ
آجائیں - دیکھتا ہوں تو یہ جشن کی عیدیں عیش و مسرت کا پیام
نہیں، بلکہ یاد آور درد و حسرت ہیں - کہ کیا دنیا میں غفلت و
سرشاری کی حکومت ہمیشہ سے ایسی ہی ہے؟ کیا دنیا میں ہمیشہ

اور جسم خلعت نیابت سے مفتخر ہوئے کیلئے - عزت و عظمت
جب ہمارے ساتھ تھی، اور اقبال و کامرانی ہمارے آئے درزنی
تھی - خدا کی نعمتوں کا ہم پر سایہ تھا، اور اللہ کی بخشی ہوئی
خلافت کے تخت جلال پر متمکن تھے - لیکن اب ہمارے اقبال و کامرانی
کا تذکرہ صرف صفحات تاریخ کا ایک افسانہ ماضی رہ گیا ہے -

دنیا کی آرزو میں ہمارے لئے وسیلہ عبرت تھیں، لیکن اب خود
ہمارے اقبال و ادبار کی حکایت اور نکلے لئے مثال عبرت ہے - ہم نے
خدا کی دی ہوئی عزت و کامرانی کو ہوائے نفس کی بتلائی ہوئی راہ
مذلت سے بدل لیا، اس کے عطا کیے ہوئے منصب خلافت کی قدر نہ
پہچانی، اور زمین کی وراثت و نیابت کا خلعت ہمارے راس نہ آیا - اب
ہمارے عید کی خوشیوں کے دن گئے، عیش و عشرت کا دور ختم ہو گیا
ہم نے بہت سی عیدیں تخت حکومت و سلطنت پر دیکھیں،
اور ہزاروں شادیوں سے سر پر خلافت کے آگے بھڑکے - ہم پر صدہا عیدیں
ایسی گزریں، جب دنیا کی قومیں ہمارے سامنے سر بسجود تھیں،
اور عظمت و شوکت کے تخت الٹے ہوئے ہمارے سامنے تھے - اب عید
کے عیش و طرب کی صحبتیں ان قوموں کو مبارک ہوں، جن کی عبرت
و تنبیہ کیلئے اب تک ہمارا وجود بار زمین ہے - ان کو خوش نصیب
سمجھئے جو اپنے دور اقبال کے ساتھ خود بھی مت گئے - ہمارا اقبال
جا چکا ہے مگر ہم خود اب تک دنیا میں باقی ہیں - شاید اس لئے کہ
غیروں کے طعنے سنیں، اور اپنی ذلت و خواری پر آنسو بہا کر قوموں
کیلئے وجود عبرت ہوں :-

در کار ماست نالہ و من در ہوائے او
پرانہ چراغ مزار خودیم ما

• • •

اس دن کی یادگار ہمارے لیے جشن و طرب کا پیام تھی، کیونکہ
یہی دن ہمارے صحیفہ اقبال کا صفحہ اولین تھا، اور اسی تاریخ سے
ہمارے ہاتھوں قرآنی حکومت کا درجہ جدید قلوب و اجسام کی زمین
پر شروع ہوا تھا - اس دن کا طلوع ہمارے یاد دلالتا تھا کہ بد اعمالیوں
نے کیونکر بنی اسرائیل کو دو ہزار سالہ عظمت سے محروم کیا، اور اعمال
حسنہ کے شرف و افتخار نے کیونکر ہمیں برکت الہی کا مہبط و مورد
بنایا؟ اس دن کا آفتاب جب نکلتا تھا، تو ہمیں خبر دیتا تھا کہ
کس طرح خدا کی زمین نافرمانیوں کی ظلمت سے تاریک ہو گئی تھی،
اور پھر کس طرح ہمارے اعمال کی روشنی افق عالم پر نیر درخشان
بنکر نمودار ہوئی تھی؟ لیکن:

فخلف من بعدہم پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے
خلف، اضاعوا الصاۃ جنہوں نے خدا کی عبادت کو ضائع کر دیا
واتبعوا الشهوات فسوف اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے، پس
یلقون عیا (۱۹: ۶۰) بہت جلد ان کی گمراہی ان کے آگے آگے گئی

اب یہ روز یادگار اگر یادگار ہے، تو عیش و شادمانی کیلئے نہیں،
بلکہ حسرت و نامرادی کیلئے - اگر یاد آور واقعات ہیں، تو عطا و بخشش
کی فیروز مندی کیلئے نہیں، بلکہ ناقدری و کفران نعمت کی مایوسی

ليستخلفنهم في الارض انكور زمين كي خلافت بخشے کا جس طرح
كما استخلف الذين ان سے پيشتر كي قوموں کو آسنے
من قبل (۲۴ : ۵۴) بخشي تھی -

یہ اسلئے ہوا کہ زمین کی وراثت کیلئے ”عبدی الصالحون“ کی
شرط لگادی تھی - بنی اسرائیل نے خدا کی نعمتوں کی قدر نہ کی
اسکی نشانیں کو چھٹایا، اسکے احکام سے سرتابی کی، اسکی بخشي
ہوئی اعلیٰ نعمتوں کو اپنے نفس ذلیل کی بنلائی ہوئی ادنا چیزوں سے
بددینا چاہا :

استبدلون الذي خدا کی دی ہوئی اعلیٰ نعمتوں کے بدلے
هو ادنى بالذي هو تم ایسی چیزوں کے طالب ہو جو انکے
خير ؟ (۲ : ۵۸) مقابلے میں نہایت ادنا ہیں ؟

خدا نے قدس کی زمین کثافت اور گندگی کیلئے نہیں ہے -
وہ اپنے بندوں میں سے جماعتوں کو چن لیتا ہے، تاکہ اسکی طہارت کیلئے
ذمہ دار ہوں - لیکن جب خود انکا وجود زمین کی طہارت و نظافت
کیلئے گندگی ہو جاتا ہے، تو غیرت الہی اس بار آلودگی سے اپنی زمین
کو ہلکا کر دیتی ہے - بنی اسرائیل نے اپنے عصیان و تمرد سے ارض
الہی کی طہارت کو جب داغ لگادیا، تو اسکی رحمت غیور نے
(کوہ سینا) کے دامن کی جگہ (بوقیدس) کی وادی کو اپنا گھر بنایا
اور (شام) کے مرغزاروں سے روٹھکر (حجاز) کے ریگستان سے اپنا رشتہ
قائم کیا، تاکہ آزمایا جائے کہ یہ نئی قوم اپنے اعمال سے کھانٹک اس
مذنب کی اہلیت ثابت کرتی ہے ؟ :

ثم جعلنا کم خلأف اور بنی اسرائیل کے بعد پھر ہم نے تم
في الارض للنظر من بعدہم کو زمین کی وراثت دی تاکہ دیکھیں
کیف تعملون ؟ (۱۵ : ۱۰) کہ تمہارے اعمال کیسے ہوتے ہیں ؟

پس یہ مہینہ بنی اسرائیل کی عظمت کا اختتام اور مسلمانوں
اقبال کا آغاز تھا، اور اس نئے در اقبال کا پہلا مہینہ (شوال) سے شروع
ہوتا تھا، اسلئے اسکے یومِ ورد کو (عید الفطر) کا جشن ملی قرار دیا
تاکہ افضال الہی کے ظہور اور قرآن کریم کے نزول کی یاد ہمیشہ قائم
رہی جائے، اور اس احسان و اعزاز کے شکریے میں تمام ملت
مرحومہ اسکے سامنے سر بسجود ہو :

واذکرا ان انتہم قلیل اور اس وقت کو یاد کرو، جب مکہ میں
مستضعفون في الارض تم نہایت کم تعداد اور کمزور تھے، اور قدرت
تخافون ان يتغطفکم ان سے ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں زبردستی پکڑ لیں
انہ لیجائیں لین خدا نے تم کو
بنصرہ و رزقہ من الطیبات جگہ دی، اپنی نصرت سے مدد دی، عید
لعلکم تشکرون رزق تمہارے لئے بھیجا، اور یہ اسلئے
تھا تاکہ تم شکر ادا کرو - (۲۹ : ۸)

• • •

مگر یہ عید الفطر کا جشن ملی ! یہ ورد ذکر و رحمت الہی کی
یادگار ! یہ سر بلندی و افتخار کی بخشش کا یاد آور ! یہ یوم
کا رانی و فیروزی و شد مائی !! اس وقت تک کیلئے عیش و سرور
نہ تھا، جب تک ہمارے سر قاچ خلافت سے سر بلند ہوئے کیلئے

وما ادراک ما لیلۃ القدر ؟ اور تم جانتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا ہے ؟
لیلۃ القدر خیر من الف شهر وہ ایک ایسی رات ہے جو دنیا کے
ہزار مہینوں پر افضلیت رکھتی ہے - (۱ : ۹۷)

یہی رات تھی جسمیں ارض الہی کی روحانی اور جسمانی خلافت
کا ورثہ ایک قوم سے لیکر دوسری قوم کو دیا گیا، اور یہ اس قانون
الہی کے ماتحت ہوا، جسکی خبر (داؤد) علیہ السلام کو دی
گئی تھی :

و لقد کتبنا فی الزبور اور ہم نے (زبور) میں پند و نصیحت کے بعد
من بعد الذکر، ان لکھ دیا تھا کہ بیشک زمین کی خلافت
الارض یرثہا عبادی کے ہمارے صالح بندے وارث
الصالحون (۲۱ : ۱۰۶) ہونگے -

اس قانون کے مطابق دو ہزار برس تک (بنی اسرائیل) زمین کی
وراثت پر قابض رہے، اور خدا نے انکی حکومتوں، انکے ملکوں، اور انکے
خاندان کو تمام عالم پر فضیلت دی :

یا بنی اسرائیل ! اذکروا اے بنی اسرائیل ! ان نعمتوں کو یاد کرو،
نعمتی التي افعمت جو ہم نے تم پر انعام کیے، اور (نیز)
عیلکم و انی فضلکم علی ہم نے تم کو (اپنی خلافت دیکر)
العالمین (۲ : ۴۴) تمام عالم پر فضیلت بخش دی -

یہی مہینہ، اور یہی لیلۃ القدر تھی، جسمیں اسی الہی قانون
کے مطابق نیابت الہی کا ورثہ (بنی اسرائیل) سے لیکر (بنی اسماعیل)
کو سپرد کیا گیا - وہ پیمانہ محبت جو خداوند نے بیابان میں
(اسحاق) سے باندھا تھا، وہ پیغام بشارت جو (یعقوب) کے گھرانے کو
کنعان سے ہجرت کرتے ہوئے سنایا گیا تھا، وہ الہی رشتہ جو
(کوہ سینا) کے دامن میں خدائے ابراہیم و اسحاق نے
(بزرگ موسیٰ) کی امت سے جوڑا تھا، اور سر زمین فراعنہ

کی غلامی سے انکو نجات دلائی تھی - خدا کی طرف سے نہیں
بلکہ خود انکی طرف سے توڑ دیا گیا تھا - (داؤد) کے بنائے ہوئے
(ہیكل) کا دور عظمت ختم ہو چکا تھا، اور وہ وقت آگیا تھا کہ
اب (اسماعیل) کی چنی ہوئی دیواروں پر خدا کا تخت جلال
و کبریائی بچھایا جائے - یہ نصب و عزل، عزت و ذلت، قرب و بعد،
اور ہجر و وصال کی رات تھی، جسمیں ایک معجزہ اور دوسرا کامیاب
ہوا، ایک کو دائمی ہجر کی سرکشگی، اور دوسرے کو ہمیشہ کیلئے
وصل کی کامرانی عطا کی گئی، ایک کا بھرا ہوا دامن خالی ہو گیا،
مگر دوسرے کی آستین افلاس، بے بسی گئی، ایک پر قہر و غضب
کا عتاب نازل ہوا :

ضربت علیہم الذلۃ بنی اسرائیل کو (انکی نافرمانیوں)
والسکنة، و الذلۃ کی سزا میں ذلت اور محتاجی میں
بغضب من اللہ مبتلا کر دیا گیا اور اللہ کے بھیجے ہوئے غضب
میں آگئے - (۵۹ : ۲)

لین دوسرے کو اس محبت کے خطاب سے سرفراز کیا :

وعد اللہ الذین امنوا تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور عمل
منکم و عمو الصالحات بھی اچھے کیے، خدا کا اُن سے وعدہ ہے کہ

الحلال

۱۰ ستمبر ۱۹۱۲ء

عید الفطر

عید آمد و افروز غم را غم دیگر
ماتم زندہ را عید بود ماتم دیگر

دنیا کی ہر قوم کیلئے سال بھر میں دو چار دن ایسے ضرور آتے ہیں جنکو وہ اپنے کسی قومی جشن کی یادگار سمجھ کر عزیز رکھتی ہے اور قوم کے ہر فرد کیلئے انکا ورود عیش و نشاط کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ مسلمانوں کا جشن اور ماتم 'خوشی اور غم' مرنا اور جینا جو کچھ تھا خدا کیلئے تھا :

قل ان صلاتی ونسائی کہدے کہ میری نماز، میری تمام عبادت،
ومحیائی ومماتی لله میرا مرنا، میرا جینا، جو کچھ ہے اللہ
رب العالمین، لا کیلئے ہے، جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے
شریک له، وبذالک اور جسکا کوئی شریک نہیں۔ مجھ کو
امرت وانا اول المسلمین ایسا ہی حکم دیا گیا ہے، اور میں
(۱۶۲: ۴) مسلمانوں میں پہلا مسلمان ہوں۔

آزورنکا جشن و نشاط لذاذ دنیوی کے حصول اور انسانی خواہشوں کی کامیابیوں میں تھا، مگر انکے ارادے مشیت الہی کے ماتحت اور خواہشیں رضائے الہی کی محکوم تھیں۔ انکے لئے سب سے بڑا ماتم یہ تھا کہ دل اُسکی یاد سے غافل، اور زبان اسکے ذکر سے معزوم ہو جائے اور سب سے بڑا جشن یہ تھا کہ سراسر اسکی طاعت میں جہکے ہوئے اور زبان اسکی حمد و تقدیس سے لذت یاب ہو :

انما یومن بایاتنا ہماری آیتوں پر توروہ لوگ ایمان لائے ہیں،
الذین اذا ذکرنا بها کہ جب انکو وہ یاد دلائی جاتی ہیں، تو
خررا سجداً وسبحوا سجدے میں گر پڑتے ہیں، اور اپنے
بعمد ربهم رہم پروردگار کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح
لا یتکبرون، تعجانی و تقدیس کرتے ہیں، اور وہ کسی طرح کا تکبر
جنوبهم عن اور بڑائی نہیں کرتے۔ رات کو جب سوتے
المضاجع، یدعون ہیں تو انکے پہلو بستر سے آشنا نہیں
ربهم خوفاً وطمعاً ہوتے اور امید و بیم کے عالم میں کڑواہیں لیکر
اپنے پروردگار سے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔
(۱۶: ۳۲)

انکو پیشگاہ الہی سے طاعت و شکر گزاری کے جشن کیلئے دوس دن ملے تھے۔ پہلا دن (عید الفطر) کا تھا۔ یہ اُس ماہ مقدس کے اختتام اور انصال الہی کے درجہ جدید کے ادا میں یوم کا جشن تھا۔

جسمیں سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے اپنے کلام =
شهر رمضان الذي انزل فيه۔ رمضان کا مہینہ
القرآن (۲: ۸۱) اول اول نازل

اسی مہینے کے آخری عشرے میں سب سے پہلے انہیں وہ نور صداقت اور کتاب مبین دی گئی، جس نے انسانی معتقدات و اعمال کی تمام ظلمتوں کو دور کیا اور ایک روشن اور سیدھی راہ دنیا کے آگے کھول دی :

لقد جاءکم من الله بيشک! خدا کے طرف سے تمہارے پاس نور و کتاب مبین (قرآن) ایک روشنی اور کھلی کھلی یعدی بہ الله من اتباع ہدایت بخشنے والی کتاب بھیجی گئی۔ رضوانہ سبل السلام اللہ اسکے ذریعے اپنی رضا چاہنے والوں کو سلامتی کی راہنہر ہدایت کرتا ہے۔ (۸۱: ۵)

انسانی ضمیر کی 'روشنی' جبکہ ظلمت ضلالت سے چھپ گئی تھی، فطرت کے حسن اصلی پر جب انسان نے بد اعمالیوں کے پردے ڈال دیے تھے، قوانین الہی کا احترام دنیا سے اٹھ گیا تھا، اور طغیان و سرکشی کے سیلاب میں خدا کے رسولوں کی بنائی ہوئی عمارتیں بہہ رہی تھیں۔

ظهر الفساد في البر والبحر خشکی اور تری، دونوں میں
بما كسبت ايدي الناس انسانوں کے اعمال بد کی وجہ سے
(۳۰: ۴۰) فساد پھیل گیا۔

اُس وقت یہ پیغام صداقت دنیا کیلئے نجات اور ہدایت کی ایک بشارت بنکر آیا، اس نے جہل و باطل پرستی کی غلامی سے دنیا کو دائمی نجات دلائی، انصال و نعائم الہیہ کے فتح باب کا مزدہ سنایا، نئی عمارت کو خود نہیں بنائی مگر پرانی عمارتوں کو ہمیشہ کیلئے مضبوط کر دیا۔ نئی تعلیم کو نہیں لایا، لیکن پرانی تعلیموں میں بقائے دوام کی روح پھونک دی۔ مختصر یہ ہے کہ فطرۃ اور نورانی فطرۃ کی گم شدہ حکومت پھر قائم ہو گئی :

فطرۃ الله، التي یہ خدا کی بنائی ہوئی سرشت ہے
فطر الناس علیہا جسپر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے۔
لا تبدل لخلق الله خدا کی بنائی ہوئی بذات میں رد و بدل
ذالك الدين القيم نہیں ہو سکتا، یہی (راہ فطرت) دین
ولكن اكثر الناس کا سیدھا راستہ ہے، مگر اکثر آدمی ہیں
لا یعلمون (۲۹: ۳۰) جو نہیں سمجھتے۔

یہی مہینہ تھا، جسمیں دنیا کے روحانی نظام پر ایک عظیم الشان انقلاب طاری ہوا، اسی مہینے میں وہ عجیب و غریب رات آئی تھی، جس نے اس انقلاب عظیم کا ہمیشہ کیلئے ایک اندازہ صحیح کر کے فیصلہ کر دیا تھا، اور اسی لئے وہ (لیلۃ القدر) تھی اسکی نسبت فرمایا کہ وہ گذشتہ رسولوں کی ہدایتوں کے ہزار مہینوں سے افضل ہے، کیونکہ اُن مہینوں کے اندر دنیا کو جو کچھ دیا گیا تھا، وہ سب کچھ مع خدا کی نئی نعمتوں اور عطا کردہ فضیلتوں کے اس رات کے اندر بخش دیا گیا :

انا انزلناه في ليلة القدر قرآن کریم نازل کیا گیا ایلة القدر میں،

زیادہ اور بیداری کم رہی ہے؟ یہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ ایک دن کی خوشیوں میں بیخود ہو کر ہمیشہ کے ماتم و اندوہ کو بھول گئے ہیں؟ بزمِ جشن کی طیاریاں کسے لیے، جبکہ دنیا اب ہمارے لیے ایک دائمی ماتمکہ بن گئی ہے؟ عیش و نشاط کی بزموں کو آگ لگائیے، عید کے قیمتی کپڑوں کو چاک چاک کر ڈالیے، عطر کی شیشیوں کو اپنے بختِ زہن کی طرح اڑت دیجیے، اور اسکی جگہ مٹیوں میں خاک و گرد بھر کر اپنے سر و سینے پر اڑائیے۔ زہن کلاموں اور ربشمن قبائوں کے پہننے کے دن اب گئے:

ماخانہ رمیدگان ظالمیم
پیغام خوش از دیار ما نیست

• • •

لیکن اس طلسمِ سرائے ہستی کی ساری رونق انسان کی غفلت و سرشاری سے ہے۔ ممکن ہے کہ جشنِ عید کے ہنگاموں میں غم و اندوہ کی یہ آہیں آپکے کانوں تک نہ پہنچیں۔ تاہم اسکو تو نہ بھولیے کہ پیرانِ اسلام کا حلقہ صرف آپ ہی کے وطن و مقام پر محدود نہیں، وہ ایک عالمگیر برادری ہے، جس میں چین کی دیوار سے لیکر افریقہ کے صحرا تک چالیس کروڑ انسان ایک ہی رشتے کی زنجیر میں منسلک ہیں۔ اگر (طرابلس) میں قتیلانِ ظلم و ستم کی لاشیں تڑپ رہی ہیں تو یہ عیش پرستی ایک لعنت ہے، جو آپکو عید کی خوشیوں میں سرمست کر رہی ہے۔ اگر (ایران) میں آپکے اخوانِ ملت کو جرمِ وطن پرستی میں پھانسیاں دی جا رہی ہیں، تو وہ آنکھیں پھوٹ جائیں جو ہندوستان میں اشکبار نہوں۔ اگر (مراکو) میں (اسلام) کا آخری نقشِ حکومت مٹ رہا ہے، تو کیوں نہیں ہندوستان کے عیش و دہن میں آگ لگ جاتی؟ اسلام کی اخوتِ عمومی تمیز قوم و مرزوم سے پاک ہے، اور اسکا ایک ہی خدا اپنے ایک ہی آسمان کے نیچے تمام پیروانِ توحید کو ایک جسم واحد کی صورت میں دیکھنا چاہتا ہے: ان هذه امتکم - ملة واحدة وانا ربکم فاتقون۔ پس جسمِ اسلام کا ایک عضو درد سے بیقرار ہے، تو تمام جسم کو اسکی تکلیف محسوس ہونی چاہئے۔ اگر زمین کے کسی حصے میں مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے تو تعجب ہے، اگر آپ کے چہرے پر آنسو بھی نہ بہیں۔ اگر غفلت کی سرمستیں نے پچھلے حوادث بھلا دیے ہیں، تو آج بھی جو اچھے ہو رہا ہے آپکے وقفِ ماتم ہو جانے کے لیے کافی ہے۔

• • •

قومی زندگی کی مثال بالکل افراد و اشخاص کی سی ہے۔ بچپن سے لیکر عہدِ شباب تک کا زمانہ ترقی و نشو و نما و عیش و نشاط کا دہر ہوتا ہے۔ ہر چیز بڑھتی ہے، اور ہر وقت میں افزائش ہوتی ہے۔ جو دن آنا ہے، طاقت و توانائی کا ایک نیا پیام لاتا ہے، طبیعت جوش و امنگ کے نشے میں ہر وقت مخمور رہتی ہے، اور اس سرخوشی و سرور میں جنسِ طرف نظر اٹھتی ہے، فرحت و انبساط کا ایک بہشت زار سامنے آ جاتا ہے۔ اس طلسمِ زار ہستی میں انسان سے باہر نہ غم کا وجود ہے اور نہ نشاط کا، البتہ ہمارے پاس

در آنکھیں ضرور ایسی ہیں جو اگر غمگین ہوں، تو کائنات کا ہر ظہور غم آلود ہے، اور اگر مسرور ہوں، تو ہر منظر مرقعِ انبساط ہے۔ عہدِ شباب و جوانی میں آنکھیں سرمست ہوتی ہیں، اور دل جوش و امنگ سے متوالا۔ غم کے کانٹے بھی تلے میں جیبتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ فرشِ گل پر سے گذر رہے ہیں۔ خزاں کی انسر دگی بھی سامنے آتی ہے، تو نظر آتا ہے کہ عروسِ بہار سامنے آکر کھڑی ہو گئی ہے۔ دل جب خوش ہو، تو ہر شے کیوں نہ خوش نظر آئے؟

لیکن بڑھاپے کی حالت اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ بچے جو چیزیں بڑھتی تھیں، اب روز بروز گھٹنے لگتی ہیں۔ جن قوتوں میں ہر روز افزائش ہوتی تھی، اب روز بروز اضمحلال ہوتا ہے۔ طاقتِ جواب دیدیتی ہے، اور عیش و مسرت کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ جو دن آتا ہے، موت و فنا کا ایک نیا پیغام لاتا ہے۔ اور جو دن گذرتا ہے، حسرت و آرزو کی ایک یاد چھوڑ جاتا ہے۔ دنیا کے سارے عیش و عشرت کے جلوے دل کی عشرت کامیوں سے تھے، لیکن دل کے بدلنے سے آنکھیں بھی بدل جاتی ہیں۔ بچے غم کی تصویر بھی شادمانی کا مرقع نظر آتی تھی، اب خوشی کے شادیانے بھی بجتے ہیں، تو انہیں سے درد و اندوہ کی صدائیں سنائی دیتی ہیں۔

قوموں کی زندگی کا بھی یہی حال ہے۔ ایک قوم پیدا ہوتی ہے، بچپن کے عہد بے فکری کاٹ کر جوانی کی طاقت آزمائیوں میں قدم رکھتی ہے۔ یہ وقت کار و بار زندگی کا اصلی دور اور قومی صحت و تندرستی کا عہد نشاط ہوتا ہے۔ جہاں جاتی ہے، ارج و اقبال اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جس طرف قدم اٹھاتی ہے، دنیا اس کے استبدال کے لیے درڑھتی ہے۔ لیکن اس کے بعد جو زمانہ آتا ہے، اسکو ”پیری و صد عیب“ کا زمانہ سمجھیے کہ قوتیں ختم ہونے لگتی ہیں، اور چراغ میں تیل کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ طرح طرح کے اخلاقی و تمدنی عوارض روز بروز پیدا ہونے لگتے ہیں، جمعیت و اتحاد کا شیرازہ بکھر جاتا ہے، اجتماعی قوتوں کا اضمحلال نظامِ ملت کو ضعیف و کمزور کر دیتا ہے۔ وہی زمانہ جو کل تک اس کی جوانی کی طاقت کے آگے دم بخود تھا، آج اس کے بسترِ پیری کے ضعف و نقاہت کو دیکھتا ہے، تو ذلت و حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے۔ (قرآن کریم) کے اسی قانونِ خلقت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اللہ الذی خلقکم من
ضعف، ثم جعل من
بعد ضعف قرة
ثم جعل من بعد قرة
ضعفا رشیه - یغاق
ما یشاء و هو العلیم
التدیر (۳۰: ۴۳)
شاید ہماری جوانی کا عہد ختم ہو چکا، اب ”صد عیب“ پیری کی منزل سے گذر رہے ہیں۔ ہمارا بچپن جسقدر حیرت انگیز اور جوانی کی طاقتیں جس درجہ زور و انگیز تھیں، دیکھتے ہیں تو



و حسرت سفجی کیلئے - پہلے اس کامرانی
قبولیت سے سرفراز ہوئے، مگر اب اس فلاح
کرتا ہے کہ ہم نے اس کی قدر نہ کی اور نہ اس
پہلے اس وقت سعادت کی یاد تازہ کرتا تھا۔

آغاز تھا، اور اب اس دور مسکنت و ذلت کا زخم تازہ کرتا ہے، جو
ہماری عزت و کامرانی کا انجام ہے۔ پہلے یکسر جشن و نشاط تھا، مگر
اب یکسر ماتم و حسرت ہے۔ جشن تھا، تو (قرآن کویم) کے نزول
کی یادگار کا، جس نے پہلے ہی دن اعلان کر دیا تھا کہ:

یا ایہا الذین مسلمناؤ! اگر تم خدا سے ڈرتے
امنوا! ان تنقوا (اور اس کے احکام سے سرتابی نہ کی) تو وہ
اللہ يجعل لكم تمام عالم میں تمہارے لئے ایک امتیاز
فرقانا (۸: ۳۰) پیدا کر دے گا۔

اور اب ماتم ہے تو اسی قرآن کی اس پیشین گوئی کے ظہور کا کہ:
ومن اعرض عن ذکری اور جس نے ہمارے ذکر سے گردانی
فان له معیشتہ ضیقا کی، اس کی زندگی دنیا میں تنگ
(۲۰: ۱۲۳) ہو جائے گی۔

پہلے اس کی (بشارت) کو یاد کر کے جشن مناتے تھے، اور اب وہ وقت
ہے کہ اس کی (وعید) کے نتائج کو گرد و پیش دیکھ کر عبرت پکڑیں۔
اب عید کا دن ہمارے لیے عیش و نشاط کا دن نہیں رہا۔
عبرت اور موعظہ کی ایک یادگار ضرور ہے:

وذلك انما قرأنا ایسا ہی ہم نے قرآن کو عربی زبان
عربیا و صرنا فیہ من میں نازل کیا اور اسمیں طرح طرح
الوعید، لعلہم یتقوا کسی وعیدیں درج کیں، تاکہ لوگ
ار یحدث لهم ذکری پر ہیذکاری اختیار کریں یا اس کے ذریعے سے
انکے دلوں میں عبرت اور فکر پیدا ہو۔ (۲۰: ۱۱۳)

• • •

دنیا میں عیش کی گھوڑیاں کم میسر آتی ہیں، پھر سال بھر کے
اس تنہا جشن کو کیوں نہ عزیز رکھا جائے؟ میں بھی نہیں چاہتا
کہ آپ عید کی خوشیوں میں سر مست عیش و نشاط ہوں، اور میں
افسانہ غم چھیڑ کر آپ سے لذت عیش کو منہص کردوں۔ مگر یقین
کیجیے کہ اپنے دل اندر ہر وقت کی بیقرارانستہ موجیں ہوں۔ قاعدہ
ہے کہ ایک غمگین دل کیلئے عیش کی گھوڑیوں سے بڑھ کر اور کبھی وقت
غم کے حوادث کا یاد آور نہیں ہوتا۔ ایک غمزدہ ماں، جو سال بھر
کے اندر اپنے نئی فرزندوں کو کھو چکی ہو، اگر عید کے دن اس کو
اپنی یقیہ اولاد کے چہرے دیکھ کر خوشی ہوگی تو ایک ایک کر کے
اسے گم گشتہ لغت جگر بھی سامنے آجائیں گے۔ ایک بد بخت،
جو اپنا تمام مال و متاع غفلت و بے ہوشی میں ضائع کر چکا ہو، عید
کے دن جب لوگوں کی زبان قابو سے آواز پر جواہر کلاہوں کو دیکھے گا، تو
ممکن نہیں کہ اس کو اپنی کھوئی ہوئی دولت کے ساز و سامان یاد نہ
آجائیں۔ دیکھتا ہوں تو یہ جشن کی عیدیں عیش و مسرت کا پیام
نہیں، بلکہ یاد آور درد و حسرت ہیں۔ آہ! کیا دنیا میں غفلت و
سوشاری کی حکومت ہمیشہ سے ایسی ہی ہے؟ کیا دنیا میں ہمیشہ

اور جسم خلعت نیابت سے مفتخر ہوئے کیلئے - عزت و عظمت
جب ہمارے ساتھ تھی، اور اقبال و کامرانی ہمارے آئے درونی
تھی - خدا کی نعمتوں کا ہم پر سایہ تھا، اور اللہ کی بخشی ہوئی
خلافت کے تخت جلال پر متمکن تھے۔ لیکن اب ہمارے اقبال و کامرانی
کا تذکرہ صرف صفحات تاریخ کا ایک افسانہ ماضی رہ گیا ہے۔

دنیا کی آرزو میں ہمارے لئے وسیلہ عبرت تھیں، لیکن اب خود
ہمارے اقبال و ادبار کی حکایت اور رونق کے لئے مثل عبرت ہے۔ ہم نے
خدا کی دی ہوئی عزت و کامرانی کو ہوائے نفس کی بتلائی ہوئی راہ
مذلت سے بدل لیا، اس کے عطا کیے ہوئے منصب خلافت کی قدر نہ
پہچانی، اور زمین کی وراثت و نیابت کا خلعت ہم کو راس نہ آیا۔ اب
ہمارے عید کی خوشیوں کے دن گئے، عیش و عشرت کا دور ختم ہو گیا
ہم نے بہت سی عیدیں تخت حکومت و سلطنت پر دیکھیں،
اور ہزاروں شادیوں سے سر پر خلافت کے آگے بچوے۔ ہم پر صدہا عیدیں
ایسی گذریں، جب دنیا کی قومیں ہمارے سامنے سر بسجود تھیں،
اور عظمت و شوکت کے تخت الٹے ہوئے ہمارے سامنے تھے۔ اب عید
کے عیش و طرب کی مصیبتیں ان قوموں کو مبارک ہوں، جس کی عبرت
و تنبیہ کیلئے اب تک ہمارا وجود بار زمین ہے۔ اس کو خوش نصیب
سمجھئے جو اپنے دور اقبال کے ساتھ خود بھی مت گئے۔ ہمارا اقبال
جا چکا ہے مگر ہم خود اب تک دنیا میں باقی ہیں۔ شاید اس لئے کہ
غیروں کے طعنے سنیں، اور اپنی ذلت و خواری پر آنسو بہا کر قوموں
کیلئے وجود عبرت ہوں:-

در کار ماست نالہ و من در ہوائے او
پرانہ چراغ مزار خودیم ما

• • •

اس دن کی یادگار ہمارے لیے جشن و طرب کا پیام تھی، کیونکہ
یہی دن ہمارے صحیفہ اقبال کا صفحہ اولیں تھا، اور اسی تاریخ سے
ہمارے ہاتھوں قرآنی حکومت کا دور جدید قلوب و اجسام کی زمین
پر شروع ہوا تھا۔ اس دن کا طلوع ہم کو یاد دلاتا تھا کہ بد اعمالیوں
نے کیونکر بنی اسرائیل کو دو ہزار سالہ عظمت سے محروم کیا، اور اعمال
حسنہ کے شرف و افتخار نے کیونکر ہمیں برکات الہی کا مہبط و مورد
بنایا؟ اس دن کا آفتاب جب نکلتا تھا، تو ہمیں خبر دیتا تھا کہ
کس طرح خدا کی زمین نافرمانیوں کی ظلمت سے تاریک ہو گئی تھی،
اور پھر کس طرح ہمارے اعمال کی روشنی افق عالم پر نیر درخشان
بنکر نمودار ہوئی تھی؟ لیکن:

فخلف من بعدہم پھر انکے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے
خلف، اضعوا الصاۃ جنوں نے خدا کی عبادت کو ضائع کر دیا
واتبعوا الشهوات، صرف اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے، پس
یلقون غیا (۱۹: ۶۰) بہت جلد ان کی گمراہی انکے آگے آگے گئی

اب یہ روز یادگار اگر یادگار ہے، تو عیش و شادمانی کیلئے نہیں،
بلکہ حسرت و نامرادی کیلئے۔ اگر یاد آور واقعات ہیں، تو عطاؤ بخشش
کی فیروز میندی کیلئے نہیں، بلکہ ناقدری و کفران نعمت کی مایوسی

ليستخلفنهم في الارض انكور زمين كي خلافت بخشے کا جس طرح
كما استخلف الذين ان سے پيشتر كي قوموں کو اُسے
من قبل (۲۴ : ۵۴) بخشي تھی -

یہ اسلئے ہوا کہ زمین کی وراثت کیلئے ”عبادی الصالحون“ کی
شرط لگادی تھی۔ بنی اسرائیل نے خدا کی نعمتوں کی قدر نہ کی
اسکی نشانیں کو جھٹلایا، اسکے احکام سے سرتابی کی، اسکی بخشي
ہوئی اعلیٰ نعمتوں کو اپنے نفس ذلیل کی بتلائی ہوئی ادنا چیزوں سے
بدادینا چاہا :

استبدلون الذي خدا کی دی ہوئی اعلیٰ نعمتوں کے بدلے
هو ادنى بالذي هو تم ایسی چیزوں کے طالب ہو جو انکے
خیر ؟ (۲ : ۵۸) مقابلے میں نہایت ادنا ہیں ؟

خدا نے قدوس کی زمین کثافت اور گندگی کیلئے نہیں ہے۔
وہ اپنے بندوں میں سے جماعتوں کو چن لیتا ہے، تاکہ اسکی طہارت کیلئے
ذمہ دار ہوں۔ لیکن جب خود انکا وجود زمین کی طہارت و نظافت
کیلئے گندگی ہو جاتا ہے، تو غیرت الہی اس بار آلودگی سے اپنی زمین
کو ہلکا کر دیتی ہے۔ بنی اسرائیل نے اپنے عصیان و تمرد سے ارض
الہی کی طہارت کو جب داغ لگادیا، تو اسکی رحمت غیور نے
(کرہ سینا) کے دامن کی جگہ (برقبیس) کی رادی کر اپنا گھر بنایا
اور (شام) کے مرغزاروں سے رتھکر (حجاز) کے ریگستان سے اپنا رشتہ
قائم کیا، تاکہ آزمایا جائے کہ یہ نئی قوم اپنے اعمال سے کھانٹک اس
مذنب کی اہلیت ثابت کرتی ہے ؟ :

ثم جعلناكم خلائف اور بنی اسرائیل کے بعد پھر ہم نے تم
في الارض لننظر من بعدكم کو زمین کی وراثت دی تاکہ دیکھیں
كيف تعملون ؟ (۱۵ : ۱۰) کہ تمہارے اعمال کیسے ہوتے ہیں ؟

پس یہ مہینہ بنی اسرائیل کی عظمت کا اختتام اور مسلمانوں
اقبال کا آغاز تھا، اور اس نئے دہر اقبال کا پہلا مہینہ (شوال) سے شروع
ہوتا تھا، اسلئے اسکے یومِ ورد کو (عید الفطر) کا جشن ملی قرار دیا
تاکہ افضال الہی کے ظہور اور قرآن کریم کے نزول کی یاد ہمیشہ قائم
رکھی جائے، اور اس احسان و اعزاز کے شکر کے میں تمام ملت
مرحومہ اسکے سامنے سر بسجود ہو :

وانكروا ان انتم قليل اور اس وقت کو یاد کرو، جب مکہ میں
مستضعفون في الارض تم نہایت کم تعداد اور کمزور تھے، اور قوت
تخافون ان يتخطفكم ان کے خوف سے کہ تمہیں لوگ تمہیں زبردستی پکڑ لیں
الناس فاراكم، وايدكم اور نہ لیجائیں لیکن خدا نے تمکو
بنصره و رزقكم من الطيبات جگہ دی، اپنی نصرت سے مدد دی، عید،
لعلكم تشكرون رزق تمہارے لئے مہیا کر دیا، اور یہ اسلئے
تھا تاکہ تم شکر ادا کرو۔ (۲۶ : ۸)

• • •

مگر یہ عید الفطر کا جشن ملی ! یہ زور و ذکر و رحمت الہی کی
یادگار ! یہ سربلندی و افتخار کی بخشش کا پلہ آور ! یہ نور
کا رانی و فیروزہ و شاد مانی !! اُس وقت تک کیلئے عیش و سرور
ہیں تھا، جب تک ہمارے سر تاج خلافت سے سربلند ہوئے کیلئے

وما ادراك ما ليلة القدر؟ اور تم جانتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا ہے ؟
ليلة القدر خير من الف شهر وہ ایک ایسی رات ہے جو دنیا کے
ہزار مہینوں پر افضلیت رکھتی ہے۔ (۱ : ۹۷)

یہی رات تھی جسمیں ارض الہی کی روحانی اور جسمانی خلافت
کا ورثہ ایک قوم سے لیکر دوسری قوم کو دیا گیا، اور یہ اُس قانون
الہی کے ماتحت ہوا، جسکی خبر (داؤد) علیہ السلام کو دی
گئی تھی :

و لقد كتبنا في الزبور اور ہم نے (زبور) میں پسند و نصیحت کے بعد
من بعد الذکر، ان لکھ دیا تھا کہ بیشک زمین کی خلافت
الارض یرثہا عبادی کے ہمارے صالح بندے وارث
الصالحون (۲۱ : ۱۰۶) ہونگے۔

اس قانون کے مطابق دو ہزار برس تک (بنی اسرائیل) زمین کی
وراثت پر قابض رہے، اور خدا نے انکی حکومتوں، انکے ملکوں، اور انکے
خاندان کو تمام عالم پر فضیلت دی :

يا بني اسرائيل ! اذكروا اے بنی اسرائیل ! ان نعمتوں کو یاد کرو،
نعمتي التي انعمت جو ہم نے تم پر انعام کیس، اور (نیز)
عيلكم واني فضلكم علي ہم نے تمکو (اپنی خلافت دیکر)
العالمين (۲ : ۴۴) تمام عالم پر فضیلت بخشي۔

یہی مہینہ، اور یہی لیلۃ القدر تھی، جسمیں اسی الہی قانون
کے مطابق نیابت الہی کا ورثہ (بنی اسرائیل) سے لیکر (بنی اسماعیل)
کو سپرد کیا گیا۔ وہ پیمانِ محبت جو خداوند نے بیابان میں
(اسحاق) سے باندھا تھا، وہ پیغامِ بشارت جو (یعقوب) کے گھرانے کو
کنعان سے ہجرت کرتے ہوئے سنایا گیا تھا، وہ الہی رشتہ جو
(کرہ سینا) کے دامن میں خدائے ابراہیم و اسحاق نے
(بزرگ موسیٰ) کی امت سے جوڑا تھا، اور سر زمینِ فراعندہ
کی غلامی سے انکو نجات دلائی تھی۔ خدا کی طرف سے نہیں
بلکہ خود انکی طرف سے توڑ دیا گیا تھا۔ (داؤد) کے بنائے ہوئے
(ہیكل) کا دورِ عظمت ختم ہو چکا تھا، اور وہ وقت آگیا تھا کہ
اب (اسماعیل) کی چننے ہوئی دیواروں پر خدا کا تخت جلال
و کبریائی بچھایا جائے۔ یہ نصب و عزل، عزت و ذلت، قرب و بعد،
اور ہجر و وصال کی رات تھی، جسمیں ایک معجزہ اور دوسرا کامیاب
ہوا، ایک کو دائمی ہجر کی سرکشگی، اور دوسرے کو ہمیشہ کیلئے
وصل کی کامرانی عطا کی گئی، ایک کا بھرا ہوا دامن خالی ہو گیا،
مگر دوسرے کی آستین افلاس بہر دی گئی، ایک پر قہر و غضب
کا عتاب نازل ہوا :

ضربت عليهم الذلة بنی اسرائیل کو (انکی نا فرمانیوں)
والسكنة، واولا کی سزا میں ذلت اور محتاجی میں
بغضب من الله مبتلا کر دیا گیا اور اللہ کے بھیجے ہوئے غضب
میں آگئے۔ (۲ : ۵۹)

لین دوسرے کو اس محبت کے خطاب سے سرفراز کیا :

وعد الله الذين امنوا تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور عمل
منكم و عمار الصالحات بھی اچھے کیے، خدا کا اُسے وعدہ ہے کہ

مقالہ

تمدن خطره عیس

[اثر خامہ: مسٹر عبد الماجد (لکھنؤ)]

ذیل کا مضمون ایک فرنج عالم مسیوگرڈ (M. Rem - L. Gerard) کے اس مضمون کا ترجمہ ہے جو اس نے عنبران بلا سے انگلستان کے مشہور علمی سنہ ماہی رسالہ (ہبرٹ جرنل) بابت جنوری سنہ ۱۹۱۲ء میں شائع کیا تھا۔ گذشتہ جون اور جنوری کے اندر میں نے ایک مضمون لکھا تھا اس کے مطالعہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مل نے سنہ ۱۸۳۶ء میں جو خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر کن کن حیثیات سے آج پوری ہو رہی ہے۔ فاضل مضمون نگار کی دقت نظر کے اعتراف کے ساتھ ہم کو مجبوراً یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ وہ قدامت پرستی کی جوش میں کہیں کہیں واقعات سے بہت دور جا پڑا ہے۔ امید نہیں کہ داداگان تہذیب جدید اس مضمون کو پڑھ کر خاموش رہیں۔ اگر ناظرین کو اس مسئلہ سے دلچسپی ہو تو ممکن ہے کہ بحث کا دوسرا رخ بھی اردز میں منتقل کر دیا جائے۔

(۱)

آج کل فرانس اور اس کے ساتھ کل لاطینی نسل (۱) کے زوال پر راسے زنی کرنا کچھ فیشن سا ہو گیا ہے، لیکن زیادہ غور کے بعد یہ معلوم ہوگا کہ وہی علامات زوال جو فرانس میں اس قدر واضح طور پر نمایاں ہیں، ان کا وجود بہ اختلاف مدارج یورپ کے دیگر متمدن ممالک میں بھی ہے اور ان سے غیر لاطینی قومیں یعنی انگریز اور جرمن بھی مستثنیٰ نہیں۔ یہ خلاف اس کے ان ممالک میں جنہوں نے دو چار صدیوں سے سطح تمدن کے بلند کرنے میں کوئی خاص حصہ نہیں لیا تھا، اب پھر کچھ بیداری کے آثار پیدا ہو چکے ہیں۔ اس بنا پر انحطاط تمدن پر بحث کرتے ہوئے بے جا فرانسیسی تمدن کو مختص کر لینے کے علم مغربی تمدن کے اسباب زوال کو پیش نظر رکھنا زیادہ مناسب ہوگا۔ ان اسباب کا وجود تقریباً ہر متمدن ملک میں ہے، لیکن فرانس میں ان کے زیادہ نمایاں ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فرانس اپنے رفتار ارتقاء میں دیگر ممالک سے کئی منزل آگے ہے، اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ زوال

(۱) لاطینی نسل سے مراد ان ممالک کے باشندے ہیں جو مغربی یورپ میں واقع ہیں اور جن کی زبانوں کا اصل ملحد لاطینی زبان ہے۔ مثلاً اٹلی، فرانس، اسپین، وغیرہ۔ اس کے متبادل میں جرمن نسل ہے جس سے مراد انگریز و جرمن قوم سے ہے۔ مترجم

بڑھاپے کے ضعف و نقامت کو بھی اتنا ہی تیز پاتے ہیں۔ شاید اس کے بعد اب منزل فنا درپیش ہے۔ چراغ تیل سے خالی ہوتا جاتا ہے، اور چولہا خاکستر سے بھرنا جاتا ہے۔ گذشتہ باتوں کی صرف ایک یاد رہ گئی ہے، اور جرانی کے افسانے خواب و خیال معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ہمیں مٹنا ہی ہے تو مٹنے میں دیر کیوں ہے؟ صبح فنا آگئی ہے تو شمع سحر کو بجھ ہی جانا چاہئے۔ جس بزم اقبال و عظمت میں اب ہمارے لیے جگہ نہیں رہی، بہتر ہے کہ آروڑ کے لئے اسے خالی کر دیں۔ ہم نے ایک ہزار برس سے زیادہ عرصے تک دنیا میں زندگی کے اچھے برے دن کاٹے، اور ہر طرح کی لذتیں کچھ لیں۔ حکمرانی کے تخت پر بھی رہے، اور معکومی کی خاک پر بھی لوٹے۔ علم کی سرپرستی بھی کی، اور جہل کی رفاقت میں بھی رہے۔ جب عیش و عشرت کی بزم آرائیوں میں تھے تو اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، اور اب حسرت و ارزو کے غمکدے ہیں۔ تو اسمیں بھی ایک شان یکتائی رکھتے ہیں۔ زمانہ نے ہمارے مٹانے کا فیصلہ کر لیا ہے تو اب دیر نہ کرے۔ لیکن گوہر مت جائیں گے مگر ہمارے ہتھکے ہوئے نقشوں کا مٹانا آسان نہ ہوگا۔ تاریخ ہم کو کبھی نہ بھلا سکے گی، اور ہمارا افسانہ عبرت ہمیشہ مسافران عالم کو یاد آ کر خون کے آنسو رلائے گا۔

گو کہ ہم صفحہ ہستی پہ تھے ایک حرف غلط
لیکھ آئے بھی تو ایک نقش بٹھا کے آئے۔

رات کے پچھلے پھر کی تاریکی اور سناتے میں یہ سطوریں لکھ رہا ہوں۔ میرا قلب مضطرب اور آنکھیں اشکبار ہیں۔ آفتاب عید کے اشتیاق میں خفتگان انتظار کر رہیں بدل رہے ہیں، مگر میری نظر ایک جہلملائے ہوئے تارے پر ہے۔ دیکھتا ہوں تو یاس و نا امید کی رات کو تاریک ہے، مگر پھر بھی ہماری امید کے افق پر ایک آخری ستارہ جہلملا رہا ہے۔ جن آنکھوں سے ہم نے خشک درختوں کو کٹتے دیکھا ہے، انہیں آنکھوں نے خشک درختوں کو سرسبز و شاداب بھی ہوتے دیکھا ہے۔

زمن ایاتہ ان یوم
البرق خروفاً وطمعاً
وینزل من السماء ماء
فیحیی بہ الارض بعد
موتہا، ان فی
ذلک لایات
لقوم یعقلون

اور خدا کی قدرت کی نشانیں میں
سے ایک یہ نشانی بھی ہے کہ وہ
تم کو دہانے اور امید کرنے کیلئے بجلی
دکھلاتا ہے، پھر آسمان سے پانی برساتا
ہے اور اس کے ذریعے سے زمین کو اس کے
مرنے کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ بیشک
عقل مندوں کے لئے ان باتوں میں قدرت
الہی کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں

(۱۵: ۳۰)

در آنکھیں ضرور ایسی ہیں جو اگر غمگین ہوں، تو کائنات کا ہر ظہور غم آلود ہے، اور اگر مسرور ہوں، تو ہر منظر مرقع انبساط ہے۔ عہد شباب و جوانی میں آنکھیں سرمست ہوتی ہیں، اور دل جوش و امنگ سے ممتلا ہے۔ غم کے کانٹے بھی تلوے میں چبھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ فرش گل پر سے گذر رہے ہیں۔ خزاں کی افسردگی بھی سامنے آتی ہے، تو نظر آتا ہے کہ عروس بہار سامنے آکر کھڑی ہوگئی ہے۔ دل جب خوش ہو، تو ہر شے کیوں نہ خوش نظر آئے؟

لیکن بڑے بڑے کی حالت اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ بچے جو چیزیں بڑھتی تھیں، اب روز بروز گھٹنے لگتی ہیں۔ جن قوتوں میں ہر روز افزائش ہوتی تھی، اب روز بروز اضمحلال ہوتا ہے۔ طاقت جواب دیدیتی ہے، اور عیش و مسرت کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ جو دن آتا ہے، موت و فنا کا ایک نیا پیغام لاتا ہے۔ اور جو دن گذرتا ہے، حسرت و آرزو کی ایک یاد چھوڑ جاتا ہے۔ دنیا کے سارے عیش و عشرت کے جلوے دل کی عشرت کامیوں سے تھے، لیکن دل کے بدلنے سے آنکھیں بھی بدل جاتی ہیں۔ بچے غم کی تصویر بھی شادمانی کا مرقع نظر آتی تھی، اب خوشی کے شادیانے بھی بچتے ہیں، تو انہیں سے درد و اندرہ کی صدائیں سنائی دیتی ہیں۔

قروم کی زندگی کا بھی یہی حال ہے۔ ایک قوم پیدا ہوتی ہے، بچپن کا عہد بے فکری کاٹ کر جوانی کی طاقت آزمائیوں میں قدم رکھتی ہے۔ یہ وقت کاروبار زندگی کا اصلی دور اور قومی صحت و تندرستی کا عہد نشاط ہوتا ہے۔ جہاں جاتی ہے ارج و اقبال اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جس طرف قدم اٹھاتی ہے، دنیا اس کے استقبال کے لیے دڑتی ہے۔ لیکن اس کے بعد جو زمانہ آتا ہے، اسکو ”بدری و مد عیب“ کا زمانہ سمجھیے کہ قوتیں ختم ہونے لگتی ہیں، اور چراغ میں تیل کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ طرح طرح کے اخلاقی و تمدنی عوارض روز بروز پیدا ہونے لگتے ہیں، جمعیت و اتحاد کا شیرازہ بکھر جاتا ہے، اجتماعی قوتوں کا اضمحلال نظام ملت کو ضعیف و کمزور کر دیتا ہے۔ وہی زمانہ جو کل تک اس کی جوانی کی طاقت کے آگے دم بخود تھا، آج اس کے بستر پیری کے ضعف و ذہانت کو دیکھتا ہے، تو ذلت و حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے۔ (قرآن کریم) نے اسی قانون خلقت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اللہ الذی خلقکم من
ضعف، ثم جعل من
بعد ضعف قوۃ،
ثم جعل من بعد قوۃ
ضعفا و رشیہ۔ یخاق
ما یشاء و هو العلیم
(التحدیر) (۳۰: ۴۳)

حالت میں پیدا کیا، پھر بچپن کی کمزوری کے بعد جوانی کی طاقت دی، پھر طاقت کے بعد دوبارہ کمزوری از روئے اپنے میں ڈال دیا۔ وہ جس حالت کو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے، اور وہی تمہاری تمام حالتوں کا علیم اور ہر حال کا ایک اندازہ کر دینے والا ہے

شاید ہماری جوانی کا عہد ختم ہو چکا، اب ”مد عیب“ پیری کی منزل سے گذر رہے ہیں۔ ہمارا بچپن جسقدر حیرت انگیز اور جوانی کی طاقتیں جس درجہ زارہ انگیز تھیں، دیکھتے ہیں تو

زیادہ اور بیداری کم رہی ہے؟ یہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ ایک دن کی خوشیوں میں بیخود ہو کر ہمیشہ کے ماتم و اندرہ کو بھول گئے ہیں؟ بزم جشن کی طیاریاں کسکے لیے، جبکہ دنیا اب ہمارے لیے ایک دائمی ماتمکہ بن گئی ہے؟ عیش و نشاط کی بزموں کو آگ لگا دیے، عید کے قیمتی کپڑوں کو چاک چاک کر ڈالیے، عطر کی شیشیوں کو اپنے بخت زبوں کی طرح اولت دیجیے، اور اسکی جگہ مٹیوں میں خاک و گرد بھر کر اپنے سر و سینے پر اڑائیے۔ زرین کلاموں اور ربشمنی قباؤں کے پہننے کے دن اب گئے:

ماخانہ رمیدگان ظالمیم

پیغام خوش از دیار ما نیست

• • •

لیکن اس طلسم سرائے ہستی کی ساری رزق انسان کی غفلت و سرشاری سے ہے۔ ممکن ہے کہ جشن عید کے ہنگاموں میں غم و اندرہ کی یہ آہیں آپکے کانوں تک نہ پہنچیں۔ تاہم اسکو تو یہ بھولیے کہ پیران اسلام کا حلقہ صرف آپ ہی کے وطن و مقام پر محدود نہیں، وہ ایک عالمگیر برادری ہے، جسمیں چین کی دیوار سے لیکر افریقہ کے صحرا تک چالیس کروڑ انسان ایک ہی رشتے کی زنجیر میں منسلک ہیں۔ اگر (طرابلس) میں قتیلان ظلم و ستم کی لاشیں قریب رہی ہیں تو یہ عیش پرستی ایک لعنت ہے، جو آپکو عید کی خوشیوں میں سرمست کر رہی ہے۔ اگر (ایران) میں آپکے لخوان ملت کو جرم وطن پرستی میں پھانسیاں دی جا رہی ہیں، تو وہ آنکھیں پھوٹ جائیں جو ہندوستان میں اشکبار نہروں۔ اگر (مراٹھ) میں (اسلام) کا آخری نشان حکومت مٹ رہا ہے، تو کیوں نہیں ہندوستان کے عیش و بدمردوں میں آگ لگ جاتی؟ اسلام کی اخوت عمومی تمیز قوم و مرزوم سے پاک ہے، اور اسکا ایک ہی خدا اپنے ایک ہی آسمان کے نیچے تمام پیروان توحید کو ایک جسم واحد کی صورت میں دیکھنا چاہتا ہے: ان ہذہ امتکم امت واحدہ و انا ربکم فاتقون۔ پس جسم اسلام کا ایک عضو درد سے بے قرار ہے، تو تمام جسم کو اسکی تکلیف محسوس ہونی چاہئے۔ اگر زمین کے کسی حصے میں مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے تو تعجب ہے، اگر آپ کے چہرے پر آنسو بھی نہ بہیں۔ اگر غفلت ہی سرمستیوں نے پچھلے حوادث بھلا دیے ہیں، تو آج بھی جو کچھ ہو رہا ہے آپکے رقبہ ماتم ہو جانے کے لیے کافی ہے۔

• • •

قومی زندگی کی مثال بالکل افراد و اشخاص کی سی ہے۔ بچپن سے لیکر عہد شباب تک کا زمانہ ترقی و نشو و نما، عیش و نشاط کا دور ہوتا ہے۔ ہر چیز بڑھتی ہے، اور ہر قوت میں افزائش ہوتی ہے۔ جو دن آتا ہے، طاقت و توانائی کا ایک نیا پیغام لاتا ہے، طبیعت جوش و امنگ کے نشے میں ہر وقت مغموم رہتی ہے، اور اس سرخوشی و سرور میں جس طرف نظر اٹھتی ہے، فرحت و انبساط کا ایک بہشت زار سامنے آ جاتا ہے۔ اس طلسم زار ہستی میں انسان سے باہر نہ غم کا وجود ہے اور نہ نشاط کا، البتہ ہمارے پاس

وہ سوسائٹی کے موجودہ نظام کو بدل کر ایک نیا نظام بنانا چاہتے ہیں، تاہم اس مقصد کے حصول کے لئے وہ افراد پر سخت سے سخت ذمہ داریاں عاید کرنے کے لئے بھی تیار ہیں۔ یہ خلاف اسکے سنڈیکل ازم کی صداے بے ہنگام کا ماحصل محض یہ ہے کہ ”اوقات محنت گھنٹاؤں اور کم کی اجرت بڑھاؤ“ یہ لوگ اس عام شور میں اسکا بھی خیال نہیں کرتے، کہ علم الاقتصاد کے اصول سے انکا مطالبہ کس حد تک حق بجانب ہے؟

گورنمنٹ کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر لوگ روز بروز اپنے مطالبات میں اضافہ کرتے جاتے ہیں، اور مزدوری پیشہ گروہ کی کامیابی دیکھ کر دیگر باشندگان ملک بھی اپنے اپنے جتنے بنا کر گورنمنٹ سے اپنے لئے خاص مراعات چاہتے ہیں۔ ایسی حالت میں گورنمنٹ سخت دقت میں پڑ جاتی ہے، اگر ان درخواستوں کو نامنظور کرتی ہے، تو درخواست دہندگان کی طرف سے شورش کی دھمکی ہے، اور اگر منظور کرتی ہے، تو دوسرے گروہ، جنکے علی الرغم یہ مراعات کئے گئے ہیں، آمادہ سرکشی ہوجاتے ہیں۔ درحقیقت اب وہ زمانہ قریب آ رہا ہے جبکہ ہمارے ارباب وطن، تقلیل مشقت و تکثیر معارضہ کے مطالبات پر قانع نہ ہو کر گورنمنٹ سے یہ بھی درخواست کرنے لگیں گے۔ وہ بلا معارضہ ہمارے مشاغل تفریح کا بھی سامان کردے، مسوقت قدیم رومن زندگی کا نمونہ دنیا ایک بار پھر دیکھ لیگی، اور اسوقت لوگوں کو یہ نظر آجایگا کہ قوموں کے عروج و زوال کا نقشہ پیش کرتے ہوئے تاریخ کیونکر اپنا اعادہ کرتی ہے۔ لیکن یقین رکھنا چاہئے کہ جس دن اس قسم کی کوئی صدا فرانس سے بلند ہوئی وہ ساعت اسکے حیات اجتماعی کی آخری سانس دیکھیگی۔

مذکورہ بالا علامات زوال، جیسا کہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں، فرانس کے علاوہ مغربی یورپ کے اور ممالک میں بھی موجود ہیں، جن میں سے ہم انگلستان کا انتخاب کرتے ہیں جو آثار سلف پر چلنے اور قدیم مذہبی روایات کی پاسداری میں خاص طور پر مشہور ہے۔

مذہب کا جو سرے سے اپنی گردن سے اتار ڈالنا، چونکہ انگریزی نسل کے خصائص قومی کے منافی ہے، اسلئے اتحاد و وحدت کو انگلستان میں پوری کامیابی نہیں ہوئی، تاہم اتنا ضرور ہوا کہ حیات منزلی پر مذہب کا اثر، جو کچھ عرصہ پیشتر تھا، اب باقی نہیں رہا۔ پروٹسٹنٹ مذہب میں (جو انگریزوں کا ملکی مذہب ہے) جوں جوں پاپائیت آتی جاتی ہے، (اسی قدر حیات منزلی پر اسکا اثر ہلکا پڑتا جاتا ہے۔ پھر دولت کی افزائش ممالک غیر کا سفر) جو من حیث القوم انگریزوں کی طبیعت ثانیہ

[بقیہ نرت پلے کالم کا]

ایسے قوانین بنالیں، جن سے انکا کوئی فرد انحراف نہ کرسکے۔ مثلاً تجارت پیشہ گروہ کی جو مجلس ہوئی وہ اسباب تجارت کا ایک خاص نرخ مقرر کردیگی، جس میں کوئی تاجر کمی و بیشی نہ کرسکیگا۔ اور ایک شے تمام شہر بلکہ تمام ملک میں ایک ہی نوعیت اور ایک ہی قیمت کی مل سکیگی۔ مترجم

اسکا حقیقی اور اصلی سبب نفس پرستی ہے، جس کا روکنا کسی قانون کے بس میں نہیں۔ جب مرد کی عیش پرستی اس درجہ بڑھ جائے کہ اہل رعایا کی پرداخت درد سر معلوم ہونے لگے، اور عورت پر فرائض اُمومتہ بار ہونے لگے، تو یہ معاملات سیاسی کیا کرسکتے ہیں؟ اسی ضمن میں یہ مسئلہ بھی قابل لحاظ ہے، کہ (جیسا کہ مسیروپال فگیٹ نے لکھا ہے) اب مصنفہ عورتوں کے تخیلات میں انقلاب عظیم ہو گیا ہے۔ پہلے انکا مطمح نظر بلند و شریفانہ تھا، مگر اب محض دلچسپی و حظ نفس رہ گیا ہے۔ اب عورت کسی موقع پر بھی مرد کے مقابلہ میں ضبط نفس گوارا نہیں کرسکتی، وہ مرد سے اپنے حقوق کا شدید مطالبہ کرتی ہے، لیکن اسکے معارضہ میں اپنی جانب سے ایک ذرہ ایثار کرنے کے لئے تیار نہیں۔ بے شبہ نسرانی انفرادیت کا یہ زور، انتہائے تمدن کی علامت ہے (اسلئے کہ نیم متمدن ممالک میں ایک ضعیف طبقہ کے لئے اتنی آزادی ممکن نہیں) لیکن اسی کے ساتھ، یہی چیز اسکے زوال کا بھی پیش خیمہ ہے۔ یہ غیر معتدل حریت، یہ مطلق العنانی، ایک طرف تو تمدن کے معراج کمال کی دلیل ہیں، دوسری طرف صداے جرس ہے، کہ قافلہ قوم اب منزل تمدن سے کوچ کرے۔ یہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ جس قوم کے طبقہ اثاث کو فرائض اُمومتہ سے عار آتا ہے، وہ قوم اپنے ہاتھوں اپنی قبر کھود رہی ہے۔

اعتقادی اور معاشرتی بد نظمیوں کے ساتھ ایک تیسری بدنظمی سیاست کے متعلق بھی ہے۔ آزادی کی اُس تحریک سے، جس نے مذہب اور معاشرت کی بنیادیں متزلزل کر دی ہیں، یہ نیونکر ممکن تھا، کہ نظام سیاسی کو صدمہ نہ پہنچتا؟ اس سیاسی بد نظمی کا نام (انارکزم) ہے۔ اس سے سلطنت کے قوت و اقتدار میں بہت کچھ فرق آ گیا ہے۔ فرانسیسی گورنمنٹ، جو غیر معتدل مرکزیت اور ضعف شدید کی جامع ہے، اسکا کل سہارا پارلیمنٹ ہے، حالانکہ اسکے ارکان میں نہ قابلیت ہے اور نہ قوم کا اعتماد عام انہیں حاصل ہے۔

مسیروپال فگیٹ کا یہ محض دعویٰ نہیں، بلکہ بد قسمتی سے ایک ثابت شدہ مسئلہ ہے کہ جمہوری حکومت کا لازمی نتیجہ افراد میں ناقابلیت، اور ذمہ داری کا خوف پھیلانا ہے۔ چنانچہ آج قوم کے مقاصد عالیہ نہ صرف نظر انداز کئے جا رہے ہیں، بلکہ گورنمنٹ اور اہل حرفہ و تجارت پیشہ گروہوں کے درمیان، جنکے اوپر حقیقتہ فلاح ملک کا انحصار ہے، ایک ہنگامہ مخالفت برپا ہے۔ اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہے، کہ ہوتالیں، فسادات، بلوے، زرمہ کے معمولی واقعات بن گئے ہیں، جنکے سامنے گورنمنٹ بے دست و پا ہے۔ ریلوے ملازمین کی ہوتالوں سے سارے ملک کے کاروبار رک جاتے ہیں، اور گورنمنٹ انکے انسداد سے عاجز ہے۔ حال میں جو سنڈیکلسٹ تحریک پیدا ہوئی ہے، اسکا مقصد ثلاثیہ انارکزم (فرضیت) پھیلانا (۱) ہے۔ سوشلسٹ پھر بھی غنیمت ہے کہ گورنمنٹ

(۱) - سنڈیکل ازم کی جدید تحریک کا خاص منشا یہ ہے، کہ ہر پیشہ کے لوگ اپنی اپنی مجلس قائم کرے، باہمی رضامندی سے

سب سے پہلے اسی کا ہوا۔ اگلے صفحات میں ہم پہلے علامات زوال کا استقصاء کریں گے، پھر انکے اسباب پر غور کریں گے، اور اس کے بعد یہ بتائیں گے کہ آیا ان خرابیوں کی اصلاح ممکن ہے۔

علامات

اجتماعیت، اور خصوصاً انگلستان و فرانس جیسی عظیم الشان جماعتوں کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ افراد کی ہستی اور شخصیت سے قطع نظر کر کے خود اس جماعت کی ہی ایک مستقل زندگی، ایک مستقل ہستی ہوتی ہے، اور کسی قوم کی عظمت و پستی کا معیار یہی حیات اجتماعی ہے، لیکن اجتماعی زندگی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ افراد میں اشتراک عمل نہ ہو، اور یہ صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ افراد کے اغراض، افراد کی دلچسپیاں، علم و مشترک ہوں، اور وہ اپنی متفرق قوتوں کو مقضاد سمتوں میں منتشر کرنے کے بجائے اپنی مقاصد عامہ کے حصول میں صرف کریں۔ گویا ہیئت اجتماعی کی روح یا مایہ خمیر جو کچھ ہے، مشارکت و اتحاد عمل ہے۔ اور اسی کے برعکس بد نظمی، نفاق، تفرقہ پسندی، یہ سب زوال تمدن کے مقدمات ہیں۔

فرانس کی موجودہ حالت کو ہم جب اس معیار پر جانچتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بد نظمی کے شواہد نہایت واضح صورت میں موجود ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے میں مذہبی بد نظمی کا ذکر کریں گے۔

فرانس میں مذہب کا ذہنی اثر تو خیر ایک بڑی حد تک ابھی باقی ہے، لیکن معاشرتی اثر یعنی وہ اثر جو نظام اخلاق کی محافظت و نگرانی کرتا ہے، بہت کچھ فنا ہو گیا ہے۔ اگلے زمانے میں مذہب اور سلطنت گویا دوام تھے، ایک کو دوسرے کی مدد سے تقویت تھی، لیکن اب جبکہ ان میں افتراق ہو گیا ہے، دوزوں کی قوت کمزور ہو گئی ہے، گویا پتلا زندہ نقصان مذہب ہی کو پہنچا ہے۔ چنانچہ آج حیات اجتماعی میں تو مذہب کا پتہ تک نہیں چلتا، ہاں افراد کی پراپرٹ زندگی میں بعض سنجیدہ مواقع پر (شادی و غم کے مراسم کے ساتھ) کہیں مذہب کی جھلک نظر آجاتی ہے۔ اور یہ بالکل ممکن ہے کہ آدمی یہ فراغت تمام ساری عمر مذہب سے بیگانہ ہو کر رہے۔ لیکن ملکی و سیاسی قوت بھی اس افتراق سے بجائے فائدہ کے نقصان ہی میں رہی۔ اس لیے کہ اختلاف عقائد، اختلاف معاشرت کا پدش خمیہ ہے، اور نظام معاشرت میں اختلاف، ملکی قوت کے حق میں سخت خطرناک ہے۔

فرانس میں یوں تو مذہب کا معاشرتی اثر بہت زیادہ کبھی بھی نہیں رہا تھا، تاہم یہ بے اتنا ہوتا تھا، کہ مذہب اکثر لوگوں کو ایک مضبوط اخلاق کی یاد دلایا کرتا تھا، لیکن اب چونکہ مذہب رخصت ہو گیا ہے، عوام، مطلق العنان ہو گئے ہیں، وہ اپنے اپنے حقوق و مساویہ، حقوق جماعت، حقوق وطن، غرض کسی شے کو واجب نہیں سمجھتے۔ وہ ہر قسم کی پابندی، ہر قسم کی قید، ہر قسم کے بندش سے آزاد ہونا چاہتے ہیں، اور حقوق طلبی کے ہنگامے

شدید میں فرض شناسی کو بالکل فراموش کر گئے ہیں۔ انہی وجوہات آج فرانس کی اخلاقی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ میں اس کا اس موقع پر کچھ ذکر کرتا لیکن یہ واقعات اس کثرت سے معرض تبخیر میں آچکے ہیں، کہ اب کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے۔

ایک اور اہم علامت زوال، شرح پیدائش کا ریز افزوں تنزل ہے۔ اتنی بات ہر شخص جانتا ہے کہ فرانس کی آبادی بجائے بڑھنے کے اب ایک حالت پر منجمد ہو کر رہ گئی ہے، بلکہ اندر مقامات میں تو شرح اموات شرح پیدائش سے بہت زیادہ ہے، اور یہ عین دلیل ادبار ہے۔ جس قوم کی آبادی میں اضافہ نہیں ہوتا، اس کی مثال اس فوج تہ ذی جاسکتی ہے، جو میدان کارزار میں غیر مسلح جاتی ہے۔ ایسی قوم خطرات میں گہری ہوئی ہے، گویا خطرات بیرونی غنیمت کے مقابلہ میں نہیں، بلکہ اجانب کے اندرونی حملوں کے پیدا کردہ ہیں۔ (سیڈولی بان) اپنی تصنیف ”سایکالوجی آف دی پیپلس“ میں یہ دلائل ثابت کر چکے ہیں کہ قومیت و تمدن کے فنا کرنے میں بیرونی دشمنوں کی کوششیں اتنی کارگر نہیں ہوتیں جتنی اندرونی غنیمت کی۔ ایک زمانہ میں رومۃ الکبریٰ میں بھی شرح پیدائش ایسی ہی گہت گئی تھی، اور نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز کے عرصہ میں تمدن رخصت تھا۔ (ای بان) کہتے ہیں:

”اگر بار پیرینس (فانتین روم) بجائے حملہ جنگ کے صرف اتنا ہی کرتے، کہ روم کی گہتتی ہوئی آبادی میں رفتہ رفتہ اپنے افراد کو زیادہ تعداد میں شامل کرتے جاتے، تو بھی تاریخ پر کچھ اثر نہ پڑتا۔ فرق محض اس قدر ہوتا، کہ یوں تو معرکہ آرائی میں انہوں نے سلطنت روم کو شکست دی، اور اس صورت یعنی تدریجی اختلاط، میں وہ رومی قومیت کی عمارت کو بنیاد سے ہلا دیتے۔“

یہی مصنف پھر ایک جگہ لکھتا ہے:

”آج یورپ میں ایک سلطنت فرانس ایسی ہے، جسکو پھر اسی خطرہ کا سامنا ہے۔ یہ ملک گرومتمول ہے، مگر اس کی آبادی میں انجماد پیدا ہو گیا ہے۔ اور اس کے حوالی میں ایسے ممالک ہیں، جنکی آبادی بڑھتی جاتی ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اگر اس خرابی کی ریز تھام نہ ہوئی، تو کڑی دن جاتا ہے، کہ فرانسیسی آبادی کا ایک ٹک جرمین قومیت میں مخلوط ہو جائے، اور ایک ٹک اٹالین میں۔ ان خطرات کے ساتھ کسی قوم کے توحید، بلکہ کسی ہستی کا خدا ہی حافظ ہے۔ اصل یہ ہے کہ مہلک سے مہلک معرکہ جنگ کے نقصانات بھی اس تدریجی اور اندرونی حملے کے خطرات کے مقابلہ میں دیکھ میں۔“

شرح پیدائش میں اضافے کیلئے ہمارے مقنن طرح طرح کے منصوبہ باندھ رہے ہیں، لیکن یہ تدابیر فرانس میں ایسی ہی بے اثر رہیں گی، جس طرح رومے قدیم میں رہی تھیں۔ اس میں شبہ نہیں، کہ شرح پیدائش میں تنزل کے بعض اسباب اقتصادی ہیں، جنکا علاج ہمارے واضعین قانون فرسکتے ہیں، لیکن

حلال

مراد

مسلم یونیورسٹی

— * —

ایڈیٹر کامریڈ کی دوسری چٹھی

بخدمت ایڈیٹر صاحب الهلال

جناب من — پہلی ستمبر کا الهلال نظر سے گزرا — میری نسبت جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے میں اس کا شکریہ بھی اُسی جوش و شوق سے ادا کرتا مگر آپ نے جو نظر دالی تو وہ شاعرانہ مدح و ستا کسی اور ہی کی معلوم ہوئی — کاش میں اس کا اہل ہوتا اور آپ کی تعریف کا تھوڑا بہت حق بھی ادا کر دیتا ! اور اسمیں کچھ کسر نفسی یا خواہ مخواہ کا تصنع نہیں ایک امر واقع ہے جو عرض کیا — مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ آپ نے بغیر میری تحریر چھاپے اسپر جرح و تعدیل کیونکر شروع کر دی — یہ تو بڑے غضب کی بات ہے کہ آپ پرائیوٹ گفتگو کا حوالہ اخبار میں دیکر اسپر تنقید کرتے ہیں جو کہ اصول جرائد نویسی کے سر تا سر خلاف ہے — اور پھر اسپر مصر ہیں کہ میں اہالیان کمیٹی کی ”ذاتیات“ کے متعلق اخبارات میں مضمون نویسیاں کروں — جس سے زیادہ بے ہودہ مشغلہ کوئی ہو نہیں سکتا — کہ نہ خدا خوش اور نہ قوم کا کوئی مفاد — راست گفتاری کا بیشک میں قایل ہوں اور الحمد للہ کہ اس وقت تک اصول صداقت کے خلاف عمل کرنے کا مجرم نہیں ہوا لیکن وہ صداقت جو بے محل ہو اور دل شکن ہو راستگی فتنہ انگیز کی ذیل میں شمار کی جاتی ہے اور اسے میری بے اصولی سمجھئے یا کمزوری میں اس قسم کی راستی کو پسند نہیں کرتا —

میں اس بات پر سخت متاسف ہوں کہ آپ نے اس پچھلے پرچے میں بھی اس قسم کی غلط بیانیوں (گو صورت بد لکر) قائم رکھیں جو پہلی مرتبہ کی تھیں — ۱۳ جولائی جس کا آپ نے پھر اعادہ کیا ہے اصل میں ۳۱ جولائی ہے اور اس دن سر ہار کورٹ نے خط تحریر کیا ہے جو راجہ محمود آباد کے پلس سے ہوتا ہوا تین چار روز کے بعد علی گڑھ پہنچا ہوا — اس کی اشاعت اسی ہفتے کے اٹھنی ٹیوٹ گزٹ کے ذریعے کر دی گئی یعنی ۹ — اگست کے اخبار میں جگہ سی اور بغیر تاخیر چھاپ دیا گیا پھر بھی آپ یکم ستمبر کو یہی لکھتے ہیں کہ :

”ہم نے گذشتہ نمبر میں آئربیل سر بٹلر کی چٹھی کا اقتباس دیکر لکھا تھا کہ انہوں نے جو کچھ لکھا کمیٹی نے اپنے عام اصول رازداری کے مطابق قوم کو اس سے بے خبر رکھا لیکن ہمارے دوست مسٹر محمد علی فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں دو مہینے بعد تو سر بٹلر کی چٹھی تمام اخباروں میں چھاپ دی گئی تھی ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ایسا ضرور ہوا تھا لیکن ہمارے مقصود بحث پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا بیشک کمیٹی نے

اس چٹھی کو دو مہینے بعد اس لئے چھاپ دیا تھا کہ اُس سے یونیورسٹی کی منظوری کی بشارت سننے کا کام لے — لیکن بحث صرف اسمیں ہے کہ قوم کو جس قسم کی یونیورسٹی کا متوقع بنا کر روپیہ لیا جا رہا تھا ابھی اس کی کوئی منظوری نہیں ملی تھی اور نہ ان پہلوؤں کو بظاہر چھیڑا گیا تھا — یہ وہی امر تھے جن کی نسبت وزیر ہند کے حق رائے دہی کے کامل اختیارات آخر تک محفوظ تھے جو بالآخر عدم الحاق اور واپس رائے کے اختیارات چنسلر کی صورت میں استعمال کئے گئے اور ابھی داستان کے اور ابواب باقی ہیں پس فی الحقیقت مجوزہ یونیورسٹی کی توقعات کا تو اُسی وقت فیصلہ ہو گیا تھا کہ روپیہ کی فراہمی کے بعد اُن کی نسبت فوری دیا جائے گا لیکن کمیٹی نے پریس کمیونک کی اشاعت تک قوم کے سامنے سے پردا نہیں ہٹایا الخ“

اب پچھلی مرتبہ ۲۵ — اگست کے الهلال سے مقابلہ کیجئے — جسمیں آپ نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ ”کمیٹی نے تمام قوم کو اس سے (سر بٹلر کے خط سے) بے خبر رکھا“ — اب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ دو ماہ بعد چھاپا گیا تھا — مگر یہ تسلیم نہیں کرتے کہ پہلی دفعہ جو ہم نے چھاپا وہ بالکل بے بنیاد ہے — دوسرے جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا دو ماہ بعد چھاپنا بھی جناب کی اختراعی سہو ہے کیونکہ خط مذکور کی اشاعت میں ایک ہفتے سے بھی کم لگا اور جلدی سے جلدی اس کو طبع کر دیا گیا — [اس کا تو دو مرتبہ اعتراف کر چکا ہوں — الهلال]

دوسری بات کہ ”قوم کو جس قسم کی یونیورسٹی کا متوقع بنا کر روپیہ لیا جا رہا تھا ابھی اس کی کوئی منظوری نہیں ملی تھی“ سو اس کا یونیورسٹی کمیٹی نے کبھی دعویٰ نہیں کیا اور نہ اس قسم کا دعویٰ ممکن تھا — بے شک منظوری نہیں ملی تھی اور شاید جناب ہی کمیٹی کی کوئی تحریری یا تقریری سند اس قسم کی پیدا کریں جسمیں اُس نے یہ کہا ہو کہ منظوری مل گئی ہے —

آپ کہتے ہیں کہ ”ان پہلوؤں کو نہیں چھیڑا گیا تھا“ اس کا جواب وہ طومار ہے جو اخباروں میں برابر چھپتا رہا ہے — پبلک پلیٹ فارمز پر بارہا جس کے متعلق تقریریں ہوئیں اور جس سے ہر خواندہ مسلمان واقف ہے — [لیکن خود کمیٹی نے کیا کیا ؟ الهلال]

آپ لکھتے ہیں ”یہ وہی امر تھے جن کی نسبت وزیر ہند کے حق رائے دہی کے کامل اختیارات آخر تک محفوظ تھے“ اس کو پچھلے پرچے سے ملائیے جسمیں سر بٹلر کی چٹھی کے اقتباس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ”جو اسکیم صاحب وزیر ہند کے سامنے پیش ہوگی اس کی تمام تفصیلات کے متعلق وہ اپنے اختیارات کامل کو محفوظ رکھتے ہیں“ [یہ تو خود مسٹر بٹلر کے الفاظ ہیں —] کیا حق رائے دہی کا محفوظ رکھنا اور تمام تفصیلات کے متعلق

جرمنی کا آفتاب عروج اس وقت نصف النہار پر ہے، لیکن موجودہ رفتار تمدن کو دیکھ کر انکار کر سکتا ہے کہ جو حالت آج فرانس کی ہے، وہی ایک نصف مدی کے بعد جرمنی کی بھی نہ ہوگی؟ ایک اور علامت زوال، جمہوری حکومت کا دور دورہ ہے۔ جمہوری اور دستوری سلطنت آج اکثر ممالک یورپ میں قائم ہے، لیکن اس طرح کے طریق جہانبانی میں جہاں تقریباً ہر شخص کو روت دینے کا حق حاصل ہوتا ہے، پارلیمنٹ میں عموماً ناقابل ممبر منتخب ہونے لگتے ہیں، ذہنی حیثیت سے اسکی وقعت باقی نہیں رہتی، اور آخر کار یہی ملک کی تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ آسٹریا و بلجیم کی دستوری حکومتوں کے واقعات ہمارے دعویٰ کے شواہد قوی ہیں۔ ہاں انگلستان بے شبہ ایک مستثنیٰ مثال ہے، جسکی وجہ یہ ہے کہ انگلستان کی پارلیمنٹ ارکان کی قابلیت اور انکے مفید عملی کارناموں کے لحاظ سے دنیا کی بہترین پارلیمنٹ ہے، تاہم انگریز بھی اپنی خوبیوں کو اس تجویز سے غارت کر رہے ہیں کہ آئندہ سے ہارس آف کامنز کے ارکان تنخواہ دار ہونگے۔ اس تجویز پر عملدرآمد کے یہ معنی ہونگے کہ جن لوگوں نے پارلیمنٹس کو بہبود ملک کے لئے نہیں، بلکہ محض رویہ کمانے کی مرض سے اختیار کیا ہے، وہ بھی پارلیمنٹ میں درآئیں گے۔

انعطاط کی آخری علامت غیر معتدل مساوات پسندی ہے، جسکا ماحصل یہ ہے کہ سوسائٹی کے موجودہ طبقات کا فرق مراتب مٹادیا جائے اور تمام افراد کے حقوق و حیثیت سے مساوی ہو جائیں؛ حالانکہ تاریخ علانیہ شہادت دے رہی ہے کہ دنیا میں اب تک جتنے عظیم الشان کام ظہور میں آچکے ہیں، انکے انجام دینے والے عام افراد نہ تھے، بلکہ خاص خاص افراد کے ہاتھ تھے۔ ہم اس موضوع پر اپنے ایک اور مضمون میں مفصل بحث کر چکے ہیں اسلئے یہاں اسکی تفصیل غیر ضروری ہے۔ یہ نکتہ علامت کا ذکر تھا، اب ہم دوسرے نمبر میں آئے سبب پر غور کریں گے۔

ضروری اطلاع

(۱) الہلال ہر اتوار کو شائع ہوتا ہے، اور اتوار ہی کے دن، روزہ پیر کے دن تو ضرور ڈاک میں پڑ جاتا ہے۔ ڈاک کی روانگی میں بھی ہر ممکن احتیاط سے کام لیا جاتا ہے۔ پس اگر تھیک وقت پر رسالہ نہ پہنچے تو اسی وقت دفتر کو اطلاع دی جائے، اگر اُس ہفتے کے گذر جانے کے بعد مکرر طلب کیا جائے گا تو بلا قیمت روانہ نہ ہوگا۔

(۲) یہ اتفاقی صورتیں ہیں، لیکن اگر ہر ہفتے اس طرح کی صورتیں آپکریں آتی ہیں، تو دفتر کو اطلاع دینے کے ساتھ اپنی ڈاک کے انتظام اور مقامی پوست آفس پر توجہ فرمائیے۔ ممکن ہے کہ کسی طرح کی بد نظمی ثابت ہو۔ انٹر حضرات جو ہمیشہ رسالے کے نہ ملنے کی شکایت کرتے تھے، اب خود لکھتے ہیں کہ دفتر سے رسالہ ضرور جاتا ہے لیکن ڈاک کی بد نظمی، چٹھی رسنوں کی غفلت یا دانستہ بے عزائی، بعض ہمسایوں اور ہم محلہ اشخاص کی دست برد، اور اسی طرح کے اسباب مقامی سے ضائع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض قدردانوں نے تو لکھ دیا ہے کہ پرچہ بیرنگ بھیجا جائے!

[منیجر]

بننا جاتا ہے) باہر والوں اور خصوصاً جرمنی و امریکہ کے باشندوں کی انگلستان میں کثرت، یہ سب چیزیں اور اس اثر کو زایل کرنے میں معین ہو رہی ہیں۔ چنانچہ کچھ روز پیشتر یہاں کے طبقات اعلیٰ کی زندگی میں جو پاکیزگی تھی، اب بجائے اسکے اخلاقی حیثیت سے آثار انحطاط نمایاں ہیں۔ روز مرہ کے جزئی واقعات علحدہ علحدہ تو بہت معمولی معلوم ہوتے ہیں، لیکن انکا مجموعہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، اور اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ایک ربع صدی میں ملک نے کتنا تنزل کیا۔ غور کرو کہ اس ملک میں طلاق کے مقدمات کس کثرت سے دائر ہوتے ہیں، انکی اشاعت کا پبلک کس بیقابہ سے انتظار کرتی ہے، اور پھر پبلک کے اس مذاق کو دیکھ کر اسی قسم کے واقعات کا پلاٹ لیکر کتنے ناول تیار کئے جارہے ہیں، جو اب سے چند سال پیشتر مغرب اخلاق تصور کیے جاتے، مگر آج شایقین کی قدردانی، انکو ملک کے اس سرے سے اُس سرے تک پہیلادیتی ہے! یا مثلاً یکشنبہ کا روز پلے عبادت اور مذہبی مشاغل کے لئے مخصوص تھا، مگر اب انگریزوں کے دل میں اسکا تقدس و احترام بالکل باقی نہیں رہا، اب وہ اتوار کو بھی مثل ہفتہ کے دیگر ایام کے معمولی لہو و لعب میں صرف کر دیتے ہیں۔

عزاید رسمی و عقاید مذہبی کی بندشوں میں یہ رخاوت پیدا ہو جانا اپنے نتائج کے لحاظ سے نہایت اہم ہے، اسلئے کہ یہ ظاہر تو یہ نظر آتا ہے کہ اب بہت سی بیویاں پیر سے کٹ گئیں، اور قدامت پرستی کے بجائے روشن خیالی کے آثار زیادہ شایع ہو گئے ہیں، لیکن درحقیقت یہی چیزیں جو باہمی النظر میں اسقدر خفیف معلوم ہوتی ہیں، اس بدنظمی و بغاوت کا پیش خیمہ ہیں، جسکی روک تھام کسی کے بس میں نہیں۔ اس بنا پر امر تنقید طلب یہ ہے کہ ان تغیرات اور ان آزاد خیالیوں کا اثر باشندگان انگلستان کی زندگی پر کیا پڑا ہے؟ یہ سوال گواہم ہے، مگر بحث طلب نہیں، اسلئے کہ یہ ایک ناقابل انکار واقعہ ہے کہ انگریزی نسل نے حیات اجتماعی کو قیمت میں دیکر اپنے افراد کے لئے لطف و مسرت حاصل کی ہے۔ ایک بڑی بات یہ ہے کہ انگریزوں کو اب اعتماد نفس نہیں رہا، انحطاط قومیت کا خوف انکی رگ رگ میں سرایت کر گیا ہے، اور یہ خاص علامت زوال ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ خطرناک علامت یہ ہے کہ شرح پیدائش میں بھی تنزل شروع ہو گیا ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۸۷۸ میں فی ہزار ۳۹۶۳ کی شرح تھی جو سنہ ۱۹۱۰ میں گھٹ کر ۲۴۶۸ رہ گئی۔ اسکا نتیجہ یہ ہونا ہے کہ انگریزی نسل جو صدہا سال کی ارتقاء ترقی کی پیداوار ہے، چند روزوں ہی میں مختلط النسب ہو جائے گی، اور یہ خلط نسل، اسکی اخلاقی و مادی زندگی کے زوال کی دین دلیل ہے۔ اسی طرح علامات زوال، یورپ کے تمام ملکوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ بلجیم کے اکثر حصوں میں اوسط شرح پیدائش فرانس کے مقابلہ میں بھی کم ہے، اور یہی کیفیت جرمنی میں بھی شیرازہ اخلاقی کے انتشار کے ساتھ پیدا ہو چلی ہے۔ بے شبہ

بھی اپنے قلم کو تلوار سے بدل لیا۔ اس سے پیشتر ہم متعدد اشخاص کا ذکر کر چکے ہیں، لیکن آج جو تصویر آپ کے سامنے ہے، اس کی عزت و احترام میں کمی نہ کیجیے کہ یہ اسلام پرستی اور ملی فدا کاری کے شرف و تقدیس کی ایک مقدس تمثال ہے۔

سب سے پہلے (ابراہیم ثریا بک) کے چہرے پر ایک نظر ڈالیں، آپ کے لیے یہ کڑی نئی وضع اور قطع نہیں ہے۔ ہندوستان میں نئی صحبت کے سیکڑوں نوجوان اس قطع کے اپنے دیکھے ہوئے۔ اگر آپ کو معلوم نہ ہوتا کہ ایک تعلیم یافتہ ترک کی تصویر ہے، تو عجب نہیں کہ آپ اسے (علی گڑھ کالج) کا ایک فیشن ایبل گریجویٹ قرار دیتے۔ لیکن:

لشکان مایین الیزیدین فی الدی

یزید سلیم والاعزابن حاتم

یہی چہرہ جوزب وراثت اور وضع و قطع کی قرین کا نمونہ نظر آتا ہے، یہی گرس جسمیں با وضع کالر کے حلقے اور نکٹائی کی چست اور صحیح بندش سے خوشنما اور رعنائی پیدا کی گئی ہے، یہی جسم جو قیمتی اور خوش قطع کپڑوں کے اندر راحت جوئیوں اور آرام پسندیوں کا ایک مرقع معلوم ہوتا ہے، آج مہینوں سے ریگستان افریقہ میں تپتی ہوئی زمیں پر غبار آسمان، موسم زدہ فضا، اور بسا اوقات کسی پرانے کمل کے بنات ہوئے خیمے، یا نخلستان سے نہر سے ہوئے جھنڈ، اور گولیوں کی بارش، اور تڑپوں کی آتشباری کے اندر ایک سخت جان اور عادی سپاہی کی طرح مصروف قتال و دفاع ہے! جو سرکل تک خوشنما فیز سے محفوظ تھا، آج میدان قتال کی گردوغبار کیلیے برہنہ کر دیا گیا ہے۔ جن آنکھوں پر تل تک نازک کمانیوں کی عینک چڑھی ہوئی تھی۔ آج مجاہدین کے گھوڑوں کی اور زائی ہوئی خاک کے سرمے کے انتظار میں کھلی ہوئی ہیں۔ جو گردن تل تک رنگین نکٹائی کے حلقے سے خوبصورت بنائی گئی تھی، آج راہ اسلام پرستی میں تلے ہوئے خون کی چھینٹوں سے رنگین ہو رہی ہے۔ اور جو سینہ تل تک خوش قطع ریسٹ کرت سے ملبوس تھا، آج دشمنان ملت کی گولیوں کے زخم کیلیے کھول دیا گیا ہے!!

اسلامی خصائص کی یہ اصلی تصویر ہے، جو آج صدیوں کے بعد نظر آرہی ہے۔ اسلام دین اور دنیا، دونوں کو ایک ہی زندگی کے اندر جمع کرنا چاہتا ہے۔ وہ پہلے دل سے اجازت دیتا ہے کہ قانون فطرت و اعتدال کے ساتھ جس قدر چیز عیش اور آرام و راحت تم دنیا میں حاصل کر سکتے ہو، اور۔ قیمتی چیزے پہنکر حسین ہدف کا شوق ہے تو یہ کوی جرم نہیں۔ زیب و آرائش سے اپنے چہرے کو خوشنما بنانا چاہتے ہو تو اس کی کوئی پریشانی نہیں۔ دنیا میں لذتیں برتنے کیلیے، اور آرام و راحت حاصل کرنے کیلیے ہی پیدا کی گئی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی صرف لذات و حیات ہی کے نہر جاؤ، کہ یہ پھر شرک اور ماسوا پرستی میں داخل ہو جاتے۔ (انکم و ما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم)۔ تمہارے جسم

اس وقت زمین یکسر مرقع موت و ہلاکت ہو جاتی ہے۔ لیکن پھر جب ”حیات بعد الممات“ کا قانون رونما ہوتا ہے، تو موسم بہار رحمت الہی کا پیغام لیکر آتا ہے۔ خزاں کی تمام علامتیں ایک ایک کر کے رخصت ہونے لگتی ہیں، خشکی کی جگہ ترز تازگی، افسردگی کی جگہ شگفتگی، اور موت کی جگہ زندگی کے آثار ہر طرف نظر آنے لگتے ہیں۔ پھر کیا یہ اموات کی حیات، اور اجساد کا حشر نہیں ہے؟ اس سے بھی بڑھکر اس قانون الہی کے وہ مظاہر ہیں جنہیں زندگی موت کے بعد نہیں، بلکہ موت سے زندگی، اور زندگی سے موت پیدا ہوتی ہے: یدخرج الہی من المیت یدخرج المیت من الہی۔ غور کر کے دیکھا جائے تو دنیا میں اس کی ہزاروں مثالیں ملینگی۔ کتنی گمراہیاں ہیں، جن سے رہنمائی کی حرکت پیدا ہوتی ہے؟ کتنی تاریکیاں ہیں، جن کی شدت روشنی کو دعوت دیتی ہے؟ اور پھر کتنی خونریزاں ہیں، جن میں گو خون کی ندیاں بہتی ہیں، لیکن انہیں سے حیات و زندگی کی روح پیدا ہو کر دنیا میں پھیل جاتی ہے۔ بنی اسرائیل کی سخت و شدید ضلالت ہی نے ظہور (مسیح) کا سامان کیا۔ کعبے کی دیواروں پر سیکڑوں بتوں کی تصویریں کیسی سخت تاریکی تھی؟ لیکن یہی تاریکی جب حد درجہ تک پہنچ گئی، تو آفتاب توحید کعبے کی چہت پر طلوع ہوا۔ صلیبی لڑائیوں کے صدیوں تک یورپ اور ایشیا کے امن کو تاراج کیا، لیکن یہی لڑائیاں تھیں، جنہوں نے یورپ کے دور جدید کی بنیاد رکھی، اور سیکڑوں تمدنی اور اخلاقی فوائد تمام اقوام مغرب نے حاصل کیے۔

پچھلے نمبر میں (ادھم پاشا) بھی ایک تقریر ہم نے انہیں کالموں میں درج کی تھی۔ انہوں نے (الحق) کے نامہ نگار سے کہا تھا کہ اٹلی نے ہم سے ایک چیز لینی چاہی تھی، مگر اس نے سب کچھ ہمیں دیدیا۔ درحقیقت جنگ طرابلس بھی اس قدرت الہی کی ایک بہت بڑی مثال ہے کہ:

یدخرج الہی من المیت وہ موت سے زندگی، اور زندگی سے یدخرج المیت من الہی موت پیدا کرتا ہے۔

جنگ طرابلس ایک خونریزی تھی، لیکن غور کیجیے تو اسی خونریزی نے اسلام کے نئے دور حیات کی بنیاد رکھ دی ہے۔ دنیا میں اصلی طاقت اخلاقی طاقت ہے، اور اصلی فتح اخلاقی فتح ہے۔ اس جنگ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے مردہ جذبات، میں روح پرور کر دی، اور ایک اصلی اور حقیقی اخلاقی حرکت تعامی عالم اسلامی میں پیدا کر دی۔

اس اثر کی سب سے بڑی مثال اسلام پرستی کا وہ غیرت دارانہ جوش ہے، جو اعلان جنگ کے ساتھ ہی تمام عالم اسلامی اور عولی الخصوص تمام عثمانی ممالک میں پیدا ہو گیا۔ ترکوں کا عربی طبقہ اور کوی جماعت اسی نہیں ہے جو آج طرابلس کے مختلف میدانوں میں سرگرم قتال دفاع نہو۔ سب سے زیادہ گرہ طلبا اور اہل قلم کا ہے، جنہوں نے تلوار کو بلند ہونے دیکھا، تو خود

ناموران نہ فہرطاب

نامور ملت پرست غیور:
ابراہیم ثریابک

— : —

حیات بعد الممات

قدرت الہی کے مظاہر و آیات میں
سب سے بڑی نشانی احیاء اموات ہے
اور اس کے لیے کسی مافوق الفطرۃ معجزے
کی ضرورت نہیں، کار و بار فطرت میں
روز مرہ قدرت الہی ایذا یہ اعجاز دکھلاتی
ہے، اور کائنات عالم کی کوی ہستی
نہیں جس کے اندر ہر وقت اور ہر لمحے
حیات بعد الممات کا قانون جاری و ساری
ہو۔ ہزاروں ہستیاں ہیں جو اس حیات
سراے عالم میں روز مرنے ہیں اور پھر

زندہ ہوتی ہیں : و لکن اکثرہم لا یعلمون -

قرآن کریم ہر جگہ آثار قدرت اور آیات فطرۃ کے بیان سے وجود الہی
پر استدلال کرتا ہے مگر شاید سب سے زیادہ اس نے زور اسی نشانی
پر دیا ہے :

یخرج العی من المیت خدا تعالیٰ زندگی سے موت، اور موت
و یخرج المیت من العی سے زندگی کو پیدا کرتا ہے اور جب
ربعی الارض بعد مورتھا زمین پر موت چھا جاتی ہے، تو اسے پھر
و کذاک تغیرون زندہ کر دیتا ہے - اور (سونچو تو) اسی
طرح تم کو بھی موت کے بعد زندہ کھڑا کر دیتا۔ (۱۸ : ۳۰)

لیکن انسان کی ایک قدیمی نادانی یہ ہے کہ گوشت اور خون سے
بنے ہوئے جسم کی حرکت ہی کو زندگی، اور اس کے جمود ہی کو
موت سمجھتا ہے - حالانکہ اس جسم کی موت و حیات بھی ایک
بالا تر قانون حیات و ممات کے ماتحت ہے - آسمان اُس سے دور
ہے، مگر زمین تو قدموں کے نیچے ہے، اگر نظروں کو اور نہیں اُٹھاتا
تو تعجب ہے کہ نیچے بھی نہیں دیکھتا؟ زمین جب اپنی
زندگی کی تمام علامتوں سے محروم ہو جاتی ہے - اس کی سطح پر
کھیلنے والی وہ دلفریب روحیں، جن کے العایہ حیات سے اس کی ساری
رواق اور دلکشی ہے؛ ایک ایک کر کے اس سے رخصت ہو
جاتی ہیں - عالم نباتات کی وہ ارواح طیبہ، جن کے مظاہر جمال
کے الوان مختلفہ سے اس کا چہرہ اجرام سماوی کے حسن کو بھی شرمندہ
کر دیتا ہے؛ خزاں کے لطافت ہلاکت کی تاب نہ لا کر اس کی گود میں
ترپ تپ کر جان دیدیتی ہیں - روح بنائاتی کا کوی اثر اسمیں باقی
نہیں رہتا - کہیت خشک ہوجاتے ہیں، باغ جنگل نظر آتے ہیں - اور
سرچشمہ حیات یعنی پانی بھی اپنی بخشایشوں کو روک دیتا ہے -



اختیارات کا محفوظ رکھنا ایک ہی معنی
رکھتا ہے؟ اگر آپ کی حس انصاف
شناسی اس عظیم الشان فرق کے امتیاز
سے قاصر ہے تو یقیناً کسی بحث کا آپ
سے صاف ہونا محال ہے گستاخی نہ تو
ایک اخبار نویس بھائی کی حیثیت
سے عرض کروں کہ آپ کا پہلا فرض اس
اصولی غلطی کا اعتراف ہونا چاہئے تھا
جس نے مطلب کو کہیں سے کہیں
پہنچا دیا - [مجھے غلطی کے اعتراف
سے کبھی گریز نہیں - و انی لاستغفر اللہ
فی کل یوم سبعین مرۃ] آپ کا یہ فرمانا
”پس فی الحقیقت معجزہ یونیورسٹی
کی توقعات کا تو اسی وقت فیصلہ ہو گیا

تھا“ ایک ایسا الہامی نتیجہ ہے جو جناب کے سوا کسی
متنفس پر منکشف نہیں ہوا - ۳۱ جولائی کو بھی مسلم پبلک
زندہ تھی اور بقول آپ کے ”دس کرور“ مسلمہ ان بھی موجود تھے -
[لیکن کیمبرج یونیورسٹی کے جاتے میں تقریر کرتے ہوئے تو خود
آئرلینڈ سید امیر علی ”دس کرور“ کی آبادی بتلاتے ہیں - ۱۲
اگست والی تقریر کا حوالہ دیکر ان سے باز پرس کیجئے - الہلال] انہیں سے
کسی خدا کے بندے نے سر ہار کورٹ کے مذکورہ خط سے اس قسم کا
مطلب نہیں نکالا جو اس وقت جناب کو سوجھا ہے - پس درحقیقت
اس اعتراض کا یہ وقت ہی نہیں - اگر کسی صاحب کو اس خط سے
مایوسی ہوتی تھی تو اتنا اسی وقت اپنا احتمال ظاہر کر دینا تھا -
[اس کا جواب دیچکا ہوں - الہلال]

افسوس ہے کہ مجھے دوبارہ سمع خراشی کرنے کی ضرورت پیش
آئی اس کی معافی مانگتا ہوں اور دو جملے عرض کر کے اپنی مراسلت
ختم کرتا ہوں - کامریڈ کے متعلق جو آپ نے لکھا کہ اس کی تحریریں
کمیٹی کی رزیدادیں نہیں ہوسکتیں بلکہ وہ ایک فرد کی رائے
سمجھی جائیگی، درست ہے - لیکن اپنے تکلیف دہ الزام کو فراموش
نہ کیجئے جس میں جناب نے کمیٹی کے ہر فرد پر فربہ دہی اور اخفا کا
جرم عاید کیا تھا اور واللہ يعلم انہم لکاذبوں کی مہر بھی لگا دی تھی -
[میرا مقصود کمیٹی کے مخصوص حکمران طبقے سے تھا - اس
ارتیکل میں جا بجا حکمران طبقے پر زور دیا گیا ہے اور اس سے پہلے
بھی تصریح کر چکا ہوں - یونیورسٹی کی ازاداریوں کا اصلی حلقہ
ہمیشہ محدود رہا ہے - عام ممبر - جن کی پچاس ساٹھ کی تعداد پر
آپ بار بار زور دیتے ہیں - انصاف فرمائیے کہ ان میں کتنے ہیں
جنکو ابتدا سے تمام معاملات کی خبر رہی ہے؟ الہلال]

لَا تَقْرَأُوا الْبَيْتَ وَالْأَنْبَاءَ الْإِسْلَامِيَّةَ إِلَّا بِمَنْزِلَةِ الْإِسْلَامِ

لَا تَقْرَأُوا الْبَيْتَ وَالْأَنْبَاءَ الْإِسْلَامِيَّةَ إِلَّا بِمَنْزِلَةِ الْإِسْلَامِ

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میرسنول و غیر خصوصی

محکمہ اطلاعات و کلام الدہلی

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپے
ششماہی ۴ روپے ۱۲ آنہ

کلکتہ : یکشنبہ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۲ء

Calcutta : Sunday, September 22, 1912. -

نمبر ۱۱

۱۰



اسرائیل طرابا

بھی تاریخ جنگ میں ایسا نہیں ہوا۔ جسمیں اٹالین ہوائی جہازوں نے ہمارے کیمپ کے ایک کتے کو بھی زخمی کیا ہو۔ ابتدا میں تو سادہ لوح عرب دیکھ کر کسی قدر حیران ہو گئے تھے لیکن جب غازی (انور پاشا) نے انکو ہوائی جہاز دکھلا کر سمجھا دیا کہ یہ ایک معمولی شے ہے جس سے ہم بھی کلم لے سکتے ہیں۔ تو پھر انکے لیے ایک معمولی تماشا ہو گیا اور انکی بندوقیں ہر وقت فضا میں اپنا بالائی شکار ڈھونڈھتی رہتی ہیں۔



اٹالین ہوائی جہاز اپنی چھانہ کی طرف بھاگا جا رہا ہے اور قبیلہ (براعصہ) کا شیخ بندوق سے فیر کر رہا ہے۔ (بنغازی)

اجتک کتنے ہی مرتبہ ہوائی جہازوں کو مضروب ہونا پڑا ہے اور کتنے جہازان زخمی ہو کر صحرا میں یا اطراف و حوالی کے کھیتوں اور باغوں میں گرے ہیں۔

ایک اٹالین ہوائی جہاز کی گرفتاری

خود (ریوٹر) نے بھی اس ہفتے اٹالین ہوائی جہازوں کے ایک ایسے ہی کارنامے کی خبر دی ہے: ”اٹالین کپتان (مونژر) جسوقت اپنا ہوائی جہاز (زارہ) سے آراتا ہوا طرابلس کی راہ جا رہا تھا بدقسمتی سے عربوں میں گر پڑا۔ لیکن خوش قسمتی یہ تھی کہ نہ جہاز کے چوت آئی نہ جہازان زخمی ہو، دونوں صحیح سلامت ترکی ہیڈ کوارٹر میں پہنچا دے گئے۔“

تعجب ہے کہ (ریوٹر) کو یہ خبر شائع کرنے کیلئے کیونکر معلوم ہوئی؟

(بنغازی) میں شہر کے ارد گرد عارضی قلعے بنائے گئے ہیں اور (بقول نامہ نگار المرید) ان میں شب و روز چھپے رہتے ہیں۔ عرب اور ترک لاکھ لاکھ کوششیں کرتے ہیں کہ کسی طرح باہر نکل کے مقابلہ کریں مگر کبھی کبھی مورچوں کے اندر سے گولوں کو ضائع کر دینے کے سوا انہوں نے ہر طرح کے جنگی کاموں کی قسم کھالی ہے۔ مجاہدین ترک و عرب سے تو مقابلہ کرنے کی جرات نہیں ہوتی مگر بے قصور شہر کے باشندوں پر اپنے بددلائل مظالم شروع کر دیتے ہیں کئی ہفتہ ایسا نہیں جاتا جسمیں ایک گروہ باشندگان شہر کا بغیر قصور کے گرفتار نہ کر لیا جاتا ہو اور آئے پھر جلاوطنی کی سزا دیکر اٹلی نہ بھیج دیا جاتا ہو۔ اٹلی بھیجنے سے شاید یہ مقصود ہو کہ جس طرح ابتداء جنگ میں شفاخانوں کے بیمار ترکوں کو اسیران جنگ کے نام سے اٹلی بھیج دیا تھا اور انکو روما کے گلی کوچوں میں پھونک کر ملکی فتح و نصرت کے شادیانے بجائے گئے تھے اسی طرح اب شہر کے کاروباری عربوں کو گرفتار کر کے روما میں یہ دکھلایا جائے کہ ہم آجکل بھی اپنی عظیم انڈیا فٹو حات میں سرگرم ہیں اور جماعتوں کی جماعتیں دشمن کی قید ہو رہی ہیں !!

قیمتی ملبوسات میں رہیں تو مضائقہ نہیں لیکن پھٹے ہوئے کمل کے اوڑھلنے سے بھی انہیں عار نہ ہو۔ تمہارے پانچوں قیمتی قالینوں پر چلیں تو کیا ہرج ہے۔ لیکن کبھی کانٹوں اور تیلی ہوئی رنگ پر بھی چہل قدمی کر لیں۔ ان چیزوں میں سے کوئی شے تمہیں خاکساری اور خاک نشینی سے مانع نہ آئے اور کوی لذت صرف اپنا ہی پرستار نہ بنالے۔

مصر اور قسطنطنیہ کی داک

کا خلاصہ

— : —

اس ہفتے بھی کوی اہم خبر نہیں حالات بدستور اور خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ اٹالین اپنی قلعہ بند چھاؤنیوں اور مورچوں کے اندر

بند رہ کر زیادہ سے زیادہ یہ کرسکتے ہیں کہ ہوائی جہازوں پر چند بم کے گولے لیکر بیٹھ جائیں لیکن عثمانی نشانہ اندازوں کے خوف سے نہ صرف زمین بلکہ اب آسمان کی محفوظ فضا بھی ان پر تنگ ہو گئی ہے۔ ابتداء جنگ سے لیکر اس وقت تک سیکڑوں مرتبہ ہوائی جہاز کی آزمائش کی گئی لیکن ہر مرتبہ ناکامی ہوئی۔ جس وقت ہوائی جہازوں کا اٹلی نے بند رست کیا ہے تو اٹالین اخبارات نے اپنے معمولی فخر و غرور کے لہجے میں کہا تھا کہ اس عجیب و غریب ایجاد سے جنگ میں عملی کام لینے کا اولین شرف اٹلی کو حاصل ہوگا۔ لیکن اب تک اس تمام شرف و افتخار کے کارنامے کا خلاصہ یہ ہے کہ چند جہاز فضا میں اڑے اور پھر لوٹ کر چلے آئے، بعض نے چھپے ہوئے پمفات اور کاغذ عربی چھاؤنیوں کے آگے پھینک دیے اور اس کو انتہائی بہادر رہی سے تعبیر کیا۔ شجاعت و کار دانی کا بہت ہیجان ہوا تو چند بم کے گولے بھی اوپر سے پھینک دیے لیکن قبل اسکے کہ انکا نتیجہ دیکھنے کی خوشی حاصل کریں کسی عربی سوار کی بندوق یا کسی عثمانی تربچی کے نشانے سے خود ہی شکار ہو گئے !!

اخبار (الزہرہ) ٹیونس کا نامہ نگار لکھتا ہے ”غالباً سب سے پہلا ہوائی جہاز آغاز جنگ سے تین ہفتے کے بعد طرابلس پہنچا تھا اور اسکے بعد متعدد جہاز چند مہینوں کے اندر پہنچ گئے لیکن اگر اس حیرت انگیز ایجاد کے موجدوں کو معلوم ہوتا کہ یورپ کی ایک انتہائی ایجاد کو اس طرح افریقہ میں جاکر ذلیل ہونا پڑے گا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ قدیم زمانے کے کاهنوں کی طرح اپنے عملیات کی تعلیم کیلئے یہ شرط لگا دیتے کہ ”نا اہلوں کو نہ سکھایا جائے“۔ آج تک ایک واقعہ

آئندہ نمبر میں غازی انور پاشا کی دوسری رشتیں تصویر مع مناظر جنگ کے شائع ہوگی

بَلَاءُ الْهَيْوَاتِ لَا تَحْجُزُ عَنْكُمْ إِلَّا عِلْفَاتُ الْبُكْرِ وَمُضَيِّقَاتُ الْمَوْتِ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul-Kalam Azad.

7-1 McLeod Street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

میرسنول و غیر خصوصی
مسائل کا اخبار اسلام آباد

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپے
شہائی ۴ روپے ۱۲ آنے

الہلال

ایک ہفتہ وار مہوار سالہ

کلکتہ : یکشنبہ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۲ء
Calcutta : Sunday, September 22, 1912.

نمبر ۱۱

۱۰

شکایتیں ہوں، مگر دنیا کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس پیغام پر امید نہی
معیت اور وفاداری سے کوئی دل خالی نہیں۔

اس ہفتے کی اشاعت کو ایک خاص مناسبت اس تصویر کے
ساتھ یہ بھی ہے کہ ہم نے لہڈنگ آرٹیکل میں مسلمانان ہند کی
ایک امید افزا حرکت کا ذکر کیا ہے، ہم کو امید ہے کہ (ملک معظم)
کا عہد امید جہاں ہندوستان کے گزشتہ سیاسی انقلابات کے لحاظ سے
یادگار رہے گا، وہاں یہ بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ انہیں کے سایہ
عاطفت میں ہم نے برسرِ نکی غفلت کے بعد ہشیاری کی کروت
لی۔ اور ایک سچی مگر وفادارانہ سیاسی تحریک کا ہم میں آغاز ہوا۔
ہم مسلمان ہیں، ہمارے سر صرف خدائے واحد و ذوالجلال
کے آگے جھکتے ہیں، مگر ہمارے دل کے دروازے محبت اور وفاداری
کیلئے کھلے ہوئے ہیں۔

گزشتہ اشاعت میں ”تمدن خطرے میں“ کے عنوان سے جو
تحریر درج کی گئی تھی، اسکا دوسرا ٹکڑا بھی آجکی اشاعت میں
شائع کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین نے اسے سرسری نظر سے
حوالے نہ کیا ہو گا۔ اس مضمون میں یورپ کے ایک مستند اعلیٰ
قلم نے موجودہ تمدن کے جو عوارض و مہالک بیان کیے ہیں، وہ
موجودہ دور کا فی الحقیقت ایک فتنہ عظیم ہے۔

اسکا ترجمہ ہمارے لائق دوست مسٹر عبد الماجد صاحب
بی۔ اے۔ نے رسالہ (الندوہ) لکھنؤ کیلئے کیا تھا، چونکہ الندوہ
بند ہو گیا ہے (اور نہایت افسوس کے ساتھ یہ دہنا پڑتا ہے)
اسلئے اسکے دفتر سے یہ ترجمہ ہمارے پاس بھیج دیا گیا تھا، جسے
نہایت خوشی کے ساتھ ہم نے شائع کر دیا۔

فہرس

۲	شد رات
۵	صبح امید
۹	مفالات (تمدن کیلئے خطرہ)
	مراسلات (قومی صلاح کار - گمنام مراسلہ - مدرسہ)
۱۱	دیوبند - رسالہ آتالیق -
۱۵	ناموران طرابلس (احمد حلمی بک)
۱۶	کارزار طرابلس

روحہ امید

— * —

اس ہفتے جب ہم نے ”صبح امید“ کے عنوان سے لیدر لکھا،
تو خیال ہوا کہ مستقل تصاویر کے سلسلے میں کوئی ایسی تصویر
شائع کریں جسکا نظارہ اس صبح امید کیلئے نسیم بشارت کا کام دے،
اور یہ اشاعت ہر حیثیت سے (صحیفہ امید) کی مصداق ثابت ہو۔
(الہلال) جب ہم نے شائع کیا، تو ابتدا ہی میں خیال ہوا تھا
کہ اعلیٰ حضرت (ملک معظم) کی تصویر کسی نہ کسی اشاعت
میں شائع کریں، لیکن عمدہ بلاک بغیر عمدہ عکسی تصویر کے بن نہیں
سکتا تھا۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ اسی ہفتے بلاک طیار ہو گیا، اور یہ
روحہ امید ناظرین کے سرور و انبساط کیلئے انکے سامنے ہے۔

ہم نے ملک معظم کی تصویر کو (روحہ امید) کہا، اسلئے کہ
وہ گزشتہ سیاحت ہند میں جو (پیغام امید) ہندوستان کو دے
گئے ہیں، اس نے ہمیشہ کیلئے انکی یاد کو ایک روحہ امید کی صورت
میں پائدار کر دیا ہے۔ ہندوستان کو یقین ہے کہ جلد یا بدیر، مگر
اس پیغام امید کے بعد وہ شاہد مقصود کو ضرور اپنے سامنے دیکھے گا۔
ہم کو ہندوستان کی گورنمنٹ اور اسکے ماتحت حکام سے خراج کفنی ہے

بے چینی ہوئی تھی - وہ اس شرور غوغا میں بالکل دب کر رہ گئے۔
پس یہ آپسے کس کعبخت نے کہا ہے کہ میں ”یونیورسٹی
الہ آباد یونیورسٹی کے نمونے پر بنانا چاہتا ہوں“؟ میں تو بنانا ہی
نہیں چاہتا، خواہ کسی نمونے پر ہو۔ سر ہٹلر کی چٹھی میں جتنی
باتیں ظاہر کی گئی تھیں، مجھے مہمل اور بے معنی نظر آئیں تو
میں نے انکی رد میں چند سطوریں لکھ دیں - البتہ لوگوں کی عام
خواہش یہی ہے، اور میں بھی مسلمانوں کی ضروریات کے لحاظ
سے ایک مقامی یونیورسٹی کو - جو زیادہ سے زیادہ در تین
ہزار طلباء ہی کو تعلیم دے سکے - کافی نہیں سمجھتا۔

(۳) یہ سوال آپ لوگوں کے مذہب میں ”ذاتیات“ کی
بحث ہے اور جائز نہیں، مگر میرا یہ مذہب نہیں، اسلیے جواب دیتا
ہوں - آپ پوچھتے ہیں کہ مغرب و مشرق کے کن دارالعلوموں میں
میں نے ادنیٰ یا اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے؟ گزارش ہے کہ الحمد للہ
کسی میں نہیں، البتہ (رب المشرقیین و رب المشرقیین) کی اُس
درس گاہ سے فیضیاب ہوں، جس نے اپنی نسبت کہا ہے کہ:
قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین،
یہدی بہ اللہ من اتبع
رضوانہ سبل السلام
ریخ رجھ من الظلمات
الی النور باذنہ
و یہدیہم الی
صراط مستقیم
(۱۸: ۵)

اور جسکا معلم الہی وہ ہے کہ:

لقد من اللہ علی
المومنین ان بعث فیہم
رسولا من انفسہم
یتلو علیہم آیاتہ
و یرزیکہم و یعلمہم
الکتاب و الحکمۃ
وان کانوا من قبل لفی
ضلال مبین (۱۵۸: ۳)

جب سے اس درس گاہ الہی کا دروازہ مجھ پر کھل گیا ہے، تمام کاغذ
کی سندیں دینے والے انسانی دارالعلوموں سے بے نیاز ہو گیا ہوں:
راہے کہ خضر داشت، ز سر چشمہ دور بود
لب تشنگی ز راہ دگر بردہ ایم ما

والحمد للہ الذی ہدانا لهذا، وما کننا لنہتدی، لولا ان
ہدانا للہ (۴۲: ۷)

وہا یونیورسٹی کے کلندروں کا مطالعہ، تو مجھے تو قرآن ہی پڑھنے
کیلئے چھوڑ دیجیے، میں نے یونیورسٹی کا کانسٹیٹوشن بنانے کا کام
اپنے ذمے نہیں لیا ہے، اور نہ مجکو واپسراے کی کونسل میں اسکا ایکٹ
پیش کرنا ہے، کمیٹ کے یی ممبروں نیز عہدہ داروں سے پوچھیے کہ

انہوں نے اس وقت تک کتنے کلنڈر ملاحظہ فرمائے ہیں -
جی چاہے، تو میسٹر محمد علی سے بھی پوچھہ سکتے ہیں، جو
کم سے کم اکسفرورڈ یونیورسٹی کے کلنڈر سے تر بے خبر نہ ہونگے -
فن تعلیم و تربیت کے مطالعے کی بھی مجھے کوئی ضرورت نہیں،
آپ حضرات نے اس فن کے علم و عمل کے جو نمونے پیش
کر دیے ہیں، وہ مطالعہ کیلئے کافی ہیں - میرے پاس تو اسلامی
تربیت کی ایک کتاب موجود ہے، اور اسکے سوا اور کچھ نہیں جانتا -
(۴) بیشک میرا تو یہی اعتقاد ہے، مگر میں جانتا ہوں کہ
آجکل جو لوگ تعلیم یافتہ، اور جدید فنون تربیت و تعلیم کے
امثال نمایاں ہیں، انکے لیے قرآن اور اسلام کے ذکر سے بڑھکر کوئی
گالی نہیں، جسکو سنتے ہیں، تو اکراہ و نفرت کے ہیجان سے
مضطرب ہو جاتے ہیں:

واذا ذکر اللہ وحدہ
اشمأزت قلوب الذین
لا یؤمنون بالآخرہ
واذا ذکر الذین من
دونہ، اذا ہم یستبشرون
ان میں خوشی پیدا ہو جاتی ہے -
(۳۹: ۴۶)

رہی آپکی یہ فرمائش کہ یونیورسٹی کے الحاقی اور عدم
الحاقی ہونے کی نسبت کوئی نص پیش کروں، تو اسپر مجھے
ہندوستانی ضرب المثلوں کی ایک مشہور عقلمند قوم یاد آگئی،
جسکے ایک دانشمند ترین فرد نے قرآن سنانے والے راعظ سے فرمائش
کی تھی کہ ”میرے تانے بانے کا ذکر بھی قرآن میں دکھلا دیجیے“

میرا نہیں، بلکہ خود قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ لا رطب ولا یابس
الا فی کتاب مبین - لیکن اگر آپ اسکا یہی مطالب سمجھا ہے،
تو معاف کیجیے، میں نے قرآن مجید کے انسانی اعمال و اعتقادات
کیلئے ایک کامل تعلیم ہونے کا ضرور دعویٰ کیا ہے، مگر آپکے تانے
بانے کی نسبت دعویٰ نہیں ہے - ممکن ہے کہ میں کوئی نہ کوئی
استدلال اسکے لیے بھی پیش کر دیتا، مگر دقتا ہوں کہ آپکی
فرمائشوں کا دوسرا قدم آٹھے گا تو کیا کرونگا، کل کو آپ کہیں گے کہ
یونیورسٹی کمیٹی کے تمام ممبروں اور عہدہ داروں کا نام قرآن سے
فکال دیجیے، پرسوں فرمائش ہوگی کہ یونیورسٹی ایکٹ کی ایک
ایک دفعہ کو نصوص قرآنی سے منطبق کیجیے، اور پھر اگر کہیں
آپ نے یہ فرمائش کر دی، کہ ”میں بھی یونیورسٹی کے معاملات سے
گہرا متعلق رکھنے والا ہوں، میرا اور میرے خاندان کے تمام
ممبروں کا نام بھی قرآن سے ثابت کر دیجیے“ تو پھر تو مجھے واقعی
تعلیم قرآنی کی خدمت سے مستعفی ہی ہو جانا پڑے گا -

(۵) نہیں سمجھہ سکتا کہ اس سے آپکا مطالب کیا ہے؟ بیشک
مولانا شبلی نعمانی کی خدمت میں مجھے برسوں سے نیاز حاصل ہے،
اور ارباب فضل و کمال کی صحبت و ہر حالت میں فوائد
بخش ہے، مگر الحمد للہ کہ میں اپنی آزار معتقدات میں کسی
انسانی صحبت سے مستفید نہیں، بلکہ صرف اس ہادی
حقیقی کی ہدایت بخشیرں سے کامیاب فیضان ہوں، جسکی

لکھنؤ سے ایک گمنام مراسلت

لکھنؤ سے ایک صاحب نے مراسلت بھیجی ہے، جو کسی دوسری جگہ درج کر دی گئی ہے۔ اس مراسلت کے نیچے نام نہیں دیا گیا ہے، اسکے ساتھ جو خط تھا، اسمیں ایک شخص کا نام مع ایک پیرسٹر صاحب کی کوٹھی کے پتے کے درج ہے، مگر جانتا ہوں کہ مراسلت کی گمنامی اور خط کی صراحت، دونوں یکساں ہیں۔ پتے تو خیال ہوا کہ جو شخص اپنے اندر اتنی جرأت بھی نہیں پاتا، کہ علانیہ آکر مجھ سے سوال کرے، وہ کسی طرح تخاطب کا اہل نہیں، لیکن پھر خیل ہوا کہ اس تحریر میں ایک سوال میرے ذاتی علم و جہل کی نسبت بھی ہے، اور شاید میرا نفس اس پردے میں اپنی تنقیض و مذمت کے سوال کو ڈالنا چاہتا ہو، اسلئے بارجود اس افسوس کے کہ اسکی اشاعت اور جواب میں جسقدر صفحے صرف ہونگے، وہ کار آمد مضامین کیلئے ظلم ہوگا، اس تحریر کو شائع کر کے مجبوراً چند سطریں یہاں لکھ دیتا ہوں۔ لیکن انسانی اخلاق کی بوالعجبی کی یہ کیسی عمدہ مثال ہے! ایک شخص بارجود فقیر بے نوا ہونے کے ملک کے سب سے بڑے مدمول، بارسوخ، صاحب نفوذ و اقتدار، اور حکام رس گروہ کو علانیہ اسکی غلطیوں پر ٹوک رہا ہے، اپنے عقیدے اور بصیرت کے مطابق انکے جس خیال و عمل کو خلاف صواب سمجھتا ہے، سخت سے سخت الفاظ اور شدید سے شدید لب و لہجہ میں صاف صاف ظاہر کر دیتا ہے، اور اعلان حق کی راہ میں کسی دنیوی اثر اور انسانی طاقت کا اپنے اندر خوف نہیں پاتا۔ مگر اسکے مقابلے میں زمانے کا یہ حال ہے کہ اول تو سرگوشیوں اور گھر کی صحبتوں میں برا بھلا کہہ لینے کے سوا کوئی باہر نکل کر مشورہ و مبادلہ خیالات سے غلطیوں کو سلجھانے کی سعی نہیں کرتا، اور اگر (بنغازی) کے انٹالین کیمپ سے گاہ گاہ آجائے والی صدائے توپ کی طرح، کبھی کوئی صدا اٹھتی بھی ہے، تو اسکا یہ حال ہوتا ہے، کہ ایک شخص مسرودہ لکھتا ہے، دوسرے سے صاف کرایا جاتا ہے، تیسرا خط لکھتا ہے، اور پھر اتنی جرأت بھی نہیں ہوتی کہ علانیہ اپنا نام ظاہر کریں!

خیال کن تو کجائی و ماکجا واعظ!

اس سے بھی عجیب تر یہ ہے کہ میں جو کچھ لکھتا ہوں، قوم کے سب سے بڑے طبقے کے خلاف لکھتا ہوں۔ اسلئے انسانی کمزوری سے اپنے تئیں چھپا سکتا تھا، لیکن جو حضرات میری مخالفت میں قلم اٹھاتے ہیں، وہ تو گویا عام شاہراہ پر قدم اٹھاتے، اور ہر دل عزیزی کا ایک نیا استحقاق پیدا کرتے ہیں۔ انکے لیے چھپنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ کیا حق و صداقت کی طاقت بخشی اور گمراہی کے قدرتی تذلل و بے ہمتی کی یہ ایک کھلی نشانی نہیں ہے؟ پھر کڑی آنکھ سے جو دیکھے، اور دل سے جو سونچے! ان فی ذلک لذكروں، لمن كان له قلب، او القى السمع، و هو شهيد (۳۷: ۰۵) تاہم اپنے نقاب پوش دوست کا ان سرالٹ کیلئے بھی ممبرن ہوں۔ ممکن ہے کہ ان سرالٹ سے کوئی مفید نتیجہ انکے پیش نظر کہے، اور جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔ اسکا انکشاف قوم کو فائدہ پہنچاے،

انکو اور الہلال کے تمام ناظرین کو بھولنا نہیں چاہیے کہ خلوص اور اور نیک نیتی کے ساتھ عرض حال کرنے کی سعی کرتا ہوں، عصمت اور غلطیوں سے پاک ہونے کا تو میں نے کبھی بھی دعوا نہیں کیا۔ وہ یقین فرمائیں کہ میں اپنی غلطیوں کو دکھانے والے قلم کا نہایت بے چینی کے ساتھ منتظر رہتا ہوں: کما یتمنى البارد الماء صائم اب میں چند سطریں ہر سوال کے جواب میں دفعہ وار عرض کرے دوسرے کاموں میں مشغول ہوتا ہوں۔

(۱) یونیورسٹی کے مسئلے کو میں تو تعلیمی ہی سمجھتا ہوں لیکن آپسکی لیگ اس سے متفق نہیں، امرتسر میں جو رپورٹ سکرٹری صاحب نے پیش کی تھی، اسکی تمہید میں لکھا تھا کہ ”تعلیم سے بڑھکر اور کوئی پالیٹکس نہیں ہے۔ مسلمان کو اب تک پالیٹکس سے الگ رہے، مگر وہ تعلیم کے مسئلہ میں مصروف تھے، اور یہ ایک نہایت دقیق اور غامض پولیٹکل مسئلہ ہے“ اب آپ جس رائے کو مفید مطلب دیکھیں، اختیار فرمائیں۔

(۲) مجھے معلوم نہیں کہ ہماری قوم کے ”رہے سہے ماہرین فن“ کی ”الحاق و عدم الحاق کی نسبت کیا رائے ہے“ اور نہ معلوم کرنے کی ضرورت، آپ یونیورسٹی کے ان جھگڑوں کو مجھ سے اس طرح پوچھ رہے ہیں، گویا میں یونیورسٹی کے معاملات کا ذمہ دار ہوں! میں نے ہی لوگوں کو یونیورسٹی کی طرف دعوت دی ہے، لاکھوں روپیہ اسے وصول کیا ہے، اور پھر میں نے ہی ۱۱ - اگست کو لکھنؤ میں مجلس منعقد کی ہے، اور عدم الحاق کی صورت میں یونیورسٹی کے لینے سے انکار کر دیا ہے!!

اگر آپکے اندر ان دقائق و رموز تعلیم کیلئے کوئی بے چینی ہے تو براہ کرم میرے وقت کو تو ضائع نہ کیجیے، سب سے پہلے اپنے مرشد کل اور ہادی سبل سے پوچھیے، جو علانیہ الحاق ہی تائید میں تار دیتے ہیں، پھر نواب وقار الملک، راجہ صاحب محمود آباد، میاں محمد شفیع اور سب سے بڑھکر ”ہمدرد قوم“ مسٹر محمد علی سے پوچھیے، جو الحاق کی تائید میں ”مدلل اور معقول“ تحریروں کا ایک سلسلہ قائم کیے ہوئے ہیں، اور ورڈنگ پیپر چھاپ چھاپ کر اس مسئلے کی نسبت قوم میں ایک عام ایجی ٹیشن پھیلا رہے ہیں۔

مجھے ان معاملات سے کیا تعلق؟ میں تو ۱ - ستمبر کی اشاعت میں اپنی اصلی رائے ظاہر کر چکا ہوں کہ الحاق اور عدم الحاق دیا معنی، سرے سے یونیورسٹی کے وجود ہی کو قابل بحث سمجھتا ہوں! دھن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب ہے گردبار سے

میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ یونیورسٹی خواہ الحاقی ہو یا غیر الحاقی مسلم کے نام سے ہو، خواہ علی گڑھ کے، جتنی قیمت میں لی جانی ہے، اتنی قیمت کی متاع نسی صورت میں نہیں:

فاش می گویم راز گفتہ خود دلشادم

مجھکو تو بعض اوقات یونیورسٹی کمیٹی کی اس خوش قسمتی پر ہنسی آجاتی ہے کہ پریس کمیٹنک کی بے وقت اشاعت نے لوگوں کو الحاق و عدم الحاق کی بحث میں ارجھادیا، اور اصلی معاملات جو بمنزلہ بنیاد کار ہیں، اور جن پر اصلی شورش اور

السلام

۲۲ ستمبر ۱۹۹۲

— * —
صبر صمد

— * —
وہو الذی یُنزل الغیث من بعد ما قنطروا وینشر رحمته
وہو الرئی الصمد (۲۷ : ۴۲) - (۱)

— : —
بہ بدمستی سزد، گر متہم سازد مرا ساقی
ہنوز از بادہ پارینہ ام پیمانہ بردارد

(۱)

نزول رحمت الہی و حیات بعد الممات

قدرت الہی کی بخشائشوں کو کون شمار کر سکتا ہے ؟
و ان تعدوا نعمة الله اكرتم الله كي نعمتهون كا شمار كرنا چاهو تو
لا تحصوها (۱۴۳ : ۴) كہي نہ كرسكو گے -

عالم کائنات کی کونسی شے ہے جو اپنے اندر قدرت الہی کی
کوئی نشانی نہ رکھتی ہو ؟

و كاهن من ايت في اور آسمان زمين ميں اللہ کی قدرت
السموات والارض وعظمت كي كتنی هي نشانیاں هيں
يمرون عليها وهم عنها جن پر سے غافل انسان گذر جاتا ہے
معروض (۱۰۵ : ۲۱) اور غور نہيں كرتا -

(۱) اور وہی خدا تو ہے کہ جب خشک موسم میں لرگ
بارش کی طرف سے بالکل نا امید اور مایوس ہو جاتے ہیں، تو وہ
اپنی رحمت کے بادلوں کو پھیلادینا ہے، اور مینہ برسنا شروع ہو جاتا
ہے - وہی کارساز حقیقی اور سزادار حمد و تقدیس ہے -
[قرآن مجید میں آثار قدرت الہی کو بیان کرتے ہوئے بارش کے نزول
اور زمین کی حیات نیا تاتی پر جا بجا زور دیا گیا ہے، مگر فی
الحقیقت یہ ایک تمثیل ہے، جس کے ذریعے ہر طرح کی اخلاقی
اور روحانی ہلاکت اور حیات بخشی کا سمجھنا مقصود ہے - تمام
آیتوں اور ان کے سیاق و سباق پر غور کیا جائے، تو یہ مطلب راضع
ہو جاتا ہے - عربی میں ”یاس اور“ قنوط“ نا امیدی کے
معنوں میں مرادف الفاظ ہیں - مگر ”قنوط“ کا اطلاق اس نا امیدی
پر ہوتا ہے جو یاس سے بھی زیادہ سخت و شدید ہو، اور نیز
جسمیں نیک توقعات سے مایوسی ہو (القنوط اعظم الیاس، والیاس من
الخير - مفردات امام راغب) اس آیت میں ”یاس“ کی جگہ
”قنوط“ کا لفظ اسی لیے فرمایا ہے کہ رحمت الہی کا نزول انتہا درجہ
کی نا امیدی اور قطعی یاس کے بعد ہوتا ہے -]

لیکن عالم سماری کے آثار آیات میں ایک بہت بڑی نشانی
بارش کا نزول، اور زمین کی نیا تاتی حیات و ممات ہے :

اللہ الذی یُرسل الریح
فتنیر صحاباً
فیبطہ فی السماء
کیف یشاء ویجعلہ
کسفاً فتسری الریح
یخرج من خلاله
فاذا اصاب به من
یشاء من عباده
اذا هم یستبشرون
خوشیاں منانے لگتے ہیں -
(۷۴ : ۳۰)

اس خاکدان حیات کی ساری زندگی پانی کے وجود سے ہے :
وجعلنا من الماء کل
شی حی (۸ : ۴۴) زندگی اور زندگی کی شادابی رکھی -

جب زمین آفتاب کے آنشکدہ حرارت سے قریب ہو جاتی ہے، اُسکی
شعلہ باریوں سے سطح زمین کا ذرہ ذرہ تپنے لگتا ہے، زندگی کی
تمام علامتیں مفقود ہو جاتی ہیں، ہر شے پر مردنی، اور ہر چہرے پر
انسرگی چھا جاتی ہے، دنیا اتر جاتے ہیں، ندیاں خشک ہو جاتی
ہیں، زمین کے اندر کا خزانہ رطوبت بھی خالی ہو جاتا ہے، اور سبز
رگل کی تر و تازگی اور ٹہیتوں کی شادابی، دونوں خشک سالی کی
تینغ سے ہلاک ہو جاتی ہیں، تو اُس وقت زمین اور زمین پر بسنے
والی ہر نبا تاتی اور حیوانی روح پانی کیلئے بیقرار ہوتی ہے اور
کوئی آنکھ نہیں ہوتی، جو آسمان کی طرف امید سے نہ اٹھتی ہو
اور پھر مایوس ہو کر العطش ! العطش ! نہ پکارتی ہو - لیکن جب
مایوسی انتہا درجہ تک پہنچ جاتی ہے، اور امید کا کوئی سہارا باقی
نہیں رہتا، تو پھر یکا یک عالم سماری میں ایک انقلاب عظیم
نمودار ہوتا ہے اور بھلی کی چمک، اور بدل کی گرج، صدائے امید
بنکر دنیا میں پھیل جاتی ہے :

فانظر الي اثار رحمت الله
کیف یحیی الارض بعد
موتها، ان ذلک لمحی
المرتی، وهو علی کل
شی قدیر (۳۰ : ۴۹)
پس رحمت الہی کی ان نشانیوں کو
دیکھو، کہ کیونکر وہ زمین کو موت کے
بعد دوبارہ حیات بخشا ہے ؟ بیشک
وہ مردوں کو جلانے والا ہے اور ہر شے
پر قادر ہے -

اخلاقی و قلبی حیات و ممات

انسانی قلوب کی حیات و ممات، اور قوموں کی اخلاقی زندگی
اور موت کا بھی یہی حال ہے - مایوسی جب حد درجہ تک پہنچ
جاتی ہیں، اور انسانی سعی امید کی کوئی راہ اپنے سامنے نہیں
دیکھتی، تو وہ خدا، جو انسانی جسمانی زندگی دہلیزے اپنے آسمان
کو حکم دیتا ہے کہ باران رحمت کا دروازہ کھول دے - ضرور ہے کہ انسان
کی قلبی زندگی کیلئے بھی اپنی ملائکہ رحمت کو بھیج دے، تاکہ
پیغام امید سے مردہ دلوں میں زندگی کی حرکت پیدا کر دیں -

توفیق کا نور مبین قاریکیوں میں مشعل راہ نما، اور گمراہیوں میں دست ہدایت ہے :

الذی خلقنی فہو یدین، وہ جس نے مجھ کو پیدا کیا، اور پھر
والذی ہو یطعمنی ہدایت کی راہیں میرے آگے کھول دیں۔
و یسقین، و اذا مرضت وہ کہ میں بھرا ہوتا ہوں تو مجھے کھلاتا
فہو یشفی منی، اور پیاسا ہوتا ہوں تو پلاتا ہے۔ اور وہ
والذی یمیتنی کہ جب اپنی بد اعمالیوں سے بیمار پڑتا ہوں
ثم یحیی منی، والذی تو اپنی رحمت سے شفا دیتا ہے۔ جو
اطمع ان یغفر مجھ کو موت کے بعد حیات بخشے گا، اور
لی خطیئت یوم الدین جسکی رحمت سے امید رکھتا ہوں کہ قیامت
کے دن میری خطاؤں سے درگزر کریگا۔ (۸۳: ۲۲)

مسلمانوں کی گذشتہ یونیورسٹیوں کی وجہ تسمیہ کی نسبت بھی
آپکا سوال نا قابل فہم ہے، اور نہیں معلوم اس سوال سے کیا مقصد
ہے؟ اول تو یہ بھی صحیح نہیں کہ تمام یونیورسٹیاں شہر اور بانی کے
نام سے مشہور ہوئیں، اور بالفرض ہوئی بھی ہوں، تو مشہور ہوجانا
دوسری چیز ہے اور نام رکھنا دوسری بات۔ پھر کیا آپکا یہ ارادہ ہے کہ
مجزوہ یونیورسٹی کر بھی ”سر آغا خاں یونیورسٹی“ کے لقب سے
سرمایہ اندرز فخر کرنیں بنایا جائے؟ اگر یہی مقصد ہے تو اس کے لیے
اس تلاش و جستجو کی ضرورت نہیں، یہاں پہلے ہی سے سمجھ لیا
گیا ہے کہ اسکا نام مسلم یونیورسٹی ہو خواہ اور کچھ، وہ بہر حال
ویسی ہی مسلم یونیورسٹی ہوگی، جیسا اس وقت علی گڑھ
کا محمدن کالج ہے۔ پس نفاق کی جگہ یقیناً اس راست بیانی
میں زیادہ خوبی ہے کہ ”مسلم“ کی جگہ آغا خاں ”یونیورسٹی“
ہی اسکا اسم مبارک تجویز کیا جائے۔

(۶) آپکو کیا معلوم، یونیورسٹی کا ابھی غلغلہ بلند بھی نہیں ہوا تھا
کہ میں انہیں اغراض و مقاصد سے ایک اخبار نکالنے کی فکر میں تھا،
کیونکہ جب تک ذاتی اخبار نہ ہوتا، ان خیالات کی اشاعت مشکل
تھی۔ کوئی اخبار بھی اسے گوارا نہ کرتا کہ میرے مضامین شائع کرے
اپنے تئیں ار باب حل و عقد کی نظروں میں مبغرض بنائے۔ لیکن
اللہ کی مشیت نے مجھے مہلت نہ دی اور کئی سال اسمیں نکل
گئے۔ میرے محب و محبوب درست مسٹر محمد علی اور بیسیوں
احباب کو اسکی خبر ہے۔ پس یونیورسٹی کے ہنگامے پر میں کوئی
تحریر شائع نہ کر سکا، اور اب الہلال نکلا تو اپنے خیالات ظاہر کرنے لگا۔
یہ اصلی واقعہ ہے۔ رہا اس تحریر کا وہ جملہ، جسے اپنے نقل
کیا ہے، تو افسوس ہے کہ آپ عبارت کا محل اور موقع سمجھنے سے
بے پراپی کرتے ہیں، وہاں تو بطور الزامی حجت لے کہا گیا ہے کہ اگر
کوئی آواز بلند بھی کی جاتی تو ”لوگوں کو اس درجہ متوالا کر دیا
گیا تھا کہ اس طرح کی صداؤں سے کوئی ہشیاری پیدا نہیں ہوتی“
اور بالفرض اسے تسلیم بھی کر لیا جائے، تو بھی نہیں معلوم کہ آپ
کے استدلال کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ کیا اصلاح و ہدایت کو طبائع
کی صلاحیت اور استعدادی کے وقت شروع کرنا، اور اپنے قرار دادہ
مصالح کی وجہ سے حق کوئی کی جگہ بطل پرستی کو اختیار کرنا،
دروں ایک ہیں؟ :

افمن کان علی یفۃ کیا وہ لوگ، جو اپنے پروردگار کے بتلاے
من رہہ، کمن زین لہ ہرے کھلے رستے پر ہیں، ان لوگوں کی طرح
سوء عملہ را تبعوا ہو سکتے ہیں، جنکو اپنے اعمال بد میں خوبی
اہراہم؟ (۴۷: ۱۶) نظر آتی ہے اور اپنے ہوائے نفس پر چلتے ہیں؟
یقین کیجیے کہ میں اظہار خیال میں کسی سہارے کا محتاج
نہیں، اگر تمام منک و قوم میری رائے کا مخالف ہو اور ایک انسان
بھی ساتھ نہ دے، جب بھی توفیق الہی کی نصرت بخشیرنے
میں اپنے تئیں ایک مسلح فوج اور ایک پوری قوم سمجھتا ہوں۔
آپ ”امر بالمعروف و نہی عن المنکر“ کو۔ کہ ایک اسلامی
فرض، اور قرآن کریم کے قائم کیے ہوئے الفاظ ہیں۔ بغیر کسی تامل کے
”مشتبہ الحقیقۃ“ اور ”مرعوب کن دعاری“ لکھتے ہیں، اور اس طرح
اصطلاحات قرآنیہ کا علانیہ استہزا کرتے ہیں۔ آپ میری نسبت جو
جی چاہے لکھیں، میں بخوشی سن لوں گا، لیکن شعائر الہیہ کے استہزا
اور استخفاف کا کسی طرح متحمل نہیں ہو سکتا: و من یعظم شعائر
اللہ، فانہا من تقوی القلوب (۸: ۳۳)

بھائی! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کیا موقوف ہے۔
یہ تو بہت اونچے درجے کی باتیں ہیں، اسلام کی جو عالم اور روزانہ
اعمال کی تعلیمات ہیں، وہ بھی تم لوگوں کیلئے بے معنی اور
”مشتبہ الحقیقۃ“ ہیں، اعتقاداً بھی اور عملاً بھی۔ کبریت کلمۃ تخرج
من افواہم، ان یقولون الا کذباً (۱۶: ۷۲)
غالباً آپ میری تحریرات میں جس ”افراط ضلع گولی و استعارات“
کے شاکي ہیں، اس سے بھی جا بجا قرآن مجید کی آیات سے استشہاد،
اور اسکی تلمیحات مراد ہونگی، رنہ میرے مذاق تحریر کا تو یہ
حال ہے کہ اگر چاہوں بھی، تو ضلع گولی پر قادر نہیں ہو سکتا۔
آخر میں آپ سے بمنہ التماس ہے کہ اگر خامہ فرسائی کا ارادہ
ہے تو اس طرح کی لا حاصل بحثوں میں اوقات خراب نہ کیجیے،
یہ کونسا مفید طرائق بحث ہے کہ جن چیزوں سے مجھے کوئی تعلق
نہیں، اور کبھی آنکی نسبت کوئی دعویٰ نہیں کیا، انکا سوال بیکار
آپ مجھ سے کرتے ہیں۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ آپ الہلال کے اصلی
مباحث مذہبی و سیاسی پر نظر ڈالیں، اور انکی غلطیوں پر
مجھ کو متنبہ کرے ایک صحیح خدمت ملی کی راہ قائم کرنے
میں ساعی ہوں؟

اور ہاں اگر آئندہ بھی آپکو اسی طرح شان تبرقع و نقاب
آرائی میں آنا ہو تو اسکا خیال رہے، کہ یہ جالی دار نقاب نو میری
نظر رتنو دھوکا دینے کیلئے کافی نہیں۔ انقرا من فراسة المومن،
فانہ ینظر بنور اللہ۔ یہ بھی کوئی نقاب میں نقاب ہے نہ نہیں، تو
پیشانی ہی چڑھی ہوئی شکنیں تک ایک ایک کن درن! پھر کبھی
آئیے تو حریر و مخرواب کا کوئی نقاب ڈال کر آئیے، زب و زینت
میں بھی افزایش ہو جائے گی، اور پردا بھی ڈھنکا رہجائے گا۔
[ناظرین سے معافی خواہ ہوں کہ کئی صفحے اس سوال و جواب
میں غارت گئے، لیکن اسمیں بھی چند مصلحتیں تھیں۔ اب آئندہ
اشاعت سے توقعی ارادہ کر لیا ہے کہ سوا مفید منتخب، ضروری
اور مختصر مضامین کے اور تمام بحثوں سے بالکل غص بصر کر لوں گا]

رلساناً و شفقتیں نہیں دی؟ اور بڑے کیلیے زبان اور لیس
رعینہ النجدین؟ نہیں عطا کی؟ اور پھر ہدایت و خلافت کی
دونوں راہیں اسکے سامنے نہیں کھول دیں؟ (۸: ۹۰)

اسلیے ہر انسان اپنی ہدایت و کمرہی کا ذمہ دار، اور اپنے فخر
و دماغ سے کام لینے کیلئے خود مختار ہے۔ لیکن انسان کی تمام
قوتیں نشرو نما کی محتاج ہیں، اور نشرو نما ہونے سے
جب تک قوتوں کو بغیر کسی سہارے کے خود ورزش کرنے کیلئے
چھوڑ نہ دیا جائے۔ انسان چلنے کی قوت اپنے ساتھ لیکر آتا ہے،
مگر بچے کو جب تک خود کھڑا کرنے اور پائوں پر زور دینے کیلئے
چھوڑ نہ دیجیے گا، کبھی اسکے پائوں نہیں کھلیں گے۔ تقلید سے
پہلی ہلاکت جو انسانی دماغ پر چھا جاتی ہے۔ راہی ہے کہ
انسان اپنے چند پیشواؤں اور مقتداؤں کی تعلیم یا آبا و اجداد کے
طریق و رسوم پر اپنے تئیں چھوڑ دیتا ہے، اور صرف انہیں کا تعبد
کرتے کرتے خود اپنی قوتوں سے کام لینے کی عادت پھل جاتا ہے۔
اس عالم میں، پہنچ کر اسکی حالت بالکل ایک چار پائے کی
سی ہو جاتی ہے، اور انسانی ادراک و تعقل کی تمام علامتیں مفقود
ہونے لگتی ہیں۔ انسان کا اصلی شرف، نوعی اور ماہ الامتیاز،
اسکے دماغ کا تدبیر و تفکر اور اجتہاد و تجسس ہے۔ دنیا میں
جس قدر علوم و فنون کا انکشاف ہوا، قوانین الہیہ اور نوامیس
فطریہ کے چہرے سے جس قدر پردے اٹھے، اشیاء کائنات کے خواص کا
جو کچھ سراغ لگا، تمدن و مصنوعات میں جس درجہ ترقیاں ہوئیں،
نئے نئے آلے اور نئے نئے رسائل راحت جس قدر ایجاد ہوئے، غرضکہ
انسان کے ارتقاء ذہنی و فکری کے جس قدر کوششے دنیا میں نظر
آ رہے ہیں، یہ تمام تر اسی انسانی تفکر و تدبیر کے نتائج ہیں۔
لیکن تقلید پرستی کی عادت ہلاکت و بربادی کی ایک چٹان ہے،
جو انسانی تفکر و تدبیر اور ادراک و تعقل کی تمام قوتوں کو کچل ڈالتی
ہے، اور اسکی قوت نشرو نما کا دائمی سدباب کر دیتی ہے۔ (قرآن
کریم) جس دعوت کو لیکر آیا، فی الحقیقت اسکا اصلی مقصد
یہی تھا کہ تقلید اور استبداد فکری کی زنجیروں سے انسان کو
نجات دلائے۔ بس پرستی اور انسان پرستی کی تمام شاخیں بھی
اسی تقلید آبار رسوم سے پیدا ہوتی ہیں، اسلیے قرآن نے اپنی تعلیم
توحید کا اساس بھی انسان کی اجتہاد فکری پر رکھا اور تفکر پر زور دیا:

افلا یستدبرون کیا لوگ اپنے دماغ سے قرآن پر غور
القرآن، ام علیٰ قلوب نہیں کرے، یا انکے دلوں پر قفل
اقفالہا؟ (۲۶: ۴۷) لگ گئے ہیں؟

مقلدین محض کو چار پایوں اور حیوانوں سے تشبیہ دی، اور پھر
اسکو بھی اظہار ضلالت کیلئے ناہی قرار دیکر اسے بھی بدتر فرمایا:

لہم قلوب لا یفقہون انکے پاس دل و دماغ ہیں، مگر نہیں
بہا، ولہم اعین، لا یبصرن دیکھتے۔ کان ہیں، مگر نہیں سنتے۔ خود
اپنے ذہن سے کام نہ لینے اور مقلد
بہا، ولہم اذان لا یسمعون محض ہونے میں وہ مثل چار پایوں
یہا، اولالک لا انعام بل ہم اضل (۱۷۸: ۷) کے ہیں، بلکہ اسے بھی گمراہ تر۔

دلروں کو دبا دیا جاتا ہے، اور یا پھر ایک غلط راہ پر لگا کر راہ
مقصود سے غافل کر دیا جاتا ہے۔

قدرتی دلروں کو روکنا ممکن نہیں

لیکن تاہم دل کے جرش اور دلولے کو باہر کی کوئی طاقت نہیں
دبا سکتی، قدرتی نشرو نما کو خواہ کتنا ہی روکیے، وہ ابھر ہی کر رہے گا۔
آپ نے بارہا اپنے دروازے کے آگے کسی بے موقعہ درخت کے
پردے کو بڑھتے دیکھ کر کچل دیا ہوگا، مگر چند دنوں کے بعد پھر دیکھا
ہوگا، تو اسکی جگہ خالی نہ رہی۔ یہ قدرت کے کار و بار ہیں اور انہیں
کوئی خلل نہیں ڈال سکتا۔ مسلمانوں کے دلوں کو برسوں تک زمانے
کی آرازنسے غافل رکھا گیا، لیکن یہ ایک زبردستی کی پٹی تھی
جوانکی آنکھوں پر بالندھی لگی تھی۔ ممکن تھا کہ ابھی کچھ
اور زمانہ غفلتوں اور گمراہیوں کو فرصت کا ملجھاتا، لیکن ہم نے
جاگنے میں دیر کی تھی، تو قدرت نے جگانے میں اور زیادہ دیر نہ
کی۔ یکے بعد دیگرے چند واقعات و تغیرات نے بھی ظہور کر کے
تنبیہ اور غفلت شکنی میں مدد دی، اور الحمد للہ کہ اب
موجودہ حالات کو دیکھتے ہیں، تو مایوسی کی جگہ امید کے اثر کو
غالب پاتے ہیں۔ گو اب تک کوئی اصلی حرکت پیدا نہیں ہوئی ہے،
نہ تو پچھلی راہ سے پورے قدم ہٹے ہیں، اور نہ آئندہ کیلئے
کوئی نئی راہ متعین ہوئی ہے۔ اب تک جو کچھ تغیرات ہوئے
ہیں، صرف ذہن و دماغ تک محدود ہیں، اور وہ بھی کوئی کامل
تغیر نہیں، بلکہ صرف ایک جنبش ہے جو دماغوں کے جمود نے
محسوس کی ہے، پھر جو کچھ بھی ہے، کسی متحدہ رشتے میں منسلک
نہیں، اور اب تک اتحاد و مبادلۂ آراء کی قوت سے محروم ہے۔ تاہم
ہر حرکت کی ابتدا جنبش سے، اور ہر عمل کا آغاز ذہن و خیال
سے ہوتا ہے۔ برسوں کی نیند کے متوالے اگر ابھی کورت ہی لے رہے
ہیں، تو اٹھ کر بیٹھ جانے کیلئے جلدی نہ کرنی چاہیے۔ شب کی
سر مستیوں کا ابھی کچھ عرصے تک تو خمار رہے ہی گا، عجب
نہیں کہ نئے موسم کے آنے تک کچھ زمانہ تداخل کی بے عنوانیوں
کا بھی گذرے، لیکن ہر حال میں عقل و ہوشمندی، حزم
و احتیاط، اور اعتدال و توسط کے ساتھ نظر و مراقبہ امور پر رہنی
چاہیے: و ہر الذی یزول الغیث من بعد ما قنطرا، و ینشر رحمته،
و ہر الولی الحمید (۲۷: ۴۲)

انسانی ضلالت کا اصلی مبداء

ہر اصلاحی تحریک و دعوت کیلئے پہلی منزل ”تقلید“
کی بندشوں کو توڑنا ہے، کیونکہ تقلید کے اہرم سے بڑھ کر انسان
کی تمام یزدانی خصائل کا اور کوئی دشمن نہیں۔ انسانی اعمال
کی جس قدر گمراہیاں ہیں، ان سب کی تخم ریزی صرف تقلید
ہی کی زمین میں ہوتی ہے۔ اسلیے راہ اصلاح کا اولین مظہر یہ
ہے کہ تقلید پرستی کے سلاسل و اغلال سے انسان کو نجات حاصل ہو۔
خدا تعالیٰ نے ہر انسانی دماغ کو سونپنے والا، اور ہر آنکھ کو
دیکھنے والا بنایا ہے:

الم نجعل لہ عینین؟ کیا ہم نے انسان کو دیکھنے کیلئے دو آنکھیں

مبم امید

گذشتہ چند سالوں سے تمام عالم اسلامی میں ایک اخلاقی بیداری کے جو آثار نمایاں ہو رہے ہیں، وہ امید دلاتے ہیں کہ شاید ہماری مایوسیوں کی انتہا سے امید کا آغاز شروع ہو، لیکن آج ہم صرف مسلمانانِ ہند کے موجودہ حالات پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔

ہم نے ابتداءً اشاعت سے (الہلال) میں مسلمانوں کی گذشتہ اور موجودہ حالت پر مرثیہ خوانی کی ہے، اور ان کے اعمال زندگی کی ہر شاخ کو مایوسی کی نظر سے دیکھا ہے، لیکن حضرت (یعقوب) نے اپنے لوگوں کو نصیحت کی تھی کہ: لا تأسوا من روح اللہ - اللہ کی روح رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اور (اسلام) پہلی چیز جو اپنے پیرو کو بخشتا ہے، وہ (امید) ہی ہے۔

ومن یقنط من رحمۃ ربہ اور اللہ کی رحمت فرمائی ہے کافروں والا الضالون (۱۵: ۵۶) کے سوا اور کون نا امید ہو سکتا ہے؟ نو مید مشر کہ نا امید کی کفرست

دیکھتے ہیں، تو باوجود این ہمہ اسباب مایوسی، پھر بھی امید نے ہمیں بالکل چھوڑ نہیں دیا ہے، اور ہندوستان میں جو تغیرات و انقلابات پچھلے دنوں کے اندر ظاہر ہوئے ہیں، انہوں نے مسلمانوں کے موجودہ حالات میں امید کی ایک جھلک نمایاں کر دی ہے۔ گو بارش کے برسے میں دیر ہو، مگر موسم آثار و علائم سے خالی نہیں۔

بیداری کی ایک کسرت

انسان کی تمام اندرونی قوتیں اور جذبات خارجی محرکات کی محتاج ہوتی ہیں، اور ان کی مثال سونے ہوئے انسان کی سی ہوتی ہے، جو گورنہ ہے، مگر حرکت کرنے کیلئے کسی بیدار کن صدا کا محتاج ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی تمام نشو و ارتقا کی قوتیں ابتداءً سے وقف غفلت رہیں، انکو کوئی جگانے والا ہاتھ، اور کوئی ہشیار کرنے والی صدا نصیب نہیں ہوئی۔ قوموں کی زندگی کی اصلی قوت عوام کا طبقہ ہے، مگر اس طبقہ کی قوت چند نفوس خواص کے ہاتھ میں ہوتی ہے، ان کی بیداری سے تمام ملت بیدار رہتی ہے، اور ان کی غفلت سے تمام ملت پر غفلت چھا جاتی ہے۔ لیکن بد بختی سے مسلمانوں کے رہنماؤں کا یہ حال رہا کہ:

او خرویشتن کم ست، کرا رہبر می کند

خدا کی بخشائش عام ہے، فطرت کی فیاضیوں میں نسل رقم کی تمیز نہیں، اور اگر ان کے جسم کے اندر جو خون ہے، وہی ہماری رگوں کے اندر بھی دوڑ رہا ہے۔ ہندوستان میں گذشتہ نصف صدی کے اندر بیسیوں تغیرات ہوئے، تعلیمی رفتار کو خواہ کتنا ہی سست کہا جائے، مگر ترقی رفتار سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا، سب سے بڑی چیز شب و روز کے ساتھ کی حرکت تھی اور کوئی نظر ایسی نہ تھی جس کے سامنے سے قافلہ نہ گذرتے ہوں اور شہسواروں کی اڑائی ہوئی گرد سے غبار آلود نہ ہوتی ہو۔ ضرور تھا غافل دلوں میں امنگ اور حرکت کی گد گدی پیدا ہوتی، اور ساتھ ہی کر دوڑتے دیکھ کر بلا قصد بھی پائوں حرکت کرنے

لگتے۔ مگر بد بختی یہ تھی کہ لگام ان ہاتھوں میں تھی، جو لگام سے لگام کا نہیں، بلکہ زنجیر کا کام لیتے تھے، اور بیداری کے قدرتی رولوں اور امنگوں کو ہمیشہ اپنی مصنوعی خواب مقناطیسی کے عمل سے دبا دینا چاہتے تھے۔ دلوں میں جوش اٹھتا تھا، اور آنتھیں راہ مقصود کو دھرنڈھتی بھی تھیں، لیکن جوش یا تو دبا دیا جاتا تھا، یا اس کے لیے ایک غلط مصرف پیدا کر دیا جاتا تھا، جس میں خرچ ہو کر ضائع ہو جاتا تھا۔ اور تلاش راہ کی خواہش تو یا تو بڑھتی سے روک دیا جاتا تھا، یا پھر ایک پر پیچ زخم راہ ضلالت سامنے کر دی جاتی تھی، تاکہ جستجوئے منزل کا قدم اسی میں بھٹک کر رہ جائے!

مسلم یونیورسٹی کا ہنگامہ

اس کی کتنی صاف اور بین مثال ہمارے سامنے ہے! مسلمانوں کی افسردگی اور بے ہمتی کے انسانے نصف صدی سے ہماری انجمنوں کا دائمی مرثیہ ہیں، لیکن مسلم یونیورسٹی کی صدائے تحریک کے بلند ہوتے ہی تمام ملک میں ایک عام جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ ملک کا کوئی حصہ اور قوم کا کوئی طبقہ نہیں جس کے اندر اس صدا نے حرکت پیدا نہ کر دی ہو، علی الخصوص صوبجات متحدہ اور پنجاب میں توجان نثارانہ فدا کار یونے رولر۔ نظر آنے لگے، اور بازار کے دکاندار اور دیہاتوں کے کاشتکار تک پوزی دلچسپی اور شغف کے ساتھ اس کے چندے میں شریک ہوئے۔ غور کیجیے کہ یہ کیا بات تھی؟ بار بار کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کی عام تعلیمی خواہش اور جستجو کا یہ نتیجہ تھا، لیکن اس سے بڑھکر اور کوئی غلط بیان نہیں ہو سکتا۔ جن لوگوں نے لاہور میں یونیورسٹی ڈیپوٹیشن کی گاڑیاں کھینچی ہیں، راہ میں جلوس دوڑ کر شربت کے گلاس تقسیم کیے ہیں، اور کوٹھوں اور برآمدوں پر پت پھولوں کے گلدستے بھینکے ہیں، اور پھر سب سے زیادہ یہ کہ قصبوں اور دیہاتوں میں جن لوگوں نے سیکڑوں روپیوں کی رقمیں چندے میں شامل کی ہیں۔ ہم کو بتلایا جائے کہ ان میں کتنے آدمی تھے جو یونیورسٹی کی ضرورت کو محسوس کرنا ایک طرف، اس کی حقیقت سے بھی واقفیت رکھتے تھے؟

اصل یہ ہے کہ یہ تمام جوش و ہنگامہ اس امر کا ایک بین نبوت تھا کہ لوگ سوتے سوتے اب تھک گئے ہیں، اور قلوب حریت اور جد و جہد کے قدرتی رولوں کو اور زیادہ نہیں رک سکتے، طبیعتوں میں جوش بیکراری پیدا کر رہا ہے، قوتیں ابھر نے کیلئے بے چین ہیں، اور جذبات مضطرب ہیں، کہ باہر سے کوئی صدا سبیں، اور ایک کھڑا آٹھ کھڑے ہوں۔ یونیورسٹی کی صدا غیر معمولی بلند آہنگی سے بلند ہوئی، تو جوش و قوت کا سیلاب اسی رخ بہنے لگا۔ بانوں چلنے کیلئے بیکراری تھے، جو راہ سامنے نظر آگئی، اسی پر دوڑنے لگے۔ یہ کام کرنے والوں کا کام تھا کہ طاقتوں اور امنگوں کیلئے ایک صحیح مصرف تجویز کرتے، اور انجمن کو پتہ کی لائن پر چلائے، اسی اسٹیم کو جنگل میں دوڑا کر ضائع نہ کر دیتے۔ لیکن وہ رولز اور اس کرشمہ میں معین ہونے کی غلطی کر رہے ہیں، کہ یا تو قدرتی

مقالہ

تمدن خطہ میں

— * —

(۶)

اسباب

مذکورہ بالا علامات کو ایک سرسری نظر سے دیکھنے کے بعد جو عاجلانہ خیال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ان تمام خرابیوں کی جو قدیم مذہبی احکام سے عدول اور العاد کی ترقی ہے؛ اور اس رائے تائید کی بہ ظاہر اس مشاہدہ سے بھی ہوتی ہے کہ آج جو قومیں ترقی والے دہانے تک پہنچ چکی ہیں، وہ بھی ہیں جو بند مذہب سے آزاد ہونے میں سب سے پیش پیش ہیں۔

لیکن ایک غائر نظر بتاتی ہے کہ یہ نتیجہ نکالنا، واقعات کی صحیح ترتیب اُلت دینا ہے۔ بے شبہ یہ خیال عام طور سے شایع ہے کہ تمدن و اخلاق کو معرض وجود میں لانے کے اصل اسباب مذہب و الہیات ہوتے ہیں، مگر یہ خیال جس قدر عام ہے، اسی قدر غلط و گمراہ کن بھی ہے۔ ہمارے نزدیک کسی وحشی قوم کے متعلق یہ توقع رکھنا کہ اگر ایک متمدن قوم کے معتقدات و آداب اس کے درمیان لاکر پھیلادیے جائیں، تو وہ بھی ویسی ہی متمدن و شایستہ ہو جائیگی، صرف غلطی ہی نہیں بلکہ حماقت ہے۔ اس لئے کہ عقاید، تمدن کے اجزا ہوتے ہیں، نہ کہ اس کی علت۔ ان اصل یہ ہے کہ کسی قوم کے عروج کا انحصار محض اس کے بقاء و حیات کے ایک احساس طبعی پر ہے، یعنی صرف اس امر پر کہ اُس قوم میں تطابق ماحول کی فطری صلاحیت کس حد تک موجود ہے۔ زندہ قومیں وہ ہیں جن میں گرد و پیش کے موثرات کے تغیر کے ساتھ خود بھی متغیر ہوجائے کی اضطراری تحریک پیدا ہوتی ہو، اور جس قوم میں یہ استعداد باقی نہیں، اس کی نفس شماری کرنا چاہیے۔ اس لحاظ سے یہ کہنا درست نہیں کہ کوئی قوم اس لئے زندہ ہے کہ وہ فلاں فلاں مناسب روت عقاید کی پابند ہے، بلکہ یہ کہنا زیادہ قریب صحت ہے کہ ”کوئی قوم فلاں فلاں مبنی علی المصالح عقاید کی اس لئے پابند ہے کہ زندہ ہے“ علیٰ ہذا کوئی قوم اس لیے مردہ نہیں ہو جاتی کہ وہ چند متعین عقاید سے منحرف ہو گئی ہے، بلکہ چونکہ وہ مردہ ہو گئی ہے، اس لئے اُن متعین عقاید سے منحرف ہو جاتی ہے۔ اس کلیہ کی عملی تشریح سب سے زیادہ جرمن نسل (یعنی باشندگان انگلستان و جرمن) نے کی۔ اصلاح کلیسا کی تحریک کے ساتھ ہی یہ نسل تازگئی، کہ یہ تحریک مصالح وقتی کے لحاظ سے کتنی ضروری ہے، اور فوراً اسے۔

چلو تم ادھر کر رہا ہو جدھر کی

پر عمل کر کے اپنے تئیں اقتضایات زمانہ کے مطابق بنالیا، یعنی جرمن کتھولک کے بجائے پروٹسٹنٹ مذہب اختیار کر لیا۔ اسی طرح

آج بھی جو قومیں تزلزل کی راہ میں قدم زن ہیں، ان کے انحطاط کا اصلی راز یہ ہے کہ ایک صدی کے عرصہ میں زمانے نے جو ترقی کی ہے، اور اب جو مقتضیات زمانہ ہیں، ان کے مطابق یہ قومیں ابھی اپنے آپ کو نہیں ڈھال سکی ہیں، بلکہ اب تک اپنی پرانی روش پر قائم ہیں۔ اس عدم تطابق کا پہلا نتیجہ عقاید و اخلاق میں اختلال، اور آخری نتیجہ، حیات سیاسی و حیات منزلی کا اختلال ہے، یہاں تک کہ اُس قوم کے قدم نقطہ زوال تک پہنچ جائیں۔ [مگر یہ خیال صحیح نہیں اور ہم الیحدہ اس پر بالتفصیل بحث کریں گے۔ الہلال]

میں جس شے پر خصوصیت کے ساتھ زور دینا چاہتا ہوں، وہ اس تطابق ماحول کی وحدانیت ہے۔ یعنی ہم اس نتیجہ پر کسی برہان و استقرے کی مدد سے نہیں پہنچتے، بلکہ خود ہمارا ذوق و وجدان اس کی جانب ہمیں لے جاتا ہے۔ رومۃ الکبریٰ کی عظیم الشان سلطنت کو قائم کرنے جب وحشیوں نے مذہب عیسوی اختیار کیا، تو ظاہر ہے کہ اس مذہب کی تعلیمات ان کی سفاکی و خون ریزی کے بالکل منافی تھیں، مگر انہوں نے اپنے ان سفاکانہ جذبات کو دبا ڈالا، اور دفعۃً تمدن کے مدارج عالیہ طے کرنا شروع کر دیے، لیکن کیا انہوں نے اس نتیجہ کے لیے کچھ مقدمات ترتیب دیے تھے؟ کیا قوانین استقرے سے مدد لی تھی؟ نہیں، یہ کچھ نہ تھا، بلکہ ان کا رہبر محض ذوق سلیم اور صحیح احساس طبعی تھا۔ وجدان کی اس اہمیت پر لوگوں کو تعجب ہوگا، لیکن میں ان کی حیرت رفع کرنے کی غرض سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وجدان کوئی حقیر شے نہیں، بلکہ وہ نہ صرف ہمارے انفرادی، بلکہ ہمارے تمام اسلاف کے متحدہ تجارب کا لب لباب ہے۔ قوانین ارتقاء کی رو سے ہم اپنے اسلاف کی غیر مدرک خصوصیات ہی کے وارث نہیں ہوتے، بلکہ ان کے تمام مدرکات، محسوسات، جذبات، وغیرہ بھی توارث کے ذریعہ سے ہم تک منتقل ہوتے ہیں، اور اس لحاظ سے ہمارا وجدان گویا ایک رجسٹر ہے جس میں نہایت اختصار کے ساتھ گزشتہ نسلوں کے کل تجارب محفوظ ہیں۔ (۱)

با این ہمہ ہم کو استدلال کی اہمیت سے انکار نہیں۔ ہم جو کچھ کہنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ استدلال اور وجدان کے حدود عمل جداگانہ ہیں۔ اصناف حکمت (مثلاً ریاضی طبعیات، وغیرہ) میں تو بے شبہ ہمیں ہر وقت استدلال کا سہارا دھونڈنا چاہیے، اس لیے کہ ان چیزوں میں مقدمات بالکل معروف، متعین، و قطعی ہوتے ہیں، اور اُن میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہوتی؛ لیکن اُن

(۱) - ناظرین کو خیال رکھنا چاہئے کہ یہ کوئی سائنس مسلک

مسئلہ نہیں، بلکہ ہر رت اسپنر اور اسکے اتباع کا، جس میں ہمارے مضمون نگار کا بھی شمار ہونا چاہئے، ایک نظریہ ہے، اور اس کے مخالف سائنس دانوں کی ایک جماعت کثیر موجود ہے۔ مترجم

ہمارے سلف صالحین کی تر تعلیم تھی کہ اللہ پر توکل کرو اور مقام تفویض حاصل کرو، لیکن لیڈروں کی تعلیم یہ تھی کہ گورنمنٹ پر توکل و تفویض کی عادت ڈالو کہ وہی کارسار حقیقی اور مجیب الدعوات و قاضی الحاجات ہے!

و اتخذوا من دون الله معبودا بلکہ اور انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اورنگو اپنا الہہ لیکونوا لهم عزا، معبود بنا رکھا ہے تاکہ انکے لیے عزت ہو کلا، سیکفرون بعبادتهم لیکن یہ تو کبھی ہونے کا نہیں، عزت و یکفون علیہم خدا کی جگہ یہ معبود انکی بندگی سے انکار کریں گے اور اللہ انکے دشمن ہو جائیں گے۔ (۱۹: ۸۴)

لیکن اب حالات بدل گئے ہیں، اور قوم ان احکام کی تعمیل کرتے کرتے اکتا گئی ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ عوام نے اپنی قوت کو محسوس کیا ہے۔ اور لیڈروں کی تقلید محض کی جگہ خود اپنے دماغ اور فکر سے اپنے مصالح پر غور کرنا چاہا ہے، پس فی الحقیقت یہ قومی زندگی کیلئے سب سے بڑی بشارت اور روح ملی کا پیغام حیات ہے، اور ہم اسنو کوئی معمولی حرکت نہیں سمجھتے۔

دھاکہ یونیورسٹی اور مسئلہ الحاق علی گڑھ

بلکہ اگر مذہب امید کی تعلیمات کو زیادہ کشادہ دلی کے ساتھ قبول کیا جائے، تو کہا جا سکتا ہے کہ جتنے قلیل عرصے کے اندر خیالات میں تغیرات کی روشنی پیدا ہوئی ہے، وہ گذشتہ تاریخی کر دیکھتے ہوئے تعجب انگیز ہے۔ یا تو لوگوں کا یہ حال تھا کہ لیڈروں کے ہر حکم کے آگے ”سمعنا و اطعنا“ کہتے ہوئے سر بسجود ہو جاتے تھے، یا یکایک دلونی کل اس طرح بگڑ گئی کہ ہڑھائیس سو (آٹا خاں) دھاکہ یونیورسٹی کو تقسیم ہنگال کا نعم البدل قرار دیکر حکم دیتے ہیں کہ ”تسلیخ تقسیم پر اظہار ناراضی کی جگہ دورنمنت ہ شکرید ادا کرو“ اور ایک کے دفتر میں جلسہ منعقد کیا جانا ہے، لیکن نہ تو کوئی وفد خدا (مولوی عزیز مرزا مرحوم) کی سنا ہے اور نہ اس فرمان عالی کی تعمیل کیلئے آمادہ ہوتا ہے!

ہیں آج کیوں ذلیل، کہ کل تک نہ تھے پسند

گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں

اس سے بھی بڑھ کر یونیورسٹی کے الحاق کا مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ فی نفسہ خواہ اہم ہو یا نہ ہو، لیکن قوم کی خواہشوں کے سرے خلاف تھا، اگر پیچھے رفتوں کی صحبتیں ہوتیں، تو لوگ اسپر غور کرنے کی زحمت بھی گوارا نہ کرتے، لیکن پریس کمیونک کی اشاعت کے ساتھ ہی تمام ملک میں ایک عام جنبش پیدا ہو گئی، اور لیڈروں نے قوم کی قوت کو اس قدر محکم دینا نہ فر دے اپنے آگے جھکا نے کی جگہ، پہلی مرتبہ خود اس کے آگے جھک گئے! یہ حالات یقیناً مایوسیوں کی شب تاریک میں ایک ”صبح امید“ کی آمد کے آثار ہیں پہلی شے یہی تھی کہ تقلید

کی بندشیں ڈھیلی ہوں اور پانوں خود چلے کیلئے حریت دیں الحمد للہ کہ اس اولین منزل کو اپنے سامنے پائے ہیں۔

[یہ مصدور نہایت وسیع ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ (العزیزت والاسلم) کے سلسلے میں ہم عنقریب (تقلید) پر ایک مستقل مضمون لکھیں گے اور اس میں پورے بسط کے ساتھ دہلائیں گے کہ اصطلاح قرانی میں درحقیقت (اغلال و سلاسل) سے بھی مقصود یہی تقلید و استبداد فکر ہے اور غالباً وہ اس موضوع پر ایک نئی نظر ہوگی]

تقلید کے سلاسل و اغلال سے رہائی

پس خواہ مذہبی اصلاح ہو، یا اخلاقی - تمدنی ہو یا سیاسی - ہر راہ میں پہلا پتھر تقلید کا حائل ہوتا ہے، اور یہ اگر ہٹ جائے تو پھر آگے کیلئے راہ صاف ہے۔ ہم کو مسلمانوں کے موجودہ سیاسی تغیرات میں سب سے پہلی علامت امید جو نظر آتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس راہ میں لیڈروں کی تقلید و اتباع کی جو بیڑیاں برسوں سے قوم کے پانوں میں پڑی تھیں - الحمد للہ - کہ انکو توڑ کر پھینک دینے کیلئے ہر پائو بیقرار ہے۔ اور اب اور زیادہ اس بوجھ کو برداشت کرنا نہیں چاہتا - اب تک فی الحقیقت پالیٹکس میں نہ تو قوم کی کوئی پالیسی تھی اور نہ کوئی رائے، صرف چند ارباب رسوخ و اقتدار تھے، جو اپنے معلوں میں بیٹھ کر تجویز بافی کر لیا کرتے تھے اور پھر تمام قوم کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر انکے ہاتھوں میں اپنی چھڑی پکڑا دیتے تھے، اور وہ کوہو کے بیل کی طرح انکے بنائے ہوئے مرکز ضلالت کا طواف کرتے رہتی تھیں - اصلی قوت عام قوم کی ہے

اور سچی پالیسی بھی ہے جو خود قوم کے دماغوں میں پیدا ہوئی ہو، لیڈروں کا کام یہ ہوتا ہے کہ اسکی نگہداشت کریں، اور اسکو ایک صحیح اور باقاعدہ تنظیم کے ساتھ ہمیشہ قائم رکھیں - مسلمان لیڈروں نے نہ تو کبھی خود قوم کو سونچنے اور سمجھنے کا موقعہ دیا اور نہ خود قوم کو اپنے ذاتی اجتہاد فکری اور قوت تفکر و تدبیر سے کام لینے کی مہلت ملی - ابتدا سے لیڈروں کی یہی تعلیم رہی کہ تقلید و اتباع پر قناعت کرو، اور جو کچھ کہا جائے اس پر چور و چرا مت کرو کیونکہ ابھی تم میں بعید نہیں، اور کئی صدیوں تک چارپایوں کی زندگی بسر کرنے کیلئے مجبور ہو - گویا (نعرہ با للہ) پیشروایں قوم کا صحیفہ تعلیم بھی کلام الہی تھا کہ:

واذا قرئی القرآن جب قرآن کریم پڑھا جائے، تو پوری ترجمہ فاستمعوا له و انصتوا اور انقطاع کے ساتھ سنو اور چپ رہو تاکہ لعلم ترجموں (۲۰۳:۷) تم پر اللہ کی نظر ترحم مبذول ہو - (۱)

(۱) احناف اس آیت سے (قرآن فاتحہ خلف الامام) کے خلاف استدلال کرتے ہیں - ہمارے لیڈروں کا بھی یہی حکم ہے کہ جب ہم اپنے معبود کے آگے سر بسجود ہوئے کیلئے معراب عبادت میں کہتے ہوں، تو تم ہماری امامت کے پیچھے مقتدی بن کر کھڑے ہو جاؤ - لیکن شرط یہ ہے کہ جو کچھ ہماری قرأت ہو، خاموشی کے ساتھ سنتے رہو، خود تمہاری لبیں تک نہ چلیں - اور پھر اس میں یہاں تک شدت ہے کہ صرف نماز کی قرأت چھری ہی کیلئے یہ حکم نہیں ہے، جو استیج کی عبادت گاہوں میں پڑھی جاتی ہے، بلکہ راز دارانہ مشورت گاہوں کی ان نمازوں میں بھی جن میں اسلم آہستہ قرأت پڑھتا ہے!



مراد

تشخیص اور اسکا علاج - میں دوبارہ کہتا ہوں ' کہ قوم کی زندگی صرف ہمارے اطباء کے ہاتھ میں ہے ' اگر وہ ہماری اولاد حفظان صحت کی خبر گیری رکھیں ' تو مستقبل قریب میں کسی خطرہ کا اندیشہ نہیں - یہ امر باعث مسرت ہے کہ بعض بعض جگہ اس اصول پر عمل شروع ہو گیا ہے ' اور وہاں ایک محدود پیمانہ پر اس کے حوصلہ افزا اثرات بھی ظاہر ہو رہے ہیں ' لیکن ضرورت ہے ' کہ اس اصول کو کافی وسعت دی جائے ' تاکہ اسکا فائدہ ہر جماعت اور ہر گوشہ ملک کے افراد تک پہنچ سکے -

مسلم یونیورسٹی

— * —

گسرخاموشی سے فائدہ اخفاء حال ہے
خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی معال ہے

* * *

الحاق کی جو شرط نہ مانی جناب نے * کیا جانے کیا حضور کے دل میں خیال ہے
"مسلم" کے لفظ میں تو کوئی بات ہی نہ تھی * کیا اس میں بھی حضور کو کچھ احتمال ہے ؟
اسباب سوء ظن کے نئے کچھ عیاں ہوئے * یا پہلے ہی سے شیشہ خاطر میں بال ہے ؟
ہم تو ازل سے حلقہ بگوش نیاز ہیں * یہ سر ہمیشہ زیر قدم پایمال ہے
ہم نے تو وہ ثنا و صفت کی حضور کی * جو خاص شیوہ صفت ذوالجلال ہے
آیا کبھی نہ حرف تمنا زبان پر * یاں تک تو ہم کو پاس ادب کا خیال ہے
کم بغت غیر کرے خوشاحد کا سوء ظن * آئیں بندگی میں جو مجھ کو کمال ہے
آردو کے باب میں جو ذرا کھلگئی زبان * اب تک جبین پر عرق انفعال ہے
دامن غبار حق طلبی سے رہا ہے پاک * یہ فیض خاص رہبر دیرینہ سال ہے
آیا جو حریت کا کبھی دل میں وہم بھی * سمجھا دیا کہ جوش جنون کا اُبال ہے
اب تک اسی طریق پہ ہیں بندگان خاص * گو صحبت عوام میں کچھ قیل و قال ہے
گردن جھکی ہوئی ہے ' زبان گورے شکوہ سنج * باطن ہے انقیاد ' جو ظاہر ملاح ہے

* * *

الحاق سے کچھ اور نہ تھا مدعا خاص * بس اک عموم درس وفا کا خیال ہے
یعنی کہ پھیل کر یہ زمانے کو گھیر لے * اب تک جو مختصر یہ علیحدہ کا جال ہے
یہ پالسی ہے شاہرہ عام ' قوم کی * اس سے کوئی الگ ہے تودہ خال خال ہے
پھر بھی حضور کی نہ ٹہیں سر گرائیاں * پھر بھی نامگار مرا بال بال ہے
اتنی سی آرزو بھی پذیرانہ ہو سکی * اب کیا کہیں کہ اور بھی کچھ عرض حال ہے

* * *

سنتے رہے وہ غور سے یہ داستان غم * جب ختم ہو گئی تو یہ لب پر مقبال ہے
"حد سے اگر بڑھے گا تو ہو جائے گامسہ * وہ درسگاہ ' روئے وفا کا جو خال ہے"

(کشاف)

خاتمہ پر پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے ' کہ کیا اس تدبیر پر عمل پیدا ہونے سے قوم کو حیاتِ ابدی حاصل ہو جائیگی ؟ کیا وہ خطرہ زوال سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائیگی ؟ اس سوال کا اثبات میں جواب دینا ' توقعات جائز کے حدود سے باہر نکل جاتا ہے ' تاہم یہ ضرور ہے ' کہ اس طرح وہ اپنی ہستی ایک عرصہ دراز تک قائم رکھ سکتی ہے ' اگر اس کوشش میں کامیابی ہوگئی ' اور ہم نے اپنے زمانہ تمدن کو زندہ وسیع رکے کچھ اور کامائے نمایاں کر لیے ' تو یقین رکھنا چاہیے ' کہ ہمارے اخلاق ' جو ہم سے دانشمند تر ہو گئے ' ہمارے کارناموں کو مرکز نظر انداز نہ رہے ' اور جس طرح آج ہم میں سے کوئی تعلیم یافتہ فرد یونان و روم کی مذمت پذیر ہی سے بے نیاز نہیں رہ سکتا ' اسی طرح وہ لوگ بھی ہمارے احسانات کے اعتراف سے دریغ نہ کریں گے -

طرح اسکے اعضا رجوارح کی قوت میں بھی خود بخود انحطاط و اضمحلال پیدا ہوجاتا ہے۔ ہاں فرق اتنا ہے کہ کوئی تمدن سرے سے فنا نہیں ہوجاتا بلکہ اپنے آنا چہرہ جاتا ہے۔ آئندہ تمدن اسی کے آثار قدم پر چلتے ہیں اور اختلاف اپنے اسلاف کے رزق کردہ چراغ کی رہبری میں منازل ترقی طے کرتے ہیں۔ ان حالات کے ساتھ یہ توقع رکھنا کہ ہمارا موجودہ تمدن فنا و زوال کے قوانین سے مستثنیٰ ہے، خود ہماری خیرہ سہی ہے، تاہم ہمیں مایوس ہوکر جد و جہد سے غافل نہ ہوجانا چاہیے بلکہ حتی الامکان تدابیر بقا پر غور کرنا چاہیے۔

تدابیر اصلاح

موجودہ متمدن اقوام ایک ایسے حربے سے مسلح ہیں جس سے متقدمین کے اسلم خالی ہے، اور یہ قانون ارتقاء اور مساوی علم النفس کا علم ہے۔ ان چیزوں کی اعانت سے ہم ایسے علاج سوچ سکتے ہیں جن تک قدما کے ذہن کی بھی رسائی نہیں ہوسکتی تھی۔

یہ مان لینے کے بعد کہ اصل مرض عقل میں نہیں بلکہ وجدان میں ہے، یہ تسلیم کرنا بدادہ لازم آتا ہے کہ جو جو طرز علاج نقایص عقل کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں، وہ یہاں سرے سے بے محل ہیں۔ اصل میں اصلاح ذوق کی کوشش ہونا چاہیے۔ احساس طبعی کے اجزاء ترکیبی حسب ذیل ہیں :-

قوت ارادی، عزم، شوق بقا، مبادلات، اور ہمیں انہی چیزوں کو قوی کرنے کی حاجت ہے، اس کے بعد ضروریات زمانہ کے مطابق معتقدات خود ہی پیدا ہوجائیں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوسکتی، تاوقتیکہ ہمارے بچے ابتدا ہی سے اسے خوگر نہ لے جائیں، یا دوسرے الفاظ میں، جب تک ہماری ابتدائی تعلیم انہیں اصول پر مبنی نہ ہو۔ یہاں مجھے یہ بھی کہنا ہے کہ انگریزی تعلیم میں یہ نکتہ ایک بڑی حد تک ملحوظ رہا جاتا ہے، مگر افسوس ہے کہ فرنچ تعلیم میں نہیں۔

نصاب و طرز تعلیم میں اصلاح کے پہلو بہ پہلو ایک دوسری اہم اصلاح ہماری جسمانی تربیت کے بارے میں ہونا چاہئے، اور جسمانی ضعف کو، جو ہم میں رزق افزوں ترقی کرتا جاتا ہے، روکنا چاہیے۔ اخلاقی زندگی اور مادی زندگی : اور دماغی صحت، اور جسمانی صحت، سب کی قدیم تعریقات آج مت گئی ہیں، اور اب یہ تقریباً مسلم ہو گیا ہے، کہ کوئی اخلاقی مرض، کوئی دماغی فنور، کوئی ذہنی نقص، ایسا نہیں، جسکی علت کوئی جسمانی کمزوری اور بیماری نہ ہو۔ اس بقا پر ہمارے احساسات کے مریض ہونے کے یہ معنی ہیں، کہ ہمارے اجسام مریض ہیں، اور اسلیئے اصلاح وجدان کا بہترین ذریعہ جسم اور جسمانی صحت کی فکر و پرداخت ہے۔ ایک صحیح الجسم شخص میں شوق حیات ہوتا ہے، اعتماد نفس ہوتا ہے، اور سب سے بڑھکر یہ، کہ اس کے مزاج میں اعتدال ہوتا ہے، اور یہی چیزیں اخلاقی و دماغی زندگی کی روح ہیں۔

الغرض یہ ہے مختصر الفاظ میں ہمارے قومی مرض کی

علوم میں جنکی بنیاد قیاسات و نظریات پر ہو، اور جنکے مساوی اسقدر پیچیدہ و غامض ہوں کہ تحقیقات کنندہ کے لیے قدم قدم پر لغزش پا کا اندیشہ ہو، یا الفاظ دیگر ان علم میں جنکا موضوع بحث مازاء مادیات ہوتا ہے، ہمکو اپنے تئیں بجائے دلائل و براہین کے احساسات طبعی کے ہاتھ میں دیدینا، بدرجہا بہتر ہے۔ ایسی حالتوں میں ہمیں وجدان کے آگے گردن ڈال دینا چاہیے، اور اسکے احکام پر بے چون و چرا کار بند ہونا چاہیے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ ایک زندہ قوم کے احساسات طبعی کبھی گمراہ کن نہیں ہوسکتے، اور جو قوم مریض نہیں، اسکا وجدان ترقی و عروج کے راستے کی جانب از خود رہنمائی کریگا۔ ہاں جب ہمکو وجدان کے توسط سے اعتقاد و عمل کے اصولی مساوی مل جائیں، تب البتہ عقل و منطق کو ہاتھ لگانا چاہیے، اور اسوقت انکا کام یہ ہوگا کہ انہیں اصولی مساوی کی داغ بیل پر قرانین، نظامات، وغیرہ تمدن کی پوری عمارت قائم کریں۔ لیکن اس عمارت کا استحکام اسی وقت تک ہے، جب تک کہ اسکی بنیاد چشم تنقید سے پوشیدہ ہے۔ ادھر اس پر منطقی نکتہ چینی، اور علمی رد و قدح شروع ہوئی، اور ادھر ساری عمارت منہدم ہوگئی۔

خلاصہ یہ ہے، کہ انحطاط اقوام کی حقیقی علت، فساد ذوق ہے، نہ کہ ضعف عقل۔ بلکہ قرب زوال میں تو قوت استدلال اور منطقی مرشکافیوں کا عین شباب ہوتا ہے۔ زوال پذیر قوم کے افراد یہ تو دلائل کی مدد سے بتا دیتے ہیں، کہ قدیم عقاید میں یہ نقایص تھیں، یہ تو ہم پرستی تھی، یہ تناقضات تھیں، لیکن چونکہ ذوق فاسد ہوتا ہے، اسلیئے یہ نہیں بتا سکتے کہ قدیم عقاید کا نعم البدل کیا ہونا چاہیے؟ قوموں کا انتہائے عروج اور انکے فساد ذوق کا تلازم، ہمیں یہ کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ کہیں یہ تمدن کا لازمی نتیجہ تو نہیں؟ اس سوال کا عام طور سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ تمدن ضد فطرت ہے، یعنی ہم تمدن میں جتنی زیادہ ترقی کرتے جاتے ہیں، اتنا ہی فطری حالت سے دور پڑتے جاتے ہیں، اور اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فطرت کی متواتر خلاف ورزیاں آخر ایک رزق رنگ لانی ہے، اور آخر کار ہمیں زوال کا مذہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ لیکن یہ جواب میرے نزدیک صحیح نہیں، کیونکہ اصولاً تو تمدن و فطرت میں کوئی نقیض نہیں، ایک متمدن فرد کی ضروریات زندگی بھی ایسی ہی فطری ہوتی ہیں، جیسی کہ ایک وحشی انسان کی، ثانیاً یہ کہ تمدن کی رفتار برابر ترقی کی جانب ہے۔ خاص خاص تمدن مت گئے، لیکن نفس تمدن میں برابر نشور و نما ہو رہا ہے۔ اس درخت کے برگ و بار ہزارہا مرتبہ کاٹ ڈالے گئے، لیکن اسکی جو رز و ریز مضبوط ہوتی جاتی ہے۔ اگر فطرت رفتار تمدن کی مزاحمت کرتی رہتی، تو یہ کیونکر ممکن تھا؟

اصل یہ ہے، کہ جس طرح افراد کی زندگی ہوتی ہے، ایسی ہی جماعات کی بھی ہوتی ہے، اور جس طرح افراد کے لیے موت لازمی ہے، ویسے ہی جماعت کے لیے بھی ایک میعاد مقرر ہے۔ جب کوئی تمدن اپنی عمر طبعی کو پہنچ چکتا ہے، تو افراد کی

ہوا ہے؟ یا کن کن یونیورسٹیوں کے کلنٹر ملاحظہ سے گذر چکے ہیں؟
یا فن تعلیم و اصول تربیت کتنے عرصہ تک زیر مطالعہ رہے ہیں؟ تاکہ
پبلک کو یہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہو کہ جناب کی رائیں اس
مسئلہ میں کہاں تک قابلِ وقعت ہیں؟

(۴) چونکہ جناب والا ہر شے کو مذہبی نقطہ خیال سے دیکھتے
اور دوسروں کو دکھاتے ہیں اور اس امر کے مدعی ہیں کہ ”مسلمانوں
کی اخلاقی زندگی ہو یا علمی - سیاسی ہو یا معاشرتی - دینی ہو
یا دنیوی - حاکمانہ ہو یا محکومانہ - قرآن ہر زندگی کیلئے ایک اکمل
ترین قانون اپنے اندر رکھتا ہے“ نیز یہ کہ آپ کے عقیدہ میں ”ہر وہ
خیال جو قرآن کے سوا اور کسی تعلیم کا حصہ حاصل کیا گیا ہو“
وہ ایک کفر صریح ہے ”اس بنا پر یہ القاس ہے کہ یونیورسٹی کے
الفاظی ہونیکے تائید میں جناب کوئی نص صریح پیش فرما کر قوم
کو مطمئن احسان بنالیں۔“

(۵) جناب والا کو بذاتِ خود تو مشاغل کی وجہ سے شاید
مطالعہ کی فرصت کم ملتی ہو لیکن علامہ شبلی کے فیضِ صاحب سے
غالباً تاریخ اسلام کے متعلق آپ کو کافی معلومات حاصل ہو گئے ہوں۔
پس مہربانی کر کے فرمائیے کہ مسلمانوں نے اپنے عہدِ عروج میں جو
یونیورسٹیاں قائم کی تھیں، کیا ان میں سے کسی ایک کا بھی نام جامعہ
اسلامیہ یا اسکے مثل تھا؟ یا وہ یونیورسٹیاں ہمیشہ اسماً اپنے بانی یا
مقام کی جانب منسوب ہوتی تھیں۔ مثلاً نظامیہ بغداد - حلبیہ -
مرادیہ - عزیزہ - وغیرہ؟

(۶) ۸ ستمبر کے الہال میں آپ نے ہمدرد قوم مسٹر محمد علی
کی معقول و مدلل تحریر کے جواب میں ایک جگہ یہ فرمایا ہے -
کہ سالگذشتہ میں جب مسلم یونیورسٹی کا غلغلہ نہایت بلند آہنگی
سے برپا تھا، اس وقت آپ نے پبلک کو اس مہلک غلط فہمی پر متنبہ
کرنا صرف اسلئے مناسب نہیں خیال کیا کہ آپ کی آواز بے اثر رہتی،
لیکن کیا اس عبارت سے یہ مفہوم نہیں نکلتا کہ جناب والا صرف ہوا
کے رخ پر چلتے ہیں۔ جب تک دیکھا کہ کوئی اپنا ہم آواز نہیں ملتا ہے
اس وقت تک احقاقِ حق - امر بالمعروف - نہی عن المنکر - اور
اسی قسم کے تمام مشتبہ الحقیقت لیکن مرعوب کن دعاری پر وہ
خفا میں مستور رہے - لیکن جب یہ نظر آیا کہ پبلک کی تائید کا
کچھ سہارا مل جائیگا - اس وقت یہ دریا بے اختیار ابل پڑا -

اس ضمن میں اس امر کا بھی بہ ادب مستفسر ہوں کہ اگر
دوسرے لوگ بھی آپ ہی کے مثل مصلحت اندیشی و زمانہ
شناسی کے ساتھ الفاظِ زبان سے نکالتے ہیں تو کونسا اخلاقی جرم کرتے
ہیں؟ امید ہے کہ جناب والا ان سوالات کے جواب کی زحمت جلد
گوارا فرمائیں گے۔ لیکن اسکے ساتھ یہ بھی التجا ہے کہ کم فرما کر بجائے
استعارات اور ضلع کوئی کی افراط کے - واقعات و دلائل پر زیادہ ترجہ
مبذول رہے -

راقم

تقریب رسوائی کے خونِ شہدا لہو ہے
دامنِ یارِ خدا تھانپ لے پردہ تیسرا

کہ ایران کے روسی پنجے میں پھنس جانے اور طرابلس پر اٹکی کے
قبضہ ہوجانے اور مسلم یونیورسٹی کا چارٹر نہ ملنے اور تقسیمِ بنگالہ
کے منسوخ ہوجانے سے اب مسلمانوں کو ہندوؤں کی رفاقت یاد آئی
ہے - گویا ان سب باتوں کی تلقینی ہندوؤں کی حلقہ بگوشی سے
ممکن ہے -

استاذنا! میں بار بار یہی کہتا کہ آہ! یہ صریحاً اسلام کی تڑپیں
تضییع اور آبروریزی ہے - مسلمان اس وقت جو کچھ ذلیل ہو رہے
ہیں وہ محض اسوجہ سے کہ انہوں نے اسلامی اوصاف چھوڑ دیے ہیں
ورنہ آج بھی خدا کا پاک مذہب اور خدا کے پاک مذہب کے
پیروں پر قرونِ لاری کی طرح دنیا میں سرفراز و فتہمند اور مظفر
و منصور ہوجائیں، اخیر میں اس قدر میں مکرر عرض کرتا کہ
مسلمانوں کو غمروں کی دوستی سے کوئی فائدہ ہوگا نہ ہوگا، بلکہ وہ
رہی سہی عزت بھی کھو بیٹھیں گے - کفر و اسلام کا اتحاد اجماعِ ضدین
ہے - اور یہ ناممکن ہے -

نہ پکڑیں دامنِ الیاس گردابِ بلا میں ہم
کہ بدتر قوتِ مرے سے ہے جینا اس سہارے کا
راقم محمد حسین - آزاد - اراکلو -

لکھنؤ سے ایک گمنام چٹھی

جناب اڈیٹر صاحب الہال

چونکہ جناب کو مسلم یونیورسٹی کے مسئلہ سے نہایت گہری
دلچسپی معلوم ہوتی ہے، یہاں تک کہ بعض مرتبہ الہال کا پورا نمبر
اسی بحث کی نظر ہوجاتا ہے، اسلئے اس مسئلہ سے متعلق سوالات
ذیل با ادب تمام خدمتِ عالی میں عرض کیے جاتے ہیں، امید ہے
کہ الہال کے ذریعہ سے ان کے جوابات جلد مرحمت ہوں گے -

(۱) یونیورسٹی کا مسئلہ ایک تعلیمی مسئلہ ہے یا پولیٹیکل؟
اگر سیاسی ہے - تو تکلیف فرما کر اسکے رجحانِ عنایت ہوں، اور
اگر تعلیمی ہے تو یہ فرمائیے کہ فنِ تعلیم کے موجودہ پیروں علماء
خصوصی، اصل کی حیثیت سے اقامتی یونیورسٹیوں کو کیمرچ -
اکسفورڈ - کولمبیا - پرستین وغیرہ کے نمونہ پر زیادہ پسند کرتے ہیں یا
الفاظی یونیورسٹیوں کو، جیسی کہ الہ آباد یونیورسٹی ہے اور جس کے
نمونہ پر اب مجوزہ مسلم یونیورسٹی کو بنانا چاہتے ہیں؟
(۲) نیز یہ فرمائیے - کہ اس وقت ہندوستان میں رہے سے
جو کچھ ماہرین فنِ تعلیم ہیں - مثلاً مسلمان زمین سید حسین
بلگرامی - سید علی بلگرامی - مرحوم - ڈاکٹر ضیاء الدین - اور انگریز زمین
مشرقی - لافرس - ڈاکٹر وینس - مسٹر کیمرن - مسٹر میکنزی -
کیا یہ لوگ تعلیمی نقطہ خیال سے الفاظی یونیورسٹی کے قیام کی
تائید کرتے ہیں؟

(۳) اسی سلسلہ میں اگر جناب اس کی بھی تصریح فرمادیں
تو عین عنایت ہوگی کہ خود جناب والا کو مغرب یا مشرق کی
کن کن یونیورسٹیوں میں اعلیٰ یا ادنیٰ تعلیم حاصل فرمانے کا اتفاق

ہماری قومی صلاحکار

ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

استاذنا ابر الکلام آزاد [براہ کرم آئندہ اس طریق تخاطب سے معاف فرمائیں کہ اسکا اہل نہیں - الہلال] میں بیان نہیں کر سکتا کہ آپکے بیش بہا خیالات کو کس وقعت کی نظر سے دیکھتا ہوں اور میں زبان قلم سے یہ ادا کرنے میں قاصر ہوں کہ آپ کی ہر صائب رائے کی میں کس قدر عزت و احترام کرتا ہوں مگر میں اپنے تعیر و استعجاب کی بھی کوئی حد نہیں بتلا سکتا جسوقت میں نے بالکل دو متضاد باتوں کو ہم آغوش پایا، یعنی ایک جانب تو یہ ارشاد، کہ مسلمانوں کو قلم کے باعث ہندوؤں سے کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، تمثیلاً آپ نے واقعہ جنگ بدر کی جانب اشارہ فرمایا ہے اور پھر دوسری طرف اس کے برعکس مسلمانوں کو یہ تلقین کی ہے کہ :

”تمکو ہندوستان میں رہنا ہے تو اپنے ہمسایوں سے معانقہ کر لو اور زندہ رہنا ہے تو ان سے الگ رہنے کا نتیجہ دیکھ چکے، اب ان سے مل جاؤ، اگر انکی طرف سے رکاوٹ ہے تو اسکی پروا مت کرو“

اللہ اللہ کہاں تو یہ عالی ہمتی کی باتیں، کہ تم خدا کی فوج کے سپاہی ہو، تمہارے ہی تو سلف صالحین نے جنہوں نے بحرِ بر میں اپنے سب بٹھادیے، ایک عالم کو مسخر کر لیا، ساری دنیا کے روبرو دعوتِ اسلام کا دسترخوان بچھا دیا، فتح و نصرت کے علم کو یہاں تک بلند کیا کہ اپنے حوصلوں سے بھی زیادہ اونچا کر دیا۔ یا یہ پست ہمتی کی تعلیم کہ اگر زندگی چاہتے ہو تو حلقہ بگوش کفر ہو جاؤ، وہ تغافل شعاری سے کام لیں، اغماض بھی کریں، ہماری جبین نیاز کو ٹھکرائیں بھی، مگر ہم اسپر بھی کلیجہ چیر کر ایک مسلمان دل کو بت نا آشنا کی مٹھی میں دیدیں۔ افسوس جب خضر ہی کعبہ مقصود کا راستہ بتائیکے بجائے صنم خانہ کی گلیوں میں لیجا کر کھڑا کر دیں بلکہ آستانہ برسی کا فتویٰ دیدیں، تو پھر کہئیے کہ اب راہِ راست کا پتہ کون دے۔

یہ میں نے مانا کہ، مسلمان دنیا میں خدا کے خلیفہ ہیں اور انکو اسی حیثیت سے ہر کہ و مہ پر نظر کرنی چاہیے اور اسکا بہتر استنباط اس آیت سے ہو سکتا ہے : لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلکم فی الدین و یخرجکم من دیارکم ان تبرہم و تقسطوا الینہم۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام اقوام غیر اسلام سے نیکی کرنا اور منصفانہ برتاؤ کرنا جائز ہے، مگر اسوقت جب کہ وہ برسرِ صلح ہوں اور اس بات کو آپ نے بھی قبول فرما لیا ہے کہ ہندو مسلمانوں سے بیگانہ دار ہیں اور پھر بیگانہ زاری بھی کیسی، العظمت للہ، جسکا کچھ ٹھکانا ہی نہیں، کلامِ مجید میں اگر دینی جنگ کی شرط ہے تو اب ہندو مسلمانوں کے درمیان پولیٹیکل جنگ جاری ہے جو اس دینی جنگ سے زیادہ خطرناک اور مہلک ہے، سنان و خنجر کے بجائے اب زبان کی تلوار سے دلوں کو دو نیم کیا جا رہا ہے جسکی نسبت جناب علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے :

جراحات السنان لها التیام ولا یلتام ما جرح اللسان

قلم کے زخم بھرتے ہیں مگر زبان کے بنائے ہوئے زخم کبھی نہیں بھرتے الغرض اسوقت اگر صریحاً نہیں، تو معناً ایک خطرناک تصادم خیالات ہو رہا ہے جو فی الواقع ایک قسم کی جنگ ہے اور جب یہ کیفیت ہے تو پھر اس آیت کریمہ کے عمل کا بھی وقت نہیں ہے۔

ہندوؤں سے دوستی کرنا اور وہ بھی دنیاری عزت کے لیے جسے استاذنا آپ متمنی ہیں، میرے نزدیک تو منشائے الہی کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ صاف الفاظ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اسی وقت کیلئے یہ آیت پاک نازل ہوئی - الذین یتخذون الکافرن اولیاء من دون المومنین - ایبتغیون عندهم العزۃ، فان العزۃ للہ جمیعاً (۴: ۱۳۹) جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو درست بتاتے ہیں کیا، ان کے پاس وہ عزت چاہتے ہیں (پس یاد رکھو) کہ تمام عزت اللہ کے واسطے ہے۔ کلامِ مجید میں اسی قسم کی اکثر آیات ہیں، مگر استاذنا! تعجب ہے کہ آپ سا قرآن مجید کا ماهر جو ہر طرح کے مضمون کو زبانی کلام سے زینت دینے والا ہو، جو مسلمانوں میں اسلامی روح کے پھرنے کا عزم بالجزم رکھتا ہو، جو مسلمانوں کو قرآنِ اعلیٰ کے عادات و اطوار کا رعظ کرتا ہو اور وہ کفر کی تاریکی میں ایسا صراطِ مستقیم سے بھٹک جائے، کہ دوسروں کو بھی اسی جانب لیجانے کی کوشش کرے۔

استاذنا! مسلمانوں کا ابھی کچھ بھی نہیں بگڑا، وہ جیسے شیریلے تھے ویسے ہی اب بھی ہیں، ہاں غفلت و جہالت کا خمار ہے اور نشہ شام کی گواہ صبح ہوئی ہے مگر دراصل صبح تو ہوئے مدت ہوئی، ترقی کا آفتاب نصف النہار پر، آہنچا۔ لیکن اس آفتاب کو تقسیم بنگالہ اور مسلم یونیورسٹی کے دو زبر دست تاریک بادل چھپائے ہوئے تھے جنہوں نے روز روشن کو شب دیجور بنا رکھا تھا، للہ الحمد کہ وہ نہ برسنے والے بادل جنکو مسلمان ابرِ مطہر سمجھے ہوئے تھے ہٹ گئے، اور مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ واقعی وہ بڑی غفلت میں تھے، اب قوم میں ایک تازہ جوش ہے، قوم اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرے اپنی جمودی حالت کو خیر باد کہے اور ہاتھ پاؤں چلائے تو سب کچھ کرسکتی ہے۔ مسلمانوں ضرورت نہیں ہے کہ وہ دوسروں پر سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے بھروسہ کریں ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ۔ مسلمان اگر اپنی پوری قوت سے کام لیں تو وہ کانگریس سے زیادہ زبردست ایک پولیٹیکل انجمن قائم کرسکتے ہیں وہ اپنی آواز کو کانگریسیوں سے زیادہ بلند کرسکتے ہیں مگر یہ سب کیوں نہیں ہوتا؟ محض اسی وجہ سے کہ مسلمانوں میں متعدد خیالی نہیں، ہم آرازی نہیں، یگانگت و یکجہتی سے واقف نہیں، اور یہ سب سے بڑا مرض اُن مسلمانوں میں ہے جو زبورِ علم و فضل سے آراستہ ہیں۔ جاہل مسلمانوں میں اسوقت بھی ایسے مضبوط موجود ہیں کہ انکو اگر کسی کا سانپ بتلادیا جائے تو مشکل سے اسکو پھر کوئی دوسری چیز کہینگے۔

استاذنا! آپ ہی کے اس فرمانے سے اور نیز مسلم لیگ کی صدائے اتحاد سے نا مسلمانوں کو یہ جرات ہوئی ہے کہ وہ کہنے لگے ہیں۔

ناموران - شہ طرابلس

میدان جہاد سے

جنگ کے تازہ ترین کوائف کے متعلق ایک چٹھی

(از مقام عزیزہ - ۱۶ - اگست)

ماہ رواں میں ادھر کوئی غیر معمولی جنگی حرکت وقوع میں

نہیں آئی، میں نے خیال کیا کہ اسلامی کیمپوں کا ایک دورہ کر کے تازہ حالات کا مشاہدہ کروں۔ چنانچہ ۴ - اگست کو (غریاں) سے روانہ ہوا، اور آج یہاں سے ایکو خط لکھ رہا ہوں۔ میں نے جنرر فندق ابن عشیر اور عزیزہ کی اسلامی چھاؤنیوں کو دیکھا، اور الحمد للہ بالعموم ہر جگہ امن و اطمینان اور کامل درجہ کا انتظام و اہتمام نظر آیا۔ ادھر جو کچھ عرصے سے کسی عظیم الشان معرکے کی، خبر نہیں آئی، تو اسکا سبب اسلامی لشکر کا فرض جہاد سے تساہل نہیں ہے، بلکہ تمام اقالین چھاؤنیوں نے جو ایک جدید طریقہ جنگ پر عمل در آمد شروع کر دیا ہے۔ یعنی اپنی گڑھیوں اور استحکامات مشیدہ میں موت کی خاموشی کے ساتھ چھپے رہنا، اور مجاہدین کے سخت سے سخت غیرت دلانے اور شرماتے پر بھی نہ ٹلنا۔ اسکی وجہ سے ہمارے مجاہدین کی سیف خون آشام بہاد کو اپنے جوہر دکھانے کا موقع ہی نہیں ملتا۔

تاہم مجاہدین انکر اس حال میں بھی چین سے بیٹھنے پس دیتے، اقالین مخلوق کیلئے

ب سرزمین طرابلس میں کسی طرح راحت اور چین نہیں۔ ہمیشہ مجاہدین کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں معمولی بندوقیں کاندھوں پر بھر نکل جاتی ہیں، اور بے خطر انکی گڑھیوں اور مورچوں کے سامنے ہانک رہی حملہ کرتی ہیں، اور غیرت دلاتی ہیں کہ کسی طرح باہر

نکلیں۔ آپ شدت تعجب سے شاید بارر نہ کریں کہ شجاعت و عزیمت کے یہ الہی پیکر ایسے بیخوف و جانفرش ہیں کہ اکثر مرتبہ انکے مورچوں کے اندر گھس گئے ہیں اور انکے سامان و ذخیرے کو غارت کر دیا ہے۔ کئی بار ایسا ہوا ہے کہ انکی نظروں کے سامنے بیسیوں لاشیں

تڑپا کر اور انکے مفید و قیمتی حیوانات لیکر صاف نکل آئے ہیں! دنیا مانے یا نہ مانے مگر میں اپنے مشاہدات کو کیا کروں؟

کل کا تازہ ترین واقعہ ہے کہ میں نے تیس مجاہدوں کی ایک جماعت دیکھی جو اقالین مورچے سے قنطیاب آرہی تھی، انکے ہاتھوں میں وہ قیمتی گیس کی مشعلیں تھیں جو اطالوی اپنے یہاں استعمال کرتے ہیں اور کالندھوں پر انکی طرح طرح کی وردیاں اور کپڑے پڑے تھے اور چار تنومند کاہن اور ۹ - بکریوں کو اپنے آگے ہٹاتے ہوئے لارہے تھے۔ یہ تمام چیزیں انہوں نے ابھی ابھی اقالین چھاؤنی میں لڑتی تھیں!!

ایک عظیم الشان امدادی قافلے کی روانگی

عالم اسلامی کیلئے ایک بہت بڑی خوش خبری یہ ہے کہ ایک عظیم الشان امدادی قافلہ (فزان) سے روانہ ہوا ہے، جس میں چار ہزار آرنٹ لشکر مجاہدین کے لیے ذخیرہ رسد اور آلات جنگ سے لدے ہوئے ہیں، اور اسکا ایک ابتدائی حصہ ۳۶ - آرنٹوں

کا ۴ - اگست کو (غریاں) پہنچ گیا۔ یہ وہ الہی انتظامات ہیں، جسے خدا اپنے مجاہدوں کی مدد فرماتا کرتا ہے۔

اقالین جنگ مکر و خداع

قیمتی ترہوں اور انکے آتشبار دھانوں سے تو اب غریب اٹلی

نامیہ غیرت و حمیت



اتھارہ برس کا ایک عثمانی مجاہد:

احمد حلی بک

یہ قسطنطنیہ کے مدرسہ حربیہ کا ایک سند یافتہ لوجران ہے، جو جزائر بحر سفید میں متعین تھا، اٹلی کے اعلان حرب کے ساتھ ہی غیرت و حمیت ملی سے بیقرار ہو گیا، اور اپنی خدمات راہ جہاد کیلئے وقف کر دیں۔ جزیرہ رودس کے مدافعہ میں اسکے کاروائے نمایان تاریخ عثمانی میں یادگار رہینگے۔ اللہ انصر من نصر دین محمد و جعلنا منهم و اخذل من خذل دین محمد و لا تجعلنا منهم!

علامہ رشید رضا اور مدرسہ عالیہ دیوبند

— * —

مگر می جناب ایدیٹر صاحب "الہلال" السلام علیکم -
تازہ مصر کی ڈاک سے جو رسالہ المنار مورخہ ۳۰ شعبان ۱۳۳۰ھ
(۱۳ اگست سنہ ۱۹۱۲) وصول ہوا ہے، اس کے صفحہ ۶۲۱ پر علامہ
رشید رضا صاحب نے مدرسہ عالیہ دیوبند کے متعلق حسب ذیل
خیالات ظاہر کیے ہیں - اُمید ہے کہ آپ اخبار میں ان چند سطور
کو جگہ دیکر ممنون فرمائینگے -

ترجمہ مضمون

..... میں نے مدرسہ دیوبند میں جو - از ہر ہند کے لقب سے
مشہور ہے - ایک جدید علمی و دینی ترقی دیکھی ' اور مجھے
اُمید ہے کہ اس سے عظیم الشان نفع ہے میں نے اس کے
متعلق چند مشورے دیے ' اور میں بعض مشورے ایسے پائے گئے
جو پہلے ہی سے ان کے خیال میں آچکے تھے اور ان پر عمل شروع
ہو گیا تھا - ہندوستان کی کسی چیز کو دیکھ کر میری آنکھ
ایسی ٹھنڈی نہیں ہوئی ' جیسی مدرسہ دیوبند کو دیکھ کر ٹھنڈی
ہوئی ' اور وہاں مجھ کو کسی چیز سے استقدر خوشی نہیں ہوئی ' -
جس قدر کہ اس مدرسہ کے علماء کی غیرت اور اخلاص کو دیکھ کر
خوشی ہوئی [ماقرت عینی بشی فی الہند ' لما قرت برویۃ مدرسہ
دیوبند ' لا سرت بشی ہناک ' کسررہا بمالھ لھا من الغیرۃ والاخلاص
فی علماء هذه المدرسۃ] ہندوستان کے مختلف شہروں میں
میرے مسلمان بھائیوں نے اس مدرسہ کا مجھے سے تذکرہ کیا تھا اور
اکثر دنیا دار لوگ اس مدرسہ کے علماء کو جمود اور تعصب کے ساتھ
متہم کرتے تھے اور رغبت ظاہر کرتے تھے کہ اس مدرسہ کا نفع زیادہ
عام ہونا چاہئے - الحمد للہ کہ میں نے انکو ان تمام چیزوں سے
بالا تر پایا جو بطور اُن کی تعریف یا تنقید کے میں نے سنی
تھیں ' اور مجھے اُمید ہے کہ میرا جو گمان اُن کی نسبت ہے ' وہ
صحیح ثابت ہو ' کیونکہ منجملہ ان مسلمان علماء دین کے جن سے کہ
میں واقف ہوا ہوں ' وہ ایسے ہیں جو "جمود" اور "غرور" سے
سب سے زیادہ دور ہیں [وقد رأیتہم ولله الحمد فرق جمیع ما سمعہ
عنہم من ثناء و انتقاد ' و ارجو ان یصدق ظنی فیہم بانہم من بعد
جمیع من عرفہ من علماء الاسلام الدینین عن الجمود و الغرور]
..... میں اپنے سفر نامہ میں تفصیل کے ساتھ اس کے معائنہ کا
حال لکھونگا اور جو تقریریں وہاں کی گلیں اُن کو درج کرونگا اور
خاص کر وہ تقریر جو مدرسہ کے ایک عالم نے مدرسہ کی تاریخ اور
علم کی رفتار کے متعلق کی تھی -

نوٹ - علامہ رشید رضا نے مدرسہ عالیہ دیوبند کے مشہور
جمود اور تعصب کے متعلق جو کچھ سنا تھا ' وہ کوئی نئی بات نہ
تھی ' اس قسم کی رائے ہمیشہ سنی جاتی ہے - ان اہل الرائے
حضرات کی خدمت میں بہ ادب التماس ہے کہ وہ بھی اگر اس
قسم کی رائے قائم کرنے سے چلے براہ راست مدرسہ سے واقفیت حاصل
فرمالیا کریں ' تو عجب نہیں اُن کے قلب کو بھی بھی ٹھنڈک

پہنچ سکے ' جو علامہ جمال الدین افغانی اور علامہ شیخ عبدہ مصری
کے جانشین رشید کی آنکھوں کو پہنچے - والسلام
خاکسار انیس احمد بی - اے - (علیک)
طالب علم مدرسہ عالیہ دیوبند

دفتر کانفرنس علی گڑھ

— * —

جناب من تسلیم - رسالہ اتالیق جو بطور رسالہ کانفرنس طبع ہوا
ہے ' آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں - اس کے ملاحظہ سے آپ کو معلوم
ہوگا کہ وہ خاص طور پر بچوں کے لیے تیار کیا گیا ہے - اصلی غرض
یہ ہے کہ ایک سلسلہ اس قسم کے رسالوں کا ہو ' جس میں اسلام
اسلام کے بانی ' اور اسلام کے قابل یاد کار حامیوں کے حالات اور اخلاق
کے متعلق مضامین مختصر اور سہل طور پر لکھے جائیں - اور نیز انہیں
اسلامی تاریخ کے خاص خاص حالات بطور قصص کے لکھے جائیں - تاکہ
اسلامی گھروں میں ابتدا سے وہ پڑھائے جائیں - اور بجائے اسکے کہ
ہماری مائیں اور بہنیں اپنے بچوں اور چھوٹے بھائیوں سے چڑے اور
چڑیا کہانی کہیں ' وہ بانی اسلام اور قرآن اہل [اولی] کے مسلمانوں
کے حالات اور ان کے کانوں میں ڈالیں - اور بجائے اسکے کہ ہماری مائیں بچوں
کے لیے سونے کے سہرے کی دعائیں مانگیں - وہ ابتدا سے ان کے
متعلق اہل العزمانہ منصوبے قرار دیں ' اور بزرگان سلف کے نمونے
اور سے پیدا کرنیکی خواہش کریں - رسالوں کا جو سلسلہ کانفرنس کی
طرف سے طبع کرنا مقصود ہے ' اس کا یہ پہلا رسالہ ہے -

مجھ کو اُمید ہے کہ یہ مفید ثابت ہوگا - اب قوم کے اُن بزرگوں سے
جو نہ صرف اہل قلم ہیں ' بلکہ اسلامی اور اخلاقی مضامین پر بھی
جنکو عبور ہے استدعا ہے کہ وہ اس پر توجہ کریں اور ان رسالوں کی تکمیل
میں مدد فرمائیں -

مولوی مخدوم عالم صاحب نے اس رسالہ کو نہایت توجہ اور
قابلیت سے لکھا ہے اور اس رسالہ کے لیے جو انعام قرار پایا تھا -
کمیتی نے وہ انعام انکو دیا ہے - آئندہ جو رسالے لکھے جائیں اور پسند
ہوں ان کے لیے ہر ایک رسالے کے مطابق انعامات دیے جائیں گے -

رسالوں میں یہ لحاظ رکھا جائے کہ اس کے مضامین اور طرز عبارت
میں تدریجی ترقی ہو - میں اُمید کرتا ہوں کہ اس مسئلہ پر بہت
جلد ہماری قوم کے اہل قلم توجہ فرمائیں گے - خاکسار آفتاب احمد
[الہلال] رسالے کے دیکھنے کی مہلت نہیں ملی ' مگر آپ کے اس

ارادے کا خیر مقدم کرتا ہوں - جزاکم اللہ! میرا ایک عرصے سے یہ خیال
ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ مذہبی تعلیم کبھی درست نہیں ہو سکتی
جب تک ابتدا سے لیکر آخر تک ان کے نصاب تعلیم کا مرکز قرآن نہ ہو ' -

اور جب تک تمام علوم اسی مرکز کے گرد جمع نہ کیے جائیں -
ضرورت ہے کہ بچوں کی ابتدائی تعلیم کیلئے ایسے رسالے لکھے جائیں -
جنہیں ہر مضمون قرآن سے ماخوذ ہو ' مگر اس طرح اخذ کیا جائے کہ

محسوس نہ ہو ' اور پڑھنے والے کے دل پر اندر ہی اندر کلم کر جائے - اگر
کانفرنس چاہے تو میں بغیر کسی معارضے کے ایک در رسالے مرتب
کر دیتا ہوں ' مدت سے اس کا نقشہ ذہن میں محفوظ ہے -

عرق ما اللحم انگوری دو آتشہ

۱۔ قسم کے نوشتہ طور اور انکور حسب و ناشباتی وغیرہ سات
قسم کے مدوہ کات اور ایک سو دس ادویہ و جزئی برقیوں کا جوہر
جنکی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے

(۱) وہ جزئی بوئیاں جو رک پتھوں میں طاقت بخشتی ہیں۔ اور اصل
محل کے پورا کرنے کی خواہش پیدا کرتی ہیں۔ جیسے سیب وغیرہ۔
(۲) وہ ادویہ شامل ہیں جو خراب شدہ مثانہ، تباہ شدہ معدہ، کمزور شدہ
دماع، صدمہ رسیدہ جنر، زائل شدہ قوت اور اسی قسم کے امراض کو فائدہ
بخشنے میں مفید ثابت ہوئی ہیں۔

(۳) وہ ادویہ شامل ہیں جن سے خون صاف بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ
ہے کہ لائبریا و مزوری تھوڑے دن کے استعمال کرنے سے دور ہوجاتی ہے۔ انسان
فرہ اور مورتا نازہ ہوجاتا ہے۔

(۴) ایسی نایاب ادویہ شامل کی گئی ہیں۔ جن سے کمزور پھیپھڑے مضبوط
ہوتا ہے وہ ظاہر اور وہ لوگ جنکے خاندان میں تب دیق اور سل سے مرے ہوں
اسکے استعمال سے تب دیق، سل اور چھاتی سے خون آنے سے محفوظ رہتے ہیں۔
تب دیق نادرہ اور سیفہ سے خون آنا بند ہوجاتا ہے۔

(۵) ایسی نایاب دوائیں بھی موجود ہیں جنکے استعمال سے وہ امراض جو
ایلم سرما میں سردی لگنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً نمونیا، ذات الجنب، ضیق
المنفس (دمہ)، کھانسی، نژہ اور زکام دور ہوجاتے ہیں اور اگر کثرت دمہ یا
کھانسی سے بھگم نکلتا ہو تو اسے آزماؤ۔

(۶) وہ اجزاء شامل ہیں جو پڑمردہ دل اور سست خون کو چلاتے ہیں،
روح کو تازگی بخشتے ہیں اور سب سے بڑھکر مقوی اعضاء رکھتے ہیں۔ یہی
وجہ ہے کہ اسکی دو خوراک کے پینے سے طبیعت میں سرور اور غم کا نور ہوجاتا
ہے۔ بزدل جوانمرد اور بڑھا جوانوں کی طرح خم ٹھونکنے لگتا ہے۔

(۷) اس میں وہ دوائیں بھی شامل ہیں جن سے وہ زائل شدہ قوتیں پھر
عود کر آتی ہیں جو کثرت مسکرات سے زائل ہوگئی ہوں یہی باعث ہے کہ یہ
عرق ماء اللحم عجیب الاثر مانا گیا ہے۔

(۸) اس میں ایسی تریاتی ادویہ شامل ہیں کہ جو لوگ کثرت شراب سے
جگر اور پتھوں کو خراب کرکے ریشہ میں مبتلا ہو رہے ہوں۔ اگر اسکو استعمال کریں
تو مہلک بیماریوں سے بچ سکتے ہیں۔

(۹) اگر آپ شراب اور افیون کو ترک کرنا چاہیں تو اس کے استعمال سے
وہ بد عادتیں بھی چھوٹ جاتی ہیں

الغرض یہ عرق مؤلفہ خون صالح اور مصفی خون غم ربا راحت افزا
خوش مزہ، خوش رنگ، خوشبودار قابل اس کے ہے کہ اسکو ایک دفعہ آزما کر فیصلہ
کیا جائے کہ اس کو واقعی انگریزی ادویات پر فوقیت ہے یا نہیں انگریزی
ادویات کے مرکبات جس قدر اسوقت مروج ہیں ان میں مندرجہ ذیلہ نقص
ہیں جو خالی از خوف و خطرہ نہیں۔ علامہ اسکے بد مزہ ہونے ہیں۔ اول
ان میں اکثر زہریلے اجزاء شامل ہیں جو کم و بیش خوراک ہوجانے سے مہلکت
پر نوبت پہنچاتے ہیں گویا بجائے فائدہ کے نقصان پہنچاتے ہیں اور نیز
ہماری طبائع کے اکثر موافق نہیں ہوتے۔ دوم ان میں شراب کی طرح صرف اعضاء
نو تحرک ہوتی ہے جب آنکو چھوڑ دیا۔ کچھ اثر باقی نہیں رہتا پر خلاف
اسکے یہ ماء اللحم مرض کو جز سے دور کرنے دوا چھوڑنے کے بعد فائدہ مستقل
دیتا ہے اور غذا و دوا دونوں کا کم دیتا ہے

نیں بوتل ۶ روپے۔ ۶ بوتل گیارہ روپے درجن ۲۰ روپے

(۱) نئے خریدار قیمت سے روانہ کریں ورنہ پے ایڈل روانہ نہ ہرگا۔

(۶) تین بوتل سے کم باہر روانہ نہ ہرگا۔ (۳) بذریعہ ریل منگائے میں

محصول کم لگے گا اسلئے قریب کے ریلوے سٹیشن اور لائن کا نام خوشخط لکھیں

بیتہ :-

جوہر عشبہ مغربی

مع چوب چینی وغیرہ

جس کو انگریزی میں سولس ادویہ کہتے ہیں

جن امراض کا علاج شد و مد سے سلطنت جسم میں تباہی کھینچا ہوتا ہے آنکو
عزوب کرنے کا الہ (تاریخہ) اگر کوئی ہے تو یہ جوہر ہے۔ جب بگاڑ خون افشا
دوہ تک پہنچ کر خون کو زہی کردے اس وقت اسکو درست کرنا چاہو تو اس
جوہر عشبہ کو استعمال کرو۔ یہ مرض کو تباہی نہیں بلکہ عالم وجود سے ہوتا ہے۔
جوہر عشبہ انسان کے خون کو صاف کرنے کی مسلہ دوا ہے۔ اسکے استعمال سے
خون گندہ نہیں ہوتا۔ اس واسطے یہ معائنہ صحت ہے۔ جوہر عشبہ کو
میٹیکل افیسر۔ پروفیسر علوم طب اور حکماء نے خون سے سب سے دور
کرنے کا علاج قرار دیا ہے۔ جوہر عشبہ تبدیلی موسم کی وجہ سے جو جسم پر
پھوڑے، پھنسیں، دھبے وغیرہ ہوتے ہیں ان سب کو دور کرتا ہے۔ جوہر عشبہ
خنازیر کے باعث جب زخم یا ناسور یا بھگندریا چنبل یا سیاہ داغ جس پر سے چھلکے
اُترتے ہوں یا زرد آب نکلتا ہو یا خارش زیادہ سلتی ہو یا خاص موسموں میں زخم
یا جسم پر دانے پیدا ہوتے ہوں۔ ہوائے سرد سے سر بھاری ہو جاتا ہو یا جسم پر
دھبہ نکلتے ہوں، سب کے لئے اکسیر ہے۔

انگریزی دوکانوں اور ولایت کے تیار کرنے

عشبہ بوجہ آمیزش شراب ایک تر ملحقاً ناپاک دوسرے خون کو گرم کر دیتے

ہیں کیونکہ وہ سرد ملکوں کے لئے گرم اجزاء سے بنائے جاتے ہیں۔

ہمارے جوہر عشبہ و چوب چینی کی فضیلت

یہ ہے کہ یہ اس دیس کی طبائع کے خیالات کو ملحوظ رکھ کر سرد و ٹھنڈی،
جوش خون کو روکنے والی ادویہ سے مرکب کیا گیا ہے۔ جس سے خون میں
ٹھنک پیدا ہوتی ہے اور جوش خون دور ہو جاتا ہے۔

— * —

تجربہ کر کے دیکھ لو! جب ہاتھ پاؤں میں سوزش ہو۔ جب جڑوں
میں درد ہو۔ جب چہرہ پر سیاہی معلوم ہو۔
جب ہتھیلیں پھول جائیں اور رات کو درد سلتے۔ جب سر یا دماغ کے بال کرے
لگیں۔ جب سر پر تلم کھرنڈ بھنے سے گدگد کی صورت بھجائے تو اسکو پلانے سے تلم
شکایتیں دور ہو جاتی ہیں۔ برسوں کے زخم، ناسور، بھگندریاں میں پھر جائے
ہیں۔

— * —

بڑی مستند شہادت { اس جوہر کے مؤثر، سریع العمل اور مفید ہونے کی یہ
ہے۔ کہ موجودہ اور گفشتہ اطباء یکتا ہو کر کہتے ہیں۔
اگر یہ جزئی بوئی دنیا میں ظاہر نہ ہوتی تو ہم نہیں کہہ سکتے ہزاروں مریض ہر
ملک اور شہر میں لالچ ہو کر زندہ درگور ہو جاتے۔ مگر چوب چینی و عشبہ
کے ظاہر ہونے سے پھوڑے پھنسیں اور خورم میں سمیت حیوانی یا نباتی خراشیں
کرنے سے جو زہی و موزی امراض پیدا ہوں سب دور ہو جاتے ہیں۔ جب تلم
جسم پر خارش ہو۔ خراب اور مرطوب آب و ہوا میں رہنے سے بھوک بند ہو جائے۔ درد
عرق السا سلتے تو اسے آزما لیتے۔

قیمت فہرشیہ تین روپے

حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء - لاہور

اسرار اسرار

(الجلیل) میں مقابلہ ہوا، الحمد للہ اب فتح و نصرت کے ساتھ اس پر عثمانی جہنڈا لہرا رہا ہے۔ اس مقابلے میں بھی ۱۵۰ - بندوقیں اور نصف ملین کے قریب گرلیاں ہاتھ آئیں۔

وزارہ، ابوکماش، اور سیدی سعید میں انشاء اللہ ۱۰ - یا ۱۵ رمضان کو ایک فیصلہ کن متفقہ حملہ تمام اسلامی چھاؤنیوں سے کیا جائے گا، جس کے انتظامات ہو رہے ہیں۔

یہی روایت

میں اس ہفتے (علاقہ روما کی مکذربات و مقتربات کے) مسئلہ صلح کی مضطرب خبریں تھیں۔ جنکی یکے بعد دیگرے تصدیق و تغلیط ہوتی رہی اور سلسلہ جاری ہے۔ جب بھی صلح کے خلاف کوئی خبر

شائع ہوتی ہے، فوراً اسکی تعلیظ کی جاتی ہے، اور قرار صلح پر زور دیا جاتا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشاعت اخبار صلح بھی ایک سخت پر فریب مصلحت پر مبنی ہے، تاہم اسقدر ضرور معلوم ہے کہ موجودہ وزارت عثمانی صلح کی فرا

داد میں نیم سرکاری طور پر کچھ شرکت ضرور رکھتی ہے۔ اور ان خدا نخواستہ اس نے حفظ طرابلس کے خلاف کسی قرار داد منظور کر لیا، تو یہ سب سے بڑی اسلامی مصیبت ہوگی، دولت عثمانیہ خود اپنے ہاتھوں فتح و کامیابی کے بعد مولیٰ کی - اللہ تعالیٰ دولت و وزارت کے ولایت امور کو نیک ترس عطا فرمائے۔

مصراطہ

کی نسبت اواخر جولائی میں روما سے خبر دی گئی تھی کہ ایک سخت جنگ کے بعد ہم نے اسپر قبضہ کر لیا۔ لیکن اب تازہ عربی ذاک سے اچھی طرح اسکی تکذیب ہوگئی ہے اور حالت بالکل برعکس ہے۔ اخبار (الزہرہ) کا نامہ نگار خبر دیتا ہے کہ ”مصراطہ میں ایک سخت و شدید جنگ کے بعد مجاہدین نے دشمنوں کو فوجی طور پر مجبور کر دیا“۔ ہزار کے قریب انکے آدمی مقتول اور ۴۰۰ مجروح ہوئے۔ ہمارے صرف سارے تین سر شہید اور ۱۰۰ مجروح۔ مال غنیمت بکثرت ہاتھ آیا۔ اب دشمنی سے مصراطہ بالکل خالی ہو گیا ہے، اور عثمانی حکومت قائم ہے۔“

مابیس ہوگئی ہے، اسلیے جتنی قوت ہے - صرف اندر بیٹے بیٹے مکر و فریب کی تدبیر بافیوں پر خرچ کی جاتی ہے - ابتدائے جنگ سے طرح طرح کے پر فریب و کذب رسالے چھاپکر عربوں میں تقسیم کرائے ہیں، اور طرح طرح کی روشنیوں کی طمع دلا کر رام کرنا چاہتے ہیں، مگر انکی تلوار روز بروز اور زیادہ مہلک ہو رہی ہے - حال میں جو نئے خطوط چھاپکر اطالیوں نے تقسیم کیے ہیں، انکی چند کا پیاس اس خط کے ساتھ بھیجتا ہوں - اس سے آپ اندازہ کر سکیں گے کہ اب انکی جہن و نا مردی کہاں تک پہنچ گئی ہے، اور عربوں کے استقامت و شجاعت سے مجبور و تنگ حال ہوکر کسی طرح ذلت و عاجزی کے ساتھ انکے لکے کو کھڑے رہیں؟

ان خطوں سے اسکا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ علاوہ اور تمام رذائل انسانی کے جھوٹ بولنے میں بھی کیسے بے باک ہیں، جبکہ تمام عالم اور درست و دشمن اطالیوں کی ناکامی پر ہنس رہا ہے - یہ حیا فرورس عربوں کو لکھتے ہیں کہ ”ابنک ہم نے ہمیشہ فتح و نصرت پائی

اور آئندہ بھی امید ہے کہ تمہارے دشمن ترکوں نے تمہارا ملک خالی کر دینگے“ ان احمقوں نے سمجھ لیا ہے کہ عرب بالکل وحشی ہیں اور انہیں دنیا کی کچھ خبر نہیں چنانچہ ان چٹھیروں میں لکھا ہے کہ ہم نے طرابلس سے باہر بھی ترکوں کو ہر جگہ شکست دی، انکے ملک چھین لیے، عنقریب ترکی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا [کبریت نلما تخرج من افواہهم ان یقولون الاکذبا - الہلال] - (نامہ نگار خصرمی العلم)

ساحل برقہ اور سیدی عبد الجلیل

میں بھی پچھلے دنوں دو سخت معرکے ہوئے، جسکی خبر اٹلی نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق پوشیدہ رکھی - اخبار (الزہرہ) کا نامہ نگار تار دیتا ہے کہ ”ساحل برقہ میں مجاہدین عرب نے حملہ کرکے دشمنوں کو پھر جنگی جہازوں میں محصور کر دیا“ ۲۵۰ لاشیں انہوں نے میدان میں چھوڑیں اور ہمارے صرف ۵۱ - شہید اور ۹ مجروح ہوئے - مال غنیمت میں ۳۰۰۰ بفرق ۹۰۰۰ گرلیاں اور دو اونٹ کیڑے لے ہوئے ہاتھ آئے اس کے بعد (سیدی عبد

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ الْإِسْلَامُ الْكَلَامُ الْإِسْلَامِي

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

ایک ہفتہ وار مصورسالہ

میر رسول محمد خصوصی

مسند اہل کلام الدہلوی

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ

کراچی

قیمت

سالانہ ۸ روپے

ششماہی ۴ روپے ۱۲ آنے

جلد ۱

کراچی : یکشنبہ ۲۹ ستمبر ۱۹۱۲ ع

نمبر ۱۲

آنچه خوبان همه دارند، تو تنها داری



شیخ الجامعین ، آية الله في الارضين ، قهرمان مدافعه

ملی ، بلند سازوای اسلامی ، البطل العظیم :

غازی انوری

اللهم انصره وانصر عساكره !

سازمہ بین آہ

قیمت فی پرچہ



فرہنگ بعض الفاظ عربیہ

- | | |
|----------------------|--|
| (آستانہ) | قسطنطنیہ |
| (ادرنہ) | ایڈریا نرپل |
| (بحر مرمرہ) | مار مرمرہ |
| (بحر ایجہ) | ایجین سی (جس میں جزائر ساموس وغیرہ واقع ہیں) |
| (نہر الدانوب) | دریائے ڈینیوب (جو کسی وقت ترکی روسی سرحد تھا) |
| (النمسا و المجر) | آسٹریا ہنگری |
| (البوسنہ و الهرسک) | بوسینیا ہزیگوینا |
| (الجبل الاسود) | ماتئی نیگرور |
| (ایٹنیا) | ایقنہس دار الحکومت یونان |
| (سکک حديد) | یعنی ریلوے لائن کا خط - (حدود) یعنی رہ مرئی جبل ' جو ترکی حدود حکومت کو ریاست ہائے بلقان یونان سے علیحدہ کرتی ہے - |
- (یہ نقشہ قسطنطنیہ کے مکتب حربیہ کے جغرافیہ سے طیار کیا گیا ہے ' اور اصل نقشہ کا بچسہ عکس ہے)

الْهَيْلَالُ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad,

7-1, Macleod Street,

CALCUTTA.

میر رسول محمد صوفی
مسئول ادارہ کلام الہی

مقام اشاعت
۷-۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " 4-12.

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنے

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

جلد ۱

کلکتہ : یکشنبہ ۲۹ ستمبر ۱۹۱۲ ع

نمبر ۱۲

چند نئے اشخاص کا تقرر ہو گیا ہے۔ مگر اور جو نئے کم عنقریب پیش آنے والے ہیں۔ ان کے لیے انتظامیہ اور ایڈیٹریل دونوں میں کیلیے کثیر التعداد معارفین کی ضرورت ہے۔

(۲) ایڈیٹریل اسٹاف اور مبعوث تصانیف و تالیف کیلیے علم عربیہ کے فارغ التحصیل یا مستعد قریب تکمیل طلباء نیز لائق انگریزی دہل اسماعیل کی اعانت مطلوب ہے۔ تذکرہ ۵۰ سے ۱۵۰ تک باختلاف حالت دی جاے گی اور اس کے لیے سند اور دگریں ہی کی نہیں بلکہ لیاقت صلاحیت اور خدمت ملی کے تہیز سے ملوے اور جوش کی بھی ضرورت ہے البتہ فارغ التحصیل عربی دہل اور گوجرات ضرور ترجیح کا حق رکھتے ہیں۔

(درخواستیں ۱۵ اکتوبر سے پہلے آنی چاہئیں)

فہرس

۲	غذرات
۵	مقالہ افتخامی (مبع امید)
۸	شہر عثمانیہ
۱۱	قلمروان غزہ طرابلس (آیۃ من آیات المایہ)
۱۳	کرزار طرابلس
	تصاویر
	غانی انور بے مع حملہ درنہ (مفعہ خاص)
۱۴	اٹلی کی بھرت پر گولہ باری

اطلاع ضروری

— *

(۱) جن صاحبین کو دفتر الہلال کی بعض بد نظمیوں کی شکایت تھی یا خطوط کے جواب کے بدیر ملنے کی شکایت کرتے تھے وہ اب مطمئن رہیں کہ نئے ماہ سے تمام انتظامات سابقہ بدل دیے گئے ہیں اور آئندہ کیلیے وسیع پیمانے پر انتظام ہو رہا ہے انشاء اللہ آئندہ انہیں کسی قسم کی شکایت پیش نہیں آے گی۔

(۲) جو خطوط خاص ایڈیٹر صاحب کے جواب لکھنے کیلئے آگ رکھ لیے جاتے تھے اب انشاء اللہ عنقریب ان کے جوابات دفتر سے روانہ ہونا شروع ہو جائیں گے۔ (منیجر)

— :

گفتہ نمبر کے ساتھ جو مطبوعہ چٹھی شائع ہوئی تھی اس کے جوابات آنا شروع ہو گئے ہیں لیکن جن حضرات نے اب تک ترجمہ نہیں فرمائی ہے امید ہے کہ جلد متوجہ ہوں گے۔ (ایڈیٹر)

اعلان

— *

(۱) دفتر الہلال کے موجودہ انتظامات کیلیے گراس ماہ سے

دیوان دوم حضرت (اکبر) الہ آبادی چھپکر شائع یا حضرت مصنف کے طالب کہجے۔

الہلال کا یوم اشاعت

— *

الہلال کی اشاعت کا دن بعض سہولتوں کے خیال سے اتوار رکھا گیا تھا لیکن اس میں ایک سخت غلطی یہ ہوئی تھی کہ اتوار کے دن کلکتہ میں ولایت کی ڈاک پہنچتی ہے اور اسی میں مصر اور ترکی وغیرہ کے اخبارات ہوتے ہیں۔ اتوار کے دن شائع ہونے کے یہ معنی ہیں کہ سنیچر کی شام تک اخبار مکمل ہو جائے پس یہ ناممکن ہے کہ نئی ڈاک کے مضامین کے تراجم و اقتباسات اس میں درج ہو سکیں پچھلی ڈاک کے ترجمے سے جالیں تورا ایک ہفتے کی پرانی خبریں ہوجاتی ہیں۔ اس بنا پر فیصلہ کر لیا گیا ہے کہ آئندہ رسالہ اتوار کی جگہ بدھ کے دن شائع ہوا کرے تاکہ تازہ ترین ولایت کی ڈاک کے مضامین درج کیے جاسکیں آئندہ پرچہ بدھ کے دن نکلے گا اور انشاء اللہ کبھی اس کی اشاعت میں تاخیر نہ ہو۔

نہی۔

نسائی 'تروذی' اور ابن ماجہ - بھی روایت کرتے ہیں کہ 'اس شخص کا لفظ بھی موجود ہے' کہ اگر اتنا بھی اُس نے کہنا تو اس شخص کو بھی ہرگز اس کے بعد خود آنحضرت اور صحابہ کرام کا طرز عمل تھا۔ اس کے یہ حال تھے کہ نہ صرف خلفائے اربعہ، بلکہ خود مہبط رحیٰ اور 'وزد' 'ماہنطق عن الہوی' کے سامنے صحابہ بے دھڑک اپنے اعتراضات و شبہات پیش کرتے تھے، اور انکی جرأت افزائی کی جاتی تھی۔ حضرت عمر نے (صلح حدیبیہ) کے موقع پر جس سختی سے اپنا اعتراض پیش کیا تھا، وہ ہر تاریخ میں مل سکتا ہے۔

خلفائے اسلام کا اس بارے میں جو طرز عمل تھا، وہ آجکل بار بار دہرایا جا چکا ہے۔ حضرت (عمر) کے زمانے میں جس شخص کا جی چاہتا تھا "واللہ ما عدلت یا عمر" کہہ کر سر راہ ٹوک دیتا تھا، اور وہ اُس سے خوش ہوتے تھے کہ اسلام اور عربی خون کی آزادی کا اصلی جوہر ہے۔ البتہ (بنی امیہ) نے اس روح حریت کو غارت کیا اور لوگوں کی زبانوں پر تلوار کی ضرب سے مہر لگا دی۔

یا سبحان اللہ!! جس قوم کے ہر فرد کو سید المرسلین کے جانشینوں سے بیت المال کے حساب لینے کا حق تھا، اور وہ جب چاہتے تھے، خلیفہ اسلام کی دیانت داری کو جانچ سکتے تھے، آج انکو کہا جاتا ہے کہ ان لیڈروں کے آگے قوم کے رویے کی نسبت کوئی رائے نہ دو، جنکو آور تو آور، آج تک اسلام کے عام احکام صوم و صلوٰۃ پر بھی عمل کرنے کی توفیق کبھی نہیں ملی!! فمالہا اولاد القوم، لا یکانون یفقہون حدیثا۔

اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی خاموشی اور غلط اصول اعتماد سے کام کرنے والوں کو جس مطلق العنانی کا عادی بنا دیا تھا، اسکا یہ لازمی نتیجہ ہے۔ تاہم ہم دیکھتے ہیں کہ خود کام کرنے والے تو اب اسطرح کی کوئی بات زبان سے نہیں نکالتے، ان میں بعض ایسے لڑکے بھی ہیں، جو قوم کی مداخلت کو بنظر استعسان دیکھتے ہیں، لیکن یہ انکے خواہ مخواہ کے دوست اسطرح کے خیالات ظاہر کر کے پبلک میں لیڈروں کو آرزو زیادہ بدنام کر رہے ہیں۔

قومی صلاح کار کے عنوان سے گذشتہ نمبر میں ایک مراسلہ شائع ہوئی تھی، اسکی نسبت چند الفاظ عرض کرنا ضروری تھے مگر ہم کو خیال نہیں رہا۔

ہمارے لائق دوست کے تمام مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمانوں کو صرف خدا پر اعتماد، اور اسی کا سہارا دھونکہ، چاہیے، اور کسی پر بھروسہ کرنے کی ضرورت نہیں، اور اسی کی رو سے ہمیں دعوت دینے کی ضرورت ہے، لیکن تعجب ہے کہ اگر خود ہمیں اس دعوت کے دینے کی ضرورت ہے، تو پھر الہلال یوم اشاعت سے لیکر آج تک کیا لکھتا رہا؟ برادر من! آپ نے تو کمال ہی کیا کہ الہلال کی اوز کی بازگشت خود اس کے ہی آگے دھرا دی، ہمارا تو اصلی رونا ہی یہی ہے کہ مسلمان ساری دنیا میں ذلیل و عاجز ہو رہے ہیں مگر حدیث کے دروازے پر نہیں جھکتے۔ باقی رہا الہلال کا وہ نوٹ، جس پر آپ بہت برہم ہیں، تو براہ عنایت اس پر ایک نظر اور ڈال لیجئے، ہم کو تو اس نوٹ کے اندر کوئی متضاد خیال نظر نہیں آتا۔ بیشک مسلمانوں کو نہ تو محض گورنمنٹ پر اعتماد کرنا چاہیے اور نہ ہندوؤں کا اتباع کرنا چاہیے مگر ملنا سب سے چاہیے۔ آپ نے "اتباع و اعتماد" اور "اتحاد" میں فرق نہیں کیا۔

حیرت ہے کہ الہلال نے جس چیز کو اپنی دعوت کا اصل بن

نام لیتے ہیں مگر عملاً اسلام کی اصلی روح و قوت کو مٹانا چاہتے ہیں۔ قرون اولیٰ میں جب ایک راہ چلتی بڑھیا خلیفہ اعظم کو سر راہ ٹوکتی تھی، تو کیا اس سے یہ پوچھا جاتا تھا کہ خود تو نے بیت المال میں کتنا روپیہ داخل کیا ہے؟ جب مسجد نبوی میں ایک شخص فاروق اعظم کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے روک دیتا تھا، تو کیا بتلایا جا سکتا ہے کہ اس سے اسلامی معاملات پر حق رائے دہی کا ڈکٹ مانگا جاتا تھا؟ علی گڑھ کالج کی تاریخ کورٹ لینا، اور اسکے ایڈرسوں اور ریسرے اور گورنروں کے جوابوں کو حفظ کر لینا دوسری شے ہے، اور اسلام کو جاننا دوسری شے ہے۔ یہ کیا کفر آمیز استبداد و تعصب ہے، جسکی زنجیریں برسوں سے قوم کے پاؤں میں ڈالی جا رہی ہیں؟ غریب مسلمان ایک کھیلنے کا گیند بن گئے ہیں، جس نے چاہا لیڈری کی ایک تھوک لگائی، اور اپنی طاقت کی نمائش کر دی۔ آخر ان پر خود غلط نادانوں نے اسلام، اور سلام کے پیروں کو کیا سمجھ لیا ہے؟ هل عندکم من علم فتخرجوه لنا؟ ان تتبعون الا الظن، وان انتم الا تخرصون (۹: ۸۲) (۱)

کاش یہ معاصرین جس عقیدت و فیاض مندی سے علی گڑھ کالج کے ایڈرسوں کے مجموعے کی تلاوت کرتے ہیں، اسکے عشر عشر توجہ سے کبھی قرآن اور تاریخ پیران قرآن کو بھی پڑھ لیتے۔

یونیورسٹی اگر مسلمانوں کی ہے، اگر انکے رویہ سے بنائی جا رہی ہے، اور اگر مسلمانوں میں اسلام کی روح کا ایک ذرہ بھی باقی ہے تو یاد رکھنا چاہیے کہ ایک نر مسلم چمار۔ جس نے ایک پھوٹی کوڑی بھی کبھی لیڈروں کے سپرد نہیں کی ہے۔ یہ حق رکھتا ہے کہ بلا استثناء ہر اسلامی اور قومی معاملے کی نسبت رائے دے، اور اگر لیڈر مسلمانوں کے لیڈر ہیں تو مجبور ہیں کہ اسکی آواز پر کان دھریں۔ یہ حق ہر قائل کلمۃ لا الہ الا اللہ کو حاصل ہے۔ اسمیں تمہاری بذاتی ہوئی شرطوں کو کوئی دخل نہیں۔ چندہ دینے یا نہ دینے کا کوئی سوال نہیں۔ یہ حق خدا کا، اسکے قرآن کا، اور اسکے رسول کریم کا دیا ہوا ہے، پھر کیا تم میں کسی کو طاقت ہے جو اُسے چھین لے؟

اسلام کی روح حریت اس بارے میں اسلام کی تعلیم اور اسکے نظائر بالکل صاف اور غیر مشتبہ ہیں۔ اسلام نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ہر مسلمان پر فرض کر دیا ہے، اور اس اصول کو احمدیہ دین متین و اکبر اساطین قوام ملۃ سے قرار دیا ہے، بلکہ اصل شرف و امتیاز ملت مرحومہ: کنتم خیر امتۃ اخرجت للناس، نامروں بالمعروف و نہی عن المنکر۔ احادیث کو دیکھا جائے تو منجملہ مدعا احادیث کے ایک مشہور حدیث (صحیح مسلم) میں ملتی ہے، جسکو حضرت (ابو سعید) خدری نے روایت کیا ہے: من رآی منکم تم میں سے جو مسلمان کوئی خلاف حق بات دیکھے، منکرا فلیخبرہ تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ کے زور سے اسکا انسداد دینے کا کام کرے، اگر اسکی طاقت نہ پائے تو زبان سے اسکی تسطیع فلیستطع، برائی ظاہر کر دے، اور اگر اسکی بھی قدرت نہ ہو تو فلیستطع، دیکھے تو خیر، دل ہی دل میں اسکو برا سمجھے، فلیقلبہ، وذلک مگر یہ آخری ضرورت ایمان کا نہایت ضعیف اضعف ایمان، درجہ ہے۔

(۱) آیا تمہارے پاس کوئی اور علم شریعت ہے جو تم دکھا سکتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ کچھ بھی نہیں، صرف اپنے نفس کے دھمروں پر چلتے ہو اور خالی انگلیں دوڑاتے ہو۔

شذات

گذشتہ نمبر میں (ملک معظم) کی جو تصویر شائع ہوئی ہے، اسے دیکھ لینے کے بعد ہم ناظرین کو الہلال پریس کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

ابتداءً اشاعت سے بعض احباب نے اسکی شکایت کی ہے کہ الہلال میں تمام تصویریں یکساں نہیں چھپتی ہیں۔ ادھر عرصے سے جسقدر تصویریں چھپ رہی ہیں، ان میں یہ نقص نہیں پایا جاتا، تاہم اس تصویر کے شائع ہوجانے کے بعد ہم سمجھتے ہیں کہ ان حضرات نے الہلال کو باعتبار تصاویر عام انگریزی رسائل سے کم نہ پایا ہوگا۔ اصل بات یہ ہے کہ ان چیزوں کا آپ حضرات کو تجربہ نہیں، الہلال پریس میں تصاویر اور چھپائی کا جو انتظام کیا گیا ہے، وہ انگریزی رسائل کے پریسوں سے کسی بات میں کم نہیں ہے، لیکن اگر سرے سے تصویر کی اصلی کاپی ہی خراب ہو، تو پریس اسے لیے کیا کر سکتا ہے؟ احباب زیادہ تر طرابلس کے مناظر کے شائق ہیں، ہم نہایت کوششوں سے مہیا کرتے ہیں، لیکن ان میں عمدہ عکسی قد۔ زیر جذکا عمدہ ہلاک طیارہ دیکھ سکتا ہے، بہت کم ہوتی ہیں۔ اٹالین ذرائع کی تصاویر تو ہزاروں لگن نیوز، اسکیم، اسفیر، گریفک وغیرہ میں چھپ چکی ہیں۔ لیکن جو صحیح تصویریں عث۔ لٹی ذرائع سے ملتی ہیں، وہ عموماً نہایت بے سروسامانی کی حالت میں کھینچی ہوئی ہوتی ہیں، پھر بھی ہم ایک ایک تصویر کو صرف قابل نقل بنانے کیلئے ایک پورے ہلاک کی بنوائی خرچ کر دیتے ہیں۔

چونکہ (ملک معظم) کی تصویر عمدہ عکسی تصویر سے لی گئی، اسلئے کس قدر روشن اور نمایاں ہے؟ اب عنقریب جب علمی و تاریخی مضامین با تصویر شروع ہونگے، اور دیگر ابواب کے متعلق تصویریں شائع کی جائیں گی، اس وقت ناظرین کو پریس کے انتظامات کا اندازہ ہوگا۔

غازی انورؒ کی دوسری رنگین تصویر اس اشاعت میں شائع کی جاتی ہے۔ یہ تصویر ایسے آئہ برس پیشتر کی ہے اور جو تصویر اس سے پہلے شائع کی گئی تھی، وہ حال کی تھی۔ عمر کا فرق دونوں تصویروں سے صاف نمایاں ہے۔ انشاء اللہ عنقریب غازی موصوف کی تیسری تصویر بھی شائع کی جائے گی، جو بالکل عربی لباس میں ہے اور اس وقت کی ہے، جب کہ آغاز جنگ طرابلس کے زمانے میں وہ تمام صحرائے لیبیا کے قبائل میں دورہ کر رہے تھے۔

الہلال روز بروز قدم آگے بڑھا رہا ہے، اور ہم اشاعت کے دن چہاں تھا، اس سے ایک منزل آگے ہی ہے (والحمد للہ علی احسانہ) لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ ناظرین بھی اپنے فرض کو محسوس فرماتے ہیں یا نہیں؟ ہم نے تو سربست خموشی ہی کی تھان لی ہے اور ہمارے جمع رخرچ کا جو حال ہے، وہ دفتر میں آکر کوئی صاحب دیکھیں تو معلوم ہو۔

یہ بحث عام طور پر کی جا رہی ہے کہ امبرو! درابطوا! جب وزیر ہند کا فیصلہ مسلم یونیورسٹی کی امیدوار کے خلاف جانبر ہو چکا ہے، تو اب یونیورسٹی لی۔

یا نہیں؟ باستثناء بعض اشخاص علم پبلک کی راے یہی معلوم ہوتی ہے کہ نہ لی جائے۔ اس کے بعد اب اس پر بحث شروع ہوئی ہے کہ نہ لی جائے تو روپیے کو کیا کیا جائے؟ اس کے جواب میں بھی مختلف رائیں ظاہر کی جا رہی ہیں، اور بظاہر قوم کا رجحان اس طرف بڑھ رہا ہے کہ اس روپیے کو کس زیادہ وسیع المنفعہ کام میں لگادیلجائے۔ ہم ایک لمحہ کیلئے پسند نہیں کرینگے کہ عام پبلک کو اپنے خیالات کے اظہار سے کس قدر غفلت بھی رہ جائے، اس قسم کے کاموں کیلئے فی الحقیقت اصلی حق راے دہی عام پبلک ہی کو ہے اور اگر اسکو نہیں ہے تو پھر کسی کو نہیں۔ لیکن یہ ضرور کہیں گے کہ کاموں میں اگر تقدیم و تاخیر کی قدرتی ترتیب قائم رکھی جائے تو بہتر ہے۔ سب سے پہلے مسلمانوں کو ایک مرتبہ اسکا فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ آیا انہوں نے اپنے اندر عام قومی راے کی قوت پیدا کر لی ہے، اور وہ اس کے لیے پورے طور پر مستعد ہو گئے ہیں کہ ایک متفق اور متحدہ عام آواز قائم کر کے کارفرما طبقے کو تعمیل پر مجبور کر دیں؟ اگر اسکا جواب اخباروں کے صفحوں پر نہیں، بلکہ دل کے صفحوں پر اثبات میں ملے، تو پھر یہ روح ملی کے عود کرنے کی پہلی تاریخ ہوگی۔ اس وقت قوم کو چاہیئے کہ جو اسکی راے میں آئے اور جس خیال پر سب متفق ہو جائیں اس پر جم کر کھڑی ہو جائے، اور وہی کر گزیرے جو اسکی راے میں بہتر ہو۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو صرف چند دنوں کیلئے اخبارات میں گرمی طبع کی نمائش کرنا لا حاصل ہے اور دنیا مرسوم سرما عنقریب آنے والا ہے، بہتر ہے کہ کل جو نتیجہ نکلنا ہے وہ آج ہی نکل آئے، جہاں برسوتک اپنے جوش اور روپیے کی قسمت لیدروں کے ہاتھ میں دیکھئے ہو، وہاں ایک یونیورسٹی کا مسئلہ آرسہی۔ جس طرح، اور جن شرطوں پر انکا جی چاہے لینے دو۔ البتہ آئندہ کیلئے کوشش کرو کہ تمہارے اندر اسلام کے معتقدات اور اعمال کی اصلی روح پیدا ہو جائے۔ اگر تم نے ایسا کر لیا، تو تم میں سے ہر فرد ایک زندہ مسلم یونیورسٹی ہوگا، جسکو علی گڑھ کی چونے اور اینٹ کی بنی ہوئی یونیورسٹی کی کڑی پرور نہوگی۔ اصلی یونیورسٹی ایک مسلمان کا مومن قلب ہے، جو چاہے تو سارے عالم کو اپنے مرکز سے ملحق کر لے۔

بعض اشخاص کی راے ہے کہ ”جو حب الدنیا راس کل خطیئة“ لوگ یونیورسٹی کے روپیے کے بارے میں راے دے رہے ہیں، پہلے بتلائیں کہ انہوں نے خود کتنا چندہ دیا ہے؟ ورنہ انہیں راے دینے کا کوئی حق نہیں“ ہم دیکھتے ہیں کہ ملک کی بعض جماعتیں دولت کو پوجتے پوجتے اب اس درجہ فنا فی المعبود ہو گئی ہیں، کہ انہیں روپیہ کے سوا اور کچھ نظر ہی نہیں آتا:

آخر این صغرا بہ سردا می کشد

یہ سب نتائج اس جماعت کے عملی اتحاد اور اسلام سے بیگانگی کے ہیں۔ یا للعجب! آج ایک مسلمان کو با وجود ادعائے اسلام و توحید یہ کہتے ہوئے کوئی ندامت نہیں رہی کہ پیروان اسلام کے مفاد پر بحث کرنے کا صرف ایک محدود گروہ کو حق حاصل ہے اور جس نے ہمارے چندے کی مٹھی نہیں گرمائی، اسے زبان کھولنے کا کوئی حق نہیں؟ ساء مایحکمون

ہم نے ادھر ارادہ کر لیا تھا کہ ہر طرف سے کان بند کر کے صرف اپنے خیالات و مقاصد کی اشاعت میں مصروف ہو جائیں، مگر کیا کریں؟ اس قسم کے ہفوات و ترہات کو سنکر اپنے اندر اصلاح ضبط کی طاقت نہیں پاتے اور مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ یہ لوگ منہ سے تو قومی خدمت کا

الہلال

۲۹ ستمبر ۱۹۱۲ء

— * —

صبح امید

— * —

وہو الذی یُنزل الغیث من بعد ما قنطروا ویُنشر رحمۃ

وہو الولی الحمید (۲۷ : ۴۲) -

(۲)

کسیکے معصوم رازِ صباست، می داند

کہ باوجود خزانِ برے یاسمن باقیست

درسری علامت: رہبگئی اقتدار کا خاتمہ

ایک بہت بچی امید افزا علامت یہ بھی ہے کہ ہمارے لیڈروں کی اُس احباری اور رہبانی سطوت و تسلط (۱) کا خاتمہ ہو گیا، جس نے قوم کے قلوب و اذہان کی ذاتی قوت سلب کر دی تھی، اور کسی متنفس کو اس کے آگے چوں و چرا کرتے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ اس طرح کے پر خوف رعب کا کسی ایک گروہ کے قبضے میں رہنا ہمیشہ سے قوموں کے دماغی تذل کی ایک حقیقی علت رہا ہے، اور تقلید کی جس قدر گمراہیاں ہیں، وہ اسی

(۱) عربی میں عیسائیوں اور یہودیوں کے روحانی مقتداؤں اور علما کو احبار و رہبان کہتے ہیں۔ احباری و رہبانی تسلط سے انکارہ مشرکانہ اقتدار مقصود ہے، جو چھٹی صدی عیسوی میں تمام اقوام بنی اسرائیل پر چھایا ہوا تھا، اور جس کی وجہ سے ان کے ہاتھ میں تمام الہی احکام و قوانین چلے گئے تھے۔ جس چیز کو چاہتے تھے قوم پر حرام کر دیتے تھے، اور جس کو چاہتے تھے حلال کر دیتے تھے۔ کسی عام فرد قوم کو حق حاصل نہ تھا کہ اپنے ذاتی تفکر اور اجتہاد سے کسی مسئلے پر غور کرے، اور اپنی زندگی کے اعمال و معتقدات کا خود فیصلہ کرے۔ قرآن کریم نے تقلید کی پرستش کا استیصال کرتے ہوئے سب سے بڑی تحجیمی غریب اس اقتدار پر لگائی، اور فرمایا کہ اتخذوا احبارہم و رہبانہم اولیاء من عند اللہ [یہود و نصاریٰ نے اپنے پیشواؤں کو خدا کا شریک بنا لیا ہے۔ ۳۱ : ۹] عیسیٰ بن حاتم نے جب اس آیت کے نزول پر اعتراض کیا کہ ”یہود و نصاریٰ اپنے مذہبی پیشواؤں کو خدا تب سمجھتے ہیں؟“ تو آنحضرت (صلعم) نے فرمایا کہ ”کیا وہ جس چیز کو حلال کر دیں، تم انکو حلال، اور جس کو حرام کر دیں، اسکو حرام نہیں یقین کر لیتے؟ حالانکہ اسکا اختیار صرف خدا تعالیٰ کو حاصل ہے“

پتھر کے زمانے تک تمام مسیحی دنیا پر یہ رہبانی تسلط قائم رہا، رومن کیتھولک عیسائیوں میں ان کا نام ہے، اور مسلمانوں میں تو آج صدیوں سے ہمارے فقہاء و شریکین و علمائے حال ایک شد

رعب و جبروت کی ہوا میں نشوونما پاتی ہیں۔ ہم نے گذشتہ نمبر میں کہا تھا کہ ہر اصلاح کی اولین منزل تقلیدی بندشوں سے رہائی ہے، لیکن تقلید کے قید خانے سے آدمی نکل نہیں سکتا، جب تک پیشواؤں کے رعب و جبروت کی زنجیروں سے رہائی نہ پائے۔ اس لیے کے نظام دماغی پر صرف اعتقادات کی حکومت ہے، اس کے تعلم حائے اسی شے کے ماتحت، اور تمام اعمال و افعال اسی سے وابستہ ہیں، پس جب اسکا دماغ کسی خارجی عظمت و جبروت کے اثر سے مرعوب ہو جاتا ہے، تو اس کے تمام اعمال و معتقدات میں اس مرعوبیت کا اثر سرایت کر جاتا ہے، بلکہ وہ جو کچھ دیکھتا اور سنتا ہے، وہ بھی اس مرعوبیت کے اثر سے خالی نہیں ہوتا۔ چونکہ اس کی قوت فکری بیکار ہو جاتی ہے، اس لیے یہ مرعوبیت جو کچھ دیکھتی ہے، دیکھتا ہے، اور جو یقین دلاتی ہے، یقین کرتا ہے۔

ایک بت پرست جب انتہا درجے کی عاجزی کے ساتھ ایک پتھر کی مورت کے آگے سر تیکتا ہے، تو کیا اسکا دماغ مختل ہو جاتا ہے؟ کیا اس کی قوت بصارت جواب دیدیتی ہے؟ کیا سونچنے اور سمجھنے والی قوت اس کے دماغ سے اُس وقت چھین لی جاتی ہے؟ اور کیا کوئی خاص قوت تفکر مجرد و الہ پرست انسان کو نصیب ہے، جو بت پرستوں کو نصیب نہیں؟ پھر کیا بات ہے کہ ہم کو جو شے معض پتھر کا ایک ٹکڑا نظر آتی ہے، مالا یفہم و یضرم، اسی شے میں بت پرست الہی طاقتوں اور عظمتوں کا کرشمہ دیکھتا ہے، اور جو قوت فکری ہمیں اس پر ہنساتی ہے، وہی اس کی طاقتوں کا اُسے یقین دلاتی ہے؟

اسکا اصلی سبب یہی ہے کہ تقلید آباؤ رسوم نے اُن باتوں کی عظمت و جبروت سے اس کے دماغ کو مرعوب کر دیا ہے، اور تمام قوتیں

التسلط ربی کا حکم رکھتے ہیں، اور قرآن کریم جن بیڑیوں کو کھینچے آیا تھا، وہی آج اس کے پیروں کے پاؤں کا زیور ہیں۔ وہ جس شے کو چاہیں، حلال کر دیں، اور جس کو چاہیں حرام۔ گویا قرآن اور حدیث ہندوں کی مقدس کتابوں کے طرح صرف پندتوں کے دماغ و فہم کیلئے نازل ہوا ہے، کسی عام فرد قوم کو اس پر تدبیر و تفکر و فہم و ادراک کا حق حاصل نہیں۔ یہی تقلید اور سد باب اجتہاد کا مرض ہے، جس نے صدیوں سے مسلمانوں میں ہر طرح کے ارتقائے ذہنی اور اجتہاد فکری کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ اب تک اس تسلط مسلمانوں میں صرف ہمارے علما ہی کو حاصل تھا، لیکن اب انکو ہٹا کر انکی مسند پر قبضہ کرنے والے بعض فرنگی مآب لیڈروں کو بھی حاصل ہو گیا ہے۔ جبہ و دستار اقتدار صرف مذہبی معاملات میں محدود تھا، لیکن فراک کوٹ اور آرکس کیپ کی طاقت غیر محدود و لا انتہا ہے۔ نہ صرف پولیٹیکل معاملات میں، بلکہ مذہب کی قطع و برید کی بھی جب کبھی (حسب مصالح جدیدہ و مقتضیات حالیہ) ضرورت پیش آجائے۔ وہ ہر طرح کے احکام الہیہ جاری کرنے کیلئے انتہائی قوت ہیں!!

پولیٹیکل معاملات میں تو ان کے احکام سے سرمو تجاوز کرتا

بھی بالکل فسق و فہر ہے: یا ایہا الذین امنوا! ان کثیرا من الاحبار و الرہبان ایا بالارواح الناس بالباطل و یصدون عن سبیل اللہ (۳۱ : ۹) -

نئی وزارت نے تمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی سب سے پہلا کارنامہ شرف جو انجام دیا وہ مسئلہ صلح کی سلسلہ جنبانی میں شرکت تھی اور اس کے بعد دوسرا کارنامہ یہ تھا کہ شیخ عبد العزیز چارلس کو بغیر کسی انکار کے گورنمنٹ مصر کی انگریزی سیاست کے حوالے کر دیا :

تو دانی حساب کم ریش را

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مختار پاشا کی وزارت اور انڈاسٹری کے اندرونی تعلقات کیسے تھے ؟

مصر کا انگریزی آرگن (ایجوکیشن گزٹ) اس واقعہ پر طنطنہ مسرت باہر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مصر اور ترکی کے باہمی تعلقات میں اس پہلے واقعہ نے مستقبل کیلئے ایک ایسی نظیر قائم کر دی ہے جس سے ہماری سیکڑوں گتھیل سلجھ جائیں گی۔ قسطنطنیہ جو کچھ دنوں سے مصری سازشوں کا ہڈ کوارٹر بن رہا تھا، بلاشبہ نئی وزارت نے اپنے مصلحتانہ اور قانون پرورانہ عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ بہت جلد مصر کیلئے صاف کر دیا جائے گا، لیکن ہم کو محدود فرصت سے بہت جلد فائدہ اٹھانا چاہیے، کیونکہ ترکی کی وزارت گردی کے مستقبل کی کس کو خبر ہے؟ اگر آئندہ انتخاب میں انعقب ہو گیا، تو شاید ہم کو اس کا باساتی کا موقع نہ ملے۔

پچھلی ڈاک میں الہلال عثمانی کے جرنلر آئے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ چارلس نے والی صحت سے باخبر ہو چکا تھا اور انقلاب وزارت سے گورنمنٹ بدل گئے تھے مگر تاہم اسکو معذرت سمجھتا تھا کہ گورنمنٹ عثمانی اس کے حوالہ دینے کو میں اسدراجہ جلدی کرے گی۔ کہا جاتا ہے کہ سعید پاشا نے کئی ہزار روپیہ اسکو قائل اور پریس کیلئے دیا تھا اور دو سو پانچ ماہوار دیتی تھی مگر مختار پاشا نے اس اعانت سے انکار کر دیا، المقطم اور نساں انحال اس واقعہ کو اس طرح لکھتے ہیں گویا انہوں نے سعید پاشا کا بڑی بہت بڑا پوشیدہ جرم فاش کر دیا، حالانکہ اگر یہ واقعہ سچ بھی ہو، تو دار الخلافہ عثمانی میں ایک عمدہ عربی اخبار کے اجرا کیلئے مدد دینی قابل صد تعریف جرم ہے۔ (طنین) جسکو بند کر دیا گیا تھا (جنین) کے نام سے نکلا، اور آج جو پرچے آئے ہیں ان پر (سنین) کا ذمہ ہے۔ جہاد بک بدستور ایڈیٹر اور باباں حقی پروڈنٹر ہیں۔ الہلال عثمانی میں اب ترکی حصہ بڑھا دیا گیا ہے اور (جال نوری بک) چیف ایڈیٹر (جون ترک) اسکا ایڈیٹر مقرر ہوا ہے۔

سعیدہ جہاز جس پر شیخ چارلس مصر کو روانہ کیا گیا تھا ۹ - ستمبر کو اسکندریہ پہنچ گیا، اب تک اسکا فیصلہ نہیں ہوا ہے کہ کس قسم کی عدالتی کارروائی کی جائے گی۔

بلقان کی مشکلات میں اب تک کوئی کمی نہیں ہوئی بلکہ حالات معروض فرہرے چلتے ہیں، بظاہر یہ یورپین ترکی کے فیصلے کیلئے اس وقت سے قلعہ اٹھانے کا بلقان سے باہر بھی ارادہ پیدا ہو رہا ہے۔ ایم سارا ٹوف روسی وزیر خارجہ اور سر ایڈورڈ گرے کی ملاقات، کونٹ برچبولڈ کی تجویز کی از سر نو تازگی، اسٹریا کی باب عالی کو اجراء اصلاحات کیلئے دھمکی، صرفیا کے پے در پے جلسے، یہ واقعات اب تک بدستور پیچیدگی اور اغتشاش ظاہر کر رہے ہیں۔

مگر باب عالی نے ایک بڑی فوجی نمائش ایڈریانوپل میں شروع کر دی ہے اور خواہ طرابلس کے اندر کچھ ہی ہو رہا ہو، اور اندرونی نزاعات لگتے ہی شدید ہوں، مگر الحمد للہ کہ ترک مسلمان اور سپاہی ہیں، اور بلقان کے ساتھ جو کچھ ہوگا، وہ دنیا میں نہیں، بلکہ خشکی پر ہوگا جس کیلئے دنیا بھر میں انکو کسی فوج سے خوف نہیں

قرار دینا ہے، اسی کی طرف آپ اس دعوت دیتے ہیں "الہلال کی یونیٹکل تعلیم" کے عنوان سے جو لیڈر نکل چکا ہے شاید آپکی نظر سے نہیں گذرا، ہم تو خود اسے مسلمانوں کی سب سے بڑی غلطی سمجھتے ہیں کہ ہمیشہ انہوں نے اپنے سامنے دو راستے ہی دیکھے۔ یا گورنمنٹ پر اعتماد، اور یا ہندوں اور کانگریس کی شہرت۔ یعنی ہمیشہ آزادی سیاسی کو ہندوں کا مرادف سمجھا، مگر خود اپنے تئیں بھولے رہے، اور اسلیے بھولے رہے کہ خدا کو بھلا دینا، ولا تکتروا کا آدین نسواللہ فاناسلہم انفسہم [ان لوگوں کی طرح کمرہ نہر جاؤ، جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تھا، نتیجہ یہ نکلا کہ خود اپنے ہی کو بھول گئے - ۵۹ : ۲۰] اسی لیے ہماری تلم سچی و جہد کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمانوں کو یاد دلادیں کہ دنیا میں رہنے کیلئے جتنی چیزیں مطلوب ہیں، وہ خود انکے پاس موجود ہیں، آرزوں کے دروازوں کو دروازہ کھلیں، کیوں تک رہ رہے ہیں ؟

شاید آپکی رائے ہے کہ ہندوؤں کے ساتھ اتحاد بھی مسلمانوں کیلئے مضر ہے، مگر انہوں نے کہ ہم اس سے متفق نہیں ہو سکتے اور یہ ایک قصہ طویل ہے جس کے لیے یہ موقعہ موزوں نہیں۔

مسلم گزٹ کی گذشتہ اشاعت میں ہمارے لائق اور پر جوش درست جناب مولوی ابو الکمال عبد الودود صاحب بریلوی کی ایک تحریر نکلی ہے، جس میں انہوں نے نہایت سنجیدگی اور اصابت رائے کے ساتھ مسلم یونیورسٹی کے گذشتہ واقعات پر نظر ڈالی ہے، اور پھر اس سے نہایت قابل غور نتائج اخذ کیے ہیں، گویا ان امور سے اتفاق کیا ہے جو ہم عرض کرتے آئے ہیں۔

ہم کو خاص طور پر اس تحریر کے ذکر کی ضرورت یہ پیش آئی کہ ہم مولوی ابو الکمال صاحب کو برسوں سے ہر طرح کے قومی خدمات کا کامل درجہ شائق، اور ان میں اپنے وقت و مال کو خرچ کرے، سچا اور مخلصانہ جوش پاتے ہیں۔ وہ علی تہہ پارٹی سے ہمیشہ حسن ظن رکھتے تھے، اور کوئی صحبت انہیں نہیں ہوتی تھی جس میں شریک نہوتے ہوں۔ غالباً بریلی کی مسلم لیگ کے وہ سکریٹری بھی ہیں۔ لیکن چونکہ وہ جو کچھ کرتے تھے، بالکل مخلصانہ، اسلیے جب انہوں نے یونیورسٹی کے معاملے میں اعلیٰ طبقہ کے کاموں کو قابل اعتراض پایا، تو صاف صاف مخالف ہو گئے۔ آج جو لوگ معضلت اور ضد کی پنا پر اپنے تئیں تغیرات سے غیر موثر ظاہر کرتے ہیں، کیا لچھا ہو کہ مولوی صاحب کی مثال سے فائدہ اٹھالیں۔

لاڈ کچنر اپنے مقصد تقریر مصر کو جلد سے مسئلہ مصر جلد حاصل کرنے کیلئے تیزی سے چلتے ہی نہیں بلکہ بے تعادلاں دوڑ رہے ہیں، لیکن دریائے نیل کی سلطنت سیرین میں رست بھی ہے اور ترائی بھی، پتوں دھنس بھی جاسکتا ہے اور پس بھی سکتا ہے، تاہم انکے ہاتھ میں آہنی عصا بھی موجود ہے۔ شمالی افریقہ میں جس قریب قریبی کا تمنا ابھی ختم نہیں ہوا ہے، قسطنطنیہ میں نئے احزابی انقلاب کا جو براہ سراز کھیل کھیل جا رہا ہے، سولڈرینڈ میں صلح کا جو قلم ویدم جاری کیا جا رہا تھا، یہ سب دوز دراز کے گوشے ایک ہی سیاسی حکمت عملی کے جال کے ہیں، اور انہیں تین گوشوں کا جوتھا، لاڈ کچنر کا مصر میں تقریر تھا۔ آج جو واقعات مصر میں عروج میں ہیں، انکو بھی انہیں کے ساتھ لاڈر دیکھنا چاہیئے :

تو خود حدیث مفصل بخوان از مسجد

ومن کان یزید ثواباً جو شخص دنیا کی بہتری چاہتا ہے اس
الدنیا فعند اللہ ثواب سے کہہ کر کہ خدا کے پاس دنیا اور دین
الدنیا والاخرہ دونوں کی بہتری ہے۔ وہ دونوں کا کیوں
(۷۸:۹) ومن کان یزید نہیں طالب ہوتا؟ اور جو عزت کا طلبگار
العزۃ فاللہ العزۃ ہے اسے یاد رکھنا چاہیے کہ عزت اللہ
جمیعاً (۳۵: ۲۱) کیلئے اور اسی کے ہاتھ میں ہے۔

لیکن اس فرصت کو ضائع نہیں کرنا چاہیے

یہ حالات یقیناً امید افزا ہیں، اور تغیرات نے نئی بنیادیں
رکھنی شروع کر دی ہیں، مگر اب سب سے مقدم بات یہ ہے کہ اس
انقلاب و تغیر کی اہمیت و نزاکت کو نظر انداز نہ کیا جائے
اور کمال حزم و احتیاط کے ساتھ آئندہ اقدامات کا ایک نقشہ مرتب
ہو۔ اگر خدا نخواستہ یہ فرصت محض اخبار کی قلم فرسائیوں اور
ذہنی نقشہ آرائیوں میں ضائع کر دی گئی، تو پھر یاد رہے کہ
ہمارے لیے ہمیشہ ایک طاقی فرصت کے کھودینے کا ماتم ہوگا۔
قدرت اپنی بخشائشوں میں جس قدر فیاض ہے، اتنی ہی غفلتوں اور
کافران نعمت کی تعذیب میں شدید بھی ہے۔ بہت ممکن ہے
کہ پھر ایک مدت تک کیلئے ہمارے دل ہم سے روٹھ جائیں،
اور زمانہ ہماری ملی قوت کو محض ایک عارضی ہیجان سمجھ کر
ہمیشہ کیلئے ناقابل التفات سمجھ لے۔ اس وقت تک نئے
قائلے ساز سامان کی فراہمی کیلئے جتنی دیر دھوپ ہو چکی
ہے، کافی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ الرحیل! الرحیل! کی صدا
بلند کر دی جائے۔ اور قافلہ منزل مقصد کی طرف روانہ ہو جائے
فکر مستقبل

پس گذشتہ افسانے کو ختم کر کے آئندہ کی فکر کرنی چاہیے۔ یہ
اب ہر شخص محسوس کرنے لگا ہے کہ پچھلی راہ صحیح نہ تھی،
اور گو: ما وجدنا علیہ اباؤنا الاولین کی مدائیں اب بھی کہیں
کہیں سے آ رہی ہیں، اور گواہی بھی ہیں، جو اب بھی زبان سے
اپنی پچھلی ضلالت کا اقرار کرتے ہوئے شرماتے ہیں، لیکن اگر
دلوں کو تولا جائے، تو کوئی بھی نہیں جو تزلزل اور جنبش محسوس نہ
کرتا ہو۔ اس لیے اب تمام قوت غور و بحث اس میں صرف کرنی چاہیے
کہ آئندہ کیلئے کونسی راہ اختیار کی جائے، اور اس کا نظام اور مقصد
کیا ہوگا؟ جن لوگوں نے موجودہ تغیرات کے پیدا کرنے میں سعی
مشکور کی ہے، ان کو خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ وہ ناکام نہیں رہے،
مگر ساتھ ہی اب اتنا یہ بھی فرض ہے کہ اگر ایک راہ سے ان کو
ہٹایا ہے تو دوسری راہ پر لگا بھی دیں۔ اگر اس وقت قوم کے آگے
کوئی نئی راہ پیش نہ کی گئی، تو خوف ہے کہ کہیں بے خانمان
ہو کر اور زندہ بھٹک نہ جائے۔ بیشک اب تک قوم کے پاس کوئی
محفوظ گہر تھا ہی نہیں، گہرا گہر بنے گا، تو اب بنے گا، تاہم ایک
گہرے ہوئے گہرے میں تو ضرور پڑی تھی، جب اس سے نکل آئی
ہے، تو زیادہ دیر تک کھلی زمین پر آواز نہ رکھیے۔

ہم اس نکتے سے بے خبر نہیں ہیں کہ ہر اصلاح و تغیر کیلئے
اصلی کام جنبش کا پیدا کر دینا، اور گہرا ہی کے قفس کا دروازہ

ہے۔ علی الخصوص یونینز سٹی کے معاملے میں تو تقریباً تمام
اسلامی پریس ازانہ اٹھ رہی ہے پر متعدد ہو گیا ہے اور کوئی اخبار بھی
ایسا نہیں جس نے نہایت سخت لفظوں میں نکتہ چینی نہ کی ہو
شکر اللہ سعیمہ و رفقا اللہ سبحانہ و ایاہم کما یحبہ و یرضاه۔
مسلم گزٹ لکھنؤ

مگر درحقیقت موجودہ تغیرات کے ذکر میں سب سے زیادہ
خصوصیت کے ساتھ مسلم گزٹ لکھنؤ کا ذکر کرنا چاہیے، جس نے
موجودہ سیاسی تغیرات خیالات کی تولید میں سب سے زیادہ
نمایاں حصہ لیا، اور اس خدا پرستانہ دلیری، اور حق گوئی
ازادی کے ساتھ صدا بلند کی، کہ فی الحقیقۃ ”لا یخافون لومة
لائم“ کے نفوس خاص میں اس کا شمار ہے۔ ہم اپنے مخدوم
وصیف سے متمنی ہیں کہ اپنے قلمی جہاد کو اور زیادہ محکم
و شدید کریں۔ اور آگے چل کر ہم جن امور کا ذکر کرنے والے ہیں
ان سے غفلت نہ فرمائیں، وہ یقین کریں کہ حق اور سچائی کیلئے
فتح ہے، باطل اور باطل پرستی کیلئے نہیں کہ ان الباطل کان زھوقا۔
موجودہ لیڈروں کے خیالات میں تغیر

اس سلسلے میں اس تغیر کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے جو
آجکل خود کار فرمایاں ملت کے خیالات میں بھی صاف صاف نظر
آ رہا ہے، اور اگر یہ تغیر محض مصالح وقت، اور اضطرار حالات کی
بنا پر نہیں، بلکہ سچے طور پر دل اور دل کے اندر تک پہنچا ہوا ہے
تو فی الحقیقت اس کو ایک بہت بڑی فال نیک سمجھنا چاہیے۔
ہم نے ہمیشہ اپنی تحریروں میں سخت سے سخت الزام ان کو دیا
ہیں اور اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ ہم نے ان کی نیتیں تک کر بھی
مشتبہ قرار دیا ہے، مگر وہ یقین کریں کہ ہم ان سے بالکل مایوس نہیں
ہیں۔ ہمارے بعض دوستوں نے ہم کو الزام دیا ہے کہ ہم لیڈروں کی
بڑی جماعت کو یکساں تاریکی میں ڈال رہے ہیں۔ حالانکہ یہ
بھی صحیح نہیں، ہمارا تو ان کی نسبت ابتدا سے یہ خیال ہے کہ:
منہم ظالم لنفسہ، بعض ان میں سے طرق ہدایت کو چھوڑ کر اپنے
و منہم مقتصد، نفوس پر ظلم کر رہے ہیں، بعض ان میں سے
و منہم سابق درمیانی راہ چلتے ہیں، اور پھر انہیں میں سے
بالغیرات ایسے بھی ہیں، جو واقعی اعمال نیک میں
پیش قدمی کرنا چاہتے ہیں۔ (۳۱: ۳۵)

لیڈروں سے ہماری صرف یہ التجا ہے کہ وہ گذشتہ باتوں کو بھول
جائیں تو ہم بھی بھول جائے کیلئے طیار ہیں۔ اکثر موجودہ تغیرات
سے عبرت پکڑنی چاہیے اور سونچنا چاہیے کہ ان کی برسوں کی عزت
و نیک نامی کی کمالی کس طرح یکایک خاک میں مل گئی؟ ان کو
چاہیے کہ آئندہ کیلئے اپنا معاملہ اپنے خدا سے درست کر لیں، اور
اپنی نیتیں اور ارادوں کو صرف رضائے الہی کے تابع کر دیں۔ جس
سے وہ ایسا کر لیں گے پھر اسے بڑھ کر قوم کیلئے اور کوئی مفید رجوع نہ ہوگا۔
یہ کسی سخت غلطی ہے کہ خدا ان کو دین اور دنیا، دونوں کی
عزت دینا چاہتا ہے، مگر وہ بے ہمتی سے صرف دنیا کو پوچھتے اور اسی
کے پیچھے سرگردان ہیں؟

اب خود لیتے قوم کے رعب سے مرعوب ہو رہے ہیں - اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس تغیر کی فہمست کو ضائع نہ کر دیا گیا تو انشاء اللہ بہت جلد قوم میں زندگی کی حرکت پیدا ہونے والی ہے:

وَيَحْقِ اللَّهُ الْعَقَّ بِكَلِمَتِهِ ۖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ (اور خدا اپنے کلام سے حق بات کو حق کر دکھائے گا، اگرچہ منکروں کو برا لگے) - (۸۲: ۱۰)

اسلامی پریس کا تغیر

اگرچہ اس تغیر حالت کا اصلی سبب، قدرتی زلزلوں کا اضطراب، اور پھر اسکا جلد ظہور، تفسیح تقسیم بنگال کو سمجھنا چاہیے۔ لیکن اسمیں کچھ شک نہیں کہ اسلامی پریس کے ایک دانشمند اور اثر پذیر حصے نے بھی اس تغیر کی تشکیل میں بہت مدد دی، اور یہ سخت نا انصافی ہوگی اگر اب، اور آئندہ بھی اس تغیر کے تذکرے میں انکے ذکر کو نظر انداز کر دیا جائے۔

اس سلسلے میں بلحاظ تقدیم اشاعت سب سے پہلے کامزید کا ذکر کرنا چاہیے، جس نے گو قدیمی اصطلاحات و اسما کو ہمیشہ قائم رکھنے کی سعی لاحاصل کی (لا حاصل اسلیے کہ اب ان میں حرارت غریزی باقی نہیں رہی) لیکن تاہم معانی بہت کچھ بدل دئے، اور گو تغیر کی رفتار مصلحتاً سست رکھی، مگر پچھلی منزل سے آگے بڑھتا رہا، اور مسلمانوں میں بتدریج ملکی معاملات سے دلچسپی لینے کے مذاق اور ہر پولیٹکل مسئلے میں لیڈروں کے غٹوؤں کی جگہ قومی آراء کے ظہور و نشوونما کا ایک موثر محرک ہوا۔ اصلاح و تغیر کے مختلف طرق میں سے یہ بھی ایک بے خطر اور آسان تر طریقہ ہے۔ کامزید کے ساتھ ہی مسلم گزٹ لکھنؤ اور زمیندار لاہور کے نام نظر آتے ہیں، جنکی آزادانہ پالیسی کو فی الحقیقت اس نئی بیداری کے ظہور میں نمایاں دخل ہے۔ پرانے اخباروں میں وکیل امرتسر بھی قابل تذکرہ ہے، جس نے یونیورسٹی کے متعلق ابتدا سے آزادانہ رائیں ظاہر کیں۔ اسی سلسلے میں خاص طور پر البشیر کا بھی ذکر کرنا چاہیے، جس نے سچائی اور قابل تعریف دلیری سے نئے تغیرات کا ساتھ دیا ہے، اور پچھلی پالیسی سے دست بردار ہوجانے کا اعلان کر دیا ہے۔ یونیورسٹی کمیٹی کی نسبت بھی جو مضامین آجکل وہ لکھ رہا ہے، وہ آزادی اور راست بیانی سے خالی نہیں۔ اور گورہ ہم ”قدیمی دشمنان کالج“ اور ”اعدائے قوم“ سے کتنا ہی ناراض ہو، مگر جب وہ اپنی جگہ چھڑ کر حرکت کرچکا ہے۔ تو اب ہم کو اُس سے کوئی ناراضگی نہیں، بلکہ خوش ہیں کہ :

اندک اندک عشق دزکار آورد بیگانه را

انکے علاوہ ابتو عام طور پر اکثر معاصرین کو اس تغیر سے متاثر اور
راہ حق گمراہی و آزادی کے قریب قریب پاتے ہیں، نئے نئے پرچے بھی
جو نکل رہے ہیں، وہ بھی الحمد للہ نئے خیالات لیکر نکلتے ہیں
اور پرانے طریق کو چھوڑ رہے ہیں۔ اکثر صاحبوں نے تو علانیہ نئے
خیالات کا اظہار شرع کر دیا ہے اور بعض مصلحتاً صرف تغیر لب و لہجہ
سے نئی پالیسی کی ابتدا کرتے ہیں اور نتیجہ دہنوں کا ایک

اور حواس کو قائم و صحیح ہیں، مگر اس رعب و سطوت کے بوجھ سے اس طرح دب گئی ہیں، کہ انکو اپنے اعمال کا مرقعہ ہی نہیں ملتا۔ قوت فکری ضرور اسکے دل میں شک اور توازل پیدا کرے کہ ان باتوں میں دھرا ہی کیا ہے؟ مگر مرعوبیت اسکی مہلت ہی نہیں دیتی۔ آنکہ میں ضرور اسکو دکھلائیں کہ یہ ایک حقیقہ پر ذلیل پتھر ہے، مگر مرعوبیت کی بندھی ہوئی پٹی دیکھنے ہی نہیں دیتی۔ اسکے پاس غور اور فکر کی وہ تمام قوتیں موجود ہیں، جو ایک مرشد اور ”ملکوت السموات والارض“ پر غور کرنے والے حکیم کے پاس ہیں، مگر اعتقاد و عظمت کا دیوانہ پن اپنے پنچے کی گرفت سے نکلنے نہیں دیتا۔ قرآن کریم نے اسی حالت کی نسبت فرمایا ہے کہ: **خَانَهَا لَا تَعْمَىٰ إِلَّا بَدَأَ**، گمراہوں کی آنکھیں اندھی نہیں ہو سکتیں، **وَلَا تَعْمَىٰ الْقُلُوبُ إِلَّا بِاللَّهِ**، جاتیں، بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے، **خِي الصدور**۔ (۲۲: ۴۵) ہیں، جو انکے سینوں میں ہیں۔ یہ حالت عام ہے اور اسکی نظائریں انسانی اعمال کی ہر شاخ میں مل سکتی ہیں۔ مذہب کی طرح پالیٹکس میں بھی مسلمانوں پر اپنے پیشواؤں کی عظمت و جبروت کا رعب اس طرح چھایا ہوا تھا کہ انکو کبھی خود غور کرنے اور اپنی حالت کو سمجھنے کی جرات ہی نہیں ہوتی تھی۔ اگر کبھی کسی شخص کے دل میں شک و شبہ پیدا بھی ہوتا تھا، تو اس مرعوبیت کے استیلا سے شکست کھا جاتا تھا۔ مگر الحمد للہ کہ اب تقلید کی بندشوں کی شکست نے اس الہی رعب و سطوت کی زنجیروں سے بھی مسلمانوں کے دماغوں کو نجات دلادی ہے، اور ہماری نظر میں یہ اصلاح و تغیر کی دوسری بنیاد ہے، جسکو ہر طرح کے اصلاحی تغیرات کا دیدار سمجھنا چاہیے۔ یہ کڑی معمولی انقلاب نہیں ہے کہ کل تک جن لیڈروں کے خلاف ایک لفظ بھی منہ سے نکالنا، سب سے بڑا انسانی جرم سمجھا جاتا تھا، آج تمام قوم علانیہ اخبارات میں انپر سخت سے سخت نکتہ چینیاں کر رہی ہے اور شدید سے شدید الزام دینے میں بھی کڑی گناہ نہیں سمجھتی۔ اب لیڈروں کی بنائی ہوئی سیاسی شریعت کے احکام میں عقل کو دخل دینا کفر نہیں رہا، بلکہ صرف بدعت ہے، اور بہتوں کے عقیدے میں تو بدعتِ حسنہ۔ اب آزادانہ حقوق طلبی اور پولیٹیکل جدوجہد کی دعوت دینے والے کو گذشتہ سیاسی اصطلاح کی سب سے بڑی گالی دینے، یعنی ”کائنوسی“ کہنے میں جلدی نہیں کی جاتی، ”ہیڈ گالی“ دینے والی تھی، جس میں گویا اخلاقی، تمدنی، اور مذہبی ردائل و عیوب کی ایک دنیا پوشیدہ تھی، غرض کہ اب مسلمان لیڈروں اور انکی ”مسلمہ پالیسی“ کی عظمت و رعب کا بیت عنکبوت ہبائے منثورا ہو گیا ہے: **وَأَنزَلَ الْبُيُوتَ لِبَيْتِ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ أَنزَلْنَا يَعْلَمُونَ (۲۹: ۴۱)** نعرۃ انالعلق کہنے پر منصور کو سولی پر چڑھایا جاتا تھا، اب بہت سے منصور پیدا ہو گئے ہیں جو دار و رسن کی سطوت سے بے خوف و نڈر ہیں، اور خود نبذروں نے بھی اس تغیر کی قوت کو محسوس کر کے اپنے ”مَا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ“ کی گرفت ڈھیلی کر دی ہے، بلکہ زیادہ غور کے ساتھ دیکھا جائے تو لیڈروں کے رعب و سطوت کی جگہ

یہ تمام الزامات ہیں، جتنی بہ نسبت بے خبر مخالفین انجمن کے اُنکے دانشمند ہوا خواہ زیادہ بہتر طریقہ سے جانتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں نے اس طرح کے انقلابات کی تاریخ پر ایک سرسری نظر بھی ڈال لی ہے، وہ ساتھ ہی یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ یہ جو کچھ ہوا، اس سے بہت کم تھا، جسقدر دروسوں کے درمیانی تداخل میں ہونا چاہیے۔ ملکوں میں جب کبھی سیاسی انقلابات ہوتے ہیں، تو برسوں تک اس طرح کی بد نظمیوں بلکہ قتل و غارت کا بازار گرم رہا ہے۔ فرانس میں شخصی حکومت کا اُسی دن خاتمہ ہو گیا تھا جس دن باسٹیل کے قید خانے کے دروازے توڑے گئے، لیکن باوجود اس کے نصف صدی تک فرانس کو امن و نظم کی جمہوری حکومت نصیب نہیں ہوئی، اور بقول ویکٹور ہیوگو (Victor Hugo) ”برسوں تک خون کرتے رہے، تاکہ اس سے زندگی کا پھل پیدا ہو“ انگلستان میں پارلیمنٹری حکومت کی بنیاد فی الحقیقت سنہ ۱۲۱۵ء میں پڑ گئی تھی، جب (رچرڈ) شیرڈل کے جانشین نے (نور منڈی) کو ہاتھ سے لہر دیا تھا اور رعایا شورش و اضطراب پیدا کر کے آزادانہ حکومت کے حصول میں کامیاب ہو گئی تھی۔ لیکن اس کے بعد پھر تین صدیوں تک کیا ہوتا رہا؟ (چارلس) اول کی قربانی بھی ملک کو اس نہ دلا سکی، شورش و اضطراب، قتل و غارت، اختلال و اغتشاش، انگلستان میں (ولیم) ثالث کے آغاز عہد تک قائم رہا۔

یہ نتائج قدرتی ہیں۔ صدیوں کی بنی ہوئی عمارت جب گرے گی، تو نئی عمارت کے بننے تک درمیانی زمانہ آسمان کے نیچے ہی بسر کرنا پڑے گا۔ اتحاد و ترقی نے اگر حکومت پر صرف اپنا ہی اقتدار قائم رکھا، تو ایک فتوحیات جماعت سے ایسی خود غرضی کی غلطی کا ہونا کوئی سنگین جرم نہیں، فوج ہی نے حکومت کو ابتدا سے نجات دلائی تھی، اس لیے فوجی اقتدار کا حارب ہوجانا بھی لازمی تھا۔ اتحاد و ترقی اگر فوج کو اپنے ہاتھ میں نہ رکھتی تو کیا کرتی، جبکہ اسکا ہر ممبر انقلاب کے بعد بھی ارتجاعی تلوار کو اپنے سر پر چمکتا دیکھ رہا تھا۔ قدیمی عہدہ داروں سے انکا بدظن رہنا بھی بیجا نہ تھا، اس لیے کہ عہد حمیدی کے واقعات کو ابھی زیادہ مدت نہیں گزری تھی۔ یہ بالکل سچ ہے کہ انہیں مقلدین فرنج، اور العاد خیال فوجداروں کی بھی ایک جماعت ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی نیازی ہے، شریف ہے، یوسف فکری ہے، نوری ہے، اور خود صادق ہے جیسے اسلام پرست اور غرق جذبات دینی فوجدار بھی شامل ہیں، اور پھر دنیا یہ ترکیبی نہیں بھول سکتی کہ موجودہ اسلامی نسل کا سب سے زیادہ معترم اور معزز رجود، غازی انسور ہے، یہی اسی اتحاد و ترقی کا ایک والٹیر ہے۔

ہم نے آغاز انقلاب دستور سے لیکر اس وقت تک اتحاد و ترقی اور اس کے مخالفین کی تعزیرات و حالات۔ جسقدر پہل بیٹھ کر حاصل کی جا سکتی ہیں۔ حاصل کیں اور ہمیشہ غور و فکر کے ساتھ پڑھتے رہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) کہ ترکی میں آج اصلی کارکن گروہ اتحاد و ترقی کے سوا کوئی نہیں، وہ ملک کا

نے اس کے لئے کوئی وظیفہ مقرر نہیں کیا) ہندوستان کے بعض اخبارات اس کے مضامین کے اردو ترجمے شائع کر رہے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اس طرح وہ اجانب و اغیار کی اُس سازش کا شکار ہو رہے ہیں، جس نے خود اتحاد و ترقی کے ایک حصے کو توڑ کر حزب الائتلاف کے نام سے شکار کر لیا ہے۔

انجمن اتحاد و ترقی

لیکن خواہ کچھ ہو، انجمن اتحاد و ترقی مر نہیں سکتی، جس جماعت کے ہاتھوں سے تاریخ عالم کا ایک عظیم الشان اور عظیم النظیر واقعہ انجام پایا ہو، اس کو انگلستان کی سیاسی مکذوبات سے کوئی خوف نہیں ہو سکتا۔ انجمن کیلئے یہ شرف کم نہیں ہے کہ اُس نے صدیوں کی شخصی اور استبدادی حکومت کا بغیر کسی کشت و خون کے خاتمہ کر دیا، اُس نے خلافت عثمانی کو جو باوجود شخصی حکومت ہونے کے خلافت اسلامی ہونے کی مدعی تھی، (حالانکہ شخصی استبداد اور توحید اسلامی ضد حقیقی ہیں جو جمع نہیں ہو سکتے) دستوری حکومت میں تبدیل کر کے صحیح معنی میں خلافت سے تعبیر کرنے کا مستحق کر دیا، اُس نے پانچ سال تک انقلاب کے بعد کے، پر اختلال و اغتشاش دور میں عثمانی شرف کی حفاظت کی، کرپٹ کے مسئلے میں اس دلیری اور جرأت کے ساتھ دول کو جواب دیا کہ نصف صدی کے بعد یورپ نے عثمانی خون کی گرمی محسوس کی، روسی مداخلت کے وقت جب کہ خود انجمن اندرونی دشمنوں سے گھری ہوئی تھی، اس سختی کے ساتھ روسی قنصل کو باب عالی سے واپس کر دیا کہ پھر اسکو دوبارہ لب ہلانے کی جرأت نہ ہوئی، اور سب سے زیادہ یہ کہ جنگ طرابلس کے موقع پر جبکہ اسلامی شرف و عظمت کا گویا یوم الفصل سر پر آگیا تھا یہی اتحاد و ترقی کی پڑتی تھی، جس نے ایک طرف خود باب عالی کے اندر عزم اور استقلال قائم رکھا، اور دوسری طرف اپنے جانفروشانوں کے اسلام پرستانہ اقدامات و مجاہدات سے تمام مغرب و مشرق کو حیران و متحیر کر دیا!

لہ حسنات و سیئات

اس میں شک نہیں کہ اتحاد و ترقی کے مخالفوں کے اعتراضات و الزامات کو اگر انصافاً چھانٹا جائے، تو انکا جھوٹ سچ کی آمیزش سے خالی نہ نکلے گا۔ انجمن نے تمام حکومت ہاتھوں میں لیتے ہی حکومت کی تمام شاخوں کو اپنے ممبروں سے بھر دیا، فوج کو ہمیشہ اپنے ہاتھوں میں رکھا، اور فوجی حکومت کے نقائص و خیمہ ہمیشہ ظاہر ہوتے رہے، اس کے اثر و اقتدار میں شدت گرفت سے استبداد اور تحکم پیدا ہو گیا تھا، اور اس کے دعاری اور اقدامات غرور و کبر اور خود مختاری و خود راہی سے آلودہ ہو گئے تھے۔ فوج کا سیاسی اشتغال دفعہ (۳۹) کی عدم ترمیم، عربی عنصر کی خواہشوں کی تحقیر، عموماً فوجدار اور یورپین تہذیب سے مزعوب ممبروں کی بے اعتدالیوں، بعض ملکی اور تمدنی تغیرات کیلئے خلاف مصلحت جلد بازی، اور سب سے زیادہ قابل تسلیم الزام یہ کہ چند متفرج اور خرنکی ماب شرکا کا اتحاد اور یورپ کی تقلید و اتباع کی ہوس،

شئون عثمانیہ

— *

تزام اغراض، تنافس اقلام، و تصادم احزاب

— :-

الحاقۃ ما العاقۃ، و ما ادراک ما العاقۃ ؟ (۱) وہ تزام اغراض، تصادم احزاب، تضارب اقدام، اور تنافس افکار و اقلام کی ایک سخت و شدید ابتلا تھی، جو حفظ خلافت اسلامی، اور لواے توحید کلمۃ اسلام کے اس نازک فیصلہ کن ساعت میں بالآخر دولت عثمانیہ پر نازل ہو گئی: — ہذاک ابتلی المسلمون، و زلزلوا زلزالا شديدا (۳۳ : ۱۲)

اتحاد و ترقی کا عارضی عزل

دو سال سے حزب الحریۃ و الائتلاف کی سازش کا جو نیا جال قسطنطنیہ کے برٹش قنصل خانے میں بنا جا رہا تھا، جسکے بننے کیلئے (کامل پاشا) کے بستر پیری کی چادر سے تار نکالے گئے تھے، جسمیں استعمال کرنے کیلئے (اسماعیل کمال بے) انگلستان جا کر رہاں کی مضبوط آہنی سلاخیں لایا تھا، جسکی جال کے خانوں میں البانی زنبوروں کی قنک کا زہر (۲) پیوست کیا گیا تھا، جسکی طیاری میں عہد استبداد کے پرورش یافتہ: مصطفیٰ صبری، لطفی فکری، اور عیسے بولاتین کی انگلیاں بھی شریک کی گئی تھیں، اور جسکی تکمیل کیلئے مصری کپاس کی گھڑیاں کھولنی پڑی تھیں، بالآخر پیرا کے اینگلو ترکش کارخانے میں بنکر طیار ہو گئی اور اسکے اندر اتحاد و ترقی کے پائوں اوجھڑ رہ گئے۔ یہ گور اتحادی پارٹی پر ایک عارضی فتح یابی ہے، مگر چونکہ عارضی ہے، اسلئے اور زیادہ مخدوش اور خطرناک ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ اس تصادم و تضارب میں تسلسل و امتداد پیدا ہو جائے، اور اتحاد و ترقی پھر دوبارہ اپنے پانچ سال پیشتر کے کارنامے تازہ کر دے۔

اس وقت ترکی میں صرف پارٹیوں کی سازشوں اور خفیہ تدابیر ہی کا نہیں، بلکہ افکار و اقلام کا بھی ایک سخت تزلحم برپا ہے۔ اتحاد و ترقی کو شکست کھا چکی ہے، مگر اسکی آواز ہر گوشے سے بلند ہے۔ حزب الائتلاف کے اخبارات خوشیاں منا رہے ہیں، اور اتحادی اخبارات نئی وزارت کی قلعی کھول رہے ہیں۔ مصر کے اخبارات بھی ابتداء انقلاب سے دونوں جماعتوں میں منقسم ہو گئے ہیں، اور اپنی اپنی جماعتوں کی حمایت اسطرح کرتے ہیں، گویا خود انکی وزارت کو شکست و ظفر سے سامنا ہے۔ ان میں مشہور (المود) جسکو عہد گذشتہ کے تمغوں اور انعامات کی حسرت و ماتم سے آجتک مہلت نہیں ملی، ابتداء انقلاب دستوری سے اتحاد و ترقی کا مخالف ہے، (کیونکہ دستوری حکومت

(۱) یہ ایک شدنی اور ہرنے والی بات تھی اور تم جانتے ہو کہ وہ کونسی شدنی بات تھی؟ (سورۃ العاقۃ)
(۲) البانیا میں ایک خاص طرح کا نہایت زہریلا زنبور ہوتا ہے جسکے قنک کی ہلاکت مشہور ہے۔ البانیا کو اس سازشی کارروائی میں شریک کرنے کی طرف اس سے اشارہ مقصود ہے۔

کہولینا ہے۔ جب حرکت پیدا ہوگی اور قفس کی قید سے باہر نکلیں گے، تو پھر خود ہی اپنے لیے کوئی نہ کوئی آشیانہ ڈھونڈ لیں گے۔ یہ بالکل سچ ہے، اور جو لوگ آج قوم میں حرکت پیدا کرنا چاہتے ہیں، انکو ہرگز اسکا ذمہ دار نہیں سمجھتے کہ وہ قوم کو گھر سے نکال کر اس کے لیے کوئی نیا محل بھی طیار کر دیں۔ یہ کلم انکا نہیں ہے، انکا اصلی فرض یہاں تک پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے کہ پانی بند ہے، اسکا بند توڑ دیں، جب وہ چلے گا تو خود اپنا راستہ نکال لے گا، اور اگر خود نہ نکال سکے گا تو پھر انجینیر آئیں گے اور اسکے لیے ایک مستقیم نہر کا خط کھینچیں گے۔ یہ اصلاح کے تقسیم عمل کا ایک سچا اصول ہے، مگر ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اسکے لیے وہ قومیں مرزوں میں، جنکے یہاں تقسیم عمل کیلئے دماغوں اور ہاتھوں کی کمی نہیں، انکے یہاں ایک دماغ صرف نقاد ہوتا ہے جو صرف نکتہ چینی کرتا ہے اور بتلا دیتا ہے کہ عمارت کی دیوار میں اس جگہ کچی ہے۔ پھر دوسری جماعت معماروں کی ہوتی ہے، وہ دیوار کو ڈھا کر از سر نو اٹھاتی ہے۔ مگر مسلمانوں میں اصلی سوال دماغ اور رائے ہی کا نہیں، بلکہ آدمیوں کا ہے۔ بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہم میں آدمی نہیں، اور آدمی مشینوں میں ڈھل نہیں سکتے۔ پس ہمکو ہمیشہ اپنی بے بضاعتی پر نظر رکھنی چاہیے، اور اسلئے ہر شخص کو صرف اپنا فرض ہی نہیں دیکھنا چاہیے، بلکہ اپنے امکان اور مقدور پر نظر رکھنی چاہیے۔ امن کے زمانے میں جب فوج اپنی اپنی بارکوں میں رہتی ہے، تو توپ چلانا سیکھتی ہے، انکو اٹھا کر اپنے پیٹھ پر لیے ہوئے نہیں پھرتی، لیکن جب جنگ کی نازک گھڑیاں آجاتی ہیں تو پھر اس وقت صرف فرض اور ذمہ داری ہی ہر شخص کی نہیں دیکھی جاتی، بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اپنے اپنے مقدور اور اپنی اپنی طاقت بھر جو سپاہی جسقدر کام کر سکتا ہے اس سے دریغ نہ کرے۔ اگر پہاڑ سامنے آکر حائل ہو جاتے ہیں، تو سپاہی خچروں اور مزدوروں کا انتظار نہیں کرتے۔ خود ہی توپوں کو کھولتے ہیں، خود ہی اپنی پیٹھوں پر لاد بھی لیتے ہیں، اور پھر خود ہی وقت پر اسے کام بھی لیتے ہیں۔ اسلام کیلئے درحقیقت یہ ایک جنگ کی نازک گھڑی ہے، جسمیں وہ اپنے ہر سپاہی سے صرف اسکی ذمہ داری ہی کا نہیں، بلکہ وہ جو کچھ کر سکتا ہے، اسکا طالب ہے۔ اس وقت کام کرنے والوں کو خود ہی تجویز پیش کرنی چاہیے، خود ہی قوم میں اسکی دعوت پھیلانی چاہیے، اور پھر کوشش کرنی چاہیے کہ ہوسکے تو خود ہی اس تجویز کو عمل تک پہنچائیں اور اگر نئی تلاش کی دعوت دی ہے، تو خود ہی اسکو ڈھونڈ کر سامنے بھی کر دیں۔

اسی بنا پر اب ہم گذشتہ کے ذکر و افسوس کو بالکل بیکار سمجھتے ہیں۔ اصلی کلم یہ ہے کہ پچھلی راہ سے ہٹانے کے بعد اب قوم کے آگے ایک نئی راہ کھولنی چاہیے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس بارے میں رب کریم و عزیز و حکیم نے جو خیالات ہمارے دل میں ڈالے ہیں، انکو آئندہ نمبر میں پیش کریں گے۔ اور تمام ان آبی کے فضل و توفیق پر موقوف ہیں۔ واللہ المستعان وعاہ الذ

ناموران : وہ طرب

ایۃ من ایات الملئۃ

— * —

اقتلونی اقتلونی یا ثقات ان فی قتلہ حیات لامعات

— : —

اٹلی نے جب ساحل بیروت پر گولہ باری کی نیت سے جنگی جہاز بھیجے تو وہاں ایک عثمانی جنگی جہاز (عون اللہ) نامی موجود تھا۔ اطالی افسر بحری نے (عون اللہ) کا محاصرہ کر لیا اور اسے تمام عثمانی سپاہیوں اور افسروں کو پیغام بھیجا کہ اب بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی، ہتھیار رکھ دیں، ورنہ توپوں کے دھانے آتش باری شروع کر دیں گے۔

لیکن دنیا اس واقعہ کو کبھی بھول نہ سکے گی کہ (عون اللہ) کے اعلیٰ سے لیکر ادنیٰ تک ہر سپاہی اور افسر نے اٹالین مریم پرستوں کی غلامی سے صاف انکار کر دیا اور توحید اسلامی اور شرف عثمانی کے آگے اپنی جانوں کی حفاظت کی کچھ پروا نہ کی۔ اس جہاز کے ایک افسر فواد بک نے جہاز کی تباہی کی آخری گھڑیوں میں جبکہ چاروں طرف سے اٹالین توپوں کے گولے آ کر اسے سامنے بہت رہے تھے اپنے وطن عزیز اور اپنے اعزاء و خاندان کے نام مندرجہ ذیل وصیت لکھی تھی، جو ایک پاک اور مقدس زندگی کا آخری پیغام حیات تھا :-

”وطن عزیز اور میرے خاندان محبوب کے نام :-

آج میں مر رہا ہوں، اریہ میری زندگی کی آخری گھڑیاں ہیں، جو نہیں معلوم اس وصیت کے اختتام تک باقی رہیں گی یا نہیں؟ لیکن میرا قلب خوف موت سے مضطرب ہونے کی جگہ مطمئن اور ہجر حیات کے غم سے غمگین ہونے کی جگہ شادان و فرحان ہے، اس لیے کہ میں اپنے بلاد محبوب اور ملت عزیز کے شرف و عزت کی راہ میں مر رہا ہوں۔

اٹالین نامردوں نے ہمارے دل و دماغ کا قیاس کیا، اور وہ سمجھے کہ ہم موت کی تلخی سے تو کراہتے غلامی اور قید کو منظور کر لیں گے اور انسانیت کی اس انتہائی ذلت و حقارت پر راضی ہو جائیں گے۔ مگر یہ کیسا سخت دھوکا تھا جسمیں وہ مبتلا تھے؟ اگر وہ خود شرف انسانی کے جذبات سے محروم ہیں، تو کیا انہوں نے تاریخ کے صفحوں اور قوموں کی روایتوں میں بھی کبھی انسانیت کی آواز نہیں سنی ہے؟ عنقریب ہمارا خون سفند کے پانی میں ملکر معرہ ہو جائے گا، اور لاشیں شکستہ جہاز کے تختوں کے ساتھ موت و گم نامی کی موجوں میں چھپ جائیں گی۔ ہماری قبر سمندر کی بڑی بڑی مچھلیوں کے پیٹ میں ہوگی، یا مرغان صحرائی کے معدوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ خشکی پر بسنے والے اب ہم کو کبھی نہ دیکھیں گے، اور مٹی کا ایک نشان بھی ہم کو نہیں رہے گا، لیکن پھر بھی ہم مطمئن ہیں۔ سمندر اور سمندر کے اوپر آنے والے خون و ہلاکت کے آلات، دونوں ملامت میں ہیں، مگر ہمارے دلوں کے اندر سکون ہے۔ ہم کو یقین ہے کہ ہم عالم انسانیت کا سب سے بڑا فرض ادا کر رہے ہیں۔ ہماری روح اپنے خدائے حی و قیوم سے شرمندہ نہیں ہے، جو اس وقت اٹالین توپوں کے گولوں، اور تاختہ جہاز پر ہماری توپوں کی دھڑکی لاشوں، دونوں کو دیکھ رہا ہے۔

چونکہ ہم گمنامی کے عالم میں دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں، اس لیے کرتے ہیں کہ شاید ہمارے بعد دشمن ہماری نسبت غلط خبریں مشہور کر دیں۔ اس لیے اپنے وطن مقدس اور ملت محبوب کے نام یہ پیغام چھوڑ جاتے ہیں، شاید ان تک کسی طرح پہنچ جائے، اور انکو معلوم ہو جائے کہ دنیا کی کوئی دلفریبی اور زندگی کی کوئی دلربائی ہم کو اپنی ملت مقدس کے شرف سے دست بردار ہونے پر آمادہ نہ کر سکی۔ ہم نے عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح دی، اور الحمد للہ کہ اپنے آباؤ اجداد و شہدائے کرم کے زمرے میں شریک ہونے کیلئے یا برباد ہیں۔

میں یہ خط لکھ رہا ہوں، اور دشمنوں کے گولے میرے یمن و شمال آ کر بہت رہے ہیں اور خبر دیتے ہیں کہ میری زندگی کی آخری ساعات میں اب بہت کم لمحے باقی رکھتے ہیں۔ پس الوداع! الوداع!! اے ملت محبوب، اور اے وطن مقدس! الفراق! الفراق!! اے خاندان عزیز! اور اے خاک مہجور!!

ہاں میری عزیز اولاد، تو انکی نسبت میری رات ہے کہ تم انکی تربیت و تعلیم سے غفلت نہ کرنا

اچھی طرح اس سے باخبر ہونگے۔ البتہ اللہ (اب بند ہو گیا ہے) از العلم، یہ دو اخبار اتحاد و ترقی کے موافق ہیں، اور الحقیقۃ بیروت کا، الزہرہ تیونس کا، اور اتحاد و الترقی طرابلس الشام کا بھی اُنکے ساتھ ہے، مگر یہ اخیری اخبارات ہمارے معاصرین کے ہاں کم آتے ہیں اور زیادہ تر اُنکا المودید اور العدل وغیرہ پر دار و مدار ہے، اسلیے وہ بے خبری میں اُنکے بیان کردہ حالات پر رتوق کر لیتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ یہ اخبارات خود ایک فریق کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس ہفتے ہم نے ایک اخبار میں (المقطم) کے نامہ نگار کے طومار مکذوبات تحریر کا ترجمہ دیکھا، جسکو مترجم نے نہایت توثیقی اور توصیفی الفاظ کے ساتھ شائع کیا ہے، لیکن ہمارے معاصر کو معلوم نہیں کہ (المقطم) قاہرہ میں (حزب الاحتلال) کا مسلم ارگن ہے، اور ڈاکٹر یعقوب اور ڈاکٹر صرف نمرود شامی عیسائی (جو تمام مصر میں شیخ الاحتلال کے لقب سے پکارے جاتے ہیں) اُسے شائع کرتے ہیں۔ اسکر انگریزی حکومت نے اپنی سرپرستی اور نگرانی میں صرف اسلیے جاری کرا یا ہے کہ ملک میں انگریزی اثر کی توسیع و استعلاک کا ذریعہ ہو، اور وہ ۲۵ برس سے اسلامی ترقیات اور عثمانی مقاصد کا اعدا و دشمن ہے۔ پس اسکی مخالفتانہ تحریریں تو اس سے زیادہ معتبر نہیں ہوسکتیں، جتنی پاپوئیر کے نامہ نگار کی چٹھیاں۔ باقی رہیں انگریزی اخبارات کی اشاعت، تو یہ ظاہر ہے کہ جو لوگ اس نزاع میں خود ایک فریق کی حیثیت رکھتے ہیں وہ اُنکے لیے کیونکر جمع ہو سکتے ہیں؟ درحقیقت انجمن اتحاد و ترقی کی مذمت اور حزب الائتلاف کی مدحت سرائی میں سب سے زیادہ انگلستان کا حصہ لینا ہی اس امر کا ثبوت دین ہے کہ اتحاد و ترقی انگریزی سازش کا شکار ہوئی ہے، نہ کہ کسی ملکی فتح یابی کا۔

جو لوگ بے قائل اتحاد و ترقی کے متعلق طرح طرح کے مخالفانہ قصص مشہور کر رہے ہیں، انکو سمجھ لینا چاہیے کہ اتحاد و ترقی ہی نے موجودہ عثمانی حکومت قائم کی ہے، اب تک وہی قابض رہی تھی، اور پھر عنقریب چھ ماہ کے بعد اُنے والی ہے۔ اسکی طرف سے ناواقف ہندوستانی مسلمانوں کو بدظن کرنے کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ جو محبت و عظمت اُنکے دلوں میں دولت عثمانی کی موجود ہے، اور جو فی الحقیقت اتحاد اسلام، اور استعلاک کلمۃ خلافت کا ذریعہ ہے، وہ مایوسی سے بدل جائے گی۔ کیونکہ اتحاد و ترقی اور موجودہ دستوری حکومت مرادف الفاظ ہیں، اور ہمیشہ مرادف رہیں گے۔ ہم نے اس وقت تک نئے انقلاب پر کچھ لکھنے سے اسی لیے پرہیز کیا تھا کہ لازمی طور پر نئی حکومت کے بعض سرائے فاش کرنے پڑیں گے اور اسکا اثر عام مسلمانوں پر اچھا نہیں پڑے گا، کیونکہ احزابی انقلابات سے اصل دولت عثمانی کو الگ کر کے دیکھنے کی سمجھ نہیں رکھتے۔ لیکن چونکہ عام طور پر تمام معاصروں ایک علی کے مرتکب ہو رہے ہیں اسلیے اُنکے ازالے کیلئے مجبوراً ہم بھی ملطی میں پڑ کر احمدي البلیتین کو اختیار کرنا پڑے گا۔ ہم آؤ نمبر میں اس اجمال کی تفصیل کریں گے۔

نجات دہندہ ہے، اور ایثار و قربانی کی جو سچی اور غیر مشتبہ مثالیں اچے اندر رکھتا ہے۔ اسکی نظیر دنیا میں ہمیشہ نہیں مل سکتی۔ البتہ اُنہیں ہر طرح کے لوگ ہیں، بعض خود غرض اور نفع پرست اشخاص بھی شامل ہیں اور ملاحدہ و متبعین یورپ بھی، فمنہم ظالم لنفسہ و منہم مقتصد، و منہم سابق بالخیرات۔ انکے گذشتہ پنج سالہ عہد حکومت کے اکثر اعمال قابل تعسب ہیں، اور بہت سے اعمال قابل اصلاح، اور بعض قابل نفرت: خلطوا عملاً صالحاً و اخر سئياً [انہوں نے ملے جلے عمل کیے، اچھے بھی اور برے بھی - ۱۰۳:۹] لیکن ساتھ ہی انکے پاس اسقدر ذخیرہ حسنات کا موجود ہے کہ وہ ان سئیات سے دُرگزر کرنے کیلئے کافی ہے: و انما الحسنات بذهبن السئیات (۱)۔ پس ہمارے خیال میں جو لوگ آج نئی وزارت کے قیام اور پارلیمنٹ کی برہمی پر شادمانی و نشاط ظاہر کر رہے ہیں، وہ یا تو حالات سے بے خبر ہیں، یا سرے سے انہیں عثمانی دستور ہی سے کوئی ہمدردی نہیں۔ اگر یہ بعض ایک احزابی نزاع ہوتا، یا اندرونی جماعت گروہ کی وجہ سے اتحاد و ترقی کی جگہ اسکی ایک مخالف جماعت کامیاب ہو جاتی، تو ہمیں کچھ بھی افسوس اور رنج نہ ہوتا۔ مقصد حفظ خلافت سے ہے، اور دستوری حکومت میں احزابی فتح و شکست ناگزیر ہے۔ لیکن بدبختی یہ ہے کہ انجمن اتحاد و ترقی کو ملک کی کسی اصلی جماعت نے شکست نہیں دی ہے، بلکہ اجانب کی سازشوں نے اپنے اہل سائنہ اغراض کیلئے انجمن کو راہ سے ہٹانا ضروری سمجھ کر حزب الائتلاف کا بھیس بدلا ہے، اور ارتجاعي گروہ کو ساتھ لیکر ایک خطرناک چال چلی ہے۔ اس وقت اتحاد و ترقی کی شکست کا افسوس نہیں ہے، بلکہ غیروں کی فتح یابی کا:

دوست نے خاطر دشمن سے کیا مجھ کو ہلاک

رنج یہ ہے کہ وہ کم حوصلہ نازاں ہوگا

ہمارے بعض معاصرین کی سخت غلطی

ہندوستان کے بعض اردو اخبار جو حالات سے نارا قنیت کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے انجمن اتحاد و ترقی کی شکست پر اظہار شرماتی کر رہے ہیں، اور انجمن کے مخالفین کی تعزیرات کے اقتباسات و تراجم کی اشاعت میں غرور و فخر سے کم نہیں لیتے، وہ درحقیقت اس طرح علانہ مکذوبات و اتہامات کی اشاعت میں معین و مددگار ہونے کے ہندوستان کے مسلمانوں کو موجودہ عثمانی خلافت سے مایوس و بدظن کر دینے کی بھی سخت غلطی کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کے فرائع معلومات زیادہ تر مصر کے عربی اخبارات ہیں، یا پھر انگریزی اخبارات کے نامہ نگاروں کی چٹھیاں، اول الذکر اخبارات کا یہ حال ہے کہ المودید، الجریدہ، العدل، الہرم، الراہی العام، المنبر، اور اسی طرح کے اکثر اخبارات اپنے خاص اغراض ذاتی کی وجہ سے انجمن کے اشد شدید مخالف ہیں، اور اگر اسکی وجہ ہم بیان کریں تو کئی صفحے مطلوب ہیں، جو لوگ آغاز دستور کے زمانے میں مصری پریس کے باہمی مناقشات و مزاحمت سے واقف ہیں، وہ

کارسنہا سطرابا

نصر عن اللہ

— * —

۲ - اگست کا معرکہ ”زوارہ“

— * —

مقتبس از مراسلہ شیخ بارونی

— : —

شیخ سلیمان البارونی جو جبل مغربی (طرابلس) کے طرف سے عثمانی پارلیمنٹ میں ممبر ہیں، اور جنکی تصویر اور بعض مراسلات الہلال میں شائع ہو چکے ہیں، آغاز رمضان المبارک کے ایک تازہ معرکے کی نسبت میدان جہاد سے لکھتے ہیں:

”گذشتہ چٹھی میں نے آپکو (طویلہ غزالہ) سے لکھی تھی۔ اس کے لکھنے سے فارغ ہی ہوا تھا کہ میری طلبی میں زوارہ سے دو سوار پہنچے اور میں روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ مدتوں کے بعد دشمنوں نے اپنے آشیانوں سے سر نکالا ہے!“

”(زوارہ) کے سامنے ہی (سیدی عبد الصمد) واقع ہے۔ ۲- رمضان کی صبح کو دشمن کا ایک گروہ کامل سوار زیادہ پلٹنوں اور سامان حرب کے ساتھ اسکی طرف روانہ ہوا، ہمارے سامنے کی چوکیوں نے ہمیں اطلاع دی کہ دشمن کا قصد اُس طرف جانے کا ہے، یہ خبر سننے ہی میں نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ اس موقع پر کیا کام کرنا چاہیے۔ بلا ایک لمحہ بھی ضائع کیے ہوئے مجاہدین کی ایک جماعت ساتھ لی اور (مقبرہ سیدی عبد الصمد) کی شرقی جہت کی طرف روانہ ہو گیا۔ جو عین دشمن کی رہ گزر پر واقع تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد کمانڈر عبد القادر بک اور قائم مقام سلطان بک بھی آکر مجھ سے مل گئے۔ جب حکم دیا، چونکہ عرصے کے بعد دشمن کے نکلنے کی خبر معلوم ہوئی تھی اور مدت سے تمام مجاہدین کسی ایسے موقع کیلئے بیقرار ہو رہے تھے، اسلئے ہر شخص جوش و خروش سے بیخود ہو رہا تھا۔ بے اختیار نعرۃ اللہ اکبر کی صدائیں ہر شخص کی زبان پر جاری ہو گئیں، نتیجہ یہ نکلا کہ رقت سے پہلے دشمن خبردار ہو گیا اور تمام اٹالین فوج بدحواس ہو کر (حملہ! حملہ!) پکارنے لگی۔ ہم نے دیکھا کہ چند گزیاں ہماری جانب چلائی گئی ہیں مگر ہم بے خطر بڑھتے رہے، نزدیک جا کر معلوم ہوا کہ دشمن نے مقبرے پر قبضہ کر لیا ہے، اور مقبرے کے گنبد پر اٹالین جھنڈا کھڑا کر کے محصور ہو گئے ہیں“

مجاہدین کا حملہ

مجاہدین کے نمودار ہونے ہی دشمن نے مدافعت شروع

کردی اور توپوں کے دھانے ایک ساتھ آتش باری کرنے لگے، مگر یہ آگ اور دھویں کا کھیل اب ہمارے لیے کچھ زیادہ خوف انگیز نہیں رہا ہے۔ بغیر کسی تامل اور جھجک کے ہم نے بھی آگے بڑھ کر جواب دینا شروع کر دیا اور معرکہ کارزار گرم ہو گیا۔ اس لڑائی میں ایک عجیب و غریب واقعہ یہ ہوا کہ اطالی اپنی ایک سالہ عادت قدیمی کے خلاف کئی گھنٹے تک جمے ہوئے قائم رہے اور صبح سے لیکر شام تک برابر جنگ جاری رہی، تاریخ جنگ طرابلس میں یہ واقعہ ایک مستقل عنوان پانے کا مستحق ہے۔ ”دوپہر تک یہ لڑائی یمن و یسار اور قلب میں معدوم رہی“ لیکن جب ہم نے دیکھا کہ کوئی فیصلہ کن نتیجہ نہیں نکلتا تو اپنی جماعت کے چند نظامی سپاہیوں اور مجاہدین عرب کو ان کے لغتتہ نزل کے ماتحت بھیج کر شرقی جانب کثرت دی، اور عثمانی تپ کو غربی جانب سے آتشباری کا حکم دیدیا، اس تدبیر سے یکایک حالات جنگ بدل گئے، مجاہدین نے ایک نئی قوت اور ہمت اپنے اندر محسوس کی اور بے باکانہ صدائے رعد آسائے تکبیر بلند کر کے تیز قدمی سے بڑھنا شروع کر دیا۔“

فوزل ملائکہ نصرت و ہزیمت کفار

میدان قتال میں ہر رقت جنگ و قتال ہی سے سابقہ رہتا ہے، مگر میرا تجربہ ہے کہ ہر جنگ میں خدا تعالیٰ کے ملائکہ نصرت قوم ان کی ایک خاص رقت ہوتا ہے، اور یہی رقت جنگ کا فیصلہ کر دیتا ہے۔ غریب آفتاب کے بعد مجاہدین کے جوش و قوت اقدام کی کوئی انتہا نہ تھی، ہر مجاہد اس طرح جانفروشانہ دشمنوں کی صفوں کے قلب میں گھس جاتا تھا، گویا ملائکہ الہی کی صفیں آسمان سے اتر کر اسکو اپنے حلقے میں لپی ہوئی ہیں، اور وہ انکی حفاظت میں آگ اور لہر کے حربوں سے بے خطر ہو گیا ہے، ابتدا میں تو چند لمحوں تک دشمن کے قدم جمے رہے، اور مجاہدین نے بھی اپنے اندر ضعف محسوس کیا مگر اس کے بعد پھر مجاہدین کی بندر قوتوں سے مقابلہ نہ رہا تھا، بلکہ قہر الہی کا ہاتھ کام کر رہا تھا، یکایک ہزیمت کے آثار نمایاں ہو گئے، اور اطالیوں کو گویا اپنی پہلی عادت یاد آگئی۔ پھر کیا تھا، ہر طرف سے لوگ بدحواس ہو ہو کر بھاگنے لگے، افسر اور سپاہی، دونوں شدت اضطراب سے پاگل ہو گئے، اپنے ہاتھ کے اسلحہ و آلات تک کا کسی کو ہوش نہ رہا، ایک دوسرے پر گرتا تھا، اور اپنے گھوڑوں سے اپنے ہی بھائیوں کو پامال کرتا تھا۔ تھوڑی دیر کے اندر انہوں نے اپنی جگہ خالی کر دی، اور مجاہدین نعرہ ہائے تکبیر و تہلیل کی گونج میں اسیر قابض ہو گئے“

فانزل جنوداً لم تروہا و عذب الذین کفروا

اگر وہ خدا سے حق و قیوم زندہ ہے جس نے (بتدرجہ)

اور سب سے پہلے انکو خالص اور بے میل اسلامی تربیت دلانا، تاکہ وہ سیکھ جائیں کہ دین کیا ہے؟ اور ملت و وطن کیا ہے؟ اور پھر اپنی زندگیوں اور اپنی جانوں کو اسی راہ میں قربان کر دیں۔

جب ان میں تعلیم اسلامی کی روح راسخ ہو جائے، تو پھر تمہیں اختیار ہے کہ جس زبان کو چاہو، انہیں سکھلاؤ، اور جس علم کی چاہو انہیں تعلیم دو۔

اسکے سوا دنیا کیلئے میرا کوئی پیغام نہیں، اور دنیا سے کوئی آرزو نہیں۔۔۔۔۔

میں نے اس وصیت کے ترجمے کو دو بار لکھا، مگر دونوں مرتبہ آنسوؤں کے سیلاب میں حرفوں کی سیاہی بھگ گئی۔ اب تیسری مرتبہ لکھ کر چھپنے کیلئے بھیج رہا ہوں۔

لیکن آہ! اے فواد بک! اے اسلامی شرف و عظمت کے شہید! اے محبِ ربیت الہی کے تاجدار! یہ تو نے کیا کہہ دیا کہ ”میں مر رہا ہوں“؟ اگر موت تیرے لیے ہو، تو پھر بتلا کہ دنیا میں زندگی کو کہاں دھونڈے ہیں؟ اگر یہ موت ہے، تو چالیس کروڑ مسلمانوں کی زندگیاں اس موت پر قربان۔ اگر تیرے مقدس وجود پر ظلم و عیسان سے بھری ہوئی زمین تنگ ہو گئی، تو دلگیر مت ہو کہ ہم تیرے مقبرے کو اپنے دلوں میں بنائیں گے۔ اگر تیرے جنازے کو پھولوں کی چادر نصیب نہیں ہوئی تو کیا مضافتہ، ہم اپنی انہوں کو پھولز ڈالیں گے، اگر انہوں نے ہمیشہ اپنے آنسوؤں کی چادریں تیری یاد میں نہ بھائیں۔ تو اپنی موت کو کیوں گمنامی کی موت کہتا ہے؟ عالیشان گنبدوں اور مقبروں میں سونے والوں کی نشانیں مت جائیں گی، مگر تیری سمندر پر بہنے والی لاش کو دنیا کبھی نہ بھول سکے گی۔ جا! اے پیکرِ قدس و عظمت جا! دنیا تیرے رہنے کی جگہ نہ تھی، خدا کا آغوش و محبت ہمیشہ کیلئے تجھے مبارک ہو! لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا، بل احياء عند ربہم یرزقون



بیرت پر آٹلی کی گولہ باری اور بیرت بینک کی شکستہ دیواریں

مجوزہ مسلم یونیورسٹی

— * —

یونیورسٹی کے قبول کرنے یا نہ کرنے پر اپنی آخری رائے دیں، یہ سونچ لینا چاہئے کہ آیا ہمارے خاموش مسلمان کی اس رائے کے معلوم کرنے کے بعد اب انہیں بحث مباحثہ کرنے اور غریب مسلمانوں کے رویوں کو بے جا صرف کرنیکی کوئی ضرورت باقی رہ گئی ہے یا نہیں۔ میرا تو خیال ہے کہ کوئی بھی ضرورت باقی نہیں رہی۔ کیا اچھا ہوتا کہ مسلمانوں کے لیڈر اور اسلامی اخبارات اپنے گراں بہا وقت کو مرہومہ مسلم یونیورسٹی کے تذکرے اور بحث میں ضائع نہ کر کے ان ذرائع پر غور کرتے جنہے اس پاک باطن اور خاموش مسلمان کے خیالات کی تکمیل کی ضرورت پیدا ہوتی۔

(حبیب النبی خان صرلت)

کامریڈ جلد ۴ نمبر ۱۰ مورخہ ۷ ستمبر میں کسی بندہ خدا کا ایک مراسلہ مجوزہ مسلم یونیورسٹی کے متعلق چھپا ہے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی کانفرنس، کوئی کمیٹی، کوئی لیڈر، کوئی اخبار نویس، غرض کوئی سادہ عی خدمت قوم مسلمانوں کو موجودہ حالت میں اس سے بڑھکر مفید اور مخلصانہ صلاح دے نہیں سکتا جو اس بندہ خدا نے دی ہے۔ ہر اخبار نویس کا فرض ہے کہ اس خاموش مگر سچے مسلمان کی صلاح کو قوم کے ہر فرد کے کانوں تک پہنچانیکی کوشش کرے۔ خاصکر ان کانوں تک، جو زبان انگریزی سے نا بلد ہیں۔

• مسلم یونیورسٹی فاؤنڈیشن کمیٹی کے ممبروں کو قبل اسکے کہ وہ مجوزہ

کہ جو بھی مجاہدین کے کان میں پڑا، معاً جس طرح مردہ لاشیں زمین سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوں، ہر متنفس کے اندر طاقت و شجاعت کی ایک نئی روح حلول کر گئی۔ بے اختیار ہر شخص اس تلمے کو دھرانے لگا اور پھر اس معجزانہ طاقت، اور بے جگری کی شجاعت کے ساتھ آخری حملہ کر دیا، کہ چند لمحوں کے اندر میدان دشمنوں سے صاف تھا!

جنگ کے بعد جب ہم اُس رقت پر غور کرتے ہیں تو ہر شخص حیران رہ جاتا ہے کہ ”اللہ اکبر! لفظ میں اُس رقت کیا سحر پیدا ہو گیا تھا؟“

یہی طاقت بخشی وہ جنود مغفی ہے، کہ خدا جب چاہتا ہے، اُسکے ذریعے اپنی راہ میں لڑنے والوں کو فتح یاب کر دیتا ہے۔ بیشک اُسکے بندے بھوک اور پیاس سے بے دم ہو گئے تھے، مگر وہ قادر و توانا تو بھوک اور پیاس سے پاک و منزہ ہے اور ہر رقت نصرت بخشی کی قدرت رکھتا ہے۔ اُس نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھانے کیلئے صدائے تکبیر کو وسیلہ بنا دیا: فقطع دابر القوم الذین ظلموا و العمد اللہ رب العالمین - (۳: ۸۳)

اللہ نساء زوارہ !!!

شیخ صرف آگے چل کر لکھتے ہیں: — ”یہ حالت دیکھ کر ہم نے آئندہ کیلئے حالت جنگ میں روزہ نہ رکھنے کا اعلان کر دیا جسکو بعد میں شیخ الاسلام نے بھی جائز قرار دیا۔ اعلان کے بعد میں جناح شرقی سے مغربی حصے کی طرف آ رہا تھا اور میرے ساتھ ڈاکٹر عبدالسلام طرابلسی تھے۔ کہ راہ میں ہم کو مجاہد عورتوں کی ایک جماعت ملی۔ ان میں کمی رئیس کی ایک نوجوان اور حیدر لڑکی بھی تھی جسے مجھ سے لیکر اس رقت تک نازر نعمت کی گودوں میں پرورش پائی تھی، اور شاید جب سے پیدا ہوئی ہے آج تک سوائے حریر کے کرتے کے اور کوئی شے اسے کاندھوں پر نہیں پڑی ہوگی۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ کاندھ پر مشک اُٹھائے ہوئے پھر رہی ہے، تاکہ زخمیوں کی خدمت انجام دے۔ ہم کو دیکھتے ہی بولی کہ ”جس طرح تم نے مردوں کو افطار کا حکم دیدیا ہے، اسی طرح ہم عورتوں کو بھی دیا ہے یا نہیں؟“ میں نے کہا کہ ”کیوں نہیں؟ تم بھی تو مجاہد ہو“ بولی ”ہاں لیکن ہمارا دل اسے نہیں قبول کرتا، کیونکہ مرد تو تلواروں اور گولوں کے نیچے لڑیں گے، وہ افطار کر دیں تو انہیں حق ہے، ہم تو صرف انکی خدمت کیلئے ہیں، ہمارے لئے جائز نہیں!!“

فی الحقیقت اس جنگ میں مجاہدین کے ساتھ مجاہدات عرب کے کار نامے بھی یاد رہیں گے۔ جنگ کے شدید موقعوں میں جب مجاہدین دشمنوں کے مورچوں میں گھس جاتے ہیں، تو اکثر ایسا ہوا ہے کہ عورتیں بھی اپنی مشکیں لیکر بے باکانہ دشمنوں کی صفوں میں پہنچ گئیں، اسلئے کہ شاید کوئی مجاہد وہاں زخمی ہو کر گر پڑے اور اُسے پانی کی ضرورت ہو، پھر اسپر کمال یہ ہے کہ وہاں سے زخمیوں کو پانی نکال کر اور ہوسکا تر ساتھ اُٹھا کر صبح و سالم نکل بھی آتی ہیں! فللہ نساء زوارہ !!! (الزہراء)

کو اپنے اندر لے لیتی ہے، دشمنوں کے پاس ایک وسیع مقبرے کی عمارت عمدہ حفاظت گاہ ہے اسلئے وہ جری حد تک تپش سے معفوظ ہیں، مگر جاں بازان جہاد کے سروں پر آفتاب بھی آگ برسا رہا ہے۔ یہاں تک کہ پورا دن بغیر وقفے کے اسی حالت میں بسر ہو جاتا ہے، اور شام قریب آجاتی ہے۔ یہ وہ رقت ہوتا ہے، جب تمام عالم اسلامی میں روزہ رکھنے والے افطار کے خوانہاے پر تکلف کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں، لیکن ان مجاہدوں کو اب بھی اتنی مہلت نہیں ملتی کہ ایک قطرہ آب سے اپنے صائم حلق کو تر کر لیں۔ چہروں پر گرد جہاد کی تہیں پڑی ہوئیں، جسم خون کی چھینٹوں سے لالہ گوں، اعضا زخموں کی کثرت سے چور، ہونٹ خشک، اور حلقوں میں کانٹے پڑے ہوئے۔ پورے آٹھارہ گھنٹے کا فاقہ اور شب بیداری۔ یہ صورت اور یہ حالت اس فنا فی سبیل اللہ جماعت میں سے ہر فرد کی تھی، جبکہ عین افطار کے رقت وہ مصروف دفاع و بیگار تھے۔ پس ظاہر ہے کہ اگر اس رقت رحمت الہی کی جنود مغفی کا ظہور نہ ہوتا، تو اور کونسا رقت مرزوں ہوسکتا ہے؟

بجرم عشق توام می کشند و غوغائیست

تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تما شائیست

شیخ سلیمان بازونی اس کے بعد لکھتے ہیں: —

”یہ فتح و نصرت جو اس یادگار موقع پر حاصل ہوئی، اس کے لیے اگرچہ عین موقع پر فوج نظام اور مجاہدین کی ایک جماعت کو الگ کر کے بھیج دینا، ایک بہت بڑا سبب ہوا، مگر فی الحقیقت یہ واقعہ اسکی اصلی علت نہیں ہو سکتا، کیونکہ جنگ کا اصلی فیصلہ کن موقع جناح مشرقی تھا، جہاں دشمنوں کی سب سے بڑی قوت اور اتشبار تریخانہ موجود تھا۔ وہ پھر کے وقت میں نے نظامی سپاہیں کو ان کے افسر کے ماتحت بھیجا۔ بیشک اس سے وہاں کے مجاہدین کو بڑی تقویت ملی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ نئی کمک بھی کوئی تازہ دم جماعت نہ تھی۔ بلکہ انکی طرح بھڑکی پیاسی اور مسلسل اٹھارہ گھنٹے سے متلاطم مشقت تھی۔ درگھنٹے تک تو پوری جماعت کے ساتھ آگے بڑھتی رہی، لیکن جب آفتاب غروب ہو گیا، اور افطار اور نماز کا رقت آگیا، تو یہ کہنا ضرور نہیں کہ ان روزہ وازوں کا کیا حال ہوا؟ دشمنوں نے بھی اچھی طرح سمجھ لیا، تاکہ تمام مجاہدین ماہ صیام کی وجہ سے بھرے پیاسے ہیں، اور اسی لئے انہوں نے شام کے رقت اپنی آخری قوت کو خرچ کر دینا چاہا۔ درحقیقت یہ وقت ہمارے لیے نہایت نازک ہو گیا تھا، اور شدت منحن و نقاحت اور جرم و عطش کی وجہ سے قریب تھا کہ مجاہدین کے ہاتھ مست پڑ جائے۔ لیکن یکایک اُس رقت ایک تعجب انگیز واقعہ ظہور میں آیا، چونکہ نماز مغرب کا رقت آگیا تھا، ہمارے ساتھ شریک جنگ عورتیں نے ہلال احمر کے آدمیوں سے کہا کہ وقت گذر آ جا رہا ہے، مغرب کی اذان دو، چنانچہ ایک بلند آواز عرب پرکشت ہوئی اور بلند آواز سے اللہ اکبر! اللہ اکبر! کی صدا ہنگامہ کارزار میں ملکر بلند ہو گئی۔ باوجودیکہ تک میں یہ کلمہ بواہر ہمارا آواز تھا، لیکن نہیں معلوم اُس رقت کونسی معجزانہ قوت اس مختصر کلمے میں آگئی تھی“

دشمنوں کی تاش میں نکل گئے۔ آفتاب نے ابھی کھجوروں کے درختوں اور جیل مغربی کے سلسلے سے سر نکالا ہی تھا کہ میدان کارزار گرم ہو گیا۔ دشمن ایک وسیع تعداد اپنے ساتھ رکھتا ہے، عقب سے برابر کمک آ رہی ہے، بالکل تازہ دم ہے، قیمتی کمانوں سے شکم سیر، اور مقوی شرابیوں کے نشے میں چور ہے۔ ان کے ساتھ آتشیں اسلحوں کی بھی کمی نہیں، میدانِ اور پہاڑی دونوں طرح کے توپخانے بارش کی طرح گولے برسائے ہیں، پھر یہ معرکہ دن بھر جاری رہتا ہے، عین دوپہر کی ریگستانی دھوپ تمام میدان

انہوں نے لکھا تھا کہ ”ہم مجاہدین عرب جہاد کے میدانوں میں سونا نہیں جانتے، عربی پڑو میں چھوٹی چھوٹی جماعتیں اپنے اپنے اونٹوں کے قریب بیٹھ جاتی ہیں، اور یا تو غزوات عہدِ نبوی کے واقعات اور اشعارِ حمید و تسبیح کے سننے میں رات بسر کر دیتی جاتی ہے، یا کوئی خوش قرأت قاری سورہ عمران اور برات یا انفال کی تلاوت شروع کر دیتا ہے اور تمام لوگ اس کی سماعت میں مہر ہو کر صبح کر دیتے ہیں“ مسٹر بیفٹ نے بھی اپنے سفر نامے میں ایسا ہی لکھا ہے۔

اللہ اکبر! سونچتا ہوں، تو اپنے سامنے خدا پرستی و خدا پرستانہ زندگی کا ایک عجیب منظر پاتا ہوں۔ ریت کے ٹیلوں اور نخلستان کے جھنڈ سے گھرے ہوئے میدان میں دور تک انسانوں کی ایک آبادی چلی گئی ہے، دینیو عیش و آرام اور شان و شوکت کی علامتوں سے یہ پوری آبادی اس طرح خالی ہے گویا اس عالم سے اُسے کوئی تعلق ہی نہیں۔ پتے ہوئے کملوں کو کہیں کسی ٹوٹے ہوئے نیزے کے سہارے تان لیا ہے، اور کہیں یہ بھی میسر نہیں۔ دس دس اور بیس بیس آدمیوں کی جماعتیں ہر طرف بیٹھی ہوئی ہیں، وسط میں ایک قاری ہے، جو اپنی دلدوز اور خالص عربی قرأت میں سورہ (ال عمران) پڑھ رہا ہے لوگ اُس کے اس رکوع کو اس طرح محویت کے ساتھ سن رہے ہیں گویا آج ہی نازل ہوا ہے، اور یہی داستان الہی خدا کی اس مدد و محبت کے مخاطب ہیں کہ:۔

والذین ہاجرنا ر
اخرجوا من ديارهم وارثوا
في سبيلنا و قاتلوا
و قتلوا لا كفرن عنهم
سياهم ولا دخلنهم
جنات تجري من تحتها
الانهار، ثواباً من عند
الله، والله عنده حسن
الثواب (۱۹۴: ۳)
اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں اپنے وطن چھوڑے اور ہمارے ہی ایسے اپنے گھروں سے نکالے اور ستائے گئے، پھر انہوں نے میدانِ جہاد میں قدم رکھا، اور ظالموں کو قتل کیا اور خود شہید ہوئے، تو ہم ان کی زندگی کی تمام خطاؤں کو معذور کر دیں گے، اور ان کو جنت میں داخل کرینگے۔ یہ انکا اللہ کے یہاں سے بدلہ ہے۔ اور اچھا بدلہ اسی کے یہاں ہے۔

اگر خدا تعالیٰ نے اپنے سوائے دوسری ہستی کے آگے سجدہ کرنا جائز رکھا ہوتا، تو سچ یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے ہر فرد اسکا مستحق تھا کہ انکے آگے ہم سجدہ کرتے، اور انکے برہنہ پائوں کی گرد کو انکھوں کا سرمہ بناتے، اور پھر یہی افسوس کرتے کہ حق احترام ادا نہ ہو سکا۔ اس ضمنی ذکر نے میرے قاب و دماغ کے ساکن خیالات میں ایک عجیب طلاطم پیدا کر دیا ہے، اور زیادہ لکھ نہیں سکتا کہ ان یضیق مدبری، لا ینطلق لسانی (۱۲: ۲۶) جس قرآن کی لرازا طرابلس میں قتل و شہادت کے ساتھ دلوں کو مطمئن کر رہی ہے، (لا بذكر الله تطمئن القلوب) حیث ہے اگر ہمارے دلوں کی سختی کو نرم نہ کرے۔ ر تلک الامثال نضربا للناس لعلہم یتقون (۲۲: ۵۹)۔

(یوم البطشة الكبرى) (۱) کے دن اپنی جنود نصرت بھیج کر مغلوبوں کو غالب اور غالبوں کو خاسر کر دیا تھا: ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلة (۲) اگر وہ منتقم و قہار اب بھی موجود ہے، جس نے (اُحد) کے دامن اور (حنین) کے اطراف میں ایک مشیتِ فقر و معالیک کو دنیوی شوکت و عظمت کے ساز و سامان رکھنے والوں پر فتح و نصرت دی تھی: لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرة ر یوم حنین (۳) اور اگر اسلام کا خدائے ”حی لا یموت“ مسیحی خدا نہیں ہے، جسکو نو ہزار برس سے یہودیوں نے نہایت بے دردی سے ہتیلیوں میں میخیں ٹھونک کر مصلوب کر دیا تھا، تو کیا آج وہ طرابلس کے میدان میں اپنی ملائکہ نصرت کے بھیجنے سے عاجز ہو گیا ہے؟

ہاں! ان تصبروا و انتقوا کہی نہیں، بلکہ اگر تم ثابت قدم رہو، اور دیکھو کہ من نورم هذا پریزگار بن جاؤ، پھر اگر دشمن اسی دم تم یمددکم و یکم پر چڑھ آئیں، تو بیشک تمہارا پروردگار بخمسۃ الاف من اپنے پانچ ہزار ملائکہ سے تمہاری مدد الملائكة سورۃ یوسف (۱۲۲: ۳) کرے گا۔

خدا تعالیٰ نے اس آیت میں ارسال جنود نصرت کے لیے صبر و اتقا کی دو شرطیں لگائی ہیں، یہ سچ ہے تو مجاہدین طرابلس سے بڑھ کر اس کی نصرت فرمائی کا کون مستحق ہو سکتا ہے؟ انکا ثبات و درست اور دشمن سب کو معلوم ہو چکا ہے۔ رہا اتقا، تو اول تر جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر اتقا کی آدر کیا علامت ہو سکتی ہے، اور پھر یہ حملہ ۵۔ رمضان المبارک کو ہوا تھا، جبکہ تمام مجاہدین ”لقائے وجہ رب“ کے شوق و ذوق میں روزے سے تھے، اور روزہ فی الحقیقت مقام اتقا کی اصلی منشا ہے:

یا ایہا الذین امنوا! کتب علیکم الصیام، کما کتب علی الذین من قبلکم، پچھلی قوموں پر لکھا گیا تھا، اور لعلکم تتقون (۱۷۹: ۲) اس سے مقصود یہ ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔

نرا چشم تصور سے کلم لیجئے، اور دیکھیے کہ یہ جانفروشان راہ الہی کس عالم میں تھے؟ رمضان المبارک کا مہینہ ہے، رات شب بیداری اور سماعتِ قرآن میں گزار دی (۴) صبح سویرے اٹھتے ہی

(۱) قیام مکہ کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کی تہدید کی تھی کہ: یوم نبطش البطشة الكبرى، انا منتقم۔ من (۱۵: ۴۴) یعنی ہم کفار کے تہرید و عصیان کا بدلہ اُس دن لیں گے جس دن انکو ایک سخت پکڑ پکڑیں گے، کیونکہ ہم رحیم ہونے کے ساتھ منتقم بھی ہیں۔ یہ پیشیں گر لی بدر کے دن پوری ہو گئی، جس نے ہمیشہ کیلئے کفار مکہ کی طاقت کا استیصال کر دیا۔ اسی لیے جنگ بدر کو ہم نے یوم البطشة الكبرى لکھا ہے۔

(۲) اور بیشک خدا تعالیٰ نے تمہیں بدر کے دن نصرت بخشی حالانکہ تم گمراہ تھے۔

(۳) بیشک اللہ تعالیٰ نے تم کو کتنے ہی معرکوں میں فتح یابی بخشی اور علی الغصص جنگ حنین کے دن۔

(۴) یہ محض قیاس نہیں بلکہ واقعہ ہے۔ انہیں سلیمان باررونی کی ایک چٹھی کا ترجمہ اخبار (روم ایلی) میں چھپا تھا، جس میں

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ الْكَافِرَاتُ اِكْتِرَافُ مَنِيْنَتِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

ایک ہفتہ وار مصور سالہ

میرسنول غرضوی

احمد علی خان کلاں دہلوی

مقام اشاعت

۱-۷ مکلاوڈ اسٹریٹ

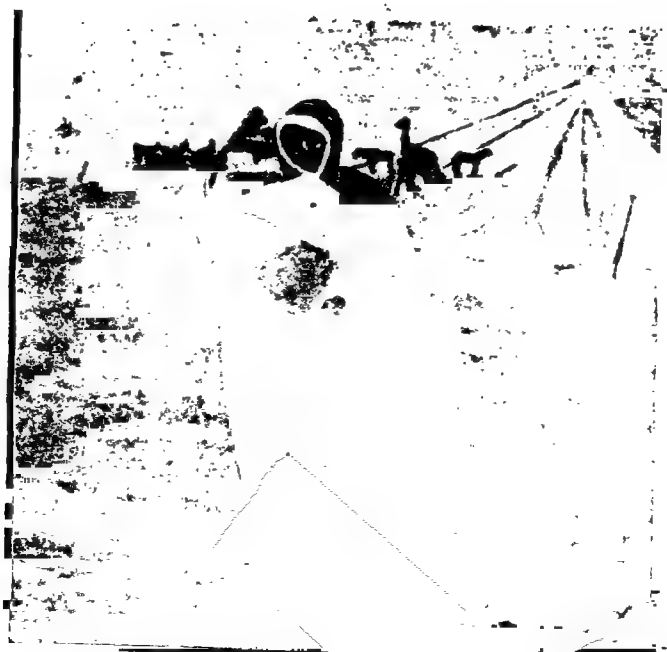
کلاکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۱

کلاکتہ : چار شنبہ ۹ اکتوبر ۱۹۱۲ ع

نمبر ۱۳



حضرت شیخ سنوسی

کا جبروب میں ورود

— * —

عالم اسلامی کے لیے بشارت عظمیٰ

— * —

هو الذي ازل السكينة في قلوب المؤمنين ليزدادوا ايمانا مع

ايمانهم ، والله جنود السماوات والارض ، وكان الله

علیماً حکماً (۴۸ : ۴) (۱)

اور اکرام و احترام کے جلسے دیکھے ہیں جو بڑے بڑے پادشاہوں کی آمد پر منعقد ہوتے، لیکن میں نے کوئی مجمع اور مظاہرہ ایسا نہیں دیکھا، جسمیں زبان اور قلب دونوں نے حصہ لیا ہو، اور روح اور جسم دونوں متفق ہو گئے ہوں، اِلّا انسانی عظمت و جلال کا وہ ایک الہی منظر اور ہیبت و جبروت کا وہ مجمع استقبال، جو جبروب میں حضرت الشیخ کی آمد پر منعقد ہوا تھا۔ تمام صحرا اور اس کے اطراف میں کوئی انسانوں کا طبقہ ایسا نہیں تھا جو اس میں شریک نہ ہوا ہو، کئی کئی دنوں کی راہ سے لوگ متصل دن اور راتیں سفر کی صعوبتوں میں بسر کر کے اُس شیخ عظیم کی زیارت کیا ہے اُن تھے جو افریقہ کی ریاست روحانی اور ملکی، دونوں پر یکساں اقتدار رکھتا ہے۔ وہ انسانوں کا ایک ناپیدا کنار صحرا تھا، جسمیں انسانی عمر اور درجے کے تمام مناظر، ننگ بونگ کی جہتدیں اور مقدس کلمات سے منقش علموں کے نیچے مختلف الصوت طبول بجاتے ہوئے، بندوقیں چہرے تے ہوئے، برہنہ تلواریں چپکا تے ہوئے، نحن اولاد السید (ہم سید سنوسی کی اولاد ہیں) کے ہم ندر لگاتے ہوئے، ایک سمندر کی طرح گزر رہے تھے اور خاموش ہوئے لیبیا کے اندر ایک دوسرا نئی روح اور متحدہ صحرا پیدا ہو گیا تھا۔

یہ استقبالی مجمع جبروب سے باہر مقام (سید علی) تک (جو جبروب سے چھ گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے) پہنچا ہی تھا کہ صحرا کے مختلف قبائل کی ہرج جرا نمودار ہوئی جو شیخ کا گویا مخصوص باڈی گارڈ ہے۔ ہجرت غلاموں کی فوج کی قطار تھی، جنکے سیاہ چہروں پر وحشت و خونخواری کی جگہ عظمت و وقار کے آثار نمایاں تھے۔ ان کے بعد خود حضرت الشیخ کی سواری گرد کے اندر سے متجلی و طلوع ہوتی اور منہ حجاز بندو قوں نے ایک ساتھ متصل و غیر منقطع فائز شروع کر دیا، تمام دشت و جبل اس آواز سے گونج رہا تھا، اور گویا اس مطابقت کے خیال سے کانپ رہا تھا، جو عنقریب اطالیوں پر نازل ہونیوالی تھی۔ اُس گونج اور ہنگامے کا اس سے اندازہ کیجیے کہ کامل چار گھنٹے تک بندوقیں برابر چھوٹتی رہیں اور کم از کم ایک لاکھ گولیاں صرف کی گئیں۔ کانوں کے پردے بہت رہے تھے اور تمام دنیا ایک غوغائے دستاویز ہوتی تھی، مگر لوگ جوش و خروش میں ایسے بیخود تھے کہ کسی طرح بندوق کے گھڑوں کو انگلیاں نہیں چہرے کی متعین بالآخر خود حضرت الشیخ نے لوگوں کو باصرار اس سے روکا اور فرمایا کہ کیا کورے ہو، حالانکہ ان قیمتی گولیوں کے زیادہ مستحق دشمنان دین و ملت کے سینے ہیں۔

باقی آئندہ

حضرت شیخ سنوسی کے ورود جبروب کی نسبت پچھلے نمبر میں ہم نے تاریخی درج کر دی تھی، لیکن اس وقت کی قاک میں اس قدر کثرت سے تفصیلی حالات آگئے ہیں کہ ایک نمبر میں ان سب کا اقتباس دینا مشکل ہے۔ اس موقع پر صرف اس تفصیلی تاریخ کا اقتباس درج کر دیتے ہیں، جو نامہ نگار (العلم) نے (سیوہ) سے ۱۳ ستمبر کو روانہ کیا ہے [سیوہ اور دیہیات دو صد رتار آفس ہیں جہاں اگر نامہ نگاروں کو تار پہنچنے پڑے ہیں، ورنہ نامہ نگار العلم وغیرہ خود جبروب میں موجود ہیں]۔

”میں آپکو یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ حضرت الاستاذ الاکبر سیدی احمد الشریف ۲۱ رمضان کو جبروب پہنچ گئے۔ اس سفر میں انہوں نے جو مشقتیں اٹھائی ہیں، انکا اندازہ اس سے کیجئے کہ ۲۸ - جمادی الثانیہ کو (کفرہ) سے چلے ۱۵ شعبان کو (جالو) پہنچے، یہاں اوجلہ قطیر اور سبخہ وغیرہ مقامات کی طرف حرکت کی، پھر وہاں سے اوائل رمضان میں جبروب کی طرف روانہ ہوئے، اس طرح گویا تین مہینے کی مسافت انکو طے کرنی پڑی پھر جن مقامات سے گذر ہوا انکا یہ حال ہے، کہ کفرہ سے جالو تک پورے سترہ دن کی مسافت میں پانی صرف ایک ہی جگہ میسر آ سکتا ہے، جہاں (الزلفین) نامی کنواں واقع ہے، اور تمام صحرا معض و یکسانی دنیا ہے، جہاں پانی کا ایک قطرہ نظر نہیں آ سکتا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ انہوں نے یہ پورا سفر ایسے سخت و شدید گرم موسم میں کیا، جب صحرا کا ریگستان نمونہ دوزخ ہو جاتا ہے، اور ریگ کے گرم طوفانوں اور بگولوں کے مہلک حملوں سے زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ فی الحقیقت حضرت الشیخ کا یہ سفر دنیا کا ایک یادگار تاریخی واقعہ ہے، جسکی نظیر آجکل کے بڑے بڑے سیاحان یورپ بھی پیش نہیں کر سکتے۔ اور پھر اسکی عظمت اس وقت ظاہر ہوتی ہے، جب خیال کیا جائے، کہ یہ معض خدمت اسلام و ملت و حفظ لمة توحید کیلئے کیا گیا۔

احتفال استقبال

میں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے عظیم الشان ہجوم استقبال

(۱) وہ خدایہی تو تھا جس نے مسلمان مجاہدوں کے دلوں میں اپنے طرف سے قوت اور اطمینان پیدا کر دیا، تاکہ ان میں پلے ایمان کے ساتھ آرتازہ قوت ایمانی پیدا ہو جائے، اور زمین و آسمان کی فوجیں اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں، بیشک وہ علیم و حکیم ہے۔

الہلال

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad

7-1, MacLeod Street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

دیر سنول غرضوی
اسلام آباد اسلام آباد

مقام اشاعت
۶-۷ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

ایک ہفتہ وار مصور سالہ

جلد ۱

کلکتہ : چار شنبہ ۱ اکتوبر ۱۹۱۲ ع

نمبر ۱۳

الہلال کی توسیع اشاعت

— * —

کے لیے ابتدا سے بغیر کسی تحریک اور طالب کے جو احباب سعی فرما رہے ہیں، دفتر انکا شکر گزار ہے۔ ایسے حضرات تو بکثرت ہیں، جنہوں نے ایک ایک دو دو خریدار بہم پہنچائے، مگر جن احباب نے خاص طور پر اس بارے میں سعی کی ہے، انکے لئے گرامی شکریے کے ساتھ درج ذیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل یہ ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو مخاص اور بغیر منت و طلب احسان کرنے والے احباب عطا فرمائے۔

- دہلی سے ایک بزرگ جنہوں نے اپنا نام ہم درجی ظاہر نہیں کیا ہے۔ ۱۲
جناب شیخ محمد اقبال صاحب - اقبال بیرمگرات لا (لاہور) ۱۰
جناب مولانا سید عبدالحق صاحب بغدادی نائب پروفیسر عربی ۱۰
کالج عالی کتبہ ۱۰
جناب مروری شاہ وکیل احمد صاحب ۶
جناب مروری اشفاق الدینی صاحب سب انسپکٹر پوائس شاہ اباد (راہ پور) ۶
جناب مروری علی ابر خان صاحب ملیح آباد (اکھنور) ۵
جناب منشی محمد امین صاحب (بھوپال) ۵
جناب شیخ سلطان محمد صاحب رئیس (ہوشیار پور) ۵
جناب مروری محمد یار حسین صاحب انصاری (ناندیو سرکار نظام) ۷
جناب سید ریاض احمد صاحب ریاض خیر آبادی ۵
جناب مولانا عبد السبعالی صاحب ناچرو رئیس مدراس ۴
جناب مروری محمد اسحاق صاحب سوداگر (مرزا پور) ۴
جناب صاحبزادہ مصطفیٰ خاں صاحب ہم سکریٹری وزارت راہ پور ۴
جناب صاحبزادہ عبدالصمد خاں صاحب - چیف سکریٹری راست راہ پور ۴
(باقی آئندہ)

فہرس

- شذرات ۲
مقالہ افتتاحیہ ۲
القسط السقیم ۵
شکون مثنویہ ۸
مراسلات ۱۲
مسئلہ تعلیم و العاق ۱۲
لکھنؤ سے ایک دوسری گندم چٹھی ۱۳
ناموران غزوہ طرابلس ۱۳
مصور ہاشا مبعوث بنغازی ۱۳
کارزار طرابلس ۱۵
حضرت شیخ سنوسی کا ورود ۱۵
جنگ ترکی و یورپ ۱۶
بلغار یا اور ترکی کے جنگی قوت کا مقابلہ ۱۶
یونان کی جنگی قوت ۱۶
مانٹی نگرور ۱۶

تصاویر

- شہداء عجم (الک صفحہ) ۱۴
مصور یا شا مبعوث بنغازی ۱۴
عزیزہ میں مجلس «یوم الذهب» ۱۶
خلیل بک سابق صدر مجلس مبعوثین ۱۶

قابل پیم کا آخری صفحہ ملاحظہ فرمائیے

ہلال کی قیمت میں آئندہ سے کوئی رعایت نہیں، صفحہ (۲)
اس کے رجوع درج ہیں -

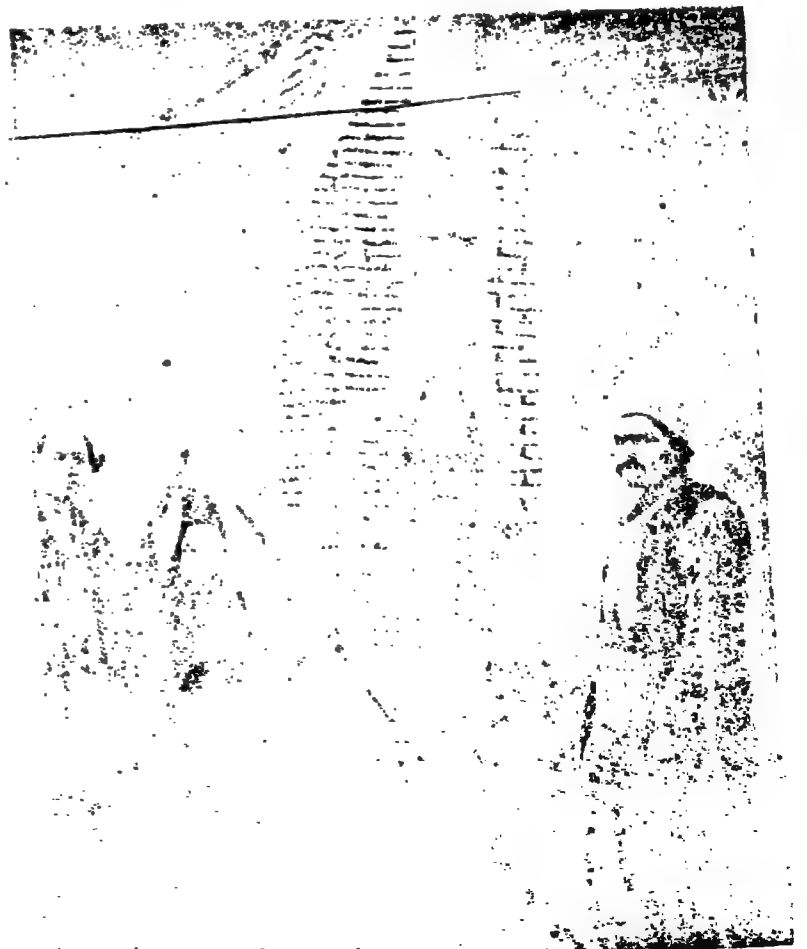


شہداء ایران

ان الذين قالوا ربنا الله ، ثم اختلفوا ، يقول عليهم الملائكة الا تخفوا ولا تحزنوا ، وايضوا بالحقبة التي مقام توبه دون - لكن اوليائهم في العيلة الدنيا رضى الاخره ، ولكم فيه ما تشتهى انفسكم ، ونام فيها ما تدعون (٢٢ - ٢١)



آن ائمہ مجاہدین اسلام نے معلوب اجماع مطہرہ کی تصویر، جنکو گذشتہ ناشورہ میں شائع کیا تھا، کے ساتھ ان کے ہاتھوں میں دیا گیا ہے۔ ان ائمہ مجاہدین اسلام نے معلوب اجماع مطہرہ کی تصویر، جنکو گذشتہ ناشورہ میں شائع کیا تھا، کے ساتھ ان کے ہاتھوں میں دیا گیا ہے۔



١٦٢

آمنے سے اسے بددعویٰ کی مثالیں سامنے آتی ہیں۔

— السيد الرئيس ياسين : السيد المندوب والاعلى الكبير - يرمف خان
— السيد ياسين : جليله علاءه - وسامه شيخه الوالى

الحج سب سے بڑا اور اہم ترین عبادت ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

عسکری تہذیب کے خولین مناظر نمبر (۱)

قند مکرر

لکھنؤ دوسری گمنام مراسلہ

— * —

اے لوگو!! اگر میرا رہنا اور اللہ کے کلام کا ذکر کرنا تم پر گراں گذرتا ہے، تو گذرے، میرا بھروسہ تو صرف اللہ ہی پر ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو تم اور تمہارے تمام شریک سازش کر کے میری مخالفت پر جمع ہو جاؤ، اور آپس میں اسکا اعلان بھی کر دو، پھر جو کچھ تم کرسکتے ہو میرے ساتھ کر چکو، اور اپنا سارا زور لگادو کہ مجھے مہلت نہ ملے، اور دیکھو کہ خدا کیا کرتا ہے؟ اگر میرے ذکر سے تم اپنی راہ نہ چھوڑو گے، تو میں نے کچھ تم سے اپنی خدمت کی مزدوری تو مانگی نہ تھی، میرا اجر صرف اللہ ہی پر ہے، اور اسی کی طرف سے مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ اس کے فرمان برداروں میں شامل رہوں۔

یا قوم! ان کان کبر عایکم مقامی و تذکیری بایات اللہ، فعلى اللہ توکلت، فاجمعوا امرکم و شرکاءکم، ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ، ثم اقضوا الی ولا تنظروا، فان قولیتکم فمما سالتکم من اجر، ان اجری الا علی اللہ، و امرت ان اکرم من المسلمین - (۱۰: ۷۲)

(۳) آپے ”اولاد ابلیس“ بھی ایک جگہ لکھا ہے۔ البتہ یہ سچ نہیں ہے، کیونکہ میرا مرحوم باپ تو ایک متقی اور نیک اعمال انسان تھا۔ خدا تعالیٰ نے دنیا اور دنیا والوں کی عظمت و جبروت کو اس کے قدموں پر گرایا، مگر اس نے کبھی ان پر غلط انداز نظر بھی نہ ڈالی، اور ہمیشہ ”ان عبادی لیس اک علیہم بسطان“ کے نہیں خانہ محفوظ میں زندگی بسر کی۔ پھر میرے موجودہ جرائم میں اسکی کوئی شرکت ہی نہیں، ولا تزر وازرة وزر اخیری - (۱۵: ۲۵)

(۴) ایسا ہی اختلاف مجھ کو جذب کی ایک اور لقب بخشی ہے۔ سلسلہ سخن میں کئی بار ارشاد ہوا ہے کہ ”تم کہتے ہو“، لیکن معاف فرمائیے گا، یہ تو میرے لیے کوئی سرزنش نہ ہوئی۔ کیونکہ سونچتا ہوں ”تو کہتے“ کو اپنے نفس کی سطح سے بدرجہا ارفع و اعلیٰ پاتا ہوں۔ آہ! آپ کو کیا معلوم! آج بڑی سے بڑی تڑپ اور بے چینی جو میرے اندر ہے، وہ یہی ہے کہ کاش اس رفا سرشت جانور کے اوصاف و خصائل کا ایک ادنا حصہ بھی میرے نفس کو ملجاتا! کتنا سوکھی روٹی کا ایک ٹکڑا کھا کر اپنے ظالم آقا کے ہاتھ ہمیشہ کیلئے بک جاتا ہے، مگر ایک رحیم و کریم دلی نعمت ہے، جسکی بخشی ہوئی نعمت و رزق میرے جسم کے ایک ایک ریشے میں وجود ہے، مگر میں ہمیشہ اس کے دروازے سے بھاگتا رہا، اور کبھی اس کے آگے رفا داری کا سر نہ جھکا یا۔ کاش آپ کا فرمان میرے حق میں فال نیک ثابت ہو۔

(۵) جذب نے معلم یا باصلاح حال ”لیڈر“ بننے کی سعی کر بھی میری طرف منسوب کیا ہے، مگر شاید آپ کو میرے حالات کا علم نہیں۔ الحمد للہ کہ میرے لیے آجکل کی لیڈری کوئی قابل آرزو نہیں ہو سکتی، خدا تعالیٰ نے اپنے لطف ذرہ نواز سے مجھ کو ہزاروں انسانوں کی جو پیشوائی پلے سے دے رکھی ہے، دنیا جانتی ہے کہ اس کے اقتدار اور نفوذ کے آگے اسٹیجوں اور کانفرنسوں کی زریں پتیلیں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ ممکن ہے کہ آجکل کے لیڈروں کے ساتھ کچھ لوگ اپنی نوکریوں کی سفارشوں یا بعض اور اغراض ذاتی کی وجہ سے جمع ہو جائیں، مگر یہ وہ ریاست روحانی ہے، جو بغیر کسی غرض دنیائی کے ہزاروں نفوس انسانی کے دلوں پر حکومت رکھتی ہے، اور ان کے جان و مال تک کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ پھر اس لیڈری کیلئے ابتدا میں کسی بڑے کالج کو تیس چالیس لاکھ روپیہ چندہ دینا، قیمی لباس و مکان مہیا کرنا، فست کلاس میں سفر کرنا، اور کسی ہوٹل کی قیمتی منزل میں مقیم ہونا ضروری ہے۔ مگر اس لیڈری کیلئے تو ایک پھٹی ہوئی چٹائی اور پرانا کمر بھی بہت ہے۔ لیکن جب میرے واقف حال جانتے ہیں کہ ایسی بنی بنائی اور صاحب نفوذ حقیقی

کوئی ہفتہ گمنام چٹھیوں سے خالی نہیں جاتا، اور الہال کی اشاعت کے بعد سے ہی نہیں، بلکہ اس سے پہلے بھی اس طرح کے خطوط میری ڈاک کا ایک ضروری جزو رہے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی رشتی کا ٹکڑا بھی ہمیشہ میرے قریب رہا کرتا ہے۔

مگر اس ہفتے ایک رجسٹرڈ گمنام چٹھی لکھنو سے پہنچی ہے، جسکو بوجہ شائع کرنا ضروری سمجھتا ہوں، کیونکہ اسمیں چند باتیں ایسی بھی ہیں، جنکا مطالعہ شاید قوم کیلئے بہت سی عبرتوں اور بصیرتوں کا ذریعہ ثابت ہو، اور وہ چونکہ موجودہ تعلیم و تربیت اور جدید تہذیب و شائستگی کا ایک کامل ترین نمونہ ہے، اسلئے اسکی چاروں طرف جدول دیگر نمایاں صورت میں شائع کیا جاتا ہے، تاکہ عام مضامین میں ممتاز اور مخصوص جگہ پائے۔

اللہ تعالیٰ کے نعالم خصوصہ میں سے ایک بہت بڑا فضل اس عاجز پر یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ میرے نفس خبیث کی تنبیہ و تادیب کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ پیدا کر دیتا ہے۔ اس قسم کے خطوط کا نہایت شکر گزار ہوں کہ یہ مجھ کو کبر و غرور کے استیلا سے محفوظ رکھتے ہیں، اور میری اصلیت و حقیقت مجھ کو یاد دلا کر غفلت و سرکشی سے ہشیار کر دیتے ہیں۔ فجزاہم اللہ عنی خیر الجزا و نحمد اللہ سبحانہ علی احسانہ و لطفہ و کرہ۔

صاحب مراسلہ سے صرف چند امور عرض کرنے ہیں:

(۱) آپے مراسلہ ”ارفعون زماں“ کے خطاب سے شروع کی ہے اور پھر اس کے بعد ”تم سمجھتے ہو“ ارقام فرمایا۔ لیکن ”ار“ کے ساتھ تو ”تم“ کی جگہ ”تو“ زیادہ موزوں تھا۔ اس ستر گربہ سے آئندہ احتراز فرمائیے۔

(۲) آپ نے اپنے خط میں جابجا مختلف القاب و خطابات سے مجھے یاد کیا ہے۔ شاید آپ خوش ہو گئے کہ اس طرح میری اور میرے اعمال کی سخت سے سخت سرزنش کر دی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابھی آپ کو میرے نفس خبیث کی اصلی حالت، اور میری پرفسق و معصیت زندگی کے اعمال سیاہ معلوم نہیں، اگر معلوم ہوتے تو شیطان اور نابکار کا لفظ بھی اس کے لیے کافی نہوتا۔ وواللہ لوان ذنبی قسمت علی اهل الارض لرسعتهم، و استحقوا بها الخسف و الهلاک، فسبعان من غلبت رحمته غضبه (۱)۔ تاہم سچے دل سے علائہ اعتراف کرتا ہوں کہ میری ذات کی نسبت آپے جو کچھ لکھا ہے، بالکل سچ اور صحیح ہے۔ اور یہ اعتراف انکساراً نہیں بلکہ ایک گنہگار کا حقیقی اقرار ہے۔

(۱) میرے لکھنؤ کا قریب حال ہے کہ قسم خدا کی، اگر میرا گناہ تمام زمین والوں کو بانٹ دیا جائے، تو وہ اتنا ہے کہ ہر شخص کے حصے میں کچھ نہ کچھ آجائے۔ لیکن سبحان اللہ اس رحیم و ستار کی ذات، جسکا غضب اسکی رحمت سے مغلوب ہے۔

شذات

الہلال کی قیمت میں مجبوراً آخری رعایت بھی موقوف کی جاتی ہے۔

الہلال کی اشاعت سے اصل مقصود قوم میں ایک خاص تحریک کی دعوت تھی اور یہ بغیر عموم اشاعت ممکن نہیں۔ اس لیے ابتداء ہمارے کوشش رہی کہ جو قیمت رکھی گئی ہے غیر مستطیع طلباء کیلئے اس سے بھی کم قیمت رکھی جائے، کیونکہ اصلی مخاطب ان ہمسور کے طلباء ہی ہیں۔ چنانچہ اب تک تقریباً ۵ سو خریداروں کو باسم طلباء رعایتی قیمت پر اخبار بھیجا جا چکا ہے۔ اسمیں دفتر کا جس قدر اشد شدید مالی نقصان ہے، شاید ہم ابھی کچھ عرصے تک اور کسی نہ کسی طرح جھیل لیتے، مگر نہایت درد اور شرمندگی کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ لوگ دفتر کی اس مال و وقت کی قربانی سے بیجا فائدہ اٹھانے میں تامل نہیں کرتے، اور اس رعایت کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ ہر شخص اپنے لئے یا چھوٹے بھائی یا بھتیجے کے نام اخبار جاری کرائے، کیونکہ وہ طالب علم ہے، اور اس کے نام منگوانے سے الہلال کے مطالعہ میں کوئی نقصان لازم نہیں آتا!

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بڑی تعداد رعایت کی غیر مستحق اصحاب کی نذر ہو گئی، اور غیر مستطیع طلباء کا کوئی امتیاز نہیں رہا۔ اکثر احباب اب یہی رائے دیتے ہیں کہ آئندہ کیلئے اس طریقے کو بالکل بند کر دیا جائے۔ پس آئندہ سے علم قیمت کے سوا کوئی رعایت نہیں ہے۔ کوئی صاحب درخواست بھیجنے کی زحمت گوارا نہ کریں۔

کا انتقال گذشتہ ماہ کا ایک غیر معمولی واقعہ

جنرل بوتھ تھا۔ پچھلی ولایت کی قیادت میں جو رسائل آئے ہیں۔ وہ اس واقعہ کے تذکرے سے لبریز ہیں۔ اکثر مصور رسالوں نے خاص خاص نمبر نکالے ہیں، جن میں جنرل بوتھ کی متعدد شاندار تصویریں دی ہیں، اور انتقال کے بعد جس عظیم الشان احتفال کے ساتھ تجہیز و تکفین کی رسمیں ادا ہوئیں، ان کے مختلف مواقع و مناظر کے گروپ شائع کیے ہیں۔ نظریں لر جل، عیش و رموت فی قوم، يعرف اقدار الرجال۔

۲۳ اگست کے (گریفک) میں مسٹر فلپ گب کا جنرل بوتھ پر ایک دلچسپ مضمون نکلا ہے، جس کے ساتھ اس کی آخری ساعت فرغ کی تصویر بھی دی ہے، اور صفحہ کو اس موثر سرخی سے شروع کیا ہے کہ: **SOLDIER, REST; THE WARFARE O, ER** (سپاہی! آرام کر! کیونکہ تیری جنگ اب ختم ہو گئی) ہمارے دل پر اس عنوان سے ایک عجیب اثر پڑا، اور مشہور ترک شاعر (نامق کمال بے) یاد آگیا، جو کہتا ہے کہ ”زندگی ایک جنگ ہے“ اور اس کی صلح موت کے سوا اور کبھی نہیں۔“

در حقیقت غور کیجیے تو زندگی ہر ذی روح کے لیے ایک میدان کارزار ہے۔ عالم وجود میں قدم رکھتے ہی یہ لڑائی شروع ہو جاتی ہے، اور انسان کے اندر، اور باہر (باصطلاح شیخ اکبر) عالم صغیر اور عالم کبیر، دونوں میں معرکہ جہاد گرم ہو جاتا ہے۔ باہر جسمانی موانع حیات، اور مادی جدوجہد کی جنگ ہوتی ہے، لیکن اندر اس سے بھی شدید تر پیکار، جذبات و امیال کے متضاد عناصر میں شروع ہو جاتا ہے، جس کو حضرات صوفیائے کرام اپنی اصطلاح میں قلب و نفس کے باہمی قتال سے تعبیر کرتے ہیں۔ پھر یا تو انسانی زندگی سرتا سر شکست و ہزیمت بن کر رہ جاتی ہے، یا دونوں اقلیموں میں اس کی فتح و نصرت کا پرچم اقبال لہرانے لگتا ہے، یہی معرکہ عالم حیات میں، جو انسانی زندگی کیلئے دنیا میں

اصلی آزمائش اور ابتلا ہیں، اور یہی وہ آزمائش ہے، جس کی وجہ سے انسان نے اس امت امت الہی کو جسکے اٹھانے کی آسمانوں اور زمینوں کو بھی ہمت نہیں ہوئی تھی، اپنے درش محبت پر اٹھالیا تھا: انہ کان ظلوماً جہولاً۔

لیکن فی الحقیقت اصلی کارزار حیات انسان کے باہر نہیں، بلکہ اس کے اندر ہی ہے، جنہوں نے اپنے اندر کے میدان میں فتح پالی ہے، ان کو باہر کے معرکے میں کوئی خطرہ نہیں۔

ایک اور خیال جو جنرل بوتھ کے حالات پر ہر پندہ ہوا، ”وہ یہ تھا“ کہ یہی چیزیں کسی زمانے میں ہماری زندگی کی خصوصیات تھیں۔ ایک بوڑھے باغبان کو (ابو نواس) نے بصرے میں دیکھا تھا، جو جب کبھی کسی سبز پتے یا شگفتہ رزق گل کو دیکھتا، تو چیخ اٹھتا کہ ”اے میرا اجڑا ہوا باغ“ یہی حال ہمارا ہے۔ جب کبھی کسی قوم میں قومی زندگی کی شگفتگی دیکھتے ہیں، تو اپنا خزانہ رسیدہ باغ ملت یاد آ جاتا ہے۔

جنرل بوتھ کی زندگی کا اصلی کار نامہ یہ ہے کہ اپنے مذہب اور ملت کی زندگی کے پیچھے اس نے اپنی تمام زندگی صرف کر دی، اور آج یورپ کے ہر طبقے میں ایسے ہزار ہا نفوس ملیں گے۔ ہزاروں ہیں جو طرح طرح کے علمی انکشافات و ایجادات کے پیچھے اپنی جانیں ضائع کر رہے ہیں۔ ایک ہوائی جہاز کی کولیجیے، سینکڑوں انسان اس کے لیے اپنی قربانیاں کر چکے ہیں، اور اب تک کوئی مہینہ بلکہ ہفتہ حوادث سے خالی نہیں جاتا۔ قطب جنوبی و شمالی کی دریافت میں کتنے قافلے اب تک گئے، اور کتنے ہی واپس نہ آئے۔ اشاعت مذہب کی تاریخ پڑھیے تو اندرون عرب اور افریقہ اور شمالی اناطولیہ میں جن یاد دہیں نے اپنی جانیں بکے بعد دیگرے کھو لی ہیں، ان میں سے ہر شخص ایثار و فدویت کی ایک مثال ہے۔ (جیسوسٹ) فرقے کے راہبوں کو آج ہندوستان کے ہر شہر میں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ یہی تغائی و قربانی کا جذبہ ہے، جس نے آج یورپ کی قوموں کو تمام عالم میں سر بلند کر دیا ہے۔ لیکن یاد کیجیے تو کسی وقت یہ متاع صرف ہمارے ہی بازار میں بکنے آئی تھی، اور اس کا خریدار بھی ہمارے سوا دنیا میں کوئی اور نہ تھا۔

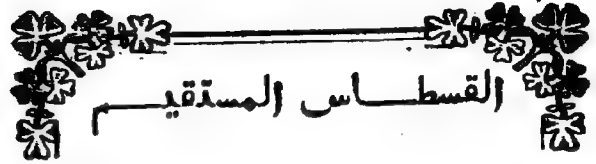
مذہب کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر چیز ”ابتغاء مرضات اللہ“ کے لیے ایک الہی رشتہ قائم کر دیتا ہے۔ آج اس جذبے کو یورپ علمی اور قومی و وطنی قربانی کہتا ہے، مگر قرآن کریم نے اس طرح کی تمام چیزوں کیلئے ایک جامع اصطلاح ”لقاء وجہ رب“ اور ”ابتغاء مرضات اللہ“ کی رکھ دی ہے، یعنی انسانی اور مادی اغراض سے بالکل قطع نظر کر کے، صرف ایک بالاتر اور راء الہی ہستی کیلئے اپنی قوتوں اور جذبات کو صرف کر دینا: **و من الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللہ** کی راہ میں اپنی جان تک دیدیتے ہیں، اور اللہ اپنے والدہ رؤف بالعباد (۲۲-۱۱) بندوں پر بڑی شفقت رکھتا ہے۔

خدا کا خیال تمام مادی اغراض سے بالاتر ہے، اس لیے اس کی رضا جوئی کے تصور سے بڑھ کر کوئی خیال جذبات انسانی کو بے غرضانہ خدمت خلائی و عالم پر آمادہ کر نہیں سکتا۔ سلف صالحین میں جو لوگ ایک ٹوٹی ہوئی تلوار لیکر جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوتے تھے، ایک ایک حدیث کے جمع کرنے کیلئے مشرق سے مغرب تک کا پیدل سفر کرتے تھے، بغیر کسی مزد و معارضہ کے اپنی بڑی بڑی عمریں کسی معن مسجد کے کھمبے کے نیچے، یا کسی تنگ حجرے کی گرد آلود چٹائی پر بسر کر دیتے تھے، وہ فی الحقیقت یہی ”ابتغاء مرضات اللہ“ کا پیدا کیا ہوا جوش تغائی و خود فروشی تھا۔ فاعلموا یا اہل البصائر!

الہلال

۱ اکتوبر ۱۹۱۲

— * —



— * —

هل ننبئکم بالافسارین اعمالا ؟ (۱)
الذین ضل سعیم فی الحیوة الدنیا ، و هم یعسبون
انهم یحسنون صنعا -

(۱)

مسلمانوں کی آئندہ شاہراہ مقصود کیا ہوئی چاہیے ؟

— * —

مراد و خضر عنال گیر باید از چپ و راست
کہ کم روی نہ کنم ورنہ عزم راہ خطاست

اللہ ارنا الحق حقا - و ارزقنا اتباعہ - و ارزقنا الباطل باطلاً و ارزقنا اختناہ -

ہم نے گزشتہ دو نمبروں میں مسلمانوں کے موجودہ تغیر خیالات کو ”صبح امید“ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور چونکہ ہر اصلاح کی بنیاد اولین تغیر خیالات و جنبش افکار ہے اس لیے اس تعبیر میں کوئی مبالغہ و اغراق نہ تھا ، لیکن آج جن امور پر ہم توجہ دلانا چاہتے ہیں ، یہ وہ امور ہیں جن سے اگر بے پروائی کی گئی ، تو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہی تغیر صبح امید نہیں ، بلکہ گمراہیوں اور باطل پرستیوں کی ایک سخت خطرناک شب یلدا ہو جائے گا ۔

جمود اور حرکت

حقیقت یہ ہے کہ خیالات کی جنبش اور حرکت فی نفسہ کوئی مفید شے نہیں ہے جب تک کہ وہ کسی آئندہ صحیح انجماد افکار سے متصل نہ ہو جائے ۔ اگر ایسا نہ ہو ، تو حرکت محض بعض حالتوں میں بیکار و لاحاصل ، اور اکثر حالتوں میں جمود سے زیادہ مہلک اور خطرناک ثابت ہوتی ہے ۔

بالفاظ سادہ تر ۔ اسکو یوں سمجھیئے کہ ایک شخص مدتوں سے ایک جگہ بیٹھا ہے ۔ بالکل بیٹھا رہنا زندگی کیلئے نہایت مضر اور اعضا و جوارح کو معطل کر دینے والا ہے ، اس لیے آپ چاہتے ہیں کہ وہ حرکت کرے ، یہ نہایت عمدہ خیال ہے ، لیکن یہ حرکت

یہ ایک نکرہ ہے سورہ کہف کے آخری رکوع کی ایک آیت کا جس کا ترجمہ یہ ہے ۔
تم کو بتلاؤ کہ سب سے زیادہ کہاتے گرتے میں رہنے والے اعمال کن لوگوں کے ہیں ۔
انکے ۔ جذبی تمام کریشیں صرف دنیوی زندگی کے پیچھے بہت گئیں ۔ اور اس پر
طرہ یہ کہ وہ سعید کہ ہم کوئی عہدہ کام کر رہے ہیں ۔ (فی الحقیقت مسلمانانہ
موجودہ ترقی و ترقی کی پوری تاریخ اس آیت میں مضمر ہے ۔)

آسی وقت مفید ہوگی جب آپ آئے چلا کر کسی عمدہ باغ کی
ورش پر لاہڑا کر دیں گے ۔ لیکن اگر آپ اس میں حرکت پیدا کر کے سامنے
کے گڑھوں سے آئے نہ بچایا ، اور وہ غریب اسمیں گر گیا ، تو اس
حرکت سے تو اسکا بیٹھا رہنا ہی بہتر تھا ۔

مسلمانوں کیلئے خطرات دیات اب شروع ہوئے

لیترونگا طبقہ اپنے گزشتہ عہد کو خواہ جد و جہد کی ایک
شاندار تاریخ سمجھے ، مگر ہمارے نزدیک مسلمانوں کی حرکت کی
تاریخ اگر شروع ہوگی تو اس سے شروع ہوگی ۔ وہ فی الحقیقت
ابتک سورہ تہ ، زندگی کی ان میں کوئی حرکت نہ تھی ، اور
نیزد نے ان پر موت کا جمود طاری کر دیا تھا (وہو الذی یقوا کم
با اللیل) ۔ ایک سوے سوے انسان کیلئے اسکی کوئی بھٹ
نہیں ہوتی کہ دروزنا بہتر ہے یا آہستہ چلنا ؟ تکیہ لگا کر بیٹھا بہتر
ہے یا دروزانو ہو کر بیٹھا ؟ کیونکہ یہ حالتیں آئے پیش ہی نہیں آتیں ۔
لیکن اب وہ جاگے ہیں ، انکو بیٹھا بھی پڑے گا ، اٹھا بھی پڑے گا ، اور
کبھی آہستہ خرامی اور کبھی تیز قدمی سے چلنا بھی پڑے گا ۔ پس
اب انکی حالت پیشتر کی سی بے خطر نہوگی ، کیونکہ امن
موت میں ، مگر خطرہ صرف زندگی ہی میں ہوتا ہے ۔ جب تک
غافل پڑے ہوئے اینٹھے رہے تو نہ انکو فرش گل پر چلنا تھا ، اور
نہ جنگل کے خارزار پر ، لیکن اب دونوں طرح کی زمینوں پر
انکے قدم پڑ سکتے ہیں ۔ اس لیے فی الحقیقت سرنچنے ، غور کرنے ،
اور حزم و احتیاط کا وقت اب آیا ہے ۔ بہت ممکن ہے کہ بیٹھنے کی
جگہ اٹھ کھڑے ہوں ، کچھ بعید نہیں کہ آہستہ چلنے کی جگہ
بے اختیار دروزنے لگیں ۔ ٹھوکریں بھی کھا سکتے ہیں ، اور درو دیوار
سے ٹکرا بھی سکتے ہیں ، کیونکہ اب وہ سوے سوے نہیں ہیں بلکہ
زندہ اور متحرک ہیں ۔ خطرات سے مقابلہ زندگی اور حرکت میں
ہوتا ہے ۔ جمود اور سکون میں نہیں ہوتا ۔

پس بے نہیں ، تو اب ضرورت ہے کہ ایک ایسی حقیقی
رہنمائی کے ہاتھ میں انکا ہاتھ ہو ، جو انہیں معطل بیٹھے
نہ دے ۔ چلاتا رہے ، لیکن ساتھ ہی نگران بھی رہے کہ کہیں راہ کے
ادھر آدھر گڑھوں اور غاروں میں پھسل نہ پڑیں ۔

مرا دو خضر عنال گیر باید از چپ و راست

کہ کم روی نکسم ، ورنہ عزم راہ خطاست

بارہا گفتہ ام و بار دیگر می گویم

کہ مسلمانوں کیلئے تمام عالم میں طرف ایک ہی ہاتھ ہے
جو رہنما ہو سکتا ہے ، اور ایک ہی چشم نگران ہے ، جو لغزشوں سے
بچا سکتی ہے ۔ یہ وہی ہے جو کبھی (کوہ سینا) پر تعالیٰ حق بنکر
چمکی ، کبھی (فاران) پر ابر رحمت بنکر نمودار ہوئی ۔ کبھی (غار ثور)
میں لا تعزن ان اللہ معنا (۱) کی صدا میں تھی ، کبھی (بدر) کے
کنارے ان ینصرک اللہ فلا غالب لکم (۲) کے پیغام میں تھی ، کبھی

(۱) غار ثور میں جب کفار کی جستجو سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر شاہ
خطر ہوئے ۔ تو آنحضرت نے وحی ربانی سے فرمایا کہ خوف مت کرو ۔ اللہ ہمارے
ساتھ ہے ۔ (۲) اگر خدا تم کو نصرت دے تو کوئی تم کو مغلوب نہیں کر سکتا ۔

(۸) آخر میں آپ لکھنؤ آنے کی دعوت دی ہے۔ میں تو خود عنقریب لکھنؤ جانے کا ارادہ کر رہا تھا۔ انشاء اللہ اسٹیشن پر اترتے ہی آپکو تلاش کرونگا۔ برسوں سے خود کلکتہ میں بھی بارہا بعض مقامی احباب نے اس طرح کے ارادوں کی اطلاع دی، مگر معیج افسوس ہے کہ اپنے قول و عمل کو یکساں نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ آپکو توفیق دے کہ علم و شرافت کے اس ارادے کی بروقت تعمیل کر سکیں

(۹) آپ آر جہ خیالات مذہب و قرآن، علمائے اسلام، نیز بعض آر صاحبوں کی نسبت ظاہر کیے ہیں، انکے جواب کی کوئی ضرورت نہیں دیکھتا: فیعلمون من ہوشمکانا واضع جندا (۱) و تلک الدار الاخرة نجعلها للذین لا یریدون علوا فی الارض و لافسادا، والعاقبة للمتقین - (۲)

الہلال کے اصلی مخاطب علی گڑھ سے ہمارے ایک عزیز دوست کو جو طالب العلم ہیں، اور اسی کی شرح پر الہلال کی قیمت ادا کی ہے۔ کسی ہفتے کا پرچہ نہیں پہنچا۔ اس پر لکھتے ہیں: ”رعایتی قیمت پر الہلال میں نے لیا ہے“ یہی سبب ہے کہ میری فریادوں پر توجہ نہیں کی جاتی حالانکہ آپکو کیا معلوم کہ الہلال کا انتظار میرے لیے کیسا کچھ تکلیف دہ ہے؟ سچ ہے، ہم نادار طالب علموں کو پوچھتا ہے؟“

میرے عزیز اور قابل صد احترام بھائی! تم نے دفتر کی بد نظمی یا ذاک کی بد انتظامی کو بھول کر اس قدر دور کا بیجا سہ ظن کیوں قائم کر لیا؟ تم تو الہلال کے اصلی مالک اور اس خاتم کے اصلی مخدوم ہو۔ یقین کرو کہ میرے دل میں جس قدر تمہاری عزت اور احترام ہے، ملک کے کسی طبقے کا نہیں، کیونکہ زمانے نے تمہیں کو قوم کی قسمت کا مالک بنایا ہے، اور اب جو کچھ کر کے تمہیں کڑے گئے۔ تم ہی الہلال کے مخاطب اور تم ہی اس کی امیدوں کے مرکز ہو۔ علی الخصوص تم، جو موجودہ زمانے کے سب سے بڑے مسلمانوں کے قائم کیے ہوئے کالج میں تعلیم پا رہے ہو، سب سے زیادہ حق رکھتے ہو کہ ترقیات اور امیدوں کا تمہارے گرد ہجوم ہو۔ علی گڑھ کالج کو آج تک مسلمانوں کے اولو العزمانہ اقدامات کے سینے پر ایک طلائی چٹان رہا ہے، مگر میزا دلی یقین ہے کہ ایک دن وہیں سے اُن نوجوانوں کی فوجیں طیار ہو کر نکلیں گی، جو اس سر استبداد کی دھالی ہوئی زنجیروں اور طوقوں کو اسی کی بھٹی میں گلا کر، ان سے استبداد شکن آلات طیار کرینگے۔ اور یہ اب تک کب کا ہو چکا ہو تھا، مگر افسوس کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں تمہاری تعلیم و تربیت کی باگ تھی، انہوں نے تمہاری قوتوں کو ہمیشہ ابھرنے سے روکا۔ البتہ مقدم امر یہ ہے کہ تمہارے چاروں طرف جو الحاد کی ہوا پھیلی ہوئی ہے، اُس سے تم کو نجات ملے، اور تمہارے اندر مذہب کی ایک حقیقی تبدیلی پیدا ہو جائے و ما ذلک علی اللہ بعزیز۔

بغیر کسی شخص سے مالی مدد لیئے ہوئے اب تک سینکڑوں طلباء کے نام نصف قیمت پر الہلال جاری ہو چکا ہے، اور یہ وہ قیمت ہے جس میں سال بھر کی صرف تصویرنگی بھی اجرت نہیں نکل سکتی۔ اس سے جو مقصود ہے، وہ ظاہر ہے اور محتاج بیان نہیں۔

لیڈری سے بھی دست بردار ہو گیا ہوں، اور اگر اسکو باقی رکھا بھی ہے تو صرف اسی حد تک، کہ ایک جماعت کثیرہ کے بقدر امکان اصلاح و ہدایت کا ذریعہ ہو، تو ظاہر ہے کہ اجکل کی نمائشی اور تیار عنکبوت کی طرح ہوا کے ایک طمانچے سے فنا ہو جانے والی لیڈری کا کیا خواہشمند ہو سکتا ہوں؟ الحمد للہ کہ اب لوگ جس چیز کو اپنے سامنے دیکھتے ہیں، مدت ہوئی اسے اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ البتہ اجکل کے زمانے میں جبکہ قومی خدمت کا ہر قدم ہزاروں خود غرضیوں اور نفع جوئیوں کی غلاظت سے آلودہ ہو رہا ہے، یہ سمجھہ میں آنا بہت مشکل ہے کہ بغیر کسی غرض ذاتی کے بھی کوئی آواز بلند کی جاسکتی۔

میرا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص ملک میں اصلاح اور ارشاد کی کوئی آواز بلند کرے، اسکا اولین فرض یہ ہے کہ پیشوائی و رہنمائی سے بکلی دست برداری کا اعلان کر دے، اور اگر اُس نے ایسا نہ کیا تو سب سے پہلے وہ خود اس نکتہ چینی کا مستحق ہے، جو وہ اوروں پر کرتا ہے۔

(۶) جناب نے میرے غرور و تکبر کے اسباب کی نسبت بھی بحث کی ہے، لیکن آپکو معلوم نہیں کہ میں نے اُن گودوں میں پرورش پائی ہے، جنکا فخر زخرف حیات دنیوی پر نہیں، بلکہ فقر و مسکینی پر رہا ہے۔ پس اول تو دولت حاصل ہی نہیں جس کا نشہ ہو، اور پھر الحمد للہ کہ اگر ملے بھی تو اس سے استغنا تو اپنا خاندانی ورثہ ہے۔ ”لیڈروں کے خاندانوں“ کو اگر مجھ سے زیادہ مال و جاہ حاصل ہے، تو مجھے کیوں سنایا جاتا ہے؟ میں ابھی گودوں میں پرورش پا رہا تھا، جب اس دعا کی آواز پانچ رقت میرے کانوں میں آتی تھی:

اللہم احیني مسکیناً، و امتني مسکیناً، و احشني في زمرة المساکين (۱)۔ فذلک اللہ سبحانہ ان يجعلني من الذین لا یطلب السلطان منهم في الدنيا الخراج، و لا الجبار في الاخرة الحساب، و لنعم ما قیل في هذا الباب:

هنيئاً لا رباب النعم نعيمها * وللاشقي المسکين ما يتجرع (۷) تعجب ہے کہ آپ پانوں میں بیڑیاں دلوادینے کی مجھے دھمکی دیتے ہیں؟ جس دن دنیوی نام و ناموس کی بیڑی پانوں سے اُترے گی، اسی دن سے دوسری بیڑی کی جگہ خالی ہوگئی ہے اور پانوں اس کے لیئے بیقرارانہ منتظر ہے۔ جس شخص نے الہلال کو جاری کیا ہے، شاید وہ زنجیر و سلاسل کی نسبت پہلے ہی دن کوئی فیصلہ ضرور اپنے دل میں کرچکا ہوگا۔ رائٹل هذا، فلیحصل العاملون - (۲)

(۷) آپ ”مذہبی پیشوائی“ کی مجھے دعوت دی ہے کہ ملکر کام کروں تو آپ میری پیشوائی کا اعلان فرمادیں گے (ردرا لوتدھن فیدھنوں (۳)) اس دعوت کیلئے معذوں ہوں، مگر براہ کرم تھوڑا سا توقف کیجیے۔ خدا کے ساتھ ملکر کام کر لینے کا ارادہ کر لیا ہے، اُسکو چند دنوں آزمالوں۔ اگر یہاں نا کامی ہوئی تو پھر آپ کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا۔ میرے کانوں میں تو ابھی یہ آواز آرہی ہے:- لا یحزنک قولہم، ان العزة لله جميعاً و هو السميع العليم

(۱) خدایا مجھ کو فقر و مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، اور مسکینی ہی کی حالت میں دنیا سے اُٹھا، اور قیامت کے دن مسکینوں ہی کے زمروں میں میرا حشر کر! [یہ دعا ادنیٰ پڑیہ میں سے ہے۔ اور اسے قرعنی اور ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے]

(۲) انہی ہی چیزیں اور حالتیں ہیں، جنکے لیے سچے کام کرنے والے کام کرتے ہیں

(۳) اے پیغمبر! مخالف چاہتے ہیں کہ تو انکے ساتھ خلاف حق نرمی کریں تاکہ وہ

بھی تیرے ساتھ نرمی کریں

(۱) عنقریب انکو معلوم ہو جائے گا کہ کس کا وجود اپنی جگہ پر ہوتا ہے اور

کس کی فوج ضعیف تر ہے؟

(۲) اور یہ دار آخری انکے لیے ہے جو دنیا میں بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد

پھیلاتے ہیں، اور انجام کار اللہ سے قرعے والوں ہی کیلئے ہے۔

منزلہ عن ہر ایک فی معائنہ
مجرور الحسن فیہ غیر منقسم (۱)

خود بدبخت مسلمانوں کے پاس بھی کچھ ہے یا نہیں؟
جو مسلمانوں کے رہنما قوم کے جاب قارب کیلئے مذہب کے ذکر کو
ناگزیر دیکھ کر اپنے شاندار استیجوں پر مذہب! مذہب! اور اسلام!
اسلام! پکارتے ہیں، قطع نظر اس کے کہ خود انکی زندگی میں اس
اسلام کا اثر کہاں تک موجود ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ انہوں نے کبھی
قوم کو یہ بھی بتلایا ہے کہ زندگی کی ہر شاخ میں خود اسلام کا نمونہ
کیا کیا ہے؟ اور اگر نہیں بتلایا ہے تو قوم کیلئے ایک مسیحی رہنما
اور ایک مسلمان لیڈر میں کیا فرق ہے؟ سچ یہ ہے کہ وہ غریب
خود جس مقام سے تہی دست ہیں۔ دوسروں کے آگے کیا پیش کریں گے؟
خفتہ را خفتہ کے کند بیدار؟

یہی بنیادی گمراہی ہے جس نے جسم ملت کی زلزلہ کی
ہڈی تک کو گولادیا ہے۔ مسلمان اگر مسلمان ہوئے، تو سمجھتے کہ
انکے لیے خود انکے سوا دنیا میں اور کوئی نمونہ نہیں ہو سکتا۔ اگر
فی الحقیقت دنیا کی کسی قوم کے پاس کوئی عمدہ خیال، کوئی
واقعی سچائی، اور کوئی اچھا عمل پایا جاتا ہے، تو اس کے یہ معنی
ہیں کہ وہ بدرجہ اولیٰ اسلام میں موجود ہے، اور اگر نہیں ہے، تو
اسکی اچھائی بھی قابل تسلیم نہیں۔ اسلام کے معنی کی اصلی
وسعت سے دنیا بے خبر ہے۔ اسلام تو اعتقاد و عمل کی ہر صداقت اور
کائنات کے ہر حسن و جمال کا ظم ہے۔ جہاں کہیں صداقت اور جمال
موجود ہے، یقین کرنا چاہیئے کہ وہ اسلام ہے، گو دنیا کو اسکی خبر نہ ہو۔
واللہ در ما قال :

عبارة تباشیر، رحمتک واحد

وکل الی ذاک الجمال یشیر

اللہ اللہ! خدا تو مسلمانوں سے چاہتا ہے کہ مچو نمونہ بننا، اور
میری صفات کاملہ سے مشابہت پیدا کرو (تخلعوا باخلاق اللہ) (۱) اور
آج مسلمان ہیں کہ انسانوں کو اپنا اسوہ حسنہ بنائے ہیں، کہ (تخلعوا
باخلاق الانبیاء) اور اگر کوئی انکی نقالی بن آتی ہے تو "انالافرنج" کا نعرہ
لگا کر اسقدر نازاں ہوتے ہیں کہ حسین بن منصور کو "انا الحق" پر بھی
اتنا ناز نہوا کہ !! کذاک یجعل اللہ الرجس علی الذین لا یؤمنون
(۱۷:۵۱۲) (۲)

اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان جس قدر اصلاح کی طرف قدم
بڑھاتے ہیں، اتنا ہی ضلالت ان سے قریب تر ہوتی جاتی ہے۔ وہ
جس قدر ترقی، ترقی! پکارتے ہیں، اتنی ہی تنزل! تنزل! کی آواز
سنائی دیتی ہے۔ وہ گویا دلدل میں پھنس گئے ہیں، جس قدر زور
کرتے ہیں، اتنا ہی پانی اور دھنستا جاتا ہے۔ یا انکے رشتہ فلاح
میں بدبختی کی گرہ پڑ گئی ہے، جس قدر کہنیچتے ہیں، اتنی ہی وہ
اور زیادہ کستی جاتی ہے، اور ظلمات فی بحر لجی بغشاہ موج، من
فوقہ موج، من فوقہ سحاب، ظلمات بعضها فوق بعض، اذا اخرج یدہ

(۱) یہ ایک مشہور حدیث ہے کہ اپنے اندر خدا کا اخلاق اور صفات پیدا کرو۔ مطبع
الہلال کے سلسلہ تالیفات کی ایک کتاب (خصائص مساء) زیر طبع ہے۔ جس کا موضوع بحث
یہ ہے کہ ایک مسلم زندگی کی تصویر کیسی ہونی چاہیئے۔ شاید عند الاشاعة
ناظرین اسے ایک نئی قسم کی تعریف پائیں۔ (۲) اسی ہی قلبی گمراہی کی گندگی
میں وہ لوگ گرفتار ہو جاتے ہیں۔ جنکو اللہ پر ایمان کامل نصیب نہیں۔

ہمارے نزدیک اسلام کے دامن تقدیس پر اس سے بڑھ کر اور
کوئی بدنما دھبہ نہیں ہو سکتا کہ انسانی حریت اور ملکی فلاح کا
سبق مسلمان دوسری قوموں سے لیں۔ اس بارے میں ہمارے
خیالات۔ الحمد للہ۔ عام خیالات کی سطح سے بہت بلند ہیں۔ اور
گو موقعہ نہیں، مگر ضمناً انکی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے۔
ہمارا عقیدہ ہے کہ جس طرح اسلام کا خدا اپنی ذات و صفات میں
"رحمہ لشریک" ہے، کوئی ہستی اور وجود اس میں شریک نہیں،
اسی طرح اسکا "قرآن کریم" اپنی جامعیت اور کمال تعلیم میں
"رحمہ لشریک" ہے، اور بالکل اسی طرح اسکا لانے والا رسول
کمال انسانیت و تعبد اور قوائے نبوت و اصلاح میں بھی "رحمہ
لشریک" ہے، انکی صفات و خصائص میں کوئی انکا شریک
نہیں :-

راہ نسبت طلبی بین کہ چہ شایان رفتہ

پس ضرور ہے کہ جو امت اس خداے واحد، اس قرآن واحد،
اور اس رسول واحد کے دامن تعلیم سے وابستہ ہو، وہ بھی اپنے اندر
اس شان وحدت و یکتائی کا جلوہ رکھے، وہ بھی اپنے اعمال زندگی
کی ہر شاخ میں "رحمہ لشریک" ہو۔ اس کے اعمال و خصائص
بھی "من رآنی فقد رآہ الحق" کی صداے اتحاد سے غلغلہ انداز
عالم ہوں (۲) تمام دنیا کی قومیں اس کے اعمال کا اتباع
کریں، زندگی کے ہر حسن و جمال میں اس کے خال و خط مرقع
عالم کیلئے نمونہ بنیں۔ رکذالک جعلناکم امة وسطاً کے یہی
معنی ہیں، اور اسی لیے مسلمانوں سے وعدہ کیا گیا تھا کہ :

یا ایہ الذین امنوا ان مسلمانوں۔ اگر تم اللہ کا خوف اپنے اندر پیدا کرے
تتقوا اللہ۔ بے عمل۔ حقیقی بن جاؤ تو وہ تمہارے لیے تمام دنیا میں
لکم فرغانا (۸۰-۹۲) ایک خاص امتیاز اور خصوصیت پیدا کر دے گا۔

جس قوم کو اس صداے الہی نے مخاطب بنایا ہو، اس کے لیے
اس سے بڑھ کر کیا بدبختی ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کی ہر
شاخ میں غیروں کے لیے نمونہ بننے کی جگہ، خود دوسروں کو
اپنا کعبہ مقصد اور قبلۂ آمال بنا رہی ہے؟ سیاسی بحث تو
ضمنی ہے، ہمارا اصلی ماتم صرف اتنے ہی پر موقوف نہیں،
ہم کو تو یہ نظر آ رہا ہے کہ آج مسلمانوں کیلئے تعلیم، اخلاق،
معاشرت، سیاست، بلکہ مدنی زندگی کی ہر شاخ میں انکے
لیڈر صرف اسی کو فرض رہنمائی سمجھتے ہیں کہ انکے آگے دوسری
قوموں کے اعمال پیش کر دیں۔ تہذیب و انسانیت کی ضرورت ہے
تو مسلمان یورپ کی شاگردی کریں، پولیٹکل آزادی کی ضرورت ہے
تو اپنی ہمسایہ قوموں سے بھیک مانگیں، پھر ہمیں بتلایا جائے کہ

(۱) وہ اپنے تمام معائن اور کمالات میں فرد اور یگانہ ہے۔ اسی لیے اسے جوہر
حسن میں تقسیم نہیں ہو سکتی۔ (تصدید بردہ)

(۲) اس موقعہ پر ناظرین معہم بغاری کی (حدیث ولی) کو پیش نظر رکھیں۔
اسے دیکھ کر ابرو ہرگز نہ رایت کیا ہے اور جو (الامر بال معروف) کے تیسرے نمبر میں
ہم درج کی تھی کہ لایزال عیسیٰ یقرب الی با لنواتل حتی احببہ فادہ احببہ
کحت سمعہ النبی یسمع بہ (الی آخر)۔

کے نفس ہی میں ہمیشہ مقید رہنا ہے تو موجودہ نفس میں کرنسی برائی ہے کہ نئے پنجرے کی جستجو کی جائے؟

بیشک تقسیم بنگال کی تفسیح اور یونیورسٹی کا مسئلہ ہمارے جرم و غفلت کیلئے ایک تازیانہ تنبہ ضرور ہے اور ہم یقیناً شر الدواب عند اللہ (۱) ہونگے اگر اس سے عبرت نہ لیں لیکن

ہماری آئندہ پالیسی کی بنیاد کوئی رقتی یا فوری واقعہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ وہ ایک مستقل اور دائمی اعتقاد ہونا چاہیئے

جو اپنے قیام کیلئے کسی بیرونی سہارے کا محتاج نہ ہو۔ فرض کیجیے کہ کل گورنمنٹ نے پھر بنگال کے دو نہیں بلکہ دس ٹکڑے کر دیئے اور وزیر ہند نے اعلان کر دیا کہ یونیورسٹی کا نام علی گڑھ نہیں بلکہ مسلم ہوگا کیونکہ جو گورنمنٹ ایک مرتبہ تقسیم کرے اُسے

منسوخ کر سکتی ہے وہ اب سب کچھ کر سکتی ہے پھر کیا اس حالت میں مسلمانوں کی پالیسی پر ایک تیسرا انقلاب طاری ہو جائے گا؟ اور پھر تغیر! تغیر!! کی صدا بلند کی جائے گی؟

اسکے تو یہ معنی ہوتے کہ اپنا کوئی عقیدہ، کوئی خیال، کوئی مقصد، کوئی نصب العین، اور کوئی اصلی پالیسی نہیں اپ صرف گورنمنٹ کے چشم رابر کی حرکت کا نام ہیں اور صرف اُسی کو نکتے رہتے ہیں۔ اگر مصلحت، لطف و مہر کی علامتیں نمایاں ہوئیں تو ”سمعنا و اطعنا“ کہہ کر سر بسجود ہو گئے اور اگر مصلحت نے گوشہ چشم رقیبوں کی طرف پھیر دیا تو لگے منہ بسورنے اور آنسو بہانے۔

سوال یہ ہے کہ خود آپ کے پاس بھی کوئی شے ہے یا نہیں؟

ہم نہایت حسرت کے ساتھ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ جو لوگ تقسیم بنگال کی تفسیح سے نہیں بلکہ پیشتر سے اپنے اندر آزادی اور حقوق طلبا نہ پالیسی کا رولولہ رکھتے ہیں۔ گرام راہ ضلالت سے الگ رہنے کا انہیں الاؤنس دینا چاہیئے لیکن انہیں اس سے کہ انکے سامنے بھی ہندوؤں کی پولیٹیکل جدوجہد کے سوا کوئی مستقل اور علحدہ راہ نہیں ہے۔ وہ بھی اپنی ترقی کا سدرة المنتہی صرف یہ سمجھتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح ہندوؤں کے قدم بقدم چلنا سیکھ جائیں۔ بیشک ہمارے عقیدے میں بھی آجکل مسلمانوں کیلئے عبرت اور تنبیہ کا سب سے بڑا سبق ہندوؤں کے سیاسی اعمال میں ہے اور بڑی بدبختی یہی تھی کہ آجنگ اُس سے عبرت حاصل نہیں کی گئی۔ لیکن پیران ”اسلم مبین“ کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی مذہبی موت نہیں ہر سکتی کہ اعمال زندگی کے ایک ضروری شعبے میں انکو اسلام تعلیم دینے سے مجبور و لاچار ہو گیا ہو اور اس کی طرف سے مایوس ہو کر انہیں ایک دوسری قوم کے دستر خوان کی چھجھوری ہوئی ہدیں پر للچانا پڑے۔ اگر ایسا ہی ہے تو بہتر ہے کہ سرے سے اسلام ہی کو خیر باد کہہ دیا جائے۔ دنیا کو ایسے مذہب کی کیا ضرورت ہے جو صرف خطبہ نکاح میں چند آیتیں پڑھ دینے یا فستیر نزع پر سورۃ یسین کو دھرا دینے ہی کیلئے کارآمد ہو سکتا ہے؟

(۱) ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون۔ سب سے زیادہ بھڑ چار پاؤں خدا کے آگے رہ انسان ہیں۔ جو بہرے اور گینگے ہوئے ہوں اور اپنی عقل سے کام نہ لیتے ہوں (اسی سورہ میں دوسری جگہ فرمایا ہے ان شر الدواب عند اللہ الذین نفروا فہم لا یعقلون۔ اس سے ثابت ہوا کہ کفر کی بنیاد بھی دراصل عدم فکر و تدبیر و عقیدہ معض ہی ہے)

(ایحد) کے دامن میں رکن حقاً علینا نصر المومنین (۱) کی بشارت تھی۔ اور آج بھی ایک لٹے ہوئے کارروان، ایک ہرباد شدہ قافلے اور ایک بڑھ شدہ انجمن کے لیئے امید کا آخری سہارا اور زندگی کی آخری روشنی ہے۔

من یحب الفطر اذا دعاه کون ے کہ جب ایک مضطر اور بیقرار روح اُس کو و یکشد السور و یجملکم بکارتی ے تو اُس کی فریاد و نکوستا ے اور اُس کی مصیبت خلفاء الارض۔ اللہ مع اللہ کو دور کرتا ہے؟ اور کون ے کہ اُس نے تم کو زمین تکیف ما تذکرون۔ امن بعد یکم پر اپنا نائب بنایا اور اُس کی وقت بخشی کیا قی ظلمات البعد والبر من یرسل خدا ے سوا کوئی اور ہے؟ پھر بقلو کون ے جو الیراج بشرأ بین یدی رحمۃ خشکی اور قری کی تازگیوں میں ہدایت کرتا ہے اللہ مع اللہ۔ تعالیٰ اللہ مایشرکون اور باران رحمت سے بچے ہو انکو بشارت ے لیے بھیجتا ہے۔ کیا خدا ے سوا کوئی دوسرا ہے؟ (۲۷-۶۵)

دنیا میں جب کبھی کسی بنی آدم نے اصلاح حیات کی کوئی منزل طے کی ہے تو صرف اسی ہاتھ کی رہنمائی سے اور جو اس کی رہنمائی میں آگیا پھر اسکے لیے گمراہی نہیں۔

فمن یرد اللہ ان یریدہ خدا جب کسی شخص کو راہ راست پر چلانا چاہتا ہے تو اس کا دل اسلام ے لیئے کھول دیتا ہے۔ اور امن شرح اللہ صدورہ للاسلام جس کا دل کھول دیا گیا تو پھر وہ اپنے ہر دگر کی نور علی نور من ربہ۔ فویل روشن کی ہوئی مشعل ہدایت اپنے سامنے ہاتا ہے۔ مگر للقایۃ قلوبہم من ذکر اللہ افسوس ان لوگوں ہر جگہ دل ذکر الہی سے غافل ہو کر سخت ہو گئے ہیں۔

(۲۷-۶۵) اولین اور بنیانی مسئلہ

سب سے پہلے اس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ اس تغیر خیالات کا منشا کیا ہے اور رخ کس طرف ہونا چاہیئے؟ ہم کو نہایت رنج اور قلق کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس لحاظ سے موجودہ تغیرات خیال کا منظر زیادہ اطمینان بخش نہیں ہے۔ ہم صاف صاف اور باراز بلند کہہ دیتے ہیں کہ اگر مسلمان اپنی قدیمی پالیسی کو صرف اسلیے چھوڑتے ہیں کہ تفسیح بنگال، اور مسئلہ یونیورسٹی کی وجہ سے وہ گورنمنٹ سے روٹھ گئے ہیں یا یہ تغیر صرف اسلیے پیدا ہوا ہے کہ ازاد خیال ہندوؤں کی دیکھا دیکھی اب مسلمان بھی پالیٹکس! پالیٹکس!! پکارنے کیلئے مضطرب ہیں تو وہ یاد رکھیں کہ اس نئے تغیر اور انقلاب میں انکے لیے کوئی برکت نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ اب تک جہاں پڑے سسک رہے تھے وہیں بقیہ ایلم ذلت و خوارگی اور کاٹ لیں۔ تاریکی ہی میں رہنا ہے تو پھر اس سے کیا بحث کہ وہ کوئی گڑھا یا عمدہ بنایا ہوا تہ خانہ؟ اب تک انکی تمام ناکامیوں کی علت حقیقی یہ رہی ہے کہ انہوں نے اپنے اعمال زندگی کی کسی شاخ کو ”سلطان قرآن“ کے ماتحت نہیں رکھا اور جب کبھی کوئی تحریک شروع کی یا اپنے لیے کسی پالیسی کا پروگرام مرتب کیا تو قرآن کریم کو اس طرح بھولے رہے گویا اسکا نزل تاریخ عالم کا کوئی واقعہ ہے ہی نہیں اور یہ بھی سچ نہیں کہ وہ اس نام کی کسی کتاب کے پیرو ہیں۔ اگر مسلمان اس تغیر کے بعد پھر اُسی گمراہی میں پڑنا چاہتے ہیں تو یہ ایک دلدل سے نکل کر دوسری دلدل میں گھسنا اور ایک دام سے نجات پا کر دوسرے میں گرفتار ہونا ہوگا۔ پھر اگر اہلیوں

(۱) مرہون کو مقدم و نصرت دینا ہمارے لیے ضرور ہے۔

کامیاب ہو گیا، تو دہل عظیمہ کی کانگریس یہ کہتے ہوئے اپنے دہلی مقصد کے اظہار میں بالکل صاف ہے کہ وہ انکو دوبارہ اپنے جغرافیہ میں شامل کر لے کے کیلیے کوئی رکاوٹ نہیں پائے گا۔

پس دستوری گورنمنٹ کے قیام کے بعد کچھ دنوں کیلیے مطالبات کا دروازہ بند ہو جانا ناگزیر تھا، تمام یورپ پر اس غیر متوقع انقلاب نے ایک سکے کا عالم طاری کر دیا، اور بظاہر ہر طرف سے اظہار مسرت و شادمانی کے غلغلوں میں نئی حکومت کا استقبال کیا گیا۔

مسئلہ مقدونیا بعد دستور

یہ گویا مقدونیا کی قبل از دستور حالت کی طرف ایک سرسری اشارہ تھا۔ اعلان دستور کے بعد کچھ دنوں تک تو بظاہر تمام یورپ نے بہ تکلف اپنا چہرہ ایسا بنالیا، گویا واقعی طور پر انقلاب کے متوقع نتائج کا انتظار کر رہا ہے۔ مگر یہ انتظار بالکل بے معنی تھا، کیونکہ جن چیزوں کو ”اصلاحات“ کے عظیم الشان لقب کے دینے کا تمسخر کیا جاتا تھا، وہ ترکی کے تاریک سے تاریک عہد میں بھی یورپین ترکی کے ہر مسیحی باشندے کو حاصل رہی ہیں۔

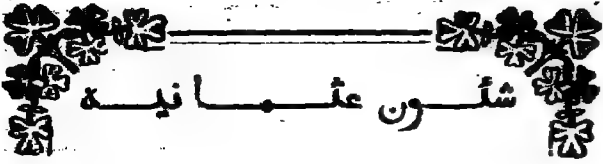
تاہم یہ تصنع کا چہرہ زیادہ عرصے تک بناوٹ نہ نبھا سکا، اور اب پچھلے مطالبات کو اس لہجے میں دہرانا شروع کر دیا گیا کہ دستوری انقلاب کے نتائج مقدونیا کی حالت میں بالکل ظاہر نہیں ہوئے۔ اسمیں سب سے زیادہ حصہ انگلستان کے پریس نے لیا اور عالم طور پر دستوری گورنمنٹ کو نا کامی اور بے اثری کا طعن دینا شروع کر دیا۔ فوجیان ترکوں کو معلوم تھا کہ یہ الزام ایک ایسے ملک کی طرف سے دیا جا رہا ہے، جہاں پارلیمنٹ قائم ہو کر متصل چار سو برس تک قتل و غارت کا موجب رہی، اور نظم و امن کی جگہ اس نے یورپ کے امن کو صدیوں تک خطرے میں رکھا۔ لیکن انہوں نے پوری خاموشی کے ساتھ ان تمام طعنوں کو برداشت کیا اور صرف دھونڈتے رہے کہ کسی طرح دستوری انقلاب کی ابتدائی مشکلات سے ملک گزر جائے۔ انگلستان کی یہی سرد مہربانی تھی، جس نے اتحاد و ترقی کو پھر جرمنی کی طرف مائل کر دیا تھا، اور اسی جرمن اثر کا نتیجہ تھا کہ انگلستان نے (کامل پاشا) کو ہاتھ میں لیکر اتحاد و ترقی کی مخالفت شروع کی تھی۔

دستوری انقلاب پر اظہار مسرت و استقبال اگر اخبار کے صفحوں پر تھا تو دوسری طرف تھوڑے وقفے کے بعد روس و آسٹریا اور بلغاریہ ریاستوں نے اپنی قدیمی کارروائیاں بھی شروع کر دی تھیں۔ اسکا پہلا ظہور البانیا کی پہلی شورش تھی، جسمیں روسی، یونانی، سربین ایجنٹوں کا اسلحہ تقسیم کرنا، اور خفیہ کمیٹیوں کو بکثرت روپیے سے مدد دینا جرمن اخبار کے وقائع نگاروں نے ثابت کر دیا تھا۔ اس کے بعد ہی جنگ طرابلس کا آغاز ہو گیا، اور ترکی نے مالیسوریوں کے مطالبات ایک حد تک منظور کر کے پوری توجہ طرابلس پر صرف کر دی۔ اب یہ موقعہ باقانی ریاستوں کو مطلب دہانی کیلیے بہت اچھا مل گیا۔

سربیا پر ایک عرصے سے بڑی حکومت بننے کا خواب دیکھ رہی تھی۔ ترکی رجحان نہ تھی کہ اس موقع سے فائدہ نہ اٹھاتی۔ آسٹریا اور روس و یونان نے اسکو آدر بھڑکایا۔ بد قسمتی سے اتحاد و ترقی کے نادان دشمن اس موقع پر غیروں کے ہاتھ ایک

مقدونیا کی مسیحی جماعتوں کی انجمنیں امریکہ، پیرس، جنیوا، صوفیا، اٹینس، اور وارسا میں برسوں سے قائم ہو گئی ہیں۔ قوموں اور ملکوں کو آزاد کرانے کا یورپ میں اصلی وسیلہ اندرونی بغاوت، خفیہ سازشیں، قتل و غارت، اور قتل و سرکشی ہے، اور گورنمنٹ پر لینڈ میں اور انگلستان مصر میں اسکو پسند نہ کرے، لیکن مقدونیا کی مسیحی آبادیوں میں (جو عہد گذشتہ میں بھی یقیناً مظلوم رعایائے ترک سے زیادہ آزاد اور امن و امان میں تھیں) ان تمام وسائل کو عمل میں لانے کیلیے تختہ راز ایجنٹوں اور واعظوں پر گورنمنٹ روپیہ صرف کر چکا ہے۔ سلطان عبد الحمید کے زمانے میں آخری تدبیر دہل ثلاثہ کے ہائی کمشنروں اور ان کے ماتحت ایک علیحدہ فوجی پولیس کی ترتیب کا قیام تھا، لیکن اس سے بھی مقصود یہی تھا کہ اندرونی بغاوتیں آدر زیادہ بھڑکائیں جائیں، اور مختلف مسیحی کلیساؤں کے معتقد ہونے کی وجہ سے جو قدرتی باہمی نفقہ رہا، موجود ہے، اسے مشتعل کر کے عام بد نظمی اور طوائف الملوک کی حالت پیدا کر دی جائے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۰۷ء کے اواخر میں ایک سخت آتش فساد تمام مقدونیا میں بھڑک اٹھی۔ سربیا، بلغاریا، اور یونان نے اپنے اپنے مسلح گروہ علانیہ بھیج دیے، اور ہر جماعت نے ایک جنگی گروہ کی صورت اختیار کر کے اطراف و جوانب کو لوٹنا شروع کر دیا، نتیجہ یہ نکلا کہ مقام (ریوال) پر شہنشاہ ابدورہ اور زار روس میں مشہور راز دارانہ ملاقات ہوئی، اور اس کے بعد ہی انگلستان اور روس مقدونیا کی آزادی کیلیے ایک متحدہ یادداشت (انگلو رشین اسکیم) بھیج کر مستعد ہو گئے کہ سلطان عبد الحمید کی ہر موقعہ پر لچک جانے والی پالیسی کی آخری آزمائش کر لیں۔ یہ وقت بقیہ یورپین ترکی کیلیے نہایت نازک اور فیصلہ کن تھا، لیکن عین اسی وقت مناسٹر کی مرکزی انجمن اتحاد و ترقی نے جو وقت مناسب کی منتظر تھی۔ یورپین ترکی کے آخری فیصلہ کن وقت کو دیکھ کر اپنی کارروائی شروع کر دی، اور ۲۷ جون سنہ ۱۹۰۸ء کو (نیازی بے) نے (رسنہ) سے، اور ۵ جولائی کو قہرمان حریت (انور بے) نے (پرسی بی) سے علم حریت و دستور بلند کر دیئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۲۴ جولائی کو دنیا کے دستوری انقلابات کا سب سے زیادہ اعجوبہ خیز واقعہ ظاہر ہو گیا، یعنی بلدیہ کی گورنمنٹ دستوری حکومت کی صورت میں منتقل ہو گئی۔

اس انقلاب نے یکایک یورپ کی امیدوں پر ایک وقتی موت طاری کر دی۔ پیرس کانگریس سے لیکر برلن کے اجتماع تک براہ یورپین ترکی کی آزادی کیلیے یہ دلیل بیاں کی گئی تھی، کہ باب عالی کانسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ نہیں ہے، اور اسلیے مسیحی رعایا کے امن و امان اور آزادی کیلیے کوئی ضمانت نہیں۔ برلن کانگریس میں جب آسٹریا وکیل (کونٹ انیدرسی) نے الحاق بوسینیا اور ہرزی گونیا پر زور دیا تھا، تو لارڈ (سالسبری) اور لارڈ (بیکنس فیلڈ) نے اس کی سازشی تائید کیلیے یہی سہارا دھونڈا تھا کہ ”اس طرح یورپین صوبے بجا طور پر ایک کانسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ کی زیر سرانی آجائیں گے۔ لیکن اگر باب عالی اپنی اصلاحات کی رفتار میں متوقع تیز رفتاری حاصل کرے دستوری گورنمنٹ کے قیام پر



— * —

کتب علیکم القتال و ہر کو لکم - و عسی
ان تکرہوا شیئاً و ہو خیر لکم - و عسی ان
تعبوا شیئاً و ہو شر لکم - واللہ یعلم و انتم
لا تعلمون (۲ - ۲۱۲) (۱)

اس ہفتے ہم نے چاہا کہ ترکی کے موجودہ احرانی انقلابات کے اغراض و علل پر حسب وعدہ اشاعت گذشتہ ایک مفصل افتتاحیہ (لیڈنگ آرٹیکل) لکھیں، لیکن چند سطریں لکھیں تھیں کہ ترکی کی موجودہ مشکلات سامنے آگئیں۔ خیال ہوا کہ سب سے پہلے موجودہ کوائف پر متوجہ ہونا چاہیے، اس سے اگر وقت بچا، تو اندرونی نزاعات کی افسانہ گوئی کیلئے بہت سی رائیں باقی ہیں۔

یورپ نے اپنے موجودہ صلیبی جہاد (کرر سید) کا جو پروگرام مرتب کیا ہے۔ اس کی پہلی دفعہ مسئلہ مشرقی کا انفصال یا بقیہ یورپین ترکی کی تقسیم ہے۔ نہیں معلوم یہ تقسیم کب کی ہو چکی ہوتی، لیکن:

فانریسا بینہم العداء والنفاء ہینے عیسائوں کے اندر باہمی عداوت اور بغض کو الی یوم القیامۃ و عرف ینبثم قیامت تک کیلئے ڈال دیا ہے اور آخر کار خدا بما کثرو یصنعون (۵ - ۱۷) انکو بنا دیا کہ دنیا میں انکے کام کیسے رہے ہیں۔
دول یورپ کی باہمی رقابت کو خدا تعالیٰ نے اسکا ذریعہ بنادیا کہ اسلامی حکومت کا آخری نقش قدم یورپ میں ابھی عرصے تک باقی رہے۔ اسی رقابت سے قسطنطنیہ کے بحالت خرد بقا کا مسئلہ پیدا ہوا۔ اور پہلی (یورس کانفرنس) میں تمام دول یورپ نے اسکی توثیق اور ذمہ داری پر دستخط کر دیے۔

لیکن یہ رقابت بلقانی ریاستوں کی خرد مختاری کی مانع نہ تھی۔ کیونکہ انکی آزادی سے دول کے باہمی توازن قوا پر کوبی اثر نہیں پڑتا تھا۔ اسلیے بظاہر دماغ کو کامل اور سالم رکھ کر، صرف اعضا کی قطع و برید کا عمل شروع کر دیا گیا، اور برلن کانفرنس نے بلقانی قطعے بعنوان مختلف ازاں کرادیے۔ یہ وہ یورپین قطععات تھے جو ایک صدی سے زیادہ عرصے تک ترکی کے معکوم صوبے رہ چکے تھے، اور انہی میں سے ایک ریاست آج ترکی کے مقابلے میں مغرورانہ اعلان جنگ کر رہی ہے: و تلک الایام ندارلہا ینین الناس۔

بلقانی صوبوں میں صرف ایک آخری صوبہ (مقدونیا) باقی رہ گیا ہے۔ سنہ ۱۸۷۰ء سے اجتک روس اور اسٹریا اور تمام ریاست ہائے بلقان مال و قوت اور سازش کی سخت سے سخت طاقتیں اسے لیے صرف کر رہی ہیں، اور بقیہ دول ستہ کا اتحاد و اشتراک عمل ہر موقع پر انکے ساتھ ہے۔ باہر کے اغوا اور سازش کے بل پر خود

(۱) مسلمانوں - تم پر جنگ و قتال میں پڑنا لکھ دیا گیا ہے۔ یہ تمکو ناکار و نذرے کا۔ لیکن عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے۔ اور وہ تمہارے حق میں اچھی ہو۔ اور کسی چیز کو تم اچھا سمجھو اور وہی تمہارے حق میں بری نکلے۔ کیونکہ اللہ جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے۔

لم یکن یراہا - و من لم یجعل اللہ لہ نور فمالہ من نور (۳۳ - ۴۰) (۱)
جو قوم خدا سے اپنا رشتہ کٹ دیتی ہے، اور اس کے فرمانی و احکام سے روگردانی کرتی ہے، اس کے اعمال نور الہی سے خالی ہوجاتے ہیں، اس پر ضلالت و گمراہی کا ایک شیطان مسلط ہو جاتا ہے، اور وہ اسکو اپنا مرکب بنا کر اس کے گلے میں اپنی اطاعت کی زنجیریں ڈال دیتا ہے: و من بعث عن ذکر الرحمن نفیض اور جو شخص خدا کے ذکر سے روگردانی کرتا ہے ہم اس پر ضلالت لہ شیطانا فہو لہ قرین (۳۳ - ۳۶) کا ایک شیطان متعین کر دیتے ہیں جو اس کے ساتھ رہتا ہے پھر وہ یکسر گمراہی اور ضلالت ہو جاتی ہے، اسکی زندگی ناکامی و نا مرادی کی تصویر بن جاتی ہے۔ وہ طلب مقصود میں آزادہ گردی کرتی ہے، مگر چونکہ مقصود تک پہنچانے والے ہاتھ میں اسکا ہاتھ نہیں ہوتا، اسلیے کبھی مقصود تک نہیں پہنچتی۔ مسلمانوں کے تمام ترقی کے ولولوں اور اصلاح کی کوششوں کا بھی یہی حال ہو رہا ہے۔ نا مرادی کے سوا انہیں کچھ حاصل نہیں، انکے لیڈر پانی کو دھونڈھتے ہیں، مگر دوڑتے ہیں رنگ زار کی طرف:

اعمالہم کسراب بقیۃ یعدہ انکے اعمال کی مثال ایسی ہے۔ جسے چٹیل میدان میں الظمان ماء - حتی اذا جاء چمکنا ہوا ریت ہوتا ہے۔ کہ پیاسا دور سے اسکو پانی لم یجدہ شیئاً (۲۴ - ۳۹) سمجھ کر چلا۔ مگر جب پاس آیا تو کچھ بھی نہ تھا۔
— ورد الی المقصود

پس اگر مسلمان زندگی حاصل کر سکتے ہیں، تو مسلمان بن کر، ہندو یا مسیحی بن کر نہیں۔ آپکے ہاں اگر شمع کا فوری جل رہی ہے تو آپکو کسی فقیر کے جھونپڑے سے اسکا تمغہ اتار دیا چرانے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر یہ بھی ہے کہ فرض کر لیجیے، کل ہندوؤں کو اپنی پالیسی بدل دینی پڑی۔ جتنی راہیں انسانی دماغ کی پیدا کردہ ہیں، ان میں تغیر و تبدل ضرورت ممکن ہے، البتہ خدا کی تعلیم میں ممکن نہیں کہ لاتبدیل لکلمات اللہ - پھر کیا اس حالت میں مسلمان بھی اپنے اماموں کے ساتھ اپنی نمازیں توڑ دیں گے؟ ذرا غور سے کام لیجیے کہ گہری اور تفکر طلب باتیں ہیں۔ ہم مسلمانوں کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ خواہ کسی اصول پر مبنی ہو، لیکن وہ ایک ایسی راہ پیدا کر لیں جو انکی مستقل اور مخصوص راہ ہو، جسمیں کبھی تغیر کی ضرورت نہ ہو، تمام خارجی اثرات تغیر سے محفوظ ہو، نیز کہا جاسکے کہ وہ مسلمانوں کی راہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بعض خارجی حالات کے تابع ہو کر آپ اپنے تئیں بالکل دھول جائیں۔ یہ نہ ہو کہ آپکی پالیسی صرف گورنمنٹ کے انداز نظر کا نام ہو۔ لطف و مہر کی بہار آئے، تو آپکی پالیسی دوسری ہو، اغماض و اعراض کی باد خزاں چلے، تو اپکا آشیانہ دوسری جگہ بن جائے۔ تقسیم ہنگال کی تقسیم و ترکیب، اور یونیورسٹی کا الحاق و عدم الحاق آپکی پالیسی کو طیار نہ کرے۔ بلکہ آپکے منقسم اقلیم دل کا اتصال، اور آپکے شکستہ رشتہ الہی کا الحاق، آپکے لیے ایک دائمی اور ناممکن التبدیل پالیسی مہیا کر دے۔

(۱) یا پھر انکے اعمال کی مثال ایک جوع گہرے دریا کے اندر کی تاریکیوں کی سی ہے کہ دریا کو لہرنے ڈھانک رکھا ہے۔ لہرے اوپر لہرے۔ اور آگے اوپر بادل - اس طرح ایک تاریکی کے اوپر دوسری تاریکی ہے۔ اگر دریا کی نہ میں کوئی اپنا ہاتھ نکالے۔ تو اُمید نہیں کہ اسکو دیکھ سکے۔ اور اصل یہ ہے کہ جسکو اللہ ہی کا نور نہ ملے تو پھر اسے لینے روشنی کہاں۔

اپنے ہاتھوں پر فولادی دستاں چڑھا رہا ہے، پھر بھی خائف ہے کہ اس درخت تنار کو ہلانا اسان نہیں۔ لیکن جبکہ اسکا آغاز ہی آغاز تھا، اس وقت بھی خدا کے مقابلے میں انسان نے ایسا ہی ارادہ کیا تھا، مگر مشیت الہی نے انسانی غرور کو شکست دی :

واذ یسکر بک الذین اور اے پیغمبر ! وہ وقت یاد کرو جب کفار مکہ کفر را لیثبتوا اور تمہارے ساتھ ایک چال چل رہے تھے تاکہ تم کو گرفتار یقتلوا او یغرجوا کر رکھیں یا مارا لیں یا جلا وطن کر دیں۔ اور دیکھو دیکھو اللہ، حال یہ تھا کہ وہ اپنا داؤ کر رہے تھے اور خدا اپنا داؤ کر رہا تھا، اور اللہ سب داؤ کرتے والوں سے کریں (۸ - ۳۰) بہتر داؤ کرنے والا ہے۔

وہ خدا، جس نے اپنے کلمہ توحید اور اس کے داعی کو اس وقت نازک میں بچا یا تھا، اور اللہ یعضک من الناس کہ کم مطمئن گردیا تھا، تو کو دنیا کے ساز و سامان بدل گئے ہوں، مگر خدا نہیں بدلا ہے۔ وہ اب بھی اپنے عجائب کار و بار قدرت کی نیرنگیاں دکھلا سکتا ہے

یریدون لیطفوا نزالہ بانراہم واللہ متم نوره ولو کرہ الکافرون (۹۸ : ۶۱)

انجمن اتحاد و ترقی کا اعلان

چنانچہ - الحمد للہ - کہ سب سے پہلا عظیم الشان نتیجہ آثار جنگ کا ظاہر ہو گیا ہے۔ یعنی انجمن اتحاد و ترقی نے باقانی ارادے دیکھتے ہی اعلان کر دیا کہ ”وہ اپنی پوری قوت سے گورنمنٹ کی تائید کرنے کے لیئے طیار ہے“ اور حفظ ملک کے اس نازک موقع پر اندرونی منافشات کو بھل گئی ہے۔ ”اتحاد و ترقی کے مشہور افراد : طلعت بے، جاوید بے، اور خلیل بے، جنکو موجودہ وزارت ملک کا اشد ترین دشمن ظاہر کرتی تھی - اور جنکی گرفتاری کے لیے پوری قوت خرچ کر چکی تھی“ اسوقت تمام پچھلی کا دشین فراموش کر کے پھر پبلک میں آگئے ہیں۔ اور مع ایک بڑی اتعاسی جماعت کے ”گروہ مجاہدین“ میں اپنا نام لکھوا رہے ہیں۔ فی الحقیقت یہی آثار ہیں جنکو دیکھ کر یقین کرنا پڑتا ہے کہ موجودہ ترکی گورنمنٹ میں خواہ کتنا ہی بے اعتدالانہ احزابی نزاع ہو، مگر حفظ ملت کے نقطے پر سب مجتمع ہیں، اور وطن پرستی کی غیرت سے کوئی خالی نہیں۔ ملک کی تیس سب کے دلوں میں ہے، اور خاک وطن کے درد کی امانت سب کے سینوں میں محفوظ ہے۔ اتحاد و ترقی کا یہ رویہ اسکی صداقت اور اسلام پرستی کی ایک نئی آیت عظیمہ ہے، اور ان حیا دشمنوں کے لیے ایک تازیانہ محکم و شدید ہے، جو ایک صادق الاعمال و النیۃ گروہ کو بدنام کرتے ہوئے خدا سے بالکل نہیں شرماتے :

والان حزب اللہ ہم الغالبون [اور یاد رکھو کہ حزب الہی ہمیشہ غالب رہیگا]

یہ اسلام کی ہیئتہ جامعہ کی اصلی خصوصیت تھی، اور اسی سے محرومی آج ہمارے تمام کاروبار ملی کے خسران کی علت حقیقی ہے۔ اختلاف و نزاع احزاب کا مثلاً محال ہے۔ انسانی دماغ میں جب تک قوت فکری رہے گی، اس وقت تک مختلف دماغوں کا مختلف الّا فکر ہونا بھی ضرور ہے، لیکن زندہ قومیں ان اختلافات کے حدود کو انکے دائرے سے بڑھنے نہیں دیتیں اور ایک متعدد اور مشترک نقطہ اتحاد ہمیشہ اپنے پاس رکھتی ہیں۔

فقد بررا و تفکررا و اعتمدوا بعزل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا ولا تکتونوا کالذین تفرقوا و اختلفوا من بعد ما جاءہم البینات لاولئک لہم عذاب عظیم

مخفی دشمنوں کے ہجوم و انبوه کا نقاب منہ پر ڈال کر ہر طرف سے نازل ہونا شروع ہو گئی۔ یہ مقدونیا کے مسئلے کی تجدید نہیں ہے، بلکہ فی الحقیقت تائید الہی کے عہد قدیمی کی تجدید ہے۔ یہ بلقانی کانفیڈرسی کا اعلان جنگ نہیں ہے۔ بلکہ ترکی کے نئے دور کیلئے ایک پیغام حیات ہے۔ ترکی کو انقلاب دستور کے بعد ایک سخت خونریزی کی ضرورت تھی، اسکی تلوار زنگ آلود ہو رہی تھی، اور اس کے جسم پر مدتوں سے خون کے چھینٹے نہیں پڑے تھے۔ طرابلس کی جنگ نے دلوں کو زندہ کیا، مگر عثمانی تلوار کے قبضوں میں زندگی پیدا نہیں ہوئی۔ یہ جنگ صرف اندرون طرابلس میں محدود تھی، معبرے چند جاں باز ترکوں کے سوا اسمیں عثمانی تلوار کو کوئی حصہ نہیں ملا۔ لیکن اب جو کچھ ہوا، اس سر زمین پر ہوا، جہاں کی مٹی نصف صدی سے یورپ کے خون کے لیے تشنہ ہو رہی ہے، جہاں کی خاک کو مدتوں سے خون کی بارش نصیب نہیں ہوئی، اور شدت خشک سالی سے اس کے تمام جوہر نشور نما ضایع جارہے ہیں۔ جہاں اب تک (محمد فاتح) اور (سلیمان صاحبقران) کے برجوں کے پیدا کیے ہوئے گڑھے بھرے نہ جا سکے۔ اور جہانکے ایک ایک ذرے کو خاندان آل عثمان نے اپنا سیریں اور منوں خون پلا کر پیلا ہے، اور پرورش کیا ہے۔

پس اگرچہ عین اندرونی مناقشات اور طرابلس کی مصروفیت کے موقع پر ایک متعدد یورپین جنگ کا اعلان تشریش و اضطراب پیدا کرتا ہے، مگر فی الحقیقت اضطراب کا نہیں، بلکہ شکر الہی کا موقع ہے۔ بہت قریب ہے کہ جنگ طرابلس سے زیادہ تعجب انگیز اور غیر متوقع نتائج سے اس جنگ کا مستقبل شروع ہو۔ اسلام کی فتح و شکست کا دار و مدار کبھی بھی مادی اسباب و ذرائع نہیں رہے ہیں۔ تاریخ شہاد ہے کہ ہم نے ہمیشہ مایوسیوں میں سے امید، اور ناکامیوں میں سے کامیابی حاصل کی ہے۔ اگر بلغاریا ہوائی جہازوں کو فراہم کر رہی ہے، اگر انگلستان چار قبائے کن جہاز یرنوں کے ہاتھ فروخت کر رہا ہے۔ اگر آسٹریا نے فوجی طیارے کا حکم دیدیا ہے، اور بلقان کی متعدد قوت کے قراء جنگ کی فہرست بہت مہیب اور دہشت ناک ہے، تو ہو، کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ایک ہستی ہے، جسکی محیط کل قوت ان انسانی دلیروں سے مرعوب نہیں ہو سکتی، اور جسکی عجائب اثریں ان کے آگے مادی اسباب و وسائل نے کبھی بھی فتح نہیں پائی ہے۔ اگر یورپ اپنے آلات خون و خون ریزی کے ہجوم میں آسکر بھول گیا ہے، تو ہم اپنی محتاجی و مظلومی کی بینکسی میں تو اسے نہیں بھول سکتے :

و کم من فئۃ قلیلة غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ واللہ مع الصابریں (۹۶ : ۳)

مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ آج مسیحی کرسید اسلام کو یورپ سے نکالنے کیلئے اپنی تمام قوتیں خرچ کر رہا ہے، مگر ایسا ارادہ اسلام کیلئے کوئی نیا ارادہ نہیں ہے۔ اسلام نے اپنے ظہور کے ساتھ ہی اس طرح کے ارادوں کو اپنے سامنے پایا ہے۔ اس وقت تو اسلام الحمد للہ - تیرہ سو برس کی ایک پرانی جز ہے - اس کے ریشے اس قدر دور تک پھیلے ہوئے ہیں، کہ انکے اکھارے کیلئے مسیحی یورپ

اب یہی اشارہ ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے، ایک مرتبہ ہو جائے۔ کچھ عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (جو یقیناً مسلمانوں کی بد عملیوں کی نعروست سے اپنے کلمہ ترحید کی حفاظت چھوڑ نہ دیا) ترکی کی زندگی کیلئے ایک سیلاب خون کو طے کرنا مقدر کر دیا ہو۔

سید ان تکرہرا شیفاً و دھو غیر لہم

دستوری حکومت نے ہمیشہ جنگ میں پونے سے دامن بچایا اور ہمیشہ اصلاحات و تغیرات کیلئے فرصت اور سکون ڈھونڈھتی رہی، مگر یہی فرصت درحقیقت اس کے لیے عہد جدید کے تمام نقائص کا سرچشمہ بن گئی۔ انقلاب دستوری کے بعد ملک میں احزابی نزاعات، عاجلانہ نفع کی توقعات، اعراض و مقاصد کے تصادم اور ناتجربہ کارانہ سیاسی خود مختاری کی مضرات کا ظہور ہمیشہ سے لازمی رہا ہے۔ ایسی حالت میں انقلاب کے بعد کسی بیرونی مصروفیت کا پیدا ہو جانا رحمت الہی سے کم نہیں ہوتا، کیونکہ ملک کے تمام منتشر قوا جمع ہو جاتے ہیں، باہمی عداوتیں اور دشمنیاں عہد مودت و اخوت سے تبدیل ہو جاتی ہیں۔ جنگی اشتغال خانگی جھگڑوں کو بھلا دیتا ہے، اور جو ملکی قوت اندرونی منافشات میں ضائع ہو رہی تھی، وہ ایک عمدہ مرکز پر جمع ہو کر مفید طریقے سے خرچ ہونے لگتی ہے۔ عثمانی انقلاب کے بعد اندرونی نزاعات کا ایک سخت طوفان اٹھا، لیکن خدا تعالیٰ نے بوسینیا اور ہرزی گونیا کا معاملہ پیدا کر دیا، تاکہ باہمی تباہی و تباہی کی قوتیں استریا کے مقابلے میں صرف ہوں۔ اس کے بعد سکون طاری ہوا تو ابتدائی قضیے پھر تازہ ہو گئے، علی الخصوص حزب الحریت و الائتلاف اور اتحاد و ترقی کی پہلی معرکہ اڑائی اور (صادق بے) کی پارٹی کا اعلان۔ بہت ممکن تھا کہ یہ وقت ترکی کے داخلی امن کیلئے سخت مخدوش ثابت ہوتا، لیکن قدرت الہی نے اسی وقت اٹلی کو بھیج دیا، اور ایک اعدا و دشمن کے ہاتھوں خلافت عثمانیہ اور قوائے بقیۃ اسلامیہ کو وہ فوائد عظیمہ پہنچا دیئے، جسکی نظیر اسلام کی پہلی کئی صدیوں کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

ان اللہ لیورید ہذا لدین بالرجل الفاجر (۱)

اس وقت پھر ترکی ایک نہایت شدید اندرونی فتنے میں مبتلا ہو گئی تھی، گویا آل عثمان کے خاندان کے تمام اعضا باہمی نزاعوں سے بے قابو ہو کر دست و گریباں ہونے کیلئے طیار تھے۔ کچھ عجب نہ تھا کہ عنقریب اتحاد و ترقی کا نیا پروگرام حسب اعلان آخری ایفا عمل در آمد شروع کر دینا اور خلافت اسلامی کیلئے فی الحقیقت وہ ایک فزع الاکبر کا دن ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر ایک نیا سامان اس فتنے کے انسداد کا بہم پہنچا دیا، اور اسکی رحمت و نصرت کی جنود

(۱) غار و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ ایک جنگ کے موقع پر آنحضرت نے بعض شخص کی نسبت کہا کہ وہ اہل ناریں سے ہے۔ مگر دوسرے دن اس نے کہا کہ اے نبی انعام دے، اس پر معاذ اللہ تعالیٰ کہ ایسا جاننا کیونکر ہو سکتا ہے؟ لیکن اس کے بعد ہی معلوم ہوا کہ کثر زخم سے مضطرب ہو کر نے کشتی کرائی اور اس طرح واقعی اہل ناریں کی موت مرا۔ جب آنحضرت کو خبر ہوئی تو یہ جملہ فرمایا، بھئی خدا تعالیٰ اس دین کی مدد ایک فاجر انسان سے کرے گا۔

آلہ کار بن گئے، اور اتحاد و ترقی کو شکست دینے اور بدنام کرنے کیلئے البانیا میں بغارت پھیلانے کا سامان کرنے لگے۔ اٹلی طرابلس کے اندر مجبور ہو کر صلح کیلئے ترکی کو دباننا چاہتی تھی، اسلئے وہ اور اس کے حلیف بھی آمادہ ہو گئے کہ بلقان میں جلد سے جلد شورش پیدا کر دینے کے وسائل عمل میں لے آئیں۔ یہ اسباب قیہ جتھوں نے ایک بلقانی متحدہ سازش کی صورت اختیار کر کے باہر کی اعانت بھی بہت جلد حاصل کر لی، اور ”مسئلہ مقدونیا“ پھر زندہ کر کے کھڑا کر دیا گیا۔ انیسویں صدی کی تفصیل کی گنجائش نہیں، ورنہ اس سرگذشت میں بہت سی باتیں خصوصیت کے ساتھ لکھنے کی تھیں۔

کوچہ کا حادثہ

بظاہر موجودہ شورش کی ابتدا ۲ - اگست کے ”حادثہ کوچہ“ کو بیان کیا جاتا ہے، جس میں حسب روایت (صوفیا) ۳۲ - بلغاریہ در بدب کے گواروں کے پھٹنے سے ہلاک ہو گئے تھے، اور اس کے بعد ۴ - اور ۵ - کو ایک مسیحی قتل عام کی خبر تمام عالم میں مشہور ہو گئی تھی۔ لیکن یہ حادثہ فی الحقیقت خود بلقانی ریاستوں کی ایک متحدہ کوشش سے عمل میں آیا تھا، تاکہ بھانہ جوئی اور مسئلہ مقدونیا کو از سر نو اٹھانے کا موقعہ ہاتھ آجائے۔ یورپین ترکی میں ہمیشہ اسی طریق پر عمل درآمد رہا ہے۔ مشہور جرمن اخبار (رش) کا نامہ نگار اس حادثے کی نسبت لکھتا ہے:-

”کوچہ کا واقعہ کوئی اتفاقی حادثہ نہ تھا۔ یہ ایک قدیمی اور طے شدہ پالیسی کا عملی ظہور تھا۔ یہ خونی ریزی کامل غور و فکر کے بعد خود کرائی گئی تھی۔ متہدن یورپ کو شاید یقین نہ آئے کہ اس طرح کوئی خونریزی خود اپنی جانوں کیلئے کرائی جاسکتی ہے، مگر یہ ایک ایسی حقیقت ہے، جس کا علانیہ اقرار حاف اٹھا کر خود مقدونی انقلاب خواہ کر رہے ہیں۔ اس سے مقصود یہی تھا کہ ترکی کے مظالم اور مذاہم کا افسانہ ایک مرتبہ پھر دہرایا جائے، اور دول کی مداخلت اور مقدونیا کی ازادی کا راستہ صاف ہو جائے“

ناظرین کو یاد ہو گا کہ ہم نے اس زمانے میں اخبار (ٹیمپس) اور (فرنک فرٹزینگ) کے ایک نوٹ کا ترجمہ شائع کیا تھا، جنکے نامہ نگاروں نے بھی اسی کے قریب قریب حالات ظاہر کیے تھے۔

ترکی کی مشکلات

جو حکومت ایک صدی سے متصل مشکلات کی زندگی بسر کر رہی ہو، اس کے لیئے موجودہ مشکلات میں کوئی فترت نہیں۔ تاہم اس وقت طرابلس کی مصروفیت کے ساتھ اسکو یورپی پانچ طاقتوں سے نبرد آزمائی کرنی پڑے گی۔ بلقانی کانفیڈریسی اور سازشی اتحاد کے ساتھ یونان اور آسٹریا کی فوجی طیاریاں بھی اس کے سامنے ہیں، اور کویت بھی ضرور ہے کہ اپنے یونانی الحاق کے پرانے خواب کی تعمیر موجودہ حالات ہی میں ڈھونڈھے۔ موجودہ وزارت نے صلح کے معاملات میں جو باقاعدہ شرکت کی ہے، اور جس کا خدا فکر کہ کوئی اسلام سوز نتیجہ ۸ - اکتوبر کو سننا پڑے۔ وہ بھی یقیناً ان مشکلات کے قدرتی اثر کا نتیجہ ہے، اور ان شورشوں کا ایک بہت اہم مقصود یہ ہے۔ تاہم اسلام کیلئے جو فیصلہ کن گھڑیاں گذر رہی ہیں انکا

لکھنؤ سے ایک دوسری گمنام چٹھی

نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول

— * —

او فرعون وقت اور نمرود زمان ! او ابلیس ابن ابلیس ! تم سمجھتے ہو کہ الہلال نکالکر اور اسمیں قرآن کی آیتیں بھر کر قوم کے مصلح بن جاؤ گے ؟ یہ منہ مسور کی دال ! پلے ذرا یہ تو بدلائیے کہ آپے اب تک کسی کالج تو خیر کسی انگریزی کے اسکول میں ابجد خوانی بھی کی ہے ؟ تم کو شرم نہیں آتی کہ قوم کے ان مسلم اور واجب الاحترام سچے لیدروں کو گالیاں دیتے ہو جو تمہارے جیسے قل اعدوئیے اور قرآن خوان ملا خرید کر تقسیم کر دیتے ہیں ؟ بد معاش ! بے حیا ! شیطان ! آخر تو نے اپنے تئیں سمجھا کیا ہے ؟ نیرے جیسے لاکھوں عربی پڑھے ہوئے ملائے قرآن بغل میں دابے مارے مارے پھر رہے ہیں اور انکو اب کوئی شریف اپنے گھر میں گھسنے بھی نہیں دیتا۔ بہت کسی نے عزت دی تو اتنا کیا کہ اپنے کسی عزیز کی قبر پر یاسین پڑھنے کے لیئے بٹھا دیا۔ اب وہ زمانہ کیا جبکہ قل اعدوئیوں کی قوم پر حکومت تھی۔ اب تعلیم اور روشنی کا زمانہ ہے اور اسکول کا ایک لونڈا بھی مولویوں کی جہالت پر ہنستا ہے اب تو کسی ملا کو مذہب دکھانے کی جرات ہی نہ تھی اور مذہب مذہب کہہ کر شیطانی گمراہی پھیلانے کا جادو چل نہیں سکتا تھا مگر اب برسوں کے بعد تم قرآن کے نئے عالم اور مفسر بن کر آے ہو کہ قوم کو از سر نو مذہبی تعلیم دو اور یہ صرف تمہیں کو سوجھا ہے کہ پولیٹیکل پالیسی بھی قرآن سے نکالنی چاہیے اور ساری دنیا قرآن ہی میں ہے۔ الحمد للہ کہ اب قوم تعلیم یافتہ ہے اور تم ایسے کتوں کے بھونکنے سے اپنی راہ چھوڑ نہیں سکتی۔ تم سمجھتے ہو کہ الہلال نکالکر اور ظاہر فریب اور ذرا دل کو گرمانے والی عوام پسند باتیں طرابلس اور مجاہد و مدافع کی لکھ کر قوم کو پرچا لوگے مگر میں تم کو وقت سے پہلے نصیحت کرتا ہوں کہ اسکا نتیجہ سوائے ذلت اور خواری کے کچھ نہ ہوگا۔ جاہل تو ہمیشہ مذہب کی رہتی کھانے والوں کے ہاتھ میں رہے ہی ہیں انکے قبلہ رکعبہ کھدینے پر فرعون بے سامان نہ بن جانا یاد رکھو کہ اب زمانہ تم لوگوں کے مذہبی دام میں نہیں آسکتا۔ اب مذہب کا دور گیا۔ دیکھ لینا اور پھر کہتا ہوں کہ دیکھ لینا کہ ہر پڑھا لکھا شریف آدمی تمہارے منہ پر تھوٹے گا اور تمہارے تمام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور دعوت قرآن وغیرہ خرافات کی ہڈیاں پسلیاں چور کر دیگا تم بڑے عالم اور مقدس بننے ہو اور لوگوں کو نماز روزہ نہ کرنے پر وعظ کرتے ہو اور کہتے ہو کہ شیطان نے قوم کو گمراہ کر دیا۔ نابکار ! یہ بھول گئے کہ تم ہی تو اولاد شیطان ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ آخر تمہیں اتنا غرور کس چیز کا ہے ؟ شاید چار پیسے کا نشہ ہے لیکن جن بزرگ اور عظیم الشان لیدران قوم کو تم بڑا کہتے ہو انکے خانسامان عجب نہیں کہ تم سے زیادہ روپیہ رکھتے ہوں۔ یا پھر شاید تم کو اسکا غرور ہو کہ میں نے عربی علوم کی بہت سی کتابیں چاک لی ہیں اور میری زبان نہایت تیز اور فصیح اور قلم میں بہت زور ہے تو ایسا سمجھنا بھی تمہارا شہادہ ہے۔ اپنی عربی دانی کو تو کسی مسجد یا قبرستان میں لیجاؤ یہاں درکار نہیں رہا زور فلم و زبان تو اس سے ہوتا ہی کیا ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ تم لوگوں نے مسلمانوں کے سچے لیدروں کے اثر کو نیست و نابود کر دینے کیلئے ایک گہری سازش کر رکھی ہے اور اسمیں تمہارے ساتھ ایک آواز پرانا ملا بھی شریک ہے اور وہ بھی مولودت کی چٹائی سے ارچک کر لیدری کی کرسی پر آنا چاہتا ہے

ایک اور مولوی بھی اب مل گیا ہے جس نے ساری عمر علی گڑھ کا نمک کھا کر اب حق نمک ادا کرنا چاہا ہے۔ پلے تم لوگوں نے (مسلم گزٹ) نکالا اور جب لوگوں کو ذرا تسکول لیا تو اب الہلال جو در اصل تمہاری قرآنی بول میں الضلال ہے شائع کر کے کھلے بندوں ناچنا شروع کر دیا۔ امین آباد پارک کے سامنے کے کوٹھوں میں تم شیطانوں کا مجمع ہوا کرتا تھا ہم کو رتی رتی حال معلوم ہے ظفر علی کو بھی تم نے لاہور کے جھکڑوں سے فائدہ اٹھا کر ملا لیا تھا مگر خیر ہے کہ وہ پوری طرح شریک نہیں ہوا۔ کامرید بھی در رخی چال چلکر اپنی لیدری کو دونوں جگہ چمکانا چاہتا ہے اور عجب نہیں کہ اس سازش میں کچھ شریک ہو۔ لیکن اب تک تمہارا یہ مذہبی اور قرآنی لٹکا تو کسی کو نہیں سرجھاتا۔ تمہاری اس شیطانی قابلیت کی تو ہم ضرور دابہ دیں گے کہ قرآن اور اسلام کے نام سے اپنی آواز کو دلفریب بنانے کا خیال تمہارا اختراع ہے۔ ہم اب بھی سمجھتے ہیں کہ اس شیطانی شرارت سے باز آجاؤ۔ ان بڑے آدمیوں کو جو ادنا اشارے پر تمہارے پاتوں میں بیڑیاں دلوانے لگتے ہیں۔ اس طرح چھیڑنا اچھا نہیں۔ اگر ذرا بھی انکے لب ہلگئے تو تم مع اپنی مولودیت اور عربی کے کتب خانے اور قرآن کی تعلیموں اور دفتر الہلال کے طمطراق کے فی الذار والسقر ہو جاؤ گے اور ساری ”نبی حی رزقی بھیجو“ بھول جاؤ گے۔ یہ بھی اسلئے کہتے ہیں کہ تم میں ایسی قابلیتیں اور جوہر ضرور ہیں کہ اگر شیطنت سے باز آجاؤ اور کام کرنے والوں کے ساتھ ملکر کام کر دو تو بیشک بڑی عزت اور ناموری حاصل کر سکتے ہو اور قوم میں سربلند ہو سکتے ہو۔ یاد رکھو کہ تم علی گڑھ کے لیدروں کے مخالف بن کر کچھ نیک نامی نہیں کما سکتے۔ یونیورسٹی میں تمہارے باپ کا کچھ چندہ ملا ہوا نہیں ہے جن لیدروں نے ایک ایک لاکھ اور دو دو لاکھ روپیہ دیا ہے وہ پوری طرح مالک ہیں جو چاہیں کریں اگر قوم کے چند دھنیے اور نیچے بندوں میں طاقت ہے تو دیکھیں کس طرح دخل در معقولات پر قائم رہتے ہیں ؟ تم ناپاک کتوں کے بھونکنے کو کوئی نہیں سنے گا۔ لیکن اگر تم انکے ساتھ ملکر کام کر گئے تو قوم کو بھی فائدہ پہنچاؤ گے اور خود ہم بھی تم کو اپنا ایک مذہبی لیدر اور پیشوا بنالیں گے جسکی واقعی ہم کو ضرورت ہے۔ یاد رکھو کہ میں کوئی ایسا ویسا آدمی نہیں ہوں جو کہتا ہوں بالکل پتھر کی لکیر ہے۔ یہ آخری نصیحت ہے جو تم کو بھیج دیتی گئی۔ اگر تم نے بہت جلد الہلال کی پالیسی بدلدی تو خیر۔ اگر تم یکایک بدلنے میں بد نامی سے ڈرتے ہو تو اگستہ اگستہ بدلدو ہم خود سمجھ جائیں گے اور پھر کوئی شکایت نہیں کریں گے۔ ورنہ اس جملے کو قضا و قدر کے فیصلے کی طرح سمجھو کہ بہت جلد مجبوراً ہم کو فتنہ دبانے کیلئے ہاتھ پیرھلانا پڑیگا اور پھر جو کچھ ہوگا اسکے لیے یہ اشارہ کافی ہے کہ تم کو ہمیشہ کیلئے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ تم ابھی بالکل نوجوان ہو خدا کیلئے اپنی نوجوانی پر رحم کرو اور اپنے آپ کو دریاد نہ کرو۔

یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اگر تم باز نہ آئے تو آدر باتوں کے ساتھ تمہاری پتلی دہلی ہڈیاں بھی ذرا گرمادی جائیں گی۔ اب ذرا کلکتہ سے نکالکر لکھنؤ آؤ تو حقیقت معلوم ہو۔ اگر بغیر توبہ کیے ہوئے تم انکے لکھنؤ آئے تو اگر ہم لوگ علم اور شرافت کا ایک ذرہ بھی رکھتے ہیں تو اپنے سامنے لکھ رکھو کہ چار باغ سے تم اپنے امین آباد پارک کے آئے تک زندہ و سلامت نہ پہنچ سکو گے اور یا تو ہمیشہ کیلئے جہنم رسید کر دیئے جاؤ گے یا کم از کم ایک قانگ مبارک تر ضرور شہید کر دی جائیگی تاکہ تمہاری پوری ٹولی ”لکڑی ٹولی“ بن جائے

واقم اگر توبہ کرلو تو تمہارا سہا عقیدت مند اور مستند - ورنہ تمہارے لیے عزرائیل

مرآت

مسئلہ تعلیم و الحاق

— * —

لکھنؤ کی گمنام چٹھی اور الہلال کے ریمارک

(اثر خاصہ مبارک عالی جناب حضرت خاں بہادر سید اکبر حسین صاحب المآبانی مدظلہ العالی)

— * —

جناب اديتر صاحب! الہلال میں ان مضامین کو پڑھ کر مجھ کو یہ خیالات پیدا ہوئے۔

(۱) کیا الہلال کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن مجید مسلمانوں کی تمام دینی اور دنیاوی ضرورتوں کے لیے کافی ہے؟ اگر ہے تو کیا یہ دعویٰ صحیح ہے؟

(۲) کیا ”نامہ نگار لکھنوی“ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ موجودہ مسئلہ تعلیم و الحاق پر قرآن کو کافی پرتو نہیں ڈالتا؟

بہ نسبت امراول - نئی روشنی کے مسلمانوں نے جو تفصیل اپنی ضرورتوں کی بیان کی ہے اور جو شرح قرآن مجید کی ہے اس کی روش الہلال کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اور اگر صحیح ہے تو یہ اشعار متعلق ہیں:

طرح مغرب کو دیکھ کر جو کہے باہدین طرحا بیاید ساخت
تو رہ قرآن سے بھی کہے صاف باہدین شرحا بیاید ساخت

لیکن الہلال نے جو ریمارک کیے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ نئی روشنی کی تفصیل و تشریح و تفسیر کو نہیں مانتا۔ اور ہر گاہ یہ صورت ہے تو یونیورسٹی کی شکل و ساخت اور ترکیب کی بھی اس پر کچھ ذمہ داری نہیں۔ وہ تو اپنی ترنگ میں کہہ سکتا ہے:

ابتدا کی جناب سید نے جنکے کالج کا اتنا نام ہوا
افتخار یونیورسٹی یہ ہوی قوم کا کام اب تمام ہوا

ایک طوائف محفل میں ناچ رہی تھی۔ ایک نادان نے اس کی کسی ادا کی نسبت کہا کہ بالکل خلاف شرع ہے۔ اس نے کہا درست ہے، لیکن یہ مجلس اور میرا ناچنا ہی کونسا موافق شرع ہے؟

اختیار الحاق ہرجانے پر بھی کونسے چار چاند لگ جائیں گے؟ ترقی کی تہیں ہیر چڑھا کیں گھٹا کی دھات اسپیشی بڑھا کیں رہیں ہر پھر کے آیا بی نصیب وہ گرو اسکول میں برسوں پڑھا کیں بہ نسبت امروم۔ اگر یونیورسٹی اور اسکے کلنٹر کی صورت خاص مقصد ہے تو جواب ہو چکا۔ اور اگر عام طور پر مذاق اسلامی کی رو سے تعلیم مقصد ہے تو تعلیم و الحاق کا مسئلہ ایک اسی آیت میں موجود ہے: ہوالنبي بعث فی الامیین رسولا منهم یقولوا علیہم آیاتہ ویزکیہم و یعلمہم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبیین و آخرین منهم لما یلعقوا بہم و هو العزیز الحکیم (۱)

دیکھیے! تعلیم و الحاق کے الفاظ موجود ہیں، یعنی جو تعلیم اسلامی حضرت پیغمبر (صلعم) کو دینی تھی وہ اُنکے لیے بھی مقصد تھی جو ہنر و ملحق نہیں ہوئے تھے۔ ظاہر ہے کہ اُنکا الحاق بھی منظور تھا اور بالآخر اُنکا الحاق ہوا۔

(۱) وہ خدا ہی تو ہے جس نے ان پورے لوگوں میں انہی میں سے ایک شخص کو پیغمبر کیلئے چن لیا۔ جس نے انکو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ اور انکے رنگ آلود روح و قلب کو صاف اور چمکایا کر دیا۔ نیز انکو کتاب الہی اور علم و دانائی کی تعلیم دی۔ ورنہ اس سے پہلے وہ لوگ بھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔ نیز وہ انکی طرف بھی بھیجا گیا ہے۔ جو ایک اس سے ملحق نہیں ہوئے ہیں۔ لیکن اُنکے چکر ملحق ہرجائیں گے

لکھنوی بھائی صاحب نے دنیا کا رنگ دیکھ کر ایسے خیالات ظاہر کر دیے، ورنہ کیا وہ نہیں سمجھتے :-

ہم تیر خواہی و ہم آرزو صاف
این خیال است و محال است و گراف

ہم اگر قناعت نہ کریں گے، بے رونقی پر صبر نہ کریں گے، تو حضرت پیر فلک کی چال سے پامال ہرجانے کو، غالباً نہ رک سکیں گے۔ اخلاقی اور قومی پامالی مقصود ہے:

اُنکی چالوں کا سمجھنا نہیں آسان اکبر
کہ ترقی کو تنزل کا سبب کرتے ہیں
انہیں غمزدوں نے مچا رکھا ہے قومی اندھیر
یہی عشاء ہے کہ جو روز کو شب کرتے ہیں

میں نے ایک مولوی صاحب سے کہا کہ آپ امرا و حکام سے زیادہ میل اور لگاؤ کرتے ہیں، یہ غیر ضروری ہے، اُن پر زیادہ التفات فرمائیے جو قانع اور خاموش ہیں اور اللہ اللہ کرتے ہیں۔

گدایا نے از بادشاہی فغور بہ آمیدش اندر گدائی صبور

دیکھئے اللہ تعالیٰ حضرت پیغمبر سے ارشاد فرماتا ہے: ولا تملن عینیک الی ما منعباہ ازرا جا منہم ولا تعزن علیہم و احفض جناح الذل للومنین۔ بولے، کیا میں پیغمبر ہوں۔ اُنکے آگے حکومت تھی اور جلال خداوندی، میرے آگے کیا ہے؟ تو تھی پھوٹی گروہ بندی۔ میں نے دل میں کہا کہ ایمان کی کہی، قناعت اور غیرت اور خود داری کے نہ ہونے سے یہ انداز طبعیت ہو گیا ہے :-

شیخ جی بھی رہی کرتے ہیں جو سب کرتے ہیں

اب تو ہم مصلحت اُنکا ادب کرتے ہیں

در حقیقت ان روزوں کچھ ایسا طوفان بے اصولی برپا ہے کہ عقل حیران ہے:

گئے وہ دن کہ جنوں تھا مجھے پری کیلیے

حواس باختہ ہوں اب تو ممبری کیلیے

خدا الہلال کے دائرے کو روشن دلوں سے بھر دے اور اسکو بدر کامل بنارے۔ میں تو یہی کہتا ہوں۔ ہوالرحمن آمنا بہ و علیہ ترکلنا فسیعلمون من ہونی ضلل مبیین؟ خدا اس پر قائم رکھے۔ ایک دوسرے کے لیے دعا کیجیے۔

(اکبر)

آئندہ سالانہ اجلاس آل انڈیا محمدن کانفرنس کیلئے رزلوشن

یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ موجودہ حالات اور واقعات نے مسلمانان ہند کی تعلیمی پالیسی پر ایک خاص اثر ڈالا ہے اور قومی تعلیم کے مسئلہ کو ایک خاص اہمیت دی ہے۔ اسی لحاظ سے آئندہ سالانہ اجلاس کانفرنس بمقام لکھنؤ منعقد ہونا قرار پایا ہے۔

اس لئے بزرگان و ہمدردان قوم کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اپنے صدقہ کے مسلمانوں کی تعلیمی مسائل کے متعلق جس قدر جلد

ن کے رزلوشن ترتیب فرما کر صدر دفتر کانفرنس میں بھیج دیں

نیز رزلوشن کے متعلق تمام واقعات اور حالات اعداد و شمار بطور

ت کے ارسال فرمائیں۔ ترتیب پروگرام کے لئے ضرورت ہے کہ

ا گ میں پر جلد توجہ کی جارے۔ فقط خاکسار

انریوی جینٹ سکریٹری کانفرنس

کارسنرا اسرار ابا

مسئلہ صلح

— * —

يا ايها الذين آمنوا ان تطيعوا
الذين كفروا يردواكم
الى اعقابكم فقلوبوا خاسرين -
بل الله مولاكم و هو
غیر الغالبون (۳-۹۵) (۱)

ایسی شرائط پر کر لی، جسکی وجہ سے اٹلی کا جزئی اثر بھی خاک
طرابلس پر قائم رہا، تو مجھکو اس بد شکونی کیلئے ملامت نہ
کیجیے کہ یہ ایک اشد شدید اسلامی ماتم کا دن ہوا۔ (فرہاد بک)

حضرت الشیخ احمد السنوسی کا ورود

(۲)

شیخ کا حلیہ اور عمر

شیخ کی عریس اور چالیس کے درمیان ہوگی، قد متوسط
ہے، چہرہ گورا، رنگ بالکل سفید، آنکھیں سیاہ، سینہ عریض،
تھڈی چھوٹی، اور مونچھیں باریک ہیں۔ اکثر اوقات خالص
بدوی لباس زیب جسم فرماتے ہیں اور کبھی کبھی مصری لباس
بھی پہن لیتے ہیں۔ کاندھے پر ایک بڑا چادر پڑی رہتی ہے،
جسپر روپہلی زنجیروں سے (قصیدہ) پردہ کے بعض اشعار تبرکاً منقش
ہیں۔ اسلحہ کے قسم سے صرف ایک تلوار کمر میں لٹکتی رہتی
ہے اور ایک فرانسیسی بندوق (بل) قسم کی پاس رہتی ہے۔ انکی
خاص سواری کا گھوڑا سرخ رنگ کا ہے اور اسپر ایک ریشمیں چادر
پڑی رہتی ہے جو طلائی اور روپہلی کارچوبی کلم سے زریں ہے۔
وسعت نظر و دہرہ بلی

تمام علوم اسلامیہ دینیہ پر انکی نظر نہایت وسیع ہے۔ مچھو
سخت تعجب ہوا، جب اندرون صحرا کے ایک شیخ کو یورپ کے
موجودہ پولیٹکل مسائل و معاملات اور مسیحی حکومتوں اور مشرقی
مسئلہ پر نہایت باریک بینی کے ساتھ بحث کرتے ہوئے پایا۔
انکی دینی غیرت و حمیت اور جوش روحانی کی نسبت تفصیل
غیر ضروری ہے، کیونکہ جوشخص کئی ماہ کا متصل سفر کر کے جہاد فی
سبیل اللہ میں شرکت کے لیے آیا ہو، ظاہر ہے کہ اس کے جذبات
دینی کس قسم کے ہو سکتے ہیں؟

ترکی کی موجودہ حالت کی نسبت گفتگو ہوئی تو انہوں نے
زور دیکر کہا کہ ”اصل شے داخلی سکون و اتحاد اور علی الخصوص
حکم و امرا کا عدل و اتباع شرع ہے۔ جب تک یہ بات پیدا نہ ہوگی
معضل فرجی طاقت کا حصول اور قوائے جنگ کی افزائش کچھ
مفید نہیں ہو سکتی۔ عثمانی جنگی قوا کی نسبت فرمایا کہ
صرف بڑی فوج کی عمدگی اور قابلیت کا آمد نہیں ہو سکتی،
سب سے زیادہ ضروری شے بحری قوا کی ترقی اور سمندر میں اقتدار
و نفوذ حاصل کرنا ہے اور یہی شے ہم میں نہیں ہے۔“

موجودہ جنگ کی نسبت انکی رائے یہ ہے کہ ”یہ ایک عجیب
و غریب فرصت ہے جو اسلام کو یورپ کے مقابلے میں حاصل ہوئی
ہے۔ اسکو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ صلح و غیرہ کا خیال نہایت
سخت خطرناک غلطی ہے۔ ابتر یہی چاہیے کہ اہل عرب کی ہم
شدہ دعوت جہاد کو بالکل قائم رکھا جائے، اور طرابلس کی جنگ
آسوت تک جاری رہے، جب تک ایک اطالی سپاہی بھی طرابلس
اور برقہ میں باقی نظر آئے“ شرائط صلح کا تذکرہ نکلا تو ارشاد فرمایا
کہ ”کسی یورپین طاقت کا جزئی قبضہ بھی آجکل مشرق میں
گونا گویا کلی استیلا ہے۔ دولت علیہ کو چاہیے کہ خواہ کیسی ہی
شرطیں ہوں مگر ابداً راضی نہ ہو، فقائلوہم، حتی لا تکرہ فتنہ“
و یكون الدين لله“

یورپ کے آثار جنگ سے بھی بڑھکر تشویش انگیز خبریں جو لس
ہفتے آئی ہیں، وہ اٹلی اور ترکی کی صلح کی تصدیق و توثیق ہے۔
نئی وزارتیں پہلے ہی سے صلح کی سلسلہ جنباہیں کو رد کر دینے کے لیے
کوئی استعکام اپنے اندر نہیں رکھتی تھی، اسپر مسئلہ مقدہ دنیا کی
بیچد گیوں نے آواز زیادہ صلح کی راہ صاف کر دی۔ آخری خبر جو ریوٹر
نے دی ہے، یہ تھی کہ شرائط کا فیصلہ ہو چکا ہے، اور آخری دستخط
۸ اکتوبر کو ہو جائیں گے۔

لیکن یہ کیسی عجیب اور خطرناک بات ہے! جو قوم
طرابلس میں برسر پیکار ہے، جن کو خود ترکوں نے دشمنوں کے
سامنے لاکر کھڑا کر دیا ہے، اور صلح کے بعد جتنے گلوں میں رہنا کے صلیب
پرستوں کی غلامی کا طوق پڑے والا ہے، خود اس کی خواہشوں
اور درخواستوں کو اس قرار داد قلم کے موقع پر بالکل نظر انداز کیا جا رہا
ہے! گذشتہ مہینوں میں صلح کی افواہ سنکر مجاہدین عرب اور قبائل
سوسیدہ نے جو متواتر پیغامات بھیجے تھے، وہ اخباروں میں شائع ہو چکے
ہیں، لیکن اس مرتبہ ترکی کی تازہ ڈاک سے اس بارے میں آخری
اور فیصلہ کن خبر معلوم ہوتی ہے۔

ہم نے الحلال کے دوسرے نمبر میں (فرہاد بک) مبعوث
طرابلس کی تصویر شائع کی تھی۔ ۷ اگست کو بک موصوف نے
مقام (نکردن) سے ترکی کی وزارت کے نام حسب ذیل مضمون کا
تار بھیجا ہے:

”طرابلس میں مجاہدین نے اجتنک جسقدر مدافعت کی ہے،
وہ حکومت کی مدد اور طاقت پر نہیں، بلکہ صرف فی سبیل اللہ
حمیت ملی اور غیرت وطنی کے جوش سے، پس اگر حکومت نے
خدا! نحواستہ کسی اپنی قرار دادہ تجویز کی بنیاد پر صلح کر لی،
تو بہ غلطی اس غلطی سے بھی زیادہ خطرناک ہوگی، جو حقی پاشا
بی وزارت سے طرابلس کی حفاظت و تحصین میں ہوئی تھی اور
جسکا نتیجہ اٹلی کا اعلان جنگ ہوا۔ ایتک پروری طرح صلح کی
خبریں تمام مجاہدین تک نہیں پہنچتی ہیں، مگر عنقریب پہنچ
جائیں گی، اور اس سے دولت عثمانیہ کی جدید عربی مقبولیت و
عقیدت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ یہاں جسقدر باشندہ شہر
ترکی حکام، ترکی فوج، اور اس کے افسر موجود ہیں، وہ بھی
مجاہدین کی آواز کے تابع اور انکی خواہشوں کے خلاف قدم اٹھانے
کی اصلا طاقت نہیں رکھتے، پس ان پر بھی صلح کا کوئی اثر نہیں
پڑا سکتا۔ اگر آپ لوگوں نے ان تمام خطرات کی پروانہ کی، اور صلح

(۲) مسلمانوں! اگر تم کانروں کے کہنے میں آ جاؤ گے تو وہ تم کو آگے ہاتھوں
توڑا کرتے جائیں گے، پھر تم ہی آگے قدم نہ بعد ناکامی کے گھاٹے میں پوچھاؤ گے۔
لہذا اظہار دوستی سے متاثر ہو کر ہونو یاد رکھو کہ تمہارا اصلی دوست تو خدا
ہے اور وہی سب مددگاروں سے بہتر مددگار ہے۔

ناموران نے فہرطاب

منصور پاشا (جالو) کے مجمع قبائل عرب کے سامنے تقریر کر رہے ہیں۔

تھا۔ چونکہ اس اجتماع میں انکی تقریر کے پانچ بڑے بڑے قبیلوں کے تمام افراد کو اعادہ جہاد کر دیا اور انکی شرکت نے آگے چلکر میدان کارزار کی حالت بالکل پلٹ دی، اسلئے تمام عرب اس اجتماع کے دن کو ”یوم الذهب“ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ انہوں نے خطبہ ماثورہ کے بعد کہا:

اے اخوان وطن عزیز! اے بقیۃ اسلاف ابطال! اور اے وہ صحرات افریقہ کے آزاد نامور، جواب تک انقلاب زمانہ کے تغیر اور یورپ کے فتنہ عظیم سے محفوظ ہو! یہ تم کو کیا ہو گیا ہے کہ بے فکری کے ساتھ صبح کو اپنے اہیادوں کی طرف جاتے کیلئے عدا اٹھاتے ہو، حالانکہ وہ دشمن قریب ہیں، جبکہ فلاح گہروں کے سم سمہارت سرسبز مزاروں کو بامال کر دینگے۔ یہ کیسی غفلت کی سرشاری ہے کہ تم نے اپنی معصوم اولیوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو میدانوں میں اٹھاتے کیلئے چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ وہ دوزخ میں ہیں، جہنمی بدوقفوں میں انکو زخمی و خون آلود کر دینگے کیلئے گولیاں بھری جارہی ہیں۔ تم کیسی فارغ الدلی سے ساتھ راہوں کو اپنی آزاد سرزمین اور حریت کی فضا رکھنے والے انسان کے پیچھے رہے ہو، حالانکہ اب وہ وقت نزدیک ہے کہ سمہارت پانوں میں غلامی کی پیدائش پیدائش کی، اور سمہارتی عورتوں آزاد عرب بچہ جیٹا چھوڑ دیں گی۔ شہر غرابلس میں جب کہ سمہارت بھائیوں کی لاشوں سے تمام نخلستان خون آلود ہو رہے ہیں، عجیب خدا کے اپنے سمجھا دو کہ سمہارتی آنکھوں میں کیونکر نیند آتی ہے؟ تم یہاں بھی آزاد ہو، میں اپنے بچوں کو اور انکی کا نازہ دودھ پلاتے ہو، حالانکہ چھ دن کے فاصلے پر سمہارت بہت سے بھائی ہیں، جبکہ بچوں کے سامنے اپنے زخمی عازوں اور باپوں کے خون کے سرا اور کوئی بے پیلے کیلئے نہیں ہے۔ وہ سمہارت آبوا اجداد کرام، جنہوں نے نملہ، وحید کے علم کو اپنی لاشوں سے اوپر اٹھا کر، آج قبروں کے اندر سے سمہارت پکار رہے ہیں کہ انکے وقت سے زیادہ آج سمہارت دین میں اور سمہارتی جل فذری کی ضرورت ہے۔ اگر انکی اواز سمہارت کاوں میں نہیں آتی، تو کیا اپنے خدائے عزوجل کی اس اواز کو بھی نہیں سنے؟ رحمہم لا تقنلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الریحال والنساء والولدان الذین بغاؤن وذا اخریجنا من هذه القریة الظالم اهلها واجعل اذا من ادنک رایا واجعل اذا من ادنک نصیرا [اے مسلمانوں! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں، عورتوں، اور بچوں کیلئے جہاد نہیں کرتے، جو عاجز آکر خدا کی جناب میں دعائیں مانگ رہے ہیں کہ ہم کو اس ابدی تے نجات دے، جہاں ہم پر ظلم کیا جارہا ہے، اور خود ہی اپنے غریب سے کسی کو ہمارا حامی بنا، اور عدد نیلے بھیج دے]

اسکے بعد انہوں نے اقبالین مظالم اور ۲۶ اکتوبر کے قتل عام کی تصویر ایسے جگر خراش اور دلدوز لفظوں میں کھینچ دی، کہ تمام مجمع میں شور اٹھ رہا شروع ہو گیا، لوگ بے اختیار ہو ہو کر رونے لگے، اور تمام مجمع چلا اٹھا کہ ”جس وقت تک ہم اپنے بھائیوں کا انتقام نہ لے لینگے، اور کفار کا ایک متنفس بھی سوزمین طرابلس میں باقی رہے گا، اس وقت تک ہم ہر اس صحرا کی فضاحرام ہے“ وان من الشعر لحکمة وان من البیان لسکرا۔



منصور پاشا الطرابلسی

ایام طرابلس کا ایک ”یوم الذهب“

ترکی پارلیمنٹ جب قائم ہوئی، تو اکثر لوگوں کو شک تھا کہ ممالک عربیہ سے جو مبعوث (ڈیپوٹی) منتخب ہونگے، ان میں پولیٹکل مسائل پر رائے دینے کی قابلیت بھی ہوگی یا نہیں؟ لیکن پارلیمنٹ کی پہلی ہی نشست میں بالعموم عرب ممبروں نے جس قابلیت اور کاردانی کا ثبوت دیا، اس نے تعجب انگیز طور پر اس خیال کو غلط ثابت کر دیا۔ منجملہ نامور عرب مبعوثین کے ایک مشہور پر جوش اور سکریڈیاں ممبر منصور پاشا طرابلسی تھے، جو خاص شہر (بنغازی) کی طرف سے پہلی اور دوسری پارلیمنٹ میں مبعوث منتخب ہو کر گئے تھے۔

جنگ طرابلس کے اعلان کے وقت یہ پایہ تخت میں تھے، مگر فوراً براہ قیونس طرابلس واپس گئے۔ انکا سب سے بڑا کارنامہ قبائل عرب کے اجتماع اور ولولہ جہاد کی تولید میں (غازی انور) پاشا



(جالو) میں ”یوم الذهب“ کا عظیم الشان اجتماع - جس میں منصور پاشا تقریر کر رہے ہیں۔

کا دست باز ہونا ہے۔ جب یہ طرابلس پہنچے تھے، تو اعلان جنگ کو کئی ہفتے گزر چکے تھے، مگر تاہم (نشأت ہے) صرف ایک جماعت قلیل عربوں کی فراہم کر سکے تھے، اور بقیہ ترکی فوج کے سوا اور کوئی طاقت انکے پاس نہ تھی۔ غازی انور پاشا نے صحرا کے قبیلوں میں دورہ شروع کر دیا تھا، مگر عربوں کی دیر انہی اور بے فکری سے گھبرا گھبرا اٹھتے تھے۔ لیکن انہوں نے یہ جتنے ہی غازی موصوف کا ساتھ دیا، اور کابل ایک ماہ صحرا کی تپش اور اہانت کے پر شقت سفر میں صرف کر دینگے۔ انکی مادیاتی زبان عربی ہے، خود عرب نژاد ہیں، اسکے ساتھ ہی قوت فصاحت و سحر بیانی میں مسلم رنگانہ۔ جہاں جہاں گئے، اپنی آتش بیانی سے دلوں میں جوش جہاد کی آگ بھڑکادی، علی الخصوص وہ عظیم الشان عربی اجتماع، جو ۲۰ نومبر سنہ ۱۹۱۱ء کو (جالو) کے نخلستان میں ہوا

صدائے ملت

— * —

الہلال کی دعوت کی نسبت

— : —

فقیر نے مطرہ چٹھی جو گیارہویں نمبر کے ساتھ شائع کی تھی - اس کے جوابات بکثرت آ رہے ہیں - بوجہ آتیہ انکوشائع کرنا مناسب سمجھتا ہوں - (۱) ان تحریرات کی اشاعت سے لوگ اندازہ کر سکیں گے کہ مسلمانوں کے خیالات میں کس درجہ تغیر ہو گیا ہے اور وہ پہلے جمود اور العاد سے کس درجہ الٹا گئے ہیں - اگر انٹر شائع نہیں کیا گیا - تو قوم کے اصلی خیالات پر پردہ پڑ جائے گا (۲) فی الحقیقت الہلال اسے سوا کچھ نہیں ہے کہ اسلام کی قدیمی دعوت کا احیاء کرنا چاہتا ہے - پس جو لوگ اس کے معارف ہیں وہ اس کے نہیں - بلکہ اس دعوت کے معارف ہیں - ان کے خیالات کے شائع ہونے سے اس امید کو تقویت ہوگی کہ قوم قدیمی العاد آمیز رہنمائیوں سے نکل کر امتصام بکتاب اللہ و سنت رسولہ کیلئے ہمہ رجا مستعد ہے - (۳) ان میں بعض خطوط ایسے بزرگوں کے بھی ہونگے جنکی تحریر بچاے خود ایک دلچسپ مطالعے کا حکم رکھتی ہے - (۴) سب سے زیادہ یہ کہ طبقہ عوام و متوسط کی آواز خواص کے مقابلے میں بلند ہوگی جو حیات ملی کی بنیاد ہے - (۵) لہذا اسے ایک صاحب لکھنے ہیں کہ (آپے مطلوبہ چٹھی کے آخر میں جو خطوط کو بصیغہ راز رکھنے کی نسبت لکھ دیا ہے - یہ شاید اسکی تمہید ہے کہ قلم جوابات چھاپ کر رکھ دے جائیں اور اس طرح آپکی دعوت کی نا کامی کی دنیا کو خبر نہ ہو - لیکن اگر آپ تمام خطوط چھاپ نہ دیے تو بذریعہ پیسہ اخبار میں مطالبہ کرونگا) لیکن میں انکو یقین دلاتا ہوں کہ میرا مقصد یہ نہ تھا - لوگوں میں ایمانی جرات باقی نہیں رہی ہے - آغاز اشاعت سے دیکھ رہا ہوں کہ ملک کے بعض سر پروردہ اشخاص تک الہلال کی دعوت کی تعریف و ترمیم میں خط لکھ رہے ہیں اور انکی اشاعت پر بھی مصر ہیں مگر ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ ہمارا نام پرشیدہ رکھا جائے - میں نے انکو شائع کرنا ضروری نہ سمجھا - پس خیال ہوا کہ مقصد مشرور علم آرا ہے - ایسے اصحاب کو مطمئن کر دیا جائے کہ ان کے نام شائع نہ ہونگے - باقی رہی دعوت الہلال کی نا کامی - تو الحمد للہ کہ نا کامی و کامیابی کیلئے مجھ کو جس ذات ذوالجلال کی رائے لینا تھی - وہی دس ہی لے چکا ہوں - اب کسی آواز کے کا محتاج نہیں - اگر قرآن کی دعوت آپکے عقیدے میں نا کام ہے تو الہلال کو بھی نا کام سمجھئے (نوٹ) اس خطوط میں کسی طرح کی تبدیلی نہیں کی گئی ہے - مگر صرف دو باتیں ہیں - ایک تو سر نام سے القاب کے الفاظ نکال دیے ہیں - دوسرے بعض ایسے جملوں کو - جن میں حد سے زیادہ معنی شخصی تعریف تھی - یا بعض معاصرین - اشخاص کے متعلق یہ تصریح اساکچھ لکھا گیا تھا - امید ہے کہ احباب اتنی تبدیلی کیلئے معاف فرمائیں گے - (ایڈیٹر)

تک پہنچ نہیں سکتا - فتح آخر میں صداقت ہی کے لیے ہے -

(جناب محمد عبد الرحیم صاحب بی اے (علی) و پریسڈنٹ)

(یونین کلب علی گڑھ کالم)

- ستر محمد عبد اللہ حسین صاحب سوداگر چرم از تینارا (ماہراز)

الہلال کی دعوت کا اصول تعلیم کتاب اللہ و سنت رسول سے تو کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہوگا اور نہ ہوسکتا ہے - اگر اس میں کسی کو شک اور اختلاف ہو تو اس کے اسلام میں شک سمجھئے پولیٹیکل پالیسی کا ماخذ بھی قرآن و سنت ہونا چاہیے - اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں نے قرآن کو بالکل بھلا دیا ہے اور ہر شعبہ زندگی میں زید و عمر و کی ذاتی رائے کو بجائے قرآن اور سنت کے اپنا طریق عمل بنا رکھا ہے - خدا آپکو اپنے ارادہ میں کامیاب کرے اور آپکی کوششیں مشکور ہوں - نیز آپکو جزائی خیر سے کہ اس وقت اخباری دنیا میں یہ پہلی آواز ہے جو آپے بلند کی ہے - رہا طریق دعوت اور پیرائے بیان - تو گویہ فروری امر ہے اور بعض احباب کو الہلال کا لب و لہجہ سخت معلوم ہوتا ہو مگر میری رائی میں تو اس وقت جو حالت خراب ہم لوگوں کی ہو رہی ہے اس سے بیدار کرنے کے لیے اس سے بھی زیادہ آواز سخت کرنیکی ضرورت ہے - برسوں کے سوئے ہوئے معمولی اور نرم آواز سے تھوڑے ہی بیدار ہوسکتے ہیں -

یونیورسٹی کے مسئلہ کے متعلق جو آواز آپ نے اٹھائی اور اپنے منہ میں مٹھو بننے والے اندرونی جو قلعی آپ نے کھولی ہے اس کے لیے آپ تمام قوم کے شکر و شکر کے مستحق ہیں مگر آپکو تو اس سے کچھ بحث ہی نہیں قوم شکر کرے یا نہ کرے میں تو ہزار شکر گزار ہوں خدا آپکو جزائی خیر دے -

مکرر آنکہ لچک خود ساز لیکچر سے احتساب کا سلسلہ اس سے بھی زیادہ سخت لہجہ میں جاری رکھیے -

جناب علی اکبر خان صاحب ملیح آباد فلع لکھنؤ

پالیسی اخبار کی بہت مناسب ہے ' اگر اس درجے سے اخبار گر گیا تو پہلا شخص میں ہونگا جو اس کے پڑھنے سے اعلاحدگی اختیار کر لے گا - میں آپکی زیادہ تعریف کیا لکھوں کہ کس قابلیت کے ساتھ جنابکا پرچہ نکلتا ہے ' بخدا مجھے الہلال دیکھنے کا کمال شوق ہے - میں نے بہت پرچہ دیکھے ' مگر ایسا پرچہ ابھی تک

مجھے جناب کے اخبار کے مقاصد سے اصولاً دلی اتفاق ہے - میں اسے اجرا کر - خصوصاً اسے وقت میں جیسا کہ موجودہ وقت - ہے قوم و ملک کیلئے بے انتہا مفید خیال کرتا ہوں -

(۱) ہندوستان میں ایک ہمہ وجہ مکمل مسلم یونیورسٹی کی ضرورت میں مجھے کلام نہیں ' البتہ آپکی طرح ایسی یونیورسٹی کی نظر بعالات موجودہ ملنے کے امکان میں مجھے بھی شک تھا اور رہیگا - (۲) پالیٹکس میں آپکی تعلیمات نوجوانوں کی قوم کے دلی خیالات کا آئینہ ہیں ' مگر بہتر ہو اگر ان تعلیمات کا صحیح پروگرام بھی اصول قرآنی کے بموجب تیار کر کے پیش کر دیا جائے - اصولاً آپسے بالکل اتفاق ہے -

جناب ظفر حسن ملوے سفیر محمد کافرس علی گڑھ

(۱) آپکی یعنی الہلال کی دعوت (پالیسی) سے مجھ کو کلی و جزئی اتفاق ہے - اصول میں بھی ' فرورع میں بھی ' بلا کسی ترمیم ہے - میری یہ رائے گذشتہ گیارہ نمبروں کے مطالعہ پر مبنی ہے -

(۲) لب و لہجہ کی نسبت میں آپ سے بھی زیادہ سخت ہوں میرے نزدیک الہلال کا لب و لہجہ نرم ہے ' سخت نہیں ہے -

میں بذات خود اس خیال کا آہمی ہوں کہ قوم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے اور اس قدر اقتدار حاصل ہونا چاہیے کہ ہر فرد قوم سے خلف کقاب و سنت افعال پر سختی کے ساتھ محاسبہ کر سکے ' اور اس ناپاک آزادی کو جس نے تمدن و معاشرت میں اسلام کی گہول آزادی ' علم طور پر معصیت و بدعات کا سرازہ کھول دیا - اسلامی سوسائٹی سے خارج کر دیا جائے - میں بھلا کب کہہ سکتا ہوں کہ الہلال کا لب و لہجہ سخت ہے - میں تو نام بنام علی الاعلان بہ بانگ دل محاسبہ کر آجکل نہایت مفید سمجھتا ہوں -

(۳) حق اور نیک نیتی سے زیادہ قوی کرٹی چیز نہیں - اسکی کرسی اس قدر اونچی ہے کہ اہل رجاہت کی مخالفت کا ہاتھ رهاں

جنگ ترکی و یورپ

(از قبلی ٹیلی گراف لندن)

ترکی اور بلغاریا کی فوجی طاقت کا مقابلہ

گزشتہ چند سالوں میں بلغاری فوج نے معتدبہ ترقی کی ہے۔ پہلے پہل سنہ ۱۸۷۹ء سے لیکر سنہ ۱۸۸۵ء تک کیلئے روسی افسروں نے اسکی نظم و ترتیب کی ذمہ داری اپنے ہاتھوں میں لی تھی۔ بلغاری کسانوں میں جنگی استعداد کافی ہے اور جنگ کی مشقوں سے یکایک خائف و بیدل نہیں ہو جاتے۔ فوجی خدمت جبری ہے اور مسلمان آبادی تین سو روپیے کی ادائیگی اور چند مشکل سے مشکل شرائط طے کر لینے کے بعد اس سے نجات پاسکتی ہے۔ بلغاری فوج میں دائمی و مستقل، اصلی مستحفظ، مستحفظ اور بے قاعدہ تینوں طرح کے گروہ ہیں۔ امن و سکون کے دنوں میں صرف مستقل

فوج رکھی جاتی ہے۔ لیکن اگر ضرورت پیش آجائے تو تمام فوج کام کے لئے بلائی جاسکتی ہے۔ بے قاعدہ فوجیں صرف سرحد کی حفاظت اور پاسبانی کے لئے متعین ہیں۔ ہر سال ۲,۴۰۰۰ نوجوان فوج میں داخل ہوتے ہیں۔ کل فوج ۹ ڈویژنوں میں منقسم ہے۔ ہر ڈویژن کے دو بریگیڈ۔ ہر بریگیڈ کی ۴ رجمنٹیں اور ۹ بیٹریاں ہوتی ہیں۔ اسپ سواروں کی ۶ رجمنٹیں ہیں، ان کے ہڈ کوارٹر صرفیا، فیلپ پولس، سلیمین، شملہ، رسچک، رازا، دبلیزا، اسکیز گرد، اور پلونا میں ہیں۔ بلغاریا کی فوج میں اصلی کمزوری اسلحہ کی ہے۔ اس زمانے میں انکی ریفلیں زیادہ مفید نہیں۔ ہر پیادہ فوج کے ساتھ مشین گن کا بھی ایک پیغہ لٹکا رہتا ہے۔ توپ خانوں میں تیز تر توپیں بھی ہوتی ہیں۔ ایک حد تک بار

برداری کا انتظام جدید ضروریات کے مطابق بنالینے میں بھی سعی کی گئی ہے۔ تاہم آلات جنگ کی کمی نمایاں اور مسلم ہے۔ ذیل میں بلغاریا کی حالت امن کی فوجی قوت کی ایک فہرست درج کی جاتی ہے:—

۳,۴۱۲	انجینر	۳۵,۵۰۵
۴,۰۷۹	متفرق	۵,۶۶۰
۵۶,۵۹۳	میزان	۷,۹۳۷
اس تعداد پر مستحفظ کا اضافہ کیجئے تو ۲,۲۰,۰۰۰ کا شمار آتا ہے۔ اس کے علاوہ بیقاعدہ فوج کی تعداد ۵۸,۰۰۰ ہے۔ اس سے واضح ہے کہ بلغاریا میں کل ۲,۷۵,۰۰۰ آدمی لڑیوالے ہیں۔ ان کے علاوہ نیم تربیت یافتہ قاتلوں سے بھی ۲,۵۰,۰۰۰ آدمی کی توقع کی جاسکتی ہے۔				

موجودہ عثمانی قواے جنگ

ترک کہتے ہیں کہ ہمارے پاس دشمن کے مقابلے کیلئے

۱۰ لاکھ سے زیادہ فوج ہے۔ پہلے عیسائی رعایا اور قسطنطنیہ کی آبائی ٹیکس کی ادائیگی کے بعد فوجی خدمت سے آزاد تھی، لیکن اب جبری خدمت کے لئے تمام عثمانی رعایا مجبور ہے، جب سے فوجی تنظیم جاری ہوئی ہے عثمانی شہنشاہی ۷ فوجی اضلاع میں منقسم ہے، لیکن گزشتہ سال سے فوجوں کی ترتیب ۱۴ آرمی کورزوں (فوجی حصے) میں شروع کی گئی ہے۔ ترکوں کے ہاں فوج کے ۴۲ ڈویژن ہیں۔ ان میں سے بعض امن کی حالت میں ۱۰۔ بٹالین کی ہوتی ہیں اور لڑائی کے دنوں کی بھی اکثر یہی صورت رہتی ہے۔ اگر رقت شدید پیش آجائے تو ۷۹ برس کا بوڑھا ترک بھی عثمانی علم کے نیچے موجود ہو جاتا ہے۔ جرنل گزرت خدمت کے قابل سمجھے جاتیں، انکی تقسیم نظام، ریڈیف اور مستحفظ کی صورت میں ہوگی۔ حالت اول میں ۳ برس، حالت دوم میں ۹ برس، اور حالت سوم میں ۲ برس کی خدمت درکار ہوتی ہے۔

فوج نظام کی ۲۲ ڈویژن ہیں۔ جن میں ۳۵۷ بٹالین ہوتی ہیں۔ ۲۰ اسپ سوار بریگیڈ، جنمیں ۲۰۷ اسکوڈرن، ۱۶ آرٹیلری بریگیڈ (توپ خانے)، جنمیں ۲۷۱ باتریاں شامل ہیں۔ ان فوجوں کی تعداد ۱,۲۰,۰۰۰ ہے۔ اور ۲,۶۰,۰۰۰ مستحفظ فوج کا بھی اسپر اضافہ کرنا چاہئیں۔ علاحدہ علاحدہ ریڈیف اور مستحفظ کی تعداد ۶,۰۰,۰۰۰ سے ۷,۰۰,۰۰۰ تک ہے۔

تمام فوجیں اعلیٰ درجے کی ماسٹر ریفلوں اور مارٹینی ہنری ریفلوں سے آراستہ کر لی گئی ہیں۔ توپخانے سب کے سب فوج نظام کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اور متفرق اقسام کی کرب توپوں کا ذخیرہ رافر جمع ہے۔

پچھلے برسوں میں فی الحقیقت اگر ترکوں نے

کوئی عظیم الشان کام کیا ہے، تو وہ فوج کی ترقی اور نظام ہے۔ جرمنی تعلیم کا ہرے کے تعلیم یافتہ ماہر، اور یورپ کے اعلیٰ ترین فن حرب جدید کے مشاقوں سے عثمانی فوج بہرہ ور ہوئی ہے۔

یونان اور مانتی نگر کی قوت

اگر جنگ ہوئی تو یونان اور مانتی نگر کی مشترکہ فوج ۱,۰۰,۰۰۰ کی تعداد تک پہنچ جائیگی۔ یونان کی جنگی طاقت ۵۰,۰۰۰ سپہ کی ہوگی۔ اسکی فوج کی ۳ ڈویژن، ہر ایک ڈویژن میں تین تین انفنٹری بریگیڈ کی ہیں۔ اور بریگیڈ چار بٹالین کی ہوتی ہیں۔ ایک بٹالین لائٹ انفنٹری (سبک پیادہ فوج) کی بھی ہے۔ ایک میدانی توپخانہ ۸ باتریوں کا، ایک اسپ سوار رجمنٹ ۱ اسکواڈرن کی، ایک بٹالین انجینیرز کا، اور دو بار بردار کمپنیاں بھی ہیں۔ فوجی خدمت ۳۶ برس کی ہوتی ہے۔ میدانی فوج کے پیچھے در قسم کی مستحفظ فوجیں اور ایک نیشنل گارد رہتی ہے۔



خامیل بک مبعوث قسطنطنیہ

انجمن اتحاد و ترقی کا نامور ممبر۔ اور پہلی پارلیمنٹ کا صدر۔ جنگ کے آثار دیکھ کر اس نے اعلان کر دیا ہے کہ تمام ملک میں مجاہدین عثمانی کی جماعتیں طیار کی جائیں اور سب سے پہلے خود اپنے تئیں پیش کیا ہے، حالانکہ یہ موجودہ گورنمنٹ کا شدید قریبی مخالف تھا

فرمائی ہے کہ الہلال کی پالیسی سے اتفاق ہے یا نہیں؟ جواباً میں عرض کرتا ہوں کہ مجھے الہلال کی پالیسی اور لب و لہجہ سے کلی اتفاق ہے۔

اللہ تعالیٰ آپکو عرصہ دراز تک صحیح و سالم رکھے اور تمام آفات ارضی و سماری سے محفوظ و مامون، تاکہ آپ اس بے نظیر اور اصلی ملکی و قومی خدمت کو بخوبی انجام دین آمین۔
اسمیں کوئی شک نہیں کہ اس کے مطالعہ سے ایک روح تازہ پیدا ہوتی ہے اور اسلامی حمیت کے ایک نئے جوش کا خورن تلم جسم میں درڑ جاتا ہے۔

جناب مولانا محمد عبد القیوم صاحب عباسی ہانی بختی

اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ہندوستان میں ایک اخبار ایسا نکلا شروع ہوا جسکی دعوت کا اصل اصول مسلمانوں کو انکی زندگی کے ہر عمل و عقیدے میں اتباع کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی طرف بلانا ہے، میرے خیال ناقص میں یہ مضمون نہایت قابل التفات ہیں۔ واقعی مسلمانوں میں قرآنی تعلیم اور اتباع سنت رسول اللہ مفقود ہو گئی ہے، جسکی وجہ سے ان تکالیف اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اگر تعلیم قرآنی کی روح پھر ہم مسلمانوں میں پیدا ہو جائے، تو ہم اپنے اندر ہر چیز کامل و اکمل پاسکتے ہیں ورنہ اس کے بغیر ناممکن ہے۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ سچ ہمیشہ سے تلخ و ناگوار رہا ہے۔ اگر الہلال کی باتیں لوگوں کو کڑوی لگتی ہیں تو یہ اسکی صداقت کی دلیل ہے۔ اس عاجز کے خیال ناقص میں اسکا لہجہ بدستور قائم رہے اور کبھی بزدلانہ طور سے حق کو نہ چھپایا جائے۔

جناب مولانا عبد الرحیم صاحب از عدالت ججی باندہ

الہلال کی دعوت کے اصل اصول ”مسلمانوں کو انکی زندگی کے ہر عمل اور ہر عقیدہ میں اتباع کتاب اللہ و سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بلانا“ اور اس طرح انہیں اُنکی گم شدہ قرآنی روح پھر پیدا کرنے“ سے مجھ کو پورا اتفاق ہے۔

میں ایک عامی شخص ہوں، جسے علم سے کوئی بہرہ نہیں، تاہم اصل مذکور کے متعلق اپنی متفقانہ رائے دیتے ہوئے یہ ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ رائے علی وجہ البصیرت ہے، اور یہ کہ یہ کوئی نیا خیال نہیں، بلکہ ایک دیرینہ خیال ہے، جسے اب الہلال نے اپنے ممتاز صبغة الہی تصبیغ سے اور گہرا رنگ دیدیا ہے۔

الہلال کا طریق دعوت و پیرایہ بیان بھی نہایت پسند کرتا ہوں۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ موجودہ لیڈران قوم میں سے اکثر خدا تر رسول سے بے پروا، قومی درد سے معری، نفس پرستی و خود غرضی عین مبتلا، اور اس منصب جلیل کیلئے جن امور کی ضرورت ہے ان سے بے بہرہ ہیں۔ تاہم عام افراد قوم جو عموماً نور فراست و تمیز حق و باطل سے محروم ہونے کی وجہ سے بجائے خدا پرستی کے دولت و جاہ پرستی میں گرفتار ہیں، انکو اپنا قبلہ آمال و کعبہ مقصود بنائے ہوئے ہیں۔ انہیں انکی ریاکاریوں، فریب عملیوں، خود غرضیوں، اور غداروں کی مطلقاً خبر نہیں۔ ان حالات میں نہایت ضروری ہے کہ ان خود ساختہ لیڈروں کی تمام ایسے حرکات و سکنات کو پبلک میں لا کر انپر آزادانہ تنقید کیجئے جو قومی معاملات سے تعلق رکھتے ہوں یا جنکا اثر کسی بعید ترین واسطہ سے بھی قوم پر پڑتا ہو۔ جب تک عام افراد قوم کو افراد طبقہ اعلیٰ کی دینی، اخلاقی، ذہنی، اور عملی قوائے ارشاد و ہدایت کماہی معلوم نہ ہونگے تب تک قبول اور مستوجب رد میں تمیز کرنا انکے لئے ناممکن ہے۔ ہر شخص جو قومی معاملات میں حصہ لے رہا ہو یا آئندہ حصہ

میرے مخدوم! اگر ہماری قوم کا ہر خاکروب بھی بالفرض گریجنٹ ہو جائے، تو بھی ہمارا وہ مرض دور نہیں ہو سکتا، جس نے ہمیں تباہ و برباد کر دیا، اور ہمارے ساری قوتیں سلب کر لیں۔ ہمیں سگ دنیا بننے کی ضرورت نہیں، بلکہ مسلمان کامل بننے کی حاجت ہے، اور وہ بغیر اتباع کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ممکن ہی نہیں، چونکہ ہمارا ادبار اب انتہا کو پہنچ چکا ہے، کیا عجب کہ مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہو کر حرکت ہی نہ بدلیں بلکہ بسم اللہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوں۔

بسر کرتے ہیں اک امید پر ہم زندگی اپنی
خدا وہ دن نہ دکھائے کہ توتے آسرا دل کا

میرے اس عریضہ کو جسمیں میرے دلی خیالات کا کچھ اظہار ہے۔ الہلال میں شائع فرمادیں مجھے الہلال کے پالیسی سے کامل اتفاق ہے۔

جناب محمد منسوب حسن خان صاحب آذربائی مجسٹریٹ شامجار پور

مکرمی! مجھے جناب سیف کی تحریر کے ہر لفظ سے پورا اتفاق ہے۔ الہلال کی پالیسی نہایت مفید پالیسی ہے۔

جناب چودھری تاج الدین صاحب از امرتسر

مجھے اصولاً الہلال کی دعوت سے بالکل اتفاق ہے۔ مسلمانوں کی ترقی کا راز قرآن کریم کے احکام پر چلنے میں ہے۔ چونکہ ہم لوگوں نے قرآن کریم پر چلنا چھوڑ دیا ہے، لہذا سب سے بڑی وجہ ہمارے ادبار و ذلت کی یہی ہے۔ چونکہ آپکی دعوت کا اصل اصول کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کا اتباع کرنا ہے۔ لہذا اس عاجز کو بکلی اتفاق ہے۔ اور یہ رائے اگر ضرورت ہو تو شائع کیجاسکتی ہے۔ جو قرآن کریم کی تعلیم ہے اور جس پالیسی کی طرف وہ بلاتا ہے، آپکو بے باکانہ اُسی کی طرف دعوت دینی چاہیے۔ اسمیں کسی سچے مسلمان کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔

یہاں عام لوگ اس بات کے شاکہ ہیں، کہ تمام اخبار یونیورسٹی کے ہی نذر کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ اب لوگوں کو یونیورسٹی کے نام سے نفرت ہو گئی ہے، لوگ تو چاہتے ہیں کہ یونیورسٹی کا ذکر بھی اخبار میں نہ ہو۔ اُسکی بجائے اور مفید مضامین کی طرف ترجہ کیجئے۔ لوگوں کو انتظار ہے کہ ترکی کی موجودہ سیاسی حالت پر آپکے مضامین دیکھ جاویں۔ جنگ طرابلس کے حالات پڑھ جاویں۔ اور اُن نامور اشخاص کے حالات، جو بوجہ فداۓ حریت ہونے کے شیخ الاحرار کہلانے کے مستحق ہیں، جیسا کہ آپ شروع میں وعدہ کیا تھا اور جسکے لیے تمام پبلک نہایت بیکرار ہے۔

جناب مولانا عبد العظیم خان صاحب ناظم قاسم المعارف

مجھے افسوس ہے کہ آپ کے جولانگہ قلم کو اسوقت تک وسعت نہیں ملی۔ تاہم اسوقت تک جو کچھ بھی لکھا گیا، قابل صد تحسین ہے۔ جو مقاصد و اصول الہلال کے آپ نے اپنے مطبوعہ خط میں بالتفصیل ظاہر کیے ہیں، میرے نزدیک نہایت پسندیدہ و اعلیٰ اور سبق آموز ہیں۔ جس اصول پر الہلال دعوت دینا چاہتا ہے، وہ اصلی حقیقت ہے۔ اسکی مثال قرن اولیٰ کی صدیوں میں پائی جاتی ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ الہلال کے ہاتھوں حقیقی اور سچی قرآن کی تعلیم کی عام دعوت ہو، اور صحیح اور سچی راہ کھول دینے میں وہ ہر طرح کامیاب ہو۔

جناب ایم کبیر احمد خان برادر۔ از بہار کلچر سٹی (بہار)

الہلال کے نئے پرچہ میں آپ نے جملہ ناظرین سے رائے دریافت کی

کی مدح کا ایہی موقع نہیں، زندانِ ہلاکت کے گرفتار جب رہائی پائیں گے، تو انکا دل خود دعائیں دیگا۔ صدیوں سے جس تعلیم پر اسلامی تعلیم کا اطلاق کیا جاتا ہے، وہ صرف رسوم و بدعات و مشرکانہ خیالات کا اک دفتر ہے، جسپر غور کرنے سے دل کو پریشانی ہی نہیں ہوتی بلکہ روح کو مدہم پہنچتا ہے۔ اپکا یہ ارشاد اصل حقیقت ہے کہ ”جس دن مسلمانوں میں انکی کم شدہ بلکہ فنا کشتہ قرآنی تعلیم کی روح پھر پیدا ہو جائے گی آسمان وہ اپنے اندر ہر چیز کو کامل و اکمل پائیں گے“

کون سی وہ بری گھڑی تھی جب مسلمان دامِ تقلید میں گرفتار ہوئے تھے۔ اسی موزنی مرض نے شیروں کو روزباہ بنا کر اس قدر مذلت و ہلاکت میں گرایا ہے، جس سے ابھرنا محال ہے تقلید ہی نے جملہ آثارِ ترقی کو رفتہ رفتہ مٹایا، یہاں تک کہ اب قوتِ سماعت و بصارت بھی سلب ہو گئی۔ یہی وہ تیغِ زہرِ آلود ہے جس نے مسلمانوں کی مجموعی قوت کو پارِ پارہ کر کے دلوں میں سمِ نفاق بھر دیا۔

ہر کس از دست غیر نالہ کند سعدی از دست خویشتن فریاد اگر کوئی غریب مسلمان حق کوئی اپنا شعار کرے تو اُسے بد نصیب بیوقوف و دیوانہ ہی نہیں بنا دے، بلکہ قابلِ نفرت خیال کرتے ہیں، اور حق بات سنکر تو اسدرجہ گہرا تے ہیں، جس طرح ایک سیہ دل دنیا دار موت کے نام سے۔

مرلانا! آپکو معلوم ہے کہ اب ایسی نازک حالت ہو چلی ہے کہ راست باز اور حق جو مسلمان اس رائج الوقت اسلامی تعلیم سے واللہ بالکل بیزار ہیں۔ اگر کلامِ الہی کی تعلیم نے انکی مدد نہ کی تو وہ دن قریب آگیا ہے کہ آکٹا کر کوئی دوسری راہ نجات تلاش کرینگے اور یہ شعر پڑھکر اپنے بوادارانِ یوسف سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو جائیں گے۔

تو بغربشتن چہ کردی کہ بما کنی نظیری

بخدا کہ لازم آمد ز تو احتراز کردن

اس حالت کو جناب نے پوری طرح محسوس فرمالیا ہے اور اسی کے علاج پر متوجہ ہوئے ہیں۔

ہمارے روحانی عوارض کا علاج تعلیمِ قرآنی کے سوا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہی وہ معرب علاج ہے جس نے عرب کے جاہل وحشیوں کو کامل بنایا، بڑے بڑے قیصرانِ کم کلاہ نے انکے سامنے سر نیاز خم کیے، یہ بیمار نادانی اگر اب بھی اسی معرب دوا کو استعمال کرنا شروع کر دیں، تو بہت جلد انشاء اللہ انکے سارے روگ دور ہو جائیں۔ جب تک آپکی پیش کردہ دوا کو جو در حقیقت تیرہ سو برس پہلے اب حکیمِ الہی کا معجزہ اور معربہ ہے۔ بسم اللہ کر کے نہ پی جائیں گے، یہ سوداے جنونِ زانہ جس نے انہیں معجونِ معض بنا دیا ہے، دور نہرگا۔

کون کہتا ہے کہ آپکے لہجہ میں تلخی ہے؟ یہ تو ہمارے کانوں کی خطا ہے کہ حق بات نہیں سن سکتے، اگر بالفرض ایک گونہ تلخی کو مان بھی لیا جائے، تو ہم اُسے فساد کا تیز نشتر کیوں نہ سمجھیں۔ عریض نادان بے فائدہ گہرا تے ہیں، جب تک اوپریشن کی زحمت نہ اٹھائیں گے، پرانے بگڑے ہوئے زخم کیرنکر لچے ہونگے۔ میں اللہ لال کو صبحِ امید کا درخشندہ آفتاب سمجھتا ہوں، اُسی کی حرارت سے ہمارے تھرتھراتے ہوئے دل، جن پر صدیوں سے غفلت و غمازی کی برف گر رہی ہے، قوی و توانا ہو چکے ہیں۔ اگر بعض شہرِ چشم اس آفتابِ صبحِ امید کی روشنی سے چونکھیا کر اپنا سر پیوڑ لیں، تو بالکل مجبور ہی ہے۔ خدائے ذوالجلال آپکی اس محنت کو مشکور فرمائے۔

میری نظر سے نہیں گذرا، آپکو سوائے دعا دینے کے اور کچھ ہمارے پاس نہیں ہے، آپکو بخوبی معلوم ہے کہ مجھے اس اخبار سے خاص محبت ہے۔ میں نے بڑی کوشش اسکی ترقی کے واسطے کی اور اکثر خریدار بہم پہنچائے۔ مگر کمزور پالیسی اگر اختیار کی گئی تو پھر افسوس کے ساتھ مجھے اللہ لال سے قطع تعلق کر لینا پڑیگا آپکو کسی قسم کا مشورہ دینا حماقت ہے اب خود ان امور کو بہتر سمجھ سکتے ہیں اگر کسی کو دعوتِ اللہ لال سے انکار ہے جیسی دعوت کہ اللہ لال دینا چاہتا ہے، تو اسکا جواب ہم تو کیا دے سکتے ہیں۔ اگر حضرت عمر زندہ ہوتے تو وبالشت کا درہ انکو بخوبی جواب دے سکتا تھا۔

چاندنی کا عاشق از ہشیار ہور

کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا؟

(۱) کلین جب بنکر تیار ہوتی ہیں تو آرماتور اور ذرا چلا کر دیکھ لی جاتی ہیں، اور انکی چال میں اگر کوئی نقص ہو تو نکال دیا جاتا ہے۔ مگر کلون کے موجد کا معصوم بچہ جب کھڑا ہوتا اور چلنا سیکھتا ہے تو بلا روک ٹوک چلنے دیا جاتا ہے۔ اسوقت اسکا نقص نکالنا گویا اوس میں نقص پیدا کرنا ہوتا ہے۔

(۲) ہمارا اللہ لال بے جان اور دن بدن گھٹنے والی مشیں نہیں ہے، بلکہ دمبدم بڑھنے والا۔ ایک زندہ انسان۔

اللہ لال کو دیکھ کر اگر زبان سے کوئی کلمہ نکالا جاسکتا ہے تو بس ایک ”احتیاط“ کا کلمہ ہے مگر دل قوتا ہے کہ کہیں اسکی اصلیت اور سادگی میں بناوٹ، اسکی رافنگی میں تصنع، اسکی لطافت میں کثافت، اسکی حرارت میں خنکی، اور اسکی حریت میں فرق نہ آجائے

(۳) جس چاند کا مدار خدا نے مقرر کر دیا ہو۔ اور جس چاند کو ضیاء خدا نے دی ہو، انسان کی طاقت سے باہر ہے کہ اُس میں نقص نکالے، ہمارے اللہ لال کا دار مدار ہی جب خدا کے کلام (قرآن) پر ہے، اور جب یہ روشنی بھی اسی نورِ ہدایت (قرآن) سے حاصل کرتا ہے تو بس ایک یہی مشیرِ اعظم اس کے لیے کافی ہے۔ انسانی مشوروں پر جو غلطی کے احتمال سے خالی نہیں ہو سکتے اسکو اپنا زیادہ انحصار نہیں رکھنا چاہیئے۔

(۴) اللہ لال کی پورٹیکل یا قرآنی تعلیم کی ضمانتیں جو ایک لیڈنگ آرٹیکل کی شکل میں نکل چکی ہیں، واقعی انہوں نے اللہ لال کو چار چاند لگا دیے ہیں اور اسکو قابلِ رشک بنا دیا ہے۔ دعا ہے کہ خدا اسکو حسدوں کی نظر بد سے بچائے۔ یہ آرٹیکل جب میں پڑھا تھا، اندرونِ قلب سے بے اختیار مرحبا مرحبا کی آوازیں آرہی تھیں۔ اور لب چاہتے تھے کہ لکھنے والے ہاتھ کو جرم لیں۔ یقین ہے کہ اللہ لال کے اور بھی سب دیکھنے والوں کے دل اس قابلانہ مضمون کی بے انتہا سچائی سے متاثر ہوئے ہونگے۔ زبان سے اگر کوئی نہ کہے تو ارباب بات ہے۔

(۵) مجھے اگر کوئی پوچھے کہ اللہ لال کیسا ہے؟ تو کہتا ہوں بس بلند ہے، جو دل کو بھی بھاتا ہے اور آنکھوں کو بھی۔ بہارِ عالم حسنتِ دل و جل تازہ میدانِ صفا، ایک اصحابِ صررت را ببور اربابِ معنی را

جناب مرلانا۔ عید عبد العکیم صاحب سیف از شاہجہاں پور

اللہ لال کا گیارہواں نمبر معہ ضمیمہ پہنچا۔ ہر نمبر چشمِ دل سے بار بار دیکھا گیا ہے اور تاحد امکان ہر مضمون پر غائر نظر ڈالی گئی ہے۔ آپ ہمارے اُس مرض کا علاج کرنا چاہتے ہیں جس نے ہم کو ہمارے دل سے ہر شے کو دور کر دیا ہے۔ آپکی تشفی و حذافت

لَا تَقْرَأُوا الْبَيْتَ وَالْأَمْرَ الْإِعْلَافَ إِنَّكُمْ تَرَوْنَ الْقُلُوبَ

لَا تَقْرَأُوا الْبَيْتَ

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میر رسول نور محمدی

احمد علی خان لکھنؤی

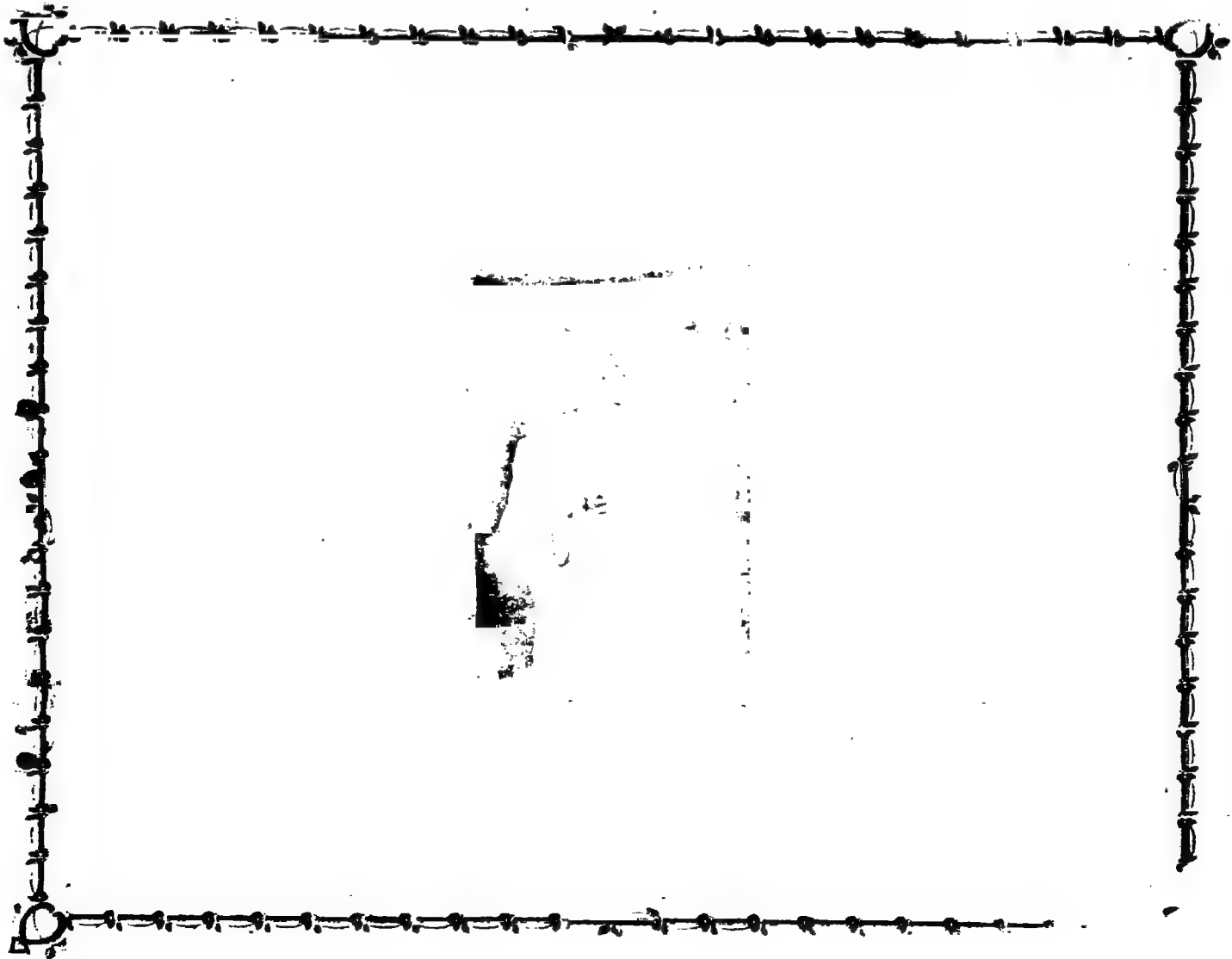
مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۱

کلکتہ : چار شنبہ ۸ ذی قعدہ ۱۳۳۰ ہجری
Calcutta : Wednesday, the 16th October, 1912.

نمبر ۱۴



پر یعنی ہر مرقعہ ملاقات شملہ واقعہ ستمبر سنہ ۱۱ ع پیش کر دیا گیا تھا، مگر ساتھ ہی اسکی شہت تلخی کو کم کرنے کیلئے محض بطور طفل تسلی صاحب وزیر ہند کے آخری فیصلہ پر یہ امر معول کر دیا گیا تھا۔ باوجود ان سب باتوں کے باوجود تمام دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اخفائے واقعات معلومہ کا الزام درست نہیں۔ چہ دادرست دزدے کہ بکف چراغ دار۔ اللهم اهد قومی قاتمہ لا یعلمون والسلام علیکم وعلیٰ علیکم

جناب نضر الحق صاحب ریڈریجی اسٹنٹ بادہ

اس مضمون سے عین بھی بالکل متفق ہوں

جناب مولوی سید علی حسن صاحب

(۱) الہلال کا آخری نمبر دیکھ کر طبیعت بہت مسرور ہوئی۔ الہلال کے تعلیم کے متعلق جناب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے میں اس کے ایک ایک لفظ سے متفق ہوں۔ اگر الہلال کی تعلیم اسی اصول پر جاری رہی تو البتہ آزادی کا بدر کمال بن کر اپنی تہذیبی روشنی کے سایہ میں امت مظلوم کی ہدایت اور دستگیری کر سکتا ہے۔

(۲) افسوس اسکا ہے کہ جب آپ کا قلم میدان طرابلس پر اٹھتا ہے تو اپنے حذر کی خبر نہیں دیتی اور جب آپ اپنے سرحد میں زور طبع دکھاتے ہیں تو نامور ان طرابلس کو بھول بیٹھتے ہیں کوئی ایسی ترکیب ہوتی جس سے آپ کی توجہ دونوں طرف برابر پڑتی۔

(۳) الہلال جس وقت دیکھنا شروع کرتا ہوں اس وقت جس قدر مسرت ہوتی ہے اس سے زیادہ افسوس اس وقت ہوتا ہے جبکہ فوراً ہی اس کو تمام کر بیٹھتا ہوں۔ یہ بھی طبیعت نہیں چاہتی کہ تھوڑا تھوڑا کر کے ایک ہفتہ میں تمام کروں اور اس سے بھی طبیعت گھبراتی ہے کہ ایک ہی پرچے کو بار بار دیکھوں لہذا جناب کوئی ایسی ترکیب نکالیں جو تسکین بخش ثابت ہو۔

(۴) ہمارے ایک مہربان نے الہلال کے متعلق ایک رائے دی ہے جس سے جناب کو حطع کرتا ہوں ممکن ہے کہ جناب پسند فرمائیں وہ یہ کہ الہلال کے ہر نمبر میں ترقی مقبوضات کا ایک مختصر نقشہ ہونا چاہیے جس سے ناظرین کو واقعات کا علم بہت آسانی سے ہو جایا کرے۔

(۵) تصاویر بہت حلق نہیں آتی غالباً پلاک چلتے ہیں کوئی خرابی رہ جاتی ہے۔ امید ہے کہ جناب اپنی ترجمہ اس طرف خصوصاً متاخر کے تصاویر کی طرف جلد مینڈل فرمائیگی۔

(۶) مسلم یونیورسٹی کے متعلق علم رائے حاصل کرنے کیلئے بھی میرے خیال میں جناب کو روٹنگ پیپر شائع کرنا چاہیے والسلام۔

غازی (انور بے) کی رنگین تصویر جن حضرات کو مطلوب ہو وہ طلب فرمائیں، صرف چند کاپیاں باقی رہ گئی ہیں قیمت فی تصویر ۴ - آنہ - الہلال کے گذشتہ ۸ نمبروں کا مجموعہ مع تصویر انور بے جسکی اصلی قیمت ۲ روپیہ ہوتی ہے - صرف ۱ - روپیہ ۴ آنے میں بطور نمونہ بھيجا جا سکتا ہے۔

منیجر

لیکنے کا خواہشمند و امیدوار ہو یا بنایا گیا ہو اس امر کا مستوجب ہے کہ اس کے تمام پرائرٹ و ذاتی افعال جو انسانی افعال کی تحت میں آتے ہیں اور جو انسان کی سیرت کے بنے میں دخل رکھتے ہیں، پورے خلوت سے باہر لائے جائیں اور ان پر آزادانہ نکتہ چینی کیجائے تاکہ پبلک لیڈری کے مناسب سیرت رکھنے والے اشخاص کو صحیح طور پر جان سکے اور نالائق و ناسزا اشخاص کے انتخاب سے محفوظ رہ سکے۔

اب تک الہلال میں کوئی بحث ایسی نہیں ہوئی جو قومی مفاد سے متعلق نہ ہو اور نہ اسکا لہجہ غیر متین و غیر مہذب رہا ہے۔ یہ ایک نہایت ضروری فرض ہے کہ ناقابل عبادت کمزور ہستیوں کی کمزوریاں نہایت بلند آہنگی کے ساتھ منظر عام پر لائی جائیں تاکہ انکی معبودیت و مطاعت کا طلسم ٹوٹے اور خدا کے بندے محض خدا کے عابد و مطیع بن کر صرف بے ریا اور مخلص اشخاص کو اپنی رفاقت و اعتماد کے لیے منتخب کر سکیں۔ میرے خیال میں الہلال اپنی مزبورہ شان میں ان تمام فوائد کا جامع ہے جو حکیم الامت علامہ سید جمال الدین الافغانی المصري (رح) نے اپنے خطبہ فوائد جریہ میں جزائ کی طرف منسوب کیے ہیں اور وہ ہمہ رجوع مستحق ہے کہ اسے علامہ ممدوح کی زبان میں "سائق الی الفضائل و زاجر عن الرذائل" اور "مرحب سعادۃ امت" کہا جائے۔ لیکن افسوس ہے کہ استبداد و جاہ پسند طبیعتیں اسکو اسی شرف سے معری کرنا چاہتے ہیں۔ آخر میں یہ عرض کرتا ہوں کہ میں نے الہلال کے تمام نمبر در دوبار استیعاباً پڑھے مجھے اسکا ہر خیال - ہر رائے اور نیز پیرایہ بیان بغایت پسند ہے۔

اس عریضہ کو ختم کرنے سے قبل میں بعض حضرات کے اس پر اصرار ادعا کی نسبت بھی کہ (انریبل سرہار کورٹ بٹلر کی مراسلہ مورخہ ۹ اگست سنہ ۱۹۱۲ء سے پہلی کارکنان مسلم یونیورسٹی کو گورنمنٹ کے ارادہ عدم الحاق کا علم نہ تھا) کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ (۱) مسلم یونیورسٹی کانٹیلیبیشن سرہار کورٹ سے شملہ میں پیل مئی سنہ ۱۱ میں اور پھر ستمبر سنہ ۱۱ میں ملا (۲) گورنمنٹ ہند کی مراسلات انہیں جولائی سنہ ۱۱ اگست سنہ ۱۲ میں موصول ہوئے۔

(۳) ملحدزادہ افتخار احمد خاں صاحب مسلم گزٹ مورخہ ۱۸ ستمبر سنہ ۱۲ میں تسلیم فرماتے ہیں کہ قبل از موصول مراسلہ ۹ اگست سنہ ۱۲ فکر یہ اطلاع تھی کہ گورنمنٹ الحاق کا اختیار نہیں دیتا چاہتی۔

(۴) مسلم یونہ مورخہ ۱۸ - اگست سنہ ۱۲ آخری مراسلہ کے متعلق عدم الحاق پر بحث کرتا ہوا لکھتا ہے کہ "نواب صاحب نے شملہ میں سرہار کورٹ کے مرجعگی میں کھدیا تھا کہ ایسی یونیورسٹی کو مسلم ہے"

(۵) خرد نواب صاحب اپنے بے اعتراضی مضمون میں جو علیحدہ گزٹ مورخہ ۲۲ مئی سنہ ۱۲ میں اور روزانہ زمیندار مورخہ یکم جون سنہ ۱۲ میں شائع ہوا، فرماتے ہیں "اور اگر کسی معاملہ میں ہمارے اور گورنمنٹ کے درمیان اختلاف ہے یا آئندہ ہو تو اس پر ہم آخرت تک پوری طرح گورنمنٹ سے جھگڑ سکتے ہیں مثلاً ایک افلی ایشن کا مسئلہ ہے - اس میں کہا جاتا ہے کہ گورنمنٹ ہمارے ساتھ متفق نہیں ہے جس کے کوئی اطلاع ابھی تک باضابطہ ہو کر گورنمنٹ کے طرف سے نہیں ملی"

یہ آخری دونوں اقتباسات بھی واضح طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ کارکنان یونیورسٹی کے رد پر گورنمنٹ کا یہ ارادہ کہ مطلوبہ یونیورسٹی صرف غیر الحاقی اور غیر آزاد شکل میں دی جائیگی بے ضابطہ طور

لَا تُقْبَلُ إِلَّا بِإِذْنِ رَبِّكَ الْكَافِرُونَ إِنَّ كَيْدَ الْمُؤْمِنِينَ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad

7-1, NICHOLSON STREET,

CALCUTTA.

الْهَيْلَال

میر رسول خیر موسی
مسئد کلید کلام الدلوی

مقام اشاعت
۷-۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

ایک ہفتہ وار موصوٰر سالہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۱

کلکتہ : چار شنبہ ۸ ذیقعدہ ۱۳۳۰ ہجری

Calcutta : Wednesday, 16 October, 1912.

نمبر ۱۴

ضروری اطلاع

”الہلال“ کے خریداروں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ اپنے خط و کتابت میں ضرور خریداری کا نمبر جو چٹ پر لکھا ہوتا ہے اپنے نام کے ساتھ لکھ دیا کریں۔ ورنہ دفتر تعمیل جواب سے معذور سمجھا جائے۔

نام کے ساتھ ”الہلال“ کا رجسٹرڈ نمبر (644—C) ہو کر نہ لکھا جائے۔ کیونکہ یہ خریداری کا نمبر نہیں ہے۔

الہلال کی توسیع اشاعت

— * —

- ۱۰ ایک بزرگ دوست جو اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتے
- ۹ دہلی کے رہی بزرگ جنکا نام خود ہمیں معلوم نہیں۔ عازر
- ۸ جناب مولانا سید شاہ برہان الدین صاحب حبیبی رفائی قادری
- ۷ سعادت نشین درگاہ حضرت مشکل آسان
- ۶ جناب مسٹر ظہیر علی صاحب آزاد ایم۔ اے۔ ایس تحصیل دار خلیل آباد۔
- ۵ ضلع بستی۔
- ۴ جناب مولوی عبداللہ خاں صاحب انسپکٹر کو اہریتو سوانتی (کوچہ نوالہ)
- ۳ جناب مسٹر ظفر حسن صاحب علوی سفیر علی گڑھ کانفرنس
- ۲ جناب مسٹر محمد د۔ سب بھائی میاں صاحب رئیس رنگون
- ۱ جناب محمد صدیق صاحب بھٹن پورس (ماندلا)
- ۰ جناب مولوی برکت علی صاحب بی۔ اے۔ (لاہور)
- ۰ جناب مسٹر ایم۔ اے۔ ذہرا (بھاکھور)
- ۰ جناب مولانا محمد مبارک ارم صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ اسلامیہ (پٹنہ)
- ۰ جناب مولوی محمد اعلیٰ صاحب (شامپور)

فہرس

- ۲ شذرات
- ۳ من انصاری الی اللہ
- ۵ مقالہ افتتاحیہ
- ۵ القسطاس المستقیم (۲)
- ۵ مقالات
- ۸ آزادی (۱ نمبر)
- ۱۱ بین اسلام ازم اور پروفیسر ویسٹر
- ۱۱ مذہب و علم (سئلہ و اجوبہ)
- ۱۲ اسلامی دارالعلوم اور مسئلہ الحاق
- ۲۱ حدیث ”اتقوا من فراسة المؤمن“
- ۱۳ حاکم مخبرین قانون توریث
- ۱۳ ناموران غرہ طرابلس
- ۱۳ ایک پانزدہ سالہ مجاہد شہید
- ۱۴ کارزار طرابلس
- ۱۴ طرابلس میں اٹالین ہوائی جہاز
- ۱۴ جنگ ترکی و یورپ

تصاویر

- ۱۳ مقدونیا کے فوجی دستہ (صفحة غاص)
- ۱۳ ایک پانزدہ سالہ مجاہد شہید
- ۱۵ طرابلس میں اٹالین ہوائی جہاز
- ۱۶ طرابلس میں ناکام اٹالین ریلوے لائن

روزانہ اور ہفتہ وار الہلال نیز ماہوار رسالے کیلئے ہر شہر ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔ شرائط نہایت نفع بخش اور آسان۔ درخواستیں جلد آنا چاہئیں۔

رعایت

تب طلباء کی رعایت مجبوراً بند کر دی گئی ہے، نو آپ ب قیمت کیلئے خط لکھنے کی زحمت کیوں گوارا فرماتے ہیں؟

میر رسول خیر موسی

من انصاري الى الله ؟

— * —

ملک کے قدیم و جدید تعلیم یافتہ اصحاب کی خدمت میں

ایک التماس

— * —

الہلال نمبر (۱۲) کے پہلے صفحہ پر ایک اعلان شائع کیا گیا تھا اسکی نسبت متعدد درخواستیں آچکی ہیں، لیکن ضرورت دیکھتا ہوں کہ ایک مرتبہ تفصیلی طور پر اپنے مقصد دلی کو ظاہر کر دوں :-

(۱) شخصی کاموں پر مشترک اور جماعتی کاموں کی ترجیح اور تفوق ظاہر ہے۔ آج دنیا میں تمام بڑے بڑے کلم انجمنوں اور کمپنیوں کی صورت میں انجام دیے جاتے ہیں۔ لیکن تجربہ شائد ہے کہ مسلمانوں کو اب تک یہ اصلی طریق عمل راس نہ آیا۔ اس وقت تک علمی اور قومی خدمات کے لیے جسقدر انجمنیں قائم ہوئیں، تجارتی کاموں کے لیے جسقدر کمپنیاں بنائی گئیں، سب کا نتیجہ یا تو شکست کار اور بڑھتیے صحت نکلا، یا گور کسی نہ کسی طرح قائم رکھی گئیں، لیکن انکا وجود، عدم سے زیادہ مفید نہ ہوا۔ فی الحقیقت یہ ہماری ایک سخت بدبختی، اور اہم کاموں کے آغاز میں ایک سخت رک ہے، لیکن کیا کیجیے کہ بدقسمتی سے ہے، اور اس سے انکار کرنا نہایت خوش آئند تھا، لیکن نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) پس اس بنا پر ایک عرصے سے اس عاجز کا یہ خیال ہے کہ بڑے بڑے ارادوں کو ترک کر کے سربست صرف یہ کرنا چاہیے، وہ ہر شخص اپنے مقدور اور امکان کے مطابق اپنے لیے ایک دائرہ عمل بنائے، اور جس قدر شخصی طور پر کر سکتا ہے، بغیر آرزوؤں کے وقت اور مال کی ذمہ داری اپنے سر لے کر، کرنے کے لیے مستعد ہو جائے۔ اپنا معاملہ خدا سے رکھے، اور اپنی نیتوں کو درست رہنے کیلئے نفس سے ہر سرپیٹکار ہو جائے۔ عجب نہیں کہ اشخاص کی سعی جماعت اور قوم کیلئے مجموعی طور پر جماعتی کاموں سے زیادہ مفید ہو جائے، اور درحقیقت دنیا میں تمام بڑے بڑے کام شخصوں ہی نے کیے ہیں، جماعتوں نے نہیں کیے ہیں۔

(۳) جس کام کو میں نے شروع کیا ہے، یہ اسی خیال کی عملی صورت ہے۔ میرے پاس دولت نہیں ہے، اور تندرستی و جمعیت اور طول عمر کیلئے کوئی ذریعہ علم بھی نہیں۔ نہیں جانتا کہ کل کیا ہو؟ تاہم اعتماد اللہ پر، تہوڑی سی امید اپنی نیت سے۔ اور یہ وعدہ الہی ہر وقت پیش نظر ہے کہ: اِنِّیْ لَا اُضِیْعُ عَمَلِیْ مِنْکُمْ مِنْ دُوْرٍ اَنْتٰی [میں کسی کام کرنے والے کے کام کو ضائع نہیں کرتا۔ ۱۹۳ : ۳]

(۴) انسان کے قلب و دماغ پر بہت سی باتیں ایسی گذرتی ہیں، جنکو وہ مرئیات و حسیات مادہ کی طرح دیکھتا اور محسوس کرتا ہے، مگر اسکو دلائل سے ثابت نہیں کر سکتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ دنیا میں خلوص و صداقت اور سچا توکل ایک ایسی طاقت ہے،

جو کبھی ضائع اور برباد نہیں ہوتی، گوارے کے لیے میں کوئی دلیل حسی پیش نہ کر سکوں مگر میرا دلی اذعان اسکو ایک قانون الہی کی صورت میں دیکھتا ہے، اور اس پر اس سے کم یقین نہیں رکھتا، جسقدر آپ کو آگ کے جلانے اور پانی کے ڈبانے پر ہے۔ رات بعد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ کہہ نہیں سکتا کہ جس دن سے میرا دل اپنی نیت اور مقاصد کے متعلق مطمئن ہو گیا ہے، اُس دن سے کیسی لازوال قوت اور کیسی مغلوب نہونے والی طاقت بخشنے والے نے مجکو بخش دی ہے؟ البتہ مضطرب ہوں کہ میری نیتوں کو رب کریم آزمایشوں میں پڑنے کے بعد پاک و صاف رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۵) ناظرین کو یاد ہوگا کہ الہلال کی پہلی اشاعت میں اس عاجز نے لکھا تھا :

”الہلال“ کی اشاعت ہمارے قدیمی ارادوں کے سفر کا آغاز ہے، اور فضل الہی سے امید ہے کہ اب بہت جلد اپنے ارادے کے اعمال مہمہ میں مصروف ہو سکیں گے، ایک اردو ہفتہ وار رسالے کی اشاعت کے لیے برقی طاقت سے چلنے والی مشینوں کی ضرورت نہ تھی، اور نہ کسی وسیع پیمائش کے متعلقات و آلات کی۔ اور نہ ایک اردو کا ہفتہ وار اخبار ملک کی موجودہ حالت کے لحاظ سے اتنی حدیث پیدا کر سکتا ہے کہ کسی بڑے پریس کو اپنے اعتماد پر قائم رکھ سکے، ہر وہ خرافہ کتنے ہی وسیع پیمانے پر جاری کیا جائے، لیکن کوئی ایسا مقصد زندگی نہیں ہو سکتا جسکا انظار شب ہاے امید کی بے چینیں، اور روز ہاے تلاش کے اضطراب کا حقدار ہو۔ خدا کے بخشے ہوئے دل و دماغ کی یہ ناقدی و تعقیب ہے، اگر اسے مقاصد کا سدرا و اذیت سے زیادہ بلند نہ کر سکے۔ پس یہ جو کچھ کیا جا رہا ہے، درحقیقت چند عزائم عظیمہ ہیں، جنکی طرف بقدریج مقررہ ہونا ہے، اور میں نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا، و ما تشاؤون الا انشاء اللہ، ان اللہ کان علیہم حکیم۔

پہلے نمبر کی اشاعت کو تین ماہ سے زیادہ زمانہ گزر گیا، بعض احباب نے تفصیلی طور پر ان ارادوں کو دریافت بھی فرمایا، مگر اس عاجز نے ایک حرف بھی کہنا پسند نہیں کیا۔ کیونکہ نہیں چاہتا تھا کہ ان کاموں کی عملی صورت کے شکل پذیر ہونے سے پہلے محض منصوبوں اور خیالوں کا اعلان کر دوں۔ اعلان کے لیے صحیح اواز نہ کی ہے، نہ کہ دعوے کی۔

(۶) الحمد للہ کہ توفیق الہی کی اعانت سے اب وقت آگیا ہے کہ ان کاموں کی طرف بہ ترتیب و بہ تدریج متوجہ ہوں۔ وہ کام کون کون سے ہیں؟ انکی تفصیل کیا ہے؟ اغراض و مقاصد اور طریق عمل کیا ہوگا؟ ان امور کی نسبت انشاء اللہ رفتہ رفتہ الہلال میں عرض حال کروں گا۔ لیکن مختصر لفظوں میں اگر اشارہ کرنا چاہوں تو عرض کر سکتا ہوں کہ ”اپنے مکان اور مقدور کے مطابق احیاء دعوت الہی اور خدمت علم و دیانتہ کیلئے ایک باقاعدہ اور منظم (دائرہ الدعوت) کا قیام“ و السعی منی و الانعام من اللہ تعالیٰ۔

(۷) لیکن اس کے ساتھ ہی جب اپنی حالت کی طرف نظر ڈالتا ہوں تو علاوہ ان تمام مشکلات کے (جو ہر ایسے کلم کیلئے ناگزیر ہیں) خرد اپنی طرف سے بھی حسب حالات ظاہری مطمئن نہیں ہو سکتا۔ اپنے پیچ در پیچ مہم و غم اور اسباب اختلال سکون و دل جمعی کے سرا اپنی صحت کی نسبت بھی دائم المرضی کا فیصلہ کرچکا ہوں۔ اور اب ایک نئی شکایت اختلاج قلب اور نرفس

شنات

رہا ہوں زند بھی میں ، اور پارسا بھی میں
میری نظر میں ہیں زندان و پارسا ایک
تا ہم اللہ کی زمین اس کے بندوں سے خالی نہیں ، اور اسلام پر اس کی نصرت
فرمائیوں کی ایک بہت بڑی نعمت یہ بھی ہے ، کہ وہ عین وقت پر اپنی قدرت
کاملہ سے اسے بندوں کو بھیج دیتا ہے ، جو اس کے کلمہ حق کی حفاظت ، اور ملت
مرحومہ کی ہدایت کا وسیلہ بن جاتے ہیں ۔ پس ہم کو سچے دل سے اس کا یقین
ہے کہ خدا تعالیٰ اس کا ضرور سامان کر دیگا ۔ اور کسی فرستہ غیبی کو بھیج دیگا ۔
لیکن مسلمانوں کے لیے اس کے انتظار میں معطل ہو کر بیٹھا ضروری نہیں ، ان کے
لیے راہ صاف ہے ، اور جو کچھ کرنا ہے ، وہ کسی ایذا کی ماتحتی ہی پر موقوف
نہیں ۔

بعالت موجودہ اگر ہم سے پوچھا جائے کہ جب کوئی ایسا جامع الاوصاف
شخص سامنے نظر نہیں آتا ، تو معیار انتخاب کو کسی قدر
ہلکا کر کے کیسے شخص کو تھوڑھنا چاہیے ؟ تو ہم کچھ ہرج نہیں سمجھتے
کہ مذکورہ ذیل شرائط کو کسی شخص میں جمع دیکھ کر ، اسی سے سردست کلمہ ادا
جائے ، اور پوائنٹل امور میں اس کی راہنمائی مدطور نہ لائی جائے ، خواہ وہ موجودہ
سربراہ و رہبر اصحاب میں سے ہو ، یا کوئی نیا شخص :
(۱) مسلمان ہو ، نہ عرف ادعا ، بلکہ اعتقاداً و عملاً ۔ اور دراصل یہی ایک
شرط سب باتوں کے لیے کافی ہے ۔

(۲) اگر علم دینیہ نا موزع عالم ہو (بیونکہ ہمارے امتداد میں جو شخص
علوم و ادب اسلامی کا ماہر نہیں ہے ، وہ اُس ملت کا پیشوا کیونکر ہو سکتا ہے
جس کی ہستی اسلام سے وابستہ ہے) تو کم از کم اتنا تو ہو کہ مذہب اور مذہبی
تعلیم سے بے خبر نہ ہو اور شیعہ مسیحیت کا سمجھنا باقی رہے ۔

(۳) انگریزی زبان میں قوت تحریر و تقریر رکھتا ہو ، کیونکہ موجودہ عہد میں
بغیر اس کے ایک شخص گورنمنٹ اور رعایا کے درمیان ترجمان نہیں ہو سکتا ۔

(۴) اس طرح کے تمام علائق و تعلقات سے آزاد ہو ، جن کے تحفظ کا خیال اور
کسی حالت میں بھی رسم و رواج ، سوسائٹی ، خاندان ، یا گورنمنٹ کے دباؤ سے
مربوط کر سکے ۔

ہم نے بے غرضی ، آزادی ، حق گوئی ، دایری ، اور عدم خوف لومۃ لائم و زبیر
کی اسلیسے کوئی دفعہ قرار نہ دی ، کہ یہ تمام اوصاف پہلی شرط میں آگئے ۔ جس
شخص مسلمان ہوگا ، ضرور ہے کہ وہ بے غرض ہو ، راہ الہی میں حب حیات
و مال ، اور الفت اولاد و عیال کی زنجیروں سے آزاد ہو ، غلام و مستبد نہ ہو ، اور
عبادت الہی کی معرکوں سے سوا زمین کے کسی اونچے سے اونچے نہ کرے نہ بھی اس کا
سر نہ جھکے ۔

اگر پوچھا جائے کہ موجودہ لیڈروں میں کوئی شخص ایسا بھی ہے ؟ تو بظاہر
حالات جواب نفی میں ہے ، اور اگر پوچھا جائے کہ ایک در شرطوں کے الگ کر دینے
سے بعد کوئی شخص نظر آتا ہے ؟ تو جواب ہے کہ ہاں صرف ایک ، یعنی (نواب
رفار الملک) ۔ ان میں صرف دو شرطوں کی کمی ہے ۔ انگریزی سے نااہل اور
اور علائق سے بکلی آزاد نہیں ۔ تاہم اگر کوئی ہے تو وہی ہیں ۔ افسوس !
اب ایک وقت خانہ نشینی اور سکون و راحت کا ہے ۔ نہ کہ محنت و جدوجہد

اسباب کی رائیں الہلال کی پالیسی کے متعلق بکثرت
آچکی ہیں اور آرہی ہیں ۔ ہم نے گذشتہ اشاعت
کے ساتھ بطور ضمیمہ کے چار صفحے دیے تھے ، کیونکہ اصل رسالے کے
صفحات کو آنے سے رک دینا ہمیں اچھا معلوم نہیں ہوا ۔ یہ سلسلہ
انشاء اللہ برابر جاری رہے گا ، اس ہفتے کے لیے بھی چار صفحے کمپوز
کیے ہوئے پچھلے ہفتے سے پڑے ہیں اور اگر آخری فرمے کے چھپ
جانے کے بعد وقت نکلا تو چھاپ کر لگا دیے جائیں گے ورنہ آئندہ ہفتے
پر انکی اشاعت ملتوی ہو جائے گی ۔

اگر بعض حضرات نے اب تک رائیں نہیں بھیجی ہیں ،
بہتر ہے کہ موافق مخالف جو کچھ رائے ہو ، جلد بھیج کر ممبر
فرمائیں ۔

ایک لطف فرما اپنے عنایت
مسلمانوں کا سچا لیڈر کون ہو سکتا ہے ؟
”اپنے اب دین اسلام کی مذہبی و سیاسی گمراہی کی نسبت
جو کچھ لکھا ہے ، اس کے اندر کے لیے جو کچھ لکھ رہے ہیں ، اس کا حرف حرف
صدقت اور حقانیت ہے ۔ علی الخصوص اپنے ”الہلال کی پوائنٹل تعلیم“ کے
عنوان سے جو اڑسکل لکھا ہے ، اور اس میں تعلیم قرآنی کی پیداوار ایک پوائنٹل
پالیسی تجویز فرمائی ہے ، وہ تو آپ کا قلم پر ایک ایسا اعلان عظیم ہے ،
جس کی توفیق آج تک کسی کو نہیں ملی تھی ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کوئی پالیسی
خواہ کتنی ہی اعلیٰ درجہ کی اور آزادانہ ہو مگر جب تک اس کو قائم رکھنے والے
لیڈر نہ ہوں اُس وقت تک کچھ نہیں ہو سکتا ۔ پس اب مقدم بات یہ ہے
کہ آپ یہ بھی بتلا دیں کہ اب قلم کس کو اپنا ایڈر بنائے ؟ اور قوم کا سچا لیڈر
کون ہے ؟“

اس کا تفصیلی جواب تو انشاء اللہ ذریعہ میں دیں گے ، لیکن یہ اندر
پورا ہو چکا اور مسئلہ بمضدل طلب ، تاہم مختصر گزارش یہ ہے کہ ہمارے
عقیدے میں مسلمانوں کا دائمی اور حقیقی لیڈر تو صرف ایک ہی ہے ، اور وہ
قرآن حکیم ہے ، و کل شی احصیاء فی امام مبین (۳۶-۱۲) دینی اور دنیوی
دونوں قسم کے اعمال کے لیے یہی ایک الہی امام ہے ، پس مسلمانوں کو کسی
لیڈر کی تو ضرورت نہیں ہے ، (بجائے افسوس قدسیہ کی ضرورت ہے ، جو اس
لیڈر کے نائب ہو سکیں ، اور اس کی تعلیمات پر قوم کو چلا سکیں ۔

ورثہ امامت کی جدید تقسیم بد بختی سے مسلمانوں نے دین اور
ورثہ امامت کی جدید تقسیم دنیا میں بفریق و امتیاز کا ایک خط
کھینچ دیا ، اور مسلمانوں نے نہیں ، بلکہ انہوں نے چاہیے کہ اسلام کے قدیمی دشمن
شیطان رجیم نے اس بفریق کی بنیاد ڈالی ، و ان الشیطان الماں عدو مبین ۔
اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کی قائم کی ہوئی وحدت کو متناظر ایک انسانی تقسیم
کے ذریعہ دو جماعت لیڈروں کی مقرر کر دی گئی ۔ نماز اور روزے کے مسائل کو باہم
دین علماء دین کے سپرد کر دیے گئے کہ فقہا و فقیہ کے فام و سیاحی پر قناعت
کر لیں ، باقی تمام اعمال زندگی کی اصلاح و فلاح کو باہم دنیا کے لیڈروں نے اپنے
قبضے میں لے لیا ، کہ ان رموز جدیدہ اور عقائد حاکمہ کی مسجد نشینوں کو
کیا خبر ؟ یہ تقسیم ایسی ہی تقسیم تھی ، جیسی اب ایرانی شاعر نے اپنے
آبائی ترکے کے اسہام (حصص) مقرر کرتے ہوئے یہی لکھی :
از فرش خانہ تا بہ لب بام اراں
وز محسن خانہ تا بہ سرنا اراں !

مگر فی الحقیقت اسلام کے نزدیک ایسی بفریق نہ از نظر نہیں ، اس کی
دنیا دین سے الگ نہیں ، بلکہ دین ، دنیا ہی کا عوامی نام ہے ۔ پس مسلمانوں
کے دینی معاملات ہر خواہ دنیوی ، اس کے قدرتی لیڈر صرف دینی پیشوا یعنی
علماء ہی ہو سکتے تھے اور تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ علماء ہی رہے ۔

تاہم بد بختی پر بد بختی یہ ہے کہ ہمارے علماء نے بھی دنیا کی طرف سے آنکھیں
بند کر لیں ، اور جس مسجد پر ان کو خدا و رسول نے پٹھایا تھا ، اس کی اہلیت کی
تحصیل سے بے پروا ہو کر نا اہلوں کیلئے چھوڑ دی ، ایسی حالت میں اگر دوسرے
قدح نہ کرایتے تو کیا کرتے ؟

نہ ہم داغدار شدہ پیڑہ بجا آئی ؟

انہوں نے بھی اپنا منصب صرف اتنا ہی سمجھ لیا کہ

رموز مملکت خویش ایڈران دانند

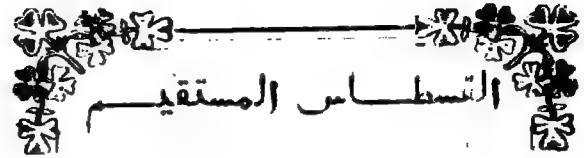
کدامے گوشہ نشینی تو حافظا معشورس

یقیناً اس سوال کا پیدا ہونا قدرتی ہے کہ موجودہ تغیرات حالات نے بعد اب
مسلمانوں کا لیڈر ، یا ہمارے اعتقاد کے مطابق امام مبین کا نائب کون شخص
ہو ؟ سمجھ یہ ہے کہ اس کے جواب میں بہت سی مایوسیوں مضمر ہیں ، اور
چونکہ ہم کو دونوں جماعتوں کی خبر ہے اور دونوں کے رنگ دیکھ چکے ہیں ،
اس لیے ہماری مایوسیوں عام نظروں کی مایوسیوں سے زیادہ درد افزا ہیں :

الہلال

۱۶ اکتوبر ۱۹۱۲ء

— * —



— * —

یعنی مسلمانوں کی ایندھ شاہراہ مقصود

ان هذا صراطی مستقیم ، فابعدوا
والتبعوا السبل ، فتفرق بکم عن سبیلہ
ذالک وصاؤم بہ ، اعلمم تتقون (۱-۱۰۰) (۱)

(۲)

میں شاید اپنے مطلب کو اب تک ٹھیک ٹھیک ادا نہ کر سکا۔
اس لیے زیادہ واضح طور پر آج عرض کرتا ہوں۔ مشکل یہ ہے کہ مضمون
وسیع اور شاخ و شاخ ضمنی مطالب پر مشتمل ہے۔ جب لکھنے
کیلئے قلم اٹھاتا ہوں، تو مجبوراً تفصیل و اطناب سے نام لینا پڑتا ہے۔
فہم مطمئن ہوں کہ کوئی غیر ضروری بیان زبان قلم پر نہیں گذرتا۔
مسلمانوں کا نصب العین کیا ہونا چاہیے؟
پالیٹکس جسکی طرف اب مدتوں کی غفلت کے بعد مسلمانوں
نے شیغفگی کی نظر اٹھائی ہے، قومی زندگی کے اعمال کا ایک
سب سے بڑا شعبہ ہے۔ لیکن ہم اسے مسلمانوں کیلئے کوئی اصلی
مقصد اور بنیادی شے نہیں سمجھتے۔ اور قوموں کے لیے اگر
سیاست انکے تمام اعمال کی بنیاد ہے، تو اس لیے ہے کہ زندگی کی
حرارت پیدا کرنے کیلئے وہ سیاسی جذبات سے ایک گرم انگینھی
کا کلم لیتے ہیں۔ لیکن جس قوم کے پاس ایک شعلہ فشان آتشکدہ
موجود ہو، اسے انگینھی کی کیا ضرورت ہے؟

جب تنور گرم ہو جاتا ہے تو بہت سی انگینھیں اس سے گرم
کر لی جاسکتی ہیں، لیکن انگینھی تنور کا کلم نہیں دیکھتی۔
اس وقت برسوں کے جمود نے کثرت لی ہے، اور گویا انقلاب
و تغیر کا ایک اچھا موسم مسلمانوں پر گذر رہا ہے۔ اس وقت جس
چیز کی تخم ریزی کر دی جائے گی، آگے چل کر اسی کے پھل کو اپنے
دامن میں دیکھ سکیں گے۔ پس اس بارے میں میری دعوت کا
اب باب یہ ہے کہ مسلمان محض پالیٹکس ہی کو اپنا مقصد حقیقی
نہ بنائیں، اور اس طرح ایک عمدہ موسم کو جسمیں وہ شاید ایک پورا
باغ لگاسکتے ہیں، صرف ایک درخت ہی کے پورے میں ضائع نہ کر دیں۔

(۱) یہی میرا (دین الہی کا)۔ یہاں راستہ ہے، پس صرف اسی کے ہو رہو۔
اور راستوں میں نہ پڑو، کیونکہ وہ تم کو خدا کی راہ سے بھٹکا کر تقریر
دینگے۔ یہ خدا کی تہارت ہے، تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

دوسری قوموں کی نظیروں پر نظر رکھنا انکے لیے کچھ سود مند نہیں
ہو سکتا۔ انکو صرف اپنے اور نظر رہنی چاہیے، کیونکہ انے پاس ایک
شے ہے، جو آؤر انکے پاس نہیں ہے اور جس کو اپنا مقصد بنا کر وہ ان
تمام چیزوں کو بھی بوجہ احسن و اکمل لے سکتے ہیں، جو آؤر قومیں
حاصل کر رہی ہیں۔ ذرا چاہیے کہ ہر طرف سے آنکھیں بند کر کے اس
شے کو اپنا اصل مقصد اور نصب العین بنالیں، جسکی تلاش میں انہیں
تھر سے نکلنے کی ضرورت نہیں، بلکہ ہمیشہ سے وہ خود انکے گھر کے اندر
موجود ہے۔ یعنی صرف اتباع دین میں اور اعتصام بحبل اللہ المنین
انکے لیے انکے خدا کے طرف سے ایک دائمی مقرر کردہ نصب العین
ہے، اور ایک مسلم ہستی کے لیے اسے سوا کوئی مقصد حقیقی
نہیں ہو سکتا۔ نہ پالیٹکس، نہ تعلیم، نہ اخلاق، اور نہ معاشرت،
کیونکہ زمین پر جسقدر ”امال“ اور ”جمال“ ہے، وہ سب اس سے
ہے، یہ کسی چیز سے نہیں ہے۔ دنیا میں جسقدر خوبیاں اور
معاس ہیں، سب اس کے نیچے ہیں، کیونکہ اس کے اوپر الوہیت کے
درجے کے سوا اور کوئی درجہ نہیں۔ دنیا میں جس وقت سے
انسانی ہدایت و شقارت کا سلسلہ شروع ہوا ہے، صرف یہی ایک
صراط مستقیم اور ملۃ قدیم تمام انسانی فلاح و اصلاح کا وحدہ
لاشریک وسیلہ رہی ہے:

وقالوا کونوا ہرأ
انصاری تہتدوا
قل بل ملۃ ابراہیم
حنیفاً و ماکان
من المشرکین۔ قولوا
امنا باللہ و ما انزل الینا
وما انزل الی ابراہیم
واسماعیل واسحاق
و یعقوب واسباط، وما
اوتی موسیٰ و عیسیٰ، وما
اوتی الفیور من ربہم
لا نفرق بین احد منهم
و نحن لہ مسلمون (۲)

اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی یا عیسائی بن جاؤ
تو ہدایت پاؤ گے۔ (یعنی اسلام کے سوا اور طریقے اختیار
کرو) اے پیغمبر کہہ دے کہ کبھی نہیں! ہمارے لیے
تو صرف ابراہیم ہی کا طریقہ طریق ہدایت ہے۔ اور اے
مسلمانوں تم بھی کہو کہ ہمارا طریق یہی ہے کہ اللہ پر
ایمان لائے ہیں اور قرآن پر، جو ہم پر اترا، اور اس
تعلیم پر جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور
اولاد یعقوب پر اتری، اور موسیٰ اور عیسیٰ کو جو تعلیم
دی گئی، اور انہیں پر وقوف نہیں، بلکہ دراصل آؤر
تمام پیغمبروں اور رسالوں کو انکے پروردگار کے طرف سے
جو تعلیم دی گئی۔ ان سب کی تعلیم ایک ہی طریق
اسلام کی تھی۔ پس ہم انہیں کوئی تقریب اور امتیاز
نہیں کرتے، اور کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

نرجوا النجات و ام تسلك مسالکھا

ان السفینۃ لا تجری علی الییس (۱)

اگر مسلمانوں نے اپنے لیے ایک نہایت آزادانہ پولیٹیکل پالیسی
پذیر کر لی، کانگریس سے بھی بہتر ایک پروگرام انکے ہاتھ میں ہوا،
اثر لیفڈ کے حکومت طلبوں سے بھی بڑھ کر جوش اور سرگرمی پیدا
کر لی، پالیٹکس میں وہ از سر تا پا غرق ہو گئے، انکا ہر فرد گلیڈ اسٹون
اور مارلے ہو گیا، لیکن ساتھ ہی اگر انہوں نے اپنے معتقدات اور اعمال کے
اندر اسلام کی عملی روح پیدا نہ کی، اپنے تئیں دین الہی کی سلطنت
کے ماتحت داخل نہ کیا، اور خشیعۃ الہی اور زاد تقویٰ سے محروم
رہے، تو میں اس یقین کی لا زوال طاقت کے ساتھ، جسکے لیے کبھی
موت اور شکست نہیں۔ اس بصیرت الہی کے ساتھ، جسمیں کبھی
تزلزل اور تذبذب نہیں۔ از سر تا پا صداے ربانی بن کر کہتا ہوں کہ آؤر

(۱) دین و دنیا میں نجات کی دہلیز، اور ساتھ ہی راہ الہی سے روگردانی!!
بلا کبھی خشکی میں بھی کشتی کو چلنے دیکھا ہے؟

() میرا دل اور گھر، دونوں کا دروازہ کھلا ہے، تاکہ ہر سچے ارادے کے ساتھ آنے والے کا استقبال کرے اور اپنی اچھی بری زندگی کا شریک مساری بنالے۔ مجھ کو جو کچھ اب دینا ہے، برسوں تک خاموش رہ کر اور تمام پہلوؤں پر غور کر کے اسکا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور زندگی جب تک ہے، اس سے کفارہ کش نہیں ہو سکتا۔ لیکن اُن ارباب علم کے لیے جو تصنیف و تالیف، تحریر و تقریر، اور خدمت مامت و دیانتہ کا اپنے اندر کوئی زلزلہ راہتے ہوں، یہ ایک عمدہ فرصت ہے، جو شاید پھر ہاتھ نہ آئے۔

مسئلہ صلح

— * —

جس خبر کے سننے کیلئے جف القلم وقد سبق السیف العزل! تقریباً تمام عالم اسلامی طیار نہ تھا جسکے تصورے طرابلس میں غیظ و غضب، مصر میں مائت اور ہندوستان میں حسرت اور مایوسی چھا چکی تھی، بالآخر اس وقت کہ الہلال کا آخری چورصفحہ مشین پر چڑھ چکا ہے، ریوٹر نے سنڈی، یعنی بمقام آجپی (سوئیڈن لینڈ) اٹلی اور ٹرینی کی صلح کے کاغذات پر آخری دستخط ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

گو اس وقت کچھ نہیں کہا جا سکتا، اصل شرائط صلح ایسا قرار پائے؟ بلکہ ابتدا سے مسئلہ صلح کی نسبت خبروں میں جو اضطراب رہا ہے، اسکو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بھی نہیں، جا سکتا کہ یہ خبر بالکل قابل تسلیم ہے، تاہم اثر صلح ہوئی ہے، تو یہ بھی یقینی ہے کہ اٹلی کا قدم طرابلس اور برفہ میں جم کینا، گراسکا نام یورپ کی معاہدات و قوانین کی اصطلاح میں کچھ ہی ہو۔ موجودہ بلقانی مسئلہ درپیش نہ ہوتا تو اٹلی کو قطعاً یوزی طرح دب کر صلح کرنی پڑتی، مگر اب تو کوئی وجہ نہیں کہ اُس نے موجودہ وزارت کی کمزوری سے فائدہ نہ اُٹھایا ہو۔

تاہم مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ جب تک تفصیلی حالات معلوم نہ ہو جائیں، کوئی رائے قائم نہ کریں۔ کل کی تفصیلی خبروں کا انتظار ہے، اور خدائے برتر و حکیم سے امید ہے کہ وہ اس نازک تیران اسلامی موقع پر خلافت اسلامی کو کسی اور سخت خطرے سے درچار نہ کرے گا۔ و ما تشاؤون الا ان یشاء اللہ، ان اللہ دان علیما حکیم۔

غازی (انور بے) کی رنگین تصویر جن حضرات کو مطلوب ہو وہ طلب فرمائیں، صرف چند کاپیاں باقی رہ گئی ہیں قیمت فی تصویر ۳۔ آنہ۔ الہلال کے گذشتہ ۸ نمبروں کا مجموعہ مع تصویر غازی (انور بے) جسکی اصلی قیمت ۲ روپیہ ہوتی ہے، صرف ۱۔ روپیہ ۴ آنے میں بطور نمونہ کے بھیجا جا سکتا ہے۔

منہجر



یہ بھی پیدا ہو گئی ہے۔ علم اللہ کرے، لیکن بہ حسب اسباب ظاہری شاید زیادہ دنوں تک اپنے کاموں کو جاری نہ رکھ سکیں گے۔

(۴) ایسی حالت میں مقدم تر امر یہ ہے کہ کچھ لوگ ایسے پیدا کیے جائیں، جو ایک مخصوص صحبت قائم کر لیں، اور پھر ان تمام کاموں کو (جنہیں سے انٹر کو الحمد للہ شروع کر دیا گیا ہے) بطور خود جاری رکھ سکیں۔ تاکہ تمام ارادے صرف ایک شخص کی حیات و مامت پر موقوف نہ رہیں اور ایک خاص رنگ اور قابلیت کی جماعت قوم میں پیدا ہو جائے۔

() پس آج میں آواز بلند کرتا ہوں کہ ”من الصاری الی اللہ؟“ کوئی ہے جو راہ الہی میں میرا مددگار ہو؟ کوئی ہے جو اپنے چند انفرادی و منافع قربانی کی خدمت مامت اور اعلائے کلمہ حق کی خاطر گوارا کرے؟ اور پھر کوئی ہے جو ایک شکستہ دل، اور ایک اشکبار چشم کی فریاد پر لبیک کہے؟ میں یہ نہیں چاہتا کہ لوگ اپنی قابلیت اور زندگی کو بغیر کسی معارفے کے میری معیت میں صرف کر دیں، اسکا طلبگار نہیں ہوں کہ اپنی دنیوی امیدوں اور ترقعات کو خدمت مامت کی راہ میں بالکل قربان کر دیں۔ میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو خود کسی طرح کا معاش کی طرف سے اطمینان حاصل کر کے ہر شخص کو الزام دیتے ہیں کہ وہ بھی انکی طرح اہل و عیال کی فکر سے بے فکر ہو کر کیوں نہیں ایثار کرتا؟ میں جانتا ہوں کہ ضروریات زندگی اور یلبدی علائق کی زنجیر ہر شخص سے پانوں میں ہے، اور سچا ایثار صرف مال ہی کے ایثار میں نہیں ہے، بلکہ سب سے بڑا ایثار دل اور ارادے کا ایثار ہے۔ پس مالی معارفے اور تنخواہ کا لینا ایثار و صداقت میں حائل نہیں ہو سکتا۔ مالی خدمت جسقدر ممکن ہے، اس سے دریغ نہیں۔ لیکن ساتھ ہی ایسے لوگوں کا طالب ہوں، جو اس تعلق کو محض ایک کاروباری تعلق اور تجارتی لین دین نہ سمجھیں، بلکہ اپنے دل میں ایک ہلکا سا زخم بھی درد ملت کا لیکر آئیں، اور علم و خدمت

عام کے سچے رولے سے خالی نہوں۔ تیس راتیں انہوں نے فکر و محنت و حصول معاش کی بے چینی میں گزاری ہو، تو کم از کم ایک رات کا بارہواں حصہ کبھی اپنے اخوان ملت کے درد میں بھی بسر کیا ہو۔ علم کو ہمیشہ حصول معاش کا وسیلہ سمجھ کر بڑھا ہو، مگر علم کو علم کے لیے اختیار کرنے کی دبی دبائی پھانس بھی کبھی نبھائی انکے پہلو میں چبھ جاتی ہو۔

”لفاء رجہ رب“ کی سعی اور ”ابتغاء مرضات اللہ“ کا مقام بہت اونچا ہے، وہاں تک رسائی ہم آلودگان ہوائی نفسانی کو کہاں حاصل؟ تاہم اگر ہزاروں تعلیم یافتہ مسلمانوں میں چند اشخاص اتنے ایثار کے لیے بھی طیار نہوں کہ تنخواہ لے لینے کے ساتھ اپنی زندگیوں کو باراداء محکم خدمت ملی کے لیے وقف کر دیں، تو پھر ان زبانی ہنگاموں، اور ادعائی شور و شغب کو بھی کیوں نہ بند کر دیا جائے جو اخبار کے صفحوں اور انجمنوں اور صحنوں کی زردادوں میں ہمیشہ دکھلایا جاتا ہے۔

نکات میں حیات و قیام صرف مسلم کے لیے ہے

قومی زندگی کی عمارت کے تمام ستون کھڑے ہو سکتے ہیں، اور ستون کیلئے کرسی ناگزیر ہے۔

مسلمانوں کیلئے اولین نام

پس موجودہ تغیر کے بعد اب مسلمانوں کو سفرا سی منزلت شروع کرنا چاہئے، جو ان کی سفر کا قدرتی مبدع ہے، اور جہان سے انکو پچھلا سفر شروع کرنا تھا، مگر انہوں نے نہیں کیا۔ انکو نہ تو پورٹیل پالیسی کی تلاش و جستجو میں وقت ضائع کرنا چاہیے، نہ اعلیٰ تعلیم کے افسانہ لامتناہی میں پڑنا چاہیے، نہ لیگ کے غلامانہ اور اور موت اور پالیٹکس پر توجہ کرنی چاہئے، اور نہ کانگریس کی رپورٹوں میں اپنے لیے نسخہ فلاح ڈھونڈنا چاہیے۔ انکو صرف ایک ہی کم کرنا چاہیے، یعنی بلا یہ سوچے ہوئے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں، اپنا ہاتھ دست الہی میں دیدینا چاہیے۔

می برد ہر جا کہ خاطر خواہ ارست

نہ رہ پالیٹکس کو سوچیں اور نہ تعلیم کو، نہ آزادی کی مدح کریں، اور نہ غلامی کا طوق پہنیں۔ یہ باتیں انکے سوچنے سے بچنے کی نہیں ہیں۔ انکا فیصلہ خدا کو کرنا تھا، اور اس نے فرمایا۔ ”انکا کام صرف یہ ہے کہ اتباع کلمات اللہ و جمیع ”ما جاء به القرآن“ کیلئے طیار ہو جائیں، اور اپنے تسلیں تمام انسانی تعلیم، دن اور اقوام کے اتباع و محاکات کے رلوں سے خالی کر کے، صرف اس ایک ہی معلم کی تعلیم پر چھوڑ دیں۔ اگر اسلام انکو پالیٹکس میں بلانا چاہے، تو لیڈر کے درجہ جائیں۔ اگر وہ اس سے اجتناب کی تعلیم دے، تو اشارے کے ساتھ ہی معذرت ہو جائیں۔ اگر وہ کہے کہ غلامی اور خوشامد، دو ہی چیزیں اصلی ذریعہ فوز و فلاح ہیں، تو وہ سر سے پٹنوں تک غلامی کی تصویر بن جائیں۔ اگر وہ کہے کہ آزادی اور حقوق طلبی ہی ہیں قومی زندگی اور عزت ہے، تو انکا وجود یکسر پیکر حریت و جہد حریت ہو جائے۔ اخلاق، تعلیم، تمدن، شائستگی، اصلاح معاشرت، غرضکہ ایک متقدم زندگی کے جتنے اجزاء ہیں، ان میں وہ جس طرف بلائے، اسی طرف جھک جائیں۔ خود انکی کوئی خواہش، کوئی ارادہ، کوئی تعلیم، کوئی پالیسی نہ ہو۔ انکی خواہش اور پالیسی صرف اتباع قرآن ہو۔ وہ اس تذکرے کی طرح، جس کو کسی بحر طوفان خیز میں ڈال دیا گیا ہو، اپنے تئیں تعلیم الہی کے سمندر میں چھوڑ دیں۔ جس طرف وہ چاہے، اسے جائے، اور جس کنارے سے چاہے، انہیں لگا دے۔ جب خدا انکا تمام بوجھ اپنے سر لیتا ہے، تو وہ خود اپنے کاندھوں کو کیوں تھکاتے ہیں؟

اگر مسلمانوں نے ایسا کر لیا، [اور وعدہ الہی ہے کہ والذین جاہدوا فینا لنمدینہم سبانا (۱)] تو وہ یاد رکھیں کہ آج جن چیزوں کے لیے بھٹک رہے ہیں، اور نہیں ملتیں، اگر انکا مطالب حقیقی یعنی اسلام انکو مل گیا، تو وہ خود بخود انکے قدموں پر آکر گر جائیں گی۔ ان میں سے ایک ایک کی تلاش و جستجو کی ضرورت نہیں۔ وہ بہت گمراہ ہو چکے، جو سر عزت کی سر بلندی کیلئے بٹا تھا۔

(۱) غالباً سورہ عبقرت کے آخری رکوع میں ہے۔ اگر ڈھونڈنا تو سب سے خیالات لوٹ جائے۔ یعنی جو لوگ تلاش راہ حق میں سچی طالب کے ساتھ درخش کرتے ہیں، ہم ان کی طالب کو غائب نہیں کرتے، اور اپنا راستہ ان پر کھادیتے ہیں۔

اور غور کیجیے تو یہ کوئی ایسا دعوا نہیں ہے، جس کے لیے زیادہ دلائل آرائی مطلوب ہو، اور اگر مطلوب ہے تو اسلئے کہ دنیا میں آج اسلام کے پیروں ہی کے لیے سب سے زیادہ اسلام کی دعوت معما ہو رہی ہے۔ اسلام تو فی الحقیقت ان قوائے فطریہ کے صحیح استعمال کا نام ہے، جنکی حکومت سے دنیا کی کوئی شے خارج نہیں۔ معجمی کے لیے پانی میں تیرنا، پرندوں کیلئے ہوا میں اڑنا، نباتات کا زمین میں نشوونما پانا، اور انسان کا زمین کے اوپر رہنا، یہ سب چیزیں اسلام کے مفہوم حقیقی میں داخل ہیں، کیونکہ اس کا دوسرا نام ”سنۃ اللہ“ اور ”فطرۃ اللہ“ ہے، پھر کیا معجمی پانی کی جگہ ہوا میں، پرند ہوا کی جگہ پانی میں، اور انسان زمین کو چھوڑ کر سمندروں میں زندہ رہ سکتا ہے؟ اگر نہیں رہ سکتا، تو اس کے یہ معنی ہیں کہ دنیا میں کوئی شے غیر مسلم ہو کر زندہ نہیں رہ سکتی۔ حیات اور زندگی صرف مسلم کے لیے ہے، اور جو قومیں زندہ ہیں، گو انکو معلوم نہ ہو، مگر ہم کو معلوم ہے کہ وہ اسلام ہی کے سرچشمے سے سیراب ہو رہی ہیں۔ یہ اپنی بدبختی ہے کہ پاس رہ کر بھی ہم تشنہ لب ہیں:

انفیر دین اللہ یغفر حکماً کیا وہ لوگ دین الہی کو چھوڑ کر کسی اور تعلیم
وہ اسلام میں فی السموات کو اپنا حاتم بنانا چاہتے ہیں؟ واللہ اس آسمان
والارض طوعاً و کرہاً، و الیہ اور زمین میں کوئی نہیں، جو چارناچار اس
یرجعون (۱۴۲: ۳) دین اللہ کا مسلم، یعنی حکم بردار نہ ہو۔
انفیر فی السام کافہ! (۱)

پس باوجود اس کے کہ ہم پولیٹکل زندگی کو حیات ملی کا ایک ضروری شعبہ سمجھتے ہیں، باوجود اس کے کہ ہمارے نزدیک کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی، جب تک اس کے اندر سیاسی جذبات مشتمل نہیں، اور باوجود اس کے کہ ہم روز ازل سے مسلمانان ہند کی ایک بڑی بدبختی یہ قرار دے رہے ہیں کہ انکے لیڈروں نے غلامی و خوشامد کی داروے بے ہوشی سے قوم کی قوم کو مرض الفرم میں مبتلا کر دیا، ہم مسلمانوں کو کبھی یہ صلاح نہیں دینگے کہ وہ صرف پولیٹکل آزادی کے رلوں ہی کو پیدا کر کے اصلاح و تغیر کی طرف سے فارغ البال ہو جائیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک مسلمانوں کیلئے پولیٹکل پالیسی کے تغیر میں کوئی برکت نہیں ہو سکتی، اگر انکے اندر مذہبی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ بخار کے مریض کے لیے ڈاکٹر کے آگے یہ سوال نہیں ہوتا کہ اسکا جسم گرم کیوں ہے، اور آنکھوں میں سرخی کیوں ہے؟ بلکہ اسپر غور کرتا ہے کہ بخار کی تولید کی اصلی علت کیا ہے؟ اگر آپ صرف مریض کے جسم کی حرارت ہی کے شاکھی ہیں، تو زیادہ پریشانی کی ضرورت نہیں، ایک من برف منگوا کر اس کے ریزوں میں اسے بٹھا دیجیتے۔ امید ہے کہ سارا جسم ٹھنڈا ہو جائے گا۔ آپ کہتے ہیں کہ مسجد کا منارہ سیدھا نہیں، میں روتا ہوں کہ بنیاد تیرھی ہے۔ اب صرف پالیٹکس کو کیوں ڈھونڈتے ہیں، جبکہ ایک ایسی مضبوط اور لازوال کرسی آپ کو ملتی ہے، جس پر نہ صرف پالیٹکس، بلکہ

(۱) پوری آیت یہ ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا! انفروا فی السام کافہ، ولا تقبروا بطرات الشیطان، اللہ لم یدر مدین (۱۳۶: ۲) [مسلمانوں! صرف دعوتے اسلام کافی نہیں ہے، اسلام میں ہرگز ہرگز آجاؤ، اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو، وہ تو تمہارا بالکل کھلا دشمن ہے]

کہیں ”فطرۃ اللہ“ اسکا نام رکھا ہے، کبھی ”مراط مستقیم“ کہا ہے، اور کبھی ”دینِ قوم“ کے خطاب سے یاد دیتا ہے۔ وہ فی الحقیقت ایک ریائی حکومت کا انتظام ہے، اور جب کوئی فرد یا قوم اس تحت و تسلط سے نکلنا چاہتی ہے، تو کوئی وہ خدا کے ساتھ اعلانِ جنگ کر دیتی ہے۔ پھر اسکی زندگی اور زندگی کے تمام اعمال و سرِ بغاوت اور سرکشی ہو جاتے ہیں، اور وہ رحمانی سلطنت سے نکل کر شیطانی حکومت میں داخل ہو جاتی ہے :

”ایہذا الانسان !“ خدا کہتا ہے کہ انسان حقیر ! بقلا کہ کس چیز نے
”ما یزک ربک العرام“ تجھ کو اس پر آمادہ دود کہ کہ اچے رب کریم سے بغاوت
کرے؟ (۸۲-۱)

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک باغی انسان کو کوئی ذرِ نعمت
پناہ نہیں دے سکتی۔ اسی طرح رب السموات والارض کی بغاوت اور
قانونِ شنی کے بعد بھی کائنات کا ہر دروازہ اُس پر بند ہو جاتا ہے۔
کسی سعی میں وہ کامیاب نہیں ہوتا، اور کوئی پوشش اسکی فلاح
یاب نہیں ہوتی :

”ومن یقطع غیر الاسلام“ جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسری تعلیم کو دین
دینا، نلن یقبل منہ“ دریا، اسکی سعی و تلاش کبھی مقبول نہ رہی اور
”وہو فی الآخرة من“ اسکے تمام کاموں کا آخری نتیجہ ناکامی
والغمرین (۷۹-۳) و نامرادی ہوگا۔

قرآن مجید نے اہم سابقہ و اقوام پیشین کا تذکرہ بار بار کیا ہے۔
یہ صرف اس لیے ہے کہ اس ”قانونِ ہدایت و شقاوت“ کے نتائج پر
انسان کو توجہ دلائی جائے۔ جابجا اُن اقوام متمدنہ و عظیمہ کے طرف
اشارہ کیا ہے، جو آئے والی اقوام سے زیادہ قوی اور مستحکم تمدن
رکھتی تھیں۔ لیکن جب انہوں نے احکامِ الہیہ کو پس پشت ڈال دیا،
اور خدا کی حکومت میں رہکر اس سے بغاوت اور سرکشی شروع
کر دی، تو کوئی انسانی سعی و تلاش فلاح انکو ہلاکت و بربادی سے
نہ بچا سکی۔ یہاں تک کہ آج آئے اُتار و اطلال بھی دنیا میں
باقی نہیں :-

اولم یسروا فی
الارض فیظنوا کیف
ہن عاقبة الذین من
قباہم، و کانوا اشد
منہم قوۃ و اتارو
الارض و عمرواھا اکثر
مما عمرواھا، و جلتہم
رسلم بابینات، فما
کان اللہ یظلمہم، و ان
کانوا انفسہم
یظلمون (۸۰-۳۰)

کیا یہ لوگ زمین پر چلتے پھرتے نہیں؟ اگر پھرے اور
دیکھتے کہ جو قومیں اُن سے پہلے ہو گئیں تھیں، انکا
کیا انجام ہوا؟ یہ وہ قومیں تھیں، جو اتنے تمدن
و ترقیات اور قواۃ جسمانی میں بڑھکر قوی تھیں،
انہوں نے زمین پر اپنے کاموں کے نشان چھوڑے،
اور جسقدر ہم نے اسکو متمدن بنایا ہے
اس سے کہیں زیادہ انہوں نے تمدن پہنچایا۔
لیکن جب ہمارے رسول ان میں بھیجے گئے اور
ہماری نشانیاں انکو دکھلائی گئیں
تو انہوں نے سرکشی اور بغاوت سے جھٹلایا، اور برباد
و فنا ہو گئے۔ خدا ظلم کرنے والا نہ تھا، بلکہ خود
انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

یہی اسلام و قانون ”حیات و مماتِ اقوام“ ہے، جسکی طرف
قرآن نے جا بجا اشارہ کیا ہے :-

ما اماب من مصیبة فی
الارض ولا فی انفسکم، ولا
فی کتاب من قبل ان
نبراھا، ان ذالک علی
اللہ یسیر (۵۷-۲۲)

جتنی مصیبتیں اقوام و ممالک پر اُتار دی ہیں
ہیں اور جو خود ہم پر نازل ہوئی، وہ سب
ہم نے پہلے سے ایک کتاب میں لکھ رکھی تھیں
(یعنی پہلے سے وہ بصورتِ ایک قانون مضبوط
موجود ہے) اور ایسا کرنا اللہ کے لیے کوئی مشکل
بات نہ تھی۔

آگ جلاتی ہے، اور پانی دباتا ہے۔ اگر آفتاب مشرق سے نمودار ہوتا، مگر
مغرب کی جانب غروب ہوتا ہے۔ اگر مچھاپی خشکی میں، اور بڑے
دریا میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر قوانینِ فطریہ اور نوامیسِ طبیعیہ
میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ اور اگر یہ سچ ہے تو دروازے نہ ہوں،
بلکہ ہمیشہ چار ہوتے ہیں۔ تو یہ بھی کبھی نہ مٹنے والی صداقت،
اور صیغۃ کائنات پر نقشِ سنہی ہے کہ ممالکوں کو یہ تہ ذری
سیاسی ہذا کہ اراذل، تعلیم و تربیت کا سوعاۃ معشورۃ، اور
پرولیا، اسی کے بعد و تبدل کا عہد ہمارا طرمان اور، ایک لمحہ،
ایک دقیقہ، ایک عشرِ دقیقہ تک نہ لایے۔ یہی کچھ نفع نہیں پہنچا
سکے گا۔ انہی تمام جد و جہد بیکار جائے گی، تغیر کا اثر انداز نہ ہوگا
ایک قطرہ بارش کے گزر جانے کا۔ انہی اہلِ ہوس کی خشک سالی
بدستور باقی رہے گی، وہ جسقدر سعی و زہد کرینگے اتنا ہی چاروں
طرف ہی لٹی ہوئی زنجیروں کی بندش سخت تر ہوتی جائے گی،
گمراہی و ضلالت کا شیطاں کبھی انسے الگ نہ ہوگا، انکے گلوں میں
جو طوقِ مذات، اور پانوں میں جو زنجیرِ ادباز و تسفل پڑی ہوئی
ہے، وہ قیامت تک نہ ٹوٹے گی، جہالت و ضلالت، اسر و غلامی،
ذلت و خواری کی صفوں میں ہمیشہ محصور رہیں گے، اور دنیا
میں ایک لمحہ کیلئے بھی انکو قومی عزت کا چہرہ دیکھنا نصیب
نہوگا : خسر الدنیا والاخرہ، ذالک هو الخسران العبدین :

ان الذین کذبوا بآیاتنا، جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، اور جہنم
و استکبرا عنہا، لا نفقہ لہ کی جگہ غرور سے اتر بیٹھے، تو یاد رکھو کہ انکے لئے نہ
ابواب السماء ولا بدخلون تو آسمانی برکت کا دروازہ کبھی کھلے گا اور نہ تو
الجدة، حتیٰ یلج الجہنم بہشت کی زندگی انہیں نصیب ہوگی۔ ہاں اگر
فی سہم الحیات، ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی کے فائدے میں سے اونت گذر
و ذالک نجزی مجرمین جائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ہماری آیت
کو جھٹلاتے ہوئے فلاح و برکت بھی حاصل کر سکیں۔ (۷-۱)

میں نے کہا کہ ”اگر آگ جلاتی اور پانی دباتا ہے“ نہیں، بلکہ
میں کہتا ہوں کہ یہ تو ممکن ہے کہ آگ نہ جلاے اور پانی نہ دباے،
مگر یہ تو کسی طرح ممکن نہیں، کہ خدا کا وہ قانونِ شقاوت
و ہدایت بدل جائے (۱) جس کے لیے ابتداءے خلقت بنی آدم
سے آج تک تاریخ میں کوئی متشکیک شہادت موجود نہیں۔ یہ میں
لکھ رہا ہوں، اور میرے اندر یقین اور اعتقاد کی ایک اراز بے چین
و مضطرب ہے، مگر افسوس کہ اسکی ترجمانی کے لیے مجھے الفاظ
نہیں ملتے۔ حیران ہوں کہ کیونکر، اور کن لفظوں میں اپنا دلی
یقین آپکے دلوں میں بھی پیدا کر دوں؟ تاہم میں یہ کہنے سے
کبھی نہ تھکوں گا، کہ جن احکامِ اسلام کو آپ نہایت بے پروائی سے
ایک مذہبی بندش کہہ کر گذر جاتے ہیں، وہ بندش تو ضرور ہے
۱۔۔۔ ایک ایسے قانون کی بندش ہے، جسکی سلطنت تمام
قوانینِ مادیہ کے نظامِ حکومت سے بالاتر اور راء الزم ہے، اور نظم
و ثنات کے تمام اجزا اسی بندش سے بندھ کر مرتب اور منظم ہوتے
ہیں۔ یہی بندش ہے کہ لسانِ الہی نے اسکو کہیں ”حدود اللہ“
کے لفظ سے یاد کیا ہے، کہیں ”سنۃ اللہ“ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے،

(۱) فقیر نے ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر لکھا ہے کہ مراتبِ ہدایت و شقاوت
۱۔۔۔ و ملل از روئے قرآن کیا ہیں؟ مطبع الہلال میں مطبع ہے اور مقرب شائع ہوگا

سے اور جمہور سے وہ چند اشخاص معدودے چند مراد ہوتے ہیں جن پر وہ اعتماد رکھتا ہے، یا جسے وہ ملتا جلتا ہے۔ مثلاً اُس کے دوستوں یا ہم راہوں کا فریق یا اُسکی ذات فراہی کے لوگ، یا اُس کے درجہ و رتبہ کے لوگ۔ پس اُس کے نزدیک تمام دنیا اور جمہور کے معنی انہی میں ختم ہو جاتے ہیں، اور اس لیئے وہ شخص اس راے کو دنیا کی راے سمجھ کر اسکی درستی پر زیادہ تر یقین کرتا ہے۔ اس ہیئت مجموعی کی راے کا جوعتماد اور یقین اُس کو زیادہ ہوتا ہے اور نیز یہی اس میں لغزش نہیں آتی، اس کا سبب یہ ہی ہوتا ہے کہ وہ اس بات سے واقف نہیں ہوتا کہ اس کے زمانہ سے پہلے اور زمانوں کے، اور ملکوں کے، اور فرقوں کے اور مذہبوں کے لوگ اس میں کیا راے رکھتے تھے، اور اب بھی اور ملکوں اور مذہبوں کے لوگ کیا راے رکھتے ہیں، ایسے شخص کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ اس بات کی جوابدہی کر کہ درحقیقت وہ راہ راست پر چلتا ہے، اپنی فرضی دنیا یا جمہور کے ذمہ ڈالتا ہے پس جو کچھ اسکی راے یا اس کا خیال ہو، کچھ بھی اعتماد اور یقین کے لائق نہیں ہے، اسلیئے کہ جن رجوہات سے وہ شخص بسبب مسلمان خاندان میں پیدا ہونے کے اس وقت بڑا مقدس مسلمان ہے، انہی رجوہات سے اگر وہ عیسائی خاندان یا بت پرست خاندان یا ملک میں پیدا ہوتا تو وہ بھلا چنگا عیسائی یا بت پرست ہوتا۔ وہ مطلق اس بات کا خیال نہیں کرتا کہ جس طرح کسی خاص شخص کا خطا میں پڑنا ممکن ہے اسی طرح اسکی فرضی دنیا اور خیالی جمہور کی تو کیا حقیقت ہے زمانہ کا اور اس سے بھی بہت بڑی دنیا کا خطا میں پڑنا ممکن ہے۔ تاریخ سے اور علوم موجودہ سے بخوبی ظاہر ہے کہ ہر زمانہ میں ایسی ایسی رائیں قائم ہوئیں، اور مسلم قرار پائیں جو اس کے بعد کے زمانہ میں صرف غلط ہی نہیں، بلکہ سراسر لغو و مہمل سمجھی گئیں، اور یقیناً اس زمانہ میں بھی بہت سی ایسی رائیں مروج ہونگی، جو کسی آئندہ زمانہ میں اسی طرح مردود اور نامعقول ٹھہریں گی۔ جیسے کہ بہت سی وہ رائیں، جو اگلے زمانہ میں عام طور پر مروج تھیں اور اب مردود ہو گئی ہیں۔

اس تقریر پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ جو لوگ مخالف راے کو غلط اور مضر سمجھ کر اسکی مزاحمت کرتے ہیں، اس سے ان کا مطلب اس بات کا دعویٰ کرنا، کہ وہ غلطی سے آزاد و بری ہیں، نہیں ہوتا، بلکہ اس سے فرض کا ادا کرنا مقصود ہوتا ہے، جو ان پر باوصف قابل سہو و خطا ہونے کے اپنے ایمان اور اپنے یقین کے مطابق عمل کرنے کا ہے، اگر لوگ اس وجہ سے اپنی رائیں کے موافق کار بند نہوں، کہ شاید وہ غلط ہوں، تو کوئی شخص اپنا کوئی کلمہ بھی نہیں کر سکتا لوگوں کا یہ فرض ہے کہ حتی المقدور اپنی نہایت درست رائیں قائم کریں، اور بغور ان کو قرار دیں، اور جب انکی درستی کا بخوبی یقین ہو جائے، تو اس کی مخالف رائیں کے بند کرنے میں کوشش کریں۔ آدمیوں کو اپنی استعداد و قابلیت کو نہایت عمدہ طور سے برتنا چاہیئے۔ یقین کامل کسی امر میں نہیں ہوسکتا، مگر ایسا یقین ہو سکتا ہے جو انسان کے مطالب کے لیئے کافی ہو۔ انسان اپنی کارروائی کے لیئے اپنی راے کو درست و صحیح سمجھ سکتے ہیں اور ان کو ایسا ہی سمجھنا چاہیئے، اور وہ اس سے زیادہ اور کوئی بات اس صورت میں اختیار نہیں کرتے جب کہ وہ خراب آدمیوں کو ممانعت کرتے ہیں کہ ایسی رائیں کے شایع کرے، جو ان کے نزدیک فاسد اور مضر ہیں، لوگوں کو خراب یا بد اخلاق یا بد مذہب نہ کریں۔

مگر مخالف راے کے بند کرنے میں صرف اتنا ہی نہیں ہونا کہ انہوں نے اپنے قابل سہو و خطا سمجھ کر اپنے ایمان اور اپنے

اور منتشر ہونا، خواہ وہ دینی معاملہ سے علاقہ رکھتی ہوں یا دنیوی معاملہ سے، نہایت ہی عمدہ اور مفید ہے۔ دینوں قسم کی رائیں پر جدا جدا غور کرنے کا موقع ملتا ہے کہ ان میں سے کونسی بہتر ہے؟ یا ان دونوں کی تائید ایسے دلائل سے ہوتی ہے جو جداگانہ ہر ایک کے مناسب ہیں۔ ہم کو اس بات کا کبھی یقین کامل نہیں ہو سکتا کہ جس راے کی مزاحمت میں یا بند رہنے میں ہم کوشش کرتے ہیں وہ غلط ہی ہے۔ اور اگر یقین بھی ہو کہ وہ غلط ہے، تو بھی اسکی مزاحمت اور اسکا انسداد براہی سے خالی نہیں۔

فرض کر کہ جس راے کا بند کرنا ہم چاہتے ہیں، حقیقت میں وہ راے صحیح و درست ہے، اور جو لوگ اس کا انسداد چاہتے ہیں وہ اسکی درستی اور صحت سے منکر ہیں، مگر غور کرنا چاہیئے کہ وہ لوگ یعنی اس راے کے بند کرنے والے ایسے نہیں ہیں جسے غلطی اور خطا ہوئی ممکن نہ ہو، جب ایسا ہے تو انکو اس بات کا حق بھی نہیں ہے کہ وہ اس خاص معاملہ کو تمام انسانوں کے لیے خود فیصلہ کریں، اور اور شخصوں کو اپنی راے کلمہ میں لانے سے محروم کر دیں۔ کسی مخالف راے کی سماعت سے اس وجہ سے انکار کرنا کہ ہم کو اسے غلط ہونے کا یقین ہے، گویا یہ کہنا ہے کہ ہمارا یقین، یقین کامل کا رتبہ رکھتا ہے، اور اسپر بحث و گفتگو کی ممانعت کرنا انبیاء سے بھی بڑھ کر اپنا رتبہ ٹھہرانا ہے، اور اپنے تئیں ایسا سمجھنا ہے کہ ہم سے سہو و خطا کا ہونا نا ممکن ہے۔

انسانوں کی سمجھ پر بڑا افسوس ہے کہ جس قدر وہ اپنے خیال و قیاس میں اس مشہور مقولہ کی سند پر کہ ”الانسان مرکب من الخطاء و الذلّال“ اپنے سے سہو و خطا ممکن سمجھتے ہیں، اُس قدر اپنی رائیوں اور باتوں کے عمل در آمد میں نہیں سمجھتے۔ انکی عملی باتوں سے اسکی قدر و منزلت نہایت ہی خفیف معلوم ہوتی ہے۔ گو خیال و قیاس میں اسکی کیسی ہی بڑی قدر و منزلت سمجھتے ہوں۔ اگرچہ سب اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم سے سہو و خطا ہوئی ممکن ہے، مگر بہت ہی کم آدمی ایسے ہونگے جو اُسکا خیال رکھنا اور از روئے عمل کے بھی اسکی احتیاط کرنا ضروری سمجھتے ہوں، اور عملی طور پر اس بات کو تسلیم کرتے ہوں کہ جس راے کی صحت کا اُنکو خیر یقین ہے، شاید وہ اُسی سہو و خطا کی مثال ہو، جسکا ہونا وہ اپنے سے ممکن سمجھتے ہیں۔

جو لوگ کہ دولت یا منصب اور حکومت یا علم کے سبب سے غیر معدود تعظیم و ادب کے عادی ہوتے ہیں، وہ تمام معاملات میں اپنی رائیوں کے صحیح ہونے پر یقین کامل رکھتے ہیں، اور اپنے میں سہو و خطا ہونے کا احتمال بھی نہیں کرتے، اور جو لوگ اُن سے اسی قدر زیادہ خورش نصیب ہیں، یعنی وہ جو کبھی کبھی اپنی رائیوں پر اعتراض اور حجت اور تکرار ہونے سے سخت غلطی پر ہوں تو مقتدہ کچھ اس بات کے عادی ہوتے ہیں کہ جب غلطی پر ہوں تو مقتدہ ہونے پر اُسکو چھوڑ دیں، اور درست بات کو ملن لیں، اگرچہ اُن کو اپنی ہر ایک راے کی درستی پر یقین کامل تو نہیں ہوتا مگر اُن رائیوں کی درستی پر ضرور یقین ہوتا ہے جنکو وہ لوگ جو اُن کے ارد گرد رہتے ہیں، یا ایسے لوگ جنکی بات کو وہ نہایت ادب و تعظیم کے قابل سمجھتے ہیں، اُن رائیوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ جو شخص جس قدر اپنی ذاتی راے پر اعتماد نہیں رکھتا وہ شخص اسی قدر دنیا کی راے پر عموماً زیادہ تر اعتماد رکھتا ہے، جسکو بعض اصطلاحوں میں جمہور کی راے یا جمہور کا مذہب کہا جاتا ہے۔ مگر یہ بات سمجھنی چاہیئے کہ ایسے لوگوں کے نزدیک دنیا سے یا جمہور سے کیا مراد ہوتی ہے؟ ہر ایسے شخص کے نزدیک دنیا

مقالہ

نہو۔ رائے کی غلطی آدمیوں کی تعداد کی کمی بیشی پر منحصر نہیں ہے۔ جیسے کہ یہ بات ممکن ہے کہ نو آدمیوں کی رائے بمقابلہ ایک شخص کے صحیح ہو، ویسے ہی یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص کی رائے بمقابلہ نو آدمیوں کے صحیح ہو۔

راہوں کا بند رہنا خواہ بہ سبب کسی مذہبی خوف کے، خواہ بہ سبب اندیشہ براندازی و قوم کے، خواہ بدنامی کے قوت کے، یا گورنمنٹ کے ظلم سے، کسی سبب سے ہو، نہایت ہی بری چیز ہے۔ اگر رائے اس قسم کی لڑی چیز ہوتی، جسکی قدر قیمت صرف اُس رائے والے کی ذات ہی سے متعلق اور اُسی میں محصور ہوتی، تو راہوں کے بند رہنے سے ایک خاص شخص کا یا معدودے چند کا نقصان متصور ہوتا۔ مگر راہوں کے بند رہنے سے تمام انسانوں کی حق تلفی ہوتی ہے اور کل انسانوں کو نقصان پہونچتا ہے، اور نہ صرف موجودہ انسانوں کو، بلکہ اُنکو بھی جو آئندہ پیدا ہونگے۔

اگرچہ رسم و رواج بھی اُسکے برخلاف راہوں کے اظہار کے لیے ایک بہت قوی مزاحم کار کُنا جاتا ہے، لیکن مذہبی خیالات مخالف مذہب کی رائے کے اظہار اور مشہور ہونے کے لیے نہایت افوی مزاحم کار ہوتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ صرف اسی پر اتفاق نہیں کرتے کہ اُس مخالف رائے کا ظاہر ہونا اُنکو نا پسند ہوا ہے، بلکہ اُسی نے سادہ جوش مذہبی ارمغذ آتا ہے، اور عقل و سلیم نہیں رہتا، اور اُس حالت میں اُنسے ایسے افعال و اقوال سرزد ہوتے ہیں، جو اُنہیں کے مذہب کو جسکے وہ طرفدار ہیں، مضرت پہونچاتے ہیں۔ یہ خود اسباب کے باعث ہوتے ہیں کہ مخالفوں کے اعتراض لا معارف رہیں۔ یہ خود اسباب کے باعث ہوتے ہیں کہ بسبب پوشیدہ رہنے ان اعتراضوں کے انہیں کے مذہب کے لوگ اُنکے حل پر متوجہ نہ ہوں اور مخالفوں کے اعتراض بلا تحقیق ایسے اور بلا دفع ایسے باقی رہ جاویں۔ یہ خود اسباب کے باعث ہوتے ہیں کہ اُنہی آئندہ نسلیں بسبب نا طے شدہ رجحانے ان اعتراضوں کے، خسوفت ان اعتراضوں سے واقف ہوں، اسیوقت مذہب سے منحرف ہو جاویں۔ یہ خود اسباب کے باعث ہوتے ہیں کہ وہ اپنی نادانی سے تمام دنیا پر ہوا یہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ اُس مذہب کو جس کے وہ پیرو ہیں، مخالفوں کے اعتراضوں سے نہایت ہی اندیشہ ہے۔ اگر اُنہی کے مذہب کا کوئی شخص بغرض حصول اغراض مذکورہ اُنکا پھیلانا چاہے، اور خود اُنکو معترض کی جگہ تصور کرتے ہیں اور اپنی نادانی سے دوسرے لوگوں کو قرار دیتے ہیں۔

کیا عمدہ رائے اُس فیلسوف کی ہے کہ ”کسی رائے کے حامیوں کا اُس رائے کے برخلاف رائے کے مشہور ہونے میں مزاحمت کرنے سے خود اُن حامیوں کا یہ نسبت اُنکے مخالفوں کے زیادہ تر نقصان ہوتا ہے اسلیئے کہ اگر وہ رائے صحیح و درست ہو، تو اُنکی مؤہمت سے غلطی کے بدلے صحیح بات حاصل کرنے کا موقع اُنکے ہاتھ سے جاتا ہے۔ اور اگر وہ غلط ہے، تو اسباب کا موقع باقی نہیں رہتا کہ غلطی اور صحت کے مقابلہ سے جو صحت کو زیادہ استحکام اور اُنکی سچائی زیادہ تر دلوں پر موثر ہوتی ہے اور اُنکی روشنی دلوں میں بیکہ جاتی ہے، اُس نتیجہ کو حاصل کریں۔ حالانکہ فی الحقیقت یہ نہایت عمدہ فائدہ ہے۔“

کچھ شبہ نہیں ہے کہ عموماً مخالف اور موافق راہوں کا پیدلنا

بہت ٹھیکرایا جاچکا۔ اب بھی سنبھل جائیں، کہ خدا کا ہاتھ بیعت لینے کے لیے بڑھا ہوا ہے، وہ اسے چھوڑ کر شیطان کے ہاتھ پر کیوں بیعت کرتے ہیں؟ اُنکے تمام اعضا مردہ و غیر متحرک ہو رہے ہیں لیکن اسکے لیے سر میں تیل کی مالش یا نلوے کا سہلانا اصلی علاج نہیں ہے۔ اندر زوج کی ضرورت ہے۔ جس دن، جس آن، جس لمحے، ان میں اسلام کی گم گشتہ حرارت غریزی عود کر آئے گی، اسی وقت دلوں کے انگوٹوں سے لیکر سر کے بالوں کی جڑ تک، اُنکا تمام جسم زندہ ہو جائے گا۔ اُنکا اخلاق، اُنکا تمدن، اُنکی سوشل حالت، اُنکی سوسائٹی کا نظام، اور سب سے آخر مگر سب سے پہلے یہ، وہ انہی پولیٹیکل حالات، نرسکہ حیات ملی کا کوئی شعبہ ایسا نہ ہوگا، جو باحسن شکل و باكمل حال اُنکے پاس موجود نہ ہو جائے۔

وہیں اسلام رجحان الی اللہ اور جو شخص جس طرح غریب تہذیب و مذہب اور ہونے والا ہے، وہیں وہی اللہ کی طرف متوجہ ہوگا اور اُنکے ہاتھ ہی اہل عالم پر عبور و توفیق۔ والی اللہ جس قدر احتیاج ہے، وہیں وہی اللہ اس کے حق پر الہام اور (۳۱ - ۲۱) اللہ کی ہدایت اور اُنکے ہاتھ ہی سے

آزادی رائے

— * —

(اثر: سر سید مرحوم)

اب ضروری نام یہ بھی ہے کہ اُن مفید اور ہر آمد مفامیں کو جو کسی وقت شائع ہوچکے ہیں مگر عام طور پر مطالعے میں نہ آئے، مگر شائع کرنے سے محفوظ کر دیا جائے۔ (تذیب الاخلاق) کی اشاعت دوم کی دوسری جلد (نئے سہ ۱۲۹۸ ہجری مطابق سہ ۱۸۸۱ء) میں سر سید مرحوم نے ایک نہایت مفید اور دلچسپ مضمون اڑائی راہ لکھا تھا۔ ہم بہت غور سے سمجھتے ہیں کہ آجکل وہ لوگ جو سید صاحب کے انبیا و تغلبہ کے مدعی ہیں، اور اُن سجادہ پید وانی کا اپنے قدیم وارث قرار دیتے ہیں، اس مضمون کو غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ قوم کی جس آزادی رائے کے لئے وہ دیا دیا چاہتے ہیں، اس کے متعلق اُنکے رہنما، اول کی تعلیم دیا ہے؟

سید صاحب مرحوم نے اس مضمون میں ایک عقائد انفرادی مصنف کی تعریف سے مطالبہ ادا کر دیا ہے۔ مگر درحقیقت جس ”آزادی رائے“ کو پیش دیا گیا ہے، قرآن کریم نے اسے اپنے ہر مقدمہ صلیف فرض کر دیا ہے۔ اسکی اشاعت سے ہمارا مقصد یہ بھی ہے کہ اپنی ایک سخت غلطی دوسری طرح دفعہ کر دیں۔ ہم نے ابتدا سے ہر خیال، جلیقے قرآن کریم کی تعلیمات سے اختلاف کیا، حالانکہ ہمارے غصائب کر کے لیے وہ تدریس سو برس پیش قدمی ایک قابل قطع و برد تعلیم چنداں لائق التفات نہیں ہے، اچھ شک نہیں کہ وہ ہمارے سخت غلطی تھی، آج ہم اسی خیال سے سید صاحب کے خیالات شائع کرتے ہیں، اور امید کرتے ہیں کہ اندوہ مرور قابل التفات سمجھا جائے گا۔ (انتیگر)

ہم اپنے اس آرٹیکل کو ایک بڑے لائق اور زمانہ حال کے فیلسوف کی تحریر (ملز امرتی) سے اخذ کرتے ہیں۔ رائے کی آزادی ایک ایسی چیز ہے، کہ ہر ایک انسان اسپر پورا حق رکھتا ہے۔ فرض اور وہ تمام آدمی بجز ایک شخص کے کسی بات پر متفق الہاتے ہیں، مگر صرف وہی ایک شخص اُنکے برخلاف رائے رکھتا ہے، تو تمام آدمیوں کو اُس ایک شخص کی رائے کو غلط ٹھہرانے کے لیے اُس سے زیادہ کچھ استحقاق نہیں ہے، جتنا کہ اُس ایک شخص کو اُن تمام آدمیوں کی رائے کے غلط ثابت کرنے کا (اگر وہ ثابت کر سکے) استحقاق حاصل ہے۔ کوئی وجہ اسبات کی نہیں ہے کہ پانچ آدمیوں کو تو بمقابلہ پانچ آدمیوں کے راہوں کے غلط ٹھہرانے کا استحقاق ہو، اور ایک آدمی کو، بمقابلہ نو آدمیوں کے یہ استحقاق

ہاں افغانستان کے بارے میں آپکے مضمون نگار نے صحیح تصویر پیش کر دی ہے کہ ممکن ہے موجودہ امیر اور اسکا متورع بھائی نصر اللہ خاں کسی بلند منصوبے کے خواب دیکھتے ہوئے، تاہم ان اطراف سے کچھ ایسا زیادہ خدشہ میں تسلیم نہیں کرتا۔

اگر ہم اس روز افزوں بین اسلام ازم کی اصل مہدیت کو بہت متفکر ہو کر دھونڈیں تو اسکو مسلمانوں کی روحانی بیداری اور تہذیبی ترقی کے اندر دھونڈنا چاہیے۔ انکا مذہبی برادری کا اتحاد اتنا ہی پیرانہ سال ہے جتنا کہ خود اسلام۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے کہ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ پس اسلام کی اخوت جدید زمانہ نہیں ہے جسکو کوئی نیا خطرہ سمجھ کر خوف کیا جائے۔ جدید زمانہ اگر ہے تو مسلمانوں کی مدنی و عمرانی بیداری اور وہ کوششیں جو عیسائی فرماں رواؤں کے ماتحت رہکار اور تعلیم حاصل کر کے مغربی دنیا کے مقابلے میں آنیکے لیے کی جاتی ہیں۔ اور جو دراصل تاتاری مسلمان اور خود آپکے ہندوستان کے مسلمانوں کے اندر موجود ہے۔ میں ہرگز روس کے عشاق میں سے نہیں ہوں، لیکن اس امر کا ضرور اعتراف کروں گا کہ روس کی تاتاری رعایا ترکوں کی قومی بیداری کے باب میں پیشروانہ حصہ لے رہی ہے۔ چنانچہ (اکبرن) کی تصنیف کسقدر مفید ہے جو قسطنطنیہ میں لکچرر بھی ہے اور اسماعیل غبرنسکی جس نے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے کہ اپنے ہم مذہبوں کے قلوب کو بہتر طریقہ تعلیم سے (جسکو وہ امرول صوفی کے نام سے تعبیر کرتا ہے) موثر کر نیکیے لیے ہندوستان تک کا سفر سفر کیا۔ اسی طرح ہندوستانی مسلمان بھی اس لحاظ سے ایک روشن مثال ہیں۔ علی الخصوص ہڑھانڈس آغا خاں جنکا ذکر اسلامی عالم کے گوشے گوشے میں سنا جاتا ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کے بہت سے عزیز کالم خوب کر دیے لیکن مجھکو مسلمانوں کی تہذیبی ترقی کے طریق و ذرائع کے متعلق کچھ کہنا ہے۔ یہاں میں اس نوجوان اسلامی پرنس کیطرف اشارہ کروں گا جسکے وجود و اثر کو یورپ خاطر خواہ طور پر جاننا ہے اور جسکا اثر اسلامی ایشیا کے معاشرتی و سیاسی تغیرات کے اسباب عاملہ میں سے ہے، روزانہ، ماہانہ رسالہ جات نے گھاناس پات کی طرح آگ آگ کر روس کی جان کو عذاب میں ڈال دیا ہے۔ روس اپنی پر جوش رعایا کے ترقی و اقدام کو دبانے کے لیے بیقتاب ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ صدر الدین مسکو قوف ہے جو (دوما) میں آؤفا کا ممبر ہے، تاتاری معلموں کو قید اور مدارس کے بند کر دینے کے سوالات کر کے روسی گورنمنٹ کو پریشان کر دیا ہے۔ مجھکو یقین نہیں کہ انگلستان کبھی روس کی تقلید پر آمادہ ہوگی۔ بلکہ وہ اپنی مسلمان رعایا کی ترقی کے واسطے ہمیشہ روشنی و تہذیب کی صف اول پر نظر رکھے گی اور خود مسلمان برطانیہ حکومت کو اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی سمجھتے ہیں کہ ایسے فرمانرا کے ماتحت زندگی کرنی نصیب ہوئی۔ انگلستان کبھی اپنی شاہراہ حکمت عملی کے باہر قدم رکھنا گوارا نہ کریگی جب تک کہ اسکے ہاتھ میں حریت و انصاف و برادری کی جھنڈی ہے۔ پس مجھکو بین اسلامی تحریک سے ہرگز ہرگز اندیشہ نہیں۔ آپکے ان کلمات سے بالکل متفق ہوں کہ ہم بین اسلام ازم کو اول درجہ کا خطرہ نہیں تصور کرتے اور یہ کہ ”برطانیہ اعظم بجائے خود اسلام کی مضبوط ترین فصیل ہے“ لیکن مجھکو اور بھی مسرت ہوتی، اگر ایران کے بدشگون حوادث وقوع پذیر نہ ہوتے۔ کیونکہ ان سے انگلستان کے محافظ اسلام ہونیکے لقب پر کچھ کچھ داغ دھبے سے لگ گئے ہیں۔



ہندوستان میں بین اسلام ازم

— * —

پروفیسر ریچرڈ کے خیالات

از لندن ٹائمز

جذاب من -

مجھکو ہمیشے سے قریبی، فارسی، عربی اور تاتاری اخبارات دیکھنے کا شوق ہے اور مشرق اسلامی میں مسلمانوں کی تہذیب و معاشرت و سیاست کے ارتقائی سفر کو ہنگامہ دلچسپی دیکھتا رہتا ہوں۔ حال میں آپکے کالموں میں ہندوستان سے کسی نامہ نگار کی چٹھی جسیں ہندوستان کے اندر بین اسلامی خیالات کی افرازش و عالمگیری کا ذکر چھپا ہے میری نظر سے بھی گزری، میں بھی ان خیالات کی اصابت و صحت پر صاد کرتا ہوں۔ اس خیال کی افرازش سے مجھکو انکار نہیں، لیکن اسکی اصل اور اس تحریک کی نیت کے بارے میں مجھکو ضرور آپکے لایق مضمون نگار سے اختلاف ہے۔ یہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ سمرکاش، طراباس اور ایران میں یورپ کے اغتصاب نے عیسائیوں اور مسلمانوں کی قدیم الاصل دشمنی کو اور بھی سخت کر دیا ہے۔ یہ ساری باتیں ضرور افسوسناک ہیں، لیکن ایشیائی مسلمانوں کی روح پر انکا کوئی گہرا اثر نہیں پڑ سکتا۔ اس خیالی بین اسلام ازم کا میرے آگے بہت زیادہ وزن نہیں، اسلیے کہ سابق سلطان عبدالحمید کے عہد حکومت سے اسپر نظر دوڑا چکا ہوں جن دنوں وہ حملہ ایشیا کے اسلامی درباروں میں اپنے خفیہ آدمی لگا کر ان خیالات کو پھیلاتے تھے۔

مجھکو تو اس بات پر حیرت ہے کہ امیر حبیب اللہ جسوقت ہندوستان آئے تو ”اسلامی پادشاہ“ کی حیثیت سے انکا ہر جگہ استقبال کیا گیا حالانکہ سرکاری طور پر اگر کوئی مرثر طریقے سے بین اسلامی شاہراہ پر چل سکتا تھا تو وہ ترک تھا نہ کہ اور کوئی دوسرا۔ لیکن اس جانب اب ترکوں کا جوش بہت ہی کم ہو گیا ہے۔ چند سال کا عرصہ ہوا جب ایک روشن دماغ تاتاری مصنف اسماعیل غبرنسکی ایک اسلامی کانگریس کا خیال لیکر آیا جس سے اسکی غرض مسلمانوں میں ترقی تہذیب تھی، اسوقت نوجوان ترکوں نے جلسہ کرنے کی ممانعت کر دی اور وہ آزادی پرست انگلستان ہی تھی جسنے قاہرہ میں اسکی مہمانی و تواضع کو قبول کیا (۱)۔ ایران سے کبھی ”بین اسلام ازم“ تحریک کی تائید میں کوئی علامت نظر نہیں آئی، اسلیے کہ اسکا تمام زور شیعہ و سنی کے مذاکشتے میں صرف ہونیکے لیے ہے (۲)۔

(۱) اسماعیل غبرنسکی موجودہ زمانے کا ایک مشہور روشن خیال اور صاحب علم تاتاری مسلمان ہے جسکا اخبار ”وقت“ نکلا کرتا تھا، عرصہ ہوا اس نے مصر کا سفر کیا تا کہ تمام مسلمانان عالم کی ایک بین الہمی کانفرنس کی تجویز قدیمی کو زندہ کرے۔ اہل مصر نے ابتدا میں تو اس خیال سے بڑی دلچسپی لی اور ایک سب کیٹیج بھی قائم ہو گئی، مگر اسے بعد انگریزی سیاست نے ایسے اجتماع کو (گو وہ صرف تعلیمی و مذہبی مقاصد سے ہو) اپنے اغراض کیلئے مضر سمجھا، اور یہ خیال تھوڑے دنوں کے بعد ہی لوک بھول گئے۔ پس یہ بالکل غلط ہے کہ انگریزوں نے غبرنسکی کی کئی ہمت افزائی کی بھارت و مصر کے یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ تحریک نوجوان ترکوں کے قبضہ قسطنطنیہ سے بہت پیشتر کی ہے۔ اس وقت دستوری حکومت قائم ہی نہیں ہوئی تھی اور ترکی میں ایسا اجتماع ہونے کا سنا تھا۔ لا محالہ اس خیال کیلئے مصر پر توجہ ہونی ضرور تھی، پس غبرنسکی نے مصر ہی کو اسکا مرکز قرار دینا چاہا۔ مصر میں اس خیال سے جسقدر دلچسپی لی گئی، وہ بھی بعض مسلمانان مصر کے شوق و شغف کا نتیجہ تھی۔ آخر میں تو انگریزی اثر ہی نے اس تجویز کا خاتمہ کر دیا۔ گذشتہ مارچ میں غبرنسکی بمبئی بھی آیا تھا، اور صرف تعلیمی خیال لیکر، لیکن ہمارے معلوم ہے کہ ہمارے کو وہیں سے واپس چلا جانا پڑا (ایڈیٹر)

(۲) یہ خیال ایران کی موجودہ حالت کے لحاظ سے معین نہیں (ایڈیٹر)

لوگوں کی گفتگو کو سنے، اور جن جن طریقوں سے ہر سمجھدار طریقے اور طبیعت کے آدمی اس معاملہ پر نظر کریں، ان سب طریقوں کو سوچے اور سمجھے۔ کسی دانا آدمی نے اپنی ذاتی بجز اس طریقہ کے اور کسی طرح پر حاصل نہیں کی۔ انسان ہی عقل و فہم کا خاصہ یہی ہے کہ وہ اس طور کے سوا اور کسی طور سے مہذب اور معقول ہو ہی نہیں سکتی، اور صرف اس بات ہی مستقل عادت کے سوا کہ اپنی رائے کو آوروں کی رائے سے مقابلہ کرے اس کی اصلاح و تکمیل کیا کرے، اور کوئی بات اس پر اعتماد کرنے کی وجہ سے منظور نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ اس صورت میں اس شخص نے لوگوں کی اون تمام باتوں کو جو اس کے برخلاف کہہ سکتے تھے، بخوبی سنا، اور تمام معترضوں کے سامنے اپنی رائے کو ڈالا، اور بعض اس کے کہ مشکلوں اور اعتراضوں کو چھپا کر، خود اسے جستجو کی، اور ہر طرف سے جو کچھ روشنی پہنچی، اس کو بند نہیں کیا، تو ایسا شخص البتہ اس بات کے خیال کرنے کا استحقاق رکھتا ہے کہ میری رائے ایسے شخص یا اشخاص سے جنہوں نے اپنی رائے کو اس طرح پر پختہ نہیں کیا، بہتر و فایز ہے۔

جس شخص کو اپنی رائے پر کسی قدر بہرہ رسا کرنے کی خواہش ہو یا یہ خواہش رکھتا ہو کہ عام لوگ بھی اس کو تسلیم کریں، اس کا طریقہ بجز اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے کو عام مباحثہ اور ہر قسم کے لوگوں کے اعتراضوں کے لیے حاضر کرے، اگر نیشن صاحب کی حکمت اور ہیئت اور مسئلہ ثقل پر اعتراض اور حجت کرنیکی اجازت نہ ہوتی، تو دنیا اس کی صحت اور صداقت پر ایسا پختہ یقین نہ کر سکتی، جیسا کہ اب کرتی ہے۔ کیا کچھ مخالفت ہے جو لوگوں نے اس دانا حکیم کے ساتھ نہیں کی، اور کونسی مذہبی لعن و طعن ہے، جو اس سے اور سچی رائے رکھنے والے حکیم کو نہیں دی گئی، مگر غور کرنا چاہیے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ یہ ہوا کہ آج تمام دنیا کیا دانا کیا حکیم اور کیا مقصد کیا اہل مذہب سب اس کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کو سچ جانتے ہیں اور مذہبی عقائد سے بھی زیادہ اس کی سچائی دلوں میں بیٹھی ہے۔ بغیر آزادی رائے کے کسی چیز کی سچائی جہاں تک کہ اس کی سچائی دریافت ہونی ممکن ہے دریافت نہیں ہو سکتی۔ جن اعتقادوں کو ہم نہایت جائز و درست سمجھتے ہیں، ان کے جواز و درستی کی اور کوئی سند اور بنیاد بجز اس کے نہیں ہو سکتی کہ تمام دنیا کو اختیار دیا جائے کہ وہ ان کو بے بنیاد ثابت کریں۔ اگر وہ لوگ ایسا قصد نہ کریں یا کریں اور کامیاب نہ ہوں، تو بھی ہم ان پر یقین کامل رکھنے کے مجاز نہیں ہیں البتہ ایسی اجازت دینے سے ہم نے ایک ایسا نہایت عمدہ ثبوت اور کی صحت کا حاصل کیا ہے جو انسانوں کی عقل کی حالت موجودہ سے ممکن تھا، کیونکہ ایسی حالت میں ہم نے کسی ایسی بات سے غفلت نہیں کی جس سے صحیح صحیح بات ہم تک نہ پہنچ سکتی ہو اور اگر امر مذکورہ پر مباحثہ کی اجازت جاری نہ ہو تو ہم امید کر سکتے ہیں کہ اگر کوئی بات اس سے بہتر اور سچ اور صحیح ہے تو وہ اس وقت ہم کو حاصل ہو جاوے گی جبکہ انسانوں کی عقل و فہم اس کے دریافت کرنے کے قابل ہوگی اور اس اثنا میں ہم اس بات کا یقین کر سکتے ہیں کہ ہم راستی اور صداقت کے اس قدر قریب پہنچ گئے ہیں جس قدر ہمارے زمانہ میں ممکن تھا۔ غرض کہ ایک خطا راہ وجود جس کو انسان کہتے ہیں، اگر کسی امر کی نسبت کسی قدر یقین حاصل کر سکتا ہے، تو اس کا یہی طریقہ ہے جو بیان ہوا، اور مسلمانی مذہب کا جو ایک مشہور مسئلہ ہے کہ الحق یعلو ولا یعلیٰ، یہ اس کی ایک ادنیٰ تفسیر ہے۔ (باقی اٹھدہ)

یقین کے موافق عمل کیا ہے، بلکہ اس سے بہت زیادہ کیا جاتا ہے۔ اس بات میں کہ ایک رائے کو اس وجہ سے صحیح سمجھا جاوے کہ اس پر اعتراض و حجت کرنے کا ہر طرح پر لوگوں کو موقع دیا گیا اور اس کی تردید نہ ہو سکی، اور اس بات میں کہ ایک رائے کو اس وجہ سے صحیح مان لیا گیا کہ اس کی تردید کسی کی اجازت نہیں ہوئی، زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ پس مخالف رائے کی مزاحمت کرنے والے اپنی رائے کو اس وجہ سے صحیح نہیں سمجھتے کہ اس کی تردید نہیں ہو سکی، بلکہ اس لیے صحیح ٹھہراتے ہیں کہ اس کی تردید کی اجازت نہیں ہوئی، حالانکہ جس شرط سے ہم بطور جائز اپنی رائے کو عمل درآمد ہونے کے لیے درست قرار دے سکتے ہیں، وہ صرف یہی ہے کہ لوگوں کو اس بات کی کامل آزادی ہو کہ وہ اس رائے کے برخلاف کہیں، اور اس کو غلط ثابت کریں، اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے کہ انسان جس کے قوائے عقلی اور قوا کامل نہیں ہیں، اپنے آپ کو راہ راست پر ہونے کا یقین کرے اور اہل مذاہب جو صرف اپنے معتقد فیہ ہی پیروی ہی کو راہ راست سمجھتے ہیں، جب تک کہ وہ بھی اس بات پر مباحثہ اور اظہار رائے کی اجازت نہ دیں، کہ جس طرح پر ان کا عمل درآمد اور چال چلن یا اعتقاد اور خیال ہے، وہ صحیح طور سے ان کے معتقد فیہ کی پیروی ہے یا نہیں؟ اس وقت تک وہ بھی اپنے آپ کو راہ راست پر ہونے کا یقین نہیں کر سکتے۔

انسان کی پچھلی حالتوں کا موجودہ حالتوں سے مقابلہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں انسانوں کا یہی حال رہا ہے، کہ سو میں سے ایک ہی شخص اس قابل ہوتا ہے کہ کسی دقیق معاملہ پر رائے دے، اور نفاذ شخص اس میں رائے دینے کی لیاقت نہیں رکھتے۔ مگر اس ایک آدمی کی رائے کی عمدگی بھی صرف اضافی ہوتی ہے، اس لیے کہ اگلے زمانہ کے لوگوں میں اکثر آدمی جو سمجھ بوجھ اور لیاقت میں مشہور تھے، ایسی رائے رکھتے تھے کہ جن کی غلطی اب بخوبی روشن ہو گئی ہے۔ بہت سی ایسی باتیں ان کو پسندیدہ اور ان کا عمل درآمد تھیں، جن کو اب کوئی بھی قہیک اور درست نہیں سمجھتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانوں میں ہمیشہ معقول رائے اور پسندیدہ رائے کو غلبہ رہتا ہے مگر اس کا سبب بجز انسان کی عقل و فہم کی ایک عمدہ صفت کے جو نہایت ہی پسندیدہ ہے اور کوئی نہیں، اور وہ صفت یہ ہے کہ انسان کی غلطیاں اصلاح کی صلاحیت رکھتی ہیں، یعنی انسان اپنی غلطیوں کو مباحثہ اور تجربہ کے ذریعہ سے درست کر لینے کی قابلیت رکھتا ہے، پس انسان کی رائے کی تمام قوت اور قدر و منزلت کا حصر اس ایک ہی بات پر ہے، کہ جب وہ غلط ہو تو صحیح کی جاسکتی ہے، مگر اس پر اعتماد اسی وقت کیا جاسکتا ہے جبکہ اس کے صحیح کرنے کے ذریعے ہمیشہ برتنے میں رکھے جاویں۔ خیال کرنا چاہیے کہ جس آدمی کی رائے حقیقت میں اعتماد کے قابل ہے اس کی وہ رائے اس قدر و منزلت کو کس وجہ سے پہنچتی ہے؟ اسی وجہ سے پہنچی ہے، کہ اس نے ہمیشہ اپنی طبیعت پر اس بات کو گوارا رکھا ہے کہ اس کی رائے پر نکتہ چینیاں کی جائیں اور اس نے اپنا طریقہ یہ ٹھہرایا ہے کہ اپنے مخالف کی رائے کو قہندے دل سے سننا اور اس میں جو کچھ درست اور واجب تھا اس سے خود مستفید ہونا اور جو کچھ اس میں غلط اور ناجواب تھا اس کو سمجھ لینا، اور موقع پر اس غلطی سے اوڑھ کر بھی آگاہ کر دینا۔ ایسا شخص گویا اس بات کو عملی طور پر تسلیم کرتا ہے کہ جس طریقہ سے انسان کسی معاملہ کے کل مدارج کو جان سکتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ اس کی بابت ہر قسم کی رائے کے

ناموران - نہ ہٹا طاب

پس لڑکیوں کا ترکہ بنص صریح قرآنی ثابت ہے (للذکر مثل حظ الانثیین) اور جو شخص یا قوم اس سے منکر ہے اسکا وہی حکم ہے جو حضرت ابو بکر کی امتاز خلافت میں منکرین ذات کا تھا - انکی مثال ان منافقین کی سی ہے جو کہتے تھے کہ :

نومن ببعض ونکفر ببعض شریعت کے احکام میں سے چند باتوں کو مان لینے اور ویریدوں ان یقعدوا بین چند باتوں سے انکار کر دینگے - اے پیغمبر یہ چاہتے ہیں کہ ذالک سبیل (۱۵ - ۱۴) اسطرح اسلام و فکر کے درمیان کوئی تیسری راہ اختیار کریں -

اپکے ملک کے مسلمانوں کا اور علی الغرض علما کا فرض ہے کہ جسقدر سعی انکی اصلاح اور اس حکم شریعت کے احیاء میں ہو سکے اس سے دریغ نہ کریں ابتداء میں وسائل حسنہ عمل میں لائیں باز نہ آئیں تو کچھ مضائقہ نہیں اگر مصلحت سختی اور درستی سے بھی کام لیں اور ان کے ساتھ کھانا پینا اور شادی غمی کی شرکت بالکل بند کر دیں - آجکل کے زمانے میں احیاء شریعت کے لیے سب سے بڑی ضرورت اسی ہے اور الحب فی اللہ والبغض فی اللہ اعظم بنیاد ایمان سے ہے -

یاد رکھنا چاہیے کہ موجودہ دور اسلام کے لیے انتہا درجے کی غربت کا دور ہے - اس وقت ہزار نمازوں اور روزوں سے بڑھکر عبادت یہ ہے کہ شریعت کی کوئی ایک مٹی ہوئی نشانی بھی زندہ کر دی جائے - فی الحقیقت یہ کم از جہاد فی سبیل اللہ نہیں - زہے نصیب اس بلند طالع کے جسکو احیاء شریعت کی توفیق بارگاہ الہی سے مرحمت فرمائی جائے !!

البطل العظیم، صاحب المجد الخالد
الشہید فی سبیل اللہ
علی نظمی افندی

یہ تصویر ملائک جہاں یہ شہید معصومیت و کمال، یہ تمثال تقدیس و احترام، علی نظمی افندی ایک پانزدہ

سالہ عثمانی مجاہد کی ہے جو اعلان جنگ کے وقت مکتب حریہ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا - جنگ کی خبر سننے ہی طرابلس جانے کیلئے طیار ہو گیا، تین جوڑے کپڑوں کے اور آٹھ ترکی پازند جو اپنے بعض دور کے عوزوں سے لے لے کر جمع کیے تھے اپنے ساندے لے لے اور دھل احمد کے دفتر میں جا کر کہا کہ مجھ کو اپنے آدھروں کے ساتھ طرابلس پہنچدو - لوگوں نے جب اُنکی صورت معصوم دیکھی، اُنکی عمر کو پوچھا، اور پھر اُنکے ارادے پر نظر ڈالی، تو

ابواب کے ایک خاص باب ”فراستہ“ کا بھی قرار دیا ہے - چنانچہ اس حدیث کی تخریج کو بھی میں (کنز العمال) کی (کتاب الفراستہ) سے لکھ رہا ہوں - قسم شاء التفصیل، فلیرجع الیہ - یہ ایک نہایت وسیع مضمون ہے، اگر لکھوں کہ حدیث زیر تخریج میں جس فراستہ کا ذکر ہے، اسکی حقیقت کیا ہے؟ لیکن چونکہ (خصائص مسلم) میں ایک خاص سرخی کے ساتھ

بالتفصیل لکھ چکا ہوں جو عنقریب شائع ہونے والی ہے - اسلئے یہاں مزید اطناب کی ضرورت نہیں -

تاہم اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس حدیث میں تو ”نور اللہ“ کا لفظ ہے، یعنی مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، لیکن میرا عقیدہ یہ ہے کہ چہرہ دیکھنے ہی کی خصوصیت نہیں، سچا مومن تو وہ ہے جو از سر تا پا نور الہی ہو جائے - لا یفطر الا بعینہ، ولا یسمع الا بسمعہ، ولا یتکلم الا بلسانہ - انا من اھوی ومن اھوی انا نحن روحان حللنا بدنا فاذا ابہ - رتنبی، ابہ - رتہ و اذا ابہ - رتہ، ابہ - رتنا

پنجاب کے نو مسلم، جو لڑکیوں کو ترکہ نہیں دیتے

شیخ بدر الدین صاحب از کجرا نوالہ

اس ملک میں بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے تمام احکام شرع قبول کر لیے ہیں مگر قدیمی عندوانہ رسم و رواج کے اثر سے اسے منظور نہیں کرتے کہ لڑکیوں کو ترکہ دیں - شرعاً اونکی نسبت کیا حکم ہے؟ اور ہملوگوں کو انکے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟

(المجلد) پنجاب کی خصوصیت نہیں، بمبئی میں بھی جسقدر کچھ میمن اور اسماعیلی خوجہ ہیں، انہیں اب تک ہندو شریعت کا یہ اثر باقی ہے اور وہ لڑکیوں کو شادی کے وقت بطور جہیز کچھ دیتے ہیں، باقی ترکے میں انکا

کرمی حصہ نہیں - فی الحقیقت یہ ایک کھلا بقیہ کفر اور صریح انکار شریعت اسلامیہ ہے - شریعت عبارت ہے ان تمام احکام کلی و جزئی اور امری و فروعی سے، جو قرآن مجید میں بیان کیے گئے اور جنکو محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعمرے وحی پیش کیا - پس احکام قرآنی کے کسی ایک جزر کا انکار یعنی اسے کل کا انکار ہے، اور جو اس شخص کو اپنے نئیں مسلمان کہنے کا حق حاصل نہیں، جو احکام قرآنی میں سے کسی جزئی یا فروعی حکم کا بھی منکر ہو -

تعرف فی وجوہہم نضرة النعم
(۱) (۲۳ - ۸۳)

ایک پانزدہ سالہ مجاہد شہید

علی نظمی افندی
رسمی اللہ تعالیٰ مدہ

دنیا میں ہمیشہ قوموں کی عزت و - رف انکے چند افراد مغموس پر منحصر رہی ہے - جن قوموں کی یاد کو آج زندہ سمجھا جاتا ہے، فی الحقیقت انکی زندگی کے بھی معنی ہیں کہ انکا کوئی فرد ہمیشہ کیلئے زندہ ہے، اور دست حوادث اسکی موت پر قادر نہیں - اگر یہ سچ ہے، تو کیا وہ عثمانی نسل کبھی مت - ساتی ہے جس میں (علی نظمی افندی) کا وجود پیدا ہوا، اور زردی پندہ گروہوں کے دیکھنے سے بچ ہی اپنے شرف و تقدس کا نقش مہمات عالم پر نقش کر لیا؟

(۱) اہل جنت کی پہچان یہ ہے کہ تم انکو دیکھو تو خوشحالی کی شکستہ کی ان کے چہروں سے ٹپک رہی ہو -

مذہب و علم

اسئلہ و اجوبہ

— * —

مذاہرہ علمیہ الہلال کا ایک نہایت اہم باب ہے۔ اس عنوان کے نیچے علمی مضامین و تراجم، انکشافات و تحقیقات جدیدہ، قدیم و جدید عربی و انٹرنیوزی نسب و رسائل پر تنقید، نیز ہر طرح کے مفید علمی اور مذہبی سوالات کے جوابات درج ہوا کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہفت ہفتوں کی طرف متوجہ ہونے کی مہلت نہیں ملتی ہے۔ مجبوراً چند معمولی سوالات کے جوابات اور عام مطبوعات کے اقتقاد سے آج اس باب پر شروع کر دیتے ہیں کہ جب شروع ہو جائے گا تو طبیعت ذمہ داری محسوس کرے کسی نہ کسی طرح جاری رکھے گی۔ لیکن ناظرین اس سے یہ رائے قائم نہ فرمائیں کہ مذاکرہ علمیہ سے مقصود صرف انتہائی ہے۔ انشاء اللہ مقرب رہے اس باب کو نہایت اہم اور عظیم الشان فائدہ دینے اور الہلال کا ہر باب اپنی اعلیٰ شان تک پہنچ جائے گا و اللہ بیدار۔ بعداً

گذشتہ اسلامی دارالعلوم اور مسئلہ الحاق

از مسٹر احمد علی خان صاحب بی۔ اے

لکھنؤ سے جو گمنام چٹھی جناب کی خدمت میں پہنچی تھی، اس میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کی گذشتہ یونیورسٹیاں مقام و باقی کے نام سے مشہور ہوئیں یا عام اسلامی حیثیت سے؟ جناب عالی نے اسکا جو جواب اپنی تحریر میں دیا ہے فی الحقیقت سائل کے انداز سوال اور مقصد سوال کے لحاظ سے بالکل مناسب اور دندان شکن تھا۔ اور فی الحقیقت جناب کی یہ خیریت ہے کہ ہر تحریر معنماً مدلل اور لفظاً عبارت اور انشاً پردازی کا ایک معجزہ ہوتی ہے۔ نیازمند کے عقیدے میں تو یہ کلام الہی کے مطالعہ کا فیض ہے۔ لیکن اس تحریر سے قطع نظر بڑے نیازمند مستفسر ہے کہ ایسا سائل کا خیال صحیح تھا؟ اور گذشتہ اسلامی دارالعلوم غیر الحاقی تھے؟

[الہلال] اصل بات یہ ہے کہ لکھنؤی صاحب کو توجواب دینے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ ان لوگوں نے آج کل کے اسلامی تعلیم اور مسلمانوں کے گذشتہ اعمال کے مطابق انجمل دیے ہیں، کہ آج یونیورسٹی ان اصولوں پر قائم کی جائے گی؟ پہلے خود اپنے تئیں تو اسلام کے علم احکام کا عامل بنالیں، پھر علی گڑھ کی یونیورسٹی بھی بن رہے گی۔

لیکن اگر تاریخی تحقیق کے لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ خیال بالکل غلط ہے کہ مسلمانوں کے دارالعلوم غیر الحاقی ہوا کرتے تھے۔ گو موجودہ درسگاہوں کا نظام و قاعدہ اُس زمانے میں نہ ہو، مگر الحاق کے بارے میں تو انکی نظریں بالکل صاف ہیں۔ سب سے بڑی اور پہلی عظیم الشان یونیورسٹی سنہ ۴۵۷ میں (نظام الملک سلجوقی) نے بغداد میں قائم کی تھی، جس کو سب جانتے ہیں کہ (نظامیہ) کے نام سے مشہور ہوئی، لیکن یہ ٹھیک ٹھیک آجکل کی اصطلاح کے مطابق ایک الحاقی یونیورسٹی تھی۔ (نظامیہ) بغداد میں ایک مرکزی دارالعلوم تھا، اور تمام بڑے بڑے اسلامی شہروں میں اسکی شاخیں عظیم الشان کالجوں کی صورت میں قائم تھیں۔ ان سب میں نظامیہ ہی کا کورس پڑھایا جاتا تھا۔ وہاں کے تعلیم یافتہ اُسی عظمت و احترام کے مستحق سمجھے جاتے تھے، جو خود نظامیہ کے تربیت یافتہ علما کے لیے مخصوص تھا۔

یہ تمام کالج بھی برجہ مرکزی تعلق کے نظامیہ ہی کے نام سے مشہور ہوئے۔ چنانچہ مورخین نے نیشاپور، اصفہان، ہرات اور مومل کے نظامیہ مدارس کا پوری تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ بڑے بڑے مشاہیر علما کے حالات میں اسکی تصریح ملتی ہے کہ یہ ان نظامیہ شاخوں کے تعلیم یافتہ تھے، یا انہوں نے وہاں درس کی خدمت انجمل دی تھی۔ چنانچہ (ابو حامد محبی الدین) اور (ارجانی) کے حالات میں اسکا تذکرہ موجود ہے۔

نظامیہ بغداد کے ان حالات کے لیے تاریخ ابن اثیر، ابن خنکان، آثار البلاد قزوینی، طبقات الشافعیہ للسبکی کا مطالعہ فرمائیے۔ ابن اثیر میں یہ حالات سنہ ۴۴۵ء سے ۴۵۹ء تک کے واقعات میں ملیں گے۔

حدیث ”انقروا من فراسة المومن“

مولانا سلامت علی صاحب از کجرات

آپنے لکھنؤ کی گمنام مراسلہ کے جواب میں ایک جگہ اس حدیث سے استدلال کیا ہے: ”انقروا من فراسة المومن“ فانہ ينظر بنور الله“ (۱) یہ صحیح نہیں ہے، اور اگر ہے تو سند درکار ہے۔ (الہلال) فقیر نے تو کہیں بھی استدلال نہیں کیا، نہ تو اسکو یہ حیثیت دلیل کے پیش کیا ہے، اور نہ اسکی وہاں کوئی بحث تھی۔ تعجب ہے کہ جناب نے استدلال کا لفظ کیونکر لکھا؟

یہی حدیث کی توثیق، تو سب سے پہلے تو اس حدیث کو (امام بخاری) نے تاریخ میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے۔ پھر (طبرانی) نے ابی امامہ سے، اور (ابن جریر) نے حضرت عبد اللہ ابن عمر سے۔ ابن جریر نے حضرت ثوبان سے بھی روایت کی ہے، مگر اس میں ”انقروا“ کی جگہ ”احذروا“ کا لفظ ہے۔ اس کے علاوہ ایک جماعت کثیر صوفیاء کرام مثل (قدیری) و (ابوطالب مکی) وغیرہ اپنی اپنی سندوں سے اسے روایت کرچکے ہیں۔

یہ تو اسکی سند و روایت کا حال ہے۔ معنماً دیکھیے تو قرآن کریم کے عین مطابق ہے۔ قرآن نے بار بار ایمان کو ”نور“ سے تعبیر کیا ہے: یوم تری المؤمنین و المؤمنات ای یضیروا! قیامت کے دن تم دیکھو گے کہ مسلمان یسعی نورہم بین یدہم مردوں اور عورتوں کے آگے انکا ایمان نور بنکر نکلا و باہر نکلا (۵۷-۱۲) آگے اور دھن چل رہا ہوگا۔

پس جس مومن نے ”نور ایمان“ جو فی الحقیقت نور الہی ہے۔ اپنے اندر پیدا کر لیا، اسکی نظریں اس نور کے پرتو سے کیونکر محروم رہ سکتی ہیں؟

”فراستہ ایمانی“ بھی ایک ممتاز علامت، علائم ایمان میں سے ہے، قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا: ان فی ذلک لآیات یبشک تعالجات الہی میں بہت سی نشانیوں ہیں المؤمنین (۱۵-۷۵) صاحبان فراست کے لیے۔ یہاں ”توسم“ سے مراد ”فراستہ“ ہی ہے۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آنحضرت (صلعم) نے فرمایا ہے کہ۔

ان لله تعالیٰ عبادہ، اللہ تعالیٰ کے بعض خاص بند۔ ایسے ہوتے ہیں جو انسانوں پر نور النافس بالقوسم کو اپنی فراستہ ایمانی سے پہچان جاتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں ہے: ان لكل قوم فراستہ، و انما يعرفها الاشراف، یہی وجہ ہے کہ اکثر کتب حدیث میں محدثین نے مثل دیگر

(۱) یعنی مومن کی فراستہ سے نور، کیونکہ وہ نور الہی کی بصارت سے دیکھتا ہے۔

کیپٹن مویز کی سرگذشت

• * •

اسی سلسلے میں سب سے زیادہ دلچسپ واقعہ ایک مشاق اٹالین طیار (کیپٹن مویز) کا ہے، جسکی سرگذشت مصر کی نئی ڈاک میں شائع ہوئی ہے۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ۱۳ ستمبر کو (ریور) نے خبر دی تھی کہ ”کیپٹن مویز جس وقت اپنا ہوائی جہاز (وزارہ) سے اڑتا ہوا طرابلس جا رہا تھا، بد قسمتی سے عربی کیمپ میں گر گیا۔“ یہ عجیب بات ہے کہ اپنی عادت مستمرہ کے خلاف روما میں یہ جہاز نہیں چھپائی گئی۔ چنانچہ ایک مشہور اٹالین اخبار (جرنل دی اٹالیا) میں اس کے نامہ نگار مقیم طرابلس نے جو چٹھی شائع کرائی ہے، اسکا مضمون حسب ذیل ہے:

”کیپٹن مویز وزارہ کے عثمانی ڈیمپوں کے لیے نکلا تھا، لیکن یکایک جہاز چلنے سے بدکار ہو گیا، اور عثمانی کیمپ کے قریب عربوں کے ایک گروہ کے سامنے گر گیا۔ اہل ان کے ساتھ ایک چھوٹا سا بی بندوبست بھی تھا۔ غنیمت ہے کہ کوئی خطرناک چوٹ نہیں آئی اور اس نے بلا تامل اپنے تئیں عربوں کے حوالے کر دیا۔ عربوں نے اسے قید کر لیا اور اس کے ساتھ ساتھ (عزیزہ) (فتیحی یک) کے پاس بھیج دیا۔ نمائندہ مددحہ پٹان کے ساتھ نہایت لطف و خلق سے پیش آئے، اور دیر تک فرانسیسی زبان میں گفتگو کرتے رہے۔

پٹان نے کہا کہ ”وطن میں صرف میری ایک عزیز بہن ہے، اور وہ اخباروں میں میری کم نشستی کی خبر پڑھ کر نہایت پریشان ہوئی۔“

(فتیحی یک) نے بخوشی اجازت دی کہ فوراً تارے ذریعے اپنی خیریت اور سلامتی سے اپنی بہن کو نیز اٹالین کیمپ سے اطلاع دیدے۔“

چنانچہ اس کی نصیحت اخبار (طان) کے بیان سے بھی ہوئی ہے، جو لکھتا ہے کہ کیپٹن مویز کا ایک تار مقام (دھبیات) سے آسکی بہن کے نام پہنچا ہے جس میں لکھا ہے، کہ میری گرفتاری میں وجہ سے پریشان نہ ہونا۔ میری صحت بہت اچھی ہے۔ اس واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عربوں اور ترکوں کا سلوک دشمنوں کے ساتھ کس درجہ شریفانہ ہے، حالانکہ اٹالین کیمپ کا یہ حال ہے کہ عثمانی کیمپ سے جب کبھی پیغامات لیکر قاصد آئے ہیں، تو دنیا بھر کے مسلم قانون تہذیب کے خلاف انکو قید کرنے یا قتل کرنے کی کوشش کی ہے۔

ایک بہت بڑا فائدہ کیپٹن مویز کے جہاز کی گرفتاری سے ترکوں کو یہ ہوا کہ اب وہ بھی اس مفت کے جہاز سے دشمن کے مقابلے میں کام لے سکتے ہیں۔ عربوں نے دشمنوں کا گولا بارود چھین کر خود انہی کے مقابلہ میں خرچ کیا تھا، لیکن ہوائی جہاز انکی دسترس سے باہر تھا، خدا نے کہا کہ وہ بھی میں اپنی قدرت کاملہ سے تمہیں دلا دیتا ہوں! واللہ ولی الصابرين۔

انکے سامنے اٹالین کمانڈر نے پوری حکمرانی کے ساتھ حکم دیا کہ اس اپنی معذرت قبول طاقت کی نمائش کی جائے اور اس طرح اس نئی اٹالین نوآبادی کی دیسی خلقت کو دکھلا دیا جائے کہ انکے عظیم الشان فاتح کیسی طاقتیں اپنے قبضے میں رکھتے ہیں؟

چنانچہ جہاز اڑتا، اور ہر اٹالین سپاہی نے اس بے تکلفانہ فخر اور بے تکان غرور کے ساتھ تالیاں بچائیں، گویا ان میں سے ہر فرد اس عجیب و غریب آلے کا اصلی موجد ہے، اور قدرتی حق رکھتا ہے کہ اسکی کامیابیوں کے منظر کی عزت کو اپنی طرف منسوب کرے جس قدر مغرورانہ شان مانی دے سکتا ہے، کر لے!!

لیکن (بقول مسٹر میکلا) کے عربوں کا وہ وسیع دائرہ، جو بڑے اعزاز کے ساتھ احاطے کے چاروں طرف جمع کیا گیا تھا، اور جسمیں مرد عورت، جوان اور بچے، ہر طرح کے لوگ تھے، پورے سکون اور بے زنجیری تھے جہاز کی پرواز کو دیکھتا رہا، اور عین اسوقت، جبکہ اٹالین شاید اسکی منتظر تھے، انکی سلحراہ طاقت نمائی کو دیکھ کر تمام وحشی دیسی انکے سامنے سر بسجود ہو جائیں گے، ان کی زبانوں سے انکو کوئی صدا نکلی، تو صرف یہ نکلی کہ ”کیا پات اور قدوس ہے ذات آسکی، جس نے اس دنیا میں عجیب عجیب نظارے پیدا کر دیے ہیں!!“

اسکے بعد یہ جہاز اندرون طرابلس میں عثمانی ڈیمپوں کی حالت دیکھنے کے لیے بھیجا گیا، لیکن کامل بارہ ٹھنٹے کی سیاحت کے بعد صرف یہ قیمتی معلومات لیدر آیا کہ ”ریگستان اور ڈیمپ“ اور ان میں سرخ گریبوں اور سفید چادر والے انسان متحرک نظر آئے ہیں۔“ ”دسمبر میں دوسرا جہاز ایک مشاق جہازوں کے ساتھ پہنچا، اور وہ اس سامان کے ساتھ بھیجا گیا کہ جہاز کے ساتھ ساتھ نیچے ایک سوار بھی مضمین کر دیا، تاکہ اڑنے سے تمام حالات دیکھ کر اور لکھ کر نیچے پہنچتا رہے اور وہ دوسرے سواروں کی ڈاک کے ذریعے اٹالین کیمپ میں پہنچتے رہیں۔ لیکن پانچ گھنٹے کے بعد غریب سوار ہانپتا ہوا پہنچا، اور یہ خبر لایا کہ ”جہاز جوں ہی ایک عرب جماعت کے قریب پہنچا، انہوں نے دیکھتے ہی بغیر کسی بدحواسی اور تعجب کے بددقوں کا منہ اسکی طرف کر دیا، اور پھر نہیں معلوم جہاز کس طرف غائب ہو گیا؟“ (تصویر نمبر ۱)

شام کو بیرون شہر کے ایک باغ میں دیکھا گیا کہ بیسویں صدی کی یہ سب سے بڑی ایجاد، اٹالین خرس بختی کے ہاتھوں اڑ رہی تھی ہے، اور اپنے زخمی اڑنے ہوش مالک کو اپنے آغوش میں اس طرح چھپا لیا ہے، کہ کہیں اسکا پتہ نہیں!!

حال میں ایک مشہور انگریزی اخبار نے اپنے خریداروں سے دریافت کیا تھا، کہ موجودہ دوز کی سب بڑی ایجاد کونسی ہے؟ اسپر جو رائیں وصول ہوئیں، ان میں سب سے زیادہ روٹ ہوائی جہاز کے حق میں تھی۔ لیکن اگر وہ رائے دینے والے اس ”سب سے بڑی ایجاد“ کا یہ اٹالین تجربہ دیکھتے، تو شاید انکو فوراً لکھ دینا پڑتا کہ ”ہماری رائیں واپس کر دی جائیں۔“

دوسرا عظیم الشان کام جو طرابلس میں ہوائی جہازوں سے لیا گیا، ان مطبوعہ تحریروں کی تقسیم تھی، جن میں اہل عرب کو ترکوں سے بدگمان کرنے کے لیے طرح طرح کے وسائل مکرر فریب سے کام لیا گیا تھا، (دیکھو تصویر نمبر ۲)۔ کئی کئی ہزار کاپیاں ان تحریروں کی لیکر بہادر طیار جہازوں میں روانہ ہو جائے، اور جہاں عربوں کو دیکھتے، اوپر سے پھینکنا شروع کرتے۔ لیکن یہ کام بھی اسے زیادہ عرصے تک نہ لیا جاسکا کیونکہ اگر چند عرب ان کاغذوں کو رسالوں کو لیتے دیکھتے زمین کی طرف جھک جاتے تھے، تو چند عربوں کی بندوقوں کی زبانی اوپر کی طرف رخ بھی کر دیتی تھیں۔

عہد

فارسی اور اردو فائیکل

ایکترین مہمان کیلئے

مستطیل

مستطیل



کارسنہاٹرا بابا

میں نہیں پاتا..... ملائکہ رحمت کا عجم حوران بہشتی کا
حلقہ، ازرتیرے خدائے محبوب کا اغوش محبت، مبارک ہو تجھ کو
اے علی نظمی! اے چشم اسلام کے ”قوۃ عین“! اے جگو گوشہ
ملت مظلوم! اے شہید معصوم! اور اے وہ، کہ قیامت کے دن
دامن رحمة العالمین سے لپٹ کر تیرا معصوم اور بہولا، مکر زخموں کی
کثرت سے خوں چکل چہرہ عرصہ قیامت میں ایک اور قیامت پیدا
کردیگا!!

روز کہ شوہ ”اذالسا، انشقت“
واندم کہ برد ”اذا النجوم انطمرت“
من دامن تو بیدم اندر عرصات
نوبم صنما! ”باقی فنب قتلہ؟“

طرابلس میں اٹالین ہوائی جہاز

— * —

ہوائی جہازوں کی ایجاد کی تکمیل کے بعد جنگ طرابلس پہلی
لڑائی ہے، جس میں اس ایجاد کے تجربے کا دنیا کو موقع ملا۔

نمبر (۲)



اٹالین ہوائی جہاز سے چہرے ہونے والے پھینکے
گئے ہیں اور عرب انکر اٹھا رہے ہیں

جب ایک فرانسیسی طیار (۱) انڈاش چینل کو طے کر کے فرانس
سے برطانیہ پہنچ گیا تھا، تو (ریڈیو اف ریڈیو) میں ایک مضمون نگار نے
سوال کیا تھا کہ ”اگر ایک ہوائی جہاز کا مسافر اربہ سے ایک مشتعل
کولا ڈائنامیت کا پھینک دے، تو جزیرہ برطانیہ کے باشندوں کا کیا حال ہو؟“
لیکن اٹلی کے فوجی اعمال کے تجارب کے بعد شاید اب اس
سوال میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے یوں پوچھنا چاہیے کہ ”اگر ایک
متمدن حملہ آور قوم کا ہوائی جہاز مع اپنے ساز و سامان جنگ کے
وحشی قبائل کی لشکرگاہ میں گر پڑے، تو یہ اس پر فخر ایجاد کے
احترام کے لیے کیسا افسوس ناک واقعہ ہوگا؟“

بقول مسٹر (میکلا) پہلا ہوائی جہاز ۱۰ اکتوبر کو طرابلس
پہنچ گیا تھا، کیونکہ اس کے اڑنے کا نظارہ اپنے ہوٹل کی چھت سے
وہ عرصے تک دیکھتے رہے۔ اس جہاز سے سب سے پہلا کلم یہ لیا
کہ ایک علم اعلان کے بعد شہر کے تمام عربوں کو جمع کیا گیا اور

(۱) ایک مصر میں ہوائی جہاز کو ”طیارہ“ اور اس کے چلانے والے اور
اسیں اڑانے والے کو طیار کہتے ہیں۔

بہت سے رولے، اور بہتوں نے ہنسر حقارت کی۔ بعضوں نے کہا
کہ یہ بچپن کی بے وقوفی ہے، مگر بعضوں نے کہا کہ آسمانی
معجزات کی نشانی ہے۔ عزیزوں کی نسبت پوچھا تو معلوم ہوا
کہ یتیم ہے۔ ماں باپ مر چکے ہیں، صرف ایک بے پروا چچا ہے،
جو کسی خبر گیری کا فرض ادا کرتا ہے۔ جب پوچھا کہ طرابلس
کیوں جاتے ہو؟ تو اس نے آنکھوں میں آنسو بہہ کر کہا کہ
”خدا، اسلام، اور وطن کے نام پر“ بعضوں نے جب اسے دیا کہ
وہاں تو گولیاں چلتی ہیں، تو کہا کہ ”میں وہاں جانے کے
لیے بیقرار ہوں، جہاں میری ماں، میرا باپ، اور ہم سب کا خدا ہوگا“
اس کے چچا کو جب یہ حال معلوم ہوا، تو درڑا ہوا آیا، اور چیخ
اٹھا کہ یہ کیا بچپن کی بے وقوفی ہے؟ لیکن اس نے کہا کہ
”خواب میں میری ماں آئی تھی، اس نے خدا کی طرف سے
حکم دیا ہے کہ اس کے ملک میں چلا جاؤں، اور اس نے بتلایا کہ
خدا کا ملک طرابلس میں ہے“

نمبر (۱)



اٹالین ہوائی جہاز کو عرب بدوق کا نشانہ بنا
رہے ہیں

جب اس کا چچا کسی طرح راضی نہ ہوا، تو مصلحہ اس کے بھی
خاموشی اختیار کر لی۔ لیکن ایک ہفتے کے بعد لوگوں کو معلوم ہوا
کہ علی نظمی کا پتہ نہیں۔ تلاش و تجسس کے بعد اس کے کمرے سے
صرف ایک خط اور پتچ گینیاں ملیں، اور دوسرے ہی دن
دار الخلافہ کے تمام اخباروں میں اس عجیب واقعے کا تذکرہ ہونے لگا۔
ہفتوں پر ہفتے، اور مہینوں پر مہینے گزرتے، لیکن اس پانزہ
سالہ مجاہد کا پتہ نہ تھا۔ یہاں تک کہ پانچ مہینے کے بعد
(عزیز یہ) سے (عارف بک) نے اخبار (مذبح) کے نام اس مضمون کا
تار بھیجا:

”پندرہ برس کے علی نظمی کو اگر ہلال احمر کا دفتر نہ بھولا ہو،
تو براہ عنایت اس کو خبر دید بھیجے کہ وہ ”اپنے باپ، ماں، اور اپنے
خدا کے پاس پرسوں کے معرکے میں پہنچ گیا، جس کے لیے وہ بہت
بیقرار تھا“

ہم ائندہ نمبر میں اس کے خط کا ترجمہ شائع کریں گے، جو اس کے کمرے
سے نکلا تھا۔ کیونکہ اس وقت اس کے اور تذکرے کی طاقت اپنے دل

احسن الال

روزانہ

—:—

جو ہفتہ وار الال کی صوری و معنی خصوصیات
کے ساتھ عنقریب شائع ہوگا

—*—

ہر مقام پر ایجنٹوں کی ضرورت ہے
جنکو غیر معمولی کمیشن دیا جائے گا - درخواستیں بہت
جلد آنا چاہئیں -

—*—

مذاہبان للناس . و مدی و موعظۃ للمتقین
(۱۳۲ : ۴)

الایمان

—*—

دفتر الال کا ماہوار رسالہ

ہمسکا اصلی موضوع یہ ہوگا کہ قرآن کریم اور اسکے متعلق تمام علوم و معارف پر
تحقیقات کا ایک نیا ذخیرہ فراہم کرے اور ان مواقع و مشکلات کو دور کرنے کی
کوشش کرے، جنکی وجہ سے موجودہ طبقہ روز بروز قرآن کریم کی تعلیمات سے
نا آشنا ہوتا جاتا ہے لیکن ساتھ ہی تقریباً آٹھ ابواب آرد بھی ہوئے جنکے
نیچے مختلف موضوع و بحث کے علمی و مذہبی مضامین شائع کیے
جائیں گے - ضخامت، وضع و قطع، اور حسن طبع و حرف کی
نسبت اسقدر کھدینا کافی ہے کہ انشاء اللہ الال کی طرح
وہ بھی آرد پر پریس میں پہلا ماہوار میگزین ہوگا
و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت

جنگ ترکی و یورپ

— * —

بالاخر لڑائی شروع ہو گئی، والگیر فی مارقع - اس وقت تک جستدر خبریں آئی ہیں اضطراب سے خالی نہیں، مقام (بیرون) پر مانٹی نگر کو، اور سگر چک اور (یونی کف) پر بلغاریا کو شکست ہوئی، اسی طرح ۱۲ - کو ترکوں نے مقام (توزی) پر بھی فتح پائی - ترکوں نے حملے شروع کر دیے ہیں، مگر مانٹی نگر بھی اپنی ابتدائی فتوحات کی خبریں تقسیم کر رہا ہے - چنانچہ ۱۰ - کی تاریخ پر وہیں ظاہر کیا گیا ہے کہ قلعہ (تچ) پر قبضہ کر لیا گیا - اور پھر آج کی خبر ہے کہ (توزی) نامی ایک مقام میں بھی شاندار فتح مندی کے ساتھ ہم داخل ہو گئے، اور اس بیان کردہ فتح کو یہاں تک وسیع کیا گیا ہے کہ شاہ مانٹی نگر کے لڑنے کے اپنے مکتب

نے جواب دیا کہ اصلاحات میں کسی دوسری حکومت کی مداخلت منظور نہیں -

بلغاری کا نفیڈرینی کی یاد داشت اور یونان کے الٹی میٹم کی نسبت باب عالی نے فیصلہ کر لیا ہے کہ کوئی جواب نہ دیا جائے عثمانی وکلا متعینہ بلغراد و سرفیا کو ہدایتیں بھیج دی گئی ہیں کہ چونکہ ان یاد داشتوں میں ترکی شہنشاہی کا پورا پورا احترام نہیں کیا گیا ہے، لہذا جواب کی مستحق نہیں، اور تمام وکلا کو فوراً دار الخلافہ کا رخ کرنا چاہیے، کرپٹ نے کہلم کھلا یونانی پارلیمنٹ کی شرکت کا اعلان کر دیا ہے - یونان نے بھی اسکو علانیہ منظور کر لیا اور یہ ضرور ہونا تھا -

کرپٹ کے عیسائیوں نے اسکا بھی اعلان کر دیا ہے کہ ہم ۸۰۰۰ مسلح باشندگان کرپٹ سے یونان کی مدد کرنے کے لیے طیار ہیں -



اٹلی نے ساحل طرابلس سے اندرون طرابلس کی طرف ریلوے لائن بنانی شروع کی تھی، مگر کچھ تو عربوں نے اکھاڑ ڈالی اور کچھ حصہ ناتمام چھوڑ دیا گیا

عثمانی سفارت خانے کا پورا اسٹاف ایٹینس سے روانہ ہو گیا -

مگر قسطنطنیہ میں یونانی سفارت خانہ ابھی موجود ہے

ہر ہائینس سر آغا خاں نے (ماسکو) سے لندن کی بوتش ہلال احمر فنڈ کے لیے دو ہزار پاونڈ روانہ کیے ہیں، نیز لکھا ہے "سر دست ہندوستان کے مسلمان اپنے تمام ناموں، حتیٰ علیٰ کد، یونیورسٹی کے مسئلے کو بھی الگ اٹھا کر رہیں، تاکہ عثمانی صائب کے انسداد کے لیے تمام کوششیں جمع کی جا سکیں" جزا ہم اللہ تعالیٰ -

ہم نہایت خوش ہیں کہ ہر ہائینس نے اس موقع پر قابل تعریف خیریت مای سے کلم لیا - اور جو بڑے سچ اور حقیقت راقعی ہے اس کے کہنے میں دریغ نہیں کیا - دش اس وقت بھی جبکہ حالت کی فریادوں کی چیخیں آرہی تھیں، یونیورسٹی کا نثارہ بجا کر لوگوں کو ان کی طرف سے بے پروا نہ کر دیا ہوتا -

کے لوگوں کو دس ہزار ترکوں کی گرفتاری کی خوشخبری بھی بھیج دی ہے!

قسطنطنیہ میں ایک حشر جہد و مستعدی بپا ہے - طلباء کی جماعتیں باب عالی کی کڑیاں توڑ رہی ہیں کہ جنگ یورپی قوت کے ساتھ جاری رہے - عورتوں نے اخباروں میں مضامین لکھے ہیں کہ ہمیں بھی میدان جنگ میں زخمیوں کی خدمت کا موقع دیا جائے - حضرت سلطان المعظم کے بھائی، اور سلطان عبد الحمید کے صاحبزادے عبد الرحیم بھی مجاہدین میں شامل ہو گئے ہیں - جنگی طیاریاں یورپی سرعت کے ساتھ جڑی ہیں - میدان جنگ کی طرف فوجی روانگی کی روزانہ تعداد بیس ہزار ہے، اور اب تک چار لاکھ فوج وہاں جمع ہو چکی ہوگی - دل کی یاد داشت کا باب عالی

لَا تَقُولُوا لِمَنْ يُعَذِّبُكُمْ بِالْأَعْيُنِ أَنْ كُنْتُمْ مُذْنِبِينَ

الله

ایک ہفتہ وار رسالہ

یہ رسولِ عمرِ خصوصی

احمد یحییٰ خان لاہور کے املاک دہلوی

مقام اشاعت

۷-۱ مکلاوڈ اسٹریٹ

۱۳۶۰

قیت

الان ا و و

منشاهی ، رویه ۱۲ آه

کلاکتہ : چہار شنبہ ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۲۰ ہجری

Calcutta : Wednesday, October 23, 1912.

نمبر ۱۵

14



الہلال

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad

7-1, PRINCE STREET,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly .. 4-12.

میر سٹول غرضوی
اسلام آباد علامہ اعلیٰ

مقام اشاعت
۷-۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
شہائی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

ایک ہفتہ وار مصور سالہ

کلکتہ : چار شنبہ ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۴۰ ہجری

Calcutta : Wednesday, October 23, 1912.

نمبر ۱۵

رجال الغیب

الہلال کی پالیسی وضع زمانہ کے خلاف اسکا لب و بچہ
دشمن و دوست اس کے مضامین کوئی میں چھپتے ہیں جس کے علم
طور پر لوگ عالمی نہیں پھر کیا یہ حق اور صداقت کی قدرائی
فتح مندی نہیں ہے کہ اللہ دلوں کے دروازے اس کے لیے ہولنا جان
ہے ؟ ما یفتح اللہ للذات من رحمة فلا مصلک لها و ما یصلک
فلا یصل لہ [اللہ اپنی رحمت کا دروازہ بندوں پر کھولے تو
کوئی نہیں جو اسے بند کر سکے اور اگر اسکا دروازہ رحمت بند ہو جائے
کون ہے جو اسے کھول سکتا ہے ؟]

دعائی سے ایک بزرگ اس وقت تک پندرہ بیس خریدار
بہیم چکے ہیں اور انکا نام تک ہمیں معلوم نہیں اس سے بھی
بڑھکر یہ کہ آج ایک پچاس روپیہ کا نوٹ ہمارے نام آیا ہے جس کے
ساتھ ایک گمنام خط اس مضمون کا ہے :

"خدا کے لیے اپنی ہمت سے باز آجائے مسلمانوں کے لیے
الہلال ایک باب رحمت کھلا ہے اسکا نفع محدود نہ کیجیے۔ آپ
مجبور ہو کر طلباء کی رعایت بند کر دی ہے یہ حقیر رقم لیجئے اور
۲۵ طالب علموں کو ۱۰ روپیہ میں اللہ کی خدمت سے قلم لے لیں
لکھنا کہ آپ روپیہ واپس کر دیں گے"

ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں کہ روپیہ کی نسبت کوئی فیصلہ ایسا
نہ کریں گے جو انکی مرضی کے خلاف ہو مگر خدا کے لیے آپ نام سے
ہمیں اطلاع بخشیں اور اس سے معذور نہ رہیں جب تک کہ
نام نہیں بتلائیں گے روپیہ بعد امانت محفوظ رہے گا۔

موجودہ بلقانی جنگ کا نقشہ اس ہفتے نہیں دیا جاسکا
ایندہ ہفتے شائع ہو جائے گا اس کے مطالعے سے جنگ کے سمجھنے
میں مدد ملے گی۔

فہرس

۲	شذرات
	مقالہ افتتاحیہ
۵	القسطاس المستقیم (۳)
	مقالات
۸	ازادی رائے نمبر (۲)
۱۰	صفحہ من صفحات الفارغ
	اسئلہ و اجوبتها
۱۱	حکم تعظیم اسمی انصورت علی اللہ تبارک و تعالیٰ
	فکلمات
۱۳	مسلم لیگ (ایک نظم)
۱۴	کرزار طرابلس
	مسیحی تہذیب کی تاریخ کا ایک صفحہ
	جنگ ترکی و یورپ
۱۵	ہفتہ روز
۱۶	جنگ کی پہلی منزل

تعاریر

۱۰	سلطان محمد فاتح کا قسطنطنیہ میں داخلہ
۱۳	فائز بک (جنگ اٹلی کے خدیوے چار سے ترقی پزیر تھا)
۱۶	بنغازی کے جدید اقلین مورچے اور گڑھیں

ادارۃ الہلال کے لیے عربی اور انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب کی
رہت کا جو اعلان شائع ہوا تھا اسکی نسبت جن حضرات نے
نواستیں بھیجی ہیں وہ چند روز توقف فرمائیں۔ تمام
واستوں کے آجانے کے بعد نتیجہ سے اطلاع دی جائے گی۔

ناشران قرآن لمیٹڈ کی عمدہ مستند اور انڈیا مطبوعات

ناشران قرآن لمیٹڈ نے پندرہویں صدی ہجری کے آغا سے قرآن کریم اور حدیث پاک کے معانی و مطالب، احکام و ہدایت اور اسرار و خواص کو گھر گھر پہنچانے کیلئے جدید اشاعتی منصوبہ بنایا ہے جس کے تحت پاک و ہند براعظم کے سربراہان و مفسرین و محدثین اور علوم دینیہ کے دوسرے نامور فضلا کی تحریروں و محنت کے کامل و جہتم شائع کی جا رہی ہیں۔ دینی کتابوں کی اشاعت کے اس اعلیٰ مرکز نے انگریزی زبان میں بھی علوم اسلامیہ پر مشتمل کتب شائع کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ جبکہ آغاز قرآن کریم، احادیث نبوی کے انتخاب اور سیرت خاتم النبیین سے کیا جا رہا ہے۔ ہماری مطبوعات کتابت و طباعت کے اچھے انداز، جلدوں کی خوشنمائی اور قیمتوں کی انڈیا کے باوث مقبول خاص و عام ہیں۔ چند ایک کتابوں کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

مشکوٰۃ المصابیح :- ایک کامل عربی متن سائنس و تہذیب، حاشیہ پر حدیث کا خلاصہ معنوں بڑی قطع کے پورے دو ہزار صفحات کی دو جلدوں میں مکمل مع سما، احوال، قیمت فی جلد ۱۲۷ روپے مکمل سیٹ ۱۲۷ روپے

تاریخ حدیث و محدثین :- از مولانا غلام احمد حریری ایم۔ اے، فاضل علوم دینیہ، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور، احادیث رسول پاک کی تدوین اور محدثین کی سوانح و تنقید پر ایک مفصل اور جامع کتاب۔ عام کتابی قطع، ۶۵۶ صفحات، قیمت ۱۸ روپے

بہشتی زیور و خضر بہشتی زیور :- از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، اسلامی تعلیمات پر موجودہ صدی کی حد درجہ مقبول، نہایت مستند اور انتہائی مفید تصنیف جس کی ہر مسلمان کو احتیاج ہے۔ یہ کتاب عالمی زندگی میں روزمرہ پیش آنے والے اہم دینی و دنیوی معاملات کا بے مثل مستند مصاب ہے۔ جو ہر مسلمان مرد و زن کے لئے پیدائش سے موت تک مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت تھانوی کی حیات مبارکہ میں شائع ہونے والے آخری مستند ایڈیشن کے عین مطابق، اس نسخہ میں مفتی جمیل احمد تھانوی نے مفید حواشی کا اضافہ کیا ہے۔ مکمل، مکمل، مکمل ایڈیشن بڑی قطع، ۱۰۹۰ صفحات، قیمت ۵۴ روپے
مختصر بہشتی زیور، عام کتابی قطع صفحات ۶۲۵، قیمت ۲۳ روپے

احسن المسائل :- مولانا محمد حسن نانوتوی کے قلم سے جو حنفی کے مشہور ترین کفر الہیاتی آسان اور جامع اور اردو ترجمہ، سالہا سال سے اس ترجمہ کو بہت مستند قرار دیا جاتا ہے۔ قیمت ۹/۵۰ روپے

مخزن اخلاق :- از مولانا رحمت اللہ سبحانی لدویانوی، اخلاقیات سے متعلق ہر قسم کے معانی مستحق کامنایت دلچسپ، مفید عام، عائشہ، حمزہ، خدیجہ، خدیجہ، مجبور احمد، بہترین و جلیبی، انتخابات و اقتباسات کا لٹریچر، جیسے عزیز معمولی قبول عام ہونے کا شرف حاصل ہوا اس میدان میں دنیا بھر کی کوئی تالیف بحیثیت مجموعی اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔

اہم خوبی :- کہ آپ اسے جہاں سے چاہنا شروع کریں۔ انتہائی دلچسپ اور معلومات افزا پائیں گے۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے اسے زیر مطالعہ رکھنے کا فیصلہ کر لیں گے
موسط قطع، پورے سات سو صفحات، قیمت ۳۶ روپے

دینی مدارک :- علامہ جمیل احمد تھانوی، مفتی جامعہ اشرفیہ مجدد کے قلم سے دینی مدارس کے نظام و نصاب کا مفصل جائزہ صفحات ۲۰، قیمت ۵/۵۰ روپے

تبلیغی جماعت کی تمام کتابیں، بشمول تبلیغی نصاب، فضائل صدقات، فضائل حج، حیا و عفت، سوانح حیات حضرت جی مولانا محمد یوسف، اور تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات بھی ہماری مطبوعات میں شامل ہیں نیز دیگر اسلامی کتب ہم سے طلب فرمائیں۔

کامل تشریف مترجم :- ہر نئی شہرت والے خطاطی ممتاز علی مرحوم کے خطاط و کتابت کے جانشین اور دور حاضر کے صاحب طرز خوشنویس سید نعیم رقبہ کے والدین اشرف علی کی کتابت میں خوشنما متن۔ بین المستورین امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند عالی مقام حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے پہلا اور انتہائی مستند اردو ترجمہ، حاشیہ پر توضیح القرآن کے فوائد، اس کے علاوہ شیخ الحدیث مولانا محمد اویس کاندھلوی کے صاحبزادہ مولانا محمد میاں صدیقی کا عربی کتب کا سہارا اور غلامہ مطالب جو خط معانی کیلئے بغایت درجہ مفید ہے۔ بدیہ - ۱۶ روپے

منازل العرفان فی علوم القرآن :- شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی جانشین مفسر و محدث بے بدل حضرت مولانا محمد اویس کاندھلوی نے قرآن کریم کے نزول و ترتیب اور دیگر علوم پر مبسوط تصنیف تلمیذ کے اردو میں اس فن کی کتابوں میں ایسا ذکر کیا ہے۔ اس میں مراتب تفسیر، طبقات حضرتین، عجز قرآن، مباحث سورہ، ربط معانی، نسخ و نسخہ اور مخاطبین قرآن کے مختلف گروہ، علوم قرآنیہ، صفات خداوندی، دلائل نبوت، تہذیب النفس، تزکیہ و تخلیہ، تدبیر منزل، سیاست دین اور مقاصد قرآن سے بحث ہے۔ موسط قطع، قیمت ۳۰ روپے

قاسم العلوم مع اردو ترجمہ انوار الہیوم :- عقائد و اعمال اور حقائق دینیہ کے بارے میں بانی دوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے مجدد خطاط فارسی جن کا اردو ترجمہ پروفیسر انوار الحسن شیکوٹی نے کیا ہے۔ بڑی قطع کے ۵۶۰ صفحات، قیمت ۳۶ روپے
نسخہ کیسیا :- جو اسلام آباد گھر والی کی شہرہ آفاق تصنیف، تیس سال سے مسکت کا مکمل مستند جامعہ اردو ترجمہ، از مفتی فیض محمد الجید زیدانی۔ بڑی قطع، صفحات ۱۲۸، قیمت ۵۴ روپے
کنج مطلوب :- حضرت علامہ محمد بن علی جوہری کی شہرہ آفاق تصنیف، کتب الحب کا مستند ترین اردو ترجمہ از پروفیسر عبدالجبار زیدانی، جو شرق و غرب کی پوری کلاش و تحقیق کے بعد متین ہونے والے نہایت صحیح متن پر مبنی ہے۔ موسط قطع، صفحات ۵۸۰، قیمت ۳۰ روپے

تقریریں معروف :- علامہ محمد بن مبارک نے اپنے مرشد کامل حضرت سید محمد عزیزی مدظلہ کی کرامات اور سلوک و تصوف کے متعلق آیات قرآنی اور احادیث نبوی، کتب شریعت و نظام تصنیف، اذہب، میں بیان کی ہیں۔ اس اہم کتاب میں بیرونی و مرشد پکڑنے، مرید پکڑنے اور مرید کی تربیت کے بارے میں تفصیلی بحث ہے۔ فاضل ترجمہ ڈاکٹر پروفیسر محمد حسن نے آغاز کتاب میں ایک موسط دیباچہ بھی لکھا ہے۔ موسط قطع، صفحات ۸۸۰، قیمت ۳۰ روپے

صحیح بخاری شریف مترجم و مشرح :- فاضل دیوبند مولانا عبدالرزاق کے قلم سے حدیث کے اس مجموعہ کا بالکل نیا اردو ترجمہ، جسے مجمع الکتاب بعد کتاب اللہ قرار دیا گیا ہے۔ ایک کامل میں مشکوٰۃ عربی متن، مقابل میں اردو ترجمہ، ہر حدیث پر تفسیر، ہر صفحہ کے آخر میں مولانا جلال دہلوی کے نظریاتی شدہ حواشی مع ضروری اضافات، کتاب کے آغاز میں مبسوط مقدمات، حضرت شاہ ولی اللہ اشرف الحدیث مولانا احمد علی سہارنپوری کے دیباچہ کا اردو ترجمہ، شیخ الحدیث کے تبرکات حضرت مولانا اشرف شاہ کشمیری، شیخ الاسلام مولانا شبیر عثمانی، مولانا حسین احمد مدنی کے اہالی پر مبنی، بڑی قطع کے ... ہزار سے زائد صفحات، قیمت جلد اول ۵ روپے مکمل سیٹ ۲۰ روپے

۳۸ - اردو بازار لاہور

پاکستان، فون ۵۸۵۸۱

ناشران قرآن لمیٹڈ

ہوکر رائڈا کی ریل قسطنطنیہ آئی ہے تو دریائے ماریتزا کے پہلو سے
اسی درے کے اندر سے گزرتی ہے۔ یہ درے کے دونوں جانب سے یہ
دوہ قلعہ بند اور مضبوط ہے، اس لیے یہاں سے گزرنے کے لیے دونوں
فریقوں میں سے کوئی بھی ہو سب سے پہلے ایک سخت جنگ کا
مقابلہ کرنا قدرتی طور پر ضروری تھا۔

یہاں یورپ اور پیچم، دونوں جانب آور درے بھی ہیں۔ ان میں
سب سے زیادہ اہم وہ درہ ہے جو (آدریا نوبل) سے (جمبولی) کی
سڑک پر واقع ہے۔ انتہائے مشرق کی جانب ۲۵ میل کے فاصلے پر
(کاؤکس) اور (عمر فقیر) کے درمیان ایک اور درہ واقع ہے۔ لیکن
عثمانی معیار خیال سے اسکو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی کیونکہ
دکن جانب سے اسکا راستہ مشرقی بلغاریا کی سمت چلا جاتا ہے
اور یہاں کا ضلع اتنا غیر آباد ہے گویا آبادی نہیں ہے۔

بظاہر یہ امر بالکل قیاس میں نہیں آتا کہ ترک آدریا نوبل سے
سب سے میل کے فاصلے پر اسقدر غافل ہو گئے ہوں کہ ایک اہم ترین فوجی
مقام کو بغیر کسی جنگ کے حوالہ دشمن کر دیں؟ اگر یہ خبر صحیح
ہے تو عجب نہیں کہ ترکوں نے اس میں کوئی خاص مصلحت پوشیدہ
رکھی ہو۔ آخری جنگ روم اور روس کے بعد ہمیشہ (سلیٹان)
پاشا پر اعتراض کیا گیا تھا کہ اس نے اپنے قلعہ بند اور فوجی مرکزوں
سے دور جا کر دشمنوں کے استحکامات کا اپنے ٹڈن نشانہ بنادیا۔ ممکن
ہے کہ ترکوں نے اس موقع پر سمجھا ہو کہ بلغاریا جہاں تک زیادہ
ان کے حدود میں بڑھ آئے، اسی قدر اٹنے کے لیے مفید ہے۔ وہ اپنے فوجی
مرکزوں اور قلعوں کے پاس رہ کر اور ایک آخری ضرب لگا کر جب
چاہیں گے، باسانی فیصلہ کر سکیں گے۔

شیخ عبد العزیز چارپش کی رہائی ہی تعجب انگیز خبر
الہلال کی اشاعت سے پہلے ناظرین سن
چکے ہونگے۔

ہم نے ہندوستان میں گورنمنٹ انگریزی کی اس دانشمندانہ
سیاست کے نمونے دیکھے تھے کہ چند بنگالی لڑکوں کو (تاج) کی
طرف سے بغاوت کا الزام دیا جاتا تھا، اور اسکا مقدمہ ابتدائی عدالتوں
میں چار چار مہینے اور چھ چھ مہینے تک جاری رہتا تھا۔ ہر وہ
ممکن انتظام اور ہر وہ بے شمار دواست کا ذخیرہ جسکی خزانہ
ہند فیاضی دکھلا سکتا ہے، اس عجیب جنگ کے پیچھے ضائع کیا
جاتا تھا۔ اس کے بعد جب مقدمہ آگے بڑھتا تھا تو صبح کی چائے کے
ساتھ اس خبر کو لوگ اخبار میں پڑھتے تھے کہ "کل تمام ملزموں کو
ہائی کورٹ نے صاف بری کر دیا" !

لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ مصر اور ہندوستان کی
بہت سی مماثلتوں کی طرح، اس دانشمندانہ سیاست میں بھی
مصر ہندوستان بنتا جاتا ہے۔

کس زور شور اور جنگی اہتمام کے ساتھ (شیخ چارپش) کو
گرفتار کیا گیا، تمام انگلستان کے پریس نے کس قدر خوشیاں منائیں
کہ حزب الوطنی کی ایک نئی مجہول الحال سازش کا سرا اب
ہمارے ہاتھ آگیا، لارڈ کچنر کی نئی محافظ پولیس کے سپاہی
کس قدر مسرور و شادمان ہوئے تھے، کہ اب ہم کو چین کی نیند نصیب
ہوگئی، مگر:

پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی

کہ بورا نیست بادنچاں و بادنچاں بورانی

اسقدر جوش و خروش کے بعد اب یہ راز منکشف ہوا کہ
غریب (چارپش) کا کوئی قصور نہ تھا !

امید پیدا ہوئے، مگر پھر بھی یہ صلح ایک حسرت اور مایوسی کا
داغ ہے، جو موجودہ وزارت کی کمزور پالیسی اور اجانب کے اثر سے
محفوظ نہ رہنے کی وجہ سے جنگ، ایلس کی پرفخ اور مغرور
پیشانی کو نصیب ہوا۔

جو ارادہ سلطانی خود مختاری ہر ایلس کی نسبت شائع ہوا
ہے، اس میں (برقہ) کا لفظ بالکل نہیں ہے، اس سے خیال پیدا
ہوتا ہے کہ شاید برقہ طرابلس کے لفظ میں شامل نہ سمجھا گیا ہو،
اور وہ الگ کر لیا گیا ہو، مگر اس قیاس کے لیے بھی زیادہ قوی
وجہ نہیں ہیں۔

جنگ ترکی و یورپ موجودہ جنگ کی ابتدا جن حالات کے ساتھ
ہوئی ہے، اسکا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ جنگ
کی ابتدا اس کے وسط اور نتائج سے مختلف ہو۔

ترکوں کی فوجی قوت بالکل منتشر تھی، یورپیں ترکی میں
اگرچہ فوج نظام اور ردیف کی ایک قوی تعداد موجود تھی، مگر
(بقول نامہ نگار ٹائمس) یورپیں ترکی کا جغرافیائی موقع اس طرح
کا واقع ہوا ہے کہ ترکی کیلئے بلقانی جنگ میں دھڑے میدانوں
کا سنبھالنا ایک ہی وقت میں ضروری ہو گیا ہے۔ اس کے لیے اسکی
پوری فوجی قوت کا اجتماع مطلوب ہے، تاکہ کم از کم مقدونیا میں
۱۹۲ فوج نظام لی اور ۲۹۷ فوج ردیف کی بتالین فراہم کر دی
جائیں۔ ایشیائے کوچک میں جو فوجی نقل و حرکت نہایت تیزی
سے جاری ہے، اسکا منشا یہی ہے کہ مقدونیا کے مرکز کو قوی کرے
(تھریس) کے میدان کو جنگ کا اصلی تماشہ گاہ بنادیا جائے۔

لیکن قبل اس کے کہ یہ فوجی نقل و حرکت مکمل ہو، جنگ شروع
ہوگئی، اور اگر اس ہفتے کی قار برقیار مبالغہ سے خالی ہیں، تو
کہا جاسکتا ہے کہ غالباً آدریا نوبل کے ارد گرد کافی ترکی قوی مجتمع
نہوئے۔ (ٹائمس) کے نامہ نگار نے اسکا خدشہ ظاہر کیا تھا۔ نام
یہ ابتدائی واقعات محض اس جنگی تماشے کے تہییدی کھیل ہیں
اصلی واقعات اس وقت ظاہر ہونگے، جب ترکی فوج اپنی پوری
جمعیت کے ساتھ (تھریس) میں عثمانی نیزہ نصب کر دے گی۔

(لندن ٹائمس) کے نامہ نگار نے بلغاری
مصطفی پاشا پر قبضہ پیش قدمی کا جو خاکہ اپنی پچھلی
چٹھی میں ظاہر کیا تھا، بالآخر وہ صحیح ثابت ہوا اور (بلغاریا) نے
پہلا حملہ (آدریا نوبل) اور دوسری طرف (صوفیا) سے دکن جانب
(استوما) کی راہوں کی سمت کر دیا ہے۔

آج (۲۲ اکتوبر) کی نہایت اہم خبر یہ ہے کہ بلغاریا نے (مصطفی
پاشا) پر قبضہ کر لیا، اور ترک بہ تعداد کثیر رسد اور آلات جنگ چھوڑ کر
وہاں سے چلے آئے۔

اگر یہ سچ ہے، تو بلغاریا نے ایک ایسے مقام پر قبضہ کر لیا ہے،
جو کئی حیثیتوں سے موجودہ جنگ کے نقشے میں ایک اہم ترین
مقام تھا۔

یہ ترکی بلغاریا سرحد کا ایک فوجی مرکز ہے، جو اپنی قدرتی
بندشوں اور کوهستانی دیواروں کی وجہ سے ہمیشہ عظیم الشان
مقام سمجھا گیا ہے۔ دراصل یہ ایک درہ کوہ ہے، جسکا نام (مصطفی پاشا)
مشہور ہو گیا ہے۔ یورپیں ترکی کا نقشہ اگر آپکے سامنے ہے، تو
آدریا نوبل کے چاروں طرف نظر ڈال کر باسانی اسکو دھونڈ لے
سکتے ہیں۔

پہاڑیوں کے اندر سے نرزدیوالے (دریائے ماریتزا) کے وجود سے درہ
مذکور کی ضرورت قائم ہے۔ صوفیا، فیلی پراس، اور آدریا نوبل

زبان پر آتی تھیں۔ مثلاً: مالہم بہ من علم، ان یقنعون الا الظن،
و ان الظن لا یغنی عن العلم، ثبیناً (۱)۔ یا: بل کذبوا بما لم یحیطوا
بعلمہ۔ (۲) لیکن پھر دل سے کہا کہ یہ کیا ہے مرقع اسراف ہے؟
ہیکل، برکت، یا دیگارت اگر مذہب کے بارے میں شک کریں، تو ان
آیات کے مستحق ہیں، نہ کہ یہ فقراء علم، جنکو علم کا ظن بھی
نصیب نہیں۔

ہم نے کہا کہ العاد جہل کے ساتھ جمع نہیں
الحد خود جہل ہے۔ ہو سکتا۔ لیکن اس سے مقصود علم مادہ
کا جہل ہے، اور کو اسکی نسبت بھی ہمارا یقین ہے کہ علم مادہ کی
تکمیل صحیح یقیناً ایک زمانے میں مذہب کی حمایت میں
بہلی صف ہوئی، لیکن اسمیں شک نہیں کہ ان علوم کا انتشار
اور انکشاف ہمیشہ العاد کا داعی ہوا ہے، اور کو انکو فی الحقیقت
نفیاً یا اثباتاً حقائق مذہب سے کوئی بحث نہیں ہوتی، مگر انسان
مادی طاقتوں کی دریافت سے مغرور ہو کر الہی طاقت سے بے پروا
ہوجاتا ہے، اور جہل حقیقت کے سبب سے انکار حقیقت کردیتا ہے۔
ورنہ اگر غور کیا جائے تو العاد ہی اصلی جہل ہے۔ ایک ملحد
جن امور سے انکار کرتا ہے، وہ دراصل اسکا انکار نہیں ہے، بلکہ اسکا
اعتراف ہے کہ ان امور کو نہیں جانتا۔ قرآن حکیم نے اس امر کو اسقدر
صاف صاف کہ دیا ہے، کہ اس سے بڑھ کر دینا میں اس قدیمی نزاع
کیلئے کوئی آواز فیصلہ کن نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان مباحث
کے لیے (مقالات) کے باب کو مخصوص کر دیں، مگر گنجائش کی
قلت سے مجبور ہوجاتے ہیں۔ انشاء اللہ (البدیان) ان مباحث
کے لیے مخصوص و موزع ہوگا۔

بالآخر ترکی اور اٹلی کی صلح کی تصدیق
مسئلہ صلح کا اختتام ہوگئی، اور انگلستان نے اٹلی کے شاعشنائی
اقتدار کا اعتراف کر لیا۔ ع یکے بعد دیگرے دل رفت و پردہ دار یکے
صلح کی پہلی خبر کے بعد (جسمیں بمقام اوجی تکمیل صلح کا
اعلان کیا گیا تھا) دوسری خبریں جو آئیں، انہوں نے پھر اختتام صلح
کے معاملے کو مشکوک کر دیا تھا، مگر اسکے بعد ہی قسطنطنیہ کی
تاریقی سے معلوم ہوا کہ سلطان المعظم نے طرابلس کی خود مختاری
کا سرکاری اعلان کر دیا ہے۔

افسوس ہے کہ اب تک تفصیلی طور پر شرائط صلح مشہور
نہیں کی گئیں، ایک طویل تاریخ تار برقی میں قرار دیا
صلح کی دفعات ظاہر کی گئی تھیں، اور خیال دیا گیا تھا کہ قریب
قریب اسی کے ہوگئی، مگر اسکی ہر دفعہ اسدرجہ مبہم اور گروہ
کہ بحث و رائے کے لیے کچھ مفید نہیں۔

آج ہم نے ایک تفصیلی تار قسطنطنیہ بھیجا ہے، اور صلح کی
شرائط کی نسبت صحیح معلومات دریافت کیے ہیں۔ اور موجودہ
جنگ کے اغتشاش کی وجہ سے تار کے پہنچنے میں کوئی امر مانع
نہیں ہوا، تو امید ہے کہ ہم کل تک (جبکہ الہلال کا آخری جو صفحہ
مشین پر چڑھے گا) کچھ لکھ سکیں گے۔ تاہم خواہ کیسی ہی شرائط
کیوں نہں، اور خواہ طرابلس کی خود مختاری کے اعلان پر بھی
اندرون طرابلس کی اصلی عربی قوت کے جنگ جازی راہ سے اب

(۱) انکو اسکا کوئی علم نہیں، صرف شد اور گمان ہے پھر ہیں، اور
حق و یقین کے مقابلے میں نہیں ہو سکتا۔ (۲) یہ وہ اس چیز کو جہل
ہیں، جو ان نادانوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔

شنات

جہل اور العاد کا اجتماع ضدیں کوئی صاحب اگر عجائبات عالم
کی فہرست طیار کریں، تو مسلمانان
ہند کے موجودہ دور ترقی میں انکے لیے نہایت کارآمد ذخیرے ہیں۔
سب سے بڑھ کر اعجب العجائب واقعہ تو یہ ہے کہ دنیا میں جو متضاد
چیزیں کبھی بھی جمع نہیں ہوئی تھیں، نئی ترقی کے دور انسرنگر
نے اپنے جادو سے ایک جگہ کھڑی کر دیں۔ العاد اور دھرم کا ظہور
ہمیشہ علوم مادہ کے عروج اور ترقی کے زمانے میں ہوتا ہے۔
یورپ اپنے دور مظلمہ میں علوم سے بے بہرہ تھا، ساتھ ہی مذہب کا
تسلط بھی پوری قوت سے قائم تھا۔ مگر جب علوم و فنون کا دور شروع
ہوا، تو العاد کا بیج بھی برگ و بار لایا۔ لیکن اہل ترقی یافتہ
مسلمان جہل علمی، اور العاد دینی، دونوں کا مجموعہ ہیں:

ان هذا من اعاجیب الزمن

سب سے پہلے جہل کا حال خلیے۔ بیشک مسلمانوں نے۔ رکاری
نوکرہوں کے میدان میں تو اپنی تعداد پہلے سے زیادہ کر لی ہے۔ یہ
بھی سچ ہے کہ اگر علم کو غذاے صبح و شام کے حصول کا ذریعہ بننے
کی عزت دی جائے (علی رغم افلاطون) تو مسلمانوں نے
واقعی اس عزت بخش۔ میں عظیم الفیض فیاضی دکھلائی ہے،
اور ایک ایسی شک پرستی کی زندگی بنی۔ اے اور ایم۔ اے ہو کر
پیدا کر لی ہے، جسکی نظیر ملنا مشکل ہے۔ لیکن شاید اس ترقی
کو ترقی تسلیم کرنے سے خود ترقی یافتوں کو بھی شرم آئے۔ پھر
بتلائیے کہ پورے پچاس برس کی انگریزی تعلیم نے اجتک ایک
مصنف، ایک مقرر، ایک ماہر سیاست، اور ایک بھی بڑا آدمی
پیدا کیا؟ انگریزی تعلیم کی منفیت اور اس کا وجوب جب
ہمیں سمجھایا گیا تھا، تو کہا گیا تھا کہ اسکے ذریعہ ان علوم و فلسفہ
جدیدہ کو ہم حاصل کریں گے، جنہوں نے یورپ کو آج تمام عالم کا فاتح
بنا دیا ہے۔ اس بیان کی صداقت سے تو ہمیں انکار نہیں، لیکن
کوئی صاحب ہمیں بتلائیے کہ آج تک کتنے مسلمان انگریزی دان
ہیں، جنہوں نے سائنس کی کسی شاخ کو بھی حاصل کیا ہے؟
اور کتنے ہیں جو فلسفہ جدید کی مبادیات تک کو بھی سمجھتے
ہیں؟ ہم نے تو آج تک سو ا تین چار شخصوں کے کسی کی
نسبت یہ بھی نہیں سنا، کہ اس نے ایم۔ اے میں فلسفہ لیا ہو،
حالانکہ خوش نصیب ہندوؤں میں پچاسوں ہیں۔

علم اور فلسفہ دانہ کا تو یہ حال۔ اسپر ہمارے تعلیم یافتہ
حضرات کو مذہب سے بے اعتقادی، علم کے مقابلے میں اسکی
شکست کا یقین کامل، فلسفہ کی ہر آواز کے مثل اشکال
ریاضی ہونے کا اذعان! اور فلسفیانہ العاد پر فخر و غرور!!

مرا ازیں گیاہ ضعیف این گمان نبود

شاید ہی سائنس اور فلسفہ سے کوئی گروہ اسقدر اچھل ہوگا،
جس قدر اہل تار تعلیم یافتہ گروہ ہے، الا ماشاء اللہ، والذائد
کالمعدوم۔

(قارون) اور (اسپنس) مذہب کی نسبت کچھ کہنا چاہیں،
تو شاید ہم کان بھی دھریں، لیکن اسکولوں اور کالجوں کے یہ مشیت
جہل و نادانی اگر سمجھتے ہیں کہ ہمارا العاد بھی چند کھڑے
سکوں کی قیمت پالے گا، تو:

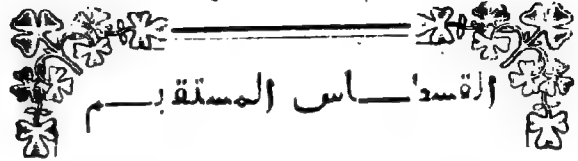
این خیال ست و محال ست و جنوں

اپنی عادت کے مطابق قرآن حکیم کی چنم آیتیں مناسب وقت

الملاح

۲۳ اکتوبر ۱۹۱۲ء

— * —



— * —

یہ نئے مسلمانوں کی ایندہ شاہراہ مقصود

— : —

فل هل من شبهة من يهدي إلى الحق ؟
 من الله يهدي للنعق - امن يهدي إلى الحق
 الحق ان يسمع امن لا يهدي إلا ان يهدي ؟
 فسلام ، كيف تعلمون ؟ وما يجمع أكثرهم إلا علم
 ان الاذن لا يهدي من الحق شدة ان الله عالم
 بما يفعلون (۳۵ - ۱۰) (۱)

(۳)

احرام عہد روز ازل ، کعبہ کو دوست

جزاۃ عشق ہر کہ رود در خطا رود

بخت کے لئے تندرست نہ نہیں ، بلکہ مریض کو دیکھنا چاہیے

اگر مریض پچھلی بد پرہیزیوں اور بیماریوں سے تنگ آکر چاہتا ہو کہ ایندہ کیلئے ایک صحیح و تندرست کی زندگی حاصل کرے ، تو اس کے لیے حفظ صحت کی کسی کتاب کے پڑھنے سے زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ اپنی بیماریوں اور پچھلی بد پرہیزیوں کا مطالعہ کرے ۔ مسلمان اگر ایندہ اپنی حیات ملی کو بیماریوں سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں ، تو ان کے لیے پہلا کام یہ ہے کہ اپنے گزشتہ اور موجودہ امراض ، علی الخصوص اپنی بدپرہیزیوں پر نظر ڈالیں اور ایندہ ان سے بچنے کا سامان کریں ۔

مسلمانوں کے تمام موجودہ امراض کی اصلی علت جس نے مختلف عوارض کی شکلیں اختیار کر لی ہیں ، اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ انہوں نے تعلیم الہی کے عرۃ الرقی کو چھوڑ دیا ، اور اس کے ساتھ مہلک بد پرہیزی یہ ہے ، کہ سعی اصلاح و ترقی کا جو قدم اٹھایا ، وہ مذہب سے الگ رہ کر اٹھایا ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صحت و تندرستی ہی سے محروم ہو گئے ۔ مسلمانوں میں پرانی تحریک تعلیمی

(۱) اے پیغمبر ! ان لوگوں سے پوچھو ، کہ تمہارے بناء ہے ، علموں میں کوئی بھی ایسا ہے ، جو راہ حق کی ہدایت کرے ؟ کہو کہ اللہ ہی ہے ، جو حق کا راستہ دکھاتا ہے ۔ پس جو حق کی راہ دکھائے ، وہ زیادہ مستحق ہے ، کہ اس کی تعلیم ہی پیروی کی جائے ، یا وہ عاجز انسان ، جس کا بہ حال ہے ، کہ جب تک دوسرا اس کی راہ نہ دکھائے ، وہ خود بھی راہ نہیں پاسکتا ؟ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے ؟ کہ جسے حکم لگا رہے ہو ؟ اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں میں اکثر لوگ صرف اپنے خیال و ہم ہی بنائی ہوئی باتوں پر چلتے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ و گمان حق کے یقین کے مقابلے میں کام نہیں آسکتا ۔ باد رہ کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی کارروائیوں سے خوب راضی ہے ۔

ہے ، اور نفی سیاسی ، لیکن دونوں کا یہی حال ہے ۔ اور یہی سبب ہے کہ پہلی پوری مہمیا نہ ہوئی ، اور دوسری اپنی عمر کے چوتھے سال ہی میں بس قدر فزع پر پڑی تھی ۔ اب جو کچھ ہے اس کی تجویز ترقیوں کی دھوم ہے ، کہ کئی ارور مسلمانوں کی ہندہ سالہ ” متفقہ اور مسلمہ “ پالیسی کے

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

دین اور دنیا کی تفریق

ہم کو مسلمانوں کی گذشتہ جدوجہد ترقی پر بہت کچھ لکھنا ہے ، کیونکہ جب تک ہماری غلطیاں سامنے نہ آئیں ، ایندہ کیلئے ایسے پرہیز ممکن نہیں ۔ لیکن یہ ایک مستقل موضوع بحث ہے ۔ یہاں صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں ، کہ آجکل کا نفرنس میں ہمارے قومی خطیروں نے بزم ارادوں کیلئے جو موضوع اختیار کر رکھے ہیں ، ان میں ایک برسوں کا پامال مضمون دین اور دنیا کا باہمی تعلق بھی ہے ۔ باز بار اسکو دہرایا گیا ہے ، اور ہمیشہ زور دے دے کر کہا گیا ہے ، کہ اسلام میں دین اور دنیا کی تفریق کا کوئی سوال نہیں ، وہ دین کو دنیا سے الگ نہیں کرتا ، بلکہ کہتا ہے کہ دین دنیا ہی کے حسن عمل کا نام ہے ۔ اسمیں شک نہیں ، کہ مثل آجکل کے بہت سے اقوال کے یہ قول محض بھی صحیح ہے ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اعمال کا کیا حال ہے ؟ وہی مدعیان اصلاح جو اس صداقت کو ربانی دہرائے ہیں ، ان کی ازسرتایا زندگی ، اور ان کی تمام قومی تحریکوں کے اعمال میں بھی اس کا کچھ اثر ہے یا نہیں ؟

حالت یہ ہے کہ خود ہمارے نئے لیڈروں نے دین اور دنیا کے اندر تفریق کی ایک ایسی جھیل حائل کر دی ہے ، جو روز بروز دونوں کناروں کو دور تر کر رہی ہے ، اور انکو کسی طرح ملنے نہیں دیتی ۔ انہوں نے قومی اصلاح و ترقی کی جس قدر تحریکیں شروع کیں ، انکو مذہب سے اس طرح الگ رکھا ، گویا نہ تو پوروں اسلم ان کے مخاطب ہیں ، اور نہ مسلمانوں کی قوم سے خرد انہیں کوئی واسطہ ہے ۔ ان کی زندگی ، ان کے اعمال ، ان کی اواز ، ان کی نظریں ، ان کی مثالیں ، ان کے پیش نظر نمونے ، بلکہ ان کے تمام انعال و کردار یکسر اسلام سے بیگانہ ، اور از فرق تا بقدم مذہب سے نا آشنا رہے ۔ انہوں نے ہمیشہ دنیا کو دین سے الگ دیکھا ، اور جب ابھی قدم اٹھا یا تو دنیا کی طرف ، حالانکہ اگر دین کے طرف بڑھتے ، تو دنیا خرد ان کی طرف دوڑتی :

یعلمون ظاهراً من الحیوة یہ لوگ صرف دنیا کی ظاہری دلفریبوں
 الدنیا ، وہم عن الآخرة ہی کو جانتے ہیں اور آخرت کو نال
 ہم خائفون (۳۰ : ۶) بھولے ہوئے ہیں ۔

مذہب سے یہ الگ ایڈریٹنگی یہاں تک بڑھ گئی ہے ، کہ آج اگر کوئی صدائے قرآنی بلند کی جاتی ہے ، تو ایک دوسرے کا مذہب قتلے لگتا ہے کہ یہ کیسی آواز ہے ؟ بہت سے اس خیال پر متعجب ہیں کہ مسلمانوں کی پوائنٹل پالیسی ہی تعلیم قرآنی پر مبنی ہو ، (رایت المناقیہ ، یصدر عنک صدرا) بہتوں کو یہ کہنے سے نفرت اور غصے کا بخار چڑھ آتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے جو کچھ ہے

تین مراسلات آج ضمیمہ میں درج کر دی گئی ہیں۔ انہی میں ہمارے محب جلیل مولانا حبیب الرحمن صاحب شرانی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ لب و لہجہ کی خشونت تعلیم قرآنی اور اسوۂ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف ہے۔ ایک دو اور صاحبوں نے بھی بعض آیات قرآنیہ سے ایسا ہی استدلال دیا تھا۔ مگر گزارش ہے کہ باوجود اس علم کے کہ حضرت موسیٰ کو کہا گیا تھا: فقولا لہ قولا لیفا۔ باوجود اس ارشاد باری کے کہ: ولوکنت نظماً غلیظ القلب، لانفصروا من حولک۔ اور باوجود اس حکم الہی کے کہ: رقل لہم قولا بلیغا۔ ہمارا یہ اعتقاد علی وجہ البصیرت ہے کہ اعلان حق کا ایک مقام آتا ہے، جہاں جس قدر سختی، جس قدر خشونت، جس قدر اظہار حق، و غضب، اور جس درجہ کھلی تذلیل و تحقیر ہو، عین عدل و انصاف، عین اعتدال، اور عین نمونہ تعلیم قرآنی و اتباع اسوۂ محمدی، و اخلاق فاضلہ حقیقی، و منشاء قیام عدل و قانون، و بنیاد نظام عالم ہے۔

قرآن کریم میں ایک ہی مطالب و مقصود کی تمام مختلف آیات کا جب تک استقصا نہ کیا جائے، اور تعمق نظری سے جب تک وجہ تطبیق کو نہ دھونڈھا جائے، اس وقت تک اصل حقیقت منکشف نہیں ہو سکتی۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ نمبر میں ہم (الامر بالمعروف) کا چوتھا نمبر لکھ کر اس امر کو بالتفصیل عرض کریں گے، اگرچہ اس کے گزشتہ نمبر بھی اس کے لیے کافی تھے۔

دوسرا اختلاف انہوں نے الہلال کے دائرہ بحث کی وسعت کی نسبت کیا ہے۔ افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ شاید مولانا نے الہلال کی دعوت کا غور کے ساتھ مطالعہ نہیں فرمایا۔ الہلال کا دائرہ بحث تو صرف ایک ہی ہے۔ یعنی احیاء تعلیم اسلامی، اور اتباع مناجاء بہ القربان کی دعوت۔ ساتھ ہی اس کا عقیدہ ہے کہ اگر قرآن خدا کی کتاب، اور اگر اس کا دعوا قابل تسلیم ہے، تو مسلمانوں کی تعلیم، پالیٹنس، اخلاق، تمدن، جو کچھ ہے، اسی کے اندر ہے۔ اور چونکہ وہ مسلمانوں کے لیڈروں کی سب سے بڑی تمراہی اور ارشد شدید ضلالت بہ سمجھتا ہے، نہ انہوں نے پالیٹنس اور تعلیم کو مذہب سے الگ سمجھا، اس لیے وہ آئندہ کیلے اس غلطی کا انسداد کرنا چاہتا ہے۔ بیشک وہ تعلیم اور پالیٹنس حسیں اب تک مصلحین ملت عامل رہے ہیں، مذہب کے ساتھ ایک دائرے میں نہیں آسکتے، کیونکہ غلامی اور ترحید، حق اور باطل، کفر اور اسلام کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہوئے۔ لیکن شاید مولانا ہی نظر اس پر نہ گئی کہ الہلال جس تعلیم اور پالیٹنس کی طرف بلاتا ہے، وہ تو یکسر قرآن ہی سے ماخوذ ہے، اور جب دعوت قرآنی اس کا مقصد ہے، تو لازمی طور پر وہ بھی اس کے دائرہ بحث میں ہے، اور جب تک اسلام دنیا میں باقی ہے، ہمیشہ رہے گا۔

البتہ ہم مولانا کے کمال شکر گزار ہیں کہ انہوں نے (محققان کالج) کی مذہبی حالت کی نہایت ضروری اور قوم کیلے مفید ترین بحث چھیڑ دی، ہم خود بھی ایک مرتبہ نہایت تفصیل سے اس مسئلہ کو لکھنے والے تھے، مگر الحمد للہ:

بتوں کے باب میں آخر کلام آہی گیا

ہم مولانا کے نہایت معذور ہونگے، اگر وہ حسب وعدہ ان خیالات

و آرا سے ہمیں اطلاع بخشیں، جنکو الہلال میں انہوں نے ”پایہ تحقیق سے گرا ہوا“ محسوس فرمایا۔ مسلمانوں کے پچاس برس کے ایک ہی نام کی نسبت اگر غلط فہمیوں کا انسداد ہو جائے، تو اس سے بہتر کیا بات ہے؟

گمنام مراسلت کی اشاعت نے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ۔ ناظرین (الہلال) میں سخت جوش پیدا کر دیا ہے۔ اور اس وقت تک مختلف مقامات سے تقریباً ایک سو مراسلتیں اس کی نسبت آچکی ہیں۔ اکثر خطوط نہایت غیظ و غضب کی حالت میں لکھے گئے ہیں، اور ان میں سے ہی سخت الفاظ صاحب مراسلتہ کی نسبت استعمال کیے گئے ہیں، جیسے خود اس بدبجائے فرط غضب سے بے اختیار ہو کر لکھ دیے تھے۔ افسوس ہے کہ ہم انکی اشاعت سے مجبور ہیں کہ امر لا حاصل، بلکہ مفر مقصود میں خارج۔ صرف ایک مراسلت جناب مولوی علی نقی صاحب کی ضمیمہ میں درج کر کے کیلیے دیدی ہے، کہ نسبت کم سخت اور قابل اشاعت تھی، پھر بھی جانچا اسے الفاظ مرجون تھے۔ جنکو خارج کر دینا پڑا اور انکی جگہ نقطہ دیدیے۔

ایک ضروری نکتہ ہمارے جن احباب کو ان الفاظ کی سختیت ہے جو اس عاجز کی نسبت اس مراسلت میں استعمال کیے گئے تھے، اور جنکو وہ اپنی خادم نوازی سے اس عاجز کیلئے نا موزوں تصور فرماتے ہیں، انکی لطف فرمائی کا شکر گزار ہوں، لیکن ساتھ ہی توجہ دلانا ہوں کہ نرمی اور سختی، عاجزی اور تکبر، درگزر اور سخت گیری کا یہی وہ نازک مقام ہے، جسکو آجکل مسلمانوں نے بھلا دیا ہے، اور جسکی وجہ سے وہ فائز علیہم [اے پیغمبر! سختی نہ] اور فیما رحمۃ من اللہ لذت لہم [یہ اللہ کی بڑی رحمت تھی کہ اس نے تجکو لوگوں کے ساتھ نرم دل بنایا] میں فرق نہیں کر سکتے۔ مومن نو چاہیے کہ وہ اپنی خوشی اور ناراضگی، دوزخوں کو معص اللہ ہی رضا اور ناراضہ مذہبی میں فنا کر دے، اور خود اپنے بتوں میں ہول جائے۔ اگر کوئی شخص اسکی ذات خاص کے ساتھ برائی کرے، تو اس طرح ایک جسد بے روح ہو جائے، گویا اس کے اندر جذبات انسانی میں ہی نہیں، بلکہ ہوسکے تو سختی کے مقابلہ میں نرمی، اور برائی کے بدلے میں بھلائی کرے۔ لیکن اگر کوئی حق اور باطل کا معاملہ سامنے آجائے، اور شخصی نہیں، بلکہ نہایت اوز جماعتی نوع و نفعان کا سوال ہو، تو اسوقت سر سے لیکر پیر تک اس کا تمام جسم قہر الہی کا نمونہ بن جائے، اور اس کے غیظ و غضب کیلئے کوئی انتہا اور رک نہ ہو۔ گمراہی و ضلالت کے بتوں کو تکرے تکرے کر دے، اور باطل پرستوں کے خدا سے مغرور سروں کو اپنے بے رحم پانوں سے کچل ڈالے۔ اذلة علی المومنین، اعزة علی الکافرين، یجہدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومة لائم کے یہی معنی ہیں۔

پس ہمارے لطف فرما ان باتوں میں اپنی توجہ کو ضائع نہ فرمائیں۔ البتہ اس مراسلت میں مذہب اور شعائر مذہب کی نسبت جو خیالات ظاہر کیے گئے تھے، انکی وجہ سے جو شرور آشیز جوش مراسلات سے ظاہر ہوتا ہے، وہ ہمارے لیے ضرور ایک مزیدہ جانفزا ہے۔ دیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا مذہبی حس کو خواب آلود ہو گیا ہو، مگر الحمد للہ عیدہ نہیں ہے۔ اور گو چوہا خائستہ بہر گید ہو، مگر چنگاریں اب تک باقی ہیں۔

الہلال کی دعوت کی نسبت اس وقت تک جس قدر مراسلات آئی ہیں، ان میں سوائے ایک صاحب کے نفس دعوت سے سب کو اتفاق ہے۔ رہا طریق بیان اور لب و لہجہ، تو اسکی نسبت کل چہ صاحبوں نے اب تک اختلاف کیا ہے، جنہیں

مقرر کیں نہیں پیدا ہوتے؟ ان سب کا جواب یہی ہے کہ ایک مردہ لاش سامنے تھی، لیڈروں نے اسے اعضا تقسیم کر لیے۔ کسی نے تلوہ سہلایا، اور کسی نے سر پھینکا شروع کر دیا، مگر روح کسی کو فکر نہیں ہوئی۔ پھونکنے کیلئے بہتوں نے اپنے چہروں کو چولہے سے ملا دیا، مگر جتنی پھونکیں ماریں، وہ سب یا تو چولہے کے باہر کی مٹی اڑاتی رہیں، یا اندر کی جمع شدہ راکھ کو بکھیرتی رہیں۔ آگ بہڑتی تو کیونکو پھونکتی؟ اور تمام اعضا کم دیتے تو کیونکر دیتے؟ بدبختی ہے کہ اتنی صاف بات بھی کسی کے سمجھ میں نہیں آتی؟

خلاصہ مطالب

ہم نے گذشتہ تین نمبروں میں جو خیالات ظاہر کیے ہیں، بہتر ہوگا، اگر انکو بطور حاصل بیان کے یہاں عرض کر دیں۔

(۱) موجودہ تغیر خیالات ایک قیمتی فرصت ہے، اگر ایک دیوار تیزی سے کھڑی کر دی گئی ہو اور آپ اس کے نقص کو محسوس بھی کر لیں، تاہم کسی بنی ہوئی چیز کا گرانا اور پھر از سر نو بنانا اس درجہ مشکل کام ہوتا ہے، کہ ممکن ہے، برسوں تک آپکو ٹٹی دیوار کھڑی کرنے کی مہلت نہ ملے۔ لیکن اگر طوفان یا بارش کے ناگہانی حملے سے خرد بخود وہ گرجائے، تو پھر آپکو ٹٹی دیوار بھر صورت بنانی ہی پڑے گی۔ یہی حال مسلمانوں کی قدیمی پالیسی کا ہے۔ وہ خود بخود گر چکی ہے۔ نئی پالیسی کی دیوار بنانے کیلئے اب پچھلی دیوار کے گرانے کی ضرورت نہیں، صرف اسکی ضرورت ہے کہ اب جو بنیاد رہی جائے، وہ درست ہو۔

(۲) مسلمانوں کیلئے ہر شے انکے مذہب میں ہے، پس اگر وہ اجکل پولیٹیکل زندگی اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں، تو اسکی جگہ آس شے ہی کو کیں نہ پیدا کر لیں، جو نہ صرف پالیٹکس، بلکہ قومی اعمال کی ہر شاخ کو زندہ کر دے؟

(۳) قرآن کریم صرف نماز اور رموز کے فرائض بتلائے ہی کے لیے نازل نہیں ہوا، بلکہ وہ انسانوں کیلئے ایک کامل قانون فلاح ہے، جس سے انسانی زندگی کی کوئی شے باہر نہیں۔ پس مسلمانوں کی ہر وہ پالیسی، اور ہر وہ عمل، جو قرآنی تعلیم پر مبنی نہ ہوگا، انکے لیے کبھی موجب فوز و فلاح نہیں ہو سکتا۔

(۴) مسلمانوں کا تمام کاروبار خدا سے ہے، اور خدا کے سوا جو کچھ ہے، وہ انکے لیے اصنام و طواغیت یعنی بتوں کا حکم رکھتا ہے۔ پس جب تک وہ خدا کے آگے نہیں جھکیں گے، دنیا کی کوئی چیز انکے آگے نہیں جھکے گی۔

(۵) انکو اپنا نصب العین صرف ”اسلام“ بنانا چاہیے اور ساری طاقت اسمیں صرف کرنی چاہیے کہ وہ ہر طرف سے ہتھکڑی احکام اسلام کے مطیع و منقاد ہو جائیں۔ اسلام ہی انکے لیے پالیٹکس کی راہ کھولے گا، تعلیم کا حکم دے گا، اخلاق و خصائل میں تبدیلی پیدا کرے گا، اور وہ تمام باتیں جنکو ترقی یافتہ قوموں میں دیکھ کر لچھا رہے ہیں، نقصانوں اور مضرتوں سے صاف ہو کر ان میں پیدا ہو جائیں گی۔ ہذا تذکرہ، فمن شاء اتخذ الی ربه سبیلاً۔

بین المرء و قلبہ رائہ میں جب چاہتا ہے اسے آجاتا ہے ایسے تھشورون یہ بھی یاد رکھو کہ بالآخر ایک دن (۸: ۳۳)

ہمارے ملکی بھائی اپنے اندر صرف قومیت اور سیاست کی روح پیدا کر کے زندگی کی حرارت پیدا کر سکتے ہیں، اسی طرح اور قومیں بھی۔ لیکن مسلمانوں کی تو کوئی علحدہ قومیت نہیں، جو کسی خاص نسل و خاندان، یا زمین کے جغرافیائی تقسیم سے تعلق رکھتی ہو۔ انکی ہر چیز مذہب، یا بالفاظ مناسب تر انکا تمام کردار صرف خدا سے ہے۔ پس جب تک وہ اپنے تمام اعمال کی بنیاد مذہب کو نہیں قرار دینگے، اس وقت تک نہ انمیں قومیت کی روح پیدا ہوگی، اور نہ وہ اپنے بکھرے ہوئے شیرازے کو جمع کر سکیں گے۔ آج دنیا ”قوم“ اور ”وطن“ کے نام میں اپنے لیے جو تاثیر رکھتی ہے، مسلمانوں کیلئے وہ اثر صرف ”اسلام“ یا ”خدا“ کے لفظ میں ہے۔ یورپ میں ”نیشن“ کا لفظ کبھی ایک شخص ہزاروں دلوں میں حرکت پیدا کر سکتا ہے، لیکن آپکے پاس اس کے مقابلے میں اگر کوئی لفظ ہے، تو ”خدا“ یا ”اسلام“ ہے۔

تشخیص کے بعد

اگر تشخیص کے بعد علاج آسان ہے، اگر گذشتہ امراض کی دریافت کے بعد آئندہ کیلئے حصول صحت میں کوئی دشواری نہیں، اور اگر صحت کی آرزو کے ساتھ مرض کے حصول کی خواہش کبھی جمع نہیں ہو سکتی، تو مسلمانوں کیلئے انکی آئندہ شاہراہ مقصود کا سوال بالکل صاف ہے اور وہ ایک ہی ہے۔ اجتنک انکی تمام کوششیں اسلئے بار آور نہ ہوئیں، کہ انکو آگ کی تلاش تھی، چاہیے تھا کہ چنگاروں کو پھونکتے تا کہ آگ بھڑکتی، اور تفرز گرم ہو جاتا، لیکن وہ ہمیشہ راکھ کے دھیر کو پھونکتے رہے۔ انکی محنت میں کوئی شک نہیں مگر اسکو کیا کیجئے کہ راکھ کو پھونکنے سے آگ نہیں پیدا ہو سکتی:

ونار لو نفضت بها اضواء

ولکن انت تنفخ فی الرماد (۱)

فلانت اعمال کی یہی مثال ہے جو قرآن حکیم کے دی ہے، اور فی الحقیقت قرآن کے سب سے زیادہ گہرے معارف اسکی مثالوں ہی میں ہیں:

مثل الذین کفروا برہم جن لو کہد نے اپنے پروردگار کی اطاعت سے اعمالہم کرمات اشتدت انکار کیا، انکے کاموں کی مثال ایسی ہے، بہ السریخ فی یوم کوہا راکھ کا دھیر ہیں، کہ آندھی کے دن عاصف، لا یقدرون مما اسکو ہوا اڑا لے گئی۔ اسی طرح جو کلم ان کسبوا علی ہی، ذالک لو کہد نے کیے ہیں، ان میں سے کچھ ہوالفضائل البعید بھی انکے ہاتھ نہیں آئے گا۔ یہی گمراہی پر لے درجے کی گمراہی ہے۔ (۲۱: ۱۴)

مسلمانوں میں تعلیمی رفتار اب تک مقابلہ کیوں سست ہے؟ پولیٹیکل ازادی کے رولے کیوں ان میں نہیں اُبھرے؟ ایثار و قربانی کی مثالیں کیوں نا پید ہیں؟ سحر نگار اہل قلم، اور آتش بیان

(۱) اگر آگ کو پھونک مار کر سلائے، تو وہ بھڑک اٹھتی، مگر افسوس کہ م خالی راکھ کو پھونک رہے ہو۔



اسمیں کوئی دھوکا نہیں کہ بخدا کا ایک برگزیدہ رسول تھا جس کے پیش کیے ہوئے احکام ان کے لیے ذریعہ فوز و فلاح ہیں، تو ہمارے لیڈروں کی حالت اس سے بالکل عداوت ہونی تھی، جو آج ہم بدبختی سے دیکھ رہے ہیں۔ وہ ایک ایسی جماعت ہوتی، جس کے دل اور زبان، دونوں میں اسلام ہوتا، جتنا ہاتھ کسی حال میں قرآن سے خالی نہ ہوتا، بلکہ قرآن کی گرفت سے اس طرح رک جاتا، کہ کسی دوسری شے کو اٹھانے کی مہلت ہی نہیں پاتا، وہ ازسرتاپا مذہب کی تصویر ہوتے، اور یکسر تعلیم الہی کا عملی نمونہ، ان کی ہر صدا مذہب میں ڈرنی ہوتی، اور ہر قدم مذہب ہی کی جانب اٹھتا۔ ان کی زبان کھلتی، تو مذہب کیلئے، اور قلم حرکت کرتا تو مذہب کے نام پر۔ وہ ہر بہتر سے بہتر خیال، اور ہر عمدہ سے عمدہ بات قوم کے آگے پیش کرتے، مگر جو کچھ کہتے، مذہب کے واسطے سے، اور جو کچھ لکھتے مصحف کی سیاہی سے۔

وہ جب ہمارے سامنے آتے، تو گوانے سروں پر ہیٹ ہوتا، مگر زبان پر قرآن ہوتا۔ ہمیں اس کی چنداں پروا نہ تھی کہ ان کے سر پر کیا ہے؟ مگر اس سے کیونکر غفلت کریں کہ ان کی زبان پر کیا ہے؟

لیکن ایسا ہوتا تو کیونکر ہوتا؟ دین و دنیا کی عملی تقریق نے قوم کی اصلاح و ارشاد کی باگ ایک ایسی جماعت کے ہاتھ میں دیدی، جو اگر ایسا کرنا بھی چاہتی، تو نہیں کرسکتی۔ اتحاد ان کے دل میں چپکے چپکے کام کر رہا تھا، اور دماغ مذہب سے نا آشنا تھا، ان کو جس قرآن اور جس اسلام کی خبر ہی نہ تھی، اس قوم نے آگے پیش کرتے تو کیا کرتے؟

روح الی دلائل سے ہے اٹھ بیٹھے دی سے

پلے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ چاہتے ہیں، ایک سرد لاش اٹھ کر بیٹھ جائے، تو یہ کوشش لاحاصل ہوگی کہ اس کے ہاتھ پر گرم گرم دہل کی مالش کریں، یا سر کو سینکنا شروع کر دیں۔ بیشک ہاتھ ایک نہایت کارآمد اور ضروری عضو ہے، مگر صرف اس کو گرم کر دینے سے زندگی کی حرارت پیدا نہیں ہوسکتی۔ اصلی شے روح ہے جس سے روح جسم میں عود کر آئے گی، خود بخود تمام اعضا کام دینے لگیں گے۔ جسم ملت کی زندگی کا بھی یہی حال ہے۔ سیاست، اخلاق، تمدن، تعلیم، اصلاح، معاشرت، یہ تمام چیزیں اس کے لیے نہایت ضروری اور کارآمد اعضا ہیں۔ لیکن ان سب کی زندگی روح پر موقوف ہے۔ میں نے کبھی لکھا تھا کہ قومی زندگی کے لیے دنیا میں دو ہی چیزیں ہیں: پالیٹکس، اور مذہب، مگر یہ کہا باقی ہے کہ اور قوموں کیلئے جنکا سارا کاروبار حیات بخش ہو تو ہو، مگر مسلمانوں کیلئے جنکا سارا کاروبار حیات مذہب ہی کے دم سے ہے، وہ روح مذہب کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتی :-

یا ایہا الذین آمنوا! استجیبوا للہ والرسول اذا دعائکم لما یحییکم واعلموا! ان اللہ ینزل

قرآن ہی میں ہے اور قرآن ہی سے ہے (قل مرتوا بغیظکم) (۱) اور بہت ہیں جو فرعون کے جادو گروں کی طرح خوف زدہ ہو رہے ہیں کہ نہیں مذہب کا عصاے موسوی ثعبان مبین بنکر انکو نکل نہ جائے:

رایت الذین جن لوکوں کے دل مرض ضلالت سے مریض فی قلوبہم مرض، ہو رہے ہیں، تم انکو دیکھو گے کہ وہ تمہاری ینظروں الیک طرف ایسے خوف زدہ ہو کر دیکھ رہے ہیں، نظر المغشی علیہم من جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو اور الموت (۴۷: ۳۹) اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں۔ ہم کسی کی نیت کی نسبت زبان کھولنے کا حق نہیں رکھتے، لیکن واقعات اور نتائج بسا اوقات نیت کی پروا نہیں کرتے، اور حکم نتائج ہی پر مرتب ہوتا ہے۔ ہم اسکو تسلیم کرتے ہیں کہ اجکل کے کارفرما طبقے میں بہت سے لوگ اعتقاداً ملحد نہوں۔ لیکن اس اعتقاد کو لیکر کیا کیجیے، کہ عملاً سر سے پائوں تک ان کی جس شے کو دیکھیے، حسن الجاد کی دلربائیوں کا یہ حال ہے کہ:

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

اور باتوں سے قطع نظر کیجیے، ہمارے اعتقاد میں سب سے بڑی یزدان فراموشی اور اتحاد پرستی تو یہی ہے کہ ایک گروہ مسلمانوں کی اصلاح کا دعوا کرے، اور پھر اپنے تمام کاموں کے لیے اسلام کو اور اس کے خدا کو چھوڑ کر انسانی خیالات کے اصنام و طاغیث کو اپنا حکم بنائے: اسم قرالی الذین اے پیغمبر ان لوگوں کو نہیں دیکھتے، یزعمون انہم امنو جو اس زعم باطل میں پڑے ہیں کہ بمبائزل الیک ہم مومن و مسلم ہیں، حالانکہ وہ کیونکر ر ما انزل من مومن ہوتے ہیں جب کہ انکا حال یہ ہے قبلک، یریدون ان کہ خدا کو چھوڑ کر چاہتے ہیں کہ دوسروں کو اپنا حکم بنائیں، حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ خدا کے سوا دوسروں کی اطاعت سے انکار کر دیں۔ اصل یہ ہے کہ ان یضلہم ضلالاً شیطان چاہتا ہے کہ انہیں نہایت سخت ہمیدا (۴: ۴۳) درجہ بی گمراہی میں مبتلا کر دے۔

جس باتوں کو ہمارے لیڈر اسلام سے نا آشنا رہ کر کہتے رہے، اگر چاہتے، تو انہی باتوں کو وہ اسلام کی زبان سے ادا کرسکتے تھے۔ تعلیم اگر ضروری تھی، علوم جدیدہ کی اگر دعوت دینا چاہتے تھے، معاشرت میں ضروری تبدیلی کے خواہاں تھے، یا اور جتنی باتیں قوم کے آگے پیش کرنا چاہتے تھے، ان میں کونسی شے ایسی ہے، جس کے لیے قرآن کریم اور تعلیم الہی کو سامنے نہیں رکھ سکتے تھے؟ پھر کسی دعوت کے لیے یہ طریقہ موثر تھا کہ انسانوں کی نظیر دی جائے، یا یہ کہ خدا کا حکم ہے؟ غور کیجیے کہ عین کیا رہا ہوں؟

اگر واقعی یہ سچ ہے کہ مسلمانوں کی دین اور دنیا دونوں ایک ہیں، اگر یہ واقعہ ہے کہ وہ قرآن نامی ایک کتاب کے پیور ہیں،

(۱) خداوند کی نسبت سورہ (ال عمران) میں ہے۔ واذا خلا صوا علیکم الانا من الغیظ۔ اور جب وہ تنہا ہوتے ہیں تو عاز۔ غیظ کے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔ اسے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ عورتو بغیظکم! کہ اسے تنے سے تعلیم الہی رت نہیں دینی، اپنے تنے میں جل جیو۔

عدم موجودگی میں صرف مسئلہ یا راہوں کی وجوہات ہی کو لوگ نہیں بھول جاتے، بلکہ اکثر اس مسئلہ یا راے کے معنی اور مقصد کو بھی بھول جاتے ہیں۔ چنانچہ جن لفظوں میں یہ مسئلہ یا راے بیان کی گئی ہے، ان سے کسی راے یا خیال کا قیام کرنا تک موقوف ہوجاتا ہے، یا جو جو باتیں ان لفظوں سے ابتداء میں مراد رکھی گئیں تھیں، ان میں سے بہت تھوڑی ہی معلوم ہوجاتی ہیں اور بعض اس کے، کہ اس مسئلہ یا راے کا اعتقاد ہر دم تروقازہ اور زندہ یعنی موثر رہے، اس کے صرف چند ادھرے کلمے حافظہ کی بدولت باقی رہ جاتے ہیں، اور اگر اسکی مراد اور معنی بھی کچھ باقی رہتے ہیں، تو صرف ان کا پوست باقی رہتا ہے، اور مغز اصلیت نابود ہوجاتی ہے۔ اب نہ انصاف سے مسلمانوں کو اپنا حل دیکھنا چاہیئے کہ تمام علوم معقول و منقول میں اسی مزاحمت راے یا تقلید کی بدولت ان کا در حقیقت ایسا ہی حال ہو گیا ہے یا نہیں؟

بعث و مباحثہ راے کی زندگی و بقا کا ذریعہ ہے۔

اس زمانہ تک جس قدر کہ انسان کو تمام مذہبی عقاید اور اخلاقی امور اور علمی مسائل میں تجربہ ہوا ہے، اس سے اس مفاوضہ بالا کی صحت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ کسی مذہب یا علم یا راے کے مجدد تھے انکے زمانہ میں اور ان کے خاص مریدوں یا شاگردوں کے دلوں میں تو وہ عقاید یا مسائل طرح طرح کے معانی اور مرادوں اور خوبیتوں سے بھرپور تھے اور ان کا اثر بے کم و کاست ان کے دلوں میں تھا، اور اس کا سبب یہی تھا کہ ان میں اور ان کے مخالف راے والوں میں اس غرضت بحث و محبت رہتی تھی کہ ایک کو دوسرے کے عقیدہ اور مسئلہ پر غلبہ اور فوقیت حاصل ہو، مگر جب اسکو کا بیابی ہوئی اور بہت لوگوں نے اسکو مان لیا اور بحث اور بحث بند ہوگئی تو اسکی ترقی بھی تھم گئی، اور وہ اثر جو دلوں میں تھا، اس میں بھی جان بے جان حرکت اور جنبش نہیں رہی، ایسی حالت میں خود انکے حامیوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ مثل سابق کے اپنے مخالفوں کے مقابلہ پر آمادہ نہیں رہتے، اور جیسے کہ اس عقیدہ یا مسئلہ کی پہلے حقائق کرتے تھے، ویسی اب نہیں کرتے، بلکہ نہایت جھوٹے غرور اور بیجا استغنا سے سکون اختیار کر لیتے ہیں اور حتی الامکان اس عقیدہ اور مسئلہ کے برخلاف کوئی دلیل نہیں سکتے، اور اپنے گروہ کے لوگوں کو بھی کفر کے فتروں کے قراوے سے اور جہنم میں جانے کی جھوٹی دھمکت دیکھاتے، اس پر بحث کرنے سے جہالتک ہوسکتا ہے باز رکھتے ہیں، اور یہ نہیں سمجھتے کہ کہیں علموں کی روشنی جو آفتاب کی روشنی کی طرح پھیلتی ہے اور اعتراض کی ہوا اگر وہ صحیح ہو کیا ان کے روئے رک سکتی ہے؟ اور جب یہ ثابت ہونے لگتی ہے تو اس عقیدہ یا مسئلہ کا جنکو انکے پیشروؤں نے نہایت محنتوں سے قائم کیا تھا زوال شروع ہوتا ہے۔ اسوقت تمام معلم اور مقدس لوگ جو اس زمانہ کے پیشوا گئے جاتے ہیں اس بات کی شکایت کرتے ہیں کہ معتقدوں کے دلوں میں ان عقیدوں کا جنکو انہوں نے برائے نام قبول کیا ہے، کچھ بھی اثر نہیں پاتے، مگر افسوس اور نہایت افسوس کہ وہ معلم اتنا خیال نہیں فرماتے کہ یہ حال جو ہوا ہے اور جسکی یہ شکایت کرتے ہیں انہی کی عنایت و مہربانی کا تو نتیجہ ہے اور اس سبب اسکا یہی ہے کہ ازادی راے کو روک کر انہوں نے ان مسائل اور تعلیمات کی زندگی کو ہلاک کر دیا۔

راے کے مجدد یا اس مذہب کے پیشوا اور معلم اور مجتہد کچھ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں، مگر مسلمانوں نے اس آفتاب سے بھی زیادہ روشن مسئلہ سے آنکھ بند کر لی ہے اور دوسری کیتھک یعنی بت پرست عیسائیوں کا مسئلہ اختیار کیا ہے۔ دوسری کیتھک مذہب میں ان لوگوں کی جو اس مذہب پر ایمان رہے تھے، دو فرقے قرار دیئے گئے ہیں۔ ایک تو وہ جو اس مذہب کے مسائل کو بعد دلیل و ثبوت کے قبول کرنے کے مجاز ہیں، اور دوسرے وہ جن کو صرف اعتماد اور بھروسہ، یعنی تقلید سے انکا قبول کر لینا چاہیئے۔ اسی قاعدہ کی پیروی سے مسلمانوں نے بھی اپنے مذہب میں دو فریق قائم کیے ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے مسئلہ مسلمہ کو بعد ثبوت و تحقیقات اور اقامت دلیل تسلیم کیا ہے، اور ان کا نام یہ اختلاف درجات مجتہد مطلق اور مجتہد فی المذہب اور مرجع قرار دیا ہے۔ دوسرا وہ جن کو بے سمجھی بوجہ آنکھ بند کر کے ان کی پیروی کرنی چاہیئے، اور ان کا نام مقلد قرار دیا ہے اور اس سبب سے مخالف راے کی مزاحمت مسلمانوں میں بہت زیادہ پھیل گئی ہے، اور وہ اس کی نسبت ایک نہایت عمدہ مگر ابلہ فریب تقریب کرتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ تمام انسانوں کو ان تمام باتوں کا جاننا نہ ضروری ہے اور نہ ممکن ہے جنکو بڑے بڑے حکیم یا اہل معرفت اور عالم علوم دین جانتے اور سمجھتے ہیں، اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ ہر ایک عام آدمی ایک ذکی اور دانشمند مخالف کی تمام غلط بیانیوں کو جانے اور ان کو غلط ثابت کرے، یا تردید کرنے اور غلط ثابت کرنے کے قابل ہو۔ بلکہ صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ ان کے جواب دینے کے لائق ہمیشہ کوئی نہ کوئی موجود ہوئے، جنکی بدولت مخالف کی کوئی بات بھی بلا تردید باقی نہ رہی ہوگی، پس سیدھی عقل کے آدمیوں کے لیے یہی کافی ہے کہ ان باتوں کی اصلیت سکھادی جاوے، اور باقی وجوہات کی بابت وہ اوروں کی سند پر بھروسہ کریں، اور جب کہ وہ خود اسبات سے واقف ہیں کہ ہم ان تمام مشکلات کے رفع دفع کرنے کے واسطے کافی علم اور پوری لیاقت نہیں رکھتے ہیں، تو اسبات کا یقین کر کے مطمئن ہوسکتے ہیں کہ جو مشکلات اور اعتراض پیدا کیئے گئے ہیں، وہ لوگ ان سب کا جواب دے چکے ہیں یا آئندہ دینگے، جو بڑے بڑے عالم ہیں۔

اس تقریر کو تسلیم کرنے کے بعد بھی راے کی آزادی اور مخالف راے کی مزاحمت سے جو نقصان ہیں، اس میں کچھ نقصان نہیں لازم آتا، کیونکہ اس تقریر کے بموجب یہی بہت بات قرار پاتی ہے کہ آدمیوں کو اس بات کا معقول یقین ہونا چاہیئے کہ تمام اعتراضوں کا جواب حسب اطمینان دیا گیا ہے، اور یہ یقین جب ہی ہوسکتا ہے جبکہ اس پر بحث و مباحثہ کرنے کی آزادی ہو اور مخالفین کو اجازت ہو کہ تمام اپنی وجوہات کو جو اس کے مخالف رکھتے ہیں بیان کریں، اور اس مسئلہ کو غلط ثابت کرنے میں کوئی کوشش باقی نہ چھوڑیں۔

اگر تقلید کی گرم بازاری کا جیسے کہ آج کل ہے، اور آزادانہ مباحثہ کی مزاحمت و عدم موجودگی کا نقصان اور بد اثر، نہ صورتیکہ تسلیم شدہ مسئلہ یا قرار دادہ راے صحیح ہو، اسقدر ہوتا کہ اس مسئلہ یا ان راہوں کی وجوہات معلوم نہیں ہیں، تو یہ خیال کیا جاسکتا کہ گروہ مزاحمت عقل و فہم کے حق میں مضر ہے مگر اخلاق کو تو اس سے کچھ مضرت نہیں پہنچتی، اور نہ اس مسئلہ کی یا راہوں کی اس قدر منزلت میں کہ ان سے نہایت عمدہ اثر لوگوں کی خصلتوں پر ہوتا ہے کچھ نقصان ہے، مگر یہ بات نہیں ہے بلکہ اس سے بہت بڑھکر نقصان ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مباحثہ اور آزادی راے کی

مقالہ

آزادی رائے

(اثر : سر سید مرحوم)

(۲)

ممانعت بیانی کی غلط تعبیر

مگر ایک بہت بڑا دھوکا ہے جو انسان کو اور بعض دفعہ نیک گورنمنٹوں کو بھی آزادی رائے کے بند کرنے پر مائل کرتا ہے اور وہ مسئلہ سود مندی کا ہے جسکو غلط ازجہوتاً نام مصلحت عام کا دیا گیا ہے، ولہذا درمن قال : برعکس نہند نام زندگی کا فوز - وہ مسئلہ یہ ہے کہ کسی رائے یا مسئلہ یا عقیدہ کی سچائی اور صحت پر بحث کرنے سے اس لیے ممانعت کی جانی ہے کہ وہ وہ فی نفسہ کیسا ہی ہو، مگر اُس سے عام لوگوں کا پابند رہنا نہایت مفید اور باعث صلح و فلاح عام لوگوں کا ہے اور فی زمانہ ہندوستان میں اور خصوصاً مسلمانوں میں یہ رائے بکثرت رائج ہے بلکہ اس گناہ کے کام کو ایک نیک کلم تصور کیا جاتا ہے۔ اس رائے کا نتیجہ یہ ہے کہ مباحثہ اور راہوں کی آزادی کا بند کرنا اُس مسئلہ یا عقیدہ کی صحت اور سچائی پر منحصر نہیں ہے بلکہ زندہ تو مرید عام ہونے پر منحصر ہے مگر افسوس ہے کہ ایسی رائے رکھنے والے یہ نہیں سمجھتے کہ وہی دعوے سابق یعنی اپنے آپکو ناقابل سہو و خطا سمجھنا جس سے انہوں نے توبہ کی تھی پھر پھر اگر پھر قائم ہو جاتا ہے۔ صرف اتنا فرق ہوتا ہے کہ پہلے وہ دعویٰ ایک بات پر تھا اب وہی دعویٰ دوسری بات پر ہے۔ یعنی پہلے اُس اصل مسئلہ یا عقیدہ کے سچ ہونے پر تھا اور اب اُس کے مفید عام ہونے پر ہے۔ حالانکہ یہ بات بھی کہ وہ مسئلہ یا عقیدہ مفید عام ہے اسی قدر بحث و مباحثہ کا محتاج ہے جسقدر کہ وہ اصل مسئلہ یا عقیدہ اُسکا محتاج تھا۔

ایسی رائے رکھنے والے اس غلطی پر ایک اور دوسری غلطی یہ کرتے ہیں جبکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے صرف اُسکی اصلیت اور سچائی پر بحث کی ممانعت کی ہے اُسکے مفید عام ہونے کی بحث پر ممانعت نہیں کی اور یہ نہیں سمجھتے کہ رائے کی صداقت خود آپس کے مفید عام ہونے کا ایک جزو ہے ممکن نہیں کہ ہم کسی رائے کے مفید عام ہونے پر بغیر اسکی صحت اور سچائی ثابت کیے بحث کر سکیں۔ اگر ہم یہ بات جاننی چاہتے ہیں کہ آیا ظن بات لوگوں کے حق میں مفید ہے یا نہیں؟ تو کیا یہ ممکن ہے کہ اس بات پر ترجیح فکریں کہ آوارہ بات سچ اور صحیح و درست بھی ہے یا نہیں؟ انہی اور اعلیٰ سب اسبات کو قبول کرینگے کہ کوئی رائے یا مسئلہ یا اعتقاد جو صداقت اور راستی کے برخلاف ہے دراصل کسی کے لیے مفید نہیں ہو سکتا۔

غلط رائے کا بھی روکا مضر ہے

یہ تمام مباحثہ جو ہم نے کیا ایسی صورت سے متعلق تھا کہ رائے مروجہ اور تسلیم شدہ کو ہم نے غلط اور اُس کے برخلاف رائے کو جسکا بند رکھنا لوگ چاہتے تھے صحیح و درست فرض کیا تھا اب اُسکے برخلاف شق کو اختیار کرتے ہیں یعنی یہ فرض کرتے ہیں کہ رائے مروجہ اور تسلیم شدہ صحیح ہے اور اس کے برخلاف رائے جس کو بند کرنا چاہتے ہیں غلط اور نادرست ہے اور اس بات کو ثابت

کرتے ہیں کہ اس غلط رائے کا بھی بند کرنا برائی اور نقصان ت خالی نہیں۔

ہر ایک شخص کو کو اُسکی رائے کیسی ہی زبردست اور مضبوط ہو اور وہ کیسی ہی مشکل اور ناراض مندی سے اپنی رائے کے غلط ہونے کے امکان کو تسلیم کرے یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیے کہ اگر اُس رائے پر بخوبی تمام اور نہایت بیداری سے بے دھوک مباحثہ نہیں ہو سکتا تو وہ ایک مردہ اور مردار رائے قرار دیجائیگی نہ ایک زندہ اور سچی حقیقت اور وہ کبھی ایسی حق اور سچ بات قرار نہیں پاسکتی جس کا اثر ہمیشہ لوگوں کی طبیعتوں پر رہے۔

گذشتہ اور حال کے زمانہ کی تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ظالم گورنمنٹوں نے بھی نہایت سچی اور صحیح بات کے رواج پر کوشش کی، الا انکے ظام نے اُسکو آزادی سے مباحثہ کی اجازت نہیں دی اور بہت سی ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ ایک اور تربیت یافتہ گورنمنٹ نے نہایت سچی اور صحیح بات کا رواج دینا چاہا اور لوگوں نے یا تو اس خیال سے کہ ہمارے مباحثہ اور دلائل کو اُس رائے میں کچھ مداخلت نہیں ہے یا کوئی التفات نہیں کرتا از خود مباحثہ کو نہیں اٹھایا یا اپنے رہی خرف سے یا اراکین گورنمنٹ کی بد مزاجی کے تحت باقائی خلاف رائے کوئی بات نہ کہانی مصلحت وقت سمجھ کر یا یہ خیال کر کے کہ گورنمنٹ کے یا کسی کے برخلاف بحث کرنا بد خو خراہی نہیں ہے مباحثہ کو ترک کر دیا تو اس کا نتیجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں ہوا کہ اس تجویز نے کسی کے دل میں مطاق اثر نہیں کیا اور ایک مردہ رائے سے زندہ اور کچھ رتبہ لوگوں کے دلوں میں نہیں پایا۔

یہ بات کہ سچی اور درست رائے بے مباحثہ و دایل کے بھی طبیعتوں میں بیٹھ جاتی ہے اور گھر کر لیتی ہے ایک خرس ایندہ۔ غلط آواز ہے دنیا کو دیکھو کہ گھرہ کے گھرہ ایک دوسرے کی متناقض رائے پر جتے ہوئے ہیں اور وہ متناقض رائیں اُن کے دلوں میں گہرا کیسے ہوئے ہیں۔ پھر کیا وہ دنوں متناقض رائیں سچی اور صحیح ہیں؟ ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ بہت سی باتیں بے سمجھے اور بغیر دایل کے اور بغیر مباحثہ کے لوگوں کے دلوں میں گہرا جاتی ہیں مگر انکا صحیح و درست ہونا ضرور نہیں سچ میں کوئی ایسی اعجازی کرامات نہیں ہے کہ وہ از خود دلوں میں بیٹھ جائے اُس میں جو کچھ کرامات ہے وہ صرف اسی قدر ہے کہ مباحثہ کا اُس کو خوف نہیں۔ سچ رائے بھی اگر بلا دایل و مباحثہ دل میں گہرا کر لے تو وہ سچی رائے نہیں کہلائیگی بلکہ تعصب اور جہل و مرتب اُس کا مناسب نام ہوگا مگر ایسا طریقہ حق اور سچ بات کے قبول کرنے کا ایک ذی عقل مخلوق کے لیے جیسا کہ انسان ہے شایاں نہیں اور نہ یہ طریقہ راستی و حق کے پہچاننے کا ہے بلکہ جو حق بات اس طرح پر قبول کی جاتی ہے وہ ایک خیال فاسد اور باطل ہے اور جن باتوں کو حق فرض کر لیا ہے ان کا انتظام قبول کر لینا ہے۔

اجتناب فکری

نہایت سچ اور بالکل سچ تو یہ بات ہے کہ جس شخص نے جو رائے یا مذہب اختیار کیا ہے وہی شخص اُس کا جوابدہ ہے۔ اُس

کا اصول قائم کیا ہے، لیکن ساتھ ہی اعمال ظاہری و لسانی کو بھی اہمیت دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود قرآن کریم کے بار بار اظہار کے کہ ایمان کا تعلق معنی دل و اعتقاد سے ہے، ہم نے یہ نہایت سچی تعریف اسلام کی عقاید میں تسلیم کر لی ہے کہ ”اقرار باللسان و تصدیق بالوجدان و عمل بالارکان“ [اقرار زبان سے، تصدیق دل سے، اور عمل اعضا و جوارح سے]

آپ کہتے ہیں کہ تعظیم کی اصلی جگہ دل ہے، میں کہتا ہوں کہ چونکہ دل ہے، اسی لیے آجکل کے تعلیم یافتہ اشخاص کی زبان اور عمل تعظیم سے خالی ہیں۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ جو نام دل کو محبوب و محترم ہو۔ وہ زبان پر گزرتے، اور محبت اور احترام سے خالی ہو؟ آپ اگر کسی کو چاہتے ہیں، تو سمجھ سکیں گے کہ وہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔

قسم بزم تو خوردن دلیل، غیرت نیست
بخاک پاک تو آن ہم کمال ہے ادبیست

آجکل کے ارباب تحریر و تقریر کو اکثر دیکھتا ہوں کہ انہوں نے (بقول ایک) انحضرت کے اسم سامی کے تعظیمی الفاظ کی طوالت سے گہرا کر ”بانی اسلام“ کی ایک اصطلاح تصنیف کر لی ہے۔ وہ بلا تامل اپنی تحریر و تقریر میں ”بانی اسلام“ کے یوں کہتا ہے کہ ”بانی اسلام کے اس طرح کیا“ بولتے اور لکھتے ہیں، اور اس طرح ٹھیک ٹھیک انکی زبان انکے دلی العاد کی ترجمانی کرتی ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ انکے دل میں انحضرت کی تعظیم ہے تو انکو تو بار بار یہ اسم محبوب و مطلوب درود و صلوات کے ساتھ لینا تھا، کہ محبوب ہی یاد کی جتنی تقریبیں نکل ائیں، عین مقصود عشق ہے۔ ایک جلیل القدر محدث سے جب پوچھا گیا کہ علم حدیث سے اس درجہ شوق کیوں ہے؟ تو اس نے کہا ”اس لیے کہ اسمیں بار بار قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جملہ آتا ہے اور اس طرح اس اسم گرامی کے ذکر اور اس پر درود و صلوات عرض کرنے کی تقریب ہاتھ آجاتی ہے“ یہ نہ سمجھئے گا کہ محض اعتقاد قلبی اور جوش تعظیم و احترام اسلامی اس اعتقاد کا ذریعہ ہے۔ نہیں بلکہ فی الحقیقت انحضرت کی یہ تعظیم اسمی بھی ایسے نصوص قطعیہ پر مبنی ہے، جس سے کوئی قائل قرآن تو انکار نہیں کر سکتا۔

(بنی تمیم) کا جب ایک وفد مدینہ میں آیا، تو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ نادانوں نے دروازے سے ایکا اسم سامی لے لے کر پکارنا شروع کر دیا کہ ”یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اخرج الینا“ اللہ تعالیٰ کو آپ کی اتنی گستاخی بھی گوارا نہ ہوئی، اور ارشاد ہوا کہ:

ان الذین ینادونک من راي العجرات! ان میں ان کے پکارتے ہیں، ان میں اکثر لا ینفعلون۔ ایسے ہیں، جنکو مطلق عقل اور تواضع صبر و حتمی تخرج الیہم لکان خیر الہم (۶:۴۹) مل لیتے۔

اس آیت سے چلے کی آیت میں فرمایا:—

یا ایہ الذین آمنوا! اے مسلمانوں! جب آنحضرت کے حضور میں عرض حال کرو تو اپنی آوازیں کو انکی آواز سے زیادہ بلند کر کے گفتگو نہ کرو، اور نہ بہت زور سے بات چیت کرو، جیسا کہ تم آپس میں کیا کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ اس گستاخی کے

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا له بالقرول کجہر بعضکم لبعض، ان تعبط اعمالکم

اسئلہ واجبتھا

الہلال میں اس باب کے قائم کرنے سے مقصد یہ ہے کہ ناظرین کے بعض اہم علمی اور دینی استفسارات کے جوابات درج کیے جائیں، اور آئے ذریعے سے (طرح کی متفرق معلومات ہم ہو جائیں، جو کسی مستقل مضمون کی صورت میں نہیں آسکتیں، مگر ساتھ ہی ضروری اور کارآمد بھی ہیں۔ اس لیے چند امور ملحوظ رہیں:

(۱) انہی سوالات کے جواب دیے جائیں گے، جو کسی علمی یا دینی امر کے متعلق ہوں، اور جن سے نفع عمومی متصور ہو۔

(۲) سائل کیلئے ضرور ہے کہ اپنا نام ظاہر کرے، گناہ سوالات کے جواب کیلئے الہلال مجبور نہیں۔

حکم تعظیم و احترام اسمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

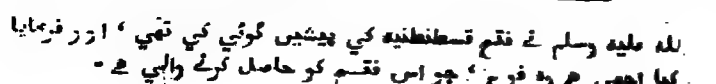
مسٹر عبد المجید خان صاحب (حیدر آباد)

جناب نے جلال نوری بک کمانڈر خمس کے حالات لکھتے ہوئے ارقام فرمایا تھا ”محمد ابن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی عمر کے ۶۳ برس چار مہینے کے بعد بھی آغوش الہی میں زندہ رہا“ اسپر مراد نوری نواب علی صاحب ایم۔ اے۔ نے اعتراض کیا کہ اس طرح لکھنا ادب اور تعظیم کے خلاف ہے۔ آپ نے انکا خط چھاپ کر اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اصلی تعظیم اور ادب دل سے ہے یا چند رسمی الفاظ سے؟ آج تمام عیسائی بائبل کو ہم لوگوں کی طرح جزدان میں نہیں رکھتے، مگر سچی تعظیم کرتے ہیں۔ عیسائی باوجودیکہ حضرت مسیح کو نبوت سے بھی بلند درجہ دیتے ہیں، مگر ہمیشہ بے تامل صرف ”مسیح“ لکھتے ہیں اور بولتے ہیں۔ علاوہ بریں بعض موقعوں میں اختصار کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض مقاموں پر زور عبارت قائم نہیں رہتا، اگر اس طرح سے ذکر کیا جائے۔ آپ الہلال میں ارقام فرمائیں کہ کیا کوئی حکم مذہبی اس بارے میں ہے، کہ پیغمبر صاحب کے نام کے ساتھ رسمی تعظیمی الفاظ ضرور ہی بولے جائیں؟

[الہلال] اب محض اس عبارت کے گھرے کئی بحث نہ رہی بلکہ آپ نے ایک اصولی بحث چھیڑ دی۔ افسوس ہے کہ فقیر آپکے خیال سے کسی طرح متفق نہیں ہو سکتا۔

بیشک سچا ادب و احترام وہی ہے جو دل سے ہو نہ کہ زبان سے، مگر صرف اسی پر موقوف نہیں، انسان کا کوئی اعتقاد اور خیال ایسا نہیں ہے جسکا گھر دل کی جگہ حلق میں ہو۔ اعتقاد چیز ہی ایسی ہے جو دل و دماغ سے تعلق رکھتی ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ:

ولما یدخل الایمان اور جب کہ ایمان انکے دلی میں داخل ہوا فی قلوبہم () (یعنی ایمان کی جگہ دل ہے نہ کہ زبان) لیکن اسکے ساتھ ہی یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ دل کے اعتقاد کا ترجمان کرن ہے؟ کیونکر معلوم ہو کہ یہ دل (ابوذر غفاری) کا ہے اور یہ دل (ابوجہل شقی) کا؟ جواب صاف ہے کہ صرف اعمال اور زبان کا اعتراف کہ نحن نحمدک بالظواہر، اگر یہ نہ تو یہ دنیا میں سیاہ و سفید کی تمیز ہی اٹھ جائے۔ قانون کو دیکھئے کہ وہ نیت اور ارادے کو انکی پوری جگہ دینے سے انکار نہیں کرتا، لیکن ساتھ ہی اگر آپ عدالت میں جاکر مجسٹریٹ کو (یور آنر) کی جگہ محض تم کر کے خطاب کیجئے گا، تو گو آپ کتنا ہی کہیں کہ تعظیم کی جگہ دل ہے، زبان نہیں۔ لیکن امید نہیں کہ وہ آپکو دفعہ (۱۷۷) سے بری کر دے۔ مذہب بھی ایک روحانی قانون ہے، اس نے خود ہی انما الاعمال بالنیات [تمام کاموں کا مدار نیت پر ہے]



اسرار اسرار

نیسویں صدی کی عیسائی تہذیب
کا ایک صفحہ

عثمانی قیدی اٹلی میں

جنگ اور اس دہائی میں اسلام اور مسیحیت کی گذشتہ

قیدی دیکھ رہے تھے۔ انکا بیان ہے کہ خود ترک افسروں سے کم آرام میں
نہ تھے۔ پچھلے دور میں ہم نے ایتھنز (میریٹر) کا خط درج کیا تھا
جو فرانس کے اخبار (ٹان) میں چھپا تھا۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ
مجھے کوئی شکایت اور تکلیف نہیں۔
لیکن اس کے مقابلے میں اٹلی کا کیا حال ہے؟ اسکا اندازہ ذیل کے
بیان سے ہوگا۔

اٹلی میں جو ترک قیدی بھیجے گئے، انکو اصلی میدان

فجائیات

مسلم لیگ

ہم ایک میں غلامی ہے، شور ہے، کھرام بھی ہے
نثار لطف رئیسان خوش انجام بھی ہے
اس میں زہاد بھی ہیں، رند بھی اشام بھی ہے
بازہ صاف بھی ہے، درد نہ دھام بھی ہے
مرجع خدائے ہے، یہ قدس نہ نام بھی ہے
نوجوانوں کو صحت طمع خدام بھی ہے
زیادہ نفرت و ناما یثیریے نام بھی ہے
ان میں طاعت و سجدہ و پیدہ نام بھی ہے
حل میں غمخوار ہے، سرکار نام بھی ہے
محسن قسوم بھی ہے، خدام حکام بھی ہے
دس طرح "صرف" میں ایک قاعدہ ادغام بھی ہے

ورق سادہ بھی ہے، خاک خوش اندام بھی ہے
جا بجا دفتر پارینہ ادھام بھی ہے
کچھ اسسٹنٹ ہیں، کچھ حلقہ خدام بھی ہے
سبز درخت اول کے لیے نام بھی ہے
گرچہ یہ سوء ادب بھی ہے، اور آرام بھی ہے
"سال بھر حضرت والا کو کوئی کام بھی ہے؟؟"

(دعائ)

لیگ کی عظمت و جدوت سے انکار نہیں
ہے گورنمنٹ کی بھی اس پہ عنایت کی نگاہ
کرن ہے جو نہیں اس حلقہ قومی کا اسیر
نہیں اسکا ہے یہ اندازہ طالب، یعنی
تعبہ قوم جو کہتے ہیں بجا کہتے ہیں
پختہ کاروں کے لیے الہ تسلیم ہے یہ
رعدایان اور آموز کا ہے منتخب درس
جن مہمات میں درکار ہے ایساں فایوس
مدد مشہد و تدبیر سے آنکھیں ہیں پر آب
مختار اس کے فضائل کوئی پرچہ، تو یہ ہیں
رہا ہے اسکو گورنمنٹ سے بھی ملک سے بھی

اس کے انس میں بھی ہر طرح کا سامان ہے درست
ہیں قریب سے سجائی ہوئی میزیں فرسو
چاند بی اے ہیں، سند یافتہ عام و عمل
دو جو تعطیل میں قریب و سیاحت مقصود
یہ نوسب نچوہ ہے، مگر ایک گزارش ہے حضور!
مجھ سے آہستہ سرے کان میں ارشاد ہو یہ

جنگ سے کوئی تعلق نہیں۔ یا تو وہ قیدی ہیں، جو اٹلی کی
پبلک کو خوش کرنے کیلئے شہر طرابلس میں قیدی بذالئے
یا وہ ہیں، جو مختلف بے تعلق جہازوں سے جبراً قید کر لیے گئے
یا پھر جزائر ایجیوں کے وہ افسر ہیں، جنکو اپنے تمام قول و قرار بالات
طاق رہکر عین غفلت میں (روٹس) ذخیرہ سے گرفتار کر لیا گیا تھا۔
انہی آخر الذکر قیدیوں میں دو شخص (عارف بک) اور

تاریخیں جس درجہ متبادر متباہن ہیں، اسکو ہم ابھی بھولے نہیں
میں، لیکن حال میں جنگ طرابلس کے اس اختلاف کی تاریخ
میں ایک نیا صفحہ بڑھادیا ہے۔
آغاز جنگ سے جسقدر اٹالی ترکوں اور عربوں نے قید کیے، انکے
ساتھ وہ بہتر سے بہتر سلوک کیا گیا، جو ایک بڑی دوسرے نمکین
بائی سے کر سکتا ہے۔ مسٹر (بیٹ) نے عزیزہ میں کئی اٹالی

و يغفر لكم ذنوبكم نہ رہے گی۔ خود خدا تم کو اپنا محبوب بنا
والله هو الغفور لہے گا اور ہمارے گناہوں کو بخش دینا، وہ گناہوں
الرحیم () کہہ کر شفیق والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔
اگر آنحضرت کا اتباع و معذوبیت الہی کے لیے شرط ہے
تو محبت بدرجہ اولیٰ شرط ہے، کیونکہ جس کی محبت آپ کے دل
میں نہیں ہے، اس کا اتباع کیا کیجیے گا۔

صحیحین کی اس مشہور حدیث کے بھی یہی معنی ہیں کہ
لا یومن احدکم حتی تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا
یکون احب الی من جب تک میں اس کے آگے محبوب تر نہ ہوں
والدہ و ولدہ والناس اسکے ماں باپ سے اس کی اولاد سے
اجمعین اور اذافی نہیں، بلکہ تمام انسانوں سے
ایک دوسری حدیث میں جب حضرت (عمر) نے آپ سے کہا کہ
”انت احب الی من کل شیء الا نفسي“ آپ محبوب تر ہیں مجھ کو
تمام چیزوں سے، البتہ اپنی جان سے زیادہ نہیں، تو اپنے فرمایا کہ
”والذی نفسي بیدہ لا یومن احدکم حتی یكون احب الی من نفسي“
قسم خدا کی، کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک مجھ کو اپنے نفس
سے بھی زیادہ محبوب نہ رکھے۔ اس پر حضرت (عمر) نے کہا کہ ”انت
احب الی من کل شیء حتی نفسي“ اب دیکھتا ہوں تو آپ
اپنی جان سے بھی زیادہ مجھے محبوب ہیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ
”الان یا عمر“ یعنی اب اسے عمر تیرا ایمان کامل ہو گیا۔

تو حضرت اپنا اعتقاد تو یہ ہے، انصاف کیجیے کہ میں نہیں
ہوں، اور لاکھ زمانہ کہاں ہے؟ لوگ جس شے کو ایمان کی اقلیم
کہتے ہیں، میں تو اس کو اس وجود محبوب و مطلوب کے ایک ذرہ
محبت کے اندر دیکھتا ہوں۔ اسی سے تعظیم و تکریم احمیٰ و رسمیٰ
جو کچھ آپ کو مقصود ہو قرار دے دیجئے۔

ترا نوالہ دہانم زخوان ”یطعمنی“ (۱)

ترا پیوالہ مدام از شراب ”یسقینی“

مرا تو قبلۃ دینی، ازان سبب کفتم

بمددماں کہ ”لکم دینکم وای دینی“

لیکن یہ عالم دوسرا ہے، اور ان باتوں سے ذوق لینے کے لیے اجمل
کی اب و ہوا موافق نہیں۔ کس نے کہا جائے اور کسے سنایا جائے؟
جن دلوں میں خدا نے اعتقاد کو جگہ نہ ملی، وہاں اس کے رسول اور
قرآن کی عزت کو کون پرچھتا ہے؟ جیسے منصب رسالت اور وجود
رحی نے اعتقاد ہی امید نہیں، اسے رسول کی عزت کی کس ندان
کو توقع ہے؟ دل کی تعظیم کا نام نہ لیجیے کہ جب دل خالی ہوتا
ہے تو زبان کو بھی کچھ نہیں ملتا۔ رہی عیسائیوں کی نظیر و اتباع
تو یورپ کے اتباع و تقلید کے لیے خیر سے ایک وسیع میدان آپ
حضرات کے لیے پیشتر سے موجود ہے، اور الحمد للہ اس کا کوئی
کونا اس اتباع کی برکت سے خالی نہیں۔ اتنے ہی پر قناعت
کیجیے اور آرتھ مسائل وضع نہ کیجیے۔ آپ کے ایمہ ہدیٰ یعنی مجتہدین
فرنگ آجکل جیسی کچھ مسیحی مذہب اور بائبل کی وقعت
کرتے ہیں، اس کا حال ہمیں معلوم ہے۔ آپ کی طرح انکا بھی دل اور
زبان دونوں خالی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انکو جو مذہب ملا
اس سے یقیناً انکی تشنگی بجھ نہیں سکتی تھی، لیکن آپ جس
چھٹے کے کنارے دھڑکے تشنہ عین، اس کے بعد کوئی نہیں جو پیاس
بجھاسکے۔ ومن یتغ غیر الاسلام دینا، فلن یقبل منه، وهو فی الآخرۃ
من الخاسرین۔

یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں آئے ہے: اب مقام خاص ہی طرف اشارہ
کیا ہے کہ ”ابیت عند ربی، ہو طعمنی و یسقینی“ میں اپنے رب کے پاس شب بیاں
ہوا تھا، اس نے جو کچھ کھلایا، میں نے کھایا، اور جو کچھ پلایا، میں نے پیا۔“

وانقسم لاتشرین سب سے تمہارے تمام اعمال ضائع
(۱) (۵: ۴۹) جن میں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

خدا تعالیٰ کو اتنا بھی گوارا نہیں کہ آپ کی جناب میں کوئی
لوٹھی آواز سے گونگہ کرے، چہ جیکہ تعظیم و تکریم کے بغیر نام
لیا جائے۔ قرآن کا مطالعہ کیجیے تو آپ کو معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ
نے سب سے پہلے خود اپنے اس اسرار تعظیمی کی شان کا ہر جگہ
نمونہ قائم رکھا ہے۔ جس قدر انبیاء اولوالعزم سے تعاطب قرآن میں
موجود ہے۔ ہر جگہ آپ پائیں گے کہ انکا اصلی نام اور علم لکھا نہیں
پکارا گیا ہے۔ مثلاً یا آدم اسکن انت و زوجک۔ وماتلک ییمینک
یا مرسی، یا داود انا جعلناک خلیفۃ فی الارض۔ یا داود انا نبشر
بغلام اسمہ یحییٰ۔ یا یحییٰ خذ الکتاب بقوة۔ یا عیسیٰ انی
مقرنیک ورا فیک الی اس طریق تعاطب کے مطابق چاہیے تھا کہ
اللہ تعالیٰ آپ کو بھی یا محمد! یا احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ
پکارتا، مگر اللہ کو اس درجہ اپکا احترام ظاہر کرنا مقصود تھا کہ تمام
قرآن میں ایک جگہ بھی آپ کو نام لیکر مخاطب نہیں کیا ہے، بلکہ
جہاں کہیں پکارا ہے، یا تو صدائے تعظیم و تکریم ہے، مثلاً یا ایہا الرسول
بلغ ما انزل الیک، یا ایہا الذی جاهد الکفار والمنا فقیں، اور یا ہر
صدائے محبت و عشق ہے: یا ایہا المؤمن! یا ایہا المؤمن! وکل
ما یفعلہ المحبوب محبوب:۔

بقرا از زندگی قامت موزوں لازم

یک قبا نیست کہ شائستہ ادا م تو نیست

اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کے نام کی عزت و احترام کی مثال
کیوں نہ قائم کرتا، حالانکہ جس شہر کی خاک آپ کے قدموں سے مس ہوئی
ہے، اسکو تو وہ بھی اس درجہ محبوب ہے کہ اس کی قسم کھانا ہے:
لا أقسم بهذا البلد اے پیغمبر! ہم شہر مکہ کی قسم کھاتے
رانت حل بہذا البلد ہیں، اور اس لیے کہ تم اسیں مقیم ہو۔
حقیقت یہ ہے کہ دلی اعتقاد ایک پیچ ہے جو بغیر محبت کی
زمین کے بار آور نہیں ہوتا، اور محبت کے لیے احترام اور تعظیم
ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جیسا آپ کی تعظیم و
تکریم پر زور دیا گیا اور کہا گیا کہ تعزروا و ترقروا، انکی تعظیم
کرو اور انکا احترام بجالاؤ! محدثین کے اس مسئلے پر بہت بحث
کی ہے کہ مومن کیلئے اللہ کی اور آنحضرت کی محبت بھی اتباع
احکام ہی طرح اجباری ہے یا اختیاری؟ کیونکہ محبت اختیاری
شے نہیں، اور اصل مقصود احکام اسلام کی پیروی ہے۔ لیکن
غور کیجئے تو اس سول کی یہاں گنجائش ہی نہیں، محبت
کے اختیاری و اجباری ہونے کا سوال تو جب پیدا ہو، جب
محبت اور ایمان دو چیزیں ہوں۔ حالانکہ ایمان تو از سر تا پا
محبت ہے، اور وہ ایمان ایمان نہیں جو محبت سے خالی ہو۔
والذین امنوا امنوا جہارک ایمان لائے ہیں انکی محبت
حباً للہ () اللہ سے نہایت شدید ہے

یہاں از باب ایمان کی یہ علامت بتلائی، اور دوسری جگہ یہودیوں
کے اس دعوے پر کہ ”نحن ابنا للہ و احبابہ“ یہ جواب دیا کہ:

ان کنتم تعبدون اگر تم واقعی محبت الہی کے مدعی ہو تو
اللہ فاتبعونی اسکی یہ صورت ہے کہ رسول کا اتباع
یعجبکم الاء، کرو، پھر تمہارے محبت کرنے کی ضرورت

(۱) ضمناً ان آیات میں تہذیب و سعادت اور قوائد مجلس کی بھی کیسی غرضی
تعلیم دی گئی ہے۔ یعنی کسی شخص کا نام آپ کو دروازے پر پکارنا، اور مجلس میں
چلا کر کھانا کرنا تہذیب کے خلاف ہے۔ اسس کہ اس تعلیم قرآنی کے سچے
عامل آجکل انگریز ہیں

بارہ آدمیوں کے ہاتھوں میں بیڑاں پہنائی گئیں۔

ہفتہ روزاں

کے بعض اہم تار

— * —

باب عالی نے جنگ کا قطعی فیصلہ کر لیا

لندن ۱۸ اکتوبر۔ باب عالی نے سرریا اور بلغاریا کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

یونانی بھاگ گئے

سالونیکا کی ولایت میں عثمانی فوجوں اور بلغاریائی قافلوں کے درمیان بھی لڑائی ہو گئی۔ یہاں بلغاریوں نے تارکات دئے ہیں۔ یونانی قافلوں نے سمجھا تھا کہ ہم سرحد پار ہو کر (ایپارس) میں گھس جائیں گے، مگر ترکوں نے ان کو مار مار کر بھاگ دیا۔

یونان کو اب ہوش آ رہا ہے

لندن ۱۸ اکتوبر۔ یونان کے سمجھدار لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو تو لڑائی راس نہیں آگئی۔ اگر بلغاریا کے سوا اور کوئی انتخاب ہو رہی جائے، تو یہی اکیلا بلغاریا ہی فائدہ اٹھائیگا اور سب ٹھائے میں رہیں گے۔ علاوہ بریں یونان کی فوج اور بیڑا کلم کے لائق نہیں۔ ترکی و اٹلی میں صلح ہو کر ترکی بیڑا آزاد ہو گیا ہے، اس لیے ہمارا بیڑا ترکوں کے مقابلے میں حد درجے ضعیف و کمزور ثابت ہوگا۔

ترکوں کا دلیرانہ حملہ

قسطنطنیہ ۱۸ اکتوبر۔ ترکی نظم فوج ۱۶ اکتوبر کی رات کو انکی سرحد پار ہونے کے اندر گھس گئی۔ اور لڑائی دس بجے رات سے شروع ہو کر تک جاری ہے۔

بلغاری فوج کا فرار

بلغاری فوج کے پیچھے کی کوئی روک تھام نہ تھی۔ بلغاریا کی آگے بڑھنے پر فوج اپنی بڑی جمیعت کی طرف گر کر جاتی تھی۔ انگریزوں نے (فیلڈ پولیس) کے دھن کی جانب کے در اہم ریلوے پلوں کو تباہ کر دیا ہے۔

اعلان جنگ کے وجوہ

لندن ۱۶ اکتوبر۔ باب عالی اپنے اعلان جنگ کا سبب یہ بیان کرتا ہے کہ بلغاریائی ریاستیں ہمارے خانگی معاملات میں کیوں مداخلت کر رہی ہیں، انکی فوجی طیاریاں کس لئے ہیں، اور آئے دن جگہ جگہ کسٹرو گوارا ہونگے؟ باب عالی نے یہ بھی کہا کہ ہم تو امن و صلح کے عاشق ہیں، لیکن اب امن و سکون قائم رہ نہیں سکتا۔

سپاہ سے سلطان المعظم کی درخواست

قسطنطنیہ ۱۸ اکتوبر۔ سلطان المعظم نے اعلان میں اپنی سپاہ سے یہ درخواست بھی کی ہے کہ جن لوگوں کو لڑائی سے تعلق نہیں انکی جان و مال، عیال و اطفال کا پورا احترام کیا جائے اور ان کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے

مسیحی جہاد

قسطنطنیہ ۲۱ اکتوبر۔ یہاں سلطانی اعلان کے رطبان پرستہ پہلو اور بلغاریا سرریا اور یونان کے شاہوں کے مذہبی اعلانات کا مقابلہ کیا جا رہا ہے۔ ترکی یورپس سخت و سست لہجے میں ان مذہبی تعصبات پر ملامت کر رہا ہے۔

ہمارے مصائب کا یہیں خاتمہ نہیں ہو جاتا، اس کے بعد ہم دو معلوم ہوا کہ یہاں عام باشندوں کے قتل ہمارا رکھنا مصلحت کے خلاف سمجھا گیا ہے کہ کہیں انکے دلوں میں ہماری ہمدردی نہ پیدا ہو جائے۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد حکم آیا کہ ہم لوگ (لڑا) پہنچادیے جائیں۔ بھوک کی تکلیف، آب و ہوا کی ناموافقیت، اور ضروریات زندگی سے محرومی نے ہمارے بیمار کردیا تھا، اور ہم میں سے کسی شخص میں اسکی طاقت نہ تھی کہ یہ بدل سفر کرے۔

لیکن بہر حال احکام کی تعمیل کے سوا چارہ کیا تھا؟ اپنی ملت مقدس کی یاد، اور خاک وطن کی عزت ہمارے دلوں میں ایک ایسی قوت بخش روح تھی، جو کسی حال میں بھی ہمارے صبر و تحمل کو متزلزل نہیں ہونے دیتی تھی۔ ہم نے اللہ کی مشیت پر صبر کیا اور روانہ ہو گئے۔ پہلے روم آئے گئے۔ یہاں سے آگے بڑھنے میں ایک دو گھنٹے کی دیر تھی، ہم سب شدت جوع سے بے حال ہو رہے تھے۔ ہم نے محافظ افسر سے التجا کی کہ وہ ہم کو اتنے عرصے کے اندر کھانے پینے کی کوئی چیز خریدنے کی اجازت دے، مگر یہ سن کر تمام سپاہی قہقہہ مار کر ہنسنے لگے، اور کہا کہ ”کتوں کو بہت جلد بھوک ستائے لگتی ہے“

(لوگ) پہنچنے کے بعد ہماری موجودہ زندگی کا گویا ایک دوسرا دور شروع ہوا، اور اب تک جو بربری مظالم اور ررحشیانہ تعذیب باقی رہ گئی تھی، وہ بھی شروع کر دی گئی۔

انتہا یہ ہے کہ بغیر کسی نئے جرم کے (علاوہ اس جرم حقیقی) کہ وہ مسلمان ہیں ۱۲۳ آدمیوں کے ہاتھ پائوں بھی زنجیر اور ہتکڑیوں سے مقید کر دئے گئے، اور ایک درسی تنگ و تاریک کوٹھری میں انکر رکھا گیا۔

ہماری حالت اس درجہ درد انگیز ہے، کہ خود یہاں کے ہزار اٹالی، اور تمام اخبار اس ظلم و وحشت پر حکومت کو ملامت ملامت کر رہے ہیں۔

غازی انور پاشا کا تار

میدان جہاد سے

— * —

مصر کے عثمانی قنصل کے نام غازی انور پاشا نے مندرجہ ذیل تار بھیجا ہے۔

(۲ - اکتوبر -)

۳۱ ستمبر کو دشمنوں کی ایک جماعت اپنے مشرقی مورچوں سے نکلی۔ ہمارے زمینوں کو جو نہی معلوم ہوا، فوراً نکل کھڑے ہوئے اور مقام (قارا قول) میں مقابلہ ہو گیا۔ دشمن کی تعداد ہم سے پانچ گنی زیادہ تھی، مگر ایک گھنٹے سے زیادہ میدان میں قائم نہ رہ سکے اور پانچ گھنٹے کے اندر انکی جماعت کا افسر اعلیٰ اور تقریباً ۱۴۳ سپاہی مقتول و مجروح ہوئے۔ افسر کے کپڑے اور تمغے اتار کر عرب لے آئے تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ تیغ تالیسویں بقالین کا افسر تھا۔

اسی طرح ۱ - اکتوبر کی شب کو ہم نے اپنے جدید توپخانے سے کام لیا، اور ایک پہاڑی توپ کے دھانے سے (دزنہ) پر آتش باری شروع کر دی۔ اس سے تمام اٹالین مورچوں میں بدحواسی پھیل گئی اور سامنے کا مورچہ راتوں رات خالی کر کے تمام دشمن بھاگ گئے۔ اس مورچے میں نہایت قیمتی سامان جنگ، اور کثیر تعداد میں ذخیرہ رسد مجاہدین کے ہاتھ لگا، حالانکہ اب ہم کو ان چیزوں کی چنداں ضرورت بھی نہیں۔

(انور)

چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ ہم نے سنا اور اپنا تمام معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔

ہم راہ طے کر رہے تھے کہ ہر اسٹیشن پر لوگوں کا ہجوم تذللیل و تحقیر کے ساتھ ہمارا ہال کرتا تھا۔ جب (اپو دلی) کے اسٹیشن پر گاڑی رکی تو ہم نے کھڑکیوں سے باہر کی طرف جھانکا۔ لوگوں کا ایک عظیم الشان گروہ تمام اسٹیشن میں پھیلا ہوا نظر آیا جو ہم کو دیکھنے کیلئے جمع کیا گیا تھا اور ان کے ہاتھ اور زبان دونوں ہماری طرف متوجہ تھے۔

یہاں ہمارا سواری کا سفر ختم ہو گیا اور ہم کو اسٹیشن سے باہر لیجا کر چار چار آدمیوں کی صفوں میں مرتب کیا گیا، پیدل ہم اپنی آخری منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ کامل تین گھنٹے کے بلا توقف سفر کے بعد (کامبانی) کی پہاڑوں سے محصور آبادی نظر آئی۔ یہاں (پوپ) کے عہد حکومت کے زمانے کا ایک پرانا مدرسہ ہے۔ جو عرصے سے دیوان اور بالکل وحشت کدہ ہو رہا ہے۔ یہی جگہ ہمارے قیام کیلئے مقرر ہوئی۔

کامبانی کے کلکٹر کی اٹالین فوج پر لعنت

یہاں ایک عجیب واقعہ ہوا اور خاص طور پر اسلئے ذکر کرتا ہوں کہ اس نے خود اٹلی کے منصف اور عقلمند لوگوں کے مخالف جنگ ہونے اور انکی تہذیب سوز وحشت کاریوں پر متاسف ہونے کا اندازہ کیا جاسکے گا۔ جس وقت ہم اس مدرسے کے قریب پہنچے تو قصبے کا اٹالین کلکٹر بھی وہاں موجود تھا۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک فوجی افسر نے اٹالین زبان میں (جس میں اچھی طرح جانتا ہوں مگر انکو معلوم نہیں) کہا کہ ”ان ظالم ترکوں کی ہڈیاں یہاں سڑائی جائیں گی“ یہ سن کر کلکٹر غصہ سے بے تاب ہو گیا اور اس نے چلا کر کہا کہ ”ترک ہرگز ظالم نہیں ہیں“ ہم کو اپنی جان کے سوا اور کسی انسان کی جان پر اختیار نہیں دیا گیا ہے۔ ہم کبھی انکی رہائی کی کوشش میں بھل نہیں کر سکتے اور تم لوگوں سے بالآخر

چھڑا کے رہیں گے“

یہ کہہ کر اس نے اپنی برہنہ تلوار کھینچ لی اور بالکل لڑنے کیلئے طیار ہو گیا۔ اسپر فوجی افسر نے چلا کر تمام سپاہیوں کو جمع کر لیا اور غریب کلکٹر کو پکڑ کے تلوار چھین لی۔

ترک قیدیوں کو سورا کا گوشت دیا گیا۔

تمام دن گذر گیا اور ہم کو ایک روٹی کا ٹکڑا اور ایک گھونٹ پانی کا بھی نہیں دیا گیا۔ رات کو ایک افسر آکر مدرسے کی پہلی منزل پر لے گیا۔ وہاں صرف ایک پرانا اور غلیظ بستر بغیر چادر اور تکیے کے ایک کونے میں پڑا تھا جس کے اندر روٹی کی جگہ چھلکے بھرے گئے تھے۔ ہم نے اس افسر سے ایک ہی خواہش یہ کی کہ اسی طرح کے بستر ہم میں سے ہر شخص کے لیے مہیا کر دے۔ مگر اس نے نہایت غرور و حقارت سے انکار کر دیا اس کے بعد ایک شخص ہمارے لیے کھانا لیکر آیا اس میں چند روٹیاں تھیں جس کے اندر سور کے گوشت کا قیمہ بھرا ہوا تھا۔ یہ معلوم کر کے ہم سب نے قطعاً انکار کر دیا اور سب کوٹی بھوکے پیاسے زمین پر پڑ گئے۔

(فائق بک) جزائر کے سول حکم میں سے تھے جنکی چٹھیاں حال میں ترکی اخبارات نے شائع کی ہیں۔ انکی خلاصہ حطب ذیل ہے: ”جزیرہ (اسٹرابالی) میں پہلی مئی کو ایک اٹالین جنگی جہاز (برن) نامی پہنچا تاکہ نئے قیدیوں کو رومالے جائے۔ اسی جہاز پر ہم سوار کرائے گئے اور پانچ دن کے بعد (ناپولی) پہنچے۔ جہاز جونہی بندرگاہ کے قریب لنگر انداز ہوا ایک دخانی کشتی ہم کو لینے کیلئے آئی جس سے چاریوں کے ایجنے کا ہمیشہ کام لیا جاتا ہے۔

ہم کو حکم دیا گیا کہ اپنا اپنا سامان اٹھا کر جہاز کے صحن میں کھڑے ہو جائیں۔ نصف گھنٹے تک ہم کھڑے رہے ایک اٹالین افسر نے آکر تمام قیدیوں کو گنا اور پھر انکو دو جماعتوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک جماعت میں صرف سول حکم داخل کیے اور دوسری میں فوجی اشخاص۔

اس موقعہ کے لیے اٹالینوں نے خاص انتظام کر کے ایک بڑا گروہ ساحل کے ماہی گیروں کا جمع کیا تھا۔ کیونکہ عثمانی قیدیوں کی تذللیل و تحقیر کے لیے وہاں کی عام پبلک اور اٹالین بری اور بحری فوج انکے خیال میں کافی نہ تھی۔ جونہی ہم لوگ جہاز سے اترے اٹالین ماہی گیروں کا ایک وحشی گروہ جو جوش و هیجان سے بالکل پاگل ہو رہا تھا اپنی اپنی کشتیوں کو لپیٹ چاروں طرف پھیل گیا اور چیخ چیخ کر ہم کو گالیاں دینے لگا اور طرح طرح کے حرکات تحقیر و تذللیل میں بلا ایک لمحہ ضائع ہوتے ہوئے مصروف ہو گیا۔

کشتی میں ایک مرتبہ اور ہم دو شمار کیا گیا اس کے بعد شہر کی جانب روانہ ہو گئے۔

اتالین پبلک کا مچھو ناناہ جوش احتفال

کنارے پر اترتے ہی شہر کی عام آبادی کو ہم نے اپنا منتظر پایا۔ انکے ہاتھوں میں مختلف طرح کی گندمی چیزیں اور لیموں کے چھلکے تھے جو

بے تکان ہم پر پھینکے جاتے تھے اور انکی زبانوں پر قسم قسم کی گالیاں تھیں جنکو منہ میں کف بھر بھر کر زور شور سے سنا رہے تھے۔ جب ہم انکے پاس سے گذرے تو ان میں کا ہر شخص اس طرح ہماری طرف جھپٹا گویا قتل کرنے کیلئے بیقرار ہو رہا ہے۔ شہر کے رؤسا اور دولت مند لوگ سب سے زیادہ ہماری ذلت کے مشتاق تھے اور اس سے لذت لیتے تھے۔

بار برداری کی قریم پر ہم کو ہتھاکر خبر دی گئی کہ (کازارینا) جارہے ہیں۔ ایک گھنٹے کے بعد ایک جگہ گاڑی روک لی گئی جسکا نام مجمع یاد نہیں رہا۔ وہاں بھی لوگوں کا سلوک ہمارے ساتھ بدستور اول تھا۔

تیسری بار یہاں پھر ہمیں شمار کیا گیا اور کہا گیا کہ اب رات بدلدی گئی ہے کازارینا کی جگہ (کیبانی) نامی ایک مقام پر ہمیں رہا جائے گا۔ کازارینا رومالے ایک پرفضا سرمائی مقام ہے اسلئے ظاہر ہے کہ عثمانی قیدی کیونکر وہاں رہے جاتے؟ یہ دوسری جگہ (سارنو) کے قریب ایک نہایت وحشت انگیز جگہ ہے جس کے



مفتش فائق بک

جس کو جزائر ایجیوں کے قبضے کے موقعہ پر ایک بے طرف مصری جہاز سے اٹلی نے قید کر لیا تھا۔

صدائے ملت

— * —

الہلال کی دعوت کی نسبت

— * —

جناب مولوی برکت علی صاحب بی - ۱ - از قصور ضلع لاہور

(۱) ضمیمہ کی دفعہ نمبر ۲ میں آپ تحریر فرماتے ہیں ”الہلال کی دعوت کا اصل اصول مسلمانوں کو انکی زندگی کے ہر عقیدے میں اتباع کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی طرف بلانا ہے“ اور پھر آگے چلکر دفعہ نمبر ۸ میں ہے ”یہ آپکا اتفاق اور اختلاف صرف اصول میں ہوگا جسکی تشریح کردی گئی ہے اور جسکی ایک شاخ یعنی پولیٹیکل تعلیم کی نسبت ۸ ستمبر کی اشاعت میں عرض حال کر چکا ہوں“

خواہ کوئی براے نام مسلمان (اللہم لاتجعلنی منہم) کیوں نہر، مگر امید نہیں کہ اس اصول کے متعلق بجز لفظ متفق اور کچھ جواب دیکھ کے کوئی شخص ایسا شقی القاب اور کور بطن نہیں ہو سکتا، جو مسلمان کہلا کر اس ”اصول“ سے اختلاف کرے - ممکن ہے کہ دلداد کان تہذیب نو اور وابستگان تمدن جدید میں سے کوئی ایسا ہو، مگر شکر ہے کہ میں انہیں سے نہیں ہوں -

میرا تو عقیدہ ہے کہ مسلمان کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ ہر کام میں اپنا راہنما اور راہبر کتاب اللہ کو نہ مانیں اور صرف منہ سے نہیں، بلکہ عملاً تسلیم کریں، خدا شاہد ہے کہ یہ عقیدہ الہلال کے پڑھنے سے نہیں، بلکہ اسوقت سے ہے، جبکہ الہلال نے اشاعت و اجرا کا خیال مصنف و مدیر کے دل میں پیدا ہوا تھا - مطلوبہ جواب تو اصل میں دیا جا چکا، لیکن اب میں دو چار لفظ فروعات پر عرض کرنا چاہتا ہوں -

(۲) دفعہ ۵ میں آپ تحریر فرماتے ہیں ”لیکن پالیٹکس اس کا اصلی موضوع نہیں“ اب جیسے صاحب قلم اور صاحب تدبیر فکر بزرگ قوم سے (گہرائی سے نہیں - یہ الفاظ خدا جانتا ہے، میں نہایت اخلاص اور محبت سے لکھ رہا ہوں، میرا دل ایکو بہت ہی عمدہ الفاظ میں مضاطب کرنیکو چاہتا ہے، گو آپ اپنے انکسار کی وجہ سے اس پر یہ نوت چڑھادیں ”ایندہ اس طریق تغاطب سے معاف فرمائیں کہ اسکا اہل نہیں“) یہ الفاظ نہایت ہی غیر متوقع اور خلاف امید ہیں - جب آپکا یہ ارادہ ہے بلکہ عزم ہے کہ ”مسلمانوں کو انکی زندگی کے ہر عمل و عقیدے میں اتباع کتاب اللہ و سنت رسول اللہ (روحی فداء) کی طرف بلائیں“ تو پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ آپ ہر عمل و عقیدے کی شرط قائم رکھیں ”پالیٹکس“ کو اسلامی کوچے سے باہر نکال دیں - قرآن کریم سے بڑھکر سیاست کی اور کون کتاب ہو سکتی ہے - تعجب پر تعجب تریہ ہے کہ آپ خود اس امر کو اپنے ۵ ستمبر کے مضمون میں تسلیم کر چکے ہیں - یہ نہیں ہو سکتا کہ سیاست ہمارے حدود عمل سے خارج کر دی جائے - سمجھ میں نہیں آتا کہ کس امر نے آپ جیسے آزاد حق گو کو یہ فقرہ لکھنے پر مجبور کیا -

(۳) آج ایک مہینہ ہوا میں نے اپنے ایک دوست کو جو الہلال کے خریدار بھی ہیں ایک مفصل خط تقلید اور اس کے نتائج پر لکھا تھا - جسمیں میں نے انہیں نصیحت کی تھی کہ اگر تم چاہتے ہو - کہ تمہاری قوم بیدار ہو، سنبھلے، ترقی کے میدان میں قدم رکھے، تو خدا کیلئے ہر قسم کی تقلید کا استیصال کرو، تقلید مذہبی بھی، معاشرتی بھی -

آبائی بھی، اور سیاسی بھی وغیرہ وغیرہ - مجھے تو اس تقلید کے نام ہی سے نفرت ہے - یہ حیوان کا کام ہونا چاہیئے نہ کہ انسان کا - اور یوں مطلق تقلید سے تو کوئی بھی نہیں رہ سکتا - کیونکہ وہ دوسری حد ہے - روائیت کی -

(۴) ”ہندوؤں سے ملاپ“ اس پر مجھے بہت کچھ لکھنا تھا، اگر خود اسی نمبر ۱۱ میں محمد حسین صاحب آزاد از آثارہ کی چٹھی شایع نہو جاتی - لیکن پھر بھی مختصر عرض خدمت ہے - ہندو قوم سے ہمیں پراپیٹل اغراض کے لحاظ سے ملنا ضرور ہے - لیکن ملاپ کے معنی کیا ہیں؟ اگر ملاپ سے مراد ”ولایت“ کی دوستی، تو ہمیں اپنی اور آپ کے دوسرے ہمنیالوں کی ذرا پروا نہیں، کیونکہ یہ صریحاً تعلیم قرآنی کے مخالف ہے - خداے کریم پکار پکار کر کہہ رہا ہے:

(الف) یاایہالذین آمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایاؤنکم خیالاً - ردوا ما عنکم - قد بدت البغضاء من افواہکم، وما تخفی صدورکم اکبر - قد بینا لکم الایات ان کنتم تعقلون -

(ب) ان تمسکم حسنة، تسوہم، وان تصبکم سيئة، یفرحوا بہا - اسمیں کچھ شک نہیں، عین ”یفرحوا بہا“ کے آگے ہی ”وان تصبروا“ ہے، لیکن پھر خود ہی صانع حکیم نے ”وتنقوا“ فرما کر تمام شبہات مٹا دیے - صبر ہم کر چکے، آج تک پورے پچاس برس اپنے حکم کے ہاتھوں ہم صبر کی ڈھال کے پیچھے، پناہ گزین ہوتے رہے، جو کچھ ہمیں صلا ملا ہے، وہ روشن ہے - اب ہندوؤں کے ساتھ آپ صبر کی تلقین کرتے ہیں - اگر آپ کا خیال ہے کہ پچاس سال اور اسے گذرنے چاہئیں، تو خیر، یہ خیال آپ کا آپکو مبارک ہو - جہانتک اس خیال کا تعلق ہے، مجھے ہرگز اس سے اتفاق نہیں - صبر ہمنے کیا، لیکن اصلی چیز جس سے ہمیں اپنی سپر بنانا چاہیئے تھا، اس سے ہم ہمیشہ غافل رہے - ”اتقاء“ اور ”صبر“ ہم آمیختہ سے جو طریق بچاؤ کا ان دشمنان اسلام کیلئے پیدا ہوتا ہے، وہی اصلی ڈھال ہے - حقیقت یہ ہے کہ صبر کے معنی ٹھیک اور صحیح سمجھ میں جب ہی آئے ہیں، جب ہم اتقاء کے لفظ کو انکھوں میں بٹھا لیں، اور دل میں جگہ دے لیں -

قرآنی آیات اس بارے میں اس کثرت سے ہیں، کہ کل کی کل یہاں نہیں لائی جاسکیں، اور نہ ہی ایکو لکھتے ہوئے ان کے استحضار کی ضرورت ہے بہر حال نتیجہ ان سب سے یہی نکلتا ہے کہ ”بطانت“ اور ”ولایت“ جو قرآنی اصطلاح میں دوستی اور قلبی تعلق کا نام ہے، ایک مسلم اور غیر مسلم میں ناممکن ہے، بلکہ اقدام بطالت کو صریح مذلت اور گمراہی کہا گیا ہے -

اگر ملاپ سے مطلب ہے ظاہری تعلق، تریہ تو صریح نفاق ہے - اور اسلام اور نفاق، ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے -

ملاپ کے ایک اور معنی ہو سکتے ہیں - مسلمان ہندوؤں کی مخالفت نکویں، ہندو انکی معاندت پر کمر بستہ نہوں - سو مسلمان بیچارے ایذا دینے کے قابل ہی کس روز ہوئے - زندگی نہالے کیا اور نیچرے کیا، اور اگر طاقت ہوتی تو زیادتی تو حیوانوں پر بھی جائز نہیں - انسان تو کجا؟ چنانچہ قرآن کہہ رہا ہے لا یجبر منکم شیطان قرما ان لا تعدلوا - ہاں برادران وطن کے ہاتھوں جو زخم ہمیں لگ رہے ہیں، اور جنکی رفتار افسوس ہے، دن بدن زیادہ ہو رہی ہے،

نئی جنگ کی پہلی منزل

— * —

(لندن ٹائمز) کا فوجی نامہ نگار لکھتا ہے :

ترکی لشکر اٹلی سے طاقت آزمائی کا موقع نہ ملنے کے باعث بالکل اچھوتا اور شباب میں مست ہوتا رہا ہے۔ ترکی سپاہ کا ایک عالم غذا خوں ہے۔ ترکی کیا ہے؟ ایک فوجی شہنشاہی ہے جس سے بہت سی عظیم کارناموں کی توقع کی جاسکتی ہے۔ انکے ہاں آدمیوں کی کمی نہیں، اگر سامان جنگ برابر فراہم ہو جائے تو کم از کم ۱۲,۰۰,۰۰۰ سپاہ کو باآسانی آمادہ پیکار تصور کیجئے۔ جمعیت مذکور سے خاص طور پر پین ٹری میں ۵,۰۰,۰۰۰ فوج کی صفیں طیار ہو جائیں گی، لیکن اسکے لیے کسی قدر انتظار ضروری ہے۔ اگر گھوڑوں کا انتظام کر لیا گیا تو تینوں بھی ۱۰۰۰ سے کم نہ ہوں گی۔ یہ ضرور ہے کہ ترکی کے دشمنوں کیلئے جنگ طرابلس ایک عمدہ موقع ہے۔ اور اسلئے ضرور ہے کہ انکو ابتدائی فتوحات نصیب ہوں۔ نیز مختار پاشا کی گورنمنٹ کو مالیات کا مسئلہ بھی درپیش ہے۔ تاہم جنگ کا نتیجہ اسکی ابتدائی ساعات ہی میں پوشیدہ نہیں ہونا۔

اگر عمدہ اسباب کے ساتھ ترکی فوجوں کی کمان ایک مستعد جنرل کے ہاتھ رہے، تو ترکوں کو چاروں دشمنوں کے مقابلے میں کامیابی ہی کامیابی ہے۔ بلغاریا، سربیا، اور یونان اپنی فوجی نقل و حرکت کو باآسان مشترک و متحد کرنے سے قاصر رہیں گے۔ ترک کم و بیش اپنے مرکزی موقعوں پر رکتے رہیں گے۔ قدامت قدمی سے اپنی عظیم الشان جنگ جاری رکھ سکتے ہیں۔ ترک جانتے ہیں کہ انکا خطرناک دشمن کوئی ہے۔ نہ صرف بلغاریا ہے۔ وہ (اڈریا نوئل) اور (زبریں ماریٹا) کے گرد گرد ایک ہجوم کر کے محاصرہ کر سکتا ہے، جہاں پہلی فیصلہ کن جنگ کے مناظر کی سیر دنیا کو دیکھنی پوچھنی۔ پس قدرۃ ترکوں کا پہلا کلم یہ ہوا کہ (مصطفیٰ پاشا - اڈریا نوئل - کرک کلیہ) کے خط رواں پر اپنے لشکر کا عنصر اعظم مجتمع کر رہیں، تاکہ روتوب کے پہاڑوں کے یورپ رخ میں بلغاریوں سے فیصلہ کن مقابلہ

ہو سکے۔ ابھی ترک یہی کرینگے کہ سربیا اور یونان کو اپنے فوجی حصوں سے ہٹائے رکھیں گے، اور ادھر ہر طرح کا نقصان برداشت کر لیں گے تاکہ اصلی دشمن باہمال ہو سکیں۔

اگر ترکی نے بلغاریا کو ایک زبردست ضرب لگائی، تو بس سمجھ لیجئے کہ بلغاریائی اتحاد کی عمر کا پیمانہ پتہ چکا، اور ہمارا قیاس تو یہ ہے کہ اسکے بعد سے ترکوں کی جنگی کارروائی بڑھتی مستحکم ہوجائے گی۔

ریاستہائے بلقان

بلغاریا کو ۴۰,۰۰,۰۰۰ آدمی حاصل ہو سکتے ہیں، اور عمدہ میدانوں فوج ۲,۵۰,۰۰۰ اور ۷۰۰ قبیلے، جو بلقانی دائرے میں سب سے زیادہ غالب اور زبردست قوت ہے۔ قریب قریب تمام مشاق سیاحوں کا بیان ہے کہ بلغاریائی فوجوں کی ترتیب و نظم، نڈیرہ، اور آنکی جنگی روح کو دیکھ کر انکے ہیبت خیز ہونے میں شبہ نہیں ہو سکتا۔ ہمیشہ سے لوگوں کا قیاس ہے کہ اگر ترکی سے لڑائی ہو تو بلغاریا اپنے عمدہ نظم و ترتیب اور عاجلانہ اسلحہ آرائی کی قابلیت کی بدولت اوزوں سے جلد فائدہ اٹھائے گی فکر میں رہیگا۔

اسکے بعد بلقانی ریاستوں میں سربیا کا درجہ ہے۔ یہ ۱,۵۰,۰۰۰ میدانوں فوج اور ۵۰۰ سے زیادہ تپیں فراہم کر سکتا ہے، لیکن اسکے آدمی اڑنے کے لیے تعداد مذکور سے دو چند ہیں۔ اگر یونان بھی لڑے تو اسکا لڑنا تو اسکی فوجوں کی نظم و ترتیب مکمل ہونے سے پہلے ہوگا، اسلئے کہ اسکی میدانوں قوت ۸۰,۰۰۰

سپاہ سے شائد ہی زیادہ ہو، اور تپیں تو کل ۳۵۰ ہی ہونگی۔ مائٹی نیگرو کا ہر توانا و مضبوط آدمی سپاہی ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ پہاڑی آدمی تربیت یافتہ نہیں ہیں تاہم بطور قدیم کے پہاڑ کے ایک حد تک کانٹے بن سکتے ہیں۔ ان اسلئے بے ظاہر ہے کہ ترکی و جردہ مقابلہ اسکی بڑی فوج کی تاریخی عظمت و جلال کے لیے کوئی ہلکی پھلکی پراہش نہیں ہے۔

بلغاریائی ریاستیں گو کہ ترکی کے خلاف متحد ہیں، لیکن فتح کی صورت میں انکی نیقیں مرکز متحد ہونگی۔ انکے سوا ایک اور ریاست (رومانیہ) ہے۔ یہ سب سے انگ اور نرالی راے کی حکومت ہے۔ اسکی میدانوں قوت بلحاظ تعداد بلغاریا سے کم نہیں، بلکہ قواعد یافتہ و تجربہ کار لوگوں کے اعتبار سے اسکے پاس زیادہ ہجوم ہے۔ رومانیہ بھی اہم حصہ لے سکتا ہے اور اسکا اندازہ اسوقت حل طلب بھی ہے۔

آسٹریا کی امنگیں

ان تمام حریف ریاستوں سے انگ اور دور، پردے سے لگ کر (آسٹریا - ہنگری) کہتی ہے، جو مسئلہ بلقان میں اپنے اثر کے لحاظ سے سب سے بڑی زبردست فوجی قوت ہونیکے باعث تمام معاملات کو اپنے ارادے کے سانچے میں ڈھالے گی۔ یہ ممکن نہیں کہ آسٹریا اور روس کی بے طرفی کے یقین کے بغیر یہ ریاستیں ایک قدیم آئینہ سبکیں، اور چونکہ روس امن و سکون کا طالب ہے اور ترکی کے خلاف مسیحی ریاستوں کی عداوت اور دستبرد بھی اسکی روایات قدیمہ کے منافی نہیں، لہذا اسکی حالت نازک سی ہو رہی ہے اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ انجام کار آس سے کس طرح کی کارروائی ظہور میں آئیگی۔ جسوقت لونیوالے فریقوں کی حائیں مضحل ہو جائیں گی، آسوقت آسٹریا اپنی نازہ دم اور اعلیٰ درجے کی سپاہ بیکر بیچ میں آکر اٹھکے دیکھنا اہم بہ چاہئے۔ اور یہ نہیں چاہئے۔

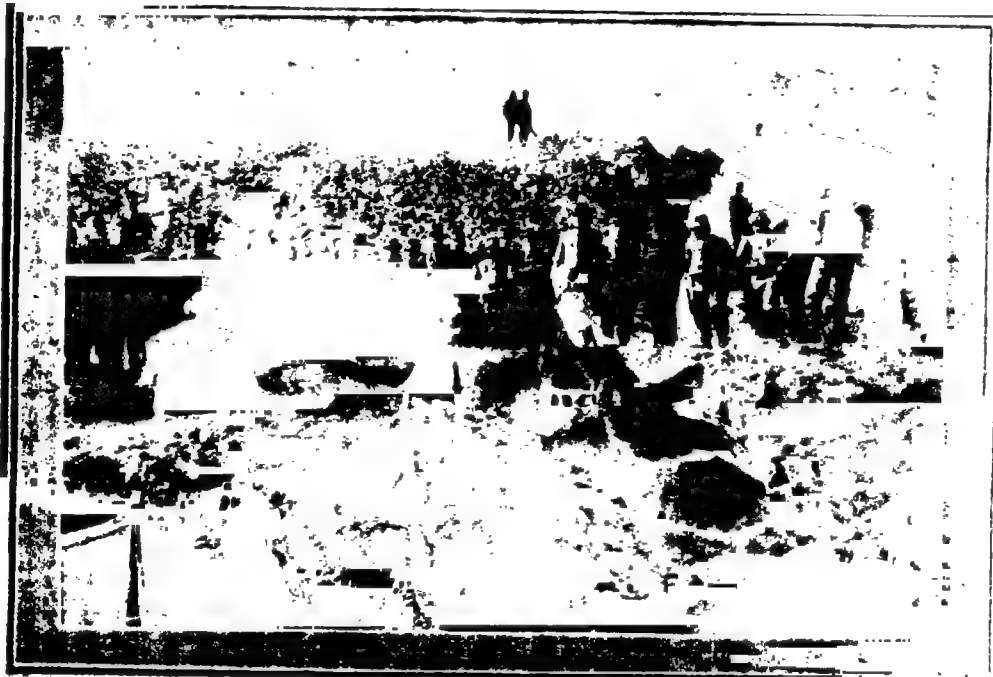
عساکر عثمانیہ

اب لڑائی فوج کھڑی کی جا رہی ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ ساتویں نظام ڈویژن (ترک کلبسہ) میں، دسویں ڈویژن (اڈریا نوئل) میں، اور تیسری ڈویژن (بابا ایسکی) میں مع تقریباً ہتھکنڈے اور اسلحہ سواروں کے مجتمع کردی گئی ہونگی جس انتظام کی وجہ سے روتوب کے مشرقی سرحدی راستے اور

پگڈنڈیاں ترکوں کے قابو میں رہیں گی۔ شائد پردے کے پیچھے اول، دوم، سوم اور چہارم ترکی آرمی کور بھی جمع ہو رہی ہوں، اور چوتھ نمائے گیلی پولی، دیدیا غی، اور باسفورس، اوریاے تخت کی حفاظت کے لئے چار اور فوجی جمعیتوں کی ضرورت محسوس ہو جو اب تک غیر مکمل ہیں۔ لیکن قسطنطنیہ میں اسوقت درجہ اول کی ریف فوج کی دو ڈویژنیں موجود ہیں اور بہت جلد انہیں اصلی فوجوں کی جگہ لینی پوچھنی۔ درجہ دوم ریف کی ۵ ڈویژنیں شائد بابا ایسکی، اڈریا نوئل، کماجینا، کرجائی اور بلیر میں ہتھیاروں سے ایس ہو رہی ہونگی۔ شائد (تھریس) میں انہیں فوجوں کو پہلی لڑائی کی ضرب اٹھانی پڑے۔

آخرتین ترتیب کے مطابق ترکوں کے فوجی کوروں میں پیادہ فوج کی تین ڈویژنیں، تین رجمنٹیں، ہر ایک میں تین بٹالین، دو یا تین رجمنٹوں کا ایک اسپ سوار بریگیڈ، ۳۶ تپیں، انجینڈروں کی ایک بٹالین، بڑے تپیں، اور مددگار فوج شامل ہونگی۔ عملہ ہر کور (فوجی حصہ) میں دن ڈویژن نہیں ہیں، اور نہ تمام ڈویژنیں ۱۲ بٹالین کی ہیں، حالانکہ ایسا ہی ہونا چاہئے تھا، لیکن اول فوجی انسپکشن میں، جس میں ۴ فوجی کور شامل ہیں، تقریباً تمام بٹالین داخل ہونگی۔

اڈریا نوئل سے مضبوط قاعوں میں یہ چار فوجی کور پند ریف ڈویژنوں کی مدد سے بلغاریائی چوہائی کی بلا شبہ شہید مدافعت کرنے پر قادر ہونگے، لیکن اگر ت پر کم نہ آجائے، تو شائد ایک حملہ آورانہ پہاڑی اختصار اندر سکیں۔



بلغاری کے جدید آتالین مورچے اور قلعہ بندی

موسیو کولیرا ایڈیٹر (النیل) مصر کی ہیں نے یہ تصویر کی ہے

کری ہوئی ہوتی ہیں۔ اگر مزید تفصیل آپ طلب فرمائیں گے گذارش کی جائیگی۔

ثانیاً - خشونت لہجہ - کلام مجید میں حضرت موسیٰ کو جو شان جلال کے مظہر تھے، فرعون کے مقابلہ میں جو سرکشی کا نمونہ تھا، لینت کی تعلیم فرمائی گئی - خود حضرت سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نسبت ارشاد ہوا کہ لینت باعث کامیابی تھی، درستی باعث ناکامیابی ہوتی، اس صورت میں الہلال کا سخت لہجہ کہاں تک کامیاب و مطابق تعلیم ربانی ہوگا - میں اس امر کا سخت مزید ہوں کہ اصلاح کے لیے صاف گوئی، بیباکانہ رزک ترک، اور گرفت کی اشد ضرورت ہے لیکن یہ سب کچھ ایسے لہجہ سے بھی ہو سکتا ہے جو سخت نہر اور یقیناً لینت بمقابلہ خشونت قلوب میں زیادہ دیر پا اور گہرا اثر پیدا کرتی ہے، اور یہی مقصود تلکین - الہلال کا لٹریچر مجھکو تو بیکد پسند ہے اور میں اس کے پڑھنے میں ایک روحی سرور محسوس کرتا ہوں مگر میرا خیال ہے کہ عام قارئین الہلال کے فہم سے شاید بالاتر ہو، اور اس لیے مبادا اس کا نفع محدود رہ جاتا ہو۔

از جناب مولانا محمد یعقوب صاحب (مونیگر)

ادام اللہ شمس افاضتکم طالعہ علی المسلمین

اس عاجز نے تمام پرچونکو ابتدائے اشاعت سے اس وقت تک جس قدر شائع ہوئے بخوبی دیکھا، میری عقل ناقص میں الہلال اس غرض و غایت کے لیے منعقد ہے کہ مسلمانوں کو ان کی زندگی کے ہر عمل و عقیدے میں اتباع کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی طرف بلاتا ہے اور ان کی پولیٹیکل مصالح کے لیے بھی وہ اسی اصول کو نہایت زوروں کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ بے شک ہماری دنیا کی زندگی بھی اسی قانون الہیہ کے ساتھ مربوط ہے، ہم دین کو دنیا سے علیحدہ نہیں کر سکتے اس لئے ہمارے طرز معاشرت کے قوانین کا مجموعہ بھی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہے - اخلاقی و تمدنی و سیاسی اعمال و عقاید کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے علیحدہ سمجھنا کفر و مریض سمجھتا ہوں - من یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً - بے شک ہم کو الہلال کے دعوت سے اتفاق ہے - فقط ایک امر موجودہ حالات کے اعتبار سے قابل گذارش ہے وہ یہ ہے کہ ہم و نیز ہمارے مصلحین عام اس سے کہ طبقہ علما میں سے ہوں یا غیر علما سے، وہ جس قدر کہتے ہیں کرتے نہیں: یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون - یہی وجہ ہے کہ ہم مسلمانوں میں وہ غیرت و جمعیت و صبر و استقلال و عزم و ارادہ جسکی دعوت آپ دیتے ہیں، جستجو اور کوشش کا محتاج ہے اسی وجہ سے ہمارے مصلحین کا طبقہ بھی (کل قول لا یردقہ الفعل فہو کذب) کے کلیہ کے ماتحت معلوم ہوتا ہے - اگر ہر مسلمان ایک دوسری کپی غلطی و غلط روی ظاہر کر دیا کرے اور کشیدگی و رنج آپس میں نہ ہو تو مسلمانوں کے دن ضرور بھر سکتے ہیں - جناب والا کے احقاق حق کے طرف لوگوں کو دعوت دی - اکثر الناس کو الحق مر کے اعتبار سے جناب والا کی باتیں کڑی معلوم ہوئیں تو دست و گریبان ہو کر لڑنے کے لیے مستعد ہو گئے - پس اسے حالت میں ناصحین اس آتہ شریف پر نظر فرمائیں (ابلقم رسالۃ ربی ولكن لانصحبن الناسخین) اس وقت بلا خوف و لوم لایم جو گراں بہا نصایح آپ لوگوں کو دے رہے ہیں، وہ قابل صد قدر و شکر گزاری ہے۔

میرا خیال ہے کہ الہلال کے اصول دعوت سے بھی شخص مخالف ہو سکتا ہے جو افرایت من اتخذ الہ ہواہ کا مصداق ہے ایسے لوگوں کی باتوں کو خیال میں لانا ہی بیجا ہے - لا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا و اتبع ہواہ رکان امرہ فرطاً -

آپ شاید سمجھتے ہیں کہ ابھی الہلال نے کچھ بھی شہرت نہیں پائی ہے، حالانکہ اسکی قبولیت اور پسندیدگی کی کوئی انتہا نہیں - اسکا سبب صداقت، محبت قومی، فرضی و ایثار ہے - اگر دل میں جناب کے رویہ کا نفع مد نظر ہوتا ہو یہ یقین ہے کہ الہلال کی یہ منزلت نہوتی میرے والد نے مجھ سے اسکا ذکر کیا کہ اگر مولانا حق گوئی کی تلخی پر کوئی شیروں تہ جما دیا کریں تو آسانی سے حلق سے فرو ہو جائے گی امید ہے - کیونکہ طبیب جسطور پڑھو سکتا ہے، مریض کو دوا پہنچاتا ہے تاکہ مریض کو شفا ہو جائے - اگر بے وقوف اور نا عاقبت اندیش مریض نے دوا کو کڑوا سمجھ کر استعمال نہ کیا تو اس کے تندرست ہونے کی کوئی امید نہیں ہو سکتی

جناب مولوی اشفاق الہی صاحب سب انسپکٹر پولیس شاہ آباد (رامپور)

کاش کسی طرح سے آپ کو یہ علم ہو جاتا کہ آپ کی تحریر میں کیا اثر ہے؟ میں نے بچشم خود یہ دیکھا ہے کہ خدا سے ایسے باغی مسلمان، جنکو دولت و حکومت نے خدا کے سامنے بھی خم ہونے کی اجازت نہ دی، آپ کے رسالے کو انہوں نے چوما، آنکھوں سے لگایا، اور بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دیے - میرے نزدیک یہ کامیابی کوئی معمولی کامیابی نہیں ہے - میں خدا کا شکر کرتا ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ بھی ہزاروں ہزار شکر ادا فرمائیں - میں نے آپ کے رسالے کے گرد مجمعے دیکھے ہیں، مکان میں لیجا کر خانوان حرم کو سنائے دیکھا ہے، اور وہ منزلت دیکھی ہے جسکو اگر آپ ملاحظہ فرمائے تو اللہ بے حد متعجب ہوتے -

(۱: جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب شروانی رئیس بیگم پور)

الہلال کے ساتھ جو ضمیمہ طلب رائے کا شائع فرمایا گیا ہے اسکا جواب یہ نیاز نامہ ہے - یہ کانفڈنشل نہیں ہے - لہذا اس کے اخفا کے ضرورت نہیں -

(۱) اولاً اصول دعوت الہلال - تو اس سے مجھے بالکل اتفاق ہے اور یہ میرا دینی عقیدہ ہے کہ اگر مسلمان زندہ ہو سکتے ہیں اور رہ سکتے ہیں تو صرف اتباع کتاب اللہ و سنت الرسول سے (صلی اللہ علیہ وسلم) روح یہ ہے اور باقی اور چیزیں بمنزلہ دیگر ضروریات زندگی ہیں - جب میرا یہ عقیدہ ہے اور ضرور ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہوگا تو ظاہر ہے الہلال کے اس اصول سے کہ ”مسلمانوں کو ان کی زندگی کے ہر عمل و عقیدہ اتباع کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے طرف بلانا“ کس طرح اختلاف ہو سکتا ہے؟

(۲) دوسری باتوں سے مجھکو اختلاف ہے - اولاً الہلال کے مباحث کے وسعت سے - پولیٹیکس، تعلیمات، مذہبی رفارم وغیرہ یہ امور ایسے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر حقیقی بحث کے لیے پوری توجہ ہی ضرورت ہے - اور جس حالت میں کہ اس وقت ہم ہیں، ایک شخص واحد کا ان تمام امور سے کامیابی و تسلسل کے ساتھ بحث کرنا ناممکن ہے، لہذا میرا خیال ہے کہ آپ کو اپنا موضوع محدود کر لینا چاہیے، بحث کے واسطے مبحث کے تمام ماثلہ و ما علیہ سے واقف ہونا اور بعد واقفیت غور و تأمل لازم ہے، بدوں اس کے اگر رائے کا اظہار ہوگا، تحقیق کے پایہ سے گرا ہوا ہوگا -

مثلاً آپ محمدر کالج کی پالیسی، اس کے طرز عمل، اس کے طلباء، اس کے مہتمموں کی نسبت بحث کرنے میں اظہار رائے فرماتے ہیں - میں اس تجربہ اور علم کے روعے جو مجھکو برسوں کے واقفیت سے حاصل ہے، محسوس کرتا ہوں کہ وہ رائیں پارہا پایہ تحقیق سے

خیر۔ اس ننگ اسلام نے آپؐ کو جو کچھ لکھا۔ اُسکا جواب

(آئیندہ نمبروں کیلئے جو تصویریں طیارہ ہیں)

(اُن میں سے بعض کی فہرست)

(مشاہیر)

- ۲۳ طبرق کے عثمانی کیمپ کے انسر
۲۵ مجاہدین کی عورتیں اور بچے میدان جنگ میں
(ایران)
۲۲ تبریز میں روسی لشکر کی لعنت
۲۷ اذر بائجان میں روسی داخلہ
۲۸ ایران کے سرداران قبائل
(مراکش)
۲۹ قبائل مراکش کا قتل عام
۳۰ طنجه میں قبائل کا حملہ
۳۱ فاس کا قصر حکومت
(عام مناظر و تصاویر)
۳۲ عثمانی پارلیمنٹ کا افتتاح
۳۳ سلطان المعظم پارلیمنٹ میں
۳۴ عید دستور
۳۵ روقس کے بعض مناظر
۳۶ دارڈینلز کا ایک منظر
۳۷ ہلال احمر مصر کا گروپ
۳۸ فرانس کی ہلال احمر کا طبی وفد
* * *
۳۹ قونیہ میں ایک اسلامی اثر قدیم کا انکشاف
۴۰ سنہ ۷۰ ہجری کی ایک تحریر کا عکس
۴۱ حکیم مومن خاں "مومن"
۴۲ نواب ضیاء الدین خاں "نیر"
۴۳ مرزا صائب کے دستخطی دیوان کا ایک صفحہ
۴۴ مرزا غالب کا ایک دستخطی خط
۴۵ بہادر شاہ کا بستر مرگ
- امیر عبدالقادر الجزائری
۴ ابرالحرار مذمت پاشا
۳ شیخ احمد السنوسی
۴ سید ادیبی امام یمن
۵ امیر علی پاشا بن عبد القادر الجزائری
۶ امیر عبدالقادر ثانی بن امیر علی پاشا
۷ ہز ایکسلنسی محمود شوکت پاشا
۸ مجاہد دستور و حریت نیازی بک
۹ ابراہیم ثریا بک کمانڈر شرقی طرابلس
۱۰ ڈاکٹر نہاد سزای بک رئیس ہلال احمر قسطنطنیہ
۱۱ سولہ برس کی عمر کا ایک عثمانی مجاہد
۱۲ قسطنطنیہ کی موجودہ وزارت
۱۳ ایرانی مجاہدین کا ماتم سرا
۱۴ ایرانی مجاہدین کا حملہ
۱۵ بیک ہاشی نشات ہے
۱۶ منصور پاشا مبعوث بنگازی
(مناظر جنگ)
۷۱ طرابلس میں مسیحی تہذیب کے چار خرنین مناظر
۱۸ اٹالین عوامی جہاز سے مجاہدین کے کیمپ پر کاغذات
پھینک رہے ہیں
۹ طبرق کا معرکہ
۲۰ منصور پاشا مجاہدین طرابلس کے سامنے تقریر کر رہے ہیں
۲۱ بیدرت بینک کی شکستہ دیواریں
۲۲ روقس میں اٹلی کا داخلہ
طرابلس میں اٹالین کیمپ

میں نے جو کچھ عرض کیا ہے اسکا لب لباب صرف ایک مصرعہ میں ادا ہو سکتا ہے۔

زمانہ : نسا زد تو با زمانہ بساز
میرے نفس مطالب کے : اکر نیکے لیے ایک ہی مصرعہ اور ہے جس سے میں مدد لے سکتا ہوں۔

با ہمیں مردمان بہ باید ساخت

یہ سب صحیح ہے مگر کیا یہ باتیں اخبار میں چھاپ دینے کے قابل تھیں؟ میں عرض کرونگا کہ نہیں، اور ہرگز نہیں۔ کیوں؟ وجہ صاف ظاہر ہے۔ نہ اسلیے کہ ہم میں اخلاقی جرأت کی کمی ہے بلکہ اسلیے کہ جو کام آپ کرنے جارہے ہیں اس کے لیے ان باتوں کا اظہار سدراہ ہوگا اور آسان کام مشکل بن جایگا۔ قوم اپنے لیڈروں کی مرید ہو رہی ہے۔ ایک لفظ ان کے خلاف سننا گناہ کبیرہ ہی نہیں بلکہ افر سمجھ رہی ہے۔ اگر آپ اس کے خلاف زبان کھولیں گے تو جو لوگ اس وقت آہستہ آہستہ آپ کے گرد و پیش جمع ہونا شروع ہو چکے ہیں سب کے سب ایک سرے سے کافور ہو جائیں گے اور آپ کے تلخ پند و نصائح کی ہیف شکن گولیاں صرف ہوا میں راہیں جائیں گی۔

(جناب غلام نبی صاحب وائس پرسنل دیپارٹمنٹ ڈیپارٹمنٹ ڈیپارٹمنٹ)

بجواب استفسار عرض پرداز ہوں کہ مجھے الہلال کی دعوت سے اصولاً اتفاق ہے۔ آپ کی طرز تحریر، لب و لہجہ، اور طریقہ اظہار خیالات بھی خالص اسلامی ہیں۔ آپ بھی لکھتے ہیں جو قوم کے دل میں ہے۔ اسکا ثبوت رابر میں اُن پُرشور و مسرور چہروں پر دیکھتا ہوں جو ہر ہفتہ آپکا قیمتی جرنل پڑھنے کے لیے میرے مکان پر آتے ہیں، بلا استثنیٰ ہر شخص الہلال کے صفحات پر روجد کرتا ہے۔ خدا کرے کہ یہ نفاہا سا پردا جسے آپ اپنے خون دل سے سیدھ رہے ہیں، بڑھ کر ایک تنومند درخت بن جائے اور ہندوستان کی موجودہ لامذہبی اور اتحاد کی کوکلی دھوپ سے اپنے نئے جسموں کو بچانے کے لیے اس کے گہنڈے اور گہنڈے سایہ میں پناہ لیں۔ میرے دماغ میں خیالات کے ہجوم ہیں، مگر قلت فرصت سے مجبور ہوں۔ اس ایک جامع و مانع شعر پر قناعت کرتا ہوں۔

ادا آنکھیں نمک پاش جراحت ایسی ہوتی ہے
کہ دل اندر سے بول اُٹھتا ہے لذت ایسی ہوتی ہے

(ایک بزرگ از راجپور)

ابتداءے اشاعت سے الہلال کے کل پرچے بغور مطالعہ کیے۔ اور گوسب نہیں تو اکثر ضرور دوست احباب کو بھی دکھائے۔ قسم بخدا جس نے دیکھا حیران ہو گیا۔ میں نہیں جانتا کہ آپ کے بیان و طرز تحریر میں کیا جادو ہے، جو ہر ایک شخص کے دل پر ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ یقیناً یہ تاثیر آپکی سچی قومی خدمت و ہمدردی کا نتیجہ ہے۔ خداوند عالم آپکو بابرین خلوص و محبت ہمیشہ زندہ و سلامت رکھے۔

آپ نے جو اصول الہلال میں قرار دیے ہیں، وہ دراصل اسلام اور مسلمان بننے کے اصول ہیں یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلمان (خراہ وہ آپکی محبت بھرے دل کی حالت سے واقف ہو یا نہر۔ نیز آپکا دوست ہو یا دشمن ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ نور ایمان سے ارسنا دل منور ہو) اور سے اختلاف کرے؟

مجھکو نہ صرف آپکی اصول، بلکہ جملہ فرمائعات و جزئیات سے بالکل اتفاق ہے۔ اور میں بالآخر تردید صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ جن لوگوں کو آپکی تحریر تلخ اور آرمی معلوم ہوتی ہے وہ الحق مر کا مقلد ہے، آپکی تحریر کا اسمیں کوئی قصور نہیں۔

مسٹر فضل الرحمن صاحب (بانی پور)

الہلال اتباع کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی طرف بلاتا ہے، کون مسلمان ہے جو اسلام کے ساتھ اس دعوت کے شمول سے انکار کر سکے؟ یقیناً یہاں سے کہ اس پر اشوب زمانہ میں آپ کو میں ایک بہت ہی بڑی اخلاقی قوت سمجھتا ہوں۔ امت مرحومہ کی یہ خوش قسمتی ہے کہ ایسا آدمی پیدا ہوا۔ آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین جن وعدہ اس لہجوں اور زوالہ انگیز لفظوں میں کیا کرتے ہیں، اور جس کے زور و شور کے رعب و ہیبت سے نفاق اور قوم فروری ہمارے لیڈروں کے سینوں میں پڑی ہوئی کانپ رہی ہے، اور نیز جس بلند اہنگی سے آپ ان خود ساز بددستی کے پیشوا یا ملت کی خفیہ سیہ کاریوں کی پردہ دری کیا کرتے ہیں۔ یہ دراصل مظاہر ہیں اس اخلاقی جرأت کے، جسے ہر موجد کے دل میں لازمی طور پر ہونا چاہیے اور جس کی نظیر اچکل بالکل نایاب ہے۔ اگر قوم میں ایسے جرمی، زاست باز، راست گو، راستی پسند کچھ اور لوگ ہوجائیں، تو قوم کی قسمت آج پلت جائے اور اسکی بدبختی کا آج ہی خاتمہ ہو جائے۔ آپ کے لب و لہجہ میں بھی مجمع کوئی بات قابل اعتراض نظر نہیں آتی۔ کیا اب وقت اسکا ہے کہ ہم عینے میٹے نرم الفاظ خوشامد کے منہ سے بولیں؟ یہ وقت اضطرار ہے اور اضطرار میں سب باتیں جائز ہیں اور پھر یہ تو غیر ممکن ہے کہ کوئی مفید کام بلا کسی کو راج پہنچائے انجام دے سکے۔ مختصر یہ کہ آپ جو کچھ بھی کرتے ہیں، مجھکو اس سے بالکل اتفاق ہے۔

جناب مولوی عطاء الرحمن صاحب ام۔ ا۔ ا۔ پروفیسر راجشاہی

بجواب ضمیمہ الہلال عرض یہ ہے کہ الہلال کے اصول اور پالیسی سے مجمع پورا اتفاق ہے۔ میرا عرصہ سے یہی خیال رہا ہے کہ مسلمانوں کو قومی ترقی ہرگز نصیب نہوگی جب تک قرآن کریم کے بتائے ہوئے مسلک پر وہ نہ چلیں گے۔ اگر وہ (اعلن) کے زمرہ میں داخل ہونا چاہیں تو انہیں (مومن) ہونا ضروری ہے۔ ہاں البتہ بعض اوقات آپ کے مضامین میں کسی قدر درستی ہوتی ہے۔ میں اسکا بھی مخالف نہیں اگر سختی کے جواب میں سختی ہو۔ ایک حضرت نے ایک بڑی رقم اعانتاً دینی چاہی۔ انکی اعانت قبول کرنا آپ کے اصول کے خلاف تھا تو نرمی سے آپ جواب دے سکتے تے۔ لیکن آپ کے مضمون میں غیر معمولی سختی تھی، جو کہ آپ جیسے بزرگ کے شایاں شان نہیں۔ دیگر عرض یہ ہے کہ الہلال کو آپ ایک میگزین کے طرح شایع کر رہے ہیں۔ شاید یہی آپ کا مقصد ہو۔ لیکن ساتھ ہی ایک اخبار کا فرض بھی ادا کرنا ضروری ہے۔ یعنی جیسے آپ اعلیٰ مضامین قومی و مذہبی امور پر لکھتے ہیں۔ ریسائی درچار صفحے خبریں (علی الخصوص اسلامی خبریں) کے لیے بھی علیحدہ رکھ چھوڑنا چاہیے۔ رائے قائم کرنے کے لیے خبریں کا جلتنا بھی ضروری ہے۔ جس سے کسی قوم یا ملک کے نشیب و فراز کا علم ہوتا ہے۔

مسٹر اظہر علی صاحب آزاد ایم۔ آر۔ ایس تحصیلدار خلیل آباد (بستی)

جیسا کہ میں کل کے عریضے میں عرض کرچکا ہوں میں اپنی ذاتی رائے کو کسی طرح قابل وقعت نہیں سمجھتا نہ میں اس قابل ہوں کہ آپ کے سے عالم متبحر کے آئے زبان ہرل سکوں۔ میں اپنی کسی معاملے میں صلاح دینے کی جرأت کرنا حکمت بہ لقمہ اخروختن کا مصداق ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ

گاہ باشد نہ اسودے نہ : بغاٹ بر ہدف زند تیرے

لَا تُهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَلَا تَمُوتُوا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

لَا تُهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَلَا تَمُوتُوا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میر حسن علی خاں

اسلام آباد کلام الدہلوی

مقام انیسٹ
۷ - ۶ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلاکتہ

نمبر ۱۶-۱۷

کلاکتہ : چہار شنبہ ۲۵ ذی قعدہ ۱۳۳۰ ہجری
Calcutta : Wednesday, November 6, 1912.



الہلال

روزانہ

— : —

جو ہفتہ دار الہلال کی صوری و معنوی خصوصیات
کے ساتھ عنقریب شائع ہوگا

— * —

ہر مقام پر ایجنٹوں کی ضرورت ہے
جنکو غیر معمولی کمیشن دیا جائے گا - درخواستیں بہت
جلد آنا چاہئیں -

— * —

مذاہب اہل سنت و جماعت و موعظۃ المتقین
(۲ : ۱۳۲)

البیان

— * —

دفتر الہلال کا ماہوار رسالہ

جس کا اصلی موضوع یہ ہوگا کہ قرآن کریم اور اس کے متعلق تمام علوم و معارف پر
تحقیقات کا ایک نیا ذخیرہ فراہم کرے اور ان موانع و مشکلات کو دور کرنے کی
کوشش کرے، جنکی وجہ سے موجودہ طبقہ روز بروز قرآن کریم کی تعلیمات سے
نا آشنا ہوتا جاتا ہے لیکن ساتھ ہی تقریباً آٹھ ابواب آ رہی ہونگے جنکے
نیچے مختلف موضوع و بحث کے علمی و مذہبی مضامین شائع کیے
جائیں گے - ضخامت، وضع و قطع اور حسن طبع و حروف کی
نسبت اس قدر کھدینا کافی ہے کہ انشاء اللہ الہلال کی طرح
وہ بھی آردر پریس میں پہلا ماہوار میگزین ہوگا
و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت
والیہ انیب

لَا تَقْرَأُوا الْبَيِّنَاتِ الْوَاضِحَاتِ الْبَيِّنَاتِ الْوَاضِحَاتِ الْبَيِّنَاتِ الْوَاضِحَاتِ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad

7-1, Macleod street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 5.

Half-yearly " " 4-12

الهلال

میرسنول غرضی
اسلامی اخبار و اطلاعات

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپے
شہائی ۴ روپے ۱۲ آنہ

ایک ہفتہ وار مصورسالہ

کلکتہ : چہار شنبہ ۲۵ ذی قعدہ ۱۳۳۰ ہجری
Calcutta : Wednesday, November 6, 1912.

نمبر ۱۶-۱۷

۱۰

اطلاع

اگر کسی صاحب کو کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے
در ہفتے کے اندر اطلاع دیں، ورنہ دفتر تعمیل درخواست سے معذور
سمجھا جائے۔ تبدیلی نشان کی اطلاع جو کم از کم ایک ماہ کے لیے
ہونی چاہیے، نمبر خریداری کے ساتھ فوراً دیجیے، ورنہ کوئی پرچہ
اس سبب سے تلف ہو جائیگا تو دفتر اسکا ذمہ دار نہیں۔ نمبر کے
پرچے کے لیے چار آنے کے ٹکٹ آنے چاہئیں یا دی۔ پی کی اجازت۔
براہ کرم خط و کتابت میں اپنا نمبر خریداری ضرور لکھیے ورنہ
جواب سے دفتر معذور ہے۔

(۲) اس ہفتے چونکہ دوگنی ضخامت میں پرچہ شائع کیا جاتا ہے
اس لیے علاحدہ تصویروں کی اشاعت آئندہ پرچے پر ملقوی کر دی گئی،
کیونکہ پوست آفس کی شرائط کے مطابق وزن بے حد بڑھاتا ہے
معمولی شرح میں نہ جاسکتا۔

(۳) آئندہ نمبر میں موجودہ جنگ کی متعدد تصویریں اصل
رسالے میں، نیز علاحدہ چھاپ کر شائع کی جائیگی۔ ناظرین اپنے لطف
و نوازش سے ہمیشہ لکھتے رہتے ہیں کہ الهلال کا انتظار ان پر نہایت
شاق گذرتا ہے، مگر ہم نے کبھی الهلال کو اسکا مستحق نہ سمجھا،
لیکن آئندہ نمبر میں علاحدہ اور تصویروں کے ایک خاص تصویر جو شائع
کی جائے گی، اسکی نسبت ہم خود ناظرین کو شوق دلاتے رہیں کہ
وہ انتظار میں جس درجہ بے چین و مضطرب رہیں، کم ہے۔

میری
قاری احمد دہلوی
میرسنول غرضی
میرسنول غرضی
میرسنول غرضی

فہرس

۱. شذرات
۲. نا قوما اچھورا داعی اللہ
۳. افغانیہ
۴. الخسطناس المستقیم (۲)
۵. نامروزان نزوہ طرابلس
۶. مرقع حیات
۷. شہن عثمانیہ
۸. القتل اور الشرف و الاستقلال
۹. عثمانی طلبا کا قسطنطنیہ میں مظاہرہ
۱۰. قتلچہ کی تباہی
۱۱. عربی اور ترکی زبان کی مختصر خبریں
۱۲. نکاحات
۱۳. دیوبندیت اور الحاق (ایک نظم)
۱۴. مراسلات
۱۵. دیوبندیت اور الحاق
۱۶. مدینہ اشاعت اسلام
۱۷. صورت اصلاح مسلمان
۱۸. مسئلہ اسلامی برادری الهلال کی تقریر
۱۹. ضمیمہ الهلال

تصاویر

مرزا یحییٰ نظام ہاشمی
مرقع حیات
عبدالرحمن بک کمانڈر جیش المجاہدین مقبرینا
قتلچہ کے دھمے اور مورچے

1952

اخراجات :- اڑھائی لاکھ سے متجاوز ، ہزار من گندم اس پر مستزاد، مستقل آمدن کوئی نہیں۔

آکا بوین ملت میں سے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، مولانا اعجاز علی صاحب، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا حبیب الرحمن، لودھیانوی مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری، مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا شمس الحق افغانی، مولانا محمد عبد اللہ و خاں، مولانا مفتی محمود صاحب، حضرت رائے پوری، پروفیسر الیوب قادری کپاچی اور بہاولپور ڈویژن کے کسٹمر صاحبان، جناب ہاشم رضا، مسرت حسین زبیری، میر عجم خاں، اے۔ کے خالد، نانا سلیم اختر کے علاوہ بہت سے دیگر افسران بالا بھی تشریف لائے تھے۔

محمد آقا مہتمم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاولنگر

مسلمان اگر علی گڑھ یونیورسٹی پر اسلام کو ترجیح دیں

مسلمان اگر علی گڑھ یونیورسٹی پر اسلام کو ترجیح دیں، انہیں وہ سمجھیں کہ اسلام کے نام سے علی گڑھ ہے، مگر علی گڑھ سے اسلام کی زندگی نہیں ہے، تو وہ اس وقت حفظ کلمہ اسلام کے لیے بغیر کسی مشکل میں پڑے تیس لاکھ روپیہ کی شاندار مالی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ مان لیجیے کہ معجزہ یونیورسٹی ایک نعمت لازوال ہے، لیکن نفس اسلام کے بقا کو کچھ تو اس پر ترجیح دینی چاہیے۔

میں ان لوگوں کے دلوں کی حالت جاننے کیلئے عام نظروں سے بہتر فراست رکھتا ہوں، جو آج مسلمانان ہند کی مصنفہ راہنمائی و ریاست پر متمکن ہیں (فی قلوبہم مرض، فوہ ہم اللہ مرضا) پس آتے میرا خطاب نہیں، اور نہ تخطیب سے کوئی نتیجہ حاصل، البتہ عام مسلمانوں سے بذلت التجا کرتا ہوں کہ اس وقت ہماری تیرہ سو برس کی عزت جو قربانے کے قریب قریب قرب رہی ہے، وقت تجویزوں اور دعوتوں کا نہیں ہے، اولین کلمہ روپیہ کی اعانت ہے اور تیس لاکھ روپیہ آپ کے پاس فراہم شعبہ موجود ہے۔ پس یہ کیا بے غیرتی اور کیسی دل اور روح کی موت ہے کہ زخمی ترکوں کی زبان سے العاش! العاش! کی چیخیں اڑھیں ہیں، ایکے پاس پانی کا ایک امبریز جوش موجود ہے، مگر ان تشفہ کا من کو اس سے ایک قطرہ بھی نصیب نہیں؟ اپنے گھر میں آگ لگ گئی ہے، پور یہ کیا ہے کہ آپ پانی کو کوٹھڑیوں میں مقفل کر رہے ہیں؟ کمبخت یونیورسٹی مسلمانوں کے کیا نام آئے گی، جب آج فلی پولی اور قرق قلعہ سی کے میدانوں نے زخمیوں کو اس کے فتنے سے مرہم کی ایک پٹی بھی نصیب نہیں؟ میں کیا کہتا ہوں؟ حالانکہ یہ الغلط اور میرے خطاب کے اظہار کے لیے کافی نہیں، مگر کہنا چاہیے کہ اللہ اور اس کے ملائکہ کی لعنت ہو اس یونیورسٹی پر، جس کا تیس لاکھ روپیہ ہندوستان کی بینکوں میں جمع ہو، اور مسلمان زخمیوں کی صفیں میدان قتل کی برف بازی میں اڑباں رگڑ رہی ہوں!

در بادیدہ تشنگان بسرند * روز دجلہ بکوفہ میرود آب
لیڈران قوم کو یونیورسٹی عزیز ہے، گورہ غلامی اور استبداد، ایک نیا طوق لعنت ہو، لیکن اسے اخوان ملت! ہم مومن ہیں، اور ہم تو ہر شے سے پہلے اسلام عزیز ہونا چاہیے، پھر جب آج نماز اور حج سے بھی بڑھکر ہمارا فرض ترکوں کی مدد ہے، تو ہم یونیورسٹی کی کیا حقیقت سمجھتے ہیں؟ یہ کہنا کہ ایک نیک نام کیلئے دوسرے اپنے کلم کو چھوڑ دینا ضروری نہیں، اور مسلمان ترائوں لینے بھی روپیہ جمع کر لیں، بالکل مغالطہ ہے۔ کیونکہ آج مسلمانوں کے لیے اور نیک کام ہی کہاں باقی رہے؟ انکے لیے تو اس وقت صرف ایک ہی نیک کام ہے، یعنی حفظ اسلام و جہاد فی سبیل اللہ۔ پس اگر مسلمان ترکوں کیلئے روپیہ جمع کر رہے ہیں، تو اور زیادہ کوفہ چاہیے۔ لیکن یہ تیس لاکھ بھی کیوں نہ اس ایک ہی مقصد نیکی کیلئے وقف کر دیا جائے؟ جو صورت اس وقت درپیش ہے، اس کے علاوہ تیس چالیس لاکھ روپیہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ مسلمان اپنی اعانت کی پہلی قسط اس جمع شدہ تیس لاکھ کو قرار دیں، اور اس کے بعد اپنی پوری قوت ایک دوسری قسط کی فراہمی کیلئے وقف کر دیں۔

یونیورسٹی کیلئے روپیہ مسلمانوں نے دیا ہے، اور شرعاً و قانوناً انکو حق حاصل ہے کہ ہر شہر میں جہاں سے روپیہ گیا ہے، ایک ایک جلسہ کر کے یونیورسٹی کیلئے کو اپنی رائے بھیج دیں، یا چاہیں تو

جب کبھی بلاد اسلامیہ پر کوئی مخالف حملہ کرے، اور انکی حفاظت خطرے میں ہو، تو اس وقت ہر مسلمان پر احکم حتمہ اسلام کی طرح فرض ہو جاتا ہے، کہ ان تینوں قسم کے جہاد کیلئے جس حال میں ہو، اٹھ کھڑا ہو، اور اگر ایسا نہ کرے، تو اسکی تمام عبادات مالی و بدنی باطل رہے، کیونکہ نماز اور روزہ اسی وقت تک ہے، جب تک کلمہ توحید کو بقا ہے، لیکن جب جہاد خطرے میں ہو، تو شاخیں قائم نہیں رہ سکتیں۔

آج جس حالت کو ہم اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں، وہ احکم و شرائط شریعت کے مطابق ٹھیک ٹھیک فرضیت جہاد دفاع کا وقت ہے۔ اعلان جنگ کے ساتھ ہی ہندوستان کے ہر مسلمان پر جہاد شرعی فرض ہو گیا ہے، اور وقت آگیا ہے کہ اسلام اپنے پیروں سے اخروی فرض کے ادا کرنے کا طالب ہو، جس میں سب سے پہلے جہاد لسانی و مالی، اور سب کے آخر جہاد جان و نفس ہے۔

میں یہ سطوریں لکھ رہا ہوں، اور صرف یہ جانتا ہوں کہ قلم سے جو کچھ نکل رہا ہے، ایک حکم دینی کا اعلان ہے، اور آپس جانتا کہ مصلحت کس کی مقتضی ہے؟ ممکن ہے کہ کسی موقع پر ایک مسلمان کیلئے نماز جمعہ کے موقف کر دینے، اور نماز کا لفظ زبان سے نہ نکلنے میں مصلحت ہو، لیکن میں مسلمان ہوں، اور احکم احکم کا اتباع ہر مسلمان پر فرض جانتا ہوں، اس کے سوا مجھے کچھ نہیں معلوم اور نہ علم کی آرزو۔

ہندوستان سے باہر کے اسلامی ممالک کی نسبت ہمیشہ مسلمانان ہند نے یا تو کفر صریح سے کلم لیا ہے، یا نفاق سے۔ جن اشار و اشقیاء نے کہا کہ ہمیں خلافت عثمانی سے کوئی تعلق نہیں انہوں نے کفر کو خوشی کرتے کیلئے اسلام کو زخمی کیا، اور جنہوں نے اپنی ہمدردی کو انسانی ہمدردی، یا بہت ہمت کی تو صرف دینی اخوت تک پہنچا کر چھوڑ دیا، انہوں نے گو اسلام کو پسند کیا، مگر کفر کے خوف سے ڈر گئے، حالانکہ بہتر تھا کہ وہ صرف خدا سے ڈرتے: واللہ الحق ان تخشاه ان کنتم مومنین۔

انکو میں کہہ سکتا کہ صبح کی نماز مسلمانوں پر فرض ہے، مگر عصر کی نہیں، تو کہہ سکتا کہ مسلمانوں پر جہاد دفاع بھی فرض نہیں ہے۔
اولین کام

پس شریعت حلقہ اسلامیہ حکم دیتی ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کیلئے مستعد ہو جاؤ۔ اس ہذا پر پہلا کام جہاد لسانی ہے کہ حرکت قلوب جامدہ، نافلہ ارواح انتباء، اور دعوت الی اللہ و تلمتہ کے لیے ہر زبان اللہ کی بخشی ہوئی گویائی کو اسی کے لیے وقف کر دے، اور علی الغرض ان شیطاںین داخلی و خارجی کے پیدا کیے ہوئے رجاوس کے قلع و قمع کے لیے شمشیر مجاہد بن جائے، جنہوں نے مسلمانوں کے لیے طرح طرح کے گمراہ کن مقامی و وطنی اشغال پیدا کر کے انکو حفظ اسلام و تعمير اسلامیہ کی سعی سے غافل کر دیا ہے۔

دوسرا اقدم راجل جہاد، جمع مال و فراہمی زراعت ہے، جو فی الحقیقت میدان جہاد کی تقویت کیلئے کم از جمعیۃ فرج و کمک مجاہدین نہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ یہ فرض تقریباً تمام مسلمانوں کے پیش نظر ہے، اور ہر طرف سے ہلال احمر فتنہ کی مدائیں اڑھیں ہیں، لیکن اب تک جو رفتار رہی ہے اور جو پچھلا تجربہ طرابلس کا پیش نظر ہے، اسکو دیکھتے ہوئے بظاہر کسی رقم کٹھن کی فراہمی کی امید نہیں۔

ہر مسلمان کو بہت جلد وہ ذریعہ سز چھنا چاہیے کہ بغیر انتظار وقت کے کوئی قابل تذکرہ مالی مہد ہندوستان سے بھیجی جائے۔

شنزات

یا قومنا اجیبوا داعی اللہ !!

—*—

اے مسلمانو! اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا خاندان، تمہاری مال و دولت جو تم نے کمائی ہے، وہ کروڑ بار دنیوی، جسکے نقصان کا تم کو ہر وقت اندیشہ رہتا ہے، اور وہ مکان و جائداد، جو تمہارے مطلوب و مرغوب ہیں، اگر یہ تمام چیزیں تم کو اللہ، اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز و محبوب ہیں، تو دین الہی کو چھوڑ دو، خدا اپنے دین کی حفاظت کیلئے تمہارا محتاج نہیں ہے، یہاں تک کہ اللہ کو جو کچھ کرنا ہے، وہ کر گذرے، تم اپنی انکھوں سے اُسے دیکھ لو گے۔ اللہ کی ہدایت ان کے لیے نہیں ہے، جنکے دلوں میں نور ایمان کی جگہ فسق و نفاق بھرا ہوا ہے۔

قل ان کن اباؤکم وابنؤکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترقتموہا و تجارتہ تعشرون کسادہا، و مساکن ترضوہا، اجمع الیکم من اللہ و رسولہ، و جہاد فی سبیلہ، فترصبوا حتی یاتی اللہ بامرہ، واللہ لا یہدی القوم الفاسقین (۲۴: ۹)

اسلام ہر مسلمان سے اپنے آخری حق کا طلبگار ہے۔ مسلمانوں کی نمازیں اور روزے اور تمام مالی و بدنی عبادات مقبول نہیں ہوسکتیں جب تک وہ حفظ کلمہ توحید و تغیر اسلامیہ کیلئے جان و مال سے حصہ نہ لیں۔ پھر کوئی ہے جو آج خدا کو اپنے نفس و مال پر ترجیح دے؟

—*—

و العادیات ضبعا، فالمریات قدحا، فالغیرات صبحا، فائرن بہ ففعا، فوسطن بہ جمعا (۱) کہ آج مسلمانوں کی ہستی اور بقا کیلئے یوم الفصل سر پر آگیا ہے، و ما ادراک ما یوم الفصل؟ (۲) وہ زندگی و حیات، فنا و بقا، اور عزت و ذلت کا فیصلہ کرنے والا ایک دن ہے، جو آج ہمارے سامنے ہے، اور اگر یہ سچ ہے کہ ایڈریا نپل کے اطراف و جوارب میں ترک زخمیوں کی لاشیں گر رہی ہیں، ترانی اقسام باللہ الغنی العزیز، کہ وہ مسلمانوں کی مجسم ہستی ہے، جسکے حلق کی زنجیں کٹی ہوئیں، اور جسکے زخموں سے سیلاب خون روان ہے، فہذا یوم الفصل، الذی کنتم بہ تکذبون (۳)

پھر سوال یہ نہیں ہے کہ ہندوستان کے مسلمان کیا سوچ رہے ہیں؟ بلکہ پرچھنا یہ ہے کہ آج کوئی رقت کے منتظر ہیں؟ اس صداقت کیلئے اب کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر خدا نخواستہ ترک اس ابتلائے عظیم کو برداشت نہ کرسکے، تو اتنی عزت کا متنا تمام عالم اسلامی کے جوازے کے اٹھنے کا دن ہوگا۔ مسلمان یاد رکھیں کہ وہ ہندوستان میں ہوں یا چین میں، ان کی ملی عزت کا جو سد رمق باقی ہے، وہ صرف خلافت قسطنطنیہ کی پولیٹیکل ہستی کا نتیجہ ہے۔ جس دن یہ مرکز اپنی آخری جگہ سے ہلا، انکا حائل بچنسہ رہی ہو جائے گا، جو آج یہودیونکا وہ دیکھ رہے ہیں۔ پھر انکے پاس دولت ہے، انکے پاس یہ بھی نہیں

قربت علیہم الذلۃ والمسکنة، و باؤ بغضب من اللہ

اگر سپاہی کیلئے جنگ کی گھڑیوں میں بستر کا آرام جائز نہیں، اگر اس گھر کے رہنے والوں پر سونا حرام ہے، جسکے دروازے پر داکروں کے

(۱) قسم ہے مجاہدین کے آں گہروں کی، جو میدان جہاد میں دوڑتے دوڑتے ہاتھ پیر پیر ہتھوروں پر اپنی ٹانگوں کے مارنے سے چنگاڑاں نکالتے ہیں، پھر صبح کے وقت دشمنوں پر چھاپا مارتے ہیں، پھر اپنی تیز گامی سے غبار بلند کرتے ہیں، اور دشمنوں کی صفوں میں دوڑتے ہیں (۲) اور تم جانتے ہو کہ یوم الفصل سے مراد کیا ہے (۳) یہ ہے یوم الفصل وہ فیصلہ کن دن جس سے اے غافل و غرور کرتے تھے۔

گر پڑ رہے ہوں، اگر اس مکان کے سونے والوں کو اٹھنا چاہیے، جسکی چھت میں آتشزدگی کے شعلے بھڑک رہے ہوں، اور اگر مسلمانوں کے دلوں میں اس آگ کی ایک چنگاری بھی باقی ہے جو تیرہ سو برس سے، رابی ام القرا میں بدر اور حنین کے پیغام پر نے جلائی تھی۔ تو خدا کے لیے مجھے بتاؤ کہ غفلت شکنی کا وہ وقت کب آئے گا، جسکے انتظار میں اب تک مسلمان کروڑوں بدل رہے ہیں؟ کیا مسلمان اس وقت کا انتظار کرنا چاہتے ہیں، جب مشرکین یورپ قسطنطنیہ کی مساجد کے ان مغلوں پر جہاں چہ سو برس سے صدائے توحید کی شہادت دی جاتی ہے، صلیب پرستی کا جھنڈا اُسی طرح لہرا ئیں گے۔ جس طرح کل کی بات ہے کہ (برقہ) کی جامع مسجد کے مینار پر نصب کیا گیا تھا؟ و یالقی مت قبل هذا رکت نسیا مسیئا!! (۱)

مسلمانان ہند کا آخری فرض

ساعت فیصلہ کن، مہلت مفقود، فرصت قلیل، اور نتائج سامنے ہیں۔ ترکوں کی ہمدردی، اتحاد اسلامی، اخوت دینی، مدد کی ضرورت شدید، اور اسی طرح کی تمام باتیں سن چکے ہیں اور کہہ چکے ہیں، اب رقت آخری ہے، اور اگر مسلمانوں کو اپنی ہستی کی ضرورت نظر آتی ہے، تو بغیر ایک لمحہ ضائع کیے انہیں آخری فیصلہ کر لینا چاہیے کہ انکا فرض کیا ہے؟

اسلام ایک مجموعہ فرائض ہے، جو ہر پیرو کے ذمے اللہ کی طرف سے چند فرائض عائد کر دیتا ہے۔ ان فرائض میں جس طرح پہلا فرض اقرار شہادتین ہے، بالذات اسی طرح آخری فرض "جہاد" ہے، یہ حق اور عدل کے قیام کیلئے اپنا مال، اپنا نفس، اور اپنا خون بہانا۔ جس طرح پانچ رقت کی نماز ہر مسام پر فرض ہے، اسی طرح فرض جہاد کو ادا کرنا بھی اسکے لیے ایک حکم اجنبی ہے، ولو کرہ الکفرون۔

اس فرض کے ادا کرنے کی تین صورتیں ہیں: جہاد مالی، جہاد زبانی، اور جہاد نفس و جان:

و جہدوا باموالکم و انفسکم، اچے مال اور اپنی جان سے راہ الہی فی سبیل اللہ (۷۲: ۸) میں دفاع اعداء کے لیے کوشش کرو۔ اور ایک حدیث صحیحہ میں جسکو امام احمد، ابوداؤد، نسائی، اور ابن جہان نے حضرت انس سے روایت کیا ہے، جامع الفاظ میں فرمایا:

جہدوا المشرکین یا دشمنوں کے مقابلے میں مدافعت کی موالکم و انفسکم، کوشش کرو، اپنے مال سے، جان سے، اور انفسکم،

(۱) اے اللہ جسے اسے رقت کے دن سے پہلے مرنا ہوا

و عمل صالحہ سار دیے اور اپنے تئیں کسی انسانی نسبت
قال اننی من کیطرف نہیں بلکہ خدا کی طرف منسوب کرے
المسلمین () کہا کہ میں صرف ”مسلم“ ہوں۔

انسانی اعمال و اقوال دوسرے انسان کیلئے محتاج تصدیق
ہیں، مگر خدا کی اراز جب انسان کو مخاطب کرتی ہے، تو وہ
خود حق اور صداقت ہے اور اپنی تصدیق کیلئے کسی استدلال
کی محتاج نہیں۔ اگر سچ کوئی متشکل وجود ہوتا، اور بولتا، تو کیا
اس سے دلیل طلب کی جاتی کہ وہ سچ ہے؟ افتاب اگر کہے کہ
میں روشن ہوں، تو آپ اسے جواب میں کیا کہیں گے؟

ہم جلدی میں لکھ گئے کہ ”ہمارا اعتقاد ہے“ حالانکہ
”ہر مومن قلب“ کا یہی اعتقاد ہونا چاہیے۔ مومن کی تعریف
یہ ہے کہ ”وہ صمیم انفطوۃ انسان“ جسکی فطرۃ اصلی کا ذوق
خارجی اثرات ضلالت سے بگرنہ گیا ہو“ کیونکہ انسان کی
”فطرۃ اصلی“ اور ”اسلام“ دو مرادف لفظ ہیں۔ اور خطرۃ
انسانی کا اگر کوئی مذهب ہے، تو وہ اسلام ہی ہے، اس کے خلاف
انسان کے جسقدر اعمال ہیں، انکو خارجی اثرات کی پیدا کی ہوئی
ضلالت سمجھئے۔ ہر ایسی ضلالت کو جو سرشت انسانی کے خلاف
ہو، قرآن حکیم ”عمل الشیطان“ سے تعبیر کرتا ہے کہ عمل رحمانی
تکوین فطرۃ اصلی و ربیعت تمیز ہدایت و ضلالت ہے۔ کمارد فی
الحديث المشہور: کل مولود یولد علی فطرۃ (ار علی فطرۃ الاسلام)
و ابراہیم یهودی و ینصرانی (الہی اخذہ) (۱):

فما تم رجھک للدين القيم: پس صرف دین قییم فطری کے ہو جاؤ
فطرۃ اللہ الذی فطر الناس وہ خدا کی قائم کی ہوئی فطرۃ ہے
علیہا لا تبدیل لخلق اللہ جس پر انسان پیدا کیا گیا، اور خدا کی
فطرۃ میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ ()

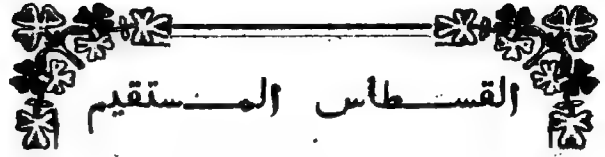
پس ہر صمیم الفطرۃ انسان کیلئے یہ دعوت ایک ایسی
صداقت بحث ہے، جو کسی بحث و استدلال کی محتاج نہیں۔
یہ اس کے لیے کوئی نئی دعوت نہیں ہے، بلکہ اس کے اندر کی اس
صدائے فطرۃ کا اعادہ ہے، جو ہر آن و ہر لمحہ اس کے اعماق قلب سے
اٹھ رہی ہے، اور اس نقش خلقت کا عکس ہے، جو نقاش قدرت نے
اس کے صفحہ جبلت پر کھینچ دیا ہے۔ اگر باہر کے غرغرائے ضلالت نے اس کے
سامعہ کو مشغول نہ کر دیا ہو، تو جب کان لگائے، اس آواز کو سہ
سکتا ہے۔ اور جب آنکھ بند کرے، اس نقش کو دیکھ سکتا ہے:
ان فی ذلک لذكری اور اسمیں بہت بڑی بصیرت ہے
لمن کان لہ قلب اس کے لیے، جو اپنے پہلو میں سونچنے والا
او القی السمع و هو دل رکھتا ہو، اور جس کے سر میں سنے والا
شہید (۲۷: ۵۰) کان ہو۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ دسترخوان کے لذائذ کا اعتراف کرنے کیلئے
ایک تندرست شخص کی زبان چاہیے، نہ کہ ایک ایسے مریض کی، جو
رات بھر تب معرقہ میں مبتلا رہ کر بستر سے اٹھا ہو۔ اگر آپکے صفحہ کا
مژہ بگڑا ہوا ہے، تو آپ شہد کو حنظل ثابت کرنے سے پہلے بہتر ہے
کہ اپنے علم و زبان کے ذوق رفتہ کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔
(۱) جیسا کہ مسلم کی ایک مشہور حدیث میں کہا گیا ہے کہ ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے، وہ اپنی فطرۃ اصلی پر ہوتا ہے جو اسلام ہے۔ لیکن پھر اس کے ماں باپ اور مبنی
سوائقی اسکا: اپنے مذہبوں کی بن کرے فطرۃ اصلی سے دور کر دیتے ہیں۔

الہند

۶ نومبر ۱۹۱۲ء

— * —



یعنی مسلمانوں کی ائندہ شاہراہ مقصود

— * —

ان ینصركم اللہ فلا غالب لكم، وان یدخلکم من ذالذی
ینصركم من بعدہ ؟ ؟ و علی اللہ فلیتوكل المؤمنین
(۳: ۱۵۴) (۱)

— * —

(۴)

ہاں وہ عشق ست، کچ گشتن ندارد باز گشت

جرم را این جا عقوبت هست و استغفار نیست

گذشتہ مطالب کے گوش گزار کردینے کے بعد، اب صرف چند
باتیں آرزو عرض کرنی باقی رہ گئی ہیں، اگرچہ سچ پرچہ سے تزیین
داستان ہی باقی ہے، اور شاید ہمیشہ باقی ہی رہے گی:

قصۂ عشق بشیرازہ نگیند زہار

بگذارید کہ این نسخہ معجزا ماند

اس تبدیلی کے نتائج

قدرتی طور پر سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر ایسی تبدیلی عمل
میں آگئی (وما ذالک علی اللہ بعزیز)، تو اس کے نتائج کیا ہونگے؟
اغاز مضمون میں جن ائندہ خطرات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ
نیا کیا ہیں؟

لیکن غور کیجیے تو دراصل ہماری دعوت اثبات و فوائد و نتائج
سے مستغنی ہے۔ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ ہر وہ انسانی عمل جو تعلیم
الہی کی ہدایت بخشی سے خالی ہے، کبھی فوز و فلاح نہیں پاسکتا۔
اگر ہم اپنی دعوت کی خوبیاں ثابت نہ کر سکیں، تو کچھ ہرج نہیں
کیونکہ اس کے لیے یہی ایک خوبی کافی ہے کہ از روئی دعوت انسانوں
کی طرف ہے، اور اسکی پکار تعلیم الہی کی طرف۔

و من احسن قولا اور اس سے بہتر اور کسی پکار ہو سکتی ہے،
ممن دعا الی اللہ جس نے اللہ کی طرف بلایا، اعمال نیک انجام

(۱) مسلمانوں! اگر اللہ کی نصرت تمہارے ساتھ ہو تو پھر تم پر کوئی شے
غالب نہیں آسکتی، لیکن اگر اللہ ہی تم کو شکست دینا چاہے، تو بظاہر کہ اس کے بعد پھر
کون ہے، جو تمہاری مدد کر سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ صاحب ایمان تو صرف اللہ ہی
سے اپنا دُر و بار رکھتے ہیں اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں۔

(۱) جیسا کہ مسلم کی ایک مشہور حدیث میں کہا گیا ہے کہ ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے، وہ اپنی فطرۃ اصلی پر ہوتا ہے جو اسلام ہے۔ لیکن پھر اس کے ماں باپ اور مبنی
سوائقی اسکا: اپنے مذہبوں کی بن کرے فطرۃ اصلی سے دور کر دیتے ہیں۔

تکڑوں کی مدد میں کسی طرح کا حصہ نہ ایں، تو کیا ہم گورنمنٹ کی خاطر اپنے خدا کو چھوڑ دیں گے، جس نے حفظ اسلام اور اعانت اخوان ملت ہم پر فرض کر دیا ہے؟ ایک لمحہ، ایک آن، اور ایک پل کیلئے بھی نہیں، اور جو اسکے خلاف گورنمنٹ کو توقع دلاتا ہے، وہ کذاب ہے، گورنمنٹ کو فریب دیتا ہے، اسکے دل میں کفر ہے، یا نفاق۔

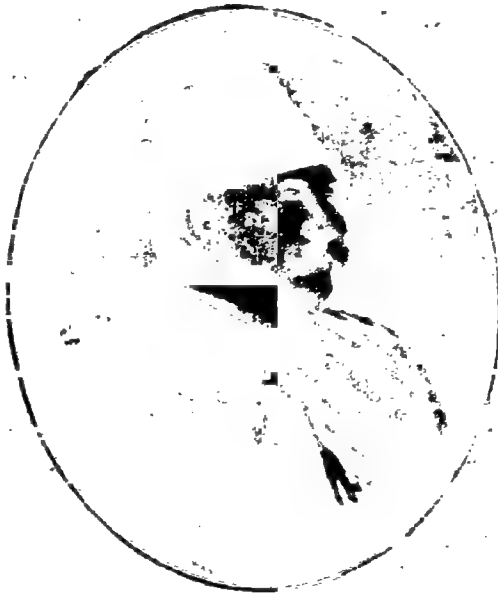
میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہمارا یہی حال رہا، جو باوجود پیہم اطاعت، ابتلاؤ، تنبیہ کے آج نظر آ رہا ہے، تو کچھ عجب نہیں کہ مسلمان مسجد کا دروازہ کھولنے، اذان دینے، نماز پڑھنے، اور رمضان کا روزہ رکھنے کیلئے بھی گورنمنٹ کی اجازت اور رضا کے منتظر رہا کریں گے اور جمعہ کے دن خطیب مذہب کے سامنے ہمہ تن انتظار ہو کر کھڑے رہا کہ شملہ سے تار آجائے تو خطبہ پڑھنے کیلئے آمادہ ہو!! فمالہا اولاء القوم لا یکانون یفقہون حدیثاً؟

تکڑوں کو اس نازک موقع پر قرض دینے یا دلانے کی کوئی تحریر، گز نامیاب ہو، تو یہ بھی کم از اتفاق فی سبیل اللہ نہیں، لیکن ہندوستان کے مسلمان ترکوں کو قرض دیں یا نہیں، آج تو وہ دن ہے کہ مسلمانوں سے خود خدا بے بے نیاز قرض کا طالب ہے:

من ذالذی بقى من ذلک الذی بقى
اللہ قوما حسناً قریب دے؟ اور پھر خدا اسکے قرض کو
مداغہ لہ اضعافاً ثانی کذا پڑھا اور ادا کر دے؟ حالانکہ
ثبوتہ واللہ بقى دراصل خدا ہی اودیں کو نیک دوستی بھی
وہبسط اللہ دیتا ہے اور کاش بھی دیتا ہے۔ اور
ترجمہ (۲: ۲۳۶) اسی کی طرف سب دو اوت کر جاتا ہے۔

اگر ترکوں کو قرض ہی دلانا ہے، تو میرے دوست کاش اتنا ہی کریں، کہ سفارش کر کے تیس لاکھ یونیورسٹی فنڈ سے قرض دلا دیں، اور پھر مسلمانوں سے کہیں کہ آئے ادا کر کے ترکوں کو قرض کی ادائیگی سے بچانے کے ساتھ یونیورسٹی کا خواب بھی بغیر تعویذ کے نبھنے دیں۔ میدان جنگ کی نسبت اس وقت تک جو جگر سوز خبریں آئی رہی ہیں، ان پر ایک مبسوط تحریر لکھ چکے تھے، اور

چونکہ افتتاحیہ حصہ کمپوز ہو چکا تھا، اسلیئے شذرات میں درج کرنے کا ارادہ تھا، مگر مندرجہ صدر مضمون نے ایسے موقع پر جگہ پوری اسے لی کہ اب صفحہ بڑھانے اور چھاپنے کا وقت بھی نہیں رہا۔ اس وقت تک جو خبریں بلقان سے آئی ہیں خود انکا تضاد بیان اور اضطراب ادعا ہی انکے عدم وثوق کے لیے کافی ہے۔ ترکوں کو غالباً سقوطی، عسکری، مصطفیٰ پاشا اور قرق قلعہ کی کوجھوٹا پڑا، لیکن اسکے لیے انکی مجبوریاں واضح ہیں۔ چپسا کہ آج کے تار سے جو سرکاری طور پر عثمانی قنصلوں کے پاس بھیجا گیا ہے، معلوم ہوتا ہے۔ اب تک ترکوں کو پورے فوجی اجتماع، اور تہیہ سامان کا موقع ہی نہیں ملا تھا، اس پر نا تجربہ کار افسر کی نادانیاں، بارش کے سخت سیلاب، عیسائی عثمانی فوج کی غداری، بعض افسروں ناک سہ اتفاق، اور رسد سامان جنگ کی عدم فراہمی نے انکی مجبوریاں دگنی کر دیں۔ اب بلغاریا کی تمام قوتیں ختم ہو چکی ہیں، آج کی قار میں ”فوج کے ازام لینے“ کا بہانہ آنے کا بڑھنے کیلئے خود بلغاریا نے پیش کیا ہے۔ ایک پراپرٹ تار سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے کہ ترکوں کا مدافعتانہ پہلو ختم ہو گیا اور اب سے انکے حملے شروع ہوئے۔ پس مسلمانوں کو مایوس اور غمگین نہ ہوجانا چاہیئے اور جنگ طرابلس کے ابتدائے وسط کو یاد رکھنا چاہیئے۔



مر ایکسلنسی ناظم پاشا سپہ سالار افواج عثمانیہ

اخبارات کے ذریعہ طالبہ کورس - رہی یہ بات، کہ جن بڑے بڑے رئیسوں نے ایک ایک لاکھ روپیہ کی رقمیں دی ہیں، وہ اتنے گوارا نہ کرینگے، تو جو لوگ اس خیال کے ہوں وہ فوراً اپنا اپنا روپیہ واپس لیکر ہماری راہ سے ہٹ جائیں، اور اپنی شرکت کی نجاست سے تمام مسلمانوں کی اسلام پرستی کی تقدس کو ملامت نہ کریں۔ خدا اپنے کلمہ توحید کی حفاظت کیلئے اتنے منافقوں کی اعانت کا محتاج نہیں ہے۔ جن لوگوں کی دولت اتفاق فی سبیل الشیطان کے لیے ہے، انکو اتفاق فی سبیل اللہ کی توفیق کب مل سکتی ہے؟

آج ہی ہم نے کسی اخبار میں پڑھا ہے کہ لاہور کے بڑے آدمیوں نے قوم کی سرزاش سے شرمناک و بظاہر ایک جلسہ کیا اور کل چار ہزار روپیہ اسمیں چندہ ہوا۔

ان میں ایک سب سے بڑے دولت مند نے ایک ہزار روپیہ چندہ دیا، حالانکہ کل کی بات ہے کہ اسی شخص نے یونیورسٹی کو لے پچیس ہزار روپیہ دیا تھا! درحقیقت یہ چندے ایک ترازو ہیں، جنہیں ان لوگوں کے دلوں کو تولا جاسکتا ہے کہ اسمیں دنیا کی پرستش کس قدر ہے اور خدا کی پرستش کس درجہ؟

ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ یونیورسٹی فنڈ کے اس مصرف کی نسبت کتنے اسلام خواہ قلب ہیں، جو آج تائید میں اپنی آواز بلند کرتے ہیں؟
معاصر دہلی اور مغربی تلفراف

میرے داپی دوست مسٹر محمد علی بی اے نے مالی اعانت کی بعض تجاویز کا اخباروں میں اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے ریسرے ہند سے اجازت طلب کی تھی کہ ترکوں کو مسلمانوں کا بر سبیل قرض روپیہ دینا گورنمنٹ کے خلاف تو نہ ہوگا؟ اسکے جواب میں تار دیا گیا ہے کہ کوئی مضائقہ نہیں۔

غالباً ہمارے درست کا مقصد اس اجازت طلبی سے یہ ہوگا کہ ان لوگوں کیلئے جو اپنے ہر عمل اور عقیدے کیلئے گورنمنٹ کے فتوے

کے منتظر رہتے ہیں، کوئی عذر و حجت باقی نہ رہے، اور اسی غرض سے انہوں نے آغاز جنگ طرابلس کے موقع پر بھی شملہ سے دریافت کیا تھا کہ ”مسلمانوں کا مجبور حین طرابلس کیلئے چندہ جمع کرنا گورنمنٹ کے خلاف تو نہ ہوگا؟“

اس بنا پر انہوں نے جو روپیہ تار بھیجنے پر صرف کیا، وہ شاید بالکل ضائع نہ گیا ہو، ورنہ دراصل اس زحمت کے اٹھانے کی ترجیحات ضرورت نہ تھی۔ بلکہ ہمارے درست معترف رہیں، اگر ہم کہیں، کہ اس طرح کا استفادہ ہمارے نزدیک مسلمانوں کی اس قدیمی حس ملی کی موت کا بقیہ ہے، جسکو آج رولوں اور امنگوں کے انار زندگی میں بھی وہ نہیں چھوڑتے۔ اگر دنیا کے کسی حصے میں اسلام کے لیے خطرات پیش آئیں، تو مسلمانان ہند کا فرض دینی ہے کہ وہ اپنی جان و مال کو حفاظت اسلام میں صرف کر دیں، اسکے لیے نہ تو وہ گورنمنٹ کی اجازت کے طالب ہو سکتے ہیں، اور نہ اپنے مذہبی معاملات میں وہ خدا کے سوا کسی کی پورا کرتے ہیں۔ آج تو ہم دیکھ رہے ہیں کہ خود انگلستان کے شریف مذہب ترک مجبور حین کی مدد میں حصہ لے رہے ہیں، مصر میں لارڈ کچر نے دو سو گنی روپیہ دیا ہے، اور خود ریسرے ہند نے ایک ہزار کی رقم سے شمولیت کی ہے، لیکن تہری دیر دینے فرض کر لیجئے کہ خدا انکو سہہ کوئی قدر ایسا آجائے کہ گورنمنٹ کی مصالح اسکر مجبور کریں کہ مسلمان

ہیں، اور وہ کفر کو ہر جگہ شک برستی ہے اور اسلام کو یقین و علم سے تعبیر کرتا ہے۔ (لیکن یہ اس بحث کا مرقعہ نہیں)

پھر سوال یہ ہے کہ اتباع و پیروی کی مستحق وہ تعلیم ہے، جو یقین اور اعتقاد بخشتی ہو، یا وہ جس کا تمام تر ماحصل شک اور ظن ہے؟

امس یمنی الی الحق الحق ان یقع • امس لا یمنی الا ان یمنی ؟ فمالکم کیف تھکمون ؟ وما یجب ان تھکمون ؟ ان الظن لا یغنی عن الحق شیاً • ان اللہ ملیم بما یفعلون (۲۵ : ۱۰)

جو حق اور یقین کی راہ دکھلاے، وہ زیادہ اس بات سے مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، یا وہ انسان، جو خود کسی راہ دکھانے والے کا معتقد ہے؟ تم لوگوں کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ کیسے حکم کا رہا ہو؟ ان الظن لا یغنی عن الحق شیاً • ان اللہ ملیم بما یفعلون (۲۵ : ۱۰)

وہ یقین کے مقابلے میں نہیں نہر نکلا۔

عدم تغیر و استقلال رائے

ہم نے کسی گذشتہ نمبر میں لکھا تھا کہ مسلمانوں کو اپنی ایک ایسی پولیٹیکل پالیسی طیار کرنی چاہیے، جو کبھی متغیر نہ ہو، اور جس کی بنیاد ایک محکم عقیدہ ہو، نہ کہ بعض خارجی اسباب۔ لیکن مذہب کے سوا اور کونسا اعتقاد ہو سکتا ہے، جو تغیر و تبدل سے محفوظ ہو؟ انسانی اراۓ قیاس میں تغیر لازمی ہے، کیونکہ وہ ظنون و اراہام ہیں، اور خارجی اسباب و علل کے تابع، لیکن احکام الہیہ کی پوری پہچان یہ ہے کہ وہ ایسی یقینيات ہوں، جن میں کبھی تغیر نہ ہو سکے۔ اگر کوئی مذہبی حکم متغیر ہو سکتا ہے، تو وہ اس کا مستحق ہی کب ہے کہ اس کو مذہب کے لفظ سے تعبیر کیا جائے؟

وان تجد لسنة الله تبديلاً۔

پس اگر مسلمانوں کی پولیٹیکل پالیسی ان کے مذہبی اعتقاد پر مبنی ہوئی، تو جب تک ان کے دامن میں اسلام کا اعتقاد باقی ہے، اس میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ ان کے ہمساہیوں کی پالیسی بدل جائیگی، مگر ان کی پالیسی بدل نہ سکیگی، کیونکہ جس راہ نما کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ ہوا، اس کی راہ ایک ہی ہے۔ اگر گورنمنٹ کی پالیسی میں تغیر ہو، تو اس کا بھی اُن پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا، کیونکہ انسانی حکومتوں کے اصول حذمرانی ہی نہیں، بلکہ سرے سے حکومتیں بھی بدل جائیں، تو یہی اسلام نہیں بدل سکتا۔ اور اسلام نہیں بدل سکتا، تو ہر اس سے بخود اور اس پر مبنی اعتقاد بھی نہیں بدل سکتا۔

تصادم احزاب و تراحم آراء

اب تک مسلمان ملکی ترقی اور آزادی کی تمام تحریکوں سے غور کنان الگ رہے، اس لیے ان کو پولیٹیکل زندگی کے سفر میں کوئی منزل پیش ہی نہیں آئی۔ یہ منزلیں ابتداء سے طے شدہ اور مقرر ہیں، اور ہر حکومت قوم جو سیاسی زندگی حاصل کرنا چاہے، ضرور ہے کہ اسے ایک بار گزر جائے۔ منجمد ان منازل کے ایک نہایت خطرناک منزل پولیٹیکل مطالبات کا اصولی اختلاف و نزاع، اور اس بنا پر مختلف پارٹیوں کا قیام ہے۔ بغیر اس منزل سے گزرے اس راہ کو طے کرنا تاریخ کے تجربے اور موجودہ واقعات کے مشاہدے کے لحاظ سے تقریباً محال ہے۔ ملکی آزادی کی خواہش کو جب دلوں میں پیدا

لمحہ کیلے بھی جمع نہ ہو سکا، اور گورنمنٹ کے معترضین اسلام کو نماز کا فلسفہ، اور روزے کے حقائق فطریہ سمجھانے کیلئے پورے مستعد ہیں، مگر سوہ اتفاق نے اس فلسفہ و اسرار فطرۃ کو کبھی ان کے ایوان اعمال میں باریابی کی عزت نصیب نہیں ہوئی: بل قلوبہم فی غمرۃ من هذا، ولہم اعمال من دون ذلک ہم لہا عاملین [ان لوگوں کے دل اس دین فطری سے غافل ہیں اور ان کے دوسرے اعمال ہیں جن کے وہ مرکب ہوتے ہیں ۲۳ : ۵]

اب ہم صرف اس حصہ کی بحث پر نظر ڈالتے ہیں کہ اگر مسلمانوں نے آئندہ کیلئے اپنا پولیٹیکل پروگرام مذہب کی بنا پر قرار دیا، تو ایک خالص پولیٹیکل تحریک کے مقابلے میں کیا نتائج مرتب ہونگے؟

اتباع شک اور اتباع یقین

اولیٰں اور بنیادی شے تو یہ ہے کہ اگر ایک ”راہ یقین“ کی دعوت آپکو پکار رہی ہے، تو آپ ”شک“ اور ”ظن“ کی طرف کیوں دوڑتے ہیں؟ وہ پالیسی جو محض انسانی اتباع اور نظیر کی بنا پر قائم کی جائے گی، شک اور گمان ہوگی، کیونکہ انسانی دماغ کا ہر خیال شک ہے، خواہ اس کا نام محصور علم ہو، یا محدود تجربہ، اور یقین کا سرچشمہ اگر کوئی ہے، تو وہ ”اسلام“ یا ”مذہب حقیقی“ ہے۔

اب وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے ہر جگہ کفر و ضلالت اور الحاد و دھرت کو ”شک“ اور ”گمان“ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ انسانی دماغ یہ انتہائی سرحد میں بھی اگر دھونڈھا جائے تو یقین کا پتہ نہیں چل سکتا۔ ایک ملحد فلسفی ہر چیز میں شک کر سکتا ہے، نہ یہ یونکر ہے؟ لیکن اگر اس سے پوچھا جائے کہ نہیں ہے، تو ان کی دلیل عدم یقینی کہاں ہے؟ تو اس کا جواب اسے پاس ہیچ نہ ہوگا۔ مذہب ایک یقین کی دعوت لیکر آتا ہے، وہ حقائق اور وجود میں شک نہیں پیدا کرتا، بلکہ حقائق کے لیے ایک یقین اپنے ساتھ لے جاتا ہے، اور کہتا ہے کہ:

هذه سبيلي ادعوا الي الله علي بصيرة اذا رعين اتباعني وسبعان الله و... اننا من المشركين (۱۲ : ۱۰۸)

یہ ہے میرا طریقہ کہ اللہ کی طرف بلا تا غور، اُس یقین پر، جو مجھ کو اور میرے ماننے والوں کو طریق الہی پر ہے۔

اس نے ہر جگہ مذکور تعظیم الہی اور سب سے بڑا الزام یہ دیا ہے: ما لہم بذالک من عام • ان یقینون الا الظن وان الظن لا یغنی عن الحق شیاً ()

ان کے پاس کوئی علم و یقین نہیں، سوا اس کے کہ شک اور گمان میں گمراہ ہو رہے ہیں، حالانکہ شک یقین کے مقابلے میں کب ٹھہر سکتا ہے؟

دوسری جگہ کہا:

هل عندم من علم فتخرجوه لنا؟ ان تبتمعون الا الظن وان انتم لا تعلمون (۹ : ۱۱۰)

کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے، جو ہمارے آگے پیش نہ ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ کوئی نہیں، صرف اپنے دعووں پر چلتے ہو۔

بلکہ اگر قرآن کریم پر تدبر و تفکر کی نظر ڈالی جائے، تو ثابت ہوتا ہے کہ ”کفر“ اور ”شک“ اس کی اصطلاح میں ہم معنی الفاظ

پس حقیقت اندیشی کی نظر ڈالیے، تو اتباع تعلیم الہی کے داعی کے سر بحث و استدلال کا کوئی بار نہیں ہے۔ اس نے جس وقت یہ کہا کہ تعالٰیٰ الٰہی مآزل علی الرسول [اس تعلیم کی طرف جو خدا نے اپنے رسول کریم پر اتاری] تو وہ اسی وقت سبکدوش ہو گیا، کیونکہ اگر اس کی دعوت دلیل کی محتاج تھی، تو اس نے دعویٰ کے ساتھ دلیل بھی پیش کر دی۔ روشنی کے لیے یہی دلیل ہے کہ وہ روشنی ہے۔ اس کی صداقت کی اس سے بڑھ کر برہان میں کیا ہو سکتی ہے کہ وہ انسانوں کی طرف نہیں بلاتا بلکہ داعی الی اللہ و ما نزل علی رسولہ ہے :

تعالٰیٰ الٰہی کلمۃ سواء اس تعلیم کی طرف آجوتہ میں اور ہم مینا و بینکم الا نعبد میں مشترک ہے، یعنی خدا کے سوا کسی الا اللہ () کے آگے سر نہ جھکے۔

تاہم کیا کیجیے کہ بدبختی سے زمانہ رہا گیا ہے، جبکہ ایک مسلمان کے آگے اسلام کی خوبیوں کو ثابت کرنا بہ نسبت ایک مسیحی کے زیادہ ضروری ہے۔ عین نصف النہار کی دھوپ میں کھڑا ہو کر ایک حریف آفتاب سے مقابلے کی انہیں لڑنا ہے۔ اور پوچھتا ہے کہ اس کے روشن ہونے کا ثبوت کیا ہے؟ پیاس نسی کو نہیں ہے مگر پانی سے پوچھتے ہیں کہ اسے کیوں تشنگی کیلئے مفید تسلیم کیا جائے؟

حریف کاوش مڑگان خون ریزش نئی زاہد

بدست آور رگ جانے و نشتر را تماشاکن !

جہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اس دعوت کے فتایح پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیں۔ روشنی کی برکتیں کسے معلوم نہیں، مگر پھر بھی آپ بار بار دہرا دہرا کر رہے جلیں تو بہتر ہے، کیونکہ لوگوں نے تاریک غاروں اور تہ خانوں کو اپنا نشیمن بنا لیا ہے۔ کذٰلک نفوف الایات لعالم یتذکرون [اور اسی لیے ہم بار بار دہرا کر موعظہ و تذییر سے کام لیتے ہیں، تاکہ لوگ سونچیں اور غور کریں]۔ ہماری دعوت دراصل در حصوں پر مشتمل ہے :

(۱) مسلمان اپنے تمام اعمال میں جینک کوئی عملی مذہبی تبدیلی پیدا نہیں کریں گے، محض سیاسی یا تعلیمی تغیرات و ترقیات آنے کے لیے سودمند نہیں ہو سکتیں۔

(۲) تعلیم، معاشرت، اور سیاست میں انکو بر بنائے اتباع اخوان کوئی راہ اختیار نہیں کرنی چاہیے، بلکہ بر بنائے مذہب۔ پہلے حصے کو ہم موخر رکھ کر سردست دوسرے ٹکڑے پر ایک مختصر بحث کرنی چاہتے ہیں۔

ہم نے گذشتہ نمبر میں کہا تھا کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے نئی تعلیم قرائی کے ہاتھ پر چھوڑ دیں :

می برد ہرجا کہ خاطر خواہ ارست

اب نیکیہنا چاہیے کہ اگر ہم ایسا کریں، تو تعلیم، معاشرت، اور پالیسی میں قرآن ہم کو کس طرف لے جائے گا؟ تعلیم میں ہم آج جو علوم و فنون جدیدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، اور جو مقصد انتہائی ہمارے پیش نظر ہیں، مذہب کی راہ سے بھی وہاں تک

پہنچ سکیں گے یا نہیں؟ اور اگر پہنچیں گے، تو خالص تعلیمی تحریک اور اس تحریک میں کیا فرق ہوگا؟ معاشرت میں اسکا ہاتھ ہمیں کہاں لے جائے گا؟ اور جو زندگی ہماری ہوگی، وہ بیسویں صدی کی معاشرتی ضروریات سے مطابق ہو سکے گی یا نہیں؟ پالیٹکس میں اس کی تعلیم کیا ہوگی؟ وہ غلامانہ معنوی کر فضیلت انسانی قرار دے گا، جیسا کہ اب تک مسلمانوں کا حال رہا، یا آزادی و خود مختاری، جمہوریت و مساوات کا ولولہ پیدا کریگا، جس کی طرف موجودہ تغیرات کا عام رجحان ہے؟ اور پھر بالفرض تعلیم قرآن و اسلام کی راہ سے ہم نے ایک آزادانہ پولیٹیکل پروگرام مرتب بھی کر لیا، تو اس میں مزیت و فضیلت کیا ہوگی، کیونکہ یہی ہے ہم مذہب سے الگ رہ کر، یورپ کی موجودہ جمہوریت کے اتباع، اور ہمسایوں کی نظیر سے بھی حاصل کر سکتے ہیں؟

یہ سوالات ہیں، جنکا جواب دینا اس حصہ بحث میں ضروری ہے لیکن تعلیم اور معاشرت سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ پالیٹکس کی شاخ پر نظر ڈالیں، کیونکہ گراہنگ مسلمانوں کی اصلاح پر ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گذرا، کہ تعلیم اور معاشرت کی اصلاح مذہب کی راہ سے شروع کی گئی ہو، مگر تاہم چونکہ نئے مصلحین کا سرمایہ اصلاح اب تک صرف تعلیم ہی رہا ہے، اس لیے گاہ گاہ ان کے ایوان تجدید میں بر بنائے مصلح چند در چند، مذہب کو باریابی کی عزت دیدی جاتی ہے، اور چنداں بے التفاتی پر اصرار بھی نہیں ہے۔ مسلمانوں کی جیب پر اب تک مذہب کی حکومت کچھ باقی نہ کچھ ہے اور اس میدان کیلئے چندے کے جال میں سب سے زیادہ پرورش مذہب ہی کا ہے۔

واعظین و مصلحین دل میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو بظاہر اسلام و قرآن کے استغراق و انہماک سے بالکل عظیم الفرصت رہتے ہیں، اور قرآن کریم کے ”حامی تعلیم“ ”دین فطری“ اور ”مصلح اخلاق و معاشرۃ“ ہونے کے بہت سے دلائل اسباق ان کے نوک زباں ہیں۔ بعضوں پر تو کانفرنسوں کی خانقاہوں میں جب ہیجان جذبہ قومی سے عالم تواجد و توافقی طاری ہوتا ہے، تو ”فطرۃ“ اور ”اسلام“ کا پردہ بیگانگی و تعین بدلی مرتفع ہو جاتا ہے، اور عالم اتحاد کے مشاہدات سے بے بخود ہو کر ”الاسلام هو الفطرۃ“ و ”الفطرۃ ہی الاسلام“ کا ترانہ وحدت گانے لگتے ہیں :-

یارب زویل حادثہ طوفان رسیدہ باد

بت خانۃ کہ خانقہش نام کردہ اند

اس میں شک نہیں کہ اسلام ایک دین فطری ہے، الٰہی فطر الناس علیہا، اور تمام عالم میں کوئی انسانی فطرۃ ایسی نہیں ہے، جو اس کے ساتھ جمع نہ ہو سکے، لیکن اگر انسانی خلقت نے بعض نمونے ایسے بھی ہو سکتے ہیں، جیسے اس دین فطری کے ان نئے مصلحین و واعظین کے ہیں، تو پھر تو اسلام کی فطرۃ کے مقابلے میں شکست تسلیم کر لینا ناگزیر ہے۔ کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض انسانوں کی فطرۃ اسلام سے اس درجہ متبائن و متضاد واقع ہوئی ہے، کہ آج تک ان کی فطرۃ اعمال کے ساتھ یہ دین فطری ایک

ناموران - فہرط اباس

موقع حیات

— * —

اقتلونی اقلونی یا قتلت

ان فی قتلی حیات لامات

”ہمارے پاس اب کیا ہے؟ ہم
تو خود تم سے مدد کے طالب
ہیں“ نشانت بے نے کہا۔

(علی مرغیٹی) بولا: ”مگر
اسی لیے لینے آیا ہوں تاکہ
دوسرے مجھ کو ایک گھوڑا چاہیے“
نشانت بے نے کہا ”مگر آجکل
ہمارے پاس سب سے زیادہ
کمیاں اور قیمتی چیز یہی ہے“
اس نے بے پرواہی سے جواب
دیا ”میں بھی تم کو شاید وہ شے
درنگا جس سے زیادہ قیمتی شے
میرے پاس نہیں ہے“ میں اپنے
کل والے شہری بھائیوں کے پاس
جانا چاہتا ہوں“



گرم دہشتی، بیا مارا بیس

نشانت بے کی آنکھوں میں آنسو بھر آیا، مگر یہ آنسو سفید
پانی کا نہیں تھا بلکہ سرخ خون کا، اور اس سیلاب لالہ گوں کا ایک
قطرہ جو ۳ گھنٹے پیشتر طرابلس میں بہ چکا تھا۔ اس نے کہا
”میرے گھوڑا کیا مار آمد ہے، جبکہ تمہارے کانڈھے پر کچھ نہیں؟“
عرب سرفروش نے گردن ہلائی، اور کمربند سے ایک زنگ آلود
خنجر کھینچا۔ پھر کہا ”مجھ کو دور سے بندھن کا نشانہ لگانا نہیں آتا،
میں اتلیں افسر کے سامنے جا کر باتیں کرنا چاہتا ہوں“

علی مرغیٹی گھوڑا لیکر چلا۔ وہ تن تڑپا جا رہا ہے، وہاں خونخوار
دروازے سیکڑوں بہت ہیں، انا کدوہ جا کر ایک در دشمنوں کو زخمی
کر دیتا، مگر اس سے انکا ایذا نہ ان ہوتا؟ اور عثمانی کیمپ کو کیا فائدہ
پہنچے گا؟

کیا درویش اٹالیوں کے زخمی کردینے سے طرابلس پھر ترکوں کے
دھڑے میں آسکتا ہے؟ پھر اگر وہ عثمانی کیمپ میں رہ کر فوجی قواعد
سیکھے، اور کوئی خدمت انجام دے، تو اس مخبرانہ جان بازی سے
کیا زیادہ مفید نہیں ہو سکتا؟

ایسے ہی خیالات ہیں، جو آج ہندوستان میں بھی بہت سے
اسلام پرست قلوب میں ایسے التهاب و اضطراب کو مشورہ کر رہے ہیں۔
لیکن کیا علی مرغیٹی کے سامنے یہ سوالات نہ تھے؟ یقیناً نہ
تھے، کیونکہ اس کے سامنے تو اس وقت ان شہداء مومنین کی
روحوں کی صفیں تھیں، جنکی گردنوں کے خون کے ساتھ اسلام کا
خون بہا تھا، اور ان کے نظارے سے اُسے فرصت ہی کب تھی کہ ان
مصلحت اندیشیوں کے کانٹوں میں اراجھنے کیلئے اسکا دامن رنقا۔

بک باشی شیخ (عبد القادر بک) عدہ نفی پارلیمنٹ میں
(بنغازی) کی طرف سے عرب ممبر تھے، جنگ کے بعد سے حوالی
طبرق) میں ایک فوجی افسر کی حیثیت سے ہیں۔ ان کے ایک
یونانی دوست نے طرابلس سے ان کو ایک تصویر اپنے خط کے
ساتھ بھیجی، جس میں لکھا تھا:

[بقیہ صفحہ ۸ پر]

جنگ طرابلس کا بظاہر خاتمہ
ہو گیا، اور اصلیت اب تک پردہ
خفا میں مستور، لیکن اگر دولت
عثمانیہ اپنی مشکلات اور مصالح
کی وجہ سے مجبور ہو گئی کہ
طرابلس کو بھلا دے، تو کیا ہم
بھی بھلا دیں گے؟

وہ جانفروشان اسلام جنہوں نے
اتھارہ مہینے تک دو لاکھ متمرد
رحشیوں کی لعنت سے خاک
وطن کی تقدیس کی حفاظت
کی، کیا انکی یاد کی بقا عثمانی
حکومت کی التفات کی محتاج
ہے؟

کیا مضائقہ اگر چند انسانی
بنگالی ہوئی وزارت انکو بھلا دینے

زندہ کش جاں نساہد دیو؟

پھر مجبور کر دی گئی، اسلام کے پاس چالیس کڑور دل ہیں، جو
انکو ہمیشہ یاد رکھ سکتے ہیں۔

نگی جنگ کی حسرت انگیز خبروں نے سیکڑوں مسلمانوں کو اس
تلاش میں حیران کر دیا ہوگا کہ کیا اس؟ لیکن شاید کرنے والوں نے
کبھی بھی یہ نہیں سوچا ہے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے؟ عقلمندوں کی
مصلحت ارائیاں اور کر گذرنے والوں کے سر فرشانہ اقدام ایک جگہ جمع
نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی شخص اس سوچ میں ہے کہ اُسے کیا کرنا
چاہیے، تو میں بتلا تو نہیں سکتا کہ کیا کرنا چاہیے، مگر دکھلا سکتا
ہوں کہ ایسا کرنا چاہیے۔

یہ تمہارے سامنے کانڈ پر ایک موقع ہے، مگر پہلے بتلاؤ کہ
تمہارے پہلوؤں میں دل بھی ہے یا نہیں؟

افسوس کہ دل ہی نہیں ہے، اور زندگی جو کچھ ہے، اسی کے
دم سے ہے۔ فوا اسفا! ورا حزنا!!

مجھے یہ دے، دل زندہ، تو نہ مر جاے

کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

فانها لا تعمي الابصار، ولكن تعمي القلوب التي في الصدر

اے عزیزان ملت! جس چیز کو ہم زندگی سمجھتے ہوئے ہیں،
وہ زندگی نہیں ہے۔ زندگی یہ ہے، جسکو اس ”موقع حیات“
میں دینہ رہے ہو۔ یہ وہ منجمد نعش ہے، جو متحرک جسموں
کو زندگی بخش سکتی ہے۔

جنرل کدیوا نے ۲۶ اکتوبر کو دیکھا، کہ نواستار طرابلس کی
ریت کا ہر ذرہ قتل و وحشت کے خون سے سیراب ہو چکا ہے،
مگر ابھی خود اسکی تشنگی سیراب نہیں ہوئی تھی۔ دوسرے دن
عظمیٰ الصباح اندرون طرابلس اور صحرا میں اس قتل عام کی خبریں
پھیلنے لگیں، اور بقیۃ السیف شہری عرب (نشانت بے) کے
کیمپ میں بھی کسی طرح پہنچ گئے۔ قرب و جوار کے قبائل کے
جو لوگ اس وقت تک جمع ہو چکے تھے، ان میں ایک فقیر الحال
عرب (علی مرغیٹی) نامی تھا، جو دوسرے در شام کو (نشانت بے)
کے پاس آیا، اور کہا کہ ”میں ایک چیز مانگتا ہوں“

معضل - سیاسی زولوں سے نہیں، بلکہ اپنے اعمال دینی کی طرح شروع کرینگے، تو انکی زندگی اور اعمال احکم دینی کے تحت میں اور بالکل محدود و متعین ہوجائیں گے۔ اختلاف و نزاع تو جب ہو جب انسانی دماغ کو اسمیں دخل ہو، مذہبی احکم تعبد میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں، انکا پالیسی کس مذہب کی حکومت میں آجائے گا۔ وہ خود مختار نہ ہوگا، کہ اپنے لیے مقاصد اور اس کے حاصل کرنے کے وسائل ڈھونڈے، بلکہ جو ایک ہی مقصد اور ایک ہی طریق حصول مقصد، اسکو مذہب بتلا دیا، مجبور ہوگا کہ صرف اسی میں محدود رہے۔ جس طرح ایک مسلمان نماز پڑھتا، اور روزہ رکھتا ہے، بالکل اسی طرح ایک سیاسی مقصد کو ختم الہی سمجھ کر تلاش کرے گا۔

[بقیہ مضمون متعلق صفحہ ۹]

”یہاں ایک عجیب و غریب واقعہ ہوا۔ پچھلے ہفتے ایک فقیر عرب عمدہ گھوڑے پر سوار عین شہر کے دروازے کے سامنے نمودار ہوا جہاں ایک پوری اٹالین بٹالین مقیم ہے، وہ اس تیزی سے بے تحاشا گھوڑا دروازے سے آ رہا تھا، کہ اٹالین نے سمجھا، کوئی ترک پیغام بر ہے۔ اس نے اتنے ہی نہایت تعجب آمیز لہجے میں سوالات کرنا شروع کر دیے، عربی کوئی نہیں سمجھتا تھا، اس لیے مجبور میرے ہوٹل سے بلایا گیا، میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہا کہ ”ایک مسلمان علی برغیثی - اطالین عیسائیوں کے بڑے سردار سے ملنے کیلئے آیا ہوں“ یہ کہنے کے ساتھ ہی اسکی آنکھیں غیض و غضب کے شعلے بھڑکنے لگیں۔ میں نے جب ترجمہ اٹالین افسر کو سمجھا یا، تو نہایت حقارت سے ہنسیا، اور ان درختوں کی طرف اشارہ کیا، جنکے نیچے تازہ خون اور گرم نعشیں پڑی تھیں، اور یہ ان لوگوں کی تھیں، جنکو قتل عام کے بعد اسلحہ رکھنے کے جرم میں پکڑے آج صبح ہی قتل کر دیا گیا تھا۔ جڑی عرب کی نظر اس منظر پر پڑی، وہ بے اختیار ہو گیا، یہ کیسی عجیب بات ہے کہ اسکی دلیری صرف ایک رنگ آلود خنجر ہی کے قبضے پر تھی۔ قبل اسکے کہ اٹالین پکڑیں، اُس نے خنجر نکالا۔ اور زخمی شیر نے نصے سے تڑپ کر اٹالین افسر کے بھونک دیا، نہیں کہہ سکتا کہ اسکے بازو میں جنوں کی طاقت آئی تھی، یا وہ فولادی تیر کہ اُس رنگ آلود خنجر کو دل سے آگے پہنچا دیتے تھے۔ افسر تڑپ کر گر گیا۔ اور اس نے چاروں طرف وار شروع کر دیے، سیکڑوں اطالین چاروں طرف کہتے تھے۔ مگر یہ اس طرح بجلی کی سرعت سے حملہ کر رہا تھا، کہ وہ اٹلی اور ہمس کے پتلے اسکے سامنے تھے۔ اس نے اسی خنجر سے ایک افسر اور تین سپاہیوں کو مار ڈالا، اور تین کوزخمی کیا، اٹلے میں پیچھے سے ایک سپاہی نے فائر کر دیا، اور وہ متواتر تین گولیاں کی ضرب کے بعد زخمی ہو کر گر گیا۔ گرتے ہی اٹالین اسپر ٹوٹ پڑے، اور تلواروں سے اس طرح مارنے لگے، جیسے گوشت کا قیمہ کیا جانا ہے، مگر اس نے گرتے ہی آنکھیں بند کر لی تھیں، اور بار بار کلمہ اسلام پکار پکار کر دہرا رہا تھا۔ سپاہیوں نے اٹلے ہی پر بس نہ کی، بلکہ اسکا سر کاٹ کر انکے پیچھے ڈالا، اور اسکو بوڑوں سے کچلتے رہے۔ اسکے بعد اسکی لاش ایک دوسری ایسی ہی سر پر ہونے لاش کے ساتھ رکھ دی گئی اور مجھ کو معلوم ہوا کہ سر کاٹنے کا حکم خود جنرل کنیرا نے دیا تھا۔ مجھے اس واقعہ کا بڑا اثر پڑا، میں نے اسکی تصویر کھینچ لی، جو اس خط کے ساتھ بھیجتا ہوں۔“

”جنے والے ہم ہیں، اور کر گذرنے والے ایسے ہوتے ہیں۔“

”ہذا“ بعمل العاملین۔

ہونے اور نشر و نمایانے کے لیے چھوڑ دیا جائے گا، تو پھر آپ کے پاس کوئی مقیاس الحرات نہیں ہے، جس سے ہمیشہ اس حرات دماغ سرز کی فکری کا خط دیکھتے رہیں۔ پولیٹیکل زندگی مختلف طبائع میں مختلف قسم کی صلاحیت پانچ مختلف درجے کی حرات پیدا کر دیتی ہے، اور اس لیے پولیٹیکل جدوجہد کے شروع ہوتے ہی مختلف جماعتیں قائم ہوجاتی ہیں۔ سب سے بڑا نزاع ملکی آزادی کی آخری منزل کی نسبت ہوتا ہے، کہ وہ کیا ہو؟ ایک جماعت خالص جمہوری اعتقاد پر قائم ہو جاتی ہے، دوسری جمہوریت کو شاہی اقتدار کے ساتھ قائم رکھنا چاہتی ہے۔ (۱)

ایک جماعت غیر ملکی حاکموں کے زیر سیادت خود مختار ملکی حکومت پر قناعت کر لیتی ہے، دوسری جماعت ملک کو صرف ملکوں کیلئے دیکھنا چاہتی ہے، اور اس لیے اسکا نصب العین صرف حکومت خود اختیاری ہی نہیں، بلکہ اختیار و جانب سے ملک کو خالی کرنا بھی ہوتا ہے۔ اگر دور نہ جائیں، تو اپنے برادران ملک کی پولیٹیکل جدوجہد میں اسکی مثال آپ دیکھ سکتے ہیں اس نزاع احزاب، اور اختلاف مقاصد کا سیاسی زندگی کے ساتھ ساتھ پیدا ہوجانا بالکل قدرتی ہے۔ یہ طبیعت انسانی کے طبیعی جذبات: حرص و قناعت، اعتدال و سختی، اور شدت و نرمی کا پولیٹیکل ظہور ہوتا ہے، اس لیے بلا استثناء دنیا کے سیاسی جدوجہد کے عہد قریب میں کوئی قوم اس منزل سے گذرے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتی۔ یہ اختلاف و نزاع جس درجہ ناگزیر نظر آتا ہے، اس سے زیادہ اسکی مضرتیں واضح ہیں۔ سب سے پہلا مضر نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ ملکی آزادی کے حیلے سے بچنے کیلئے یہ نزاع حکومت کے ہاتھ میں ایک مضبوط ڈھال بن جاتا ہے، اور جمہور آوروں کا باہمی نفاق، حریف کو فرصت دیدیتا ہے کہ جنگ کے نتیجے سے محفوظ ہو جائے۔ ہندوستان کا موجودہ پولیٹیکل سکون اسی کا نتیجہ ہے، اور مصر میں ”حزب الوطنی“ کی تحریک اسی لیے بار آور نہوسکی کہ وہاں کی مادریت پاڑتی (حزب الامد) کو انگلستان نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا، اور آزادی کی ایک تلوار سے دوسری تلوار کے دو ٹکڑے کر دیے۔

مسلمان اگر پولیٹیکل جدوجہد کا سفر شروع کرنا چاہتے ہیں (اور افسوس کہ اب شروع کرتے ہیں) تو انکے لیے بھی اس منزل سے گذرنا ضروری ہے۔ لیکن ہم کو یقین ہے کہ اگر وہ اپنی پولیٹیکل زندگی کو مذہب سے وابستہ کر دیں، اور جس راہ کو اختیار کریں۔ آجے اپنا ایک مذہبی حکم سمجھ کر اختیار کریں، تو اسلام کے خوارق سے بعید نہیں کہ وہ انکو ان مزاحم راہ سے بالکل محفوظ کر دے، اور وہ اس امن و سکون کے ساتھ راہ سے گذر جائیں، کہ سیاسی جدوجہد کے کلیات میں انکا وجود ایک مثال مستثنیٰ ہو۔ ہم نے کہا کہ کچھ بعید نہیں، لیکن غور کیجیے تو ایسا ہونا یقینی اور لازمی ہے۔ جب مسلمان اپنی پولیٹیکل جدوجہد کو

(۱) یہ ایک بجائے خود مستقل موضوع بحث ہے جسکو کسی وقت لکھنا چاہیے۔ یہاں اسقدر اشارہ کر دینا چاہتے ہیں کہ عموماً یہی دو اعتقادی نزاع تمام سیاسی جماعتوں میں ہوتا ہے، مگر پھر اسی سے متعدد شاخیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ مثلاً ملکی حکومتوں میں تو یہ نزاع جمہوری، اور نیم جمہوری صورت میں ہوگا۔ مگر مجرم رعایا کی جدوجہد میں سلف گورنمنٹ اور تقلید ملک کی صورت اختیار کرلے گا۔ سلف گورنمنٹ سے مقصود یہ ہے کہ کسی اجنبی حکومت کے ماتحت پارلیمنٹری اصول پر خود اس ملک کو اپنی حکومت ملجائے، اور تقلید ملک سے یہ مطلب ہے کہ اجنبی حکومت اس ملک کو بالکل خالی کر دے، اور خالص خود مختار ملکی حکومت قائم ہو جائے۔ آج کل ہندوستان میں نیم اور گرم دونوں کا اختلاف اسی بنا پر ہے۔ مصر میں بھی حزب الوطن اور حزب الامد اسی اختلاف کا نتیجہ ہیں۔

اس جارس نے قصر سلطانی کا رخ کیا۔ راہ میں ”طلعت بک“ ملے جو وہیں سے موٹر پر واپس آ رہے تھے۔ طلبہ نے نعرہ ہائے جوش بلند کیے۔ ”طلعت بک“ نے موٹر روک لی۔ اور طلبہ کو مخاطب کر کے کہا۔

”اے قابل تعظیم عثمانی نوجوانو! ہم اگر زندہ رہینگے تو شرف و عزت کے ساتھ، ورنہ مرجئی گئے۔ ”لتحقی العثمانیۃ“ لتحقی الطلبة“ الجامعة“۔ (پانڈہ باد عثمانیت، زندہ باد طلبہ جامعہ) اسکے بعد طلبہ نے ”لیعنی العرب“ (زندہ باد جنگ) کے نعرے بلند کیے۔ جب یہ جلوس قصر سلطانی کے پاس پہنچا، تو سلطان المعظم نے قصر کی کھڑکی سے طلبہ کا استقبال کیا۔ اور یہ فرمایا۔

”ہم ہرگز اس پر راضی نہیں ہیں کہ بلغاریا ہمارے محترم اجداد کے کسہ ہائے سزا کو پامال کرے۔ یہ ”بلغاریا“ کل تک ہمارے ماتحت تھی، آج خود مختار ہو گئی ہے تو چاہتی ہے کہ اپنے اشقید و اشرار کے ذریعہ ہمارے آرام و آسائش میں خلل انداز ہو۔ اسکا خاتمہ کر دینا چاہیے جب تک خاتمہ نہ ہوگا ہمیں کبھی پریشانیوں سے اطمینان نصیب نہیں ہوگا۔ خداوند کار سلطان ”مراد“ جو واقعہ ”قصور“ میں شہید ہوئے ہیں، ہمیں نصیحت کر گئے ہیں کہ انکے نقش قدم کی پیروی کریں۔“ اسکے جواب میں سب نے بآواز بلند کہا۔ ”لتحقی العرب! لیحی مولانا السلطان الکبیر“۔ اسکے بعد سلطان المعظم پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

اے میرے عزیز فرزندو! مجھے تمہاری یہ حمیت ملی دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ جب تک تم میں یہ روح باقی ہے۔ ہماری سلطنت پر کوئی آفت نہیں آسکتی۔ بیشک مجھے فخر ہے کہ میں عثمانیوں کا بادشاہ ہوں۔“ (نہیں یہ تذلل ہے بلکہ کہنا چاہیے تھا کہ ملت اسلام کا بادشاہ ہوں) اسکے جواب میں طلبہ نے بآواز بلند کہا ”لیحی سلطاننا“ یہاں سے طلبہ عثمانی اخبارات کے دفاتر میں گئے۔ طلبہ کے سامنے خطیب کبیر ”عمر ناجی بک“ نے ”طنین“ کے دفتر میں تقریر کی۔

انجمن نور عثمانیہ میں ”عمر ناجی“ نے ایک بہت بڑی تقریر کی۔ درحقیقت جس نے یہ تقریر سنی ہے، اسکو چاہیے کہ اپنے نفس نہایت خروش نصیب سمجھے، کیونکہ انکی سحر آمیز بلاغے مردہ دلوں میں زندگی اور سر دلوں میں حرارت پیدا کر دیتی ہے انکے بعد ”طلعت بک“ وزیر داخلہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا۔ ”ابنک مجھے اندرونی دشمنوں کے مفہور کرنے میں کامیابی ہوئی ہے، مگر اب میں بیرونی دشمنوں کو مفہور کر نیکتے اٹے فوج میں رہنا چاہتا ہوں“

اسکے بعد تمام مجمع نے بالاتفاق یہ طے کیا کہ ”عبید اللہ افندی“ اذیتر العرب تقریر کریں چنانچہ ”عبید اللہ افندی“ کھڑے ہوئے اور کہا ”ہمارے دشمنوں کا اعتماد یورپ پر ہے۔ اور ہمارا اعتماد خدا پر ہے۔ ہم حق کی راہ میں لڑتے ہیں۔ اور جو حق کی راہ میں لڑتا ہے، خدا اسکا مددگار ہے۔ جس قوم کا مددگار خدا ہوگا وہ قوم ضرور کامیاب ہوگی“

اسکے بعد مجمع نے بآواز بلند درخواست کی کہ ”جارید بک“ تقریر کریں۔ چنانچہ ”حزب العریۃ والائتلاف“ کے چند اعضاء انکے مکان پر گئے اور انکو اپنے ساتھ لے آئے ”جارید بک“ نے کہا۔ ”اس زمین پر عثمانی فرزند رہتے ہیں اور اسکے اندر عثمانی بزرگوں کی ہڈیاں مدفون ہیں۔ اسلئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اسکی حفاظت و حمایت میں جائیں دیدیں اور دشمنوں کے قدموں سے اسکو پامال نہ ہونے دیں۔“

”ہم نے دنیا میں کیا پایا ہے جو موت سے بھاگیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اگر ہے تو پھر عثمانی تلوار کے نکلنے میں کیا دیر ہے؟ دنیا میں صرف انسان زندہ رہسکتے ہیں، اور انسان بھی نہیں، جو وطن کی خاک کے ایک ذرہ کو اپنے سر سے پاؤں تک کے خون سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتے ہیں، اور یہی انسان ہیں، جنکی بدولت قومیں اور اقلیمیں زندہ رہتی ہیں۔“

یاد رہے کہ ہماری سیاسی پوزیشنیں اسوقت تک قائم نہیں رہسکتی جب تک کہ ہمارے یورپی مقبوضات ہمارے ہی زیر نگین نہ ہوں، اسلئے ہم کو اپنی تمام قوت مرکز کی تقویت میں صرف کر دینا چاہیے [لیکن یہی مرکز کا غلط خیال ہے، جس نے اٹلی کو طرابلس پہنچایا الہال] ہم مسلمان ہیں، جنگ ہمارے لیے عبادت ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہم تہ جو میدان جنگ میں جاتا ہے۔ وہ احببی العسکین سے محروم نہیں رہتا۔ اگر مرا تو شہید ہے۔ ورنہ غازی فی سبیل الحق والتوحید۔ یہ چیز ہے، جسکو ہمارے آباء و اجداد کی روحیں ہم سے آج مانگ رہی ہیں۔

اے ہواداران وطن! آؤ سب ملکر فوج لے لے نعرہ ہائے تحسین و آفریں بلند کریں، کیونکہ صرف فوج ہی سے کسی قوم کا وقار و شرف باقی رہسکتا ہے۔

عثمانیت مرادف ہے جندیہ و عسکریت سے، اسلئے عثمانیت پرستو! اٹھو اور ہتیار سنبھالو۔ ہاں کہو۔ لیحی الجیش! ولیعنی الوطن! لیحی الاسلام!!

عثمانی طلباء اور جوش ملت پرستی کے مظاہر

— * —

(تازہ عربی ذاک سے)

قوم نے نوجوان درحقیقت اسکے ماضی، حال، اور استقبال کا آئینہ ہوتے ہیں۔ قوم کی عزت و ذات، شجاعت، وجہ، اور حیات و ممات، کے متعلق رائے قائم کرنے کا انکے اعمال سے بہتر ذریعہ نہیں۔ اسلئے عثمانی طلباء کے مظاہرات کی تفصیل خاص توجہ سے پڑھنے کے قابل ہے۔

ہم اسکا مختصر حال (العلم) کے نامہ نگار کی زبانی درج کرتے ہیں:—

جامعہ عثمانیہ کے طلبہ نے ایک عظیم الشان جلسہ دیا۔ جس میں نہایت پر جوش اور شجاعت انگیز تقریریں کیں۔ اسکے بعد ہاتھوں میں جھنڈیاں لیکر اس ترتیب سے چلے۔ سب نے اٹے مدرسہ دیفیات، اسکے بعد مدرسہ قانون، اسکے بعد مدرسہ ہندسہ (انجیری)، اسکے بعد مدرسہ طب، اسکے بعد مدرسہ تجارت، اسکے بعد دارالمعلمین کے طلبہ تھے۔

یہ جلوس سب سے پہلے وزیر جنگ کے پاس گئے۔ وزیر جنگ کی طرف سے ”نواد پاشا“ ملے۔ ان کے سامنے ایک طالب علم نے تقریر کی جس میں اس نے کہا کہ ”وقت آگیا ہے کہ اب اگر عثمانی زندہ رہیں، تو صرف و عزت کے ساتھ“ اس تقریر کے جواب میں ”نواد پاشا“ نے ایک مناسب مقام تقریر کی۔ اسکے بعد طلبہ نے نہایت بلند آواز سے ترانہ ہائے وطن گائے، جو شاعر وطن نامق کمال بک نے کہے ہیں۔ وہاں سے یہ جلوس باب عالی گیا۔ راہ میں ازدحام بہت شدید ہوا۔ لوگ مکانوں اور راستوں پر سے ”لیحی الشہان العثمانیہ“ عثمانی نوجوان زندہ رہیں، کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ وزیر اعظم طلبہ سے ملے، ایک طالب علم نے آگے بڑھ کر کہا ”ہم جنگ چاہتے ہیں۔“ وزیر اعظم نے جواب دیا ”کہ ہم قوم کی خواہش پر پی کرینگے۔“ وہاں سے

شہنشاہ عثمانیہ

القتال اور الشرف و الاستقلال !

جلسہ جامع سلطان احمد قسطنطنیہ میں مباحثہ اقبقر کی تقریر

اے ملت پرستان غیور!! ذرا اس شاندار منظر کو جو ہمیں محیط ہے دیکھو! کون منظر؟ یہ آیا صرفاً، یہ سلطان احمد، اور یہ دلیلی طاش، کستدر خوشنما منظر! ہمیں اپنے قومی مہیاخرا کا یاد دلائے والا منظر!! یہ منظر ہمیں بتلاتا ہے کہ نفاق، بد اخلاقی، اور پھوٹ کیونکر کسی سلطنت کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ یہ منظر ہمیں بتلاتا ہے کہ ہم نے اسے کس طرح فتح کیا؟ یہ بتلاتا ہے کہ ہم اسکو صرف اسلیئے فتح کر سکے تھے کہ ہمارے سروں میں سرفروشی کا جلون تھا، دلوں میں فہر آزماہی کا داولہ تھا، اور ہاتھ میں حفظ وطن کی ناممکن التسخیر تلوار تھی۔ ہم اسکو صرف اسلیئے فتح کر سکے تھے کہ ہمارے اخلاق پاکیزہ تھے، ہم میں عزت وطنی اور غیرت ملکی کا ناقابل فدا احساس تھا، اور اسلام کے شرف اور احترام کے آگے اپنے خون اور جسم کو عیج سمجھتے تھے۔

ہم ان پابیزہ صفات اور مکارم اخلاق کے وارث ہیں۔ ہماری ملت پرستی اور ہمارا جوش قلبی آج ہمیں اسلیئے یہاں کھینچتا ہوا لایا ہے ہم یہاں آج کیوں جمع ہوئے ہیں؟ اپنے استقلال اور اپنی ملت کی حفاظت کے لیے۔

اے ملت پرستو! آج ہمارا سامنا ایک قاجالز زیادتی، ایک غیر قانونی دست درازی اور ایک رخصیانہ اقدام سے ہے، یہ قومیں جو آج ہم سے خود مختاری کی طالب ہیں، اگر بچے سود و زبیاں کو صحیح طور پر سمجھیں تو اپنی خود کشی کیلئے کبھی نہ کہرتی ہو جائیں، یہ کہہ ہی اپنے آپ کو طمع و از کا لقمہ نہ بنائیں، یہ قومیں، یہ عالم خیال میں جوابی کرنے والی قومیں، اگر سوزائیں، تو انہیں معلوم ہو جائے کہ انکا وجود ہمارے وجود سے وابستہ ہے۔ انکا بقا صرف ہمارے بقا ہی تک ہے۔

وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں رنج و غم سے مرعوب کر لیں۔ مگر وہی بر حماقت! کیا انہیں نہیں ہے کہ جن ننگی تلواروں سے ہمیں قہراً دبا رہے ہیں، ان سے بچوں کے لیے فتنہ بھانہ بچھلتے ہیں؟ کیا انہیں نہیں ہے کہ کل تک ہمارے ہی ہاتھ تھے، جو ان پر عالم کا سا رعبہ تھا؟ بیشک ہم نے صبر کیا، اور بہت صبر کیا، مگر اب بدستور ہرگز ہو گیا ہے۔

صرفاً، جسمی زہن، برس تک عثمانیوں کے خون سے رنگین رہی، بلگربا کا دار حلا، ہو گئی، اور ہم نے واپس لینے کا خیال نہیں کیا، بلغراد کی فتح میں لاکھوں عثمانی بہادر کلم آئے۔ تھوینس مدینوں تک ہمارے زیر نگیں رہا، مگر جب خود مختار ہو گیا، تو ہم نے نہیں کہا کہ، اور ہو گیا؟ ستیند میں چار بار عثمانی فوج پہنچ گئی، اور کسی دفعہ بھی ہم نے اسے آزاد کرانے میں تردد نہیں کیا۔ ہم نے بغیر اس کو ہمیشہ ترجیح دی، مگر ہمارے اسکا بدلہ ملا؟



عبد الرحمن یک موجودہ وزیر مالیات جو مجاہدین عثمانی کی ایک جمعیت فراہم کرے مقدونیا روانہ ہوئے ہیں۔

یہ کہ بزدلوانکی طمع اور پڑھگئی، انہوں نے ہم کو کمزور سمجھ لیا اور ہم کو ایک لمحہ بھی نصیب نہیں ہوا کہ جس امن اور فرصت کیلئے ہم نے اپنے جسم کے ٹکڑے دیدیے، اس سے ایک لمحہ کے لیے بھی فائدہ اٹھالیں۔

بلغیریا۔ یہ کل کی خود مختار ریاست چاہتی ہے کہ "درونہ" میں آجائے۔ یعنی دولت علیہ کا مرکز حکومت لیلیئے!۔ سلطان "مراد" کا نقش یادگار مثلاً!! سروریا یہ چاہتی ہے کہ سلطان "مراد" کا مشہد (قورمہ) میں روند ڈالے!۔

ماتنی نیگرو! یہ مجسمہ حقارت و ذالت! یانیہ، اشقودرہ، اور زاہرہ پر دانت لگا رہی ہے!۔ یونان اس سبق کو بھول گیا، جو ہم نے سولہ برس قبل پڑھایا تھا۔ ہمارے مقابلہ میں جزائر بحر متوسطہ پر حکومت کا مدعی ہے!۔

معاملہ حد سے گذر گیا، ہماری خود داری، ہماری عزت نفس، اور سب سے بڑھکر شرف اسلامیت اب نہیں برداشت کر سکتا۔ اے اخوان ملت! یہ ملک ہمارا خود مختار ہوئے؟ کیا اپنی قوت، اپنی شجاعت سے؟ نہیں، نہیں، بلکہ ہماری غلط پالیسی سے۔ مگر عثمائیوں نے انہیں ایوانہ فتح کیا تھا؟ قتلوار سے۔ یہ ملک کیلئے، اپنی ہستی کیلئے ہمارے مرہون احسان ہیں۔ مگر بااثر ہمہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ وہ یہ چاہتے ہیں کہ "لانیک" اسکو، اشقودرہ، یانیہ، اور پرورہ ہم سے لیلیں، لیکن اگر ال عثمانی گذشتہ شش صد سالہ تاریخ کے صدائے دنیا سے فدا نہیں ہوئے ہیں، اگر تغیرات زمانہ نے ہمارے ملی خصائل کی قالب معاہدت نہیں کر دی ہے، اور اگر خدا کا پیغام توحید فنا ہونے کیلئے نہیں بلکہ زندگی کیلئے ہے تو اس کا ثبات عالم کا ایک ایک ذرہ

یاد رکھے کہ ایسا ہونا مکمل ہے۔ اسکا تصور جنوں ہے۔ یہ محض نام نہان ہے۔ ان کے مقابلوں میں عثمانی فوج کو کبھی شکست نہیں ہوئی، مگر انکی فوج ہمارے سامنے سے ہار ہا بھاگ چکی ہے۔ ہمارے لیے اب بھی ممکن ہے کہ ہم پھر انہیں بر باد کر دیں۔ ہمارا فرض ہے کہ اپنے ملک کے حاصل کرنے میں اپنی یورپی طاقت صرف کر دیں جنہیں ہمارے نامور آباء اجداد کی ہڈیاں مدفون ہیں استبداد و استعجاب کیلئے نہیں، بلکہ اسلیئے کہ ان پر دستور و حریت کا جہنڈا لہرائے۔ اب تک ہم نے بہت صبر کیا، مگر اب وقت آ گیا ہے کہ ہم بدایین۔ ہم جنگ نہیں چاہتے بلکہ یہ خود جنگ چاہتے ہیں ہمارا فیض ہے کہ ہم بھی اب جنگ ہی چاہیں۔ ہمارا شاعر وطن نامق کمال بک بھتا ہے کہ "جب طوفانہ" کیا تو وطن کیا "طوفانہ" تو جتنا رہا، از گورطن نہیں گیا، مگر راحت وطن جاتی رہی۔

تربی اور یورپ اسوقت تک چین نہیں لینگے، جب تک کہ وہ حدود طبعی تک نہ آجائیں، اسلیئے جلد ہمارے اپنے حدود طبعی پر قبضہ کر لینا چاہئے۔ پس اے عثمانیو! اٹھو اور آئے بڑھو۔ ہاں سنو! تمہارا شاعر وطن "نامق کمال بک" کیا کہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ

مراد

عسلم یونیورسٹی اور الحاق

جناب من -

امید ہے کہ سطور ذیل آپ اپنے اخبار میں شائع ہونے کے ساتھ ساتھ
ممنون فرمائیں گے۔ جناب شیخ عبداللہ صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل
ہی نے ایک خط جو اصل میں نواب رفیع الملک بہادر قبلہ ایڈیٹر سے

میں روانہ کیا گیا تھا، چھپوا کر
بصیغہ راز چند لوگوں میں تقسیم
کیا ہے جو آئندہ خیال میں اہل
الراے تھے۔ لیکن:

یہاں کے ماسٹر آف رازی دزر سارود معقل ہا
وہ مجھے تک بھی پہنچ گیا، اور
چونکہ وہ میرے پاس اس "بصیغہ"
سے نہیں پہنچا، اسلئے میں اسے
"راز" میں رکھنے کیلئے مجبور
نہیں، علاوہ بریں چونکہ وہ سخت
مغالطہ قائلہ والی تحریر ہے، اسلئے
یہ ضروری ہے کہ قبل اسکے کہ وہ
لوگوں کے دلوں میں جانگزیں ہو،
اسکی غلطی سے بھی افسوس آگاہ
کردیا جائے۔

سب سے اول شیخ صاحب
نے اسکی مخالفت کی ہے کہ ایک
ہی شخص کو "بطور کارکن و مہتمم"
کے ہڈک اور گورنمنٹ کے سامنے
پیش کیا جائے، کیونکہ "اسکا
تذیجہ کسی کامیابی کیلئے زیادہ
اثر پذیر نہیں ہو سکے گا"۔ اسکا رویہ سخت
راجہ صاحب محمود اباد کیطرف ہے
بیشک یہ قابل افسوس ہے کہ شیخ
صاحب اور صاحب زادہ صاحب
اور جنکے مشورہ سے یہ تحریر لکھی
گئی ہے، ایسا موقع نہیں دیا گیا،
اور آئندہ بھی کوئی توقع نہیں۔
ایک طرف تو راجہ صاحب نے
متعلق یہ رائے ہے، دوسری طرف
جلسہ کے راپور میں ہونے کی
تجربہ ہے اور راپور کو بہترین
جگہ بتائی گئی ہے، لیکن اس

بہتری کیوجہ کوئی ظاہر نہیں کیگئی۔ شاید یہ ہو کہ نواب صاحب راپور
کی مہمانی کا فخر کوئی کم بات نہیں ہے، لیکن اگر وہاں راجہ صاحب
نہ آسکیں، تو پھر کسی "دوسری جگہ" پر جہاں محدود کو شرکت میں
اسانی ہو، کیوں؟ اسلئے کہ "بلا موجودگی جناب راجہ صاحب کے
ہم یونیورسٹی کے متعلق کوئی جلسہ نہیں کرسکتے"۔ کیا یہ عجیب
بات نہیں ہے؟ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ "قوم یونیورسٹی کے

معمولہ میں ایک بے سرب فوج کی طرح پیریشان ہے، لیکن بعد
ہے کہ باوجود استدر کثیر التعداد نام نہاد اور خود ساختہ لیڈروں کے
بھی قوم کو بے سرب فوج ایسا نہ تشبیہ دیجائی ہے "سربراہانہ"
اور "اہل الراے" اشخاص کا جلسہ جسکی تحریک شیخ صاحب
فرماتے ہیں، نہ معلوم کن اصحاب پر مشتمل ہوگا، اور ان خصوصیتوں
نے کیا معیار قائم کیا جائیگا۔ غالباً وہی معیار ہوگا جو اب تک علیگندہ کی
تمام تحریکوں اور کارروائیوں میں
ہو رہا ہے۔

شیخ صاحب کو معلوم ہوا ہے
کہ نواب صاحب قبلہ کوئی تحریک
پریس میں شائع فرما دیوالے ہیں،
اسپر آپ مدد کو مشورہ دیتے
ہیں کہ اسوقت "سب سے موثر
نسخہ اتفاق ہے" اور اگر اہل الراے
اشخاص میں اتفاق فرما تو مشکل
ہو جائیگی، اور پریس میں جانا
"کسی بزرگ قوم کیلئے مناسب
نہیں"۔ اور اخبارات کا "جہ
ٹھیک نہیں" اسلئے کہ البشیر کی
جو ہمیشہ عالم اور یونیورسٹی کے
حامی رہا ہے اسے معلوم ہوچکی ہے
مستم ملت، الہلال، کا مورد
وتیرہ نو ایڈم گرن زدنہ ہیں۔
شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ "پس
اب جو کچھ فیصلہ ہونا چاہیے
وہ یونیورسٹی کے صاحبوں کے مشورہ
سے ہونا چاہئے، اور اس میں ان
لوگوں کی رائے کو زیادہ قابل وقعت
نہ سمجھنا چاہیے جو یونیورسٹی
کے قیام کے شروع ہی سے مخالف
تھے یا جو ایسے مخالفین کے اثر میں
آئے ہیں" کیا شیخ صاحب مہربانی
فرما کر بتلائیں گے کہ "یونیورسٹی کے
صاحبوں" سے انکی کیا مراد ہے؟
اور یونیورسٹی کے جو لوگ شروع
ہی سے مخالف تھے وہ کون ہیں؟
نیا وہی لوگ نہیں ہیں جنہیں
خود شیخ صاحب بھی شامل ہیں
کہ یونیورسٹی ملجاء، خواہ وہ
کیسی ہی ہو؟ اور کیا جو لوگ شروع سے مخالف تھے، وہ اسلئے نہ
تھے کہ یونیورسٹی جو مسلمانوں کے مرض کی دوا ہو، انکے خیال میں
ملجا، بات، مشکل تھی اور تجربے سے اخراذ، اصحاب کی رائے صحیح
ثابت ہوئی ہے؟ اور جو لوگ قوم کے مخالفین کے اثر میں آئے
ہیں، وہ ان سے بہتر نہیں ہیں، جنہوں نے قطعاً آنکھوں پر پٹی
باندھ لی ہے، اور ہر ایک معقول بات کے نہ سننے اور نہ سمجھنے کی
قسم کھائی ہے؟

فتکات

یونیورسٹی اور الحاق

شرط الحاق یہ اعتراف اور ایسا اصرار
شہرہ عقل نہیں، بلکہ یہ تم نہی
درسہ میں ہیں کہاں، کیجیے جنکا الحاق
اور اگر ہیں بھی تو بیکار ہیں یا طبل تہی
لوگ جس چیز کو کہتے ہیں علی گندہ کا آج
چشم بینا ہو، تو ہے جامعہ قوم یہی
یہ وہی قبلہ حاجات ہے، سوچیں تو ذرا
یہ وہی کعبہ مقصود ہے، دہلیوں تو یہی
آج جو لوگ ہیں جمعیت قومی کے اعظم
جن کا ارشاد ہے ہم پابہ طغرائے شہی
سب کے سب مدق الفاظ بھی کہتے ہیں
"ان هدا هو الحق و امنت به"
* * *
قوم کا دیکھیے بچپن کہ یہ سب سن کے کہا
"جو کھلونا مجھے دکھلایا تھا، لوگ تو وہی"

(نواب)

دَنچ کی تباہی

عبرتذاک داستان

ایک قیدی ترک افسر کی زبان سے

(پاد گورنر) کا نامہ نگار ۱۴ اکتوبر کی چٹھی میں لکھتا ہے :
گرمی رزبہ تزل ہے - سناتا سا چھا رہا ہے - جن بازاروں میں
بشاش دعائیوں اور فوجی سلیقہ سے چلنے والے سپاہیوں کے باعث
کاند ہے سے کاندھا چھلتا تھا ، وہاں آج سوائے ادھر ادھر چکر لگانے والے چند
سپاہیوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا - یہ سپاہی قریباً سب کے سب
اعلیٰ قسم کی فوجی ردیوں میں آئے ہیں - قومی لباس تو النادر
کالمعدوم ہے -

اب ہمارے ہیڈ کوارٹر کوشوٹوا پر ، جو مقام مذکور سے ۲ کیلومیٹر
کے فاصلہ پر جانب مغرب واقع ہے ، مقرر ہوئے ہیں ، ملج ، رجنی
اور پلے نٹزا کے مابین ہیلو گرافک تعلق صاف صاف نظر آتا ہے -
چائے خانے میں بیٹھے ہوئے کھانے میں مشغول تھے کہ ایک مقید
قریبی کمانڈر پر میری نظر پڑی ، جس نے میرے سامنے دَنچ کی
تباہی اور واقعات ماقبل
کے متعلق مندرجہ ذیل
داستان بیان کی -

” کچھ روز کم چار
ہفتے ہوئے ہیں ، استنبول
سے دَنچ آیا ، دَنچ
کلان اور دَنچ خورد ایک
پہاڑی علاقہ ہے ، اور ۳
چوٹی چھوٹی پہاڑیاں
اسپر سایہ نشان ہیں -
خود ذلحہ کی دیواریں کا
کام بھی کمزور چٹانوں
ہی دیئے ہیں ، جنہیں
چولہ وغیرہ بالکل نہیں
ہے -

” میرے زیر کمان
۱۲۰ آدمی تھے - دَنچ

پر کل جمعیت ۵۰۰ آدمیوں کی تھی ، لیکن انہیں سے چوتھائی
سے زیادہ حصہ یونانیوں ، بلغاریوں ، اور سرربیوں کا تھا ، جو ہمیں رات
کی تاریکی میں چھڑ کر کھسک گئے - ہم غریب مسلمانوں سے بہت
پیشتر وہ جنگ کے شروع ہو جانے سے خبردار ہو چکے تھے -

۹ تاریخ کی صبح کو گراؤں کی دنداہمت سے ہمیں معلوم
ہو گیا ، کہ لڑائی شروع چکی ہے - میرے پاس کل چار ضرب توپیں
تھیں ، جنہیں سے ۳ برجہ نہایت ہی کھنہ ہونیکے قریباً بیکار تھیں -
ہمپر ۵۰۰۰ میٹر (۳۹ انچ کا ہوتا ہے) سے گولہ باری ہو رہی تھی -
اگر میں صاف گولی کو عازنہ سمجھوں ، تو ہمارے پاس دشمنوں کی
گولہ باری کا جواب دینے کیلئے کوئی سامان نہ تھا - طرہ یہ کہ بہتر وہ
بتالیں (جمنٹ کا ایک حصہ ہوتا ہے ، جس میں ۱۰۰ سے لیکر ۳۰۰
نک ، سپاہی ہوتے ہیں) کے سپاہی تمام تر اوامروں اور نئے بھرتی کئے
ہوئے تھے -

ہمارے ۴۰۰ سپاہی چٹانوں سے پیچھے ایک ہی قطار میں
فائرنگی غرض سے پڑے ہوئے تھے - انہیں سے سو آدمی راتوں
رات نکل گئے ، اور مالہ سوری کم ریش ۲۰۰۰ کی جمعیت میں

ہم پر چڑھ آئے اور ہمارا احاطہ کر لیا - دسویں کی صبح کو لڑائی شروع
ہوئی - مانٹی ٹگریوں نے سب طرف سے ہمپر بڑبڑوں کا تانتا باندھ
دیا - ہمارے یمنیں ویدسار جو واقعات ظہور پذیر ہوئے ، انکے بیان کرنیکا
میرے قلم کو یارا نہیں - ہمارا کپتان احمد آفندی تو وہیں شہید
ہو گیا (انا لله وانا الیہ راجعون) لیکن دوسرے شہداء کا مجھے کچھ
حال معلوم نہیں - ان چٹانوں پر ایک عجیب نفسا نفسی کا عالم تھا ،
ہر شخص اپنے ہی جان کے بچاؤ کیلئے سعی نظر آتا تھا - ایک
درجن مانٹی ٹگری مجھے جھپٹ پڑے - میں نے جلدی جلدی
پستول سے فائر کرنا شروع کر دیا ، اور کسی محفوظ تر جگہ کی تلاش
شروع کی ، لیکن میرا پاؤں پھسل پڑا اور میں پہاڑ کی ایک کمرہ
میں گر پڑا جس سے میرے پاؤں میں چرٹ آگئی -

میں اپنے پستول کو دوبارہ بھر رہا تھا ، کہ غنیم مجھے قوت
پڑے - میرے ساتھ انہوں نے نہایت ہی بے رحمانہ اور بے دردانہ
سلوک کیا - رحم کا شائبہ بھی کسی میں معلوم نہیں ہوتا تھا -

مصر اور ترکی کی داک سے مختصر خبریں

دولت عثمانیہ نے

ان تمام افسروں کو واپسی
کا حکم دیا ہے جو بیرونی
ممالک میں جنگ کی
تعلیم حاصل کرنیکے لیے
گئے ہوئے ہیں -

--- *

رہ عثمانی فوجی
افسر ، جو دار السلطنت
فرانس میں مقیم تھے
زرانہ ہوئے ، روانگی کے
وقت ” القحی العرب
والقحی القریبا “ (زندہ
بدن عرب) کے ذمے لگائے

اور قومی ترانے گاتے
جاتے تھے -

--- *

صاحب الفخامة عبد الحليم افندي ، وحید الدین افندی ، اور
جمال الدین افندی شیخ الاسلام نے اپنا نام منظورین (رائٹریوں) میں
درج کرایا اور فوج کے ساتھ روانہ ہو گئے ہیں -

دوسرے چالیس عثمانی جو پہلے فوجی خدمت سے بھاگے تھے ، اب
منتظر بنکر قسطنطنیہ واپس آئے ہیں -

جنگ بلقان میں شرکت کی غرض سے چالیس عثمانی ملت
پرست امریکا سے قسطنطنیہ آئے ہیں -

حرم سلطانی کی طرف سے وہ تمام مصارف ادا کیے جاویں گے جو
مہجور حین کے معالجہ میں صرف ہوئے ، اور نیز ایک شعا خانہ کھولا
جائیکا ، جس میں سر پلنگ ہوئے - اس کے مہتمم در شاہی طبیب یعنی
خیری بک اور جمیل پاشا ہوئے -



ایک مڈل دریش ہے۔ جب سید رشید رضا لکھناؤ آئے تو خود آپکے سامنے کی بات ہے کہ اکثر قرآنی معلموں نے اپنے استقبال سے اسلئے انکار کر دیا تھا کہ وہ ایک اذیتناک اخبار ہے۔ کتنے قرآنی تعلیم سے بہرہ مند کہتے تھے کہ وہ غیر جگہ کے رہنے والے ہیں۔ اسلئے اسکو دورۃ العلماء کے جلسے کا صدر نہ ہونا چاہیے۔

اگر قرآن کی اسے ہی تعلیم ہے، اور ایسے ہی تعلیم پر آپ مسلمانوں کو بلانا چاہتے ہیں تو کم سے کم اس عاجز کا تو آپ کو اور آپ کے اخبار کو دور ہی سے سلام ہے۔

آج کل قرآن کی تعلیم پر زور دینے والے زیادہ تر ایسی فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طرح ایک جماعت کثیر مسلمانوں کو اسلام کے دائرے سے خارج کر دیں، کس طرح صرف سنیوں کے مسلمان ہونے کو ثابت کریں۔ یا کس طرح شیعوں کی فضیلت دکھا دیں۔

اگر آپ عجیب معاف کریں تو میں اتنا عرض کروں گا کہ میں ہندوستان کے قرآن کی تعلیم دینے والوں اور سیاسی تعلیم دینے والے مسلمانوں، دونوں کو ایک ہی درجہ پر سمجھتا ہوں۔ اصلی اسلام سے، محمد اور عمر کے اسلام سے دونوں کا اسلام دور۔

میں ”الحلال“ کو دیکھتا ہوں، تو اس میں ان دونوں سے تو بلندی پاتا ہوں۔ مگر ابھی اس حالت کو اس میں بھی نہیں پاتا جس سے یہ امید ہو کہ یہ اصلی قرآنی تعلیم پر کمر بستہ ہے۔

ذاتی مذاہب میں صفحہ کے صفحہ سیاہ نظر آتے ہیں۔ مذہبی بحثیں ہیں تو ایسی کے سلسلے جاری ہیں۔ مسلمانوں کو ”دست الہی“ میں ایذا پہنچانے کی عداوت سلسلہ راز مضامین کی گئی ہے۔ قرآن کی طرف بھی وہ بلائے گئے ہیں۔ مگر نہ ”دست الہی“ کی توضیح ہے، نہ قرآن کی ایسی تعلیم کا اشارہ کیا گیا ہے جو اس وقت بھی مسلمانوں کو غارتگاری سے نکال کر بلندی پر پہنچا سکتی ہے۔

اصول جمہوریت، اصول مساوات، اصول قومیت، سبق جہاد، اخلاقی و انیس جسمانی فائدہ وغیرہ نظر انداز کر دینے کی چیزیں نہیں ہیں۔ تعلیم قرآنی صرف نماز روزہ کی تائید کے لئے پروفیز وغیرہ پر محدود نہیں ہے، بلکہ قرآن نے زندگی انسانی کے ہر اور اصول پر نظر ڈالی ہے، اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اصول دو زیر نگاہ رکھ کر فروعات میں تبدیل و ترقی کی خاص ضروریات قرآن نے دی ہیں، اور ان کے ہر ذریعہ مدبر و رفاروق رضی اللہ عنہ کی ہے۔ مسلمان کو اپنی روحانیت کی ترقی کی فکر سے ابھی غافل نہ ہونا چاہئے، لیکن اب اس عمر کا عالم ہے کہ جب عداوت اور اجسام کو زیر و زبر کر رہی ہے، جس میں زوج چھیننے کی عداوت ترقی سے غافل ہونا روح کے ساتھ بھی دشمنی کرنا ہے۔

مسلمانوں کی اس وقت عجیب پیچیدہ حالت ہو رہی ہے۔ قرآن کو انہوں نے چھوڑا بھی ہے، اور پکڑا بھی ہے، لیکن دونوں حالتوں میں اصلی منشاء اسلام سے برخلاف ہو گئے ہیں۔ جنہوں نے قرآن چھوڑا ہے، انہوں نے تو خیر ارت چھوڑ ہی دیا ہے۔ جنہوں نے پکڑا ہے، انہوں نے صرف روحانی اوصاف و زندگی کے لئے اوت پکڑا ہے، بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے اصول اور فروع کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھا، میں نہیں جانتا کہ آپ کا کیا ارادہ ہے۔ آپ اصول اور فروع کا امتیاز اور فرق قائم رکھیں گے یا نہیں؟

[باقی آئندہ]

مشیر حسین قدوائی (پیر - قراچہ)

لکھناؤ



قیام کے باعث اس وقت شاید اس کی طرف بہت زیادہ اعتنا نہیں کیا تھا۔

پہلے اسلامک راولہ یورپ میں پیدا ہونے کی غایت بھی یہی تھی۔ ایک وقت وہ تھا کہ مسلمانان ہند میں وہ اکابر، جواب دولت عثمانی اور ایرانی کی حمایت پر ظاہراً ہمہ تن مصروف ہیں، ان دعوتوں میں شریک ہوتے کرتے تھے، جسمیں ہم پہلے اسلامیت سفراء عثمانی و ایرانی کو مدعو کرتے تھے۔

اس زمانہ میں بارہا یہ خواہش ہملوگوں پر ظاہر کی گئی تھی کہ ”پہلے“ کا لفظ اپنی سوسائٹی کے نام سے نکال ڈالیں، اسلئے کہ انڈیا آفس کو وہ لفظ پسند نہیں، اور میرے انگلستان سے آنے کے بعد وہ تکرار خارج بھی کر دیا گیا۔

اب شاید ان لوگوں کے بھی یہ ذہن نشیں ہو گیا ہو، کہ مسلمانوں کو فطرۃ بین اسلامیت ہونا چاہیے، اور اس اندر ہنگامہ حالت میں، جبکہ:

غبار غرب سے آمد آہ کس بلا کا مشیر

تمہارا نام و نشان خاک میں ملائے کو

اگر کوئی چیز کسی وقت امید کی صورت دکھاتی ہے، تو وہ بھی بین اسلامک راولہ ہے، جو مسلمانوں کے دلون میں جوش زن ہو رہا ہے۔

کاش یہ راولہ پہلے ہی زور دار ہو جاتا، اور اس وقت جب ہم چند اشخاص اس کے زندہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے، وہ لوگ جواب مسلمانوں کی سرغذائی اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں، ہمارے مانع اور خارج نہ ہوتے! مسلمان بلندی سے کیوں ڈر گئے؟ اس کا جواب صاف یہی ہے کہ انہوں نے مذہب کو چھوڑا۔ مذہب ہی کے انکو ہفت افلاک پر پہونچایا تھا اور مشرق اور مغرب کی حکومت انکو دیدی تھی، ورنہ وہ عرب کی بالو پر تہذیب اور تمدن سے بیخبر ہی رہتے، اور پھر اسلام کو چھوڑنا ہی انکی ذلت کا باعث ہوا اور اگر خدا نخواستہ ترک طرابلس کے عربوں کی بہادری نہ دکھا سکے،

تو اسکی ذمہ داری بھی اونہی گردنوں پر ہوگی، جو مسلمانوں کو مغربی بنائے لی سب سے زیادہ راحت جسمانی دینے والی تہذیب اور ترقی بھی مسلمانوں کو اسلام کی قیمت ادا کر کے ملتی ہو، تو اسے انکو نہ لینا چاہیے۔ اثر تمام عالم کے علم کی ادھی قیمت قرآن ہو تو اس علم سے بھی دست کش ہو جانا چاہیے۔ طرابلس کے وہ بادبہ نشیں جو اپنے تن کو سادے کپڑے سے ڈھانک لیتے ہیں، جو خیموں میں زندگی بسر کرتے ہیں، جو سوا علم قرآن کے اور کوئی علم نہیں جانتے، اور راحت جسمانی کے سامان نہیں رکھتے۔ ان مسلمانوں سے ہزار درجہ بہتر ہیں جنکو ”مغربی تہذیب“ اور مادی علم نے اس کام کا بھی نہیں رکھا کہ اپنی عزت سنبھال سکیں۔ اپنے ملک کے کام آ سکیں۔ اپنے مذہب کی لچ رکھ لیں۔ کیا یہ ہماری حالت کہ ہم ہر کہ و مہ کے آگے گردن جھکا دیتے ہیں، غلامی کا طوق لا ذرا سے عذر کے پہن لیتے ہیں، صاف اس بات کی شہادت نہیں دیتے، کہ اسلام کی روح اب ہمارے عنصر میں باقی نہیں؟

مبارک ہو گا وہ زمانہ، جب پھر مسلمان اسلام کے پابند ہونگے۔ جب پھر قرآن انکا ماری ہوگا۔ جب پھر ہمہ صفت موصوف خدا کا معیار کمال اوصاف ہوگا۔

لیکن قرآن کی تعلیم ایک حضرت عمر کے وقت میں تھی۔ اور ک امیر معاویہ کے وقت میں، اور اب حال کے علماء ہند میں کثر قرآن کی تعلیم کا غرور رکھتے ہیں۔ آپ کس تعلیم پر اپنی ش اخباری کو قائم کیجئے گا؟

اپ سے سامنے بہت حال کی قرآنی تعلیم اور قرآنی معلموں کی

علامہ بریس جو ریپید الحاقی یونیورسٹی کیلئے جمع کیا گیا ہے، وہ کسی طرح شرعاً، عرفاً، قانوناً، یا انصافاً، غیر الحاقی یونیورسٹی کے قیام میں صرف نہیں کیا جاسکتا، اور اگر ایسا کیا گیا، تو کیا عجب ہے کہ کارکنان یونیورسٹی کو عدالت کا کٹہرہ دیکھنا پڑے۔ (رازبی)

اشاعت اسلام

— * —

از حضرت علامہ شہلی نعمانی مدظلہ

میں چند برسوں سے اس خطرہ کا سخت احساس کر رہا ہوں، جو نو مسلموں کے چاروں طرف پھیل رہا ہے۔ جو تدبیریں لوگوں نے کیں اور کر رہی ہیں، بالکل بے سود ہیں۔ بعض اوقات مضرت ثابت ہوئی ہیں۔ اسی غرض سے میں نے اس قسم کی آبادیوں میں انسپکٹر بھیجے، لوگوں سے خطرہ ثابت کی، اور ذرائع سے حالت بہم پہنچائے۔ اور ان سب کے بعد ایک خاکہ قائم کیا، کہ اس کے مطابق کارروائی کا آغاز کیا جائے۔ اس غرض سے اردو اور انگریزی میں خطوط چھپوائے، اور ارادہ کیا کہ ملک میں دورہ کرے ہر جگہ مناسب تدبیریں اختیار کی جائیں۔ اسی اثنا میں (سیرت نبوی) کا کام بھی پیش نظر تھا، حضور سرکار عالیہ (بہار) نے اسٹاف کابینہ دست کر کے اس ارادہ کو واجب العمل کر دیا، اور میں نے اس مبارک لیکن نازک کام میں ہاتھ ڈال دیا۔ اس کام کی وسعت اور ذمہ داری کو دیکھتا ہوں، تو نظر آتا ہے کہ جب تک اسی کا نہ ہو رہوں، انجام نہیں پاسکتا، ادھر ایک آنکھ بھی بصارت بھی جاتی رہی۔ دوسری پریسی زور پوتا ہے بہر حال اب ہر طرح پر قدرت نے عجز کر دیا ہے۔ اسٹاف فیوٹی کے سوا کسی طرف نظر اٹھا کر نہ دیتوں۔

اس بنا پر (اشاعت اسلام) کے کام کو کسی اور بندہ خدا پر چھوڑا ہوں۔ میرے حبیب محترم مولانا ابوالکلام صاحب آزاد، اللہ تعالیٰ کے ذریعہ سے جو کچھ کر رہے ہیں، زمانہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور انہی سے امید ہوسکتی ہے کہ وہ اس کام کو پورا کرسکیں۔ اسلئے اگر وہ اس طرف متوجہ ہوں، تو کامیابی ہی امید ہوسکتی ہے۔

میں اس قدر اب بھی کرسکتا ہوں کہ وہ جب دورہ پرفیوٹیوں، تو ایک آدھ جگہ، میں بھی ان کے ہم رتبہ ہو جاؤں۔

دعوت اصلاح مسلمین اور اتحاد اسلامی

— * —

الہلال کی روش کے متعلق آپ نے رائے طلب کی، اور پچھلے پرچے میں آپ نے اپنا کام بٹانے کے لیے صلائے عام دیا ہے۔ میں دونوں امور کی بابت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

اول الہلال کی روش کے متعلق۔

میں ان لوگوں میں ہوں جو یہ راسخ عقیدہ رکھتے ہیں اور بارہا علانیہ تحریراً و تقریراً ظاہر بھی کرچکے ہیں، کہ مسلمانوں کی دنیاوی بہتری اور برتری کا انعقاد ہی اُن کے مذہب پر ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جس قدر زیادہ غلاموں نے مذہب کی طرف دیا، اسی قدر زیادہ مدارج دنیاوی اُنکو حاصل ہوئے۔ میں نے یہی راگ یورپ میں گایا، اور پچھلی مکتبہ حب میں پھر قسطنطنیہ کیا، نورمیں نے اہل روم کے سامنے بھی یہی راگ چر دیا، کہ مسلمانوں نے عروج کا ذریعہ نہ صرف حب وطن پیدا کرے، بلکہ ہوسکتا ہے، کہ حب قوم سے، بلکہ حب مذہب سے۔ اس لیے جبکے نے یقینی یہ میرا وعظ اب آں لوگوں کے بھی ذہن نشین کر دیا ہوگا، جنہوں نے اپنے پیروں کے

شیخ صاحب آگے چلکر یونیورسٹی کے مسئلہ کی تاریخ بیان فرماتے ہیں اور تاریخ پیدائش سنہ ۱۸۸۳ قرار دیتے ہیں، لیکن اگر ہماری یاد غلطی نہیں کرتی، تو یہ تاریخ صحیح نہیں ہے۔ یونیورسٹی کی اسی تاریخ پیدائش سر سید کی انگلستان سے واپسی ہے، اور اسکا عہدہ جامعہ پھننے کی تاریخ اور علیگڑھ کالج کی بنیاد دونوں توام ہیں۔ اب سر سید محموند مرحوم کی اسکیم میں ”الحاق“ اور الحاقی یونیورسٹی کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ آپ کو سر سید۔ نواب محسن الملک۔ نواب وقار الملک، مسٹر بیگ، سر ماریسن، مسٹر شاہدین۔ صاحبزادہ صاحب۔ مسٹر محمد علی کی تقاریر اور تحریریں ہیں اور سر سید ممبریل فنڈ اور کانفرنس کی رودادوں میں باوجود ”دوبارہ پرتال“ کے ”لفظ الحاق“ کہیں نظر نہیں پڑتا۔ ممکن ہے کہ شیخ صاحب کا یہ ادعا صحیح ہو کہ ”اس وسیع سلسلہ میں کبھی کسی ایک مقرر کی زبان سے یا ایک مضمون نگار کے قلم سے لفظ الحاق نہیں نکلا، اور نہ کسی کے ذہن میں الحاقی یونیورسٹی آئی“ اچانک ہم جانتے تھے کہ دلونکا علم سوائے اُس ذات وحدہ لاشریک کے کسی کو نہیں، مگر آج ہمیں معلوم ہوا کہ نعوذ باللہ شیخ صاحب بھی اس صفت میں اُسکے شریک ہیں، جو لوگوں کے ذہنوں کا حال بھی معلوم کر لیتے ہیں۔ شیخ صاحب ہمیں معاف کریں، اگر ہم یہ عرض کریں کہ۔

گو نہ بیند برز شہر چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ ؟
اس معاملہ میں شیخ صاحب کی ”دوبارہ پرتال“ بالکل اسی قسم کی ہوگی، جسکے کہ وہ اپنے پیشہ کیوجہ سے عادی ہو گئے ہیں۔ جب وہ کسی مقدمہ میں بحث کرنا چاہتے کسی مسئلہ کی پرتال کرتے ہونگے، تو سوائے اپنے موکل کی مفید مطلب باتوں کے اور نظر انداز ہوجاتا ہوگا۔ مثال کے طور پر ہم شیخ صاحب کو سر تھوڑے ماریسن نے لکھنؤ والے ایڈریس دیخا، متوجہ کرتے ہیں، جو انہوں نے سنہ ۱۸۷۴ء کے جلسہ کانفرنس میں بہ حیثیت صدر کے دیا تھا، اُسے پڑھکر شیخ صاحب فرمائیں، کہ اُس میں کس قسم کی یونیورسٹی کا خاکہ پیش کیا گیا ہے ؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ الحاق کا مسئلہ سنہ ۱۱۱۱ ع کی پیدائش ہے، اور یہ کہ پوائنڈل رجوعات کی بنا پر ہم نے اُسکی تائید ہی نہیں اور ممبر صاحب تعلیمات گورنمنٹ ہند کے سامنے اسی وجہ سے اسپر زور دیا تھا۔ اور یہ کہ ممبر تعلیمات کے جواب سے اثر ممبران ڈیپوٹیشن کو یقین ہو گیا تھا کہ الحاق کا حق نہ ملیگا۔ لیکن شیخ صاحب بتائیں کہ اس یقین کو قوم پر کب ظہر دیا گیا اور آیا یہ واقعہ ہے کہ نہیں کہ جب اسکا چرچا ہوا کہ حق الحاق نہ ملیگا تو اسکی تردید کسی نے نہیں کی؟ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ بعض اخبارات ممبران ڈیپوٹیشن پر غلط اتہام لگاتے ہیں کہ انہوں نے قوم کو مغالطہ دیا اور یہ سراسر نادراست اور کذب وافترا ہے، اگر شیخ صاحب ڈیپوٹیشن سے واپسی کے بعد کہہ دیتے کہ الحاق کے حق کی امید نہیں تو بیشک وہ شکایت کرسکتے تھے، بلکہ برخلاف اسکے بار بار یہ یقین دلانے کی کوشش کیگئی کہ یہ جو افواہ پھیل گئی ہے کہ الحاق کا حق نہ ملیگا، قطعاً غلط ہے، اندرین صورت شیخ صاحب کا اخبارات کے متعلق اور یہ خیال جایز طور سے اتہام اور بہتان بتایا جاسکتا ہے۔

آخر میں شیخ صاحب کی یہ رائے کسی طرح قابل تسلیم نہیں کہ چونکہ ہندوؤں نے یونیورسٹی گورنمنٹ کی شرائط پر منظور کر لی ہے، مسلمانوں کو بھی قبول کر لینا چاہیے، ہندوستان کی تمام یونیورسٹیاں حقیقی معنوں میں ہندو یونیورسٹیاں ہیں، انہیں الحاق ہی زیادہ ضرورت نہیں، مسلمانوں کیلئے بلا الحاق ہی یونیورسٹی قبول کامرید سے سفید ہاتھ کے پال لینے سے زیادہ مفید نہیں ہوسکتی۔

دیکھیں۔ اگر اس آسمان کے نیچے کہیں بھی ایک مسلمان پیرے قریبی لاش تپ رہی ہے، تو لعنت ہے اُن سات کزور زندگیاں پر، جنکے دلوں میں اسکی تپ نہ ہو۔ اگر مراکش میں ایک حامی وطن کے حلق پرندہ سے خون کا نوارہ چھوٹ رہا ہے، تو ہنکر کیا ہو گیا ہے کہ ہمارے منہ سے دل رچکرے ٹکرے نہیں گرتے؟ ایران میں اگر وہ گردنیں پھانسی کی رسیوں میں لٹک رہی ہیں، جسے آخری ساعت نزع میں اشد ان لا الہ الا اللہ کی آواز نکل رہی تھی، تو ہم پر اللہ اور اس کے ملائکہ کی پھٹکار ہو، اگر اپنی گردنوں پر اس کے نشان معسوس نہ کریں۔ اگر آج بلقان کے میدانوں میں حافظین کلمۃ توحید کے سر اور سینے صلیب پرستوں کی گولیوں سے چھن رہے ہیں، تو ہم اللہ اس کے ملائکہ اور اس کے رسول کے آگے ملے ہوئے ہیں، اگر اپنے پہلوؤں کے اندر ایک لمحہ کیلئے بھی راحت اور سکون معسوس کریں۔ میں کیا کہہ رہا ہوں؟ حالانکہ اگر اسلام کی روح کا ایک ذرہ بھی اس کے پیروں میں باقی ہے، تو مجھ کو کہنا چاہیے کہ اگر میدان جنگ میں کسی ترک کے تلے میں ایک کانٹا چبھ جائے، تو قسم ہے خدائے اسلام کی، کہ کوئی ہندوستان کا مسلمان مسلمان نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اسکی چھین کو تلے کی جگہ اپنے دل میں معسوس نہ کرے۔ کیونکہ ملت اسلام ایک جسم واحد ہے، اور مسلمان خواہ کہیں ہوں اس کے اعضاء و جوارح ہیں۔ اگر ہاتھ کی انگلی میں کانٹا چبھے، تو جب تک باقی اعضاء کو الگ نہ ہو گئے ہوں، ممکن نہیں کہ اس کے صدمے سے بے خبر رہیں۔ اور یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں، بعض اظہار مطلب کا زور بیان ہی نہیں ہے، بلکہ عین ترجمہ ہے اُس حدیث مشہور کا، جسکو امام احمد و مسلم نے نعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم نے فرمایا: مثل المرمی فی رحمت اور محبت و ہمدردی میں تروادھم و تراحمہم و تعا طفہم، مثل الجسد، اذا ایسی ہے، جیسے ایک جسم واحد کی، اشتکلی لہ عضو، اگر اس کے ایک عضو میں کوئی شکایت قدیمی لہ سائر الجسد پیدا ہوتی ہے، تو سارا جسم اس تکلیف بالسر والعمی میں شریک ہو جاتا ہے۔

اور اسی کے ہم معنی صحیحین کی وہ حدیث ہے، جسکو ابو موسیٰ اشعری نے روایت کیا ہے کہ:

المؤمن للمؤمن، ایک مومن دوسرے مومن کیلئے ایسا کالبنیان، یشد بعضہ ہے، جیسے کسی دیوار کی اینٹیں، کہ ایک بعضا۔ اینٹ دوسری اینٹ کو سہارا دیتی ہے۔

اور فی الحقیقت یہ خصائص مسلم میں سے ایک اولین اور اشرف ترین خصوصیت ہے، جسکی طرف قرآن کریم نے اپنے جامع و مانع الفاظ میں اشارہ کیا ہے کہ:

اشداء علی الکفار، کافروں کیلئے نہایت سخت، مگر رحماء بینہم (۲۹: ۲۹) آپس میں نہایت رحیم اور ہمدرد۔

ان میں جسقدر سختی ہے، باطل اور کفر کیلئے، اور انکی جسقدر محبت و الفت ہے، حق و صدق، اور اسلام و توحید کے لیے، فاعتبروا یا ایہا المسلمون ولا تکونوا کالذین قالوا سمعنا و ہم لا یسمعون۔

جامعۃ اسلامیہ پاکستان اسلام آباد

جب سے اسلام دنیا میں موجود ہے، یہ اخوت و وحدت دینی موجود ہے، مگر یورپ کا جدید دسیدۂ شیطانی اسکو کسی مجہول الحال اور حدیث العہد اسلامی اتحاد سیاسی سے تعبیر کرتا ہے اور اس شخصیات احکم کی تعبیر اسکو ایک ذہن افشان ہلال کی صورت میں نظر آتی ہے۔ وہ کسی ایسے وقت کے تصور سے اپنے نقب لڑاں

رشتہ صرف ایک ہے، اور وہ بھی ہے جو انسان کو اس کے خالق اور پروردگار سے متصل کرتا ہے۔ وہ ایک ہے، پس اس کے ماننے والوں کو بھی ایک ہی ہونا چاہیے، اگرچہ سمندر و نیک طوفانوں، پہاڑوں کی مرتفع چوٹیوں، زمین کے در دراز گوشوں، اور جنس و نسل کی تفریقوں نے انکو باہم ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہو:

ان ہذہ امتکم امۃ یشک، تمہاری جماعت ایک ہی واحدہ، وانا ربکم فاتقون امت ہے، اور ہم ایک ہی تمہارے (۲۳: ۵۵) **انبیا ۶۲** پروردگار ہیں۔

اے برادران ملت! یہی اسلام کی وہ عالمگیر اخوت اور دعوت اسلام کی وحدت تھی، جس نے زمین کے در دراز گوشوں کو ایک کر دیا تھا۔ اسلام نے ریگستان حجاز میں ظہور کیا، مگر صحراء افریقہ میں اسکی پکار بلند ہوئی۔ اسکی دعوت کی صدا جبل بوقییس کی گھاٹیوں سے اُٹھی، مگر دیوار چین سے صدائے اشہدان لا الہ الا اللہ کی بازگشت گونجی۔ تاریخ کی نظریں جس وقت دجلہ و فرات کے کنارے پیران اسلام کے نقش قدم گن رہی تھیں، عین اسی وقت گنگا اور جمنا کے کنارے سیکڑوں ہاتھ تھے، جو خدائے واحد کے آگے سر بسجود ہونے کیلئے ضرور کر رہے تھے۔ یہ تمام دنیا کی مختلف قومیں، زمین کے در دراز گوشوں پر بسنے والی آبادیاں، گویا ایک ہی گھر کے عزیز تھے، جنکو شیطان رجیم کی تفرقہ اندازیوں نے ایک دوسرے سے الگ کر دیا تھا، لیکن خدائے رحیم نے ان صدیوں کے بچھڑے ہوئے دلوں کو ایک دائمی صلح کے ذریعے پھر ایک جگہ جمع کر دیا، اور انکے روتے ہوئے دلوں کو اس طرح ایک دوسرے سے منا دیا، کہ تمام پچھلے شکرے اور شکایتیں بھول کر ایک دوسرے کے بھائی اور شریک رنج و راحت ہو گئے:

واذکرنا نعمۃ اللہ اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو، جو تم پر نازل علیکم، اذکنتم اعداء، کی گئی، جبکہ تم اسلام سے پہلے ایک دوسرے فالف بین قلوبکم کے دشمن تھے، مگر اسلام نے تمہارے دلوں میں خاصیت بنعمہ اخوانا الفت و محبت پیدا کر دی، اور دشمن کی جگہ ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو گئے (۹۸: ۳)

یہ برادری خدا کی قائم کی ہوئی برادری ہے، ہر انسان جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا، بمعز و اقرار کے اس برادری میں شامل ہو گیا، خواہ مصری ہو، خواہ نائجریا کا وحشی ہو، خواہ قسطنطنیہ کا تعلیم یافتہ ترک، لیکن اگر وہ مسلم ہے تو اس ایک خاندان توحید کا عضو ہے، جسکا گھرانہ کسی خاص وطن اور مقام سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ تمام دنیا اسکا وطن، اور تمام قومیں اسکی عزیز ہیں دنیا کے تمام رشتے ٹوٹ سکتے ہیں، مگر یہ رشتہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ ممکن ہے کہ ایک باپ اپنے لڑکے سے رشتہ جائے، بعید نہیں کہ ایک ماں اپنی گود سے بچے کو الگ کر دے، ہو سکتا ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کا دشمن ہو جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا کے تمام عہد مودت، خون اور نسل کے باندھے ہوئے پیمانہ وفا و محبت ٹوٹ جائیں، مگر جو رشتہ ایک چین کے مسلمان کو افریقہ کے مسلمان سے، ایک عرب کے بدر کرتا تار کے چرواہے سے، اور ایک ہندوستان کے نو مسلم کو مکہ معظمہ کے صحیح النسب قریشی سے پیوست و یک جان کرتا ہے، دنیا میں کوئی طاقت نہیں ہے، جو اسے توڑ سکے، اور اس زنجیر کو کاٹ سکے جس میں خدا کے ہاتھوں نے انسانوں کے دلوں کو ہمیشہ کے لیے جکڑ دیا ہے۔

پس اے عزیزان ملت! اور اے بقیہ ماتم زندگان قافلۃ اسلام!! اگر یہ سچ ہے کہ دنیا کے کسی گوشے میں پیران اسلام کے سرور پر تلوار چمک رہی ہے، تو تعجب ہے اگر اسکا زخم ہم اپنے دلوں میں نہ

تقریر

موجودہ اسلامی مسئلہ پر

— *

جو ۲۷ اکتوبر کو ایڈیٹر الہلال نے کلکتہ میں
ایک عام مجلس میں کی (۱)

(۱)

اللهم ما لك الحالك توتي الملك من تشاء وتزعج الملك
من تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير انك
على كل شي قدير -اعوذ بالله من الشيطان الرجيم : يا ايها الناس ! انتم الفقراء الى
الله والله هو الغني العديم ان يشاء يذهبكم ويات بخلق جديد
وما ذالك على الله بعزیز (۱۷: ۳۵) خاطر ۱۶

— *

برادران اسلام !

عرصے کی خاموشی کے بعد پھر میں آپ کے سامنے حاضر ہوا ہوں :

تحقیق حال ما زنگہ میتوان نمود

لغتے ز حال خویش بسیما نوشته ایم

آپ میں سے اکثر حضرات کو معلوم ہے کہ بعض اسباب خاص سے
اس عاجز نے عام مجالس کی شرکت قطعاً بند کر دی تھی اور گذشتہ
(خدرپور) کی مجلس میں التجا کی تھی کہ آئندہ اس خدمت
سے معاف رکھا جاؤں۔ ارکان انجمن نے جب اس کی نسبت ایک
خط لکھا تو پہلے جی میں آیا کہ معذرت کے ساتھ انکار کر دوں لیکن
اس کے بعد سوچا کہ وقت تو وہ آگیا ہے جب گونگے بولنے لگیں اندھے
دیکھنے لگیں، لنگڑے چلنے لگیں اور بھرے سفنے لگیں کیونکہ اسلام
اپنے ہر پیرو سے اس کے آخری فرض کا طالب اور اس سے کا خواستگار
ہے جس کے بعد اس کے ذمے اور کچھ باقی نہیں رہے گا اور وہ توحید
الہی کے حق سے سبکدوش ہو جائے گا۔ پس جو زبان نہیں بول
سکتی اس کو بھی بولنے کی سعی کرنی چاہیے اور جو قدم نہیں
اٹھ سکتا اس کو بھی چلنے کیلئے اٹھنا چاہیے۔

توحید اخوت اسلامی و عموم رشتہ دینی

قرآن حکیم نے توحید الہی کے داعی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو ”سراج منیر“ سے ملقب کیا اور ان کے خصائص کریمہ کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ :انا ارسلناک شاعداً اے پیغمبر! بیشک ہم نے تم کو
و مبشراً و نذیراً و شہادت دینے والا، بشارت پہنچانے والا،
داعیاً الی اللہ ضلالت و خبائث سے خوف دلانے والا،
بازنہ و سراجا راہ الہی کے طرف داعی اور ایک
منیر (۲۳: ۴۶) نورانی مشعل بنا کر بھیجا ہے۔لیکن ایک دوسرے موقع پر آفتاب کو بھی ”سراج“ کے لقب
سے یاد کیا ہے :

وجعل القمر فیہن اور آسمان میں خدائے چاند کو بھی بنایا

(۱) ایڈیٹر الہلال تحریری تقریر کا بالکل عادی نہیں ہے، حقیقت یہ تقریر سے پہلے
سلسلہ بیان کیلئے نرت لکھ لینے کا بھی یہی اتفاق نہیں ہوا۔ یہ تقریر بھی ارتجالاً اور
معضن زبانہ تھی۔ اب ایک تحریر کی صورت میں اس کی قلم بند کر دی جاتی ہے کہ
اس موضوع پر بہر حال ایک مستقل مضمون لکھنا ہی تھا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ تقریر
کے بعد قلم بند کرنے کی کوشش کی گئی، اکثر مطالب اس میں بھی ہیں جو اس وقت
زبان پر اندر سے اپنے بعض مقامات پر مزید تفصیل و تشریح اور مختلف مطالب
میں تقسیم کر دیے۔نوراً وجعل الشمس
سراجاً (۷۱: ۱۱) کہ وہ ایک روشن مشعل ہےاس معادلات اور اشتراک تشبیہ سے مقصود یہ تھا کہ اسلام کی
دعوت بھی اس آفتاب مادی کی طرح ایک آفتاب روحانی ہے۔
آفتاب جب نکلتا ہے تو اس کی روشنی اور حرارت میں کوئی
تمیز نزدیک و دور، اعلیٰ و ادنا، سیاہ و سفید، باغ و دشت کی
نہیں ہوتی۔ اس کی روشنی بلا تمیز مکان و مقام ہر شے پر چمکتی اور
ہر حرارت پذیر وجود کو گرم کرتی ہے۔ بعینہ یہی حال اس آفتاب
دعوت الہی اور نیر درخشان سما کے رسالت کی عموم فیضان بخشی
کا تھا جو گو سعیر سے چلا مگر فاران کی چوٹیوں پر نمودار ہوا
جس کی کرنوں میں دھنی جانب شریعت الہی کی ”نور“
کتاب مبین تھی مگر بائیں جانب قیام عدل و میزان کی شمشیر آبدار
چمک رہی تھی۔ جس کا طلوع کائنات میں ظلمت کی شکست
اور روشنی کی دائمی فیروز مندی تھا کیونکہ آسمان ہدایت پر
شریعت الہی کے گریزوں ستارے نمودار ہوئے تھے لیکن تاریکی
کی آخری شکست کیلئے دنیا کو آفتاب ہی کے طلوع کا انتظار
ہوتا ہے :و اللیل اذا یغشی رات کی قسم جبکہ اس کی تاریکی کائنات کی تمام
و النہار اذا تجلی اشیا کو چھپا دیتی ہے اور روز روشن کی قسم
و ما خلق الذکر جبکہ آفتاب کی تجلی تمام کائنات کو روشن کر دیتی
و الانثیٰ ہے اور دراصل اُس خالق کی قسم جس نے تخلیق
عالم کیلئے نور اور مادہ کا وسیلہ پیدا کیا۔ (۹۲: ۱)اس آفتاب توحید نے طلوع ہونے ہی تفریق و اشتقاق کی تمام
تاریکیوں کو مٹا دیا۔ اس کی روشنی کی فیضان بخشی میں اسود
و ابيض اور عرب و عجم کی کوئی تمیز نہ تھی خدائی زاویہ
کی طرح اس کی رحمت بھی عام تھی ”رب العالمین“ تھا
پس ضرور تھا کہ اس کی راہ کی طرف دعوت دینے والا بھی
”رحمة للعالمین“ ہو :و ما ارسلناک الا اے پیغمبر! ہم نے ایک نہیں بھیجا
رحمة للعالمین (۹۷: ۱۸) مگر تمام عالموں کے لیے رحمة قرار دیکر۔
انسان کی یہ سب سے بڑی ضلالت اور خدا فراموشی تھی کہ
اس نے رشتہ خلقت کی وحدت کو بھلا کر زمین کے ٹکڑوں
اور خاندان کی تفریقوں پر انسانی رشتے قائم کر لیے تھے خدا کی
زمین کو جو محبت اور باہمی اتحاد کیلئے تھی تو مرنے کے باہمی
اختلافات و نزاعات کا گھر بنا دیا تھا لیکن اسلام دنیا میں پہلی
آواز ہے جس نے انسان کی بنائی ہوئی تفریقات پر نہیں بلکہ
الہی تعبد کی وحدت پر ایک عالمگیر اخوت و اتحاد کی دعوت
دی اور کہا کہ :یا ایہا الناس انا اے لوگو! ہم نے دنیا میں تمہاری خلقت
خالقنا ہم من ذکر کا وسیلہ مرد اور عورت کا اتحاد رہا اور
و انثیٰ و جعلنا کم نسلوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا اس لیے
شعرباً و قبائلاً کہ باہم پہچانے جاؤ ورنہ دراصل یہ
لتعارفوا ان اکرمکم تفریق و امتیاز نہیں اور امتیاز اور شرف اسی کیلئے ہے جو اللہ
عند اللہ اتقوا کے نزدیک سب سے زیادہ متقی ہے۔ کم ()پس در حقیقت اسلام کے نزدیک وطن و مقام اور رنگ و زبان
کی تفریق کوئی چیز نہیں۔ رنگ اور زبان کی تفریق تو وہ ایک الہی
نشان ضرور تسلیم کرتا ہے ”و من آیاتہ اختلاف السنتکم و اللسانکم“
لیکن اس کو وہ کسی انسانی تفریق و تقسیم کی حد نہیں قرار دیتا۔
انسان کے تمام دنیوی رشتے خود انسان کے بنائے ہوئے ہیں۔ اصلی

کر رہا ہے، اگرچہ اسکے دسائس افریں دماغ سے باہر اسکا کوئی وجود نہیں، مگر اس سے بریت کی بے فائدہ کوشش نہ کیجیے۔ جس چیز کو آپ اپنی بریت میں پیش کریں گے، اس سے وہ بے خبر نہیں ہے۔ آپ اپنی بریت کے اظہار میں آجکل کے ملاحدہ مسلمین کی طرح خواہ اپنی جنس اسلامی کو جنس مغربی سے کیوں نہ بدل لیں، لیکن وہ کبھی ”پان اسلام ازم“ سے اپنے تئیں بے خطر نہ دکھلائے گا، کیونکہ وہ دانستہ آپنی ایک اصلی مدافعتیہ قوت اتحادی کو اس طرح فنا کر دینا چاہتا ہے۔ آپ انکار کریں خواہ اقرار، دونوں حالتوں میں اسکا سلوک یکساں ہوگا:

مثلاً، کمثل الکلب اسکی مثال کتے کی سی ہے کہ اگر اسکو ان تحمل علیہ دیکر دے، جب بھی زبان باہر لٹکائے رہے گا، یلہٹ، او تترکہ اور اگر اسکو چھوڑ دے، جب بھی زبان یلہٹ - (۷ : ۱۷۵) ہلاتا رہے گا۔

کاش مسلمانوں میں ہاں اسلام ازم ہوتا

مسلمان ”پان اسلام ازم“ کے نام پر استغفار پڑھ رہے ہیں، لیکن میں کہتا ہوں کہ اے کاش آج مسلمانوں میں ”پان اسلام ازم“ کا وجود ہوتا، وہ ”پان اسلام ازم“ جسکو ترکی یا انگلستان کے مسلمانوں کی کسی خفیہ کمیٹی کے پیدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے، روزارل سے اسکی ہمدردی دے دی گئی ہے:

واعتمسوا بحببہ اللہ ایک دین الہی کی رسی سب جمیعاً ولا تفرقوا ملکر پکڑو، اور آپس میں متفرق نہو! (۳ : ۹۷)

اگر ”پان اسلام ازم“ کا اصلی وجود ہوتا، تو کیا ممکن تھا کہ ہمارے سامنے ایران پر قیامت گذر جاتی، مراکش کا خاتمہ ہو جاتا، طرابلس میں مسلمانوں کی لاشیں تڑپیں اور ہمارے قلوب میں کوئی حقیقی حرکت پیدا نہوتی؟ روضہ مبارک حضرت امام رضا علیہ السلام کی دیواریں ملائعہ روسیہ کی گولہ باری سے گر گئیں، برقہ کی مسجدوں کے میذاروں پر اٹلی کے مشرکین و مریم پرست چڑھ گئے، تا کہ عین اُس مقام پر جہاں خدائے واحد کی تقدیس و تسبیح کی صدائیں بلند کی جاتی ہیں، رومن کیتھولک بت پرستی کا علم نصب کریں، لیکن مجھ کو بتلاؤ کہ کتنے ہندوستان میں مسلمان ہیں، جنکے دلوں میں زخم لگے، اور کتنے ہیں، جنکے جگر میں ٹیس اٹھی؟

لمثل هذا یذرب القلب من کمد

ان کان فی القلب اسلام وایمان

سچ یہ ہے کہ ہم اپنے اصلی ”پان اسلام ازم“ کو کھو چکے ہیں، اور یہی علت حقیقی اسلام کے اصلی ضعف اور انحطاط کی ہے، مگر چونکہ اسکا بیج اب بھی ہم میں موجود ہے، گو برگ و بار نہیں، اسلیے یورپ چاہتا ہے کہ اس طرح کے انتشارات سے سہما اور تزا کر ہمکو آئندہ کی ہوشیاری اور بیداری سے بھی باز رکھے، اور یہی سی اتحادی قوت کا بھی اسکی نشوونما سے پہلے خاتمہ کر دے۔

مسئلہ مسلم دین پرستی اور مسئلہ بقاء اسلام

اے حضرات! یاد رکھیے کہ آج اسلام کیلئے مسلمانوں کی کوئی وطنی اور مقامی تحریک سود مند نہیں ہو سکتی، اور اس کشتی کے تیرنے کیلئے اصلی (نہ کہ یورپ کے اختراعی) ”پان اسلام ازم“ کے سوا اور کوئی بدبان نہیں ہے، ایک قوم جو ریگستان عرب سے دیوار چین تک آباد ہے، اسکو زمین کے کسی خاص ٹکڑے کا تغیر کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے؟

جسقدر مقامی کوششیں آج عمل میں آرہی ہیں، خواہ وہ مصر

ترہزار سلامتی ہو تجھ پر اے وحشت و خونخواری! اور ہزار ہزار رحمت و برکت نازل ہو تجھ پر اے افریقہ اور ناخبریا کی بربری و درندگی!! اور کبھی تیرے سایہ برکت سے ہمارے سر جدا نہوں!!
رجدک ذنب لا یقاس بہ ذنب

حضرات!!

یورپ کے نزدیک ”مسئلہ مشرقی“ کا حل بالکل ایک قدرتی انصاف و عدل ہے، چالیس کروڑ نفوس اسلام کو متا دینے کا عملی تہیہ کوئی تشویش انگیز بات نہیں۔ یہ اس پرانی مسیحی وصیت کی تبلیغ و تکمیل ہے، جسکو سینٹ لوقا نے شہزادہ امن (مسیح) کی زبانی دنیا کو سنایا تھا کہ ”میرے وہ دشمن جو نہیں چاہتے کہ میں ان پر حکمرانی کروں، انکو یہاں لاؤ! اور میرے قدموں کے آگے ذبح کردو“ (۱) پس اسمیں کوئی انسانی ظلم نہیں، قوموں کے قدرتی قوانین کا احترام اس بارے میں بالکل بے معنی ہے۔ اگر کوئی شے قابل ترجیح ہے تو صرف یہ ہے کہ یورپ کی رقیب حکومتیں ایک دوسرے پر بازی نہ لے جائیں، جسم اسلام کی اس طرح بوٹیاں نوجی جائیں کہ ہر ہیڑیے کے منہ میں مساری تقسیم کے ساتھ ایک ایک لقمہ آجائے۔ لیکن جامعہ اسلامیہ، اسلام کی قدرتی اخوت، اسکا روز اول سے قائم کردہ رشتہ اتحاد، تو یہ ایک سخت سے سخت معصیت اور جرم ہے، جسکا کوئی ذی روح مخلوق مجرم ہو سکتا ہے۔ یہ ایک کھلا عدوان و فساد ہے، یہ وحشیانہ تعصب اور بربرانہ خونخواری کی سازش ہے۔ یہ ایک ایسا گناہ ہے، جسکے لیے نفرین اور عذاب کے سوا اور کچھ نہیں ہونا چاہیے، یہ ایک ایسی تاریک زندگی ہے، جو صرف اسلیے ہے کہ اُسے مٹا دیا جائے! ذلک قولہم بانواہم

یضاهون قول الذین کفروا من قبل، قاتلہم اللہ انہ یوفکون

لیکن اے اقوام یورپ! اے دزدان قافلہ انسانیہ! اے امثال درندگی و سببیت! اے مجمع وحوش و کلاب!! ظلم و عدوان تا بکے؟ اور خون و خون ریزی تا چند؟ کبتک خدا کی سرزمین کو اپنے حیوانی غرور سے ناپاک رکھو گے؟ کبتک انصاف ظلم سے، اور روشنی تاریکی سے مغلوب رہے گی؟ تبریز میں تمہارے ہاتھوں انسانوں کی گردنیں سرلی میں لٹک رہی ہیں، طرابلس کی ریت پر اب تک اس جے ہوئے خون کے ٹکرے باقی ہیں، جو تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہارے ایک پیشرو نے بہایا، مراکش میں ان لاشوں کا شمار کوئی انسان نہیں کر سکتا، جنمیں سے سیکڑوں کو مٹی کے برجہہ کی جگہ تمہارے گھوڑوں کے سموں کی پامالیاں اور تمہارے جنگی بوٹوں کی ٹھکریں نصیب ہوئی ہیں۔

یہ تمہارے تمام خباثت شیطانی دنیا کیلئے تہذیب و تمدن کی رحمت، اور امن اور صلح کی برکت ہیں۔ لیکن اسکے مقابلے میں آٹھ سو اٹالیں قیدی (عزیزہ) اور (طبرق) کے صحرائی قبائل کی قید میں دن میں پانچ مرتبہ اس غذا سے بہتر غذا کے سامنے بٹھائے جاتے ہیں، جو فرج طرابلس کے افسر عام کو نصیب ہوتی ہے، اور عین اُس وقت جبکہ نخلستان طرابلس میں مسلمانوں کے شیر خوار بچوں اور خانہ نشین عورتوں کا قتل عام کیا جاتا ہے، ذیرہ سو سے زیادہ اٹالین قیدیوں کو (نشات بے) خاص اپنا خیمہ دیدیتا ہے، کیونکہ وہ ریگستان کی گرد اور تپش کے عادی ہونے کی شکایت کرتے ہیں، لیکن پھر بھی اسلام اور اسلام کے محافظ ترک، وحشت و بربریت کا پیکر ہیں، اور صرف تہذیب و نائستگی کی تکمیل کیلئے انکو متا دینا چاہیے!!

پس اے برادران ملت! جس ”پان اسلام ازم“ کو یورپ پیش

(۱) انجیل لوقا فصل (۲۹)

ایک ایسی قوت ہے جسکو سینکڑوں سکندر اور ہنرے بال بھی ملکر فنا نہیں کرسکتے۔ یورپ چونکہ یہ جانتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی جانتا ہے کہ غفلت اور اغراض پرستی نے مقامی و وطنی سرشاروں میں مسلمانوں کو مبتلا کر دیا ہے اور انکے باہمی بین المللی اتحاد کے جسم میں مغربی اتحاد کے جراثیم پیدا ہو چکے ہیں، اسلیے گوفی الحقیقت کسی ایسے ”اسلامی اتحاد“ کا وجود نہیں ہے، لیکن وہ وقت سے پہلے پیدا ہونے والی مقاومت کا استیصال کرنا چاہتا ہے۔ اور اس مشہور قاعدے کی رز سے کہ ”اتقاء رقع المرض خیر من معالجته بعد رقعہ (۱)“ اسلام کے فنا کرنے سے پہلے اسکے بچاؤ کی دعال کو فنا کر دینے کی تدبیروں میں مصروف ہے۔

پھر کیا ہو گیا ہے ان ملاحدہ مسلمین اور متفرنجین مارتین کو جو ”پان اسلام ازم“ کا نام سنتے ہی ”صبا! صبا! !“ کا نعرہ لگانا شروع کر دیتے ہیں، اور قسمیں کھا کھا کر کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں، کہ ہماری یورپ پرستی، اور اسلام دشمنی، کی پر امن وفاداری میں کوئی اسلامی اتحاد خلل انداز نہیں ہو سکتا؟ کیا وہ اس انکار و تبری سے ٹھیک ٹھیک اُس غرض و غایت کو پورا نہیں کرتے، جو اس عمل شیطانی سے خود یورپ کے پیش نظر ہے؟

پروفیسر (ریمرے) جس نے اٹھارہ برس کی عمر میں تیس برس تک ترکوں کا نمک کھایا ہے، اور اسکے بعد ہمیشہ بہ حیثیت ایک اسلام پرست، اور عثمانی خواہ دوست کے سرائے یدلیز کی شاہانہ مہمان نوازیوں سے متمتع ہوتا رہا ہے، کل کی بات ہے کہ (برڈاسٹ ہیرلڈ) میں اس تمہید کے اعادے کے بعد، کہ وہ مسلمانوں کا دوست ہے، لکھ رہا تھا:

”اسلام کی حمایت سے اب کوئی فائدہ نہیں، وہ عقرب فنا ہو جائے گا اور اسو فنا ہی ہو جانا چاہیے۔ مسلمان ایک ایسی وحشی قوم ہے، جس میں نہ تو ”طبیعت“ کا وجود ہے، اور نہ ”طبیعت“ کو وہ محسوس کر سکتے ہیں۔ اندو صرف خدا کی عبادت گزار ہی آتی ہے، مگر دنیا میں کم کرنا نہیں آتا، تمام انسانی جس و شعور ان سے سلب ہوئے ہیں، صرف ایک دینی جذبہ ان میں باقی ہے۔ نہ انکا کوئی مسکن ہے، اور نہ کائنات میں مقصد۔ پس اب یورپ کیلئے یہی باقی رہ گیا ہے کہ وہ اسلامی حکومتوں کے ٹکرے ٹکرے کرے آپس میں بانٹ لے۔“

یہ مسلمانوں کے سب سے بڑے دوست کی آواز ہے! لیکن اب دشمنوں کو کہاں دھونڈھیں؟

پروفیسر (مکسین ہارڈن) جو اسٹریا کے سب سے بڑے اخبار (زنگت) کا مالک اور چیف ایڈیٹر ہے، چند سال ہوئے ہیں کہ اس نے مسئلہ مشرقی پر لکچر دیا تھا، اور اسکا خلاصہ (لندن ٹائمز) نے چھاپا تھا تھا، مگر یاد ہے کہ اسکی آواز ان جملوں پر کر رکھی تھی:

”اب اور کب تک اسلام کو آزاد چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ اپنی ہزار سالہ وحشت و خونخواری کے واقعات بیسویں صدی میں دہرائے؟ کب تک یورپ اپنی باہمی رقابت کے ہاتھوں عالم انسانیت کی مظلومی کا تماشا دیکھتا رہے گا؟ اسلام ایک خطرہ ہے اور اسکا بقا تمام تر خطرہ۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ یورپ اسلام سے جو زمین کا ٹکڑہ لے لیتا ہے، وہ اسکا قدرتی حق ہے، اور دول یورپ کیلئے مال غنیمت ہے، جسکی واپسی کا خیال بھی جنوں ہے۔“

یورپ اسلام کے چالیس کڑور نفوس انسانی کو تمدن اور تہذیب کے نام سے فنا کر دینا بیسویں صدی کی سب سے بڑی مدنی خدمت سمجھتا ہے، لیکن روس میں آج کئی ملین عیسائی موجود ہیں، جو عثمانیوں سے ہزار درجہ یورپین تمدن سے ابعد ہیں، سب سے پہلے اس خلیج تہذیب کی دھار کے مستحق انکی گردنیں کیوں نہیں سمجھی جاتیں؟ اور اگر جس تہذیب کے نام پر یہ صلیبی جنگ جاری کی گئی ہے، یہ وہی تہذیب ہے، جسکی تریجی ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۱ کو رومانی تمثال تمدن نے طرابلس میں دہلائی تھی،

و تیسرا ظاہر کرتا ہے، جبکہ تمام عالم میں چالیس کڑور مسلمانوں کی تلواریں یکا یک چمک اٹھیں گی، عیسائیوں سے انکے گذشتہ چار سو سال کی مسیحی خون ریزی کا حساب لیا جائے گا اور خذوہ، فغارہ ثم الجحیم صلوہ کے نعروں کے ساتھ تمام دنیا کے درختوں پر صلیب پرستوں کی معاق اور مصلوب لاشیں انکے خدائے مصلوب کی لاش طرح لٹکنے لگیں گی!!

مگر یہ یورپ کے چہرہ خونی کا عکس ہے، جو اسکو عالم اسلامی کے آئینے میں نظر آتا ہے۔!!

میں نے جب کبھی اس قسم کی تحریریں پڑھی ہیں، تو لکھنے والوں کے تعصب پر اسقدر متعجب نہیں ہوا ہوں جس قدر اسکا جواب دینے والے مسلمانوں کی جہالت بلکہ اسلام فراموشی پر۔ جب کبھی یورپ کے شیاطین سیاست نے ”پان اسلام ازم“ کی صدا بلند کی ہے، تو معاً مسلمانوں نے در در کر اور کسی خونی مجرم کی طرح سہم سہم کر اپنی بریت کے بے اثر دلائل کی وظیفہ خوانی شروع کر دی ہے، اور پھر اکثر اوقات غیروں کو خوش کرنے کیلئے اسمیں اس درجہ غلو کیا ہے، کہ خود اپنے تئیں بھول گئے ہیں۔

”مسئلہ مشرقی“ اور ”پان اسلام ازم“

لیکن حضرات! یقین کیجیے کہ ”پان اسلام ازم“ کا فرضی خطرہ جس غرض مخفی سے دنیا کے سامنے لایا جاتا ہے، بہت کم مسلمان ہیں، جنکی نظر اسکی حقیقی علت پر ہوگی۔ اس خطرے کے اعلان پر بریت اور احتیاط کی کوشش بالکل بے فائدہ ہے، کیونکہ اسکی بنیاد جہل نہیں، بلکہ ایک نہایت سخت ابلیسانہ حکمت عملی ہے۔ قبل اسکے کہ مسلمان ”پان اسلام ازم“ کے جرم سے کانوں پر ہاتھ دھریں، انکو خود یورپ سے پرچھنا چاہیے کہ ”مسئلہ مشرقی“ کی حقیقت کیا ہے؟ نماکان جواب ہم، فہر جوابنا۔

کوئی شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ آج نصف صدی سے یورپ کی تمام مسیحی طاقتوں نے ایک خاص متفقہ حکمت عملی وضع کی ہے، اور اسکا نام ”مشرقی مسئلہ“ یا ”مشرق کا فیصلہ اخیری“ رکھا ہے۔ مشرقی مسئلہ کی حقیقی غایت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اسلام کے بقیہ قوائے سیاسیہ کا بتدریج خاتمہ کر دیا جائے، اور بالفاظ صاف تر یہ، کہ دنیا کے جسقدر حصے اسلام کے زیر اثر باقی رہ گئے ہیں، انکو بھی یورپ کی مسیحی حکومتیں کسی ایسی تقسیم مساری کے ساتھ، جو توازن دولی پر موثر نہ ہو، آپس میں بانٹ لیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اظہر من الشمس فی نصف النهار ہے، اور جس شخص نے کم از کم گذشتہ دس برسوں کے اندر کے واقعات سے آنکھیں بند نہیں کر لی ہیں، وہ بغیر کسی بصیرت مزید کے اسے دیکھ سکتا ہے۔ پھر اگر یہ سچ ہے کہ ایک خلیج اسلام کے قلب میں پورست کر دینے کیلئے تیز کیا جا رہا ہے، تو کیا مضائقہ اگر ہم کسی دعال کی طیاری میں مصروف ہوں؟ اگر خدا پرستی سے مسیح پرستی کی دشمنی قدیمی ہے، اور یہ کوئی نئی مسیحی سازش نہیں، تو پھر ان توحید کا حملہ مشرکین سے بچنے کیلئے اتحاد اخوت بھی کوئی نیا حربہ نہیں ہے۔ یورپ جانتا ہے کہ مسئلہ مشرقی کے حملے کیلئے کوئی بچاؤ اگر اسلام کے پاس ہے، تو صرف اسکا حقیقی اتحاد اسلامی ہے، اور تمام دنیا کے مسلمانوں کا سپر متفق ہو جانا ہے کہ اپنی قدیمی سیادت اور شرف کو محفوظ رکھیں۔ اسلامی زندگی کی اخیری انسانی تلوار صرف ترکوں کے ہاتھ میں ہے، لیکن ایک تری حکومت جسکے کئی قیمتی اجزا پر مسئلہ مشرقی کی قینچی چل چکی ہے، مسیحی اتحاد کا نیا مقابلہ کرسکتی ہے؟ البتہ اگر چالیس کڑور قلب اسلامیہ دلال کے نیچے جمع ہوجائیں، تو پھر وہ

صدائے ملت

— * —

الہلال کی دعوت کی نسبت

— * —

سب کو اپنا بھائی خیال کرنے لگینگے، پھر تو کل مومن اخوة کا سبق جو استاد حقیقی نے تیرے سر برس ہوئے، پڑھایا تھا، اور ذہن سے اُترا ہوا ہے، فوراً یاد آجائیگا۔ مرض کی شدت ہے، مریض نے تیسرے بدلے ہوئے ہیں، منہ سے برا بھلا نکل رہا ہے، مرض سے مجبور ہے۔ اسوقت وہ ہمکو اپنا بھائی نہ سمجھے۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ ہمارا بھائی ہے مگر مریض ہے۔

نسخہ مجرب آپکے پاس ہے۔ دوا کے اکسیر ہونے میں شک نہیں۔ مریض کی حرکتوں کی مطلق پروا نہ کریں، آپ برابر دوا پلاتے جائیں۔ انشاء اللہ ضرور اثر ہو کر رہیگا۔

طلبائے اسکول الہلال کو ہلال عید سمجھتے ہیں۔ اشتیاق کا یہ حال ہے۔ کہ جسوقت تازہ الہلال آتا ہے بس شیرینی کی طرح بٹتا ہے۔

جناب مولانا فیض محمد صاحب قاضی شہر کوٹہ (راجپوتانہ)

الہلال کی اسوقت تک جو پالیسی رہی، اس سے مجھے کلیۃ اتفاق ہے، اور آئندہ بھی جب تک کہ اسی طرح موافق قرآن و سنت رسول (صلعم) کے رہے۔ میں ہی کیا، جبکہ الہلال قرآنی دعوت عام مسلمانان کو دیتا ہے تو کونسا وہ مسلمان ہے نہ جس کو اس سے اختلاف ہو۔

صداقت کے ظاہر کرنے، بدعات کے دور کرنے میں الہلال تو ہمیشہ ہر طرح کی انسانی طاقتوں سے غیر مرعوب رہنا چاہیے اور آجکل کے ملت فروش لیڈروں کے دام تزییر کو اپنے طاقتور قرآنی پنجہ سے پارہ پارہ کرے، اس پاک مذہب کے بھولے بھالے افراد کو الحاد و ارتداد کی قید سے چھٹکارہ دلا کر، صاف و بیخطر راہ مستقیم پر لا کھڑا کرنا چاہیے، غرض کہ الہلال کے لب و لہجہ کے بارے میں صرف یہی کہنا کافی ہے کہ الہلال کو اپنے دعویٰ (الحب لله و البغض لله) پر استقلال کیساتھ قائم رہنا چاہیے۔

یونیورسٹی کے متعلق میں تو اپنے دل کو یہ مصرع پڑھ کر تسکین دے لیتا ہوں کہ ”خواب تھا، جو کچھ کہہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا“۔ کیونکہ بغرض محال اگر ہمکو گورنمنٹ الحاق کا حکم بھی دیدے، تب بھی جس قسم کی تعلیم کا ہمکو شوق دلا کر رویہ وصول کیا گیا ہے، اس بیرخی ہوا کے دیکھتے ویسا ہی نصاب یونیورسٹی کا ہونا غیر ممکن معلوم ہوتا ہے۔

بحر میں دعا ہے کہ خدا ہمارے قومی نشان ہلال کو بلند اور تابدار فلک اقبال پر قائم رکھے آمین۔

ایک قابل اہل قلم از ریاست بہاول

الہلال کی پالیسی، تلقین، تعلیم، طرز ادا، اصول دعوت، لب و لہجہ، سب پسندیدہ اور مفید ہے، خداوند کریم اسکو نظر بد سے مصئون و محفوظ رکھے۔

اصل یہ ہے کہ جو لوگ قومی رہنماؤں کے حالات اور خود ساختہ لیڈروں کے حقیقی جذبات و خیالات سے آگاہ ہیں اور دل میں درد رکھتے ہیں وہ تو الہلال کو ایک تازیانہٴ تنبیہ جانتے ہیں۔

میرے ایک عزیز درست جنکا نام نہیں لکھونگا ہاں جب ملونگا زبانی بتا دوںگا ان سے آپ واقف ہیں اور خوب واقف ہیں اور جنکو ۱۰ سال سے کامل موقع ان حالات و خیالات اور جذبات کے مطالعہ کا ملتا ہے، یہ رے رکھتے ہیں کہ آزاد قطب میدان پر بیٹھ کر لکھا کرتے

و بعد فمالکم اعرضتم کل الاعراض، و قطعتم سلسلۃ الکلام..... ام لن الاشغال النافعه و الاعمال الجديۃ التي تزارلونها، سعرفت کل اوقاتکم الثمینه، و ان کان ذلک هو السبب، فاسئل اللہ تعالیٰ ان یدسک ثياب الصحة و العافیه، و یدر علیک لحذاف النعم الوافیۃ، حتی تتمكن من بث هداية القران، و نشر تعالیم الاسلام۔ فاضرب بعصی من حديد، علی رقاب اولئک الذین یریدون من الامۃ، ان اتخذوہم اربابا من دون اللہ، و اسحقوہم بقوة کتابک المستمدة من روح الاسلام سحقا، و اقضي علیہم و علی امالہم الشیطانیۃ قضاء، و امحقوہم محقا، حتی لا یبقی لہم اثر لا عین، و حتی لا یحذر حذرہم احد من العالمین، فانہم سبب اضمحلال الدین، و علة اذلال المسلمین:

و هل افسد الدین الا الملوک، و احبار سوء و رهبانہا فاصدع بما تؤمر (من الحق) و اعرض عن الجاہلین، و قل الحق من ربکم، فمن شاء، فلیؤمن۔ و من شاء، فلیکفر:

انشر من العلم ما اوتیتہ علنا، و ما علیک اذا ام تفہم البقر و اکثر من النضرع الی اللہ عزوجل، قال (رب اهدنی قومی فانہم لا یعلمون) و اصبر کما صبر الاعمز من الرسل، و قل ربی زدنی علما، و اجعل نصب عینک فی جہادک ہذا الذی ہو اشرف و انفع جہاد (و ہو ارجاع الامۃ عن الطریق الضلال، الی مذاہج الہدایۃ، و عن خز عبلات الشیطان، الی تعلیم القرآن، و عن الافتتان بالانفس و الاموال و الاولاد، الی الاذعان الی اوامر رب العباد، و عن الفخفخۃ الفارغۃ و الریاسۃ الذلیلۃ الموهومۃ، الی العزۃ الحقیقۃ التي لا تحصل الا بالعمل بالبدین، و الزعامۃ الموقرۃ المبجلۃ التي لا تنال الا بالاہتداء بالکتاب الالہی العربی المبیین) قوله تعالیٰ شانہ ”و اذا کنت فیہم فاقمت لہم الصلۃ، فلتقم طائفۃ منہم معک و لیاخذوا حذرہم و اسلحتہم۔ فاذا سجدوا، فلیکونوا من ورائکم، و لقات طائفۃ اخرى لم یصلوا فلیصلوا معک و لیاخذوا حذرہم و اسلحتہم۔ و الذین کفروا لو تفعلون عن اسلحتکم و امتنعکم، فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ، و لا جناح علیکم ان کان بکم اذی من مطر ان کنتم مرضی ان تضرعوا لاسلحتکم و خذوا حذرکم“ ان اللہ اعد للکافرین عذابا مہینا

ہذا راہی فیما سئلتم عنہ من مشرب الہلال و سیاستہ، املاہ علی لسانی قلبی المخلص فی حکم، و روحی المعجبة بفضلكم و غیرتکم علی الدین و الامۃ و فقم اللہ لمراضیہ، و وقام شر المارقین و العاصدین آمین

جناب سید تاج محمد صاحب سینکد ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول ہوشیار پور

الہلال کی دعوت کلمۃ الحق کی دعوت ہے جو خدا و رسول کے حکم کے عین مطابق ہے۔ بھلا کسی مسلمان کو اس سے کیونکر انحراف ہو سکتا ہے۔ کسی منافق کو بری لگے تو لگے، جسکے دلمیں بغض اور نفاق کا مرض ہے۔ یہ مسلمان بنانیوالی دوا ایسوں کو ضرور پلانی چاہیے۔ اگر بچوں کی طرح ضد کریں، رڑکیں، چلائیں، ہاتھ پاؤں ماریں، تو ہم سب ملکر انکے ہاتھ پاؤں پکڑ لینگے، آپ جہت سے حلق میں ڈال دیجیے اور دوا کی مقدار کو ذرا بڑھا کر تیز کر دیجیے۔ جاتے ہی انکے دل کا علاج ہو جائے گا۔ جسوقت انکو شفا ہونے لگیگی تو سمجھینگے کہ آپ انکے سچے دوست اور بھائی خوار ہیں، اور ہم

طول و عرض سے، جنکی قطاریں ساحل کے طول میں پھیلی ہوئیں، اور جنگی روزوں سے انسان پاش توڑوں کے دھانے نکلے ہوئے ہیں۔ پس حضرات! وہ ہاتھ نہایت مقدس ہے، جس میں صلح و سفید جھنڈا لہرا رہا ہو، مگر زندہ رہی رہسکتا ہے جسمیں خونچکاں تلوار کا قبضہ ہو۔ یہی اقوام کی زندگی کا منبع، قیام عدل و میزان کا وسیلہ، انسانی سعادت و درندگی کا بھار، اور مظالم کے ہاتھ میں اسکی حفاظت کی ایک ہی ڈھال ہے :-

ولقد ارسلنا رسلنا بالبینات اور ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی کھلی رائزنا معہم الکتاب و المیزان نشانوں کے ساتھ بھیجا، اور انکو لایقوم الناس بالقسط، کتاب اور میزان دی، تاکہ لوگ عدل و انزلا العدید فیہ باس و انصاف پر قائم ہوں، اور نیز لڑھاپیدا شدید و منافع للناس کیا (جو ہتھیاروں کی شکل میں) سخت خطرناک بھی ہے اور نفع رسا بھی۔ (۵۷: ۲۵)

اسلام کی ہولناک طاقت کا مرکز وحید

مسلمان یاد رکھیں کہ آج صرف ایک ہی تلوار ہے، جو دین الہی کی حمایت میں بلند ہوسکتی ہے، اور وہ صرف آل عثمان کی مقدس شمشیر خلافت ہے۔ یہ اسلام کے گذشتہ قافلہ جہانگیری کا آخری نقش قدم، اور ہمارے افتاب اقبال کی آخری شعاع امید ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہمارا ترکوں سے رشتہ محض اخوت دینی ہی کا نہیں ہے، بلکہ اس سے بھی مقدم تر رشتہ ”خلافت اسلامیہ“ کے دینی احترام کا ہے، کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ کوئی قوم بغیر کسی سیاسی مرکز کے زندہ نہیں رہسکتی، اور اسلام کا کوئی مرکز سیاسی اگر ہے تو صرف خلافت آل عثمان ہے۔ ہر مسلمان خواہ وہ دنیا کے کسی حصے میں ہو، اگر اسکا فرض دینی ہے کہ اسلام کے بقا و خواستگار ہو، تو یہ بھی فرض دینی ہے کہ خلافت آل عثمان کے تعلق کو ایک خالص دینی رشتے کی طرح اپنے دل میں محفوظ رکھے اور دنیا کی جو حکومت اسکی دشمن ہو، اسکو اسلام کا دشمن اور جو اسکی دوست ہو، اسکو اسلام کا دوست یقین کرے۔ کیونکہ مسلمانوں کی دوستی اور دشمنی، انسانی اغراض کیلئے نہیں بلکہ صرف دین الہی کیلئے ہے۔

مسلمانان ہند کی نسبت بار بار سیاسی حلقوں میں یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ وہ دنیا کے کسی اسلامی حصے کے واقعات سے اسدرجہ متاثر نہیں ہوتے، جسقدر ترکی کے حوادث و حالات سے۔ اگر محض رشتہ اخوت اور اشتراک مذہب ہی اس اثرپذیری کی علت ہے، تو اسمیں ترکوں کی خصوصیت کیا ہے؟ بہت سے لوگ ہیں جو اس واقعی ضروری سوال کے جواب میں یا تو نفاق سے کام لینا چاہتے ہیں یا کفر سے، مگر میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کیلئے بہتر راہ اسلام کی ہے۔ مسلمانوں کو بغیر ادنیٰ تاامل کے صاف صاف اس سچے سوال کا سچا جواب دیدینا چاہیے۔ تمام دنیا کے مسلمانوں سے ہمارا صرف ایک ہی رشتہ ہے، دینی اخوت اور ”پان اسلام ازم“ کا، مگر ترکوں سے ہمارے دے رشتے ہیں، پہلا اخوت دینی کا کہ وہ بھی مسلمان ہیں، اسلئے خدا نے ہم کو ہمیشہ کے لیے آنکے رنج و راحت کا شریک بنا دیا ہے۔ دوسرا اس سے بھی قوی تر رشتہ خلافت دینی اور اسلام کے آخری سیاسی مرکز ہونے کا، کہ آج کلہ اسلام کی حفاظت کی آخری تلوار صرف انکے ہاتھ میں ہے۔ اگر کسی اور حصے سے اسلام کی حکومت بنتی ہے، تو ہم روتے ہیں کہ ہمارا ایک عضو کٹ گیا، لیکن ترکوں پر جب کوئی آفت لائی جاتی ہے، تو تڑپ جاتے ہیں کہ ہمارا دل درنہم ہوگیا۔ ہم جب ترکوں کیلئے مضطرب ہوتے ہیں، تو ہمارا اضطراب مسلمانوں کیلئے نہیں ہوتا، بلکہ اسلام کیلئے ہوتا ہے۔

و اماکن قیسا ہلکہ ہلکہ واحداً و لکنہ بنیان قوم۔ یا تہد ما

میں ہوں، یا ترکی میں۔ الجزائر میں ہوں یا اس تیرہ زار ہند میں۔ میرے عقیدے میں یہ سب کچھ کاہن شیطان کا ایک عمل السحر ہے، جو اسلئے سلاتا ہے، کہ سورے والوں کا آٹھنا آئے پسند نہیں۔ میں نے کہا کہ ہم میں سچا ”پان اسلام ازم“ یا بالفاظ اصلی رشتہ اخوت دینی باقی نہیں رہا، لیکن کیونکر باقی رہے، جبکہ ہندوستان میں ایسے عظیم الشان اشغال ہمارے لیے موجود ہیں، جو نفس اسلام کے بقا سے بھی زیادہ اہم ہیں۔ انکو چھوڑ کر ہم غریب ترکوں یا ایرانیوں کی کیونکر خبر لیں؟ سب سے مقدم امر یہ ہے کہ ہمیں (علی گڑھ) میں ایک یونیورسٹی بنانی ہے، اسکی لیے تیس لاکھ روپیہ جمع کرنا ہے۔ یہ مانا کہ دنیا کی کوئی سرزمین ہے، جہاں خود اسلام کے بقا و فنا کا سوال درپیش ہے مگر اسکو کیا کیجئے کہ ”مسلم یونیورسٹی“ ہمارے قومی مقاصد کا اصلی نصب العین، کعبہ علی گڑھ کے شب زندہ داران عبادت کی چہل سالہ تہجد گذاری کی مراد و آرزو، اور ہمارے رہنمائے اول کی دی ہوئی شریعت تعلیم کا یوم تکمیل ہے۔ جس دن یونیورسٹی بن جائے گی، اس دن الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیم نعمتی، و رضیت لکم الاسلام دینا کی رحی اسٹریچی ہال کی چھت پر نازل ہوگی۔ ترکوں کی ہمدردی اور ایرانیوں کی مصیبت پر ادائے فریضہ تشکر کے بعد ایک رزلوشن پاس کردیا جائے گا، مگر اس افسوس پر ملامت نہ کیجئے کہ کمبخت طرابلس کے جھگڑے سے یونیورسٹی کے چندے میں فرق پڑ گیا!! اولئک الذین اشتدوا الضلالة بالہدی، فما رعبت تجارتهم وما كانوا مهتدین، (۱) اے عزیزان ملامت! قوموں اور ملکوں کی زندگی کا نہیں بلکہ اسلام کی زندگی کا سوال ہے۔ فرض کیجئے کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنی ترقی کے تمام منصوبے پورے کرلیے، اور انکا ہر فرد تعلیم اور دولت کا ایک مرکب طلائی بت بن گیا، لیکن اگر سرے سے خود اسلام کی سیاسی طاقت ہی پر چھری چل گئی، تو پھر علی گڑھ میں یونیورسٹی ہی نہیں، بلکہ چاندی اور سونے کی بہشت شداد بھی بن جائے، مگر اسکے حور و غلمان کسکا ترانہ گائیں گے؟

اشیاف اصدق انباء من الکذب

اے اخوان عزیز! یاد رہیے کہ دنیا میں امن، صلح، اور ترک قتل و غارت کا تصور کتنا ہے خوشنما ہو، مگر دنیا کی بد قسمتی سے اب تک اصلی قوت تلوار کی قوت، اور زندگی کا سرچشمہ آب حیات خون کچھ ندیوں اور فواروں ہی میں ہے۔ دنیا پر اب تک کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا ہے کہ تلوار کی صداقت ضعیف ہوئی ہو، اور امید نہیں کہ آئندہ بھی کبھی ایسا زمانہ نصیب ہو۔ غریب اخلاق نے ہمیشہ اپنے تنگنا ئے بیکسی میں چھپ کر کسی ایسی دنیا کی منتیں مانی ہیں، جبکہ تمام کائنات انسانوں کی جگہ ملائکہ معصومین کی بہشت زار بن جائے گی، اور قتل و خون ریزی کو لوگ اسی طرح بھول جائیں گے، جس طرح موجودہ عالم نے امن اور صلح کو فراموش کردیا ہے۔ اس آرزو کے حسن و جمال پر کون دل ہے جو فریقہ نہیں ہوگا، لیکن کیا کیجیے کہ دنیا امید و آرزو کی نہیں بلکہ حقائق و نتائج کی جگہ ہے، اور انسان جب تک فرشتہ نہیں بلکہ انسان ہے، اس وقت تک ایسی امیدوں کا اخلاق کے صفحوں سے باہر پتہ لگنا ممکن نہیں۔ آج اگر پوچھا جائے کہ قوموں کی زندگی اور زندگی کے مظاہر کہاں تلاش کیے جائیں؟ تو اسکا جواب علم و فن کی بڑی بڑی درسگاہوں اور علوم الاولین و الاخرین کے قلمب خانوں سے نہیں ملے گا، بلکہ ان اہل پوش جہازوں کے مہیب

(۱) یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے خدائی بغشی ہوئی ہدایت کو دیر خلافت کے خورد لے کا سودا چکایا تھا، لیکن انکی یہ تجارت بالا خرگھائے ٹوٹے ہی میں رہی (۱) اہل نظر غور فرمائیں کہ یونیورسٹی کے معاملے میں ”فما رعبت تجارتهم“ کس قدر صعب اور مطابق ہے؟

سرفامہ نے شہرت عیاں ہے - جو دعوت میں اصلاح کے خواہاں ہیں
انس سوال یہ ہے ، کہ

شب تاریک و بیم موج و پائے شوق بے قوت
بایں رفتار میخوہی کہ از مقصد نشان بینی ؟
آپ یہ بھی جان لیں کہ اس راہ میں آپکے لئے بہت خطرے
ہیں، مگر -

جو قوم پہ مرتے ہیں وہ کیا کیا نہیں کرتے

جناب مولانا محمد یعقوب علی صاحب رضوی از سندیلہ (لکھنؤ)

آپکی پالیسی جو بالکل قرآن مجید پر منحصر ہے - نہایت
سچی اور راہ حقیقی ہے - مجھ کو بالکل الہلال کی موجودہ پالیسی سے
اتفاق ہے - میرے نزدیک آپ نے نہایت اچھی راہ مسلمانوں کے لیے
نکالی ہے - اسی میں مسلمانوں کے لیے بھلائی اور قومی بہبودی
ہے ، خداوند کریم آپ کو اپنے ارادوں میں کامیاب کرے اور ہمیشہ
آپکی مدد کرے - آپکا قول کہ ”ہم ہر چیز کلام الہی سے حاصل کر سکتے
ہیں“ کیا وجہ ہے کہ دوسروں کا سہارا اور مدد تلاش کریں ” نہایت
درست اور بجا ہے - بیشک کلام پاک مذہبی اور پولیٹیکل دونوں
تعلیم دیتا ہے اور اس سے بہتر تعلیم اور کسی چیز سے نہیں
حاصل ہو سکتی -

جناب محمد اسماعیل صاحب (علیگ) اور ٹکڈوم (بندیل کھنڈ)

(۱) الہلال کی روش (پالیسی) سے مجھے اصولاً بالکل اتفاق
ہے - واقعی کلام پاک ہی ایسا ذریعہ ہے جس پر بھروسہ کرنے اور
جس کو رہنما بنانے سے مسلمان اپنی گذشتہ عظمت کو حاصل
کر سکتے اور اپنی موجودہ حالت کو سنبھال سکتے ہیں ، لیکن چونکہ
بد قسمتی سے مسلمانوں کو کلام پاک کی طرف سے بے پروائی
آ رہی ہے اور عرصہ سے وہ اسکو بھولے ہوئے ہیں ، اسلیے ایسا طرز اختیار
کرنا چاہیے جو ”نئی روشنی والوں“ یا ”گمراہوں“ کیلئے بھی
ہر ایک لحاظ سے دلچسپ و دلکش ہو اور انکو بالکل ایک
نئی چیز معلوم نہ ہو -

(۲) فروعی امور کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ صداقت کا
اظہار خواہ کیسے ہی لہجہ اور کسی قسم کے الفاظ میں کیا جائے
ہمیشہ تلخ ہی معلوم ہوگا - میرے نزدیک الہلال کا لہجہ اب تک
نہایت دلچسپ ، سنجیدہ اور دلیرانہ رہا ہے - میں چاہتا ہوں کہ
اس سے بھی زیادہ دلیرانہ ہو -

(۳) پولیٹیکل تعلیم بھی آپ کے مقاصد میں سے ایک خاص
مقصد ہونا چاہیے - یعنی یہ کہ آپ خصوصیت کے ساتھ قوم کے
سامنے پولیٹیکل پروگرام پیش کیجیے - [لیکن اب تک الہلال کیا
کرتا رہا ؟ - الہلال] -

(۴) چار اوراق خاص اسلامی دنیا کے واسطے مستقل طور سے
وقف ہونے چاہئیں - مراکو اور ایران کے متعلق عرصہ سے الہلال میں
ایک لفظ بھی نہیں دیکھا - ایسا ہونے سے بہت سے ناظرین کی
دلشکنی ہوتی ہوگی - میرے خیال میں یہ انتظام مثل کامرید کے
ہو - [درست ہے ، لیکن کامرید اور ہرانگریزی اخبار کی خوش
قسمتی کہاں سے لاؤں ؟ اگر کامرید کی طرح مجھ کو بھی پچاس
ساتھ اخبار ملجائے کہ بعد اسے انکے آنتباسات کمپوز کرنے کیلئے دیدیتا
تو دس عنواؤں کو بھی بھرنا مشکل نہ تھا - لیکن اردو اخبار کے
ایڈیٹر کے لیے دقت یہ ہے کہ یا تو خود لکھے ، یا ترجمہ کرے
کہ اسکی محنت بھی مثل ترجمے کے ہے - الہلال]

جناب ولوی محمد یعقوب صاحب (حلقہ ربانی) از ریلوے اسٹیشن بنارس سہارن

آپ نے جو بذریعہ ضمیمہ الہلال مورخہ ۲۲ - ستمبر سنہ ۱۹۹۲ ع
طریق دعوت و پیرایہ بیان وغیرہما کے لیے رائے طلب
فرمائی ہے ، تو امر واقعی یہ ہے کہ بسبب درسبب کے میری
رائے دہی کی کوئی وقعت نہ سمجھی جا رہی - اول یہ کہ ادنیٰ
غریب ہونے کے باعث میری کوئی رائے اعلیٰ و اوسط طبقہ کے
مسلمانوں میں قابل پذیرائی نہیں ہو سکتی - آج زمانہ کی حالت
دگرگوں ہے - اب خیر القرون کا وقت گذر گیا - دوسرے یہ کہ میں
ایک مشہور عقلمند قوم سے ہوں ” (الہلال) “ جنہیں اکثر صاحبان
خصوصاً مصنوعی شرفاء نے قدرتی بے وقوف سمجھ رکھا ہے ، حالانکہ
دیکھتے ہیں کہ جنکے شان میں یہ ضلع گولی ہوتی ہے انہیں بالفعل
کافی تعداد علماء ، فضلا ، صناع و تجار کی پائی جاتی ہے ، جنکو
بطویل حکومت برطانیہ اصلی اسلامی حریت کسب قدر حاصل ہے
جو کہ ہمارے لیے رحمت خداوندی ہے ، مگر ہمارے نمائشی شرفاء
نے اپنے ہادی قرآن مجید کو جزدان میں بند کر کے رکھ دیا ہے ، پھر
انہیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ شریف کون ہیں اور رذیل کون
ہیں اور کون لوگ قابل قدر اور کون صاحب لائق عزت ہیں ؟
اچھا وہ نہیں دیکھتے تو انہیں میں دکھاتا ہوں : یا ایہا الناس
انما خلفناکم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و قبائل
لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ خبیر علیم - یعنی
اے لوگو پیدا کیا تمکو ایک مرد ایک عورت سے اور کیا تمکو کنبروں
اور قبیلوں میں ، تاکہ پہچانے ایک دوسرے کو ، تحقیق بزرگ
(شریف) تم میں سے زیادہ پرہیزگار تم میں سے ہے ، تحقیق اللہ
جاننے والا خبردار ہے -

اب اس بے موقع بحث کو کسی دوسرے وقت کیواسطے اڑھٹا
رکھتا ہوں اور ہر دو وجوہ بالا کے طاق رکھ کر اس اصول کو پیش
نظر رکھتا ہوں ، کہ ” اسلام کی اخوت عمومی تمیز قوم و مروجہوم سے
پاک ہے اور اسکا ایک ہی خدا اپنے ایک آسمان کے نیچے تمام
پیران توحید کو ایک جسم واحد کی صورت میں دیکھنا چاہتا ہے :
ان ہذہ متکم امۃ واحدة و انا ربکم فاتقون (الہلال) “ اور رائے دہی
کے لیے طیار ہوں کہ آپ نے جیسا ایذا دستور العمل قرآن شریف
(انہ لقول فصل وما ہو باہزل) کو بنا رکھا ہے اسی پر قائم رہیے -
اگر آپ اسی راہ مصئون سے منزل طے کریں تو میری رائے میں
اس سے بہتر صراط مستقیم کوئی نہیں ہے - ذالک الدین القیم
ولکن اکثر الناس لا یعلمون - لہذا آپکی طرز تحریر کے ساتھ جو
ابتداء سے نہایت معقول ہے مجمع اصول و فروعاً اتفاق ہے -
والحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ -

ضمیمہ الہلال کو دیکھ کر ایک فرد قوم کی رائے

(۱) اول پیرایہ دعوت یا طرز بیان کا مسئلہ شروع ہوتا ہے
اسکے متعلق گزارش ہے کہ ایک مدت سے سوبی ہوئی قوم کیلئے
معمولی آواز کیا مفید ثابت ہو سکتی ہے جب تک سخت سے سخت
اور شدید سے شدید لب و لہجہ میں کانوں کے پردے نہ ہلا دیے جائیں ؟
غلامی اور استبداد نے جو حالت آج مسلمانوں کی بنا رکھی ہے
کس کی نظروں سے پوشیدہ ہے ؟ نہ انہیں کہیں اخلاقی جزات کا نشان
ملتا ہے ، نہ استقلال کا پتہ - کیا اب بھی مسلمان دہی مسلمان
ہیں جو قرون اولیٰ اور قرون متوسطہ کے مسلمان تھے ، جنکے استقلال اور
شہامت کے غیر فانی تذکرے کر کے ہم بجا طور پر فخر کرتے ہیں ؟
اصل یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی حالت خود اپنے ہاتھوں تباہ
کر رکھی ہے ، اسلام اب بھی دہی ہے ، جو آج سے تیرہ سو برس پہلے

میں نے ابتدا سے لحاظ کیا اور اب دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے متعلق کچھ صدائیں آنے لگی ہیں جسے آپ خود اپنی نیک نفسیہ نفسی سے ظاہر بھی فرمادیتے ہیں۔ رہ لیڈران قوم ہیں، جنکی طرف آپ کا فولادی پنجہ بے رحمی سے بڑھتا ہے۔ خدا شاهد ہے کہ عموماً وہ جو برعکس نام سے پکارے گئے ہیں، انکی حرکات اور عادات اُس سے ہزار درجہ زیادہ قابل نفیر ہیں کہ وہ خدا کے علم مخلوق کے برابر بھی کہے جائیں، نہ کہ ایسے معزز خطاب سے یعنی ”لیڈران قوم“ کے نام سے پکارے جائیں۔ لیکن اتفاقات کی معکوس رفتار اور الفاظ کا مصرف سے اختیار میں نہیں ہے جو مناسب شخص اور مناسب چیز کو اُسکی مناسب جگہ دینا چاہتے ہیں۔ زمانہ اور زمانہ کی رفتار ایسے ہی لوگ نبائگی جیسے دکھائی دیتے ہیں، اور وہ لیڈر بھی کہے جائینگے، کیونکہ انکے پاس سب سے زیادہ کامد چیز ہے جسکا مکررہ یا دلپسند نام ”رہیدہ“ ہے۔ سچی اور معقول نکتہ چینی کے ساتھ آپ نے جو آڈا اصلی ہیولی دکھانا شروع کیا، تو یہ بھی تعجب خیز نہ تھا کہ انکے دسترخوان کے ربڑ خور حق نمک ادا کرتے، جیسا کہ اُس چٹھی سے ظاہر ہے جو آپ نے ۹ اکتوبر کے پرچہ میں ”لکھنؤ سے ایک دوسری گمنام چٹھی“ کے نام سے صفحہ ۱۳ میں درج فرمائی ہے۔ اس دور العاد میں جبکہ مذہب کی تمام تعلیمات و اصطلاحات سے انکار کرنا سب سے بڑا انسانی فخر کا کارنامہ سمجھا جاتا ہے، شیطان کا استعارہ بھی کیوں نہ قابل انکار ہو، لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس مضمون کو دیکھ کر اسکا قایل ہو گیا کہ معلم الملکوت یا اسکا دوسرا صحیح النسب جانشین ابھی زندہ ہے۔ یہ پردہ نشین بی بی کرن ہیں جو آریے کو سنا چاہتی ہیں، اسکا شاید آپ جواب نہیں دیسکتے، لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ حیا فروش ہرگز مسلمان نہیں ہے۔ اُسے اختیار تھا کہ کسی خاص مسئلہ میں آپ کی رائے سے مخالفت کرتا، لیکن اُس نے صاف صاف قرآن شریف کا اسلئے نام لیا ہے کہ مذہب ہی تخفیف کرے۔ اگر اس متنفس پر کسی مسلمان کے خون کی چھنیت پڑتی ہوتی تو وہ ہرگز عربی زبان، مذہب دور مذہب، اور قرآن کی ایسی تحقید کو ان الفاظ میں جائز نہ رکھتا کہ ”تمہارا مذہبی اور قرآنی لٹکا تو کسی کو نہیں سوجھا تھا“ ”مولوبت اور عربی نے کتب خانہ اور قرآن کی تعلیموں... کے فی الخار و السقر ہو جاوے از ساری نبی جی روزی بھیجو بھول جاوے“ یہ شخص شرافت کے لیے باعث شرم ہو یا نہ ہو لیکن اپنے نام کے لیے باعث ذات ضرور ہے جسے چھپانا ہے، اور اس سے آپ اور کیا امید کرسکتے ہیں جو زرہیے اور خانسامں سے مرعوب ہوئیے علاوہ اوز کچھ جاننا ہی نہ ہو۔

جناب حسن وارثی صاحب

تا قرارے بہ یک نگہ بخشند

سالہا بیقرار باید شد

— * —

خرد را خاک بر سر کن کہ رسوائے جہاں گردد

جنوں را تاج بر سر نہ کہ نام دل از آن بیانی

فرد قوم کی حیثیت سے زندہ، بشکل مردہ، نہیں مردہ، بشکل زندہ، مگر ظاہراً نہیں بلکہ باطناً، آپ جیسے معجز قوم و قیس ملت کی طویل بقاے ظاہری و باطنی ناداعی ہوں۔ اگر یہ جنوں حقیقی جذبات کا آئینہ ہو، اور یقین ہے کہ نفس امر یہی ہے۔ زرہ خدا ہم سے بڑھ کر سلوک کرسکتا ہے۔ یقین ہے کہ اس سے براہ معانی ہے۔

اس امر کے مان لینے کے بعد کہ آجکل کے عقلاء دھریلیے آپکی پالیسی یا دعوت مہمل ہے، میں اپنی ذاتی رائے تو یہی دیتا ہوں، جو

ہیں اور خوب لکھتے ہیں، سچ لکھتے ہیں، اور ایسے ہی لکھنے والوں کی ضرورت ہے۔ وہ الہلال کی تبلیغ کے حامی اور مدد بھی ہیں۔ اس رائے کا رزن اسوقت معلوم ہوگا، جب آپ انکا نام سنینگے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ نہ صرف یہاں بلکہ کئی جگہ مجمع ہوتے ہیں، جمعیں ایک قاری اور تمام حاضرین سامع ہوتے ہیں اور نہایت ذوق و شوق سے الہلال پڑھا جاتا ہے۔ مگر ایک شکایت بھی ہے کہ ناموران غزوہ طرابلس اور کارزار طرابلس کا حصہ کم رکھا جاتا ہے۔

بھائی کیا فائدہ ایسے گمنام خطوط کے شائع کرنے اور اسپر ریویو کرنے سے؟ ان لوگوں کو بکنے دو، بکا کریں۔

مہ نور می نشاند و سگ بانگ می زند

ایسی دھمکیاں اور گالیاں کوئی نئی چیز نہیں۔

جناب مولوی شعیب بن مصطفیٰ صاحب قریشی از ہوشیار پور

کل بتاریخ ۱۷ اکتوبر سنہ ۱۴۹ ایک جلسہ مسلمانان ہوشیار پور کا بدیں غرض منعقد ہوا کہ لکھنؤ کی گمنام چٹھی پر جو آپکی اخبار میں چھپی ہے، اظہار نفرت اور اس کے مصنف پر اظہار حقارت و تاسف کرے۔ تقریباً ہر فرقہ اور طبقہ کے افراد شامل جلسہ تھے۔ کارروائی جلسہ کے افتتاح پر ذیل کی دو تحریکیں پیش کی گئیں، اور باتفاق رائے حاضرین پاس ہوئیں۔

(۱) یہ جلسہ مسلمانان ہوشیار پور کا اس گمنام چٹھی پر جو لکھنؤ سے ایڈیٹر الہلال کو بھیجی گئی ہے اور ان کمینہ خیالات پر جنکا اسدیں اظہار کیا گیا ہے اظہار نفرت کرتا ہے اور اس کے لکھنے والے کو نظر حقارت سے دیکھتا ہے، خدا اسکو توفیق نیک دے۔

(۲) یہ کہ اس جلسہ کی رائے میں الہلال کی پالیسی نہایت صحیح اور صائب اور اسکا نتیجہ نہایت مفید اور سنجیدہ ہے اور اس جلسہ کو الہلال کی ہر ایک رائے سے جو اب تک ضبط تحریر میں آئی ہے کلاً اور جزراً اتفاق ہے۔

ایک تعلیم یافتہ بزرگ از بانکی پور

ایک زمانہ سے خیال تھا، اور خیال تبدیل بہ مایوسی ہوتا جاتا تھا کہ ہماری زبان میں بھی کوئی ایسا اخبار نکلیگا جو اپنی ازادی رائے اور ارادی رائے کے مناسب عناصر، یعنی صاف گوئی کی جرات، اومۃ لائم کی حقارت، اپنے وجود کی بلندی کا احساس، غیر معقول روشن خیالی سے کنارہ کشی وغیرہ صفات حقیقی سے متصف ہوگا۔ الحمد للہ کہ یہ ضرورت اسوقت سے رفع ہوتی جانی تھی، جیسے زمیندار اور مسلم گزٹ وغیرہ نے اپنی صورت دکھانی شروع کی، لیکن اخباری دنیا میں الہلال کی صورت، اسکی زبان، ہیکل، ساخت، طرز بیان، اصول دعوت، اعلیٰ انشا پردازی، اور عالمانہ انداز سخن نے اردو کی ترقی میں جو نمایاں حصہ لیا، اُس سے شاید ہی کوئی اردو دان ہو، جو انکار کرسکے، لیکن مجھے تو آپ کے پرچہ سے خصوصاً اسلیے محبت ہے کہ آپ نے اسکا اہتمام کیا ہے کہ تعالیم اسلامی کا نام لیتے رہیں اور جا بجا ہمارے ہدایت نامہ (قرآن شریف) سے مناسب موقع آیات سے اپنے کلام کو زینت دیتے رہیں، یا کم سے کم ان خیالات مطہرہ سے کلام پاک کا حوالہ دیکر مسلمانوں میں اُنس پیدا کریں۔ آپ کے پرچہ میں میں نے اسکا ابتدا سے آج تک ایک آہنگ پایا، اور خواہ کوئی مبحث ہو، اسکو قرآن مجید کے ارشادات سے از سر تا پا وزن و موزن دیکھا۔ دیسکوں صدی کے دور العاد کو اسکی حد درجہ ضرورت ہے۔ اس سے کسی بلحواس مرد دین رکھنے والے کو انکار نہیں ہو سکتا۔ ایک مضمون ہے جسپر

لَا تَقْرَأُوا الْبَيْتَ وَالْأَنْبَاءَ وَالْأَعْلَامَ إِنَّكُمْ تَعْلَمُونَ

لَا تَقْرَأُوا الْبَيْتَ

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میر سٹون پور پریس

اسلام آباد اسلام آباد

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپے
ششماہی ۴ روپے ۱۲ آنے

کالکتہ : چہار شنبہ ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۰ ہجری

Calcutta: Wednesday, November 13, 1912.

جلد ۱

نمبر ۱۸



(۴) کہاں تک کوئی کہے، قصہ طویل ہے، ایڈیٹر الہلال کو چاہیے کہ اپنی اسلامی تعلیم میں ان جاہ پسند لیڈروں نے حیطہ اعتدال پر آزاد رہے اور ان سلامی اخبارات کی روش سے بھی اپنی سطح پر ہمیشہ بالا رکھے۔

جناب آغا رفیق صاحب بلند شہری جائنت ایڈیٹر اخبار المشیر مراد آباد

الہلال کی پالیسی کے متعلق جو ضمیمہ گیارہویں

شائع کیا گیا ہے، اس کے متعلق کئی روز سے آپکو یہ چاہتا تھا، لیکن کام کی کثرت نے جلد موقع نہ دیا۔ مگر می! آپ جس شاہراہ پر قدم رکھنا چاہتے ہیں، اس کے اعلیٰ و مفید ہونے میں تو کوئی شک نہیں، لیکن زمانہ کے انقلاب اور تغیرات منزل مقصود پر پہنچنے میں جس قدر مزاحم ہوتے ہیں، وہ ایک ایسے شخص کی ذات کے لیے جو تنہا اس کو طے کرنا چاہتا ہو، سخت ضرر رسان ہوتے ہیں۔ جب میں آپکی دعوت کا خیال کرتا ہوں تو جی بہت خوش ہوتا ہوں اور بیدار شدہ زبان سے یہ دعا نکلتی ہے کہ خداوند تعالیٰ آپ جیسے فدائے ملک و ملت کے پاکیزہ ارادوں میں برکت عطا فرمائے۔ لیکن جب یہ خیال آتا ہے کہ انبائے وطن بد قسمتی ہے ایسی مبارک تحریر کو دھکوسلہ اور اصلاح کے کام کو خود بینی سمجھتے ہیں، جیسا کہ تیرہویں نمبر میں لکھنؤ کی ایک گمنام چٹپی سے مقررہ ہوتا ہے، تو دل پڑمردہ ہو کر اس کام کی انجام دہی سے مایوس ہو جاتا ہے۔

الہلال میں لکھنؤ والی گمنام چٹپی نے میرے دل پر جو اثر ڈالا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم قوم کے اس طبقہ کی اصلاح سے مایوس ہو جائیں گے جو ملک کی آئندہ نسلوں کا رہنما ہے۔ آج قدیم الخیال لوگ اور طرز جدید کی زندگی رکھنے والے انسان جس قدر باہم متضاد ہیں، اور انکی افراط و تفریط سے ملحد ترقی میں ایک ایسی رک پید ہونے لگی ہے جس کا آسانی سے دور ہونا ناممکن ہے، اور اسی اہم کام کی انجام دہی الہلال کی پالیسی ہے، میں دست بدعا ہوں کہ آپ اس میں کامیاب ہوں اور آئندہ کام نظر حسد سے محفوظ رہے۔

جناب مولوی محمد یوسف حسن صاحب سکریٹری مسلم ریڈنگ روم انلپور

الہلال پونچا، مسلمان اسکے مشتاق ہیں۔ جنوبی ریڈنگ روم میں پہنچا بعد اشتیاق کھولا گیا۔ لوگ دیوانہ وار دڑتے۔ لیڈر پر نظر تھی، صبح امید کی چہروں پر سرخی کی جھلک نمایاں ہو گئی۔ آپ جمہوریت کا رعبا کہتے ہیں۔ ایسا بہتر ہے کیا۔ مگر آپ اسے خود مقدس قرآن کے احکام سے ثابت کرتے ہیں۔ الہلال کی صفیں میرے کمزور قلم کی طاقت سے باہر ہیں۔ الہلال کیا ہے؟ مردہ دلونکے لیے تازہ زندگی و ہوش۔ ارباب ایمان کیلئے غذائے روح اور بصیرت۔

بہترین انشا پرداز کی نمونہ۔ اعلیٰ درجہ کی مصوری، لکھائی چھپائی میں سرتاج اخبارات و رسالہ جات ہند۔ اسکی آواز زبردست اور پُر اثر تو ضرور ہے۔ مگر ایسی زور دار اور وزن دار نہیں جیسی ہونی چاہیے۔ ذرا درچار قدم اور تیزی سے آگاہی تو منزل مقصود سامنے ہوگا، اور وہ دن مبارک ہوگا جب الہلال کی دُرُکنی خدمات ہوگی، تصاویر اعلیٰ اور زیادہ، اور آواز اس سے دس گنا زور دار اور سخت تر، اور ہندوستان کے ہر حلقے میں ایک حریت عظیم نمایاں۔

تھا، لیکن اسلام کے رہنما ویسے نہیں ہیں جیسے پہلے تھے۔

(۲) دوسرا مسئلہ رہبران قوم اور لیڈران قوم کا ہے۔ اس بزرگ جماعت کا حال آب اظہر من الشمس ہو چلا ہے، بیشک انکے اعمال و افکار پر جب تک آزادہ رو ہو کر بے تعلقی سے نکتہ چینی نہ کی جارہی ہے اپنی مستمر روش سے ہٹنے والے تھوڑی ہی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جسم اسلام کا ناسور بھی جماعت ہے، ان نا خداؤں کو اب اسلام کی کشتی کے چارج سے سبکدوش کر دیا جائے، یا انکو اس قابل بنا دیا جائے کہ یہ اپنے حقیقی فرائض محسوس کریں۔ مسلم لیگ انہی حضرات کی تعامل شعاریوں کا شکار ہو گئی، پرلیمنٹل روش جو آج تک اس گروہ کی رہی ہے، اسنے مسلمانوں کو قعر مذات میں گرا دیا ہے۔ ان لوگوں کو شرم بھی نہیں آتی کہ غیر قوموں کے لیڈر کس جانفروشی اور قربانی سے اپنی قوم کی خدمات بجالاتے ہیں اور ایک یہ چشم بد دور ہمارے رہنما ہیں کہ وہی پرانی دُفیا نرسی غلامانہ روش اور اعتماد کے اسیر ہیں۔ اس پرلیمنٹل گمراہی نے جو ہماری حالت آج گورنمنٹ اور اہل ملک کی نظروں میں بنا رکھی ہے کون نہیں جانتا کہ آگے چل کر کس قدر خطرناک ثابت ہوگی، یہ مسئلہ نہایت ہی اہم ہے، اور آئندہ ہم انشاء اللہ اسکے متعلق اور بھی کچھ لکھیں گے۔

(۳) تیسرا نمبر ہمارے سلامی اخبارات کا شروع ہوتا ہے، اور کلاہ رہنمائی سر پر رکھ کر سامنے آتا ہے، لیکن سوا معدودے چند کے انکی عام روش خوشامدانہ اور بزدلانہ ہے۔ ان کاغذی رہنماؤں کی تعلیم کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان ہاتھ پیر توڑ بیٹے رہیں، اور جو کوئی ازراہ ترحم ایک خشک ٹکڑا انکے منہ میں ڈال دے، اسی پر اپنی خاموش مگر وفادار زندگی کو گزار دیں۔ ملک میں کیسے ہی عظیم الشان انقلاب ہو جائیں، مسلمان کیسے ہی ذلت اور رسوائی کے کنارے پر جا لگیں، مگر انہیں اپنے تجارتی کاروبار کی چہل پھل سے کام ہے۔

اگر بھوک سے مر رہا ایک جہاں ہے

تو بے فکر ہیں کیونکہ گھر میں سمن ہے

مولانا حالی نے یہ شعر ان امیروں کی حالت پر کہا تھا، مگر دیکھنا ہوں تو بہ تغیر مطالب بالکل ان اخبار نویسوں پر صادق آتا ہے۔ انہیں اپنے حلوے ماندے سے کام ہے، قوم بھار میں جائے یا چولے میں، لیکن اگر ضمیر کی لعنت سے کچھ لکھیں گے بھی، تو اس قدر احتیاط سے کہ وفاداری کے رزق مگر قہوس گھٹتے میں تھیس نہ لگ جائے جسکی آواز سے قیامت صغرا برپا ہو جائے گی۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ تقسیم بنگال کی تفسیح سا واقعہ ہو جائے، مگر وہ اسلامی اخبارات جو اپنی پشت پر قومی ہونیکا دم چھال لگے ہوئے ہیں اپنے اخبار کے کالموں میں ایک معمولی واقعہ کے طور پر درج کر دیں۔ میں نے تو نہیں دیکھا کہ ان قومی اخباروں نے باستثناء بعض کے جنکی تعداد انگلیوں پر گنے جانے کے قابل ہے، کوئی لیڈنگ آرٹیکل آزادانہ لکھا ہو یا سختی سے گورنمنٹ کے اس فعل پر نکتہ چینی کی ہو۔ ہاں زیادہ سے زیادہ یہ کیا کہ انگریزی اخبارات کی رائیں فراہم کر دیں، لیکن اسمیں آپ نے کون سا تیر مارا؟ یہ ہی آئینی پر ایثار پالیسی کے کرشمے کہ اگر کوئی ایک طمانچہ رسید کرے تو دوسرا گال بھی آگے کر دیں گے کہ بیہا اسپر ایک اور بھی۔ شکر ہے کہ قوم اب ایسے ملت فروش اخباروں کو سمجھ کر ہٹا کر رہی ہے، اور ایسے اخباروں کی قدر ہوتی جاتی ہے جنمیں اخلاقی دلیبری اور قوم کی صحیح و کالت کا مادہ ہے، وہ دن دور نہیں جب ایک دنیا دیکھ لے گی کہ انکی تجارتی دیواریں کھوکھلی ہو کر دھم سے گر پڑی ہیں۔

شذرات

النبا العظیم

جنگ کے مابین و مستقبل پر ایک نظر

(۱)

عم يتساءلون عن النبا العظیم الذی ہم فیہ مختلفون - فلا سیعلمون ثم کلا سیعلمون (۱) نبوتکے عجیب نہیں کہ حالات میں تغیر ہو، واقعات اپنی صورت بدلدیں، حقیقت بے نقاب ہو جائے، مایوسیوں امید کی، اور اضطراب سکون کی جگہ لے لیں، و هو الذی یفزل الغیث من بعد ما قنطرا و ینشر رحمته، و هو الولی الحمید - جنگ اس حالت میں شروع ہوئی کہ (بقول انگلشمن) کسی کی نظر بھی (بلغاریا) کی طرف نہ تھی، بلکہ تمام عالم ترکوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لیکن اب دنیا کو بلغاریا کی طرف دیکھنا پڑا ہے، بھر کیا وقت آگیا ہے کہ عثمانی تلوار کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے؟ آٹھ سو برس تک دنیا نے ترکوں کی نسبت جو کچھ سمجھا ہے، درہنہ کے اندر کے واقعات کے بعد، کیا ہمیشہ کیلئے اسکو بھلا دینا چاہیے؟

اور دیا موجودہ جنگ کی نسبت آخری رائے قائم کر لینے کا وقت آگیا؟

اسمیں شک نہیں کہ آغاز جنگ سے لیکر اس وقت تک واقعات اور انکی اطلاعات کا جو انداز رہا ہے، اس نے عثمانی امیدوں کے پائے استقلال کو ڈگمگا دیا ہے۔ بے دریغ شکستوں کی خبریں، بربادیوں اور نقصانوں کے تخمینے، قیمتی مقامات کو چھوڑ دینے کے انتشارات نے آئندہ کی امیدوں کو بھی ضعیف کر دیا ہے، اور میدان جنگ کا چہرہ قسطنطنیہ کیلئے اسدرجہ مایوس ہے کہ دول یورپ اب اپنے صد سالہ ارادوں کی تکمیل کا وقت سامنے دیکھ رہے ہیں۔ سب سے پہلے دای بے چینوں نے انگلستان کو بدحواس دیا ہے، ورمبرور کاتھال میں مسٹر ایسکرٹتھ آس خنجر کے تیز کرنے میں تمام ساتھیوں کو اپنا معارف بتلاتے ہیں، جس سے عمدتاً بے ترکی جسم کی قطع و برید کی جائے گی، اور اس طرح انگلستان اس عظیم الشان فتح مندی کو حاصل کرنا چاہتا ہے کہ اسلام نے جسم کو آخری مرتبہ تکرے تکرے کر دینے کیلئے سب سے زیادہ قوی تلوار اسی کے ہاتھ میں تھی:

قد بدت البغضاء دشمنی تو انکی باتوں سے ظاہر ہے ہو گئی،
من اقراہم، و ما اور جو ارادے انکے دلوں میں چھپے ہوئے
تخفی صدور ہم اکبر ہیں، وہ اُس سے بھی بڑھتے ہیں، جو انہیں
قد بینا کم الایات نے ظاہر کیے ہیں، یہ حقیقت ہے جو ہم نے
ان کفتم تعقلون مسلمانوں پر واضح کر دی، بشرطے کہ وہ عقل
(۳: ۱۱۴) اور فکر سے کام لیں۔

سب سے زیادہ یہ کہ خود مسلمانوں کے دل ٹوٹ گئے ہیں، پہلے تحیر، اور اب مایوسی دلوں پر چھا گئی ہے، ترکوں کی بے دریغ

(۱) یہ لوگ ایک دوسرے سے کسی بات کا حال دریافت کر رہے ہیں؟ کیا اس بہت بڑے حادثے کا، جسکی نسبت یہ لوگ مختلف طرح کی رائیں رکھتے ہیں؟ تو خبر بہت جلد انکو معلوم ہو جائے گا، اور پھر دوبارہ کہتے ہیں کہ بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔

شکستیں صرف انہی کیلئے نہیں، بلکہ تمام عالم کیلئے ناقابل فہم واقعہ تھا، مگر تاہم واقعات اسقدر تیزی سے ظاہر ہوئے، کہ نہ تو دلوں اور تعجب کا وقت ملا، اور نہ دماغ کو غور و فکر کا۔ اس سے بھی بڑھ کر بظاہر دس انرا پہلو یہ ہے کہ خود عثمانی اطلاعات بالکل خاموش ہیں، اور خبر آتی بھی ہے، تو زبرد فتنہ و شکست مقامات کی نسبت کوئی نیا واقعہ نہیں سنائی۔

جو حالت اس وقت بلا استثنا تمام عالم اسلامی کی ہو رہی ہے، اس نے درحقیقت پہلی مرتبہ اس اسلامی رشتہ اخوت اور خلافت اسلامی کی مرکزی قوت کے اندازہ کرنے کا صحیح موقعہ دیا ہے، جسکی وقت سے پہلے خود بہت سے مسلمانوں کو بھی خبر نہ تھی۔ جس طرح صحت و زندگی میں اپنے کسی عزیز کی محبت و الفت کا صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا، لیکن جب وہ بیمار پڑتا ہے، یا کسی سخت مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے، تو پھر ہر شخص کا دل اسکو بتلا دیتا ہے کہ اُسکی صحت و تندرستی ہی پر اسکا آرام اور چین موقوف تھا۔ بعینہ یہی حال اس وقت مسلمانوں کا ہو رہا ہے۔ وہ ترکوں کو ہمیشہ سے جانتے ہیں، اور یہ بھی انہیں معلوم تھا کہ اسلام کی عزت و عظمت آج صرف انہی کے دم سے وابستہ ہے، تاہم شاید بہتوں کو یہ معام نہ تھا کہ اگر کسی دن ہمارا یہ عزیز بستر پر پڑ جائے گا، تو ہمارے دلوں کا کیا حال ہوگا؟ لیکن آج کون مسلمان ہے، جو شکست کی خبریں سن کر یہ محسوس نہیں کرتا کہ راحت و سکون کی ایک متاع تھی، جو آج اُس سے کھو گئی ہے:

ہمارے بعد بہت ہم کو روئے اہل وفا

کہ اپنے مٹنے سے مہر و وفا کا نام مٹا

لا تأسوا من روح الله

مگر با ایں ہمہ حالات ہم دیکھتے ہیں تو حالات کو درد انگیز ہیں، مگر اس درجہ مایوسی بخش نہیں، جس قدر عام طبائع محسوس کر رہی ہیں۔ اب تک جو کچھ ہو چکا ہے، اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے، جسے جنگ کی اصلی منزل کہا جاسکے۔ یہ سچ ہے کہ انسانی خلقت کی برقلموں طبعی کا ایک بڑا خاصہ یہ بھی ہے کہ وہ جس قدر جلد خوش ہوتا ہے، اتنا ہی جلد غمگین بھی ہو جاتا ہے، و خلق الانسان من عجل۔ تاہم جو افکار اس وقت ہمارے سامنے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ اگر لوگ اس پر غور کریں، تو صورت واقعہ انہیں بالکل مختلف نظر آئے گی۔

جنگ کے حدود طبعی اور فطرتی کے خطوط معینہ

کسی جنگ کی فتنہ و شکست اصلی کی نسبت رائے قائم کرنے سے پہلے اس نقشے پر نظر ڈال لینی چاہئے، جو فریقین نے اپنے اپنے حدود جنگ کی نسبت مرئب کیے ہیں۔ جنگ دراصل ایک سفر ہے، جو بعض اوقات متقابل اور بعض اوقات متضاد سمتوں کی طرف دو مقابل اداروں کے فریق شروع کرتے ہیں، اور اسکے لیے اپنے سفر اور سفر کی منزلوں کا ایک خطا کھینچ لیتے ہیں۔ موجودہ حالات میں مغربی مایوسیوں کی اصلی علت یہ ہے کہ مقدونیا کی متحدہ قوتوں نے اپنے لیے جو حدود اور خطوط مقرر کیے ہیں، وہ ہمارے سامنے ہیں، لیکن ترکوں کو چونکہ پہلے مدافعت اور پھر حملہ کرنا تھا، اس لیے انکی مدافعت کی کمزوریاں تو ہر شخص کے سامنے آگئیں، مگر حملہ و ہجوم کے عزائم بالکل پوشیدہ ہیں، اور ترکوں نے بھی مصلحت اسی میں سمجھی ہے کہ واقعات کے ظہور سے پہلے تک پوشیدہ ہی رہیں۔ بلقانی اتحاد نے اس جنگ میں ”انفراد و اجتماعی“ کا طریقہ اختیار کیا تھا۔

لَا تُهِنُوا وَالِدَ اللَّهِ وَيَتَمَنَّا أَنْ يُخْرِجَ مِنْكُمْ آلَهُمُ الْكَافِرِينَ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad

7-1, MacLeod Street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

الْهَيْلَال

ایک ہفتہ وار موصو رسالہ

میر سرتول خاں خصوصی
مسند محمد علیہ السلام الدہلی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

کلکتہ : چہار شنبہ ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۰ ہجری

Calcutta: Wednesday, November 13, 1912.

جلد ۱

نمبر ۱۸

فہرس

عثمانی فتح عظیم
— * —
ترکوں کا حملہ شروع ہو گیا
— * —
مقی نصر اللہ ؟
الا ان نصر اللہ قریب !!
— : —
قسطنطنیہ (۱۱ - نومبر)
بنام ایڈیٹر الہلال
خط اور قاری پہنچا - مایوسی نہیں ، بلکہ انتظار نہ
چاہیے - فوجی بدنظمی ، انتظامات کی ابتوری ، کثرت بارش ،
فقدان غذا ، عیسائی سپاہیوں کا فرار ، افسروں کی نا تجربہ
کاری - تاہم اصل مقصد حاصل - دشمن کی قوت پر موت طاری
ہو گئی ، ایتدیا نوپل پر کامل اور یادگار شکست کے بعد فرار
پر مجبور ہو گئے - (چٹلجا) پر پرسوں سے سخت لڑائی جاری ہے
آج کی سرکاری خبر ہے کہ ۲۰ ہزار سے زیادہ بلغاریوں کا نقصان
ہوا ، اب عثمانی حملہ شروع ہو گیا ہے - ایتدیا نوپل کی فرج
بڑھتی جا رہی ہے -

عبید اللہ (ایڈیٹر العرب)

فہرست

زر اعانہ ہلال احمر

جو دفتر الہلال میں کھل دی گئی

سات ہزار روپیہ جمع ہو چکا ہے اور بحمد اللہ سلسلہ جاری - مفصل
فہرست اسماء رقم ایفدہ نمبر سے شائع ہونا شروع ہو جائے گی -

شذرات
الذبا العظیم
مقالہ افتتاحیہ
الجهاد فی الاسلام
ایک جرمن مجرکی رائے
مقالات
الاسلام و اصلاح
تقریر " مسئلہ اسلامی " پر (۲)
مراسلات
کھلی چٹھی مسلم یونیورسٹی کینیڈا کے نام
فکافات
یونیورسٹی
نامبران غزہ طرابلس
الاحیاء ، الذین لا یموتون
کارزار طرابلس
اعلیٰ سلطان
سلم نامہ عثمانی و اطالی
شؤون عثمانیہ
۲۱ اکتوبر تک کی بعض عثمانی فتوحات

تصاویر

صفحة خاص (الاحیاء ، الذین لا یموتون)

نویل کو فتح کرنے کا کہ قسطنطنیہ کا دروازہ اس کے لیے کھل جائے۔
مقابلے میں ترکوں کا فرض تھا کہ ایڈریا نوئل کی آخر دم تک
حفاظت کریں اور اس کے ساتھ ہی دشمن پر حملہ کا وار بھی کر دیں۔
بلغاریا اب تک بائیں ہمہ فتوحات، مقصد جنگ کے حاصل کرنے
تے عاجز رہی ہے، اور ترک باہمہ اسباب مایوسی، اب تک ایڈریا
نویل کو بچاے ہوئے ہیں۔ نیز ہم کو یقین رائق ہے کہ عنقریب
واقعات کا انکشاف و انقلاب آنے کا حملہ آوازہ اقدام پر سے پردہ اٹھا دے گا۔
بلغاریا کی تمام قوت ختم ہو چکی ہے اور صرف ایک ضرب کاری
کی ضرورت ہے، اللہ کے فضل سے کچھ بعید نہیں، کہ وہ چالیس
ہزاروں کی بے چینی پر رحم فرمائے، اور ترکوں کو اس وقت
نستقامت کے ساتھ ایک آخری مقابلے کی توفیق دیدے

ولقد نصرکم اللہ بیدر و انکم اداہ

ہم نے مندرجہ صدر سطور کے لکھنے میں نہایت احتیاط سے کام
لیا تھا، اور اپنی عادت کے خلاف حالات پر بحث کرنے کیلئے نہایت
سادہ الفاظ تلاش کیے تھے، تا کہ امیدوں اور توقعات کے قائم کرنے میں
کوئی بے اعتدالانہ جوش اور غیر واقعی توقعات ظاہر نہوں، لیکن
الحمد للہ کہ اس تحریر کے ختم کرنے سے پہلے ہی ہم کو اپنی امیدیں
اور قیاسات واقعات کی صورت میں نظر آنے لگے ہیں۔ ریوٹ
(۹ نومبر) کو قسطنطنیہ سے اطلاع دیتا ہے :

”۳۶ گھنٹے کی مسلسل اور شدید جنگ کے بعد عثمانی فوج
نے دشمنوں کو ایک ایسی شکست عظیم دی، جو ترکوں کی
تاریخ میں ہمیشہ بے نظیر سمجھی جائے گی۔ بلغاریا کی ابتری
اور بدحواسی کا عجیب عالم تھا، ترکوں کی کرلیوں بارش کی طرح
اُن پر پڑ رہی تھیں اور وہ بھاگتے جا رہے تھے، یہاں تک کہ اپنے
سامان جنگ کی بھی خبر نہ لے سکے جس پر فتح مند ترکوں نے
قبضہ کر لیا۔“

مستم البساء یہ وہ لوگ تھے کہ نہایت شدید سختیوں اور
والضراء و الزلوا مشکلوں میں مبتلا ہو گئے اور انکے پاؤں تباہ
حتی یقول الرسول ہلکے یہاں تک کہ اللہ کا رسول اور مسلمان
والذین امنوا متی چیخ اُٹھے کہ آخر اللہ کی مدد کب آئے گی
نصر اللہ؟ الا ان اگر ایسے وقت میں بھی نہیں آئی؟ جواب
نصر اللہ قریب ملا کہ دیوں گہرا تے ہو؟ سن رہو کہ اللہ کی
مدد کا وقت قریب آیا !! (۲: ۲۱۰)

یہ تاریخ ۹ نومبر کی شام کو قسطنطنیہ سے روانہ کیا گیا ہے، اور
تھیک یہ وہی وقت اور وہی دن تھا، جبکہ لندن کے (گلد ہال)
میں مسٹر اسکوتھ مسیحی فتح مندی کے بادۂ فرور کا ایک
تند و تیز جام پیے ہوئے مستانہ راجہوم جہوم رہتے تھے :
”افواج بلقان مقد ونا اور نہرس پر قابض ہو چکی ہیں، سلاویک
پر، جو یورپ میں مسیحیت کے داخلے کا دروازہ ہے، یونانی مساط
ہو گئے ہیں اور ہم فتح قسطنطنیہ کی خبر سن رہے ہیں۔“
وہ منظر بھی کس درجہ قابل رحم ہوگا، جب عین سرخوشی کے جوش
بد مستی میں اس قارے ابد خمار اور جرعة ترش دانقوں کو جبراً
کھول کر حلق کے نیچے اتارا ہوگا !

اگر انگلستان کے اس (بادشاہ کے بعد) سب سے بڑے آدمی
کی زندگی ہمیں عزیز ہوگی، تو یقیناً ہمارے لیے یہ کام نہایت
خوشگوار تھا کہ ”فتح قسطنطنیہ“ کے اس فرشتہ بشارت کی دماغی
و جسمانی صحت کی نسبت لندن کی طرف ایک تازہ روانہ کرتے
اور دریافت کرتے کہ ۹ نومبر کو تاریخ نے بعد کانٹروں نے انکی
صحت کی نسبت کس قسم کی رائے قائم کی ہے ؟

میں، اور اس ہمد کی ترکی قاب کو بھی سامنے رہا ایا جائے، تو
۲۴ - اکتوبر تک تیرہ قابور میں آدھی فوج کا مدد ہو چکی تھی۔
اسل سخت اداسانہ، اظہمی بلقانی اتحاد نے یہ پہلا دی
تھے کہ آدھی خطرات مدافعت کے استقامات کو عظیم الشان ظاہر کر کے
اپنی فتح مندوں کی قیادت ”مضاءف کو دینا چاہتی ہے۔ (قرق
قلعہ) جس کو لغت (ریگزا) دنیا کا ایک ناممکن التسخیر طاسمی
قلعہ بتلاتا ہے، اور پھر اسکی فتح ”دنیا کا ایک عظیم الشان واقعہ
سمجھا جاتا ہے“ اس کے متعلق ۲۰ - نو، دریغے تسخیر قرق قلعہ سے
درہفتے پیشتر اخبار (الحریۃ والاندلاک) لکھا ہے :

”ہم کو اس وقت جس قدر بھروسہ ہے، صرف عثمانی سپاہ کی
مسلمہ عالم شجاعت پر، کہ اگر قرق قلعہ سے قلع مضبوط نہیں
ہیں، تو وہ اپنے سینوں کی دیواروں کو قسطنطنیہ کی حفاظت کیلئے
مضبوط بنالیں گے۔ ورنہ ہم جانتے ہیں کہ آدھی خط مدافعت پر
ایک قلعہ بھی ایسا نہیں ہے، جو حد اور فوج کے لیے سخت
مشکلات پیدا کر سکے۔ عہد سابق نے بیس سال قرق قلعہ اور
ایڈریا نوئل کے قلعوں پر صرف کیے، مگر عثمانی خزانے کو حد
جرمن اور بلشوں کے ہاتھ میں دیدیا، جنہوں نے مدافعت کے
قلعوں کی جگہ ریت کی دیواریں، ”جی کر دیں۔“

افسوس ہے کہ تفصیل کا موقعہ نہیں، ورنہ اس کو ”کمانڈر“
اور مصطفیٰ پاشا کی نسبت بھی ہم بحث کرنا چاہتے تھے۔

مقامات کے استحکام کا یہ حال تھا، ”وہی نیو مجتمع“ اور سامان
مفقود تھا، فوج کو غذا تک میسر نہ تھی، افسروں میں اختلاف،
اور ناتجربہ ہار افسروں کی کثرت تھی، عیسائی عثمانی فوج غداروں
کے لیے ہر جگہ مستعد، اور میدان جنگ میں قدم بڑھاتے ہی
اڑتے پانوں بھاگ جانے کا ارادہ، جی تھی، ایک ہی وقت میں
چار دشمنوں کا مقابلہ درپیش، اور اس لیے اورز بدن گری تھی
فوجی قوت چار حصوں میں منقسم ہو گئی تھی، باوجود اسے ترکوں
نے مانتی نیگزور سقرطری کی دلدل میں پھنسا دیا، سر دبا دے،
شکستیں دیں، اور بلغاریا کی تمام قوت کا کمانڈر اور قرق قلعہ کی
جنگ میں خانہ کر دیا، پھر حیرت ہے کہ دنیا ترکوں سے اور کس
شجاعت کی متمنی ہے؟ اور وہ انکو گشت اور خون کا انسان تسلیم
کرتی ہے، یا لڑے کا ستون؟

واقعات سے اب آہستہ آہستہ پردے اُٹھ رہے ہیں۔ خود لغت
ریگزا جسکی خبروں پر تمام یورپ کی اطلاعات کا دار و مدار ہے، اور جو
یقیناً اپنے گھر سے جب چلا تھا، تو بلغاریا کی مسلسل مداحی
کے لیے کوئی سخت قسم کھا چکا تھا، اب علانیہ ترکی مدافعت
اور بلغاریا کے خسران عظیم کا اعتراف کر رہا ہے۔ اسکی ۶ نومبر کی
بھیجی ہوئی تحریر اب شائع کی گئی ہے، جسکی نسبت (لندن
ٹائمس) کا بیان ہے کہ ”ترکی مدافعت کے اعتراف میں اس الفاظ
نہایت حیران کرنے والے ہیں، بلغاریا محاصرے کی قریب نہایت
عمدہ تھیں، انہوں نے نہایت سخت متحمل حملے کیے، لیکن انکی نقصانات
کا اندازہ دل کو لرزا دینے والا ہے۔ صرف ایک حملے کے اندر دیوری
بلغاریں بٹالینیں ضائع ہو گئیں اور صرف دو کمپنیاں بمشکل بچ سکیں۔“

مایوسی کی جگہ انتظار کرنا چاہیے

پس جو لوگ ترکوں کی طرف سے مایوس ہو رہے ہیں، انکو
سب سے پہلے اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ جنگ کی فتح و شکست
کا فیصلہ مقامات راہ کی تسخیر پر نہیں، بلکہ خطوط جنگ کی اصلی
منزل پر موقوف ہے۔ سب سے پہلے انکو فریقین کے مقاصد جنگ
پر نظر ڈالنی چاہیے۔ بلقانی اتحاد کا اصلی فرض یہ تھا کہ وہ ایڈریا

گورنمنٹ کا یہ حل تھا کہ اول تو اعلان جنگ کے وقت تصادم احزاب اور تزام اغراض مختلفہ سے حکومت ایک متصل بحران میں مبتلا تھی، پھر جنگ کا اعلان ایسے وقت میں ہوا کہ جنگ طرابلس کی وجہ سے ہر وہ فوجی نقل و حرکت، جس کا تعلق کچھ بھی سمندر سے تھا، اٹالیاں بیڑے کے مراقبے کی وجہ سے محال ہو رہی تھی۔ صلح کے بعد ترکی کو نقل و حرکت کی مہلت ضرور ملی، مگر ۳ اکتوبر کو بلغاریا نے حملہ شروع کیا ہے اور ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ میں کاغذات صلح پر آخری دستخط ہوئے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اعلان جنگ کی سب سے زیادہ قیمتی فرصت میں ترکی قریں اجتماع سے بالکل محروم رہے۔

یورپین ترکی میں جس قدر فوج موجود تھی، اول تو ضروری نقاط مدافعت میں اس کا اجتماع کافی نقل و حرکت کا محتاج تھا۔ پھر سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ ایک ہی وقت چار مختلف حریفوں کا مقابلہ بالکل مختلف مقامات میں، درپیش تھا، اور وہ باہم ایک دوسرے سے اس طرح الگ تھے کہ بغیر کسی دوسری طاقت کو راہ سے ہٹائے ایک مقام کی فوج دوسرے مقام کی فوج کو مدد دے نہیں سکتی تھی۔ مثلاً (سقوطی) کو نقشے میں دیکھیے، تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ بلغاریا کے خط دفاع پر جس قدر فوج موجود تھی وہ با رجحان خطرے کے عالم کے بغیر (سرویا) سے برسر پیکار ہوئے مانتی نیگرو کے مقابلے میں نہیں جا سکتی تھی۔

یہ، اور اسی طرح کی بے شمار مشکلات تھیں، جن کی وجہ سے ترک بالکل مجبور و مقید ہو گئے تھے، اور ان کے لیے محال قطعی تھا کہ مدافعت کے ساتھ ہی اپنے حملہ و اقدام کو بھی شروع کر سکیں۔

مدافعت کی کمزوری

ترکوں کی مثال اس وقت بالکل اس شخص کی سی ہوئی تھی، جس پر دشمن نے عین غفلت میں حملہ کیا ہو، اور اس کی ذہال اور تلوار، دواؤں در پڑی ہوئی ہوں۔ لیکن ترکی نے بہانے کی جگہ اس کو پسند کیا، نہ ذہال کا کام ہاتھ کی ہتیلی سے لے، اور نہ ہاتھ زخمی ہو جائے، لیکن اتنی فرصت پا کر وہ اپنی تلوار اٹھائے، اور پھر دشمن کی گردن کو زخمی کر سکے۔

پس ترکی فوج نے اس وقت تک جس قدر مدافعت کی ہے، وہ اس کی طرف سے جنگ کی کوئی اصلی کوشش نہ تھی جس کے نتائج اس کے لیے فیصلہ کن ہوں، بلکہ دراصل محض حملے کی طیاری تک کیا ہے ایک فرصت کا حاصل کر لینا تھا۔

ناظم پاشا کی اطلاعات، اور ان تاروں سے جو ترکی قنصلوں کے نام بھیجی گئیں ہیں، اگر بالکل قطع نظر کر لی جائے، جب بھی خود انگریز نامہ نگاروں نے تار اس حقیقت کے انکشاف کیلئے ایک محکم شہادت ہیں کہ ترکوں نے کیسی سخت بے سرو سامانی اور ابتری کی حالت میں مدافعت شروع کی تھی؟ ۷ - نومبر کے تاروں میں "تجربہ کار" نامہ نگاروں کا یہ اعتراف شائع کیا گیا ہے کہ ترکی فوج کی شجاعت میں شک نہیں، مگر اس کا کیا علاج کہ عام ضروریات جنگ کا بھی انتظام نہ تھا، حتیٰ کہ فوج کے کئی دستے تھے جو چار چار دن تک بغیر غذا کے لڑتے رہے اور ان کو ایک وقت کی روٹی بھی نصیب نہ ہوئی، اور اگر خود ناظم پاشا کے بیان کا اس پر اضافہ کیا جائے تو اسلحہ جنگ کی کمی اور بے عزوانی اس کے علاوہ تھی۔ باوجود اس کے ترکوں نے مانتی نیگرو کو بلغاریا تک پہنچنے نہیں دیا، یونان اپنی شکستوں کا مجبوراً خود اعتراف کر رہا ہے، سرویا اور بلغاریا کو اس وقت تک مختلف مقامات میں سات سخت شکستیں دی گئیں

یعنی بلغاریا، سرویا، اور مانتی نیگرو اپنے مختلف خطوط سے حملہ اور ہو کر کسی مناسب اجتماع مقام پر مجتمع ہو جائیں، اور پھر حملہ آورانہ قسطنطنیہ میں داخل ہوں۔ اس کے لئے مانتی نیگرو نے جنوبی جہت کا راستہ اختیار کیا اور سقوطی پر قبضہ کر کے سرویا کی فوج سے مل جانا چاہا۔ سرویا کے سامنے دو راستے تھے، (زاری برون) کی راہ بڑھ کر (کو مانو) پر قبضہ کرنے کا، اور (ونجہ) پر قبضہ کرنے کے بعد کمانور اور اسکوہ پر حملہ کرنے کا۔ اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا، کیونکہ اس صورت میں بلغاریا کے ساتھ بہت جلد مل جاسکتی تھی۔

بلغاریا جو دراصل اس اتحاد کی اصلی قوت تھی، اس کے سامنے بھی سفر جنگ کے دو خطوط تھے، پہلا (وادی مارینا) اور (تذجہ) کی راہ سے حملہ کرنے کا، اور دوسرا وادی (استوما) کی راہ سے بڑھنے کا۔ فوجی مبصرین اور خود ترکوں کا بھی یہی خیال رہا کہ وہ پہلا راستہ اختیار کرے گی، لیکن اس نے دوسری راہ اختیار کر کے ایک ہی وقت میں پہلا حملہ ایڈریا نپل پر اور دوسری طرف (صوفیا) سے شمالی جانب (استوما) کی راہوں کی سمت کر دیا۔

اس کے مقابلے میں ترکی فوج کو ایک جنگ میں دو پہلو اختیار کرنے تھے۔ سب سے پہلے مدافعت اور اس کے ساتھ ہی حملہ آورانہ مدافعت میں اس کے لیے دو کام ضروری تھے، متعدد قوتوں کو اس طرح راہ میں رک دینا کہ ایک دوسرے سے مانے کی مہلت نہ پا سکیں۔ اس کے بعد حملے کی اصلی قوت یعنی بلغاریا کی پیش قدمی سے اپنی حفاظت کرنی۔

لیکن حملے کا خط اور اس کے حدود کیا مقرر کیے گئے؟ اور اس کے لیے کس وقت کا انتظار کیا جا رہا ہے؟ اس کی تفصیل کو ترکوں نے سرکاری طور پر بالکل پوشیدہ رکھا ہے۔ لیکن تمام عثمانی پریس موجودہ وزارت کا آرکائیو: (الحربۃ والانتلاف)، صحیح قیاسات و آراء اور سب سے زیادہ قسطنطنیہ کا ایک پرائیوٹ تار، یقین دلاتا ہے کہ اول اعلان جنگ سے ترکوں نے اپنے حملہ کی ایک ہی منزل، ایک ہی مقصد، اور اس کے لیے ایک ہی خط قرار دے رکھا ہے، یعنی بمجور جمعیت قوا اور حفاظت ایڈریا نپل، بغض مستقیم (صوفیا) پر قبضہ کر لینا۔ اسی کو ترک جنگ کا اصلی فیصلہ، اور اپنی تمام جنگی جہد و سعی کا نتیجہ و حید سمجھتے ہیں۔

پس یہ کیسی سخت غلط فہمی ہے کہ تمام دنیا صرف (فرق قلعہ) کی جنگ کے نتیجے کو فیصلہ کن نتیجہ سمجھ رہی ہے؟ حالانکہ یہ تو عثمانی جنگ کا صرف ایک ابتدائی مدافعتی ٹسکرا ہے، اور ترکوں کا حملہ اس وقت تک شروع ہی نہیں ہوا جس کو موجودہ جنگ میں وہ اپنی اظہار قوت کا اصلی وقت سمجھتے ہیں۔

لیکن اب تک کیوں نہیں شروع ہوا؟ اس کے اسباب ابتدا ہی سے واضح تھے، اور اب خود یورپین نامہ نگاروں کی شہادت سے واضع تر ہو رہے ہیں۔

ترکوں کی مشکلات

ترکوں کی مشکلات کی کوئی انتہا نہ تھی، اگر فوجی طیاری کے یہ معنی ہیں کہ کسی طے شدہ پیش آئے والی جنگ کے لیے فوجی قریں اور اس کے متعلقات کو ہر طرح سے مکمل کر دینا، تو یہ حقیقت کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ اس جنگ کے لیے بلقانی اتحاد کامل بیس برس سے طیار ہو رہا تھا، اور دول کی ہر طرح کی اعانت اس کے ساتھ تھی۔ اس کے مقابلے میں عثمانی

آج سے نہیں بلکہ عرصے سے ہم کو معلوم ہے کہ بعض محدثین حلقوں میں ہماری نسبت کیا خیال کیا جاتا ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ منجملہ آراء بہت سی باتوں کے ایک لفظ ”جہاد“ کا اعادہ و تکرار بھی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں جو اس لفظ کو سنکر سر سے لیکر پاؤں تک کانپ اٹھتے ہیں، اور الہلال کی سطروں پر انگلیاں رکھ کر گننا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ لفظ ہر صفحہ میں کتنی مرتبہ استعمال کیا گیا ہے؟ بیشک ہم نے آغاز جنگ طرابلس کے وقت جو تقریر کی تھی، اسمیں جنگ طرابلس کو جہاد سے تعبیر کیا تھا اور اسکو ایک اسلامی مسئلہ اور یورپ کی اصطلاح کے مطابق ایک دینی جنگ بتلایا تھا۔ اسمیں بھی شک نہیں کہ الہلال کے صفحوں پر ہم نے ہمیشہ اس جنگ کو جہاد قرار دیا اور ”ناموزاں غزۃ طرابلس“ کی ایک مستقل سرخی رکھی۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ ابھی ابھی ۲۷-اکتوبر کی تقریر میں ہم نے علانیہ مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی، اور بھی کہا جو مسلمانوں کو ہمیشہ کہا گیا ہے کہ ”جاہدوا باموالکم و انفسکم فی سبیل اللہ“ یہ بھی سچ ہے کہ ہم جابجا قرآن کریم کی ان آیتوں کو ”جسمیں جہاد کا ذکر ہے“ موجودہ حالات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں، اور دراصل یہی ہمارا جرم حقیقی ہے کہ قرآن نامی ایک کتاب ہے، جسے ہم ترک نہیں کر سکتے۔ یہ تمام صحیح اور ناقابل تاویل واقعات ہیں، جنکو قبل اسکے کہ آواز لوگ تلاش و جستجو کے بعد مرتب کریں، ہم نے خود ہی یہاں جمع کر دیا ہے۔ لیکن پھر ہم نہیں سمجھتے کہ ہم سے کیا چاہا جاتا ہے؟ ہم نے اگر جنگ طرابلس اور بلقان کو لفظ جہاد سے تعبیر کیا، تو درحقیقت یہ ہمارا ایک احسان عظیم ہے کہ مسیحی دنیا کو اسلام کی رحمت سے اب بھی محروم رکھنا نہیں چاہتے۔ اگر ہم نے کہا کہ مسلمانوں کیلئے طرابلس اور بلقان میں ایک معرکہ جہاد گرم ہے نہ کہ قتال، تو فی الحقیقت یہ کہہ کر ایک بہت بڑے خطرہ عظیم کو یورپ کے سر سے ڈال دیا، جس میں عجب نہیں کہ وہ کسی وقت گرفتار ہو جاتا۔ کیونکہ اگر ہم موجودہ لڑائیوں کو جو یورپ کا جدید کورسید اسلام کے مقابلے میں جاری کیے ہوئے ہے، اپنی دینی جنگ کی جگہ مسیحیت کی ”مدنی جنگ“ سمجھ لیں، تو یورپ یاد رکھے کہ پھر ہمارا رجوع یقیناً اس کے لیے ایک بے امان خطرہ ہوجائے گا۔ پھر ہمارے سامنے بھی یورپ کے جنگ مدنی کا نمونہ اتباع و پیروی کے لیے آجائے گا۔ پھر ممکن ہے کہ مسلمان بھی مقابل فریق جنگ کے سوا ہر رجوع مسیحی کو دیکھ ہی مسخوق قتل و غارت سمجھ لیں، جیسا کہ ۲۶ - اکتوبر کو جدل لندن کے طرابلس دینی مدنی جنگ میں سمجھا تھا۔ ممکن ہے کہ انکی تلوار بے کسی بڑھے مرد، اور کسی کمزور عورت کو مستثنیٰ نہ کرے، جس طرح شہر طرابلس میں اٹلی کے جنگ جویان تمدن نے کیا تھا۔ کچھ بعید نہیں کہ وہ بھی مقتول لاشوں کے اسی طرح قدرے قدرے کر دیں، جس طرح جنگ روم و روس میں روسی کا سکرن نے ترک لاشوں کے ساتھ کیا تھا، اور کیا عجب ہے کہ اختتام جنگ کے بعد وہ بھی اپنے کسی دشمن کی لاش کو قبر سے نکال کر لٹکا دیں، جس طرح

لیے پسند کرتا ہے یا جہاد کے لفظ کی سماعت کان کے لیے؟ تو اسید نہیں کہ آخر الذکر حالت کو پہلی صورت پر ترجیح دے! قرآن حکیم نے اپنے نزول کے وقت عیسائیوں کی ایک خصوصیت یہ بتلائی تھی:

الذین آتیذاہم الکتاب، جن لوگوں کو کتب آسمانی دی گئی ہیں یعرفونہ کما یعرفون وہ اسلام کو ٹھیک اسی طرح پہچانتے ہیں، ابتداءً، ان فریقاً جیسے اپنی اولاد کو، کہ اسمیں کسی کا شک منہم لیکتہم۔ ان میں نہیں ہو سکتا، اور ان میں کچھ لوگ ایسے بھی الحق و ہم یعرفون ہیں، جو دیدہ و دانستہ حق کو چھپاتے ہیں، (۱۴۱: ۲) اور اصلیت سے اچھی طرح واقف ہیں۔

آج بھی عیسائیوں کا اسلام کی نسبت یہی حال ہے۔ آج بھی یورپ کے سیاسی حلقوں میں اسلام کی مذہبی تعلیمات کے متعلق جو اتہامات لگائے جاتے ہیں، وہ کسی غلط فہمی پر نہیں، بلکہ کسی دانستہ شیطنیت کے دسیسہ مخفی پر مبنی ہیں، اور اگر اس آیت کریمہ کو تمام یورپ پر منطبق کیا جائے، تو آخری ٹکرے کا مستحق ٹھیک ٹھیک انگلستان ہے: ان فریقاً منہم، لیکتہم الحق و ہم یعلمون۔

کورسید کے زمانے میں یورپ اسلام کی نسبت جو کچھ کہتا تھا، اسمیں بھی غلط فہمی اور ناواقفیت صرف عام لوگوں کو تھی، ورلہ ایک گروہ تھا، جو صرف پولیٹیکل اراض سے دانستہ عیسائیوں کے تعصب کو بھڑکاتا تھا، اور اس قسم کے اتہامات کو شہرت دیتا تھا۔ علی الخصوص مشرقی یورپ کے پادری، جو اسلام کی تعلیم اور مسلمانوں کی طرز معاشرت سے پوری واقفیت رکھتے تھے، ممکن نہ تھا کہ محض غلط فہمی اور سوء فہم کی وجہ سے مسلمانوں کو بت پرستوں کی ایک وحشیانہ قوم سمجھتے ہوں۔ اسپین کی درسگاہوں سے صدہا عیسائی تعلیم حاصل کر کے نکلتے تھے اور کون تسلیم کر سکتا ہے کہ وہ ان صدہا گرجوں سے واقف نہ تھے، جو قرطبہ اور غرناظہ میں پوری رونق اور آزادی کے ساتھ زمینوں کی عبادت گاہ تھے۔ ممکن ہے کہ آج بھی انگلستان اور فرانس میں بہت سی کمزور دل کی لیدیاں ہوں، جو جہاد کا لفظ سنکر سہم جانی ہوں، مگر جب کبھی اسلام کی جہادی اسپرٹ کی نسبت ہڈ گامہ بڑھا کرایا جاتا ہے تو اسکے محرک بھی لوگ ہوتے ہیں، جو ٹھیک اسی مسلمان کی طرح جانتے ہیں، کہ اسلام ایک دین صلح و امن ہے، اور ان حالتوں کے سوا جسمیں اسکی ہستی کے بقا کیلئے مدافعت ناگزیر ہو جانی ہے، کبھی خون و قتل کو جائز نہیں رہتا، لیکن دانستہ اس طرح کی مذبذبات کو قائم رکھنا چاہتے ہیں، کیونکہ جب تک اسلام کو مجرم ثابت نہ کریں، اس وقت تک اسکو سوائی پر چڑھا نہیں سکتے۔

دنیا کو نہیں بدلی، مگر دنیا کی ہر چیز کا غلاف بدل گیا ہے۔ ایک زمانہ تھا، جب انہوں نے یروشلم کیلئے مذہب کے نام پر جہاد کیا تھا۔ اب اس طریقہ سے شرم آتی ہے۔ پس تہذیب، تمدن اور استیصال وحشت کے نام سے ایک کورسید شروع کر دیا گیا ہے۔ پھر جب تک اسلام کی وحشت قائم نہ رکھی جائے گی، تمدن کا دیوتا کیونکر اسکی قربانی قبول کرے گا؟

کی نقاب اٹھا دے، اور ہر گروہ کو اسکی اصلی صورت میں ظاہر کر دے۔ لیکن ہم ایک لمحہ کیلئے بھی یہ تسلیم نہیں کرسکتے، کہ آج یورپ کی وہ قومیں، جنکی نوآبادیوں نے مشرق میں مشرقیوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے، اسلام اور مسلمانوں سے اسدرجہ بے خبر ہیں کہ آئندے صد ہا صریح اتہامات کا اصلی سبب صرف سوء تفہم اور عدم رافقیت قرار دیا جائے۔

گبن، باسورقہہ اسمتہ، اور کاستری ہمکو بتلاتے ہیں کہ ان غلط فہمیوں میں یورپ کے مبتلا ہونے کیلئے تعصب اور جہل کے کیسے مجبور کن اسباب موجود تھے، جو صلیبی افادوں کے زمانے میں قائم ہوئی تھیں۔ ہم اسے تسلیم کرتے ہیں، لیکن کیا بیسویں صدی میں بھی یورپ اپنے تئیں مذہبی تعصب کا شکار تسلیم کرنے دیلے آمادہ ہے؟ اور مشرق و مغرب کے اتصال کی موجودہ زائدی میں بھی اسکے پاس عذر جہل موجود ہے؟

آج روس، فرانس، اور انگلستان کی سموتیں افریقہ اور ایشیا کے سب سے بڑے علاقوں پر قابض ہیں، مسلمانوں کے بڑے بڑے شہر یورپ کی نوآبادیاں بن گئے ہیں، جنمیں دو تہائی صدی سے ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لاکھوں یورپین آباد ہیں، اسلام محکوم اور حاکم، دونوں صورتوں میں یورپ کے سامنے ہے، فسططنیہ میں مساجدوں کے میذاروں کے ساتھ گرجوں کے کلس اسطرح مخلوط ہیں، کہ پیرا کے کسی ہوٹل کی کھڑکی میں بیٹھکر یورپین سیاح کیلئے مشکل ہو جاتا ہے، کہ وہ جامع احمد اور ارمینی چرچ کے دلسوں میں جلد امتیاز کر لے۔ پھر کیا کسی فرانسیسی نے الجیریا میں کبھی بھی یہ دیکھا ہے کہ کسی افریقی عرب نے کسی عبسالی تاجر کے محض اسکے عیسائی ہونے کی وجہ سے خنجر بھونک دیا ہو؟ ہندوستان کی کسی انگریزی عدالت میں آج تک کوئی مقدمہ ایسا پیش ہوا ہے جس میں محض تعمیل حکم جہاد کیلئے کوئی انگریز قتل کر دیا گیا ہو؟ مسلمان نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، اپنے مذہبی جذبات میں اب تک ایسے سخت و شدید ہیں کہ ایک مسجد کیلئے دس دس ہزار مسلمان جان دیدیتے ہیں، پھر اگر اسلام کی تعلیم میں کوئی ایسا جہاد موجود ہے، جیسا کہ یورپ نے سمجھا ہے، تو یہ کیسی عجیب بات ہے کہ مسلمانوں کو کبھی بھی اپنے ایک سب سے بڑے فرض دینی اور خصوصیت ملی کو پورا کرنے کا خیال نہیں آتا؟

اس بارے میں سب سے زیادہ تعجب انگیز حالت انگلستان کی ہے۔ دنیا بھر میں سب سے زیادہ تعداد مسلمانوں کی آج اسکے زیر حکومت ہے، ہندوستان میں سو برس سے وہ اسلام کا مراقبہ کر رہی ہے، لاکھوں انگریز شب و روز ہم میں رہتے ہیں، اور ہزاروں ہیں جنکے گھر کسی مسلمان کے گھر سے اسقدر قریب ہیں کہ دونوں میں ایک دیوار سے زیادہ کوئی شے حائل نہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ ایک مسلمان روز پانچ وقت نماز پڑھتا ہے مگر زندگی میں ایک بار بھی کسی انگریز پر جہاد کا حملہ نہیں کرتا، لیکن باوجود اسکے اگر کسی اور بڑے پوچھا جائے کہ وہ میکسم تروپ کا گولہ اپنے دل کے

الحلال

۱۳ نومبر ۱۹۱۲

الجہاد فی الاسلام

ذالک قولہم باسوا ہم، یضافئوں
قول الذین کفروا من قبل،
قائلہم اللہ انہی یوفون
(۱) (۲-۹)

(۱)

کہتے ہیں کہ لفظ اور معنی میں جسم اور روح کا سا تعلق ہے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے الفاظ دنیا میں ایسے موجود ہیں، جنکے معانی سمجھ نہیں، مگر انکی تاثیر طبائع پر سخت و شدید ہے۔ منجملہ ایسے ہی لفظوں کے لفظ جہاد بھی ہے، جسکو ہمیشہ یورپ نے نہایت خوف و دہشت سے سنا ہے۔ اس لفظ کے سننے ہی ایک مسیحی کا تمام جسم شدت ہراس سے کاپ اٹھتا ہے، اسکا دماغ مختل ہو جاتا ہے۔ اسنے نبض بی حرارت (۸۰) کی جگہ (۱۵۰) تک پہنچ جاتی ہے، اسکی آنکھوں میں سکران موت کی مردنی چھا جاتی ہے، اسکا سرخ و سفید چہرہ جسکی رنگت کو وہ اپنی قومی شرف اور امتیاز کا ایک خلقي جوہر سمجھتا تھا، موت کے تصور سے سیاہ ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ بے امان عربوں کے جہنڈ اور وحشی باشی بزدلوں کے غول اپنے خورنشان نیزوں کو بلند کیے، اور خوں ریز تلواروں کو حرکت دینے ہوئے آ رہے ہیں، جنکے سروں پر ایک سرخ علم لہرا رہا ہے، اور اسپر آگ کے حرفوں میں لکھا ہوا ہے: ”ہر غیر مسلم کو قتل کر دو! اسلیئے کہ وہ مسلم نہیں ہے“

الفاظ کی تاثیر پر اگر بحث کی جائے، تو جہاد سے بڑھکر اور کونسا لفظ ملسکتا ہے، جسکی افسونگراہ حکومت انسانی دماغ و اعصاب پر اس درجہ موثر ہے!

اسلام کے متعلق یورپ کے تمام خیالات و تصورات تو ہمیشہ جہل اور غلط فہمی سے تعبیر کیا گیا ہے، اور اسمیں شک نہیں کہ دنیا میں قوموں اور ملکوں کے باہمی نزاعات اور اختلافات کی ایک غالب علت سوء تفہم بھی ہے۔ اگر کوئی مصلح صلح و امن دنیا میں آنے والا ہے تو یقیناً اسکا اصلی کام یہ ہوگا کہ قوموں کے چہروں پر سے غلط فہمیں

(۱) یہ ان لوگوں کی اورانی ہوائی کپ ہے، جو ان کانوں کی طرح کہیں ہانکتے ہیں، جو اسے بچے ہو گذرے ہیں۔ اللہ انکو عارت کرے۔ یہ کس طرح شیطان کے جھٹکے ہوئے بھٹکے چلے جارہے ہیں؟

مقالہ

الاسلام والاصلاح

(۱)

کرسکتا، اسلیے کہ وہ ترقی علوم اور انتشار معارف کے خلاف ہے، میں اس خیال کے بطلان کیلئے ٹیونس کے شیخ الاسلام کے فتویٰ کو کافی خیال کرتا ہوں۔ اس فتویٰ کا خلاصہ یہ ہے: ”وہ اصلاحات جو اس وقت دولت عثمانیہ کے پیش نظر ہیں، خصوصاً مجلس نیابی (پارلیمنٹ) شریعت اسلامیہ کے خلاف نہیں ہیں، بلکہ نصرہ شرعیہ کے بالکل مطابق ہیں“ درحقیقت اسی فتویٰ نے مجھے اس رپورٹ کے پیش کرنے کے لیے مستعد کیا ہے، تاکہ لوگوں کو موجودہ حالات میں صحیح واقعات کا علم ہو جائے۔

دولت عثمانیہ کا گذشتہ نظام حکومت

دولت عثمانیہ کے گذشتہ حالات جاننے سے پہلے ان اصلاحات کی اہمیت کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا جو سنہ ۱۰۴۰ ع خصوصاً جنگ کریمیا کے بعد سے ملک میں جاری کی گئیں۔ دولت عثمانیہ اپنے مفتوحہ ممالک کے باشندوں کے مذہب سے کسی قسم کا تعرض نہیں کرتی تھی۔ ان سے صرف جزیرہ شرعی لیتی تھی۔ اور اس کے عوض میں ان کی جان، مال، اور آبرو کی حفاظت کرتی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ طریقہ نہایت عمدہ تھا اور مذہبی آزادی کے بالکل مطابق تھا۔ مگر دولت عثمانیہ کے مختلف عناصر نے صرف اپنے لغات و مذہب کے اختلافات، بلکہ اپنے قدیمی رنجش رکینہ کی وجہ سے ایک نہیں ہو سکتے تھے۔

ابتداءً دولت عثمانیہ کی طرف سے صوبوں کیلئے حکم مقرر کیے جاتے تھے۔ یہ (درہ بک) کہلاتے تھے۔ ان کا کم صوبہ کی حفاظت ہوتا تھا، جو زیادہ تر سرحدوں پر ہوتے تھے۔ بجائے تنخواہ کے یہ ایک ٹیکس باشندگان صوبہ سے وصول کرتے تھے۔ اور (تیمار) کہلاتا تھا۔ ”مقدونیہ“ میں ایک دوسرا طریقہ لشکر سازی کا ایجاد کیا گیا تھا۔ ایسے خاندانوں کے اعضاء (ممبر) سے (جو اسلام لا چکے تھے اور اپنی شجاعت و بسالت کیوجہ سے مسلمانوں میں خاص امتیاز حاصل کر چکے تھے) ایک فوج مرتب کیجاتی تھی جو (ینگ چری) کہلاتی تھی۔ اس فوج کی تعداد برابر بڑھتی رہی۔ اور اس نے رفتہ رفتہ خاص اہمیت حاصل کر لی۔ لیکن اس فوج کے بعض افراد نے انتظامی اور سیاسی معاملات میں بھی دخل دنیا شروع کر دیا۔ چنانچہ بہت سے مظالم اور سخت قبیح امور ان سے سرزد ہوئے۔

لیکن یہ معلوم ہے کہ اس اختلاف عناصر اور تنوع مذاہب کی حالت میں (درہ بک) یا (اصحاب التیمار) کا نظام باقی نہیں رہ سکتا تھا۔ قسطنطنیہ کے فتح ہوتے ہی سلاطین آل عثمان نے صوبوں کیلئے والی (گورنر) مقرر کیے، تاکہ شریروں کی تادیب اور باغیوں کی سرزنش ہو سکے۔ یہ ولایہ (گورنرس) ہر قسم کے قید و بند سے آزاد رکھے گئے تھے۔ اگر کوئی قید تھی، تو وہ یہ کہ حدود شرعیہ سے تجاوز نہ کریں۔

قسطنطنیہ اور ان صوبوں میں مسافت بہت تھی، شاہرا ہیں مفقود تھیں، اور وسائل انتقال و سفر موجود نہ تھے، اسلیے حکومت مرکزی ان کی نگرانی نہیں کر سکتی تھی۔

مزید برآں اس وقت تک باقاعدہ فوج ان صوبجات میں نہیں تھی اسلیے انتظام شہر میں والیوں کو ارباب تیمار سے استعانت کی ضرورت ہوتی تھی، حالانکہ ولایہ خود انہی اشخاص کی نگرانی

حال میں مطبع (الموید) مصر سے ایک نہایت اہم رسالہ شائع ہوا ہے۔ سنہ ۱۸۷۸ میں سرچرچہ ورتہ دولتہ برطانیہ کی طرف سے ٹیونس میں رکیل تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا، جب جنگ روم و روس کے بعد دولت عثمانیہ نے جدید اصلاحات شروع کی تھیں، مگر تمام یورپ تعصبات سے لبریز ہو رہا تھا اور خود انگلستان میں مستر کلیڈ اسٹور اور ان کے ہم مشرب اسلام کو ظلم و فساد کا سرچشمہ بتلاتے تھے، اور اعلان کر رہے تھے کہ کسی اسلامی حکومت سے امن و نظام اور اجراء اصلاحات کی امید رکھنا بالکل جذو ہے۔

سرچرچہ ورتہ عرصے تک ٹیونس میں رہا تھا، اس سے پہلے دمشق میں بھی انگریزی قنصل تھا، شام کے مختلف شہروں میں سالہا سال بسر کیے تھے، علماء اسلام سے اس کی صحبتیں بھی تھیں، عربی زبان پر اس کی نظر تھی، اس نے یہ حالت دیکھ کر ایک مبسوط تحریر ”اصلاح اور اسلام“ کے موضوع پر لکھی، اور اس کو سرکاری طور پر لازم بینکس فیلڈ وزیر خارجہ برطانیہ کے سامنے پیش کیا۔ چنانچہ سنہ ۷۸ - میں یہ دوری تحریر بلورک کی صورت میں شائع کر دی گئی۔

اس زمانے میں اس کا عربی ترجمہ ممالک اسلامیہ میں شائع ہوا تھا، اسی کی نقل ہے، جسے الاسلام والاصلاح کے نام سے (شیخ محب الدین خطیب) ایڈیٹر الموید نے اپنے دیباچے کے ساتھ شائع کیا ہے۔

اس رسالے کے مضامین اس قدر اہم اور ضروری ہیں کہ ہم چاہتے ہیں، ان کا اقتباس اردو میں بھی شائع ہو جائے، چنانچہ ایک ٹکڑہ آج شائع کرتے ہیں۔ اصل رسالہ ”کتاب خانہ علوم اسلامیہ“ علی گڑھ سے ملاحظہ کیا گیا ہے۔

مائی لارڈ! میں آپ سے چند ایسے ملاحظات کے عرض کرنا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں، جن کا تعلق ان انتظامی اصلاحات سے ہے جو دولت عثمانیہ میں جنگ کریمیا کے بعد عمل میں آئی ہیں۔ اس مختلف فیہ موضوع کے باب میں جرات اظہار رائے کی معذرت کیلئے یہ کہنا کافی ہے کہ میں تمام برطانوی قنصلوں میں سب سے پرانا قنصل ہوں۔ مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں دولت عثمانیہ کے ماضی اور حال میں فرق بیان کروں، تاکہ وہ اہم اصلاحات جو اس نصف صدی کے اندر عمل میں آئی ہیں بخوبی روشن ہو سکیں۔

اس نصف صدی میں مجھے مشرق سے تعلق رہا ہے، اور اس کے مختلف الجنس والہ باشندوں کے حالات سے باخبر ہونے کا موقع ملا ہے، اسلیے ان کے گذشتہ اور موجودہ حالات میں فرق بیان کرنا میرے لیے آسان ہے۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ اصلاحات کے خلاف ہے اور اسلیے دولت عثمانیہ ان کی بابت اپنے وعدے پورے نہیں کر سکتی میں نے اسی رقم کے دفع کرنا کیلئے کسی قدر تفصیل سے اصول اسلام اس رپورٹ میں بیان کیے ہیں۔

اسلام اور مدنیہ

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام ذمی اور مسلم میں مساوات کے برخلاف ہے، وہ اسباب مدنیہ و ترقی کے ساتھ ساز نہیں

کر رہی ہے، مگر ہم ہندوستان میں تمام عیسائیوں سے دوستی و حسن معاملہ کے ساتھ پیش آئیں گے، اور انکو اپنا دشمن نہیں سمجھیں گے، کیونکہ یورپ کی مذہب نہیں، مگر خدا نے ہم کو ایسا ہی حکم دیا ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ بلقان کی مسیحی سازش اور انکے یورپین پس پردہ معاون، محض ظلم و عدوان سے ہم پر حملہ آور ہیں، مگر ہم ہندوستان میں کسی یورپین کو، حتیٰ کہ کسی بلغاری یا سروین کو بھی تیز نظر سے نہ دیکھ سکیں گے، کیونکہ اس نے اسلام کے مقابلے میں تلوار نہیں اٹھائی ہے۔ اور اگر ہم میں سے کوئی اسکے خلاف کریگا، تو وہ حسب تعلیم قرآن خدا کی نظر میں مبغوض، اسکی محبت سے محروم، اور سب سے بڑھتر یہ کہ مسلمان نہوگا۔

پھر ہمکو ہمارے مخاطبین صاف صاف بتادیں کہ ان دونوں صورتوں میں سے وہ کونسی صورت پسند کرتے ہیں؟ جنگ مدنی یا جنگ دینی؟ قتل و حرب، یا قتل جہاد؟ اگر جہاد کا لفظ آنا و خرس نہیں آتا، تو اعلان کر دیں تاکہ ہم بھی حرب دینی کو چھوڑ کر یورپ کے مدنی جنگ کو سیکھنے کی کوشش کریں۔

جنگ پر ایک جرمن جرنیل کے خیالات

— * —

جرمن میجر جنرل امہاف پاشا، سابق لغتات جنرل افواج ترکی، نے ایک سوال کے جواب میں مندرجہ ذیل رائے ظاہر کی ہے۔ ”ترکی افواج کے سپہ سالار اعظم ہر ایک سیلنسی ناظم پاشا ایک نہایت ہی صاحب تدبیر اور روشن دماغ آدمی ہیں۔ وہ نہایت ہی اطہیزان اور سکون کے ساتھ جنگی تیاریوں کو عمل میں لاتے ہیں قبل از وقت فیصلوں سے وہ ہمیشہ احتراز کرتے ہیں۔

ناظم پاشا اپنے دستوں کو ایڈریا نپل کی نواح میں مجتمع کر رہے ہیں۔ انکی سب سے بڑی کوشش افواج کو ایک مقام پر لاکھڑا کرنا ہے۔ اپنی جمیعت کا کثیر حصہ وہ ایڈریا نپل اور فرق قلعہ کے قریب بلغاری افواج کی مزاحمت و مدافعت کیلئے رکھیں گے۔

”مقدونی جنگی مرکزوں کے واقعات کو میں ہرگز بنظر استحصاں نہیں دیکھتا اور نہ ہی انکی کوئی وقعت میری نظر میں ہے۔ موجودہ فتوحات بھی حقیقت میں آئندہ پیش آئیوالے بڑے بڑے واقعات کا پیش خیمہ ہیں۔ جہاننگ بجے علم ہے اب تک ترک محض مدافعت کرتے رہے ہیں۔

اسوقت تک ترکی فوج ہرگز حملے کا پہلو نہ لیگی۔ اب سب سے زیادہ ضروری واقعہ جسکا ہم انتظار کر رہے ہیں ایڈریا نپل کی جنگ ہے۔ اسکے فیصلہ کے بعد معاملات کی صورت پر ایک قطعی رائے قائم کرنا ہی مجاز ہوئے گا۔“

[ایڈریا نپل پر ترکوں کی عظیم الشان فتح کا مژدہ ناظرین ۹ اکتوبر کی تاریخ میں سن چکے ہیں۔ اب جرمن موصوف کی رائے کے مطابق جنگ کا جو فیصلہ ہوگا وہ ظاہر ہے۔ اور یوں انجام کار تو خدائی کے ہاتھ میں ہے]

سودان کے فاتح کو کرنا پڑا تھا۔ یہ سب کچھ ہو سکتا ہے، کیونکہ مسلمانوں کے آگے پھر ایک ”مدنی جنگ“ ہوگی نہ کہ دینی۔ لیکن اگر ہم نے موجودہ اڑائیوں کو قتل دینی سے تعبیر کیا، اور اسکو (بوغم یورپ) ایک حرب دینی قرار دیا، تو پھر معاً ہمارے ہاتھ بندھ جائیں گے، ہماری تلوار مقید ہو جائے گی، اسکی خرد مختاری اڑ بے روک ازادی قائم نہیں رہے گی، کیونکہ اسکو حکم قرآنی کی سلطنت کے ماتحت ہو جانا پڑے گا، جو کہتا ہے کہ:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اللَّهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ سَبِيلِ اللَّهِ سَبِيلِ اللَّهِ
الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَمَارَے مَقَاتِلَہ کیا ہے۔ اور زیادتی
تَعْلَمُوا ان اللہ مت کر اللہ تعالیٰ ظلم و زیادتی کرنے والوں
لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِلِينَ کو دوست نہیں رکھتا۔

پس ہمارے لیے معصیت ہو جائے گا، ہم اپنے خدا کی نظروں میں مبغوض ہو جائیں گے، اگر ان لوگوں کے سوا جو مسلمانوں کے مقابلے میں صف آرا ہیں، کسی دوسرے غیر مسلم کو اپنا مخالف سمجھیں گے، اور کوئی ادنیٰ قسم کا بھی نقصان پہنچائیں گے۔ کیونکہ پھر ہماری تمام جنگ ”الذین یقاتلونکم“ میں محدود و مقید ہو جائے گی۔ قرآن نے ہم کو حکم دیا ہے کہ:

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ
الَّذِينَ لَمْ يِقَاتِلُواكُمْ فِي
الدِّينِ، وَلَمْ يَخْرُجُواكُمْ
مِنْ دِيَارِكُمْ، اِنْ تَبَرُّوْا
هَمْ وَتَقْسَطُوا اِلَيْهِمْ، اِنْ
اللَّهُ يُحِبُّ الْمُقْسَطِينَ
اِنَّمَا - يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ
الَّذِينَ قَاتَلُواكُمْ فِي
الدِّينِ، وَاَخْرَجُواكُمْ مِنْ
دِيَارِكُمْ، وَظَاهَرُوا عَلَى
اِخْرَاجِكُمْ، اِنْ تَوَلَّوْا هُمْ
وَمِنْ يَتَوَلَّوْهُمْ فَاُولَئِكَ
هَمْ الظَّالِمُونَ (۳۰ : ۶۰)

جن لوگوں نے تم سے دین کیلئے جنگ نہیں کی، اور تم کو گھروں سے نہیں نکالا، اللہ اس سے نہیں روکتا کہ تم انکے ساتھ احسان اور بھلائی کرو، اور انصاف کے ساتھ پیش آؤ، کیونکہ اللہ عدل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ اللہ تو تم کو صرف انہی لوگوں سے میل و ملاپ رکھنے کو روکتا ہے جنہوں نے تم سے مقابلہ کیا، اور تم کو گھروں سے نکالا، یا تمہارے دشمنوں کی مدد کی۔ بیشک جو شخص ایسے لوگوں سے دوستی کرے گا، اسکا شمار مسلمانوں پر ظلم کرنے والوں میں ہوگا۔

پہلی آیت میں نہیں کی نفی کر دی گئی تھی کہ غیر معارب جماعتوں سے (اگرچہ وہ معارب جماعتوں کے ہم جنس و ہم مذہب ہی ہوں) دوستی و حسن معاملہ سے نہیں روکا جاتا، لیکن پھر اسکو بھی اظہارِ رافت و رحمت کے لیے کافی نہیں سمجھا، اور دوسری آیت میں مکرر نہی کا حصر کیا گیا، تاکہ مطلب واضح نہ ہو اور حکم بالکل غیر مشتبہ ہو جائے۔ ”اِنَّمَا“ حصر کیلئے تھا، مگر ”فَاُولَئِكَ هَمْ الظَّالِمُونَ“ بھی افادہ معنی حصر کرتا ہے۔

پس اگر ہمارے سامنے ایک ”حرب دینی“ ہوگا، تو ہمارے لیے حال ہو جائے گا کہ فریق جنگ کے اعمال کا انکی پوری جنس اور قوم کو ذمہ دار سمجھیں۔ اس صورت میں ہم ”متمدن“ نہونگے، بلکہ ”مسلمان“ ہونگے، اور ہمارے تمام اعمال تابع اسلام ہو جائیں گے۔ ہم دیکھیں گے کہ طرابلس میں ایک مسیحی قوم ہم پر ظلم و ستم

بقیہ

تقریر ”مسئلہ اسلامی“ پر

— * —

جو ۲۷ اکتوبر کو ایڈیٹر الہلال نے نکتہ میں کی

— * —

(۲)

— * —

حضرات !

وہ قوم جسکا ظہور تیرہ سو برس ہوئے ”مکہ“ نامی ایک جزیرہ
نے ہوا تھا اور جو اسلام کے لقب سے پکاری جاتی ہے، اسکا عقیدہ
تو یہی ہے، جسکو میں نے بیان کیا، لیکن بدبختی سے ایک دوسری
دوم بھی ہم میں موجود ہے، جو اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتی۔
یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے اپنی دنیوی عزت و شوکت کا جوا
دھپلا ہے، اور اسکے لیے ملت و مزار کو ایک باریجہ بنالیا ہے۔
ہوئے نفس جنکا اللہ ہے، حکام و اہل جاکے مہربان ہیں، درہم و دینار
جنکا قبلہ ہے، غلامی و تعبد جنکی سرپرست ہے، جو قریش، مکہ کے
صامت و ساکن بتوں کی جگہ سمندر پار سے آنے والے متحرک بتوں
کو پوجتے ہیں، جو وحی الہی کی جگہ سمانے شملت اثرات ہوتے
حکام و فرماؤں کو اپنی کذاب و سنت یقین کہتے ہیں، اور جنکے
قارب ”اصابع الرحمن“ کی جگہ ”اصابع الشیطان“ میں ہیں۔
(یقلبہا کیف یشاء) غرضکہ : الدین یساعون الحیۃ الدیۃ علی
الآخرہ، و یصدرون عن سبیل اللہ، و یبغونها عرجاً، اولئک فی ضلال
بعید (۴۰:۱۰)۔

تو اے حضرات ! اس قوم کے عقیدے میں ”پان اسلام ازم“
یا ”اسلام کا بین المللی اتحاد“ ایک کفر صریح ہے۔ خلافت اسلامی
دینی شے نہیں، مسلمانان ہند کو ترکوں سے کوئی تعلق نہیں، انکو اپنی
”خلافت راشدہ“ کے سوا اور کسی طرف گوشہ چشم سے بھی نہیں
دیکھنا چاہیے، اگر ایسا کریں تو فرض اطاعت اولوالامر کی خلاف
ورزی کے مجرم - نہ کہ فتح پر تبریک و تهنیت کا تار دینا داخل
”خفیۃ الحکمتی“ اور بغیر انکے معبودان کو نہیں کی اجازت کے
قطعاً حرام و معصیت، یہ لوگ یورپ کے ان شیاطین سیاست کے
ہاتھ میں جو خلافت اسلامیہ کے بین المللی اثر کے مٹانے کیلئے
تیس برس سے اپنا مشن پھیل رہے ہیں، ایک الہ عمل رہے ہیں،
اور ہمیشہ دنیا کو اسکا یقین دلایا ہے کہ مسلمانان ہند کو خلافت
اسلامی اور ترکوں کے بقا و فناء سے کوئی تعلق نہیں۔

حالانکہ جسوقت اپنے معبودان باطل کے آگے ان لوگوں کی زبان و
ہم سے یہ جملے نکل رہے تھے، یقین کیجیے کہ اس وقت اللہ اور اس
مذکرہ کی لعنت اور پھٹکار ان پر نازل ہو رہی تھی، کیونکہ اسطرح
بے تعلقی ظاہر کر کے یہ اس رشتے کو کاٹ رہے تھے، جسکو خدا نے
ابراہیم و محمد (علیہما الصلوٰۃ والسلام) نے تمام دنیا کے مسلمانوں میں
وائم کر دیا ہے، اور گویا اس پر اپنی رضا و مسرت ظاہر کرتے تھے، وہ
لاکھوں مسلمان، جو اس آخری وقت میں کلمہ توحید کی حفاظت
کر رہے ہیں، صلیب پرستوں کی تلواروں سے فنا کر دیے جائیں - یہ
اللہ اور اسکے رسول کو اذیت دیتے تھے، کیونکہ مسلمانوں کی اذیت
پر خورش تھے، اور مسلمانوں کی اذیت پر خورش ہونا عین اللہ اور
اسکے رسول کی اذیت پر خورش ہونا ہے :

ان الذین یؤذون اللہ - جو لوگ اللہ اور اسے رسول
و رسالہ، لعنہم اللہ - کو اذیت دیتے ہیں، دنیا اور آخرت
می الدنیا والآخرہ - میں اللہ نے ان پر لعنت کی اور

واعاد لہم عذاباً - انکے ایسے ایک ذلت بخش عذاب
طیار کر دیا گیا ہے۔ (۵۸:۳۳)

اب زمانے نے پلٹا دیا ہے، زمین اور آسمان، دونوں طرف سے
تازہ ہاتھ عذاب ان پر پڑ رہے ہیں، اسلئے گودل نہ ہلے ہوں، مگر
زبانیں کچھ کچھ ہلنے لگی ہیں - اب ترکوں سے اسقدر بے مہربانی
ظاہر نہیں کی جاتی، خلافت اسلامی کا نام آئے ہی اس سے انکار
تیری کے تار ”پائیر“ میں نہیں بھیجے جاتے، مدت سے کوئی
پمفلت بھی مسئلہ خلافت پر شائع نہیں کیا گیا ہے، رزولیشنوں کے
پاس کر دینے سے بھی چنداں انکار نہیں ہے، بعض اصحاب کی تو
بظاہر اسدرجہ قلب ماہیت ہو گئی ہے کہ عذیبہ ترک و مجروحین کے
ایسے چندے میں بھی شرکت کر رہے ہیں، تاہم ہم کو معلوم ہے کہ
اس انقلاب حالت کی اصلی علت کیا ہے؟ اور انکے ظاہر اور باطن
میں باہم کیا ربط ہے؟

واذا لقوا الذین یہ منافق جب مسلمانوں سے ملتے ہیں، تو کہتے
امنوا، قالوا آمنا، ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، لیکن جب اپنے
واذا خلوا الی شیطانوں کے پاس تدبائی میں جاتے ہیں، تو
شیاطینہم قالوا انا کہتے ہیں کہ دل سے تو ہم تمہارے ہی ساتھ
معکم انما نحن ہیں، ظاہری کارروائیاں جسقدر ہماری ہیں
مستہزون (۱۳:۲) وہ ایک تمسخر و دل لگی سے زیادہ نہیں -
اللہ یتستہزی بہم و یمدهم فی طغیانہم یعمہون -

اے اخوان ملت ! آج وقت آگیا ہے کہ دلوں پر سے پردے اٹھ
جائیں اور کفر اور ایمان میں تمیز ہو جائے - یقین کیجیے، نہ یہ
ایک سب سے بڑی اور شاید آخری ابتلائے عظیم ہے، جو صرف
اسلئے ہے کہ اللہ مدعیان ایمان کو آزمانا چاہتا ہے :

و انبلونکم حتی نعلم المجاہدین اور اللہ تم کو آزمائے گا، یہاں تک
منکم و الصابریں منکم کہ سچے مجاہد اور صابر، جہوتوں
سے الگ ہو جائیں - (۲۰:۴۰)

آج وہ دن آگیا ہے، جب مسلمانوں کے دل پہلوڑ دی جگہ انکے
چہروں پر آجائیں گے - جبکہ یا تو دلوں کی سیاہی سے انکی پیشانیوں
بھی تاریک ہو جائیں گی، یا دل کی ایمانی روشنی انکی پیشانی
پر چمکنے لگے گی :

یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ، جبکہ یا تو چہرے چمک
اٹھیں گے یا سیاہ پڑ جائیں گے - یہ
اسودت و جبرہم، جن لوگوں کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے،
انہم بعد ایمانکم، وہ لوگ ہونگے، جنہوں نے ایمان
لانے کے بعد انکار کیا، اور انکے لیے بھی
عذاب ہوگا - جس سے وہ انکار کیا کرتے
ابضت وجوہہم، تم اور جن لوگوں کے چہرے چمکنے لگیں
ہیں رحمة اللہ ہم، انکے لیے اللہ کی رحمت کا آشیانہ
ہوگا، جسمیں ہمیشہ کیلئے انکو جگہ
مل جائے گی - (۱۰۲:۳)

یاد رکھیے کہ خدا تعالیٰ اپنے کلمہ توحید کی حفاظت کیلئے
ہم مسلمانوں کی اعانت کا محتاج نہیں ہے، بلکہ ہم اسکے فضل کے
محتاج ہیں - اس تیرہ سو برس کے اندر اسلام میں کتنی قومیں آئیں
اور اپنی اپنی باری سے اسلام کی حفاظت کا فرض ادا کر گئیں - اور
اس آخری آزمائش میں بھی ہم پورے نہ اترے، تو کیا عجب ہے
کہ قدرت الہی اپنے دین میں کی حفاظت کے لیے دوسروں کو
چن لے، اور ہم کو اسی طرح اپنے دروازے سے مطہر و مردود کر دے -
ن طرح ہم سے پہلے بہت سی قومیں ہو چکی ہیں :

با اینہم مخالفین دولت عثمانیہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تجویزیں اب تک بار آور نہیں ہوئیں اور اس ناکامی کی وجہ شریعت اسلامیہ کو قرار دیتے ہیں۔ اس لیے یہاں قدر تا در سوال پیدا ہوتے ہیں۔

- (۱) دولت عثمانیہ کے مجوزہ اصلاحات شریعت اسلامیہ کے موافق ہیں یا نہیں؟
(۲) دولت عثمانیہ نے اصلاحات کی بابت اپنے وعدے پورے کئے یا نہیں؟
اسلام اور اصلاح

سب سے پہلے ٹیونس کے شیخ الاسلام کے فتوے کا ذکر کرنا چاہتا ہوں علامہ احمد بن الجوفہ ایک وسیع النظر ماهر اصول فقہ زمانہ شناس عالم اور ٹیونس کے شیخ الاسلام ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ وہ کبھی اسے فتوے کے لکھنے اور اسکو جرائد عربیہ میں شائع کرنے کی جرأت نہیں کریں گے جو اصول شریعت اسلامیہ کے خلاف ہوگا۔ یہ فتویٰ جسکا میں نے ابھی ذکر کیا، شیخ موصوف کا ہے۔ وہ اسمیں اولاً ان جہال پر افسوس کرتے ہیں جو احکام شریعت کے خلاف حکم دیتے ہیں اسکے بعد لکھتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ کا ام الاصول ”الامر بالمعروف والنہی عن المنکر“ ہے۔ حفظ مصالح، تائید حق، اور کف نفس میں معارفت و مساعدت مسلمانوں کے فرائض میں سے ہے۔ شیخ موصوف نے جہاں امام کے حقوق اور اسکے فرائض کا ذکر کیا ہے وہاں لکھتے ہیں کہ ”شریعت نے امام کے تمام احکام کے ساتھ مصلحت عامہ کی قید ضروری لگادی ہے۔ امام و حکم جو مصلحت عامہ کے خلاف ہو شریعت کی رو سے نا اہل ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نکتہ چینی جائز ہے اور مشورہ کی ضرورت ہے۔ اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے ”ولکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر“ اس کے بعد آگے چلکر شیخ موصوف لکھتے ہیں۔ ”اگر زمینوں میں ایسے اشخاص ہیں جو قابل وثوق ہوں، جنکے علم، دیانت اور خلوص خدمت پر اعتماد کیا جاسکے، تو انکو مشیران دولت میں داخل کرنے سے امام کو کوئی امر مانع نہیں ہے۔ اسکے بعد شیخ موصوف نے بہت سی آیات نقل کی ہیں جن سے حقوق زمینیں واضح ہوتے ہیں پھر لکھا ہے :

جو شخص اعلان نظر سے ان آیات کو پڑھیں، اس پر یہ ثابت ہوگا کہ امام کو اہل رائے کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اور اپنی مجالس میں بار دینا چاہیے۔ اگر زمینوں میں ایسے اشخاص ہوں جو وطن کی مدافعت میں مسلمانوں سے زیادہ قریبی ہوں، یا کسی دوسری شے میں مسلمانوں سے زیادہ واقف ہوں، تو امام کو انکی راہوں سے مستفید ہونا چاہیے، ایسے لوگ اگر اپنی قوم کے مصالح و حقوق کیلئے اپنی قوم کی طرف سے نیابت ہماری مجلس میں آئیں، تو کیا حرج ہے، بلکہ ایسے لوگ اگر مسلمانوں کے نائب ہوں، اور انکے حقوق کی مدافعت کریں، تو اسمیں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

شیخ موصوف نے ان اقوال کی تائید صاحب الشریعہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرۃ سے کی ہے، اسکے بعد وہ زمینوں کے حقوق کو بیان کرتے ہیں جو مسلمانوں پر واجب ہیں۔

(باقی آئندہ)

ایکے مقرر کیے گئے تھے، (ینگ چری) ان والیونکی نگرانی کرتے اور خود انہی نگرانی علما کرتے تھے۔

یہ والی اپنی کمزوری کی وجہ سے اعیان شہر سے ساز کرنے لگے۔ انکے مقاصد کے حصول میں معارف اور انکے دسائس و جرائم میں شریک ہونے لگے، باب عالی کو عہدہ داران حکومت میں سے جو جولوگ اطلاعات دینے کا حق رکھتے تھے، وہ یہی والی تھے، مگر وہ کس طرح اصلی حالات سے حکومت کو مطلع کرسکتے تھے، اس لیے حکومت سرحدات کے اصلی حالات سے ہمیشہ بے خبر رہی، لیکن با اس ہمہ عیسائی اپنے فرائض مذہبی نہایت آزادی سے ادا کرتے تھے، بجز اسکے کہ اگر کہیں گرجا بنانا چاہتے تھے، تو پہلے باب عالی سے اجازت و فرمان حاصل کرنیکی ضرورت ہوتی تھی، در سربس تک یہی حالت رہی، اس اثنا میں تمام محکموں کی حالت نہایت ابتر ہوگئی، رشوت ستانی اور طوائف الملکی کی گرم بازاری ہوگئی، اور بالآخر حکومت خواہش پرستی اور خود کامی کا شکار ہوگئی۔

آغاز اصلاح

سلطان سلیم ثالث نے جسوقت زمام سلطنت ہاتھ میں لی اسوقت ملک کی حالت اسدرجہ ابتر تھی کہ انقراض سلطنت کچھ دور کی بات نہ تھی۔ سلطان موصوف نے بہت جلد ملک میں نئے انتظامات رو شناس کردئے ہوئے، اگر نیک چری سنگ راہ نہ ہوگئے ہوتے۔ ”ینگ چری“ کے غیظ و غضب اور جمع کید کے جرنیال ہوتے رہے معلوم ہیں، انکے بعد سلطان محمود ثانی آئے۔ خدا نے انکو ”ینگ چری“ کے شیرازہ کے برہم کرنیکی توفیق دی۔ انہوں نے باقاعدہ فرج کی بنیاد ڈالی۔ سرکش رجال ”دہرہ بک“ کو منقاد کیا۔ سرداروں کے ”تیمار“ کو موقوف کیا۔ سلطان محمود در حقیقت اس باب میں نہایت خوش نصیب تھے، کیونکہ یہ سردار بسا اوقات والیوں سے ملجائے تھے اور حکومت کی نافرمانی اور بغاوت میں مدد دیتے تھے۔ سلطان محمود ثانی کے بعد سلطان عبدالعزیز آئے۔ انہوں نے اعلان شاہی شائع کیا۔ یہ اعلان قصر سلطانی میں پڑھا گیا۔ اس اعلان میں منجملہ دیگر امور کے یہ بھی تھا کہ۔

- (۱) تمام فیصلے علانیہ ہونگے۔
(۲) ان فیصلوںکا اجرا یا تدریج قسطنطنیہ میں ہوگی۔
(۳) سزائے موت بغیر باب عالی کی اجازت کے کسی حالت میں نافذ نہ ہوگی۔

(۴) عہدہ داران حکومت میں سے جو شخص ان قواعد کی خلاف ورزی کریگا، نہایت سخت سزائیں کا مستوجب ہوگا۔

مجھے اس اعلان کے متعلق زیادہ تفصیل سے لکھنے کی ضرورت نہیں، بلکہ صرف اسقدر کافی ہے کہ خورنیزی کا انسداد، جان، مال، اور آبرو کی حفاظت، ضروری انتظامات کا اجرا، سیاسی آزادی میں توسیع، عہدہ داران حکومت سے باز پرس، قرعہ عسکری، سرکاری اموال کی تحصیل، اور بموجب احکام شرع کے انکی تقسیم، یہ اسی فرمان کے نتائج تھے۔

اکثر لوگوں نے اس فرمان کا استقبال نہایت درجہ مسرت کیساتھ کیا، مگر جو لوگ کہ گذشتہ بد نظمیوں سے فائدہ اٹھانے کے عادی تھے، انکو سخت ناگوار ہوا اور انہوں نے خردہ گیری شروع کردی۔

ہم جب ان طویل اور مستمر کوششوںکو سونچتے ہیں، جو متمدن اقوام نے اصلاح ادارات اور حسن انتظام کے حاصل کرنے میں کی ہیں، تو ہم کو اس امر کچھ تعجب نہیں ہوتا کہ دولت عثمانیہ میر یہ امور دفعۃً کریں نہ مجرد ہوگئے۔



مراۓ

سکریٹری مسلم یونیورسٹی کمیٹی

کی خدمت میں کھلی چٹھی

مجزوہ مسلم یونیورسٹی کے چارٹر کی نسبت گورنمنٹ کے اراکین کی مکمل شہرت ہو چکی ہے۔ امت مرحومہ میں جو ناامیدی گورنمنٹ کے مصدرہ حکم سے پھیلی ہے، اس کا احساس مجھے بھڑکے بہت کم لوگوں کو ہوا۔ یہ ایک ”فیصلہ شدہ“ امر ہے کہ گورنمنٹ

خبر نہیں، ہاں اس قدر ضرور ہے کہ ترک بیچارے چاروں طرف سے اعدا کے نرغے میں ہیں۔ بدین وجہ میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ ترک بیواؤں اور یتیموں سے زیادہ اس رویے کا مستحق اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ یہ بالکل بجا ہے کہ یونیورسٹی کی اساسی کمیٹی کو کوئی حق زر عامہ کو خود بخود اس طرف خرچ کو دینے کا نہیں ہے اور میں اس اعتراض سے جو اس صورت میں پیدا ہوا، ناواقف نہیں ہوں لیکن اس مشکل کا حل بہت مشکل نہیں ہے۔ ایک خاص

فجائبات

یونیورسٹی

- * مایوس گو ترقی قومی سے میں نہیں
- * رائیں تمام کچ ہیں، خیالات سب غلط
- * یہ تیس لاکھ قوم نے جو کر دیے عطا
- * لیکن یہ گفتگو جو نئی چھوڑ گئی ہے اب
- * الحاق کی جو شرط نہ منظور ہو سکی
- * لبریز ہے تصور باطل سے ہر دماغ
- * اب اس طرح سے چلتی ہے ایک کی زبان
- * دو کوزیاں بھی جسے ندیں آج تک کبھی
- * لیکن ابھی تلک تو یہ سوداے خام ہے
- * کم کردہ نجات ہر اک خاص و عام ہے
- * بے شبہ عزم و ہمت عالی کا کام ہے
- * یہ باعث تباہی ناموس و نام ہے
- * اک غلغلہ ہے، شور ہے، غوغا علم ہے
- * ہر سینہ عزم کا، ہوس ہلے خام ہے
- * گویا کہ نوالفقار علی بے نیام ہے
- * اس کی بھی نیند جوش جنوں میں حرام ہے

- * اک غلغلہ بپا ہے کہ الحاق جب نہیں
- * اسلام کے جو نام سے بھی مقسم نہ ہو
- * ”مسلم“ نہیں تو جامعہ قوم بھی نہیں
- * چندے لیے گئے تھے اسی شرط پر تمام
- * یہ درس گاہ خاص نہ تھا، مدعا قوم
- * پھر کس بنایہ جامعہ قوم نام ہے
- * اس کو تو دور ہی سے سارا سلام ہے
- * پھر کیوں یہ شور و غلغلہ و اہتمام ہے
- * یہ نقص عہد ہے کہ جو شرعاً حرام ہے
- * یہ وہ مقام ہی نہیں جس کا یہ نام ہے

- * ان اہل ان قوم کو سمجھائے یہ کوئی
- * جس کی بنا تمام ہے تقسیم کر پیر
- * عالم میں ہیں ہر اک کے فرائض جدا جدا
- * ہے مقتدی کا فرض فقط امتثال امر
- * تھا قوم کا جو فرض وہ تھا بس عطا زر
- * یہ بارگاہ خاص، نہیں مجلس عوام
- * مخصوص ہیں مناصب خدام بارگاہ
- * عالم کے کرو بار کا اک انتظام ہے
- * یعنی ہر ایک شخص کا اک خاص کام ہے
- * یہ مسئلہ مساعہ خاص و عام ہے
- * ارشاد و حکم، منصب خاص امام ہے
- * آگے مقتدیس علی گتہ کا کام ہے
- * سمعاً و طاعتاً! یہ ادب کا مقام ہے
- * تم کون ہو جو تم کو یہ سوداے خام ہے

(رمز)

عرضداشت جملہ معظیروں کی خدمت میں روانہ کیجائے، جس میں ان سے یہ بات دریافت کیجائے کہ آیا وہ اس رویہ کو ترکوں کی میں خرچ کرنا چاہتے ہیں یا نہیں؟

جہانگ میرا تعلق ہے میں کمیٹی کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ فی الفور میری رقم رائلٹ انریبل سید امیر علی حضور راجسرای کی خدمت میں بھیج دے۔ اگر کوئی ایسا مبارک رقم آئے کہ گورنمنٹ ہم کو ہماری پیش کردہ شرائط پر یونیورسٹی دینے منظور کرے، تو میں اپنی رقم کو دے کر دینے کا اقرار کرتا ہوں۔ نیازمند ایم۔ اے۔ - س۔ بادشاہ (مدرس)

دسی صورت میں ہم کو ہمارے حسب منشا اور ہماری پیش کردہ قیود کے موافق یونیورسٹی دینے پر آمادہ نہیں ہے، لیکن شرائط قرار دادہ گورنمنٹ ہم کو منظور نہیں ہیں۔ میں ملت کے اس طبقہ میں سے ہوں، جس کا خیال ہے کہ یونیورسٹی (ان شرائط پر) مرکز ملی اغراض کیلئے کوئی مفید ہے نہیں ہو سکتی۔ نیز اکثر مسلمانوں کی بھی اب یہی رائے ہو گئی ہے کہ ایسی یونیورسٹی مرکز نہ لینی چاہیے۔ میں اپنے ان برادران ملت کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جو اپنی شریف بیوریں اور معصوم بچوں کو بے آسرا چھوڑ کر اپنی جائیں فقط مالت کیلئے لڑ رہے ہیں۔ نتائج جنگ کی ترسینگو

عزیز! جان دینا تو اسلام کا وہ پہلا عہد ہے جس کے بغیر وہ کسی ہاتھ سے اپنے ہاتھ میں نہیں لیتا !

ان اللہ اشتري من یوشک اللہ نے مومنوں کے فانی جان المومنین انفسهم و مال کو خرید لیا ہے تاکہ اسکی و اموالهم بان لهم قیمت میں جنت کی باقی اور دائمی الجنتہ () زندگی عطا فرمائے

اے عزیزان غیور! مال و متاع دنیوی کا جو حال ہے وہ کس کی نظر سے پوشیدہ ہے؟ کون ہے جس نے اپنی زندگی میں دولت و جاہ کے فناء عاجل کے درچار تماشے نہیں دیکھے ہیں؟ رہی جان، تو وہ بھی ایک ایسی جنس فانی ہے جو رہنے کیلئے نہیں بلکہ جانے ہی کے لیے ہے۔ آپ دیں یا گئیں، یونے والا ایک دن لے ہی کر چھوڑے گا۔ پھر جو چیز رائگاں جانے والی ہے اے اگر اے دیکر مفت کا احسان اپنے دوست کے سر رکھ سکیں، تو اس سے بڑھ کر اور کونسا سودا ہو سکتا ہے؟

جان بچائیں وہ، وگرنہ از تو بستاند اجل

خود تو منصف باش اے دل ایس بکن یا ان بکن

یا ایہا الذین آمنوا اے مسلمانوں! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ جب تم مالکم اذا قیل لکم انفروا سے کہا جاتا ہے کہ راہ خدا میں نکل کھڑے ہو، تو تم زمین پر دھیر ہو جاتے ہو؟ کیا تم نے فی سبیل اللہ اناقلتم الی الارض ارضیتکم آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی ہی پر قناعت بالحدیۃ الدنیا من الاخرة؟ فماتم متاع الحیاة کر لی ہے؟ اگر یہی بات ہے تو یاد رکھو، آخرت کی دائمی نعمتوں کے مقابلے میں الدنیا فی الاخرة الا دنیا کا مال و متاع بالکل ہیچ ہے۔ اگر تم قلیل - الا تنفروا یعد حکم عذاباً الیما و یستبدل قوما غیرکم ر لا تضرہ شیئاً ان اللہ علی کل شیء قدیر - (۳۸: ۹)

اقرار حق و داد شجاعت عثمانی

بیرلوتی فرانس کا مشہور نا ولسٹ اور ادیب، آجکل امریکا میں مقیم ہے۔ وہیں سے اس نے اخبار طان میں یورپ کے نام ایک چٹھی شائع کی ہے۔ جس میں لکھتا ہے:

سنہ ۱۸۷۰ع میں الجزائر کے عربوں نے ہمارے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ ان کے مطالبات بالکل ناجبہ تھے۔ یہ بغاوت اس عظیم الشان حریت کا پیش خیمہ تھی جو جنگ ختم ہونے کے بعد پھر پیدا ہوئی۔ ترکی پر اطالیہ کے حملہ سے اس طرح فائدہ اٹھانا کہ عین جنگ کی حالت میں حملہ کر دینا ریاستہائے بلقان کو کسی طرح زیبا نہ تھا۔

میرا یہ اعتقاد ہے کہ انکا یہ حملہ بڑی اور کمینہ پس کی آلتھائی مثال ہے۔ میں انکو ایسے بہبودوں سے تسخیر دیتا ہوں جو شکار کو زخمی دیکھ کر اس پر قوت پڑتے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ ان جنگ بلقان نہ شروع ہو گئی ہوتی تو اطالیہ مدافعیوں کے علی الرشد ساحل طرابلس پر سیادت حاصل کرتے میں کامیاب نہ ہوتی۔

در حقیقت اس وقت یورپ کے مدعیان مسیحیت کا فرض تھا کہ عثمانی شجاعت کے احقرام کیلئے بیچ میں پڑتے۔ یہ علحدگی کی پالیسی یورپ کے دامن پر ایک سیاہ داغ ہے جو کبھی مٹ نہیں سکتا۔ بیشک عثمانیوں نے اپنی بسالت و شجاعت کی بدولت اس جنگ میں فخر کے گراں بہا ناج حاصل کیے ہیں۔ یہ راسے صرف میری ہی نہیں ہے بلکہ اکثر فرانسیسوں کا یہی خیال ہے۔

یا ایہا الناس : اے لوگو! تم اللہ کے دروازے کے فقیر انتہم الفقراء الی اللہ و سائل ہو، اللہ تو تمہاری مدد سے واللہ ہو الغنی الحمید بے نیاز ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم سے ان یشاء ینذہبکم اپنا رشتہ کاٹ لے، اور ایک دوسری ریات بخلق جدید ما ذالک مخلوق پیدا کر دے، اور اس کے لئے یہ علی اللہ بعزیز (۱۷: ۳۵) کچھ مشکل نہیں ہے

اللہ کے عجائب کار و بار قدرت کے یہ تماشے پہلے ہی دن سے ہیں، کیا نہیں دیکھتے کہ اُس نے مکہ کی سرزمین کو سرزمین مکتوب ہوئے کا شرف عطا فرمایا، اور قریش مکہ کو اپنے نور رسالت کا حامل بنایا، لیکن جب انہوں نے اس احسان الہی کی قدر نہ کی، تو غیرت الہی نے کہا کہ وہ اپنے کاموں کی تکمیل کیلئے کچھ سرزمین مکہ ہی کا محتاج نہیں ہے، دین حق کی اعانت کیلئے مدینے والوں کو بھیج دیا:

یا ایہا الذین امنوا! اے مسلمانو! اگر تم میں سے کوئی من یرتد مذہبہ عن دینہ دین الہی سے مذہ موڑے گا تو اللہ کو فسوف یاتی اللہ بقوم اسکی کچھ پروا نہیں، وہ ایسے لوگوں کو ینکبہم و ینکبونہ موجود کر دیگا جن کو وہ دوست رکھے گا، اور وہ اسکو دوست رکھیں گے۔ (۱۰۸: ۵)

الی الجہاد فی سبیل اللہ

اے اخوان عزیز! میں جس چیز کے اعلان سے نہیں ڈرتا، تعجب ہے اگر اب اسکی سماعت سے خوف زدہ ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ ہر اُس مومن پر جو اللہ، اس کے رسول، اور اسکی کتاب پر ایمان رکھتا ہے، فرض ہے کہ آج جہاد فی سبیل اللہ کیلئے اُٹھ کھڑا ہو، سب سے پہلا جہاد اس کے لیے جہاد مال ہے، اور اس کے بعد اگر ضرورت ہو تو جہاد نفس و جان۔ مال و متاع کو بھیج دو، اور اپنی جانوں کو ہتیلیں پر طیار رکھو! آج اگر ضرورت پیش نہ آئی تو کیا مضائقہ، کل کو کوئی فتنہ کوئی صورت نکل ہی آئے گی، یہ متاع ایسی نہیں جسکی طیاری بیکار جائے۔

بطاعت کوش گر عشق بلا انگیر می خواہی

متاع جمع کن، شاید کہ غارت گر شود پیدا

مسلمانو! یاد رکھو کہ اورونکی جانیں ان کے قبضوں میں ہونگی، مگر ہم مسلمانوں کی جانیں ہمارے اختیار میں نہیں ہیں۔ اسلام ایک خرید و فروخت ہے، جو ناقص کو لیتا ہے اور کامل کو دیتا ہے، فذا کو خریدتا ہے اور بقا اسکی قیمت میں دیتا ہے۔ ہم نے جس وقت اقرار کیا کہ ہم مسلم ہیں، اسی آن اسکا بھی اقرار کر لیا کہ ہماری جانیں اسلام کے ہاتھ بک گئیں۔ اسلام کے معنے ہی یہی ہیں کہ خداے واحد کے آگے اپنی گردنوں کو جھکا دینا، پھر خواہ وہ اسے دوستوں کی گود میں ڈال دے، یا دشمنوں کی تیغ کے سپرد کر دے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ جب حضرت ابراہیم نے حکم الہی کے آنے سر جھکا دیا، اور حضرت اسماعیل کی گردن قربان ہونے کیلئے مستعد ہو گئی، تو اُس وقت فرمایا:

فلما "اسلما" و تله للجبین پس جب وہ دونوں "مسلم" ہوئے و نا دینا ان یا ابراہیم اور ابراہیم نے اسماعیل کو پیشانی فند صدقت الرریا، کے بل زمین پر گرا دیا تاکہ ذبح انا کذالک نجزی کرے، تو ہم نے پکارا کہ اے ابراہیم المحسنین - (بسم کو) تم نے اپنا خواب پورا کر دیا یا، (۳۷: ۳۱)

خدا نے باپ کے ارادے، اور بیٹے کی جان کی قربانی کو "اسلما" کے لفظ سے تعبیر کیا، کہ فی الحقیقت اصلیت اسلام "قربانی" ہی کے لفظ میں پوشیدہ ہے۔ پس اے اخوان

ناموران غزوہ طرابلس

الا حياء، الذين لا يموتون

— * —

السيدة فاطمة بنت عبد الله

— * —

الصبر يعمد في المواقف كلها
الا عليك، فانها مدموم

— * —

چند دل کے تکرے ہیں، جنکو صفحوں پر بچھانا چاہتا ہوں، کیونکر بچھاؤں؟ چند آنسو ہیں، جنکو کاغذ پر پھیلانا چاہتا ہوں، کیونکر پھیلاؤں؟ آہ! ان لفظوں کو کہاں سے لاؤں؟ جو دلوں میں ناسور پیدا کر دیں؟ آہ! اپنے دل کے زخموں کو کیونکر دہاؤں؟ کہ اور رونے دل بھی زخمی ہوجائیں؟ پتھر میں سوراخ ہوجاتا ہے، مگر جب دل پتھر کے بن جاتے ہیں، تو ان کا پگھلنا محال ہے: فہی كالعجاجة ارشده، فسره ران من العجاجة لما يتفجر منه الانهار (۱) اور کائنات انسانیت میں جتنی زندگی ہے، دل کے ناسوروں اور جگر کے زخموں ہی کے دم سے ہے۔ جب تک دل زخمی ہیں، روح تندرست ہے، لیکن جس دن دلوں کے زخم بھر گئے، اس دن یقین کیجیے کہ آپ زندگی سے خالی بھی ہو گئے۔

آج کے نمبر کے ساتھ ایک خاص صفحہ تصویر کا شائع کیا جاتا ہے، مگر میں آنکھوں کا طالب نہیں ہوں، جو اسکو دیکھیں۔ دل کا طالب ہوں، جو اسکو پڑھیں۔ پھر کوئی ہے جو اپنے پہلو میں دل رکھتا ہو؟ معمورہ دے اکرت هست، بازگوے دین جا سخن بہ ملک فریدوں نمی رود

غزوہ طرابلس کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ صدیوں کے بعد اس نے صدر ازل اسلام کے غزوات و مجاہدات کے واقعات زندہ کر دیے، اور مدثر کے بعد عرب بادیہ کو موقع ملا کہ انکے اصلی جوہر نمایاں ہوں۔ بدر اور احد کے واقعات میں ہم پڑھتے تھے کہ ایسی عورتیں تھیں، جو اپنے آٹھ آٹھ لڑکوں کو اللہ کی راہ میں زخمی کرائے پھر خود بھی زخمی ہوجاتی تھیں، اور اللہ کے رسول معذب کی محبت و عشق میں ایسی معذب تھیں، کہ تیروں پر تیریں کہاتی تھیں، مگر اپنے جسم کو انکے سامنے ڈھال کی طرح رکھتی تھیں۔ یہ ہم پڑھتے تھے مگر خاک طرابلس نے تمام واقعات دہرا دیے۔

عربی جنگ کی پہلی خصوصیت عورتوں کی شرکت ہے، غزوہ طرابلس کیلئے جب اطراف و جوانب اور اندرون صحرا سے قبائل جمع ہونے لگے، تو ہر قبیلے کے ہمراہ اسکا پورا خاندان تھا۔ ان میں ہر طرح کی عورتیں ہوتی تھیں۔ وہ نوجوان لڑکیاں بھی ہوتی تھیں، جنکے ابھی کھیل کود کے دن تھے۔ بڑھیا عورتیں بھی ہوتی تھیں، جنکے جسم کے قریں جواب دیچکے تھے۔ بہت سی عورتیں ایسی بھی ہوتی تھیں، کہ انکی گود میں چھوٹے چھوٹے بچے تھے اور وہ انکو الگ نہیں کرسکتی تھیں۔ ہم نے وہ تصویریں دیکھی ہیں، جنمیں کسی عورت نے ایک طرف تو گرد میں بچہ اٹھا لیا

ہے اور دوسری جانب پانی کی مشک ہے۔ اسی حالت میں میدان جہاد کے زخموں کو دھونڈھتی پھرتی ہیں۔ جن قبائل نے سب سے زیادہ جنگ میں حصہ لیا، ان میں ایک مشہور قبیلہ (قبيلة البراعمہ) تھا، جو کثرت نفوس، اور اثر و رسوخ کے لحاظ سے اندرون طرابلس کا سب سے بڑا قبیلہ سمجھا جاتا ہے۔

اس قبیلے کا سردار (شیخ عبد اللہ) تھا، جس کو عرب اپنی بول چال کے قاعدہ تعقیف سے (عبدادہ) پکارا کرتے ہیں۔ اس مجاہد غیور نے آغاز جنگ سے خالصاً لوجہ اللہ جو عظیم الشان خدمات جہاد انجام دیں، انکی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ جنگ کے تمام ترک انسر اس بارے میں متفق اللسان ہیں کہ اگر شیخ عبد اللہ کے جاں فرور شانہ عزائم اول کار میں ساتھ نہ دیتے، تو بعد کی کامیابیاں ہرگز حاصل نہوسکتیں۔ مختصر یہ ہے کہ اس فدائے اسلام نے اپنے قبیلے کو ابھارا، اطراف و نواح کے دوسرے قبائل کو امادہ جہاد کیا، اپنا تمام مال و متاع ترک افسروں کے سپرد کردیا، تمام عربوں کو بطور نفقہ جنگ کے روزینہ دیا جاتا تھا، اسکے لینے سے بھی اس نے انکار نہ دیا، پھر اپنے خاندان کے تمام مردوں اور عورتوں کو لاکر دشمنان اسلام کے آلات جہنمی کے سامنے کھڑا کردیا، انکو کٹوا یا، اور آخر میں خود بھی انکی رفاقت میں روانہ ہو گیا۔ خدائے بے نیاز نے اپنی محبت

کی پہلی شرط یہ قرار دی تھی: ان تذا لو البر حتی تنفقوا مما تعبیرن۔ نیکی حاصل نہیں کرسکتے، جب تک اسکی راہ میں ان چیزوں کو نہ لقاؤ، جو تم کو معذب و مطلوب ہیں، کیونکہ ایک دل میں محبت کے دو آشیانے نہیں بن سکتے۔ انسان کی دنیوی محبوبات میں مال و متاع، اہل و عیال، اور پھر نفس و جان، یہی تین چیزیں وہ سب سے زیادہ بوجھل زندگی ہیں، جو اس راہ میں پانوں کو ہلنے نہیں دیتیں۔ اس فانی فی اللہ عاشق صادق نے ایک ہی وقت میں ان تینوں منزلوں کو طے کر لیا۔ سب سے پہلے مال و متاع کو اسکی راہ میں لٹایا، پھر اپنے عزیزوں کو قربان کیا، آخر میں جان (رگٹی تھی) یہ بھی جان افروں کے سپرد کر دی: لا یومن احد کم، حتی احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین:

انکس کہ ترا بخواست جانرا چہ کند * فرزند و عیال و خانماں را چہ کند
دیوانہ کفی ہر درجہانش بخشہ * دیوانہ تو ہر درجہاں را چہ کند
و من الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللہ: واللہ روف

بالعباد (۳۲: ۱۱) (۱)

اسکا تمام خاندان مصروف پیکار و خدمات جہاد تھا، لیکن اولاد میں سے صرف ایک گیارہ برس کی لڑکی (فاطمہ) تھی، جسکی معذرت و استعراق کو دیکھ دیکھ کر تمام ترک انسر اور سپاہی حیران ہو جاتے تھے۔ ڈاکٹر (اسماعیل ثباتی بک) جنہوں نے اسکی تصویر اتاری تھی، لکھتے ہیں:

(۱) اور اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جو اس کی رضا جرنی کی راہ میں اپنی جاہ تک دیدیتے ہیں، اور اللہ اپنے بندوں پر بڑی شفقت رکھتا ہے۔

ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا ، بل احياء . عند ربهم يزقون . فرحين
بما آتاهم الله من فضله ، و يستبشرون بالذين لم يلحقوا بهم من خلفهم .
الا خوف عليهم ولا هم يحزنون - (۱۶۵ : ۲)
تعرف في وجوههم نصرة النعيم (۸۳ : ۲۳)



ایک پانزدہ سالہ مجاہد عثمانی ، الشہید فی سبیل اللہ :
علی نظکی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ
— * —

ما هذا بشرا ان هذا ، الاملك كريم (۱۲ : ۴۰)



ایک یازدہ سالہ مجاہد عربیہ :
السیدۃ فاطمہ بنت عبد اللہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اسرائیل طرابلس

(۲) دونوں حکومتیں وعدہ کرتی ہیں کہ وہ اپنے اپنے افسرین ' فرج ' اور دیگر عہدیداروں کو واپسی کا حکم دیدینگے۔ اطالیا جزائر ایجیئن سے اور دولت عثمانیہ طرابلس اور بنی غازی سے۔ لیکن طرابلس اور بنی غازی سے عثمانی فرج کے واپس ہونیکے بعد اطالوی فرج جزائر ایجیئن سے واپس بلائی جائیگی۔

(۳) فریقین جلد سے جلد قیدیوں کو رہا کردینگے۔

(۴) دونوں حکومتیں معاہدہ کرتی ہیں کہ اطالیا اہل طرابلس اور بنی غازی سے دگرزوری اور دولت عثمانیہ ان باشندگان جزائر سے جو اطالیا کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے ہیں یا جنکی بابت جنگ میں شرکت کا شبہ ہے اس معافی سے وہ لوگ مستثنیٰ ہونگے جو کسی قانون عالم کی بموجب سزا کے مستوجب ہونگے۔ اسلئے یہ جائز نہوگا کہ کوئی شخص سے خواہ وہ کسی طبقہ یا کسی مقام کا ہو اسکی ذات یا جائداد سے ان کامونکی نسبت مواخذہ کیا جائے جو اس نے دوران جنگ میں انجام دیئے ہیں اور وہ تمام لوگ جو اسوقت تک قید میں ہیں یا جلا وطن کردیئے گئے ہیں بغیر کسی تاخیر کے آزاد کردیئے جائینگے۔

(۵) ان تمام معاہدات اور اتفاقات پر عمل کیا جائیگا خواہ وہ کسی قسم اور کسی نوعیت کے ہوں جو دونوں سلطنتوں میں قبل جنگ منعقد ہوئے تھے یا نافذ ہوئے تھے اور پھر رکھئے تھے۔ دونوں حکومتوں اور نیز انکی رعایا کی حیثیت پھر وہ ہی ہو جائے گی جو جنگ سے پہلے تھی۔

(۶) اطالیا وعدہ کرتی ہے کہ وہ ایک تجارتی معاہدہ دولت عثمانیہ کے ساتھ کریگی جسکی بنیاد دول یورپ کے قانون عام پر ہوگی۔

یعنی اطالیا دولت عثمانیہ کو استقلال اقتصادی دیگی اور دولت عثمانیہ کو جنگی سامان وغیرہ میں ہر قسم کے تجارتی تصرف کا حق حاصل ہوگا جیسا کہ اسوقت دول یورپ کرتی ہیں۔ لیکن یہ تصرف حق تعین قنصل یا ان حقوق کے ساتھ معید نہیں ہوگا جو اسوقت نافذ ہیں۔ یہ معاہدہ اس شرط پر ہوگا کہ دولت عثمانیہ بھی ایک ایسا معاہدہ دول یورپ کے ساتھ کرے۔

اسکے علاوہ اطالیا یہ قبول کرتی ہے:

(۱) عثمانی جنگی سامان اطالوی پر ۱۵ فی صدی محصول لیا جائے۔

(۲) پیٹرول، سکرٹ کا کاغذ، دیا سلائی، الیکٹریک اور کھولنے کے تاشوں پر بھی چنگی زیادہ کی جائے۔ لیکن اس شرط پر کہ۔

(۱) دیگر ممالک کے سامان پر بھی چنگی میں اضافہ کیا جائے۔

(۲) دولت عثمانیہ اطالوی سامان اسی فی صدی (وسطی) نسبت سے منگوائے جو جنگ سے تین سال قبل تھا بشرطیکہ قیمتیں ایک ہوں اور بازار اس قسم کے موافق ہو۔

(۷) اطالیا وعدہ کرتی ہے کہ وہ اپنے تمام ڈاکخانے بند کردیگی جو دولت عثمانیہ میں ہیں بشرطیکہ دوسری سلطنتیں بھی اپنے ڈاکخانے بند کر دیں۔

عرب اور ترک سپاہی جب دشمنوں کا تعاقب کرتے ہوئے میدان جنگ سے آگے بڑھے تو انہوں نے دیکھا کہ چار زخمی ترک زمین پر پڑے ہیں، پاس ہی (فاطمہ) کی لاش ہے، مگر اس حالت میں کہ مشک کا حلقہ ہاتھ میں پکڑا ہوا ہے، اور مشک ایک بے ہوش ترک کے سینے پر پڑی ہے۔ شاید مرے دم بھی زخمی ترک کو پانی پلانے کی کوشش کی تھی، مگر مشک اسکے منہ تک نہ لے جاسکی!!

فرمان سلطانی

— * —

مصر کی تازہ عربی ڈاک میں وہ فرمان سلطانی آگیا ہے جو دولت عثمانیہ کی طرف سے اہل طرابلس کو بھیجا گیا تھا جسکا ترجمہ درج ذیل ہے۔

فرمان سلطانی بابت خود مختاری

بنام اہل طرابلس الغرب و بن غازی

بلکہ اس کے کہ ہماری حکومت تم کو اپنے وطن کی مدافعت میں ضروری مدد نہیں دے سکتی ہے، اور بغیال اس اہتمام کے جو ہم کو تمہارے موجودہ اور آئندہ مصالح کی بابت ہے، اور بلکہ اس رغبت کے جو ہم کو اس منحوس جنگ کے ختم کرنے کی نسبت ہے جو ملک و خاندان اور ہماری سلطنت کے خلاف کی گئی ہے۔ اور بنظر اس امن پسندی کے جو ہمیں تمہارے ملک اور سلطنت میں ہے، تم کو اندرونی کامل خود مختاری دیتے ہیں۔ ہم اپنے ایماندار خادم شمس الدین بک کو تمہارے ملک میں قائم مقام بناتے ہیں اور طرابلس میں عثمانی مصالح کی حفاظت انکے متعلق کرتے ہیں، انکا تعین پانچ برس تک کیلیے ہوگا۔ پانچ برس کے بعد انکے بحال رکھنے یا انکی جگہ پر کسی دوسرے کے تقرر کا حق ہم اپنے لیے محفوظ رکھتے ہیں۔

چونکہ ہماری یہ خواہش ہے کہ شریعت مقدسہ کے قواعد جاری رہیں اسلئے ہم اپنے لیے ایک قاضی کی تقرری کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔ اس قاضی کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنے ماتحت علماء خود منتخب کرے۔ اس قاضی کی تنخواہ ہم دینگے۔ نائب السلطان اور باقی اسلامی عملہ کی تنخواہ طرابلس کی آمدنی سے دی جائیگی۔

دستخط - محمد الخامس

صلح نامہ ترکی و اٹلی

— * —

مصر کی تازہ عربی ڈاک سے

— * —

(۱) دونوں سلطنتیں معاہدہ کرتی ہیں کہ اس صلحنامہ پر دستخط ہونے کے بعد موجودہ سرحدی جنگ کے روکنے کیلئے ضروری تدابیر اختیار کریں گی۔ وینر سرحدوں پر اپنے اپنے نائب بھیجیں گی تاکہ وہ ان تدابیر کے نفاذ کی کوشش کریں۔

بھی جو عرصے کی بیکاری سے گھبرا آئے تھے بھرے شیریں کی طرح
تڑپ کر انکا استقبال کیا۔ روم سے جو خبر بعد کو مشہور کی گئی تھی
اسمیں اطالیوں کی تعداد چھ ہزار بتلائی تھی، مگر دراصل
بارہ ہزار سے کسی طرح کم نہ تھی۔ عربوں اور ترکوں کی متحدہ
فوج کی تعداد زیادہ سے زیادہ تین ہزار تھی۔

یہ لڑائی دن بھر جاری رہی، اور عصر کے وقت ۱۲۰۰ لاشیں
میدان جنگ میں چھوڑ کر، اپنی عادت مستمرہ جنگ کے مطابق
اطالیوں نے ساحل کا رخ کیا۔

عین دوپہر کا وقت تھا، اٹالین توپ خانہ دونوں جانبوں سے آگ
برسا رہا تھا، دس ہزار بندوقوں کے چھوٹنے کی آواز ایک ہی وقت
میں کڑک رہی تھی، تمام ریگستان میں موت اور ہلاکت کے سوا
کچھ نہ تھا۔ اس وقت اس بہشت زار شہادت کی حوزہ عین:
(فاطمہ) کہاں ہے؟

وہ بدستور اپنے ایک ہی کام میں مشغول ہے۔ اسکی دائمی
رفیق (مشک) اسکی پیٹھ پر ہے۔ دھڑوں اور تپش کی شدت سے
چہرہ جھلسا ہوا ہے، بالو پر سرخی مائل ریت کی تہ جمع ہوئی
ہے، کپڑے اس کے محراب ”سرخ رنگ“ کے دھبوں سے رنگین ہو
رہے ہیں اور اپنی مخصوص جھونامہ بحویت کے پرونسے فضا
جنگ میں اتر رہی ہے۔

اسکی ماں بھی بس خدمت میں شریک ہے، مگر اسکا ساتھ
کون دیکھتا ہے؟ اسکا باپ بھی اپنے قبیلے کے ساتھ مصروف جاں
بازی ہے، مگر اسکو اپنے کلم کے انہماک میں اُسکی یاد کی مہلت
ہی کب ہے؟ عصر کا وقت جب قریب آگیا، تو مجاہدین آخری
عزم فیصلہ کن کے ساتھ دشمنوں پر ٹوٹ پڑے، اور انکی صفوں میں
گبس کر تلوار اڑاتے کاٹنا شروع کر دیا۔ (احمد نوری بک) ترکی
کہ ان افسر نے عربوں کے ہجوم کو دیکھا، تو خود بھی اپنی جماعت
لیکر دشمنوں کے مشرقی تپ خانے تک بڑھتا ہوا چلا گیا۔ توپ
خانے کے پاس اطالیوں کی ایک تازہ دم جماعت موجود تھی، جس
نے ایک لڑائی میں حصہ نہیں لیا تھا۔ ایک چھوٹی سی جماعت
دیکھ کر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور تیس ترک سپاہیوں کو چاروں
طرف سے گھیر کر بندوقوں کا نشانہ بنا دینا چاہا۔ نہیں معلوم کونسا
محافظ ہاتھ تھا، جس نے عربی صفوں سے اسقدر دور (فاطمہ)
کر پھینچا دیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ جانباز ترک تلواروں کے بے امان
ہاتھ مار کر صاف نکل آئے ہیں، مگر چار زخمی ترک زمین پر پڑے
ہوئے سسک رہے ہیں۔ نامرد اطالی حریفوں کو روک کر نہ سکے، مگر
اب زخمیوں کے سرور سینہ میں سنگین چھو کر اپنا غصہ نکال رہے
ہیں۔ گیارہ برس کی (فاطمہ) دیکھتے ہی لپکی، اور بغیر آن لوگوں
پر نظر ڈالے ہوئے، جو پاس ہی کھڑے تھے، اپنی مشک ایک
زخمی کے منہ سے لگادی۔ پورا ایک گھرنٹ بھی ابھی زخمی کے
حلق سے نہیں اترتا تھا، کہ دو اطالیوں نے بڑھکر گردن کے پاس سے
سکا گریبان پکڑ لیا۔ (فاطمہ) معاً تڑپ، مگر دشمن کی گرفت
مضبوط تھی۔ فوراً اس نے زخمی ترک کی پڑی ہوئی خوں آلود
تلوار اٹھالی، اور اس زور سے ماری، کہ اطالی سپاہی کے دھنہ ہاتھ
کا پہچا زخمی ہو کر لٹک گیا۔ اُس نے گردن چھوڑ دی، مگر اسلیے
چھوڑ دی، تا کہ بالیں ہاتھ سے اپنے دشمن پر حملہ کر سکے۔

لہر بندوق کے چھوٹنے کی آواز آئی، اور ادھر اٹالین فوج
شکست کھا کر ہٹ گئی ہوئی نظر آئی۔

سب سے پہلے میں نے اس معصوم انسان کو اُس وقت دیکھا،
ب میں پہلی مرتبہ اپنی جماعت لیکر (عزیزہ) سے (زوارہ) آیا
تھا، عورتوں اور لڑکوں کی اشک میں کمی نہ تھی، کیونکہ ہر عرب
مع اپنے پورے خاندان کے شریک جہاد ہوا تھا، لیکن چند مخصوص
باتیں (فاطمہ) میں ایسی نظر آتی تھیں، جنکی وجہ سے وہ ہزار ہا
مردوں اور عورتوں میں بھی پہچان لی جاتی تھی۔ اول تو اسکی عمر
بہت چھوٹی تھی، زیادہ سے زیادہ گیارہ برس کی ہوگی۔ دوسرے
سکو جاگ، اور جنگ کے زخیموں سے کچھ ایسا انس ہو گیا تھا، کہ
سخت سے سخت معرکوں میں بھی اسکی مسابقت اور پیش قدمی کو
ہر سپاہی محسوس کرتا تھا۔ جنگ خراہ حملے کی ہو، خواہ مدافعت
کی، ساحلی بیڑے سے توپوں کی بارش ہو رہی ہو، یا تلواروں اور سینگیوں
کی سامنے صفیں ہوں، مگر زخمی مسلمان کی آہ، اس کے لیے ایک
ایسی کشش تھی، جسکو سن لینے کے بعد محال ہو جاتا تھا کہ
اسکی چھوٹی سی مشک اپنے فرض کو بھول جائے۔ وہ کم سن تھی،
لیکن اس کے اندر ایک کہن سال عشق موجود تھا۔ یہ عشق لہو و لعب
یا تمذعات حیات کا نہ تھا، بلکہ خوں، زخم، اور کٹی ہوئی انسانی
رگوں کا۔ جہاں کہیں یہ چیزیں موجود ہوتیں، وہ ایک باد رفتار
ہرنی کی مسعدی، مگر فرشتہ عشق کے پرروں پر اڑتی ہوئی
پہنچ جاتی تھی۔ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ بارود کے دھبوں سے
تمام فضا تاریک ہو رہا ہے، کانوں کے پردے توپوں کی سامنے
شکن صدان سے پھٹ رہے ہیں، گولوں کے پھٹنے سے ایک عارضی
روشنی نمودار ہو جاتی ہے، مگر اس کے ساتھ ہی انسانی احتضار
کی چیخیں پچھلی مہیب گرجوں کے ساتھ ملکر ایک عجیب
وحشت انگیز ہنگامہ برپا کر دیتی ہیں۔ ایسے جگر پش اور زہرہ گداز
عالم میں وہ معصوم ہرنی (جے اچھی طرح یاد ہے) اپنا اونچا
کرتا پہنے ہوئے اور پھٹی ہوئی خمار کمرے گرد لپیٹے ہوئے اس طرح
دور رہی تھی کہ معلوم ہوتا تھا، مظلوم و محتاج زخمیوں کی خبر گیری
کیا ایسے کوئی فرشتہ ربانی آسمان سے اتر آیا ہے، اور اللہ کے ہوا اور
زمین کو اس کے تابع کر دیا ہے کہ وہ اٹھائے رہے، اور یہ لپکتی
جائے۔ سامنے سے گولوں کی لگاتار بارش ہو رہی تھی، مگر یہ اس
بارش پر تیرتی ہوئی جاتی تھی، انسانی لاشیں ایک پر ایک
گر رہی تھیں، مگر ہرنی لاش کے گرنے کی آواز خوف کی جگہ
اسمیں قوت کی نئی ز پید کر دیتی تھی۔ یہ حالت دیکھ کر میں
بے اختیار ہو گیا۔ کچھ بعید نہیں کہ ایسے خطرناک اور یکسر موت
ر ہلاکت عالم میں یہ برق رش چہرہ ہمیشہ کیلئے نظروں سے چھپ
جائے! میں نے ارادہ کر لیا کہ ابکی مرتبہ اُتر و نمودار ہوئی، تو
کسی نہ کسی طرح پکڑ لوں گا اور سمجھانگا کہ موت کی اس درجہ
آرزو مند کیوں ہو گئی ہے؟

تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک چھوٹا سا سایہ قریب سے گذرا،
میں نے لپک کر اسکا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا ”کیا تجھے نہیں معلوم
کہ تو اپنے باپ کی ایک ہی بیٹی ہے؟“

”چھوڑ دو“ کیا تم بھول گئے کہ اسلام اور وطن کے کتنے فرزند یہاں
پیسے دم توڑ رہے ہیں؟“ یہ کہا اور نظروں سے غائب ہو گئی!

وہ اثر کہا کرتی تھی کہ ہجرتِ سرخ رنگ سے عشق ہے۔ آہ! یہی
رنگ ایک دن میں نے اسکی گردن اور دل کے نیچے سے بہتا ہوا
دیکھا.....

۱۲ رجب سنہ ۱۳۳۱ - کو (زوارہ) میں اطالیوں نے دو ماہ کی
مستل طیاروں کے بعد ایک بہت بڑا حملہ کیا تھا۔ عربوں نے

لَا تَهْتَفُوا بِأَنزَالِهَا فَذَرْهَا عَلَى الَّذِينَ أَلْهَتْهُمُ الْأُمُورَ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَا وَآلِهَا سَاهُونَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

ایک ہفتہ وار مصورسالہ

میرسنول خصوصی

اسلامی فنکاران کا کلام اور ماحول

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلارڈ اسٹریٹ
کراچی

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

کلاکتہ : چار شنبہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۰ ہجری

Calcutta: Wednesday, November 20, 1912.

19. 4

اللہ اکبر! اللہ اکبر! لا الہ الا اللہ واللہ اکبر! اللہ اکبر!
واللہ الحمد!!

و اذ يرفع ابراهيم القواعد من البيت و اساميل ، ربنا !
 قبل منا ، انا انت السميع العليم - ربنا ! واجلنا مسلمين
 لك و من ذويتنا امة مسلمة لك ، و اوانا منا مكنا
 و تب علينا ، انا انت القواب الرحيم - ربنا !
 و ابعث فيهم رسولا منهم يتلوا عليهم
 اياتك و يعلمهم الكتاب و الحكمة
 و يزكهم ، انا انت العزيز الحكيم -
 و من يرغب عن ملة ابراهيم
 الا من منه قسه ، و لقد اسحقناه
 في الدنيا و اناه في الآخرة
 لمن الصالحين -

(171 : 7)

اس ہفتے کا پرچہ عید کی تعطیل کی وجہ سے بجائے بدھ کے جمعرات کو نکلتا ہے۔

ملوث مرئین آنہ

قیمت فی یون

عثمانی فوج کے حدود مانٹی نیگرو میں چہہ پہنڈہ کی مسافت تک بڑھتے ہوئے چلے جانے کی خبر کی تصدیق ہوئی ہے۔ سرریا کی باقاعدہ فوج کے ایک فرقہ نے برشتنا پر حملہ کیا تھا۔ لیکن شکست کھا کر بھاگتے ہوئے راستہ میں ارنا دیوتکی ایک جماعت سے مذہبی ہو گئی جو پرشیدہ رہاں موجود تھی۔ ۲۰۰ آدمی گرفتار ہوئے اور باقی بھاگ گئے۔

جاقوز، موقرا، رادی نہریم، تنگناے اسقورہ، غلادہ، اور زلیقا پر عثمانی فوج قابض ہو گئی ہے۔ دشمن (اندربہ دیجا) کی طرف بھاگ گئے۔

حدود سرریا

— * —

(اسکوب) سرریا نے سرحد پر پیادہ فوج جمع کی ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سرریا کی طرف سے مدافعت ہوئی۔ کوشش کی گئی کہ مسلمانان سرریا کو ہتھیار دیے جائیں اور وہ بھی شریک جنگ ہوں، مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

حدود بلغاریا پر دیر تک چھیڑ چھاڑ ہوتی رہی۔ جسمیں دیرہ گہنڈہ تک تریں بھی سرکی گئیں۔ اسکے بعد بلغاریا نے دھارا بول دیا لیکن تھوڑی دیر نہیں گزرنے پائی تھی کہ سخت شکست کھا کر انکو واپس فوار کرنا پڑا۔

حدود مانٹی نیگرو

— * —

ہانہ میں مانٹی نیگرو کو ایک نہایت سخت و شدید شکست ہوئی۔ شکست کھائے بھاگتے ہوئے بکثرت سامان جنگ و ذخیرہ رسد چھوڑ گئے۔

مانٹی نیگرو کی فوج کو کوسنیہ کے حملہ میں شکست ہوئی۔ عثمانی فوج دور تک تعاقب کرتی ہوئی چلی گئی۔

عثمانی فوج نے یہاں کے تمام مضبوط مقامات پر قبضہ کر لیا ہے۔ دشمن کے زخمیوں اور مقتولوں کی تعداد بے شمار ہے۔

(قرخانہ) بلغاریا باشندے سرحدی مقامات سے بھاگ گئے۔

۲۱ اکتوبر کو (طنین) نے ذیل کی خبریں سرکاری ذرائع سے شائع کی ہیں:

ایک عثمانی کشتی پر بلغاریوں نے دفعۃً آتشباری کی۔ جس کے جواب میں عثمانی بیڑے نے بھی بندرگاہ وارنہ پر گولے پھینکے۔ بلغاریا بھاگ گئے، کشتی کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔ بیڑے نے شہر کو مسمار کرنا شروع کر دیا ہے، دشمن بھاگ گئے ہیں۔ بیڑا اب تک برابر شہر مسمار کر رہا ہے۔

بلغاریا کی تین تباہ کن کشتیوں نے وارنہ سے نکلنا چاہا مگر اس درجہ شدید نقصان پہنچا کہ نہ نکل سکیں۔ مسماری کا سلسلہ جاری ہے۔

(شرکت عثمانیہ) کے پاس وزارتخانہ جنگ سے یہ تار موصول ہوا ہے بلغاریا کی فوج خانلر کے قریب (دوسیاط) میں جمع ہوئی۔ عثمانی سپہ سالار نے فوج کو واپسی کا حکم دیا تھا کہ یکایک دشمن کے حملہ کر دیا۔ عثمانی فوج برابر پیچھے ہٹتی، اور دشمن کی فوج برابر بڑھتی چلی آئی، یہاں تک کہ عثمانی حدود میں آئی۔ اس وقت عثمانی فوج کو حملہ کا حکم دیا گیا۔ اس حملہ میں دشمن کی فوج، توپیں، اور دیگر سامان جنگ بکثرت غنیمت میں ہاتھ آیا۔

(۸) اطالیا یہ اقرار کرتی ہے کہ دولت عثمانیہ میں غیر ملکیت کے حقوق کی موقوفی کی بابت حکومت عثمانیہ کی نیت مخلصانہ ہے اور وعدہ کرتی ہے کہ جب دول سے انکے بابت گفتگو ہوگی تو وہ دولت عثمانیہ کی مدد کریگی۔

(۹) یہ کہ

(۱) دولت عثمانیہ ان اطالیوں کو واپس بلالے جو دوران جنگ میں خزانہ کر دیے گئے تھے۔

(۲) مدت غیر حاضری کی تنخواہیں تمام اطالوی ملازمین سلطنت کو دی جائیں۔

(۳) اس غیر حاضری کا اثر ان اطالوی ملازمین کی پنشن پر نہ پڑے جو پیش کے مستحق تھے۔

(۴) دولت عثمانیہ اپنا اثر استعمال کرے کہ تمام کمپنیاں، بینک اور درسگا ہیں اہل اطالیا ساتھ رہی برتاؤ کریں جو جنگ کے قبل کرتے تھے۔

(۱۰) اطالیا ہر سال محکمہ قرض عام دولت عثمانیہ کو ایک رقم ادا کرے گی، جسکی مقدار اس روپے جتنی ہوگی جو ان دنوں ولایتوں نے جنگ سے تین سال قبل دیا تھا۔ دولت عثمانیہ اور اطالیا کی طرف سے نایب مقرر کیے جائیں گے جو اس مقدار کا فیصلہ کریں گے۔ اگر اختلاف ہوگا تو ایک مجلس ترتیب دی جائیگی جس کا صدر اول الذکر حکومت مقرر کریگی اور کثرت آراء سے فیصلہ ہوگا۔ اگر یہ مجلس فیصلہ نہ کر سکے تو دونوں سلطنتیں ایک ایک طاقت کو اپنی طرف سے مقرر کریں گی جو اس کا فیصلہ کریں گی، فیصلہ کے بعد محکمہ قرض عثمانی کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ اس قسط کو مع ۴ فیصد سود کے طلب کرے۔ اطالیا یہ منظور کرتی ہے کہ سالانہ قسط دو ملین اطالوی فرانک سے کم نہیں ہوگی۔ (۱۱) دستخط کے بعد سے ان تمام دفعات کا نفاذ شروع ہو جائیگا۔

شہون عثمانیہ

— * —

جنگ بلقان کی خبریں

— * —

عثمانی ذرائع سے

اس ہفتے کی عربی و ترکی ذرائع میں چند مضامین جنگ سے متعلق ہیں، وہ تمام تراجم واقعات و تغیرات سے پیشترے ہیں، جنکا ترجمہ بالکل بے سود ہوگا، صرف چند مختصر خبریں مقتبس کرے درج کر دی جاتی ہیں، جن سے اس عثمانی فتوحات کا اندازہ نیا جا سکتا ہے، جو ۲۱ اکتوبر سے پتہ ظاہر ہو چکی تھیں، اور جنکی اطلاع سے ریڈر ایجنسی بالکل لاعلم ہے۔ امید ہے کہ آئندہ ہفتے پیش نظر واقعات و حالات مل سکیں:

عثمانی محکمہ جنگ کی طرف سے شائع کیا گیا ہے:

برانہ میں جنگ جاری ہے۔ مانٹی نیگرو کی فوج کوسنیہ بدر اور قورا کی طرف بڑھی، عثمانی فوج نے مقابلہ کیا، اور آخر کار انکو پس پا کر دیا۔ پھر مانٹی نیگرو کی فوج قورا کے شمال کی طرف بڑھی۔ لیکن پھر بھی پسپا کر دی گئی۔ بک باشی ممتاز بک اس فوج کے کمان انسر تھے۔ دشمن کا نہایت سخت نقصان ہوا۔ (کوسنیہ) مانٹی نیگرو کی فوج میدان جنگ سے بھاگ رہی ہے۔ معرکہ جاری ہے۔ متطوعین (والنیر) کثرت سے آ رہے ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad

7-1, MacLeod Street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

الهلال

میر رسول غفر ضوی
مسئول خط و کلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷-۱ مکلاؤڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپہ
ششماہی ۴ روپہ ۱۲ آنہ

ایک ہفتہ وار مہوار سالہ

کلکتہ : چار شنبہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۰ ہجری

Calcutta: Wednesday, November 20, 1912.

جلد ۱

نمبر ۱۹

مناسبتو کے قبضے کی تغلیظ

— * —

صلح کی بے سرو پا افواہ، بلغاری فرج کی صفت ابتری، اموات کی کثرت،
ہیضے کی شدت، باب عالی نے مہلت جنگ کی شرائط نا منظور کیں،
جنگ برابر جاری رہے گی، ملک اور حکومت، دونوں کا یہی منشا ہے۔

— * —

و یستعجلونک بالعذاب، ولولا اجل مسمی،
لجاءهم العذاب ولہا تینہم بغتۃ وہم
لا یسعدون (۲۹ : ۵۳)

— * —

بنام الہلال

— * —

قسطنطنیہ - ۲۱ نومبر صبح - ۱۰ بجے

قوت اور فتح و نصرت، دونوں روز بروز بڑھتی جاتی ہیں۔ کوئی
دن دشمنوں کی سخت و شدید شکستوں کی بشارت سے خالی
نہیں جاتا، شہر میں پورا سکون، اور حکومت مہذبوں جنگ قائم
رکھنے پر قادر، مناسبتو کی تسخیر بالکل غلط ہے، البتہ ۹ اکتوبر
جنوب میں ایک جنگ ہوئی اور حملہ آور سخت نقصان اٹھائے
واپس گئے۔ شتلبجا کی قوت اور سامان ہر گھنٹے مضاعف، بلغاری
فوج فائدہ اور اثرات ہیضہ سے قباہ ہو رہی ہے، روزانہ اموات کی
تعداد بے شمار۔ صلح کا یہاں ذکر تک نہیں، مہلت کی شرطیں
نا منظور کہیں، ملک اور گورنمنٹ، دونوں جنگ قائم رکھیں گے،
کہہنا موت، مگر دعاؤں میں ہم کو نہ بھول، خط جاتا ہے۔

(عبید اللہ)

فہرس

۲

شذرات

مقالہ افتتاحیہ

دید اضحیٰ نمبر (۱)

مقالات

الاسلام والاصلاح نمبر (۲)

شکون عثمانیہ

جنگ کی اغلب رو

ممرکہ قرق قلعہ کی تفصیل

شہر اشوب اسلام

تقدیم العرب

فہرست زراعتانہ ہلال احمر نمبر (۱)

۱۹

تصاویر

”راذی غیر زرع“ ایام حج میں
مرفع اضحیہ عید (صفحہ خاص)

ایدیتو الہلال کا سفر

— * —

امید ہے کہ انشاء اللہ اسی ہفتے کے اندر ایدیتو الہلال بعض
اہم اغراض سے ایک مختصر دورہ شروع کر دیا، جو ممکن ہے کہ
بدیش آنے والے واقعات سے وسیع تر ہو جائے۔ والامر بیدہ
سبحانہ و تعالیٰ۔

مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم (رجسٹرڈ) سرگودھا

جیسے دین کی تحریک دارالعلوم دیوبند کے شجرہ طیب کے شیریں پھل مدرسہ ضیاء العلوم جس کی بنیاد ۲۳ سال قبل حق سبحانہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُس پر توکل کر کے داعی حق شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد امین نے جامع مسجد خفیفہ بلاک ۱۸ سرگودھا میں انعام کے اس جذبہ سے رکھی، تاکہ مسلمانوں کے ایمان و عقائد کے تحفظ کے ساتھ ساتھ انیسویں صدی میں دینی شعور پھیلے۔ نیز جابلو نہ رسوم و مشرکانہ بدعات کی جگہ سنت نبوی کا نقشہ پیش کیا جائے۔

اشاعت توحید و سنت کی یہ درسگاہ معیاری تعلیم و تربیت کی بنا پر ترقی کی منازل طے کرنے لگی۔ اور ساتھ ہی ساتھ پیغام محمدی اور دعوت نبوی کا حلقہ وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

علم دین کے بنیادی شعبہ کا قیام ۱ شعبہ درس نظامی ۲ شعبہ تعلیم القرآن حفظ و ناظرہ ۳ دارالافتاء ۴ شعبہ تصنیف و تبلیغ

۵ لاجواب کتب خانہ۔ جس میں حدیث و تفسیر، فتاویٰ، علوم عقلیہ و نقلیہ، منطق، سے متعلق کتب کا معتد بہ ذخیرہ موجود ہے۔ جو بھرپور زکریا جمع کیا گیا ہے۔

۶ شعبہ دورہ تفسیر القرآن۔ جو شعبان سے رمضان تک سلف صالحین کی فکر کے مطابق مکمل تفسیر قرآن کی صورت میں پڑھائی جاتی ہے۔ جس میں ملک کے علماء، فضلاء اور طلباء کی کثیر تعداد شریک ہوتی ہے۔ حضرت شیخ التفسیر مرتبہ سال سے استقامت و پامردی کے ساتھ الحاد و زندہ اور باطل نظریات کے معروف جہاد ہیں۔ اس انتھک محنت کے نتیجے میں یہ مدرسہ ایک مثال اور ادارہ بن گیا۔

حضرت مرحوم کی زندگی میں باقی محنتی اساتذہ اور متعدد عملہ کے علاوہ خداوند کریم نے اس ادارہ کو شیخ الحدیث والتفسیر عالم ربانی تلمیذ حضرت مفتی اعظم محمد کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد حسین شاہ صاحب سابق مدرسہ امینیہ دہلی جیسی بیدار مغز علم و عمل کی بیکر شخصیت عطا فرمائی جن کی سرپرستی میں یہ ادارہ کا حقہ مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی نمائندگی کر رہا ہے۔ آپ کے قلمی جہاد نے ادارے کے قیام کا مشن پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ خدا ایسے علمی مراکز کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔ آپن ثم آمین

ایمان، توحید و سنت کے انمول جواہر پارے

غیب دانی پر علمائے احناف کی تحقیق ۳/ روپے تالیف مولانا حسین علی۔ الذمہ الصدوقی ربط آیات والسورہ ۱۳۶ روپے تالیف حضرت مولانا محمد امیر۔ دعوت الحق ۵۰/ روپے
الاقوال المرضیہ فی الاحوال البرزخیہ ۱۰/ روپے۔ القول المرجع فی القبر الشرعی ۱۰/ روپے مولانا محمد حسین پتلوی۔ التوحید مکمل (ذیر طبع) تالیف حضرت مولانا محمد امیر۔ ندائے حق
اشاعت دوم (ذیر طبع) تالیف حضرت پتلوی۔ رد منکرات جلت الامت تالیف حضرت پتلوی ۵/ روپے۔ بشریت البنی ۱۱/ روپے۔ رسی مسلمان (ذیر طبع) شفاء الصدوق فی تحقیق عدم
سبح من فی القبور (حرثی) ۱۵/ روپے۔ غیر الکلام فی تفسیر الابیام (ذیر طبع) ہدایت الکلام فی عقائد الاسلام (ذیر طبع) رقی منور فی حکام الموتی والقبور (ذیر طبع) تفسیر سہیل الترنیسی مع ربی ترجمہ (ذیر طبع)
نیز قریم کی دینی، تبلیغی، رسی۔ اصلاحی کتب ہم سے خرید فرمائیں۔ مدارس و مینیہ کے علماء و طلباء کو خصوصی رعایت

ناظم مکتبہ حسینیہ (مولانا) ضیاء الحق مہتمم مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم رجسٹرڈ جامع مسجد خفیفہ بلاک ۱۸ سرگودھا

موجودہ جنگ کی حالت یہ معاروم ہوتی ہے کہ (شٹلجا) کی مدافعت کی قوت و ہزیمت پر تمام جنگ آکر ٹھہر گئی ہے ۔ نقشہ اپنے سامنے رکھ کر دیکھیے تو آپکے دھڑی جانب قسطنطنیہ ہے ، بائیں طرف قرق کلعسی کا سلسلہ ، اور مثلیت کے تیسرے کونے پر شٹلجا ، جو مغربی جانب کو قسطنطنیہ سے ۲۵ میل کے فاصلے پر بیان کیا جاتا ہے ۔ یہ دراصل ایک چھوٹا سا جزیرہ نما مقام ہے جسکے جنگی استحکامات کا سلسلہ ۱۳ میل تک چلا گیا ہے ، اور تین کنارے پہاڑوں کے پیچ در پیچ سلسلوں سے گھرے ہوئے ہیں ۔ عثمانی تقریم جو سرکاری پریس سے ہر سال شائع ہوتی ہے ، اسمیں ظاہر کیا گیا ہے کہ سلطان محمد چہارم کے زمانے میں اس مقام کی جنگی ترقیات پر ترجمہ کی گئی ، اور پھر گذشتہ ۸۰ برس کے اندر چالیس سے زیادہ قلعے تعمیر کیے گئے ۔ قلعوں کی ترتیب ایک دھڑی قطار کی صورت میں ہے ، جنمیں سے ہر دو قلعہ کے باہمی فاصلے کو چھوٹے بڑے دھسوں اور مورچوں کے سلسلے سے ملا دیا گیا ہے ۔

۱۱۔ نومبر سے ۲۰ نومبر تک جسقدر خبریں خود ریوٹر ایجنسی کے ذریعہ آئی ہیں ، انسے بالکل غیر مشتبہ طور پر ثابت ہوتا ہے کہ بلغاری قوت کے خاتمے کا جو خیال کیا گیا تھا ، آئندہ پیش آنے والے واقعات اسکی تصدیق کیلئے طیار ہیں ۔ ۱۷ نومبر کے شام کے تار میں علامہ ہز اسلنسی ناظم پاشا کے سرکاری بیان کے ، خود ریوٹر اور لندن ٹائمز کے نامہ نگار شٹلجا کی ناقابل تسخیر مدافعت ، اور عثمانی توپ خانوں کی اہمیت کا اعتراف کرتے ہیں ، ٹائمز کا نامہ نگار صاف صاف لفظوں میں اقرار کرتا ہے کہ بلغاری توپ خانے کا مقام عثمانی توپوں کے مقابلے میں بہت کم سودمند سمجھا جاسکتا ہے ۔

در حقیقت موجودہ جنگ میں عثمانی مدافعت کا یہی وہ اصلی حصہ تھا ، جسکا ایک تجربہ کار انگریز فوجی افسر نے قرق کلعسی کے حملوں کے وقت دیلی ٹیلی گراف میں اظہار کیا تھا ، اور جسکی تحریر کا ضروری حصہ آج کے الہلال میں کہیں درج کر دیا گیا ہے ۔ اس نے لکھا تھا کہ ” اگر تمام بلغاری توفعات کو واقعات کی صورت میں تسلیم کر بھی لیا جائے ، تو بھی اسکا کیا علاج نہ جب قسطنطنیہ سے چند میلوں کے فاصلے پر شٹلجا یا کسی اور مقام پر ترک بیٹھ رہیں گے ، تو اس وقت ترکوں کے اختیار میں ہوگا کہ بہتر سے بہتر پوزیشن کے توپ خانوں سے مہلک نشانوں پر گولے پھینکتے رہیں ، لیکن اسکے مقابلے میں حملہ آوروں کی آخری جنگی قوت بالکل بے بس ہو جائے گی اور بلغاری افسر اپنے بچاؤ اور تحفظ کیلئے مناسب مقامات کی تلاش میں سراسیمہ ہو کر یقیناً برباد ہو جائیں گے “ ۔

اس وقت تک علامہ آن نین عظیم الشان شکستوں کے جو ۱۱۔ نومبر سے پہلے ایڈریا نپل کے حوالی میں بلغاریا کو دی گئیں ، خاص شٹلجا کے مختلف خطوط مدافعت پر بھی پانچ سخت شکستوں کی خبریں آچکی ہیں ، اور خود ریوٹر کی بھیجی ہوئی خبریں بلغاری حملوں کی بے در پے نا کامیوں کا اقرار کرتی ہیں ۔

خبروں کی قدر و قیمت کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ۱۸۔ نومبر کی صبح کو ریوٹر نے قسطنطنیہ سے جنگ کے اختتام از گویا فتم قسطنطنیہ کی خبر بے دریغ مشتہر کر دی ۔ اسکے جملے نہایت رقیع الفاظ اور واقعہ نگارانہ لہجے سے مرکب تھے ، دن کے گیارہ بجے اس نے تمام قسطنطنیہ میں مایوسی اور بے بسی کا عام منظر دکھا لوگ گریلوں کے چھوٹنے کی آواز بہت قریب سے سن رہے تھے اور یقیناً کیا جانا تھا کہ جو کچھ ہونا تھا ہو گا ، اب سعی و کوشش لگ رہی ہے ۔ باوجود اس علم کے کہ ان غبرروں میں سے ہر

ایک اپیل تھی ، جسکا نتیجہ خواہ کچھ ہو ، مگر فتح مند فریق اور ہزیمت خوردہ مقابل ، دونوں نتیجہ کے لحاظ سے یکساں سمجھے جائیں گے ، لیکن اب ” پچھلی حالت کا لرت آنا محال ہے “ اور انگلستان کا نیا ولیم پت (مسٹر اسکوتھ) کہتا ہے کہ ” مشرقی یورپ کا نقشہ بدل دو “ !

ایک عمدہ بات ہے کہ ہندوستان کے نائب فتم قسطنطنیہ السلطنت اور مصر کے فاتح سردان نے ٹرکس ریلیف فند میں چندہ دیا ، اور گوہم دھلی کی جامع مسجد کی ان صفوں میں کوئی جگہ حاصل نہ کرسکے ، جو ان واقعات کی شکر گذاری کیلئے مرتب ہوئی تھیں ، تاہم اپنے گھر میں بیٹھ کر تو خوش ہو سکتے ہیں ۔ لیکن سوال یہ نہیں ہے کہ ہندوستان میں ترک زخمیں کی مرہم پٹی کے لیے کیا کچھ دیا گیا ؟ بلکہ پوچھنا یہ ہے کہ انگلستان میں ترکی کے زخمی جسم کی قطع و برید کے لیے کیا کچھ کیا گیا ہے ؟

تاریخی واقعات کا تشابہ بعض اوقات کیسا عجیب ہوتا ہے ! (گبن) نے ایک یونانی پیشین گوئی کا ذکر کیا ہے ، جو سلطان محمد فاتح کے حملہ قسطنطنیہ کے زمانے میں رومیوں اور یونانیوں کی اُمید کی آخری غذا تھی ، اس پیشین گوئی میں یقین دلایا گیا تھا کہ گر ترک قسطنطنیہ کو فتح کر لیں ، لیکن جس وقت وہ (سینٹ صوفیا) کے گرجے کے پاس پہنچیں گے ، معاً ایک خونخوار فرشتہ آسمان سے اتر آئے گا اور فاتحوں کو شکست دیکے سرحد ایران تک بھاگ دینگا ۔ سلطان جب فتح کے بعد سینٹ صوفیا کے دروازے پر پہنچا ، تو اسکے اندر ہزاروں آدمی اس آسمانی فرشتے کا انتظار کر رہے تھے ، لیکن دروازے کے ٹوٹنے کی آواز نے انہیں بتلادیا کہ آسمانی فرشتہ کی جگہ سلطان محمد کی فاتح تلوار سامنے آنے والی ہے ۔

بعینہ یہی حال ۹ نومبر کو سینٹ صوفیا کی جگہ گلدھال میں ہوا جبکہ مسٹر اسکوتھ فتم قسطنطنیہ کا چند گھنٹوں کے اندر انتظار فرما رہے تھے ، اور ” باب مسیحیت “ کے افتتاح نے انکے تخیل میں مٹلائی صلیبوں کی ایک مقدس قطار کھڑی کر دی تھی ۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ صلیبی جنگ کی فراموش شدہ گیتوں کی متبرک صدائوں میں ایک مقدس رسم کی وقار و عظمت کے ساتھ قسطنطنیہ میں داخل ہو رہے ہیں ، اور سینٹ صوفیا کا پراسرار راہب اسکی دیواروں سے نکل کر اپنے برکت کے ہاتھ پھیلا رہا ہے (۱)

لیکن عین اس شوق و معریت کے عالم میں فتم قسطنطنیہ کی جگہ ریوٹر نے بلغاری شکستوں کی بے ہم خبریں سننا شروع کر دیں ، اور قسطنطنیہ کی فتم یابی کی جگہ ، ایڈریا نپل کی کامیابی بھی انکے نظارہ باب مسیحیت کی طرح خواب و خیال ثابت ہوئی !

خبروں کا قدیم انداز گر برابر قائم رہا ، لیکن ساتھ ہی ہفتہ جنگ قسطنطنیہ کی بعض خبریں اصلیت کو روشنی بخشتی رہیں ۔ اقرار حق کے لحاظ سے بھی یہ ہفتہ قابل ذکر ہے کہ مارٹنگ پوسٹ ، دیلی ٹیلی گراف ، اور منچسٹر گارجین کے نامہ نگاروں نے صاف صاف لغتذت ریگنر کی باطل نگاریوں کا اعتراف کر لیا ۔

(۱) فتم قسطنطنیہ کے بعد عیسائیوں میں مشہور ہو گیا تھا کہ جب سلطان محمد فاتح سینٹ صوفیا کے گرجے کے دروازے پر پہنچا ، تو اس وقت وہاں کا مقدس بادوبی نماز میں مصروف تھا ، ترک گرجے کے اندر داخل ہوئے تو معاً سامنے کی دیوار شق ہو گئی اور بادوبی اسکے اندر داخل ہو گیا ، اب تک وہ اسی دیوار کے اندر زندہ ہے ، جب دوبارہ عیسائی قسطنطنیہ فتح کریں گے تو پھر دیوار شق ہوگی اور پراسرار بادوبی نکل کر اپنی بقیہ نماز پورا کریگا ۔

شذات

النبأ العظيم

(۲)

— * —

اگر موجودہ جنگ کی تاریخ کا کوئی پر فخر ایڈیشن سرفیا سے شائع کیا گیا، اور اسمیں سقرطری، اسکوب، یانا، اور کوک قلعہ کی شاندار فتوحات کی داستانیں کی گئی، تو دنیا میں ایک شخص ہوگا جو سروریں اور بلغاریں سپاہیوں کی فاتح تلواریں کے مقابلے میں اپنی گھسی ہوئی پنسل کو پیش کریگا، اور دعوا کریگا کہ مقبوضہ مقامات کی فتح و نصرت کی داد کا اصلی حصہ اسی کو ملنا چاہیے کیونکہ بلغاری توپ خانے کے گولوں کی آواز بھی جن مقامات تک نہیں پہنچتی تھی، وہاں اسکی پنسل اور تار کے فارم کا عام فتح، لہرائے لگتا تھا!

یہ فاتح مدعی موجودہ جنگ کا تنہا راہی (لفٹننٹ ریگنر) ہوگا! اگر اس عجیب و غریب فاتح نے ایسا دعوا کیا، تو اسکا دعوا بالکل بے خوف ہوگا، البتہ شاید ایک زبان ہو، جو اس مدعی کو بھی اپنا مدعا علیہ بنالے۔ یہ مسٹر (اسکریٹھ) بالقابہ ہوگے۔ کیونکہ قسطنطنیہ کی فتح کے انتظار میں جو دماغی اور اعصابی شدائد انکو برداشت کرے پڑے، اور بدبختی سے جسکا سلسلہ بدستور جاری ہے اسکی ذمہ داری سے یقیناً یہ مدعی فاتح اپنے تئیں نہیں بچا سکے گا۔ علی الخصوص جب انگلستان کی موجودہ اندرونی معرکہ اڑائی کو پیش نظر رکھا جائے، جسکا نازک وقت لبرل وزیر اعظم سے ایک غیر معمولی ہمت اور شجاعت کا طلبگار تھا، اور موسم سرما کے ان شدائد کو دیکھا جائے، جو گر چٹلجا کی لائنوں کے سامنے بلغاری حملہ آوروں کے لئے ناگزیر ہوں، مگر فتح قسطنطنیہ کے انتظار کیلئے انگلستان میں تو کسی طرح موزوں نہیں کہے جاسکتے، تو اس وقت مسٹر اسکریٹھ کے دعوے کی اہمیت قدرتی طور پر بڑھ جاتی ہے اور اگر انہوں نے دعوا کیا، تو امید ہے کہ دنیا کی ہمدردی انکے ساتھ ہوگی۔

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ آج پریس کی دنیا پر حکومت ہے عین یورپ میں ایک لڑائی ہو رہی ہے، ۶۶ سے زیادہ نامہ نگار یورپین اخباروں کے میدان جنگ میں مبتلاے جاتے ہیں۔ مگر یہ بھی تمام دنیا کی معلومات پر سرفیا کی گورنمنٹ حکومت کر رہی ہے، اور جن واقعات کو چاہتی ہے دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے، اور جن کو چاہتی ہے تاریکی میں مدفون کر دیتی ہے۔ (لفٹننٹ ریگنر) ایک ہی راہی ہے، جس نے کرک قلعہ کی معرکے تک تمام عالم میں خبریں مشہور کی تھیں، اور صرف اسی کو جرنیل ساؤورف کے خیمے کی معلومات براہ راست حاصل کرنے کا فخر حاصل ہوا تھا، لیکن اب خود لندن کے سیاسی حلقوں میں علانیہ اعتراف کیا جا رہا ہے کہ ”اس وقت تک موجودہ جنگ کی نسبت جس قدر خبریں ملی ہیں، ان پر پھر سے نظر ثانی کرنی پڑیگی“ اور خود مائزنگ پوسٹ کا نامہ نگار اقرار کرتا ہے کہ ”جب مفرضات اور بلغاری توقعات کو واقعات کی صورت میں دنیا تسلیم کر چکے گی، اور ایک عظیم الشان جغرافیائی انقلاب مشرقی یورپ میں ہو چکے گا، تو اسے بعد شاید مورخ آئیں گے، اور اس جنگ کی کوئی صحیح تاریخ مرتب ہوگی“

یہ سچ ہے کہ مسیحی مذہب کو کذب و کذابیت سے تمام مذاہب عالم میں ایک مخصوص و ممتاز مناسبت حاصل ہے۔ اور ایک مسیحی شخص جس طرح اپنی روزمرہ کی زندگی میں سچ بولنے کا عالمی نظر آتا ہے اس سے کہیں زیادہ مذہبی اور قومی معاملات میں جھوٹ بولنے کیلئے بے پروا ہے۔ اس کے سامنے مسیحیت کے مقدس رسولوں کی سفت موجود ہے، جنہیں سے ایک نے مرغ کے تین بار اذان دینے سے پہلے مسیح پر لعنت بھیجی تھی، اور دوسرے (سینٹ پال) نے بغیر روح القدس کو ناراض کیے رومیوں کے سامنے متعدد مرتبہ بے تکان جھوٹ بولا تھا، پس آج بھی کسی مسیحی وجود سے خواہ وہ کسی جنگ کا راہی ہو، یا کسی بڑی حکومت کا وزیر خارجی، قومی و مذہبی معاملات میں سچ بولنے کی اہمیت رکھنا بے سادہ ہے۔ جیسی یہ خواہش ناممکن الحاصل ہو سکتی ہے کہ ”باب مسیحیت“ کے افتتاح کا منظر دیکھ کر انگلستان کا وزیر اعظم صلیبی اسپرٹ کے اظہار سے باز رہے، مگر تاہم ایک ضروری سوال یہ ہے کہ ان مکذوبات کی اشاعت کیا صرف مسیحی فطرتاً ثانیہ ہی کا ظہور تھا یا سیاسی دسائس کے شیاطین نے کوئی اور مقصد بھی ملحوظ رکھا تھا؟

اصل یہ ہے کہ بلغاری اتحاد کی ابتدائی اشاعت، مائٹی نیگرو کی تحریک، بلغاریا کا ابتدائی انکار، پھر پرجوش اقدام اور معرکہ قرق قلعہ کی ساتھ ہی انگلستان، اسٹریا، اور فرانس کے بدحراسانہ اظہارات پر ایک سرسری نظر بھی ڈالیے، تو اصل مقصد بے نقاب ہو جاتا ہے، اور صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ فی الحقیقت بلغاری اتحاد جو نتائج حاصل کرنا چاہتی تھی، انکا اصلی موقع میدان جنگ میں نہیں، بلکہ اخباروں کے صفحات پر تھا۔ جنگ کے چھڑ جانے سے پہلے یورپ کی ذمہ دار زبانوں نے اعلان کر دیا تھا کہ جنگ کا خواہ کچھ نتیجہ ہو، مگر اسکا اثر حکومتوں کے جغرافیے پر کچھ نہ ہوگا، یہ صرف اسلئے تھا کہ اگر ترکوں نے سرفیا اور استنبول پر قبضہ کر لیا، تو فتح یونان کی طرح اس جنگ کے نتائج سے بھی باب عالی جبراً محروم رکھا جائے۔

لیکن جنگ کے چھڑنے ہی بلغاریا نے اپنی فتوحات کی خبروں کا عمدہ انتظام کر لیا اور پے در پے کامیابیوں اور سخت ترکی شکستوں کی خبریں شائع کرنا شروع کر دیں۔ یہ ایک عمدہ ذخیرہ دلائل تھا، جو وہ یورپ کے نظارت ہاے خارجہ کے لیے ہم پہنچا رہی تھی، تاکہ انکی بنا پر فوراً پچھلی راے کے تغیر کا اعلان کر دیا جائے اور ایک مرتبہ تمام یورپ میں بلغاری ریاستوں کی کامیابی کا غلغلہ بلند ہو جائے۔ ترکی شکستوں کے ساتھ مافوق الفطرت نقصانات کے شمار و اعداد، باب عالی کی کمزوری، ہیضہ کی کثرت، علم طور پر قسطنطنیہ میں سراسیمگی اور مایوسی، ان تمام باتوں پر اسلئے زور دیا جاتا تھا، تاکہ بتلایا جا سکے کہ اب ترکوں کی فتحیابی کی کوئی امید باقی نہیں رہی ہے، اور وقت آگیا ہے کہ یورپ ایک کانفرس منعقد کر کے فوراً قطع و برید کی کارروائی شروع کر دے۔ چنانچہ معرکہ قرق قلعہ کی خبروں کے شائع ہونے ہی سر ایڈورڈ کرے اور ایم سارا فوف کی انگلیاں مسئلہ مشرقی کی قینچی کے حلقوں میں نظر آنے لگیں، اور مسٹر اسکریٹھ اس تعجب انگیز اتحاد کی خبر دیتے ہیں جو مشرقی مسئلہ کی خوش قسمتی سے اس وقت تمام یورپ میں موجود ہے۔

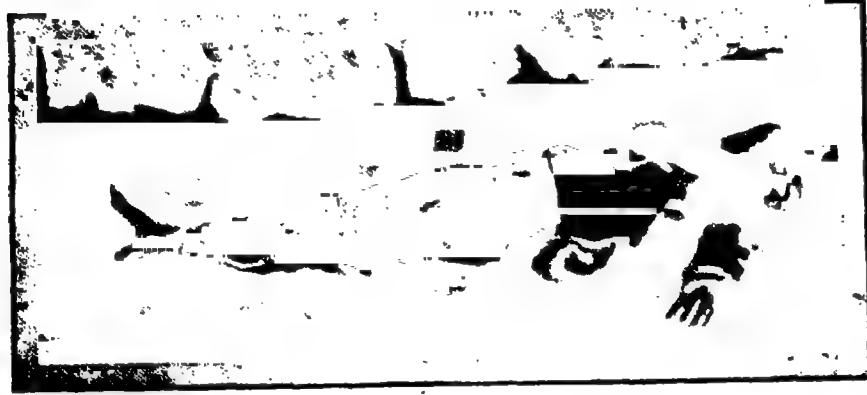
اب دنیا بدل گئی ہے۔ جس وقت تک ترکوں کی طرف سے رینا پر، غصہ ہو جانے کا خوف تھا، اس وقت تک جنگ محض

افسانہ عجم

عید اضحیٰ

— * —
حریم عشق چو قربانگہ منا دہندم
کہ ہر طرف نگری ' مید بسمل افتادست

— * —
ان فی ذالک لایۃ لکم ' ان لنقتل مرمینین (۲ : ۵۰)



ایران میں ملائندہ روسیہ کے ایام تعطیل جشن

• حیعی تہذیب کے داغہ خولین نمبر (۲)

Al-hial Press Calcutta

(۳) جنگ نے ایک قوت کسل محاصرے کی ضرورت اختیار کر لی ہے جو وقت، بے شمار قوت، بکثرت روپیہ، اور ہر لمحہ فراہم ہونے والے سامان جنگ کی طالب ہے اور کسی طرح بھی بلغاری حکومت اس کی استعداد نہیں رکھتی۔ موسم سخت و شدید، اور برف باری کا عین عروج۔ یہر شتلیجا کا قدرتی استحکام، اور ترکی کمک و سامان جنگ کی راہ کا برابر کھلا رہنا مدافعت کی طاقت کو آہستہ کر دیتا ہے۔

(۴) عثمانی قوا فراہم ہو گئے ہیں، اور روز بروز جمعیت بڑھتی جاتی ہے۔ ترکی گورنمنٹ نے ایک داخلی قرضہ کا انتظام شروع کر دیا ہے، اور سلطان عبدالحمید کے ۲۵ لاکھ پانچ بیجرمن سے منگوا لیے ہیں۔ قسطنطنیہ سے ۲۵ میل کے اندر سامان جنگ کی فراہمی بھی اس کے لیے کچھ مشکل نہیں، پس عنقریب مدافعت کا اطمینان، حملہ کے طرف متوجہ کر دیا۔

(۵) عثمانی بحری قوا جیسے کچھ ہیں، اب تک اسے اس جنگ میں کام نہیں لیا گیا، اب اگر شتلیجا کی مدافعت میں درجنگی جہاز بھی مددگار ہو گئے، تو بلغاریوں کی حالت نازک سے نازک تر ہو جائے گی۔

(۶) سقوطری، سلانیک، اور مناسٹر کی فتوحات کی تمام تر خبریں مشتبہ اور ناقابل اعتبار ہیں، اور کچھ عجب نہیں کہ محض چند مقابلوں اور معرکوں کو فتح و نصرت کے ادعا کے ساتھ شائع کر دیا گیا ہو۔

(۷) صلح کی خواہش کی اصلیت اس سے زیادہ نہ تھی کہ شاید باب عالی اور بلغاری اتحاد نے متفقہ طور پر عارضی مہلت جنگ کی باہم گفتگو چھیڑ دی ہو، اور باب عالی نے بھی سلسلہ جنبانی کو جاری رکھا ہو کہ بعض اسباب و مصالح سے مہلت کا نکل آنا اس کے لیے مفید ہو۔

قات گنجائش سے ہم ان واقعات و قرائن صحیحہ کو بالتفصیل نہیں لکھ سکتے، جن سے لازمی طور پر یہ نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ ہماری احتیاط اس کو پسند نہیں کرتی کہ امیدوں کے قائم کرنے میں زیادہ جوش اور ادعا سے کام لیں، بہر حال یہ قیاسات ہی ہیں، اور سب معاملات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

براہ راست قازوں کا انتظام آغاز جنگ سے ہم نہایت مضطرب ہیں، کہ صحیح حالات معلوم کرنے کا کوئی انتظام کر سکیں وزراء قسطنطنیہ کی حالت اس اعتبار سے واقعی قابل شکایت ہے کہ جو تار بے درجے جاتے ہیں، وہ باوجود اس علم کے کہ قسطنطنیہ تک ضرور پہنچ گئے ہیں، عموماً جواب سے معصوم رہتے ہیں۔ آغاز جنگ سے اس وقت تک مختلف وزرا کے نام متعدد تار جا چکے ہیں، مگر سوائے ایک تار کے کسی تار کا جواب نہیں ملا۔ بالآخر ہم نے ترکی کے بعض احباب کو خطوط لکھے اور تار کے ذریعے اہم واقعات کی تفصیل چاہی، سر دست اس قدر انتظام تو ہم نے کر لیا ہے کہ ہر منگل یا بدھ کو باللائزما ایک تار ہفتے بھر کے اہم واقعات کی نسبت براہ راست ہمارے پاس آجائے اور وہ علاوہ روزانہ ضمیمے کے (جو بعض لوکل اشاعت و واقفیت کے لئے شائع کیا جاتا ہے) بدھ کے ہفتہ وار پرچے میں بھی درج ہوسکے۔ اس کے علاوہ اگر ہفتہ کے اندر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آئے گا تو اس کی اطلاع بھی بروقت مل جائے گی اور بصورت اہمیت الہلال کے خریداروں میں بذریعہ مطبوعہ کارڈ یا روزانہ ضمیمے کے کسی نہ کسی طرح شائع کر دیں گے۔ ہم نے المرید قاہرہ کے نامہ نگار سے بھی انتظام کرتا ہے، جو آجکل اقدریا فوہل میں موجود ہے، اور امید ہے کہ عنقریب منظوری کا آخری جواب مع خبر کے پہلے تار کے آجائے گا۔

دوسری خبر پہلی کی تغلیط کرتی ہے، خود ہم یراس تاریخی کا کچھ اثر ہوا وہ ناقابل بیان ہے، بالآخر شام کی خبروں کا انتظار نہ کر سکے اور اسی وقت متعدد تاریخ حقیق حال کیلئے قسطنطنیہ روانہ کیے۔ لیکن ابھی چند ہی گھنٹے گزرے تھے کہ ریوٹر ایجنسی کی دو بجے کی تقسیم میں ۱۸ نومبر کا تاریخ پھنچا، جس میں شتلیجا کی ترکی قوت کے اجتماع عظیم، بلغاری حملوں کی بے ہم ناکہمی، اور جنگ روس و جاپان کی سی سخت گولہ باری کے درپیش آنے کی خبر دی گئی تھی!

فی الحقیقت آج بھی دنیا کے کان بے بس ہیں، جیسے اب سے صدیوں پیشتر پریس اور قار کی ایجاد سے پہلے تھے، کیونکہ ریل نامہ نگاروں کو جلد سے جلد پہنچا سکتی ہے، تار منٹوں کے اندر واقعات کو مشہور کر دے سکتا ہے، اور پریس انکو فوراً چھاپ کر ہم تک پہنچا دے سکتا ہے، یہ عظیم الشان انقلابات ضرور دینا میں ہو چکے ہیں، لیکن اس کا کیا علاج کہ انسان کے جذبات و اخلاق غیر متغیر ہیں، اور جس طرح تہذیب و شائستگی کی تاریخ سے پہلے یہ دایا کا سب سے بڑا جانور جھوٹ بول سکتا تھا، ٹھیک اسی طرح اب بھی بول سکتا ہے!!

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ گور بلقانی اتحاد اب ترکی فتح مناسٹر مدافعت کے آگے ہمت ہار چکا ہو، مگر ان کے خدع و فریب کی قوت کے دم خم میں اب تک کوئی فرق نہیں آیا، چنانچہ اس ہفتے کی نئی جنگی داستان میں فتح (مناسٹر) کا بھی دعوا کیا گیا ہے۔

قازوں کو بقید تاریخ سامنے رکھتے اور اس داستان کے جلد جلد اولیٰ والے اوراق کا مطالعہ کیجیے۔ ۱۹ کی شام کو خبر دی گئی کہ مناسٹر پر قبضہ کر لیا گیا، پچاس ہزار ترکوں نے تلوار رکھ دی، پھر ۲۰ کو درجے خبر آئی کہ شہر سپرد کرنے والے ترکوں کی تعداد ۵۰ ہزار نہیں، ۳۵ ہزار تھی، پھر ۲۱ کی صبح کو تیسرا تار پہنچا کہ فتح کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے وہ صحیح نہیں، البتہ دس ہزار ترکوں کا نقصان ہوا۔

ان تین خبروں کے بعد یقیناً اب چوتھی خبر یہ آئی چاہیے کہ فتح مناسٹر کی خبر ہی سرے سے غلط ہے، اور گواہید نہیں کہ جنگ کے صادق البیان راہی اس چوتھی منزل کو بھی طے کریں، لیکن دنیا نے تو ضرور کر لیا ہوگا۔

ہم کو یقین ہے کہ فتح مناسٹر کی اصلیت اس سے زیادہ کچھ نہ ہوگی کہ قرب و جوار کے کسی حصے میں جنگ ہوئی ہے اور جنگ کا مطالب بلغاری فتوحات کے مورخ ہمیشہ "فتح یابی" ہی سمجھا کرتے ہیں۔ سقوطری کی نسبت عرصہ ہوا منٹھی نیگر کے اعلان کر دیا تھا کہ ایک شاندار کامیابی کے بعد اسپر قبضہ کر لیا گیا، لیکن اس کے بعد سے اب تک متعدد خبریں سقوطری کے معرکوں اور خرد محافظ شہر کے مقابلوں کی آچکی ہیں اور قبضے کے بعد بھی اس پر قبضہ کرنا ابھی متحدہ فرج کیلئے باقی رہ گیا ہے۔

پیش آنے والے واقعات کو کون انسان سمجھ سکتا ہے؟ تاہم اگر ہفتے بھر کی تمام تاریخیں کرسامنے رہا جائے، اور صحیح قیاسات سے کام لیا جائے، تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ:

(۱) بلقانی اتحاد کی تمام قوت اصلی و فرضی ختم ہو گئی ہے۔
(۲) بلغاری فتوحات کی اشاعت کی خاموشی اس امر کیلئے دلیل ہیں ہے کہ اب قبل از وقت کامیابیوں کے اعلان کیلئے ان کے پاس کچھ نہیں رہا ہے۔

اولم یسرا انما جعلنا حرما امنا ویتخطف الناس من حولہم اقبال باطل یومنون و بنعمۃ اللہ یکفرون ؟ (۲۹ : ۴۷)
کیا ہماری اس قدرت کی نشانی کو لوگ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم مکہ کو (جو ایک غیر معروف و بے رونق خطہ تھا) امن اور حفاظت کا گھر بنا دیا اور ایک عالم نے اسے ارد گرد ہجوم کیا پھر کیا لوگ باطل پر ایمان لائے اور اللہ کی نعمتوں کو جھٹلاتے ہیں ؟

اور اگر کسی قوم نے اسکی عزت و احترام کو مٹانا چاہا تو خداے قدوس نے دست کبریائی نے خود اس قوم کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا :

الم ترکیف فعل ربک با صحاب الفیل ؟ الم یجعل کیدہم فی تضلیل وارسل علیہم طیرا ابابیل ترمیہم بھجارة من سجیل فجعلہم کعصف ماکول (۱۰۶ : ۱)
اے پیغمبر کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے اس لشکر کے ساتھ کیا سلوک کیا جو ہاتھیں کا ایک غول لیکر مکہ پر حملہ آور ہوا تھا ؟ کیا خدا نے انکے تمام دار غلط نہیں کر دیے ؟ اور انپر عذاب کی نعرستیں کے غول نازل نہیں کئے ؟ جنہوں نے انکو سخت بربادی میں مبتلا کر دیا جو انکے لیے لکھنی گئی تھی یہاں تک کہ پامال شدہ کھیت کی طرح تباہ ہو گئے

یہ اس دعا کے پلے ٹکرے کی قبولیت تھی - باقی دو التجار کو جس طرح خدا تعالیٰ نے قبولیت بخشی اسکی صداقت بھی اس بیت خلیل کی صداقت سے کم نہیں :-

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم یتلوا علیہم آیاتہ و یرزقہم و یعلمہم الکتاب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلال المبین (۵۸ : ۳)
بیشک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ (دعاے ابراہیمی کو قبول فرما کر) انہی میں سے انکی طرف اپنا رسول بھیجا جو انکو احکام الہی پڑھکرسناتا ہے انکے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے اور انکو علم و حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ سخت جہل و گمراہی میں مبتلا تھے

اللہ اکبر ! اللہ اکبر ! لا الہ الا اللہ ! اللہ اکبر ! اللہ اکبر ! الحمد !

* * *

قرآن کریم میں ایک بہت بڑا حصہ انبیاء سابقین کے قصص و اعمال کا ہے - اسکا عام انداز بیان یہ ہے کہ وہ پہلے ایک خاص تعلیم پیش کرتا ہے اور پھر اس تعلیم کی صداقت کیلئے امم گذشتہ اور اعمال انبیاء سابقہ کے حالات و واقعات سے ایک خطابی استدلال کرتا ہے تاکہ امت مرحومہ کے سامنے تعلیم اور اسکی عملی نمونے اور نتائج دونوں موجود ہو جائیں -

لیکن تمام قرآن میں اگر مسلمانوں کے سامنے کوئی کامل زندگی اور کسی زندگی کے از سرتا یا اعمال بطور نمونے کے پیش کیے گئے ہیں اور انکے اتباع کی دعوت دی گئی ہے تو وہ صرف دو نمونے ہیں - خود شریعت اسلامیہ کے داعی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کی نسبت (سورہ احزاب) میں فرمایا کہ :

لقد کان لکم فی رسول اللہ "اسوۃ حسنۃ" لمن کان یرجوا اللہ و الیوم الآخر و ذکر اللہ کثیرا (۲۱ : ۳۳)
بیشک رسول اللہ کی زندگی میں تمہارے لئے (کہ اللہ اور یوم آخرت سے ڈرتے ہو اور کثرت کے ساتھ اسکا ذکر کرنے والے ہو) پیروی و اتباع کے واسطے ایک بہترین نمونہ ہے -

اور پھر (سورہ ممتحنہ) میں مکت حنیفی کے داعی اول حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا و علیہ السلام کی نسبت ارشاد ہوا :

قد کانتم لکم "اسوۃ حسنۃ" فی ابراہیم و الذین معہ نمونۃ عمل حضرت ابراہیم اور انکے ساتھیوں کے اعمال زندگی میں ہے - (۴ : ۶۰)

پھر اسی رکوع میں حضرت ابراہیم اور انکے ساتھیوں کی تعلیم کی تشریح کر کے مکرر کہا کہ -

لقد کان لکم فیہم "اسوۃ حسنۃ" لمن کان یرجوا اللہ و الیوم الآخر و من یتول فان اللہ ہو الغنی العمید (۶ : ۶۰)
بیشک تمہارے لئے کہ اللہ اور یوم آخرت سے ڈرتے ہو ان لوگوں کی زندگی میں ایک بہترین نمونۃ عمل ہے اور جو شخص اس کی طرف سے منہ موڑے تو فان اللہ ہو الغنی العمید (۶ : ۶۰) نہیں ہے -

میں نے ہمیشہ اس امر پر غور کیا ہے کہ -

(۱) تمام قرآن کریم میں بیسیوں انبیاء سابقین کے حالات و اعمال بیان کیے گئے ہیں لیکن کسی کی تعلیم تر زندگی کو بطور ایک نمونے کے مسلمانوں کے سامنے پیش نہیں کیا ہے الا حضرت ابراہیم کی -

(۲) تمام قرآن میں "اسوۃ حسنۃ" کا لفظ صرف تین مقامات میں آیا ہے : اول سورہ احزاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اور پھر سورہ ممتحنہ میں دو مرتبہ حضرت ابراہیم کی نسبت - اسکی علت کیا ہے ؟

(۳) سورہ احزاب اور سورہ ممتحنہ دونوں سورتیں زیادہ تر احکام جہاد و قتال فی سبیل اللہ اور بعض مقاتلات کے نتائج و رد و ابتلاؤ آزمائش و عجائبات نصرت الہیہ کے بیان سے مملو ہیں - پھر یہ دونوں آیتیں جن رکوعوں میں آئی ہیں وہ بھی تمام تر ذکر جہاد پر مبنی ہیں - ضرور ہے کہ اسمیں یہی کوئی علت ہو -

(۴) دونوں مقامات میں پوری مماثلت حتی کہ اشتراک جزئیات بیان بھی موجود ہے - سورہ احزاب میں اس آیت کا وہ موقع ہے جہاں جنگ احزاب یا جنگ خندق کے واقعات کا تذکرہ کیا ہے اور زیادہ تر ان منافقین اور ضعیف القلب اشخاص کا حال بیان کیا ہے جو اپنی تین ہزار کی جمعیت کے مقابلہ میں حملہ آور نہ کی بارہ ہزار مسلح اور مقصد قوت دیکھکر گھبرا گئے تھے - پھر اس نصرت الہی کا حوالہ دیا ہے جس نے محصورین کو کامیاب کیا اور تمام حملہ آور ناکم و خاسر واپس گئے : ہنالک ابتلی المسلمون و زلزلوا زلزالا شدیداً -

بعینہ یہی حال سورہ ممتحنہ کے پہلے رکوع کا ہے - فتح مکہ سے پیشتر جب آنحضرت نے چڑھائی کا ارادہ کیا تو حاطب بن ابی بلتعہ نامی ایک صحابی تھے جنکے اہل و عیال مکہ میں موجود تھے انہوں نے پوشیدہ طور پر انکو اطلاع دیدی کہ اپنے تحفظ کا انتظام کر رکھیں - وحی الہی سے یہ حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف ہو گیا اور آدمی درزا کر وہ خط راہ سے واپس منگوا لیا اسپر یہ سورہ نازل ہوئی -

یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیہم بالمردۃ و قد کفروا بما جالکم من الحق (۱ : ۲۰)
مسلمانو ! ان کافروں اور دشمنان توحید کو اپنا دوست نہ بناؤ جو ہمارے اور تمہارے درلوں کے دشمن ہیں - (یہ کیسی بات ہے کہ) تم انسے نامہ و پیام جاری رکھتے ہو ؟ حالانکہ تمہارے پاس جو حق و صداقت اللہ کی طرف سے آئی ہے اس سے انکار کر چکے ہیں ؟

حضرت ابراہیم اور انکے ساتھیوں کے "اسوۃ حسنۃ" پر اسی رکوع میں توجہ دلائی گئی ہے -

الکلا

۲۰ نومبر ۱۹۱۲

— * —

سلسلہ ”الجهاد في الاسلام“

(۲)

عید اضحیٰ

— * —

اللہ اکبر! اللہ اکبر! لا الہ الا اللہ واللہ اکبر!

اللہ اکبر واللہ الحمد!!

— * —

فلما اسلمنا رتلا للعجیز ونادینا
اب یا ابرہیم! قد صعد الرویا
انا کذلک نجزي المسکین - اب
هذا لہو الجہاد الجہین، وفہمنا
بذبح عظیم، و ترکنا علیہ
فی الخریس، سلم علی
ابراہیم - (۱۰۴: ۳۷) (۱)

— * —

تھیک ابے پانچ ہزار دو سو تینتالیس برس پیشتر دنیا کے ایک گوشے میں کیسا عجیب و غریب انقلاب ہو رہا تھا! ایک ہولناک اور وحشت انگیز بیا بان ریگ زار تھا، جسکی مہلک ریگ اور خشک سرزمین میں ہر طرف موت و ہلاکت پھیلی ہوئی تھی۔ ایک بکسر راسی غیر ذمی زرع (۱) تھی، جسکی سطح بے نمو پرنفگی کی سبزی و شگفتگی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ لیکن رب السموات والارض کے درمخلص بندے تھے، جنہوں نے انسانی زندگی کیلئے اسی صحرائے ہلاکت کو آبادی کیلئے اسی میدان رحمت کو فلاح و زراعت کیلئے اسی سرزمین خشک سال کو اور خدائے واحد کی پرستش و عبادت کیلئے اسی صحرائی قربانگاہ کو منتخب کیا تھا۔ انکے چاروں طرف صحرائے وحشت تھا، مگر انکے اوپر وہ خدائے حکیم و قدیر تھا، جو آبادیوں کا بگھٹنے والا اور زمینوں کی وراثت تقسیم کرنے والا ہے۔ انکے ہاتھ میں پتھروں کے ٹکڑے تھے، جنکو ایک دیوار کی صورت میں جمع کرتے جلتے تھے

(۱) ہر جب ابراہیم اور اسماعیل، دونوں اللہ کے اگے جھک گئے، اور ابراہیم نے اسماعیل کو ذبح کرنے کیلئے مانے کے بل گرا دیا، تو ہم نے ہکا کہ اے ابراہیم! بس کرو! تم نے اپنے خراب کو سچ کر دکھایا، ہم ایسا ہی نیک بندوں کو انکے ایتھار نفس اور غصہ و نفوس و جاس کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہ ایک نہایت کھلی ہوئی یعنی ظاہری آزمائش تھی۔ اور ذبح اسماعیل کے فدیے میں ہم نے ایک بہت بڑی قربانی (یعنی حنٹ ابراہیمی کی یادگار میں) قیامت جاری رہنے والی قربانی (یعنی ابراہیمی اور تمام آنے والی امتوں میں اس واقعہ عظیمہ کے ذکر کو قائم کر دیا۔ جس مقام ہو راہ الہی میں اپنی قربانی کرنے والے ابراہیم خلیل ہر!)

(۲) یعنی ایسی سرزمین، جہاں زراعت و فلاح کا نام و نشان نہیں۔ حضرت ابراہیم نے اپنی دعا میں فرمایا تھا کہ ”ربنا انی اسکنت من فرتقی بواد غیر ذی زرع عند بیئک المعرم“ یعنی الہی! میں نے اس بیابان منہ میں اپنی اہل و عیال کو بسائی ہے جہاں زراعت کا نام و نشان نہیں، پس ”راسی غیر زرع“ اسی آیت سے ماخوذ اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔

اور زبان پر یہ دعائیں تھیں، جو ادھر زبان سے نکل رہی تھیں، اور ادھر قوموں اور ملکوں کی قسمتوں کا فیصلہ ہو رہا تھا:

ربنا تقبل مننا
انک انت السميع
العلیم! ربنا
واجعلنا مسلمین
لک ومن ذریعتنا
امۃ مسلمۃ
لک، و ارنا
مننا سکنا و تب
علینا، انک
انت التواب
الرحیم! ربنا
وابصر فیہم
رسولا منهم
یتلوا علیہم
ایاتک، و یعلمہم
الکتاب و الحکمۃ
و یرزقہم، انک
انت العزیز
العلیم - (۱۲۴: ۲)

حکمت اصلی حکمت ہے!!

اللہ اکبر! وہ کیسا وقت تھا، جبکہ صدیوں اور ہزاروں برسوں کا فیصلہ چند لمحوں اور منٹوں کے اندر ہو گیا!! : اللہ اکبر

اللہ اکبر! لا الہ الا اللہ واللہ اکبر! اللہ اکبر واللہ الحمد!!

یہ دعائیں ان زبانوں سے نکل رہی تھیں، جنہیں سے ایک راہ الہی میں اپنے جذبات اور ارادے کی قربانی کر چکا تھا، اور دوسرا اپنے جان و نفس کی۔ دونوں نے اپنی محبوب ترین متاعوں کو راہ الہی میں لٹا دیا تھا۔ ایک نے اپنے فرزند عزیز کو، اور دوسرے نے اپنی جان عزیز کو، دونوں مجاہد فی سبیل اللہ تھے، اور اسیلے دونوں ”مسلم“ تھے۔ خدا نے ان دونوں کی دعائوں کو قبول کر لیا اور اس طرح قبول کیا کہ دنیا کے پانچ ہزار برس کے حوادث و انقلابات بھی انکی قبولیت کی صداقت کو دہہ نہ لگا سکے۔ وہ چند پتھروں سے چنی ہوئی چار دیواری، جسکے چاروں طرف انسانی ہستی کی کوئی علامت نہ تھی، کوزروں انسانوں کا پرستش گاہ اور قبلۂ رجوہ بنی، اور خدا کے جلال اور قدسیت نے تمام عالم میں صرف اسی کی چھت کو اپنا نشیمن بنایا۔ دارود اور سلیمان کا وہ عظیم الشان ہیكل، جس کو ہزاروں انسانوں کی سالہا سال کی محنت و مشقت نے لنبے لنبے ستونوں اور گنبدوں کا ایک شہر بنا دیا تھا، چند صدیوں تک بھی زندہ نہ رہ سکا، اور وحشی حملہ آوروں نے بارہا اسکی عظیم الہیۃ دیواروں کو غبار بنا کر اور ڈال دیا، لیکن چند پتھروں سے چنی ہوئی اس چار دیواری کے گرد، دعائے ابراہیمی نے ایک ایسا آہنی حصار کھینچ دیا تھا کہ پانچ ہزار برس کے اندر انقلابات ارضیہ و سماویہ نے سمندروں کو جنگل، اور انسانی آبادیوں کو سمندروں کے طرفانوں کی صورت میں بدل دیا، لیکن آجنگ اسکی بنیادوں کو کوئی حادثہ اور کوئی مادی قوت صدمہ نہ پہنچا سکی، یہاں تک کہ تاریخ عالم میں بھی ایک سرزمین ہے، جسکی نسبت تاریخ دعوا کر سکتی ہے کہ اسکی مقدس اور معترم خاک آجنگ غیر قوموں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے محفوظ و مصئون ہے۔

مقالہ

اسلام و اصلاح

(۲)

چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ :

”ہم پر واجب ہے کہ ہم ذمہ داری شکیست کو سنبھالیں اور ہر ایسے امر کا تدارک کریں جو ان کے مصالح کے خلاف ہو۔ علامہ قزاقی کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ کمزور ذمیوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں، ان کی ضرورتوں کو پورا کریں، بھوکوں کو کھانا کھلائیں، ننگوں کو کپڑا پہنائیں، ان سے آہستگی اور نرمی سے گفتگو کریں، اگر وہ ہمسایہ ہوں، اور کسی قسم کی ان سے تکلیف پہنچے، تو گواہی دے کر نیکی قدرت ہو، لیکن پھر بھی برداشت کرنا چاہیے۔ نہ اس لیے کہ ان سے درنا چاہیے یا ان کی تعظیم کرنا چاہیے، بلکہ اس لیے کہ ان کے ساتھ نرمی کرنا چاہیے اور ان کو مخلصانہ طور پر نصیحت کرنا چاہیے، اگر کوئی ان کو تکلیف پہنچائے تو ان کو اس تکلیف سے بچانا چاہیے اور ان کے مال و عیال اور آبرو کی حفاظت کرنا چاہیے۔ خلاصہ یہ کہ ان کے ساتھ وہ تمام برتاؤ کرنا چاہئیں جو ایک کریم الاخلاق شخص کے لیے زیبا ہیں“

اس فتویٰ سے دو نتیجے پیدا ہوتے ہیں -

(۱) ذمیوں سے مشورہ کرنے کو اسلام جائز رکھتا ہے -

(۲) یہودیوں اور عیسائیوں سے کام لینے کو اسلام جائز رکھتا ہے -

اس کی تائید علامہ ماردی کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ ”اگر یہودی یا نصرانی کسی عہدہ کے لیے کارکن ہو تو شرعاً اس کے تقریر سے کوئی امر مانع نہیں گورہ عہدہ وزارت ہی کریں نہر“ -

اصول شریعت اسلامیہ کو جب ہم غور سے دیکھتے ہیں تو اس میں بھی کوئی ایسا قاعدہ نہیں پاتے جو مجلس نیابی (پارلیمنٹ) کے خلاف ہو بلکہ در مشہور عالموں کے اقوال سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ ابن العربی کہتے ہیں کہ ”قواعد شریعت کی رو سے باہم مشورہ کرنا بغیر کسی استثناء اور بغیر کسی تفریق کے واجب ہے“ چنانچہ خود رسول معصوم اور ان کے بعد کے لوگوں نے ایسا کیا اور علامہ تغتازانی لکھتے ہیں کہ ”مجلس شوریٰ کے تمام اعضا بمنزلہ امام واحد کے ہیں۔“

علاوہ ان در مشہور عالموں کے صلاح الدین، عبد العظیم، حجة الاسلام امام غزالی، اور بہت سے علما سے منقول ہے کہ قوم سے ملنی معاملات میں مشورہ کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ اسلام کا اصول حکومت اور اصلی نظام خلافت ہے -

لیکن یہ کون نہیں جانتا کہ مغلخین سلاطین اسلام نے ملکی معاملات میں استبداد سے کام لیا اور حکومت و اختیارات اپنے لیے منحصر کر لیے، یہاں تک کہ لوگ یہ سمجھنے لگے کہ دیر سربس سے دولت عثمانیہ میں جس قدر نقائص ہیں، وہ صرف اس لیے ہیں کہ دائرہ اسلام تنگ ہے اور وہ غیر مسلم کے حقوق کا ضامن نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ خیال ان لوگوں کے ذہن میں آسکتا ہے جو اسلام سے ناواقف ہیں ورنہ اسلام تو عدل گستری، انصاف پروری، اور شخصی اغراض سے پاک ہونیکی دعوت دیتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان صفات سے موصوف ہونا مذہبی فخر، رسوخ ملکہ، اور حفاظت امن کا ذریعہ ہے۔ ابن خلدون امام کے ضروری صفات میں لکھتا ہے ”کہ امام ایسا شخص ہونا چاہیے جو جمہور (پبلک) کے حقوق کا لحاظ کرے اور سب کیلئے نیکی کی راہیں آسان کرے

خواہ ذمی ہو یا مسلمان“ سید حسین اپنے خط میں جو انہوں نے ابن عباد کو لکھا ہے، لکھتے ہیں ”اصول شریعت کا مقتضی ہے کہ امام کے تمام تصرفات کا مبنی مصلحت عامہ کا ارادہ ہو“ ابن نجم کتاب الاشباہ والنظائر میں لکھتے ہیں کہ ”امام کے تمام تصرفات وابستہ ہیں مصلحت عامہ کے ساتھ۔ امام کا کوئی فعل جس کا تعلق امور عامہ سے ہو شرعاً اس وقت تک نافذ نہیں ہوگا جب تک کہ مصلحت عامہ کے موافق نہ ہو، اگر مخالف ہوگا تو نافذ نہیں ہوگا“

مسلمانوں میں علماء راستین کو اس امر سے انکار نہیں ہے کہ ممالک اسلامیہ میں اختلال و طوائف الملوی کی سلاطین کے ساتھ علماء اسلام کی مداخلت اور ان کے ہر قسم کی ناجائز و جائز حرکات سے چشم پوشی کر لینے سے پھیلی۔ سید محمد بیرم لکھتے ہیں کہ ان علما کے جہل نے عوام میں یہ خیال پیدا کر دیا ہے کہ اصلاح و حریت، مدنیت و مساوات، اسلام کے خلاف ہیں اگر درحقیقت ایسا ہے تو ہم کو مسلمانوں کی ترقی سے مایوس ہو جانا چاہیے بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ باب عالی نے تمام دول یورپ کو اب تک مغالطہ میں رکھا ہے۔ لیکن جس شخص نے شریعت اسلامیہ کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ جن امور کو ارباب غرض اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں اسلام ان سے بمرحل دور ہے ابو عقیل کہتے ہیں کہ ”حکومت کو چاہیے کہ ان امور سیاست میں جو شرعی ہیں اور منصوص نہیں ہیں اپنی جولانگہ نظر کو وسیع کرے حکومت کو غیر منصوص امور میں توقف نہیں کرنا چاہیے جو اس کے خلاف سمجھتا ہے وہ غلطی کرتا ہے“ بعض مغربی مصنفوں کا یہ خیال ہے کہ جب تک مسلمان نصوص قرآنیہ کے پابند رہیں گے، کبھی مدنیت میں ترقی نہیں کر سکتے اس لیے کہ اسلام علوم و معارف کے مذاہب نہیں، مگر ان کو یہ ہم اس لیے پیدا ہوا کہ وہ مقاصد قرآن (کریم) سے ناواقف ہیں۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ علماء عرب نے علوم و فنون حاصل کیے، حکمت کی کتابیں پڑھیں، ارسطو، اقلیدس وغیرہ وغیرہ کی کتابیں عربی میں ترجمہ کی گئیں، اور آج مدارس عثمانیہ کے نصاب میں ایسے فنون کی کتابیں لازمی طور پر داخل ہیں، جن کے متعلق ان مصنفین کا یہ خیال ہے کہ وہ اسلام کے خلاف ہیں، حالانکہ وہاں کسی مسلمان نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دو اسلامی سلطنتوں مصر اور قسطنطنیہ سے ایک تعداد طلبہ کی انہی علوم کی تکمیل کیلئے یورپ بھیجی جاتی ہے۔ اس سے یہ بات روشن ہے کہ اسلام کے عزم کیلئے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے۔

اسلام کے متعلق یورپ میں اس غلط فہمی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ یورپ اسلام کو شمشیر و قوت کا مذہب سمجھتا ہے لیکن یہ غلط ہے کہ اس لئے قرآن (کریم) میں ہے ”و قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین“ دوسری آیت میں ہے ”لا یفہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوا فی الدین ولم یخرجوا من دیارہم ان تبرروہم و تقسطوا ان اللہ یحب المقسطین“

خليفة ثاني نے بطریق بیت المقدس سے جو معاہدہ کیا تھا اس میں ان کی حمایت کی حفاظت کی گئی تھی اور ان کو چند امتیازات دیے گئے تھے جو پورے کیے گئے۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ عیسائی مسلمانوں کے ماتحت رہ کر بھی پیچھے، ترقی پذیر، اور خوشحال رہے، بلکہ بسا اوقات اپنے ہموطن مسلمانوں سے زیادہ ترقی انہیں نصیب ہوئی۔

اندر سے اپنی حیات کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو دنیا کے سامنے ”اسراء ابراہیمی“ کی لازوال زندگی کا کیسا عجیب منظر ہوتا ہے، جبکہ تاریخ کئی ہزار برس آگے بڑھ کر لوٹتی ہے، تاکہ اسلام کے واعظ اول کی زندگی کو ایک مرتبہ پھر دہرا دے۔ لاکھوں انسانوں کا مجمع ہوتا ہے، جن میں سے ہر وجود پیکر ابراہیم بن جانا ہے اور ”مقام خلت“ کی سلطنت، تعین اور تشخص کو فنا کر کے اس پورے مجمع کو ایک ”ابراہیم خلیل“ کی صورت میں نمایاں کر دیتی ہے!

وہبنا لہم من اور ہم نے حضرت ابراہیم اور انکی اولاد کو
رحمتنا ورجعنا اپنی رحمت میں سے بڑا حصہ دیا اور
لہم لسان صدق انکے لئے ایک اعلیٰ و اشرف (طریق) ذکر خیر
علیہا (۱۹: ۴۴) دنیا میں باقی رکھا۔

آج ذی الحجہ کی نویں تاریخ ہے، جبکہ یہ سطور قلم سے نکل

پھر آیات متعاقب حرب و قتال و تشویق جہاد فی سبیل اللہ میں
لس ”اسراء حسنہ“ پر ترجمہ دلانے کی کیا ضرورت تھی؟

(۱)

اصل یہ ہے کہ قرآن کریم اسلام کی جس حقیقت کو دنیا کے آگے
پیش کرنا چاہتا تھا، اسے لحاظ سے اگر کوئی زندگی ”اسراء حسنہ“
ہو سکتی تھی، تو وہ صرف حضرت ابراہیم ہی کی زندگی تھی۔ اسلام
ایک صداقت ہے، اور اسلیے دنیا میں اسوقت سے موجود ہے، جس
وقت سے کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں صداقت ہے، لیکن اس صداقت
میں کو ایک شریعت الہیہ کی صورت میں سب سے پہلے حضرت
ابراہیم ہی نے پیش کیا تھا، اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ہر جگہ
انکو ملت حنیفی کے اولین واعظ کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور
انکی سب سے بڑی خصوصیت یہ بتلائی ہے کہ:

ان قتال لہ ربہ اسلام! جب حضرت ابراہیم سے انکے پروردگار نے کہا کہ

ربنا انی اسکنت من ذریعتی بواد غیر فی ذرع عدد بیتک المحرم، ربنا لیقیموا الصلوۃ فاجعل
افکدۃ من الناس تموی الیہم وارزقہم من الثمرات لعلہم یشکرون (۱۴: ۴۰)



ذی غیر زرع

ایام حج میں

ان فی الناس بالجمع بانوک رجلاً، وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق (۲۸: ۲۲)

رہے ہیں۔ چشم تصور سے دیکھئے تو آپکے سامنے بندگان مخلصین کا
ایک شہر آباد ہے۔ لاکھوں انسان ایک ہی لباس اور ایک ہی صدا
کے ساتھ ایک ہی کیلیے دیوانہ وار دوڑ رہے ہیں۔ بیشک ”ابراہیم
خلیل“ کا وجود تنہا دنیا میں باقی نہیں رہا، لیکن کیا ان لاکھوں
عاشقان الہی میں سے ہر عاشق، اسی عاشق اول کے فیضان عشق سے
مستفیض نہیں ہے؟ اگر ہے تو یقین کیجئے کہ ”خلیل اللہ“ آج
بھی زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ جبکہ میدان حج میں لاکھوں
انسانوں کی زبانوں سے صدائے لبیک! لبیک! اللہم! ایک
نکلتی ہے، تو اُس ایک ہی ابراہیم خلیل کی صدا ہوتی ہے
جس نے اسے پانچ ہزار برس پیشتر اپنے درست ہی صدا
یا عبدی کے جواب میں عاشقانہ محویت کے ساتھ لبیک کا نعرہ
لگایا تھا۔ وہ ایک ہی وجود کے اندر کب محدود تھا کہ فنا ہو جاتا؟
وہ تو اپنے اندر ایک پوری اُمت راہتا تھا، اسلیے آج بھی اپنی
اُمت کی صورت میں موجود ہے، اور قیامت تک موجود رہے گا۔
ان ابراہیم کان امة قائماً بیشک ابراہیم (کریا) ایک پوری
للہ۔ نیفا رام یک من اطاعت شعار اُمت تھا، اور ایک ہی
المشرک (۱۴:) خدا کا ہو رہا تھا۔

اس للہ بمستکسر * ان یجمع العالم فی واحد!
باقی آئندہ

قتل اسلت لرب مسلم (یعنی صحیح فرمان بردار) ہرجاؤ، تو انہیں
العالمین (۵۴: ۶) نے کہا کہ میں اسلام لایا تمام جہانوں کے پروردگار کے
چونکہ حضرت ابراہیم اسلام کے بے داعی تھے، اسلیے انکا وجود یکسر
پیکر اسلام تھا، اور اپنے ہر عمل حیات کے اندر اسلام کی حقیقت کا
ایک عملی نمونہ رکھتا تھا۔ وہ اسلام کے واعظ تھے، اور واعظ کے لیے اولین
شے یہ تھی کہ تعلیم کے ساتھ خود اپنی زندگی کا عملی نمونہ بھی
پیش کردے، اور جن حقیقتوں کی طرف دنیا کو دعوت دیتا ہے، انکو
سب سے پہلے اپنے اوپر طاری کردے۔ حضرت ابراہیم نے اُن حقائق کو
اپنے اوپر طاری کیا، اسلیے انکا ہر عمل از سر قاپا صدائے اسلام تھا
اور وہی پیروان اسلام کیلیے عملی نمونہ یا ”اسراء حسنہ“ ہو سکتا تھا۔
یہی سبب ہے کہ خدا تعالیٰ نے انکی زندگی کے تمام اعمال ہمیشہ
کیلیے محفوظ کر دیے، اور انکے ذکر کو بقائے دوام عطا فرمایا۔ دنیا کے
بڑے بڑے کشورستانوں، عظیم الشان فاتحوں، اور خشکیوں اور
سمندروں پر حکمرانی کرنے والی قوموں کو ہم آثار قدیمہ کے کھنڈروں
پرسیدہ قبروں، قومی روابتوں، اور تاریخ کے کچھ اوراق میں ضرور
دیکھ سکتے ہیں، مگر تمام مجمع اولین و آخرین میں ایک انسانی
ہستی بھی ایسی نہیں مل سکتی، جسکے آثار، حیات، صفوں اور
مٹی کے ڈھیروں میں نہیں، بلکہ کوروزوں زندہ انسانوں کے اعمال کے

شؤون عثمانیہ

لڑائی کی اغلب رو

— * —

ایک تجربہ کار فوجی افسر کے قلم سے

سنہ ۱۸۷۸ ع میں روسی لشکر کے مقدمۃ الجیش نے خوشی کی ٹرنگ میں جب اس موج کو عبور کیا جو مناظر بحیرہ مار مورا اور انکی نگاہوں میں حائل تھی تو انکو دور سے افق پر ایک سیاہ دھبہ سا انکی جانب حرکت کرتا ہوا دکھائی دیا۔

اسکے بعد جو کچھ ہوا اسکا ذکر میں کئی مرتبہ اپنے ایک دوست جرمن افسر کی زبان سے سن چکا ہوں۔ سیاہ بادلوں میں بجلی چمکتی ہے اور پھر آن کی آن میں غالب ہو جاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح تمام روسی بہادروں کی خوشی چھن گئی اور چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں، بحری طاقت کا بہم ایک آن واحد میں نکل گیا، استمبول پھر اسی طاقت کا حق مانا گیا، جو اس سے پہلے بحری راستوں پر حکومت کرتی تھی۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ روسیوں کی ساری فوج ملکر بھی اسے ترکی سے نہیں چھین سکتی۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ لارڈ بیکنس فیلڈ کی ”عزت صلح“ کی پکار اسی علم کی بنیاد پر تھی۔

اسوقت ایک نہایت ہی قلیل التعداد ترکی فوج ہم میدان جنگ میں بھیجنے کیلئے تیار کر کے (کل ۷۲,۰۰۰ جوان) روسی طاقت اور اسکی فوجی تیاریوں کو پیش نظر رکھ کر اسوقت ترکی کی جو حالت تھی وہ ریاستہائے بلقان و یونان کے مقابلہ میں آج کی حالت سے بہت بدتر تھی۔ اب جبکہ وہ اس حالت میں بھی ایک نہایت سخت مقابلہ میں کامیاب ہو چکی ہے، تو ہمارے اس کہنے میں کونسا بعد عقلی ہے کہ وہ یقیناً موجودہ حملہ آور کا بھی باوجود انکی عظیم الشان تیاریوں کے، قلع و قمع کر دیگی۔ کیونکہ وہ پہلی سی شوکت و عظمت کے ساتھ درہ دانیاں اور بحیرہ اسود پر حکمران ہے۔

کسی قوم کی بری طاقت کا اندازہ ہمیشہ اسکی فوج کی تعداد کی کسی خاص کسر اور اسکی نقل و حرکت کی رفتار کے حامل ضرب سے ہوا کرتا ہے، اسیلئے حریفان ہمدردی ازمائی تو ہیں، بندوقوں، سامان اسلحہ، اور ذخائر حرب کو دیکھ کر جو اندازہ فریقین کی قوتوں کا کیا جائے گا، وہ محض فرضی ہوگا۔ قوتوں کا اندازہ ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا، جب تک کہ رائج الوقت مغربی قواعد کے موافق سڑکوں، ریلوے لائنوں، خبر رسائی کے وسائل اور رسد و سامان حرب رسائی کے ذرائع کا پورے طور سے موازنہ نہ کیا جائے۔

تعداد فوج اور ذخائر حرب بیشک فریقین کی قوتوں کے موازنہ کے لیے ایک صحیح معیاس کا کام دے سکتے تھے، اگر فیصلہ کن جنگ فریقین کے حہود مشترکہ سے برابر کے فاصلہ پر وقوع پذیر ہوتی، لیکن بصورت موجودہ ترکوں کو بھلا اسی کونسی ضرورت درپیش ہے کہ وہ خواہ انخواہ جنگ کیلئے ایسے محل کا انتخاب کریں، جسے انکو کئی طرح سے نقصان ہے۔ سین اسٹی فانو کے بعد ترکی اور انگریزی افسروں کے درمیان پورا مباحثہ ہو چکا ہے۔ لہذا اب یہ امر کسی طرح بھی قابل تسلیم نہیں ہو سکتا کہ ترک اپنے مفید مطلب مواقع سے نا آشنا ہوں۔

جنگ ہائے ماقبل میں ترکوں کیلئے ہمیشہ اپنے ایشیائی مقبوضات کے مرکزی مقام سے فوجی جمعیت اور سامان حرب کے ذخائر کا میدان جنگ میں لانا ایک حل طلب معملہ رہا ہے۔ افواج متعینہ حدود شرقیہ کی نقل و حرکت اور انکی تیاری کیلئے مہینوں کی ضرورت ہوا کرتی تھی۔ اثنائے سفر میں ہزاروں توپعمہ نہنگ اجل ہوجاتے تھے، اور اسی قدر چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔ مزید برآں حدود کا کیز یا (کوہ قاف) کی جانب سے روسی حملہ کا دائمی خوف ترکوں کے بہت بڑے اور مفید حصہ کو ہمیشہ ناکارہ رکھتا تھا، لیکن آج ملک کی حالت بالکل بدل گئی ہے۔ ایشیائی پہاڑوں کے جنوبی جوانب میں ریل کے جاری ہوجانے اور بحری راستہ کے کھل جانے سے یہ تمام فرضی خطرات بھاپ بھگر اڑ گئے ہیں۔ قسطنطنیہ اور ٹریبی زونڈ کے مابین ۵۶۰ میل کا فاصلہ ہے۔ بحری راہ سے یہ طویل طویل فاصلہ کل دریم کا قلیل سفر رہ گیا ہے۔ بحیرہ اسود میں آج جتنے جہاز آمدورفت کیلئے موجود ہیں، وہ بوقت ضرورت اس کلم کیلئے کافی ہیں اگر ترکی حکومت زمانہ گذشتہ میں کل دھائی لاکھ فوج مغربی حدود پر لے جاسکتی تھی، تو اب ترکی حکومت ضرورت پڑنے پر اس سے تگنی فوج اسی قدر مصارف برداشت کرنے پر ایسی عجلت سے محل ضرورت پر پہنچا سکتی ہے، جو آج سے پہلے کسی کے وہم و گماں میں بھی نہیں تھی۔

اب ہم تھوڑے عرصہ کیلئے فرض کر لیتے ہیں (گویہ مفروضات نہایت ہی غیر ممکن الوقوع اور راہمہ کی حد تک پہنچ جاتے ہوں) کہ یورپین سرحدوں پر معاملات نہایت ہی نازک صورت اختیار کر لیں اور بلقانی اپنے اندر بہت بڑا استحکام اور اجتماع پیدا کر کے جرمنی کی سی تیاریوں کے ساتھ بڑھیں، اور بہادر ترکوں کو مقبوضہ سے ہٹا کر واپس چلے جانے پر مجبور کر دیں، اور کہ یونانی بیڑا ایسا عجیب القوت ہو جائے کہ وہ بحیرہ ایجیئس پر حکمران ہو جائے۔ لیکن پھر بھی اس سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوگا۔ جس بہتر سے بہتر طریقہ سے ممکن ہوگا، تمام عثمانی جان فروش ایڈریا نوبل سے لیکر قسطنطنیہ تک پھیل جائینگے، اور جاتے رقت راہ میں کل عیسائی رعایا کو تلواری کی گھات اتارتے جائینگے [ترک مسلمان ہیں اور اسلام میں تو دشمنوں کے درختوں تک کو کاٹنا منع ہے، بچوں اور غیر محارب رعایا کا تو کیا ذکر۔]

ولنگٹن نے فرانسیسیوں کے سامنے ویرانی اور وحشت کا سمان پیش کرنے کی غرض سے تمام جنوبی پر تگال کو خالی کر دیا تھا، تو ایسی صورت میں کونسی وہ اخلاقی ذمہ داری ہے اور کونسا وہ طبعی فرض ہے جو ترکوں کو اپنے گرد پیش کی چیزوں کو تباہ کرنے سے روک سکتا ہے؟ اب فرض کر کے اسوقت یا اس سے کسی پہلے مناسب موقع پر ترک دھائی لاکھ کی جمعیت وارا پولا اتاریں، جو انکے لئے کچھ بھی مشکل نہ ہوگا، اور پھر شمال کی جانب بڑھ جائیں تو وہ آسانی سے دنیا کے سامنے دوبارہ پلیونا کا منظر پیش کر سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ انکو اور کچھ کرنا نہ ہوگا، کیونکہ بعینہ اسی طرح جس طرح پلیونا نے تمام روسی جنگی کارروائیاں کر کے عمل کر رکھا تھا شتچا بھی بلغاریوں کو کم از کم حاصل کردہ فوائد سے دست بردار ہونے اور جانب مشرق اپنے علاقہ کو سنبھالنے کیلئے مجبور کر دیا، جسکی وجہ یہ ہے کہ شتچا ترکوں کے حق میں پلیونا سے بھی زیادہ مفید مقام

دولت عثمانیہ میں فسادات کے اسباب

یہاں تک کہ غیر مسلم رعایا نے جب شکایت کی کہ جزیہ کی وجہ سے انہیں اور مسلم رعایا میں اک گونہ تفریق ہوتی ہے، جو اصول مساوات کے خلاف ہے تو دولت عثمانیہ نے جزیہ بھی موقوف کر دیا۔ اسی طرح مذہبی آزادی کا مطالبہ کیا گیا تو قانون ارتداد منسوخ کر دیا گیا پس یہ مبالغہ نہیں کہ مساعی اصلاح میں دولت عثمانیہ کی کامیابی کے شواہد نہایت کثرت سے بیان کیے جاسکتے ہیں۔ اور یہ تو میرے علاوہ اور انگریز و روسی مصنفین نے بھی نہایت تاکید سے لکھا ہے کہ عثمانی کاشت کاروں کے حسن حال، با امنی و بیدخوشی، باغات کی سرسبزی، کھیتوں کی پیداوار، اور ان کے جانوروں کے موٹے تازے ہونے پر غیر عثمانی کاشت کار رشک کرتے ہیں۔ عیسائی کاشت کاروں کے گرجے ہر جگہ ہیں اور بلغاری مزار عین کی حالت مسلمان مزار عین سے کہیں زیادہ اچھی ہے۔

جو شخص ان حالات کو جانتا ہے اس کی سخت حیرت ہوتی ہے کہ ان حالات کے ساتھ ان روایات ظلم و تعصب کو کیونکر منطبق کرے جو دولت عثمانیہ کے متعلق بیان کیے جاتے ہیں۔ میرا تریہ عقیدہ ہے کہ اس قسم کی افواہ اڑانے والے چند خود غرض لوگ ہیں جو اپنے مصالح کیلئے باب عالی کو بدنام کرتے ہیں اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اجڈک کوئی قبل تسلیم دلیل ان لوگوں کے نہیں پیش کی اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی الزم بغیر ثبوت کے کسی طرح قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔

دولت عثمانیہ میں اس وقت تک جس قدر اصلاحات ہو چکی ہیں اس کا بھی شخص اندازہ کر سکتا ہے جو دولت عثمانیہ کے گذشتہ حالات سے واقف ہے۔ ابتداء تو اسی کا یقین نہیں دیا جاتا تھا کہ دولت عثمانیہ میں اصلاحات کا ہونا بھی ممکن ہے۔ لیکن جس قدر قبل مدت میں عظیم الشان اصلاحات جاری ہو گئیں اس کی نظیر یورپ میں بھی نہیں مل سکتی۔ اس وقت ضرورت صرف اس کی ہے کہ وسیع و بڑا امن و رقت دولت عثمانیہ کو ملے۔

موجودہ سفیر برطانیہ کی قابلیت مشہور و معروف ہے ان کا مقولہ ہے کہ اعضاء مجلس شوری عثمانیہ یورپ کی دیگر مجالس شوری کے اعضاء سے ذکاوت و قابلیت میں کسی طرح کم نہیں ہیں۔ ان کے ہاتھوں بہت سے ایسے کم انجام پائے گئے ہیں جو حد بظن کو، (راسر) دلیل ہیں۔

یہ مجلس اصلاح انتظام، ترویج نظامہائے جدید، مذہب، و امور سلطنت کا اتحاد اور مصلحت عامہ کے مرکز نظر ہو رہی ہے۔ ضمانت ہے کہ یہ مجلس اس امر کی دلیل ہے کہ عثمانیوں کے آئندہ تمام کاموں کا محور وطن و نفع وطن ہوگا۔

ہم کو مسلمانوں کے متعلق یہ بدگمانی نہیں کرنا چاہیے کہ وہ مجلس شوری سے بھاگتے ہیں۔ یہ قطعاً غلط ہے۔ ایک مشہور مذہب علامہ احمد بن علاء الدین کہتے ہیں کہ ”غیر مسلم کی پیروی کرنا جائز ہے بشرطیکہ ملک کے فائدہ کیلئے ہو۔“

عثمانی قوم کی روشن خیالی و اصلاح خیال کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ تمام ملک میں مختلف زبانوں میں نہایت کثرت سے اخبارات و رسائل شائع ہوتے ہیں، جسمیں ملک کے حالات، یورپین اخبارات کے خلاصے، ارباب سیاست کے حالات، موجودہ علوم اور نئے اکتشافات کے تذکرے ہوتے ہیں۔ یہ معلوم ہے کہ اہل مشرق نہایت ذکی الطبع و زبرد فہم ہوتے ہیں۔ ان اخبارات کا ان کے طبائع پر بہت اثر پڑتا ہے۔ ٹائمز، ڈیلی نیوز، کانسٹیبل گورنمنٹ وغیرہ کے متعلق آج ہم درکاروں کو باتیں کرتے سنتے ہیں۔ کیا ہمیں بس پٹے بھی یہ حالت تھی؟

(باقی آئندہ)

جو شخص دقت نظر کے ساتھ ان خونی بیوت کے اسباب سے بحث کرے گا، جو وقتاً فوقتاً مشرق میں ہوتی رہی ہیں، وہ اس نتیجہ پر پہنچ جائے گا کہ دراصل فتنہ انگیز اغیار کے ہاتھ تھے جو مذاہب مراقع پر لوگوں کو امادہ فساد کرتے تھے اور وہ اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے یہ نہیں سمجھتے تھے کہ اس کا انجام اس درجہ کشت و خون اور یہ ہولناک واقعات ہونگے۔ دروز، موارنہ، صقالہ، اور بلغاریوں کے واقعات اسی ذیل میں ہیں۔

میں ان مرتکب فظائع کو بے گناہ ثابت کرنا نہیں چاہتا بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اسلام نے قتل صرف دفاع کیلئے جائز رکھا ہے، چنانچہ قرآن (کریم) میں ہے: فان انتھرو فلا عدوان الا علی الظالمین۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض مسلمان غیرت دینی میں بہت زیادہ غلو کرتے ہیں لیکن یہ غلو خالص ترکوں میں بہت کم ہے جن کی تعداد کئی ملین ہے۔ زیادہ تر یہ غلو ان باشندگان ملک میں ہے جو اپنے ملک کے فتح ہونیکے بعد خود بھی حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے، لیکن اسلام نے ان کے طبائع پر بہت کم اثر کیا، اس لئے ان کی قدیمی خانگی عداوتیں، سنگدلی اور خونریزی کا شوق، اپنی اصلی حالت پر باقی رہیں۔ درحقیقت یہ سخت غلطی ہے کہ ان کے یہ صفات تلاوت قرآن کا نتیجہ قرار دیجاویں اسلئے کہ عثمانی رعایا میں عرب کے علاوہ دیگر قومیں عربی نہیں جانتیں اور اسلئے قرآن نہیں سمجھتیں۔

ہمارے اس قول کی تائید ان سیلحان یورپ کے بیان سے بھی ہوتی ہے جنہوں نے دولت سلجوقیہ کے زمانہ میں ترکی مرکزوں کا سفر کیا ہے۔ ان کا یہ بیان ہے کہ ”ترکوں کا میلان طبع مہمان کی تعظیم، انتظام کی اطاعت، اور اہل ذمہ کے ساتھ لطف و مہربانی کی طرف ہے۔“

اگر موقع ہوتا تو میں زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھتا مگر ان لوگوں کے رد میں جو کہتے ہیں کہ قرآن (کریم) مانع اصلاح ہے یا یہ کہ علوم و فنون کی تحصیل سے روکتا ہے یا اہل ذمہ پر جو رستم کو جائز رکھتا ہے صرف اس قدر لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ اسلام اہل ذمہ کو مذہبی آزادی دیتا ہے، مسلم اور غیر مسلم رعایا میں مساوات قائم کرتا ہے، اور انکو ذمی سے ملکی معاملات میں مشورہ کرتے سے نہیں روکتا۔

آغاز اصلاح

اصلاح (جس کا وعدہ سنہ ۱۸۵۶ء میں کیا گیا تھا) اس کی ناکامیابی کا اعلان صحیح نہیں۔ یہ خیال کہ اسلام مانع اصلاح ہے میں دکھلا چکا ہوں کہ بالکل غلط ہے پس یہ صریح ظلم ہوگا اگر یہ اعتقاد رکھا جائے کہ دولت عثمانیہ اصلاحات کی بابت جو خیالات ظاہر کرتی ہے وہ اس کے اصلی خیالات نہیں ہیں۔

دولت عثمانیہ کے لئے سخت مشکلات درپیش ہیں۔ آبادی مختلف عناصر سے مرکب ہے، جس کے عقائد و اغراض مختلف و متضاد ہیں، جن پر ہم پرستی کا قبضہ ہے، جن پر تعصب مذہبی و جنسی چھایا ہوا ہے۔

اس کی آبادی میں پہاڑی قوموں کا عنصر بھی ہے، جو کینہ پرور، انتقام پسند اور فتنہ پرداز ہیں۔ جن کی عام عادات فساد، خونریزی، و حرمت دہی ہے۔ یہ حالات دولت عثمانیہ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں، یورپ پر بھی قرون متوسطہ میں یہ تمام واقعات گزر چکے ہیں کون ایسا ہے جو ان بغاوتوں سے واقف نہیں جس میں ہزاروں بیگناہوں کے خون سے زمین لالہ گوں ہو گئی تھی۔ مختلف عناصر و متعدد اقوام پر حکمرانی کرنے سے زیادہ مشکل کوئی شے نہیں ہو سکتی تاہم باوجود ان تمام موانع چند در چند کے دولت عثمانیہ اصلاح کی ہمیشہ کوشش کرتی رہی۔

شہر آشوب اسلام یا

تعزیت عید

ہر قوم و ملت کے لیے سال بھر کے چند دن جشن و مسرت کے ہوتے ہیں، اور مسلمانوں کیلئے بھی تیرہ، لیکن جس قوم کا انقلاب اقبال قریب چکا ہو، اسکو صبح عید کی خوشیوں کی جگہ شام زوال کے ماتم کا انتظار کرنا چاہیے۔ چوہا خاکہ تر سے بھرتا جاتا ہے، اور نہیں معلوم چراغ کی آخری بھڑک کب تک قائم رہے؟ قبل اسکے کہ زمانہ ہم پر ماتم کرے، بہتر ہے کہ خود ہی اپنے اوبروؤں میں اور عید کی تہنیت کی جگہ ایک دوسرے کو تعزیت کا پیغام پہنچائیں۔ ہمارے جانے کیلئے جو آگ سلاگنی گئی ہے، اگر آئے بجھا نہیں سکتے، تو دامن سے ہوا تو دیکھتے ہیں؟

درجنوں بیگارنقروں زیستن آتش تیزست و دامن می زنم

اس ہفتے الہلال کی اشاعت کا دن اتفاق سے عین عید اضحیٰ کا دن ہے، جبکہ جشن و طرب کی محبتوں نے آپکو اپنی طرف معر کر لیا ہوگا۔ تبریک و تہنیت کی صداوں کی آہٹیں پاس کی نہ ہوگی، ملامت نہ کیجیے اگر ”تہنیت عید“ کی جگہ ایک ”تعزیت عید“ کی فضا سجی ہوئی آہٹیں چند لمحوں کی طاہر ہو۔ اس عید کا سب سے بڑا عدل راہ الہی میں قربانیوں کا کرنا ہے، سو اس مناسبت سے چند مناظر قربانیوں کے بھی آہٹیں پیش نظر ہیں۔ جس وقت آہٹیں سامنے رہ خوں بہ رہا ہو، جو راہ الہی میں قیمتی جانوروں کا آپ بھایا ہے، تو اوقت ان قربانیوں پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے گا، کہ انکا خون بھی اسی خدائے ذوالجلال کی راہ میں بہا ہے۔ البتہ فرق اتنا ہے کہ آپکی ہمت صرف یہیں تک تھی کہ اسکے لیے چند روپیوں کے جانور ذبح کر ڈالیے، مگر یہ وہ جعفری تیرہ جنہوں نے اپنی جانوں اور جسموں کی قربانی سے کم کا اپنے دوست کو مستحق نہ سمجھا۔

علی الخصوص اس موقع اضحیٰ عید کی پہلی قربانی، جس کے ذبح کی چھری بھی اب تک اسکے سینے پر موجود ہے.....

چراغ کشتہ محفل سے اُٹھے گا دھواں کب تک
فضائے آسمانی میں اڑیں گی دھجیاں کب تک
کہ جیتا ہے یہ ترکی کا مریض سخت جاں کب تک
اے روئے کا مظلوموں کی آہوں کا دھواں کب تک
یہ سیرانکو دکھائیں گے شہدائے فہم جاں کب تک
یہ راگ ان کو سنائیں گے یقیم ناتواں کب تک

یہ ظلم آرائیاں تائے یہ حشر انگیزیوں کب تک
یہ لطف اندوزی ہنگامہ آہ و فغاں کب تک
ہماری گردنوں پر ہوگا اس کا امتحان کب تک
توہم دکھلائیں تم کو زخمی خوں چکان کب تک
دکھائیں ہم تمہیں ہنگامہ آہ و فغاں کب تک
سنائیں تم کو اپنے درد دل کی داستاں کب تک
ہم اپنے خون سے سینچیں تمہاری کہتیاں کب تک
ہمارے ذرے ہائے خاک ہونگے زرفشاں کب تک
دکھاؤ گے ہمیں جنگ ملیبی کا سہلی کب تک
مٹاؤ گے ہمارا اس طرح نام و نشان کب تک

عزیزو! فکر فرزند و عیال و خان و ماں کب تک
نہ سمجھ اب تو پھر سمجھو گے تم یہ چہستان کب تک

تو پھر یہ احترام سجدہ کا قد سیاں کب تک
تو پھر یہ نغمہ توحید و گلبانگ اذان کب تک
چاہنگی تند باد کفر کی یہ آندھیاں کب تک
غبار کفر کی یہ بے محابا شوخیوں کب تک
تو پھر سمجھو کہ مرغان حرم کے آشیان کب تک

کہیں اب کیا کہ دامن گہری ہندوستان کب تک

حکومت پر زوال آیا تو پھر نام و نشان کب تک
قبائے سلطنت کے گر فلک نے کردیے پرزے
مراکش جاچکا، فارس گیا، اب دیکھنا یہ ہے
یہ سیلاب بلا باسقان سے جو بڑھتا آتا ہے
یہ سب ہیں رقص بسمل کا تماشا دیکھنے والے
یہ وہ ہیں، نالہ مظلوم کی لے جن کو بھاتی ہے

کوئی پوچھے کہ اے تہذیب انسانی کے اُستادو!
یہ جوش انگیزی طوفان بیداد و بلا کا ہے؟
یہ مانا تم کو تلواروں کی تیزی آزمانی ہے؟
نگارستان خوں کی سپر گرام نے نہیں دیکھی
یہ مانا گرمی محفل کے سامان چاہیں تم کو
یہ مانا قصہ غم سے تمہارا جی بہلتا ہے
یہ مانا تم کو شکوہ ہے فلک سے خشک سالی کا
عروس بغت کی خاطر تمہیں درکار ہے افشاں
کہاں تک لوگے ہم سے انتقام فتح ابوبی
سمجھ کر یہ کہ دھندلے سے نشان رفتگان ہیں ہم

زوال دولت عثمانیہ، زوال شرع و ملت ہے
خسدا را تم یہ سمجھ بھی کہ یہ ظہاریاں کیا ہیں؟

پرستانِ خاک کعبہ دنیا سے اگر اُٹھے
جو گونج اُٹھے گا عالم شور ناقوس کاہسا سے
بکھرے جاتے ہیں شیرازا اوراق یزدانی
کہیں آکر نہ دامن حرم کو بھی یہ چھو آئے
حرم کی سنت بھی عید انگیزوں کی جب نگاہیں ہیں

جو ہجرت کرے بھی جائیں، ترش بلی اب کہاں جائیں

بھاپ بنکر اتر جاتے ہیں اور ضرورت رہی ہو جاتی ہے جو کہ برطانیوی فوج کی ایک صدی پیشتر پر تگال میں ہوئی تھی۔
رہی تو کون کی مالی حالت، تو میں اسے تمام پہلوؤں پر بحث کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا، لیکن اگر ترکی اپنے تمام شاہی حقوق اور اقتدار کو بلا کسی قسم کا صدمہ پہنچالے قرضہ لے سکتی، تو یہ ایک طے شدہ سوال ہو جاتا بشرطے کہ دول ستہ رخنہ اندازوں پر اتر نہ آئیں۔

معرکہ قرق کلیسا کی تفصیل

تازہ عربی ذاک سے

— * —

قرق کلیسا کے قریب جو جنگ ہوئی تھی اس میں عثمانی فوج کی تعداد ۶۰ ہزار سے زائد نہ تھی لیکن ان کے مقابلہ میں بلغاریوں کا ایک لشکر گراں تھا جو کس طرح ڈھائی لاکھ سے کم نہ تھا۔ بلغاریا نے جو طریقہ جنگ تجویز کیا تھا اس کا یہ قدرتی نتیجہ تھا کہ قسطنطنیہ میں فوج لیجانے کے لیے گرینین نہ رہیں۔ قسطنطنیہ سے جس قدر گرینین آتی تھیں، ان سب کو آنے دیا جاتا تھا، مگر حیدر بلغاریا سے قسطنطنیہ کو لی گرین واپس جانے نہیں دیتا تھی، بلغاریا کے پیش نظر جو نقطہ تھا وہ قرق کلیسا اور وہ لائن تھی جو اندرنہ اور قسطنطنیہ کے درمیان ہے۔ دفعۃً اعلان جنگ ہوا۔ قرق کلیسا میں فوج زیادہ نہیں تھی، مدد کیلئے فوراً فوج پہنچ سکتی تھی مگر مشکل یہ تھی کہ قسطنطنیہ میں گاڑیاں نہیں تھیں، اس کا انتظام یہ کیا گیا کہ دروازہ مقامات سے گاڑیاں منگوائی گئیں۔ سپہ سالار عام نے جو نقشہ جنگ تجویز کیا تھا اس کے ذریعہ سے بلغاری پوری طرح کھلے جاسکتے تھے، مگر عزیز پاشا سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے اس جنگ کو (جو اندرنہ کے قریب دھوکا دینے کی غرض سے کی گئی تھی) اصلی جنگ خیال کیا، اس لیے اس نقشہ جنگ پر عمل نہیں کیا گیا جو سپہ سالار عام کی طرف سے تجویز لیا گیا تھا۔

اول تو جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا قرق کلیسا میں بہت توڑی فوج تھی اور اس کے مقابلہ میں بلغاری فوج بہت زیادہ تھی تاہم عثمانی فوج کو مدد پہنچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ ایک بلغاری سپہ سالار کی زبانی فرانس کے (مانان) نے بیان کیا ہے کہ فتح قرق کلیسا بلغاری نقطہ خیال سے مہتمم بالشان فتح سمجھی جانی تھی اور اس لیے وہ اپنی پوری قوت خرچ کر دینا چاہتے تھے۔

یہ تمام واقعات بلغاری فوج کے لیے جس قدر حوصلہ افزا تھے، اسی قدر عثمانی فوج کے لیے ہمت شکن تھے۔ ان پر سوہ اتفاق سے یہ اور اضافہ ہو گیا کہ عین میدان جنگ میں پرنس عزیز الدین اور چند افسر بھاگ کھڑے ہوئے۔ پرنس ایک رسالہ کا کمان افسر تھا اس کے ہٹتے ہی وہ رسالہ تباہ ہو گیا اور اس کے بعد تمام فوج میں پریشانی پھیل گئی۔

معلوم ہوتا ہے کہ اول عثمانی افسروں نے بندر قرق کی فیروں سے بھاگتی ہوئی فوج کو روکنا چاہا مگر کامیابی نہیں ہوئی اور ظاہر ہے کہ ۶۰ ہزار فوج میں جب پریشانی اور پراگندگی پھیل جائے تو اس کے چند گولیاں نہیں روک سکتیں۔ اس لیے عثمانی فوج کو راہی کا حکم دینا پڑا۔ شکست کے یہ بعض اسباب ہیں، جن کا عثمانی اخبارات کی متفرق خبروں اور تاروں سے پتہ چلتا ہے۔ اب ہم حملہ کے آغاز سے لیکر سقوط قرق کلیسا تک کی خبریں مسلسل ترجمہ کر دیتے ہیں، جو خبر سانی کی عثمانی کمپنی، نامہ نگاروں اخبار اور ہائوس ایجنسی نے شائع کی ہیں۔

ہے۔ اتنی سی فوج سے اس پر حملہ کرنا بھی مشکل ہے۔ نیز سمندر کے کنارے سے کل پچاس میل کے فاصلہ پر ہونے کی وجہ سے کمک وغیرہ کا پہنچنا نہایت ہی آسان ہے۔ وارنا اور شملہ کا نام لینے سے میرا مقصد صرف ان ہی در مقاموں کی تخصیص و تعدید نہیں ہے، بلکہ کئی اور ایسے مقام پڑے ہوئے ہیں، جو ان دونوں جیسا، بلکہ بعض صورتوں میں ان سے بہتر کام دے سکتے ہیں، اور ترک یقیناً ان سے غافل نہیں ہو سکتے۔

میرے یہ خیالات یقیناً ان خام کاران سیاست کو جو بہت جلد نتائج نکالنے اور پھر ان سے خوش ہونیکے خواہش ہیں، بہت دقیانوسی معلوم ہونگے، لیکن امر واقع یہ ہے کہ جو ضرورت یہ جنگ (جہاننگ کہ انراچ اور بالخصوص تریخانے کی نقل و حرکت کا تعلق ہے) اختیار کر رہی ہے وہ بھی دقیانوسی ہی ہے۔

* * *

ان اضلاع میں جہاں راستہ کا نام و نشان تک نہیں، اور جہانگی زمین جائے کی بارشوں کے بعد ایک بے تہاہ دلدل کی صورت اختیار کر لیتی ہے، فوری اجتماع محالات ہے۔

ترک ۱۰۰ میل اندرون ملک میں بیٹھ کر کسی صورت میں بھی جنگ کے نتائج سے موثر نہیں ہو سکتے۔ ترکوں کا کام اس وقت (ان کے اپنے مشہور الفاظ میں) صرف ”بیٹھ رہنا“ ہوگا۔ پلیرنا کی طرح اب بھی اعدا حملہ کر رہے ہیں اور وہاں تریخانہ کو کسی ٹھیک رخ پر رکھنا طبعاً محال ہے۔

توپوں کے کسی رخ ٹھیک نہ بیٹھنے کی وجہ تو یہ توپوں یا گھوڑوں کی قلت ہوگئی۔ اس کا کچھ سبب تو یہ ہے کہ آنے والی ششماہی میں گھوڑوں کے چارہ وغیرہ کا انتظام بلغاریوں کیلئے ایک مشکل ترین کام ہوگا۔ نیز ایک بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اعلیٰ قسم کے توپخانوں کے سٹاف کو اس کا سلیقہ ہی نہیں کہ بڑی بڑی توپیں خاص حالات میں کیونکر بٹھائی جائیں؟

مواقع جنگ پر تو شاید فریقین کی پیادہ فوج کے نظام اور استعمال اسلحہ جنگ کے سلیقہ میں کسی قسم کا فرق نہ ہو، اور نہ ہونا چاہیے لیکن مشکل یہ ہوگئی کہ ترکی جرنیل تو اپنی توپوں کو بکمال جمیعت خاطر استعمال کر رہا ہوگا اور اس کے حریفوں کو ادھر ادھر مناسب مقام مدافعت کی تلاش میں ترکی توپوں کی انتہائی میں مارا مارا پھرنا پڑیگا۔

ہماری باتریاں اس کام کیلئے شاید کافی سے زائد نہ ہوں اور اس کام کیلئے فرانس کی میدان کی توپوں کی تعریف میں صرف ”کافی عمدہ“ سے زیادہ نہیں کہا جاسکتا۔ جونہی بلغاری ستلجا یا کسی اور مناسب مقام کا (جس کو ترک دوسرا پلیرنا بنانا چاہیں) محاصرہ کر لیں گے، قدرۃً اسی دم دوسری ترکی سرحدوں پر بلغاریہ وغیرہ کا دباؤ کم ہو جائیگا اور پھر وقت اور حالات خود بخود ترکوں کو بتا دیں گے کہ کہاں انکو اپنی کل طاقت لاکر اکٹھا کرنا چاہیے۔ اگر یونانی بیڑے کو آخر میں ہزیمت ہو، جیسا کہ یقیناً ہوگا، تو اور اڑھائی لاکھ کی جمیعت عظیمہ ترک مقدونیہ میں لاکر جمع کر دیں گے۔ اگر معاملہ دگر گروں ہو تو برغاس سے، جنوب بلقان کی جانب بڑھ جانا یقیناً ترکوں کے حق میں بہت سے مفید نتائج پیدا کریگا۔

فی الحال تو آخری نتائج بعض بصورت نظریات دماغ میں ہونے چاہئیں۔ اس وقت جرباتیوں ہمارے پیش نظر ہیں وہ یہ ہیں کہ بحیرہ اسود پر غیر متنازع فیہ اثر و اقتدار کی بدولت تمام وہ قیاسات جنکی بنا بعض اعداد شمار کے تناسب پر ہے الکل

۳۰ رات کو فوج کو ایک رات میں چلا آیا۔
بلغاریا کی فوج تعاقب کرتی ہوئی عثمانی حدود میں چلی آئی۔
یہاں پہنچنے کے بعد عثمانی فوج نے ان کے میمنہ پر حملہ کیا جس سے دشمن
کی جمیعت منتشر ہوئی عثمانی فوج کو غنیمت میں دو توپیں
ملیں۔ دشمن کے نقصانات کی صحیح مقدار معلوم نہیں۔

قسطنطنیہ میں رات کی تباہی کی یہ تفصیل موصول ہوئی ہے :
عثمانی بیڑے نے رات کا سرحسب حصہ تباہ کر دیا اور ان تمام
توپوں کو خاموش کر دیا جن سے اس سرحد کے قلعے مضبوط کیے
گئے تھے خود قلعوں کو بھی مسمار کر دیا۔ عثمانی بیڑا جب واپس
آیا تو دریا میں بلغاریا کی چار تار بندوق کشتیوں کو دیکھا ان
کو لے پھینکنا شروع کیے ان کشتیوں کی دہکوں اور نیزاروں دیگر آلات
کو اس درجہ خراب کر دیا کہ استعمال کے قابل نہیں رہیں۔

جب عثمانی بیڑا رات کو واپس پہنچا تو وہاں ایک جنگی نمائش کی
گئی مگر کئی بلغاریائی کشتی مقابلہ کے لیے نہیں نکلی۔
ترکی اخبار صبح کا خاص نامہ نگار احمد صلیبک سیرر
سے لکھتا ہے :

۲۱ اکتوبر کو اصرام آغا محافظ مرقع نوراقتوب سے اور بلغاریا کی
فوج سے خانلر میں مقابلہ ہوا۔ محافظ موصوف کو شاندار کامیابی
ہوئی۔ دشمن بھاگ گئے۔ غنیمت میں دو توپیں ملیں۔

ترکی اخبار اقدم کا نامہ نگار خاص ادرنہ سے یہ قار دیتا ہے :
۲ اکتوبر کو سرحد پر عثمانی و بلغاریائی فوج سے سخت لڑائی
ہوئی عثمانی فوج نے جو کمین گاہ تیار کی تھی اس میں چار سو
بلغاریائی پھنس گئے عثمانی فوج نے تمام بلغاریائیوں کو قتل کر ڈالا۔

لویس میں یونانی فوج سے معرکہ ہوا جس میں یونانیوں کو
شکست ہوئی۔

ایک کے راستہ میں عثمانی اور مائٹی نیگروری فوج میں چند
عید معرکے ہوئے عثمانی فوج کی تعداد بہت تیزی سے تھی اور
اس کے مقابلہ میں مائٹی نیگروری فوج بہت تھی اس کے علاوہ ان کے
ساتھ ہزاروں مالیسوری بھی تھے لیکن بائیں ہمہ عثمانی فوج
نے شکست دی۔

سارس سے عثمانی فوج واپس آئی ہے روس، انگلستان اور
فرانس نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔

ترکی اخبار اقدم کا نامہ نگار خاص ماجد بک حدرہ اسکوب
سے ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۲ء کے نامہ نگار یہ تار بھیجتا ہے :

کمانڈر میں عثمانی 'بلغاری' اور سروری فوج میں شدت سے
جنگ ہو رہی ہے۔ اس وقت تک ہماری فوج کو ۴ بلغاریائی اور
۶ سروری توپیں غنیمت میں مل چکی ہیں ہماری توپوں کے گولے
بیلجیک اور ناندریٹیش میں دشمنوں کو تباہ کر رہے ہیں۔

یہی قار غالب بختیار بک اور احمد حلیم بک نامہ نگاران اخبار
صبح کے پاس سے بھی آیا ہے۔

(بخارست) ۱۱ اکتوبر 'عربی' اور برغلس کے درمیان سرحد پر
عثمانی اور سروری فوج سے مقابلہ ہوا۔ چھ گھنٹہ تک لڑائی ہوئی
رہی لیکن اسی درمیان میں عثمانی فوج سروریا کے حدود میں داخل
ہوئی اور ان کی فوج پر قبضہ کر لیا۔

(اناضولی ۲۳ اکتوبر صبح ۷ بجے ۴۰ منٹ)

نہریج (ادرنہ) پر ایک سخت معرکہ ہوا جس میں عثمانی
فوج کو شاندار کامیابی ہوئی دشمن کی فوج میں ۳۰ ہزار
آرمی تھے۔ غنیمت میں ۱۱ توپیں ملیں۔ ایک افسر اور بہت
سپاہی قید کیے گئے۔

اشونیا میں بھی یونانی فوج سے ایک لڑائی ہوئی اور اس میں
بھی ہماری فوج کامیاب ہوئی۔

(بعد کاٹار) استیای 'جالی' فوق 'اور قاضیکوی' حمیدہ میں
لڑائی شروع ہوئی ہے اس وقت تک ان تمام مواقع پر عثمانی فوج کو
فتح ہو رہی ہے خاص کر ٹی میں میں پوری فتح ہوئی اور اس وقت
تک اس شہر پر ہمارا قبضہ ہے (خاص کر ٹی بلغاریا کا ایک شہر ہے جو
ادرنہ سے ۲۵ کلومیٹر کی مسافت پر ہے اس میں اور بلغاریائی فوجی پولی
میں سو دیارمڈکا فاصلہ ہے۔ الہلال) اس وقت یہ شہر کفندیل کا
محاصرہ کیے ہوئے ہیں۔

(بک ادرلی ۲۴ اکتوبر ۸ بجے) رادی 'اور' کی جنگ میں
بلغاریا کے مقابلہ میں میدان ہمارے ہاتھ رہا۔

(۵ بجے شام) چارشبہ گذشتہ کو ہماری سروری فوج سے (جو
کمانڈر کے اطراف میں ہے) لڑائی ہوئی سروریا کی فوج جو اب تک بڑھ
رہی تھی سخت نقصان کے ساتھ شکست کھا کر واپس گئی۔
ہماری فوج دور تک تعاقب کرتی ہوئی چلی گئی ہے۔

(قسطنطنیہ ۲۵ اکتوبر ۱۲ بجے سن)

ماراش میں بلغاریا سے جو لڑائی ہوئی تھی اس میں ہماری
فوج کو ۹ مقررہ قسم کی توپیں غنیمت میں ملیں ۱۴ افسر اور
بہت سے سپاہی قید کیے۔ ہماری فوج قریب علی (بلغاریا) کی
طرف بڑھ رہی ہے۔ دشمن کو میدان ہائے جنگ میں سخت
نقصان ہو رہا ہے۔

باب عالی نے شائع کیا ہے کہ سروریا کی فوج نے عثمانی
فوج پر حملہ کیا جس کا مقابلہ دیر تک جاری رہا سروریا کی فوج
کو شکست ہوئی۔ عثمانی فوج حدرہ سروریا تک ان کا تعاقب
کرتی ہوئی چلی گئی۔ لڑائی جاری ہے۔

ترکی اخبار اقدم کا نامہ نگار خاص متعینہ حدرہ یونان فرزنہ
سے لکھتا ہے :

۲۱ اکتوبر کو نقطہ اور صربہ کے درمیان میدان میں عثمانی
اور یونانی فوج میں مقابلہ ہوا۔ دیر تک سخت جنگ ہوئی رہی
جنگ کا خاتمہ پانچ ہزار یونانیوں کے قتل پر ہوا۔

باب عالی کی طرف سے شائع کیا گیا ہے :-

عثمانی فوج نے (جو سیاط واقع حدرہ بلغاریا میں موجود
تھی) جب یہ دیکھا کہ جس جگہ دشمن کی فوج قلعہ بنا ہوئی

لیکن اس کے اسباب ناظرین کو معلوم ہو چکے ہیں - اور اشخاص جنگ نے اس کی یہ تلافی کی ہے کہ قرق کلیسا واپس لے لیا ہے - اس تمام تفصیل کے پڑھنے کے بعد یہ نتائج اخذ ہوتے ہیں -

(۱) فتح قرق کلیسا کی خبر قبل از وقت شائع کر دی گئی تھی -

(۲) اس کے فتح کا سبب بلغاری فوج کی شجاعت نہ تھی بلکہ اس کا تعلق کچھ ترانہ تدابیر سے تھا جن کا انتظام بلغاریا نے اعلان جنگ سے پہلے ہی کر لیا تھا اور کچھ پرنس عزیز اور بعض دیگر افسروں سے کی بے ثباتی اور عیسائی فوج کی غداری سے تھا -

(۳) قرق کلیسا عثمانی فوج نے واپس لے لیا مگر رپورٹر نے اس خبر کو بالکل شائع نہیں کیا -

اس کے بعد کیا ہوا ؟ اس کے لیے آگندہ عربی ذاک کا انتظار کرنا چاہیے -

تقویم الحرب

— * —

یعنی جنگ ترکی و یورپ کے مسلسل بترتیب تاریخ حالات

تازہ عربی ذاک سے

— * —

(اناضولی ۱۲ اکتوبر ۱۱ بجے شب) ۴۰۰ بلغاری ہم نے قید کیے ہیں اور عثمانی بیڑا وارنہ ۱۰ میں ایک تاریہ کشتی پر قابض ہو گیا ہے -

ہم کو یہ خبر ملی ہے (اور اس کی تصدیق سرکاری طور پر بھی ہو گئی ہے) کہ پرستہ کے راستہ میں ایک سخت معرکہ ہوا جس میں سروریا کی فوج کو بہت بڑی طرح شکست ہوئی ہے تفصیل ابھی نہیں معلوم ہوئی -

اس کو یہ سے یہ خبر ملی ہے کہ ”پانچ دن سے بلغاری پرستہ کی طرف سے آ رہے ہیں جابجا عثمانی فوج سے مقابلہ ہوا عثمانی فوج نے ہر جگہ سخت شکستیں دیں“ کئی آدمی قید کر لیے اور کئی گھنٹہ تک ان کا تعاقب کرتی رہی -

(اسکوب) مانٹی نیگرو کی فوج ۵۰۰۰ کی جمعیت سے طوزی کی طرف بڑھی اور ایک سخت خونریز جنگ ہوئی جس کے بعد ان کو مجبوراً واپس ہونا پڑا پھر مریکواج پر حملہ کیا اس میں بھی ان کو شکست ہوئی دشمن کو شکست دینے کے بعد ہم چھ گھنٹہ تک مانٹی نیگرو کے حدود میں بڑھتے ہوئے چلے گئے -

(اسکوب) اطراف برانہ میں عثمانی فوج کو فتح ہوئی اطراف برانہ کی پہاڑیاں عثمانی فوج نے واپس لے لیں دشمن کا سخت نقصان ہوا -

(اسکوب) عثمانی فوج نے مانٹی نیگرو کو شکست دیکے برانہ سے ہٹا دیا بڑے گریجہ تک ان کا تعاقب کیا - اب اس پر عثمانی علم لہرا رہا ہے -

(اورنہ) بلغاری فوج حدود سے تجاوز کر کے درہ غیراں تک آ گئی عثمانی فوج سے مقابلہ ہوا لیکن بالآخر سخت نقصان کے بعد واپس چلی گئی بلغاری فوج نے در پل دائنا میت سے اڑا دیے تھے جو عثمانی فوج نے پھر تعمیر کر لیے -

(۲۳ اکتوبر کو یہ تار آیا :)

ہافاس کمپنی کو معلوم ہوا ہے کہ تزار قوسیلو 'الصوبنا لولک اور قرق کلیسا میں جنگ ہو رہی ہے -

اس لیے اس کے قبل قرق کلیسا پر بلغاری استیلا کی جو خبر شائع کی گئی تھی وہ ایک بلغاری آرژر تھی جو واقعہ کی صورت میں بذریعہ تار تمام دنیا میں شائع کر دی گئی - اس کے بعد ۲۴ اکتوبر کو یہ تار موصول ہوا -

قرق کلیسا میں آج دن بھر شدید جنگ ہوتی رہی عثمانی فوج نے بلغاری فوج سے در پزیشن لے لیے - بلغاری فوج کا سخت نقصان ہوا -

اس خبر پر مجبوراً خود لندن میں یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ فتح قرق کلیسا کی خبر قبل از وقت شائع کر دی گئی تھی اس کے بعد ۲۵ کو خاص قرق کلیسا کے متعلق کوئی تار نہیں آیا ۲۶ کو حسب ذیل تار موصول ہوا :

(اناضولی حصار ۲۶ اکتوبر)

قرق کلیسا میں سخت جنگ ہو رہی ہے - اسی تاریخ کو ایک تار ہافاس کمپنی کے پاس آیا جس میں بیان کیا گیا -

کہ محمود مختار پاشا نے پر آگندہ فوج کو جمع کر لیا ہے اور اب قرق کلیسا پر حملہ کرنے والے ہیں -

یہ آس طویل تار کا ایک حصہ ہے جس میں پرنس عزیز الدین کے بھاگنے کا حال بیان کیا گیا ہے اس کے بعد ۲۸ کو یہ تار موصول ہوا - (اناضولی حصار ۲۷ اکتوبر شام)

قرق کلیسا کے مفتوح ہونے کے بعد شرقی لشکر گاہ عثمانی کی جانب فوج بھیجی گئی - سخت جنگ ہوئی بہادر ترکوں نے بلغاریوں کو قرق کلیسا سے نکال دیا - دشمن کا سخت نقصان ہوا -

لیکن یقیناً اس وقت تک قرق کلیسا کا قطعی فیصلہ نہیں ہوا تھا چنانچہ اس کے بعد ۳ بجے رات کو یہ تار آیا :

”اورنہ میں ہم کو شاندار فتح ہوئی ہے اور قرق کلیسا میں بھی غلبہ ہماری طرف ہے“ - اس کے بعد ۲۹ اکتوبر کو یہ تار آیا -

(اناضولی حصار ۲۸ اکتوبر ۱ بجے دن)

”قرق کلیسا میں دشمن کے پھرے پندرہ ریمینٹ تباہ ہو گئے دشمن کی فوج شکست کھانے شہر سے دور بھاگ گئی عثمانی فوج کو آگے بڑھنے کا حکم ملا ہے“ -

اسی تاریخ کو سرکاری طور پر بھی اسی مضمون کا تار شائع کیا گیا - اس کے بعد ۳۰ کو میدان جنگ کے متعلق کوئی خبر نہیں آئی البتہ ان افسروں کی نسبت جو میدان جنگ سے بھاگے تھے یہ تار آیا کہ ان کو گولی مار دی گئی - یہ یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ ان واقعات میں سے یا تو رپورٹر نے کسی کی خبر ہی نہیں دی یا کسی تو اس طرح کہ اس سے صاف مطلب نہیں نکلتا تھا مگر افسروں کے گولی مارے جانے کی خبر نہایت جلی سرخی سے دی گئی تھی -

اس کے بعد سے عربی ذاک میں خاص قرق کلیسا کے متعلق کوئی خبر نہیں آئی مگر ایڈیٹر الموند نے عثمانی ذرائع سے خبر دیکھی تھی میں یہ لکھا تھا :

”ہم کو آستانہ (قسطنطنیہ) کی خبروں سے معلوم ہوا ہے کہ سقوط قرق کلیسا سے قتل کے تمام واقعات کا خوف تو عثمانی افسروں کو تھا مگر خود قرق کلیسا کے نکل جانے کا وہ بھی نہیں تھا -

فہرست

زرعائیکہ ہلال احمر

ان اللہ اشتری من المومنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجده

(۱)

۱۰	نور احمد صاحب	۱۰۰۰	میراں عمر بخش صاحب
۲۵	تلام دین صاحب	۱۰۰	میرزا صاحب زہد بیدار
۵۰۰	محمد عالم صاحب	۱۰۰	حافظ تلام سرور صاحب
۱۰	محمد الدین صاحب	۱۰۰	فقیر محمد درویش محمد صاحب
۱۰۰	زہد خان صاحب	۱۰۰	اللہ بخش صاحب
۵۰	میر محمد صاحب	۲۵۰	اللہ بخش صاحب مشرف
۵	شیخ احمد صاحب	۱۰	محمد رفیق صاحب
۱۰۰	تلام محمد ثور صاحب	۱۰	مدان محمد صاحب
۱۰۰	نواب مدد محمد صاحب	۴	موسیٰ سفدر خان صاحب
۱۰	محمد حسین - جید الدین صاحب	۵	حاجی حانی صاحب
۵۰	مسلمان صاحب	۱۰	قادر یوسف صاحب
۱۰	سفدر خان صاحب	۲	محمد عفو ز صاحب
۱۰	میراں محمد صاحب زہد بیدار	۱۵	حلالی قادر صاحب
۲	ملک قیصر الدین صاحب	۲	حاجی آغا جان صاحب
۲۷	محمد کریم صاحب	۳	عبد اللہ صاحب
۱۰۰	محمد مدد خان صاحب	۱۵	زہد خان صاحب
۵	حاجی رحمت اللہ صاحب	۲۰	سورہ دہرور صاحب
۵۰	احمد خان صاحب	۱۳	تلام رسول صاحب
۲	گل محمد صاحب	۲۵	محمد یوسف صاحب
۲۵	سرور خان صاحب	۱۵	فقیر محمد صاحب
۴۰	تلام جیلانی صاحب	۲۵	غلام مددانی صاحب
۱۰۰	نواب خان صاحب	۵۰	غلام ربانی صاحب
۲۰۰	اھلبہ غلام جیلانی صاحب	۴۰	حاجی قادر بخش صاحب
۱۱۰	حاجی غلام محمد صاحب	۵	غلام حسین صاحب بھوڑیا
۱۰۰	شیخ ولایت صاحب	۱۰۰	حاجی علا محمد
۵	ملک صاحب	۲۰	غلام محمد نوائی صاحب
۲۰	شیخ کار صاحب	۲۰	میر محمد الہی بخش صاحب
	کالی داس صاحب (ایک ہندو)	۵	سانہی صاحب
۱۰	فیاض		
۲	میراں محمد صاحب	۱	غلام حسین صاحب
۲۰	فضل الہی بخش صاحب	۴	میر محمد صاحب
۸۰	غلام قادر محمد یوسف صاحب	۵۰	غلام محمد صاحب بنگال
۲۰۰	کشتور بانو (ایک ہندو فیاض)	۸۰	محمد سعد صاحب
۱۰۰	ابراہیم بی	۲۰۰	عبد الرحمان صاحب
۱۰	غلام قادر صاحب بیودھری	۵۰	نعمت حسین صاحب
۱۰	عالی محمد صاحب	۵	عبداللہ صاحب
۲	غلام حلالی صاحب	۲	شیر محمد صاحب
۱۵۰	غلام خان صاحب		

اخبار صباح کا خاص نامہ نگار نظامی بک ادرنہ سے لکھتا ہے :
” ۲۶ اکتوبر کے معرکہ میں ہماری فوج کو دشمنوں کے مقابلہ میں نمایاں
شہدائی ہوئی دشمنوں کی بڑی خادوش گردانگدیں متحمل ہو کر
میں بلغاری فوج کی آٹھ توپیں ماریں اور بہت سے سپاہی قید
ہوئے “

اخبار صباح کا نامہ نگار محمد صادق بک تار دیتا ہے ” استروری
اخبارات کو بلغراد (دارالسلطنت سرریا) سے یہ تار ملا ہے کہ
۲۶ ریل گاڑیں سرری میں بحرین سے پہنچی ہوئی آئیں ہیں “

اخبار صباح کا نامہ نگار اسم بک دمیرطاش (ادرنہ) سے تار دیتا
ہے کہ قلعہ ادرنہ کے شرقی حصہ میں بلغاری مقتولین کی تعداد
ہزاروں تک پہنچی ہوئی ہے -

اخبار مذاور کا نامہ نگار کنعان بک ادرنہ سے لکھتا ہے کہ قلعہ
ادرنہ کے جوانب و اطراف میں بلغاری مقتولین کی ہزاروں لاشیں
سڑ رہی ہیں ، بلغاری فوج تو سخت شکست کی وجہ سے انہیں اٹھا
نہیں سکی ، مگر اس خیل سے کہ آب و ہوا نہ خراب ہو جائے ، عثمانی
فوج ان لاشوں کو اٹھا رہی ہے ، ۲۶ اکتوبر کے معرکہ میں (جسکی لاشوں کا
اسوقت ذکر ہے) عثمانی فوج کو بلغاری فوج کی اعلیٰ قسم کی
بہت سی بددین اور جواہرات غنیمت میں ملے اور بہت سے
سپاہی بھی گرفتار ہوئے ہیں -

کنعان بک نامہ نگار اخبار اقدام ادرنہ سے تار دیتا ہے :
” ادرنہ کی عثمانی فوج دو دن تک لڑتی رہی بالآخر ۲۵ کو
دشمن کو شکست دی غنیمت میں دس توپیں اور جانور ملے “
نامہ نگار مذکور لکھتا ہے :
” معرکہ مقام حسن آغا کے قیدیوں کی تعداد ۱۲ سو ہے “

(بک ارغلی ۲ نومبر ۷ بجے شام)

بینا حصار کی فتح کے بعد ہمارا لشکر شمال کی طرف بڑھا ،
دشمن کے میسرہ پر حملہ کیا - جس سے انکا سخت نقصان ہوا ،
غنیمت میں اسلحہ و سامان جنگ بکثرت ہاتھ آیا “

میدان جنگ سے اسوقت تک کی آئی ہوئی خبریں بتلاتی ہیں
کہ ایک سخت جنگ ہو رہی ہے غلبہ اسوقت تک عثمانی فوج
کو ہے -

(بک ارغلی ۳ نومبر ۹ بجے ۴۰ منٹ)

عثمانی اور بلغاری فوج میں برابر لڑائی ہو رہی ہے اسوقت
تک نصرت و فتح ہمارے ساتھ ہے -

کل طرنجہ کے معرکہ میں بلغاریوں کو ہرمناک شکست ہوئی
غنیمت میں بہت سا سامان جنگ ملا -

ریزہ ، لولوبغاس ، اور بابا اسدی میں پانچ دن سے برابر
جنگ ہو رہی ہے ان تمام مقامات میں اسوقت تک فتح ہمارے
ساتھ ہے -



ترکی اخبار صباح کے نامہ نگار میدان جنگ سے لکھتا ہے کہ جنگ مارش میں تیس ہزار بلغاری تھے ۹۰ گھنٹہ تک مسلسل لڑائی ہوتی رہی اس کے بعد سخت نقصان کے ساتھ بلغاری واپس گئے۔ نامہ نگار مذکور کا بیان ہے کہ ”بلغاری فوج نے خاصکری کی طرف سے حملہ کیا اسمیں انکو شکست ہوئی پھر تاتار حمیدیہ کی طرف سے حملہ کیا اسمیں بھی شدید نقصان کے ساتھ شکست ہوئی پھر استنبول کے پاس سے حملہ کیا اسمیں بھی ناکام واپس گئے۔“

نامہ نگار مذکور لکھتا ہے کہ مصطفی پاشا کے پل کے پاس قاضی کوی میں بلغاری پیدار اور سواروں کو شکست ہوئی۔

اخبار صباح کا نامہ نگار سالونیکا سے لکھتا ہے کہ ۲۲ اکتوبر کو جنگ برشتہ میں عثمانی فوج حدود سرریا میں دو گھنٹہ تک بڑھتی ہوئی چلی گئی اور فورسوں پر قبضہ کر لیا۔ پناہ کی طرف سے مانٹی نیگری فوج نے تعرض کیا مگر شکست کھا کے بھاگ گئی۔

شرکت عثمانیہ کو ۳۰ اکتوبر کو ذیل کا تار موصول ہوا ہے : ”سیدہ سالار عام کے وکیل نے میدان جنگ سے لکھا ہے کہ عثمانی فوج نے (جو اس وقت متبرقہ میں ہے) دشمنوں پر حملہ کیا عثمانی فوج کو شاندار کامیابی ہوئی دشمن کی فوج نے شہرہ میں پناہ لی۔ دشمن کے مقدمہ الجیش کے کل سواروں کا رسالہ پراگندہ اور منتشر کر دیا گیا۔“

عثمانی فوج نے دشمن کے اس مقدمہ الجیش پر (جو مار ابرمیں ہے) حملہ کیا۔ دشمن کی فوج سخت نقصان کے بعد سراب ٹوٹی وکمال کوی میں پناہ گزیں ہوگئی۔

کامل پاشا (صدر اعظم)

سرریا کے مقابلہ میں ہماری کمانڈر ڈی شاندار کامیابی کے بعد دشمن کی فوج نے سرریا اور مانٹی نیگری کے حدود کی طرف سے قرب و جوار کے چھوٹے چھوٹے دیہاتوں پر حملے کیے جسمیں باشندوں کو تہ تیغ کیا گیا اور مکانات جلا دیے گئے لوگوں کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو اپنی جانیں بچانے کے لیے ہر چھوڑ چھوڑ کے بھاگنے لگے سرکاری ملازمین نے بھی سرکاری مکانات چھوڑ دیے دشمن کی فوج کو میدان خالی ملا۔ اس کے چھوٹے چھوٹے گاؤں پر قبضہ کر لیا، مگر ہماری شرقی فوج کی حالت اچھی ہے کل ہی سیدہ سالار عام کے پاس سے تار آیا ہے اسمیں وہ لکھتے ہیں ”شمال قرق کلیسا میں لڑائی ہوئی جسمیں دشمن کی فوج کا اس قدر سخت نقصان ہوا ہے کہ فوج کا نظام درست نہیں ہو سکا۔“

دانش (وزیر داخلہ)

شرکت عثمانیہ کو یکم نومبر کو حسب ذیل تار باب عالی سے موصول ہوا ہے :

نائب سیدہ سالار عام نے بیار حصار سے ایک تار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کل جنگ میں دشمن کی فوج کو سخت نقصان پہنچا، توپخانہ کا سامان، پیدل و ہتھیار اور دیگر سامان جنگ عثمانی فوج کو غنیمت میں ملا۔

کامل (صدر اعظم)

ترکی اخبار صباح کے نامہ نگار خلیص نظمی بک ۲۲ اکتوبر کو ادرنہ سے تار دیتے ہیں :

مارش میں بلغاری فوج تین ہزار کی جمیعت سے برسر پیکار ہوئی ۷۰ گھنٹہ تک برابر جنگ ہوتی رہی لیکن بالآخر بلغاری فوج کو شکست ہوئی، ہماری فوج قراغاج تک انکا تعاقب کرتی ہوئی چلی گئی تھی قاضی کوئی میں بلغاری شکست یافتہ فوج کی چار میدانی توپیں اور ۷ جلد چلنے والی توپیں غنیمت میں ملیں ہیں ایک افسر اور بہت سے سپاہی بھی گرفتار ہوئے ہیں۔

مصری انجمن اعانت دولت عثمانیہ کی طرف سے پہلی قسط بیس ہزار مصری پونڈ کی بھیجی گئی ہے۔

سرفیچہ سے (یونان کے قریب ایک مقام ہے) یہ تار آیا ہے کہ ان متعدد و مسلسل معرکوں میں جو حدود ادرنہ پر ہو رہے ہیں اس وقت تک پندرہ سو یونانی قتل ہو چکے ہیں۔

۱۸ اکتوبر کو عثمانی فوج فاکا فاکا کی طرف بڑھی اور مانٹی نیگری فوج کو عثمانی حدود سے نکال دیا اس کے بعد ادرنہ وچ پر حملہ کیا اور وہاں دشمن کا شیرازہ بڑھ کر دیا۔ اب وہ پھر اپنی قوت جمع کر رہی ہے۔

اسکوب کی ایک تار برقی سے معلوم ہوتا ہے کہ توزی کا معرکہ سخت خونریز تھا۔ مانٹی نیگری اور مالیسوری فوج نے ملکر توزی، شیشانیق، فرانہ، بان، اور ہلیم پر حملہ کیا عثمانی فوج نے بہادرانہ مدافعت کی اور پھر تیرابوش کی طرف سے حملہ کیا پھر تک جنگ ہوتی رہی دشمن کو شکست ہوئی اور بارہ سو زخمی چھوڑے بھاگ گئے۔

کل ایک عثمانی افسر ہوائی جہاز میں ادرنہ گیا تھا جو بخیریت واپس آگیا اسکا بیان ہے کہ عثمانی فوج کی حالت بہت اچھی ہے دشمن قلعوں کے قریب نہیں آئے ہیں اس وقت تک کسی حصہ پر قابض نہیں ہوئے ہیں۔

جون ترکی کو ادرنہ سے یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ ۲۲ اکتوبر کو تھالی قارق میں عثمانی اور بلغاری فوج میں لڑائی ہوئی جسمیں بلغاری سواروں کا ایک گروہ برباد کر دیا گیا۔

اخبار مذکور کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ قاضی کوی میں شدید خون ریزی ہوئی۔ بلغاریوں اور سرریوں کو سخت شکست ہوئی اور سامان جنگ کا بھی شدید نقصان ہوا۔

اخبار مذکور کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مارش میں سات گھنٹہ تک جنگ ہوتی رہی دشمن شکست کھائے پیچھے ہٹ گئے۔ عثمانی فوج کو غنیمت میں کئی توپیں ملیں۔ سرکاری طور پر یہ خبر شائع کی گئی ہے کہ مانٹی نیگری فوج کو برانہ کی طرف بھی شکست ہوئی ہے اور عثمانی فوج حدود مانٹی نیگری میں بڑھ رہی ہے۔

سرفیچہ سے خبر آئی ہے کہ یونانی سواروں کی پلٹن کو (جو السریہ کی طرف بڑھ رہی تھی) عثمانی فوج نے گرفتار کر لیا ہوزے اور ان کے گے توپوں میں جوتے جا رہے ہیں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میر رسول محمد خصوصی

مسند اہل بیت علیہم السلام

قیمت

سالانہ ۸ روپے

ششماہی ۴ روپے ۱۲ آنہ

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلا روڈ اشتریت
کلکتہ

کلکتہ : چہار شنبہ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۰ عری

Calcutta: Wednesday, November 27, 1912.

جلد ۱

نمبر ۲۰



آئندہ نمبروں کیلئے جو تصویریں تیار ہیں۔

(ان میں سے بعض کی فہرست)

(* مشاہیر *)

[۲۴] اٹالین کیمپ کی عدالت میں عرب مجرم
[۲۵] مجاہدین کی عورتیں اور بھی مہمان خنک میں

(ایران)

[۲۶] تبریز میں روسی لشکر کی لنت

[۲۷] - اذر بائجان میں روسی داخلہ

[۲۸] ایران کی سرداران قبائل

(مراکش)

[۲۹] مراکش میں فرانسیسی درندوں کا کشت و خون

[۳۰] طنجه میں قبائل کا حملہ

[۳۱] فاس کا قصر حکومت

(عام مناظر رٹاویر)

[۳۲] عثمان پارلیمنٹ کا افتتاح

[۳۳] سلطان المعظم پارلیمنٹ میں

[۳۴] عید دستور

[۳۵] اردوئس کی بعض مناظر

[۳۶] دازدینلز کا ایک منظر

[۳۷] ہلال احمر [مصر کا گروپ

[۳۸] فرانس کی [ہلال احمر] کا طبی وفد

[۳۹] [قونیہ] میں ایک اسلامی اثر قدیم کا انکشاف

[۴۰] سنہ ۷۰ ہجری کی ایک تحریر کا عکس

[۴۱] حکیم مومن خان .. مومن ..

[۴۲] نواب ضیاء الدین خان .. منبر ..

[۴۳] مرزا اصائب کی دستخطی دیوان کا ایک صفحہ

[۴۴] مرزا غالب کا ایک دستخطی خط

[۴۵] بہادر شاہ کا بستر مرگ

(۱) امیر عبد القادر الجزائری

(۲) ابوالاحرار مدحت پاشا

(۳) شیخ احمد السنوسی

(۴) سید ادویسی امام یمن

(۵) امیر علی پاشا بن عبد القادر الجزائری

(۶) امیر عبد القادر نان بن امیر علی پاشا

(۷) مزایکلسی محمود شوکت پاشا

(۸) ادم پاشا کاتدر طبروق

(۹) ڈاکٹر کریم نباتی بك (بنغازی)

(۱۰) بك باشی قتی بك سابق نائب قنصل (تیونس)

(۱۱) سولہ برس کی عمر کا ایک سہاں مجاہد

(۱۲) قسطنطنیہ کی موجودہ وزارت

(۱۳) ایرانی مجاہدین کا ماتم سرا

(۱۴) ایرانی مجاہدین کا حملہ

(۱۵) احمد خیری بك

(۱۶) طرابلس کا مجر پارلیمنٹ فرہاد بك اور شیخ القبائل
عرب

(مناظر جنگ)

(۱۷) طرابلس میں مسیحی تہذیب کو چار خونین مناظر

(۱۸) اٹالین ہوائی جہاز میں کو کیمپ بر کاغذات

یچنک دھو ..

(۱۹) طبروق .. مرکہ

(۲۰) روت پر گولہ باری

(۲۱) بیروت بنک کی شکستہ دیواریں

[۲۲] اردوئس میں اتلی کا داخلہ

[۲۳] طرابلس میں اٹالین کیمپ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad

7-1, Nucleod Street,

CALCUTTA.

میر رسول بخش خصوصی
مسئول کلام الدہلی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

ایک ہفتہ وار مصور سال

قیمت
سالانہ ۸ روپے
ششماہی ۴ روپے ۱۲ آنے

۱۰

کلکتہ : چار شنبہ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۰ ہجری

Calcutta: Wednesday, November 27, 1912.

نمبر ۲۰

شذرات

یہ کیا قیامت ہے کہ علی گڑھ میں ہندوستان سے باہر
کفر از کعبہ کی ایک جنگ کی نسبت جلسہ منعقد کیا گیا،
انڈیا آرکان کالج اور مقامی ٹرسٹی اسمیں شریک ہوئے، اور یہاں تک
اس پیمانہ شریعت کے عہد شکنوں کا عدوان بڑھا کہ علیہ چندے
تک ترکوں کے لیے دیے گئے: اقترۃ الساعة وانشق القمر:
چو کفر از کعبہ ہر خیزد، کجا ماند مسلمانی؟
بدعتوں کو اب کیا رویے کہ کفر تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ حیران
ہیں کہ نصوص قطعہ اور دلائل صریحہ شرعیہ کی یہ علانیہ خلاف
روزی کونکر روا رکھی گئی؟ افسوس! آج کوئی نہیں جو گمراہان
راہ کی رہنمائی کرے زیادہ حسرت اسپر ہے کہ ابھی کچھ ایسا زمانہ
بھی انحطاط و تنزل کا نہیں گذرا ہے، صدر اول کے معبد یافتہ -
بعمد للہ - اب تک موجود ہیں، اور متبعان سنت اولین کی بھی
بظاہر کمی نہیں:

ہست مجلس ہراں قرار کہ بود!

ہست مطرب ہراں ترانہ ہنوز!

تہذیب الاخلاق کی اشاعت اول میں سید صاحب مرحوم نے
ایک مضمون ”شیخ الاسلام“ کے عہدے اور اس کے اختیارات کی
نسبت لکھا تھا، اُس میں لکھتے ہیں کہ ”ہندوستان کے مسلمانوں کا
مذہب یہ فرض ہے کہ اپنے پادشاہ کے ہمیشہ تابع رہیں، گورہ قرآن کے
ساتھ کیسی ہی عمدردی رکھتے ہوں اور گو قرآن میں اور خود
قسططنیہ میں کچھ ہی ہوا کرے“

سنہ ۹۷ میں جب قونی نے یونان پر فتح پائی تو بمبئی کے
مسلمانوں نے کہ مسلمان تھے اس لیے مسلمانوں کی فتح اور کفار کی
ہزیمت سے خوش ہوتے تھے سلطان المعظم کی خدمت میں
مبارک بادہ کا ایک تار بھیجا، اسپر سید صاحب کو اس قدر غصہ آیا

فہرس

- ۱ شذرات -
- ۳ افکار و حوادث
- ۵ مقالہ افتتاحیہ
- ۵ عید اضیٰی نمبر (۲)
- ۵ مقالات
- ۸ الاسلام و اصلاح نمبر (۳)
- ۹ مراسلات
- ۹ دعوۃ اصلاح مسلمین (۲)
- ۹ فکھات
- ۹ مسئلہ الحاق
- ۹ شہر عثمانیہ
- ۱۱ جنگ یا ادب ہر اسرار طلسم
- ۱۲ بلغاری فقرحات کی تدبیر
- ۱۲ عربی و عربیہ
- ۱۳ بقیہ شذرات
- ۱۴ فہرست زراعتانہ ہلال احمر نمبر (۲)
- ۱۴ اقرار حقیقت (مسترار اشید بارتلت کی شہادت) ضمیمہ

تصاویر

- کمانڈر عبد اللہ پاشا -
- غازی محمد مختار پاشا -
- یونانی جہاز ترک افسروں کے قبضے میں -
- چند ترک لڑکوں کا جنگی کھیل اور ایک بدحواس یونانی -

افسوس اور تعجب ہے کہ اس وقت تک ہم بدھ کے تار کے نہایت اضطراب کے ساتھ
منظور ہے، مگر اب تک کوئی خبر نہیں آئی - غالباً اسکا سبب یہ ہوگا کہ کوئی اہم
واقعہ پیش نہیں آیا - اگر رسالے کے قاری میں پورے کے وقت تک بھی آگئی، تو روزانے
ضمیمے میں داخل کرے فوراً ہر پرچے کے اندر رکھنی چاہیے - اگر اشاعت کے بعد
آئی جب بھی انشاء اللہ علیحدہ ضمیمے کی صورت میں تمام خریداروں تک
پہنچانی چاہیے - صرف کے طرف سے ہماری آنکھیں بند ہیں، اور جب تک ایسے
بس میں بند رہی گئی -

افکار و حوادث

— * —

جنگ پر ایک ہفتہ آر کر گذر گیا۔ مسٹر اسکویٹھہ بالقابہ کی صحت مزاج کی طرف سے ہم سخت مشر ش خاطر ہیں۔ نہیں معام فتح قسطنطنیہ کے انتظار میں انکے قلب و اعصاب کا کیا حال ہے؟ ظالم ریگنر کو بھی اسی وقت خاموش ہونا تھا۔ یہ مانا کہ فتح قسطنطنیہ کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے، لیکن اگر بلغاری توپ کام نہیں دیتی، تو کیا کمبخت ریگنر کی پنسل بھی ٹوٹ گئی ہے؟ جس طرح ”باب مسیحیت“ مسخر کر لیا گیا، پچاس ہزار ترسوں کو مچھلیوں کی طرح ایک ہی جال میں گرفتار کر لیا، سقراطی، عسکری، مناسٹر، اور اشقر درہ پر پلے ہی دن کے حملے میں قابض ہو گئے، اسی طرح ایک قسطنطنیہ کے فتح کی خبر آر سہی!

یقین ہے کہ اب تو مسٹر اسکویٹھہ بھی ہمارے ساتھ لفٹننٹ ریگنر کو کوسنے میں شریک ہو گئے ہونگے، جنکے القاء روایات نے انکو ان مصائب عظیمہ سے دو چار کیا۔

جگر شکاف حادثہ تو یہ ہے کہ غیروں کی شکایت کیا کیجیے کہ جن اپنوں پر ناز تھا، انہوں نے ہی کمر توڑ دیا۔ کہاں تو جرمنی کی فتح مندبوں کے ساتھ قسطنطنیہ کو فرانس بنانے مسخر کر کے کی بشارت عظمیٰ، اور کہاں صرفیا میں اسکا علانیہ اقرار کہ اب جنگ جاری لہاں رکھی جا سکتی اور قسطنطنیہ ایک طرف، فتح ایڈریا نرپل کا بھی ارادہ ملتوی!

کیا شکوہ تم سے، درویشے اپنے نصیب کو!

کیا عجیب منظر ہے! دو طرف دو جماعتیں اپنے دل ہی دل کے اندر کسی چیز کا انتظار کر رہی ہیں۔ اگر یورپ فتح قسطنطنیہ، یا بالفاظ دیگر اسلام کی یورپ سے جلا وطنی کا منتظر ہے، تو ہم بھی اپنے دلوں کے اندر کسی انتظار کی بے چینی رکھتے ہیں۔ پھر دیکھنا ہے کہ نیرنگ ساز قدرت کس کے انتظار کو پورا کرتا ہے، اور کس کی امیدوں کو ناکام رکھتا ہے؟ قد کان لکم ایۃ فی فلئین التفقا، فلة تقائل فی سبیل اللہ، و اخیری کافرة یررئہم مثلیہم رای العین، واللہ یوید بنصرہ من یشاء، ان فی ذالک لعبرة لا ولی الابصار (۱۱: ۳)

ہم نے اپنی کلکتہ کی تقریریں میں سے ایک تقریر بصورت تحریر شائع کر دی تھی۔ اس کے دوسرے نمبر میں بعض اُن منافقین و ملحدین حال کا ذکر کیا تھا، جنہوں نے گذشتہ چالیس سال کے اندر ہمیشہ خلافت اسلامی، اور اتحاد بین الملی کے اثر کو مٹانے کیلئے شیاطین یورپ کا اتباع کیا ہے، اور علانیہ کہا ہے کہ ہمیں ترکوں کی حکومت سے کبھی تعلق نہیں۔ یہ ایک بات تھی جو ہم نے کبھی، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض حلقوں میں ایک عجیب بد حواسی پھیل گئی ہے۔ گمنام خطوں کے علاوہ ایک صاحب نے بڑی شجاعت کے ساتھ اپنا اسم گرامی بھی ظاہر کیا ہے، اور لکھتے ہیں کہ آپ جو کچھ لکھا ہے یہ (حضرات علیؑ) کی نسبت ہے۔

قرآن کریم نے اپنے نرپل کے وقت روسائے منافقین کی بعض علامتیں بتلائی تھیں، مثلاً:

و اذ ارایتہم اور اگر تم انکی ظاہری ذیل قور کو دیکھو تو نہایت تعجب لگتا ہے، نظر فریب اور موثر نظر آئیں، اور جب بات کریں مہم ران یقولوا تو اس طمطراق سے، کہ تم بڑی دلچسپی سے سنو، تسمع لقولہم تمہارے سامنے اس طرح جم کر اور ٹیک لگا کر کانہم خشب بیٹھتے ہیں، گویا اکڑیوں کے کندے ہیں مسندۃ، جو کسی سہارے کھڑے کر دیے گئے ہیں! اور پھر یحسبون کل یہ بھی انکی ایک خاص علامت ہے، صیحة علیہم۔ جب بات کیجیے، تو ہر روز ہی آواز کو سمجھتے ہیں کہ انہی کو لانا! (۴: ۶۳)

آجکل کے منافقین مسلمین پر بھی ان تمام علامتوں کو ایک ایک کر کے منطبق کر لیجیے! انکی وضع و قطع کیسی شاندار اور قیمتی ہے کہ خواہ مخواہ نظروں میں کہہ جاتی ہے، بادیوں سنیہ، علی الخصوص اُسوقت کی، جب مسائل قومیہ و اصلاحیہ میں رطب اللسان ہوں، تو معلوم ہوتا ہے کہ دلوں کی باگیں انہیں کے ہاتھ میں ہیں۔

پھر جب کانفرنسوں کے اسٹیجوں پر سرگرم سامعہ نوازی ہوتے ہیں اور پتروں کی جیب میں ہاتھ ڈالنے کسی پر زور حملے کو ادا کرنے کے بعد تھکے کھڑے ہوجاتے ہیں، تو واقعی معلوم ہوتا ہے کہ ”کانہم خشب سندہ“

هل انیکم علی من ائزل الشیاطین؟ من ائزل علی کل افاک اثیم، یلقون السمح و اکثر ہم کاذبون، الشعراء یتبعہم الغاؤون، الم تر انہم فی کل راد یمرون، و انہم یقرارون مالا تفعلون (۲۲۱: ۱۹)

میں تم کو بتلاؤں کہ کس پر شیطان اترے ہوں؟ جو جھوٹی اور شریر روح پر اترے ہیں، بظان (نامہ نگار جنگ) سنی سفاکی بات اُن پر القا کر دیتے ہیں، اور انہیں سے اکثر ترسے جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔ یہ شاعر (آجکل کے انشا پرداز نامہ نگار) سچی باتیں کیا کہیں گے، وہ تو خود گمراہوں (محکمہ احتساب اخبار یا بلغاری انسرور) کے پیروں ہی، اور کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ لوگ (اپنی کذب افرونیوں کے) میدانوں میں سرگردان پڑے پھرتے ہیں، اور ایسی باتوں کا دعوہ کرتے ہیں، جو فعل میں نہیں لاتے؟ (مثلاً فتح قسطنطنیہ)

افسوس ہے کہ مسٹر اسکویٹھہ کی امیدوں کا آفتاب بظاہر ہمیشہ کیلئے قور گیا، حالانکہ وہ ایک ایسی حکومت کے وزیر اعظم ہیں، جسکے اندر آفتاب کبھی نہیں قوربتا۔ اب آپ تمسخر اور لائیے، انکی ارزوں پر ہنسی، جو جی میں آئے کیجیے۔ جب زمانے ہی نے انکی طرف سے منہ موڑ لیا، تو اب آوروں کا شکوہ فصول ہے۔ مصیبت جب آتی ہے تو تنہا نہیں آتی، فتح قسطنطنیہ کا انتظار ہی کیا کم تھا، کہ فلک بے مہر نے آر چر کے لگانے شروع کر دیے۔ جب تک اللہ نے ”باب مسیحیت“ میں قدم نہیں زبا تھا، اس وقت تک ریگنر کے سوا اور سب کی زبانیں گویا سی دی گئی تھیں، لیکن انکا نکلنا تھا کہ اب چاروں طرف سے ان کی بوجھاؤ شروع ہو گئی۔ جو اٹھتا ہے، بغیر خنجر و سنان کے، سا ہی نہیں کرتا۔ ایک صاحب خبر سناتے ہیں کہ تین میل تک علم برداران صلیب کی لاشیں ہی لاشیں پڑی ہیں، ایک نور ظالم آتا ہے اور شعلہا کے حسرت انگیز مسیھی ماتم کا افسانہ سناتا ہے، قائم کے نامہ نگار نے بھی انکے بدل لی ہیں، اسے یاس بھی مسٹر اسکویٹھہ کو سنائے کیلئے اب ناظم پاشا کے ناقابل سخیر توپ خانوں کے نقشے ہی رہ گئے تھے، اور پھر سب سے زیادہ

پھر کیا انکا فرض نہ تھا کہ بہ حیثیت لیدر ہونے کے سب سے پہلے باہر نکلتے اور اپنی قوم کو اس طرف دعوت دیتے ؟ نہ کہیں نہ ادھر حضور و سرائے کے چندے کی خبر مشتہر ہوئی اور ادھر علی گڑھ کو بھی یاد آگیا کہ بلقان کی رادیوں میں ایک جنگ برپا ہے ؟

امسال کلکتہ میں عید اضحیٰ کی نماز جس کلکتہ میں عید اضحیٰ اجتماع عظیم اور وحدت و جمعیت کے ساتھ پڑھی گئی وہ ایک ناقابل فراموش واقعہ تھا ۔

یہ عجیب بات ہے کہ نماز عیدیں کے متعلق اصل حکم سنت نبویؐ اور عام رسم تینوں باتیں اسکی مرید ہیں کہ شہر سے باہر کسی میدان یا صحرا میں ایک ہی جماعت کے ساتھ ادا کی جائیں مگر بعض شہروں میں مسجدوں کے اندر پڑھنے کا رواج ہو گیا ہے اور اسکی وجہ سے مسلمانوں کی اجتماعی قوت و وحدت کو نقصان عظیم پہنچ رہا ہے ۔

کلکتہ میں تقریباً سولہ سترہ برس سے حضرت والد مرحوم قلعہ کے میدان میں اپنی جماعت کے ساتھ نماز عیدیں ادا کرنے کی بنیاد ڈال چکے تھے اور انکے بعد یہ عاجز بھی ہمیشہ اپنے ہزارہا اخوان طریقت کے ساتھ وہیں نماز ادا کرتا رہا لیکن بد قسمتی سے مسجدوں میں نماز پڑھنے کی رسم اسطرح پڑ گئی تھی کہ جب کبھی اور لوگوں کو اس طرف توجہ دلائی گئی تو بہت کم لوگ ایسے نکلے جنہوں نے اس سنت اصلی کے احیا کو ضروری سمجھا ہو مگر الحمد للہ امسال مصائب اسلامی کا ایک عمدہ نتیجہ یہ نکلا کہ تمام لوگ ایک جماعت کے ساتھ میدان قلعہ میں نماز پڑھنے کیلئے مستعد ہو گئے اور باوجود قلت وقت اشاعت بلا مبالغہ ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کی جماعت نے ایک ہی جگہ اپنے ایک ہی خدا کے آگے سر نیاز خم کیے ۔

اس سے پہلے اس عاجز کی جماعت کے علاوہ میدان قلعہ میں حضرات اہل حدیث کی بھی ایک جماعت مخصوص ہوا کرتی تھی لیکن یہ کیسا مسرور کن منظر تھا کہ ایک تمام اہل حدیث نے بھی بلا کسی ادنیٰ اختلاف کے اپنی علاحدہ جماعت کو ترک کر دیا اور سب نے ایک جماعت کے ساتھ پورے اتحاد و یک جہتی کے ساتھ نماز ادا کی !

ہم نے دیکھا کہ جسقدر اہل حدیث جماعت میں موجود تھے سب نے نہایت اطمینان اور دل جمعی کے ساتھ سیدھے پر ہاتھ باندھے رفع یدین کیا اور اس زور کے ساتھ آمین کی صدا بلند کی کہ مسجد نبویؐ کے گونج اٹھنے کی روایات صحیحہ سامنے آئیں (۱) ہم نے سونچا کہ آج ایک لاکھ حنفی یہاں موجود ہیں مگر دولہی اسپر برہم نہیں ہوتا کوئی نماز توڑ کر مارنے کیلئے آستین نہیں چڑھاتا ۔ یہ کیا بات ہے ؟

اصل یہ ہے کہ آپکے اندر جوش و خروش اور دفع و مقاومت کی قوتیں موجود ہیں جب انکے صرف دینے کیلئے کوئی اصلی مصرف آپ تجویز نہیں کرتے تو یقیناً باہمی جنگ و جدال ہی میں خرچ ہو گئی کیونکہ راہ ناپود نہیں ہو سکتی ۔ لیکن اگر کوئی سب پر چھا جائے والا اور پوری قوم کے جذبات کو جلب کرنے والا صرف انکے لیے سامنے آجائے تو پھر انکو باہمی اختلافات میں ظاہر ہونے کی مہلت ہی نہیں ملے گی ۔ مذہب اور سیاست دونوں کا یہی حال ہے ۔

یہ اشارہ ہے ابن ماجہ کی اس حدیث کی طرف جس کو ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے کہ ” اذ قال غیر المفروب علیہم رضالین قال امین حتی یسمعوا اهل الصل الاول فیترج بہا المسجد “ ۔

کہ انہوں نے علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں (یعنی یہی آجکل کے انسٹیٹیوٹ گزٹ میں) ایک مضمون لکھا جس میں اس حرکت کو ” خفیف الحركتي “ سے تعبیر کیا تھا نیز لکھا تھا کہ ہم کو صرف اپنی گورنمنٹ سے سرور کار رکھنا چاہیے اور جو کچھ کرنا چاہیے اسکی رضا اور حکم سے بمبئی کے مسلمانوں کو ہرگز نہیں چاہیے تھا کہ تاج برطانیہ کے محکوم ہو کر ترکی کو مبارک باد دیں ۔ اس پرچے کی تاریخ اشاعت دفتر ” چودھویں صدی “ کے ریکارڈ سے مل سکتی ہے ۔

سنہ ۱۹۰۵ء میں انگریزی گورنمنٹ نے ترکی سے باسم مصر (طابہ) حاصل کر لینا چاہا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ جنگی بیڑوں کو حرکت دیدی گئی اسپر ہندوستان کے اکثر مقامات میں مسلمانوں نے جلسے کیے اور رزلوشن پاس کیے کہ برطانیہ کی روش انکے لیے سخت دل آزار ہے علی گڑھ میں بھی بعض لوگوں نے ایک جلسہ کر دیا ۔ جلسے کی جب کارروائی چھپی تو بزرگان علی گڑھ کو کھٹکا ہوا کہ علی گڑھ کے نام سے نہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ وابستگان کالج بھی خدا نخواستہ اس کفر میں شریک ہیں ۔ فوراً مقامی ارکان کی ایک کمیٹی منعقد ہوئی اور انکار و تبری کا ایک تار پائونڈر میں چھاپا گیا ۔

اس زمانے میں میں وکیل کا ایڈیٹر تھا ۔ میں نے اسکی نسبت ایک نوٹ لکھا لیکن خدا بخشے نواب محسن الملک مرحوم اسقدر براشتہ خاطر ہوئے کہ علی گڑھ گزٹ میں ” کالج کے نادان درست “ کے نام سے وکیل کے جواب میں ایک پر غضب مضمون لکھا اور اسمیں سید صاحب کے مضامین کے اقتباسات دیگر ثابت کیا کہ ہم مسلمانوں کو ترکوں کے معاملات اور خلافت اسلامی سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے ۔ پھر ایک خط میں مجمع بمبئی سے لکھا کہ ” ہماری تیس برس کی کمائی تو تم لوگ چاہتے ہو کہ غارت کر دو “

اسکے بعد مئٹروپولیٹن پمفلٹ بھی اردو اور انگریزی میں اس مسئلہ کی نسبت شائع کیے اور ان میں غالباً یہ بھی لکھا کہ سوائے چند غیر ذمہ دار اور ناقابل عزت مسلمانوں کے اور کوئی معقول اور تعلیم یافتہ مسلمان ترکوں کے ان معاملات سے دلچسپی نہیں رکھتا ۔

یہ ہیں علی گڑھ کے نصوص شرعیہ اور قدمائے شریعت کی تعلیمات و تلقینات پھر آج کیا ہو گیا ہے کہ ان تمام روایات کو بھلا کر اور اپنی تقیل الوزن پالیسی کو فراموش کر کے سب کے سب ” خفیف الحركتي “ میں مبتلا ہو رہے ہیں ؟

کیا اسلیئے کہ اگر ایسا نہ کریں تو قوم ہاتھ سے نکل جائے گی ؟ کیا اسلیئے کہ تیس برس تک جس لیدر کی تخت جلال و جبروت پر جبراً قبضہ رہا گیا ہے اب اسکے پائے ہلنے لگے ہیں ؟ اثر یہی خیال ہے تو یقیناً کریں کہ الحمد للہ قوم تو اب انکے ہاتھ سے گئی تیس برس تک اسکو احمق بناتا رہا سو بن چکی اور کب تک احمق بنے گی ؟ اب اس لیپ پوت سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا لوگوں کی آنکھیں کھل چکی ہیں اور وہ سب کچھ دیکھا جا رہا ہے جسکو آنکھوں پر پٹی باندھ باندھ کر تاریکی میں رکھا جاتا تھا ۔ زمانے سے لڑنا لا حاصل ہے اور اب زمانے ہی نے دوسری راہ دکھلا دی ہے ۔

لیکن سب سے زیادہ دلچسپ اور قابل غور سوال یہ ہے کہ وائسرائے ہند کے چندہ دینے سے پہلے یہ حضرات کس کوئے میں دبے بیٹھے تھے ؟ کیوں دلوں کی طرح زبانوں پر بھی مہر لگ گئی تھی ؟ یہ قوم کے لیدر ہیں اور ترکوں کی مدد اب اس درجہ ضروری ہے کہ دو وقت کے کھانے کی بھی قیمت دیدینے کا مشورہ دیا جا رہا ہے

الہلال

۲۷ نومبر ۱۹۱۲ء

— * —

عید اضحیٰ

— * —

اللہ اکبر! اللہ اکبر! لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر!
اللہ اکبر! و للہ الحمد!!

(۲)

اسوہ ابراہیمی (۱) و حقیقت اسلامی، ذہاب الی اللہ، و جہاد فی سبیل اللہ

— * —

فلما اسلمنا و تلک للجبین و نا دیناہ
ان ینا ابراہیم، قد صدقت الرویا
انا کذلک نجی المکذبین - اس
ہذا لہو البلاء المبین، و فدیناہ
بذبح عظیم، و قرننا علیہ
فی الاخرین، سلام علی
ابراہیم - (۳۷ - ۱۰۴)

— * —

(۲)

یہی سبب ہے کہ حضرت ابراہیم کی ہر بات ”اسلام“ تھی۔
حقیقت اسلامی میں انکا وجود اسطرح فنا ہو گیا تھا، کہ خود انکی
کوئی حسنی باقی نہیں رہی تھی۔ جبکہ ستاروںکی عجیب و غریب
روشنی انکے سامنے آئی، چاند کی دلفریبی نے انکو آزمانا چاہا، اور
سورج اپنی سطوت و عظمت سے چمکا تاکہ انکی فطرۃ کو مرعوب کر سکے
تو ”اسلام“ ہی تھا، جس نے اندر سے صدا دی کہ ”انی
لا احب الا فلین“ [میں فنا پذیر ہستیں کر درست نہیں رکھتا]

انی وجہت رجہی للذی
فطر السموات و الارض
حنیفا، رما انا من
المشرکین (۷۹: ۶)
و کذا لک نری ابراہیم
ملکوت السموات
و الارض، و لیکون من
الموقنین (۷۵: ۶)

(۱) ”اسوہ“ کا لفظ اس مضمون میں بار بار آیا ہے، اسلیٰ اسکا مادہ مطلب
سمجھ لیا چاہیے (امام راغب) مفردات میں لکھتے ہیں: ”الا سوہ، القدرہ،
والقدرة العالة التي یكون الانسان علیہ فی اتباع غیرہ، وان حسنا وان ساء، وفعال
تا سیت بہ، ای اقتدیت بہ“ (یعنی لفظ ”اسوہ“ مثل قدرہ کے ہے، اور قدرہ اس
حالت کو کہتے ہیں، جس کو کسی دوسرے میں دیکھ کر، انسان اسکی پیروی کرے،
حواء وہ اچھی ہو یا بری، چنانچہ کہتے ہیں کہ ”تاسیت بہ“ یعنی میں نے اسکی
پیروی کی) پس اسوہ سے مقصود ایسی پیش نظر حالت ہے، جسکی پیروی اور
مقابعت کی جائے، ہم نے اسکا ترجمہ ”نمونہ“ کر دیا، کیونکہ اردو میں آرتھوئی
لفظ اس مفہوم کیلئے ذہن میں نہیں آیا۔ معلوم نہیں شاہ صاحب نے کیا ترجمہ
دیا ہے، عجلت تحریر میں انکے ترجمہ کے نقلولے کی مہلت نہیں ملی۔

انہوں نے جب آنکھ کھولی، تو انکی چاروں طرف بت پرستی
کے مناظر تھے۔ انہوں نے خود اپنے گھر کے اندر جس لسی کو دیکھا،
اسکے ہاتھ میں سنگ تراشی کے اوزار، اور بتوں کے ڈھانچے تھے۔
وہ کالڈیا کے بازاروں میں پھرے، مگر جس طرف دیکھا، بتوں کے
آگے جھکے ہوئے سر تھے، اور جس طرف کان لگایا، خدا فراموشی
کی صدائیں آرہی تھیں۔ پھر وہ لونسہ چیز تھی، جس نے تمام
ان چیزوں سے ہٹا کر، جو آنکھوں سے دیکھی اور کانوں سے سنی جاتی
ہیں، انکے دل میں ایک ان دیکھے محبوب کے عشق کی لگن لگا دی؟
اور ایک ان سنے نغمے کی تلاش میں انکے سامعہ کو آوازہ کر دیا؟ انکے
سامنے تو بتوں کی قطاریں تھیں جنکو انکی آنکھیں دیکھتی تھیں،
پھر وہ کون تھا، جو انکے اندر بیتھا ہوا خداے قدوس کو دیکھ رہا تھا؟
اور اس قدرتی جوش و قوت کے ساتھ، جو کسی بلندی سے گرنے
والے آبشار، یا کسی زمین سے اوبلتے ہوئے چشمے میں ہوتا ہے، انکی
زبان سے فاطر السموات و الارض کی یہ شہادت دے رہا تھا؟

الذی خلقنی فہو
یہدین و الذی ہو
یطعمنی و یسقین، و اذا
مرضت فہو یشفین،
و الذی یمیتنی ثم
یحییٰ، و الذی
اطمع ان یغفر لی
خطیئتی یوم الدین (۷۸: ۲۶)

اور پھر یہ کیا تھا کہ جبکہ انکا سنگ تراش چچا، پتھروں سے
پرستش کی صورتیں بناتا تھا، تو بے اختیار انکے زبان سے نکلنا تھا
کہ اننی براہ ما تعبدون:

وان قال ابراہیم
لایبہ رقومہ اننی
براء مما تعبدون،
الا الذی فطرنی،
فانہ یہدین (۲۵: ۴۳)

در اصل یہ بھی ”حقیقت اسلامیہ“ تھی، جس نے انکے وجود
کو آنے والی امتوں کیلئے ”اسوہ حسنہ“ بنا دیا تھا، اور جسکی
وصیت انہوں نے اسحاق اور اسماعیل (علیہما السلام) کو کی، اور پھر
انہوں نے یعقوب کو، اور اسکے بعد نسل بعد نسل سلسلۃ ابراہیمی
میں منتقل ہوتی رہی:

و رمی بہا ابراہیم
بنیہ یعقوب، یا
بنی ان اللہ اصطفیٰ
لکم الدین فلا تموتن
الا و انتم مسلمون (۱۲۶: ۲)

یہی حقیقت وہ ”روح اعظم“ تھی، جو آدم کے کالبد میں
پھرنکی گئی:

ونفخت فیہ من روحی اور خدا نے آدم میں اپنی ”روح“ پھرائی
اور یہی وہ روح الہی ہے، جو شریعت ابراہیمی سے مدسوب
ہو کر سلسلۃ ابراہیمی کی آخری امت، یعنی امت مرحومہ میں
ظہور کر، الی تھی، اور جسکے یوم ظہور کی ایک رات، ایام الہد
کے گذشتہ زار، یزوں پر انضامیت رکھتی تھی:

انجام دی ہے، اسکے لیے تمام مسلمانان ہند کی یہ قائم مقام پولیٹیکل مجلس سجدہ تہذیب بھالانے کا فخر حاصل کرتی ہے۔“

جو مرگیا ہے، اب اسکو اٹھنے کی زحمت مت دو۔ اسکی آخری خدمت تمہارے ذمے یہی ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے، اسے دفن کر دو۔ علیگڑھ کا ایوان غلامی اب دوبارہ تعمیر نہیں ہو سکتا، مسلمانوں کا چہل سالہ پالتیکس اب مرجھا ہے، اسکو دفن کر دینا ہی بہتر ہے، نئی روحیں پیدا ہوتی ہیں، مگر قبر سے نکل کر کبھی کوئی واپس نہیں آیا۔

بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ لیگ کی طرف سے ایک نہایت بلیغ اور انشایہ دازانہ تار شائع کیا گیا ہے، جس میں اپنی مملوکہ قوم کو حکم دیا گیا ہے کہ ترکوں کیلئے چندہ دو! گویا مسلمان لیگ کے حکم کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ کب فرمان عالی شائع ہوتا ہے اور ہمیں چندہ جمع کرنے کی اجازت ملتی ہے۔

چونکہ حضور و ہسراے کے چندے کی نص قطعی ہاتھ آگئی ہے، اسلئے اب علی گڑھ میں بھی ”خفیف الحرثی“ ہو رہی ہے، لیگ کے بھی فرا میں شائع ہو رہے ہیں، اور لکھنؤ کے جلسے میں بھی رقمیں لکھوائی جا رہی ہیں :-

يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يُخَادِعُونَ اللَّهَ إِذْ هُمْ
رَمَا يَشْعُرُونَ (۸: ۲)

مگر علی گڑھ کالج کے طلباء نے جنگ طرابلس کے زمانے میں جس جوش اسلام پرستی و کفر دشمنی کا ثبوت دیا، اور آجکل بھی اُنکے جو حالات سن رہے ہیں، وہ فی الحقیقت ہمارے لیے ایک بشارت عظمیٰ ہے۔ انہوں نے اس وقت رہاں ہوتے، تو ایک ایک طالب علم کے پاس جاتے، اور اسکے قدموں کو بوسہ دیتے۔ یہ زندگی ہی وہ روح ہے، جسکو ظالموں نے برسوں تک پا مال کیا، اور ابھی ابھرے نہیں دیا، لیکن اب اس از رکدے میں بت شکنوں کی کمی نہیں: وَلَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا

دوسرا تار ہے کہ دول نے البانیا کو خود مختار کردینے کا فیصلہ کر دیا ہے۔

امیر افغانستان کے پاس سلطان المعظم کا ایسک خط آیا ہے جس میں سلطان المعظم نے اپنی اور قوم کی طرف سے امیر صاحب کی اس عملی ہمدردی کا شکریہ ادا کیا ہے جسکا ثبوت انہوں نے اپنے اور اپنے رعایا کے چندہ سے دیا ہے۔ جلال آباد میں ایک دربار عام منعقد کیا گیا جس میں یہ خط پڑھا گیا اور مزید چندہ کے لئے ایک فنڈ کھولا گیا۔

ایک سفیر نے رپورٹر کے نامہ نگار سے بیان کیا ہے کہ دول یوپ کو صلح کے لئے جمع کرنے میں سلطنت برطانیہ نے حیرت انگیز توجہ ظاہر کی ہے۔

آخری علامت یہ بتلائی ہے کہ ’رؤی دت‘ بھی زور لے۔ ساتھ کہئے، وہ سمجھیں گے کہ ہمارے ہی طرف اشارا ہے، اس علامت کے انطباق کا کوئی تجربہ اب تک نہیں ہوا تھا، مگر ان خطوط نے ثابت کر دیا کہ یہ علامت بھی بلا ادے اختلاف کے ٹھیک ٹھیک منافقین حال پر راست آتی ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

لیکن کیوں جناب! میں نے تو ایک ترقی طیارہ ہی تھی، اب اپنا سر کیوں ناپنے لگے؟ مجکو تو صرف اسکی شکایت تھی کہ ’رؤی کی ایک گٹھری چوری گئی ہے‘، مجھے اسکی کیا خبر؟ آپکی ڈاڑھی میں رؤی کے گالے چمتے رکھتے ہیں؟ اگر یہ ترقی جناب کے سر مبارک پر اس طرح ٹھیک آگئی ہے کہ:

جامد بود کہ بر قامت او درختہ بود

تو مجھے آپ سے چھین کر کسی دوسرے کو دینے ہی ’رؤی ضرورت نہیں۔

امسال علی گڑھ کانفرنس کے اجلاس لکھنؤ کے ساتھ ساتھ زنانه مصنوعات کی نمائش بھی ہوگی، اور معلوم ہوتا ہے کہ غیر معمولی اہتمام سے اسکا سامان کیا جا رہا ہے۔ جن صاحبوں کو چیزیں بھیجنی ہوں، وہ مسٹر محمد عربی پیرسٹراٹ لکھنؤ کے پتے سے جلد بھیج دیں۔ نمائش کے متعلق کاغذات آئے ہیں، مگر ہمیں آجکل ان چیزوں کے دیکھنے کی مہلت کہاں؟

مرا کہ شیشہ دل در زیارت سنگ ست
کجا دماغ ملے ناب و نغمہ چنگ ست

الحمد للہ کہ ہمارے مخدوم درست جناب مولانا سلیم کے زیر محرری (مسلم گزٹ) اپنے محاسن معنوی میں روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ آجکل عربی اخبارات کے ترجمے، اور جنگ کی ہر طرح کی خبروں کا جسقدر ذخیرہ اسمیں جمع کیا جاتا ہے، اسکی نظیر کسی اخبار میں نہیں مل سکتی۔ ایڈیٹوریل نوٹس کا حصہ بھی اس قدر بڑھا دیا گیا ہے کہ گویا تمام تر ایڈیٹوریل ہوتا ہے۔ اسپر قیمت نہایت معمولی۔ یعنی صرف دو روپیہ بارہ آئے۔ ناظرین الہلال میں سے جو صاحب اب تک اسکے خریدار نہیں ہیں، ابھی ہم صداقت کے ساتھ مشورہ دیتے ہیں کہ ضرور خریدیں۔

رائٹ انریبل سید امیر علی نے تار دیا ہے کہ ابکے لیگ کے قصے کو موقوف کر، میں نہیں آسکتا، روپیہ جو تم نے مصارف سفر کے لیے بھیجا ہے، کہو تو واپس کر دوں۔

لیکن ارکان لیگ کہتے ہیں کہ یہ ممکن نہیں، ابکے اگر لیگ نہیں ہوگی، تو پھر کبھی بھی نہیں ہوگی، کیونکہ بہت سے ”اہم معاملات“ درپیش ہیں۔

یا سبحان اللہ! لیگ کو بھی ”اہم معاملات“ کے خواب آیا کرتے ہیں! پچھلے کئی برسوں کے اندر جو اہم معاملات انجام دیے گئے ہیں، وہ تو ہمارے حافظے نے ابھی بھلائے نہیں، دیکھیے ابکا موسم بہار کیسا گذرتا ہے؟ غالباً اہم معاملات سے مقصود یہ ہوگا کہ کوئی مسلمان جج رہنما ہوئے والا ہے، اسکی کرسی پر دوسرا بوجھ بھی ایک مسلمانان نام ہی کا ہو۔ یا پھر سال بھر کے عطیات و مراحم گونا گوں کے شکر میں کی فہرست طویل ہوگی، جسکی تعریک و تائید کے خانے بھرے ہونگے۔ اور اگر یہ دونوں نہیں، تو پھر اس رزرایشن کا پیش کرنا مقصود ہوگا کہ ”جنگ بلقان میں جو سعی مشکور صلح و اصلاح کے لیے گورنمنٹ عالیہ نے بکمال مراحم خسروانہ

جسکے ایک دنیا "لفظ جہاد" کی دہشت سے کانپ رہی ہے، جبکہ عالم مسیحی کی نظروں میں یہ لفظ ایک عفریت مہیب یا ایک حربہ بے امنی ہے۔ جبکہ اسلام کے مدعیان حمایت نصف مدعی سے کوشش کر رہے ہیں کہ کفر کی رضا کیلئے اسلام کو مجبور کریں کہ اس لفظ کو اپنی لغت سے نکال دے، جبکہ بظاہر انہوں نے کفر و اسلام کے درمیان ایک راضی نامہ لکھ دیا ہے کہ اسلام لفظ جہاد کو بھلا دیتا ہے، کفر اپنے قوحش کو بھول جائے، اور جبکہ آجکل کے ملحدین مسلمین اور متفرنجین مفسدین کا ایک "حزب الشیطان" بے چین ہے کہ بس چلے تو یورپ سے درجہ تقرب عبودیت حاصل کرنے کیلئے ("تعریف اللہ عن مواضعہ" کے بعد) سرے سے اس لفظ ہی کو قرآن سے نکال دے، تو پھر یہ کیا ہے کہ میں نہ صرف "جہاد" کو ایک رکن اسلامی، ایک فرض دینی، ایک حکم شریعت بتلاتا ہوں، بلکہ صاف صاف کہتا ہوں کہ اسلام کی حقیقت ہی جہاد ہے، دونوں لازم و ملزوم ہیں، اسلام سے اگر "جہاد" کو الگ کر لیا جائے، تو وہ ایک لفظ ہوگا، جسمیں معنی نہیں ہے، ایک اسم ہوگا، جسکا معنی نہیں ہے، ایک قشر معض ہوگا، جس سے مغز نکال لیا گیا ہے۔ پھر کیا میں ان تمام اعمال مصلحین متفرنجین کو غارت کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے تطبیق یمن التوحید والتالیف یا اسلام اور مسیحیت کے عقد اتحاد کیلئے انجام دی ہیں؟ وہ اصلاح جدید کی شاندار عمارتیں، جو مغربی تہذیب و شائستگی کی ارض مقدس پر کھڑی کی گئی ہیں، کیا دعوت جہاد دیکے میں جنود مجاہدین کو بلاتا ہوں کہ اپنے گھوڑوں سموتوں سے انہیں پامال کر دیں؟ اور پھر کیا چاہتا ہوں کہ اسلام کی زندگی کا اتق، جو حرارت حیات کی گرد سے پاک کر دیا گیا تھا، مجاہدین کی اورانی ہوئی خاک سے پھر غبار آلود ہو جائے؟

ہاں! اے غارتگران حقیقت اسلامی! اے دزدان متاع ایمانی! اور اے مفسدین ملت و مدعیان اصلاح! ہاں! میں ایسا ہی چاہتا ہوں، میری آنکھیں ایسا ہی دیکھنا چاہتی ہیں، میرا دل ایسے ہی رقت کیلئے بیقرار ہے، خدائے ابراہیم و محمد (علیہما السلام) کی شریعت ایسا ہی چاہتی ہے، قرآن کریم اسی کو حقیقت اسلامی کہتا ہے، وہ اسی اسوۂ حسنہ کی طرف اپنے پیروں کو بلاتا ہے، اسلام کا اعتقاد اسی کے لیے ہے، اسکی تمام عبادتیں اسی کے لیے ہیں، اسکے تمام جسم اعمال کی روح یہی ہے، اور یہی چیز ہے، جس کی یاد کو اس نے ہمیشہ زندہ رکھنا چاہا، اور "عید اضحیٰ" کو یوم جشن و مسرت بنایا۔

پس یہ ہے، جسکی طرف میں مسلمانوں کو بلاتا ہوں، پھر تمہارے پاس کیا ہے، جسکی طرف تم ہم کو دعوت دیتے ہو؟ هل عندکم من علم فتخرجوه لنا؟ (اتحاد لونی فی اسماء سمیتہا انتم و ابا و کم ما نزل اللہ بہا من سلطان؟) ان انتم الا تخرصون: ام یویدرون کیداً؟ یا انکا ارادہ مکر و فریب پھیلا نے کا ہے؟ فالذین کفروا ہم اگر ایسا ہے تو یاد رکھیں کہ یہ منکر خود ہی المکیدون، ام لہم الہ شیطان کے فریب میں پڑے ہیں۔ یا پھر خدا غیر اللہ؟ سبحان کے سوا انکا کوئی اور معبود ہے؟ اگر یہی اللہ عما یشرکون بات ہے تو یقین کر لو کہ اللہ کی ذات انکے اس شرک سے پاک ہے۔ (۴۲: ۵۲)

لیکن "جہاد" سے مقصود کیا ہے؟ اسکا محمل اصلی کیا ہے؟ کیونکہ اسلام کی حقیقت اور جہاد ایک ہے؟ آغاز مضمون میں جو سوالات کیے گئے تھے انکا حل کیونکر ہے؟ اگرچہ ان میں سے ہر سوال تفصیل طلب ہے، اور یکے بعد دیگرے مدعا مباحث پر مشتمل، لیکن ناہم آئندہ نمبر کا انتظار کیجئے کہ چند اشارات عرض کروں

فا اللہ اکبر! اللہ اکبر! لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر! اللہ اکبر و اللہ الحمد۔

عشق آمیزی کا پہلا سبق غیرت ہے، اور یہی معنی میں اس آیت کریمہ کے کہ:

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء (۵۱: ۴) شریک کر۔

سلطان محبت تمام گناہوں کو معاف کر سکتا ہے، مگر اسکی عدالت میں دل کی تقسیم کا کوئی قانون نہیں ہے۔ اپنا درست ہزار کج ادائیاں کرے، آپ کا دل محبت پرست اسکی شفاعت سے باز نہ آئے گا، لیکن آپ اس گوشہ نظر سے کیونکر در گذر سکتے ہیں جو آپکی طرف نہیں، بلکہ کسی دوسری جانب تھی؟ آپ کسی کی آنکھوں کی بے مہربانی کو تو گوارا کر لے سکتے ہیں، لیکن اس خمار کو کیونکر دیکھ سکتے ہیں جو محبت غیر کی شب بیداریوں سے پیدا ہوا ہو؟ اگر کبھی اس کوچے میں گذر ہوا ہے، تو اپنے دل سے پوچھ لیجیے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں؟ البتہ اس مسئلہ کے سمجھنے کیلئے مدرسے سے باہر بھی کچھ سیکھنا ضروری ہے:

کین مسئلہ در نسخہ محمود و ایازست!

مرد الی المقصود

اب میں اپنے اصل مقصد سے بہت قریب آ گیا ہوں۔ یہی آخری حالت وہ حقیقت اصلی تھی، جس کو آغاز مضمون سے میں "حقیقت اسلامی" کے لفظ سے تعبیر کرتا آیا ہوں، یہی دعوت اسلام کا وہ عملی نمونہ تھا، جس نے اسوۂ ابراہیمی کی شکل میں ظہور کیا، یہی لفظ "اسلام" کا وہ شاہد معنی تھا، جسکے روئے مشہد آرا کر دست خلیل اللہ نے بے نقاب کر دیا، یہی وہ لیلائے حقیقت تھی، جسکے محمل وصال پر نفس و جان کی قربانیوں کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ لیکن اس انجید خلت کے تاجدار محبت کیلئے ممانع نہ ہوئے، اور عشاق حقیقت کیلئے اسکی جبارہ فروریوں کو علم کر دیا، اور یہی وہ اصل اسلامی ہے جس کو قرآن کریم اپنی اصطلاح میں "جہاد فی سبیل اللہ" سے تعبیر کرتا ہے، اور کبھی "اسلام" کی جگہ "جہاد" اور کبھی "مسلم" کی جگہ "مجاہد" بولتا ہے، اور پھر یہی وہ "اسوۂ حسنہ" ہے جسکی طرف وہ تمام پیروان ملۃ حنیفی کو دعوت دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ:

قد کانت لکم اسوۃ یشک حضرت ابراہیم اور انکے ساتھیوں حسنۃ فی ابراہیم میں پیروی و اتباع کے لیے ایک بہترین و الذین معہ نصب العین اور نمونۂ زندگی ہے۔

پس قسم ہے اُس خدائے اسلام کی، جس نے ابراہیم اور اسماعیل کی قربانی کو برکت بخشی، اور اسکو مات حنیفی کیلئے اسوۂ حسنہ بنایا، (و انہ لقسم لو تعلمون عظیم) کہ "اسلام" اور "جہاد" ایک ہی حقیقت کے دو نام، اور ایک ہی معنی کے لیے دو مترادف الفاظ ہیں، اور اسلام کے معنی "جہاد" ہیں اور جہاد کے معنی اسلام، پس کوئی ہستی "مسلم" ہو نہیں سکتی، جب تک وہ "مجاہد" نہ ہو، اور کوئی "مجاہد" ہو نہیں سکتا، جب تک کہ وہ "مسلم" نہ ہو۔ "اسلام" ہی لذت اُس بدبخت کیلئے حرام ہے، جسکا ذوق ایمانی لذت جہاد سے محروم ہو، اور زمین پر گراس نے اپنا نام مسلم رکھا ہو، لیکن اسکو کھدر کہ آسمانوں میں اسکا شمار کفر کے زمرے میں ہے۔

فالجہاد! الجہاد! الجہاد! الجہاد فی سبیل اللہ! ایہا المسلمون الغافلون عن حقیقة الاسلام و الجہاد! و اللہ اکبر! اللہ اکبر! لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر! اللہ اکبر! للہ الحمد!!

حقیقت اسلامی کی اصلی آزمائش

اور سب سے آخری یہ کہ جب حقیقت اسلامی کی آخری مگر اصلی آزمائش کا وقت آیا، تو وہ ”اسلام“ ہی تھا، جس نے ابراہیم کے ہاتھ میں چھری دی، تاکہ فرزند عزیز کو ذبح کرے معبدت ماسویٰ اللہ کی قربانی کے، اور ”اسلام“ ہی تھا، جس نے اسماعیل بی گردن جھٹسی، تاکہ اپنی جان عزیز کو اس کی راہ میں قربان کر دے، تاکہ اس نے پوچھا

یا بنی انی اری فی اے فرزند عزیز! میں نے خراب میں المنام انسی اذبحک دینا ہے کہ گویا تجھے اللہ کے نام پر فانظر ما ذاتری؟ ذبح کر رہا ہوں، پھر تیرے خیال میں یہ بات کیسی ہے؟ (۹۹: ۳۷)

تو یہ رجود ابراہیمی کی نہیں، بلکہ ”اسلام“ ہی کی صدا تھی۔ اور پھر جب اس کے جواب میں اسماعیل نے کہا کہ:

یا ابت افعل ما اے باپ! یہ تو گویا اللہ کی مرضی اور تومر، ستجدنی اس کے حکم کا اشارہ ہے، پس جو اس کا حکم ہے، انشاء اللہ من اسکو بلا تامل انجام دیجئے۔ اگر اسی خدا الصابریں کی مرضی ہوئی تو آپ دیکھ لیں گے کہ میں صبر کرنے والوں میں سے ہوں گا۔ (۱۰۰: ۳۷)

تو یہ بھی اسماعیل کی نہیں، بلکہ اسلام ہی کی صدا تھی۔ پھر جب باپ نے بیٹے کو مینڈھے کی طرح سختی سے پکڑے زمین پر گرا دیا، تو وہ اسلام ہی کا ہاتھ تھا، جو ابراہیم کے اندر سے کلم کر رہا تھا۔ اور جب بیٹے نے اس شوق و ذوق کے ساتھ، جو مدتوں کے پیاسے کو آب شیریں سے ہوتا ہے، اپنی گردن مضطرب ہو کر چھری سے قریب کر دی، تو وہ حقیقت اسلامی ہی کی معنویت کا استیلا تھا، جس نے نفس اسماعیل کو فدا کر دیا تھا، اور اسی فنا سے مقام ایمان کو بقا ہے:

سلام علی ابراہیم! پس سلام و حقیقت اسلامی کی قربانی انا کذ الک فجزی کہنے والے ابراہیم پر! ہم مقام احسان (*) المحسنین انہ من تک پہنچنے والوں کو (بقائے دوام) عبادنا الامر منین ایسا ہی بدلہ عطا فرمائے ہیں۔ بیشک (۱۱۱: ۳۷) وہ ہمارے حقیقی مومن بندوں میں سے تھا۔

اللہ اکبر! اللہ اکبر! لا الہ الا اللہ واللہ اکبر! اللہ اکبر واللہ الحمد۔

غافل مروجہ تا در بیت العرام عشق

صد منزل ست و منزل اول فیامت است

اللہ اللہ! اس فیزنگ ساز ارل نے نار و بار محبت ہی بوقلمونی کو کیا کہنے کہ اس کے جہیم محبت ہی ساری آرایش دوستوں کے خون ہی چھینٹوں اور مضطرب لاشوں کی تڑپ ہی تھی۔ دوستوں کو کٹواتا ہے، مگر دشمنوں کو مہلت دیتا ہے۔ باپ کے ہاتھ میں چھری دیتا ہے کہ بیٹے کو قتل کرے، اور بیٹے سے کہتا ہے کہ خوش خوش گردن جھکا دے کہ یہاں جان دینا ہی نہیں، بلکہ جان دینے پر دروز عیش و نشاط سمجھنا بھی شرط ہے:

آہ این چہ دستبست نہ سرہائے یکدگر

خویشاں بریدہ بر رہ قاتل نہادہ اند!

ابراہیم کے دل میں اپنی محبت کے ساتھ بیٹے کی محبت گوارا نہ ہوئی، اور اسماعیل کے پہلو میں اپنے گھر کو دیکھا تو محبت نفس و جان کی پرچھائیں نظر آئی:

عشق ست و ہزار بدگمانی!

غیرت الہی نے اسکو بھی منظور نہیں کیا۔ حکم ہوا کہ چلے محبت کے مکان کو ایک ہی مکین کیلئے خالی کردو، پھر اس طرف نظر اٹھا کر دیکھا کہ ”الغیرۃ من صفات حضرة الربوبية“ محبت کی

(*) ہم نے معصنین کے ترجمہ میں اعمال حسنة وغیرہ کا لفظ نہیں لکھا بلکہ ”مقام احسان“ سے تعبیر کیا، مقام احسان سے

مراد وہ مقام ہے، جسکی طرف بغاری حریف کی حدیث ج۔ بل۔ م۔ اشارہ کیا گیا ہے۔

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر، وما ادراک ما لیلۃ القدر؟ لیلۃ القدر خیر من الف شهر، تنزل الملائکۃ والروح فیہا باذن ربہم من کل امر، سلام ہی حتی مطاع الفجر (۱: ۹۷)

اور یہی وہ حقیقت تھی، جو ان تمام حقیقتوں سے جو یہودی یا مسیحیت سے تعبیر کی جاسکتی ہیں، اعلیٰ و ارفع تھی، کیونکہ وہ تمام شاخیں اسی حقیقتہ الحقائق کی جڑ سے نکلی تھیں، پس ”اصل“ کی موجودگی میں ”فرع“ بے اثر ہے، ”اور کل“ کے سامنے ”جز“ بے حقیقت، یہی سبب ہے کہ جب اس ”اصل“ کی تکمیل کا آخری بروز ہوا، تو کہا گیا کہ:

وقالوا کونوا ہودا یہود و نصارا کہتے ہیں کہ یہودی یا نصرانی اور نصاریٰ تھندرا، بن جاو تاکہ ہدایت پاؤ، لیکن ان سے کہندو قل بل ملۃ ابراہیم نہ نہیں، بلکہ صرف ملت ابراہیمی ہی میں حنیفا / رماکان تمام ہدایتوں کی حقیقت ہے، اور وہ تمہاری من المشرکین طرح مشرکوں میں سے نہ تھا۔ (۱۲۹: ۲)

اور یہی وہ انسان ہی ”فطرۃ اصلی“ ہے جسکو ”اسلام“ کے سوا قرآن کریم نے ”قلب سلیم“ کے لقب سے بھی یاد کیا ہے۔ یعنی قلب انسانی کی وہ بے میل حالت، جو خارجی اثرات ضلالت سے بالکل محفوظ ہو، یا فطرۃ اصلی کا وہ ذوق صحیح، جسکا ذائقہ کسی عارضی بیماری کے اثر سے بگڑ نہ گیا ہو، کیونکہ انسان کے اندر جو کچھ ہے وہ اسلام ہے، اور کفر جب آتا ہے تو باہر سے آتا ہے یہی سبب ہے کہ حضرت ابراہیم ہی نسبت تصریح کر دی کہ:

اذجا، ربد بقلب سلیم جب حضرت ابراہیم اپنے رب کی طرف (۸۲: ۳۷) ”قلب سلیم“ کے ساتھ منقطع ہوئے۔

اور پھر سورہ شعرا کے چوتھے رکوع میں جب حضرت ابراہیم نے آزر کی ضلالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دعا مانگی ہے، تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ:

یوم لا ینفع مال ولا بنون، الا من کان دینک اور نہ اعل و عینل کام آئیں گے (یعنی انی اللہ بقلب کوئی مادی شے مفید نہوگی) مگر صرف وہ سلیم (۸۸: ۲۹) کامیاب ہوگا جسکے پہلو میں ”قلب سلیم“ ہے

یہی ”قلب سلیم“ تھا، جس پر اجرام سماویہ کے مددش مناظر فتح نہ پاسکے، اور اس نے ابراہیم کے دل کے اندر سے فاطر ملکوت السموات والارض کے وجود پر شہادت دی:

قال بل ربکم رب السموات والارض، الذی فطرہن، کہا کہ وہ آسمان و زمین کا فطر، جس و انما علی ذلکم کے انکو پیدا کیا، تمہارا بھی پروردگار من الشاہدین۔ ہے۔ اور میں اس کے وجود پر شہادت دیتا ہوں۔ (۵۷: ۲۱)

(۱) یہ ایک نہایت ضروری اور مستقل بحث ہے، اور فی الحقیقت اسکا ابراہیمی میں سے پہلا اسرہ یہی قلب سلیم یا ذوق فطرہ کی صحت ہے۔ مولانا روم ہی اس نکتے پر بطریق، انہوں نے مثنوی کے کئی مقاموں میں اس پر نہایت لطیف بحث کی ہے۔ اسی وقت ایک مستقل عنوان سے بالتفصیل لکھونگا۔

(۲) ہم نے معصنین کے ترجمہ میں اعمال حسنة وغیرہ کا لفظ نہیں لکھا بلکہ ”مقام احسان“ سے تعبیر کیا، مقام احسان سے

مراد وہ مقام ہے، جسکی طرف بغاری حریف کی حدیث ج۔ بل۔ م۔ اشارہ کیا گیا ہے۔

اقرار حقیقت

عثمانی شجاعت کے آگے ایک حق پرست اندریز کاسر بسجود قلم

معرکہ اولیٰ روز اس

قرآن درہم کے اپنے نزول کے وقت عیسائیوں کے متضاد خصائل کی طرف اشارہ کیا تھا:

و من اهل الكتاب اور یہود و نصارا میں سے بعض ایسے امانت دار من ان تاملہ بشنظار ہیں کہ اگر انکے پاس زور نقد کا ایک ڈھیر بھی ہو وہ ایک 'ومنہم امانت رکھو' تو بھی انکی نیت نہ بدلے اور من ان تاملہ بدینار واپس کر دیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ ایک روپیہ لا پودہ ایک الا بھی انکے حوالے کر دے تو اسکا واپس ملنا مصیبت مادمت علیہا قائما ہو جائے اور دیں بھی تو اس وقت جب ہر وقت تقاضے کیلئے ان کے سر پر سوار رہو۔ (۲۹:۳)

آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ حق اور صداقت کی امانت و خیانت کے لحاظ سے مسیحی دنیا کا یہی حال ہے۔

ایک طرف تو واقعہ نگاری کے امانت دار 'افتدنت و گنر' جیسے طبائع ہیں جو دروغ بافان عصر کا سرخیل اور فن کذب و کذاب کا معلم وقت ہے۔ غلط بیانی، مبالغہ طرازی، قطع و برید، حذف و اضافہ اور سب سے زیادہ یہ کہ قبل از وقوع اشاعت جسکے صحیفہ کذب آفرینی کے عام ابواب ہیں اور پھر دوسری طرف مسٹر (بینٹ) اور مسٹر (میکالا) جیسے راست بیان اور حق گو اہل قلم ہیں جنہوں نے جنگ طرابلس کے متعلق تمام یورپ کے آگے اصل حقیقت کی ترجمانی کی اور جنرل کنیرو کے اس قتل عام کے پوست کندہ حالات بیان کیے جن سے خبر رسائی

کے اس عہد طلائی میں بھی کامل تین ہفتے تک دینا بے خبر رکھی گئی تھی۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ اس طرح کے راست باز اشخاص یورپ کے علم افراد میں پیدا ہو جاتے ہیں مگر جو زبان و قلم ایک ادنیٰ حیثیت بھی جماعت، قوم اور جنس کی رہتے ہیں انکی جگہ بغیر کسی استثناء کے ہمیشہ دوسری ہی صف میں رہی ہے۔ اسے ہی حق گو اشخاص میں سے ایک مشہور انگریز اہل قلم اور پارلیمنٹ کے سابق ممبر مسٹر (ارشمید بارٹلت) ہیں۔

اگر جنگ یونان و ترکی کو دینا نہیں ہو رہا ہے تو اسے یاد آنا چاہیے کہ عثمانی بطش و پاس کی داد کے لیے جب کہ نامہ نگاران جنگ چند صفحے کاغذ اور چند تولے روشنائی بھی صرف کرنا اصول اقتصاد کے خلاف سمجھتے تھے تو یہی راست باز قلم تھا جس نے

اسی فراخ دلی سے قلموں کی مردانہ وار جانبداریوں کا اعتراف کیا تھا جسقدر کہ دوسرے نامہ نگاروں نے اسکے اخلاقی کوشش کی تھی۔ غالباً انکے روز نامچہ جنگ یونان کا ترجمہ اردو میں شائع بھی ہو چکا ہے۔

ولایت لی تارہ ترین ذات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر (بارٹلت) موجودہ جنگ میں بھی شریک ہیں اور وہاں سے حال میں ایک مراسلہ (قبلی قبلی گراف) کے نام بھیجا ہے جس میں نہایت تفصیل سے معرکہ (لوی برناس) کے چشم دید واقعات لکھے ہیں اور پہلی مرتبہ واقعات کو روشنی بخشی ہے۔

میدان جنگ میں محکمہ احتساب خیمہ زن ہے نامہ نگار جسقدر خبریں بھیجتے ہیں وہ دراصل اسی کا ایک ساختہ خاکہ ہوتا ہے جس میں رنگ پھر دیا جاتا ہے اسلئے نامہ نگار

نہیں بولتے بلکہ وہی محکمہ بولتا ہے۔ (خود لندن ٹائمز) اور (ٹرائیکل) نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ صحیح خبروں کے بھیجنے یا جنگی مراسلات لکھنے کی اولیٰ صورت نہیں۔ نامہ نگار جنگ کے وقت زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ گولیوں کی آوازوں کو شمار کرتے رہیں اور کچھ دیر کے بعد جب ایک افسر اور نہایت سنجیدگی سے اطلاع دے کہ "بالآخر جنوں اور دیوروں کی سی مخفی قوتوں کو کام میں لانے کے بعد ہم نے فلاں مقام فتح کر لیا" تو وہ اپنی انشا پردازی کی آمیزش کے بعد اسی اطلاع کو یورپ تک پہنچادیں! بعض نامہ نگاروں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ معرکوں میں شریک رہے ہیں لیکن یا تو انکی شرکت کا دعوا بھی اتنی ہی تصدیق کا مستحق ہے جسقدر بلقانی



غازی محمود مخفاریا جنہوں نے قرق قلعی میں کو اصول احتیاط کے خلاف جلد بازی کی، قلم ایک مٹی پر چاھیں سے ایک لاکھ فوج کا مقابلہ باد کار دھیکا

فتوحات کی روایات اور پھر واقعی طور پر جو لوگ شریک بھی ہیں انکی شرکت کیا مفید ہو سکتی ہے جبکہ انکی کوئی تحریر قلم احتساب کی ترمیم و تنسیخ کے بغیر باہر جا نہیں سکتی اور اس کے ایک ایک لفظ پر (بقول نامہ نگار قبلی اسپرس مقیم قسطنطنیہ) گھنٹوں بحث کی جاتی ہے؟

لیکن (قبلی قبلی گراف) کے اس تعجب میں تمام دنیا کو شریک ہونا چاہیے کہ مسٹر (ارشمید بارٹلت) کا مراسلہ باوجود محکمہ احتساب کی نگرانی کے بغیر کسی تعجب و تنسیخ کے دنیا تک پہنچ گیا اور آغاز جنگ سے اس وقت تک کہ وہ لا جہوت ہے جسکی اشاعت ان ہمیشہ سچ بولنے والوں کے ذرا ناگوار ہے۔ مسٹر ارشمید بارٹلت لکھتے ہیں:

"میدان کے ایک حصہ میں اس وقت درمے ہو رہے ہیں۔"

مقالہ

الاسلام والاصلاح

(۲)

یہ تدریجی رفتار ترقی ہمیں بتلاتی ہے کہ اصلاح دولت عثمانیہ سے مایوس ہونا معقول پسندی کے خلاف ہے۔ ہم کو اعتراف کرنا چاہیے کہ باب عالی نے اصلاح کے ایسے نمونے پیش کر دیئے ہیں جن سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور پھر اتنے ہی پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ مساعی اصلاح برابر جاری ہیں۔ سچ یہ ہے کہ جو کچھ اس وقت تک باب عالی نے کیا ہے اسکی باب عالی کے دوستوں کو بھی توقع نہ تھی۔ اگر یورپ کی سیاست اس کے مساعی اصلاح کے ساتھ اتفاق کرے اور کافی وقت دے، تو دولت عثمانیہ کے تمام رخنوں کی دروست ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اسکا ملک سرسبز ہے اور مالگذاری رافر ہے۔

مستبازات غیر المسلمین

خلیفہ ثانی نے جب بیت المقدس فتح کیا تو عیسائیوں کو ہر طرح کی مذہبی آزادی دی تھی، مثلاً:

تمام کلیسوں کی جائداد میں اور تمام مذہبی معاملات میں بطریق کلیسا کو حق تصرف تھا، یعنی نکاح، طلاق، وصایا، اموال یتامی کی نگرانی، اور مذہبی احکام نہ بجالانے والوں کی سرزنش وغیرہ میں کلیسا کو کامل اختیارات تھے۔

آل عثمان کے عہد سلطنت میں جب قسطنطنیہ فتح ہوا تو اس وقت صرف دو کلیسے یعنی رومن کیتھولک اور ارمنی کے حقوق تسلیم کیے گئے۔ اس کے بعد سنہ ۱۸۵۶ء میں رومن کیتھولک اور بعض دوسری سلطنتوں کے علی الرغم پروٹسٹنٹ، ارمن متعہد، یونان متعہد، رومانی، اور بلغاریا کے کلیسے بھی تسلیم کیے گئے۔ ان نئے کلیسوں کو بھی وہ تمام اختیارات دیے گئے تھے جو پہلے دو کلیسوں کو حاصل تھے۔

تمام انتظامی مجلس میں مسلمان اور غیر مسلمان دونوں ممبر منتخب ہوتے ہیں۔ عیسائی فرقوں کے سرداروں کو اس انتخاب میں شرکت کا حق دیا گیا ہے۔

روحانی سرداروں کو اس کا بھی حق دیا گیا ہے کہ حکومت کے سامنے اپنے ہم مذہبوں کی حمایت کریں۔ اگر یہ مفید ثابت نہ ہو تو اپنے وکلا کے ذریعہ سے باب عالی تک پہنچالیں۔ ان وکلا کو باب عالی اسلئے مقرر کرتا ہے کہ اس میں اور عثمانی رعایا میں واسطہ ہوں۔ کلیسوں کی تعمیر میں جو دقتیں ہوتی تھیں، انہیں سے اب ایک بھی نہیں۔ اسکا تو امریکہ کے لائٹ پادری نے بھی اقرار کیا ہے کہ دولت عثمانیہ میں کلیسوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ خصوصاً غیر ملکی کلیسوں میں تو غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے۔

دولت عثمانیہ کی بے تعصبی اور مساہت کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ تمام وہ سامان جو کلیسوں کے نام سے لایا جائے چنگی کے معصوم سے مستثنیٰ ہے۔

دولت عثمانیہ کو اپنی غیر مسلم رعایا کی حفاظت کے ساتھ اس قدر اعتنا ہے کہ ان کی مذہبی عبادات میں خلل انداز ہونا قانوناً سخت سزا کا مستوجب قرار دیا گیا ہے۔ ان کے مذہب کا اس قدر احترام کیا جاتا ہے کہ پولیس کو حکم ہے، جب پادری نکلیں، تو ان کو سلام کرو!!

مسارات کی یہ حد ہے کہ اگر کوئی عیسائی فوج میں عرصہ تک رہنے کے بعد مرجائے، تو اس کے جنازہ کی مشائعت میں مسلمان سپاہیوں کو بھی شریک ہونا پڑتا ہے۔ حالانکہ مشرقی عیسائیوں کا یہ علم قاعدہ ہے کہ ان کے جنازہ میں صلیب وغیرہ بھی ہوتی ہے۔

سب سے بڑھکے یہ ہے کہ ان کو اختیار ہے کہ ہر قسم کی مذہبی اور دنیائی فوائد کے لیے جلسے کریں اور جلسوں کی قراردادوں سے باب عالی کو مطلع کریں، تاکہ باب عالی ان کے متعلق احکام صادر کرے۔

آخر الذکر قاعدہ کی وجہ سے باب عالی کو نہ صرف مسلمانوں سے، بلکہ خود چرچوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ کیونکہ عیسائی چرچ ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ایک دوسرے کے سخت دشمن، عیسائی دنیا کو ایک اسلامی سلطنت (دولت عثمانیہ) سے سیکھنا چاہیے کہ مذہب کس درجہ نرمی، مسامحت اور رواداری کی تعلیم دیتا ہے۔

باب عالی کے عیسائی رعایا کے ساتھ حسن سلوک و مراعات حقوق کا اندازہ سنہ ۱۸۲۷ء کے واقعہ سے ہو سکتا ہے، جب کہ روس نے اس بنا پر اعلان جنگ کیا تھا کہ یوگ چرچ فوج نے رومن کیتھولک چرچ کے لائٹ پادری کو گالیاں دیں، اور وہ اپنے آپ کو اس کا حامی سمجھتا تھا کیونکہ رومن کیتھولک چرچ عرصہ تک اس کے زیر سایہ رہ چکا تھا۔

ادھر رومن کیتھولک چرچ کا بدلہ لینے کے لیے روس نے باب عالی کے مقابلہ میں اعلان جنگ کیا، اور ادھر خود اسی فرقہ کے لائٹ پادری نے تمام پادریوں کے پاس یہ حکم بھیجا کہ کوئی شخص روس کی مدد نہ کرے، عثمانی فوج کی مالی و جسمانی ہر قسم کی مدد کی جائے، اور اس کے نصر و فتح کے لیے گرجوں میں دعاؤں مانگی جائیں۔ بلغاریا کی بھی یہی حالت تھی۔ فلی پولس کے پادریوں نے اعلان شائع کیا تھا کہ ہم کو روس کی حمایت کی ضرورت نہیں۔ پس حقیقت یہ ہے کہ باب عالی اصلاح کیلئے خود کوشش کر رہا ہے اور ہم کو اس وقت پوری مسارات حاصل ہے۔

یہ اعتراف کہ کامل مسارات اس وقت تک حاصل ہو نہیں سکتی جب تک کہ فوج میں عیسائی بھرتی نہیں، بالکل صحیح ہے، مگر سوال یہ ہے کہ اسمیں کس کا قصور ہے، باب عالی کا یا عیسائی رعایا کا؟ عیسائی رعایا کیوں فوج میں داخل ہونا منظور نہیں کرتی؟

الہلال

— * —

(سرچزدوروت) کی تحریر ختم ہو گئی، میں اس طرف کچھ اس طرح اپنے حالات میں غرق رہا کہ مقالات وغیرہ کے حصے کے دیکھنے کی مہلت نہیں ملی۔ اب اس مضمون کو دیکھتا ہوں تو متعدد بیانات بحث طلب، اور کتب اسلامیہ کے حوالے زیادہ تر محتاج رجوع و تحقیق نظر آتے ہیں، ان میں سے بعض ایسے ہیں، جو مانع فیہ کے لیے زیادہ مفید اور ضروری تھے مگر استدلال کمزور اور محدود رہا، اور بعض ایسے بھی ہیں جن کا مطلب سمجھنے میں لائق مستشرق نے غلطی کی، پس ضرورت ہے کہ ان پر نظر ڈالی جائے۔ انشاء اللہ بشرط گنجائش آئندہ نمبر میں اصل رسالے کو سامنے رکھ کر اپنی رائے ظاہر کرونگا۔ (ایڈیٹر)

بے تحاشا پہاڑی کی طرف پیچھے ہٹا گیا تھا، مگر ترکی حملہ جس سے بہت کچھ امیدیں تھیں رات کی وجہ سے بہت بے موقع رک گیا، اور بلغاریوں کو مہلت مل گئی۔ آگ دونوں طرف سے ایک ایسے متضاری الاضلاع کی شکل میں بلند ہوئی تھی، جس کا ایک ضلع نکال لیا گیا ہو۔ رائفلوں کی آگ ختم ہونے والی آگ، معلوم ہوتا تھا کہ کسی بہت بڑی مشین سے نکل رہی ہے اور ایک فضاے آتشیں کی صورت میں پھیل جاتی ہے۔

ہم دھوپ کو دیکھ سکتے تھے جو دھن طرف آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا، جس کے معنی یہ تھے کہ سکند آرمی پاریس کی جماعت نہ صرف اپنے مقام پر قابض ہوئی تھی، بلکہ یقیناً آگے بڑھ رہی تھی۔ میں نے جن جن افسروں سے اس کے متعلق گفتگو کی، ان سب کو یقین تھا کہ آج دن شاہی عثمانی فوج کے حق میں نہایت کامیاب

دن تھا۔ مگر تاریکی پھیلنے سے کچھ پہلے بلغاری فوج نے سیکند آرمی کے مقابلہ میں انتہائی کوشش کی، جسمیں انہوں نے نہ صرف اس کی پیش قدمی کو روک دیا بلکہ ان مقامات میں سے جو ان کے ہاتھ سے نکل چکے تھے چندو اپس لے لیے۔ چہ بچے کے قریب تاریکی کی وجہ سے میں اور اسید میدان جنگ میں بھٹکنے لگے۔ ہم دونوں کبھی سوار ہوتے اور کبھی پیادہ چلتے۔ ہماری حالت نہایت خراب تھی کھانے کی قسم سے ہمارے ساتھ کچھ نہ تھا۔ اس میدان میں کوئی جگہ نظر نہیں آئی تھی جہاں ہم رات بسر کر سکتے، اور سب سے زیادہ یہ کہ ہم دو آدمیوں میں ایک کھل بھی نہ تھا کہ کم از کم سردی سے توجھ سکتے۔

عثمانی فوجی حملہ کا افسر ازراہ مہربانی ہمیں یعقوب پاشا کے ہیڈ کوارٹر میں جو ہم سے قریب ترین مقام تھا، لے گیا۔ پاشا موصوف میدان جنگ میں گشت لگا رہے تھے اور اپنی فوج کے آخری مقام کا امتحان اور ماتحتوں سے اس کے متعلق معلومات فراہم کرتے جاتے تھے۔ ہم سے نہایت دوستانہ طریقہ سے ملے۔ وہ ایک جسیم اور عظیم الجثہ شخص ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ آج کی کارروائی کا اس کو سخت افسوس تھا۔ اس نے جب ہماری یہ حالت سنی، تو کہا کہ میں آپ لوگوں کو نہایت خوشی سے کہانا اور قیامگاہ درنگا۔

اس نے یہ بھی کہا کہ میں آج کہیں نہیں جا سکتا، شب بھر حفاظت کرنے والے سپاہیوں کے ساتھ گھوڑے پر بیٹھ گشت لگانا رہنما۔ کل کی رات بہت خراب تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج کی رات بھی کل رات سے کم نہیں ہوگی۔ میں آپ لوگوں کو کھلے میدان میں

یہ میرے لیے اور نہ صرف میرے لیے بلکہ ہر تڑپا دیکھنے والے کے لیے ناممکن ہے کہ اس معرکہ کو مفصل بیان کر سکے۔ کیونکہ اگر اس کی کوشش کی جائے تو داستان جنگ کو ناظرین کے لیے ممکن الفہم بنانے کے واسطے کئی ماہ درکار ہونگے تاکہ فرداً فرداً تمام افسروں کی کارروائیوں کو جمع کیا جائے اور پھر ان میں ایک ترتیب پیدا کی جائے۔ پس میں ان صفحات پر صرف ان واقعات کو ثبت کر رہا ہوں جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ تمام معرکہ چوبیس میل کے عرض میں ہو رہا تھا، اور پھٹنے والے گولرنگی روشنی میں صاف نظر آ رہا تھا۔ توپخانہ کی اس آتشباری سے زیادہ شدید آتشباری میں نے آج تک کبھی نہیں دیکھی۔ ترکوں کی ہر بروے کار آنے والی باٹری کے مقابلہ کے لیے بلغاری نصف درجن باٹریاں مقرر کر دیتے تھے۔ یعنی ہر ایک ترک باٹری کے مقابلے میں چھ بلغاری باٹریاں کام کر رہی تھیں بحالیہ ترکوں کی آتشباری بے ترتیب و بد نشانہ تھی اور بلغاریوں کے گولے کم نہ ہونے والے طوفان کی طرح ترکی مقامات (پوزیشن) پر اپنے پورے اثر کے ساتھ پھٹتے تھے۔



پیرا (قسططیہ) کے ایک ہل پر سے ترک لوگ یونانیوں پر ہتھ دھنک رہے ہیں، کیونکہ انہوں نے یونانی مظالم کا حال سُن لیا ہے !

پیش قدمی کی، مگر ترکی توپخانہ نے دن بھر انکو بڑھنے نہیں دیا اور بالکل روک رکھا، شام کے قریب غروب آفتاب سے درگھنٹہ قبل یعقوب پاشا کمانیر فورٹہ پاریس نے شہر پر حملہ کرنے کا قصد کر لیا جسمیں وہ توپخانہ بھی شریک تھا، جو بلند زمین سے رادی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس حملہ کا رخ نہایت صحیح تھا، اور معلوم ہوتا تھا کہ ضرور کامیاب ہوگا۔ میں ڈویژن کے حملہ آور کمانیر سے تین کونے لگا۔ وہ اپنی فائیوی پر نہایت مسرور تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے دشمن پیچھے کی طرف ہٹ رہے ہیں کیونکہ انکا توپخانہ اور میٹرایز سے (ایک قسم کی توپ) بد رجہ کر رہے ہیں۔

پر جوش جنگ

میں نے بلغاریا کی پیادہ فوج کے ایک حصہ کو دیکھا کہ

یونانی جہاز پر نازیوں نے قبضہ کر لیا ہے ۔ اور یونانیوں کو مجبور کر رہے ہیں کہ کام کرے

مرآۃ

دعوت اصلاح مسلمین و اتحاد اسلامی

— * —

بقیہ الہلال نمبر (۱۷)

(۲)

میری حقیر رائے میں مسلمانوں کو اپنا اصل زندگانی لفظ بلفظ قرآن کے مطابق کر دینا چاہیے، لیکن فرغات دنیاوی میں اس ترقی عقلی و اختراعی سے فائدہ اٹھانا چاہئے، جو حکیم خالق نے موجودہ زمانہ میں اہل یورپ کو بخشی ہے، اور جس سے وہ مشرق و مغرب پر آج حکمرانی کر رہے ہیں۔

میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو اسلام کو منجمد سمجھتے ہیں، جو یہ جانتے ہیں کہ اسلام ترقی کا ساتھی نہیں ہے۔ مسلمانوں کو مذہب اور مادیت کو مدغم کرنا ہے۔ صرف مسلمان ہی ایسا کر سکتے ہیں۔ اور ایسا کرنے ہی سے وہ ان لوگوں پر فتح پاسکتے ہیں، جو صرف ایک ہی کے ہو رہے ہیں۔

دیکھیے۔ مسلمانان طرابلس نے اسقدر کامیابی اس کیمیائی ترکیب سے حاصل کی؟ عربوں کا فوجی جوش اگر اکیلا ہوتا، تو آج طرابلس کے میدان پر بارہ ہندو ہزار نعشیں بے سر تڑپتی ہوتیں، جس طرح سرتان کے میدان کارزار میں تڑپ چکی ہیں۔ اگر ترکیبی مبادی ساز و سامان جنگ بلا مذہبی جوش و رولہ کے ہوتا، تو طرابلس کے میدان سے بھی بے درپے اسی طرح پسپا ہونے کی خبریں آتیں، جس طرح بد قسمتی سے اب آرہی ہیں۔

خداے کار ساز پر مجھے بھروسہ ہے۔ میں جانتا ہوں۔ میرا

دل کہتا ہے کہ مسلمان کبھی فنا نہ ہونگے، اور خدا اس امانت کا پاس کرے گا جو ان کے سینوں میں محفوظ ہے۔ اہل روحانیت دنیا سے فنا ہونے والے نہیں۔ کبھی مادیت کو کامل فتح نصیب ہونے والی نہیں۔ شاید اسی اعتقاد کی وجہ سے کہ میں اس اندیشہ ناگ وقت میں بھی مایوس نہیں ہوا۔ ممکن ہے کہ اللہ کریم اس حال کے کورسید سے بھی بھی کلم لے، جیسا اس سے پہلے کے عیسائی کورسید سے لیا تھا۔ اس زمانہ کے کورسید میں مسلمانوں کو فتح ہوئی تھی۔ خدا کرے اب بھی مسلمان ہی فتح پائیں۔ انشا اللہ ایسا ہی ہوگا۔ لیکن اس زمانہ کے کورسید سے عیسائی اور یورپ متمتع ہوا

تھا۔ اللہ ایسا کرے کہ اس مرتبہ مسلمان اور ایشیائی متمتع ہوں۔ اس مرتبہ کے کورسید نے عیسائیوں کی آنکھیں کھل دی تھیں انہوں نے دیکھا کہ محض روحانیت سے کام نہیں چلیگا۔ اور اسی لیے انہوں نے اپنی توجہ مادی ترقی کی طرف متوجہ کی۔ اور اپنی تہذیب کا مدار مادیت پر رکھا۔ اختراعات اور ایجادات شروع ہو گئے کفر و العاد کے فترے کم ہونے لگے، اور دنیاوی کامیابیاں شروع ہو گئیں کیا ان معرکوں سے مسلمانوں کی آنکھیں نہیں کھلینگی۔ کیا وہ مذہب کے ساتھ عقل معاش کی ترقی کی سعی میں مصروف نہ ہو جائیں گے کیا روحانی ترقی کے ساتھ اس مادی ترقی کو۔ جس سے وہ قدرتات بنا

سکیں، زیلیسن بنا سکیں، مارکونی گرام اور ایکس ریڈ کی ایجاد کر سکیں۔ نہ ملا سکیں؟ ایک ایسے شخص کی رائے جس کے دل میں مسلمانوں کا درد ہے اگر کم وقعت نہ سمجھیے تو اپنی روش اخباری کر نہ صرف مذہب پر، بلکہ مذہب اور تعلیمات دونوں پر قائم کیجیے۔ مجھے اسلام کی قوت پر اسقدر بھروسہ ہے کہ اسکا کبھی قدر نہیں ہوتا کہ اسلام کو بھی سائنس یا مادیت اس طرح زیر کر لیں، جس طرح عیسائیت کو اس نے کر لیا ہے۔ اسلام اور صرف اسلام سائنس سے نہ دہنے والا مذہب ہے۔ آپ کیوں مادیت سے ڈرے۔ اگر آپ ڈرے۔ اگر مسلمان ڈرے، تو وہی حالت ہوگی جیسی ایک کہانی میں بیان ہوئی ہے۔ ایک بہت بڑا عالم فلسفی بادشاہ تھا۔ اسے ارد گرد امرا و وزراء سب عالم اور فلسفی اور منطقی تھے۔ ان لوگوں نے جنگ کو بہیمیت سمجھا اور فوج کو غارتگر۔ سپاہی سب موقوف کر دیے۔ پڑوس کے

بادشاہ کو اسکی خبر ہوئی۔ موقع پا کر جڑھائی کر دی۔ ادھر سے فوج بڑھتی آتی ہے، ادھر سے علماء پہنچ جاتے ہیں کہ جنگ کے نقصانات دکھائیں، وہ جا کر وعظ کرتے ہیں کہ انسانی خون بہانا نا جائز ہے۔ جنگ بہیمیت ہے۔ مگر فوج بڑھتی ہوئی چلی آئی اور بادشاہ کو تخت سے اتار کر ملک پر قبضہ کر لیا، فلسفہ اور منطق تلواریں آگے سرنگوں ہو کر رہ گئیں۔

مجھے امید ہے کہ آپ میرے مضمون کو سمجھنے میں غلطی کریں گے۔ میری حالت اس شعر کے مصداق ہے۔

فنگانہات

— * —

مسئلۃ الحاق

— * —

مجھ کو حیرت تھی کہ تعلیم غلامی کے لیے وہ نیا کونسا پہلو ہے کہ جو باقی ہے بچے جو بزمگہ خاص تھی اس فن کے لیے آج جو کچھ ہے اسی درس کی مشاقی ہے اُسے ہونے ہوئے پھر لیگ کی حاجت کیا تھی جب وہی باد، گلگوں ہے وہی ساقی ہے فیض ہے عالم بالا کا ابھی تک جاری استفادہ میں وہی شیرو، اشراقی ہے غلطی سے جو نئی چیز سمجھتے ہیں اسے یہ فقط وہم غلط کار کی خلاقی ہے

— * —

شیخ صاحب نے کہا مجھ سے بہ انداز لطیف اس میں اک راز ہے، اک نکتہ اشراقی ہے یوں تو ہیں جامعہ درس غلامی دونوں فرق یہ ہے کہ وہ محدود یہ، الحاقی ہے (رومان)

اسکز کوئی کے راستے میں صدها زخمی همکو روک روک کے پوچھتے تھے کہ سفری شفاخانے یا عام شفاخانے کہاں ملیں گے؟ مگر میں ان بیکسوں کو جواب دیتا تھا کہ وہاں دونوں نہ تھے۔ ہم نو بیچ اسکز کوئی پہنچے۔ گارن زخمی اور تھکے ہوئے سپاہیوں سے بھرا ہوا تھا۔ جنہوں نے تمام مکانات پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ گارن پلے بہت سرسبز تھا، اور معقول مقدار میں اسمیں بہوت اور غلہ کے ذخائر تھے۔

سپاہی جنہیں در دن سے ایک دانہ بھی نہیں ملا تھا، کچا اناج کھا رہے تھے۔ کچھ اسمیں ایسے بھی تھے جو آٹا پیسے روٹی پکا رہے تھے، گریہ روٹی کھانے کے قابل نہ تھی مگر تاہم نہونے سے تو بہتر تھی۔ ۳۰ اکتوبر چار شبہ کو عبد اللہ پاشا اور ان کے اسٹاف کے افسر نور کے قتلے آئے، اور سردے ہی سے

جنگ کی تیاریوں میں لگ گئے۔ اگرچہ سردی اسقدر شدت سے تھی جس کا بیان نہیں ہو سکتا، مگر آسمان بالکل صاف تھا۔ اور جنگ کے لیے کوئی چیز مانع نہ تھی۔ ہمارے ساتھ جتنے لوگ تھے سبہوں نے ساری رات نہایت بے چینی، عالم میں آنکھوں میں کاٹی تھی۔ سونے کے لیے صرف کھانسی کی چند کٹھیاں ہر شخص کو ملی نہیں، اور یہ بھی سر شام جلدی جلدی میں ادھر ادھر سے جمع کر لی گئی تھیں۔ کیا افسر کیا سپاہی، کسی کو بھی روٹی کا ایک ٹکڑا در گزار، ایک پیالی چائے تک نہیں ملی تھی۔ کیونکہ سکز کوئی کے گاؤں میں کھانیکی ایک بھی چیز باقی نہیں رہی تھی۔ دوسری کور کے کمانڈر شفقت طرغد پاشا نے علی الصباح

جو اطلاعی رپورٹ بھیجی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی فوج کے دستے کے سامنے۔ جو ترک بے اور کراچی کے مابین تھی۔ دشمنوں کی جماعتیں کثیر تعداد میں آکر اٹھی ہو رہی ہیں۔ عبد اللہ پاشا کے پاس اس رقت کوئی بھی تازہ دم بقالین نہ تھی۔ جسے وہ اس نئی جمعیت کے مقابلے میں توپوں کے آگے لا کر کھڑا کر سکتے۔ صرف ایک ہی تدبیر تھی جو آج کے دن ترکوں کو شکست سے بچا سکتی تھی۔ وہ یہ تھی کہ دوسری کور اس رقت اپنی جگہ میں جم کر دشمنوں کی مدافعت کرتی رہتی، جب تک کہ محمود مختار پاشا تیسری کور سمیت وہاں آنے پہنچتے۔

(باقی آئندہ)



رہنے کا مشورہ بھی نہیں دونا۔ میرے نزدیک آپ لوگوں کے لیے بہتر ہوگا کہ آپ عبد اللہ پاشا سپہ سالار خاص کے ہیڈ کوارٹر میں جو یہاں سے دس کیلومٹر کے فاصلہ پر اسکز کوئی نامی ایک گاؤں میں ہے، چلے جائیں۔ در میرے سپاہی آپکی راہنمائی کریں گے۔“

جنگ ایک بد انجام کھیل ہے

پاشا اسکے بعد جنگ کے متعلق گفتگو کرنے لگا۔ اس نے کہا کہ جنگ ایک بد انجام کھیل ہے جو صرف وحشیوں ہی کے لیے زیبا ہے اور یہ کہ جنگ میں کوئی امر بھی شاندار نہیں۔ جنرل کاشکریہ ادا کر کے میں اور اسمید اس خوفناک تاریکی میں اسکز کوئی کی طرف روانہ ہوئے۔ گرد و پیش کے مناظر اسوقت بے حد پُر شوکت و پُر عظمت تھے۔ آتشباری بالکل ختم ہو چکی تھی۔ ایک سکون چھایا ہوا تھا، جسمیں توپ کی گرج یا بندر قچوں کی بندر قوں

کی کھڑا کھڑا ہت کبھی کبھی خلل انداز ہوئے یاد دلادیتی تھی کہ در لاکھ سپاہی مسلح و مستعد اس انتظار میں لیٹے ہوئے ہیں کہ صبح ہوئے ہی ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ میدان میں جسقدر نظر دیکھ سکتی تھی، ایک چرائیں نظر آتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے گارن اور بستیاں جل رہی تھیں، جنہیں بلغاریوں نے آگ لگا دی تھی۔ سپاہی بھی جو دن بھر کی مصیبت کے بعد غفلت میں چور تھے بسا اوقات نا دانستہ طور پر اپنے هموطنوں کے لیے اسی قسم کی بد بختیوں کا سبب ہو جاتے ہیں۔ اس آگ سے بہت سے ترکی جنرلوں کو یہ دھوکا ہوا کہ بلغاری پیچھے ہٹ رہے ہیں اور یہ کہ صبح کو آگے کے مقامات خالی ملیں گے۔

زخمیوں کی حالت

ہمارا اسکز کوئی کا راستہ همکو ساتویں اور پہلی آرمی کارپس خطوط کی طرف لے گیا۔ راستے میں ہمارا گذر بہت سے ایسے لوگوں میں سے ہوا، جن کی حالت نہایت دلگداز تھی۔ انمیں کچھ لوگ وہ تھے، جو پیچھے رہ گئے تھے، اور اس تاریکی میں اپنے رجیمینٹ کو تلاش کر رہے تھے۔ کچھ لوگ وہ تھے جو بہت کچھ لڑنے کے بعد چھوٹ گئے تھے۔ بہت سے زخمی تھے جنکی نگاہیں کسی پناہ گاہ یا میدان جنگ کے شفاخانے کی جستجو میں اوارہ گردی کر رہی تھیں۔ مگر آہ! موخر الذکر کی جستجو فصول تھی۔ کیونکہ وہاں اسکا نام و نشان بھی نہ تھا۔ زخمیوں کی حالت بیحد ہولناک اور حسرت زا تھی۔ ترکوں کا صیغہ معالجات بہت ناقص معلوم ہوتا ہے۔ زخمی سپاہیوں کو مشکل سے معمولی مدد بھی مل سکتی ہوگی۔

شؤون عثمانیہ

ایک پر اسوار طلسم

یا

جنگ بلقان

—:—

ہے کہ کسی طرح کوئی خبر ایسی آئی جالے، جس سے ہوا خواہاں ریاستہائے بلقان کی دھارس بندھ سکے اور وہ اپنے آلات عمل تیز کرنا شروع کر دیں۔

بعد ازاں یونانیوں کے سالونیکا پر قابض ہو جانے کا افسانہ دنیا کو سنایا گیا، اور پھر اسکے چار دن بعد اعلان کیا گیا، کہ ایک نہایت سخت جنگ کے بعد بلغاریوں نے سالونیکا پر قبضہ کر لیا ہے۔ کاش اس اعلان کے وقت انہیں یاد رہتا کہ اسی شہر پر یونانیوں کے قابض ہو جانے اور اس خوشی میں، پائے تخت یونان میں عام جوش مسرت کے اظہار کیے جانے کا افسانہ صرف چار روز قبل وہ دنیا کو سنایا گیا تھا! پھر منگل کو دوسرے پچاس ہزار ترکوں کی گرفتاری کی خبر آئی (قرق لیلیسا والے پیلے پچاس ہزار کی خبر کا جو حشر ہوا اس سے غالباً ناظرین نا واقف نہ ہونگے)۔ بدہ کو یہ تعداد گھٹ کر چالیس ہزار ہو گئی۔ اور آج جمعرات کو صفر میں شامل ہو گئی! اب کہا جاتا ہے کہ سرریا والوں نے مناسٹر پر قبضہ تو بیشک کر لیا ہے، لیکن اس وقت، جب ترک اُسے خالی چھوڑ کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے!!

بہ بین تغارت رہ از کجاست تا بجا!

اس وقت باوجودیکہ ایک عالم صرفیا کی خبروں کے لیے ہمہ تن گوش ہو رہا ہے، وہاں خاموشی ہی خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ ایسی باتیں کہاں سے لائے، جو کہنے کے لائق ہوں؟ لیکن ہمیں یہ دیکھ کر نہایت خوشی ہو رہی ہے کہ خبروں کی اشاعت کے متعلق جو کچھ کم کرنے کے ہیں، وہ سر دست ناظم پاشا کر رہے ہیں۔

مذکورہ بالا باتوں سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ آذربائیجان والوں کی مدافعت نے بلغاریوں کی قوت کا خاتمہ کر دیا ہے، اور پیلے ہی طرح ہوا کا رخ اب انکی طرف نہیں رہا۔ کیا عجب کہ جرمنی ترکیوں کی باقاعدہ چال کے آگے فرانسیسی توپوں کی تیز رفتاری پیش نہ چلتی ہو، اور وہ خطرہ جس میں بلغاریوں نے جلد بازی کو کم میں لاکر اور آذربائیجان والوں سے بے تحاشا آگے بڑھ کر اپنے کو دلدیا تھا، اب انکے سامنے آگیا ہو۔ آئندہ کا علم ہمیں نہیں ہے، اور نہ ہم چاہتے ہیں کہ کسی قسم کی پیشین گوئی کریں، مگر قاعدہ ہے کہ جب کوئی فوج پسپا کر دیتی ہے، تو اسے بہت سارے نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ ترکوں کو پسپا ہونے کی مصیبتوں کا تجربہ ہو ہی چکا ہے۔ قرائن تو کچھ ایسے نظر آ رہے ہیں کہ گویا بلغاری کرلی دن میں بڑیا بدھنا سنبھال کر ترکی حدود سے نکلنے پر مجبور ہو جائیں گے، اور عنقریب اس دنیا کو جو قسطنطنیہ میں بلغاری انیسروں کے وصول کی خبر کا کبھی انتظار کرتی تھی، یہ خبر سنائی جائے گی کہ بلغاری مصطفیٰ پاشا کے استیشن پر حواس باختہ نہایت اضطراب کی حالت میں کھڑے ہیں کہ کب گاڑی آئے اور ہم وطن مالوف کو سدھاریں!

(دیلی نیوز) اپنے لیڈنگ آرٹیکل میں جنگ کی خبروں پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے: "موجودہ جنگ بلقان میں صحیح اور اصلی واقعات جس قدر ایک راز نہفتہ رہے ہیں، شاید ہی اس سے پیشتر کسی جنگ میں رہے ہوں۔ روس اور جاپان کی لڑائی میں جو کچھ واقعات گذرتے رہتے تھے۔ ان کا علم ہمیں عام طور پر ہو جایا کرتا تھا۔ اس وقت بھی ہمیں اتنا ضرور معلوم ہے کہ ترک خطوط شلجا پر مدافعت اعدا میں مصروف ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ جو خبریں صرفیا کی تاروں سے وصول ہوتی رہی ہیں، اور نیز وہ خبریں جو میدان جنگ کا یکہ و تنہا نامہ نگار لفٹننٹ و گنر تقسیم کرتا رہا ہے۔ زیادہ تر جھوٹی اور بے بنیاد محض تھیں۔ اگرچہ سادہ لوحی سے کچھ دیر تک ہمیں ان خبروں پر یقین کرنا پڑا ہے لیکن اب ان کا مصنوعی اور بزارٹی ہونا روز روشن کی طرح آشکارا ہو گیا۔ سب سے پہلے اسفیر لندن (ایک باتسور رسالہ جو لندن سے شایع ہوتا ہے) ہی کو لیجئے۔ اس میں مقام جنگ کا ایک نقشہ دیا گیا تھا، اور آذربائیجان کے قلعہ جات کا بلغاریوں کے قبضے میں آجانا دکھایا گیا تھا۔ فتح شدہ قلعوں میں قلعہ مارش کا بھی نام لیا گیا تھا۔ نیز خبر دی گئی تھی کہ اس قلعے پر۔ جو عین ریل کی سڑک پر واقع ہے۔ ۲۳ اکتوبر کو قبضہ ہو گیا ہے، لیکن آج صاف ظاہر ہے کہ نہ تو آذربائیجان کے قلعہ جات پر بلغاریوں کا قبضہ ہوا ہے اور نہ قلعہ مذکور پر۔ قلعہ مارش بدستور نہ صرف ترکوں کے قبضے اور تصرف میں ہے، بلکہ ریل کی سڑک پر واقع ہونے سے بلغاری افواج کو اس راستے سے فوجی رسد اور دیگر ضروریات جنگ لیجانے سے کھڑا روک رہا ہے۔ نیز جب اس بات کا خیال کیا جاتا ہے کہ بلغاریوں کے لئے صرف یہی ایک راستہ ہے جس سے وہ اپنی فوج تک سامان وغیرہ پہنچا سکتے ہیں، اور ساتھ ہی یہ خبر بھی سننے میں آتی ہے کہ بلغاری افواج کے سپاہیوں کو اب کھانا تک نہیں ملتا، اور وہ بھرے ہوئے ہیں، تو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ضرور نہیں ملتا ہوگا اور وہ بیشک مر رہے ہونگے، لیکن پھر خبر آتی ہے کہ بلغاریوں نے قرق لیلیسا تک ایک ریل کی سڑک بنوائی ہے، اور وہ بہت جلد اسکی آرام دہ اور تیز رفتار گاڑیوں میں بیٹھ کر منزل مقصود تک پہنچ جا سکتے ہیں۔ لیکن کسی گذشتہ اشاعت میں ہم دکھا چکے ہیں کہ یہ خبر بھی محض ناقابل اعتبار ہے۔ اس پر یقین کرنے کی صورت میں مان لینا پڑتا ہے کہ پچاس میل تک ایک ایسی ریلوے لائن چودہ روز کے اندر اندر بن گئی، جس کے درمیان چھ پل بھی بنائے پڑے! کیا کوئی عقل سلیم ایسی باتوں کو قبول کر سکتی ہے؟ اب یہ حقیقت بالکل آشکارا ہو گئی ہے کہ ہم رسانی سامان رسد میں جو مشکلات پیش آرہی ہیں انہیں بلقانی اتحاد دنیا کی نظروں سے چھپانے کیلئے مضطربانہ ہاتھ پاتوں مار رہا ہے اور ساری کوشش اسمیں صرف کی جا رہی



دنیا میں عظیم الشان انقلابات کیے ہیں۔ میرے علم میں ہندوستان میں صرف تین مسلمان ایسے ہیں جو اسلام کا جنون رکھتے ہیں اور ان میں ایک آپ بھی ہیں۔ آپ کے ساتھ کام کرنے میں ایک قسم کا مزہ بھی تھا، جو تنہا کام کرنے میں حاصل نہیں ہو سکتا۔

انگلستان میں سہروردی صاحب کے ساتھ کام کرنے میں لطف رہا، کلکتہ میں رہ بھی ہیں۔ قند مکرر کا مزہ ہو جاتا۔ مگر پھر میں اردہ چہرے تو کلکتہ کے لگیے کیوں؟ کعبہ نہیں، مدینہ نہیں، قسطنطنیہ میں کیوں نہ جاؤں؟ مگر آپ مجھے لکھیے تو کہ آپ کیسا ساتھی چاہتے ہیں؟ معلوم نہیں میں اُسکا اہل بھی ہوں کہ نہیں۔

میری حالت صحت بھی کچھ بہت اچھی نہیں۔ ابھی درمیانہ ہوا، دل کی حرکت ہی رکی جاتی تھی۔ وقت پر دوا پہنچ گئی۔ خیر۔ جاری رہی۔ لیکن حوادثات بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ چونکہ ان کے دفعیہ میں عملاً کوئی حصہ نہیں لے سکتا، اسلئے ربال دل ہی پر پڑتا ہے۔ خدا مسلمانوں پر رحم کرے وقت اچھا نہیں ہے، لیکن مایوسی کا بھی موقع نہیں ہے۔ بین اسلامک ولولہ اب بھی تباہی سے بچا سکتا ہے، اور بلندی پر پہنچا سکتا ہے۔

مشیر حسین قدوائی (پیرسٹراٹ ۱)
لکھنؤ

طبی وفد یا نقد روپیہ؟

— * —

جناب ایڈیٹر صاحب الہلال

چونکہ بعض اصحاب اس شبہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ آیا انجمن ہلال احمر قسطنطنیہ کو روپیہ کی زیادہ ضرورت ہے یا طبی وفد کی؟ لہذا میں نے ہز ایکسپنس جعفری عثمانی قونصل جنرل مقیم بمبئی سے استصواب کیا تھا۔ جس کا جواب بذریعہ تار حسب ذیل وصول ہوا ہے:

(بمبئی ۳۰ - نومبر) قسطنطنیہ اور روپیہ بھیجنا بمقابلہ طبی وفد کے زیادہ مناسب ہے، اسلئے کہ وفد بھیجنے میں بہت وقت ضائع ہوگا۔

نیاز مند سر شاہخان ار راہپور اسٹیت

جذبات دل

از مولانا سید عبد العظیم صاحب سیف (شاہجہانپور)

دشوار ہو گئیں ہیں آسانیاں ہماری

کیونکر نہیں زیادہ حیرانیاں ہم۔۔۔ اری

کچھ بھی جو رنگ لاتا اے سیف خون اپنا

بیکاریوں نہ جاتی قربانیاں ہماری

جب حد سے بڑھ گئی ہوں بدکاریاں ہماری

پھر کیوں نہ بے اثر ہوں خونباریاں ہماری

اے سیف چاہو گر بھی کرتا ہے ابتر نفرت

مغشوش اسقدر ہیں بیماریاں ہماری

بے سود ہے سیف گریہ و زاریں دل

جب ہو گئی لاعلاج بیماریاں دل

کہتا ہے بگڑے یہ طیب حلق

اب موت ہے پاداش غلط کاریں دل

چونہ بینم اندر ایں جہاں، کسے محرم دل زار من
بزم فغان بہ در خدا کہ جہان تو بمن آورد

ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے میں سب سے زیادہ ضروری چیز آنکی طبیعت (کیرینٹر) کی درستی سمجھتا ہوں، اور یہ بلا سیاسی حالت کی درستی کے ممکن نہیں، ظاہر ہے کہ لڑکی سیاسی ترقی بھی فوراً درست ہو جائے، اگر وہ اپنی سیاسی زندگی کو قرآن کے مطابق کر دیں، بے نفسی جسکی سب سے زیادہ اونکو ضرورت ہے قرآن کی تعلیم سے پیدا ہو سکتی ہے، اخوت بھی، اخلاقی جرات بھی، حمیت بھی، شوق جمہوریت بھی، حریت بھی، قومیت بھی، مسارا بھی۔ میں اپنی حقیر رائے یہ دیتا ہوں کہ آپ الہلال میں قرآن کی ایسی ہی تعلیم کو اختیار کریں، روزہ نماز غسل کے احکام کے لیے بہت سی کتابیں موجود ہیں۔

اب آپ کے ملنے نام کی بابت (جو من الضاری الی اللہ کے عنوان سے دی ہے) کچھ عرض کرنا ہوں۔ میں اب تک اس حال ہوں۔

معلوم نہ س، کہ درطرب خانہ خاک

نقاش من از بہر چہ آراست مرا

اپنے وجود کی غایت میری سمجھ میں نہیں آتی۔ ہندوستان کی بڑی سے بڑی جگہ سے میری ہمت ارفع ہے۔ اسلامی مقامات کی چھوٹی سے چھوٹی جگہ کے بھی میں اپنے کو ناقابل پاتا ہوں۔ جب طرابلس کی جنگ شروع ہوئی تو ارادہ ہوا کہ وہاں چلا جاؤں اور یہ میں نے آپ سے بھی کہا تھا۔ مگر پھر نہ سمجھ سکا کہ وہاں جانر کونسا لیا، جانوروں تک کی جان لینے سے طبیعت گریز کرتی ہے، انسان کی جان لینا کیسا، جانور سوا اس کے کہ بیچارے عربوں پر بار ہوتا اور ندیچہ لیا تھا۔

اب جنگ بلقان ہے، صام طرابلس کے دل بٹھا دیا، قسطنطنیہ جانے کا ولولہ ہوتا ہے، پھر دیکھنا ہے، یہی نہیں سمجھ میں آتا کہ وہاں پہنچ کر کیا کرنا، کبھی یہ بھی خیال آتا ہے کہ جاکر اینفرض میں آؤں، نام لانا، میرے اختیاری نہیں، کسی دلیل ثابت ہوا تو کام آہی، مگر پھر اسی کے ساتھ یہ خیال بھی ابھی کبھی آجاتا ہے کہ یہاں رہو اور نہیں تو دوسرے مسلمانوں کو مدد دینے ہی پر آمادہ کر سکتا ہوں، یہ محض خفیف کلام ہے، مگر اچھے تر، وہاں جا کر یہ بھی نہ رہیگا، البتہ قسمت میں دلی آشنائی ہے، وہ درپیش ہے جنگ بلقان کے پیر ارادہ یہ تھا کہ میں بھی ایک روزانہ اخبار لکھو، نکلوانگا اردو الہلال کلکتہ میں، ہمدرد دہلی میں، اور ہیں اسلام لکھنؤ میں، میں نے سہروردی کو اپنا یہ ارادہ لکھا بھی تھا مگر اس ارادہ کا بھی عمل میں آنا آسان نہیں تھا، لکھنؤ کی حالت عجیب ہے، کسی کو سنی شیعہ کے جھگڑے سے فرصت نہیں، کسی کو مسلم لیگ سے۔ کسی کو ہندو مسلمانوں کے مسئلہ میں انہماک ہے۔ نیا ہنگامہ مدارس نسوانی کا ہے۔

الغرض محرم راز دل شیدائے من

کس نمی بینم ز خاص و عام را

پھر بھی ہمت ہی بلندی جنوں کے حد تک ہے۔ اسلئے ارادہ ممکن تھا عمل ہی صورت اختیار کر لیتا۔ اور ایک انجمن بین اسلامک اور بین اسلام اخبار نکل آتا۔ مگر اس بلقاوی کی لڑائی نے قسط صیدہ کی صف دلکو کھینچنا شروع کیا ہے۔ وہاں گیا تو اخبار کیا ہوگا۔ ہندوستان سے طبیعت یوں بھی بیزار تھی۔ اب اور زیادہ ہو گئی ہے۔

اب آپ کی صدا کی طرف بھی من نہیں، میں آپ کے اندر محرم مصطفیٰ کامل کی شہامت پاتا ہوں۔ آپ کے ایسے لوگوں نے

بقیہ

شذرات

—

جنگ یورپ و ترکی

—

یورپ کے شطرنج بازی سیاست سے جو لوگ واقف ہیں، وہ آغاز جنگ سے کہہ رہے تھے کہ چند کوششیں ریاستیں جنکو غلامی و محکومیت کا طوق اتارے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا، کبھی اسقدر پرخطر جرات نہیں کر سکتیں۔ قطعاً ان مجسمہ ہائے عدول و نفاذ میں کوئی دوسری راج ساری ہے، اور یہی انکو حرکت میں لا رہی ہے۔

دول یورپ کی پس پردہ سازشیں تو ہمیشہ سے آشکارا ہیں، مگر چونکہ تمام علم برداران صلیب اس مقدس جنگ سے دم کشل الگ کہتے تھے، یعنی ڈپلومیسی کی زبان میں فیڈرل بلٹی (نا طرفداری) کا اعلان کر دیا تھا، اسلیئے ظاہر ہیں نظریں اس نکتہ تک نہیں پہنچ سکیں۔ مگر زمانہ کے ہاتھ نے اس پردہ کو بہت جلد چاک کر ڈالا ہے اور گرواصلی واقعات ابھی سامنے نہیں آئے ہیں، تاہم جسقدر اسوقت تک معلوم ہو سکا، وہ کشف حقیقت کیلئے کافی ہے:

اعلان جنگ کے بعد یورپ کے در اعلان کیے تھے:

(۱) جغرافیہ بلقان میں کسی طرح کا تغیر نہ ہوگا۔

(۷) دول یورپ ہمہ رجہ نا طرفدار رہیں گے۔

لیکن آغاز جنگ میں فتنہ و شکست کی تقسیم اس قدر خلاف توقع ہوئی کہ یورپ کو اپنے قبل از جنگ خیالات پر نظر ثانی کرنے کی جلد ہی مہلت مل گئی، اس نے دیکھا کہ وہ بلقان کی آتش بازی بہت جلد شش مد سالہ قصر خلافت عثمانیہ کو زمین کے برابر کر دیگی۔ ایسی حالت میں اگر یورپ ریاستہائے بلقان کو انکی فرضی جنگ آزادی کے بعد "ثمرات فتوح" سے لذت یاب ہونے نہ دیکھا تو مسئلہ مشرقی کے انفصال کی ایک بہت بڑی پیدا کی ہوئی فرصت ہاتھ سے نکل جائے گی۔ یہ حکم یورپ کے ایوان سیاست سے صرف اسلیئے صادر ہوا تھا کہ اگر فتنہ و ظفر کا ہاتھ ترکوں کے ہاتھ میں ہو، تو وہ ہمیشہ کے لیے ان مارہائے استین کو کچل نہ سکے، اور مستر کلید سٹون کی زبان میں جو کچھ "ہلال" سے صلیب کے پاس جائے، وہ پھر ہلال کے پاس واپس نہ آئے۔

خیالات کے اس دیک الموم (ویدرکاک) کا رخ بالکل بدلتا، اور نہ صرف دنیا کے اقلیم و معالف میں، بلکہ اس عالم سیاست میں بھی، جہاں کا امتیازی وصف پیش از وقت خیالات کا ظاہر نہ کرنا سمجھا جاتا ہے۔ ہارس آف کامنس کے سوال و جواب اور مدبران انگلستان کی تقریروں سے اخباریں نا آشنا نہیں ہیں۔

نا طرفداری پر جسقدر عمل ہوا، اُسکے بیان سے پلے تول کے باہمی تعلقات کو سمجھ لینا چاہیے۔ انگلستان کا شاہی مذہب پروٹسٹنٹ ہے۔ اگر کوئی بادشاہ پروٹسٹنٹ کے بدلے کوئی اور مذہب قبول کرنے تو پھر انگلستان کا عصا حکومت اسکے ہاتھ میں نہیں رہ سکتا۔

بلغاریا اور اسکی ریاستوں کا مذہب ارتھوڈکس چرچ کی پیروی ہے۔ بلقانی ریاستوں اور روس کا شاہی مذہب بھی یہی ہے۔ روس حمایت ارتھوڈکس کا مدعی ہے، اور اسی نام سے وہ ایک بار دولت عثمانیہ کے مقابلہ میں اعلان جنگ کرچکا ہے۔ انگلستان اور روس کے حدود سلطنت بہت قریب ہوتے جاتے ہیں، اور اس ہمسائیگی کا نتیجہ ایک ہولناک جنگ کا انتظار ہے، جو بالفعل اتحاد ثلاثہ کے غبار میں وہ نمایاں نہیں۔

ریوٹر ایجنسی کی دروغ بانہوں کی بکلی تردید (ایضاً) خبر رساں کمپنیاں جو ناگوار خبریں بعض معلوم الحال ذرائع سے شائع کرتی ہیں، انکی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ اسوقت تک خدا کے فضل سے ہمیں ہمیشہ فتح و نصرت حاصل ہوتی رہی فوجی جمیت کی ترقی کے ساتھ ہمارے مقاصد بھی وسیع تر ہوتے جاتے ہیں۔

(کامل پاشا)

بلغاری قوت کا خاتمہ

(ایضاً) بعض سیاسی حلقوں سے معلوم ہوا ہے کہ کل شب کو آدھی رات کے بعد ایک تار قسطنطنیہ سے اس مضمون کا پہنچا، کہ چٹلجا کے خطوط مدافعت کے سامنے بلغاریا کے پیر الہزگئے ہیں اور کوئی فوج مدد کے لیے بلوائی گئی مگر پھر بھی شکست ہی ہوئی۔ فوج کا شیرازہ بکلی درهم و برہم ہو گیا ہے۔

سلاویک کے میدان جنگ پر قبضہ

(انضولی حصار ۵ نومبر ۱۹۱۲)

قسطنطنیہ میں آئے ہوئے تار مظہر ہیں کہ چٹلجا کے خط مدافعت کی طرف واپسی میں (جیسا کہ خیال تھا) کامیابی ہوئی اور دشمن کو سخت شکست ہوئی۔ (دو آنچ) اور (سلاویک) کے درمیان میں جو خط مدافعت ہمارے ہاتھ سے نکل گیا تھا، وہ ہم نے پھر واپس لے لیا ہے۔

سربیا کو شکست

(باب عالی ۶ نومبر ۱۹۱۲)

جسطرح کہ ہم نے کل کے معرکہ میں یونانی فوج کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا تھا، غنیمت میں بہت سا سامان جنگ ملا تھا، اور بہت سے مقامات (پوزیشنز) واپس لے لیے تھے، اسی طرح آج بھی غریبی عثمانی فوج کے سپہ سالار کے تار سے معلوم ہوتا ہے کہ (برلہ) میں سربیا کا ایک رسالہ اور میٹر توپیں کا ایک بلوک درہم و برہم کر دیا گیا۔ دشمن کا سخت نقصان یقینی طور پر بیان کیا گیا ہے، کئی افسر اور بے شمار سپاہی کلم آئے۔ غنیمت میں ہمیں پچاس سے زیادہ جانور بھی ہاتھ آئے۔

سروین حدود پر عثمانی قبضہ

(ایضاً ۳ نومبر)

ہماری فوج نے (بالاس) اور (تلی) کو واپس لے لیا اور اس پر اب پورا قبضہ ہے۔

تسخیر بالاس کی تصدیق

(انضولی حصار ۹ نومبر)

ہماری فوج نے شہر (تلی کوئی) واپس لے لیا۔ شہر (بالاس) تسخیر ہو گیا۔ دشمن نے گاؤں جلا کر خاک و آتش کر دیے ہیں۔ ایڈریانوپل میں ہماری حالت بہت اچھی ہے۔

یونانیوں کی مکرر تعدیب

(باب عالی ۱۰ نومبر)

(سرورج) میں ہمارا لشکر یونانی فوج کے مقابلے پر ہر فتح یاب ہوا۔ ۱۷ توپیں اور بہت سا سامان جنگ غنیمت میں ملا۔ دشمن کی فوج نہایت بے ترتیبی سے بھاگ گئی۔

بلغاری فتوحات کی تکذیب

— * —

اخبار ”اسٹینڈرڈ“ کا فوجی نامہ نگار ۳۱ اکتوبر کو میدان جنگ سے لکھتا ہے :

لوگ کہتے ہیں کہ ترک گرائیے کے ممکن ہے کہ گرائیے گئے ہوں لیکن رقت، واقعات کے چہرے سے پردہ اٹھا دیکھا - بلغاریوں نے لبوں پر کل تک تو مہر لگی ہوئی تھی، آج یوں گویا ہوئے ہیں کہ در لاکھ عثمانی فوج بے تحاشا بھاگی جاتی ہے، اور بلغاری اسپ سوار بے طرح آنکھ دوڑا رہے ہیں - ایسی باتیں گو انسان کی متخیلہ اور تصور کو سرشار کو دیتی ہوگی، لیکن صداقت کا نقشہ نہیں دکھاتیں - اس اعجوبہ خیر لڑائی میں کوئی انقطاعی جنگ نہیں ہوئی، اگر کچھ ہوا ہے تو بے درپے قرار اور حوالگی کا ادعا، اور جتنوں کی سی فتح مندی کی افسانہ سرائی !

اس لڑائی پر مجھ کو ایک حکایت یاد آگئی - ایک مرتبہ چند لڑائے مرغ ایک گھر یلو مرغ پر پل پڑے - یہ لڑائے مرغ ہر طرح کے ہتھیار اور قوی بغض و عداوت سے آراستہ تھے - لیکن گھریلو مرغ ضعیف و ناتواں، جنگ سے ہارب، اور صرف قدرت کے دیے ہوئے ہتھیار، یعنی فرسودہ پروں سے مسلح تھا، لیکن ساتھ ہی وہ جسم بھری تھا، چمڑا سخت و کڑخت، اور آسمیں دفاعی استعداد بھی بے حد تھی - آغاز ہی سے تمام لڑائے مرغ اس پر ہلڑ کر چکے تھے - پہلی بار اس کا ایک پر اڑھیا لیا، دوسری بار دوسرا، اور یوں اس کے تمام پر نوچ لیے - لیکن ہر بار دنیا میں یہ مشہور کر دیا گیا کہ اب کے ضرور آخری اور کاری ضرب لگادی ہے -

لیکن حقیقت یہ ہے کہ مرغوں کو کہیں بھی کاری ضرب لگانے کا موقع نہیں ملا اور ضرب کی اصلی جگہ تک رسائی نہیں ہوئی - ہاں اس ناشاد ترک مرغ کے پر ضرور لڑچ لگے ہیں، لیکن جہاں کاری ضرب لگ سکتی ہے، وہاں تک تو یہ تاقیامت نہیں پہنچ سکیں گے - صوفیا کی تاریخیں کہتی ہیں کہ ”ترکوں نے لشکر کا کامل طور پر تعاقب کیا گیا“ - اس فتح عظیم کے دعوے کی بنیاد اس پر ہے کہ (لوی برغاس) میں ترکی میسرہ ”کچل دیا گیا“ - سرکاری بیان ہے کہ ترک لوی برغاس سے (چرلر) کیطرف ترکی فوج درہم برہم ہو کر ”بھاگ گئی“ - میں ان تمام خبروں کو کذب و افترا خیال کرتا ہوں، اور یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ ترکی میسرہ لوی برغاس میں عمدہ مقابلہ و جنگ کے بعد بالکل انتظام و قاعدہ کے ساتھ دریائے ار جین کے پیچھے چلا گیا -

بلغاری یہ کہتے ہیں کہ ترکی میسرہ بھاگ دیا گیا، لیکن میں حیران ہوں کہ اس سخت جہوت کو کیا کہوں؟ میمنہ اور قلب، اصلاح و درستگی میں مصروف تھے، یعنی قاب و الذا کیطرف جھوٹا رہا تھا، اور میمنہ استونچہ پر قابض رہنا چاہتا تھا - صوفیا کی روایت کے مطابق ترکی میسرہ نے شکست کھائی اور اس کا قلب و میمنہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا - صوفیا والے کہتے ہیں کہ ترکوں کے قابو میں جو خط میدان ہے، وہ چرلر لوسراے اور استونچہ کا خط ہے - پس بلغاریوں ہی کی زبان سے یہ ثابت ہو گیا کہ قسطنطنیہ کا راستہ ترکوں کے ہاتھ میں ہے، اور بلغاریوں کی پیش قدمی نامراد رہی ہے - خلاصہ یہ کہ بلغاریوں کی خود ساختہ فتح عظیم کا میں تو قائل نہیں - ہاں اس قدر قائل ہوں کہ ممکن ہے، اس مرغ کے چند پر جھڑ گئے ہوں، لیکن اس کے نوپ نما سر کو تو ابھی کوئی کاری ضرب نہیں لگی ہے -

عربی و ترکی تارک

— * —

الموید کے خاص تار اور عثمانی دفتر جنگ کے اعلانات

— * —

یونانی شکست

(باب عالی ۴ نومبر)

غربی عثمانی فوج کے سپہ سالار نے ہمسو اطلاع دی ہے (بانیچہ) کے قریب کل جز لڑائی ہوئی ہے، اسمیں یونانی فوج کو سخت شکست ہوئی - آج دن کو ہمارا لشکر پیش قدمی کرتا رہیگا -

مناسٹر

والی مناسٹر کا تار مظہر ہے کہ دشمن کی جمعیت ایک ہزار سے زیادہ تھی اور تو کچھ نہوسکا (یعقوب بک) نامی ایک گاؤں میں آگ لگادی لیکن جب عثمانی لشکر پہنچا تو بھاگ گئے -

بانہجہ پر عثمانی قبضہ

(ایضاً) آج رات کو ہمارا لشکر (بانیچہ) پر قابض ہو گیا -

شٹاجا کی طرف ہٹنا ایک جنگی مصلحت پر مبنی تھا - نہ کہ شکست پر

(انضولی حماری ۴ نومبر)

مشرقی عثمانی فوج نے یہ محسوس کیا کہ موجودہ خط مدافعت وسیع ہے اگر تنگ ہو جائے تو کامیابی و غلبہ کا پہلو اور زیادہ زوردار ہو جائیگا - اس لیے چٹلجا کے خط مدافعت تک فوج ہٹ آئی ہے -

ایڈریا نوبل میں بلغاریا کی ہزیمت

(انضولی حماری ۵ نومبر ۳ بجے دن)

قلعہ (ادرہ) کی محافظ فوج کو حکم دیا گیا ہے کہ دشمن سے لڑنے کے لیے نکلے - چنانچہ فوج نکلی اور لڑائی شروع ہوئی - بعد اللہ کہ ہم کامیاب ہوئے - غنیمت میں سامان جنگ بکثرت ہاتھ آیا -

عثمانی فتح عظیم

ایک ہزار بلغاری قتل اور ۱۷ سو گرفتار ہوئے

(شورلو) میں ایک شدید معرکہ ہوا، جسمیں بلغاریا کے ایک ہزار آدمی کالم آئے اور ۱۷ سو ہم نے گرفتار کیے - (کامل پاشا)

ریوٹر کی تکذیب

ایڈریا نوبل میں ترکوں کو کوئی شکست نہیں ہوئی

(باب عالی ۵ نومبر)

عثمانی شرقی فوج کی شکست کی جو خبر ریوٹر نے شائع کی ہے اس کی کوئی اصلیت نہیں - کامل پاشا (وزیر اعظم)

ایڈریا نوبل میں بلغاریوں کی ہزیمت

(انضولی حماری ۶ نومبر)

ادرہ میں ہماری فوج دو بے درپے کامیابیاں ہو رہی ہیں بلغاری اب اس قدر تھک گئے ہیں کہ مقابلہ کی تاب نہیں

اشقودرہ میں مانٹی نگر کی تباہی

(ایضاً) اطراف اشقودرہ میں مانٹی نگر کی فوج سے برابر معرکے

ہورے ہیں - ان تمام معرکوں میں دشمن کو سخت شکستیں ہوئیں -

انتہائی آزمائش ہے! چالیس کڑور دلوں کی نگاہیں اس رقت تیری طرف ٹٹکی لگے ہوئے ہیں! خدا را ایسا نہ کیجیو کہ ہمارے دل زخمی ہو جائیں، اور ہماری آنکھوں کے لیے دائمی خونباری ہو! آہ اے حیاتِ اسلامی کی آخری زشتہ امید! تھک چکا معلوم ہے تیرے لیے ہمارے دلوں کا کیا حال ہے؟ پھر تیرے ہاتھ ہے کہ چالیس کڑور امیدوں کی عزت رکھ لے، یا انکو رقبہ طائفہ اغیار کر دے! اگر تیری سرزمین پر تمام بسنے والے کٹ جائیں، انکے خون کی چھینٹوں سے تیری عظیم الشان مسجدوں کی دیواریں لالہ گوں ہو جائیں، قصر چراغان کا صحن لڑکر مرجانے والوں کی لاشوں سے پٹ جائے، تو ہمیں تجھ سے کوئی شکوہ نہیں، لیکن اگر تیرے ذات کی فرصت کو عزت کے فیصلے پر ترجیح دی، اور اپنے سر کو قائم رکھ کر راضی ہو گئی کہ بچے ہوئے بقیہ اعضا بھی کٹ لیے جائیں، تو یاد رکھ کہ گو تو زندہ رہے گی، مگر ہمارے دل مرجائیں گے۔ !!

مسیحی اخلاق و رحم کا اب وقت آگیا

— * —

آج کی تاریخوں میں ایک تاریخی واقعہ دلچسپ ہے: ایک ذمہ دار شخص نے بیان کیا ہے کہ بلغاریا اپنے پلے حد سے زیادہ جوش کے بدلے اب اعتدال اور سنجیدگی اختیار کرنے کی کوشش کر رہی ہے اس سے 'اسکا مقصد یہ ہے کہ یورپ کو اپنی معقول پسندی اور سنجیدگی کا یقین دلائے۔ اس خیال سے کہ ترکوں کے جذبات کو صدمہ نہ پہنچے وہ ترکوں کو چٹلجا کے چھوڑنے پر مجبور نہیں کریگی۔ اور اڈریا نپول کی معاف فرج کو جانے کی اجازت بھی دیگی۔ اس کار کے بعد بھی کیا دنیا کو بلغاریا کی فتح مندیں ہو اعتقاد باقی رہے گا؟

ہلال اور صلیب

ہلال کی روشنی میں

— * —

جنگ طرابلس جب شروع ہوئی، ترکوں کی غفلت اور بردباری پر دستوں نے حسرت کے آنسو بہائے، اور دشمنوں نے غلغلہ ہائے شادمانی بلند کیے۔ لیکن پھر اسکے بعد کیا ہوا؟ سال بھر تک دنیا نے کیا دیکھا؟ عثمانی افسروں کی شجاعت اور جانفشانی ہی نہیں، بلکہ بادیہ نشینان عرب کی گیارہ گیارہ برس کی لڑکیوں کے بھی اپنی عظمت کا اقرار کرا لیا۔

یہی حال موجودہ جنگ کا ہے۔ بلقانیوں کی مکذوبات نے نام دنیا کو ترکوں کی طرف سے مایوس کر دیا، دوستوں کی رائیں بھی بھی متزلزل ہو گئیں، لوگ بے اختیار کہہ اٹھے کہ عثمانی خون کی آگ اب بجھ گئی۔ خود مسلمانوں میں بعض منافقین نے اپنے نفاق کے اظہار کیلئے اس فرصت کو غنیمت سمجھا، اور ہمدردستان کی حزب المناقین کے ایک سرگرم ممبر نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ "چونکہ ترک اپنی حفاظت نہیں کر سکتے، اسلئے قربانی کی لہروں کی قیمت دینے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہمارے قومی کم بہت سے رگے پڑے ہیں"

میں جب کبھی قرآن کریم کو کھولتا ہوں تو صاف نظر آتا ہے کہ غزوہ طرابلس کو جس طرح بہت سی باتوں میں آغاز اسلام کے غزوہ بدر سے مشابہت تھی، بالکل اسی طرح اس جنگ کو اسما

نامہ نگاران جنگ بھی اب سچ بولنا کچھ سیکھتے جاتے ہیں۔ اڈریا نپول کے قریب تین میل تک بلغاری لاشوں کے معانے کی اب ہم کو حیر سنائی جاتی ہے۔ لندن میں یقین کیا جاتا ہے کہ بلغاریا کا دیوالہ نکل گیا، اس وقت تک ایک لاکھ آدمی نہ تیغ ہو چکے ہیں، اور اب آدمیوں کے قحط کا یہ حال ہے کہ سترہ برس کے لڑکے جنگی مشق چھ ہفتوں سے زائد نہیں، بہرتی کر کے پیچھے جا رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ ترک تو آغاز جنگ سے صرف گرفتار ہوتے اور بھاگتے ہی رہے، یہ ایک لاکھ آدمی کس تلوار کی کاٹ ہے؟

شٹلجا کی مضبوطی اور عثمانی مدافعت۔ پورٹ ارتھر کو دھرا رہی ہے۔ تمام نامہ نگار اقرار کرتے ہیں کہ ناظم پاشا کی مدافعت نے بلغاریوں کو بدحواس کر دیا ہے۔ آخری خبر یہ ہے کہ اس وقت ایک لاکھ جنود مجندہ شٹلجا میں موجود ہے: (ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا، کانہ بنیان مرموص (۳: ۶۱))

ہیضے نے بھی عثمانی تلوار سے پلے کلم کرنے کیلئے اپنا لشکر عظیم بھیج دیا ہے اور یہ لاشوں کی کثرت کا ثبوت ہے۔ رسد کی قلت فاقہ کشی تک پہنچ گئی ہے، اور رز بررز بڑھتی جاتی ہے۔ — لیس لم طعام الا من ضریع، لا یسمن ولا یغنی من جوع (۶: ۸۹) ترکوں کا پیچھے ہٹنے آنا اسی وقت کیلئے تھا، اب بلغاریا نہ تو پیچھے جاسکتی ہے اور نہ ایندہ کی راہ کشادہ ہے: ثم لا یموت فیہا ولا یحیی (۱۴: ۸۶) فراقت وبال امرها، رکان عاقبة امرها خسرا [پس وہ اپنے کیے کا وبال اب اچھی طرح چکھ رہی ہے اور اسکی پیش قدمی کا آخری نتیجہ خسرا و ہلاکت ہی تھا]

بلغاریا نے صلح کیلئے اڈریا نپول اور سقوطی کے قبضے اور چٹلجا کے مزید استحکام کی بندش کو پیش کیا تھا، مگر باب عالی نے پوری استقامت کے ساتھ انکار کر دیا۔ اب دوبارہ گفتگوئے صلح کے اجرائی خبریں آرہی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ فریقین کے وکلا بھی نامزد ہوئے ہیں۔

و جنود ابلیس اجمعین

— * —

بالآخر دول یورپ نے باب عالی پر صلح کے لیے یا بالفاظ مناسب تر اپنے جدید عمل قطع و برید کے آگے سر تسلیم خم کر دینے کے لیے زور دینا شروع کر دیا، اور اول روز سے اسی وقت کا انتظار تھا۔

قار برقیات اب تک مبہم اور مشتبہ ہیں، بلقانی اتحاد میں بہت پڑچکی ہے، یونان اور بلغاریا ایک دوسرے کو گھور رہے ہیں۔ اسٹریا اور روس کی طیاروں اور جرمنی کے پوشیدہ انتظامات کی خبریں بھی برابر آرہی ہیں۔ ترکی کیلئے میدان جنگ نہیں، بلکہ ہمیشہ یہی وقت نازک رہا ہے، کامل پاشا کی رزرات اس خطرہ کیلئے خطرہ عظیم ہے اب تو وقت آگیا ہے کہ ترکی رز رز کی آفتوں کی جگہ ایک ہی آفت کے لیے مستعد ہو جائے اور اسلام اپنے مستقبل کا انہی گھڑیوں کے اندر فیصلہ کر لے، پہلوئے زخموں کی کب تک مرہم پٹی کی جائے گی؟

لیکن آہ اے قسطنطنیہ! اے محبوب القلوب جمیع عالم اسلام! اے مایہ حیات چہل کور نفوس عالم! اور اے وہ افق امید کی روشنی جو اقبالِ اسلامی کے افتاب کی آخری کرن ہے!! یاد رکھ کہ یہ تیرے استقامت کی آخری منزل ہے۔ تیرے ثبات و عزم کی

گیا۔ اس کے بعد بھی کچھ تغیرات ہوئے ہیں، مگر تفصیل بیان نہیں کی جا سکتی۔

ایشیائے کوچک سے جو سیلاب فوج امڈا آ رہا ہے، اس کی وجہ سے معاف فوج (گیرینزن) کی ایک بہت بڑی جمعیت یہاں فراہم ہو گئی ہے اور روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔

ہفتہ جنگ

— * —

الحمد للہ کہ ہم نے اور تقریباً تمام مسلمانوں نے جنگ کے متعلق جو رائیں قائم کی تھیں، ان کے ظہور میں واقعات نے دیر نہیں لگائی، اور اس ہفتے قطعی اور آخری تصدیق عثمانی فتح و نصرت اور بلقانی شکست و خسران کی ہو گئی: فقطع دابر القرم، الذین ظلموا، والحمد للہ رب العالمین۔

ادھر در ہفتے سے جنگ کا موسم بالکل بدل گیا تھا، خبروں نے آہستہ آہستہ لہجہ بدلنا شروع کر دیا تھا، اور خود صوفیا اور بلغراد سے بھی جو خبریں تقسیم کی جاتی تھیں، ان میں ادعا اور جوش کا عنصر روز بروز گھٹ رہا تھا، لیکن پھر درمیان میں بلقانی آتش کذب فرشی میں ایک اہل تازہ آیا، اور فتح مناسٹر کی خبر اپنے قدیمی لہجے میں شائع کر دی۔

ہم نے جنگ کے تازہ واقعات پر بحث کرتے ہوئے لکھ دیا تھا کہ اس خبر کے تمام ابتدائی اجزا جس طرح خود بخود غلط تسلیم کر لیے گئے ہیں، اسی طرح قریب ہے کہ سرے سے تسخیر مناسٹر کا واقعہ بھی محض بے سرو پا ثابت ہوگا، اور زیادہ سے زیادہ اتنی اصلیت نکلے گی کہ مناسٹر کے قرب و جوار میں نہیں جنگ ہو رہی ہے۔

اس قار نے اس خیال کو بعینہ واقعہ ثابت کر دیا، کیونکہ لہذا تھا کہ جنوب میں ایک لڑائی ہو رہی ہے اور تسخیر کی خبر بالکل کذب و اقترا ہے۔

ہم نے اور جو قیاسات ”النبأ العظيم“ کے دو نمبروں میں ظاہر کیے تھے، وہ بھی ایک ایک کر کے سامنے آ رہے ہیں، ہم نے پتے ہی دن جبکہ تمام عالم ترکوں کی طرف سے مایوس ہو رہا تھا، لکھ دیا تھا کہ بلغاریا کی جو کچھ طاقت تھی، وہ فرق قلعہ میں ختم ہو گئی اور اب بہت جلد عثمانی مدافعت کی ”بنیان مرموص“ کھڑی ہو جائے گی۔ چنانچہ اس قار کے علاوہ اب خود صوفیا اور بلغراد میں اقرار کر لیا گیا ہے کہ ”سردست جنگ از سر نو شروع نہیں کی جا سکتی“ اور صلح کی جو شرطیں فاتحانہ حق کے ساتھ پیش کی گئی تھیں، انہیں جب باب عالی نے ٹھکرا دیا، تو پھر کہا گیا کہ یہ کچھ آخری شرطیں نہ تھیں۔ یہ ان کے علانیہ اقرار ہیں، اور اصلیت کو پوچھیے تو اس کی حالت نہیں معلوم کیا ہو گی؟

اس قارے آس اہلیسانہ چالاکی کا بھی پتہ چلتا ہے، جو مسئلہ صلح کی اشاعت سے یورپ کو مد نظر تھی، اور جس کے سرائر و خفا یا اب آہستہ آہستہ سامنے آ رہے ہیں۔ دراصل بلغاریا ایک طرف تو اپنی فرضی فتوحات کی اشاعت سے یورپ کو پس پشت علانیہ آجائے کا مرقعہ دے رہی ہے، دوسری طرف ایڈریا نوپل پر مورت کا شکار ہو جانے کے بعد چاہتی ہے کہ عثمانی حملہ کے گھڑروں سے کسی طرح اپنی نعش کو بچالے۔ صلح کی درخواست اسی کے پیش کی، اور اس جنگ میں کسی ایک فرضی فتح کے اعلان کے بعد تمام یورپ کا باجم صلح و اصلاح آ موجود ہونا پیشتر ہی سے طے کر لیا گیا تھا۔

اس مختصر بیان کو پیش نظر رکھنے کے بعد غور کیجیے کہ اگر انگلستان موجودہ جنگ میں ناطرقدار نہ ہوتا، تو ان چار حکومتوں میں سے کس کی طرف مائل ہوتا؟

(۱) ریاستہائے بلقان کا سرگرم اسوقت بلغاریا ہے۔

(۲) بلغاریا ہمیشہ روس کی پشت پناہی سے مستفید ہوتی ہے

(۳) روس کے اثر و نفوذ کی توسیع انگلستان کے مصالح ملکی

کے لیے مضر ہے۔

(۴) ان چاروں حکومتوں میں یونان سب سے کم روس کے

اثر میں ہے۔

ان مقدمات کی ترتیب سے یہی جواب ملتا ہے کہ انگلستان کی دوستی کا سب سے زیادہ مستحق یونان ہے، اور وہ اسی کا ساتھ دیتا۔

المؤید نے دو تفصیلی تار شائع کیے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ انگلستان نے شاہ یونان کو ان کی فتوحات پر تبریک و تهنیت کا تار دیا، اور روس نے اسی طرح شاہ سروریا کو مبارکباد کا تار بھیجا۔

پس یہ ہے انگلستان اور روس کی ناطرقداری! مگر نقص ناطرقداری کی یہ پہلی منزل ہے، روس کی پوشیدہ مالی و فوجی مساعدت و حمایت کے واقعات صریح اس کے علاوہ ہیں اور آغاز جنگ سے انکا سلسلہ برابر جاری ہے۔

رومانیا کے اخبارات نے جو پردے فاش کیے ہیں، اور جو تفصیلی حالات لکھے ہیں، ان کو ہم پھر کسی وقت لکھیں گے۔ یہاں صرف ایک واقعہ درج کر دیتے ہیں۔ دار الحکومت رومانیہ کے اخبارات اطلاع دیتے ہیں کہ روس کے فوج نظامی سے پندرہ ہزار آدمی مع صدها توپوں، دخائر جنگ، اور تین جنگی ہوائی جہاز کے بلغاریا گئے ہیں، تاکہ میدان جنگ میں شریک ہوں۔ ایک اور رومانی اخبار بیان کرتا ہے کہ روسی اسٹیمر جسکا نام (سان جورج) ہے صدها روسی سپاہیوں کو (روسحق) لے گیا ہے۔ اسمیں تمام روسی سپاہی اپنی وردیاں پہنے ہوئے تھے۔ یہ صرف ایک دفعہ نہیں ہوا بلکہ روزانہ روسی اسٹیمر بلغاریا کے لیے مہمات جنگ لایا کرتا ہے۔ حال ہی میں (روسحق) دو ہوائی جہاز پہنچائے گئے ہیں

چٹلجا کے خطوط دفاع

— * —

(چٹلجا) کے جو حالات تازہ عربی ذاک سے معلوم ہوئے ہیں

انکا خلاصہ یہ ہے:

بحر اسود کے قریب بعیرہ (ترقس) اور بعیرہ (مارمورا) کے درمیان میں ایک خلیج ہے جس کو (بیوک سکچہ) کہتے ہیں۔ اس خلیج میں ایک جزیر نما ہے جسکا نام (نرانہ) ہے۔ چٹلجا کے خطوط دفاع اس سلسلہ استحكامات سے پیدا ہوتے ہیں جو اسی جزیر نما میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ قسطنطنیہ سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر ہیں۔ عرض ۱۵ اور ۱۶ میل کے درمیان میں ہے۔ اسمیں قلعوں اور استحكامات کی تعداد ۳۰ سے زائد ہے۔ یہ استحكامات اور قلعے ۵۰ فٹ بلندیوں پر ہیں۔ موسم سرما میں برف و باران کے فطرتی استحكامات کسی کو ان مصنوعی استحكامات کے پاس نہیں آنے دیتے۔

یہاں ریل ہے جو (یاغلیش) اور (چٹلجا) کی طرف سے جاتی ہے، سنہ ۱۸۷۷ ع کی جنگ روس و ترکی میں یہ استحكامات تیار کرائے گئے تھے۔ سنہ ۸۸ ع میں روس نے ان پر حملہ کیا اور ایک عرصہ تک محاصرہ کیے پڑا رہا، مگر آخر کار نا کام واپس

نوٹ کوئی صاحب رعایت کے لئے درخواست کی زحمت گوارا نہ فرمائیں - شرح اجرت یا شرائط میں کسی قسم کا رد و بدل ممکن نہیں -

فہرست

زرعائۃ ہلال احمر

— * —

ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنۃ

(۲)

— * —

جناب میاں بسیر الدین صاحب ۵۰۰	جناب میاں محمد امین صاحب ۲۰۰
جناب میاں شمس الدین و محمد امین صاحب ۵۰	جناب میاں فضل الدین صاحب ۵۰
جناب میاں فضل کریم و محمد امین صاحب ۲۵	جناب میاں فضل الدین و حاجی شمس الدین و محمد امین صاحب ۳۰۰
جناب فضل الہی صاحب ۵	جناب معکم دین صاحب ۵
جناب فتح یں و شمس الدین صاحب ۵۰	جناب میاں شمس الدین و غلام نبی صاحب ۲۵
جناب میاں شمس الدین و محمد امین نورو صاحب ۱۰	جناب میاں محمد دین صاحب ۱۰
جناب میاں فضل کریم سہیل صاحب ۵۰	جناب میاں غلام محمد سہیل صاحب ۲۵
جناب میاں سوداگر دین صاحب ۵	جناب میاں غلام محمد و محمد صاحب ۵۰
جناب میاں فضا کریم و غلام نبی صاحب ۵	جناب میاں غلام نبی و محمد سعید صاحب ۵
جناب قمر الدین غازی والا صاحب ۱	خورشید جہاں ۵
جناب محمد امین نور صاحب ۵	جناب میاں شمس الدین و احمد دین بخاری والا صاحب ۵۰
جناب غلام نبی صاحب ۵	جناب غلام محمد و محمد امین ۲۰
جناب میاں فضل دین و محمد امین صاحب ۳۰	جناب غلام محمد و غلام نبی صاحب ۵
جناب میاں فضا کریم صاحب ۲۵	جناب حافظ غلام قادر صاحب ۱
جناب جے - نرائن بابو صاحب ۵	جناب میاں سوداگر الدین صاحب ۱۰
جناب غلام محمد صاحب ۵	جناب غلام معی الدین ۱۰
جناب معکم دین صاحب ۲	جناب عبد الرؤف صاحب ۲
جناب خالص خاں صاحب ۲	جناب محمد بخش صاحب ۲
جناب سکندر خاں صاحب ۱	جناب معکم دین نورو صاحب ۱
جناب پیدرو شبرانی صاحب ۳	جناب لعل خاں صاحب ۲
جناب میاں احمد دین صاحب ۲	جناب محمد خاں صاحب ۳
جناب چھپر صاحب ۲	جناب علی جان صاحب ۱۰
جناب مقبول رحیم صاحب ۳	جناب میاں احمد دین و محمد امین صاحب ۱۰
جناب میاں حاجی کرمدین و معکم دین پندار صاحب ۵۰	جناب میاں محمد امین و کرمدین و محمد امین صاحب ۵۰
جناب میاں فضل دین و معکم دین صاحب ۲۵	جناب ملا خاں محمد و محمد امین صاحب ۲۰
جناب ملا خاں محمد و محمد امین صاحب ۲۰	کرمدین و محمد امین مرصاں صاحب ۵
جناب غلام نبی و احمد دین چندیوالا صاحب ۲	جناب غلام نبی و سراج دین صاحب ۲
جناب میاں محمد امین - بیہی صاحب ۲	جناب میاں محمد دین و معکم دین بیقال صاحب ۳

۱۸۱۷ مدران

۳۸۱۱ سابق

۶۶۲۸ میزبان نل



معنا "جنگ احزاب" سے ہے، جسکا حال سورہ احزاب میں بیان کیا گیا ہے۔ فی الحقیقت جس طرح وہ جنگ مسلمانوں کیلئے ایک بہت بڑی آزمائش اور نفاق و ضعف ایمانی کے ظہور کیلئے ایک ابتلا الہی تھی، بالکل اسی طرح اس جنگ کو بھی خدا نے ہمارے لیے ایک وسیلہ آزمائش بنایا: ہذا لک ابتلی المسلمون و زلزلوا زلزلۃ شدیدہ۔

لیکن اب واقعات سے پردے اٹھ رہے ہیں، اور دوست و دشمن دونوں کی نظریں اصلیت کے احساس و اقرار کو ناگزیر دیکھ رہی ہیں۔ ہر نیا روز جو آتا ہے، کشف حقیقت کا ایک پیام تازہ ہوتا ہے۔ اس وقت تک پورے حالات روشنی میں نہیں آئے ہیں، مگر پھر بھی جس قدر سامنے آگئے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو عثمانی نسل نے اپنی اٹھ سو برس کی روایات کو ابھی بھلایا ہے، اور نہ فرزندان اسلام کی جانفروشیوں نے پرستاران صلیب کے مقابلے میں شکست کھائی ہے۔ اب بھی ہر ترک سپاہی "ترک سپاہی" ہے، اور اپنے شرف اسلامی کو بھولا نہیں: ہست مجلس براں قرار کہ بود

ہست مطرب براں ترانہ ہنوز

اخبار "جرنل" کے خاص نامہ نگار ایم ایڈورڈ ہیلسی نے ایک عجیب واقعہ کا اپنے قلم میں ذکر کیا ہے، جس سے ناظرین کو ہمارے بیان کی تصدیق ہوگی وہ لکھتا ہے:

"میں نے رائیکا کے اسپتال میں ایک کمسن ترک افسر کو دیکھا۔ اُسکے جسم کا شاید ہی کوئی حصہ بچ رہا تھا، جسپر خنجر کی کٹ نہ پڑی ہو۔ پیشانی قریباً در نیم ہوگئی تھی۔ گلے کا زخم بھی کاری تھا۔ سینے اور بازوؤں میں گہری خندقیں پڑگئی تھیں۔

"یہ شیر دل نہایت کمسن شخص تھا۔ طربش کے سامنے کی چوکی اسکے زیر کمان تھی۔ جسوقت آگ کی بارش ہو رہی تھی وہ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا بڑھا، اور مانٹی ٹرک کی پلٹنوں کو مخاطب کرکے کہا "تم میں جو شخص سب سے زیادہ بہادر اور شجاع ہو، میرے مقابلے کو آئے۔ میں اُس سے دست بدست لڑنا چاہتا ہوں"

"اس مقابلے کی صدا سنکر مانٹی ٹرک کی پلٹن سے ایک کھنہ مشق اور تجربہ کار افسر، جسکے بال سفید ہوگئے تھے، میدان میں آکھڑا ہوا اور چیلنج کو قبول کرلیا۔ نماشا دیکھنے کی خاطر اڑائی موقوف کردی گئی اور ہلال کی دھیمی روشنی میں دونوں کی لڑائی دیکھنے لگے"

"مانٹی ٹرک کی افسر کے کانڈھے پر سخت زخم آگیا۔ من چلے ترک نے حیرت انگیز شجاعت کا ثبوت دیا، لیکن آخر میں گرگیا اسکی وجہ یہ تھی کہ لڑتے لڑتے اسکا سر اور پیشانی زخموں سے بالکل خون چکاں ہوگئی تھی اور اسے بہہ کر ایک خون کی چادر اسکی آنکھوں کے سامنے آگئی تھی جس سے وہ بالکل مجبور ہوگیا۔ اُسکا دشمن گھوڑے سے تڑپ کر اُتر پڑا اور اُسکے زخموں کو صاف کرنے کے بعد معالجہ کے لئے رائیکا کے اسپتال میں بھیج دیا"

ایم۔ ہیلسی لکھتا ہے "یہ ترک جانتا تھا کہ میری زندگی کا پیمانہ لبریز ہوچکا ہے، اور سانس بہت دن تک نہیں چلے گا۔ ۲۴ اکتوبر کو طربوش کی توپوں کی آواز اُسکے کانوں میں پڑی تو اُسنے ڈاکٹر سے مخاطب ہوکر کہا "کش اللہ تعالیٰ میرے دشمن کو گواہوں کا نشانہ بنائے" وہ ایک بہادر آدمی ہے۔ اُسکو تلوار کی موت کے سوا اور کسی بھانے نہیں مرنا چاہیے"

لَا تَهْنُوكُمْ بِالْآيَاتِ الَّتِي تَقْرَأُونَ فِي الْكِتَابِ وَلَا تَهْزُلُوا بِهَا

لَا تَهْزُلُوا

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میر سرتوں محمد خصوصی

اسلام آباد کلاں دہلی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاؤڈ اسٹریٹ
کلاں

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

کلاں : چار شنبہ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۰ ہجری

Calcutta: Wednesday, December 4, 1912.

نمبر ۲۱

جلد ۱



قیمت فی پرچہ

لَا تَهْتَفُوا بِمَا يَنْتَفِعُونَ بِهِ وَلَا تَهْتَفُوا بِمَا يَنْتَفِعُونَ بِهِ وَلَا تَهْتَفُوا بِمَا يَنْتَفِعُونَ بِهِ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

I Kalam Azad

7-1, Nucleod Street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

الاحلام

میرسٹول و خصوصی
سلاطین و کلام الدہلوی

مقام اشاعت
۱ - مکلاود اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

ایک ہفتہ وار مصورسال

جلد ۱

کلکتہ : چار شنبہ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۰ ہجری

Calcutta: Wednesday, December 4, 1912.

نمبر ۲۱

فہرست

توسیع اشاعت

—*—	
۸	وہی دہلی کے بزرگ جنکا نام معلوم نہیں
۳	جناب مولانا سید عبد الحق صاحب حقی الاعظمی
۳	اسسٹنٹ پروفیسر عربی معتمد کالج (علی گڑھ)
۳	جناب سید حسن صاحب بانگراہی (حیدرآباد)
۴	جناب مولوی برکت علی صاحب بی۔ اے۔ - (تصور)
۳	جناب مولانا عبد الوہاب صاحب تاجر (مدارس) مکر
۵	جناب مولانا ایس۔ ایم۔ - فہری صاحب (مدارس)
۲	جناب غلام محمد خان صاحب کورٹ انسپکٹر (دہلی)
۲	جناب وحید الدین احمد خان صاحب (رامپور)
۲	جناب ایچ۔ اے۔ - مرزا صاحب وٹو گروہر (دہلی)
۲	جناب محمد عبد الرزاق صاحب بسل (حیدرآباد)
۲	جناب نعیم الدین صاحب (دہلی)

۱	شذرات
۵	مقالہ افتتاحیہ
۸	عید اضعی نمبر (۳)
۹	جنگ بلقان اور اٹلسکان
۱۱	ترکیب بند
۱۱	شہر عثمانیہ
۱۲	اقرار حقیقت نمبر (۲)
۱۲	عربی و ترکی ذاک
۱۲	معرفہ فرق قلعہ
۱۴	عثمانی مشکلات
۱۵	عراقی دفتر جنگ اور عثماني المودید کے قار
۱۵	عثمانی مشکلات کی نسبت غازی مفتار پاشا کا بیان
۱۵	بلغاریا کے مظاہم
۱۵	شعلہ میں اجتماع افواج

تصاویر

صفحہ خاص

۱۹

ہز ایکسلنس ناظم پاشا

نقشہ دولت عثمانیہ و ریاست ہائے بلقان



حق کے ساتھ ہے۔ اگر بلقانی ریاستوں سے ترکی پر زیادتی کرائی گئی تو اس صورت میں بھی جرمنی ترکی کا ساتھ دے گی۔ خدا تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ جس طرح مسئلہ مشرقی کا فیصلہ آج نصف صدی سے بعض یورپین رقابت کی بدولت ملتوی ہوتا رہا ہے، اس موقع پر بھی کوئی غیر متوقع تبدیلی پیدا کر دے اور صلح کانفرنس کی کامیابی خطرے میں پڑ جائے۔ یہ وقت باب عالی کیلئے ایک ایسی آخری آزمائش ہے جو باوجود معصراں جانب و اعدا رہنے کے آج تک کبھی بھی پیش نہیں آئی۔ مگر افسوس کہ اس وقت ترکی کی قسمت ایک ایسے وزیر اعظم کے ہاتھ میں ہے، جسکے پاس اپنے ملک مظلوم کیلئے انگلستان کے احکام کے آگے سر بسجود رہنے کے سوا نہ کوئی سیاست ہے اور نہ کوئی دماغ!

اس وقت سعید پاشا کی زندہ وزارت کی ضرورت تھی، جس نے مہینوں اٹلی اور اسکے حامیوں کی تمام منت و زاریوں کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا، جو وہ مسئلہ صلح کے لیے کر رہے تھے، مگر انگلستان کے بھی اسی دن کے کیلئے سعید پاشا کو راہ سے ہٹا دیا تھا۔ بہر حال یہ سب کچھ اسلام کی آخری سیاسی طاقت کے بقا و فنا کے سوالات ہیں، اور خواہ کوئی عثمانی وزارت ہو، لیکن اللہ اسے ملائکہ اور چالیس کروڑ مسلمانوں کی لعنت ہو اس وزارت پر، جو اس وقت بال برابر بھی ضعف اور کمزوری دکھلائے اور ایک فیصلہ کن مرت پر، ذلت اور مسکنت کی مجروح زندگی و ترجیم دے!!

ویرحم اللہ عسداً قال آمینا!

ال انڈیا صحفین کانفرنس

— * —

اجلاس بست و ششم سنہ ۱۹۱۲ - لکھنؤ

اعلان ہذا کے ذریعہ مشہور کیا جاتا ہے کہ ال انڈیا صحفین اینگلز اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس کے چھبیسویں سالانہ اجلاس کے جلسے بہ مقام بارہ دربی قیصر باغ لکھنؤ بتاریخ ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۱۲ منعقد ہونگے اور ازمیں بہت سے اہم تعلیمی مسئلے متعلق مسلمانان ہند جن میں مجوزہ یونیورسٹی کے متعلق مسائل بھی شامل ہونگے، مباحثہ کے لیے پیش کیے جائینگے۔ میجر سید حسن صاحب بلگرامی ممبر پریشن یافتہ انڈین میڈیکل سروس صدارت کے لیے منتخب ہوئے ہیں۔

استقبالی کمیٹی نے ممبران کانفرنس کے قیام و طعام کا بل ضروری اہتمام اپنے ذمہ لیا ہے اور جملہ ممبران کو دعوت دیتی ہے کہ لکھنؤ تشریف لائے اجلاس کانفرنس کی شرکت فرمائیں۔ جو اصحاب اب تک ممبر کانفرنس نہیں ہوئے ہیں مگر آئندہ ممبر اور شریک اجلاس کانفرنس ہونا چاہیں انہیں بھی حذر مقدم کیا جائیگا، لیکن جملہ اصحاب سے درخواست کیجاتی ہے کہ وہ اپنی شرکت اجلاس کے ارادہ سے جس قدر جلد ممکن ہو، خاندان کو مطلع فرمائینگے، تاکہ ان کے قیام و آرام کا ضروری بندوبست کیا جاسکے۔

خاکسار سید ظہور احمد وکیل ہائیکورٹ

اندری سکرٹری اسٹیفانی کمیٹی

لندن کے ذریعہ جو تار آیا ہے، اسمیں یہ تصریح موجود ہے، لیکن صوفیا کی مکتوبات کا سرکل اس موقع پر بھی حرکت سے باز نہیں رہا اور اس تار کے ساتھ ہی ایک دوسرا تار بھی شائع کیا گیا ہے، جس میں لکھا ہے کہ بلغاریا اپنے لیے سامان جنگ اور ذخیرہ رسد ایڈریا نپل کے راستے پہنچاتی رہے گی۔ لیکن ساتھ ہی آخری سطروں میں اسکا بھی اقرار ہے کہ ایسا ہونا ممکن نہیں، اس لیے کہ جو راہ پیش نظر ہے، وہ ترکی فرج کی دسترس سے اس قدر قریب ہے کہ کسی طرح مفید اور محفوظ نہیں سمجھی جاسکتی۔

یونان کی نسبت ظاہر کیا گیا ہے کہ التوائے جنگ کا سخت مخالف ہے، اور اسکا واہمہ اس کے ہم کلیسا حکومت کے وزیر اعظم، یعنی مسٹر ایسکریتھ سے بھی زیادہ قوت خلاقی رکھتا ہے، چنانچہ اس وقت رات کی تاریکی میں یونان شاکی ہے کہ یورپین ترکی کی بکلی آزادی کے مقصد میں التوا نے خلل ڈال دیا، اسکا عظیم الشان بیڑہ اور فرج کی تعداد عظیم بلغاریا کی مدد کیلئے پا بہ رکاب تھی، لیکن التوائے جنگ کو منظور کر کے گویا اس نے اپنے ضعف اور عثمانی نصرت کا اقرار کر لیا ہے۔ مجلس گفتگو التوا میں بھی اسکا کوئی رکیل شریک نہ تھا، مگر بلقانی ریاستوں نے عاجز آکر صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اگر یونان کو التوا منظور نہیں، تو تنہا جنگ جاری رکھے۔ ہمارے دست و بازو تو اب شل ہوئے۔

ترکی یورپ کی بڑی سے بڑی جنگ کے وجود ابلیس اجمعوں معرکوں کو اپنے تئیں متاثر سر کر لے، لیکن یورپ کی چھوٹی سے چھوٹی صلح کا نفرنس کا اس کے پاس کیا علاج ہے؟ موجودہ جنگ کی ابتدا سے جو مصنوعی رفتار قائم رکھی گئی، اور جو نتائج دکھلائے گئے، وہ گویا ایک یورپین کانفرنس کے انعقاد کی پیشتر سے طے شدہ تمہید تھی۔ ایڈریا نپل کی آخری جنگ کے بعد ہی سے بلغاریا نے صلح کی درخواست کر دی اور شتلاجا کے استحکام کے ساتھ ہی تمام یورپ پر یہ نئی حقیقت منکشف ہو گئی کہ ”یورپ کے اس کیلئے اب صلح ناگزیر اور لازمی ہے“!

بلقانی ریاستوں کی فرج کے مقابلے میں ترکوں سے جو کچھ بن آیا کرچکے، لیکن اب یورپ کے شیطان اعظم کی جنود ابلیس کو کس حربے سے روکیں؟ بظاہر یورپ کے دفاتر خارجہ موجودہ معاملات پر اب تک متفق ہیں، آسٹریا اور روس کا مسئلہ بھی اب تک کچھ زیادہ رقیع نہیں، یورپ کی موجودہ سحر سیاست کے سب سے بڑے کاہن، یعنی سر ایڈورڈ گرے نے اپنی جادو کی چھڑی علانیہ علانی شروع کر دی ہے، انہوں نے یورپ کو بحر ایجین، درانیال اور البانیا کے مسائل پر غور و خوض کرنے کی دعوت دی ہے، اور یقین کیا جاتا ہے کہ لندن میں کانفرنس کا انعقاد ہو۔

بظاہر حالات صلح کا مسئلہ ترکی کیلئے ناگزیر، اور البانیا اور مقدونیا کی آزادی درپیش۔ صرف دول یورپ کی وہ مسیحی رقابت جسکو قرآن کریم نے ”راغریفا بین ہم العداوت و البغضاء الی یرم القیامۃ“ سے تعبیر کیا ہے، ایک سہارا ہے جو اس سازش میں خلل ڈال سکتا ہے۔

ہم نے کہا کہ آسٹریا روس کا مسئلہ اسوقت تک چنداں رقیع نظر نہیں آتا، تاہم نظر انداز کر دینے کے بھی قابل نہیں۔ بلقانی کا نفیڈر سی کی باہمی نا اتفاقی بھی اندر ہی اندر سلگ رہی ہے۔ اس وقت کا تار ہے کہ جرمن چیڈسلر کی ایک تقریر نے پیروس میں ملچل ڈالھی ہے، انہوں نے کہا کہ اگر روس آسٹریا کے مسئلے نے ترقی کی ترجمانی آسٹریا کا ساتھ دینے پر مجبور ہے۔ وہ صرف



بلغاریا اور سرویا کا صلح کیلئے اضطراب

— * —

شٹلجا میں قریب ۱۰ لاکھ عثمانی فوج کا اجتماع، ملت کی جنگ کیلئے بیقراری، حکومت کا استقلال، القراء جنگ کیلئے بلغاری کی مذمت و زاری، صلح کیلئے دول کا اصرار، القراء کی منظوری میں ایک مصلحت عظیم پوشیدہ، سقوطی کی عظیم الشان مدافعت، نتائج کا انتظار کرنا چاہیے۔

— * —

بنام الہلال

(۴ دسمبر شام ۷ بجے)

شٹلجا میں آج پوری تیرہ لاکھ تازہ دم فوج موجود ہے، سامان جنگ اور ذخیرہ رسد بے شمار، ناظم ہاشا کے انتظامات حیرت انگیز و یادگار ہیں، حالت بالکل منقلب اور دشمنوں کا مہلت کیلئے اضطراب بعد تدلل و انکسار، القواء میں بعد اللہ جیش اسلام کیلئے ایک مصلحت عظیم پوشیدہ، اور محتاج انتظار نتائج ما بعد، صلح کیلئے دول کی طرف سے شدت سلسلہ جنبانی، مگر باب عالی نے باستقلال تمام انکار کر دیا، رعایا میں اجراء جنگ کیلئے شورش - سقوطی سے ایک ہفتہ کی جنگ کے بعد دشمن خاسر و تباہ قرار ہو گیا، دول یورپ کے قذصل خانوں میں باہم اختلاف شدید کی افواہ گرم ہے۔

شذرات

— * —

اگر الہلال کی ضخامت درگزی کر دی جائے اور اغلاط طبع مجھے کہا جائے کہ تنہا اسکر مرتب اور، تو میں انشاء اللہ دو راتوں کے اندر مرتب کر لوں گا، لیکن اگر الہلال سولہ صفحے کی جگہ ایک صفحے کا نکلے، اور مجھے کہا جائے کہ اسکر صحیح چھاپنے کا ذمہ لے، تو میں بغیر ایک منٹ کے وقفے کے انکار کر دوں گا کیونکہ یہ میرے امکان سے باہر ہے۔

الہلال آغاز اشاعت سے جس قدر غلط چھپتا ہے، اسکا مجھے افسوس ہی نہیں، بلکہ ہر غلطی کا دل پر ایک داغ ہے، لیکن کیا کروں کہ صحت کی طرف سے بالکل مایوس ہو گیا ہوں - پروف تین تین مرتبہ اور چار چار مرتبہ دیکھے جاتے ہیں اور اکثر اوقات آخری پروف خود بھی دیکھ لیتا ہوں، لیکن غلط کمپوز کرنے کی نسبت کمپوزٹروں کی قسم، نہیں معلوم کیسی سخت و شدید واقعہ ہی ہے کہ کسی طرح اپنے اس ظالمانہ میثاق کی عہد شکنی پر آمادہ نہیں ہوتے۔

لیتھو کی چھپائی کی نسبت جہاں ٹائپ میں بعض آسانیاں ہیں، وہاں سخت مشکلات مزید بھی ہیں - از انجہ: یہ کہ جس قدر غلطیوں کی گنجائش یہاں ہے، وہاں نہیں - خوشنوبس مسودہ ٹھیک پڑھ نہ سکے یا سہو غلط لکھ دے، تاہم اسکے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے، اور جو کچھ لکھتا ہے، دیکھ کر لکھتا ہے - ٹائپ میں مصیبت یہ ہے کہ کمپوزٹر محض اپنے ہاتھ کی مشق پر کام کرتے ہیں اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ جن خانوں سے حرف اٹھا کر رکھتے ہیں، اور جو کچھ کمپوز کر رہے ہیں، اسکو دیکھتے بھی ہوں - غلطیوں کا پہلا سرچشمہ حروف کی خانوں میں تقسیم ہے - بہت سے حروف غلطی سے دوسرے خانوں میں پڑ جاتے ہیں، علی الخصوص وہ حروف جو ہم کم امتیاز رکھتے ہیں، مثلاً "ر" اور "و" اور "ب" اور "پ" جہاں خانوں میں بد نظمی ہوئی، پھر تمام کمپوز غلط ہوا۔

سب سے بڑھ کر غصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی ایسی اگلا غلط چھپ جاتی ہیں، جو یقیناً مطبوعات کیلئے صرف غلای ہی ہیں، بلکہ ایک پورا جرم اور مصیبت ہے - مجبوراً قذصل سرمد ہی ہوئی، جب حضرت مولانا سید ناصر حسین صاحب مدد، ای، سید ایک تحریر آگئی کہ "و الہلال کر نہایت پسند فرمائے ہیں مگر متاسف ہیں کہ قرآن کی آیات بعض اوقات غلط چھپ جاتی ہیں" مجبور کمال استغفار کے ساتھ اقرار ہے کہ آغاز اشاعت سے لیکر اس وقت تک دو مرتبہ خود مجبور دوائتوں کی نسبت نشاہ ہوا، اور چونکہ الفاظ بالکل قریب قریب اور ہم معنی تھے، عجلت میں لکھ گیا، لیکن اسکے علاوہ اور غلطیاں مثل حذف عطف، ر قلب الفاظ (یعلمون کی جگہ یعملون وغیرہ - یا جیسا گذشتہ پرچے میں "رجنود ابلیس اجمعون" کی جگہ اجمعین چھپ گیا) انہی حضرات کی عنایت ہے، جو نہیں معلوم ان سطور کو بھی صحیح کمپوز فرمایاں گے یا نہیں۔

مضامین میں آیات کے لکھنے کا یہ حال ہے کہ گونجوں الفرقان ہر وقت میرے سامنے پڑی رہتی ہے، لیکن عجلت تحریر میں ہر آیت کیلئے قرآن کریم کی طرف رجوع نہیں کر سکتا، محض حافظے پر اعتماد کر کے لکھ دیتا ہوں اور ترجمے اور نمبر کی جگہ خالی چھوڑ دیتا ہوں - آخری پروف میں نمبر تلاش کر کے درج کیا جاتا ہے اور پھر چونکہ انکے دوبارہ تصحیح و مقابلہ کا وقت نہیں ملتا، اسلئے بعض اوقات نمبروں میں بھی کمپوز کی غلطی رہ گئی ہے، مثلاً آیت کے نمبر کی جگہ سورت کا نمبر، یا اسکے برعکس۔

اکثر اوقات ایسا ہوا کہ اخبار کے ڈاک میں ڈالے جانے کے وقت کوئی پرچہ اٹھا کر دیکھا اور ہر سطر میں کثرت اغلاط کے منظر سے اس درجہ مضطرب الحال ہو گیا کہ جی میں آیا، پرچے کی اشاعت روک دوں - اب تو عرصے سے چھپ جانے کے بعد دیکھتا بھی نہیں کہ طبیعت کو بے فائدہ کوفت اور تکلیف ہوگی۔

تاہم مثل اور بہت سی باتوں کے اس کے لئے بھی سعی جاری ہے۔

ہفتہ جنگ شٹلجا کے سامنے کے میدان کی سخت برف باری کے بلغاری لاشوں کے ساتھ صرفیا اور بلغراد کی دیگ فتوحات کو بھی ٹھنڈا کر دیا، ہفتے کے آغاز میں سقوطی کے متعلق ایک در خبریں آئیں، لیکن اسکے بعد سے بظاہر جنگ کی موقوفی کا اعلان ہے۔

بلغاریا نے سب سے پہلے تو صلح کی درخواست کی اور دول یورپ کی سلسلہ جنبانی شروع کرائی، لیکن جب باب عالی نے صاف انکار کر دیا تو پھر التواء جنگ کی گفتگو شروع کی - معلوم ہوتا ہے کہ باب عالی نے دول کے اصرار سے اسکو منظور کر لیا ہے، اور اگر ریوٹر بلغاری فتوحات کے علاوہ اور خبروں میں قابل تصدیق یقین کر لیا جائے، تو آج کاغذات پر دستخط بھی ہو گئے۔

التواء جنگ کی جن شرائط کا ترکی کی طرف سے پیش ہونا بیان کیا جاتا ہے، وہ باوجودیکہ بلغاریا کے بیان کردہ فتوحات کے بالکل متضاد اور مخالف ہیں، لیکن پھر بھی بلغاریا نے اس شامانی کی عجلت کے ساتھ انکا خیر مقدم کیا، جیسے کوئی سزا یافتہ مجرم پھانسی کے تختے پر جان بخشی کے فرمان کا استقبال کرے - یہ امر کہ اب تک فی الحقیقت فتح و نصرت کس کی حلیف رہی ہے؟ شرائط کی نوعیت سے بیک نظر واضح ہو سکتا ہے - تا احدثام ميعاد شرائط ترکی اسکی مجاز ہوگی کہ اپنے محصور قلعوں اور خطرات شٹلجا وغیرہ میں رسد اور ذخیرہ جنگ فراہم کرتی رہے، مگر بلغاریا اور سرویا کیلئے اسکا کوئی ذکر نہیں۔



هزايسلسمي ناظم پاشا سپه سالار افواج عثمانيه

اللهم انصره وانصر عسائره ! وكن اللهم حافظه و مويد و ناصره !
 و اءحق بسيفه رقاب الطوائف الباغية الفجرة الكفرة ! يا من
 يوده امر الدنيا والاخرة ! فانك قلت و قولك الحق في
 نقابك المنزل على لسان حبيبك المرسل :
 " و ان حقا علينا نصر المؤمنين ! "

سب سے زیادہ یہ کہ یونیورسٹی کے جلسے کے مقصد کو بھی اس اجتماع سے نقصان عظیم پہنچتا رہی کانفرنس، تو اس غریب کے پاس برسوں سے رہا ہی کیا ہے کہ لوگ اسکے لیے درزیں گے؟

جہاں تک ہم کو معلوم ہے لیگ کے التوا پر تقریباً تمام قوم بر آشفته ہے، لیکن بر آشفته تر ہر، اس سے ہوتا ہی کیا ہے؟ لیگ جنکی تھی، انکے جی میں جو آیا، کر دیا، اگر آپکے اندر کوئی قوت ہے تو آپ کیوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں؟ اگر مسلمان چاہیں تو لیگ کے مجوزہ جلسے سے بہتر اور حقیقی معنوں میں ایک قائم مقام جلسہ لکھنؤ میں منعقد کر سکتے ہیں، اور اپنے پولیٹیکل افکار کے اس اصلی اور ایک ہی رقت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

الحمد للہ نماز جمعہ کیلئے سرکاری ملازموں کو چھٹی دینے کی نسبت جو تحریک گذشتہ دو سال سے مسلمانوں میں پھیلی ہوئی تھی اسکو گورنمنٹ بنگال نے سب سے پہلے منظور فرما کر ایک بڑی اسلامی شکایت در کر دی۔

آخری دنوں کے اندر آئرلینڈ مسٹر اے۔ کے غزنوی نے اس بارے میں جو سعی کی، لائق تحسین و امتیاز ہے۔

لیکن شاید ناظرین میں سے اکثر صاحبوں کو یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ اس اشد ترین شکایت اسلامی پر سب سے پہلے کس طرف سے توجہ دلائی گئی تھی؟ یاد ہوگا کہ سب سے پہلے اسکی نسبت جناب مولانا حکیم نور الدین صاحب رئیس اجماعت احمدیہ نے دربار دہلی کے موقع پر اواز بلند کی تھی، اور گو اس وقت اس پر توجہ نہیں کی گئی، لیکن بعد کو اکثر اسلامی مجالس اور علی الاخصاص ندوۃ العلماء نے ایک رزلوشن کی صورت میں پاس کیا۔ ہم جناب حکیم صاحب کو مبارک باد دیتے ہیں، انکی اواز بالآخر کار گر ہوئی، اور اگر مسلمان نماز پڑھیں، تو انکے لیے اب کوئی عذر باقی نہیں رہا۔

عثمانی دفتر جنگ کے اعلانات

— * —

قریب یعقوب بک میں آگ لگادی گئی

کل رات کو ۱۲ بجے والی (مناسٹر) کے پاس سے وزیر اعظم کو اس مضمون کا تار موصول ہوا کہ ایک ہزار بلقانوں نے (یعقوب بک) نامی ایک گاؤں میں آگ لگادی تھی۔ خبر سکر فرجی دستے روانہ کیے گئے، جنہوں نے ان اشار کا شیرازہ برہم کر دیا اور سب بھاگ گئے۔

عثمانی نصرت عظیم

—:—

(یانچہ) میں ۲۰ ہزار یونانیوں کو

شکست فاحش

اسی تار میں والی موصوف اطلاع دیتا ہے کہ (یانچہ) میں جیش عثمانی نے ۲۰ ہزار یونانیوں کو شکست عظیم دی۔ تپیں، اور ہر قسم کا سامان جنگ بکثرت غنیمت میں ہاتھ آیا۔

افکار و حوادث

— * —

ایک ہفتہ فتح قسطنیہ کے انتظار میں آر رہی گذر گیا، مگر مسٹر ایسکویٹھہ بالقابہ کی صف ماتم اب تک بچھی ہوئی ہے۔ اس ہفتے ایک تار تھا کہ برطانیہ میں اس سال برف باری اور سردی کی شدت کا یہ حال ہے کہ ابھی سے پارہ صفر تک آتا رہا ہے۔ ہم نے کہا کہ قدرت کو اس انتظار کے مصائب برداشت کرنے کیلئے یہی زمانہ چھانٹ کر قرار دینا تھا؟

سراید ورد گرے تو فرانس کے دیہاتوں میں وحشت انتظار کی گئیاں بھلائے رہے، مسٹر ایسکویٹھہ کی نسبت تو کوئی ایسی خبر بھی نہیں آتی۔

قرآن کریم نے کفر کے خصائص میں سے ایک علامت یہ بھی بتلائی ہے، کہ ”ہموا بمام ینالوا“ انہوں نے اس بات کا ارادہ کیا، جس کو حاصل نہ کر سکے۔

اب جبکہ شتعلجا میں ایک لاکھ عثمانی تلواریں خون کی تشنگی سے بیقرار ہیں، ہزاروں بلغاریوں کی لاشیں سڑ سڑ کر تمام بلغاری حدود میں با وجود برف باری کے ہیضہ پھیلا رہی ہیں، سترہ برس کے لڑے اور سال جدید کے رنگ و روٹ سپاہیوں کی جگہ بھرنے کیلئے پکڑے جا رہے ہیں، تو ایک تار برقی میں یورپ کے مدبرین کی یہ رائے ظاہر کی جاتی ہے کہ جنگ کا اختتام قدرتی اور ناگزیر ہو گیا ہے، اور ایندہ جنگ جاری رکھنا محض جنون اور حماقت ہے۔ حماقت تو ضرور ہے، کیونکہ اب اگر ایک ہفتہ بھی آر جنگ جاری رہے، تو ترکوں کے نیزے صوفیا کے جگر میں آتر جائیں، اور اس منظر کو دیکھنے سے بڑھکر آر کونسی حماقت ہو سکتی ہے؟

لیگ معناً تو کب کی دنیا سے رخصت ہو چکی تھی، اب لفظاً بھی داغ مفارقت دے گئی: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس حادثے کو ماتم گساران لیگ نے اپنے بازار سیاست کی ہوتال سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ ترکی کے مصائب سے وہ بہت غمگین ہیں، اور اسلئے بازار بند کر کے گھر میں بیٹھ رہنے کی تجویز کی گئی ہے۔

اصل یہ ہے کہ آج دو سال سے ہندوستان کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے، وہ لیگ کے پالیٹکس کیلئے ایک پھانسی کی رسی تھی ہی، کہ جنگ بلقان نے مسلمانوں میں ہیجان تازہ پیدا کر کے اسے گلے میں پھنا ہی دیا، اب اگر لیگ کا جلسہ ہوتا تو قوم کی آواز کا مقابلہ محال تھا۔ ممکن ہے کہ وہ ازادی جسکو لیگ اور لیگ کے مایہ خمیر علی گڑھ نے چالیس سال تک دبایا ہے، بے اختیار زبانوں سے نکلتی، اور قیامت کبری قائم ہو جاتی۔ اسلئے لیگ کی امپیریل گورنمنٹ اور گورنمنٹ آف انڈیا، دونوں نے اسی میں مصلحت دیکھی کہ سرے سے جلسے ہی کو اڑا دیا جائے۔

علی گڑھ ڈیپری کا مکھن وفاداری کی ذیل روٹی کیلئے بہترین دھنیت ہے، اور اب کچھ دنوں سے ترس کے دنوں طرف لگایا جاتا ہے۔ جاسہ ہوتا تو شاید پہلا ہی ہوئی ذیل روٹی نئی آزادی اور بقیہ غلامی کی کشمکش کے فشار میں عجب نہیں کہ پچک کر رہ جاتی۔



مطابق زمین کے اندر گاہ مستقیم ' اور گاہ پر پیچ و خم راہ پیدا کرتے رہے ہوں ! یہ خوفناک و قہار سمندر ' جسکی بے کنار سطح مہیب نے نیچے طرح طرح کے دریائی حیوانات کی بے شمار اقلیمیں آباد ہیں ! غور کیجیے کہ کیا سلطان اسلام کی حکومت سے باہر ہیں پہاڑنگی چوٹیوں کے سرگوبند ہیں ' مگر اطاعت کے اسلام شعارانہ سر جھکے ہوئے ہیں - زمین کا جو گوشہ اور سمندر کا جو کنارہ انکو دیدہ یا گیا ہے ' ممکن نہیں کہ وہ ایک انچ بھی اس سے باہر قدم رکھ سکیں - انکے ارتقائی جسمانی کیلئے جو غیر محسوس رفتار نمو شریعت الہی نے مقرر کر دی ہے ' محال ہے کہ اس سے زیادہ آگے بڑھ سکیں - انقلابات طبعیہ کا حکم الہی انکو ریزہ ریزہ کر دے ' پر وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے - اسی طرح دریاؤں اور سمندروں کی طرف کان لگائیے کہ انکی زبان حال اس حقیقت اسلامی کی کیسی عجیب شہادت دے رہی ہے ؟ اپنے سمندروں کے طوفانوں اور موجوں کی صورت میں دیکھا ہے کہ پانی کی سرکشیاں کیسی شدید ہوتی ہیں ؟ لیکن اسی سرکش اور مغرور دیو پر جب حقیقت اسلامی کی اطاعت و انقیاد کا قانون نافذ ہوا ' تو اس عاجز تذلل کے ساتھ اسکا سر جھک گیا ' کہ ایک طرف میٹھے پانی کا دریا بہہ رہا ہے ' اور دوسری طرف ہمارے پانی کا بحر ذخار ہے - دونوں اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ کوئی شے ان میں حائل نہیں ' مگر نہ تو دریا کی یہ مجال ہے کہ سمندر کی سرحد میں قدم رکھے ' اور نہ سمندر با اینہم قوت و قہاری اس کی جرات رکھتا ہے کہ اپنی سرکش موجوں سے اسپر حملہ کرے :

مرج ابھر رہیں اُس نے کہا ہے اور میٹھے پانی کے دو سمندروں
بلتھیاں بیس کر جاری کیا کہ دونوں آپس میں ملے ہوئے ہیں '
عما بوزخ لایبغیان ' مگر پھر بھی ایک دوسرے سے مل نہیں
فباي آلاء ربکما سکتے ' کیونکہ دونوں کے درمیان اس نے
تکذبان ؟ ایک حد فاصل مقرر کر دی ہے -
(۱۷ : ۵۵)

دوسری جگہ فرمایا :

وہوالذی مرج اور وہی قادر مطلق ہے ' جس نے در دریاؤں
البحرین هذا عذب کو آپس میں ملایا ' ایک کا پانی شیریں و خوش
فترات ' و هذا ملح ذائقہ اور ایک کا کھارا کڑوا ' اور پھر دونوں
أجاج ' وجعل بینہما کے درمیان ایک ایسی حد فاصل اور
برزخا و حجرا معجورا رک رکھی کہ دونوں باوجود ملنے کے
(۵۵ : ۲۵) بالکل الگ رہتے ہیں !

اب نظر ذرا اڑھاتھاؤ ' اور ملکوت السموات کے ان اجرام عظیمہ کو دیکھو ' جنکے مریئات مدہشہ سے یہ سطح نیلاگون ' انزاک انسانی کا سب سے بڑا منظر تحریر ہے - یہ عظیم الشان قہرمان تجلی ' جو روز ہمارے سروں پر چمکتا ہے ' جسکی فیضان بخشی حیات تمیز قرب و بعد سے ماورا ہے ' جسکا جذب و انجذاب کائنات عالم کیلئے مرکز قیام ہے ' جسکا سرچشمہ ضیاؤ نور اجسام سماریہ کے لیے تنہا وسیلہ تدویر ہے ' اور جسکا قہر حرارت کسی تجلی گاہ حقیقی کا سب سے بڑا عکس و ظلال ہے ' غور کرو تو اپنے اندر حقیقت اسلامی کی کیسی موثر شہادت

کیونکہ اسکے بنانے والے نے اسکو ایسا ہی حکم دیا ہے - لیکن پھر اگر تم وقت سے پہلے راپس مانگو ' تو نہیں دیکھ سکتے ' کیونکہ اسکا سر خدا کے آگے جھکا ہوا ہے ' اور خدا نے ہر بات کیلئے ایک وقت مقرر کر دیا ہے (رلکل اجل کتاب) - پس محال ہے کہ اسکی خلاف ورزی کرے ' اور حقیقت اسلامی کے قانون عالم کی معجزہ ہو -

قانون الہی نے زمین کی قوت نامیہ کے ظہور کیلئے مختلف دور مقرر کر دیے ہیں ' اور ہر دور کیلئے ایک وقت خاص لکھ دیا ہے - زمین کی درسنگی کے بعد اس میں بیج ڈالا جاتا ہے ' آفتاب کی تمازت اسکو حرارت پہنچاتی ہے ' ابور ہوا اور موسم موافق کی رطوبت اسکی بدست میں اعتدال پیدا کرتی ہے ' پانی کا بہ تدارک مذاب حصول کے نشور نما کو زندگی کی تازگی بخشتا ہے - یہ تمام چیزیں ایک خاص تسوئے و تناسب کے ساتھ اسکو مطلوب ہیں ' پھر بیج کے گلے اور سونے ' مٹی کے اجزائے نباتاتی کی آمیزش ' کونپلوں کے پھوٹنے ' انکے پندرج بلند ہونے ' اور اسکے بعد شاخوں کے انشعاب اور پتوں اور پھولوں کی تولید ؛ ان تمام مرحلوں سے اس بیج کا درجہ بدرجہ گذرنا ضروری ہے ' اور ہر زمانے کیلئے ایک خاص حالت اور مدت مقرر کر دی گئی ہے - یہی تمام مختلف مراحل و منازل زمین کی پیداوار کیلئے ایک شریعت الہیہ ہیں ' جسکی اطاعت کائنات بنائات کی ہر روح پر فرض کر دی گئی ہے - پھر کیا ممکن ہے کہ زمین ایک لمحہ ' ایک منٹ ' اور ایک مستثنیٰ مثال کیلئے بھی اس شریعت کے مسلم ہونے یعنی اسکی اطاعت سے انکار کر دے ؟ اور پھر اگر اسکی خلاف ورزی کی جائے ' تو کیا ممکن ہے کہ ایک دانہ بھی بار آور اور ایک پھول بھی شگفتہ ہو ؟

ایک درخت ہے جو پانچ سال کے اندر پھل لاتا ہے ' پھر تم کتنی ہی کوشش کرو ' پانچ مہینے کے اندر وہ کبھی پھل نہیں دے گا - ایک پھول ہے ' جسکے پودے کو زیادہ مقدار میں حرارت مطلوب ہے ' پھر یہ محال ہے کہ وہ سایے میں زندہ رہ سکے - کیوں ؟ اسلیئے کہ پانچ سال کے اندر اسکا حد بلوغ کو پہنچنا ' اور دھوپ کی تیزی میں اسکا نشود نمایا نا ' شریعت الہی نے مقرر کر دیا ہے ' پس وہ مسلم ہے ' اور حقیقت اسلامی کا قانون عام اسکو سرکشی و خلاف ورزی کا سر اٹھانے نہیں دیتا :

رله من في السماء اور جو کچھ آسمان میں ہے ' اور جو کچھ
والارض کل له قانترون زمین میں ہے ' سب اسی کا ہے ' اور
(۲۵ : ۳۰) سب اسی کے حکم کے تابع اور منتقاد ہیں -

پس فی الحقیقت زمین کے عالم نظم و تدبیر میں جو کچھ ہے ' حقیقت اسلامی ہی کا ظہور ہے :

و فی الارض ایات اور زمین میں ارباب یقین کیلئے خدا کی
للموقنین (۲۰ : ۵۱) ہزاروں نشانیاں بھری پڑی ہیں -

یہ سربلک پہاڑوں کی چوٹیاں ' جو اپنے عظیم الشان قامتوں کے اندر خلقت کائنات کی سب سے بڑی عظمت رکھتی ہیں ! یہ شیریں اور حیات بخش دریا ' جو کسی مغفی تعلیم کے نقشے کے

وله "اسلم" من في السموات اسما من زمين ميں کوئی نہیں
والارض طوعا وكرها جو چار نا چار دين الہی کا حکم بردار
(۱۴۲ : ۳) اور مطيع و منقاد نہو۔

(۲)

وقالت ال اعراب اور یہ جو عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم
امنا قل لم تو مفرنا ایمان لائے تو اسے کہہ دو کہ تم ابھی ایمان
ولكن قولوا نہیں لائے (کیونکہ وہ دل کے اعتقاد کامل
"اسلمنا" - کا نام ہے جو تمہیں نصیب نہیں) البتہ میں
(۴۹ : ۱۴) کہہ رہا ہوں کہ اس دین کو مان لیا۔

ہر شے کی اصلی حقیقت وہی ہو سکتی ہے، جو اس کے نام کے
اندر موجود ہو۔ دین الہی کی حقیقت، لفظ اسلام کے معنی میں
پوشیدہ ہے۔ لفظ اسلام کے معنی اطاعت، انقیاد، گردن نہاد، اور
کسی چیز کے حوالہ کر دینے کے ہیں، پس اسلام کی حقیقت بھی
یہی ہے کہ "انسان اپنے پاس جو کچھ رکھتا ہے، خدا تعالیٰ کے حوالے
کردے۔ اس کی تمام قوتیں، اس کی تمام خواہشیں، اس کے تمام جذبات،
اس کی تمام معجزات، غرض کہ سرے بالوں کی جڑ سے لیکر پانوں کے
انگوٹے تک، جو کچھ اس کے اندر ہے، اور جو کچھ اپنے سے باہر اپنے
پاس رکھتا ہے، سب کچھ ایک لینے والے کے سپرد کر دے۔ وہ اپنے
تمام قوائے جسمانی و دماغی کے ساتھ خدا کے آگے جھک جائے، اور
ایک مرتبہ ہر طرف سے منقطع ہو کر اور اپنے تمام رشتوں کو توڑ کر،
اس طرح گردن رکھ دے، کہ پھر کبھی نہ اٹھے۔ نفس کی حکومت سے
باغی ہو جائے، اور احکم الہیہ کا مطیع و منقاد"

یہی وہ حقیقت اسلامی کا قانون فطری ہے، جو تمام کائنات
عالم میں جاری و ساری ہے۔ اس کی سلطنت سے زمین و آسمان کا
ایک ذرہ بھی باہر نہیں۔ ہر شے جو اس حیات کدہ عالم میں وجود
رکھتی ہے، اپنے اعمال طبیعی کے اندر اس حقیقت اسلامی کی
ایک مجسم شہادت ہے۔ کون ہے جو اس کی اطاعت و انقیاد سے
ازاد، اور اس کے سامنے سے اپنے جھکے ہوئے سر کو اٹھا سکتا ہے؟ اُس نے
کہا کہ میں "کبیر المتعال" ہوں، پھر کونسی ہستی ہے جو اس کی
کبریائی و جبروت کے آگے اپنے اندر اسلامی انقیاد کی ایک صدائے
عجز نہیں رکھتی؟ زمین پر ہم چلتے ہیں، اور آسمان کو دیکھتے ہیں،
لیکن کیا دونوں اسی حقیقت اسلامی کی طرف داعی نہیں ہیں؟

ملکوت السموات والارض اور حقیقت اسلامی کا قانون عام

زمین کو دیکھو جو اپنے گرد و غبار کے اندر ارواح نباتاتی کی
ایک بہشت حیات ہے، جس کے الزان جمال سے اس حیات کدہ ارضی
کی ساری دلفریبی اور رونق ہے، جس کی غذا بخشی انسانی خون
کیلئے سر چشمہ تولید ہے، اور جو اپنے اندر زندگیوں اور ہستیوں کا
ایک خزائنہ لا زوال رکھتی ہے! کیا اس کی وسیع سطع حیات
پرور پر ایک ذرہ ہستی بھی ہے، جو اس حقیقت اسلامی کے قانون
عالم سے مستثنیٰ ہو؟ کیا اس کی کائنات نباتاتی کا ایک ایک ذرہ
خداے اسلام کے قائم کیے ہوئے حدرد و نوامیس کا مسلم یعنی
اطاعت شعار نہیں ہے؟

بیچ جبکہ زمین کے سپرد کیا جاتا ہے، تو فوراً لے لیتی ہے،

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

۴ دسمبر ۱۹۱۲ء

عید اضحیٰ

—*—

اللہ اکبر! اللہ اکبر! لا الہ الا اللہ واللہ اکبر!

اللہ اکبر واللہ الحمد!!

—*—

اسوہ ابراہیمی و حقیقت اسلامیہ، جہاد فی سبیل اللہ و ذہاب الی اللہ!

—*—

فلما اسلمنا وذلک للعجبین، ونا دیناہ
اس یا ابراہیم! قد صدقت الرویا
انا کذا لک نعزی الیہ عینین، اس
ہذا لہو الجلال الہیین، وندیناہ
بذبح عظیم، وقرنا علیہ فی
الآخرین، سلم علی ابراہیم!
(۲۷ : ۱۰۴)

(۳)

حقیقت اسلامیہ

سب سے پہلے اس امر پر غور کرنا چاہئے کہ اسلام کی وہ کونسی
حقیقت تھی، جو حضرت ابراہیم کی زندگی پر طاری ہوئی، اور
جس کو قرآن کریم نے امت مرحومہ کیلئے "اسوہ حسنہ" قرار دیا؟
اسلام کا مادہ لفظ "سلم" ہے، جو باختلاف حرکات مختلف
اشکال میں آکر مختلف معانی پیدا کرتا ہے، لیکن لغت کہتا ہے
کہ "سلم" (بفتحین) اور "سلم" کے معنی کسی چیز کے سوئپ
دینے، طاعت و انقیاد، اور گردن جھکا دینے کے ہیں۔ اسی سے "تسلیم"
بمعنی سوئپ دینے کے، اور استسلم (ای انقاد و اطاع) آتا ہے، اور فی
الحقیقت لفظ "اسلام" بھی انہی معانی پر مشتمل ہے۔ قرآن کریم
میں ان معانی کے شواہد اس کثرت سے ہیں کہ ایک مختصر مضمون
میں سب کا استقصا ممکن نہیں، تاہم ایک دو آیتوں پر نظر ڈالیں
تو یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ مثلاً احکم طلاق کی آیات میں
ایک موقع پر فرمایا:

وان اردتم ان تسترضعوا اگر تم چاہو کہ اپنے بچے کو کسی دایہ سے
اولادکم فلا جناح علیکم درد پلوا تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ
اذا "سلمتم" ما ایتتم نہیں بشرطیکہ دستور کے مطابق انکی
بالمعروف - (۲ : ۲۳۳) ماؤں کو جو دینا کیا تھا، وہ انکے "حوالے کر دو"
اس آیت میں "سلمتم" حوالہ کر دینے کے معنی میں صاف
ہے۔ اسی طرح بمعنی اطاعت و انقیاد و گردن نہاد کے بیسیں
جگہ فرمایا ہے:

نکل چکا تھا -

جنگ طرابلس کی تمام خونریزیوں کے لئے تو سرادرد اور انگریزی حکومت 'دونوں قابل الزام رہے ہیں - اب جنگ بلقان بھی جوں جوں ترقی کرتی جائے گی ' اور بندگان - الہی کا جتنا کچھ خون اس جنگ میں بہتا جائیگا ' اسکے لئے بھی سرادرد گئے اور موجودہ انگریزی حکومت اسی درجے تک مرزد الزام رہے گی ' جس درجے تک کہ دیگر طاقتیں اور ریاستیں ہیں - پس مناسب ہے کہ تمام اسلام میں دنیا کو حقیقت حال کا اب پورا پورا علم ہو جائے -

پارساں انگلستان کے اختیار میں تھا کہ جس وقت چاہتا اپنے جنگی بیڑے کو بحر قلزم کی طرف حرکت دیدینا اور اطالیوں کے ترکی حدود پر نامردانہ حملے کی ہمیشہ کیلئے جزاکت کر رکھ دینا - مگر وہ ایسا کام کر کے لگا تھا ؟

میرا خیال ہے کہ روس اور اطالیہ کے ساتھ انگریزی گورنمنٹ کے شریک اور انکا ساتھی بن جانے کا اصلی سبب دنیا کو پوری طرح معلوم نہیں ہے - مجھے سن لیجئے کہ وہ کیا تھا - قسطنطنیہ کی وزارت سعید پاشا میں جرمنی کی طرفداری کی ہوا زوروں کے ساتھ چل رہی تھی ' اور یہ خیال بھی شاید کیا جا رہا تھا کہ سارا نیسا کا بندر گاہ طبرق ایک مدت معینہ کے لئے قیصر جرمنی کو اجارے پر دیدیا جائے تاکہ وہ اسے کوئلے کی ایک تجارت گاہ اور جنگی جہازوں کا ایک اسٹیشن بنائے - یہ افواہ اڑتی اڑتی ہمارے محکمہ خارجیہ کے دفتر تک بھی پہنچ گئی - بس پھر کیا تھا ! سرادرد گئے ' جنگی ساری مدبری کا راہبر اور رہنما وہ خوف ہے جو جرمنی کی طرف سے ان کے دل میں سمایا ہوا ہے ' اور جن کی روح جرمنی کا نام سننے ہی کانپ اٹھتی ہے - درے مارے حواس باختہ ہو گئے ' اور اسی سراسیمگی کی حالت میں جہت اطالیوں کو دن دھارے دیکھتی کی نہ صرف رضامندی ہی دیدی بلکہ بہت دور تک ان کے حامی بھی بن گئے - انہوں نے شاید خیال کیا ہوگا کہ اگرچہ اس حمایت میں بھی خطرہ ہے ' مگر اتنا نہیں ہے ' جتنا خدا نخواستہ جرمنی سے مقابل ہو جانے میں ہے - اسی خیال سے لڑتے کچنر بہادر کو جہت پت مصر بھی بھیج دیا گیا ' تاکہ وہ وہاں برطانیہ کی موجودہ غیر جانب داری بزور قائم رکھیں ' اور اس طرح اطالیوں کی مہمات میں ان کی مدد کریں - مجھے یقین رائق ہے کہ یہی وہ سچا اور اصلی سبب تھا ' جس نے انگلستان کو ایک ایسی برائی میں شریک کر دیا ' جس سے غالباً کوئی بھی مسلمان کسی حال میں درگزر نہیں کر سکتا -

میں پھر دن کے کی چوٹ کہتا ہوں کہ انگلستان اطالیوں کی اس نئی صلیبی لڑائی کو اپناتا ہی میں ایک ذرا سی گھڑکی سے رک سکتا تھا - اس کا اطالیوں کو ایک اشارہ کافی سے زیادہ ہوجاتا مگر انگلستان نے ایسا نہیں کیا ' بلکہ اسکے خلاف اطالوی فوج کو طرابلس کے میدان میں اترنے دیا - اس مداخلت بیجا کے لیے انہیں تنبیہ و سرزنش کرنا ایک طرف رہا ' اپنی مرافقت اور رضامندی سے کر آئے حوصلے بڑھا دیے - علاوہ بریں صرف اپنی ناطر طرف داری کے اعلان ہی پر قانع نہیں رہا ' بلکہ ساتھ ہی اس پر بھی زور دیا کہ مصر - جو خدائی قانون سے قطع نظر کر کے قوانین بین المللی کی رو سے بھی سلطنت عثمانیہ کو مدد پہنچانے کا پابند ہے - غیر جانب داری کا اعلان کرے ' اور اس ترکیب سے افریقہ کی عثمانی فوج تک خشکی کی راہ سے کمک پہنچنے کا راستہ بالکل بند کر دیا جائے - بعد ازاں جب دیکھا کہ اتنی حمایت سے تو کام نہیں بنتا ' اور اطالی اپنے شکار کو لقمہ بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکتی ' تو سرادرد اور ہمارے محکمہ

جنگ بلقان اور دول یورپ

— * —

انگلستان اور اسلام

(۱)

ایک معرہ سیاست انگریز اہل قلم کا انکشاف حقیقت

اور الہلال کے قیام و آزادی توفیق

— * —

جنگ بلقان کی حقیقت ' اور کیونکر یہ جنگ وقوع میں آئی ' اسکی پوری کیفیت میں اپنے پیچھے مہینے کے مراسلے میں مفصل بیان کر چکا ہوں کہ یہ جنگ محض ایک خود غرضانہ سازش کا نتیجہ ہے ' جس میں روس ' انگلستان ' اور اطالیہ ' تینوں حکومتیں برابر کی شریک ہیں - میں اس حقیقت کو آشکارا کر چکا ہوں کہ جب ان تینوں حکومتوں نے دیکھا کہ سلطنت عثمانیہ جنگ طرابلس کو موقوف کرنے اور ان شرطوں کو جو اطالیوں نے صلح کے لئے پیش کی تھیں ' منظور کرنے پر کسی طرح راضی نہیں ہوتی ' تو انہیں یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ کوئی چال ایسی چلنی چاہیے ' جس سے باب عالی کو خود بخود مجبور ہو کر اطالیوں کی شرطوں کو مان لینا اور ان کے آگے سر تسلیم خم کر دینا پڑے - آخر میں میں دیکھا چکا ہوں کہ یہی سازش عملی ترکیب کی صورت اختیار کر کے جنگ بلقان کی شکل میں نمودار ہوئی - بانیان سازش کو اس کا شان و گمان تک نہ تھا کہ یہ ترکیب عملی اسدرجہ کامیاب ہو جائیگی - بالخصوص سرادرد گئے کو تو شاید کبھی اس کامیابی کا خواب تک نہ نظر آیا ہوگا - انہوں نے اس سازش میں صرف اس خیال سے شرکت کر لی تھی کہ ترکوں سے ہار منوالینے کے لئے بلقانی ریاستوں کی طرف سے جنگ کی ایک مختصر سی دھمکی بس کر دیگی - ادھر بلقانیوں نے جنگ کی داستان چھیڑی ' ادھر باب عالی مضطرب الحال ہو گئی اور اس نے درے مارے سہم کر اور آنکھیں بند کر کے جہت شرائط صلح کی منظوری پر دستخط کر دیے ! کہاں کی جنگ اور کیسی لڑائی ؟ یہاں تک تو نوبت ہی نہ آئیگی - انگلستان کا ہیریدہ دوست کمال پاشا تو انگلستان کے ہر فرمان کو سر آنکھوں سے بچالانے کے لئے کب کا کمر باندھے کھڑا تھا ' لیکن اسکا کچھ بس نہیں چلتا تھا ' کیونکہ نوجوان ترکوں کا فراق ان حکموں کی بجائے کسی طرح موقع ہی نہیں دیتا تھا - اب بھی باوجود اس کے کہ بلغاریا میں لڑائی کا جن عرصہ و مہ کے سر پر سوار ہو گیا تھا ' اور جنگ ! جنگ ! کی پکار ہر نای کوچے سے آرہی تھی - ممکن نہ تھا کہ یہ سازش کامیاب ہو - انی اگر روس اور اطالیہ دونوں ملکر شاہ ماتھی نگر کو ' جو شاہ اطالیہ کا خسر ہے - شہ سے دے کر نہ ابھارتے اور گہراہٹ ہی حالت میں جلدی جلدی آئے میدان کارزار میں دھکیل کر خود اسیکی زبان سے جنگ کا اعلان نہ کرادیتے -

اس بات کا صاف طور پر پتہ نہیں چلتا کہ سرادرد گئے اس آخری کارروائی میں بھی شریک تھے یا نہیں - مگر میرا تو خیال ہے کہ بالموثر میں جب انہیں روسیہ سارا نوف (وزیر روس) کی زیارت کا انتہار حاصل ہوا تھا ' تو منجملہ اور بحث مباحثوں کے انہوں نے اس کارروائی کا تذکرہ بھی ضرور کیا ہوگا - اگرچہ آخری وقت سرادرد ہندوستان کے مسلمانوں کی اس عام ہرافروختگی راشننگی سے درگئے ' جس کا اظہار ان کی روسیوں کے ساتھ اس درجہ علانیہ دوستی اور شرکت پر کیا جانے لگا تھا اور اس کارروائی کو عمل میں آنے سے روک دینا چاہا ' لیکن اب یہ ارادہ لا حاصل تھا ' رقت ہاتھ سے

في السموات والارض حالانکہ آسمان و زمین میں کوئی نہیں
طوعاً و کرہاً الیہ جو اس دین الہی کا مسلم یعنی مطیع
ترجعون (۱۴۲ : ۳) و منقاد نہر۔

اور آسمان و زمین پر کیا موقوف ہے ؟ اگر خود اپنے اندر بھی
دیکھیے، تو جسم انسانی کا کونسا حصہ ہے، جس پر حقیقت اسلامی
طاری نہیں ؟ خود آپکو تو اس کے آگے جھکنے سے انکار ہے، لیکن اسکی
خبر نہیں کہ آپکے اندر جو کچھ ہے، اسکا ایک ایک ذرہ کس کے
آگے سر بسجود ہے ؟ دل کیلئے یہ شریعت مقرر کردی گئی کہ اپنے
قبض و بسط سے جسم کے تمام حصوں میں خون کی گردش جاری رکھے
کہ اسکا اضطراب و التهاب ہی روح کے سکون حیات کا ذریعہ ہے۔ نیز
حرکت کی ایک مقدار مقرر کردی، اور خون کے دخل و خرج کیلئے
ایک پیمانہ اعتدال بنا دیا۔ پھر ذرا اپنے بائیں پہلو پر ہاتھ رکھ کر
دیکھیے کہ اس عجیب و غریب مضغہ گوشت نے کس استغراق
و معویت کے ساتھ حقیقت اسلامی کا سر جھکا دیا ہے کہ ایک لمحہ
کیلئے بھی اس سے غافل نہیں، اور اگر ایک چشم زند کیلئے بھی
سرکشی کا سر اٹھائے، تو نظام حیات بدن کا کیا حال ہو ؟ اسی طرح
کارخانہ جسم کے ایک ایک پرزے کے تشریحی فرائض پر نظر ڈالیے۔
اور دیکھیے کہ آپکے اندر سر سے لیکر پاؤں تک جسقدر زندگی ہے، اس
حقیقت اسلامی ہی کے نظام سے ہے۔ انکھوں کا ارتسام انعکاس،
کانوں کی قوت سامعہ، معدے کا فعل انضام، اور سب سے بڑھ کر
طلم سرے دماغ کے عجائب و غرائب، سب اسی لیے کم دے
رہے ہیں کہ ”مسلم“ ہیں، اور حقیقت اسلامی کے اطاعت شعار۔
آپکے جسم کی رگوں کے اندر جو خون دوڑ رہا ہے، کبھی آپے یہ بھی
سوچا کہ کس کے حکم کی سطوت و جبروت ہے، جو اس راہ نور لیل
ونہار کو دوڑا رہی ہے ؟

وفي انفسکم افلا اگر باہر کی طرف سے تمہاری آنکھیں بند ہیں
قبصرون ؟ (۲۱ : ۵۱) تو کیا اپنے نفس کے اندر بھی نہیں دیکھتے ؟

اور یہی اشارہ ہے، جو اس آیت کریمہ میں کیا گیا ہے کہ :
سفرہم ایاتنا فی ہم ایذی نشانیاں عالم کائنات کے مختلف
الاتاق و فی الفہم اطراف و جوانب میں بھی دکھلائیں گے۔
حتی یتبین لہم اور انسان کے نفس کے اندر بھی، یہاں تک
انہ الحق - کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ دین الہی
برحق ہے۔ (۵۲ : ۴۱)

اور یہی حقیقت اسلامی کی وہ اطاعت شعاری ہے، جس کو
لسان الہی نے عالم کائنات کی تسبیح و تقدیس سے تعبیر کیا ہے۔
کیونکہ فی الحقیقت اس عالم کا ہر وجود اپنے فناے اسلامی کی
زبان حال سے اُس سبح و قدوس کی عبادت میں مشغول ہے :
تسبیح لہ السموات تمام آسمان اور تمام زمینیں، اور جو
السبح والارض و من کچھ انکے اندر ہے، سب کے سب اسی
فیہن، وان من شیء خدا کی تسبیح و تقدیس میں مشغول
الا یسبح بحمدہ، و لکن ہیں، اور کائنات میں کوئی چیز نہیں،
لا تقہون تسبیعہم جو زبان اطاعت سے اسکی حمد و ثنا اور
انہ کان غفوراً حایما تسبیح و تقدیس نہ کرتی ہو، مگر انکی اس
اوزا کو نہیں سمجھتے اور اسپر غور نہیں کرتے۔ (۴۵ : ۱۷)

مبین رکھتا ہے ! وہ، جسکی جبروت و عظمت کے آگے تمام کائنات عالم کا
سر جھکا ہوا ہے، کیسے مسلم شعارانہ انکسار کے ساتھ فاطر السموات کے
آگے سر بسجود ہے کہ ایک لمحے اور ایک عشر دقیقے کیلئے بھی اپنے
اعمال و افعال کے مقرر کردہ حدود سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا :

تبارک الذی جعل کیا مبارک ہے ذات قدوس اسکی، جس نے
فی السماء برجاً، آسمان میں (گردش سیارات کے) دائرے
وجعل فیہا سراجاً و قمراً بنائے اور اسمیں آفتاب کی مشعل روشن
منیراً (۲۵ : ۶۲) کردی، اور نیز روشن و منور چاند بنایا !!
پھر اسی طرح اور تمام اجرام سماویہ کو دیکھو، اور انکے افعال
و خواص کا مطالعہ کرو ! انکے طلوع و غروب، ایاب و ذہاب، حرکت
و رجعت، جذب و انجذاب، اثر و تاثر، اور فعل و انفعال کے لیے جو
قوانین رب السموات نے مقرر کر دیے ہیں، کس طرح انکی اطاعت
و انقیاد کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں ؟ یہی قوانین ہیں
جسکو قرآن کریم ”حدود اللہ“ کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے، اور یہی
”دین قیم“ ہے، جو تمام نظام کائنات کیلئے بمنزلہ مرکز قیام و حیات ہے۔
عالم ارضی و سماری کا کوئی مخلوق نہیں، جو اس دین الہی کا پیرو
نہر، اور آفتاب سے لیکر خاک کے ذرے تک کوئی نہیں، جو اسکی
اطاعت سے انکار کرے :

الشمس والقمر اسی کے حکم سے سورج اور چاند ایک حساب
بحسبان، والذبح معین پر گردش میں ہیں، اور تمام عالم
والشجر یسجدان، بناتات کے سر اسی کے آگے جھکے ہوئے ہیں
والسما رفعہا و رضع اور اسی نے آسمان کو بلندی قرار دیا اور
المیزان، الاتطغرافی (قانون الہی) کا میزان بنایا تاکہ تم لوگ
المیزان - (۵۵ : ۴) اندازہ کرنے میں حد عدل سے متجاوز نہ ہو۔

پس نظام شمسی میں جسقدر نظم و تدبیر ہے، سب اسی
”حقیقت اسلامی“ کا ظہور ہے۔ حقیقت اسلامی کی اطاعت
و انقیاد نے ہر مخلوق کو اپنے اپنے دائرہ عمل میں محدود کر دیا ہے،
اور ہر وجود سر جھکا ہوا ہے اپنے اپنے فرض کے انجام دینے میں مشغول
ہے۔ اگر زمین اپنے محور پر حرکت کرتی ہوئی اپنے دائرے کا چکر
لگاتی ہے، اگر آفتاب کی کشش اسکو ایک بال برابر بھی ادھر ادھر
نہیں ہونے دیتی، اگر ہر ستارہ اپنے اپنے دائرہ حرکت کے اندر ہی
محدود ہے، اگر تمام ستاروں کی باہمی جذب معیط ہمیشہ اس
تسویہ و میزان کے ساتھ قائم رہتی ہے، کہ عظیم الشان قوتوں کے یہ
پہاڑ آپس میں نہیں ٹکراتے، اگر انکی حرکت و سیر کی مقدار، اور اوقات
مقررہ میں طلوع و غروب، ایک ایسا نا ممکن التبدیل قانون ہے،
جسمیں کبھی کمی بیشی نہیں ہوتی، اور اگر :

لا الشمس یبغی لہا نہ تو آفتاب کے اختیار میں ہے کہ چاند
ان تدرک القمر، و جالے، اور نہ رات کے بس میں ہے
واللیل سابق النہار، کہ دن سے پہلے ظاہر ہو جائے، اور تمام
و کل فی فلک اجرام سماویہ اپنے اپنے دائروں کے اندر ہی
یسبحون (۳۶ : ۴۰) پیر رہے ہیں،

تو پھر اسے کیا معنی ہیں ؟ کیا یہ اعمال کائنات اس امر کی شہادت
نہیں ہیں کہ دنیا میں اصلی قوت صرف ”اسلام“ ہی کی قوت ہے،
اور اس عالم کا ہر وجود صرف اسلیئے زندہ ہے کہ وہ ”مسلم“ ہے، اور
حقیقت اسلامی اس پر طاری ہو چکی ہے ؟ ورنہ اگر ایک لمحہ کیلئے
بھی اس حقیقت کی حکومت دنیا سے اٹھ جائے، تو تمام نظام عالم
درہم برہم ہو جائے :

افغیر دین اللہ یبغون کیا یہ دین الہی کو چھوڑ کر کسی اور
حکماً ؟ و لہ اسلام من کے آگے سر جھکا نا چاہتے ہیں ؟



کار ملت ہمہ آشفته و ابتر گشته است * صف جمعیت ماہم صف ماتم باشد
آن کہ خرد خاتمہ زند گیش * آہ کو امت پیغمبر خاتم باشد
تو دیں غم کہ زرد زرد زمین نگذاریم

ما دیں فکر کہ سر رشته دین نگذاریم

درد دیں گر قفرے نیز بود بس باشد * زان گذشتیم کہ بحیار و نزون می باید
کار امروز بہ فردا نتوان باز گذاشت * زین سپس آنچه توان کرد کنون می باید
فرصت از دست بشد ہر چہ کنی زود بکن * این نہ کاری کہ درد مبرر سکون می باید
این چنین کار بہ تمکین و سکون بر ناید * اند کے نیز درین شیرہ جنون می باید
کار ملت نہ بہ افسانہ و افسون باشد * سینہ سوخته و درد درون می باید
شبلیہا رفت دعا شد قلم از دست بندہ * آہ پرسوز ' ردل آغشته بہ خون می باید

مانہ آئیم کہ جاہ و حشم می خورایم

دارا از ترنگاہ کرمے می خورایم

(بقیہ مضمرین صفحہ ۸)

سر ادرہ کرے کو اس بات کا پورا یقین اور اس خیال پر کامل
بہرہ تھا کہ کامل پاشا طرابلس کے ان عربوں کو جنہیں اطالوی اب
تک شکست نہ دے سکے تھے ' ان کی قسمت پر چہرہ کر اٹلی
کی پیش کردہ شرائط صلح منظور کرلیگا ' اور اس طریقے سے سلطان
کے اس شاہانہ اقتدار کو جو اسے ایک خالص اسلامی سرزمین پر
حاصل ہے - کمینہ پن کے ساتھ حملہ آوروں کے حوالے کر دیا - کامل پاشا
جو یہودی النسل ہے ' اور جو مدتوں انگلستان کا پناہ گزین اور
نمکخوار رہ چکا ہے ' قدرتی طور پر ایسی توقعات اور امیدوں کا
مستحق تھا -

سر ادرہ کرے کا یہ خیال کہ کامل پاشا سلطان کو دھوکا دینے
اور اپنے کو خلافت کا خائن ثابت کرنے میں کوتاہی نہ کریگا ' غلط
نہ تھا - مگر اس کا پورا نتیجہ جلد ظاہر نہ ہوا - قسطنطنیہ میں
اسلامی جذبات اتنے کمزور نہ تھے ' جو کامل پاشا کی کوششوں سے
دب جاتے - پس اسکے لئے اس سے بھی زبردست دباور اور حکمانہ
دھمکی کی ضرورت ہوئی -

اس انگلو رشین " اطالوی " سازش کے سب سے اخیر
جلے میں جنگ بلقان صرف دھمکی ہی کی صورت میں نہیں
رہی ' بلکہ اسکی ابتدا بھی کرہی گئی - بلغاریا اور سربیا پر ایک
حد تک (آسٹریا) کا رعب غالب تھا ' اور اگرچہ ان ملکوں میں
جنگ ' مغربی مائدہ عوام میں حد سے زیادہ زور کرآیا تھا ' پھر بھی
یہاں کے پٹشاہوں پر اس کا اثر زیادہ نہیں پڑا تھا - دونوں اپنے کوروئے
ہوئے بیٹھے تھے ' مگر شاہ مائٹی نگرہ ' جسکی بیٹی ملکہ اطالیہ ہے '
اس بات پر آمادہ ہو گیا اور داماد کی خاطر آسٹریا کی بھی ناراضگی کا
خیال دل سے بہا دیا " سلطان کو آخری دھمکی اعلان جنگ ' اور عملی
مضامانہ کارروائی کے ذریعے دیدی گئی ' اور آج ہم سن رہے ہیں
کہ وہ شرمناک معاہدہ جسکا مطالبہ سلطان سے کیا گیا تھا - اطالویں
کے ساتھ ہو رہا ہے اور اس پر منظوری کے دستخط بھی کیے جا رہے
ہیں ! میری رائے تو یہ ہے کہ عثمانی خلافت کے اس بقیہ اسلامی
اقتدار کا جو اسے بحیثیت حکومت کے حاصل ہے ' اس کارروائی کے
ذریعے بالکل خاتمہ کر دیا گیا ' باقی آئندہ

خارجیہ کے دفتر نے اطالیوں کو ساحل عرب پر کھلے بندوں گولہ باری
کرنے کی پوری پوری اجازت مرحمت فرمادی - پھر جب اس سے
بھی مقصد ہر آری ہوتی نظر نہ آئی ' تو نا طرفدارانہ حمایت کا
ایک قدم اور آگے بڑھا ' اور پہلے جزائر ایجیون اور پھر جزیرہ رودس پر
قبضہ کر لینے کی ترکیب انہیں سجدادی - اور آخر میں درہ دانیال پر
گولہ باری کی دھمکی کا بھی خیال ان کے دل میں القا کر دیا - لیکن
یہ ساری ترکیبیں بے سود ثابت ہوئیں ' اصلی مطلب کسی ایک
سے بھی پورا نہوا :-

اطالیوں کے ان تہلہ دزدانہ اور راہزنانہ حملوں کے لیے انگلستان
آٹناہی مجرم اور جواب دہ ہے جتنا کہ پولیس کا وہ چوکیدار اس چور
کے جرم کے لیے قرار دیا جاسکتا ہے ' جسے وہ اپنے ساتھ لیجا کر کسی
گھر پر نقب زنی کر نیکیے لیے چہرہ دے - گھر بھی ایسا ' جسکی
حفاظت کے لیے خود بھی چوکیدار اس جگہ متعین کیا گیا ہوا !
بالآخر جب سر ادرہ کرے نے دیکھا کہ نوجوان ترکوں کی مجلس
پر ان ساری دھمکیوں کا ذرا بھی اثر نہیں پڑتا ' اور وہ اس سے مس
نہیں ہوئی بلکہ حب الوطنی کے جوش میں بدستور بھری ہوئی
ہے ' تو انہوں نے روسی حکومت کے ساتھ ایک دستاویز قرارداد
کر لی ' جسکا پہلا اور فوری مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح سعید
پاشا کی وزارت کو اقتدار سے گرا دے ' اور اسکی جگہ کوئی ایسی
مجلس قائم کرے ' جس کے ارکان انگریزی احکم کے پورے مطیع اور
فرمانبردار ہوں - روسی حکومت نے پہلے تو البانیا میں فتنہ و فساد
پھیلا یا - پھر فوجوں کو یہ امید دلا کر غدر برپا کرانے کی تدبیر کی
جائے لگی کہ معزول سلطان عبد الحمید پھر سے تخت پر بٹھایا
جائے گا - خوش قسمتی سے باب عالی نے عبد الحمید کو سالونیکا سے
قسطنطنیہ لا کر پہلے سے زیادہ محفوظ مقام میں مقید کر دیا اور اس طرح
اس فساد کی جڑ ہی کٹ دی - اسکے بعد بلقانی ریاستوں کو جسکی
سامان ہم پہنچائے اور لڑائی کی تیاریاں کرنے پر ابھارا ' یہ سارے
دسانس روسیوں کے تھے ' مگر اسمیں انگریزوں کا اشارہ بھی کم کر رہا
تھا - اس کارروائی سے جو نتیجہ مد نظر تھا وہ بالآخر نکل آیا ' اور
قسطنطنیہ میں ایک ایسی وزارت قائم ہو گئی ' جس میں سب سے
زیادہ اقتدار کامل پاشا جیسے یورپین سیاست کے حلقہ بگوش غلام
کا حاصل ہے -

ترکیب بندی

— : * —

از حفظه مولانا شبانی نعمانی مدنی

— (: *) —

اے کہ نیرنگ سرا پرده عالم دیدی * جاہ کیخسرو و فرحشام جم دیدی
گونه گون بازی گردون به نگه آریدی * پیکر آرائی این در شده طایم دیدی
مسند آرائی جم را به نظر آریدی * تاج سلجوق و خم طره دیلم دیدی
داستانهای جهانگیری خسرو خواندی * زور بازو کمند افکن رستم دیدی
فره افسر و دیهیم تماشا کردی * سر بر افر لختن رایت و پر جم دیدی
هم جهانگیری شمشیر و سنان بشنیدی * هم طرا زندگی خامه و خاتم دیدی
الغرض هر چه جهان را سر سامان باشد * همه را دیدی و خود گیر که پیهم دیدی
خود گرفتیم که در جاره که دولت و جاہ * آنچه هو گزنتوان دید ' تو آن هم دیدی
لیک بالا تر ازین جمله جهانے دگرست

که در و کالبدے دیگر و جانے دگرست

عالم هست که آنجا سخن از جان باشد * عالم هست که دردش همه درمان باشد
عالمے هست که هر ذره او را به فروغ * پنجه در پنجه خورشید درخشان باشد
عالمے هست که آن جا به ره و رسم نیاز * چرخ و انجم همه سر بر خط فرمان باشد
خاک او معتکف دیلم و سلجوق بود * در گمش سجده که قیصر و خاقان باشد
سخن آنجا رود از منبر و محراب دعا * گر حدیثت همه از گنبد و ایران باشد
تو حدیث از جم و کیخسرو و دارا گوئی * سخن آنجا ز مسیم و ز سلیمان باشد
سامری دم نتواند زن آنجا که خود او * پنجه بر تافته موسی عمران باشد
داستانهای تو افسانه شاه است و وزیر * حرف آن بزم زیغمبر و یزدان باشد
گفتگرے تو ز توقیع و ز فرمان و آنجا * سخن از وحی و ز الهام و ز فرقان باشد
تو حدیث از جم و دارا بسرائی و آنجا * گفتگر از عمر و حیدر و عثمان باشد
هیبت دره عدل عمری برگزیند * گر حدیثت ز دم خنجر خاقان باشد
توبه فرموده اسپنسر و بیکن لازی * سخن آنجا همه از گفته یزدان باشد
کم ز آلیس جهانداري سولن نبود * آن اساع که بر آورده نعمان باشد
زین دو عالم که ترا در نظر آمد اکنون * تو کرا خواهی و کارت بچه عنوان باشد

هان نگرییم که آن گیری و این بگذاری

حیف باشد که تو سر رشته دین بگذاری

خوش برد این که ترا جاہ و حشم هم باشد * لیکن حیف ست اگر حرمت دین کم باشد
ملک و دین هر دو بیا گشته نیروی هم اند * اندران کوش که این باشد و آن هم باشد
بایدت سعی بدان سان که بهر داوریدی * دین و دنیا بهم آمیزی و توام باشد
شرط اسلام نباشد که به دنیا طلبی * التفات توبه دین نبوی کم باشد
روز بازار بود فلسفه و هندسه را * نامه شرع پراکنده و درهم باشد
رسم اسلام نباشد که بتعمیل علوم * هیئت و هندسه بر شرع مقدم باشد
نکته شرع به افسانه برابری بنهی * یورپ ارگپ زند آن نیز مسلم باشد
حل هر مسئله فقه ز یورپ طلبی * شرع پیش تو ز تقویم کهن کم باشد
وین نه سنجی که ز آلیس خود دور بود * اینکه بیگانه به هم رازی معرم باشد
از ابوبکر و عمر هیچ به یادت ناید * گرمی بزم تراز سوز اعظم باشد
در سخن بگذرد از سیرت و شان نبوی * هر چه گرئی همه از گفته ولیم باشد
آنچه حق ست ترا در نظر آید باطل * آنچه شهد است بکم تو همه سم باشد

اب میں اس فیصلہ کن جنگ کا اختتامی حصہ بیان کرنا کہ جو مثل ایک قدامت کے افسانہ خیز ہے۔ ممکن ہے کہ اس لڑائی کا شمار دنیا کی معدودے چند قطعی لڑائیوں میں کیا جائے! فی الواقع دوبرہ تک محمود مختار جس دلیری اور جان بازی سے بڑھتے ہوئے چلے آ رہے تھے وہ ایک تعجب انگیز اقدام تھا، لیکن افسوس کہ تین بجے کے بعد سے حالات متغیر ہو گئے اور انکا اقدام بالکل روک دیا گیا۔

عبد اللہ اور اسکے اسٹاف کے افسروں نے صاف سمجھ لیا کہ حالت قریب قریب مایوسی کی ہے، تاوقتیکہ اس آخری رقت میں بھی کوئی ایسی تدبیر اختیار نہ کی جائے، جس سے لڑائی کا رخ پھیر دیا جاسکے۔ راترلو میں نپولین نے گرجی کی آمد کا اس اضطراب کے ساتھ انتظار نہ کیا ہوا، جو اس رقت عبد اللہ کے دل میں محمود مختار کے بڑھنے آنے کی خبر کے لئے موج زن تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ اگر دشمن کی اس صف کو جو دوسری آرمی کور کے مقابل ہے۔ آلت نہ دیا جائیگا، تو میدان ہاتھ سے جاتا رہیگا۔

ترکی فرج کی اس رقت کی حالت میں پھر ایک بار بیان کئے دیتا ہوں۔ چوتھی کور کے پسپا ہو کر پیچھے ہٹا دیے جانے سے انکا میسرہ بالکل دشمنوں کے نرغے میں آ گیا تھا۔ پہلی کور، جو چوتھی کور کے پیچھے ہی تھی، رفتہ رفتہ ہمت ہارتی جاتی تھی۔ دوسری کور اگرچہ بارجود دشمنوں کی خوفناک گولہ باری کے اپنی جگہ پر قائم تھی، لیکن صاف نظر آ رہا تھا کہ خود بڑھ کر حملہ کر دینا اب اسکے بھی امکان میں نہیں رہا تھا۔ دائیں جانب سرے پر پچھلی صف میں تیسری کور بھی رکی ہوئی تھی۔ ایسی حالت میں اگر محمود مختار اب بھی پسپا کر دیا جائے اور چوتھی اور پہلی کور ذرا اور دور تک پیچھے ہٹا دی جائے، تو دوسری کور کے لئے جو نصف دائرے کے قوس کے مرکز پر ہوگی، یہ خطرہ پیش آ جائیگا کہ کہیں بقیہ فرج سے الگ ہو کر دائیں بائیں گھر نہ جائے۔ (باقی آئندہ)

عربی و ترکی تارک سے تار پرقیاں

— * —

شورلو پر عثمانی قبضہ

(انضولی حصار ۱۱ نومبر)

ہماری فرج نے موضع (شورلو) کو ایک شدید معرکہ کے بعد واپس لے لیا۔ بلغاریوں کو سخت نقصان برداشت کرنا پڑا۔ ہماری فرج کو غنیمت میں چند توپیں اور سامان جنگ ہاتھ آیا۔

چٹلجا میں ایک عظیم الشان کامیابی

— * —

۳۶ توپیں و ذخائر جنگ، ۸ ہزار بلغاری قیدی، مقتولین و مجروحین بیشمار۔

(۱۷ انضولی حصار)

جیش عثمانی اور بلغاریا میں ایک ہولناک معرکہ ہوا، جس میں ۸ ہزار بلغاری قید ہوئے، ۳۶ توپیں غنیمت میں ملین اور انکے مقتول و مجروح بیشمار۔ ہماری فرج آگے بڑھی ہے۔ انشاء اللہ العزیز اس معرکہ عظیمہ کا خاتمہ بھی ہماری کامیابی پر ہوگا۔

گھنٹوں دشمن کے پھٹنے والے گولوں کے منہ پر جمی رہی۔ یہ ایک نہایت سخت نازک موقعہ تھا، دشمن کے مہلک گولوں کی بے امان بارش ہو رہی تھی، مگر بارجود اس کے ترک پورے استقلال کے ساتھ گولوں کے سامنے کھڑے رہے، وہ نہ تو آگے بڑھ سکتے تھے، اور نہ چاہتے تھے کہ پیچھے ایک انچ بھی قدم ہٹائیں!

ادھر تو دوسری کور کے سامنے یہ زہرہ گداز لڑائی ہو رہی تھی، ادھر بلغاریوں نے عبد اللہ کی فرج کے قلب اور میسرہ پر کئی حملے کر دیے تھے، جو کسی طرح ادھر کے حملے سے کم سخت نہ تھے۔ اس حملے میں چوتھی کور تو بائیں بازو کے سرے پر تھی۔ اور پہلی کور لولی برغاس اور ترک بے کے بیچ میں۔ اس حملے کا سارا زور چوتھی کور پر پڑا۔ جو خود ہی کم زور ہو رہی تھی۔ اور یہی وہ جان باز کور تھی جس نے شب گذشتہ کو پہاڑوں پر کے ان تمام مورچوں کو جو لولی برغاس کے سامنے تھے۔ دشمن سے محفوظ رکھا تھا۔

یہاں بھی ترکوں کی مدافعت کا راستہ دشمن کے توپخانے کی بڑھی ہوئی گولہ بازیوں نے مسدود کر دیا۔ وہی ترکی ناکامی کی اصلی علت پیش آئی کہ ترکی باٹولیاں گولہ بارود کی کمی کے سبب سے جنگ میں کوئی حصہ نہیں لے سکیں! بارجود اسے اس پیدل فرج سے جوانمردوں کی طرح لڑنے کی توقع کی جانے لگی، جو فاقہ کشی اور تکان سے نیم جان ہو رہی تھی! دن بھر بلغاری ترکوں کے میسرہ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ جب ریلوے اسٹیشن پر قبضہ کر لیا، تو وہ چوتھی کور کی حدود کے آگے تک پھیل گئے۔ چونکہ اب راہ کے مسدود ہو جانے کا خوف پیدا ہو گیا تھا، اسلئے چوتھی کور کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔ صالح پاشا کے رسالے نے پوری جوانمردی کے ساتھ چاہا کہ بڑھ کر دشمن کو آگے بڑھنے سے روک دے، مگر اسکی بھی کوشش رائگاں گئی۔ اور دشمنوں کی خوفناک گولہ باری کے آگے ہار ماننا پڑا۔ کیونکہ ترکوں کے پاس گولہ بارود ہی نہ تھا، جس کے بغیر اب محض شجاعت اور جانفروشی کلم نہیں دے سکتی تھی، عبد اللہ اور انکے اسٹاف کے افسروں کو جو ساکڑ کوئی کے سامنے تھے۔ دشمن کی دھواں دار آتشباری۔ جو اس رقت فرج کے بائیں بازو پر ہو رہی تھی، چوتھی کور کا رفتہ رفتہ گھرتا جانا اور پسپا ہونا، صاف نظر آ رہا تھا۔ اس بات کا خطرہ ہر لحظہ بڑھتا جاتا تھا کہ کہیں یہ آکر اس حملے کو گھیر نہ لیں، اور پہلی اور دوسری کور کے شورلو تک واپس جانے کے راستے کو مخدوش نہ کر دیں۔

دو بجتے بجتے عبد اللہ کی فرج کی حالت بالکل نازک ہو گئی۔ پاس کا عالم چھا گیا۔ افسر لوگ سب کے سب درویشین لے لے کر ریزا کی جانب اتر پورب کی طرف دیکھنے لگے۔ اس طرف سے محمود مختار تیسری کور کے ساتھ بڑھنے آنے کی جان فروشانہ کوششیں کر رہا تھا، اور صبح سے لے کر اسوقت تک ایک سخت اور خونریز جنگ جاری تھی۔ گو ٹھیک ٹھیک کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ حالت کیسی ہے؟ لیکن تاہم پھٹتے ہوئے گولوں کے دھولکے سے اس بات کا صاف پتہ چلتا تھا کہ تیسری کور اب تک استقلال کے ساتھ آگے بڑھتی چلی آ رہی ہے۔

خبر رساں خبریں لے لے کر پہنچے تھے کہ محمود مختار اپنے سامنے سے دشمنوں کو ہٹاتا ہوا اور راستہ صاف کرتا ہوا، بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ دشمن کی جو فرج اس کا مقابلہ کر رہی ہے اس میں بے ترتیبی اور بد انتظامی پھیلتی جاتی ہے۔ امید ہے کہ وہ پھر ہوتے ہوئے وہ دوسری کور کے بائیں بازو تک پہنچ جائیگا۔

شہنشاہ عثمانیہ

اقرار حقیقت

مسٹر ارشمیدہ بارٹلت کا مراسلہ قلعہ رافی

(سلسلہ اشاعت گذشتہ)

تھی جس میں کامیابی کی ذرا بھی شکل نظر آئی تھی۔ اس خیال سے کہ تیسری کور کو ریزا سے یہاں تک پہنچ جانے کے لئے کافی وقت مل جائے۔ عبد اللہ نے دوسری کور کے افسر شفقت طرغڈ پاشا کو حکم دیا کہ ”اپنی پوری کور کو۔ نہیں تو جتنے لوگ کور میں باقی رہ گئے ہیں صرف انہیں کو لیکر آگے بڑھو۔ اور دشمنوں پر حملہ کر دو“

شفقت طرغڈ پاشا نے فوج نہایت عظیم الشان دلیری کے ساتھ اس حملے کے لئے آگے بڑھی۔ کوئی آدھ میل تک توپوں اور بندوڑوں کی قطار لگادی گئی۔ اور سر فرزند ترک کھلے میدان پر گولہ باری کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ وہ ان جھڑپوں تک پہنچ کر جن کا ذکر پہلے کرچکا ہے۔ قریب قریب نظروں سے غائب ہو گئے۔

کچھ دیر تک تو دیکھنے والوں کو یہی یقین ہوتا رہا کہ حملہ ضرور کامیاب ہوگا۔ کیونکہ فوج نہایت ہمت و استقلال کے ساتھ آگے بڑھتی گئی۔ دشمن کی طرف سے صرف اسکا توپخانہ تھاجران آتے ہوئے ترکوں کا مقابلہ کر رہا تھا۔ مگر ایک بیک بندوڑوں کی زور شور کی آواز میدان میں گونج اُٹھی۔ اور ساتھ ہی ساتھ بے شمار تل کی بندوڑوں کی ہولناک گرج بھی سنائی دینے لگی۔ آواز اسقدر مہذب اور شدید تھی کہ سننے والوں کے کان بند ہو رہے تھے۔ ایک تھوڑی ہی دیر کے بعد تمام منظر میں خاموشی چھا گئی۔

پھر کیا دیکھتے ہیں کہ ترکوں کی بقیہ جماعت جھڑپوں میں۔۔۔ نکلی چلی آ رہی ہے! ان کی پوری آدھی تعداد توپوں کا نشانہ بن چکی تھی۔ پس ماندوں میں ترتیب اور انتظام باقی نہ رہا تھا۔ چھوٹی چھوٹی گولیوں میں وہ اپنے حامی اور مخمصر دستوں کی طرف ہٹتے چلے آ رہے تھے۔ افسروں کی بھی کوشش تھی کہ اور زیادہ ہٹنے سے فوج کو روکیں، لیکن انکی کوشش کارگر نہیں ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ تمام لوگ اس مقام۔۔۔ پہنچے پہنچ گئے، جہاں ہم کھڑے تھے۔

ترکوں کی دو باتریوں نے اس نازک وقت میں مدد دینے کی کوشش کی۔ اور دشمن کی توپوں کی طرف گولے برسائے۔ شروع کر دیے۔ مگر چونکہ یہ باتریاں نظر نہ آتی تھیں۔ دشمن کی گولہ باری پر ان کا اثر ذرا بھی نہ پڑا۔ صرف اتنا ہوا کہ دشمن کے پھٹنے والے گولے جن کے سبب سے ترکوں کی فوج میں اس قدر ہل چل پیدا ہو گئی تھی، ان توپخانوں کی طرف بھی آئے۔ لگے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میدان جنگ میں ترکوں کے پاس اگر کچھ بارود اور تھی، تو انہیں دو باتریوں میں بھی نہیں۔ یہ باتریاں بھی تھوڑی ہی دیر میں نکمی کر دی گئیں۔ ان میں سے ایک کے کل توپچی کم آگئے۔ صرف سات باقی بچے۔ دیکھ کر قلمے بنانے لگے۔ پر ہٹا کر لائے گئے۔ ان چھ نئی جماعتیں ان باتریوں کو لاکر رکھنے کی غرض سے بھیجی گئیں۔ دوسرے دن میں نے اس باقربانی نہایت غور سے معائنہ کیا۔ دشمن کے پھٹنے والے گولوں نے توپوں کے شیلڈ کو بالکل تباہ کر دیا تھا۔ اور ایک پورا گولہ توپ کے شیلڈ کے اندر سے نکل گیا تھا۔

جن واقعات کا میں اس وقت ذکر کر رہا ہوں۔ دیکھنے کے وقت ظہور میں آئے تھے۔ اس وقت کچھ دیر کے لئے دوسری کور آگے بڑھتے بڑھتے یکایک رک گئی، اور پیدائہ فوج دور تک پیچھے ہٹ آئی۔ اور یہاں

صبح ہی کے وقت مجھے عبد اللہ پاشا کے ساتھ ایک مختصر سی گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ بظاہر اگرچہ وہ ہر طرح مطمئن معلوم ہوتے تھے، مگر ان کے بشرے سے صاف ٹپکتا تھا کہ ان کا دل ہجوم انکار سے بھرا ہوا ہے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا ”اب آپکا کیا ارادہ ہے؟“ میں نے جواب دیا ”اگر آپ اجازت دیں تو میں اختتام جنگ تک آپ ہی کے ہمراہ رہوں۔ بعد ازاں میں کسی طرح شورلوں چلا جاؤنگا۔ ممکن ہے کہ وہاں میرے گھوڑے ملجائیں“ عبد اللہ نے کہا ”آپ سیدھے ان پہاڑوں پر چلے جائیں جو ترک بے کی جانب ہیں۔ وہاں سے آپ کو اصلی جنگ کا نظارہ تمام و کمال نظر آلیگا۔“

اتنا کہہ کر جنرل ارز ان کے اسٹاف کے افسر اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ میں اور اسمد بھی ان کے پیچھے مگر ان کے ساتھ چل دیے۔ یہ راستہ ان نیچے نیچے پہاڑوں تک جاتا تھا جو ساگز کوئی کے سامنے ہی ہیں۔ راہ میں مجھے میدان جنگ سے بھٹکے ہوئے بہت سے سپاہی نظر آئے۔ جو ادھر سے ادھر مارے مارے پھر رہے تھے۔ ان کی تعداد سینکڑوں بلکہ ہزاروں تک پہنچتی تھی۔ انہیں دیکھ کر مجھے حیرت و استعجاب نے گھیر لیا کہ الہی یہ کیا ماجرا ہے! انہیں تو اس وقت اپنی پلٹنوں کے ساتھ میدان جنگ میں ہرنا تھا۔ یہ اس طرح کھانے کی تلاش میں یہاں کہاں کہاں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ ان کے اسٹاف کے افسر ہر چند چاہتے تھے کہ کسی طرح سمجھا بوجھا کر انہیں میدان جنگ کی طرف پھیر دیں۔ مگر ان کی یہاں کون سننا تھا؟ اکثر ان کی حالت تو درحقیقت واجب الرحم تھی۔ نا تو ان سے در قلم چلنا بھی انہیں دوسرے تھا۔ متواتر تین دن تک کسی قسم کی غذا کا حلق سے نہ آتھا۔ اور پھر اسی حال میں براہِ دروز تک لڑتے رہنا۔ کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے!

جس پہاڑی پر عبد اللہ پاشا نے اپنی جگہ قرار دی تھی یہ گویا اس نصف دائرے کے قوس کا مرکز تھا جو لولی برعاس اسٹیشن کی ریلوے سوک سے شروع ہوئے قارا غاش تک بنتا ہے۔ تھوڑے ہی عرصے میں یہ بات ظاہر ہو گئی کہ بلغاری چاہتے ہیں، ترکوں کے میسرہ کو یا تو بالکل تتر بتر کر دیں، یا پیچھے ہٹادیں۔ نیز اگر ممکن ہو تو شورلوں سے پیچھے ہٹنے والی فوج کا راستہ رک دیں۔ ساتھ ہی ساتھ قلب کی فوج کو بھی جو خود عبد اللہ کے ماتحت ہے تباہ و برباد کر ڈالیں۔ یہ نہروں کے تو دوسری آرمی کور کا مقابلہ کر کے آگے بڑھنے سے روکتے رہیں۔

عبد اللہ پاشا نے یہ تدبیر سوجی تھی کہ میسرہ میں پہلی اور چوتھی کور کو قائم رکھے، اور قاب فوج سے جس میں اس وقت دوسری کور کے سپاہی تھے، دشمنوں پر حملہ کر دے، پھر محمود مختار کی ماتحتی میں تیسری کور کو اچانک ان کے میسرہ پر بھیج دے، اور اس طرح انکا خاتمہ کر دے۔ سچ پوچھتے تو یہی ایک تدبیر

موجودہ جنگ

اور عثمانی مشکلات

(مقتبس از جرائد آستانہ)

— * —

(۱) ریاستہائے متحدہ عرصہ سے جنگ کے لئے تیار ہو رہی تھیں۔ اعلان جنگ انہیں باہم ملے پا چکا تھا۔ یہ محض قیاس ہی نہیں بلکہ بین واقعہ ہے۔ ایک روسی اخبار اعلان جنگ سے ایک ماہ قبل پیشنگوی کر چکا تھا کہ ۱۵ اکتوبر کو اعلان جنگ ہوگا۔ لیکن دولت علیہ جنگ طرابلس کی طرح اس موقع پر بھی دول کے پرفریب اقوال کو بارر کرتی رہی اور وقوع جنگ کی تصدیق نہ کی۔ یہاں تک کہ ۱۷ اکتوبر کو حقیقت منکشف ہوگئی اور دشمنوں نے اعلان جنگ کر دیا۔

اعلان جنگ کے بعد دولت علیہ نے انصوری سے لشکر روانہ کرنا شروع کیا، لیکن خواہ کتنی ہی جلدی کی جاتی، مگر دشمنوں کی برابر ہی نہیں کی جاسکتی تھی۔ کیونکہ وہ پہلے سے تیار تھے، انکے شہر تلگ اور مختصر تھے، اور اس پر مزید یہ کہ میدان جنگ کے موقع بہت قریب اور سرحد بالکل متصل۔ اسلئے انہوں نے فوراً فوج جمع کر لی اور سرحدوں پر پہنچ کر عثمانی حدود میں بڑھنے لگے۔ جب کہ دشمن کی طرف سے اس حد تک کارروائی ہو چکی تھی، تو اس وقت دولت عثمانیہ انصوری سے فوج بھیج رہی تھی !!

بارجود اس کوشش کے جو دولت علیہ نے فوج کی روانگی میں کی، پھر بھی ۳ لاکھ سے زیادہ تمام مقامات جنگ میں جمع نہ کرسکی۔ یہ ایک راز ہے جسکا افشا پلے ممکن تھا، مگر چونکہ نتائج ظاہر ہو گئے ہیں، اسلئے اب انکے اظہار میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) عثمانی دشمن کو نہایت حقیر و کمزور تصور کرتے تھے۔ جس افسر سے پوچھا جاتا تھا، یہ جواب دیتا تھا کہ میری طاقت کافی ہے۔ اس کے معنی یہ نہ تھے کہ درحقیقت ان کو اپنی تعداد و سامان جنگ کی طرف سے اطمینان تھا، بلکہ واقعہ یہ تھا کہ وہ موجودہ ریاستوں کی فوج کو حقیر سمجھتے تھے، اسلئے یہ خیال تھا کہ اگر اتفاقاً ہم ان سے تعداد میں یا سامان میں کم بھی ہونگے، تو بھی اپنی شجاعت و جنگ جوش کی وجہ سے غالب رہینگے۔ حالانکہ یہ انکی سخت انصوری غلطی ہے، خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ بلغاریا نے ایک ایسی باقاعدہ فوج تیار کر لی ہو، جو یورپ کی بہترین باقاعدہ فوجوں کے برابر ہو۔ یونان نے اپنی فوج کی اصلاح کر لی ہو۔ سروریا نے بھی لشکر میں غیر معمولی اضافہ کر لیا ہو، اور یہ چھوٹی سی ریاست مانتی نیکر ۴۵ ہزار کی جمعیت فراہم کر لینے کیلئے مستعد ہو جائے۔ پھر سب سے زیادہ یہ کہ ہول یورپ انکر در پردہ مدد دے رہے ہوں۔ ہزاروں روسی جنہیں مدد ما افسر اور مانتو تھے، وہ بالآخر بکر بلقا نی فوج کی طرف سے لڑنے جاتے ہوں۔ مالی مدد بے شمار سی جا رہی ہو۔ اور روسی جنگی جہاز علاقہ طور پر (طونہ) آتے ہوں اور ہر قسم کا ضروری سامان پہنچاتے ہوں۔

(۳) بلغاریائی اس یقین کے ساتھ اڑتے تھے کہ، اگر یورپ انکی پشت پناہی کے لیے موجود ہے، خواہ وہ غالب ہوں یا مغلوب، تو انکی بالشت ہر زمین نہیں لے سکتی۔ اسی ضرورت سے آغاز جنگ میں دول نے اعلان کر دیا تھا کہ بلقان کا نقشہ کسی حالت میں نہیں بدلائے گا۔

لیکن عثمانی کی حالت اس سے بالکل مختلف تھی۔ اسکو یقین تھا کہ خواہ کتنی ہی شاندار کامیابیوں سے نصیب ہوں اور کتنی ہی درتک وہ دشمن کے ملک میں بڑھتا ہوا چلا جائے،

مگر جہاں سے وہ گیا ہے وہیں اسکو واپس آنا پڑیگا۔

(۴) لوگ کہتے ہونگے کہ ارناؤط، وہ خونریز جشع و قہر، کہاں ہے؟ مگر ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ ارناؤط اب نہیں رہے۔ بیشک انہیں سے چند ہزار بطور والتیر کے شریک جنگ ہوئے، لیکن اس قوم کی تعداد کے لحاظ سے انکی تعداد کچھ بھی نہیں تھی۔ ارناؤطوں کی طرف سے یہ عذر دیا گیا تھا کہ اسلحہ لے لینے کی وجہ سے وہ بے دست و بازو ہیں مگر جب دولت عثمانیہ نے انہیں ہتھیار تقسیم کیے، تو کچھ تو ہتھیار لیکے چلے گئے، اور بعضوں نے دولت عثمانیہ سے انتقام لینا چاہا، چنانچہ اکثروں نے ترکی افسروں کا تعاقب کیا اور بعض سروریا کی فوج میں چلے گئے جو عرصہ دراز سے ان میں دسائس کے جال پھیلا رہی تھی، اور جسمیں گرفتار ہونے کے بعد وہ اسکی مخالفت کی جرات نہیں کرسکتے تھے۔ اسلامی دنیا کو عنقریب ان مسلمانوں کی پوری حالت معلوم ہو جائیگی، اور یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ ان مسلمانوں سے، جو لاطینی رسم الخط میں لکھنا رسم الخط قرانی کے مقابلہ میں زیادہ پسند کرتے ہیں، نصرت دین کی امید ہرگز نہیں رکھنی چاہیے۔ لیکن اس موقع پر ان بلغاریائی مسلمانوں کی غیرت دینی کی بے اختیار داد دینی پڑتی ہے جو یوماق کہلاتے ہیں، اور جنہوں نے دولت عثمانیہ کی نصرت و حمایت میں واقعی گرانقدر حصہ لیا، البتہ یہ ضرور ہے کہ انکی تعداد بہت کم ہے۔

(۵) سامان غذا کی فراہمی میں سخت کوتاہی ہو رہی ہے۔ غذا بہت عرصہ کے بعد ملتی ہے۔ حتی کہ بعض اجنبی ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ چار چار دن اس حالت میں گزرے ہیں، کہ سپاہیوں کو ایک سوکھا بسکت بھی نہیں ملا !!

(۶) آج قسطنطنیہ میں ۱۵ ہزار زخمیوں سے زیادہ آئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ان زخمیوں کی تعداد تیس ہزار سے زیادہ ہے لیکن مجروحین کی کثرت عثمانی فوج کی کمزوری یا میدان جنگ سے بھاگنے کی علامت نہیں ہے کیونکہ جنگ کی حالت قدرتی طور پر اسی کی مقتضی تھی۔ اس کے مقابلے میں دشمنوں کی حالت دیکھنی چاہیے کہ ہمارے ایک شہید کے مقابلے میں بلا شائبہ اغراق دس سے کم مقتول نہیں ہوئے ہیں۔ بلغاریا کے شفا خانے زخمیوں سے بھرے پڑے ہیں، مگر وہ اپنے نقصانات کے اخفا کی سخت کوشش کر رہی ہے اور اسمیں بڑی حد تک کامیاب بھی ہوگئی ہے۔

(۷) ہمارے فوجی افسروں کا سیاست میں حصہ لینا اور اتحادی اور ائتلافی پارٹی فیلنگ کے بھی عثمانی فوج کو ضرور نقصان پہنچا یا۔ ہماری فوج میں ایسے افسر موجود تھے جو قیام قسطنطنیہ کے زمانہ میں ہر اس فتنہ و فساد کا، جس سے اتحادیوں کو نقصان پہنچ سکتا ہو، نہایت جوش قلبی سے خیر مقدم کرتے تھے، خواہ وہ بجائے خود کتنا ہی سخت ملک کیلئے ضرر رساں ہو۔ ان افسروں میں بعض نئی پارٹی کے ایسے حامی تھے جنہوں نے ارناؤط کے بانگیوں سے سازش کر لی تھی، صرف اسلئے تاکہ انجمن اتحاد و ترقی کو شکست ہو۔

لیکن با این ہمہ اگر یورپ جھوٹے وعدوں سے فریب نہ دیتا، اور باب عالی ان پر اعتماد نہ کر لیتی اور اسکے بعد دفعۃً اعلان جنگ نہ ہوجاتا، تو ہماری فوج کی شجاعت تمام گروہ بندیوں اور باہمی اختلافات کی تلافی کر دیتی، اور اول حملے ہی میں صوفیا پر ہمارے قدم ہوتے۔ مگر مجبوروں نے ہم کو صرف مدافعت پر مجبور کر دیا اور مدافعت کی مہلت میں، حملہ کی طیاری کرنی پڑی۔

(۷) یہ واقعہ پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ جب محمود شوکت پاشا سے کہا گیا کہ وہ حدود یونان پر عثمانی فوج کی کمان قبول کریں

موجودہ تھی اور دیگر مقامات میں بھی کڑی مزید کمک نہیں پہنچ سکی تھی۔ یہی سبب ہے کہ عثمانی فوج مصطفیٰ پاشا اور قرق کلیسا میں ہت آئے پر مجبور ہو گئی، لیکن با این ہمہ موانع، جب اس جنگ کے پورے حالات دنیا کے سامنے آئیں گے تو یورپ دیکھے گا کہ اس چاروں طرف حملہ کے مقابلے میں عثمانی فوج نے جیسی مدافعت کی اور حملہ آوروں کی زندگی کا جس طرح برباد کیا، اس کی نظیر مسیحی یورپ اپنی بڑی بڑی تاریخی مدافعتوں میں بھی نہیں دیکھتا۔

لیکن یورپ کے اخبارات کی یہ حالت ہے کہ وہ صرف دشمن کی خبریں شائع کرتے ہیں اور دیدہ و دانستہ حق کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اخبار طان میں آپ کو اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ملیگا کہ آج فلاں مقام کے معرکہ میں سرخیا کو ۱۰۰ توپیں ملیں۔ کل کے فلاں معرکہ میں ۱۲۰ توپیں بلغاریوں کے ہاتھ آئیں۔ فلاں مقام پر بلغاریوں نے عثمانی فوج کو سخت شکست دی۔ ۵۰۰۰ ہزار عثمانی گرفتار کر لیے۔ دس ہزار گھوڑے، اسقدر بائیریاں، اسقدر سامان جنگ ملا۔ ہم یہاں ان خبروں کو پڑھتے ہیں، اور ہنستے ہیں، کیونکہ ان کا دسرا حصہ بھی بہ مشکل صحیح ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ عجیب ماجرا یہ ہے کہ معرکہ قرق کلیسا میں حکومت بلغاریا نے عثمانی توپوں کے ملنے سے انکار کر دیا، مگر یورپ کے اخبارات نے مشہور کیا کہ بلغاریا کو ۱۲۰ توپیں ملیں!

محمود مختار پاشا بفضلہ تعالیٰ بصورت تمام میدان جنگ میں عثمانی شجاعت کے جو ہر دکھا رہے تھے مگر ان بداندیشوں نے اڑادیا کہ گرفتار ہو گئے۔ اس سے زیادہ غضب یہ کیا کہ پرنس عزیز بقید حیات موجود ہیں اور دنیا میں مشہور کر دیا کہ انہیں محکمہ جنگ کے حکم سے گولی مار دی گئی۔ اس خبر کی بنا پر بعض مصری اخبارات نے خاندان خدیوہ کو مخاطب کر کے تعزیت کے مضامین تک لکھنا شروع کر دیے۔

بیشک عثمانی فوج پیچھے ہٹی۔ اور کیسے نہ ہڈی کہ مجبور تھی۔ مگر اس طرح ہٹی، کہ معرکہ میں جتنے شہید ہوئے، اس سے کہیں زیادہ دشمن کے تہ تیغ کیے۔ غنیمت میں بے شمار توپیں اور بکثرت دیگر سامان جنگ ملا۔ ہزارہا آدمی گرفتار کیے۔ عثمانی فوج نے کڑی مقام سخت مدافعت سے پہلے نہیں چھوڑا۔ یہ ایسی بات ہے کہ اس کا اعتراف دشمن بھی اپنی زبان سے کر چکے ہیں۔ مگر اس کا کیا علاج کہ دشمن تعداد سے کہیں زیادہ نکلے، عثمانی ارکان جنگ کا یہ اندازہ تھا کہ چاروں رہاستیں ۶ لاکھ سے زائد فوج جمع نہیں کر سکتیں، جنہیں سے ۴ لاکھ ۵۰ ہزار جنگ آرا ہو سکیں گے۔ لیکن میدان جنگ میں معلوم ہوا کہ جنگ آرا فوج کی تعداد ۷ لاکھ سے بھی زیادہ ہے اور بعض اندازہ کرنے والے تو کہتے ہیں کہ ۸ لاکھ تھی۔ یورپ کے مستند اور وقیع جرائد کا بھی ایسا ہی بیان ہے۔ یہ تعداد ان یونانی، مالیسری، اور غدار عیسائیوں کے علاوہ ہے جو عثمانی ممالک میں تھے اور جنگ کے چھوٹے ہی دشمنوں سے جاکر مل گئے، یا جنہوں نے گاؤں جلا دیے، تار کٹ دیے، عمارتیں منہدم کر دیں، پل اڑا دیے، ریل کی پٹریاں اولت دیں۔ اس وقت دولت عثمانیہ عجیب کشمکش میں تھی، نہ صرف چار بیرونی دشمنوں سے مقابلہ کرنا تھا جو مختلف مقامات پر نہایت تیزی سے بے درجے حملے کر رہے تھے، بلکہ ان لاکھوں اندرونی دشمنوں کا بھی مقابلہ کرنا تھا، جو متفرق فسادات برپا کر کے دولت علیہ کو یکسر ہی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے نہیں دیتے تھے۔

اسی تاریخ کو شریعی پاشا المرد کو تار دیتے ہیں (چٹلجا) میں کل سے ایک شدید معرکہ جاری تھا، دشمن کے میمنہ کو عظیم الشان شکست ہوئی۔ بطل الکبیر - محمود مختار پاشا کے زیر کمان فوج نے ما فوق العادت شجاعت و بسالت دکھائی۔ ۸ ہزار بلغاری گرفتار ہوئے اور بہت سی توپیں اور ذخائر جنگ غنیمت میں ہاتھ آئے۔

موجودہ جنگ کے متعلق اہم معلومات

تازہ عربی و عثمانی دآک سے

قرق قلعتی

المرد کا نامہ نگار قسطنطینیہ سے ۵ نومبر کو لکھتا ہے:۔

ناظم پاشا جس وقت میدان جنگ پہنچے ہیں تو یہ وہ وقت تھا کہ فوج کی قلت، موسم کی نامساعدت، اور عیسائی عثمانی فوج کی غداری سے عثمانی مشرقی فوج قرق کلیسا کے چھوڑ دینے پر مجبور ہو چکی تھی اور انتظامات و حالات بہت ابتر تھے، لیکن ناظم پاشا نے پہنچتے ہی حالات جنگ بالکل بدل دیے اور اسی تھوڑی سی فوج کو لیکر متوکلاً علی اللہ جنگ جاری کر دی۔ یہ جنگ پانچ دن تک متواتر جاری رہی، اور بلغاریا کو اسقدر شدید نقصان پہنچا، کہ گذشتہ پورے تین ہفتوں کے اندر مجموعی جنگ کے اندر اسقدر نقصان نہوا ہوا۔

اس جنگ میں مشرقی فوج کا میمنہ بدستور، محمود مختار پاشا کے زیر کمان تھا، جس نے جنگ کے پہلے در دنوں کے اندر ہی حریف کو عظیم الشان شکستیں دیں، اور آگے بڑھ کر بارہا ان کے سامان جنگ پر شجاعانہ قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد یہ حصہ (بنار حصار) کی طرف بڑھا، اور اس تمام عرصہ میں میسرہ اور قلب برابر بلغاری حملوں کو روکتا رہا۔ اور باوجود قلت فوج و سامان جنگ ہر مرتبہ دشمن کو سخت نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا گیا۔ لیکن عثمانی ارکان جنگ نے اس کے بعد چاہا کہ انکی فوج دشمن کو گھیر لے، ایسا ہونا ممکن نہ تھا، کیونکہ انکی تعداد بہت کم تھی اور اب تک مزید کمک نہیں پہنچی تھی، پس طے پایا کہ فوج کی ابتدائی صفیں چھوٹی کر دی جائیں اور استعمالات چٹلجا کی طرف واپسی کا حکم دیا جائے تاکہ وہاں اللہ قدامت کا انتظام کیا جائے۔ کل دن تک فوج کی یہی حالت تھی۔ واپسی کے متعلق عینی شہادتیں موجود ہیں کہ بالکل انتظام کے ساتھ ہوئی۔ فوج میں کسی قسم کی بے ترتیبی یا پراگندگی نہ تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ عثمانی فوج کو بلغاریوں نے نہیں بھگا یا، بلکہ وہ خود مصلحتاً پیچھے ہٹ آئی تھی۔

لیکن بلغاریا نے عثمانی فوج کی واپسی کی جو تفصیل بھیجی ہوگی، اسمیں عثمانی فوج کے نقصانات اور اپنی غنائم کی مقدار میں خرب دل کھول کر کذب بیانی رہنماں سرائی کی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ دولت عثمانیہ کے مقابلہ میں دفعۃً جنگ شروع کی گئی، دشمن کی فوجیں نہایت تیزی کے ساتھ ہر طرف سے اس وقت بڑھ کر مجتمع ہوئیں، جب کہ وہ فوج کی کافی تعداد جمع نہیں کر سکی تھی۔ دنیا کو تعجب کرنا چاہیے کہ جس وقت بلغاریا اور اس کے پس پردہ معارن در لاکھ کی جمیعت رافر علاوہ سروریا اور مانتھی نیگر کے، میدان میں بھیج رہے تھے، اس وقت کل ۶۰ ہزار بے سامان فوج مصطفیٰ پاشا سے لیکر ایدریا نرپل تک

یورپین ترکی اور ریاست ہائے بلقان

آستانہ سے مقصود قسطنطنیہ اور ادرنہ سے ایدریا نرول ہے۔ "سک حدید" یعنی ریلوے سوک کا خط اور "حدود" سے مقصود وہ روٹی جدول ہے جو ترکی کی حدود حکومت کو ریاست ہائے بلقان سے ممتاز کرتی ہے۔



فہرست

زراعت ہلال احمر

ان اللہ اشتری من المومنین انفسهم و اموالهم بلان لهم الجفہ
(۳)

بذریعہ جناب منشی محمد یوسف حسن خان صاحب فاروقی از بھرپال -

روپیہ آنہ پائی

جناب محمد یوسف حسن خان صاحب

جناب منشی منظور احمد صاحب

جناب سید یوسف حسین صاحب

جناب دلاور خان صاحب

جناب عبد الحق صاحب

جناب منیر الدین صاحب

جناب یعقوب علی صاحب

جناب مولوی عبدالحمید صاحب

جناب نبی داد خان صاحب

جناب سید احمد علی صاحب

جناب سلطان الحسن صاحب

جناب گھلہ خاں صاحب برقدار

جناب گھسیا صاحب

جناب رضاییک صاحب

جناب وزیر حسن برقدار صاحب

جناب شمشاد علی صاحب

جناب اعجاز نبی صاحب افسر

(باقی آئندہ)

جارے ہیں۔ اسوقت بہ مشکل شہر بھر میں کڑی ایسی درشیزہ لڑکی ملے گی جس کی عصمت انکی دست درازی سے محفوظ رہی ہو۔

(۷) محمد شکری افندی مفتی فلی پولی کے گھر میں بلغاریوں کا ایک گروہ گھس گیا اور انکی بیوی کی طرف دست درازی کرنی چاہی وہ روکنے کے لئے آئے، تو انکو اسقدر مارا کہ زیست کی امید نہیں۔

(۸) ادھم رحیمی افندی ایک ترکی اخبار کے اڈیٹر ہیں، انکو قید کر دیا ہے۔ نہیں معلوم زندہ بھی ہیں یا نہیں۔ کیونکہ سنا ہے کہ قیدیوں کو کھانا نہیں دیتے۔ اور گولی یا تلوار سے مارنے کے بدلے فاقے کی تکلیف میں مبتلا کر کے مار ڈالتے ہیں۔

سب سے آخری خبر جوفلی پولی سے مرسل ہوئی ہے، یہ ہے کہ تمام مسلمان شوقاے شہر کو امام شہر محمد افندی کے گھر میں حکماً جمع کیا گیا اور ایک شخص کو دروازہ پر اسلیے کھڑا کر دیا کہ کسی کو گھر سے نکلے نہ دے۔ اس کے بعد تمام عیسائی مسلمانوں کے گھروں میں پھیل گئے اور بے بس عزتوں کی عفت و عصمت پر حملہ آور ہوئے۔ ایک بلغاری فرجی افسر ایک نوجوان مسلمان کے گھر میں گھسا، افسر کے ہاتھ میں ایک چہہ نال کا طینچہ تھا۔ یہ طینچہ اس کے سینہ پر رکھ دیا، اور کہا کہ اگر وہ اپنی بیوی حوالے نہ کر دے گا، تو اسی طینچہ سے اسکا خاتمہ کر دیا جائیگا۔ چونکہ وہ نہتا تھا، اسلیے ایک روشن دار سے سڑک پر کود کر بھاگ گیا، تاکہ اپنی آنکھوں سے یہ بے عزتی نہ دیکھے۔

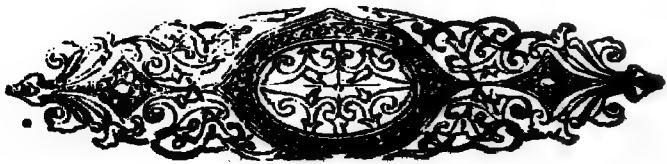
شہلجا میں اجتماع افواج عثمانی

— * —

(از قسطنطنیہ ۵ نومبر)

اس شدید جنگ کے بعد جر عثمانی شرقی فوج اور جنود بلغاریہ میں ۴ یا ۵ دن تک لڑائی رہی، ہماری فوج نے یہ بھی مناسب سمجھا کہ خط چٹلجا کو آئندہ کیلئے اجتماع افواج کا مرکز بنائے۔ امید ہے کہ اس سے ہماری قرق قلعی کے نقصانات کی تلافی ہو جائیگی۔ ایسی جنگ میں جو آجکل جاری ہے صرف قرق کلیسا کی ناکامی کوئی مہتم بالشان نہیں ہو سکتی۔ جنگی نقطہ خیال سے فیصلہ کن مقامات قابل اہتمام و فیصلہ کن ہوتے ہیں جن کے بعد جنگ کا جاری رہنا نا ممکن ہو جاتا ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مجملہ آخر ترین معرکہ کے حالات بیان کر دوں۔

قرق کلیسا کے آغاز جنگ میں ہم بالکل فتعیاب تھے۔ بلغاری میدان جنگ میں اپنے مجروح و مقتول اور ذخائر کی مقدار کثیر چھوڑ چھوڑ کے بھاگ رہے تھے۔ بلغاری افسروں نے فوج کی یہ حالت دیکھی تو اسکو مختلف موقعوں پر جمع کرنا شروع کیا، اور اس عرصہ میں ایک عظیم الشان کمک بھی پہنچ گئی۔ سب سے زیادہ یہ کہ رومانیہ کی طرف سے ہزاروں کی تعداد میں والنتیور آگئے۔ ان والنتیوروں میں بہت سے افسر بھی شامل تھے۔ نئی کمک اور روسی رومانی جمعیت نے بلغاری فوج میں نئی طاقت پیدا کر دی۔ اسوقت بلغاریوں کی طرح ہمارے بھی کڑی تازہ کمک مل گئی ہوتی، تو باوجود قلت تعداد و سامان جنگ کے صوفیا میں جاکر دم لیتے۔



دراپوں نے یہ عذر کر کے صاف انکار کر دیا کہ میں صرف ۱۵ ہزار فوج سے ایک لاکھ بیس ہزار فوج ہوا، مقابلہ نہیں کر سکتا، خواہ میری فوج کتنی ہی شجاع ہو۔

غازی مختار پاشا کا بیان

— * —

عثمانی فوج کی مشکلات کی نسبت

— * —

غازی مختار پاشا نے ایک فرانسیسی نامہ نگار سے دوران گفتگو میں فرمایا کہ رسد پہنچانے کے ذرائع ہمارے پاس بالکل نہیں ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے بہادر سپاہیوں کو چار چار دن تک بے آب و دانہ لڑنا پڑا۔ ایسی حالت میں اگر قرق کلیسا سے پیچھے نہ ہٹتے تو کیا کرتے؟

عثمانی قواد (کمانڈر) نے غور کیا کہ بایں قلت تعداد و عدم آذوقہ و سامان یہاں رہنا مناسب نہیں۔ انکو ایک ایسے میدان کی جستجو تھی جہاں وہ مزید کمک کا انتظار کر سکیں اور جو انکی فوجی نقل و حرکت کے لیے مناسب ہو۔ اس مقصد کے لیے چٹلجا کا میدان سب سے زیادہ موزوں تھا۔ چنانچہ افسروں نے اسی میدان کی طرف ہٹ آنے کا حکم دیدیا۔

یہاں ہماری فوج آنے والی فوج کا انتظار کر سکتی ہے اور فوج کے دونوں بازو یعنی میمنہ و میسرہ نہایت سرعت سے آگے بھی بڑھ سکتے ہیں اور پیچھے بھی ہٹ سکتے ہیں۔ قلب کے لیے یہ بالکل آسان ہے کہ برابر اقدام کرتا رہے۔

بلغاریا کے مظالم

— * —

(۱) اوائل اکتوبر میں چند مسلمان اسٹیشن پر گئے۔ وہاں چند عیسائی بلغاریوں نے ملکر انکو اسقدر مارا کہ بے ہوش ہو گئے۔ (۲) (دو غانچلر) کے بلغاری (ارد اللہ) کے مسلمان باشندوں پر چڑھ آئے۔ کچھ تو بھاگ گئے، جو بچے، انکو بلغاریوں نے قتل کر دیا۔ اس طرح (نادارکوی) اور (محمود کوی) کے مسلمانوں کو بھی بکثرت مقتول و مضروب کیا۔

(۳) زار غرد کے ایک مسلمان سے ایک ہزار پانچ چھین لیے۔

(۴) (اسکی جمعہ) کے لوگوں نے تمام دکانیں بند کر دی ہیں اور مسلمان گھروں میں چھپ گئے ہیں۔ کیونکہ نکلنے میں تو عیسائی تمسخر کرتے ہیں اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے ہیں۔

(۵) بلغاری حکومت نے فوج کے لیے جبراً مسلمانوں کے تمام جانور لیلے ہیں۔ دستکاروں کو بگاڑ میں پکڑ لیا گیا ہے اور ان سے شب و روز فوج کی خدمت گزاری کرائی جاتی ہے۔ بلغاری مسلمانوں کے گھروں میں گھس جاتے ہیں اور نقد غلہ وغیرہ جو بچہ پاتے ہیں، لے آتے ہیں۔ مردوں کو پکڑ لیجاتے ہیں اور ان سے مسلم پولیس کی خدمت لیتے ہیں، کیونکہ مسلم پولیس جسطرح تھی، وہ فوج کے ہمراہ چلی گئی ہے۔ راہ میں مسلمانوں کے جسطرح گھر، مسجدیں، اور مدرسے پڑتے ہیں، سب پر لشکر کے رھنے کے لیے قبضہ کر لیا جاتا ہے۔

(۶) (فلی پولی) میں قریباً سب مسلمان ہیں۔ وہاں بلغاریوں کے ظلم اس درجہ وحشیانہ ہیں کہ لڑکی مسلمان اسکو سنکر اپنے اپنے مین نہیں رہ سکتا، بشرطیکہ مسلمان ہو۔ جان و مال تو ایک طرف رہا، مسلمان عورتوں کی عفت پر بھی حملے کیے

لَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتَامَىٰ وَالنِّسَاءِ إِلَّا بِطَرِيقٍ مَّعْرُوفٍ ۚ وَإِذَا حَضَرَ عَمَلَ ذُو الْقُرْبَىٰ وَالْغَنَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالنِّسَاءُ فَأْكُلُوا مِنْهُمَا بِكُرْبَىٰ وَلَا تَلْمِزُوا لَهُمَا فَيَكْفِرُوا بِمَا أَكَلُوا فَالْيَمُ إِلَىٰ النَّارِ ۚ وَتُحْضَرُ السُّبُحَةُ ۖ فَاقْرَأُوا بِهَا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْزُقُوا الْيَتَامَىٰ وَالنِّسَاءَ مِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ ۚ إِنَّكُمْ أَغْلَظُونَ ۚ وَإِذَا حَضَرَ عَمَلَ ذُو الْقُرْبَىٰ وَالْغَنَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالنِّسَاءُ فَأْكُلُوا مِنْهُمَا بِكُرْبَىٰ وَلَا تَلْمِزُوا لَهُمَا فَيَكْفِرُوا بِمَا أَكَلُوا فَالْيَمُ إِلَىٰ النَّارِ ۚ وَتُحْضَرُ السُّبُحَةُ ۖ فَاقْرَأُوا بِهَا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْزُقُوا الْيَتَامَىٰ وَالنِّسَاءَ مِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ ۚ إِنَّكُمْ أَغْلَظُونَ ۚ

لَا تَقْرَبُوا

ایک ہفتہ وار موصوٰر سالہ

میر رسول غرضوی

اساتذہ کرام کے مکتبہ

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپے
ششماہی ۴ روپے ۱۲ آنہ

کلکتہ : جہاں شنبہ ۱ محرم الحرام ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, December 11, 1912.

نمبر ۲۲

جلد ۱



الله

قیمت
سالانه ۸ روپيه
ششمايي ۱ روپيه ۱۲ آه

ایک ہفتہ وار مصوٰر سالہ

Calcutta: Wednesday, December 11, 1912.

- فہرس

— * —

۱ شذرات
۵ یا للعار ۱۱
مقالہ افتتاحیہ
۶ عید اضیٰ نبی (۴)
۹ مقالات
انکساق اور اسلام نبی (۴)
مراسلات
۱۰ احیاء دعوت نرانی اور مقتضیات حالیہ
۱۱ دعوت الہلال کی نسبت
مکاتبات
۱۰ خطاب بہ رائٹ افریدیل سید امیر علی
۱۱ شہنشاہ عثمانیہ
۱۲ انکشاف حقیقت نبی (۳)
۱۳ ایک بہترین مگر مظلوم قوم
۱۴ کامل پاشا کا اپنے دوستوں سے شکوہ
۱۵ عثمانی ڈاک

— * —

غازي انور پاشا عربي لباس ميں
جامع طرابلس پر علم صليب
جامع فلي پولی ۽ ديوان صحراي و منبر

شاہکوٹ

ضلع — شیخوپورہ

مدرسہ جامعہ اشرفیہ

- جامعہ اشرفیہ: عرصہ دراز سے علاقہ بھر میں علمی، اصلاحی، تدریسی، تبلیغی اور سماجی خدمات انجام دے رہا ہے۔
- جامعہ اشرفیہ: میں مقامی طلباء کے علاوہ مختلف مقامات سے تقریباً یکصد سے زائد طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔
- جامعہ اشرفیہ: میں موقوف علیہ تک درس نظامی کی تعلیم دی جاتی ہے اور قرأت و تجوید بھی پڑھائی جاتی ہے۔
- جامعہ اشرفیہ: میں محنتی، قابل اور مستند اساتذہ، مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب (درجہ کتب) اور قاری محمد شریف صاحب (درجہ تدریس) کو تعلیم دینے میں ہمہ وقت مصروف ہیں۔
- جامعہ اشرفیہ: میں صبح درس قرآن مجید اور بعد نماز عشاء درس حدیث ہوتا ہے۔ نیز مدرسہ میں افلاک کا کام بھی جاری ہے۔
- جامعہ اشرفیہ: کی طرف سے وقتاً فوقتاً لوگوں کے عقائد کی اصلاح کے لئے تبلیغی جلسے منعقد کروائے جاتے ہیں۔
- جامعہ اشرفیہ: کا سالانہ میزانیہ و کل اخراجات مع تعمیرات و کتب وغیرہ ایک لاکھ روپے کے لگ بھگ ہے۔
- جامعہ اشرفیہ: کا کوئی سیفر نہیں۔ اور نہ ہی کوئی مستقل آمدنی محض تو کلاً علی اللہ دین کا کام جاری ہے۔
- جامعہ اشرفیہ: بیرون طلباء کے قیام و طعام علاج اور دیگر ضروریات کا فیصل ہے۔

شورایت کہ آوازہ منصور کہن شد

من از سر نو آواز دہم دار و رسن را
وہ اپنے دور کا امام احمد بن حنبل جس نے اپنے دور
کی طاغوتی طاقت کے خلاف کلمہ حق بلند کر کے اپنے
پیشرو کی طرح تنگی پیٹ پر اگرچہ کوڑے نہیں کھائے۔ لیکن
سنت دار و رسن پر عمل کرتے ہوئے اپنی اور دیگر جیلوں کے
گوشہ تنہائی میں عمر کا ایک حصہ گزار دیا۔

جس کے اعجاز نطق پر تقریریں شاعرانہ کے نوک قلم سے
سیدہ تحریر فگار، وہ ہند کا امام ابن تیمیہ وہ مرد آزاد، ابوالکلام
ازاد، ترجمان القرآن کا مفسر، اہلال و البلاغ کا رئیس التحریر۔
جس نے اہلال کے ذریعے مردہ قوم کی رگوں میں حمیت و
غیرت اسلامی کا خون دوڑایا۔ اور فرنگی سے ٹکرائی۔ ہم اپنے دلوں
کے پرچم اس کی عظمت کے آگے خم کرتے ہیں۔

مولانا، عبد اللطیف، مہتمم مدرسہ جامعہ اشرفیہ شاہکوٹ، امیر نظام العلماء، ضلع شیخوپورہ

کیاس کی گتھریاں کھولی گئی تھیں اور اس سے مقصد یہ تھا کہ ان تمام معاملات کے اندر ”مسئلہ مصر“ کے فیصلے کی جلدی بھی یورپی طرح شامل ہے۔

مسٹر بلنٹ کے مضمون سے ان میں سے ہر بات کی توثیق ہوتی ہے اور حالات نے بھی یکے بعد دیگرے ظاہر ہو کر انکی صداقت منکشف کر دی ہے۔ ایک زمانہ تھا جب ترکی کا سب سے بڑا دشمن روس سمجھا جاتا تھا، لیکن اب فی الحقیقت اسلام کا سب سے بڑا دوست انگلستان ہے اور آج دیرہ دو سال سے اسلامی دنیا کے مختلف گوشوں میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کے اندر ایک ہی ہاتھ ہے، جو کلم کر رہا ہے۔ اٹلی کا حملہ اس وقت شروع ہوا، جب لارڈ کچنر مصر پہنچ گئے، اس لیے کہ مسئلہ مصر کے فیصلے کیلئے یہی وقت مرزوں سمجھا گیا تھا، پھر جب سعید پاشا کی وزارت نے صلح سے انکار کر دیا، تو کامل پاشا کو اٹھایا گیا، اور البانیا میں شورش پھیلانی گئی، اب بلقان کیلئے صلح کی کانفرنس تجویز کی گئی ہے اور سر ایڈورڈ گرے یورپ کو دعوت دیتے ہیں کہ البانیا، جزائر ایجیڈین اور درانیال کے مسائل پر بحث کی جائے، ادھر احکام کے اجرا کیلئے سر ایڈورڈ گرے ہیں، اور ادھر سر بسجود ہونے کیلئے کامل پاشا۔ کہا جاتا ہے کہ لندن میں کانفرنس کے انعقاد کی تجویز خوں کامل پاشا نے پیش کی ہے، اور یہ کیا بعید ہے جب ایسا ہونا پیشتر سے طے شدہ تھا۔ اب جو کچھ کانفرنس میں ہوا، اسکو بھی مسٹر بلنٹ نے یورپی صداقت کے ساتھ سمجھا ہے اور تمام حالات اس قدر صاف ہیں کہ تھوڑے سے قائل کے بعد ہر ذی عقل آئندہ موسم کی حالت بتلا سکتا ہے۔

مسٹر بلنٹ نے جس وقت یہ مضمون لکھا تھا، اس وقت لڑائی کے صرف چند ابتدائی ایام گزرے تھے، اور صلح کانفرنس کا ابھی کسی کرگمان بھی نہ تھا، لیکن ناظرین دیکھیں گے کہ انہوں نے لندن میں کانفرنس کے انعقاد کی نسبت جو پیشین گوئی کی تھی وہ کس طرح معجز ثابت ہوئی، اور خبر کے ایک حصے کی صحت ہمیشہ باقی حصوں کی صحت کیلئے ضمانت ہوا کرتی ہے۔

جس وقت کہ اس جنگ کے ابتدائی ایام اندرہ جلد جلد گذر رہے تھے، ترکی شکستوں اور فراروں کی خبریں غیر منقطع تھیں، صبح کو آنکھ کھلتی تھی، تو انتظار ہوتا تھا کہ کہیں قسطنطنیہ کے مفتوح ہرجانے کی خبر رپورٹر ایجنسی کے دفتر میں نہ پہنچ چکی ہو، اس وقت ہمارا قلب مضطرب اور روح غمگین تھی، لیکن ناظرین متعجب ہونگے کہ اچکل، جب کہ عثمانی ثبات و استحکام کی خبر پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے، شعلہ کے استحکام نے مقدونی امیدوں کا خاتمہ کر دیا ہے، بلغاریا کی بکلی ہلاکت اور باہمی ایک ناقابل انکار صداقت ہے، اور جنگ نہیں، بلکہ صلح کا میدان ایک سرزمین امن و عدل میں گرم ہونے والا ہے، اس وقت سے بدرجہا زیادہ مضطرب الحال، اور غمگین و محزون ہیں۔ دیونکہ اس وقت دشمن نما دشمن کی تلوار سے مقابلہ تھا، جسکا جواب بہر حال تلوار سے دیا جاتا، اور اب درست نما دشمن کی صلح سے ہے، جسکی کاٹ کیلئے کوئی ڈھال نہیں:

امید صلح ازل با شکیب ایوب ست

کہ دشمن آشتی انگیز و درست محجوب ست

ممکن ہے کہ کانفرنس میں انگلستان کی طرف سے ایک نمائشی حمایت ترکی کیلئے ظاہر کی جائے، جیسی کہ برلن کانگریس میں لارڈ سالسبری نے اسٹریا کو بوسنیا اور ہرزیگوینا دلاتے ہوئے دکھلائی تھی، لیکن یہ بھی صرف اس سے ہوا کہ بموجب کسی خفیہ قرار داد، جو شاید کامل پاشا کے ساتھ ہو چکا ہے، اس کے معارضے میں

منحوس کے ساتھ۔ دنیا دیکھے گی۔ کہ وہ اس تخت کے سامنے اگر سر بسجود ہو گی!

الہلال کے دوسرے یا تیسرے نمبر میں ہم نے ایک افتتاحیہ مضمون ”قسطنطنیہ میں تصادم احزاب“ کے عنوان سے لکھا تھا، اور پھر اس کے بعد نمبر (۱۲) میں ایک دوسرا مضمون ”تزاحم احزاب و تنافس اقلام“ کی سرخی سے لکھا تھا۔ ناظرین کے پاس اگر الہلال کی فائل محفوظ ہو، تو براہ کرم ان دونوں مضمونوں پر ایک نئی نظر ڈال لیں، اور اس کے بعد (مسٹر بلنٹ) کا وہ مضمون پڑھیں جو پچھلے نمبر اور آج کی اشاعت میں ”انگلستان اور اسلام“ کے عنوان سے درج کیا گیا ہے، ساتھ ہی گذشتہ چند ماہ کے حوادث و واقعات کو بھی پیش نظر رکھیں، اور پھر غور فرمائیں کہ جو خیالات الہلال نے ظاہر کئے تھے (اور جو مسلمانان ہند کے عام خیالات و رجحان کے بالکل مخالف تھے) وہ کیونکر حرف بحرف ظاہر ہو رہے ہیں، اور مسٹر بلنٹ کا انکشاف سرائر کس درجہ انکا مرید ہے؟

ہم نے پہلے مضمون میں لکھا تھا کہ ”حزب الحرۃ والا لتلاف“ کی نئی پارٹی پچھلی جماعت کی طرح محض اندرونی منافشات یا اختلاف رائے کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ اجانب کا ہاتھ اسے اندر کام کر رہا ہے، اور دراصل انگلستان نے اپنے بڑے غلام کامل پاشا کو اسکی قبر سے نکلنے کی زحمت صرف اس لیے دی ہے، کہ انجمن ”اتحاد و ترقی“ کی اس قومی وزارت کو کسی طرح شکست دے جو اٹلی سے صلح کر لینے کیلئے راضی نہیں ہوتی، اور مسئلہ مصر کے فیصلے میں ایک سخت روک ہے۔ ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ جنگ طرابلس، مصر میں لارڈ کچنر کا تقرر، شورش البانیا، مسئلہ بلقان، اور نئی وزارت کے قیام کی سازشیں، یہ سب ایک ہی چادر حکمت عملی کے دور درواز گوشے ہیں، جو انگلستان کے نظارت خارجہ میں طیار کی گئی ہے۔

مسٹر بلنٹ کے مضمون کو پڑھئے، اس بے قرارانہ عجلت کو یاد کیجئے جو مختار پاشا کے وزیر اعظم ہوتے ہی اٹلی سے صلح کر لینے میں ظاہر کی گئی، عبد العزیز شاریش کی گرفتاری کو سامنے لالچے، جسکی بلا تامل اجازت دیدی گئی، اور غور کیجئے کہ واقعات کی اصلیت کیا ہے؟

اس کے بعد پارلیمنٹ ٹوٹ گئی، اور ”حزب الحرۃ“ کی وزارت قائم ہوئی۔ ہم نے دوسرے مضمون میں اس انقلاب کو ایک سخت مصیبت قرار دیا، اور بعض استعارات میں اصلیت کی طرف اشارہ کیا۔ ہم نے لکھا تھا کہ ”حزب الحرۃ کا نیا جال قسطنطنیہ کے برتیش سفارت خانے میں بنا جا رہا تھا“ اور یہ اس طرف اشارہ تھا کہ نئی پارٹی کے قیام کیلئے برتیش سفارت خانے میں مجلسیں منعقد ہوا کرتی تھیں، اور (طنین) نے وہ اوقات تک بچا دیے تھے، جنہیں کامل پاشا اور اس کے رفقا وہاں جا کر شریک صحبت ہوا کرتے تھے۔ ہم نے لکھا تھا کہ ”جس جال کے بننے کیلئے کامل پاشا نے بستر پیدی کی چادر سے تار نکالے گئے تھے، اور جس کے لیے اسماعیل کمال بے انگلستان جا کر وہاں کی آہنی سلاخیاں لایا تھا“ اور یہ اس طرف اشارہ تھا کہ اسماعیل کمال بے عرصہ تک لندن میں رہا تھا، اور (طنین) نے لندن سے آئے ہوئے وہ خطوط چھاپ دیے تھے، جن میں کمال بے کی پولیٹکل سازشوں کی شہادتیں جمع کی گئی تھیں۔ ہم نے عیسے بولا تین کا ذکر کیا تھا، جس نے اب البانیا میں خود مختاری کا اعلان کیا ہے، اور لکھا تھا کہ ”اس جال کے سرور خیز میں البانی زہر کا دنک پیوست کیا گیا ہے“ یعنی محض انجمن اتحاد و ترقی کی وزارت کو شکست دینے کیلئے ایک البانی سازش یہی کی گئی ہے۔ ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ ”اس کے لیے مصری

حقیقہ جنگ جس وقت مسئلہ التوا سے یونان کی علحدگی کی خبر آئی ہے، اسی وقت ہم نو خیال ہوا تھا کہ یہ ایک فرضی اختلاف ہے، جو صرف اسلیے ہے کہ باب عالی سروریا اور بلغاریا کے تذلزل و عاجزی سے زیادہ مغرور نہو جائے، چنانچہ روزانہ ضمیمے میں اس تاریخی کے نیچے یہ خیال ظاہر کر دیا تھا۔

لیکن اب ایک تاریخی میں خود لندن کے سیاسی حلقوں کا یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ یونان کی مخالفت کوئی اصلی مخالفت نہ تھی چنانچہ لندن کانفرنس میں وہ اپنے رکلا بھیج رہا ہے۔ سروریا اور آسٹریا کا مسئلہ بدستور ہے۔ والڈا سے ۷۔ کی ایک تاریخی میں ظاہر کیا گیا ہے کہ سروریا نے کئی توپخانے دریائے ڈینیوب کے کنارے بھیج دیے ہیں، جو رومانیہ اور سروریا کا سرحدی حصہ ہے۔

آسٹریا کے وزیر جنگ اور سپہ سالار فرج کا مستغفی ہو جانا بھی یقیناً اس مسئلے سے ایک گہرا تعلق رکھتا ہے۔

التوا کے شرائط کی نسبت اور کوئی تفصیلی خبر نہیں آئی، لیکن اب لندن کی کانفرنس میں صلح کی طایاریاں ہو رہی ہیں، ترکی رکلا کا انتخاب ہو چکا ہے، صالح پاشا وزیر بحری، رشید پاشا وزیر زراعت، نظامی پاشا سفیر جرمنی مقرر ہوئے ہیں، اور بار بار بیان کیا گیا ہے کہ لندن میں کانفرنس کے انعقاد کیلئے خود دولت عثمانیہ کے رائے دی تھی۔ اسلیے، تاکہ انگلستان کی وزارت خارجہ کے صلاح و مشورے سے مستفید ہو!

لندن میں خیال کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے بلقانی مقبوضات کا ترکی سے فیصلہ کر لیا جائے گا اور اس کے بعد باغمی حصے بخرے کی بحث شروع ہوگی، اور یہ تار نہایت اہم ہے۔ کیونکہ اٹلانی ریاستوں کی باغمی پھر جو نئے مقامات کے حصول میں خارج ہوتی، اور ترکی کیلئے مفید، تقسیم کی بحث کو پیچھے ڈال کر، اس طرح اسکا دفعہ جارہا ہے۔

۴ دسمبر تک ایڈریا نوپل کے اطراف میں جنگ جاری رہی، اور اسی تاریخ کو التوا کے کاغذات پر دستخط ہوئے ہیں۔ ناظم پاشا نے مکرر باب عالی کو اطلاع دی ہے کہ ہم سب نے آخر دم تک لڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

لیکن ان تمام حالات کے اندر ہم جو کچھ یا لاسف ویا للعار!! دیکھ رہے ہیں، اس پر بہت کم لوگوں کی نظر ہوگی۔

جب طوفان آتا ہے، تو آسمان پر بجلی چمکتی ہے، اسمیں روشنی بھی ہوتی ہے، لیکن اُس روشنی کو کیا کیجئے جو اپنے عتب میں طوفان کی ایک سخت تاریکی رکھتی ہو؟

ترکوں کے مقابلے میں قرق قلعسی کے قلعوں کے سامنے جو طوفان آیا تھا، وہ خطرناک نہ تھا، لیکن جو طوفان اب انگلستان کے نظارت خارجہ سے اٹھنے والا ہے، اور جسکی بجلی صلح و التواے جنگ کی صورت میں چمک رہی ہے، یہی ہے جو موجودہ شیطنت آبادیورپ کے سب سے بڑے شیطان کا تخت بچھاے گا۔ ہلاکت اور بربادی کے دیو اس کے نیچے سے نکلیں گے، شرارت اور دسائس کے عفریت اس کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہونگے، اس کے بعد نوے برس جو ایک یہودی النسل لاش، ملکی خیانت کی قبرت اٹھ کر آئے گی، ملک کی لعنت کا عصا اس کے ہاتھ میں ہوگا، غداری کے بوجھ اسکی کمر جھک گئی ہوگی، اور اس ہڈیت مقوم اور صورت

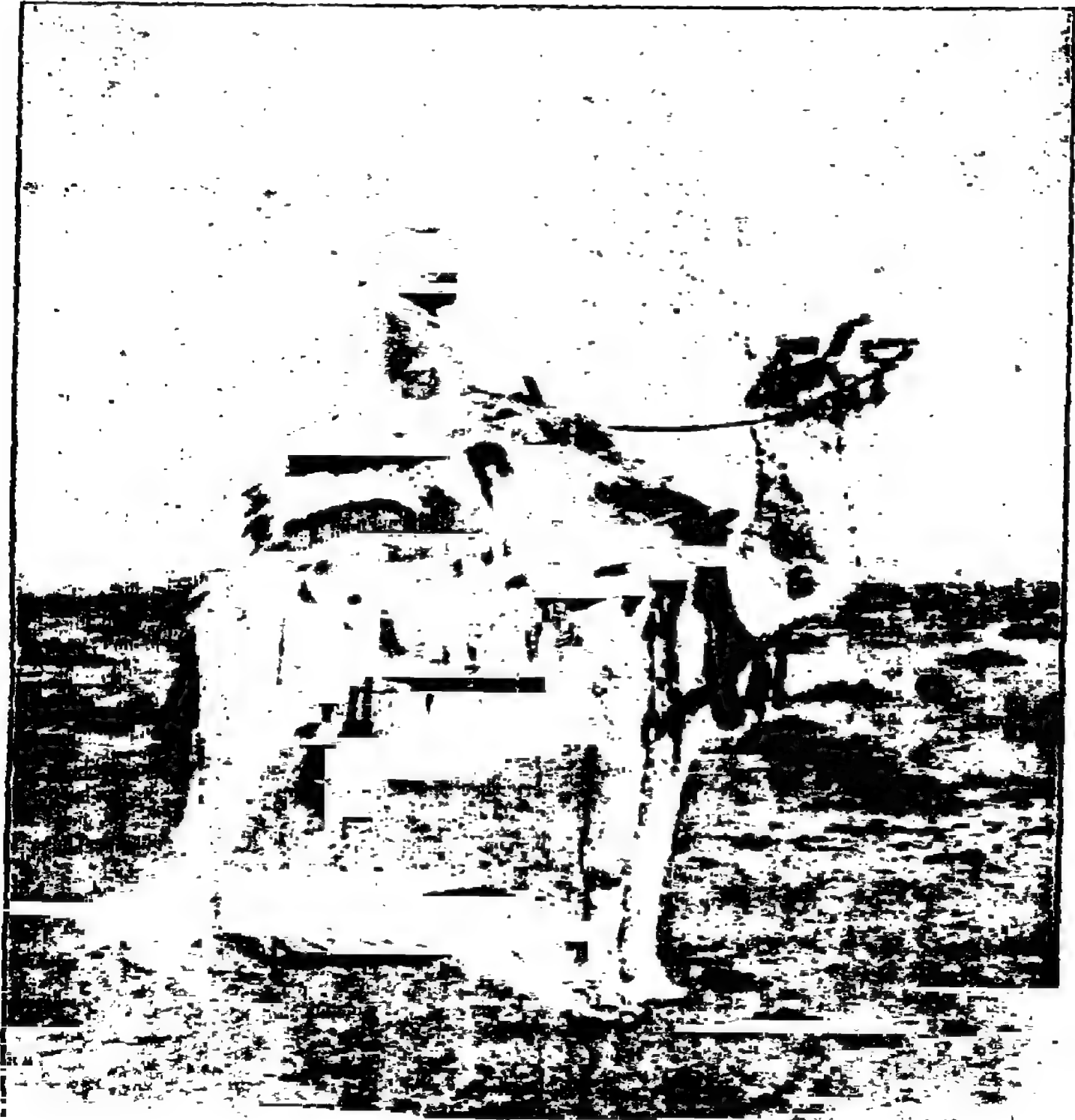
خیر، جو حالت ہے وہ ظاہر ہے، لیکن نواب صاحب قبلہ کی تحریر میں یہ چند سطور پڑھ کر ہمارے خیالات میں ایک سخت درد انگیز جنبش پیدا ہوگئی۔ نواب صاحب کی یہی وہ ایات خصائص ہیں، جنکی رجہ سے ہم انکی عزت اپنے دل سے نہیں نکال سکتے، اگرچہ انکی جناب میں بہت سی شکایتیں بھی رکھتے ہیں۔

یونیورسٹیاں بنائی جا رہی ہیں، تعلیم کے نظام و قواعد کیلئے ممبریم اور آکسفورڈ کے مراقبے و مشاعدے میں اس قدر استغراق و استہلاک کا دعویٰ ہے کہ ماسوا کی طرف نظر اٹھانے کی مہلت نہیں، تعلیم و تربیت کے انقلاب کا اسدرجہ غل مچایا جاتا ہے کہ نکاد السموات یقطرون منه و تنشق الارض و تنخر الجبال ہذا (۹۲:۱۹) اور پھر یونیورسٹی کے مناقب و فضائل کا ترکش چپ خالی کیا جاتا ہے تو قوم کی جیبوں کو معجروح کرنے کیلئے سب سے بڑا بے امان تیر مذہب ہی کا ہوتا ہے، لیکن باوجود اس کے کسی بندہ خدا کو اسکا خیال تک نہیں آتا کہ اگر یونیورسٹی مسلمانوں کیلئے بنائی جا رہی ہے، اور اگر اسلام ایک مذہب ہے، جو بغیر اعمال کے قائم نہیں رہ سکتا، تو مسلمانوں کے عملاً مسلمان رہنے کے مسئلے پر بھی چند لمحے صرف کیے جائیں۔ لیکن ایسا کرے تو کون کرے؟ علی گڈہ کالج کو یونیورسٹی بنایا جائے گا۔ یہی وہ تکمیل اسلام کا نصب العین ہے، جسکا عہد و مٹیاق علی گڈہ سے روز اول لیا جا چکا ہے، پس یونیورسٹی کے یہ معنی ہیں کہ پہلے علی گڈہ کی ہر چیز کو ناپیے، اور پھر اسقدر ہاتھ پھیلائیے کہ ہر شے موجودہ پیمائش سے دوگنی پیمائش کی ہو جائے۔ اور ترقی کے یہ معنی ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو، اسی پیمانے کو دوگنے سے تگنا، اور تگنے سے چوگنا کرتے جائیے۔ آپ جس قدر بڑھتے جائیں گے، ترقی بھی ہوتی جائے گی۔ پھر مذہب کے بارے میں علی گڈہ کی جو موجودہ پیمائش ہے، وہ پیش نظر ہے، اسی کو المضاعف کر کے دم جب چاہیں یونیورسٹی کر بھی دیکھ سکتے ہیں۔

ہمارے مخدوم مولانا حبیب الرحمن صاحب شروانی برہم ہیں کہ تم کالج کی مذہبی حالت کی نسبت ”پایہ تحقیق سے کڑی ہوی باتیں“ لکھ دیا کرتے ہو، ہم نے عرض کیا تھا کہ جب خود ہی آپ یہ داستان چھیڑ دی ہے تو براہ کرم ذرا آگے بڑھیے، اور ان جملوں پر لکیر کھیچ کر خاص طور پر ترجمہ بھی دلائی تھی، لیکن آج کئی ہفتے گذر گئے کہ ان انتظار میں چشم براہ ہیں، اب اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ خود ہی آگے بڑھیں، اور عجیب و غریب کمیٹی دینیات کے ممبر جن باتوں کو جانتے ہیں مگر نہیں بولتے، انکو اب ایک مرتبہ پوری تفصیل و تشریح کے ساتھ پیش کر دیں۔

کالج کے طلباء کی مذہبی حالت کی نسبت ابھی رہنے دیجیے، سب سے پہلے ہمیں ان ارکان کالج کی نسبت ”جو بجا طور پر سات کرور مسلمانوں کے نائب ہیں“ یعنی اُس اسلام کے پیروں کے، جس نے پانچ وقت کی نماز پڑھنے کیلئے اور رمضان کا روزہ رکھنے کیلئے فرض کیا ہے، چند تحقیق طلب باتیں دریافت کرنی ہیں۔

ہم نے نماز روزے کا لفظ خاص طور پر اس لیے لکھ دیا کہ اجکل کی تہذیب یافتہ سوسائٹی کیلئے ان لفظوں میں سب سے بڑی چڑھ ہے: و اذا نادیتکم الی الصلوۃ، اتخذواہا لعباً و ہزواً، ذلک بانہم قوم لا یعقلون (۶۳: ۵) روزہ مقصود تمام مذہبی احکام و اعمال ہیں۔



شيخ المجاهدين ، محبوب الاسلام و المسلمين ، ابي الله في الاربعين ، سيف الله
المسلول ، البطل العظيم و الامير الجليل :

غازي امير پاشا

نائب السلطنة (طرابلس)

منع الله الاسلام و المسلمين بطول حياته و حفظ وجوده

مقرر کر دیا ہے جس طرح مختار پاشا نے تیس پارادہ قرار دیے ہیں اور جس کو حال کی ایک ملاقات میں کامل پاشا نے گرم قہرے ای پیالی دیکر اس کے اخبار کی ملت فروشی کے پارے کو انتہائی درجہ تک چڑھا دیا ہے (خبر دیتا ہے کہ انجمن اتحاد و ترقی کے ممبر آجکل زیر ریاست شوکت پاشا ایک نئی قومی اور وقتی وزارت قائم کرنے کی فکر میں ہیں اور یہ تحقیق معلوم ہوا ہے کہ شوکت پاشا کی آمد و رفت ولی عہد سلطنت کے یہاں بہت بڑھی ہوئی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ نسل اسلامی کا یہ سب سے بڑا سپاہی باوجود مخالفین کے استیلا و تسلط کے خدمت ملت سے دستکش نہیں ہوا ہے اور عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہیجان داخلی پیدا کر کے آمال مفسدین و خائنین ملت کو آسکی تیغ حقانیت سے رسی ہی سزا دلادے جیسی جولائی سنہ ۱۹۰۷ ع میں تین دن تک ارتجاعی سرفناں کو دلائی تھی : وہاں ذلت علی اللہ بعزیز۔

اور یا پھر دول یورپ کے باہمی رقیبانہ تعلقات، استریا اور سرریا کی پیچیدگی، آٹلی اور یونان کی کشیدگی، اتحاد ثلاثہ کا اختلاف ثلاثہ سے اختلاف، اور جرمنی کا موجودہ رویہ، امید دلاتا ہے کہ شاید یورپ کے چند تکرر پر اسلام کے گزشتہ قافلہ حکومت کے جو در آخری نقش قدم باقی رہ گئے ہیں، ان کے مٹانے کی مہلت کچھ دنوں کیلئے بڑھا دی جائے۔ استریا کے وزیر جنگ کی تبدیلی اس امید کو قوی کرتی ہے اور عجب نہیں کہ اس ہفتے کے اندر ہی معاملات میں ایک تغیر عظیم ہو۔

بقیہ مناسی قری

۶۰۰ - بلغاری مقتول اور بیدشمار غنیمت

—*

باب عالی اطلاع دیتی ہے کہ ہماری فوج کا دشمن کی فوج سے ایک موقع (پوزیشن) پر مقابلہ ہوا، جس میں ۶۰۰ بلغاری مارے گئے۔ غنیمت میں بیدشمار بندوقیں اور بکثرت سامان غنیمت ہاتھ آیا۔

عثمانی بیڑے کی آتشباری

عثمانی جنگی جہاز جو چٹلجا کے ساحل پر لنگر انداز ہیں، دشمن کی اس فوج پر آگ برسا رہے ہیں، جو ساحل کے قریب موجود ہے۔ کل توپوں کی شدت آتشباری سے مجبور ہو کر دشمن کی فوج ۱۰ میل شمال کی طرف فرار کر گئی۔

ناموران غزوہ بلقان

آئندہ نمبر سے "ناموران غزوہ طرابلس" کی طرح "ناموران غزوہ بلقان" کا باب بھی شروع کر دیا جائے گا، چونکہ اب تک جنگ کے تفصیلی حالات نہیں آئے تھے، اسلئے عام خبروں اور عربی مراسلات کے تراجم کے سوا مخصوص طرز کا کوئی مضمون نہیں لکھا جاسکا۔

کوئی خبر نہیں

اس ہفتے کوئی خاص تار دفتر میں نہیں پہنچا لیکن قسطنطنیہ کے عام قومی آراء رجحان کی تحقیق کیا ہے ہم تار روانہ کر چکے ہیں۔

مصر کا دالمی اور مستقل قبضہ حاصل کر لیا جائے۔ لارڈ کچنر مصر میں جو کچھ کر رہے ہیں، وہ اس امر کا ثبوت ہیں کہ انگلستان اب مسئلہ مصر کا بہت جلد فیصلہ کر دینے کیلئے بیقرار ہو رہا ہے، اگر پہلا نقشہ کامیاب ہو گیا ہوتا، اور آٹلی طرابلس پر قابض ہو جاتی تو کمب کا فیصلہ ہر چکا ہوتا، لیکن کامل پاشا کی بدولت اب بھی کچھ نہیں کیا ہے۔ حزب الوطنی پر پے در پے مقدمات اور بالآخر قومی جماعت کے آخری آرگن (العلم) کے بند کر دینے میں بھی بہت سی مصلحتیں مضمر ہیں۔

"حق اخوت" یا حق جہاد؟ ہم ان خیالات کو پچھلی اشاعت سے بھی پیشتر ظاہر کرنا چاہتے تھے، مگر پھر اس خیال نے خاموش کر دیا کہ وقت نازک، اور جو کچھ ہندوستان میں ہو رہا ہے بہت قیمتی ہے، ممکن ہے کہ اس طرح کی اشاعت سے بعض غیر مستقل طبیعتیں افسردہ ہو جائیں۔ لیکن اب دیکھتے ہیں تو الحمد للہ اپنے اخوان ملت کے موجودہ جوش دینی اور غیرت ملی کو اس سے بدرجہا ارفع پاتے ہیں کہ وہ ان حالات سے متاثر ہو۔ مسلمانان ہند کو صرف اپنا فرض محسوس کرنا چاہیے۔ جو لوگ ترکوں کی مدد کو "حق اخوت" یا کسی اور ایسے ہی لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، وہ درحقیقت سچ بولکر بھی سچ کر بالکل خالص رکھنا نہیں چاہتے۔

بیشک ترک انسان ہیں اور نیز مظلوم، پس دنیا میں ہر منصف اور نیک روح کیلئے انکی مدد انسانی ہمدردی اور نفع پرستی میں داخل ہے، لیکن ہم صاف صاف کہتے ہیں کہ مسلمانان ہند کے لیے انکی مدد نہ تو بعض حق اخوت ہے اور نہ بعض انسانی ہمدردی، بلکہ صریح اور بین طور پر "حق جہاد و قتال فی سبیل اللہ" و "لو کرہ الکفر" و "من تبعہم من المنافقین و المنافر نجین المارقین"۔

پس مسلمانوں کو صرف اس امر پر نظر رکھنی چاہیے کہ دنیا کا ایک اسلامی حصہ ہے، جس پر صلیب برداروں نے (لعنہم اللہ) حملہ کر دیا ہے، مسلمان مجاہدین کی ہزاروں لاشیں توپ چکی ہیں اور زخمیوں کی کثرت سے قسطنطنیہ کی مسجدوں تک بھر گئی ہیں، ایسی حالت میں اسلام ان سے اپنا حق طالب کرنا ہے، اگر انہوں نے اس فرض کے انجام دینے میں ذرا بھی غفلت کی، تو یاد رکھیں کہ قیامت کے دن اللہ کے آئے یہ عذر نہیں چلے گا کہ "کامل پاشا کی مخدش پارٹی بر سر وزارت تھی، اسلئے ہم ہزار ہا مسلمان زخمیوں کی مدد سے باز رہے"۔

موجودہ حالات میں صرف در صورتیں ہیں، جن میں نظر بہ مستقبل امید کی جھلک پائی جاتی ہے، یا قسطنطنیہ

میں عام قومی و ملی جوش و اضطراب کا ظہور، اور جو نوجوان ترک کامل پاشا کے تسلط اور قید کرنے سے بچ رہے ہیں، انکا خروج، تاکہ وزارت میں تبدیلی ہو۔ قسطنطنیہ کی موجودہ حالت یہ ہے انٹر لیڈر گرفتار کر لیے گئے ہیں، اخبارات بند ہیں، اور "طنین" گر جاتی ہے مگر قلم تفتیش کے زیر احتساب۔ وہ بطل دستور، وہ قہر مان حریت، وہ عربی النسل عظیم الشان عثمانی، وہ قسطنطنیہ کا ایک ہی خادم ملت، یعنی محمود شوکت پاشا، معلوم ہوتا ہے کہ آجکل نہایت بیقرار ہے، اور سعی و جہد سے غافل نہیں، لیکن مخالفین کا استبداد و احاطہ بہت کار نہیں دیتا۔ (الموید) کا نامہ نگار جس کے لیے یقیناً کامل پاشا نے بھی کوئی مہوار رشوت، نہ

کائنات کی ہر مخلوق نے اس حکم کی تعمیل کی، کیونکہ انہی سے اس کے آگے جہے ہوئے تھے، پر ایک شریر ہستی تھی، جس

یا للعار !!!

—*—

این شرف الاسلام ؟ و این مجد المسلمین ؟ هل فقد المسلمون كل ذلک ؟
ام على قلوب اقفالها ؟ ؟



طرابلس کی مسجد کے منارے پر ایک اٹالین سپاہی چڑھ رہا ہے، تاکہ شہادت گاہ توحید پر صلیب کا علم نصب کرے

—*—

اللہ اللہ ایہا المسلمون !!

هل بعد هذا تسکتون ؟ وای عیش بعده تطلبون ؟ وعلی ای شی یعافظون ؟
” فیای حدیث بعده یومنون “ ؟ ؟ ؟

—*—

اما بہا لعین فی الاسلام فامتحننت * حتی خلت منه اقطار وبلدان
تبکی العنيفة البيضاء من اسف * کما بکی لفراق الالف هيمان
على دیار من الاسلام خالصة * قد افسرت ولها بالصد عمران
حتى المعاریب تبکی وهی جامدة * حتی المنابر ترثی وهی عیدان
الا نفوس ابیات لها همم * اما على الدین انصار واعوان ؟
لمثل هذا یذوب القلب من کمد * انکان فی القلب اسلام وایمان

—*—



ای ہولی کی جامع مسجد کے معراب و منبر، جنکو اب مہینوں سے ” اللہ اکبر “ کی صدا۔
ملوے رہا کی جگہ بلغارقی صلیب پرستوں کے بوڑوں کا گرد و غبار رہا ہے !!
حید نصیب نہیں، اور جیکے سامنے مغرب

ومن احسن ديناً
ومن اسلم رجلاً
لله وهو محسن
اور اس شخص سے بہتر کس کا دین
ہو سکتا ہے جس نے اللہ کے لیے اپنا سر
جھکا دیا (یا اللہ کے لیے حوالے کر دیا)
اور اعمال حسنہ انجام دیے؟ (۱۲۴: ۴)

سورہ ال عمران کی ایک آیت میں جو اسلام کی حقیقت کی
تفصیل و تشریح کیلئے ایک جامع ترین آیت ہے، اسلام کا ذکر کرتے
ہوئے فرمایا:

ان الدين عند الله
الاسلام (۲۲: ۳)
پھر اس کے بعد کہا:

وان حاجوك فقل
اسلمت رجبي لله
من اتبعني وقل
للدن ائنا الكتاب
والاميين: اسلمتم؟
فان اسلموا
فقد اهتدوا وان
تولوا فانما عليك
البلاغ والله
بصير بالعباد
اور اگر منکوبین اس بارے میں تم سے حاجت
کریں تو کہہ دو کہ میں نے اور میرے
پیروں نے تو صرف اللہ ہی کے آگے اپنا
سر جھکا دیا ہے۔ اور پھر یہود، نصاریٰ اور
مشرکین عرب سے پوچھو کہ تم بھی اس کے
آگے جھکے یا نہیں؟ سو اگر وہ جھک گئے
(یعنی مسلم ہو گئے) تو بس انہوں نے ہدایت
پائی اور اگر انہوں نے گردنیں مڑ لیں،
تو وہ جانیں اور انکا کام جائے۔ تمہارا فرض
تو حکم الہی پہنچا دینا تھا، اور اللہ اپنے
بندوں کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔ (۱۸: ۳)

اسی طرح ایک دوسری جگہ تعلیم فرمایا کہ کہو:

وامرت ان اسلم
لرب العالمين -
جہانوں کا پروردگار ہے۔ (۹۸: ۱۴)

اسلام کے مقابل ”رہی“ اور ”تولی“

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں ہر جگہ اسلام کے ساتھ، منکرین
اسلام کیلئے ”رہی“ اور ”اعرض“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، ”رہی
عن الشی“ کے معنی لغت میں ”اعرض“ کے ہیں اور ”تولی عنہ“
ای ”اعرض عنہ“ ہر جگہ پارکے، یعنی کسی چیز کی طرف سے منہ
مڑ لینا، اور گردن پھیر لینا۔

واذا تلقى عليهم
ايا تنا ولی مستبداً
کان لم یسمعها (۳۱: ۳۱)
اور جب ان میں سے کسی منکر کو قرآن کی
آیتیں سنائی جاتی ہیں تو ہیجان غرور سے
اکڑتا ہوا گردن پھیر کر چل دیتا ہے۔

اسی طرح اور سینکڑوں مقامات میں فرمایا: ”فان تولوا“ فقل
حسبی اللہ“ اگر وہ تیری طرف سے گردن پھیر لیں تو کہہ دے کہ مجھے
خدا بس کرتا ہے۔ ”والا علی اد بار ہم نفورا“ جب کفار کے آگے
ذکر الہی کر تو وہ پیچھے کی طرف منہ مڑ کر نفرت کناں چل دیتے
ہیں۔

چونکہ اسلام کی حقیقت اللہ کے آگے سر کا جھکا دینا، اور اپنی
گردن سپرد کر دینا ہے، اسلئے اس سے انکار کو ہر جگہ ”تولی“ اور
”اعرض“ سے تعبیر دیا گیا۔

کذا لک یتم نعمته
علیکم لعلمک تسلمون -
فان تولوا فانما
علیک البلاغ المبين
اور اسی طرح اللہ اپنی نعمتیں تم پر
پوری کرتا ہے تاکہ تم اس کے آلے جھکو
اور اے پیغمبر! اگر باوجود اس کے بھی لوگ
گردن نہ جھکائیں، تو تمہارا فرض تو صرف
حکم الہی پہنچا دینا ہی ہے۔ (۸۳: ۱۶)

قیمت دیکر خرید نے کیلئے موجود ہے، اور صدائے محبت ”من
تقرب الی شبرا“ تقرب الیہ ذراعاً“ (۱) سے ہر آن رہ لعلہ عشق
نواز ہر قلب مشتاق ہے۔ یہ خواہ کتنی ہی پینال شکنیاں کرے، لیکن
وہ اپنا عہد محبت آخر تک نہیں توڑتا کہ: یا ابن آدم! لوذ نیک
عنان السماء ثم استغفري، لغفرت لک (۲) اور جسکی وفائے محبت کا
یہ حال ہے کہ خواہ تم تمل عمر آئے اپنے سے کتنا ہی روتھا ہوا رکھو،
لیکن اگر انابت و اضطرار کا ایک آنسو بھی سفارش کے لیے ساتھ
لیجھاؤ تو وہ پھر بھی منہ کیلئے طیار ہے۔ اور جس کے دروازے سے
خواہ کتنا ہی بھاگو، لیکن پھر بھی اگر شوق کا ایک قدم بڑھاؤ تو وہ
در قسم بڑھکر تمہیں لینے کیلئے منتظر ہے: ”الا طال شوق الابرار
الی لقائي“ وانا الیہم لاشد شوقاً (۳) ولنعم ما قیل:

عاشقان ہر چند مشتاق جمال دلبر اند

دلبران ہر عاشقان از عاشقان عاشق ترند

جسکا دروازہ قبولیت کبھی بند نہیں، اور جس کے یہاں مایوسی سے
بھٹکر اور گولی جرم نہیں:

قل یا عبادي الذين
اسرفوا علی انفسهم
لا تقنطروا من رحمة
الله! ان الله یغفر
الذنوب جمیعاً، انه
هو الغفور الرحيم
اے وہ میرے بندو! کہ گناہوں میں قرب کر
تم نے اپنے نفوس پر سخت زیادتیاں کی
ہیں، خواہ تم کیسے ہی غرق معصیت ہو،
مگر پھر بھی اس محبت فرما کی رحمت
سے نا امید نہ ہو۔ یقیناً وہ تمہارے تمام
گناہوں کو معاف کر دینگا، بیشک وہی درگذر
کرنے والا ہے اور اسکی بخشش رحیم
علم ہے۔ (۵۴: ۴۹)

با گنہ گاران بگویم تا نیندازند دل

من وفاے دوست را در بے وفائی یافتم

(۴)

اب اسقدر توطیہ و تمہید کے بعد قرآن کریم کی طرف رجوع کر
کہ وہ اسی حقیقت اسلامی کو بار بار دہراتا ہے یا نہیں؟ اول تو خود
لفظ اسلام ہی اس حقیقت کے وضوح کیلئے کافی ہے، لیکن اگر کافی
نہو، تو جس قدر کہ چکا ہوں، اس سے زیادہ کہنے کیلئے ابھی باقی ہے۔
قرآن کریم میں جہاں کہیں اسلام کا لفظ آیا ہے، غور کیجیے تو
اس حقیقت کے سوا اور کوئی معنی ثابت نہونگے:

ومن یسلم رجلاً الی
الله وهو محسن
فقد استمسک بالعروة
الرتقی (۲۱: ۳۱)
اور جس کسی نے اپنا منہ اللہ کی طرف
جھکا دیا (یا اپنی گردن اللہ کے حوالے کر دی)
اور اعمال حسنہ انجام دیے، تو بس دین
الہی کی مضبوط رسی اس کے ہاتھ آگئی۔
ایک دوسری جگہ فرمایا:

(۱) معام کی مشہور حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو مضابط کرے
فرماتا ہے ”جو شخص میری طرف ایک بالشت بھر دو“ میں ایک گز بھٹکر اس سے
ملونگا (۲) اے ابن آدم! اگر تیرا گناہ اسقدر بڑھ جائے کہ زمین سے لیکر آسمان تک
اسکا ایک ستون بن جائے، لیکن پھر بھی اگر تو توبہ و انابت کا سر جھکائیں گا، تو
مایوس نہ ہو کہ میں تجھے بخش دوں گا۔

(۳) یعنی میرے دیدار کیلئے میرے مشتاقوں کا شوق بڑھا ہوا ہے حالانکہ میں ان کے لیے
ان سے زیادہ مشتاق ہوں۔ (صاحب فردوس نے اپنی درود کی روایت سے اس حدیث
قدسی کو لکھا ہے، اور پھر امام غزالی احیاء میں لائے ہیں، لیکن احادیث کے بارے
میں امام صاحب کی بے احتیاطیاں جس حد تک پہنچی ہوئی ہیں، اور اب نظر سے
مخفی نہیں۔ مجھے یہ حدیث لکھتے وقت یکایک یاد آگئی اور ذوق مطلب سے بے اختیار
ہر کر لکھ گیا، لیکن اب کہ ہر طرف دیکھ رہا ہوں، ظاہر کر دیتا ہوں کہ اس حدیث
کو بلحاظ معنی لکھا ہے نہ بلحاظ الفاظ۔ چونکہ اسکا مطلب مشہور حدیث معین
”من تقرب الی شبرا تقرب الیہ ذراعاً“ کے بالکل مطابق ہے، اسلئے اسکا ذکر احتیاط
حدیث کے معانی نہیں۔



لک علیہم سلطان "میرے بندے" ہیں، ان پر تیری - دوست
رکھی ہوئی رکھی - نہیں چلتے ہی - اور خدا اپنے بندوں کی
(۱۷: ۶۷) پر سازی نیلیے بس کرتا ہے -

یہاں ان بندگان مخلصین کو جو شیطان کے اثر و استیلا سے محفوظ
ہوں، خدا نے اپنی طرف نسبت دی کہ "اب عبادی" جو ارگ
میرے بندے ہیں، حالانکہ کون ہے جو اسکا بندہ نہیں ہے؟ مگر
مقصود یہ تھا کہ میرے بندے تو وہی ہیں، جو صرف میرے
لیے ہیں، لیکن جنہوں نے میرے آگے جھک کر، پھر اپنے سر کو
دوسری چوکتوں پر بھی جھکا دیا ہے، تو وہ اسل انہوں نے بندگی کا
رشتہ کاٹ دیا - گو وہ میرے تھے، لیکن اب میرے باقی نہیں رہے،
کیونکہ انہوں نے توحید معیت کو شریعت غیرت محفوظ نہیں رکھا
[افسوس کہ یہ مرقعہ اس بیان کی تشریح و تفصیل کا مقصدی نہیں،
اور مطالب اصلی منتظر رجوع]

رجوع الی القصد

پس لفظ اسلام کے معنی ہیں کسی چیز کے حوالہ کر دینے، دے
دینے، اور گردن رکھ دینے کے، اور یہی حقیقت دین اسلام ہی ہے
کہ انسان اس رب الارباب کے آگے اپنی گردن رکھ دے، اور اس انقطاع
اور انقیاد حقیقی کے ساتھ، گریا اس نے اپنی گردن اسے سپرد کر دی
اور کوئی حق و ملکیت اور مطالبہ اسکا باقی نہیں رہا - اب وہ اپنی
کسی شے کا، خواہ وہ اس کے اندر ہو یا باہر، مالک نہیں رہا، بلکہ ہر شے
اسی قوت الہیہ کی ہو گئی، جسکا نام "اسلام" ہے :-

مہالک و خطرات حیات

انسان کے اندر اور انسان کے باہر، سیکڑوں مطالبات ہیں،
جو اسکو اپنے طرف کھینچ رہے ہیں - اس کے اندر سب سے بڑے مطلب
ابلیس، یعنی نفس کی قوت قاہرہ کا دست طلب بڑھا ہوا ہے،
اور وہ ہر دم اور ہر لمحہ اسکی ہر شے کو اس سے مانگ رہا ہے تاکہ
اسکو خدائی جگہ اپنا بنا لے - باہر دیکھتا ہے تو محبوبات دنیوی
اور مہالک حیات کے دلم قدم قدم پر بچھ رہے ہیں، اور جس طرف
جاتا ہے، اُس سے اسکا قاب و دماغ مانگا جاتا ہے تاکہ اسے خدا سے
چھین لیں - جذبات اور خواہشوں کے بے اعتدالانہ اقدامات کی فوجوں
نے اس کے دماغ کا محاصرہ کر لیا ہے، اور آزمائشوں اور امتحانوں
کی کثرت سے اسکا ضمیر اور دل ایک دائمی شکست سے مجبور ہے -
اہل و عیال، عزت و جاہ، مال و دولت کے "قناطیر مقنطرہ" اور
تمام وہ چیزیں، جنکو قرآن زینت حیات دنیا سے تعبیر کرتا ہے، اس کے
کمزور دل کیلئے اپنے اندر ایک ایسی پرکشش سوال رہتی ہیں،
جسکو رد کرنا اس کے لیے سب سے بڑی آزمائش ہو جاتا ہے :-

زین للناس حب الشهوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرة من الذهب والفضة والخيل المسومة والانعام والعثر - (۳: ۱۲)
انسان کی حالت اس طرح ای
واقع ہوئی ہے، کہ اس کے لیے دنیا ہی
مرغوب چیزوں مثلاً اہل و عیال،
سونے چاندی کے ڈھیر، عمدہ
گھوڑے، مویشی اور کشت کاری
میں بڑی دلچسپی ہے -

پس انتقاد اسلامی کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنی جنس
دل و جان کے بہت سے خریدار نہ بنائے، بلکہ ایک ہی خریدار سے
معاملہ کرے - وہ ان تمام مانگنے والوں سے جنکے ہاتھ اسکی طرف بڑھے
ہوئے ہیں، اپنے تئیں بچائے، اور اُس ایک ہاتھ کو دیکھے، جو باوجود
اسکی طرح طرح کی بے وفائیوں کے پھر بھی وفائے معیت کے ساتھ
اسکی طرف بڑھا ہوا ہے، اور گو اس نے اپنے متاع دل و جان کو
کتنا ناقص اور خراب کر دیا ہو، لیکن! بھی بہتر سے بہتر

رہی جو روشنی کو چھپانا چاہتی ہے، ہر سیاہی جو
ی کے مقابلے میں ہے، ہر تہ و ترکشی جو اطاعت الہی
ی ضد ہے، اور ہر وہ شے جو حقیقت اسلامی سے خالی ہے، یقین کر کہ
شیطان ہے اور دنیا کی ہر لذت، اور ہر راحت، جسکا انہماک اس
درجہ تک پہنچ جائے کہ وہ حقیقت اسلامی کے انقیاد پر غالب
آجائے، شیطان کی ذریت میں داخل، پس اُسے رجوع کی نسبت
کیوں سونچتے ہو کہ وہ کیسا ہے اور کہاں ہے؟ اسکو دیکھو کہ وہ
تمہارے ساتھ کر کیا رہا ہے؟ - (مسیم) نے کہا کہ ایک لوکر دو
آقاؤں کو خوش نہیں کرسکتا، اور قرآن کریم کہتا ہے کہ:

ما جعل الله لرجل من قبلين في جوفه (۴: ۳۳) نہیں رکھے ہیں - بلکہ دل ایک ہی ہے -

پس ایک دل کے سر بھی دو چوکتوں پر نہیں جھک سکتے، اور
دنیا میں دل ہی ایک ایسا جوہر ہے، جسکی تقسیم نہیں ہوسکتی -
یا وہ قوت شیطانی کا مطیع و منقاد ہوگا، یا قوت رحمانی کا - یا وہ
شیطان کا عبادت گزار ہوگا، یا خداے رحمان کا - اور عبادت و
پرستش سے مقصود یہی نہیں ہے کہ پتھر کا ایک بت تراش کر اسے
آگے سر بسجود رہو - یہ تو وہ ادنیٰ شرک ہے، جس سے قریش مکہ کا
خیال بھی بلند تھا - بلکہ ہر وہ انقیاد، ہر وہ سخت و شدید انہماک،
اور ہر وہ استغراق و استیلا، جو حقیقت اسلامی کے انقیاد اور معیت
الہی پر غالب آجائے اور تم کو اس طرح اپنی طرف کھینچ لے کہ
جسکی طرف تمہیں کھینچنا تھا، اُسکی طرف سے گردن مرز لو، در
حقیقت رہی تمہاری پرستش و عبادت کا بت ہے اور تم اس کے بت
پرست، اور اصلی و حقیقی شرک کے مشرک - یہی سبب ہے کہ
حقیقت شناسان توحید نے فرمایا: من شغلک عن الله فهو صنمک،
ومن الہاک فهو مولاک (جس چیز نے تم کو اللہ سے الگ کر کے
اپنی طرف متوجہ کر لیا، وہی تمہارے لئے بت ہے، اور تم اسے
پوجنے والے ہو) - خواہ وہ جنت کی ہوس اور حور و قصور کا شوق ہی
کیوں نہ ہو؟ (رابعہ بصریہ) سے جب پوچھا کہ: ما الشرک؟ شرک
کی حقیقت کیا ہے؟ تو اُس نے کہا کہ طلب الجنة، و اعراض
عن رہا - جنت کی طلب کرنا، اور مالک جنت کی طرف سے
غافل ہو جانا! یہی سبب ہے کہ قرآن کریم نے ہوائے نفس کو
معبود والہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے:

افرايت من اتخذ اياتم اس گمراہ کو نہیں دیکھتے، جس نے
الہ ہوا؟ () اپنی ہوائے نفس کو معبود بنالیا ہے؟

اور کس قدر میرے مطلب کو راضع ترک کر دیتی ہے سورہ یاسین کی
وہ آیت، جبکہ فرمایا کہ:

الم عهد اليکم يا بني اسم کیا ہم نے تم سے اسے ارادہ کیا؟ اسکا
ان لا تعبدوا الشيطان، عہد نہیں لے لیا تھا کہ شیطان کی پوجا
انہ لکم عدد مبين، رات سے باز رہو، کیونکہ وہ تمہارا ایک کھلا
اعبدنی هذا صراط دشمن ہے اور صرف ہماری ہی عبادت
مستقیم! (۳۹: ۶۰) کر کہ یہی ہدایت کی حقیقی راہ ہے؟

یہاں شیطان کی اطاعت کو بندگی اور عبادت کے لفظ سے تعبیر
کیا، اور عبادت الہی کے اُس عہد و میثاق کو یاد دلایا، جو
"الست بربکم" کے سوال کے جواب میں تمام بنی آدم سے لیا جا
چکا ہے - پس حقیقت اسلامی یہ چاہتی ہے کہ انسان قوت شیطانی
سے بانی ہرگز صرف خدا تعالیٰ کا ہو جائے، اور اس کے آگے سر انقیاد
جھکا کر اپنے "میثاق بلی" کی تجدید کرے - تاکہ وہ اللہ کا بندہ ہو،
اور اللہ کا بندہ رہی ہے جو شیطان کا نہیں ہے:

ان "عبادی" لیس خدا تعالیٰ نے شیطان سے کہہ کر جو

ما از تو بر خوریم و تو از عمر بر خوری

میں آپ کو الہلال کے اجراء پر دلی مبارکباد عرض کر کے آپ کی توجہ کو ایک امر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، اور یہ ہے کہ قرآن پاک کا یہ فرمودہ بالکل صحیح اور سچ ہے کہ ”انتم الاعلون“ اسلیے الاعلون کا انعام حاصل کرنے کے لیے مدعیان اسلام کو مومن بنانا لازمی شرط ہے ورنہ اذا فأت الشرط فأت المشروط کا حال ہوگا۔ پس آپ کے پرچہ کا مقصد اراہین یہ ہونا چاہیے کہ مدعیان اسلام کو مومنین کے زمرہ میں داخل کرسکیں، آپ اس امر کو جانتے ہیں کہ اگر کسی شہر کی مینوسپیٹلٹی یہ حکم جاری کرے کہ جو شخص بازار میں بیٹیکا، اسپر ایک آنہ یا در آنہ جرمانہ ہوگا، تو اس حکم کے اجراء پر کوئی شہری اس حکم کی خلاف ورزی کا مرتکب نہ ہوگا، لیکن قرآن کریم میں باوجودیکہ منافی اور ملاحی پر متواتر وعید موجود ہیں، پھر بھی ہم مدعیان اسلام اسکی خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے ہیں اور بہت بری طرح پر۔ اس سے دو بدیہی نتیجے پیدا ہوتے ہیں: یا معاذ اللہ ہم کو قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونیکا یقین نہیں ہے، یا یقین تو ہے، لیکن نقد و نسیہ کا فرق ہے، اور یا خداوند کریم کی وسعت رحمت کے سبب قرآن کریم کی خلاف ورزی کا قہر نہیں رہا۔ ان دونوں صورتوں کا مال واحد ہے کہ ہم کو قرآن پاک پر ریسا یقین نہیں ہے جیسا کہ تمثیلی کے ادئے سے ادئے احکام کا ہے، اور اسی واسطے قرآن پاک کے مواعید کا وہ احترام ہمارے دل میں نہیں ہے، جو مینوسپیٹلٹی کے احکام کا ہے۔

پس میرا یقین ہے کہ ہم مدعیان اسلام کے دلوں میں جب تک قرآن پاک کے منجانب اللہ ہونیکا یقین مثل محسوسات کے نہ ہوگا، ہم میں کسی قسم کی ترقی نہیں ہوسکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے دلوں میں اسلام کے منجانب اللہ ہونیکا یقین محسوسات سے بڑھ کر تھا، اور اسی واسطے وہ ترقی کے تمام مدارج کو باوجود ہر طرح کی بے سوسامانی کے اعلیٰ علیین تک پہنچا گئے ہیں۔

اسلام پر ایسا یقین مسلمانوں کے دلوں میں صرف در طرح پر حاصل ہوسکتا ہے۔ اللہ جل شانہ یا تو ہم کو قلم سلیم عطا کرے اور اسلام کے واسطے ہمارا شرح صدر کر دے اور صدیق اکبر رضی اللہ کا دل ہم کو عطا کرے کہ بلا کسی خارجی دلیل کے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے منجانب اللہ ہونے پر تصدیق قلب حاصل ہوجاے یا ایسے محکم دلائل و براہین سے ہم اسلام کی حقیقت کو تمام دنیا کے مقابل ثابت کرسکیں کہ سائنس اور فلسفہ کو جائے دم زند نہ رہے۔ امر اول کا انحصار تو محض فضل الہی پر ہے اور شرح صدر الاسلام کے تحت میں داخل۔ لیکن دوسری شق کی نسبت میں چاہتا ہوں کہ الہلال میں اسکے واسطے جگہ نکالی جاوے۔ اسلام یا قرآن کریم کے ہر عقیدہ کی صداقت ایسے محکم اور بین دلائل سے ثابت کی جائے کہ مشککین فی الاسلام اور منکرین اسلام بشرط توفیق اس سے مستفید ہوسکیں۔ اس حصہ الہلال میں صرف وہی محققہ دلائل اسلام کی صداقت میں پیش کرنا چاہیئں جو فلسفہ سے بے خوف ہوں اور سائنس سے متنازل نہوں، نیز فلسفہ کے وہ قیاسات جو ابھی تک سائنس کے رتبہ کو نہیں پہنچے یا صرف قیاسات ہی ہیں، اور کسی اسلامی عقیدہ کے مخالف یا منافی، انکی تردید کی جاوے۔

جب تک مدعیان اسلام کو قرآن کریم کی صداقت پر مثل محسوسات کے یقین حاصل نہ ہو جائے گا، تب تک اسکے احکام کی تعمیل کا یہی حال رہیگا۔ ہم سے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اس سوراخ سے ہٹ کر بیٹھوں، میں ابھی ایک سانپ گھسا ہے،

تو باوجودیکہ الخبر یحتمل الصدق و الکذب ہے، ہم ہرگز اس سوراخ کے پاس نہ جائیں گے۔ لیکن افسوس ہے کہ باوجودیکہ ہم قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونیکے زبان سے مدعی ہیں، لیکن اسکے احکام اور مواعید کی سراسر خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ ہم ان مواعید کا اتنا احترام بھی نہیں کرتے، جتنا ایک شخص کے کہے کا، جسکے صدق و کذب کا ہنوز امتحان بھی نہیں ہوا۔ پس آپ تمام دنیا پر بڑا احسان کریں گے، اگر الہلال میں صداقت اسلام کے ثابت کرنیکے واسطے اسکا ایک حصہ مخصوص کر دیں گے۔

دعوت الہلال کی نسبت

از جناب نواب حاجی اسماعیل خان صاحب رئیس داتا دہلی

مخدومی و مکرمی جناب مالک و اڈیٹر صاحب (الہلال)۔ میں اول آپ کو مبارک باد دیتا کہ آپ نے ایک اولوالعزمہ کام شروع کیا ہے۔ شاید اردو میں ایسا اعلیٰ درجہ کا کام اب تک کسی مسلمان کے ہاتھ میں نہ تھا اور میں دلی دعا دیتا کہ خداوند تعالیٰ آپ کو کام یابی اور آپ کے کاروبار میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ جیسا کہ جناب کو معلوم ہے، شاید ایک ہفتے کے قریب ہوا ہے کہ میں نے آپکا اخبار خریدنا اور پڑھنا شروع کیا ہے اور آپ اور آپ کے معزز اخبار کے منشا پر اس عرصہ میں کسی قدر غور بھی کیا ہے، پس میں واسطے تبدیل خیال اور اپنے اخوان دینی اور آپ کے غور و فکر کے واسطے ان چند سطروں کو لکھونگا۔ میں اگرچہ آپ کے مشن کے کام کو اسوجہ سے نہایت ضروری اور مفید جانتا ہوں کہ اس سے بیداری پیدا ہوتی ہے اور عالم غنودگی زایل ہوتا ہے، مگر میں جناب کے اس دعوے کو کہ انسانی حیات دینداری کے اس قدر تابع ہو جائے کہ ہر قدم پر اسکو مفتی اور مجتہد کی ضرورت ہو، تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوں۔

بلاشبہ یہ خیال اگر کسی کا ہو تو قابل ملامت ہے کہ ہم کو دین کی کچھ پروا نہیں ہے۔ ہم تو یوں کر دینگے یا یوں نہ کریں گے۔ اور غالباً یہ گستاخی متصل بہ کفر ہوگی۔ لیکن کلام بلیغ (لارہبانیت فی الاسلام) اور نیز لکھجوروں پر کھجور کے پھول ڈالنے سے مصلحت، اور جب اس سے ضرر ہو تو جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ (انما ان بشر اذا امرتم بشی من امر دینکم، فتخذوہ و اذا امرتم بشی من رائی، فانما انا بشر) تمام جھگڑوں کو مٹاتا ہے اور بتاتا ہے کہ دنیا داری کو اس طرح دین کا تابع کرنا، جیسا کہ جناب کا منشا معلوم ہوتا ہے، صحیح نہیں ہے، اور بلاشبہ ہم مسلمان آزاد ہیں کہ دنیوی معاملات میں (الہلال کی خریداری یا عدم خریداری میں) اپنی مصلحت کے اوپر کاربند ہوں۔ آیت شریفہ (لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین) کے یہ معنی لگانا کہ قرآن پاک ہی میں ہر ایک ایجاد و اختراع اور مشرقی اور مغربی فلسفہ کے توازن کا بوضاحت تذکرہ حقیقہ موجود ہے، میرے نزدیک کلام الہی کی بے ادبی ہے اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ ارشادات فرقانی کا رتبہ اس سے بہت برتر ہے۔ معاش اور معاد ضرور در جدا گانہ شے ہیں، اور انکو گڈ مڈ کرنا باعث خرابی ہے۔

میں جناب کی اور ہر اس شخص کی، جو نیک نیتی سے اصلاح چاہے، بلا لحاظ اسکے کہ اسکی رائے صحیح ہو یا نہ ہو، دل سے تعظیم کرتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ جناب میری اس تحریر سے ناراض نہ ہوں گے، اور یقین فرمائیں گے کہ میں اپنی ترقی کا خواہاں ہوں اور یقیناً میری اس دعا میں آپ شریک ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس راستہ پر لائے، جو انکی دنیا اور دین دونوں کے واسطے بہتر ہو، اور اللہ تعالیٰ اس گمراہی سے انکو نکالے، مکی رجہ سے وہ تباہ، میں پڑے ہوئے ہیں۔

مراسم

فتنگاٹھائیت

خطاب

به رائيٹ انريڊيل سيد امير علي

اغماض چلتے وقت مروت ۽ دور تھا
اُس وقت پلس آپ کا هونا ضرور تھا

هر چند ليگ کا نفس واپس ۽ اب *
وہ دن گئے کہ بتکده کو کہتے تھے حرم *
وہ دن گئے کہ شان غلامی ۽ ساتھ بهي *
وہ دن گئے کہ ”شارع اول“ کا حرف حرف *
وہ دن گئے کہ فتنہ آخر زمان ۽ بعد *
اب معترف ہیں دیدہ واران قدیم بهي : *
اس دست مرتعش میں نہ تھی قوت عمل *
یہ لمعہ سراب، نہ تھا چشمہ بقا *
آئین بندگی میں تملق کی شان تھی *
ان کی دکان کی وہ هوا، اب اکھڑ چلی *
اب یہ کھلا کہ واقف سر تھا اُسی قدر *
هر دم برادران وطن کی برائیاں ! *
سب مت گیا سیاست اُسی سالہ کا طلسم *

لے دے ۽ رھ گیا تھا سہارا بس آپ کا *
امید تھی کہ ابکے بدل جائیں گے اصول *
هو گئی کچھ اب نظام حکومت پہ گفتگو *
دینکے برادران وطن کو پیام صلح *
یہ کیا هوا کہ آپ نے بهي بخری سی کی ؟ *
یا یہ سبب هوا کہ پرا کدہ تھا مزاج *

ممکن ۽ اور بهي هون کچھ اسباب ناگزیر
یہ سب سہی، پہ آپ کو آنا ضرور تھا

(رومان)

رواں میں پڑھا اور از حد مسرور هوا - مزید اشتیاق میں دفتر وکیل
میں اصل الہال کو دیکھنے گیا اور دیکھتے ہی بے اختیار زبان سے
سبحان اللہ اور صل علی نکل گیا - آپ نے مسلمانوں کی ایک اشد
ضرورت ہی کو پورا نہیں کیا، بلکہ ایک سچے اور صحیح اصول پر
چلنے کی انکورہنمائی کی - خدا آپ کی عمر میں برکت دے
اور آپ کے پرچہ کی عمر دراز ہو -

احیاء دعوت قرانی و مقتضیات حالیہ

— * —

از مولانا عطا محمد صاحب امرتسری مصنف حقیقت اسلام وغیرہ
جناب مولانا وبالفضل اولانا دام مجدد کم - السلام علیکم -
کل مینے آپکے رسالہ الہال کا اقتباس اخبار وکیل مطبوعہ ۲۶ ماہ

خون عثمانیہ

انکشاف حقیقت

— * —

معرکہ لولی برغاس

مسٹر ارشدیہ بارٹلٹ کے مراسلہ تلفونی کا بقیہ

— * —

ابھی تک یہ موقعہ باقی تھا کہ اگر عبد اللہ پاشا ۲ فوج کے سامنے حریف پر ایک سخت حملہ کر سکتے تو دن بھر کے تماشے کا نظارہ دم بھر میں تبدیل ہو جاتا۔ کیونکہ اگر اس حملہ میں کامیابی حاصل ہو جاتی اور دشمن پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جاتا تو عقب سے شوکت قرغت اور سامنے سے محمود مختار پاشا اس کی خبر لیتے اور آگے تباہ کر دیتے۔ لیکن اب پھر وہی صبح والا موقع پیش آ گیا اسوقت بھی ترکی سپہ سالار کے پاس تھوڑی سی تازہ دم فوج یا توپخانہ ہوتا، یا گولہ بارود ہی ہوتا، جس کے قحط کی وجہ سے موجودہ توپیں بھی بیکار ہو رہی تھیں، تو ہزیمت نہ اٹھائی پڑتی۔ اس پر بھی عبد اللہ پاشا نے نیپرائین کی مثال کی تقلید کرنی چاہی، یعنی جس طرح اس نے میدان رائٹرو میں اپنے پرانے باڈی گارڈ کو لڑائی کی کی نذر کر دیا تھا، وہ بھی بالآخر طیارہ ہو گئے کہ اپنے باڈی گارڈ کی آخری قربانی عزت و رکن پر کر دیں اور نمبر ۶ فوج کے سامنے سے فیصلہ کن حملہ آور ہوں مگر ابھی یہ حرکت شروع ہی ہونے والی تھی کہ دشمن بھانپ گئے اور انہوں نے اپنے بہترین توپخانہ کی ۱۲ توپوں کا رخ ان دستوں کی طرف پھیر دیا۔ سپاہی سڑک پر ایک دوسرے سے مل گئے، ان سڑکے ہوئے دستوں کے سروں پر دھوئیں کی دھار اس طرح اٹھ کر بلند ہوتی تھی، گویا ایک سیلاب دھان میں سے گزرا، جس میں سے گزریاں اور انسانی ہلاکت کا سامان برس رہا ہے۔ خواہ کیسی ہی فوج کیوں نہ ہوتی، اس گولہ باری کی مرکز تاب نہ لاسکتی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ سپاہ کسی آتشیں سمندر میں غرق ہو رہی ہے، اور موت و حیات کی سرحدیں باہم مل گئی ہیں۔

ترکی فوج کی قطاریں متحرک ہوئیں، لیکن قدم اٹھاتے ہی اس لا علاج بلائی ناگہانی کے باعث منتشر ہو کر عقب کو ہٹ گئیں۔ بلغاریوں نے اس موقع کا فائدہ کوشش کر کے حاصل کیا۔ وہ اس سرعت سے ان کے پیچھے گئے کہ ترکوں کو دوبارہ جمع ہونیکا موقعہ ہی نہ ملا۔ ترکی ہزیمت اب ناقابل تلافی تھی، ان کے ہزاروں جوان کھیت رہے، اور گودشن کو بھی آٹناہی نقصان آٹھا نا پڑا، لیکن اس نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔

زخمی حوالہ موت

راستہ کا نظارہ ناقابل تحریر تھا۔ جو مضبوط تھے وہ فوراً آگے نکل گئے لیکن بیچارے مجروح اور بیمار پیچھے رہ کر جان بچانے کے لئے ایسی جدوجہد کر رہے تھے کہ سنگین دل بھی پانی ہرے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ ہزار ہا مجروحوں نے نہایت درد انگیز اور اندرہ نگیز طریقوں سے کوشش کی کہ کسی طرح اپنے تندرست ہمراہیوں کیساتھ رہیں لیکن یہ ناممکن تھا۔ کیونکہ تندرست اس قابل نہ تھے کہ کسی کو امداد دے سکیں۔ کئی غیر مجروح سپاہی بھی ایسے ناتوان ہو گئے تھے کہ وہ جب راستہ میں گرے، تو پھر اس قابل نہ رہے کہ اٹھ کر دوبارہ چلنے کی

کوشش کریں۔ ان سب سپاہیوں نے تین دن سے ایک دانہ بھی نہیں کھایا تھا، بلکہ کئی تو اس سے بھی پلے کے بھوکے تھے۔ جوں جوں ہم اپنی مرجعت کے اتنا میں میدان جنگ سے دور تر ہوتے جاتے تھے، آٹناہی نظارہ ایسا دردناک ہوتا جاتا تھا کہ نظر دیکھنے کی تاب نہ لاسکتی تھی۔ متعدد زخمی ایسے تھے جو یہاں تک توبدقت تمام چلے آئے، مگر اب آگے بڑھنے سے قاصر ہونے کی باعث سڑک سے انحراف کھارے پر موت کی راہ دیکھ رہے تھے۔ بعض لاشوں کے شریف دل ہمراہی راہ میں ٹھہر کر اور چھوٹا سا گڑھا کھود کر لاش کو اس کے سپرد کر دیتے تھے، لیکن ایسے کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی۔ زیادہ تر لاشیں بڑھنے پڑی ہوئی طعمہ زار و زغن ہو رہی تھیں۔ جو سپاہی بچ آئے تھے اگرچہ انکی تعداد بھی ہزاروں پر مشتمل تھی، تاہم ان میں افسر کوئی نہ بچا۔ راستہ میں ہمیں تازہ دم سپاہ ملی، جو شارلوٹ ہماری کمک کو آ رہی تھی، اور اس حسرتناک انجام سے نازاقت تھی مگر جب اسکو ان حالات کا پتا لگا، تو اس کے لیے پلٹنے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں رہا تھا۔

بعد کی عظیم الشان مصیبت

شارلوٹ کی طرف جانیرالی شاہراہ عام کا نصف حصہ طے کرنے کے بعد ہم ایسی اونچی جگہ پہنچ گئے، جہاں سے گرد و نواح کے علاقہ پر بخوبی نظر پڑ سکتی تھی۔ اسوقت آنکھوں کے سامنے عجیب منظر پیش تھا، ہر راستے پر انسان، گھوڑے، توپیں، اور بیل گاڑیاں تھیں۔ ہر انسان اسی کوشش میں تھا کہ میں آگے بڑھ جاؤں۔ سب کی سعی یہی تھی کہ ان دو سڑکوں میں سے کسی ایک پر چڑھ جائے جو شارلوٹ کو جاتی تھی۔ یقیناً ان میدانوں میں اسوقت پچاس ہزار آدمی موجود تھے، ان میں سے ہر ایک بھی کوشش کر رہا تھا کہ غروب آفتاب کے قبل شہر میں جا داخل ہو۔

تھریس کی عثمانی سپاہ کی ہزیمت پر میں جسقدر زیادہ غور کرتا ہوں، اتنا ہی زیادہ اسے قوانین فطرت کے عین مطابق پاتا ہوں۔ سیدن کے بعد یہ سب سے بڑی جنگی تباہی ہے، جو کسی قوم کو پیش آئی ہے۔ موجودہ جنگ میں حملہ کرنے کی صلاحیت تو آٹنے فوج میں سے بالکل زائل کر دی ہے اور یہ امر بھی اب مشتبہ ہو گیا ہے کہ مشہور عالم شلجہ کی لائینوں پر بھی ترک مدافعت کر سکیں گے یا نہیں؟ ہاں اگر پھر کوئی عثمان پاشا پیدا ہو جائے، تو عثمانی فوج کو جمع کر کے اپنی حسن تدبیر سے مستعد کر دے سکتا ہے کہ وہ ایک دفعہ پھر اپنے آبائی ملک کی عزت کیلئے خون بہائے اور اسکی عظمت کو اس سب سے بڑے نازک وقت میں محفوظ رکھے۔ میں خود تو سکزکوائی کے معرکہ کے عثمانی نقصانات کا صحیح اندازہ پیش نہیں کر سکتا، البتہ جن ترکی افسروں سے میں نے اس بارے میں گفتگو کی ہے، وہ مقتولین و مجروحین کا اندازہ چالیس اور پچاس ہزار کے درمیان لگاتے ہیں اور غنیمت کا نقصان اپنے سے بھی زیادہ بتاتے ہیں جو غالباً درست ہے۔ اس ہزیمت کا سب سے بڑا اور اہم سبب عثمانی سپاہ کی وہ پریشانی تھی، جو غربت اس سے پرشیدہ رکھنے اور کئی روز تک رسد نہ ملنے سے اس میں پیدا ہو گئی تھی۔

مقالہ

انگلستان اور اسلام

— * —

ایک معرہ سیاست (مسٹر بلنٹ) کا انکشاف حقیقت
اور الہلال کے قیاسات و آزادی توثیق

(۲)

ایک مسیحی صوبے کا کسی حکومت مسیحی کورائیس ملجانا جائز سمجھا جاسکتا ہے، نہ کہ ایک ایسے صوبہ کا جو خالص اسلامی ہو، اور جسکو دشمنان اسلام ابھی تک فتح نہ کرسکے ہوں، جسمیں بہادر عرب غیر مسلموں کے خلاف اب تک جہاد فاتحانہ میں مشغول ہوں، جسکے باشندے ایمان کی خاطر اپنے عزیز خون سے سرزمین وطن کو تر کر رہے ہوں، اور جو ابھی تک دشمن کے مقابلے میں بے خوف و خطر اسلحہ بلند کیے ہوئے ہوں۔ ایسی ذات کی مثال تاریخ سلطنت عثمانیہ میں نہیں ملسکتی، بلکہ میں کہوں گا کہ انگلستان کی شہنشاہی مشرقیہ میں بھی، جسکو دس کروڑ مسلمانوں پر فرمانروائی کا فخر حاصل ہے، ایسی ذات کی مثال کا پتہ نہیں چل سکتا۔ فوری نتیجہ جو کچھ ہوگا، اسکی نسبت پیشین گوئی شاید خطر ناک ہو، مگر ایک بات ہم ضرور دیکھ لیتے کہ حکومت انگریزی طرابلس میں اپنا منشاء پورا کرلینے کے بعد اپنی بد خواہی اسلام کا رخ دوسری جانب پھیردیگی، جسکا اظہار سالانہ عثمانیہ کے حصے بحری لگائیگی صورت میں ہوگا۔ سر آڈورڈ گرے با اتفاق ایم سارنوف سلطان دو مقدونیہ اور دیگر بقیہ یورپین صوبجات کی تقسیم کی ترغیب دیکر ریاستہائے بلقان سے بھی صلح کرانیک کی کوشش کریں گے۔ اگر سلطان کو برطانیہ کی صلاح ماننے سے انکار ہوگا، تو انگریزی دباؤ سے کام لیا جائیگا اور انگریزی بیڑہ جو اطالیہ کے خلاف متحرک نہیں ہوا تھا، تری کے مقابلے پر روانہ ہوجائیگا اور یہ سب کچھ ”امن مقدس“ کے قیام کے واسطے عمل میں آئیگا۔ نیز درانیال پر جہاز نشی کا یہاں تک زور ڈالا جائیگا کہ نری بیڑہ خوف زدہ ہو کر جنگ میں موثر خدمت انجام نہ دیسکے۔ کامل پاشا طرف دار صلح ہوگا، نتیجہ ایک دلت آمیز حوالگی ہوگی، اور سلطان اپنے بے ایمان وزروں کے دھوکے میں آکر صلح کرالینگے، جسکے بعد انکے تمام یورپین مقبوضات میں سے انکے زیر فرمان صرف قسطنطنیہ اور ایک قطعہ ملک باقی رہجائیگا، جسمیں ممکن ہے، کہ درانیال بھی بایں شرط داخل ہو، کہ روس اپنا بیڑہ جب چاہے وہاں سے گذار سکے۔

صرف یہی نہ ہوگا، بلکہ ہمارے دفتر خارجہ اور کامل پاشا کے درمیان یہ طے ہو چکا ہے کہ اگر کامل پاشا برسر وزارت، ہیگا تو وہ انگریزی قبضہ وادی نیل کو (مقبوضات خدیوہ کا انگلستان کو درامی ٹھیکہ دلا کر) باضابطہ بنادیگا۔ آئندہ وہاں سلطان کی شہنشاہی برائے نام رہیگی، خراج ملتا رہیگا، لیکن انگلستان کو مقبوضات خدیوہ پر حتمیائی کرنیکے لیے فوجی قبضہ اور کلیۃً انتظامی اقتدار کا حق حاصل ہو جائے گا۔ اس تجویز سے خدیو معظم نے اپنی برائے نام حکومت کے جاری رکھنے اور کسی قدر ذاتی اختیارات حاصل کرنے کے وعدے پر اتفاق کر لیا ہے۔ اب خدیو بھی آئندہ مثل نواب ہند کے ظاہری عظمت و شان تو رکھتے ہوئے، لیکن فی الحقیقت انگلستان

کے غلام ہونگے، اور ازروے معاہدہ جس پر سلطان سے دستخط لیے جائیں گے، حقیقی حکومت و اختیارات قانون، حکومت برطانیہ کو منتقل ہو جائے گا۔ جب یہ سب کچھ ہو لیگا تو مصر کی برائے نام ایک کمیٹی جسکا نام مجلس النواب ہوگا، قائم کیجائیگی۔ اور اس طریق پر ترون کی افریقی شہنشاہی کی تدریجی تقسیم درجہ تکمیل کو پہنچائی جائیگی۔

تاہم اس تجویز کی تکمیل کا کچھ حصہ ترکوں کی فتوحات بلقان پر، اور کچھ نوجوان ترکوں پر منحصر ہے، نہ وہ کامل پاشا کی وزارت کے اجرا کو پسند و برداشت نہ کریں۔ جو کچھ مصر میں ہونے والا ہے، وہ بھی مصریوں کے حب وطن اور قوت ملی پر موقوف ہے۔

”حضرت کیفیت بیان کردہ سے زیادہ میں اسوقت اور کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ صورت معاملات کی تبدیلی کا دار و مدار فتوحات ترکی پر ہے۔ اگر اسلحہ عثمانی کو شکست نصیب ہوگی، تو رادی نیل میں بھی بقیۃ السیف اسلامی آزادی کا خاتمہ ہے۔“

تتمہ

* ابتدائی تحریر میں اخبار دلی میڈل نے اپنے ایک نامہ نگار قسطنطنیہ کی سلطان سے ملاقات کا حال شائع کیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کامل پاشا نے سلطان کو حالت انگلستان و دفتر خارجہ کے درستانہ رخ کی نسبت کس کمینگی کے ساتھ دھوکا دیا ہے؟ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

”جلالتاب سلطان المعظم نے فرمایا: کل مجھے کامل پاشا نے بیان کیا ہے کہ اس جنگ میں انگلستان کی پبلک ہمدردی ہمارے ساتھ ہے۔ میں انگریزوں کی خیر خواہی کی قدر کرتا اور تہ دل سے انکا سکریہ ادا کرتا ہوں۔ انگریزی قوم کو اپنی شوکت و عظمت پر ناز ہے اور ترک ایسی قوم کی ہمدردی کا بڑا لحاظ رکھتے ہیں۔“

در انحالید انگریزی مخلوق ریاستہائے بلقان، اطالیہ، اور حرمات برطانیہ کے ساتھ، جسکی بخلاف اسلام روس سے پکی سازش ہے، اپنی مذہبی ہمدردی کا شور و غل مچا رہی ہو، کامل پاشا، سلطان سے ایسا بیان کرنا، تسقدر درد انگیز شرارت ہے؟ دلی میڈل پھر آئے چکر لکھتا ہے:

”دوروز ہوئے کہ انگریزی وزیر خارجہ نے گورنمنٹ ٹری کو بذریعہ قار صلاح دی کہ وہ اطالیہ سے صلح کر لے، لیکن وزارت خانۂ عثمانی میں کامل پاشا کی صلاح ماننے سے انکار کر دیا گیا۔ کل صبح روایات سیاسیہ کے خلاف ماراؤس امپریا دفتر خارجہ میں گیا اور سر آڈورڈ گرے کو اطلاع دی کہ اگر ترکی حکومت نے اب زیادہ لیت و لعل کی کوشش کی تو اطالی بیڑہ فوراً بحر ایجیڈین میں کارروائی شروع کر کے جنگ کو ختم کردیگا۔ سر آڈورڈ گرے نے فوراً سر جارد لو تھر سفیر انگریزی کو تار دیا، جس نے اس برقی پیغام کو خفیہ طور پر کامل پاشا تک پہنچایا۔ اسوقت ترکی وزارت کا جلسہ ہو رہا تھا۔ جب یہ جلسہ ختم ہوا، تو آرچی کونائین ترکی کے نام اطالی شرائط تسلیم کر لینے کی نسبت تار دیدیا گیا“

(ایچپٹ)



پلے میں طیار ہوں) - جو نغمہ ”تی دیوم“ (۱) اور اپنے کلیساؤں کے گھنٹوں کی تانوں سے مست ہو کر حملے کر رہے ہیں - یہ حیثیت قوم کے ہزار درجہ مسلمانوں کے مقابلہ میں غدار تر اور خونخوار تر ہیں ... حقیقت میں خونخواری انکا پیشہ ہے ! ہسپانیہ کے رہ ساند مجھے یاد ہیں، جنکو ایرینا (۲) میں لے جاتے ہوئے میں نے دیکھا تھا - وہ بڑی نیک بختی سے آتے ہیں - بعض ایسے ہوتے ہیں جو ذرا بھی وحشی نہیں ہوتے - لیکن وہاں لانے کے بعد یہ ہوتا ہے کہ نیوزوں سے ذرا ذرا کر، بیرحم تیروں سے ایذا پہنچا پہنچا کر، انہیں ایسا مادہ پیدہ کر دیا جاتا ہے کہ وہ ہر شخص کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں، اور مجذورانہ غصہ میں آکر آدمیوں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں“

اسکے بعد مسٹرام لڑی نے ترکوں کے اخلاقی صفات کو بیان کر کے متعدد مثالیں دی ہیں اور پھر انکے اخلاق، انکی ہمدردی، انکے صادق القول ہونے کی شہادت دینے کے بعد، مضمون کو اس طرح ختم کر دیا ہے :

”اس امید کے بغیر کہ میری ناچیز التجا سنی جاوے گی، میں اسکی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ یورپ کے آگے باآواز بلند چلاؤں کہ ”ترکوں پر رحم کرو - جو باقی رہ گئے ہیں انکو بخشدو - انہیں ایمانداری اور ہمت ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے، جسکی مثال کہیں دوسری جگہ نہیں مل سکتی - انہیں ہی امن، تعظیم، پرہیز، خاموشی، اور وقار نے اپنے آخری پناہ کی جگہ پائی ہے، پس ان پر رحم کرو اور انکو چھوڑ دو !!“

میرے خیال میں ایک فرانسیسی بھی ایسا نہیں ہے، جو انہیں رہا ہو اور دل رکھتا ہو، اور باوجود اسکے ترکوں کی اس شدید مصیبت کی گہری میں میرے جوش و خروش کا شریک حال نہ ہو، وہ جوش، جس نے میرے سر کو فرانس کے آگے خم کر دیا ہے، تاکہ وہ انکی مدد کرے -

مجھے معلوم ہے کہ یہ عاجزی بیکار ہے - اور آہ ! میرا یہ سر عاجز خم کرنا پھلوں کے اوس غم فزا ہار کی مثال ہے، جو قبروں پر چڑھائے جاتے ہیں !!“

آل انڈیا مسلم یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کا جلسہ

اس سے پیشتر اخبارات کے ذریعہ سے اعلان ہو چکا ہے کہ مسلم یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کا جلسہ آخر ہفتہ دسمبر میں بمقام لکھنؤ منعقد ہونے والا ہے - اس اعلان میں استدعا کی گئی تھی کہ ملک کے مختلف اضلاع اور اسلامی جماعتوں کی طرف سے قائم مقام منتخب ہو کر شریک جلسہ ہوں اور جیسا کہ پیشتر عرض دیا جا چکا ہے مسلم یونیورسٹی کانسٹی ٹیوٹن کمیٹی نے ان امور کا تصفیہ جو مسلم یونیورسٹی اسکیم کے متعلق آنریبل سر ہارکورت بٹلر بالقابہ نے اپنے معروف مراسلہ مورخہ ۹ اگست سنہ ۱۲ ع میں درج فرمائے ہیں، فونڈیشن کمیٹی کے سپرد کیا تھا، لہذا یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کا جلسہ اس غرض سے طلب کیا گیا ہے کہ کمیٹی کے منتخب قائم مقام ایک جگہ جمع ہو کر بعد تبادلہ خیالات یا ہمدگر غور و بحث ان امور کا فیصلہ کریں - اب یہ اعلان عام اطلاع کی غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ مسلم یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کا مجوزہ جلسہ بمقام لکھنؤ ۲۷ - دسمبر سنہ ۱۲ ع یوم جمعہ کو منعقد ہوگا جسقدر منتخب ڈیلیگٹ صاحبان کے اسماء گرامی کی صدر دفتر کو اطلاع مل چکی ہے اور آئندہ ملیگی، انکی خدمتیں براہ راست بھی علحدہ علحدہ بذریعہ عریضہ تاریخ جلسہ کی اطلاع بھیجی جا رہی ہے - امید ہے کہ جملہ ڈیلیگٹ صاحبان تاریخ مقررہ سے پیشتر لکھنؤ پہنچ کر حسب قرار داد شریک جلسہ ہوں گے -

(۱) ایک قسم کا مذہبی گانا ہے - (۲) ایرینا کہتے ہیں اہواز یا دنگل کے ایک حصہ کہ، جہاں وحشی اور خونخوار جانور اکسبیں لڑاے جاتے تھے

وہاں ہم اپنے ساتھ غیر مستقل ہوا رہوس اور ناامیدی لے جاتے ہیں -

غریب ترکوں کو ایسی بیخوی کے ساتھ تمام اولوگوں نے چھوڑ دیا جو معلوم ہوتا تھا کہ یورپ میں انکے مددگار ہونگے - اخبارات بھی انسے کنارہ کش ہو کر انکی توہین و تضحیک کرتے ہیں - امانت داران سیاست جو انکی حمایت کرنے کے ذمہ دار تھے انسے الگ ہو گئے - مول بھی انسے علحدہ ہو گئیں، جو کبھی ترکوں کی دوستی پر فخر کرتی تھیں ! یقیناً ہملوگ اپنے ناموران پیشین کر نہیں پہنچاتے ہیں - پلونا کے نامورونکو، گذشتہ جنگ کے نامورونکو، جنہوں نے یونان کا تقریباً خاتمہ کر دیا تھا، یہاں تک کہ کل کے نامورونکو بھی ہم بھول گئے، جن میں سے دس دس نے ہزار ہزار کے مقابلے میں داد شجاعت دی ہے - اچھا، پلے ہملوگ فرض کر لیں کہ وہ طیار نہ تھے اور یہ کہ انکے افسر اچھے نہ تھے، اور یہ کہ اپنے سرداروں کی غفلت سے وہ بھڑکے مر رہے تھے - لیکن اسکے بعد تو ہمیں یقینی طور پر تسلیم کرنا پڑیگا کہ انکی فوج کا یہ زوال ہمیں لوگوں کی کارستانی ہے - اسکے باعث وہ ہمیں ہیں جو مشرق کے مغرب اخلاق ہیں - اور وہ ہمیں ہیں، جنہوں نے ایک حیرت انگیز سرعت کے ساتھ سخت مہلک یوٹوپیا (۱) سے اولوگ بالکل خراب و خستہ کر دیا ہے -

فوج میں مسیحی

اور پھر موجودہ حکومت کے قائم ہو جانے پر سنگین جرم جو انسے سرزد ہو گیا وہ یہ تھا کہ عیسائیوں کو میدان جنگ کی افواج میں بھرتی کر لیا - خدا نہ کرے کہ مسیحیت کے نام کو ہم بدنام کریں - لیکن ترکی افواج کے مسیحی بلغاریا اور یونان کے تھے، جو فطرۃً اپنے ہم قوموں کے خلاف لڑنا نہیں چاہتے اگر ترکی افواج میں صرف ترک ہی ہوتے، تو شاید غنیم کو بھی اپنے ساتھ اسی وقت لے مرتے، جسوقت کہ ریاستوں نے چالاکی سے حملہ کرنے کے مسرودے بنائے تھے - ہر حالت میں کم سے کم اتنا تو ضرور کر بیٹھتے کہ اپنی سر فروشی کی ایک آخری یادگار صفحہ عالم پر نقش کر جاتے -

اس سے بڑھ کر اور کیا غصہ دلایا جائے گا، کہ وہ دیکھتے ہیں کہ وہ مغربی، جنہوں نے ترکوں کے ملک میں کبھی قدم بھی نہ رکھا ہوگا - ترکوں کی نسبت غلط خیال قائم کرتے ہیں اور ازبیر آرازمے کتے ہیں؟ میرے خیال میں تو صفحہ عالم پر کوئی دوسری قوم نہیں ہے، جو ایسی عمدہ، بہادر، مطیع، اور شریف ہو - البتہ جنہوں نے ہمارے مدرسوں میں تربیت پائی ہے اور جنہیں ہمارے یہاں کی سیرگاہوں میں مردنی چھا گئی ہے انہیں سے چند کی نسبت مجھ کو استنڈا کرنا ہوگا - یعنی وہ حضرات جو آخر کو افسر ہو گئے، میں انکو الگ کر دیتا ہوں - لیکن عوام جو حقیقت میں آدمی ہیں، جو کسی قصبے کے ادنیٰ باشندے ہیں، یا پھر ترک کاشتکار، تو انسے کون بہتر ہو سکتا ہے؟ ہم میں سے وہ جو مشرق میں رہ چکے ہیں، یہاں تک کہ ہمارے پادری اور مسیحیت کے پھیلانے والے (مشرقی) جنکی رہاں بڑی تعظیم کی جاتی ہے، پوجے جالیں کہ آیا وہ فرقیت دیتے ہیں، آیا وہ تمام مشرقی عیسائیوں کو پسند کرتے ہیں؟ تو انکا جواب جو کچھ ہوگا، وہ مجھے پیشتر سے معلوم ہے - ان میں سے ایک ایک پادری کہے گا کہ یہ بلغاری، بے بہا جرات والے (جسکو تسلیم کرنے کے لیے سب سے

(۱) یوٹوپیا کے لفظی معنی ہیں کہیں نہیں - امر مہرم - خیال خام - غیر ممکن اصلاح - ایک خیالی جزیرہ جسکو سرٹی مرولے اپنے اس مشہور سیاسی انسانہ میں فرض کیا ہے جو سنہ ۱۵۵۱ میں لاطینی سے انگریزی میں ترجمہ کیا گیا تھا -

دنیا کی ایک بہترین مگر مظلوم قوم

—*—

ایک مشہور فرانسیسی مصنف کی رائے

—*—

فرانس کے مشہور ناولسٹ ”پیری لوتی“ نے اخبار نگاروں میں اپنا ایک نہایت فصیح و بلیغ مضمون شائع کرایا ہے جس کا عنوان یہ ہے: ”ترک لوگ قتل عام کر رہے ہیں“۔ (یہ ایک فقرہ ہے جسے فرانس کے گلی کوچوں کے اخبار بیچنے والے لوگوں نے اپنی صدا بنالی ہے) اس مضمون میں ان بعض اعتراضات کے جواب دیے گئے ہیں جو مخالفین کی جانب سے ترکوں پر کیے جاتے ہیں۔ شروع مضمون میں موسیرو لوتی نے عربوں کے اس قتل عام کی طرف اشارہ کیا ہے جو طرابلس میں اطالیوں کے ہاتھ سے وقوع میں آیا تھا، پھر یورپ کی ان خوفناک کارروائیوں کا ذکر ہے جو چین میں باکسروں کی شورش کو فرو کرنے کی غرض سے اختیار کی گئی تھیں، پھر خرطوم کے درویشوں کے مار ڈالنے کی طرف اشارہ ہے جو انگلستان کے ہاتھوں انجام پایا، پھر کیمپوں کے اکٹھا کرنے کا ذکر ہے جو ٹرانسوال میں واقع ہوا تھا، پھر فرانسیسیوں کی اس وحشیانہ سفاکی کی طرف توجہ دلائی ہے جس کا ثبوت انہوں نے الجزائر میں عورتوں اور بچوں کا دم گھونٹ گھونٹ کر مار ڈالنے سے دیا ہے۔ ان ساری تمہیدوں کے بعد ترکوں کی حالت کی طرف نظر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”غریب ترک! اگر یہ سچ ہے کہ اس حد درجہ بیرحمانہ جنگ میں جو ان کے خلاف چاروں طرف سے بیک وقت چھڑتی جا رہی ہے، انہوں نے قتل سے کام لیا ہے، تو اس کے لئے حالات ہی خواستگار معافی ہیں۔ بہت سے لوگوں کو میں جانتا ہوں جو اپنی جگہ اور ایسے خطرناک گھڑی میں بڑی خفگی کے ساتھ اس علت میں گرفتار کئے جائیں گے انہوں نے قتل سے کام لیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ بمقابلہ ہم لوگوں کے ان کی قدامت زیادہ ہے۔ وہ زیادہ زبردست ہیں، اگرچہ بہتر غصہ ور اور عادتاً شریف تر ہیں۔ زیادہ خطرناک اور ایسے ہیں کہ جب کوئی دوسرا ان کو حد سے زیادہ غصہ دلائے، تو ہمارے غصہ کے سرخ ہوجانگے۔ زیادہ قدیم۔ بالخصوص وسط اناطولیہ اور دشت ای سرحدوں کے رہ کشتکار، جو دائروں کے خلاف جلدی سے مسلح ہرائے جاتے ہیں، اور جن کو اپنے ہاتھوں میں ہم لوگوں کی شیطنت کے آلات نشانہ اندازی لینے پڑتے ہیں۔ فطرتاً اور لوگوں سے وہ کیسے منفرد ہیں، جو عیسائی کہلاتے ہیں، یہ سب سچ ہے لیکن اس کیفیت کے محسوس کرنے سے وہ کیونکر باز رہ سکتے ہیں کہ وہی لوگ (عیسائی) اس پاس میں ظاہراً خواہ چھپے چوری، ترکوں کے فنا کرنیکی سازش میں لگے ہوئے ہیں؟ ہم فرانسیسیوں نے الجیریا، تونس، مراکش لیا، برطانیہ نے مصر پر قبضہ کر لیا۔ ایران کو قریب قریب محکوم ہی بنالیا گیا ہے۔ اطالیہ نے حال میں طرابلس کو خوں سے سیراب کر کے بیرحمانہ اور ظالمانہ شکار کرنیکا نشان بھی دکھا دیا ہے۔ اور تمام مقبوضات میں ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے طریقہ کے مطابق ان کو مجبور کرتا ہے کہ ہمارے تنفر اور بالادستی کو محسوس کریں۔ ہمارا اندی سے اندی حاکم بھی مسلمانوں کے ساتھ غلاموں کا سا برتاؤ کرتا ہے۔ ان اعتقادات سے رفتہ رفتہ ہم ان کی نمازیں بھی اڑنے لیتے چلے جاتے ہیں۔ ان نیند کے ماتوں پر ہم دباؤ ڈالتے ہیں اپنی بے فائدہ شورشوں کا، چست و چالاک کردی خفگی کا، اپنی شراب کا، غرضکہ اپنی انسانیت کی جملہ خرابی اور آلودگیوں کا۔ جہاں کہیں ہماری ٹہپائی ہے“

نقصان کی وجہ

اس تباہی کے لئے ترکی سپاہ کسی طرح جوابدہ نہیں ہوسکتی۔ سپاہی اب بھی ویسے ہی جانفرش اور دایر ثابت ہوئے ہیں جیسے کے پہلے تھے۔ اور یہ انہی کی جانبازی اور ثابت قدمی تھی جس نے کارزار اسکر کوئی کوئیں دن کا طول دیدیا، رزہ کوئی اور فوج تو ان حالات میں ایک دن بھی نہ ٹہرسکتی۔ البتہ اس کے ذمہ دار وہ با اختیار ترکی حاکم اور اعلیٰ عہدہ دار ہیں، جو اپنے اوپر حد سے زیادہ اعتماد کرتے تھے اور بلغاریوں کو طفل مکتب سمجھکر یہ تصور کئے بیٹھے تھے کہ عثمانی سپاہ پر غلبہ پانا ممکن نہیں، حملہ کے وقت ترکی فوج ہرگز جنگ کے لئے تیار نہ تھی۔ ذمہ دار فوجی حکم کا یہ زعم غلط تھا جو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ کاغذ پر اپنی سپاہ کی تعداد زیادہ دکھانے سے اس فوج کے مقابلے میں شکست کا منہ دیکھنا نہ پڑے گا، جو اگرچہ تعداد میں تو قلیل ہے، مگر ۲۵ سال سے برابر جنگی تیاریوں میں مشغول ہے۔ میرے لئے ناممکن ہے کہ پوری صحت سے بدنظمی اور بے ترتیبی کا خاکہ کھینچوں اور پھر کسی کو اس کی صداقت پر یقین کرنے کے لئے مجبور کروں جو ترکی فوجوں میں ہو جگہ موجود ہے۔ ترک سپاہی قیں شبانہ روز بے آب و دانہ رہے پناہ پڑا رہا، یہ بھی اس نے جوہر مردانگی دکھا کر جان دی۔ افسوس کہ دنیا کی نہایت جانفرش اور انتہا درجہ کی شجاع فوج بے پرائی، نادانی، اور غلط بر خود اعتمادی پر قربان کردی گئی!!

فوج میں باقاعدہ کمسریت کا انتظام تک نہیں ہے۔ دار السلطنت سے میدان کارزار صرف ۵۰ میل کے فاصلہ پر تھا اور مزید سہولت یہ تھی کہ ریلوے لائن بالکل فوج کے عقب میں تھی مگر اس حالت میں بھی ترکی ذمہ دار حکم ایک برگید کو خوراک نہ پہنچا سکے بلکہ انہوں نے ان چار فوجی جمعیتوں کو خوراک اور سامان حرب بھیجنے کی کوشش ہی نہیں کی اور یہ سمجھکر انہیں بھوک کے حوالے کردیا تھا، کہ خدائے رزاق اسماں سے اُنکے کھانے کیلئے تمام سامان اتار دے گا اور پیٹنے کے لئے چٹانوں سے پانی کے چشمے جاری کر دے گا۔ اس قربانی کی انسانی روحوں کو قربان گاہ کی طرف تر روانہ کردیا، لیکن کسی کو اس کا خیال تک نہ آیا کہ مجروحوں کی تیمار داری کے لئے بھی کسی سامان کی ضرورت پڑیگی۔ بھیجنے کو ترپخانہ بھی بھیجا مگر سامان چند ہی گھنٹوں کا کافی سمجھا گیا اور پچاس میل تک اس کے لئے امداد ہی فوج بٹھانے کی لازمی ضرورت پر توجہ نہ دی۔ ترکوں کے پاس مینے ایک بھی مشین سے چلنے والی توپ نہیں دیکھی اور اگر کوئی ہے، تو خدا جانے اس کا کیا حال ہے؟ دوران جنگ میں بلغاری ترپخانہ نے بے مثل کار دانی دکھائی۔ نہ صرف ترکی مدافعت ہی کو ترزا بلکہ اپنی آتشیں قادر اندازی سے فراراً ہر ایک حملے کی نقل و حرکت کو بھی روک دیا اور ترکی سپاہیوں کا ارمان دل کا دل ہی میں رہ گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ترک سپاہیوں نے حیرت انگیز طاقت برداشت دکھائی، لیکن آخر اسکی بھی ایک حد ہونی چاہیے۔ افسوس کہ ترک حکم نے اپنے اعلیٰ درجہ کے سپاہیوں کے لائق بالائی مگر جنگ کے لئے اشد ضروری باتوں کا انتظام نہ کیا، اور ایسے دشمن کو غلبہ پانے کا موقع دیدیا، جو معمولی حالت میں ہرگز کامیاب نہ ہوسکتا۔ لرلی برغاس کا معرکہ بڑا اہم تھا، اور اگر ترک بلغاریوں کو ایک گاری ضرب لگا دیتے جس کا اپنی سپاہ کی شجاعت و جانبازی کے لحاظ سے انہیں پورا موقع حاصل تھا، تو وہ جنگ کا رخ بدل دیتے، اور بلغاریوں کو پیچھے دھکیل کر، مغربی علاقہ میں سرریوں اور یونانیوں کی خبر لے سکتے۔

ایک اور فتح

— * —

عثمانی بیڑے کی مدد سے

عثمانی بیڑے نے اس بلغاری فوج یوگولہ باری کی 'جو (بیوک شتمجہ) کی طرف عثمانی میمنہ پر حملہ کر رہی تھی۔ بیڑے کی شدت آتشباری سے حملہ آوروں کی کئی توپیں ضائع ہو گئیں اور انکو مجبوراً حملہ کا رخ (بیوک شتمجہ) سے (مرا دلی) کی طرف پھیرنا پڑا۔

جرمنی اور دولت علیہ

— * —

جرمنی کی صلاح یہ ہے کہ جنگ جاری رہے

— * —

دولت علیہ کو جرمنی صلاح دیتی ہے کہ جنگ جاری رکھنی چاہیے۔

چٹلجا میں ایک اور معرکہ

— * —

جیش عثمانی کے قائد عام کے پاس سے اس مضمون کا تار موصول ہوا ہے "دشمن کی فوج جو ۱۸ نومبر کو میمنہ عثمانیہ اور ۱۹ نومبر کو میسرے کی طرف بڑھی تھی" نہایت شدید نقصانات کے ساتھ واپس گئی۔ توپوں کی گولہ باری جاری ہے۔

بلغاریا کی قادر اندازی کا خاتمہ ہو گیا

— * —

چٹلجا کا دوسرا معرکہ اب تک ختم نہیں ہوا، بلغاری فوج کے میمنہ و میسرے کو شکست ہو چکی ہے اور اسکا شیرازہ نظام بالکل برباد ہے۔

عثمانی فوج کا جہتہ الجیش (فوج کا سامنے کا حصہ) آتشباری کر رہا ہے۔ بلغاریا کے نقصانات کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی ہے۔ ہر مرتبہ سخت و شدید نقصانات کے ساتھ غنیمت کو فرار کرنا پڑا۔

چٹلجا میں معرکہ ثانیہ

— * —

آخری ہزیمت کے بعد سے بلغاریا کی قادر اندازی کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اب بلغاریا توپوں کے گولے نشانے پر نہیں لگتے۔

۴ سو سپاہی اور ۲۰ افسر

— * —

(۱۱ نومبر)

باب عالی کو جیش عثمانی کے قائد عام اطلاع دیتے ہیں: "جیش شرقی میں بندر قیوں اور توپیں نہایت شدت اور حیرت انگیز کامیابی کے ساتھ آج صبح کم کرتی رہیں۔ ہمارے در توپخانوں نے بلغاری پیداروں کو شکست دی" اور انکی کئی باتریوں کو بالکل خاموش کر دیا۔ ہماری فوج کے ایک رسالے نے دشمن کی کمینگاہوں پر بھی حملہ کیا اور بالآخر انکو شکست عظیم ہوئی۔

غنیمت میں اسلحہ اور دیگر سامان بکثرت ہاتھ آیا ہے۔ دشمن کی اس فوج کے ۴ سو سپاہی اور ۲۰ افسر بھی کم آئے، جس نے ہمارے میمنہ کے مرکز پر حملہ کیا تھا۔

ایک اور شکست

— * —

باب عالی کو قائد عام نے یہ اطلاع دی ہے کہ "چٹلجا" میں توپیں اور بندر قیوں برابر آتشباری کر رہی ہیں۔ بلغاری پیداروں نے یہ چاہا تھا کہ قلب جیش کی طرف سے بڑھیں، مگر ہماری فوج نے انہیں پیچھے ہٹا دیا، اور انکی قلم باتریوں کو خاموش کر دیا۔ غنیمت میں میٹر لوز قسم کی دو توپیں بھی ہاتھ آئیں۔

باب عالی اطلاع دیتی ہے کہ "چٹلجا" میں ہماری فوج نے قریب مغرب بلغاریا کی اس فوج پر حملہ کیا، جو کمینگاہوں میں چھپی ہوئی تھی۔ الحمد للہ کہ ہماری فوج نے دشمن کی فوج کا بڑا حصہ تباہ کر دیا۔ غنیمت میں ۱۲ سو بندر قیوں اور بکثرت ذخائر جنگ ہاتھ آیا۔

فوج بلغاریا کا فرار

خط چٹلجا سے

— * —

(۲۰ نومبر)

بقیہ بلغاری فوج "چٹلجا" کے خط دفاع سے فرار کر کے (باباس) اور (برغاس) کے خط دفاع کی طرف چلی گئی ہے کیونکہ اب یہاں اس کے لیے تباہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

فہرست

زرعائے ہلال احمر

— * —

ان اللہ اشتری من المومنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة

(۴)

آٹھ	روپیہ
۵۰	جناب حاجی مصلح الدین صاحب کلکتہ
	جناب یوسف حسن خاں صاحب - فاروقی سب
۲۲۵	انسپکٹر جیو
۲۰۰	بذریعہ جناب عبد الغفور و رسول صاحبان - بلدانہ
	جناب عشق علی خاں صاحب صوبہ دار - بہار
۱۳۲	(منفی آڈر فیس ۱ روپیہ ۱ آنہ)
۸۰	جناب چودھری محمد اسحاق صاحب - کلکتہ
۶۸	فتح محمد کاتم الامرار مجلس حق پرست قہرہ اسماعیل خاں
۳۲	جناب کندکڑاں ٹراموے کمپنی - راجہ بازار دہلی کلکتہ
۲۷	انجمن رونق السلام - کلکتہ
۰	جناب شیخ تواب علی صاحب - قلم نگر
۱	جناب لطف علی صاحب - شام نگر
۱۶	جناب پیارے صاحب - مخدوم پور - گیا
۱۲	جناب محمد یوسف صاحب - بالکلہ
۵	جناب محمد یعقوب صاحب - وزنگاہم
۵	سید ناظر الحسن صاحب - انار بستی
۱۵	مولانا حکیم محمد عبد الحکیم صاحب سیف شاہجہا پور
۲	جناب سید محمد فرخ سیر صاحب زیدی
۳	معرفت محمد عبد العزیز صاحب - منیادہ

عثمانی داک

—(*)—

دفعہ جنگ کے اعلانات

انہی تاریخوں کے ریفرنس ٹیلی گرام سے مقابلہ کیجیے

(باب عالی ۱۸ نومبر)

قائد عام عثمانی اطلاع دیتے ہیں کہ ۱۷ نومبر کو جو جنگ خط چٹلجا پر شروع ہوئی تھی وہ شام کو اس طرح ختم ہوئی کہ ہمارے لشکر کے قلب و میمنہ کے بالمقابل دشمن کی فوج کو ایک شکست فاحش ہوئی اور تین ہاتھریاں بھی ضائع ہوئیں۔

اشقودرہ میں ایک عظیم الشان فتح

—x—

قریباً ایک ہزار بلغاری مقتول اور ایک ہزار سے زائد مجروح

—:~:—

مغربی فوج کے قائد عام اطلاع دیتے ہیں کہ دامن (خادم کڑی) میں (جو اشقودرہ کے قریب ہے) دو دن سے جنگ ہو رہی تھی اسکا خاتمہ دشمن کی شکست پر ہوا۔ ہمارے لشکر کو غنیمت میں تین جہنڈے، بے شمار بندوقیں اور دیگر سامان جنگ ملا۔ دشمن کے مقتولین کی تعداد ایک ہزار ہے۔ مجروحین کی تعداد اس سے بھی زیادہ۔

قبائل اور استروغہ پر قبضہ

—*—

(قبائل اور) استروغہ کے کئے موقع (پوزیشن) پر ہماری فوج قابض ہو گئی ہے، یہ موجودہ نقشہ جنگ میں اہم ترین مقامات تھے۔

(فلسلیج) کی واپسی اور قوزانہ کی طرف پیش قدمی

—*—

ہمارے لشکر نے (فلسلیج) واپس لے لیا، اور عنقریب (قوزانہ) کی طرف ہڑمیکا۔

ایک نصرت عظیم

—*—

۹ ہزار بلغاری قید ہوئے

—*—

تمام خطوط (چٹلجا) پر پرسیوں سے اس وقت تک جیش عثمانی اور جیش بلغاری میں ایک شدید معرکہ ہوتا رہا۔ عثمانی بیڑے کی توپوں نے دشمن کی اس فوج کے بہت بڑے حصہ کو تباہ کر دیا، جس نے جیش عثمانی کے میمنہ پر مارکویس کی طرف سے حملہ کیا تھا۔ لیکن بالآخر نصرت الہی کا ظہور ہوا اور ایک ایسی ذلت بخش اور یاد گار شکست کے ساتھ تمام بلغاری فوج تباہ ہو گئی، جسکی مثالیں کم ملیں گی۔

علامہ اور نقصانات عظیمہ کے ۹ ہزار بلغاری گرفتار کر لیے گئے۔

دشمن کو ایک اور ہزیمت

—*—

بلغاری فوج کے قلب کو شکست فاحش اور ۱۸ توپوں کی تباہی جیش عثمانی اور بلغاری کے حصہ قلب میں باہم ایک شدید معرکہ ہوا۔ لیکن بالآخر قلب کے دشمن کو شکست ہوئی، اور ۱۸ توپیں انکی ضائع ہو گئیں۔

کامل پاشا کا اپنے دوستوں سے شکوہ

—*—

کامل پاشا نے دول یورپ کے خلاف ایک تحریر شائع کی ہے۔ اسکا بیان ہے کہ ہماری طیاریاں بمشکل شروع ہوئی ہوگی کہ ہمکو ایک ایسے اعلان جنگ کے جواب پر مجبور کیا گیا جو یورپین سازش کا نتیجہ تھا۔ اس سے انکا اصلی مقصد یہ تھا کہ کسی طرح ہمارے یورپین مقبوضات کے آپس میں حصے بھرے کر لیں۔ قریباً دو ہفتے کا ذکر ہے کہ ہمنے دول سے مداخلت کے لئے درخواست کی کہ وہ التوائے جنگ پر فریق کو رضامند کریں، مگر وہ ایسا کیوں کرنے لگے تھے؟ اسوقت تک دشمن ہمارے مورچوں اور شہروں پر قابض نہیں ہوئے تھے۔ کچھ روز تماشہ دیکھنے کے بعد دول یورپ نے عالم طور سے مداخلت کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسوقت غنیم مقامات پر قابض ہو گئے تھے، اور ساتھ ہی یہ وہ وقت تھا کہ ہماری طیاریاں شروع ہو چکی تھیں اور آخری جنگ میں غنیم کو یقین ہو گیا تھا کہ اب توکوں سے ہر سر پیکار ہو کر فتم حاصل کرنے کا خیال معال ہی نہیں بلکہ موعوم ہے۔ جب انکو ہر جنگ میں ذلت بخش شکستوں کا سامنا کرنا پڑا، تو (موتا کیا نہ کرتا) بلغاریا کے مسلمہ دستوں نے دن دھارے گاہوں جلانے شروع کر دیے، اور ضعف مند و عورت اور بچوں کو کھلے بندوں قتل و غارت کیا۔ ہزاروں مسلمان خاندان انکے مظالم کے خوف سے جلدی میں بھاگ پڑے اور نہایت ذلیل حالت کے ساتھ دارالسلطنت میں پہنچے، جنکو ایشائے کوچک میں بےیم دیا گیا۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر دول عظام بیلے ہی سے بغیر وقت ضائع کئے ہماری التوائے جنگ کی درخواست کی بابت اتحادیوں سے نامہ و پیام کرتے اور اس طرح توقف جنگ سے ہزاروں انسانوں کی جانیں تلف ہونے سے بچ جاتیں جو جنگ میں ضائع ہوئیں، نیز وہ مسلمان بھی جلا وطن ہونے سے بچ جاتے جو بلغاری مظالم کا شکار ہوئے۔ آخر کار ہم میں اور بلغاریوں میں براہ راست گفتگو ہوئی اور اب بلقانیوں نے اپنے والا منتخب کر لئے ہیں، جو ہمارے سپہ سالار کے ساتھ التوائے جنگ کی بابت گفتگو کریں گے۔

بالفرض اگر جنگ کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوتا اور شاہی فوج بلغاریا میں داخل ہو جاتی تو کیا دول عظام اسوقت بھی ایسی ہی ناموافقت کا اظہار کرتے جیسا کہ آج کر رہے ہیں؟ کیا وہ ہم کو بلغاریا چھوڑنے کے لیے مجبور نہ کرتے، جیسا کہ انہوں نے ایک مرتبہ پیشتر ہمکو ایتھنس میں بطور فتم کے داخل ہونے سے روک دیا تھا اور ہمارے مفتوحہ مقامات یونان کو دلدادہ تھے جن پر کہ ہماری سپاہ نے قبضہ کیا تھا؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو بتلا کہ انکی وہ تہذیب و انسانی ہمدردی کدھر ہے جسکی وہ دنیا کو تعلیم دینا چاہتے ہیں، اور انکے انصاف کو کیا ہوا، جسکا انکو دعویٰ ہے؟

عثمان گزٹ

جسمیں تازہ ترین خبریں ”علمی“ ”اخلاقی“ ”تاریخی“ ”معاشرتی“ و تمدنی مضامین و مفید معلومات کے علاوہ ”ترکی“ ”انگریزی“ ”فارسی“ ”مرہٹی“ ”کجراتی“ اخبارات کے اعلیٰ اور دلچسپ ترجمے شائع ہوا کریں گے۔ اخبار کا تحریر، رعایا کا وکیل، گورنمنٹ کا خیر خواہ۔ دور عثمانیہ کی سنہری اور قابل فخر یادگار، پایہ تخت دکن سے یکم جنوری سنہ ۱۹۱۳ء کو نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع ہوگا۔ درخواستیں مع قیمت پیشگی پتہ ذیل پو آئی چاہئیں، نمونہ کے لئے ایک آنہ کے ٹکٹ آنے پر تعمیل ہوگی۔ قیمت مع معصروں اک سالانہ پانچ روپیہ غیر مستطیع اصحاب سے تین روپے آٹھ آنے۔

محمد عبد الحی مہتمم عثمان گزٹ۔ چار مینار

حیدر آباد دکن متصل جامع مسجد۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ الْإِسْلَامُ الْكَتْمُ الْمُنِيْنُ

اِسْلَامِ

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میرسنول غرضی

اسلامی خطاطی و کلام الہی

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلاکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپے

ششماہی ۱۲ روپے ۱۲ آنہ

کلاکتہ : چہارتنبہ ۸ عرم الحرام ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta : Wednesday, December 18, 1912.

جلد ۱

نمبر ۲۳



فاضل اسلامی یونیورسٹی دیر نہ منورہ، رکن اسلامک سن برائے عرب امارات و رکن اسلامی نظریاتی کونسل آزاد جموں کشمیر

حضرت مولانا محمد اسحاق شہرہ آفاق تصانیف

تحفہ علم و حکمت

یہ کتاب مسلمانان عالم اسلام کو روزمرہ زندگی میں سنت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے کے لئے صراطِ مستقیم کی نشاندہی کرتی ہے۔ صفحات = ۵۵۰۔
نفیس کتابت، عمدہ طباعت، سائز ۲۰ x ۳۰ قیمت - ۵۰ روپے
کتاب، ساحتہ اشع عبد اللہ علی الہمد، بانی رکن رابطہ عالم اسلامی و
مشرقی امور حاکم شارکہ، فضیلت اشع عمر بن عبد العزیز العثمان ڈائریکٹر
اسلامک مشن برائے متحدہ عرب امارات، فضیلت اشع عبد الحمید عبد الحسن
الانزہری مصری، اور حضرت مولانا محمد یوسف خاں صاحب مہتمم دارالعلوم
تعلیم القرآن پلندی، پونچھ آزاد کشمیر، جیسے شہرہ آفاق اور بلند پایہ علماء
فضلاء کی بینظر تقاریر سے مرتب ہے۔

نماز مترجم

نماز کے ضروری مسائل، مسنون دعائیں، اور چہل احادیث
مبارکہ کا خوبصورت مجموعہ، جو ہر چھوٹے، بڑے کیلئے مفید ہے
عنوانات :- سنت ایمان مفصل، ایمان عمل، چھوٹے، طہارت، نماز
اذان و اقامت قرآن و سنت کی روشنی میں۔ ہم سے نائد دعائیں۔

صفحات - ۱۷۲ قیمت - ۱۰ روپے

معجزات خاتم الانبیاء

معجزات کے موضوع پر ایک منفرد اور لاثانی کتاب
اس کا مطالعہ آپ کے ایمان کی تازگی اور ذہنی و قلبی فرحت
کا باعث ہے۔ خود پڑھئے۔ اپنے اجاب میں اس کی
اشاعت کیجئے۔ ۱۰۰ سے زائد معجزات کا مجموعہ،
پہلا ایڈیشن ختم ہو چکا، دوسرا ایڈیشن بہت جلد منصفہ شہود
پر آنے والا ہے۔ آج ہی اپنا نسخہ محفوظ کروالیں

قرآن و سنت کی مقدس دعائیں

سب سے بہتر اور عمدہ انداز دعا، کا وہی ہے۔ جو قرآن
و سنت سے ثابت ہے۔ اور دراستحابت پر براہِ راست
دستک دینے کے لئے، وہی دعائیں افضل ہیں جو قرآن و سنت
سے ثابت ہوں۔ چنانچہ اس کتاب کا آپ کے پاس ہونا نہ حد
ضروری ہے۔ سائز ۲۳ x ۳۶، صفحات ۳۴۳، قیمت ۲۵ روپے

ناشر :- احسانہ نشر و اشاعت

دارالعلوم تعلیم القرآن

پونچھ . آزاد کشمیر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad.

7-1, Nucleon Street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " " 4-12.

میر سٹول منجھوی
بھلائی کلام الدہلوی

مقام اشاعت
- ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپے
ششماہی ۴ روپے ۱۲ آنے

الہلال

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

کلکتہ : چہار شنبہ ۸ محرم الحرام ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, December 18, 1912.

۱۰

نمبر ۲۳

شذرات

— * —

ہفتہ جنگ ۱۶ کو صبح کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ سر ادرود گروے نے اپنی تقریر میں وکلاء صبح کی طرف خطاب کرتے ہوئے کہا :

”جنگ کے بعد جب کبھی صلح ہو کر رہے گی تو اس میں خواہ مخواہ دقتیں پیش آیا ہی کرتی ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ صاحبوں کی حالت کا اندازہ کریں۔ اس سے بڑھ کر شرافت اور انسانیت کا کوئی کام نہیں ہو سکتا کہ ان مشکلات پر غالب آکر پڑے اپنے تمام مساعی جمیلہ کا اختتام صلح پر کیا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ ایسا کرینگے تو وہ سنگ بنیاد ڈال دیں گے جس پر سچی دانائی اور مدد برہی کے ہاتھوں آپ میں سے ہر ایک کی اخلاقی، اقتصادی، اور قومی ترقی کی عمارت کھڑی کی جائے گی۔ اگر ایسی مدد برہی نہ ہو تو آئندہ نسل کے لئے جنگ کے فوائد کسی کام کے نہیں ہوتے اور انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے۔ اگر ایسی مدد برہی ہو کہ میں لایا جائے، تو جنگ کے نقصانات ٹک کی بجولے تلافی ہو جاسکتی ہے اور تلخیوں صلح کی نعمتوں کے ساتھ خوشگوار بن جاتی ہیں۔ میں زیادہ کچھ نہیں کہتا۔ دعا کرتا ہوں کہ آپ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں اور آپکا کام انجام کو پہنچے۔ میں آپکو یقین دلانا ہوں کہ جس نیک غرض سے آپ یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اس میں ہر فرد کی ہمدردی اپنے شامل حال ہے۔ نیز ان کو آپ صاحب دیکھتے تو تمام یورپ کی نظروں میں اپنی عزت کا منظر پیش کر دیتے۔ اس کے بعد وکلاء کی طرف سے ان عمدہ اظہارات کیلئے سر ادرود گروے کا شکریہ ادا کیا گیا اور انہی اعزاز کی صدارت کی درخواست کی۔

۱۷ کو وکلاء کی دوسری نشست صبح کو ہوئی اور تیسری

عصر کو۔

فہرس

— * —

۱	شذرات
۵	مقالہ افتتاحیہ
۱۱	الجهاد في مجيل العربیہ
۱۲	لقدت کو زر مربعات مقعدہ کی اسٹیج
۱۳	مراسلات
۱۴	الہلال روزانہ
۱۵	فکاکات
۱۶	مدو جزر
۱۷	شعرون عثمانیہ

نصاویر

— * —

۳	ذاکتر انصاری کا طبی وفد
۴	نویں صلیبی جنگ
۵	شعلجا کی ایک عثمانی مشین گن

بقیہ عید اضعی

— * —

اس ہفتے ”مسلم لیگ“ کے مضمون نے اس قدر جگہ لے لی کہ ”عید اضعی“ کا آخری نمبر صبح نہر سٹا۔ انشاء اللہ آئندہ نمبر میں ختم کر دیا جائے گا کہ اسکا سلسلہ بھی ارادے سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔ اس ہفتے کا افتتاحیہ مضمون اگرچہ ایک ہی موضوع پر دوستانہ طویل ہے، تاہم نظر یہ اہمیت موضوع و مناسبت وقت، امید ہے کہ آپ اول سے آخر تک پوری توجہ کے اسے ایک بار پڑھ لیں گے۔

فہرست کتب

مولانا محمد صادق سیالکوٹی کی شہرہ آفاق تصانیف

۱۶ / -	صلوة الرسول
۳۰ / -	جمال مصطفیٰ
۲۸ / -	انوار التوحید
۲۸ / -	ریاض الاخلاق
۲۸ / -	سیدنا کوئین
۲۸ / -	خطبہ رحمتہ للعالمین
۲۰ / -	غریب حدیث
۲۰ / -	الجاز حدیث
۲۰ / -	قرآنی شمعیں
۲۰ / -	اصلاح معاشرہ
۲۰ / -	مسلمان کا سفر آخرت
۲۰ / -	عالم عقبتے
۲۰ / -	سبیل الرسول
۱۲ / -	حزب الرسول
۱۲ / -	چشم سنون
۶ / -	رحمت محکم کی دعائیں
۶ / -	انوار النکرة
۶ / -	صد احادیث (والی جاز کے ارشادات)
۶ / -	تجلیاتِ رمضان
۴ / -	سرور دو عالم کا پیام آخری
۴ / -	شانِ رب العالمین
۳ / -	جامعہ مصطفیٰ (والی جاز)
۳ / -	ساقی کوثر
۳ / -	منہاج جنازہ
۳ / -	بیتن الاربعین
۳ / -	ارشاداتِ شیخ عبدالقادر جیلانی
۳ / -	مقامِ الدین
۲ / -	بیاض الاربعین
۲ / -	قربانیت
۲ / -	نماز مقبول مع نورانی نماز

۳۰۰ / -	جلد ۵	تفسیر ابن کثیر
۴۰۰ / -	۱۰	مواہب الرحمن
۴۰۰ / -	۸	معارف القرآن
۳۰۰ / -	۶	احسن التفسیر
۳۰۰ / -	۳	تفسیر حقائق
۱۰۰ / -	-	تفسیر عثمانی
۲۰۰ / -	۳	تفسیر بیان القرآن
۲۰۰ / -	۳	تفسیر ثنائی
۶۰۰ / -	۱۲	منظہری
۱۰۰ / -	-	تبویب القرآن (علامہ حیدر الزماں)
احادیث		
۳۹۰ / -		بخاری شریف مع شرح تیسر الباری
۳۲۰ / -		مسلم شریف مع شرح نووی
۱۵۰ / -		ابوداؤد شریف (ترجمہ)
۱۵۰ / -		نسائی شریف
۱۰۰ / -		ابن ماجہ شریف
۱۰۰ / -		مسلم امام مالک
۱۵۰ / -		ترمذی شریف (ترجمہ بدیع الزماں)
۱۲۰ / -		مشکوٰۃ شریف
۸۰ / -		ریاض الصالحین
۵۰ / -		بلوغ الرام (ترجمہ)
تاریخ		
۴۰۲ / -	جلد ۱۳	تاریخ ابن خلدون
۶۴۲ / -	۱۳	طبری
۱۰۰ / -		اسلام (شاہ حسین الدین)
۵۰ / -		تاریخ الخلفاء
۱۲۵ / -		تاریخ دعوت و عزیمت
۱۹۰ / -	جلد ۳	تاریخ اسلام
.....		
۳۰ / -		تہذیب نسواں
۱۵ / -		تجیر التوبیاء
۳۰ / -		کشف المحجوب
۴۰ / -		ہدیۃ الشیخ
۱۸ / -		موت کا منظر مع مزیکہ بیکار و مائتات

اس کے علاوہ پاکستان میں چھپنے والی اسلامی کتب ہمارے ہاں دستیاب ہیں

نئی کتب نے اپنے حق سٹریٹ

اردو بازار - لاہور

گوجرانولہ میں ملنے کا پتہ:- مکتبہ نعسانیا، اردو بازار گوجرانولہ

وہی ہے

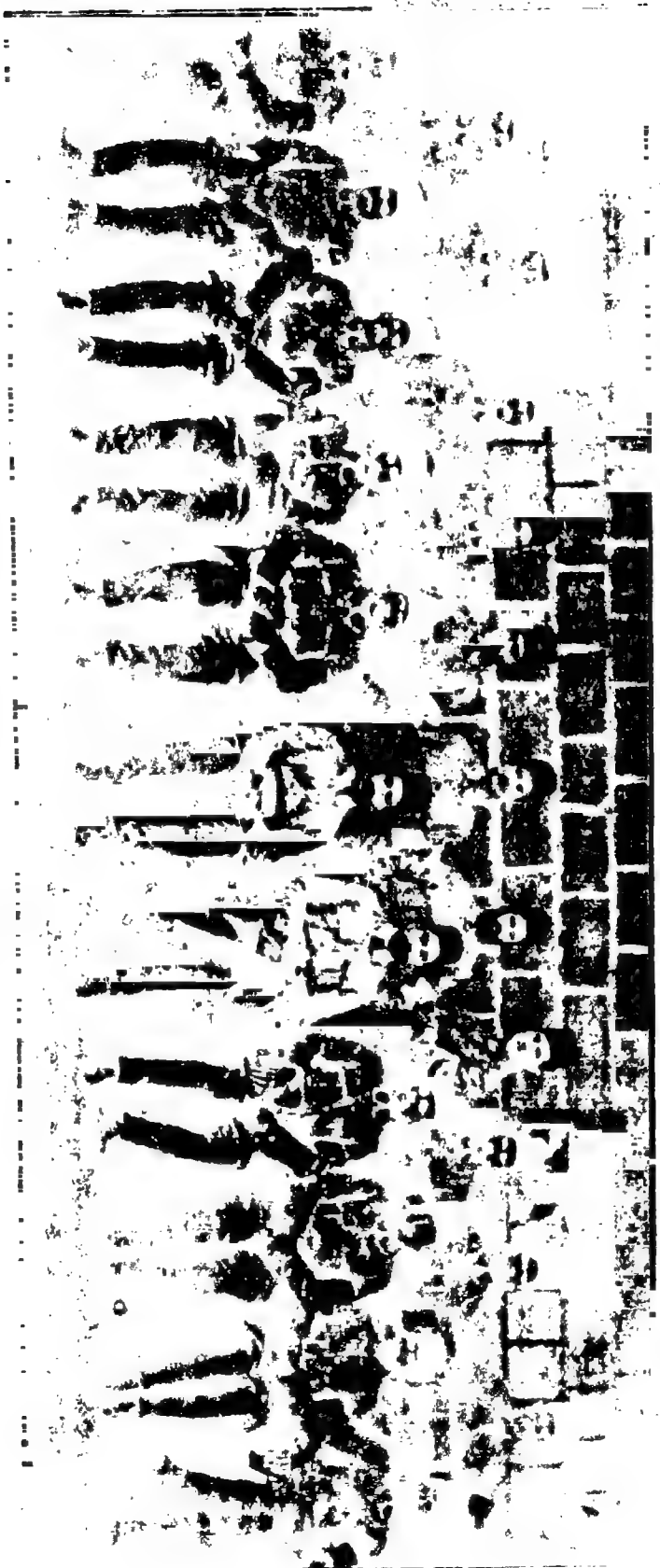
دیدہ سعدی و دل ہمراہ نست * تا نہ ہمداری کہ تہا می روی !

— *

اے وہ لوگو کہ زخموں کے مالک ہیں جارہے ہو ! جب وہل پہنچکر زخموں کو دہونا تو خدا را سحقی نہ کرنا کہ وہ زخم ' کن زخموں کے نہیں ' بلکہ اسلام کے ہیں !

— *

شفی اللہ مرفی بالعراق ، فانی * عالی کل مرفی بالعراق شفیع



البعثة الطبية لـلال الاحمر الهندية

یعنی ہلال احمر کا ذیل مشن ' جو ڈاکٹر انصاری کی سرکردگی میں ۱۵ کو بمبئی سے روانہ ہو گیا - یہ کرزیت ہسپتال کے اسٹیشن پر مسٹر تنکین محمد خاں صاحب مقیم ایک اسکول بمبئی کے کھیلچا تھا - بالکل وسط میں ڈاکٹر انصاری ہیں ' اور ان کے بالیں جانب اس نعزک کے راجہ راجن مسٹر محمد علی الہیڈیر کاپریٹ '

وہی ہے

ہے جو کم اس موسم میں نہ ہوسکا وہ مدتوں تک نہیں گے گا۔
ہوئے آج کی اشاعت کے افتتاحی مضمون میں جو کچھ
لکھا ہے، نظریں آتے غور سے پڑھیں۔ ہم کو یقین ہے کہ انکار عمرید
کی موجودہ حرکت انشاء اللہ ضائع نہ جائے گی، اور قوم اپنے
اس نئے دور حیات دلیلیے ایک نئی راہ پیدا کر لے گی۔

ارشاد الملوک ہزار سرجیس مسٹن کی پوری اسپید علی گڑھ
کا ترجمہ پچھلی اشاعت میں درج کرنے کیلئے کمپوزر
چکا تھا مگر آخر میں قلت گنجائش کے سبب سے رہ گیا، اس ہفتہ
بھی تمام صفحات رکے ہوئے ہیں، اسلیئے صرف اس کا ایک ڈنرا
شائع کیا جاتا ہے۔

انکی اسپید کے اکثر مقامات ایسے ہیں کہ غور کے ساتھ پڑھ
جائیں، علی الخصوص انہوں نے علی گڑھ کالج کی موجودہ حالت
کالج کے متعلق خوف انگیز خیالات و حالات کے ظہور، قدیم و جدید
جماعت کی کشمکش، طلباء کے نئے افکار و جذبات، عدم اشتغال
سیاسی، اور اسی طرح کے مطالبہ مہمہ کی نسبت جو کچھ فرمایا
ہے، اسکا ہر حصہ بحث طلب ہے، مگر اس وقت اس نکتے کو
دیکھنا چاہتے ہیں جس میں ہزار نے موجودہ اسلامی مصائب کی
نسبت نہایت مرثر اور دل نشین طریقے سے ہمدردانہ خیالات ظاہر
فرمائے ہیں۔

ہم انکی مخلصانہ ہمدردی کی ممنونیت میں اگر اگرمی
کریں تو یہ ناشکری ہوگی۔ جو کچھ اسٹریچی ہال میں کہا گیا،
وہ بہت اچھا ہے اس سے جو کچھ ہال میں کہا گیا تھا۔ ہزار نے
پر محبت ارشادات و اعترافات پڑھ کر بے اختیار جی میں آیا کہ انگلستان
کی وزارت کے لیے درحقیقت مسٹر اسکوتھ سے زیادہ بہتر سرجیس
مسٹن ہیں۔ ہمارا بس چلتا تو ہم گورنمنٹ آف انڈیا اور انگلستان
کی شاہنشاہی میں باہم ایک مبادلہ حکومت کی خواہش کوئے
اور کہتے کہ انگلستان کی وزارت پر سرجیس بالقبہ نامزد ہوں
اور اسے کہا جائے کہ گڈ ہال میں بلقانی مسئلہ پر ایک تقریر دیں،
لیکن مسٹر اسکوتھ کو صوبجات متحدہ کی حکمرانی کیلئے منتخب
کیا جائے۔ تاکہ علی گڑھ میں تشریف لائے ہمیں باب مسیحیت کا
ایک نظارہ دکھلا دیں۔ یہاں انکے ساتھ جیسی گذرتی، ندرجانی
لیکن دراصل فکر و ہاں کی تھی۔

ہزار نے مسلمانوں کے تاریخی افتخارات کی طرف دوسرا
ہمدردانہ اشارہ فرمایا ہے؟ انہوں نے ہمارے کارنامے ایک ایک
کر کے گنائے ہیں، انہوں نے مرحوم بغداد کا ذکر کیا، اور اسپین بھی
یاد دلایا، جہاں سے آٹھ برس کی حکومت کے بعد ہم مسیحی
اسیٹلا سے نکالے گئے، لیکن اہ کہ انہوں نے سب کے آخر میں اس
”خوبصورت شہر“ کا بھی ذکر فرمایا جو ”ہم نے بیزنطینی فرماں رواؤں
سے لیا تھا اور جس پر اب تک قابض چلے آئے ہیں“ شاید اس
ذکر کو نظر انداز کر دیا جاتا تو بہتر تھا، کیونکہ اس طرح بہت سے
بے موقع انکار دماغ میں جمع ہو گئے۔ ہم کو بے اختیار یاد آیا کہ یہی
”خوبصورت شہر“ اور ہماری آخری مقام جمال ہے جس کے لئے نام
مسیحی یورپ ہمارا رقیب ہے، جس کی وجہ سے صلیب کے مقدس
دیوتا پر ہماری قربانی جائز سمجھ لی گئی ہے، اور جسے فتح ہی
خبر کو تہزوی می دیر کے اندر انگلستان کا وزیر اعظم سنا چاہتا ہے!!

قسطنطنیہ میں صلح کی مخالفت

تصرف خاص صوفی بنام الہلال

(۱۴ دسمبر) ”صلح ہی طیاری سے ملک میں آثار شورش

و اضطراب، گرفتاریاں عدل میں آرہی ہیں“۔

اس سے پہلے ۱۱ دسمبر کی تقریر میں سر ایڈورڈ گری نے کہا
کہ اگر لندن کی کانفرنس کے بعد ضرورت ہوگی تو پیرس میں
ایک باقاعدہ کانفرنس بھی منعقد کی جائے گی۔ مقامی معاصر
امپائر کا ایک خاص تار مظہر ہے کہ سفارتی گفتگو کے حالات کچھ
زیادہ قابل اطمینان نہیں پائے جاتے۔ سر ایڈورڈ گری کی تقریر
سے بھی تشریش ظاہر ہوتی تھی۔

اسکے بعد خیال ظاہر کیا ہے کہ دول یورپ کے حالات بھی اچھے
نہیں ہیں، لیکن ہم کو تو سر ایڈورڈ گری بالقابہ ہی کی نسبت
عرض کرنا ہے:

قذنے خب چ مہی قیامت کے

لیکن آگے تمہاری قامت کے؟

یونان کی جنگی فتنہ پردازیاں جاری ہیں۔ آج کا تار ہے:
”ترکی بیڑوں اور یونانی جہازات (اسکورڈن) میں کل صبح
در دانیال اور امبروس کے مابین گھنٹے بھر تک مقابلہ ہوتا رہا۔
قسطنطنیہ کی خبر ہے کہ یونانی کرور ”جارجیو سیوروف“ پر
ٹہی گولے لگے، یہاں تک کہ اسکی بڑی توپ بھی خموش کر دی گئی
اور بالاخر یونانی پیرس کی جانب بھاگ گئے۔ ترکوں کو کسی
قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔ برخلاف اسکے یونانیوں کا بیان ہے کہ
ترک قلعہ کی آرمیں رہے۔ اور آخر کار در دانیال کی طرف نکل
گئے۔ پانچ یونانیوں کو ہلکے ہلکے زخم بھی لگے ہیں“

۱۰۔ تاریخ کے اسٹینسین میں ۹ دسمبر کی بیچی
مسلم لیگ ہوئی ایک تار برقی اس مضمون کی شائع ہوئی تھی

The political CONFERENCE under the auspices of the
Council of the All-India Moslem League will be held at
Lucknow on the 31st instant. جسکا صاف مطلب یہ ہے کہ ۳۱

دسمبر کو لیگ کی سرپرستی میں ایک پولیٹیکل کانفرنس ہوگی
مگر اب لیگ کی جانب سے ایک اعلان اخبارات میں شائع کیا گیا
ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف لیگ کی کونسل کی ایک
مخصوص میٹنگ ہوگی تا کہ چند مسائل پر غور کرے۔ ہم نہیں
سمجھ سکتے کہ ان مختلف بیانات میں راہ تطبیق کیا ہے؟

پہلے تار میں ایک کانفرنس کا اعلان ہے جو لیگ کے کونسل کے
ممبروں کی نہیں، بلکہ اسکے اہتمام سے ہوگی، لیکن اعلان میں
خود کونسل کے ایک اجلاس کا ذکر ہے۔ اگر دوسرا اعلان صحیح ہے
تو پھر یہ جلسہ محض ایک بیکار ہے، اور التواے لیگ کی
تلافی کی امید کا کسی طرح مستحق نہیں۔

۹ کا تار زیر بحث مسائل میں ”موجودہ پولیٹیکل
حالت“ کو بھی ایک مسئلہ قرار دینا تھا، لیکن اعلان سے
وہ اڑا دیا گیا ہے۔ اس وقت نہ صرف مسلمانان ہند
کی پولیٹیکل حالت کا مسئلہ درپیش ہے، بلکہ سب سے اہم تو خود
اسلام کی پولیٹیکل حیات کا۔ ضرورت اسکی ہے کہ مسلمانوں کا
ایک عظیم الشان مجمع اپنے ان اصلی جذبات کا اظہار کرے، جو انگلستان
کے موجودہ رویے سے انکے دلوں میں اضطراب پیدا کر رہے ہیں، اور
جسکے اظہار میں رنگوں کے باغیر مسلمانوں کے قابل حد تعص
پیش قدمی کی ہے۔

افسوس ہے کہ کارکنان لیگ لیگ کو دوبارہ زندہ کرنے کی ایک
بہترین فرصت کھو رہے ہیں، اور اس طرح خود اپنی موت کا
اعلان کرتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ چند آدمیوں کی عبودیت کی
کی زنجیریں انکے پاؤں میں، اور اپنے نفس خائف کی غلامی کا
حلقہ انکے کانوں میں پڑا ہے، مگر باوجود اسکے بھی چاہیں، تو اپنے
دماغوں کے آپ مالک بن سکتے ہیں۔

کیسا نازک، اور اظہار افکار کا اصلی وقت ہے جو مسلمانوں کے سامنے

— * —

— * —

— * —

دنوں کا وقت آگیا

— — — — —

کسی سے مت تردد، اللہ سے دُور، اُرتقہ مبین ہو !!

— * —

ایک نعرہ تو بھی پیشکش صدم گاہ کر!

— * —

— * —

اے یارانِ محبس! بہت سے ممالک اور آقا
بنالینا اچھا ہے یا ایک ہی خداے قہار کے
آگے جھکنا؟ تم جو اللہ کو چہرہ زکر آور
معبودوں کو پوج رہے ہو، 'اریہ اسکے سوا
کیا ہے کہ چند نام ہیں جو تم نے اور
تمہارے پیش روؤں نے کہہ لیسے ہیں؟
حالانکہ خدا نے توائے لیے کوئی سند بھیجی
نہیں۔ اے گمراہو! یقین کرو کہ تمام جہان
میں حکومت صرف اُس ایک خدا ہی
کیلیے ہے! اس نے حکم دیا ہے کہ صرف
اسی کے آگے جھکو! یہی دینِ اسلام کا
سیدھا راستہ ہے، لیکن اے وائے کہ اکثر
لوگ ہیں جو نہیں جانتے۔

يا صاحبي السجن !
 ارباب متفرقون خير
 ام الله الواحد
 القهار ؟ ما تعبدون
 من دونه الا اسماء
 سميتوها انتم
 و ابا و كم ما انزل
 الله بها من سلطان
 ان الحكم الا لله ! امر
 الا تعبدوا الا اياه
 ذلك الدين القيم
 ولكن اكثر الناس
 لا يعلمون (٢١:١٢)

لہم قلوب لا یفقہون بہا،
 و لہم اعین لا یدبصرون بہا،
 و لہم اذان لا یسمعون بہا،
 اراؤنک کا لا نعام، بل ہم
 اضل، اراؤنک ہم الغافلون
 (۲۸ : ۸۴)

تاریخ آزادی ہند، جو لکھی جائے گی

جو ہونے والا ہے اسکو کوئی قوم اپنی نحوست سے نہیں رکھ سکتی - یقیناً ایک دن آئے گا جبکہ ہندوستان کا آخری سیاسی انقلاب ہو چکا ہوگا، غلامی کی رہ ییڑیاں جو اس نے خود اپنے ہاتھوں میں ڈال لی ہیں، بیسویں صدی کی ہوائے حریت کی نیلغ سے کٹ کر گر چکی ہوں گی، اور وہ سب کچھ ہو چکے گا، جس کا ہونا ضرور ہے - فرض کیجیے کہ اس وقت ہندوستان کی ملکی ترقی کی ایک تاریخ لکھی گئی، تو آپکو معلوم ہے کہ اس میں ہندوستان کے سات کروڑ انسانوں کی نسبت کیا لکھا جائے گا ؟

اسمیں لکھا جائے گا کہ ایک بدبخت اور زہین طالع قوم، جو ہمیشہ ملکی ترقی کیلئے ایک رک، ملک کی فلاح کیلئے ایک بدقسمتی، راہ آزادی میں سنگ گراں، حاکمانہ طمع کا بھولنا، دست اجانب میں بازیچہ لعب، ہندوستان کی پیشانی پر ایک گہرا زخم، اور گرفتار محنت کے ہاتھ میں ملک کی امنگوں کو پامال کرنے کیلئے ایک پتھر بکھر رہی !!

اس میں لکھا جائے گا کہ ایک قابل رحم مگر مستحور انسانوں کا کُلہ جسٹس ہو فرد کو کسی زبردست کاہن نے اپنے مقتدر جانور بدادیا

اسلام کی تفصیل کا ایک درد انگیز منظر

یہو اسمیں لکھا جائے گا کہ یہ حالت اُس قوم کی تھی، جو
 تہ تم آہ ! کہ ”مسلم“ تھی، جو اپنے ساتھ انسانی شرف و جلال
 کی ایک عظیم ترین تاریخ رکھتی تھی، جسکو دنیا کی وراثت اور
 خلافت دی گئی تھی، جو دنیا میں اسلیے بھیجی گئی تھی، تاکہ
 انسانی استبداد و استعباد کی زنجیروں سے بندگان الہی کو آزاد دوائے۔
 جو اسلیے بھیجی گئی تھی کہ بیڑیوں کو کاٹے، نہ اسلیے کہ خود
 اپنے پانوں میں بیڑیاں پہنے، جو اسلامے آگئی تھی کہ تمام ان
 زنجیروں کو، جو خدا کی بندگی کے سوا اور شیطانی قوتوں کی،
 (اور ہر وہ استیلا جو اللہ کے ما سوا ہے، اسلام کی اصطلاح میں یہی
 نام رکھتا ہے) انسان کی گردنوں میں پڑی ہیں، ٹکڑے ٹکڑے
 کر دیے، نہ اسلیے کہ سب سے بھاری زنجیر کو خود ہی اپنی گردن کا
 زیور بنائے۔ جو خدا کی نائب اور خلیفہ تھی، تاکہ دنیا کو اپنا
 محکوم بنائے۔ نہ یہ کہ خود محدود کی پر ناز آئے۔ جسکے قدموں
 پر قوموں کو گرنا تھا تاکہ وہ اتھائے، نہ یہ کہ وہ خود خاک مذات
 و غلامی پر لوٹے اور تھکرائی جائے۔

یوں علیبی جنگ

— * —



صوفیا کے شاہی گرجے میں شاہ بلغاریا کو قسطنطنیہ کے عظیم صلیبی جنگ کی
کامیابی کیلئے برکت دے رہا ہے

— * —



شیلجا

لی وہ ہلاکت فاش عثمانی مشین گن جس نے ۱۶ نومبر کے معرکے میں حملہ آور بلغاریوں کی تمام سامنے
کی صفیں اڑا دیں اور جس کے صلے میں افسر توپ خانہ
معمود حصار کی گرفتاری سلطان کی مرحمت ہوئی۔

مسلمانوں کے ملکی کارنامے

حریفان رہ دیس کر دند گم
فویل لہم - ڈم دبل لہم !!

بارہا گفتہ ام و بار دگر می گویم

کہ سوال چہت کا نہیں بلکہ آن اینڈوں کا ہے جو بنیاد میں رہی گئی ہیں۔ یہ بحث فضول ہے کہ دیوار کا کیا حال ہے، دیکھنا یہ ہے کہ بنیاد تو تیز ہی نہیں۔ پالیٹکس ایک آگ ہے جو خود بہتر کتی ہے، اور پھر بہتر کائی جاتی ہے۔ وہ برف کا گلاس نہیں ہے جو کسی سرد مہر ساقی کی بخشش پر موقوف ہو۔ اولین گمراہی یہ تھی کہ برسوں کی موت کے بعد زندگی کی کثرت لی بھی تو اپنی امنگ، اپنے جوش، اور اپنی کسی قوت کے اعتماد پر نہیں، بلکہ محض کسی کے اشارہ چشم، اور جذبہ دست دعوت پر۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پالیٹکس غلامی کی ایک دوسری شکل بن گیا، اور راہ مقصود سے باز رہنے کیلئے ایک کھلونے کا کام دینے لگا۔ پھر اسکے بعد ساری قوت اس پر صرف کی جانے لگی کہ گورنمنٹ سے مراعات طلب کی جائیں اور جس طاقت کو گورنمنٹ کے مقابلے میں خرچ ہوتا تھا، اسکو ہندوؤں کے مقابلے میں صرف کیا جائے۔ یہ آس خمار کیلئے ترقی کا ایک پورا جرعہ ثابت ہوا۔ اصل شے قوم کا یہ محسوس کرنا ہے کہ وہ اپنے پانوں پر کھڑی ہے نہ کہ کسی لکڑی کے سہارے، لیکن مراعات کی طلب جب پیدا ہوگی، خواہ اسکا کچھ ہی نام رکھا جائے، یقیناً اپنی قوت کی جگہ، محض معطی کے احسان و کرم پر اعتماد ہوگا۔ بیشک مسلمانوں کو اپنے حقوق قومی کے تحفظ سے غافل نہیں ہونا چاہیے، لیکن ساتھ ہی اصلی سعی اسکی ہونی چاہیے کہ درخت اپنی جگہ پر مضبوط ہو۔ تم درختوں کے سایے میں آرام و راحت لینے ہو، لیکن نبھی اس پر بھی غور کیا ہے کہ تمہارے بار چرخانوں میں کونسی شے جلتی ہے؟ وہ بھی درخت ہے، لیکن جو درخت اپنی قوت نشور حیات سے محروم ہو جاتا ہے، اسوکات کر چولے ہی کے سپرد کیا جاتا ہے۔ پس زندگی صرف قوت میں ہے اور اعتماد کی جگہ دل ہے نہ کہ کسی بی چوکھت۔

ملک کی غلامی کیلئے مسلمانوں کی قربانی

ہندو مسلمانوں کا سوال بھی ایک بازنگر کا کھیل ہے، اور بدبختی سے ناچنے والے ناچ رہے ہیں۔ فوج میں بھرت پرگٹی ہے اور غنیم مطمئن ہے۔ یہ خیال کہ ”تم نے ابھی تعلیم میں ترقی نہیں کی، اسلیئے تمہارا پالیٹکس یہی ہے کہ پلے ہندوؤں سے اپنے غصب کردہ حقوق چھین لو“ غور کرو کہ حریف شاطر کی کس قیامت کی چال تھی؟ وہ رہزن اور پھر ایسے امین تے!

سات کھور انسانوں کی قوت کا نشانہ وہ خود ایوں بنے، جبکہ تم اس قوت کو کسی دوسرے جگہ خرچ کرنے کیلئے طیار ہو؟ یاد عروا کہ ہم نے ایک بار اسکی طرف اشارہ کیا تھا۔ ہندوستان میں قدرتی طور پر برٹش گورنمنٹ کو اپنے فوائد کے استحکام کیلئے ایک بڑی قربانی کی ضرورت تھی، کہ کوئی ایک قوم ملک کو چھوڑ کر اپنے ساتھ ہو جائے، اور اپنے ملک کی امیدوں کی قربانی کے خزانے سے اسکے اغراض کے درختوں کو سینچے۔ مسلمانوں نے خود اپنے تئیں اس قربانی کیلئے پیش کر دیا، اور جس پرچہ کے اٹھانے سے ہندوستان کی تمام قوموں نے انکار کر دیا تھا، اسکے لیے اول روز خود ہی اپنی گردن پیش کر دی کہ:

بنشین در دل ویرانہ ام اے گنج مراد!

کہ من این خانہ بسوداے تو ویران کردم

انہ کل ظلوماً جہولا

اسکے بعد وہ آنے والا مورخ، جو ہندوستان کا قتال نگار ہوگا، لکھے گا کہ بالآخر وہ سب کچھ ہوا جو ہونا تھا، بیسیوں صدی میں کوبی ملک غلام نہیں رہسکتا تھا اور نہیں رہا، برٹش گورنمنٹ ایک کانستٹی ٹیوشنل گورنمنٹ تھی، چنگیز خاں کا تخت قہر نہ تھا۔ پس ملک آزاد ہوا، اور انگلستان نے اپنا فرض ادا کر دیا، لیکن دنیا یاد رکھے کہ جو کچھ ہوا، اس قوم کی سر فرشتی سے ہوا، جو مسلم نہ تھی، پر جو ”مسلم“ تھے، انہوں نے ہمیشہ آزادی کی جگہ غلامی کی، اور سر بلندی کی جگہ سجدہ مذلت کی کوشش کی۔ ہندوستان کی ملکی نجات یقیناً ایک عظمت اور عزت کی یادگار ہے، لیکن اس عزت میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں۔ اگر ملک کے قوانین کی ترمیم ہوتی، نئے مفید قوانین بنائے گئے، برہاد کن محصولات اور ٹیکسوں سے انسانوں نے نجات پائی، تعلیم جبری اور عام ہوئی، فوجی مصارف میں تخفیف ہوئی، اور سب سے آخر یہ کہ ملک کو حکومت خود اختیاری ملی، تو صرف ہندوؤں، قابل عزت ہندوؤں، مسلمانوں کیلئے تازیانہ عبرت ہندوؤں کی وجہ سے، کیونکہ انہوں نے پالیٹکس کو شروع کیا، اور پھر پالیٹکس اسی کو سمجھا، مگر مسلمانوں نے اسکو معصیت سمجھ کر کفارہ کشی کی، اور جب شروع بھی کیا تو شیطان نے یہ سمجھایا کہ گورنمنٹ کے آگے سجدہ کریں، یا اسکے آگے بھیک مانگنے کیلئے روئیں، اور پھر مانگیں بھی تو اشرفی نہیں، چاندی سونا نہیں، لعل و جواہر نہیں، بلکہ قابضے کا ایک زنگ آلود ٹکرا، یا سڑھی رٹی کے چند ریزے! ذلک مثل القرم، الذین کذبوا بایاتنا، خاتم القصص لعالم یتفکرون (۱۷۵: ۷)

مسلم لیگ

بیشک مدتوں کے بعد بند ٹوٹے، جس کو کفر کہا تھا اسکے ثواب و طاعت ہونے کا فتوا دینا پڑا، لیکن کیونکر؟ اپنی قوت سے، اپنے دماغ سے، اپنی ہستی اور اپنی روح سے؟ نہیں بلکہ

ان ہم بسعی غمزا مردم شکار دوست!

پلے جنکے حکم سے گمنامی کی غاروں میں چھپے تھے، اب انہی کے حکم سے باہر نکلے تاکہ مفسد میں جا کر انکے آگے سر بسجود ہوں۔ بیشک شملہ دیور ٹیشن کے تھانے کے بعد اسکا آخری پارٹ کھیل گیا اور اسکا نام ”لیگ“ رکھا گیا، لیکن اگر تم ایک برف خانہ بنا کر اسکا نام آتشکدہ رکھ دو گے، تو کیا برف کی سل آگ کا انگارا ہو جائے گی؟ اگر تم ایک کھلونے کا پتلا لیکر اسکے سینے کے پاس کی کل کو انگوٹھے سے دبار گے، تاکہ اپنے دھڑن ہاتھ ہلا کر تالی بجائے، تو کیا اس نمائش سے وہ انسان کا بچہ سمجھ لیا جائے گا؟ ندانوں! چپ کیوں ہو؟ مجھ کو جواب دو! شاید ہی اجتک دنیا میں کسی قوم نے پالیٹکس کی ایسی صریح تذلیل دہی کی ہوگی، جیسی کہ چھ سال تک تم نے کی۔ تم نے، اے چاندی اور سونے کو پرچنے والو! تم نے کی۔ تمہارا وجود یکسر سیاست کی تعقیر، اور تمہارے اعمال اسکی معزز بیشانی پر ایک کلنگ کا ٹیکا ہیں۔ تم نے غلامی کا ایک بنگلہ بنایا، اور اسکا نام سیاست کی مسجد رکھا، تم نے سجدے کا سر جھکایا، اور قوم کو دھوکا دیا کہ ہم عزت کا سر بلند کر رہے ہیں۔ تم دلدل میں اپنے پانوں کا لکڑی کوڑ رہے تھے، تاکہ اور خسف و غرق ہو، لیکن قوم کو اہتے تھے کہ ہم میدانوں میں سرور رہے ہیں۔ تم خود گمراہ تھے، پر اس پر بس نہ لی، پر پوری قوم کو گمراہ کرنا چاہا۔ ضلوا فاضلوا، فویل لہم ولا تبعاعہم:

ہو۔ یہ سچ ہے تو تم صرف اسلیے ہوتا کہ قدر ہو۔ بے خوف ہو، جری ہو، آزاد ہو، خود مختار ہو، نہ صرف اتنا ہی کہ خود آزاد ہو، بلکہ قوموں کو آزادی بخشنے والے اور ملکوں کو بند استبداد سے نجات دلانے والے ہو، اور میں آگے بڑھتا ہوں کہ تم اسلیے ہو، تاکہ جانفروشی ہو، تاکہ راہ حق میں سدکف ہو، پھر یہ کیا ہے کہ یہ سب باذنب غیروں میں دیکھتا ہوں، لیکن اسے بدبختو تم اسے محروم ہو۔ یہ کیا ہوالعجبی اور کیا تماشاے عقل سوز ہے؟

پس یہی نفقہ رخ و دیو در کرشمہ رنار

بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ ہوالعجیبست ؟ !

تاریخ ہند کا ایک خاص باب

اگر تم کہو کہ تاریخ ہند میں ہمارے لیے بھی ایک شرف و عظمت کا باب ہوگا تو تم خاموش رہو، اور مجھے کہو کہ میں اسے پڑھوں۔ بیشک ایک باب ہوگا، مگر جانتے ہو کہ اس میں کیا ہوگا؟ اسمیں لکھا ہوگا کہ ہندوستان ملکی ترقی اور ملکی آزادی کی راہ میں بڑھا، ہندوؤں نے اسے لیے اپنے سرور کو ہتھیلی پر رکھا، مگر مسلمان غاروں کے اندر چھپ گئے۔ انہوں نے پکارا، مگر انہوں نے اپنے منہ اور زبان پر قفل چرعا دیے۔ ملک غیر منصفانہ قوانین کا شکار تھا، ہندوؤں نے اسے لئے جہاد شروع کیا، پر اس قوم مجاہد نے یہی نہیں کیا کہ صرف چپ رہی، بلکہ مجذونا نہ چیخ اڑتی کہ تمام ہم کرنے والے باغی ہیں۔

افسانہ استبداد ہند

ملک کہ ایک خالص زرعی ملک تھا، اسے کاشتکار تباہ و برباد ہو رہے تھے، ملک کی دولت انگلستان کے معدے میں بہہ رہی تھی، اور اس طرح ہضم ہو جاتی تھی کہ چند لمحوں کے بعد پھر ہل من مزد کا نعرہ سنائی دیتا تھا۔ ریلوے کی توسیع نے انگلستان کو ٹھیکے دیے جا رہے تھے، تاکہ وہ دولت جذب کرے، مگر آپاشی کیلئے زریعہ نہ تھا، نہ ہندوستان کی زمین اپنی دولت اراکے۔ زبان سے اقرار کیا جاتا تھا کہ تم وفادار ہو، مگر اسلحہ کو چھوٹے کی اجازت نہ تھی، کہ تم غدار ہو۔ ملک کی تمام دولت ستر ہزار سرخ رنگ سپاہیوں کو سونا اور چاندی کھلا کر لٹائی جا رہی تھی، مگر ملک کے فاقہ مست کالے تعلیم اور حفظ صحت کے انتظام سے محروم تھے۔ نمک بھی ملتا تھا تو محض دیکر، اور تعلیم بھی ملتی تھی، تو گھر بار بیچ کر۔ پھر تمام حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے محبت کے لہجے میں وعدہ کیا گیا تھا کہ تمیز رنگ زبان اور امیڈ حاکم و محکوم کا یہاں سوال نہیں، اور جو راہ اپنے لئے باز ہے، وہی سب کی آمد کی منتظر۔ لیکن جب پٹنوں اٹھے، اور ہاتھوں سے حرکت کی، تو تمام دروازے بند تھے، اور امتیاز حاکم و محکوم کے نشے سے ہر انگلستان کی مٹی کا پتلا مخمور۔

یہ اور ایسے ہی حالات تھے، جنہیں ملک مہیلا تھا۔ ہندو اٹھے اور انہوں نے اپنی تمام قوتوں کو ملکی جہاد کیلئے وقف کر دیا۔ لیکن عین اُس وقت جبکہ وہ یہ سب کچھ کر رہے تھے، مسلمانوں نے نہ صرف اپنے ہی ہاتھ پائوں توڑے، بلکہ چاہا کہ جتنے ہاتھ پاؤں ہیں، انکو بھی اپنا ہی سا لولا لنگڑا بنا دیں۔ جبکہ وہ ملک اور ملک کی آزادی کی آگ سلگا رہے تھے، تو یہ تعلیم کی آگ تھنڈی لاش لیے بیٹھے تھے، انکے کانوں میں ایک جادو کا منتر پھونکنا لگا تھا کہ ”وقت نہیں آیا“ اور یہ اسی میں مسکور رہے۔ ایک الف لیلا کا عفریت تھا، جس نے جادو کے زور سے انکو پتھر کی چٹان بنا دیا تھا، پس یہ ملک کی ترقی کی راہ میں زور بٹکر پڑے تھے۔

جو اس ملت حنیفی کی پیرو تھی، جو دنیا میں صرف اسلیے ہے کہ حاکم ہو، نہ اسلیے کہ غلام و مملوک ہو۔ آہ! جو ”مسلم“ تھی، اور پھر کونسا انسانی شرف باقی رہ گیا ہے، جو اس اللہ کے منہ سے نکلے ہوئے خطاب محبوب و اقدس میں نہیں ہے؟ جو ”مسلم“ تھی، اور اسلیے قدرتی طور پر اسنا فرض تھا کہ ہندوستان میں وہ سب کچھ کرتی، جو آوروں نے کیا، اور جسکو اپنے وجود زبوں سے اس نے ہمیشہ روکا۔ جو مسلم تھی، پس چاہیے تھا کہ ہندوستان کی آزادی اور ملک کی ترقی کا جھنڈا اس کے ہاتھ میں ہوتا، اور ہندوستان کی تمام قومیں اس کے پیچھے پیچھے ہوتیں، کیونکہ اس کے پاس ”اسلام“ تھا اور ”اسلام“ آگے رہنے کیلئے ہے، پیچھے رہنے کیلئے نہیں۔ وہ ایک قوت ہے تاکہ قومیں اس کے آگے جھک کر روحانی و جسمانی نجات پائیں، پر وہ کسی کے آگے جھکنے کا محتاج نہیں ہے۔

و کذلک جعلنا کم امۃ وسطا، لعلکم شہداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شہیدا (۱۳۷:۲)

و جاهدوا فی اللہ حق جہاد، ہو اجتبا کم، و ما جعل علیکم فی الدین من حرج، ملۃ ابیکم ابراہیم، ہوسماکم المسلمین من قبل و فی ہذا، لیکون الرسول شہیدا علیکم و تکونوا شہداء علی الناس، فاقیموا اصولہ و اتوا الزواۃ و اعتصموا باللہ، ہو مولاکم، فنعیم الموائی و نعیم النصیر! (۷۸:۲۲)

اور اسی طرح ہم نے مسلمانوں کو درمیانی قوم بنایا تاکہ وہ تمام انسانوں کی ہدایت کے شاہد ہوں، اور ختم المرسلین انکے لیے شاہد ہو۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو، جو حق جہاد کرنے کا ہے۔ اس نے تم کو تمام دنیا کی قوموں میں سے برگزیدگی اور امتیاز کیلئے چن لیا۔ پھر جو دین تم کو دیا گیا ہے، وہ ایک ایسی شریعت فطری ہے جس میں تمہارے لیے کوئی رکاوٹ نہیں۔ یہی ملت تمہارے مورث اعلیٰ ابراہیم خلیل کی ہے، اور اس نے تمہارا نام ”مسلمان“ رکھا ہے، گذشتہ زمانوں میں بھی اور اب بھی۔ تاکہ رسول تمہارے لیے، اور تم تمام عالم کی ہدایت اور نجات کے لیے شاہد ہو۔ پس اللہ کی رشتے کو مضبوط پکڑو، جان اور مال دونوں کو اسکی عبادت میں لٹاؤ، وہی تمہارا ایک آقا اور مالک ہے اور پھر جسکا خدا مالک و حاکم ہو، اسکا کیا اچھا مالک ہے اور کیسا قوی مددگار!

دماغ سوزیچنے کے لیے ہے، نہ کہ غفلت کیلئے۔ پس تمہارے پاس دماغ ہے تو اے غفلت کو بیداری، اور موت کو حیات سمجھنے والو! خدا را معک و بتلاؤ کہ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر تمہاری نسبت کیا لکھا جائے گا؟ یقین کر کہ اس وقت جبکہ یہ سطریں لکھ رہا ہوں، میرے دل میں ایک سخت اضطراب ہے، میری روح بیچیں ہے، میرے جگر میں ٹیس ہے، میرے دل کے زخموں کے تانکے کھل گئے ہیں، اور میرے ہیجان افکار کا ساتھ دینے سے قلم عاجز آگیا ہے۔ یہ کیا ہے کہ میں ایک شے کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں تم سب کے پاس بھی آنکھیں ہیں، لیکن تم کو نظر نہیں آتا؟ یہ کیا ہے کہ ایک آواز میرے کانوں میں آرہی ہے، میں سن رہا ہوں پر تم نہیں سنتے؟ آہ! اے لوگو کہ میں نہیں سمجھتا تم کو کیا کہوں، معک و بتلاؤ کہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم دین قریم کے پیرو، خطاب اسلام سے متصف، و امانت الہی کے حامل

انپر ادھر بار بار لکھا جا چکا ہے - ہندوؤں کی مچاڑی، مختلف عناصر کی باہمی رقیبانہ کشاکش، ہندو مسلمانوں کی تدریجی تاریخ کے اثرات، ملک کی عدم طابری، مسلمانوں کیلئے ہندوستان میں باہر کی حکومت کی بہتری، اور اسی طرح کے وہ تمام مسائل و ترغبات نفسانہ، جو مسلمانوں کے دلوں میں جاگزیں کیے گئے تھے، ہمیں حسن ظن ہے کہ اب بھلاے جاچکے ہیں - سلف گورنمنٹ اسی لمحے نہیں مانگی جاتی کہ ملک کی استعداد اور عدم استعداد کا افسانہ دہرایا جائے، مقصود ایک نصب العین کو سامنے رکھنا، اور بتدریج اُس تک پہنچنا ہے - ہندو مچاڑی کے عفریت کا خوف بھی اب خدا کیلئے دل سے نکال دیجئے، یہ سب سے بڑا شیطانی ورسہ تھا، جو مسلمانوں کے قلب میں القا کیا گیا - طاقت محض تعداد پر نہیں بلکہ آرزوئوں پر موقوف ہے - اصل شے قوموں کی معنوی طاقت ہے، جو اس کے اخلاق، اس کے کیونکٹر، اس کے اتحاد، اور دراصل ہماری اصطلاح میں خشیتہ الہی، اور اعمال حسنہ سے پیدا ہوتی ہے: رکن من فئۃ قلیلة غلبت فئۃ کثیرۃ بان اللہ! اسلام کی طاقت کبھی بھی وابستہ دایم قلت وکثرت نہیں رہی ہے، اور اب بھی جن دلوں میں اسلام ہو، وہاں اکثریت بالکل بے اثر ہے لا تہترا ولا تکزرا، رانتم الا علون ان کنتم مومنین - یہ تمام رسا رسا اسلیے پیدا ہوتے ہیں کہ ملک کے سامنے کوئی مشترک اور بلند نصب العین نہیں ہے، اگر روز اول ہی سے یہی ہو گیا ہوتا کہ سب ملکر ایک ہی نصب العین اعلیٰ کی طرف دیکھنے لگتے، تو اور کسی طرف دیکھنے کی مہلت ہی نہیں ملتی، اور وہ تمام قوتیں جو آج باہمی جدال و قتال میں صرف ہو رہی ہیں، اسی کے پیچھے صرف ہوتیں -

بے ترجہی سے نہ سنیے کہ ایک بہت بڑا نکتہ عمل کہہ رہا ہوں، اور اپنے طرز بیان کا شاکی ہوں کہ اسرار و رموز کی باتیں بھی حسن و عشق کی کہانی بنجاتی ہے - اپنے سامنے ایک جانستان جلوہ گاہ حسن پیدا کر لیجیے، پھر اگر آپ دوسری طرف دیکھنا چاہیں گے بھی تو نہیں دیکھ سکیں گے - آپ کی تمام بے راہہ روی، نفس پرستی، اغراض پسندی، باہمی جنگ و جدال، ایثار و فدویت، فراموشی، اور ہر قسم کے اشغال ضلالت صرف اسلیے ہیں کہ سامنے کوئی کشش نہیں، اور جس بلائے عقل و ہوش کو ہم دیکھ رہے ہیں، آپے ابھی دیکھا ہی نہیں - جس دن ایک ارچنٹی ہوئی نظر بھی ”ازادی“ کے حسن پر پڑے گی، پھر آپ خود بخود یہ تمام قصے بھول جائیں گے:

لو یسمعون کما سمعت کلامہا
خروا لغرة سجدا و رکوعا (۱)

مشکلات راہ

بہت سے لوگ ہیں جو یہاں تک ہمارے ساتھ آگئے ہیں کہ مسلمانوں کو بھی یہی نصب العین اپنے لئے تجویز کرنا چاہیے، مگر مشکلات راہ سے گھبراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شراب، کڑی، نشہ، و سرور کے انتظار میں حلق و دھان کو کون بد مزہ کرے؟ لیکن اب ہم ان سے کیا کہیں کہ کوئی گھونٹ حلق سے نیچے اترا ہی نہیں - کسی طرح منہ بنا کر ایک جرعه اتار لیجئے، پھر پوچھیں گے کہ ازوی ہے یا میٹھی؟

حریف صافی و دردی نئی، خطا اینجا ست

تمیز ناخوش و خوش میکنی، بلا اینجا ست

اے انخوان غفلت شعار! نہیں معلوم اب تک آپ کس وہم میں پڑے ہیں؟ یہ مقتل سیاست ہے، یہ مشہد آزادی و حریت

تر عقد رجعت سے انکار نہیں، البتہ اسکو تو اپنی غیرت کبھی گوارا نہیں کرے گی وہ ”حلالہ“ کو منظور کر لیں:

ہمسره غیری و مہی کوئی بیاعرفی تو ہم
لطف فرمودی، برز، کین پائے را رفتار نیست

یہ راضی نامہ بالکل ایک منصفانہ معاہدہ ہوگا، اور شرائط میں کوئی پیچ و خم نہیں - لیگ پچھلی باتوں کو بھلا دے، اپنے گھر کو صحت اغیار سے خالی کرے، اور ہم سے لگا رکھنا ہے تو غیروں سے لگارت چھوڑ دے - پھر ہم بھی دوسرے ٹھکانوں کی فکر چھوڑ کر اسی کے ہو رہتے ہیں - لیکن یاد رہے کہ یہ معاہدہ آخری ہوگا، اگر پھر کبھی اغیار کی پرچھائیں بھی نظر آتی تو: بس لیجئے سلام، اپنا بھی وعدہ ہے کسی سے

اسکو بھی کھول کر کہیں کہ صحت غیر سے کیا مطلب ہے؟ ابھی اسکا وقت نہیں آیا ہے کہ آپ سے نیت عشق کے انتہائی مطالبات کیے جائیں - ہمیں اس سے کوئی چڑہ نہیں کہ گورنمنٹ سے پورے تعلقات رکھیے، کانگریس کی موجودہ حالت کی نظیر آپ کے سامنے ہے، اب تو گورنمنٹ خود امیدوں کی جرات افزائی کر رہی ہے - لیکن تعلقات کے یہ معنی سمجھئے کہ اچھے رقتوں میں اپنے وقار اور متانت کے تحفظ کے ساتھ در چار گھڑی ہنس بول لیا، یہ نہیں کہ:

ہمہ شب شراب خوردن، ہمہ روز خواب کردن

شرائط صلح

نصب العین

سب سے مقدم تر مسئلہ پولیٹیکل جدوجہد کیلئے ایک نصب العین کی جستجو ہے، اور اگر آپ کو زندہ رہنا ہے تو سی مقصد بلند کی انگیٹھی سلگائیے جو ہر وقت آپ کے دل کو گرم رکھے - یہ بار بار کہا جا چکا ہے - کوئی قوم اپنے جدوجہد میں اصلی سرگرمی اور جذبات و قوی کا ایثار نہیں کر سکتی جب تک اس کے سامنے ایک جاں طلب نصب العین نہ ہو، اور اب آپ کو کیا سمجھائیں کہ ازادی تو وہ مقصود ہے، جسکا تصور بھی دل کی زندگی کیلئے کافی ہے -

رہے پہلوں میں رہے یا اُس کا خنجر

غرض دل تھرتا ہے ہم نشیمن سے

لیگ تلاش میں نکلی ہے تو اسکو بھٹکنا نہیں چاہئے - ہندوستان میں سیاسی نصب العین کا سوال ایک ہی ہے، گواس بارے میں ہماری راہ عام شاہراہ سے الگ ہے، اور ہم اس چیز کو دوسری طرف سے آکر لینا چاہتے ہیں، لیکن لیگ سے اسکی توقع لا حاصل ہوگی، پس اسکو چاہئے کہ اس ایک ہی نصب العین کا اعلان کر دے کہ ”انگلستان کے ماتحت ہندوستان کی حکومت خود اختیاری“

نرخ بالا کن کہ از زانی ہرز

یاد رکھو کہ یہ نصب العین جو ہم نے تجویز کیا، تو کوئی بہت اونچے درجہ کی بات نہیں کہی کہ ہماری ہمت کا آشیانہ اس شاخ سے بھی بلند تر جگہ دھندھتا ہے - تاہم یہی بہتر ہے کہ آپ ”سلف گورنمنٹ“ کو اپنا نصب العین سیاسی قرار دیں، اور آج کے دن سے سفر شروع کر دیں - اگر ایک دلکش منزل آپ کے سامنے ہوگی تو پھر سفر کی تکلیفیں بھی بھول جائیے!

دھرواں را خستگی راہ نیست

عشق ہم را ہست و ہم خود منزل است

تیس برس سے جو پیچ اس مسئلے کی نسبت پڑے ہوئے ہیں

(۱) اگر انہوں نے بھی غرہ (مشرق) کی صدا - طرح سنی ہوئی، جیسی کہ میں سن رہا ہوں، تو معاً اسے آگے سجدے میں کر پڑے -

الہی نور اللہ، فانسام انفسہم !

اگر مسلمانوں کی انکھوں کو لیدروں کے عمل السحر نے بند نہ کر دیا ہوتا، تو وہ اس منظر کو دیکھتے اور خون کے آنسو روتے - وہ دیکھتے کہ یہ کیا بد بختی ہے کہ ملک کی ترقی و فلاح کا مسئلہ ہی سرے سے ”ہندو مسئلہ“ ہو گیا ہے، اور مسلمانوں کو من حیث القوم اس سے کوئی تعلق نہیں رہا - ہاوس اف کامنس میں بحث آئے یا کانگریس کے اسٹیج پر، ”مسئلہ ہند“ کے معنی ”ہندو مسئلہ“ کے ہیں، حالانکہ ملک کی ترقی و ازاہی کی کمی ذمہ داری اگر ہندوں پر ملک کی طرف سے تھی، تو اے اپنے تئیں بھولنے والو! تمہارے سر تو خدائے ذوالجلال کے طرف سے تھی! دنیا میں صداقت کیلئے جہاد، اور انسانوں کو انسانی غلامی سے نجات دلانا تو اسلام کا قدرتی مشن ہے، پس تم تھے کہ تم کو خدا آگے کرنا چاہتا تھا، لیکن افسوس کہ تم نے پہلے خدا کو اور پھر اپنے آپ کو بھلایا، نتیجہ یہ نکلا کہ پیچھے کی صفوں میں بھی تمہارے لیے جگہ نہیں، فیا حسرتا! ریا دہلتا!!

ولا تکنوا کالذین نسو اور ان لوگوں کی طرح مت بنو جنہوں
اللہ فالسام انفسہم نے خدا کو بھلا دیا، نتیجہ یہ نکلا کہ خود اپنے
اولئک ہم الفاسقون ہی کو بھول گئے - وہ یقیناً فاسقوں میں
سے تھے - (۱۹: ۵۹)

جمود حرکت نما

ممکن ہے کہ آپ فرمائیں، یہ قندہ طویل اب داستان بے رقت ہے، کیونکہ دراصل تمام پچھلی باتیں بھلائی جا چکی ہیں، غلطیوں کا اعتراف کیا جا رہا ہے، تقسیم بنگال کی تفسیح کی ضرب محکم نے (کہ فی الحقیقت آغاز عہد برطانیہ سے لیکر اس رقت تک ایک سب سے بڑی انسانی خدمت ہے جو اس نے انجام دی) ان ہاتھوں کو بھی جو شل ہو گئے تھے پیتھہ تک پہنچا دیا ہے کہ چوٹ سخت لگی ہے - خود اب لیڈنگ پچھلی غلطیوں کی تلافی اور ائندہ کی اصلاح پر ملتفت ہے، مانا کہ اسکا سر برسوں بادہ غرور و کبر سے سرشار رہا، مگر اس عاجز خمار کو بھی تو دیکھئے، نہ اب قومی خواہشوں کے آگے:

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے!

اپنے کہا کہ اولین سے لیگ کے نظام کی تبدیلی ہے، انہوں نے کہا کہ بہت بہتر - اپنے شکایت کی کہ اگر ہلال احمر فنڈ کی فکر نہ کی تو پھر لیگ کس مرض کی دوا ہے؟ ارشاد ہوا کہ ابکے یہ بھی لیجئے، اپکا بڑا رونا یہ تھا کہ سفر بے منزل، اور سعی بے مقصد ہے، انہوں نے کہا کہ اس سے بھی انکار نہیں، ابکے ”نصب العین“ کی کمی جستجو میں بھی نکلیں گے - ابھی سامنے ہی بات ہے کہ لیگ کے التوا پر اپکو بہت غصہ آیا تھا، تجویزیں نہیں کہ ایک علیحدہ کانفرنس کا انعقاد ہو، انہوں نے معاً کہا کہ اور طرف کیوں جاتے ہیں کہ یہاں ایک صحبت خاص اس کے لیے بھی طیار ہے - پھر جب حالت یہاں تک رو بہ صلاح ہو چکی ہے، تو اب پچھلے کلمے شکوے کا کون موقع ہے؟ اب تو پرانی باتوں کو تہہ کیجئے، اور امیدوں کا دروازہ کھولیں کہ مدتوں کے دبے دیباہ ارمانوں کے نفاذ کا وقت آگیا:

دیدار شد میسر رہوس و کنار ہم

از بخت شکر دارم زاز روز گلار ہم

لیکن میں عرض کروں گا کہ ذرا صبر دیجئے اور زبانوں کو نہ روکیے، دراصل شکوے شکایت کا وقت پہلے نہ تھا، وقت تو اب آیا ہے، ہم بھی اسی روز آزمائش کے منتظر تھے:

کچھ ہورہے گا عشق و ہوس میں بھی امتیاز
آیا ہے اب مزاج نرا امتحان پر
لیکن ہمیں ایسا نہر کہ:
حکم اخیر کی تھی توقع بروز حشر
باقی رہا نہ سن ہی جب اظہار ہو چکا!
ہاے اس زرد پشیمان کا پشیمان ہونا!!
اول تو:

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
اور پھر یہ جو کچھ ہے، صرف الفاظ ہیں، جن میں معافی کا
نزل باقی ہے، محض جستجو کے ارادے سے منزل نہیں مل سکتی،
آپ سرخی اور چونا مہیا بھی کر لیں، پھر بھی مکان نہیں بن سکتا
جب تک کہ معمار نہوں - شاہد لیگ کی یہ نئی ادائیں تو بہ شکن
ضرور ہیں، لیکن ابھی ایسی نہیں ہیں کہ واپس لیا ہوا دل پھر
اسکے حوالے کر دیں:

کہلے کیا دل درودیوار کے آثار باقی ہیں
ہوا ہر چند گھر دیران صحرا، پھر بھی صحرا ہے
البتہ بعض خام کاران ہوس پیدہ سے کہنکا ضرور لگا ہے کہ کہیں
ان صبر ازما اداؤں پر لوت نہ ہو جائیں:

وہ حلقہ ہاے زلف، کمیں میں ہیں اے خدا!

راہہ لیجیو میرے دعوئے وارسنگی کی شرم!

نظام ترکیبی کی اصلاح اور نصب العین کی جستجو یقیناً ازالہ
مرض کیلئے اصلی علاج کی تلاش ہے، مگر تلاش کا ہونا ہی صحیح
تشخیص اور مفید نسخے کے مہیا ہو جانے کیلئے کافی نہیں،
ضرورت ہے کہ تشخیص کی جستجو صحیح راہ پر ہو، اور نسخہ جو
تجویز کیا جائے، وہ دفع مرض کا اصلی علاج ہو - لیگ اگر یہاں
تک کیلئے راضی ہوئی ہے تو رزے نصیب! لیکن ابھی یہ پرچہ
باقی ہے کہ:

کہنیے کچھ بڑھنے بھی ہمت ہو کی؟

راہی نامہ

اصل یہ ہے کہ لیگ کی طرف سے پوری مایوسی تھی
اور ہے، جب تک کہ وہ اپنے تئیں اب امید کا مستحق ثابت نہ
کر دے - قوم نے اچھی طرح دیکھ لیا ہے کہ نہ صرف اہم امور سیاسی
کیلئے، بلکہ ادنیٰ درجہ کی سیاسی ضروریات کیلئے بھی لیگ
بیکار ہے، اور اس لحاظ سے سخت مضر، کہ قوم کا آئندہ راستہ رک
کر کہتی ہے - پس عین اُس رقت جبکہ صاف صاف یہ ہے کہ ہم
لیگ کو کالعدم یقین کر کے اپنی راہ دھوند رہے ہیں، اور دل کے
ایک نئے ٹھکانے کی فکر میں (الحمد للہ) کہ پہلے سے اچھی حالت میں
ہیں - لیگ مکرر سامنے آئی ہے اور کہتی ہے کہ پچھلی باتوں اور
بھول جاؤ اور اب پھر مجھے کو دیکھو! اچھی بات ہے، پہلی پھر
خراہ کیسی ہے بے مزہ گذری ہو، لیکن رات کا آخری حصہ تو ابھی
باقی ہے، اور گو مرغ سحر کی چیخیں چاروں طرف سے سنائی
دے رہی ہیں، مگر ہم فرض ایسے لیتے ہیں کہ جو کچھ گذر چکا
ہے سن تھا، اور دراصل شب وصل اب سے شروع ہوئی ہے:

وصل پر ہے جو وصل امتحان کر دیکھو

امیر یوں ہی سہی، چند روز مر دیکھو!

اگر لیگ اب پھر ہمارے دلوں پر قبضہ کرنا چاہتی ہے، تو
بہتر ہے کہ ہم میں اور اسمیں ایک راضی نامہ ہو جائے - یہ ضرور
ہے نہ ہم نے اُسے طلاق دیدی تھی، لیکن اب پھر وہ آنا چاہتی ہے

کو اٹھنا تھا۔ پس اٹھ کھڑے ہو کہ خدا اب تم کو اٹھانا چاہتا ہے اور اس کی یہی مرضی ہے کہ مسلمان جہاں کہیں ہیں، بیدار ہوں اور اپنے فرائض کردہ فرض جہاد کو زندہ کریں۔ ہندوستان میں تم نے کچھ نہیں کیا، حالانکہ اب تمہارا خدا چاہتا ہے کہ یہاں بھی وہ سب کچھ کرو، جو تم کو ہر جگہ کرنا ہے۔ فجاہدرا فی اللہ حق جہادہ، ولا تکونوا کالذین قالوا سمعنا، وہم لا یسمعون، ان شر الدواب عند اللہ، الصم البکم الذین لا یعقلون :-

فبشر عباد الذین پس اللہ کے طرف سے بشارت ہے اللہ یستمعون القول، کے ان بندوں کیلئے، جو کلام حق کو فیتنہوں احسنہ، کان لگا کر سنتے ہیں، اور اسکی اچھی اولاد الذین ہدا ہم باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ اللہ و اولادک ہم ہیں جنکے دلوں کو خدا نے ہدایت کیلئے اولاد لا لباب کھول دیا ہے، اور یہی عقل سلیم رکھنے والے ہیں۔ (۱۹: ۳۹)

ہز ہائینس سر جیمس میسٹن لفٹنٹ گورنر

صوبجات متحدہ

کی

اسپیج علی گڑھ کالج میں

— * —

حضرات ! اب میں دوسری کیفیات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ وہ کیفیات جو آج خاصہ مجھ کو علی گڑھ لانے کی علت ہوئی ہیں۔ اصل میں میرا ارادہ یہ تھا کہ اس موسم کے اخیر میں جب بہ تقریب سفر میں صوبہ کے اس حصہ میں آؤں، تو اپنے بچے ہوئے اوقات میں اس کالج کا معانیہ کروں۔ لیکن گذشتہ ستمبر سے جب میں اس خدمت پر مامور ہوا ہوں، کالج کے ہوا خواہ اور معترضین، دونوں کی طرف سے اس مدرسہ العلوم کی نسبت بہت کچھ سن رہا ہوں اور بالخصوص ان جذبات دلی کے متعلق بھی، جو اسوقت ساری اسلامی دنیا میں موجزن ہیں۔ جو کچھ میں نے سنا اسنے کالج کے ایک مربی ہونے اور ہندوستانی مسلمانوں کے سرگرم دوست ہونے کی حیثیت سے مجھے سوائے اسے اور کوئی ارادہ نہیں کرنے دیا، کہ بلا توقف مزید یہاں چلا آؤں، تاہم اب لوگوں سے، جو ان صوبجات کے مسلمانوں کے خیالات کے نائب ہیں، صلاح و مشورہ کروں اور جو کچھ نصیحت یا مدد مجھ سے ہوسکے اپنوں میں۔ جلیل القدر سید اور میں جاننا تھا اور انکی تعظیم کرتا تھا۔ وہ والاعزم اور دراندیش محبوب وطن، جسکی روح اسوقت ہمارے ساتھ ہے۔ انکے مخلص اور چیدہ احباب کو بھی میں بخوبی جانتا تھا اور میرے ابتدائے زمانہ میں انکی مہربانیاں میرے ساتھ کچھ کم نہ تھیں۔ مثلاً مولوی زین العابدین جو مدت ہوئی کہ اس دنیا سے گذر گئے۔ علیگڑھ کے سیکڑوں طلباء کے ساتھ میں نے کام کیا ہے اور انکو بخوبی دیکھتا رہا ہوں۔ میں نے ان لوگوں سے جو علیگڑھ کو محبوب رکھتے ہیں اور ان سے جتنو خوف ہے کہ وہاں کی ساری باتیں اچھی نہیں ہیں بڑی دلچسپی سے گفتگو کی ہے۔ اس لحاظ سے مجھے یہ دعویٰ کرنے کی عزت حاصل ہے کہ صرف یہاں کی امیدوں اور یہاں کے گذشتہ ذی عتوں کے ارادوں ہی کے متعلق میری معلومات اصلی ہیں، میں نے بلکہ اس اختیار کے متعلق بھی، جو آپکا کالج اپنے مقوموں کی زندگی اور اطوار پر رکھتا ہے۔ ان معلومات نے میرے دل میں محبت اور خوف دونوں پیدا کر دیے۔ محبت ان بلند پرواز یونکی جو جو سید آپکے لئے چھوڑ گئے، اور ذرا اس خوف کا، جو ان بلند پروازوں

اصلی کاموں پر ملتفت ہوئے، تو وہ تمام لوگ جو کلکٹر صاحب کے حکم کے بغیر پانی پینا گناہ سمجھتے ہیں، یا جنکے نزدیک دینی کمشنر کی اجازت کے بغیر کسی جلسے کی رسیشن کمیٹی کا صدر بننا حرام ہے، قطعاً الگ ہو جائیں گے، اور کہیں گے کہ ”اذهب انت و ربک“ اور ہر اس دست کرم کی بخشش بھی موقوف ہو جائے گی جسکی خاطر اب تک سجدے کیے ہیں، اور موت کو زندگی پر ترجیح دی ہے۔

لیکن ہمارے خیال میں یہ مسئلہ ایک لمحہ کیلئے بھی مانع کار نہیں ہوسکتا۔ ہم نے جیسا کہ کلکتہ میں اپنے مکرم دوست جناب سید وزیر حسن صاحب سے زبانی بھی کہا تھا۔ اگر آج لیگ کی نسبت قوم کو یقین ہوجائے کہ وہ سر آغا خاں کی نہیں بلکہ قوم کی ہے، تو جسقدر روپیہ آپکو مطلوب ہے ایک لمحہ کے اندر جمع کر لیجیے۔ آپ قوم کے جذبات سے جب کام ہی نہیں لیتے تو قوتوں کا ظہور کیونکر ہو؟

ہمارا خیال ہے کہ اگر لیگ اصلی راہ کی طرف متوجہ ہو تو اسکو فوراً ایک قومی سیاسی فنڈ کے قیام کا اعلان کر دینا چاہیئے، جسکا مقصد یہ ہو کہ پولیٹیکل کاموں کیلئے روپیہ کی طرف سے اطمینان ہو جائے۔ لیگ کی ممبری کی رقم بھی موجودہ تعداد سے المضاعف ہو سکتی ہیں، اور چند دنوں کے اندر بغیر کسی دقت کے ایک ایسا مستقل مالی انتظام ہو جا سکتا ہے، جو سر آغا خاں کے موجودہ وظیفہ سے دوگنے تین گنے تک پہنچ جائے۔ ہم کامل یقین اور اعتماد کے ساتھ کہتے ہیں کہ ایک حقیقی پولیٹیکل مجلس کی اعانت کیلئے تمام قوم طیار ہے، بشرطیکہ قوم محسوس کرے کہ یہ ہماری چیز ہے نہ کہ غیر ونکی۔

فالجہاد فی سبیل العربیہ

مضمون بہت بڑھ گیا ہے، لیکن اس بارے میں ہم اپنے خیالات نے هجوم کے آگے مجبور محض ہیں۔ بہت سی باتیں ابھی باقی ہیں، لیکن جو باقی ہے، اسکی ترجمانی کو اپنی زبان کی جگہ اپنے دل کے سپرد کرتا ہوں، اور صرف چند لفظوں کے عرض کرنے کی آزر اجازت چاہتا ہوں۔

غفلت و سرشاری کی بہت سی باتیں بسر ہو چکیں، اب خدا کے لئے بستر مدہوشی سے سر اٹھا کر دیکھیے کہ آفتاب کہاں تک نکل آیا ہے؟ آپسے ہم سفر نہاں پہنچ گئے ہیں اور آپ کہاں پڑے ہیں؟ یہ نہ بھولیے وہ آپ اور کوئی نہیں بلکہ ”مسلم“ ہیں، اور اسلام کی آواز آپ سے آج بہت سے مطالبات رکھتی ہے۔ کب تک اس دین الہی کو اپنی اعمال سے شرمندہ عالم کیجئے گا؟ کب تک دنیا کو اپنے اوپر ہنسائیے گا اور خود نہ رویے گا؟ اور کب تک ہندوستان میں اسلام کی قوت کا خانہ خالی رہے گا؟ اگر مصائب کا تازیانہ غفلت کی ہشیاری کا ذریعہ ہے تو دوسرے مصائب ہیں جنکا آپ پر نازل نہیں ہو چکا ہے؟ ولقد اخذنا ہم بالعذاب فما استکانوا لربہم وما یتضرعون۔

یاد رکھیے کہ ہندوں کیلئے ملک کی آزادی کیلئے جد و جہد کرنا داخل حب الوطنی ہے، مگر آپکے لیے ایک فرض دینی، اور داخل جہاد فی سبیل اللہ۔ آپ کو اللہ نے اپنی راہ میں مجاہد بنایا ہے، اور جہاد نے معنی میں ہر وہ کوشش داخل ہے، جو حق اور صداقت اور انسانی بند استبداد و غلامی کے توڑنے کیلئے کی جائے۔ آج جو لوگ ملک کی فلاح اور آزادی کیلئے اپنی قوتوں کو صرف کر رہے ہیں، یقین کیجیے کہ وہ بھی مجاہد ہیں اور ایک ایسے جہاد میں مصروف، جس کے لئے دراصل سب سے پہلے آپ

بھی کھدینا چاہتے ہیں۔ نہیں معلوم کارفرمایان لیگ نے اسکا کیا مطلب سمجھا ہے، مگر ہم نے مدتوں سے جو لپچہ سمجھا ہے اسے سوا چارہ کار نہیں۔ یاد رہے کہ لیگ کی اصلی بنیادی گمراہی اسی مسئلے میں پوشیدہ ہے، دنیا میں تمام کاموں کیلئے تقسیم عمل کا اصول ہے، اور پھر ہر گروہ کے حالات مختلف، اور اسلیئے ایک ہی کام کیلئے سب موزوں نہیں ہو سکتے۔ مسلمانوں نے اصلی غلطی یہ کی کہ پولیٹیکل کاموں کیلئے بھی طبقہ خواص و امرا کی رہنمائی میں ہاتھ دیا، جو سرے لیکر پاؤں تک ہزاروں زنجیروں میں لپٹا ہوا ہے اور آپ سے بھی ملے گا تو انہیں زنجیروں میں جکڑ بند کر کے چھوڑے گا۔ اسکی پاس یا دولت ہے یا زنجیریں، تیسری شے نہیں ہے۔

پس اصول عمل یہ ہے کہ آزادی کے نام کرنے والے صرف آزاد ہوں، اور پھر ان میں جو دولت کے ساتھ دماغ بھی رہتے ہوں، صرف اپنی دولت اور دماغ سے الگ رہکر وندہ پہنچائیں۔ امریکہ میں کارنیک اور رانفیلر کے پاس بہت خزانہ ہے، لیکن پھر یہ نہیں ہے کہ وہی امریکہ کے پریسڈنٹ بھی ہوں۔

در اصل ان بزرگان خواص کا بھی اتنا قصور نہیں، جسقدر کہ آپکا قصور ہے۔ آپ انکو اپنے میں نہیں دیکھتے ہیں تو انکو آنا بڑا ہے، حالانکہ وہ اپنے حالات سے مجبور ہیں اور کچھ عجب نہیں کہ ہم بھی انکی جگہ ہوتے تو وہی کرتے جو وہ کر رہے ہیں۔ پس لیگ کی زندگی کیلئے ایک اقدم کام یہ بھی ہے کہ وہ اس امر کا قطعی فیصلہ کرے، اور اپنے پالیٹیکس کی باگ دولت کے ہاتھ سے نکالکر دماغ کے سپرد کرے۔ جس شخص کو اپنی دولت اور جایداد کی حفاظت کی فکر سے رات کو نیند نہیں آتی، اسکی صبح کو زبان کیا کہے گی؟

اسی اصل کی ایک شاخ یہ غلطی بھی ہے کہ لیگ نے پالیٹیکس کا درخت علی گدہ کی سرزمین میں بویا، حالانکہ وہاں پیشدر ہی سے جو درخت موجود تھا، اسی کے جڑ میں گھن لگ چکا تھا، قید کی جگہ میعاد

وقت آگیا ہے کہ اشخاص کی جگہ قوم کے ہاتھ میں لیگ دیدی جائے، اور طبقہ خواص کے آگے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا جائے کہ اب آئندہ کیلئے معاف کیجیے، اور ہمارے قصوروں کو بخش دیجیے۔ ہمارے قصور واقعی بڑے سنگین ہیں، ہم نے آپنی گاڑیاں کھینچیں، پہلوں کے ہار پہنائے، خود جانور بنے، اور اپنی رسی آپکے ہاتھ میں دیدی۔ یقیناً اسکی سزا بہکنی تھی اور اچھی طرح بہکتا لی۔ اب اگر آپ کے دفتر تعزیرات میں چند سال سزا کے اور باقی رکھئے ہیں، تو ہماری قید کے پچھلی سالوں کے چال چلن پر نظر ڈالیے، اور گورنمنٹ کا قانون ہے کہ قیدی اطاعت شعار ہو تو آخر کے چند مہینے معاف کر دیے جاتے ہیں، پس آپ بھی رحم دیجیے، ہم کو چھوڑ دیجیے، اور حلم دیجیے کہ بیڑیاں کٹ دی جائیں۔

معص لیگ کے قواعد و ضوابط کی تبدیلی سے کچھ نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس مسئلے کا فیصلہ نہ ہو۔

مسلم پولیٹیکل فنڈ

ایک عملی سوال یہ ہے کہ اگر لیگ چند دولت نثار اشخاص کے بند غلامی سے آزاد کر لی جائے، تو اسے کاموں کے لیے روپیہ کہاں سے آئے گا؟ اب تک تو ایک حاتم وقت بی فیاضی تھی، جسکی دریا دلی سے تمام خشک کھیتیاں سرسبز تھیں، لیکن اگر آئندہ اسپرٹ پیدا کی گئی، نصب العین کا امن کیا کیا، اور

ہے۔ آپ کا سی سالہ میدان لہو و لعب نہیں ہے۔ اگر آپ مشکلوں سے گھبراتے ہیں تو آپکے لیے بہتر جگہ پھولونکی سیج ہے، یہ آپ سے کس کمبخت نے کہا ہے کہ اس خار زار میں قدم رکھیے؟ یہاں آئیے گا تو قدم قدم پر کانٹے ملیں گے، ہر لمحے مصائب کا نزل ہوگا۔ آپ مشکلات سے گھبرا رہے ہیں، حالانکہ یہاں تو جانوں اور زندگیوں کی قربانی کا سوال در پیش ہے، یہاں ہوس پرستوں کا گذر نہیں، اس میدان کے مرد وہ جانفروزان الہی اور مجاہدین حق پرست ہیں، جنکے سرگردنوں پر نہیں، بلکہ ہتیلیوں پر رھتے ہیں۔

در مدرسه کس را نرسد دعوت توحید منزل گس مردان موحّد در ست

سیاست کی جنس اتنی سستی نہیں ہے کہ چند تجویزیں گھڑ کر اور شکرے کے سجدے کر کے اپنے عیش کدوں میں چھپ جائیے گا، اور وہ آسمان سے ڈھونڈھتی ہوئی آپکے سامنے آجود ہوگی! آپسے کوئی نہیں کہتا کہ آئیے، لیکن آنے کا ارادہ ہے تو اپنے دل و جگر کی طاقت کو قنول لیجیے کہ اس طریق عشق کی شرطیں آپکو معلوم نہیں:

ترک جان و ترک مال و ترک سر

در طریق عشق اول منزل ست

غلامی کے پتلے اور سیاست کی روح کا دوا

آپکے گذشتہ اعمال سیاست سامنے آجاتے ہیں، تو ہنسی بھی آتی ہے اور رونا بھی۔ آپ نے برسوں سیاست کے ساتھ جو تمسخر کیا ہے، اسکی نظیر شاید ہی کسی قوم کی ضلالت و گمراہی میں ملے۔ ہر خوشامد و غلامی کی غلاظت کا کیزا جسکا وجود اغراض پرستی کی کثافت سے متعفن ہوتا تھا، نکلتا تھا اور دعوا کرتا تھا کہ میں مرد میدان سیاست ہوں، اور قوم کے پولیٹیکل اعمال کا مصلح! جن عیش پرستوں کو کسی آزمائش میں پڑنے کی ہمت ایک طرف، انہ کی بھی برداشت نہ تھی کہ گورنمنٹ کے چشم و ابور کی ذرا سی بے مہربی بھی گوارا ہو، اسکا دعوا ہوتا تھا کہ ہم قوم کے پولیٹیکل کارزار اعمال کے سپہ سالار ہیں، اور ندلے ہیں تاکہ اس معرکے میں اپنی تلوار کے کات دکھلائیں! ارباب نظر ان ہوس پرستوں کو دیکھتے تھے، ہنستے بھی تھے اور زمانہ کی بوالعجبی پر دڑتے بھی تھے:

ہر بو الہوس نے حسن پرستی شعار کی

اب ابروے شیر اہل نظر گئی

اللہ اللہ! جس مقام یوسفی کے لیے زلیخا آباد حریت میں تربیتی ہوئی لاشیں اور کٹی ہوئی گرد نیں بھی طلب کی جائیں تو اپنے اوج طالع پر ناز کریں کہ مفت ہاتھ آئی، اس کی قافلہ لیگ میں یہ ارزانی، کہ چند کھوٹے در ہم ہاتھوں میں لیکر بولیاں بول جاتی ہیں! و شررہ بنمن بخش درام معدہ، و کانرا فیہ من الزاعدین:

لیجائیے دکھلانے آتے مصر کا بازار

خواہاں نہیں پر کوئی رہاں جنس گرانکا

اے بیخبرو! یاد رہو کہ زندگی کی خواہش ہے تو مشکلات سے گھبرانا حاصل ہے۔ کیونکہ مشکلیں زندہ اور متحرک انسانوں ہی کیلئے ہیں، ایک بے روح لاش کیلئے نہیں ہیں۔ آرام کی خواہش ہے، تو اسکی سب سے بہتر جگہ قبر ہے، بیٹھ رہو گے تو یقیناً ٹھوکر نہیں لگے گی، پر جب چارے تو ٹھوکر نہیں کھانا ضرور ہے۔

اصلاح و تعمیر نظام

آخر میں چند الفاظ لیگ، نظام کی تبدیلی کی نسبت

مراسلہ

الہلال روزانہ

بجائے ہفتہ وار الہلال کے اسے سرری و معنوی خصوصیات کے ساتھ چار پانچ جرکی ضخامت میں رسالہ البیان ماحوار شایع کیجئے۔ چونکہ آپ کے پیش ہا مضامین ہی پبلک زیادہ قدر دیا ہے اس لیے آپ کو بھی پبلک کے مذاق کی قدر کرنی چاہیے۔ میرے اس عریضہ کو عام رائے کے اتفاق کے لیے الہلال کے کسی دوشہ میں جگہ دیکر معذرت کیجئے۔

(الہلال بیا، برقی)

[الہلال] بیشک میرا ارادہ تو یہی ہے کہ ہفتہ وار جرنل جاری رہے اور روزانہ الگ شائع ہو، لیکن اگر ناظرین ہفتہ وار کے التوا کو منظور فرمائیں اور اسکی جگہ روزانہ اور ماحوار شائع ہو، تو مجھے کوئی عذر نہیں کہ اور بوجہ ہلکا ہوتا ہے۔ باقی ”ہمدرد“ کی نسبت جو

آپ خیال فرمائیں کہ پبلک کا مذاق اخبار بینی آجکل کستدر بڑھ گیا ہے۔ ہفتہ وار اخباروں سے (گورہ کیسے ہی اچھے ہوں) اونکی پیاس نہیں بجھتی۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے روزانہ اخبارات کا وجود و عدم وجود برابر۔ چند اردو روزانہ نکل رہے ہیں۔ اونکی بھی جو کیفیت ہے، آپ سے چھپی نہیں۔ روزانہ زمیندار نے البتہ کچھ ادارہ العزیمی دکھائی ہے کہ براہ راست ریوٹر سے برقی پیامات وصول کرنے کا سلسلہ قائم کیا ہے۔

امید تھی کہ مشہور ہمدرد قوم مسٹر محمد علی صاحب کا

فنگانہات

جزر و مد

(—) * (—)

الہلال کا امیدوار لہجہ

- * دیکھ کر حریت فکر کا یہ دور جدید
- * رہنماؤں کی یہ تعقیر، یہ انداز کلام
- * اعتراضات کا انبار جو آتا ہے نظر
- * نکتہ چینی کا یہ انداز، یہ آئین سخن
- * جس نئی راہ میں ہیں بادیہ پیمایہ لوگ
- * شاطروں نے جو فکری آج بچھائی ہے بساط
- * پلے گوشہ ان غلامی تھی، تو اب خیرہ سرری
- * سونچتا ہوں کہ یہ انہیں خورد ہے کہ نہیں؟
- * اس میں کچھ شائیدہ رشک و حسد ہے کہ نہیں؟
- * اس میں کچھ قابل تسلیم و سفد ہے کہ نہیں؟
- * جزم قہیب میں مستوجب رد ہے کہ نہیں؟
- * کوئی اس جادہ مشکل کا بلد ہے کہ نہیں؟
- * اس میں ان پر بھی کہیں سے کوئی زد ہے کہ نہیں؟
- * اس دوراں میں کوئی بیچ کی جد ہے کہ نہیں؟

فیصلہ کرنے سے پہلے، میں ذرا دیکھہ تو لوں

”جزر“ جیسا تھا اسی زور کا ”مد“ ہے کہ نہیں؟

(کشاف)

آپ لکھا ہے، تو ایک نامزد پریس کی مشکلات کا علم نہیں، ساری دقت بیروت کے ٹائپ کی وجہ سے ہو رہی ہے، تاہم امید ہے کہ ہمدرد جلد شائع ہو اور ملک کی توقعات کا اپنے تئیں پورا مستحق ثابت کرے۔

الہلال کے گذشتہ پرچے

— * —

اب بہت کم رہ گئے ہیں اور نمبر (۹) (۱۰) (۱۱) بالکل ختم ہو گئے۔ علاوہ ان تین نمبروں کے اقی تمام پرچوں کی مجموعی قیمت ۵ روپیہ ہے، دسمبر تک کے نمبر ان میں شامل ہونگے۔

روزانہ ہمدرد مستقل راعلی پیمانہ پر نکل کے پبلک کے پیاس کو بجھائیگا، مگر ہنوز روز اول کا مضمون ہے۔ آپ نے روزانہ الہلال شائع کرنے کی تجویز سے پبلک کو رشک کیا ہے۔ گو آپ کو رائے دینا آفتاب کو مشعل دکھانا ہے، مگر یہ ترمیم میرے ذہن ناقص میں آئی ہے۔ اور میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ غالباً آپ اور آپ کے ناظرین اس سے اتفاق کریں گے۔

آپ کی تجویز سے معلوم ہوتا ہے، کہ ہفتہ وار الہلال بدستور جاری رہے اور روزانہ علحدہ شائع کیا جائے، اور ماحوار البیان بھی علحدہ شائع ہو۔ میں تجویز اول و دوم کو ایک کر دینا زیادہ پسند کرتا ہوں کہ روزانہ الہلال پوری آب و تاب سے شائع کیا جائے۔ اور ہفتہ وار بند کر دیا جائے۔

جو میں نے دیکھا، اس سے بہتر منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جس طرح چل پھر کر اونچے
نے حملہ کیا تھا، اسی طرح اس قبائلی کن - رزا کو برداشت کرتے ہوئے چل نالے - پیچھے
ہٹنے میں کوئی جماعت نہیں لی گئی تھی - ایسا دکھائی دیتا تھا کہ گویا ایک بید
نشیب کی زمین - یکتوں آدھوں سے آباد ہو گئی ہے - لیکن وہ سب کے سب حیرت انگیز
طریقہ پر تمام میدان میں پھیلے ہوئے تھے، اور گولیوں کے مینہ جو اونچے برسائے جارہے تھے
اسکی اونکو کچھ پرواہی نہ تھی - آہستہ آہستہ، بااحتیاط، چپ چاپ، آزادانہ، حفظ مراتب
کے ساتھ ترکی پیدل افواج ہٹ گئیں اور پیچھے پیچھے ہلکے بھی ہٹ گئے - اسوقت
خبر رسائی کی اس راہ سے ہلکے بہت دور تھے، جس راہ سے انکی بہادری کے واقعات
ہیچے جا سکتے تھے۔

ایک قوم جو ایسے شجاعوں کو پیدا کرے، جسکے ایسے کارنامے
لکھے جائیں، واقعی ایک قوم ہے، جواب بھی اسکا فخر کرسکتی ہے،
اور نہی فہم اور روشن خیالوں کے راستے پر لگانے سے اب بھی ایک
نمایاں مستقبل پیش نظر رکھتی ہے۔

مسلمانان ہند کے لئے پیغام

بہر حال اسلام کے موجودہ صدمات مسلمانان ہند کے لئے دوسرا
قابل غور پیغام رکھتے ہیں - یہی وہ پیغام ہے جسکی طرف ترجمہ
مبذول کرنیکی میں آپکو اسوقت تکلیف دیتا ہوں - ایران کی
بد قسمتیوں اور ترکی کے خطرات نے اگر ہمیں کچھ سکھایا ہے، تو
وہ یہی ہے کہ دنیا میں کوئی قوم اپنے ایام گذشتہ کے کار نمایاں اور
عزتوں کی حکایات کو یاد کر کے قائم نہیں رہ سکتی - موجودہ زندگی
کی مہیب ریس نے ان ساری باتوں کو باطل ٹھہرا دیا ہے اور کامیابیوں کی
بنیاد صرف قوت اور قابلیت پر رکھ دی ہے - قوت بھی وہ جو اخلاقی
اور مادی ہو - اور قابلیت بھی وہ جو دماغی اور جسمانی ہو - بس
یہی اوصاف ہیں جو اسلام کو بچائیں گے، اور اسلام کا فرض اول یہ
ہے کہ اپنے صدمہ اٹھائے ہوئے فخر و مہافت کو بھول کر اور تاسف
و ماتم سے الگ ہو کر ان اوصاف کو حاصل کرے - ہر سچے مسلمان
کا یہ کام ہے کہ زیادہ بک بک اور فضول گرتی نہ کرے - بے فائدہ
مہمل مضامین اخبارات میں نہ لکھا کرے - بلکہ آدمیوں کی طرح سے
کام کرے - تفرقہ کو بند کرے، دور از کار گفتگو کو چھوڑ دے، فضول خرچیوں
سے باز آئے، موجودہ نسل کی کمزوریوں سے نو خیزوں کو بچائے - فرض
منصب کی حقیقت بعنوان شایستہ اونکے ذہن نشین کرے، اور
اونکی زندگی میں فایض المرام ہونیکا اس سے زیادہ موقع دے جو
اونکے والدین کو حاصل نہ تھا۔

سالانہ اجلاس کانفرنس کی تاریخیں

قبل ازیں بذریعہ اخبارات اعلان کیا جا چکا ہے کہ امسال آل انڈیا
محمّدی ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر
سنہ ۱۹۱۲ کو بمقام لکھنؤ منعقد ہوگا - لیکن برجہ مسلم یونیورسٹی
فارنڈیشن کمیٹی کے اجلاس کے، جو ۲۷ دسمبر سنہ ۱۲ کو لکھنؤ میں
منعقد ہوگا کانفرنس کے اجلاس کی تاریخیں اب بجائے ۲۷، ۲۸، ۲۹
دسمبر سنہ ۱۲ کے ۲۸، ۲۹، ۳۰ دسمبر ۱۹۱۲ ع قمر پائی ہیں
استقبالی کمیٹی لکھنؤ نے ممبران اور مہمانان کانفرنس کے قیام اور
طعام کے متعلق جو انتظامات کئے ہیں، انکی بابت کمیٹی مذکور کا
اعلان اخبارات میں طبع ہوا ہے - اس سے معلوم ہوگا کہ کمیٹی مذکور
نے ممبران کانفرنس کے قیام اور طعام کا کل ضروری اہتمام اپنے ذمہ
لیا ہے اور جملہ ممبران کو مدعو کیا ہے - امید ہے کہ امسال برجہ
ن اہم تعلیمی مسائل کے جو اس اجلاس میں بغرض تصفیہ
پیش ہوئے تلمارہ حضرات جو مسلمانوں کی تعلیم سے دلچسپی
رکھتے ہیں اجلاس کانفرنس میں شرکت فرمائیں گے۔

خاکسار افتاب احمد انڈری جانٹ سٹریٹری کانفرنس

کو خطرہ میں ڈال دیکھا - میں ان خطرات کو دیکھ رہا ہوں اور میں
محسوس کرتا ہوں کہ آپکے کالج کا میں مریبی نہ ہونگا بلکہ خواب میں
نظر آنے والا مہیب دیو - آپکی قوم کا دوست نہ ہونگا بلکہ دوست
نما دشمن - اگر آپکو صاف صاف جتنا دینے سے قاصر رہا کہ میرے
خیال میں وہ خطرات کہاں ہیں اور اونکے دفع کرنیکی کیا صورت
ہوسکتی ہے؟ میری نصیحت کو چاہے مانیں چاہے نہ مانیں، اسکے
مختار آپ ہیں - آپکی ذمہ داریوں کو میں نے نہیں سکتا، لیکن میں
جو اپنی مدد پیش کر رہا ہوں وہ خالص اور بے غرضانہ ہے -
اسلام کے ساتھ ہمدردی

جو لوگ اسلام سے واقف ہیں، وہ اسکو بھی بخوبی جانتے ہیں
کہ اونکے دلونپر آج کل کیسی گذر رہی ہے - میری غلطی ہوگئی
اگر یہاں پر اونکے ان مصائب کے رجحان بیان کرونگا - آپے ادریس
میں اس امر کی طرف اشارہ کرنے سے اپنے کو باز رکھا ہے جو
قابل تعریف احتیاط ہے - لیکن اسقدر کہنے کی آپ مجکو اجازت
دینگے کہ برطانیہ گورنمنٹ ہند نے ان مصائب کو بے رخی سے
نہیں دیکھا ہے - پیروان اسلام بالطبع صاحب ناز ہیں - اونکو ناز قرآن
وسطی کی اس سلطنت پر ہے، جسکی بنیاد عرب کے ریگستانوں کے
ایک چھوٹی سی پہاڑی میں پڑی اور رفتہ رفتہ یہاں تک بڑھی کہ رومہ
الکبری کی زبردست حکومت کو دھمکیاں دینے لگی - اونکو ناز ہے
اس تمدن اور علم پر جس سے عرب نے ساری دنیا کو مالا مال کر دیا -
اونکو ناز ہے قرطبہ، دمشق، اور قاہرہ کے کارہائے نمایاں پر - اونکو ناز ہے
اس خوشنما شہر پر، جو گواڈن ہارن پر واقع ہے اور جسکو سترہ
چار سوسال ہوئے ہیں کہ مسلمانوں نے بیڑنطانی بادشاہوں سے
چھین لیا، اور اسوقت سے اب تک مذہب اسلام اور اسلامی
حکومت کا وہ مرکز رہا ہے - ہم برطانیوں کے لئے مایہ ناز ہماری تاریخ
ہے جو اسلام کے ناز کے ہم خیال ہونیکی ہمیں تحریک کرتی ہے -
از اب جبکہ آپکے ناز پر مصیبت نے پردہ ڈال دیا ہے، تو ہماری
خاموشانہ اور اسیقدر مخلصانہ ہمدردی آپکے ساتھ ہوتی ہے -
آپکے ساتھ ہم بھی اس آرزو میں شریک ہوتے ہیں کہ برے
ایام گذر گئے - ہماری خواہش ہے کہ اب اپ اپنی آنکھیں اس چمکتی
ہوئی روشنی کی طرف پھیریں، جو گذشتہ چند ماہ کی ظلمت کو
ہٹاتی جا رہی ہے - ترکی افواج کی بہادری کی طرف دیکھیے جو
بارجود سخت قلت سامان، ملبوسات، عدم موجودگی رسد،
اور عوارض کی پامالی کے بھی ثابت قدم رہی - میدان کارزار میں
اونکی آرن تھک ہمت اور غنیم کو آگے بڑھنے کا موقع دینے میں مصلحت
آہستہ آہستہ ہٹ جانے کی نمایاں کارروائیوں کو دیکھئے - ناظم پاشا
کی فرج کے ساتھ اخباراتائمز کا فوجی نامہ نگار تھا - اسکے ایک
مضمون کو پڑھکر میں آپکو سناتا ہوں - لولی برعاس کے ہیبت ناک
واقعات بیان کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے :-

” ترکی ملک نے جس طریقہ سے اپنی جگہ اختیار کی، وہ مجھ سے حد پسند آیا -
بہرے ہوئے خطوط میں موج، در موج بڑی بڑی کی رفتار سے کام کرتے ہوئے، اپنی
جگہوں تک چلے گئے - پھر بندوق چلانے اور معین قائم کرنے کے لئے چلت پڑے - ادھر
ادھر سچاھیرندی لاشیں گرتی جاتی تھیں مگر - پھر بھی داروگیر اور اضطراب کا اوسیں
ذرا بھی اثر نمایاں نہ تھا - گویا موت کا سامنا کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا تھا -
ایک بجے دوپہر کے بعد طرقت شرکت نے اپنی توپوں کو ہٹا دیا، اور بدلا لینے کے
لئے حملہ کرنے کو جو افواج جمع کی تھیں، اونکو منتشر کر دیا - دس صحت میں
میدان توپوں سے صاف ہوگیا - سوائے ان توپوں کے جو اس مقام میں تھیں، اور جو بڑی
ثابت قدمی سے اپنی جگہ کو قائم رکھی رہیں - اسکے بعد فوجی دستے پیچھے ہٹنے لگے
ایسا معلوم ہوا کہ بلغاری توپ والے گویا اسکے منتظر تھے کہ کینکھوں سے بلغاری توپیں
جمع شدہ ترکوں پر شعلہ باری کرنے لگیں - جنگ کے بد نصیب تماشوں کے دیکھنے کا مجکو
بہت بڑا تجربہ ہے، لیکن ترکی پیدل افواج کے پیچھے ہٹ جانیکا بہترین نقشہ

عثمانی داک

— * —

چٹلجا میں ایک شب

— * —

نامہ نگار امجد کی چھٹی

— * —

آغاز جنگ سے معجزہ آرزو تھی کہ کاش میرے حالات کسی ایک میدان کارزار تک بھی جانے کی اجازت دیتے تاکہ میں قریب رہے بلقانی اور نیز اپنی فرج کے اصلی حالات مطالعہ کر سکتا اور ناظرین المرید کو صحیح ترین خبریں دیتا۔

پرسوں جب معجزہ معسوس ہوا کہ چٹلجا میں عنقریب سنگین معرکے برپا ہونے والے ہیں، تو میں نے ایک یورپین اخبار کے نامہ نگار سے مل کر لیا کہ میں اور وہ ملے چٹلجا تک تنگ کے لیے ایک موٹر کرایہ پر لے لیں، چنانچہ موٹر کرایہ پر لے لی اور ہم دونوں روانہ ہو گئے۔ دو گھنٹہ میں صرف ۵۰ کیلو میٹر مسافت طے ہوئی، کیونکہ آستانہ علیہ سے یہاں تک راستہ نہایت دشوار گزار ہے۔ جب ہم لوگ (سین اسٹی فانو) کے اسٹیشن پر سے گزرے، تو ہم نے دیکھا کہ اسکی سنگلاخ زمینوں میں جیوش عثمانیہ کا ایک سیلاب موجزن تھا، جنکی پیشانیوں پر نشاط شجاعت کے علامات نہایت روشن حروف میں مرسوم تھے۔ ہم نے معسوس عام (جنرل کیمپ) کو اپنے شمال کی طرف چھوڑ دیا اور سیدھے ساحل بحر ادریا تک کے خط پر چلے گئے دیو گھنٹہ کی سست رفتار کے بعد بعدیر (ترقوس) نظر آیا۔ ہم نے ایک ٹیلے کی چوٹی پر اتنا پڑا جہاں سے ہم نے اس عثمانی لشکر پر پہلی نظر ڈالی، جو ٹیلے کی بائیں جانب اتر ہوا تھا، اور جس کی طرف آج تمام عالم امید و بیم میں نگراں ہے۔

ٹیلے پر سے ہم کو دشمن کے بھی چند دستے ان ٹیلوں پر معلوم ہوئے تھے جو ساحل بعدیر تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اس ٹیلے کے عثمانی دستہ کے قائد سے ہم نے درخواست کی کہ وہ شب باشی کے لیے ایک سفری خیمہ نصب کرنے کی اجازت دے۔ اس نے بکمال لطف اجازت دیدی، ہم نے اپنا خیمہ نصب کیا اور شام کا کھانا کھانے کے بعد سفر کا تکل رفع کرنے کے لیے لیٹ گئے۔

ہم کو سولے گھنٹوں سے زیادہ نہیں گزرے تھے کہ دفعۃً گولہ باری دھشت انگیز آواز جو ہمارے خیمہ کے پاس سے چھوٹ رہے تھے، اور جنکی وجہ سے خیمہ میں زلزلہ سا پڑ گیا تھا، کانوں میں آنے لگی۔ ہم فوراً اٹھ بیٹھے اور آسمان کو دیکھا تو بالکل دھان آلود ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ تمام گولے اور گولہ باریں چھوٹنے کے مقامات تین ہیں۔

(۱) ہمارے ٹیلے کے پاس کا وہ مستحکم مرقع (پرزیشن) جہاں عثمانی دستے اترے ہوئے تھے۔

(۲) ساحل (ترقوس) کے پاس کے وہ ٹیلے، جہاں بلغاریہ موجود پایے گئے تھے۔

(۳) بحر اسود، جسمین عثمانی بیڑا زیر قیادت جہاز آہن پرش (طور نمود رئیس) موجود تھا۔

چند منٹ کے بعد بلغاریہ توپیں خاموش ہو گئیں، ہم سمجھے کہ انکرشکست ہو گئی۔ لیکن اس عرصہ میں عثمانی باٹریاں برابر گولہ باری کرتی رہیں۔ بعد کر معلوم ہوا کہ بلغاریہ توپوں کی خاموشی ہزیمت کی بنیاد پر نہیں تھی۔

اس خاموشی کی اصلی وجہ یہ تھی کہ بلغاریہ ارکان جنگ نے

اہل سروریا کے سرور پر خود زیب بھی نہیں دیتے۔

اس امر کے تسلیم کر لینے کے لئے وجوہ کافی ہیں کہ حقیقت میں سروریا کی بے حد خواہش یہی ہے کہ ایک بندرگاہ بطور حصار قائم کرے، جس سے وہ صرف تجارت ہی کا مصرف نہ لے، بلکہ اس سے بھی سوا اپنی بڑی بلند پروازیوں کو وسعت دینے کے کام میں لائے۔ اس قسم کا بندر اگر سروریا کی مطلب برآری کے لئے مفید ہوگا، تو اسکو بحر ادریا تک پر واقع ہونا چاہیے۔ اور اس صورت میں آسٹریا ہنگری کے اعتراضات فوراً ہی بالکل قدرتی ہو جاتے ہیں۔ آسٹریا ہنگری کی چھوٹی سی ساحلی سرحد ایک تنگ خلیج پر واقع ہے۔ بحر ادریا تک کے دروازہ پر بھری قوت کے حصار کا قائم کیا جانا ہی آسٹریا ہنگری کی محدود بحری طاقت کے لئے کافی دھمکی ہو جائیگی۔ یہ متفقہ بادشاہت اسوقت اطلالیہ سے اپنی تشفی کر لینے پر ہمیشہ کے لئے مطمئن نہیں ہو سکتی۔ ہوتے ہوئے بحر روم میں بلغاریا کی بحری حکومت ہو جائیگی۔ روس کا بحر اسود کا جنگی جہاز درانیال سے آمد و شد کرنیکی آزادی حاصل کرنے ہی کرے۔ اگرچہ سروریا کی تجارت اور طرف بڑھ رہی ہے، پھر بھی آسٹریا اسکا بہترین تاجر ہے۔ پس سروریا کے مطالبات جو رائٹا میں مشتبہ نگاہوں سے دیکھے جا رہے ہیں، کیا اوسپر کسی کو تعجب ہو سکتا ہے؟

باقی آئندہ

ترکوں کو ایک سخت شیطانی دھوکا دیا گیا

— * —

لکڑی کی گولیاں

— * —

اس بات کے معلوم ہو جانے کے بعد کہ ترکی فرج کا نہ صرف انتظام ہی برا تھا بلکہ اس کے افسر بھی افسری کے شایاں نہ تھے اور پھر ان کے پاس لکڑی کی بنائی ہوئی نقلی گولیاں کارتوس میں تھیں۔ مقدونیا میں اسکی شکست کا سبب اب کچھ آ رہی معلوم ہوتا ہے۔ مسٹر ولیم لی کولیس نے ایک مراسلہ اخبار دیلی میل کو بھیجا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ میں نے ایسی گولیاں میدان جنگ میں بچشم خود پڑی ہوئی دیکھی ہیں۔ دیلی مررے ایک فوجی نامہ نگار مسٹر فرانک مسائی ایسی گولیاں کے بہت سے خول اپنے ساتھ لائے ہیں۔ کمانروا کے میدان جنگ سے جب ترک چلے گئے، تو وہ ایسی گولیاں سے بھرے ہوئے خول ہر جگہ چھوڑتے گئے تھے۔ پانچ پانچ کارتوس ایک ایک بلندے میں بندھے تھے اور لوہے کے بکس میں تھے۔ گولیاں پر لال رنگ چڑھایا ہوا تھا۔ ترکوں کو یہ کارتوس کاسروک سے ملے تھے۔ ان بکسوں پر جو لیبیل لگا تھا۔ اسمیں لکھا تھا۔ ”منورر (جھوٹی لڑائی) کے لئے لکڑیوں کے کارتوس“۔ یقیناً یہ گولیاں صرف جھوٹی یعنی مشق کی لڑائیوں میں استعمال کئے جانے کی غرض سے بنائی گئی تھیں، لیکن اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ یہ کارتوس ان سپاہیوں کے پاس کیونکر آ گئے جو سروریا والوں کی توپیں اور بندر قوس کا مقابلہ کر رہے تھے؟ یہ لکڑی کی گولیاں صرف چند گز کے فاصلے تک نقصان پہنچا سکتی ہیں، مگر اتنا زیادہ دور تک کچھ بھی اثر نہیں ہو سکتا ضرور اس میں کوئی سخت راز چھپا ہوا ہے جو شاید کبھی منکشف ہو۔

شؤون عثمانیہ

عقل سلیم سے ایک التجا

—*—

”بے شبہ اس بارہ میں تو سبکے سبب ہم آواز ہیں کہ کسی کو جنگ پسند نہیں“ لیکن ہر شخص جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے۔ ولید ہمدردوں، رازداران سلطنت، اور سپہ سالاران افواج کے درمیان جو پر اسرار دید و باز دید ہوئی ہے، وہ کسی ناجائز کا، روایتی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ منطقہ خدشات رومانیہ ہے۔ اگر کوئی جنگ ہوئی، تو یقیناً پہلی ضرب اسی پر پڑے گی اور جس طرح وہ ہر طرف دشمنوں سے گھری ہوئی ہے، یہ ضرب اسی سخت ہوگی کہ پش پش کر دیگی۔ روس سروریا کو منع کر رہا ہے، لیکن یہ بھی امانت داران اتحاد کے قابل انسوس بہانوں میں سے ایک بہانہ ہے۔ البتہ کسی حد تک آسٹریا کا رومانیہ کو روکنا نمائش نہیں، امانت داران اتحاد گفتگوئے صلح کے سلسلہ کو اس وقت تک جاری رکھنے کی کوشش کریں گے، جب تک کہ (۱) باطنی مرسوم سرما کی شدت رہیگی، اس کے بعد پھر سیدھی سیدھی اور صاف صاف باتیں کی جائیں گی، اگر اس وقت بھی درل متفقہ رائے ہونے سے مجبور رہیں، تو جنگ ضرور ہوگی۔ بلغاریا، سروریا، اور مانٹینی نگر تو روس کے ساتھ اپنی اپنی قسمت کا پانسہ پھینک رہے، اور رومانیہ آسٹریا کے ساتھ، یونان کو کچھ فائدہ نہ پہنچے گا، بلکہ اس لڑائی میں وہ بہت کچھ کھر بیٹے گا۔ آسٹریا اور اطالیہ دونوں اندریاطک (۲) اور ایجین (۳) پر اپنا ہاتھ صاف کریں گے۔ اور پھر تو ایک واقعی آزمائش درون (۴) ہی ہو جائیگا۔

اوپر کی عبارت قبلی نیوز کے ادبثرے پر زور قلم سے نکلی ہے۔ حقیقت میں یہ ایک رائے ہے جو مورف نے لوبٹ فریزر کے ایک قابل قدر مضمون سے اخذ کر کے قائم کی ہے۔ اس مضمون کی سرخی ہے ”لڑائی کوئی نہیں چاہتا“ اس کے ذریعہ سے نامہ نگار نے عقل سلیم رکھنے والوں کو اس طرف متوجہ ہونے کی دعوت دی ہے۔ چونکہ اس مضمون سے ان مسودوں کا حال معلوم ہوتا ہے جو یورپ نے ترکوں کے فنا کر دینے کے لیے بنا رکھے ہیں، اس لیے اسکا مفصل ترجمہ ذیل میں درج کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ یقین ہے کہ اس سے وہ حالات ایک حد تک ظاہر ہو جائیں گے جو مسلمانوں کی خانہ ریزانی کے متعلق ہیں۔

کہوں کیا خوبی اوضاع ابنائے زمیں غالب
بدی کی اس نے جس سے ہمنے کی تھی بارہا نیکی

۱۔ بالطیعی یعنی دریائے بالٹک سے اس وقت جو ایک وسیع خلیج کا نام ہے اور جس کے ساحل پر روس کا دارالسلطنہ، شہر اس بطر میرگ آباد ہے۔ یہاں کا جازا سخت ہوتا ہے۔ ۲۔ عربی میں اس خلیج کو بحر الادریا کہتے ہیں۔ اس میں بہت سے جزیرے واقع ہیں۔ ۳۔ عربی میں اس خلیج کو بحر ایجیہ کہتے ہیں اس میں مجمع الجزائر ہے۔ ۴۔ اور کالیس کا وہ مشہور میدان جنگ، جہاں نیک و بد طاقتوں کے درمیان آخری لڑائی لڑی جائیگی۔ یہ نام میجیتر کے مشہور میدان جنگ سے مشتق کیا گیا تھا، جو بعد امد ولسوں میں واقع ہے۔ مختصر میں سمجھئے آزمائش درون اصل میں جہاد اسلام ہے۔

”جنگ بلقان کی اصلی دقتیں اب نظر کے سامنے ہیں۔ یہ رقتیں کبھی سخت نہ ہوں، اگر یورپ کے لوگ اپنے خیالات صاف صاف ظاہر کر دیں۔ عقیدہ تمنیدی کا ایک نہایت سخت طوفان سارے مغرب میں برپا ہو گیا تھا، جبکہ چند روز گذرے ہیں کہ ساری اقوام یک زبان ہو کر کہنے لگیں تھیں کہ ترکوں کو (یورپ سے) نکل جانا پڑے گا“ اور یہ کہ بلقانی ریاستیں آزاد ہو جائیگی۔ اسی طرح کا اگر کوئی دوسرا تہرج (خیالات) اس ہفتے اپنی حرکت یکجا کرے، اور ایک عام قضیہ آزادی کے لیے جنگ پیدا کرنیکی غیر معمولی غلطی کو یورپ کے لوگ رک دیں، تو ان نقصان رساں بکھیر کا ضرور خاتمہ ہو جائیگا، جو اب پیدا ہونے کو ہیں۔ اس بارہ میں ہم کو حکومتوں کی طرف نظر کرنے کی ضرورت نہیں، اور نہ امانت داران اتحاد کی طرف، بلکہ یورپ کے عوام کی راہوں کی نامعہدد قوت کی طرف دیکھنا چاہیے۔

کسی حد تک برطانیہ عظمیٰ کے لوگوں کے خیالات میں کچھ ایسا بڑا فرق نہیں ہے۔ جب مسٹر اسکویٹھ نے شنبہ کی مجلس میں قبل از وقت لوگوں کو ان منتشر سوالات کے پیش کرنے سے روکا، جو جنگ بلقان کے باعث پیدا ہو گئے ہیں، تو انہوں نے جملہ اقوام برطانیہ کے طرف سے ایسا کیا تھا۔

عیسائیت کے مقدس نام کے ساتھ ایک جنگ برپا کرنے سے ترکوں کو یورپ میں آگے بڑھنے کا موقع دینا ہے، اور بلقانیوں کو ایسے ناگفتہ بہ افلاس میں ڈال دینا ہے کہ پانچ سال تک اسکی اصلاح نہ ہو سکے گی۔ کیا اس وقت یورپ اس قدر زور پکڑے ہوئے ترکوں کو خارج از وطن کرے، آزادی کے پاک نام کے ساتھ ایک ایسی عظیم الشان جنگ کرنے کے لیے مستعد ہے، جس میں یورپ خود کچی سے کلم لے؟

مسیحیت کی تاریخ میں چوتھی صلیبی جنگ ایک نہ مٹنے والا دھبہ ہے، تمدن یورپ کو ایسی ہی جنگ نے آگے بڑھنے سے روک دیا، کیونکہ بالذات ”فلاندری“ اور اس کے لالچی دمسازوں کے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لینے سے ایشیائی اقوام کے حملہ آور ہونے کا راستہ کھل گیا۔ بلقانی اقوام نے تو صدیوں کے مظالم کے بعد آخر کار ان برائیوں کے دھبے کو بھی مٹا دیا جو چوتھی صلیبی جنگ سے پیدا ہوئے تھے۔ اگر آج یورپ اس امر کو ذہن نشین کر لے کہ بالذات کی سی خرابی پیدا کرنے والے کار نمایاں حاصل کرنے کے بعد ایک عالم گیر جنگ سخت گناہ کبیرہ ہے، جو بلقانیوں کے طرق غلامی کے نکل دینے کی کوشش کا شرطیہ نتیجہ ہوگا، تو یقین ہے کہ سامان فوج کے درست کرنے اور جنگی جہازات کی نقل و حرکت کرنے کی خبریں ہم لوگ کبھی نہ سنیں گے۔

ہل سروریا کے اطوار

پیش نظر قضیہ تو سروریا کا ہے۔ اور قبل اس کے کہ ہم لوگ سروریا کے ہمدرد ہوں، بہتر ہوگا کہ سروریا کے قومی اطوار اور سروریا کی بلند پروازیوں پر ایک غائر نظر ڈال لیں۔ اہل سروریا قومی حیثیت سے اہل بلغاریا کے بالکل برعکس ہیں۔ ان میں بلغاریوں کی طرح کم گڑھی، کند ذہنی، اور خاموشی نہیں ہے۔ بیگاری کے اوقات میں وہ ہوائی باتیں کرنے والی اقوام کے طرح ہیں۔ اور ابھی تو بہتیرے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

درستوں پر خصوصی

مسئلہ تعلیم و تہذیب

مقام اشاعت

۱ - مکلاؤڈ اسٹریٹ

کلاکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

کلاکتہ : چہلو شنبہ ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta : Wednesday, December 25, 1912.

نمبر ۲۴

جلد ۱



میں ۱۷ بلغاری - لیکن بائیں ہمہ اس نے اپنے دل کے اندر اسلامی طاقت کی ایک فوج دیکھی اور نہایت بے جگری سے ان پر پے ہ حملے کرتا رہا، یہاں تک کہ اس نے ۱۷ بلغاریوں میں سے ۹ کو قتل کر ڈالا اور ۴ کو سخت زخمی کر دیا - بقیۃ السیف بھاگ گئے - عزیز بک کے قلعہ میں (ایک توپ، جو سر کی حفاظت کے لیے پہنی جاتی ہے) گولی لگی تھی، مگر بفضلہ تعالیٰ اسکے سر کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا - بارود کی آواز سنکے اور چرکسی بھی مدد کے لیے آگئے تھے - ان کا بھی مقابلہ بلغاریوں کی ایک گوتی سے ہوا - ۲۵ بلغاری مارے گئے اور ۲۲ گرفتار ہوئے - غنیمت میں خیمے، بندر قیس، اور دیگر ذخائر جنگ بکثرت ہاتھ آیا - چرکسی والٹھیروں میں سے صرف ایک شخص شہید اور ۱۵ زخمی ہوا - اسلام کی سر زمین اب تک بانج نہیں ہری ہے، لیکن افسوس کہ اس جنگ میں اسکے فرزندوں کے کارہائے نمایاں دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رہیں گے -

عثمانی دفتر جنگ

— * —

تلغرافات

— * —

(اناضولی حصار ۲۵ نومبر)

چٹلجا میں آج بلغاریوں سے کوئی معرکہ نہیں ہوا، لیکن بلغاری سرکش کوئی سے ہٹ گئے ہیں [سرکش کوئی چٹلجا سے براہ ریلوے تیس میل کے فاصلہ پر ہے اور (شورلو) سے بیس میل - الہلال]

محاصرہ سالونیکا

— * —

(مناسٹر) سے جو عثمانی غریبی فوج ہٹالی گئی تھی، اس نے (سالونیکا) پہنچکے شہر کا محاصرہ کر لیا ہے -

نصرت عظیم

— * —

۱۲ ہزار بلغاری مقتول و معرور

— * —

(اناضولی حصار ۲۹ نومبر)

(ادر نہ) کی عثمانی محافظ فوج نے نکل کے بلغاریوں پر ایک سخت حملہ کیا، فریقین میں شدید جنگ شروع ہوئی لیکن بالآخر جنگ کا خاتمہ عثمانی فوج کی فتعیابی پر ہوا - ۱۲ ہزار بلغاری مقتول و معرور ہوئے، اور ۷ میل تک پیچھے بھاگتے ہوئے چلے گئے -

زرعانہ ہلال احمر

(۵)

روایت اللہ بانی

بذریعہ جناب شاہ محمد عثمان و چودھری

لطیف الحق صاحبان ممبران انجمن اتحاد

۲۰۰۰

موضع لکھنیاں ضلع مونگیر

۲۰

بذریعہ جناب محمد عبد اللہ صاحب اور سیر

منماد

۲۴۰ میزبان

دونوں رسوم کی تفصیل آئندہ شائع ہوگی، فہرست نمبر (۱) کی رقم

جا چکی ہے -

محسوس کر لیا تھا کہ اس موقع پر جنگ کا جاری رہنا انکی فوج کے لیے سخت ہلاکت بخش ہے، پس انہوں نے چاہا کہ اتشباری کی تخفیف سے عثمانی فوج کو مغالط میں ڈال دیں اور اپنی پیادہ فوج کو بحیرہ (ترقوس) ساحل بحر اوقیانوس کے دو میانی گذر گاہوں سے ہوتے ہوئے قسطنطنیہ کی طرف پیش قدمی کا موقع دیں، نیز اس عرصہ میں عثمانی فوج اس بلغاری فوج کے مقابلہ میں مشغول کر دی جائے، جو بحیرہ (ترقوس) کی دوسرے جانب موجود تھی -

عثمانی بیڑہ برقی روشنی سے بلغاریوں کی نقل و حرکت دیکھ رہا تھا - وہ انکے ارادوں سے باخبر ہو گیا تھا - لیکن بائیں ہمہ اس نے ان کے مقاصد اور نقل و حرکت سے اپنی لا علمی ظاہر کی آتش باری شروع ہوئی - گولوں کی آوازیں اسقدر سخت تھیں کہ ہم نے مجبوراً کان بند کر لیے - ہزاروں بلغاری زمین پر گر رہے تھے - بلغاری اپنی آتش باری کا رخ کبھی عثمانی بیڑے کی طرف پھیرتے تھے اور کبھی برقی فوج کی طرف، مگر برر بھر، درجنوں انکی مہوت وار آتش باری پر خندہ زن تھے - جب بلغاری بحیرہ (ترقوس) اور ساحل بحر کے درمیانی مقامات میں جمع ہو گئے تو عثمانی بیڑے نے عثمانی بری فوج کو مشورہ دیا کہ وہ بھی اسکے ساتھ بلغاریوں پر آتش باری میں شریک ہو - عثمانی بیڑے کی برقی روشنی نے بلغاری فوج کے دیکھنے میں (جب کہ وہ عثمانی اتشباری کی ہلاکت سے نجات یابی کے لئے عجمت کوشش کر رہے تھے) ہماری بہت مساعدت کی - ہم نے دیکھا کہ بلغاری بحیرہ (ترقوس) کے شرقی جانب (بخشایش) نامی ایک گاؤں میں پناہ گزینی کی کوشش کر رہے ہیں - لیکن ایک عثمانی دستہ نکلا ہے جس نے ہم سے پہلے انکو دیکھ لیا ہے اور تمام میدان کارزار اپنی توپوں اور بندر قوں کے آتش بار دھانوں سے روشن کر دیا ہے - ہماری فوج کے نعرہ ہائے اللہ اکبر کی بلند آوازیں گولوں کی بمب کی آوازیں سے پہلے دشمن کی کو زمین پر گرا رہی ہیں -

اس اثنا میں جیش بلغاری نے دوبارہ حملہ کرنا چاہا مگر اس حرکت میں بھی انکو شکست ہی ہوئی - بالآخر ۹ بجے دن کو دشمن کی مقابلہ میں عثمانی فوج کی فتعیابی پر اس جنگ کا خاتمہ ہو گیا -

ایک چرکسی والٹھیروں کی صحیر العقول شجاعت

— * —

الموید کا نامہ نگار آستانہ علیہ سے لکھتا ہے:

تمام لوگ چرکسی والٹھیروں کی شجاعت فائقہ کی ستائش میں یک زبان ہیں - چرکسی والٹھیروں نے دس دس سواریوں کے چھوٹے چھوٹے دستے بنا لیے تھے جو مختلف اطراف میں پھیل گئے تھے - دشمن کی طرف کا جو ادھی انہیں مل جاتا تھا، یہ اسکا تعاقب کرتے تھے - ان دستوں میں ایک دستے کا قائد (کمانڈر) عزیز بک، ایک ۱۸ سالہ نوجوان تھا - عزیز بک نے دیکھا کہ ایک طرف سے آگ کے شعلے کبھی بلند ہوتے ہیں اور کبھی غائب ہو جاتے ہیں - اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑی اور ہوا کی طرح اس مقام کی طرف لپکا، جہاں سے شعلہ آتش بلند ہو رہے تھے - عزیز بک نے دفعہ دیکھا کہ بلغاریوں کا ایک دستہ کمینگاہ میں چھپا ہوا ہے - قبل اسکے کہ وہ اپنے رفقا کو اطلاع دے سکے، بلغاریوں نے اس پر آگ برسائی شروع کر دی - اس نوجوان نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا - جنگ چھڑ گئی - عزیز بک تنہا تھا، اور اسکے مقابلہ

لَا تُقَاتِلُوا الرِّسَالَةَ وَلَا تُقَاتِلُوا الرَّسُولَ وَلَا تَلْعَنُوا أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْحَقِّ الْبَاطِلِ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad.

7-1 MacLEOD Street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " " 4-12.

الْهلال

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میر سید نور محمد
مسلک نظامیہ اسلامی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپے
ششماہی ۴ روپے ۱۲ آنے

۱۰

کلکتہ: جمعرات ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, December 25, 1912.

نمبر ۲۴

تصاویر

— * —

- ۳ ترکی بحری و بری فرج کے شتلا میں جنگی کارنامے -
۴ ایک شیر جسکو دھوکے سے زخمی کیا گیا -
بلغاریا کی پانچ عورتیں

اطلاع

— * —

- (۱) ایندہ ہفتہ پرچہ شائع نہوگا - آخر سال کی صرف ایک
ہی تعطیل دفتر میں رکھی گئی ہے -
(۲) جن خریداروں نے ششماہی قیمت ادا کی تھی انکا چندہ
دسمبر میں ختم ہو گیا، جنوری کا پہلا پرچہ انکی خدمت
میں دی - پی بھیجا جائے گا - لیکن وہی - پی ششماہی کا ہوا
سالانہ کا؟ نیز وہ ایندہ بھی خریدنا پسند فرمائے ہیں یا نہیں؟
امید ہے کہ پہلی جنوری تک ایک کارڈ لکھ کر آپ اسکی اطلاع
دے دیں گے - جن صاحبوں کی طرف سے اطلاع نہیں آئے گی - انکا
نام رجسٹر سے خارج کر دیا جائے گا -

- الہلال کی ۷۵ ماہی اول کے نمبروں میں سے ۱ سے ۸ نمبر تک
کی بہت تہذیبی کاپیاں رہ گئی ہیں - نمبر ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ کی
تمام کاپیاں ختم ہو گئی ہیں، دوسری ۷۵ ماہی کی مکمل جلدیں
موجود ہیں جنمیں ۱۳ سے ۲۴ نمبر تک شامل ہیں جلد مجلد ہے،
پشت پر طلائی حروف میں (الہلال) منقش ہے، ۷۵ ماہی اول
کے مسلسل آٹھ پرچوں کی قیمت در روپیہ آٹھ آنہ - ۷۵ ماہی
دوم کی مکمل جلد (مجلد) کی قیمت چار روپیہ آٹھ آنہ -

منیجر

فہرس

— * —

- شذرات
مقالہ افتتاحیہ
الہلال کی پہلی ششماہی کا اختتام
شکون عثمانیہ
ولایت کی ڈاک
یونانیوں کی سر فرشی
تسطنطنیہ کی حالت
مسئلہ صلح
ترکی افسروں کی جانہازی
مصائب جنگ
چورس پولیس کے احکام
عثمانی نظامی پاشا
ملی خزانے بطور نتیجہ جنگ
بلغاریا کی جنگی تیاریاں
ہنگری کی ایک راہ
عقل سلیم سے ایک التجا
عثمانی ڈاک
شتلا کی ایک رات
مجاہدین طرابلس اور صلح
مراسلات
دعوت الہلال کی نسبت
طلبا سے یریدہ رشتی کے لئے پانچ خاتون لیکچر
فغان مسلم (نظم)
فہرس زمامانہ ہلال احمر

پندرہویں صدی ہجری کا شاندار تحفہ

مؤلفہ

شیخ القرآن حضرت مولانا محمد علی القسری علیہ السلام

وقت کی پابندی کے ساتھ ہر چار ماہ کے بعد اردو زبان میں ایک پارے کے مطالب پر مشتمل ایک جلد جو قرآن فہمی اور دین شناسی کے لئے اجتماعی مسائل معاشرتی قواعد، معاشرتی مسائل، سیاسی قوانین، تمدنی مضامین، تاریخی وقائع، طبی حقائق کا دلکش مرقع۔

مَعَالِمُ الْقُرْآن

تاجران، ائمہ مساجد، اور طلباء دینی مدارس کے لئے خصوصی رعایت، بیچ بک کرائیں

جلد اول ۶۳۶ صفحات	۳۶/۰۰ روپے	جلد ثالث ۷۸۰ صفحات	۴۲ روپے	جلد ششم ۳۳۴ صفحات	۴۵ روپے
جلد چہارم ۷۹۰ صفحات	۴۲/۰۰ روپے	جلد ہفتم ۷۹۰ صفحات	۴۵ روپے	جلد ہفتم ۷۹۰ صفحات	۴۸ روپے
جلد ثانی ۷۸۰ صفحات	۳۶/۰۰ روپے	جلد ہفتم ۷۹۰ صفحات	۴۵ روپے	جلد ہفتم ۷۹۰ صفحات	۴۸ روپے

سفید اعلیٰ کاغذ، خوبصورت رنگین جلد، عمدہ طباعت سائز ۲۶ x ۳۰

ملنے کا پتہ:- ناظم ادارہ تعلیمات القرآن دارالعلوم اشہابیہ - رنگ پورہ روڈ سیالکوٹ

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت جامع کلمات حق، بیک وقت فقیر اعظم، مجتہد، عارف، زاہد، مہر اور اس کیساتھ عظیم محدث اور ناقد حدیث۔

امام اعظم اور علم الحلیہ

مؤلفہ:- حضرت مولانا محمد علی القسری علیہ السلام

مؤلف نے امام اعظم کی محدثانہ شان کو نہایت عمدہ انداز میں اجاگر کیا ہے، اور وفادار مشہور عقائد ائمہ سے فراہم کردہ بنیاد پر ترتیب انگشتہ تعبیر موزوں اسلوب تسمیہ میں پیش کیا۔ یہ کتاب صرف ایک تاریخی کتاب نہیں۔ بلکہ بحیثیت حدیث، فقہ، اجتہاد، شرائط و خصوصیات کتب حدیث، احوال محدثین، علم اصول حدیث، اسما الرجال کے قیمتی مباحث کا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ اس کا مطالعہ طلباء، علماء، مسکین اور دیگر تعلیم یافتہ حضرات کے لئے نہایت مفید ہے۔ دوسرا ایڈیشن منظر عام پر آچکا ہے۔

سفید کاغذ — عمدہ طباعت — خوبصورت جلد صفحات ۸۰۶ قیمت ۴۰/ روپے

ملنے کا پتہ:- ناظم ادارہ انجمن دارالعلوم اشہابیہ رنگ پورہ روڈ سیالکوٹ

رہا ہوں - عنقریب کھل جائے گا کہ میں قوم کو کس طرف بلا رہا ہوں اور دوسرے کس طرف لیجانا چاہتے ہیں؟ خدا کا ہاتھ ہم سب سے بہتر فیصلہ کن ہے اور وہ اپنے جس بندے کو چاہتا ہے اپنے ہاتھ کی نصرت دیکھنے چن لیتا ہے، پھر اسمیں نہ آپکا زور چل سکتا ہے نہ میرا:

یا قوم اعملوا علی مکانکم انی عامل فسوف تعلمون من تکرن لہ عاقبۃ الدار؟ (۳۹: ۴۱)

اے لوگو! تم بھی اپنی جگہ کلم کیے جاؤ اور میں بھی کر رہا ہوں، اور عنقریب جان جاو گے کہ اللہ کی نصرت کس کے ساتھ ہے اور کس کو آخر کی کامیابی نصیب ہوتی ہے؟

گرچہ ہماریم کذب تنہائی
معشر عشق را حشر مائیم

اسی کو کوئی خفیہ انجمن سمجھ لیجئے، رہا الہلال اور مسلم کثرت کا معاہدہ، تو اسے حسب ارشاد شائع کر دیتا ہوں - یعنی ”نعا ونوا علی البر والتقویٰ، ولا تعا ونوا علی لاثم والعدوان“ کا معاہدہ ایسمیں کر لیا ہے -

آخر میں گزارش ہے کہ الہلال کا معاملہ اب بہتر ہے کہ خدا کے سپرد کر دیجیے، وہ وقت دور نہیں جب زمانہ ہدایت و ضلالت کا فیصلہ کر دے گا، اور نیتوں کے کھوت بھی اگر ہیں، تو دلوں سے پیشانیوں پر آجائیں گے - آپ نہیں دیکھتے لیکن میں الحمد للہ اس وقت کر دیکھ

ترکی بحری و ہوائی فوج کے شتلجا میں جنگی کارنامے



یہ تصویر ”شتلجا“ کی پچھلی جنگی حالت کو اچھی طرح واضح کرتی ہے - دو عثمانی جنگی جہاز بلغاری مورچوں پر گولہ باری کر رہے ہیں، اور ادھر ترکی بیڑے بھی، صرف آتش فشانی ہیں، توپ کے گولے پھٹ رہے ہیں، اور قلعہ چھوڑ کر توپ خانہ کے لئے دوسری مورچوں پر جگہ اختیار کی گئی ہے - دھنی جانب اوپر کی طرف بلغاریہ کا توپخانہ ہے، اور اس کے نیچے بغط مستقیم اتر کر دیکھئے تو عثمانی توپ خانہ کا مقام نمایاں ہو جاتا ہے، عثمانی توپ خانے کی بائیں جانب شتلجا کے قلعہ کا جھنڈا لہرا رہا ہے، جو اس وقت خالی کر دیا گیا ہے -

آپکے بائیں ہاتھ پر سامنے بھرا سرد ہے جس کو ایک پل کے ذریعہ ”خلیج بیڑک سکمچہ“ سے الگ کر دیا گیا ہے اور اسی سے شتلجا کا خط دفاع شروع ہوتا ہے - بھرا سرد میں دو عثمانی جنگی جہاز کھڑے ہیں، اور گولہ باری کر رہے ہیں - جو سلسلہ عمارات کا دونوں جانب نظر آ رہا ہے یہی اباسی ہے جو خلیج کی نسبت سے ”بیڑک سکمچہ“ اور ”ترانیہ“ کے نام سے مشہور ہے -

شذرات

اب چھیڑ یہ رکھی ہے کہ عاشق ہو تم کہیں
قصہ خوش گذرتی ہے اس بد گمان سے

آج کے صیغہ مراسلات میں کانپور کی ایک مراسلت درج کی گئی ہے، چند کلمات انکی نسبت عرض کرنا چاہتا ہوں:

جناب نے ازراہ لطف جو کچھ ارقلم فرمایا ہے، سب سے چلے اسکے لیے شکر گزار ہوں۔

(۱) لیڈر بننے کی خواہش اور سعی کی نسبت جناب نے لکھا ہے۔ سچ یہ ہے کہ خدمت نفس کے اثر سے بچنا بہت مشکل ہے۔ کچھ عجب نہیں کہ نفس مجھ کو دھوکا دے رہا ہو اور جیسا کہ جناب کا خیال ہے، یہی خواہش اندر کام کر رہی ہو، پس بہتر ہے کہ میرے حق میں دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ میری نیت اور ارادے کو روح اخلاص سے معمور نہ رکھے اور یہ جواب مختصر، بہتر ہے بہت سی طوا لتونسے۔

لکھنؤ کی دوسری چٹھی کے جواب میں اپنی حالت عرض کر چکا ہوں نیز الہلال نمبر (۱۴) میں ایک نوٹ "لیڈر بننے کا مستحق کون ہے" کے عنوان سے بھی لکھ چکا ہوں۔ اسمیں جو شروط پیش کیے ہیں ان پر ایک نظر ڈال لیجئے تو بہتر ہے۔ مشکل یہ ہے کہ لفظ "لیڈر" کے مفہوم و تخیل ہی میں باہم اس درجہ اختلاف و تضاد ہے کہ اگر کچھ اپنے تصورات و افکار عرض کروں، تو آپ اسپر غور نہیں فرما سکیں گے۔ آپ معذور ہیں کہ آپکو ہماری حالت معلوم نہیں۔ اپنا تو یہ خیال ہے۔

ہر بو الہوس نے حسن پرستی شعار کی
ابدابرورے شیر، اہل نظر رگنی

آپ تو دیکھتے ہیں کہ ہم اس متاع کس مخر کیلئے لہجہ رہے ہیں، یہاں اگر مفت بھی ملے تو قائل ہے۔ نیت اور خلوص کو اگر فروخت ہی کرنا پڑا، تو کم از کم "ایدی" سے تو زیادہ قیمت پر فروخت کریں گے۔

(۲) بیشک پالیٹکس ایسی ہی چیز ہے کہ ابھی کچھ عرصے تک حاصل کی جائے، اسکے لیے مجھ کو مستعد تصور فرمائیے، البتہ یہ متعین ہو جائے کہ کولسا پالیٹکس؟ اگر علی گڑھ اور لیگ کا پالیٹکس مقصود ہو تو اسکے صاف اور سادہ اصول تو اسقدر آسان ہیں کہ اب اسے سیکھنے کے لیے کیا نکلیں؟ مثلاً گورنمنٹ کے تمام احکام عالیہ کی تعمیل محض، کانگریس کی ہر اراز سے اختلاف، رفا داری کے ادعا کا تکرار اور پھر اس سے کبھی نہ تھکنا۔ بتلائیے، سر جھکائے اور ایک متعین اراز کی صدا لگاتے رہنے میں کونسے دقائق و رموز ہیں جنکے سیکھنے کیلئے آپکو تلاش کروں؟

(۳) درست ہے۔ لوکل بورڈ وغیرہ وغیرہ میں شرکت کا شرف کبھی حاصل نہیں ہوا اور نہ آئندہ امید ہے کہ حاصل کیا جائے ولعمدہ للہ علی ذاک لیکن۔

جدا بچے تجارب سے قوم کو مستفید فرمائیں۔

(۴) میں مسلمانوں کی دل آزاری نہیں کرتا بلکہ اس فلاحیت کی جو اسلام کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ گو یہ امر تفسیح و تفسیر بینال کے فلسفہ جتنا دقیق نہیں، تاہم دقیق ہے۔
"دل دشمنان ہم نکرندہ تنگ"

کا ذرا مطلب سمجھ لیجیے یعنی آپ اغراض کیلئے اور اپنے شخصی منافع کے خیال سے، ورنہ اگر یہ مطلب ہو کہ سیاہ کرسیاں اور سفید کرسیاں نہ کہا جائے، تو پھر نہ آپ میری خود غرضی پر متاسف ہوں اور نہ میں انکی نصیحت کا شکر گزار۔

(۵) میں نے کب دعا کیا ہے کہ اسلام کی دعوت جمہوریت ایک نئی شے ہے جس کو الہلال پیش کرتا ہے؟ بلکہ میں تو نئی چیز اس استبداد اور غلامی کو کہتا ہوں، جو مسلمانوں کے اختیار کر لی ہے، انکی پرانی چیز تو حریت و اجتہاد ہے۔

جو خیال آپکے دل میں گذرا ہے، مجھے بھی تیار نہیں، بہت پرانا ہے۔
و اذا تلقی علیہم ایاتنا
قالوا قد سمعنا لور نشاء
لنظنا مثل هذا، ان
ہذا الا اساطیر الاولین
رہی اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ (۳۱:۸)

ہدایت کی آواز کبھی بھی نئی نہیں ہوتی کہ دنیا کی یہی سب سے زیادہ پرانی چیز ہے، البتہ قلوب مرمنین کیلئے اللہ تعالیٰ اسکے تکرار اور اعادہ و تجدید کو موثر بنا دیتا ہے، اور یہی نئی چیز ہے جو محض اسکے فضل پر موقوف ہے۔ آپ سرور توبہ میں پڑھا ہوگا:
واذا ما انزلت سورة
فمنہم من یقول ایکم
زادتمہ هذه ایمانا؟
فما الذین آمنوا؟
فزادتمہ ایمانا و ہم
یسبشرون (۹:۹)
آپ پوچھتے ہیں کہ "مسلمانوں کیلئے اس قسم کی حکومت مفید ہوگی؟" میں تو سمجھتا تھا کہ اب یہ بل نکل گیا، مگر آپ تیس برس کا پرانا سبق ابھی بھولے نہیں۔ بہتر، مسلمانوں کی تعداد کم ہے، سلف گورنمنٹ کے گورنمنٹ ہو جائے گی، ہندو مسلمانوں کو چیر پہاڑ ڈالیں گے، پس مسلمانوں کو ہمیشہ غلام و مملوک بنکر رہنا چاہیے۔ اگر یہ فلسفہ اب تک باقی ہے تو باقی رہے، تم کو غلامی ہی مرغوب ہے، تو انشاء اللہ خدا ہمیشہ غلام ہی بنا کر رکھے گا۔ رجعلنا علی قلوبہم انکذ ان نفقہ وہ رفی ادا نہم رفرا کا میرے پاس علاج نہیں ہے۔

البتہ بطور تعدیت نعمت کے عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ راہ سوجھائی کہ مسلمانوں کے پولیٹکل نصب العین کو بھی قرآن کریم سے ماحوذ ہونا چاہیئے، اور انکو اس راہ میں بھی از روئے مذہب قدم رکھنا چاہیئے، نہ کہ با تباع حریت جدیدہ یورپ و تقلید اخوان رطن، پھر یہ اسکا ایک فضل ہے اور اسمیں گلے شکوے کی گنجائش نہیں۔ آج چالیس برس سے مسلمان پالیٹکس پر انکار یا اقرار کے لحاظ سے بحث کر رہے ہیں، لیکن براہ کرم دتلائیے کہ آج تک ایک صمد بھی تعلیم اسلامی ہند میں اس کی بلند ہوئی ہے؟

آج تک مسلمانوں نے اور انکے تمام لیڈروں نے پولیٹکل آزادی کو ہمیشہ ہندوؤں کی آرزو اور یورپ کے نئے آزادانہ دہر کا نتیجہ سمجھا، لیکن کسی نے اس پہلو پر نظر نہ ڈالا کہ خود اسلام بھی مسلمانوں کو انکی سیاست کیلئے کوئی بلند جگہ دیتا ہے؟ نہیں؟ اسکا دعوا کس کو ہے کہ نئی بات دہلا دی، البتہ ایک بھڑی ہوئی بصارت تھی جو اب واپس ملگئی۔

(۶) لکھنؤ کی خبر نہیں، مگر دلکذہ میں ایک دل ہے، جسے اندر ایک، مجمع آرزو موجود ہے:

افس کے قریب
نہیں علائق
نہیں

الہلال

۲۱ دسمبر ۱۹۱۲ء

الہلال کی پہلی ششماہی جلد
کا اختتام

گویم غم دل بصرے چند * زہار جہان جہان گویم
از دیدہ و نیشتر نہ کریم * وز دشمنہ و استخوان گویم

کس نیست متاع را خریدار * با آنکہ بہا گران گویم
صرف نمود و پلاس دارم * حرف خزد و پرنیان گویم
زان رو کہ خردوران گیتی * رنجند چو قدردان گویم
ناچار متاع عرضہ دارم * بے رونقی دکان گویم
سرمایہ ز دست رفتہ و انگاہ * گاہ سخن از زبان گویم
گر تیر بہ من رسد و گرتیغ * دم در کشم ، الامان گویم

ہر وقت موجود رہتے ہیں، تاکہ ہمارے تمام اعمال قلمبند کرتے رہیں
اور جنکی موجود گی مسکین عرفی کو بہت شاق تھی :
رقم کشان یمین ریسار دشمن تو
کہ می کنند سخن سنجی و قلمرانی

لیکن یہ ہماری کیسی نادانی ہے کہ ہم اپنے اعمال کی کتابت
نراماً کاتبین کے ذمے چھوڑ دیتے ہیں، پر خود کبھی اپنے اعمال کا
احتساب نہیں کرتے ؟ بہتر ہے کہ انسان خود ہی اس خدمت کو
اپنے ذمے لے لے اور قبل اسکے کہ ”رقم کشان یمین ریسار“ اسکا نامہ
اعمال اسکے سامنے لائیں، چند لمحوں کیلئے خود ہی اپنے اوپر ایک
نظر احتساب ڈال لے اور اپنے ضمیر کو مخاطب کر کے کہے :

اقرا کتابک کفی * اپنے اعمال کی اس کتاب کو پڑھ لے آج کے
بنفسک الیوم دن کسی دوسرے کاتب و شاہد کی
علیک حسبی ضرورت نہیں، خود تیرے ضمیر ہی کا
احتساب تیرے لیے کافی ہے - (۱۷ - ۱۵)

خواہی کہ عیب ہائے تورشن شود ترا
یک دم منافقانہ نشین درکھن خویش

اور فی الحقیقت ہمارے اعتقاد میں انسان کیلئے اصلی ”کراماً
کاتبین“ اور ”ترقیم اعمال“ خود اسکا ضمیر اور نور ایمان ہی ہے -
قوان کریم نے جہلی کہیں احتساب اعمال کا ذکر کیا ہے ؟ اگر غور سے
دیکھیے تو وہاں اسی ضمیر کے فطری احتساب کی طرف اشارہ ہے -
اعمال حسنہ کے وہ آثار سرور و انبساط جو چہروں پر سے ”نصرۃ النعم“
کی خبر دینے، درحقیقت دنیا میں بھی فرشتہ ضمیر کی تبلیغ
بشارت ہے موجود ہیں، وہ ”نور ایمان“ جسکو ”یسعٰی بن ایدیم“
سے تعبیر کیا گیا ہے، یعنی ایک روشنی ہوگی جو ارباب ایمان کے آگے
آگے چلے گی، اور انکی عظمت و جبروت کو تمام صفوف اولین و آخرین
میں نمایاں کرے گی، کیا مجبوری ہے کہ اب اسکو قیامت ہی کے
دن کیلئے اٹھا رکھیں ؟ اور دنیا کو بھی اسکا مصداق نہ ہو رہیں ؟
یوم لا یغزی اللہ اور وہ دن، جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر اور

لہ لا تعملنا بنعمک مستدرجین، ولا یثاء الناس غرورین
و من الذین یا کلون الدینا بالذین، و صل وسلم علی حبیبک
سید المرسلین، و علی الہ و اصحابہ اجمعین -

پہنچا تو ہوگا سمع مبارک میں حال میر؟
اس پر بھی جی میں آئے، تو دل کو لگائے !

الہلال کی جلد ہم نے شش ماہی کے حساب سے رکھی ہے،
تاکہ مہلک ہونے کے بعد موزون ضخامت حاصل کرسکے، پس یہ
۲ نمبر اسکی پہلی جلد کا آخری رسالہ ہے، اور جنوری سے دوسری
جلد شروع ہوگی : فائدہ للہ فی البدایۃ و الانتہاء، و الشکر للہ
فی السراء و الضراء

اگرچہ چھ ماہ کا زمانہ ایک نہایت قلیل زمانہ ہے، اور انسان کی
حیات شخصی میں یہ محض بدر طفولیت کا زمانہ ہوتا ہے، جبکہ
گویا انسانی وجود عدم اور وجود کے درمیان معلق ہوتا ہے، اور تمام
جسمانی اور دماغی قوتیں پردہ خفا میں مستور ہوتی ہیں لیکن
تاہم دنیا مزدوروں کی جگہ ہے، فلسفیوں کی نہیں ہے، کلم کرنے
والوں کیلئے اسکا ایک لمحہ بھی بہت ہے، اور بیکاروں کیلئے
اسکی پوری عمر بھی زیادہ نہیں، انسان کی سب سے بڑی غلطی
یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے گرد و پیش کی مجبوریوں سے مرعوب رہتا
ہے، مگر کبھی خود اپنے اندر کی کمزوری کو نہیں دیکھتا۔ یہ مانا کہ
ایکے ہاتھ کی کڑیاں بہت مضبوط نہیں، لیکن ایکے دست و بازو
ای قوت کو کیا ہوا ؟ یقیناً عرفی سقراط اور ارسطو سے بہتر ہے
جید رہ کہتا ہے :

ہزار رخنہ بدام ر مرا بسادہ دلی

تمام عمر در اندیشہ رہائی رفت !

حساب اور ال

ہم کو کانسان اعمال کی خبر دیگئی ہے جو ہمارے یمین ریسار

ایک شیر

— * —
 جس کو دھوئے زخمی کیا گیا
 —::—

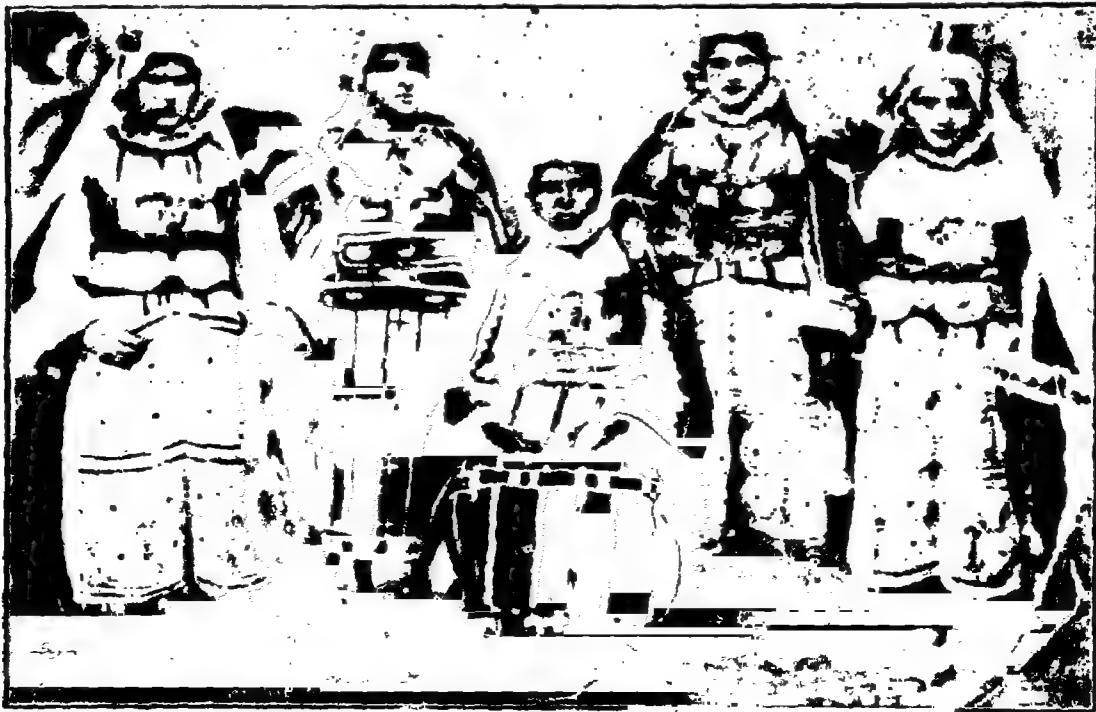


کی فرصت کو دیکھ لیا اور پستول کے چھوٹنے کی آواز کے ساتھ ایک گولی آکر انکے گھٹنے میں لگی -

پچھلے دنوں خبر آئی تھی کہ قسطنطنیہ کے جرمن ہسپتال میں زیر علاج ہیں اور صحت کی حالت نہایت طمانیہ بخش ہے - امید ہے کہ اس وقت تک صمیم د توانا ہو چکے ہوں گے -

غازی مصدود مختار پاشا کے پانوں میں گولی لگنے کا واقعہ مشہور ہو چکا ہے یہ تصویر عین اُس حالت کی ہے جبکہ وہ زخمی ہو کر گرے تھے -

۱۸ نومبر کی صبح کو غازی موصوف صرف چند ساتھی افسروں کے ساتھ کیمپ سے نکلے تاکہ چند گرمیوں کا معائنہ کریں - کچھ دور گئے تھے کہ چند بلغاریوں نے اپنی کمین گاہوں کے اندر سے مرقعہ



بلغاریا کی وہ پانچ عورتیں جنہوں نے مسلمانوں کے محلے میں آگ لگادی اور اس خدمت کے صلے میں انکی تصویریں اخبارات نے شائع کی ہیں -

مضمون بسا اوقات رات کے دو تین بجے ایک بستر مرض کے قریب بیٹھ کر اس حالت میں لکھے گئے ہیں جب کہ دل ' نفس علائق پرست کی کمزوریوں سے بیقرار ' اور دماغ مسلسل شب بیداریوں کی وجہ سے قلم کے اختیار میں نہ تھا - اکثر اوقات ایسا ہوا ہے کہ اخبار کی اشاعت کے وقت میں صرف ایک رات کا وقفہ باقی رہ گیا ہے ' اور کمپوزیٹروں کو رات بھر رک کر بیمار و تیماردار دماغ پر جبر کیا گیا ہے کہ رات کے چند گھنٹوں کے اندر صفحہ (۲) سے (۸) تک کا مضمون طیار کر دے ' علی الخصوص گذشتہ ماہ صیام مبارک جس عالم میں بسر ہوا ' اور جس طرح پانچ پرچے مرتب ہوئے ' اس کی حالت صرف اس علیم و خبیر ہی کو معلوم ہے ' جس کو شاید اپنے بندوں کی ابتلا و آزمائش سے بڑھ کر اور کوئی بات پسند نہیں - یہاں تک کہ آخر میں مجھ کو یقین ہو گیا تھا کہ شاید جس صلح کے اعتماد پر دنیا کے کارزار میں فتح یاب ہونے کا گہمند رکھتا تھا ' وہ ابھی منظور نہیں ہوئی ' اور اس خدائے قدوس کو گوارا نہیں کہ اس کے کلمہ مقدس کی خدمت کا شرف میرے پر معاصی وجود کی شرکت سے ملوث ہوا ما اصابك من حسنة فمن الله ' و ما اصابك من سيئة فمن نفسي (۸۲: ۳) و ما ظلم الله ولكن كانوا انفسهم يظلمون (۱۱۴: ۳) ہم نے ان حالات کو "مجبوریوں" کی جگہ "کمزوریوں" کے لفظ سے تعبیر کیا ' کیونکہ انسان اپنے اندر اور باہر کے جن حالات کو مجبوریوں سے تعبیر کرتا ہے ' فی الحقیقت اس کے نفس کی کمزوریاں ہی ہیں - دنیا دار العمل ہے ' اور جو کام کرنے والے ہیں وہ باغ و چمن کے گوشوں ہی میں نہیں بلکہ کانٹوں پر چل کر بھی کام لیتے ہیں - خدا نے ہم سے کوئی معاہدہ نہیں کیا ہے کہ وہ ہمارے وہم و خیال کے پیدا کیے ہوئے اسباب راحت ضرور مہیا کو ہی دے گا ' زندگی ایک میدان جنگ ' اور یہاں کام کرنے کے یہی معنی ہیں کہ تلواروں کے سایے اور نیزوں کی قطاروں کے نیچے دھڑک کر کیا جائے دریا کی موجوں میں سے تیرنے والے اپنی راہ پیدا کر لیتے ہیں ' لیکن کنارے کے عافیت پسندوں کیلئے انتظار کے سوا کچھ نہیں ہے - پس یہ جو کچھ تھا ' خواہ کتنا ہی سخت و شدید ہو ' لیکن پھر بھی ہم اُسے اپنے لیے کوئی قری عذر جرم نہیں سمجھتے ' اور صاف صاف اپنی کمزوری کا اقرار کرتے ہیں کہ اس چھ ماہ کے عرصے میں جو کچھ ہم کر سکتے تھے ' افسوس کہ ہم نے نہیں کیا !

البتہ یہ ہماری کمزوریاں تھیں لیکن ذرہ روشنی سے محروم ہے ' تو آفتاب درخشان تو اپنے نور و ضیائی بخشش سے عاجز نہیں ؟ باغبان کا ضعف اگر اس کو مہلت نہیں دیتا کہ بیج بو کر اس کی آبیاری کرے ' تو باران رحمت کی فیضان بخشی تو اس کے ضعف کی تلافی کر سکتی ؟ یہ سچ ہے کہ ہم کمزور تھے اور کمزوریوں میں مبتلا ' لیکن وہ حکیم و قدیر تو کمزور نہ تھا جو حق کو باوجود اس کے بے ساز سامان ہونے کے نصرت بخشتا ' اور ضلالت کو باوجود اس کی طاقت و شرکت کے شکست دلاتا ہے ؟

اللہ ولی الذین آمنوا اللہ ایمان والوں کا حامی اور مددگار ہے ' یخرجهم من الظلمات وہ انکو تاریکی سے نکالتا اور کامیابی و بامرادی الی النور ' والذین کی روشنی میں لاتا ہے - اور جن لوگوں کفر را اذیاء ہم نے راہ کفر و ضلالت اختیار کی ' سرانے الطاغوت پخرجہم حامی ان کے بنائے ہوئے معبودان باطل من النور الی ہیں ' وہ انکو روشنی سے نکال کر اور تاریکی الظلمات ازلک میں مبتلا کرتے ہیں ' یہی لوگ اصحاب

نہیں ہوئے ' اکثر چیزوں کی لکھنے کی نوبت نہیں آئی اور جو لکھی گئیں ' وہ شائع نہیں ہوئیں ' الہلال کے علاوہ جو علمی خدمات پریس کے متعلق تھیں ' وہ تقریباً شروع ہوئیں بھی تو ان کی رفتار نہایت سست رہی - دفتر کی انتظامی حالت بھی پروری طرح درست نہ ہو سکی ' اور اکثر لطف فرماؤں کو شکایتوں کا مرقعہ ملا ' یہ حیثیت مجبوری ہم دیکھتے ہیں تو اس وقت یہ گذشتہ چھ ماہ کی مدت کمزوریوں اور غفلتوں کے سوا کچھ اپنے اندر نہیں رکھتی اور خواہ نفس مدح طلب کتنا ہی مضطرب ہو ' مگر حق یہ ہے کہ ہم اپنے تئیں کسی طرح بھی مستحق تعسین نہیں سمجھتے

* * *

لیکن اگر بار بار اپنی حالت کا افسانہ دہرانا داخل شکایت نہوتا (اور وہ رحیم و کریم ہر حال میں شکر ہی کا مستحق ہے) تو شاید ہم اس وقت اپنی کمزوریوں کو کسی قدر تفصیل سے عرض کرتے - یہ چھ ماہ کا زمانہ جس حال میں بسر ہوا ہے ' اور الہلال کے ۲۴ پرچے جس عالم میں مرتب کیے گئے ہیں ان کی سرگذشت اب کیا کہیے کہ وقت گذر چکا ہے ' اور سامنے ماضی نہیں بلکہ مستقبل ہے ' فی الحقیقت ہمارے حالات ابھی اس کے بالکل مقضی نہ تھے کہ الہلال کی اشاعت شروع کر دی جاتی لیکن مہلت کے انتظار نے ہمیں اس قدر مضطرب کر دیا تھا کہ مزید صبر کی طاقت جواب دیکھتے تھے خیل کیا کہ جو چیز شاید کبھی بھی ملنے والی نہیں ہے ' اس کے انتظار میں کب تک زندگی کو صرف لا حاصل کیا جائے ' اور خدا کا دیا ہوا دماغ اور اس کا بخشا ہوا قلم کب تک معطل رہا جائے ؟ بہتر ہے کہ موجوں کے نر ہونے کے انتظار کی جگہ موجوں میں پڑ کر تیرنے کی کوشش کی جائے ' اور راہ کے خالی ہونے کی توقع کہ جگہ صفر کو چیر کر راہ پیدا کرنے کی جستجو کی جائے - بالآخر ہم نے گذشتہ جولائی میں متوکلا علی اللہ کام شروع کر دیا -

دنیا کے کاموں میں ہمیشہ اسباب مادی اور ساز و سامان دنیوی کی موجودگی ' دل کی قوت ' اور ہمت کی استواری کا ذریعہ ہوتی ہے ' رویہ کی کثرت ' مددگاروں کی معیت ' اور آثار نفع عاجل کا اجتماع ' یہی چیزیں ہیں ' جن پر اس عالم اسباب میں بھروسہ کیا جاتا ہے ' لیکن یہاں انہیں سے ایک شے بھی میسر نہ تھی ' البتہ ایک چیز تھی ' جس کی طاقت بخشی عالم مادی سے مارا ' اور جس کی جرات افزائی ساز و سامان دنیوی سے بے پروا ہے ' اور یہ اس امر کا یقین کامل اور ایمان رائق تھا کہ "خلوص کیلئے موت نہیں" اور حق و صداقت کیلئے نا کامی نہیں " دنیا میں ہر چیز مت سکتی ہے ' پر حق اور صداقت ہی ایک بیج ہے جو پا مال نہیں ہو سکتا - واللہ سبحانہ یقول "انی لا اضع عمل عامل منکم من ذکر و انثی"

* * *

اس حکیم کرم کی اس فیرنگ سازی کو کیا کہیں کہ جس وقت تک الہلال جاری نہیں ہوا تھا ' اس وقت تک پھر بھی دن کے چند گھنٹے اور رات کا ایک پھر گوشہ گیری کیلئے میسر آ جاتا تھا ' لیکن الہلال کا ابھی اعلان ہی شائع ہوا تھا کہ مصائب ابتلا کا بھی ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا ' اور جو کچھ میسر تھا ' وہ بھی اپنی بد اعمالیوں کی پاداش میں چھین لیا گیا - ناظرین نے ہمیشہ اچھی بری صورت میں الہلال کا ہر نمبر اپنے سامنے موجود پایا ہے ' انہیں کیا معلوم کہ وہ کس عالم اور کس حالت میں مرتب کیا جاتا تھا ؟ جن مضامین کے حسن و قبح کی نسبت وہ رائے قائم فرما رہے ہونگے - انہیں معلوم نہیں کہ ان میں سے اکثر

ضمیر کی آواز اُنکے کانوں میں آتی ہے اور وہ اپنے نامہ اعمال کو اپنے سامنے رکھتے ہیں تو حرمان و نامرادی رسوائی و خجالت سے اُنکے چہرے سیاہ پڑ جاتے ہیں اور ”تو ایمان“ کی جگہ ضلالت کی تاریکی کو اپنے ہر طرف محیط پاتے ہیں :

ر قری الظالمین اور نافرمانوں کو تم دیکھو گے کہ انہوں نے مشفقین ممّا جیسے جیسے عمل انجام دیے ہیں اسکے وبال کسبوا و ہو راقع سے قدر رہے ہونگے (یعنی انکا ضمیر قرا رہا بہم) والذین امنوا حالانکہ اسکے نتائج انکو ضرور بہگنتے ہیں۔ ر عملوا الصالحات اور (البتہ) جو لوگ ایمان لائے اور اعمال فسی ررضۃ حسنہ انجام دیے تو وہ ضرور بہشت لے الجنۃ لہم ما سبزہ زاروں میں ہونگے جو نیچہ وہ چاہیں گے۔ یشاؤن عند ربہم انکے پروردگار سے انکو ملے گا یہی بدلہ ہے جو ذلک ہو الفضل نیک کام انجام دینے والوں کیلئے سب سے بڑا الکبیر (۴۲ :) فضل الہی ہے۔

پس درحقیقت احتساب اعمال اور ضمیر کی ملامت یا اسکی تحسین، یہ جنت و دوزخ کی دو زندگیاں ہیں جو اس دنیا میں ہر انسان کے لیے عاقبت کار میں موجود ہیں اور ہر عامل وجود جو اپنے اعمال گذشتہ کا احتساب کرے ان دونوں حالتوں کو اپنے سامنے پا سکتا ہے۔ یہی انسان کیلئے اصلی نامہ اعمال اور یہی ہر وقت اسکے یمن و یسار مصروف رہنے والا قلم احتساب ہے اور یہی ہے جسکے احتساب سے کوئی فرد بچ نہیں سکتا کیونکہ یہ انسان سے باہر نہیں بلکہ انسان کے اندر موجود ہے اور اسکے نتائج کی فرد کو ہمیشہ اسکی آنکھوں کے سامنے کر دینے والا ہے :

وکل انسان اور ہم نے ہر انسان کے عمل کی برائی اور الزمانہ طائرہ فی بھلائی کے نتائج کو خود اسکے وجود کے اندر عنقہ و تخرج لہ اس طرح رکھ دیا ہے گویا اسکے گلے کا ہار ہے اور یم القيامة کتاباً قیامت کے دن ہم اسکے اس نامہ اعمال کو یاقاہ منشورا نکال کر اُس کے سامنے کر دینگے اور وہ اسکو اپنے سامنے کھلا ہوا دیکھے گا۔ (۱۷ : ۱۵)

اس بنا پر ضرور ہے کہ چھ ماہ کی مدت خواہ کتنی ہی اقل قلیل مدت ہو مگر ہم اپنے کاموں کا آج احتساب کریں اور دیکھیں کہ اس عرصہ میں الہلال اور اسکی دعوت کا کیا حال رہا ؟ اسمیں شک نہیں کہ ہم اس گذشتہ چھ ماہ کی مدت پر نظر ڈالتے ہیں تو بے اختیار اقرار کرنا پڑتا ہے کہ جو کچھ کرنا تھا وہ ہم سے نہوسکا اور جو کچھ کر سکتے تھے وہ نہ کیا۔ نفس کی کمزوریاں ہمیشہ عمل میں ہارج رہیں اور ہمت کی پستی نے ہمیشہ ہام مقصد تک پہنچنے میں لیت و لعل کیا ہم کو معلوم ہے کہ اللہ کے لطف و کرم نے ایک بڑی جماعت پیدا کر دی جو شاید ہماری خدمات کی نسبت مایوس نہیں ہے اور اگر تحسین کی نہیں تو ملامت کا بھی مستحق نہیں سمجھتی۔ لیکن تاہم اسکو دیا کریں کہ خود اپنے تئیں دیکھتے ہیں تو تحسین کا نہیں بلکہ ملامت ہی کا مستحق سمجھتے ہیں :-

رستم ز مدعی بقبرل غلط، رلی

می تاہم از شکنجہ طبع سلیم خویش

ہم نے درحقیقت اس فرصت سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھایا، اپنے ارادوں میں سے بڑے بڑے ارادے ذہن و تخیل سے آگے نہیں بڑھے اور اثر چیزیں تو دماغ سے قلم تک پہنچ ہی نہ سکیں۔ مضامین میں ہمیشہ ابتری رہی، کئی اہم ابواب شروع ہی

ان لوگوں کو جو اسکے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کریگا، انکے ایمان کی روشنی انکے آگے آگے اور دھنی طرف ساتھ ساتھ چل رہی ہوگی اور انکی زبانوں پر یہ دعائیں ہونگی کہ خدایا اس روشنی کو ہمارے لیے آخر تک قائم رکھو اور ختم نہ کر دیجیو! نیز ہمارے قصوروں کو معاف کر دیجیو! بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے!! (۶۷ :)

اس آیت اور اسکے مثل صدہا آیات میں قرآن کریم نے ارباب ایمان کے جن نعم اور ابتہاج و سرور کا ذکر کیا ہے یہ وہی حالات ہیں جنکو دنیا میں ہر نیک ہستی اپنے اعمال حسنہ کا احتساب کر کے اپنے سامنے مشاہدہ کر سکتی ہے۔

جن لوگوں نے اپنے تئیں نفس کے تسلط سے نکال کر خدا کے ہاتھوں میں دیدیا ہے اور جنکے کاموں نے ”ایمان و ایقان“ کی روح اپنے اندر پیدا کر لی ہے وہ جب اپنے اعمال کا احتساب کرتے ہیں تو یقیناً خوشیوں اور راحتوں کی ایک جنت میں ہوتے ہیں جس پر سرور دائمی اور عیش سرمدی کی فضا چھائی ہوئی ہے جسکے اندر شادمانی و کامرانی کی نہریں بہہ رہی ہیں جسکا کوہ کوہ سکون ابدی کے حسن و جمال سے ”حور مقصورات“ کا جلوہ گاہ ہے جسکی ہر جانب سے ”سلم علیکم طبقم فادخلوها خالدین“ کے نعمات خوش آہنگ بلند ہو رہے ہیں جہاں نامرادی و حرمان کے فغان و ماتم کی جگہ ہر زبان پر ”الحمد لله الذی اذهب عنا الحزن“ کا ترانہ شکر جاری ہے جہاں ناکامی و خجالت کی تپش و حرارت کا نام و نشان نہیں کیونکہ کامیابی کے عیش و سرور کے آس تخت طمانیت پر بٹھا دیے گئے ہیں جہاں ٹیک لگا کر جس کسی کو بٹھا دیا جاتا ہے پھر اسے کسی مغل راحت حرکت سے سابقہ نہیں پڑتا : متکئین فیہا علی الاراک لا یرون فیہا شمساً ولا زمہیراً :

کلا، ان کتاب الابواب لفی علیین و ما ادراک ما علیوں ؟ کتاب مرقوم، یشہدہ المقربون، ان الابواب لفی نعیم، علی الاراک یظرون، تعرف فی وجوہہم نصرۃ النعیم، یسقون من ریحیق مخترم، ختامہ مسلک، رفس ذلک فلیتناسن نس المتناسرن (۸۳ : ۱۸)

لیکن جن لوگوں کی زندگی روح ایمانی سے خالی ہوتی ہے جن کے اعمال سلطنت الہی کے ماتحت نہیں بلکہ قوت شیطانی کے تخت کے سایے میں انجام پاتے ہیں خواہ دنیوی ساز و سامان اور مادی اسباب و جمعیت کتنی ہو فراہم کر لیں لیکن بالآخر جب

شہنشاہ عثمانیہ

ہے۔ میں بخروشی میدان جنگ میں جاؤنگا۔ لیکن میری ایک بیوی اور چند بچے ہیں اور مقام مرطانا میں کچھ جائیداد بھی ہے میرے پاس کل سات ہزار پاونڈ ہیں۔ جس میں سے پانچ ہزار سروریا لو دیتا ہوں۔ ” یہ کہہ کر اس نے ایک تھپلا دکھایا جس میں نوٹ بھرے تھے اور اسی طرح صدرنشیں کے حوالہ کر دیا۔ “
(منچسٹر گارجین)

قسطنطنیہ کی حالت

— * —

مسٹر گیٹس رابرٹ کالج واقع قسطنطنیہ کے صدر ہیں۔ ۲۴ نومبر کو انہوں نے اخبار ٹائمز کے نام لکھا تھا۔ ” جنگ کے زمانہ میں شہر کو با امن رکھنے کے لئے سلطان کی گورنمنٹ نے جس قابلیت، عقلمندی اور سختی سے کام لیا ہے وہ حد درجہ قابل ستائش ہے۔ مسٹر گیٹس کا بیان ہے کہ اس کارروائی میں گورنمنٹ کو سخت دقتیں پیش آئیں۔ سیاسی جماعتوں نے تو ایسی کوشش کی تھی کہ گورنمنٹ کا زور کم ہو جاتا اور شاہ فردیند کے اعلان سے مذہبی جذبات حد درجہ ابھرنے لگے تھے، لیکن ان مصائب پر بھی شہر میں شورش نہ ہوئی۔ اس اعلیٰ انتظام پر مسٹر گیٹس اظہار تعجب کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ غیر ملکوں کے اخبارات میں جو خبریں شائع ہوئی ہیں وہ نامہ نگاروں کے ان خیالات کے نتائج ہیں جو ان کے دماغ میں تھے۔ حالانکہ صورت حال کچھ اور ہی ہے اور خفیف سی مدت جنگ میں قسطنطنیہ میں حد درجہ امن قائم رہا ہے۔ ترکوں نے ساری مصیبتوں کو بڑی خرد داری اور تحمل سے برداشت کیا ہے۔ “

مسئلہ صلح

— * —

التوائے جنگ مابین ترکی و ریاستہائے بلقان کے مسرودہ میں یہ مذکور ہے کہ آٹھ دن تک جنگ ملتوی رہیگی۔ اس اثنا میں دونوں حریف جہاں ہیں، وہیں اپنے سامان درست کر لیں۔ مسٹر دونو ہو نامہ نگار قبلی کرانیکل مریٹونہ قسطنطنیہ کا بیان ہے کہ ” پیغامات اور آپس کی گفتگو کا نتیجہ التوائے جنگ ہوا۔ موجودہ اس امر کا یقین ہے کہ صلح شرطہ ہوگی۔ “ دہلی ٹیلیگراف کے نامہ نگار مریٹونہ قسطنطنیہ کا بیان ہے کہ ” مسرودہ التوائے جنگ پر دستخط کرنے کے لیے مزید وقت جو دیا گیا ہے وہ اس لیے ہے تاکہ یونانی نائب دستخط دینے پر اجازت حاصل کر سکیں۔ مسرودہ میں صرف ۴۸ گھنٹے کی مہلت ہے۔ اس کے بعد اس کی اطلاع ہے کہ اگر گفتگو سے صلح غیر ممکن ثابت ہوئی تو جنگ پھر چر جائیگی۔ سوائے ان پرانے افسروں کے جو دوبارہ جنگ کے اجرا پر مہمل سمجھتے ہیں، تمام ترکی افواج صلح کی حد درجہ مخالف ہیں۔ سینکڑوں ترکی عورتیں اپنے شہرروں کے ہاتھ بٹا رہی ہیں جو دھس بندھی میں مصروف ہیں۔ اقدیانوبل میں رسد فراہم کرنے کا مسئلہ معہ کو حل کر دیتا ہے۔ اس کام کو کریگا کون؟ اطراف و جوانب کے گاؤں بالکل غارت و برباد ہو گئے ہیں، اور اس لیے سامان قسطنطنیہ سے لایا جائے گا۔ اس کام کے لئے بلغاریوں کی

ولایت کی ڈاک

— * —

غنیم کی افواج میں ہیضہ کی شدت

— * —

جنگ بلقان کے قتل و غارت اور ہیضہ کی شدت نے اور مہذب بنا دیا ہے۔ بلقانی افواج میں اس کی شدت ایسی بڑھی ہوئی ہے کہ انکا آگے بڑھنا دشوار ہے۔ جہاں جہاں جاتے ہیں، اسکو پھیلاتے جاتے ہیں۔ اموات کی کثرت ناگفتہ بہ ہے۔ ایک روز تقریباً ہزار تک تعداد پہنچ گئی تھی۔ طبی انتظامات اچھے سے اچھے کیے نہ ہوں پھر بھی اس شدت کو روکنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ ریلوے پلیٹ فارم مریضوں اور مرنے والوں سے بھرے ہوتے ہیں (ہادم کوئی) کی سڑک پر تو کشتوں کے پھٹے لگے ہیں۔ ان میں زیادہ تر وہ مریض تھے جو ہیضہ میں مبتلا ہوتے ہی شہر کے ہسپتال کی طرف جاتے جاتے مر گئے۔ (قبلی نیوز)

بانی فساد کون ہے؟

— * —

” تو پھر جنگ کون کرا رہا ہے؟ “ اسکا جواب یورپ کے اس محکمہ سے ملے گا جسکو یورپ کے رازداران سیاست سے تعلق ہے۔ جو آدمیوں کی جان کے ساتھ ایک مدت سے وہ چال چل رہے ہیں جس سے شطرنج کی سطح پر پیادوں سے کام لیا جاتا ہے۔ اور جو حکمت عملی کے مقولوں اور مثلوں کے دام تزییر میں اس طرح اڑے ہوئے ہیں کہ اصلی تکلیف کے وجود کو (جس کے ساتھ وہ مہمات سے کام لے رہے ہیں) محسوس ہی نہیں کرتے۔ پس اس طرح جنگ اس وقت تک بڑھتی ہی چلی جائیگی، جب تک کہ وہ بڑی جماعتیں جو پیشہ ور چالبازوں اور خواب دیکھنے والوں سے بھری ہیں۔ دنیا میں باقی رہیں گی، وہ دائمی صلح پیدا نہ کرینگے کیونکہ یہ ناممکن ہے، بلکہ یہ ارادہ ظاہر کرینگے کہ صرف انصاف، جواز اور ترقی کے لئے لڑائیاں لڑی جائیں۔ اگر وہ الفاظ جو امن کے متعلق ہیں کبھی زان سے نکالنے کے لئے ہوتے تو اس وقت سے زیادہ بہتر کوئی موقع نہ ہوتا۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ وہ اس وقت زان سے نکالے جائینگے جب موقع باقی نہ رہیگا۔ “

(ٹائمز لندن)

یونانیوں کی سر فروشی

— * —

” ممالک متحدہ امریکا میں یونانیوں اور دیگر مسیحی اقوام کی وطن پرستی کے متعلق سر فروشی کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ سان فرانسسکو میں ایک یونانی تھا، اس نے اپنا ایک قہرہ خانہ دو ہاؤنڈ دو شلنگ میں فروخت کر دیا جس کی اصلی قیمت دو ہزار پاونڈ تھی۔ اگر وہ میدان جنگ سے آگیا تو پھر اپنا کارز بار شروع کریگا اور اگر لڑائی میں کام آگیا تو مزید قیمت دیے بغیر قہرہ خانہ خریدار کا ہر جایا۔ نیو یارک میں سڑکیوں کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ ارمین صدر نشیں نے جب کہا کہ دس ہزار پاونڈ کا چندہ میں دیتا ہوں، تو ایک شخص جو ظاہر درپردہ کر معلوم ہوتا تھا نزدیک ہی سے اڑتا اور کہنے لگا :- میرا نام میلان یوزانو رچ

صرف چند ضروری معروضات الہلال کی مالی حالت کی نسبت پیش کر کے پہلی جلد کو ختم کر دیتے ہیں۔

الہلال کی مالی حالت اور اس کی اولین درخواست

اس امر کے ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں گذشتہ چھ ماہ کے عرصے میں ہم نے الہلال کی نسبت کبھی ایک حرف بھی نہیں لکھا، اور نہ کبھی ناظرین کو اس کی نسبت کوئی زحمت دی، نہ اس طرف سے بکلی خاموشی کا ارادہ کر لیا تھا اور الحمد للہ کہ اس ارادے کو اس وقت تک نبھایا۔ لیکن اب جبکہ چھ مہینے کے اندر ہم نے کم از کم الہلال کے کاموں کا ایک نمونہ آپسے سامنے پیش کر دیا ہے، اتنا عرض کر دینے کیلئے معذور ہیں کہ اب آخری فیصلہ کرانے کا وقت آگیا ہے۔ اس وقت تک اخبار کی مالی حالت جیسی دیکھ رہی ہے اس کی نسبت صحیح اعداد و شمار انشاء اللہ ابندہ پیرے میں دیسکیں گے، لیکن سہدست اب اس سے اندازہ کر لیجئے کہ صرف چھ ماہ کے اندر کم از کم چھ ہزار روپیہ علاوہ مصارف ابتدائی اور علاوہ خریداری کی ماحوار آمدنی کے صرف کچھ ہیں اور ابھی سالانہ خریداروں کا چھ ماہ دفتر کے ذمے واجب الادا ہے!

اگر آپ الہلال کے قیام کو ضروری سمجھتے ہیں تو دفتر کسی طرح کا مالی بار آپکے ذمے نہیں ڈالنا چاہتا، اور نہ قیمت بڑھانا چاہتا جسکا آپ واقعی حق تھا، صرف اتنے کا طالب ہے کہ موجودہ خریداران الہلال میں سے ہر بزرگ کم از کم دو خریدار نئے پیدا کر دیں اور اگر اتنا ہو گیا، تو یہ اخبار کے مالی اطمینان کیلئے کافی ہوگا۔ یہ پہلی درخواست ہے جو الہلال کے صفحات پر درج کی گئی ہے، اگر آپ متوجہ ہوں تو موجب تشکر، ورنہ یقین کیجئے کہ نہ تو اصرار ہے اور پھر اسکا اعادہ، ہم نے پہلے ہی دن عرض کر دیا تھا:

گل فشانند بہ بستر ہمہ چون عرفی و من
مشت خس چینم و بر بستر خواب اندازم

خون ناحق

یورپین اقوام اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ دھرتی مٹانے کے دوستی کے پردہ میں خفیہ سازشیں کر رہی ہیں۔ اگر آپ اس سربستہ راز کا پورا پورا انکشاف چاہتے ہوں تو کتاب **خون ناحق** کا مطالعہ کیجئے۔ جسمیں سواحل طرابلس پر اٹلی کے خونی کار ناموں کو ایسی دل ہلا دینے والی صورت میں پیش کیا گیا ہے جسے ایک نظر دیکھتے ہی یورپین چالوں کی بھول بھلیاں میں پہنچ کر انسان محو حیرت ہو جاتا ہے۔ خان بہادر لسان العصر مولانا سید اکبر حسین صاحب جے الہادی مدظلہ فرماتے ہیں: "خون ناحق بہت عمدہ مجموعہ مضامین کا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا میں اس جنگ کی نسبت کیا خیالات تھے۔ اور مسلمانوں کے دلوں پر کیا گزرتی تھی۔ نہ یہ کہ وہ رجائیکہ نہ یہ لوگ رجائیکے لیکن ہسٹری کے ورق حالات گذشتہ کا آئینہ رہینگے" اور بہت سے بزرگوں اور سیکڑوں اخباروں نے تعریفیں کی ہیں۔ لکھائی چھپائی میں بقول فاضل آدیتر الہلال آجکل کی بہتر سے بہتر مطبوعات بھی اسکا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

تقطیع ۲۰ x ۳۰ کلاں - ضخامت ۱۲۸ صفحے - قیمت مجلد ایک روپیہ چار آنہ غیر مجلد ایک روپیہ۔
ملنے کا پتہ :-
محمد انوار ہاشمی - مدیر مکتبہ قادریہ
"دل کورنی" - میرٹھ

اصحاب النار ہم فیہا نار ہیں اور آتش نامرادی میں ہمیشہ خالدرن (۲: ۲۵۷) جلنے والے۔

اسکا اپنے اوپر اعتماد کرنے والوں سے وعدہ ہے کہ وہ کبھی انکو دنیا میں ذلیل و رسوا نہیں کرتا، انکے جہکے ہوئے سروں کو عزت کی بلندی بخشتا ہے، اور گو وہ خود کتنے ہی ذلیل و حقیر ہوں پر وہ انکو اپنا سمجھ کر انکی عزت پر اپنی عزت کی چادر اڑھادیتا ہے کہ: یوم لا یغزی اللہ اور وہ (نکالے و عواقب امور کا) دن، جبکہ اللہ النبی و الذین اپنے رسول اور ان لوگوں کو جنہوں نے اسکی معیت معہ و نور ہم کا قرب نسبت حاصل کر لیا ہے، کبھی رسوا اور یسعی بین ذلیل نہ کریگا، اور انکی کامیابی اور کامرانی ایدیم و بایمانہم کی شمع انکے آگے جلے گی۔

گرمں آلودہ دامنم چہ عجب!

ہمہ عالم گواہ عصمت ارست!

اس پہلو سے اپنے کاموں پر نظر ڈالتے ہیں تو حالات و نتائج میں ایک انقلاب ہوجاتا ہے، اور مناظر بالکل بدل جاتے ہیں، پہلے اپنی کمزوریوں کی وجہ سے اگر اپنا وجود ضعیف و حقیر نظر آتا تھا، تو اب اس قوی و عزیز کی نصرت فرمائی سے طاقتوں اور قوتوں کا ایک ناممکن التسخیر ستون اٹھنی دکھائی دیتا ہے، پہلے اگر اپنے قصوروں کی وجہ سے عاجزی کا سر جھکا ہوا تھا، تو اب اسکی عزت بخشی سے سرافتخار بلند نظر آتا ہے پہلے چونکہ ایک انسانی ہستی کے کاموں پر نظر تھی، اسلیے عجز و تذلل کے سوا چارہ نہ تھا، پر اب انسانی کاروبار پر نہیں، بلکہ الہی اعمال پر نظر ہے، اسلیے الحمد للہ کہ فتح و نصرت کی عزت و عظمت سے ہم کنار و شاد کام ہوں:

گرچہ خوردیم، نسبتی ست بزرگ

ذره افتاب تابانیم!!

غور کیجئے کہ الہلال کس عالم میں نکلا، اور پھر کس حالت میں جاری رہا؟ بالکل ایک نئے قسم کا کام تھا، اور اس طرح کا کام کہ ہندوستان میں آج سو برس سے پریس موجود ہے، مگر آج تک ایک ماحوار رسالہ بھی اس پیمانے کو سامنے رکھ کر کسی بڑے سے بڑے پریس سے شائع نہیں ہو سکا، پھر کسی طرح کی مالی اور دماغی اعانت میسر نہ تھی، اور سوا اپنی جبب اور قلم کے اور کسی پر اعتماد نہ تھا۔ ان امور سے بھی بڑھ کر یہ کہ الہلال کی دعوت، اسکا لب و لہجہ، اور عام انداز تحریر ملک کے موجودہ مذاق اور حالات سے اس درجہ متباین تھا کہ کوئی ذی عقل بھی اس بیج کے لئے آجکل کے موسم کو موزوں نہیں کہہ سکتا تھا، لیکن باوجود کام کی اہمیت اور دست عمل کی کمزوری کے باوجود تمام ناموافق اسباب و حالات کے، اور باوجود ہر طرح کی بد نظمیوں اور اسباب سعی و جہد کے فقدان کے، اس چھ مہینہ کے قلیل زمانے میں جو حیرت انگیز اور معجز العقول مقبولیت الہلال نے پیدا کی ہے وہ ہر لحاظ سے اردو پریس کی تاریخ میں ایک مستثنیٰ واقعہ ہے۔ شاید ہی آج تک کوئی چھپی ہوئی چیز اس اثر اور اس شغف کے ساتھ پڑھی گئی ہے، جسقدر گذشتہ چھ ماہ کے عرصے میں الہلال نے اوراق پڑھے گئے ہیں۔ و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء، واللہ ذو الفضل العظیم۔

ضرورت تھی کہ اس لحاظ سے بھی الہلال اور اسکی دعوت کے گذشتہ ایام پر ایک نظر ڈالی جاتی نیز انکی آئندہ حالت کی نسبت بھی کچھ اپنے خیالات عرض کرتے لیکن موجودہ ہم اس حصے کو نگلی جلد کے افتتاح، مضمون لیکے آٹھا رکھتے ہیں،

عقل سلیم سے ایک التجا

— * —
(بقیہ احاطت گذشتہ)

— * —

ہمارے جملہ اسباب بحث کا نکتہ یہ ہے کہ اگر سرریا کے پاس رجوع کافی ہیں، تو آسٹریا ہنگری کے پاس بھی رجوع ہے کہ سرریوں کے دعوے کے لئے غیر منصفانہ اور براہ اندیشہ کرنے والے طریقوں سے دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ مزید برآں اسی میں وہ ہمیشہ کے لئے البانیوں کی بلند پروازیوں کے روکنے کو بھی شامل کر لیتے ہیں۔ یہ تو کہ ”بلقان بلقانیوں کے لیے ہے“ ”بلقان بلقانی اتحادیوں کے لئے ہے“ یہی ایک دعویٰ ہے، جسکو نہ تو آسٹریا ہنگری اور نہ اطالیہ ہی قبول کرتا ہے، اور نیز یہ دعویٰ ایسا ہے کہ متفق ہو کر بھی سارا یورپ شاید اسکو تسلیم نہ کرے گا۔ البانیہ کی خود مختاری کامیاب ثابت نہیں ہو سکتی، بلکہ اسکا امتحان کیا جائیگا۔ رہا اسے سربرآوردہ البانی ضرور ہیں جو اس لایق ہو سکتے ہیں کہ ایک چھوٹی ریاست میں اپنے ہوموطن کی کافی تعداد کو مضبوطی کے ساتھ مجتمع کر لیں لیکن یہ مسئلہ تو سب کے لئے کھلا ہوا ہے کہ آیا وہ قوم جو ٹیکسوں (چوٹی) کے دینے میں مرزوثی ناراضگی سے کم لیتی ہو، کبھی اس قابل بھی ہو سکتی ہے کہ اپنے پاؤں کھڑی ہو؟ اسی ضمن میں جو کچھ یقینی ہے وہ یہ ہے کہ اہل سرریا البانیوں کو کامیابی کے ساتھ اپنی ماتحتی میں مرکز نہ رکھ سکیں گے اور مملکت سرریا کے اس حصے میں جو البانیہ کے قلب سے نکل کر ایک بفر علاقہ تک پہنچ گیا ہے، پھر نئے بلقانی فساد اور بکھیرے پیدا ہو جائیں گے۔

لیکن ان خوبییوں کا ہمیں سچا سچا اندازہ کرتے ہوئے۔ مقدونیہ کی جنگ نے تھریس کی سی اہم جنگ کی صورت کبھی نہیں اختیار کی۔ مقدونیہ میں ترکی افواج کی بے انتظامی حد سے زیادہ تھی، انکی رہنمائی بھی بری طرح سے کی گئی، اور جسقدر ہمیں یقین ملایا گیا تھا اس سے کہیں زیادہ انکی تعداد کم تھی۔ سرری افواج کے کچھ دستے بمقام کمانڈو جاکے جواہم میں ڈالکر لڑے، لیکن فوج جو اس لڑائی میں قہر، اور انکی تعداد شاید بیس ہزار سے زیادہ نہ ہوگی۔ مقدونیہ کی فتح اور سرریوں کے قدیم دار السلطنت اسکوپ کو پھر حاصل کر لینے پر سرریوں کا فخر و مباہات کرنا جائز ہو سکتا ہے، لیکن ساتھ ہی یورپ نے اس فتوحات کے نشہ اور شراب میں تھوڑا سا پانی بھی ملا دیا۔

یورپ کے ہر ملک میں سرریوں کی بہادری تسلیم کر کے حد سے سوا داد ہی گئی۔ وہ اذیتیں جو سرریوں نے ترکوں کے ہاتھوں برداشت کی تھیں، یاد دلائی گئیں۔ مزید برآں اسکو بھی ذہن نشین کیا گیا کہ حال کے چند سالوں میں آسٹریا ہنگری کی حاسدانہ بالادستی سے بھی سرریوں کو بہت کچھ برداشت کرنا پڑا ہے۔ اہل سرریا اپنے ساتھ یورپ کی ہمدردی رکھتے تھے، لیکن اسکا اب بیجا مصرف لینے لگے۔ انکے افسر اب پین سرریں خیالات اور ایک عظیم الشان سرری مملکت قائم کرنے کی باتیں کرتے ہیں اور برلن جیسے شہروں یا ایسے ہی کسی اور ملک پر جواز کی رعایتانہ اور بیوردہ بلند پروازیوں کے سد راہ ہو چڑھ دینے کے منصوبے باندھتے ہیں۔ وائسا سرریا کے اخبارات براہ اندیشہ کرنے والے ہو گئے ہیں۔ سرریا کے دوزخ عقل سے بعید خیالات کا عیاں براہ اظہار کر رہے ہیں۔

اتھرس میں واقع ہیں۔ یہ پہاڑ اس جزیرہ نما پر ہے جو سالونیکا سے یورپ کی طرف واقع ہے، جسکے قدیم نام کو مدرسہ کے طلباء اپنے والدین سے زیادہ جانتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ علمی خزانے اجنبیوں کی دست برد سے ترکوں کی حکومت میں بالکل محفوظ رہے ہیں۔ انگریزوں میں صرف ایک شخص ڈاکٹر لیک نامی ان خزانوں سے واقف ہے جس نے اسے کچھ فائدہ بھی اڑھایا ہے جو من کے عالم بھی اس سے فائدہ اڑھاتے رہے ہیں۔ خیال یہ ہے کہ عام طور پر ان کتب خانوں کی قیمت بہت بڑھا چڑھا کر بیان کی جاتی ہے۔ دوسرا علمی خزانہ جو بطور مال غنیمت حاصل کیا جا سکتا ہے، سینٹ صوفیا میں ہے۔ یہ خیال غلط ہے کہ اس عظیم الشان گرجہ کو مسجد بنا دینے کے بعد اسکی ممانعت کر دی گئی ہے کہ مسیحی اسمیں داخل نہ ہوں ان چند لوگوں میں سے جنکو معاہدہ کی اجازت دی گئی تھی ایک مسٹر موبرلی بل ہیں جو ٹائمز کے نامہ نگار تھے۔ اسے سوا اور کسی کو اجازت نہ ملی کہ ان قلمی نسخوں کے ذخائر کو آلت پلت کر کے جو گرجہ کے تہ خانوں میں محفوظ ہیں۔ ان ذخیروں میں عبد قسطنطین کے نسخے اکثر ہو گئے۔ اور ایسی رسالوں کے گانے کی کتابیں بھی ان میں ہو گئی جنکے متعلق کہا جاتا ہے کہ ضایع ہو گئیں۔

بلغاریا کی جنگی تیاریاں

(گرت دی نوران) کا نامہ نگار معسکر عثمانی سے ایک طویل مضمون میں لکھتا ہے کہ ایک نہایت معتبر بلغاری ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ بلغاریا اس جنگ کے لیے بہت عرصہ سے تیار ہو رہی تھی اسی لیے شاہ بلغاریا کو مسئلہ فوج کے ساتھ خاص اعتناء و اہتمام تھا اور اسی اعتناء و اہتمام کی وجہ سے اس نے ہمیشہ فوج کو سیلست کے زہر آلود اثر سے محفوظ رکھنے کی سخت سے سخت کوشش کی یہ اسی کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے کہ آج بلغاریا کی فوجی حالت استقر عمدہ ہے کہ اسکی فوج ترقی یافتہ ممالک کی باقاعدہ فوجوں کے ہمایہ ہے۔

شاہ فردینند ہمیشہ پارٹی فیلنگ سے علیحدہ رہا، آج تک اس نے سیاسی نزاعات میں حصہ نہیں لیا اور اپنے گھر ہمیشہ ارباب تجربہ و سیاست کو جمع رکھا۔

بلغاری ارکان جنگ میں بہت سے افسروں نے خود آئے ان میدانوں کو دیکھا ہے جہاں اسوقت جنگ ہو رہی ہے۔ انہوں نے تمام قلعوں کی کمینکھوں اور یوزیشنوں کو خود آئے دیکھا اور نہایت اہم اطلاعات فراہم کیں۔ بعض افسروں کو بس باب میں استقر جرش تھا وہ انہوں نے فزوں کا ہمیں بدلے (انفرنہ) اور (قرق کلیسا) میں مزدوری کی۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ جنگ کے وقت وہ عثمانی اسلحہ خانوں، فخر جنگ کے گوداموں، تپوں، اور قلعوں کے تفصیل وار حالات سے واقف تھے۔

لوگ کہتے ہیں کہ در دانیال کا نقشہ شاہ بلغاریا ہی نے اٹالریوں کو دیا تھا اور اسی نقشہ کے وٹوق پر اٹالری تار پید کر کشتیوں نے رات کو آبناے کو عبور کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ یہ صرف گذشتہ واقعات نہیں بلکہ اسوقت بھی جبکہ جنگ ہو رہی ہے صدھا بلغاری جاسوس عثمانی فوج میں پھیلے ہوئے ہیں اور انکی تعلم نقل و حرکت، اور مقامات اجتماع کی اطلاع بلغاری ارکان جنگ کو دے رہے ہیں۔

نامہ نگار آخر میں کہتا ہے کہ ان امور کے معلوم ہونے کے بعد ہم کو یہ صاف نظر آتا ہے کہ بلغاریوں نے اس جنگ کے لیے نہایت مکمل تیاری کی ہے اور انکی قدیم قوت سے فعل میں آ رہی ہیں۔

مقاصد یہ تھے کہ جنگ بلقان کو روکا جائے اور درل اور اپنی سازشوں سے باز آجائیں تاکہ عالمگیر جنگ پیدا ہونے سے رک جائے۔ اس کے علاوہ جرمن کی پوائس نے ایک فرمان بھی شائع کر دیا ہے کہ جاسونہیں سوائے جرمن زبان کے اور کسی زبان میں گفتگو نہ کی جائے۔ اس سے غرض یہ ہے کہ جرمن کی خارجی پالیسی اور اسی دوسرے طریقہ کی ترغیب نہ دی جاسکے۔ چنانچہ مسٹر روزگراڈی نے جو انگریزی مزدوروں کا لیڈر ہے، ارادہ کیا تھا کہ انگریزی میں گفتگو کرے، لیکن روک دیا گیا اور ارسکی تحریروں کو انگریزی سے جرمن میں ترجمہ کر کے سنایا گیا۔

عثمان نظامی پاشا

”عثمان نظامی پاشا ترکی سفیر متعینہ برلن یک ایک قسطنطنیہ طام کرانے گئے، صلح کے متعلق جملہ امور ان کے سپرد ہوئے ہیں۔ برلن میں ایک ملاقات کے موقع پر انہوں نے سخت افسوس ظاہر کیا کہ اس کام کے لیے ان کو کیوں منتخب کیا گیا۔ انہوں نے علانیہ کہا کہ اس مسودہ صلح پر جس کا بہ ظن غالب یہی نتیجہ ہوگا کہ حکومت عثمانیہ کے مزید حصے الگ ہو جائیں گے۔ دستخط کرنے سے پیشتر بہتر تھا کہ میں اپنا ہاتھ کاٹ کر پھینک دیتا۔ ان کے خیال میں کسی حیثیت سے بھی حالت اس قدر ناامید نہیں ہے کہ ترکی صلح کے لیے مجبور ہو۔

سربیا کی غیر معمولی امیدوں کی نمائش کے خلاف با اثر آرازیں بلند کی جا رہی ہیں۔ ان در اقوام میں سفارت کے متعلق جو واقعہ ظہور میں آیا تھا وہ غالباً طے پا گیا۔ اور باوجودیکہ اس سے بھی بڑھ کر اہم مسئلہ سربیا کے لیے بحر ادریا طک پر ایک بندر حاصل کرنے کا یورپ کو اضطراب میں ڈال دینے کی دھمکی دے رہا ہے لیکن پھر بھی یہاں عام رائے یہ ظاہر کی جا رہی ہے کہ سربیا آخر رضامند ہو جائیگا۔ بشرطیکہ اس کو ریاورے اور ایک بے طرف بندر کا یقین دلایا جائے۔

اگر جنگ عالمگیر ہوئی تو کیا ہوگا

—*—

ایک ذمہ دار فرانسیسی جو ملکی اخراجات کے اصول پر عبور رکھتا ہے بیان کرتا ہے کہ ”اگر جنگ پھیل گئی تو یورپ کو ماہوار اٹھارہ کروڑ (۱۸۰۰۰۰۰۰۰) پائونڈ صرف کرنے پڑیں گے جو ادر مصارف کو قطع نظر کرنے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ یورپ کی چھ بڑی سلطنتیں مجتمع ہو کر در کروڑ (۲۰۰۰۰۰۰۰۰) آدمیوں کو فوج میں داخل کر سکتی ہیں جو ان کے پاس ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عملی طور پر ہر آدمی کا طبقہ جو ساری آبادی کی جان ہے، تجارتی اور معنئی زندگی سے علیحدہ کر دیا جائیگا۔ جس کا نتیجہ آخر یہی ہوگا کہ ساری آبادی بیکار ہو جائیگی۔ تجارت کے لیے جہاز رانی نہ ہوگی۔ خرید و فروخت کا سلسلہ بند ہو جائیگا۔ درآمد و برآمد مال اور تجارت، سارے قصے ختم ہو جائیں گے۔ صرف انہی اقوام کو نقصان نہ پہنچے گا جو شریک جنگ ہونگی، بلکہ یہ نقصانات اوتکو بھی اپنی طرف کھینچ لینے جو امن کی زندگی بسر کرتے ہونگے۔ مدتیں درکار ہونگی کہ یہ عالمگیر نقصانات دفع کیے جائیں“ (یہ ہے ان نقصانات شدید کی فہرست کا ایک معمولی سا نقشہ، جو ہماری جیسی تباہ حال قوم کے فنا کرنیکی کوشش سے دنیا میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ الہلال)

علمی خزانے بطور نتیجہ جنگ

بطور نتیجہ جنگ در بڑے علمی خزانے برآمد ہونگے جو اب

تک کسی کو معلوم نہ تھے۔ یہ دنوں ان کلیساؤں کے اندر ہیں جو جبل

رضامندی کی ضرورت ہوگی کہ ریلوے کو استعمال کرتے دیں۔“

دیلی میل کے نامہ نگار متعینہ صوفیا کا بیان ہے ”بلقانی ریاستیں ترکی سے ۴۸۰۰۰۰۰۰ پائونڈ تاوان جنگ طلب کرنا چاہتی ہیں علاوہ ازان یہ بھی کہ سوائے قسطنطنیہ و در دانیل کے ترکی جملہ یورپین مقبرضات ان کے حوالہ کر دے“

خبر رکنی وسطی ایجنسی مظهر ہے کہ ”بلغاریا دیگر ریاستوں میں نالچاقی پیدا ہو گئی ہے، جسکی وجہ شاہ فردینڈ کی بے حد طماعی اور یہ خواہش ہے کہ بلقانیوں کو معکوم بنائے۔ سب سے پہلے سالونیکا پہنچنے کی کوشش میں بلغاریوں نے جبریہ دھارے سے کام لیا ہے۔ حالانکہ یہ نہ سمجھے کہ جنگ کا موقعہ ان کے شتلا میں یک جا ہونیک کی ضرورت کو ظاہر کر رہا ہے۔ یرنانی جماعتوں میں بمقام ایٹھنز یہ خیالات ظاہر کیے جا رہے ہیں کہ صلح کی گفتگو کا بانی شاہ فردینڈ بلغاری ہے جس کا ارادہ ہے کہ یونانیوں کو تباہ کرے خود بادشاہ بن بیٹے“

ترکی افسروں کی جانبازی

—*—

”جب بلغاری تار پیدر نے ترکی جنگی جہاز (حمیدیدہ) کو سواحل بحر اسود پر سوراخ دار کر دیا تو ارسکی افسروں نے بڑی بہادری سے کام لیا اور مردانگی ر ہمت کی اعلیٰ مثال دکھائے ہوئے سمندر کے درمیان سے جہاز کو نکال لے گئے اور اپنی حالت پر ارسکو گولڈن ہارن لے آئے۔ جہاز حمیدیدہ نے تمام اہل جہاز کو لیکر اس طرح سمندر کو طے کیا کہ صرف آٹھ انچ ارس کے اوپر کا حصہ پانی سے نکلا ہوا تھا۔

لندن ۲ دسمبر کو دیلی کرانیکل کو قسطنطنیہ سے مسٹر ڈونر ہر تار دیتا ہے ”جب سے ترکی فوج ہت کر شتلا میں مجتمع ہوئی ہے اسی ہزار (۸۰۰۰۰) سے بھی زیادہ نئی اور تازہ دم افواج ایشیائے کوچک سے پہنچ چکی ہیں۔ ترکی افواج کے پزار سے چھ میل مغرب کی طرف بلغاری دھس بندی میں مشغول ہیں

مصائب جنگ

—*—

”صرف یہی نہیں ہے کہ جنگ بلقان میں بہت سی قدیم طرز کی بیرحمیان ہوئیں ہیں جن میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ہوئی کہ ان بیرحمیوں کے کم کرنے کی کوشش کی گئی ہو“

اخبار ٹیلیگراف کہتا ہے کہ ”صرف یہی نہیں ہے کہ بدلہ لینے کے لیے مخاصمت کے جذبات ایسے ابھرے ہوئے ہیں جسکو مسلم یورپ نے پشت ہا پشت سے نہ دیکھا ہوگا۔ یہی نہیں ہے کہ دنوں جانب کے ہزاروں بیکس زخمیوں کو قبل از رقت ایسی مروت نصیب ہوئی ہے جس کا خیال میں آنا بھی محال ہے، بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ واقعات قتل عام اور بیماریوں کے پھیلنے سے حادثات بھی بے حد ہوئے ہیں۔ ہمیں یہ بھی ذہن نشین کرنا چاہئے کہ عداوتیں اور کینوں نے مصائب میں اور اضافہ کر دیا ہے اور جو لوگ نہیں لڑ رہے ہیں ان پر بھی ایسی تباہی آرہی ہے کہ ہمارے زمانہ میں کسی جنگ میں نہیں آئی ہوگی۔ نیم متمدن کسانوں کی غربت و افلاس، آنکا خوب، آنکی بیکسی یہ ساری برائیاں خاص کر اسی جنگ سے پیدا ہوئی ہیں۔ رہ پناہ گیر جو قسطنطنیہ سے باہر کے مقبروں میں شب بٹس ہوتے ہیں، ایک جماعت اُس بے خانما فوج کی ہے جو مہلاے فلاکت ہے۔“

جرمن پولیس کے احکام

—*—

”۱۸ نومبر کو برلن میں مسلسل جلسے منعقد ہوئے جن کے

مگر ہمارے (درامہ) پہنچنے کے بعد، بلغاریوں نے (درامہ) پر حملہ کیا۔ (درامہ) میں جو عثمانی فوج موجود تھی اسمیں اور بلغاری فوج میں جنگ چھڑی۔ عثمانی فوج دوسو سے زائد نہ تھی۔ کئی گھنٹہ تک عثمانی فوج نہایت بے جگری سے انکا مقابلہ کرتی رہی۔ لیکن چند گھنٹہ کے بعد، آخر کار عثمانی فوج کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ بلغاری، فوج نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ باشندگان شہر کو ان اشقیاء کی سفائی و غارتگری کا علم تھا، اسلیے وہ رات ہی کو (قولہ) کی طرف روانہ ہو گئے (درامہ) کے مہاجرین کے ہمراہ (نورزکوب) کے مہاجرین بھی روانہ ہوئے (قولہ) بغیر ادنیٰ مقابلہ کے، قونصل کی ضمانت پر حوالہ کر دیا گیا تھا۔ لیکن قونصل کی ضمانت ذرا بھی مفید ثابت نہ ہوئی، اور بلغاری فوج نے داخل ہوتے ہی کشت و خون غارتگری و عصمت دری شروع کر دی ان جفاکاروں کی دست درازی زیادہ تر دولتمند مسلمانوں پر تھی۔ حکومت بلغاریا کا بیان ہے کہ ان جرائم کے مرتکب بلغاری جرگے تھے، بلغاری فوج نہ تھی۔ بہر حال (قولہ) میں (نورزکوب) (دولاب) اور (برداشتہ) تین مقامات کے مہاجرین جمع تھے جب (سیروز) میں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہوا تو وہاں کے مہاجرین بھی (قولہ) آگئے۔ (سیروز) کے قتل عام میں کچھ اور چھ سو مسلمان شہید کیے گئے۔ (قولہ) میں مسلمانوں کو بیعت اور ذلیل کرنے کے لیے جبراً قلع (ایک قسم کی توبیاں جو خاص نصرانی پہنتے ہیں) پہنائی گئی۔ (قولہ) میں پناہ گزینوں کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہو گئی تھی۔ گرانی بے حد بڑھ گئی تھی، درآمد بالکل موقوف تھی، باشندگان (قولہ) نے تین شب و روز بالکل فاقے میں کاٹے۔ یہ لوگ بالکل جاں بلب تھے کہ (محرورہ) یعنی خدیو مصر کی رہ کشتی جو انہوں نے مہاجرین کے لانے کے لیے مقرر کی تھی پہنچی، اسے آنے سے انکو عید کے آنے سے زیادہ خوشی ہوئی، اور انکو یہ معلوم ہوا کہ گویا مسلمانوں نے (قولہ) واپس لے لیا

”عین عرفات کے دن بلغاریوں نے پانچ مسجدیں منہدم کر دیں۔ انہیں سب سے بڑی مسجد جامع السرق تھی جو مسجدیں منہدم نہیں کی گئیں انکے مناروں سے ہلال کے چھندے گرا کے صلیب کے چھندے بلند کیے گئے!!“

جب بلغاری مساجد منہدم کرنے کے لیے اندر داخل ہوئے تو یہ مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ کچھ مسلمان تو بھاگ گئے لیکن بہت سے نمازی مسجدوں میں رہے حتیٰ کہ وہیں شہید ہو گئے۔

(قولہ) کے مہاجرین کی روانگی سے پہلے بلغاریا نے سب کو اپنے اپنے وطن واپس جانے کا حکم دیا تھا۔ مگر کوئی شخص اسلئے واپسی کی جرات نہیں کرتا تھا کہ راستہ میں، مسلمانوں پر حملے کئے جاتے تھے مگر حکومت کے حکم کی وجہ سے بالکل ناخواستہ مہاجرین واپسی کی تیاری کر رہے تھے کہ (خیری بک) اڈیکانگ خدیو المعظم نے یہ اعلان کیا کہ جو شخص بذریعہ (محرورہ) ہجرت کرنا چاہے وہ چل سکتا ہے۔

اسوقت عجب حالت تھی باپ اپنے بچوں اور بیویاں اپنے شوہروں کو بھول گئی تھیں۔ بہت سے لوگ اپنے بچوں کو (قولہ) میں چھوڑ کے خود (محرورہ) پر سوار ہو گئے۔ بہت سی عورتوں نے اپنے شوہر کا انتظار نہیں کیا اور اپنے بچوں کو لیکے سوار ہو گئیں [یہ کشتی ۵ دسمبر کو اسکندریہ پہنچ گئی۔ مہاجرین اسوقت مصر میں مقیم ہیں۔] [الہلال]

ہے اسلیے ہم حقیقت حال سے آپ کو اطلاع دیتے ہیں براہ مہربانی اسکو اپنے اخبار میں شائع فرما دیجیے۔

تمام عالم کو جاننا چاہیے کہ اسباب خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں ہم کسی طرح ایسی صلح پر جس سے ہمارے شرف و عزت پر حرف آنا ہے راضی نہیں ہیں۔ یہ حق کی آواز ہے جو نعرہ اللہ اکبر کے ساتھ یہ کہتی ہوئی ظاہر ہوئی ہے کہ جنگ ہماری رگوں میں خون ہے ہم کبھی اپنے شرف و ناموس کو سپرد کرنے پر راضی نہیں ہونگے۔ بلکہ ہم موت کو زندگی پر ترجیح دینگے۔ اپنی عزت اور اپنے آبا و اجداد کی قبروں کی مدافعت میں اپنی جانیں قربان کر دینگے ہم اپنے قائدوں اور افسروں کو اسوقت تک نہیں جانے دینگے جب تک کہ دشمن ہمارے وطن میں ہے با این ہمہ ہم کو جلالتماب سلطان المعظم ایدہ اللہ احکامہ و نصرہ علی اعدالہ کے تخت سے نہایت مخلصانہ محبت ہے۔

ہم میں کا جب تک ایک فرد بھی زندہ ہے اپنے وطن عزیز کی مدافعت کبھی ترک نہیں کریں گے ہمارا یہ فیصلہ کن قول ہے اور جو کچھ ہم کہتے ہیں خدا اس پر گواہ ہے۔

۷ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ ہجری

اس تاریخ پر ۳۸ زاریوں اور بڑے بڑے قبیلوں کے مشائخ نے دستخط کیے ہیں۔

بسلسلہ مظالم بلغاریا

گذشتہ نمبروں میں ہم بلغاریا کی سفادیوں کی ایک طویل فہرست شائع کر چکے ہیں تازہ عربی ڈاک بھی بلغاریا کی خونریزی، عصمت دری، اور غارتگری کے بے شمار دلہرز و جان گداز واقعات سے لبریز ہے جس میں سے بغرض اختصار اسوقت صرف دو اہم واقعے نقل کئے جاتے ہیں

حکومت عثمانیہ کو ابراہیم پاشا نے اطلاع دی ہے کہ اعلان جنگ ہوتے ہی ہمکو (ادرنہ) کی طرف جیوش عثمانیہ سے ملنے کے لیے روانگی کا حکم ملا (دیموتک کوئی) اور (ادرنہ کوئی) سے فوج کو گئے ہوئے صرف چند دن ہوئے تھے کہ بلغاری فوج کے چند دستے ان دونوں مقامات پر حملہ آور ہوئے، جنکو اثناء حملہ میں بلغاری باشندوں سے مدد ملتی رہی بلغاری دستوں نے دونوں مقامات کے مسیحی باشندوں کو مسلمانوں کے قتل عام کے لیے براہیختہ کیا اور مع اپنے شیاطین کے مسلمانوں پر قوت پڑے، سو آدمیوں کو جنمیں عورتیں اور بچے بھی قے شہید کر ڈالا ان اشقاء کی یہ سنگدلی و سفاکی دیکھ کے (دیموتک کوئی) (ادرنہ کوئی) (معلقہ) اور (کوش) سے بیس ہزار مسلمان اپنی جائداد، رویہ اور موشی چھوڑ کے ہجرت کر گئے ہیں۔

ایک مسلمان مہاجر کی سرگذشت اور پانچ مسجدوں کی قربادی

— * —

حسن آفندی عبد الرحمن نامی ایک شخص (قولہ) سے ہجرت کر کے مصر آیا ہے اس مہاجر نے اپنی ہجرت کی کیفیت اور بلغاریوں کی جفا کاری کی داستان نہایت تفصیل سے بیان کی ہے جو درج ذیل ہے۔

میں شہر (نورزکوب) میں رہتا تھا۔ بلغاریوں نے جب اس پر حملہ کیا، تو میں شہر میں تھا۔ شہر میں اسوقت نہ ایک عثمانی سپاہی تھا، اور نہ باشندگان شہر کے پاس ایک ہتھیار تھا۔ دشمن کے ہاتھ سے اپنی آبرور اور جان بچانے کے لیے ہکو مجبوراً تمام مال و جائداد چھوڑ کے شہر سے روانہ ہونا پڑا۔ ہم ستم زدہ مہاجرین (درامہ) پہنچے۔

عثمانی، داک

—:—

شئلجا کی ایک رات

—(*)—

بقیہ مراسلہ نامہ نگار المرید

—x—

فوج کے قلب و میسرہ کو جو سواحل بحر مارمرورہ کے قریب تھے اس قیلے سے نہیں دیکھ سکے۔ لیکن جب چھاؤنی میں آئے تو وہاں کے بھی حالات معلوم ہو گئے جن کو بالتفصیل لکھتا ہوں:

بلغاری اور سرری فوجوں نے مل کر عثمانی فوج کے ان دستوں پر حملہ کیا جو بحر (شکجہ) کے شمال میں جمع ہوئے تھے۔ دشمن کی فوج ساحل بحر کے (فالیقراہنا) نامی گاؤں کی طرف بڑھی، لیکن عثمانی بیٹری کو ان کی حرکت کا رخ معلوم ہو گیا، اسلئے اس نے مقابلہ کے لئے تیاری شروع کر دی رات کو جبکہ ۴ بجنے میں صرف دس منٹ باقی تھے عثمانی بیٹری نے دشمن کی فوج پر گولہ باری شروع کر دی عثمانی توپیں مسلسل ۲۵ منٹ تک دشمن پر آگ برساتی رہیں۔

ایک طرف عثمانی بیٹری کی آتشباری ان کو ساحل سے اندر قریہ کی طرف ہٹنے پر مجبور کر رہی تھی اور دوسری طرف عثمانی قلعوں سے گولیوں کی بارش ہو رہی تھی (جنگ ترقوس) کی طرح یہاں بھی تین مختلف جگہوں سے آتش باری ہو رہی تھی۔

اس معرکہ میں ہر دو آہن پوش جہاز (بار باروش) اور (مسعودیہ) کے کار نامے نہایت شاندار اور یادگار تھے۔ ان دونوں آہن پوشوں کی آتشباری نے دشمن کی توپوں کی ایک باٹری بالکل تباہ کر دی اس کے علاوہ دشمن کے بیسٹ مار پیادے اور سوار چند لمحوں کے اندر فنا ہو گئے۔

صبح کو ساڑھے آٹھ بجے تک تمام خطوط شئلجا پر جنگ شروع ہو گئی۔ عثمانی بری فوج کے کمانڈر نے عثمانی بیٹری کے قاعدوں کو مشورہ دیا کہ وہ (باباس لرغاز) اور (شئلجا) کے درمیانی مورچوں پر گولہ باری کریں۔ اس تدبیر سے دشمن کی جس قدر بٹریاں وہاں موجود تھیں سب خاموش ہو گئیں اور (باباس لرغاز) تو بالکل برباد ہو گیا۔

(ماند برہ) اور (العنہ) میں دشمن کی جس قدر بٹریاں موجود تھیں تو بڑی دیر کے بعد وہ بھی تباہ ہو گئیں اور بالآخر دشمن کے قائم کردہ استحکامات، قلعوں، اور مورچوں کا نام و نشان تک باقی نہیں رہا۔

جب شام ہوئی تو اس وقت دشمن کو پوری شکست ہو چکی تھی اور عثمانی فوج نے اپنی مادی و ادبی حالت اچھی طرح مضبوط کر لی تھی۔ ان حالات کی بناء پر میں نے اور میرے رفیق نے باتفاق رائے یہ طے کیا کہ اب آستانہ عالیہ واپس چلنا چاہئے۔

مجاہدین طرابلس اور صلیح

—*—

(برقہ) کے قبائل اور زاریوں کے مشائخ کی طرف سے المرید میر حسب ذیل تار شائع ہوا ہے:—

ہم کریہ معلوم ہوا ہے کہ وطن میں دشمن کی موجودگی کے باوجود ایسی صورت میں صلیح ہوئی ہے جس سے ہماری سلطنت کی بزرگی کو صدمہ پہنچتا ہے اور ہمارے قومی شرف پر حرف آتا

سرریا ایک شکایت رکھتی ہے۔ اہمیت رکھتی ہے، اور جسکی طرف حد درجہ توجہ مبذول کرنیکی ضرورت ہے۔ اسے ایک بندرگاہ چاہیے۔ اور بلا خوف تردید اسکو اسکی ضرورت ہے لیکن یہاں تو شاید ہی اسے بہادر ہیں جو سرریا کے لئے عملی طور پر مفید ثابت ہوں۔ سرریا افواج جو دشوار گزار پہاڑوں سے ہو کر دروازہ کیطرف بڑھ رہی ہیں، وہاں پہنچنے پر انکو اسکا پتہ چلے گا کہ سرریا کے موجودہ سلسلہ ریلوے کو کبھی اور کوئی ریلوے دروازہ سے ملحق نہیں کرسکتی۔ سخت متضاد حالتوں میں دو مقامات سان گیوانی قبی میدرا اور سالونیکا ہیں۔ انمیں سے ارل الذکر بندرگاہ پر تو مانٹی نگر کی طامع نگاہ ہے۔ رھا سالونیکا، تو اسکی نسبت تجویز اسقدر وحشیانہ نہیں ہے جس قدر کہ ابتدا میں لوگ سمجھتے تھے۔ ترکی سے خاص طور پر انتظام کر کے سرریا نے فی الحال براہ سالونیکا جانور رنکی تجارت کے لئے ایک اچھی صورت درآمد کی قائم کر لی ہے۔

ایک تجارتی ریلوے

سرریا کے مطالبات سے جو مسائل پیدا ہو گئے ہیں انکے حل کرنیکی صورت ایک خاص تجارتی ریلوے کے قائم کرنے، اور البانیا کو خود مختار بنا دینے سے شاید نکل آئیگی۔ ان قضیوں کی طرف امانت داران اتحاد کوجنگ کے ختم ہو جانے پر مترجہ ہونا چاہئے۔ یہ خیال کہ سرریا کے بچہ گان خنزیر اور سوکے بیرون کے لئے بندرگاہ قائم کرنے کا مسئلہ دول یورپ کے دو مجتمع حصوں کو برسر خوریز جنگ کر دینا بالکل مہمل ہے۔ اس سے زیادہ ذلیل بہانے جنگ کے لئے کبھی نہیں دھونڈے گئے ہیں۔ ان دو حصوں میں سے کوئی ایک سلطنت اگر جنگجوئی کرنا چاہتی ہے تو سمجھ لو کہ اسکی وجہ کوئی اور بد نیتی ہے۔ یورپ کی اقوام اور عوام جنکو بادشاہوں، کار دانان سلطنت اور سفرا کی ذاتی عداوتوں سے کوئی سرکار نہیں اس بارہ میں متفق ہو جائیں تو ایسی جنگ ناممکن الوقوع ہو جائے۔ انگلستان اپنے دوستوں کے پہلو میں کھڑا ہونے کو مستعد ہے مگر استحکام یورپ کو مستوجب بدترین گناہ ہو کر برباد کرنے اور جنگ آزادی سے ارجحیتوں کے پیدا کردینے کا وہ مرکز شریک نہیں ہو سکتا۔

عرب میں جہاد کی طیاری

ذیل کی عبارت وسطی عرب کے عربی اخبار عریضہ نامی میں شائع ہوئی ہے:— حال کی خبریں ظاہر کر رہی ہیں کہ امین ابن رشید اس وقت بیس ہزار (۲۰۰۰۰) آدمیوں سے زیادہ کا سردار ہے اور یہ آدمی قبائل عرب کے ہیں۔ سب سے سب کافی طور پر مسلح اور سامان جنگ کے ساتھ ہیں۔ مقل لیبرا کے نزدیک امیر موصوف نہایت سرگرمی سے مشغول ہیں اور اسکا انتظار کر رہے ہیں کہ انکو بادشاہ علم جہاد بلند کرنیکا حکم دیں۔ حکم کے پاتے ہی وہ پیل شخص ہونگے کہ مخالفین اسلام پر حملہ کر دینگے۔ کہتے ہیں کہ انکی خواہش ہے کہ جملہ قبائل عرب کے لئے ایک مثال قائم کر دیں، اور چند قبیلوں کو اسپر آمادہ کر دیں کہ ان قبائل کی وہ سرکوبی کریں جو حکومت کے بد خواہ ہیں اور ان لوگوں کو پوری سزا دیں جو ملک میں نفاق پھیلا رہے ہیں۔ امیر موصوف کی کرششوں کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ بہتیرے قبائل عرب انکا ساتھ دینے کے لئے ارٹھہ کھڑے ہوئے ہیں۔ اور عرب میں نا معلوم واقعات ظاہر ہونے لگے ہیں۔

طلباء یونیورسٹی کیلئے پانچ خاص لیکچر

—*—

ڈاکٹر مات اور مسٹر ایڈی نے برید لاہال لاہور میں چند لکچر دیے تھے۔ ان اشتہارات سے جو طلباء یونیورسٹی میں تقسیم کئے گئے، ظاہر ہوتا تھا کہ اول الذکر صاحب ممالک غریبہ میں اور مرخر الذکر صاحب ممالک شرقیہ میں پھر آئے ہیں اور ان کی غرض یہ ہے کہ دنیا بھر کے طلباء کے دلوں پر اپنے خیالات نقش کریں۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہندوستان کو مجردہ کشمکش سے آزادی حاصل کرنے میں مدد دینے کے لئے آئے ہیں۔ انکا یقین ہے کہ ان کی کوشش سے یورپ، چین، اور جاپان کے طلباء کی تشنگی آزادی بڑھتی ہے، کہا جاتا ہے کہ ڈاکٹر مات صاحب ورلڈ اسٹوڈنٹس ارسچر، سوسائٹی (یعنی تمام دنیا کے مسیحی طلباء کی سوسائٹی سکریٹری ہیں)

لیکچروں کے اشتہارات کا عنوان ”طلباء یونیورسٹی کے لئے پانچ خاص لکچر“ تھا۔ حال میں جانے کے لیے ٹکٹ تھے جو علاوہ دیگر ذرائع کے مختلف کالجوں کے پروفیسروں کے ذریعہ سے ہر طالب علم تک پہنچائے گئے تھے، بلکہ کالجوں کے اکثر طلباء سے لکچروں میں لازمی طور پر شریک ہونے کے لئے دستخط بھی لیے گئے تھے۔ تقریباً تمام طلباء یونیورسٹی ان تقریروں میں بائس امید شریک ہوتے رہے، کہ وہاں کوئی علمی مذاق کی باتیں سنیں گے۔ بہت سے طلباء کا تو یہ خیال تھا کہ یہ لکچر پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے ہیں کیونکہ اشتہارات پر لکچر دیے والوں کے نام نہ تھے۔

مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ یہ تقریریں کئی پہلو سے ناچسپ تھیں۔ دونوں صاحب بہت فصیح البیان تھے۔ اگرچہ مسٹر ایڈی صاحب فصاحت میں بڑھے ہوئے تھے۔ ان تقریروں میں فاضل لکچراروں نے طلباء کی چند اخلاقی اور تمدنی برائیوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ ”صرف بائبل اور یسوع مسیح کو خدا اور انسان اور اسے مرکز جینے کو ماننے سے طلباء ترقی کے معراج پر پہنچ سکتے ہیں“۔ ایک تقریر میں انجیل اربعہ کے مطالعہ کا عہد کرنے کے لئے طلباء میں دستخط کے واسطے کارڈ تقسیم کئے گئے جن پر چند طلباء نے دستخط بھی کیے۔ ان تقریروں کے متعلق صرف ایک قابل افسوس امر یہ ہے کہ اگرچہ لکچرار صاحبان بڑے عالم اور فاضل تھے اور انہوں نے تمام دنیا کے طلباء سے میل جول کرنے کا بہت موقع ملا، مگر پھر بھی انہوں نے دنیا کے طلباء کے مختلف مذاہب کا غور سے مطالعہ نہیں کیا۔ اگر وہ ایسا کرتے، تو یقیناً انہیں طلباء عالم کی رہنمائی کے لئے مسیح نبی الوہیت اور کفارہ سے بدرجہا برتر خیالات مل سکتے تھے۔ عیسائیوں نے یہ خیالات زمانہ گذشتہ کے بنایا توہمات عبد جنتا اس عقل و علم کے زمانہ میں سننا نا ممکن ہے۔ مسلمانوں نے سامنے الوہیت مسیح اور تثلیث کا وعظ کہنا محض مضحکہ خیز ہے اور انکو ابتدائے زمانہ کے مذہبی خیالات کی طرف واپس بلانا ہے۔ عیسائی صاحبان ان ابتدائی ہندوستان کے خیالات سے زیادہ ترقی یافتہ خیالات پیش کرنے پر ناز نہیں کر سکتے۔ جنکے بموجب تین بڑوں اور اوتاروں پر ایمان لایا جاتا ہے۔ اگر ابتدائی ہندوؤں کے خیالات میں اور مذہب عیسوی کے خیالات میں کچھ فرق ہے تو صرف اس قدر ہے کہ ہندو اوتاروں جیسے کرشن جی مہاراج اور رام چندر جی مہاراج نے بہت بہادری دکھلائی۔ مگر یسوع مسیح نے صلیب پر بہت ہی کمزوری دکھلائی۔

اس وقت صرف ہندوستان ہی میں عیسائیت پھیلانے کے لئے پادری صاحبان کو جوش نہیں ہے، بلکہ تمام ایشیا میں مشنری جوق در جوق پھرتے ہیں۔ عملی پہلو سے عیسائیت یورپ کے حصہ نے چھوڑ دی ہے۔ کیونکہ اکثر لوگ معقول خیالات کی پادری کرنے لگے ہیں اور اب عیسائیوں کے مسئلہ کفارہ اور تثلیث پر یقین نہیں کر سکتے اس لیے پادری صاحبان نے ایشیا کو عیسائی بنانے کی طرف ترجیح فرمائی ہے۔

اہل ایشیا کے لئے اب وقت آگیا ہے کہ اس بڑے صلیبی حملہ کے مقابلہ کے لیے مستعدی سے کام لیں۔ ہم تمام مسلمانوں اور دیگر خدا پرست اصحاب کو جو اس بڑے اعظم ہندوستان میں رہتے ہیں، اس بڑے مذہبی خطرہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اور استدعا کرتے ہیں کہ انسان کو خدا بنانے کی اس بڑی تحریک کے خلاف سب متفق ہو کر کارروائی کریں۔

ہم یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ یسوع نے خود خدائی کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اور یہ عقیدہ صرف انجیل میں ملتا ہے، جو مسیح کی وفات کے بہت عرصہ کے بعد لکھی گئی ہیں۔ جسمیں خود اکثر عیسائیوں اور اہل الرائے یورپین مصنفوں کے نزدیک بھی تحریف ہو چکی ہے۔

انجمن احمدیہ لاہور نے مفصلہ ذیل خط ان پادری صاحبان کے لئے ڈاکٹر مات اور مسٹر ایڈی کے نام اس مضمون کا لکھا ہے کہ ”اسلام اور عیسائیت کے مابین اختلافی امور پر ایک عام مباحثہ منظور فرماویں“ اگر فاضل پادری صاحبان کے پاس وقت نہ تو وہ لات پادری صاحب لاہور کو اپنی جگہ مقرر فرما سکتے ہیں۔ اہل اسلام کی طرف سے جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ایڈیٹر ریویو اور فیلچرز سکریٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان پادری صاحبان سے مناظرہ کریں گے۔

یہ خط مسٹر ایڈی صاحب کے پاس لاہور میں گیا تھا اور ہم انکی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اسکا جواب خواہ براہ راست یا کسی معزز اخبار کے ذریعہ سے ارسال فرماویں۔

انگریزی چٹھی کا ترجمہ جو صاحبان موصوف کے نام ارسال کی گئی ہے درج ذیل ہے۔

مائی ڈیر ایڈی۔ لاہور کی احمدی جماعت کی طرف سے میں آپ کو یہ چند۔ سطور لکھنے کی جرات کرتا ہوں کہ ہم آپ کے اور ڈاکٹر مات صاحب کے ان دلچسپ تقریروں کی وجہ سے جو آپ نے لاہور کے طلباء کے واسطے کی ہیں۔ بہت ممنون ہیں دنیا کے اہم مذہبی مسئلہ میں آپ کی گہری دلچسپی اور مختلف ممالک کے نوجوانوں کی طرف ترجیح کرنے کی خواہش بہت قابل تعریف ہے۔ اور آپ کے لکچروں کا طرز یقیناً اثر پذیر ہوگا تاکہ لوگوں کی توجہ انسانی زندگی کے مدعا کے متعلق اہم مسائل کی طرف مائل ہو۔ انجمن احمدیہ لاہور کی طرف سے مجھے ہدایت ہوئی ہے کہ آپ کی اس کوشش کا شکریہ ادا کروں اور آپ سے دریافت کروں کہ کیا آپ اسلام اور عیسائیت کے متعلق مباحثہ کرنا منظور فرماویں گے تاکہ دونوں مذاہب کی خوریدوں کا موازنہ ہو جاوے۔ مباحثہ بالکل دوستانہ رنگ میں کیا جاوے گا۔ صرف اس غرض سے کہ لوگوں کی انسانی زندگی اور خواہشات کے نشور نما کے متعلق ان دونوں مذاہب کی تعلیم اور عقاید سے آگاہ کیا جاوے میں یقین کرتا ہوں کہ یہ مباحثہ طرفین کے لئے و نیز عوام الناس کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔ اگر آپ اس تجویز سے اتفاق کریں تو شرائط بالتفصیل بعد میں طے ہو سکتی ہے۔

مرزا یعقوب بیگ۔ ایل۔ ایم۔ ایس۔

مراست

دعوت الہلال کی نسبت

— * —

جناب ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم

کہتے ہو مجمع خواب میں معراج ہوئی ہے

جبریل کا تکیہ میں کوئی پر تو نہیں ہے

الہلال کے مختلف نمبروں میں جو خیالات جناب کے اب تک ظاہر ہوئے ہیں، اولیٰ غور کرنے سے ہر اہل نظر پر یہ حقیقت کھل گئی ہے کہ جناب کو بھی کسی ضرورت نے لیڈر بننے پر مجبور کیا ہے اور اسی غرض کیلئے بزرگان قوم پر طعن تشنیع کی بوجھل کرے اور انکو قوم کی نظر سے گرانے کے کوشش میں جناب اپنا زور قلم صرف کر رہے ہیں۔

زاہد خلوت نشین دوش بہ میخانہ شد

گر کہ صاف لفظوں میں مصلحتہ ادعاے لیڈری نہیں ہوا، مگر ضمناً الہلال کا ہر نمبر آپ کے اس نئے نیشن کی دلدادگی کا پتہ دیتا ہے۔ اپنی کسر نفسی کا اظہار، خدمات قومی کی غرض سے پرچہ جاری کرنے میں زیر بار ہونے کا دعویٰ، نامہ نگاروں سے اپنے تئیں ارستاد کہلوانا، اور پھر اس خطاب سے گریز کرنا، قبول عطیہ سے انکار، اور معطلی کی ہجو کرنا۔ فقر اور انا نیت کے دعوے، قرآن مجید سے ناواقفیت کے اظہار کے باوجود آیات قرآنی کا ہر موقع اور محل پر سپر بنانا، کیا یہ اور اس قسم کی صدھامتائیں اسکی کافی دایل نہیں ہیں کہ جناب نے ہوا کا رخ بدلتے دیکھ کر اپنی رضع بھی بدل دی؟ اس سے میرا یہ مطالب ہو گز نہیں ہے کہ سردا اور سگار چھوڑ کر آپ نے عمامہ اور ہندوستانی پوشاک زیب تن کی۔ بلکہ غرض کہنے کی یہ ہے کہ خانقاہ چھوڑ کر آپ بھی ارس علیگندہ کے مدرسہ میں شریک ہو گئے جس سے آپ اظہار منافرت کرتے رہتے ہیں۔ معاف فرمائیے آپ لیڈر بننے کے ابھی اہل نہیں ہیں، آپ نازاں نہوں، قوم کو آپ سے یہ سوال کرنے کا حق ہے کہ آپ نے پالیٹکس میں کہاں تک تعلیم پائی ہے اور ہندوستان کے پالیٹکس پر آپ نے کتنے عرصہ تک غور کیا ہے موجودہ پولٹیکل مسائل میں سے مثلاً تقسیم ہنگال کی تفسیح اور تبدیل دارالخلافہ کے ہر پہلو پر آپ نے کبھی خالی الذہن ہو کر فکر کیا ہے۔ نہایت ادب سے التماس ہے کہ ابھی کچھ عرصہ تک تصوف میں اور مشق کیجئے رنہ پالٹکس اور قصوف دونوں سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ پالٹکس میں تو جناب کو جتنا دخل ہے ارسکا اندازہ آپ خود ہی خوب کر سکتے ہیں۔ رہا تصوف اس سے بھی آپ بہت دور جا پڑے ہیں۔ مسلمانوں کی دل آزاری اور اولیٰ بلا رجہ لعن طعن کرنا، میں نہیں سمجھتا کہ تصوف کے کسی شعبے یا کسی سلسلہ میں جائز رکھا گیا ہے۔

شہیدم کہ سرداں راہ خدا

دل دشمنان ہم نہ کردند تنگ

ترا کے میسر شدہ این مقام

کہ با دوستانہ خلاف است رجتگ

سر سید مرحوم یا ان کے جانشینوں اور مقلدوں نے کبھی بھی مسلمانوں کو کتاب اللہ و سنت رسول سے انحراف کی تعلیم نہیں دی اور نہ بیجا خرماء و دوسے مسلمانوں کے حقوق کو پامال کیا، اور نہ خود لیڈر بننے کا دعویٰ کیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ کئی ایک شخص

قوم میں ایسے بھی موجود ہیں، جنہوں نے اپنے نفس کو قوم کے فلاح پر ترجیح دے رکھا ہے، مگر آپ بتا سکتے ہیں کہ ان حضرات سے مسلمانوں کو کوئی نفع پہنچا ہو۔ اس امر سے قطع نظر کر کے تمام بزرگان قوم کو ایک ہی نظر سے دیکھنا آپ ہی کی مصلحت اندیشی کا تقاضا ہو سکتا ہے۔

خود نواب رقار الملک قبلہ جن کے آپ بھی سٹائشگر معلوم ہوئے ہیں ان کے طرز عمل کی آج تک کسی کو شکایت نہیں ہوئی اور نہ انہوں نے کبھی مسلمانوں کی دل آزاری کو جائز رکھا، مگر افسوس ہے کہ آپ کو اس طرز عمل کیلئے آج تک قرآن کریم میں دہلی آیت نہیں ملی۔ جن بزرگان قوم پر آپ حرف گیری کر رہے ہیں ان کے خلوص نیت میں شبہ کرنا ایک بہتان عظیم ہے اور ایسی تحریرات کی غرض خود نمائی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔

بز غم خود جس انوکھے پالیٹکس پر آپ قوم کو چلانا چاہتے ہیں وہ کوئی جدید پالیٹکس نہیں ہے۔ حکومت جمہوری تو ہر شخص آج حکومت شخصی پر ترجیح دیتا ہے، اور جن بزرگان قوم کے آپ پیچھے پڑتے ہیں، معاف کیجیے، وہ آپ سے بہتر اس مسئلہ کو جانتے ہیں۔ آپ قرآن کریم کے حوالہ سے ثابت کرتے ہیں کہ پڑ لیمتھری حکومت مسلمانوں کا دستور العمل ہونا چاہیے، مگر کیا آپ ان کے رائے میں ہندوستان کی موجودہ حالت کے لحاظ سے مسلمانوں کے لیے اس قسم کی حکومت مفید ہوئی؟ کیا آپ نے کبھی کسی ٹونسل یا لول بورڈ میں شرکت کر لیکی رحمت گوارا فرمائی ہے! اندیشہ ہے کہ جس راستہ پر آپ قوم کو چلانا چاہتے ہیں، وہ خطرناک ثابت ہو، بظاہر آپ خود بھی اس امر کو محسوس کرتے معلوم ہوتے ہیں، ملاحظہ ہو الہلال کا وہ نمبر، جس میں آپ نے قوم کو پالیٹکس کی ابتدائی تعلیم دی ہے اور پھر غور کیجئے کہ علیگندہ کے پالیٹکس اور آپ کے جدید پالیٹکس میں کیا فرق ہو گیا۔

بہمن اصحاب کو شبہ ہے کہ لکھنؤ اور کلکتہ کی جدید پارٹیاں اپنے ذاتی اغراض کیلئے سر سید کی اس پالیسی کو مٹانا چاہتی ہیں، جس سے اب تک قوم کو نفع پہنچتا رہا ہے۔ ہمارے صوبہ کا جدید اخبار ”مسلم گزٹ“ تو آپ کے پرچہ کے وجود میں آنے سے پہلے ہی آپ کو لبیک کہہ چکا ہے، اور آپ کے خیالات اور اخبار کی اشاعت کی توسیع میں آپ سے زیادہ سرگرم ہے۔ آپ میں اور ارس میں اگر کوئی سمجھوتہ ہو گیا، تو آپ اگر مناسب سمجھیں تو پبلک کو مطلع فرما دیں۔

براہ کرم اگر آپ کو کانفرنس اور لیگ سے اتفاق نہیں ہے تو مراحت کے ساتھ ایک دستور العمل جو آپ کے ذہن میں ہو، قوم کے سامنے پیش کیجیے۔ معماؤں اور چیستانوں سے کام نہیں چلیگا جیسا کہ ایک نمبر میں اپنی پالیسی کی توضیح سے آپ کے گریز کیا ہے۔

آپ کے مطبوعہ خط کے جواب میں بعد ادب التماس ہے کہ خدا کے واسطے قوم پر رحم کیجیے، اور خلوص کو کام میں لائیے، جسکی مراحت مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ طریق عمل میں ترمیم کیجیے، اور اس اصول کو مد نظر رکھ کر کہ ”مسلمانوں میں گم شدہ قرآنی روح پیدا ہو“ انکو آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رکھنے کی کوشش کیجیے۔

فضل الرحمن بی - اے - ایل ایل - بی وکیل لاہور

فغان مسلم

— * —

۱ مولانا عبد العظیم صاحب - سیف (شاہجہانپوری)

رہے گا پھر یہ جسم ناقص ہے روح و جاں ہو کر
اگر آئرا لباس پادشاہی دھجیاں ہو کر
تو پتا ہے دل پر درد جب دنرات سینے میں
تو پھر اے ہمنشیں کس طرح بیٹھیں شادماں ہو کر
کچھ ایسا کوہ غم آتا ہے اپنے ناتواں دل پر
نکلتي ہے زباں سے بات بھی آہ و فغاں ہو کر
جلایا آتش غیرت نے ایسا جان معزوں کو
کہ سب چہرے کی سرخی اڑ گئی آخر دھواں ہو کر
کمر بھی ہو گئی خم، مضحل اعضا ہوئے سارے
یہ دن اب زندگی کے کت رہے ہیں نیم جاں ہو کر
ہم ایسی زندگی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں
کہ جب ہر روز گذرے ہم پر اک کوہ گراں ہو کر
خلاف شان غیرت اسمیں اک پہلو نکلتا ہے
اگر اس طرح ہم زندہ رہے بھی سخت جان ہو کر
مگر یہ سخت جانی بھی کھانتک آنکو روئے گی
بلالیں رز جب آئیں گی مرگ ناگہاں ہو کر

* * *

خبر کیا تھی کہ قسمت میں ہے سنگ آستان ہونا
نہیں تو اس طرح کیوں سر آٹھاتے آسمان ہو کر
قیامت ہے گرے وہ قوم ایسے قعر ذلت میں
رہی ہو مدتوں دنیا میں جو صاحبقران ہو کر
نہ کیونکر خوف ہو ہر وقت اسکو زخم تازہ کا
جسے رہنا پڑے بتیس دانتوں میں زبان ہو کر

* * *

اگر عہد وفا کر ہم نہ دلے یوں بہلا دینے
تو پیش آئے بہلا اس طرح وہ نامہرباں ہو کر
مغاذ اللہ وہ دل ہو نہیں سکتا دل مومن
جگہ جس دل میں کفر و شرک نے کی روح و جاں ہو کر
ہمیں نے اُن سے منہ موڑا، ہمیں اُن سے ہوئے باغی
نہیں تو ہمکو وہ یوں بھول جاتے مہرباں ہو کر
مئے سرجوش عصیاں نے ہمیں جب کر دیا بیخود
قرۃ بھی ہو گئے غافل ہمارے پاسباں ہو کر
گناہوں کی نجاست سے نہو جسمیں جگہ باقی
وہ ایسے دل میں بیٹھیں کس طرح آرام جاں ہو کر
نظر آتا نہیں کچھ، کھارے ہیں تھوکر ہیں پیہم
سیہ کاری کا سر برابر چھایا ہے دھواں ہو کر
گرایا گمراہی نے قسم کو چاہ ضلالت میں
رہا اسلام بیکس یوسف بے کارواں ہو کر

* * *

مرے آزار دل کا کر علاج اے چارہ گر، لیکن
یہ تدبیریں تیری رہجائیں گی سب رائگاں ہو کر
خدا را اے اجل اب تو ہماری دستگیری کر
کہ چھوڑیں کاشن اس ذلت سے بے نام و نشان ہو کر

* * *

جو عاشق امتحان عشق میں اے سیف مرتا ہے
تو اسکو موت آتی ہے حیات جاوداں ہو کر

الہلال

— * —

پس از سپاس آدائے تو دفترے دارم
کہ یکسر از رقم پرشش نہاں خالی ست
آپ کے نالہاے بیباک کے ترنم سے ہم آہنگ ہونا میرا کام نہیں
لیکن اس کو کیا کرں کہ میں فطرتاً موسیقی کا شیدا اور کشندہ
لحن ہوں، اور اس لئے بے اختیار تمام جوارح متحرک ہو جاتے
ہیں، اور پھر بالخصوص آپ کا سرور، جو ارتعاش رگ جان اور
جنبش زخم ہائے سرمدی کا نتیجہ ہے۔
اسوقت ضرورت ہے کہ سینٹھ صدچاک عرواں لیا جائے، اور ایک
جگر خراش شیوں سے، سارا جہاں معمور کر دیا جائے :
خاموشی ماگشت بدآموز بتاں را
زبان پیش و گزشتہ اثرے بود فغاں را

آپ کا لب ولہجہ، آپ کا انداز بیان، واللہ، مجھ سے تر و داع
جان چاہتا ہے، اور لوگ اسکو کرخت و سخت کہتے ہیں !!
باللہ العظیم، اگر آپ کی زبان میں مجھے کوئی گالیاں بھی دے،
تو میں اسے ہر وقت چھیڑ کرں کہ

کچھ تو لگیگی دیر سوال و جواب میں

آپ اپنے کام میں مصروف رہیں، وہ زمانہ دور نہیں، جب اک عالم
کی نگاہ اس رنگ میں قرب کے خرنابہ چکان نظر آئے گی۔ موجودہ
لیدران قوم کو برہم رہنے دیجیے۔ لطف تو اس وقت آئے گا، جب
وہ اپنے بندگان مسحور کر، آپ کی طرف پررانی دار درختے ہوئے دیکھیں
اپنی نازش گاہ سے بے اختیار چلا آئیں گے کہ کیا غضب ہوا !!

صید از حرم کشد خم جعد بلند تو
فریاد از تطاول مشکین کمند تو

آپ کی نیت میں خلوص ہے، اور وہ خلوص مبنی ہے ایک ایسی
ذات کے کلام معجز نظام پر، جسکو کہی، کسی زمانہ میں، اک اُن
کے لئے بھی فنا نہیں ہونا ہے، اسلئے میری رائے تو یہ ہے کہ بالکل
بیخبرف ہو جائیے، بلکہ ذرا اور بیدردی سے کام لیں، دلوں کو توڑ دیے
کہ یہاں جتنے سے پہلے تونے کی ضرورت ہے۔
(نیاز معصود خان نیاز از فتح پور)

فہرست ہلال احمر

— * —

(۶)

— * —

گذشتہ نمبر میں انجمن ہلال احمر کی طرف سے دو چندوں
کی معمری رقمیں شایع کی گئیں تھیں اُن میں سے ایک کی
تفصیل آج شایع کی جاتی ہے۔

پائی آنہ روپہ

۱۰	جناب محمد عبد العزیز صاحب اورسیر
۱۰	جناب ڈاکٹر اے۔ ایچ۔ شیخ صاحب
۱۰	جناب بی۔ عبد المجید صاحب بلگرامی
۵	جناب بی۔ محمد آروف صاحب دراقسمین
۱۰	جناب ایس۔ ٹی۔ ہرجی صاحب دراقسمین

۴۰ میزار